شرح ابوداؤد شریف

جلد 5

امام ابوداؤد سلیمان ابن اشعث سجستانی

ترجمہ

ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ وبارک ایامہ ولیالیہ

شارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

دامت برکاتہم العالیہ

شبیر برادرز

اردو بازار لاہور

طالب دعا زوہیب حسن عطاری

شرح ابوداؤد شریف

— تصنیف —

امام ابوداؤد سلیمان ابن اشعث سجستانی

— ترجمہ و تخریج —

ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر

ادام اللہ تعالیٰ معالیہ و بارک ایامہ ولیالیہ

— شارح —

علامہ محمد لیاقت علی رضوی

دامت برکاتہم العالیہ

5

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

شبیر برادرز اردو بازار لاہور

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

شرح ابوداؤد شریف

مترجم ———— ابوالعلاء محمد محی الدین جہانگیر
شارح ———— علامہ محمد لیاقت علی رضوی
باہتمام ———— ملک شبیر حسین
سن اشاعت ———— ستمبر 2016ء
سرورق ———— اے ایف ایس ایڈورٹائزرز
طباعت ———— اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ہدیہ ———— روپے

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

تنبیہ

ہمارا ادارہ شبیر برادرز کا نام بغیر ہماری تحریری اجازت بطور ملنے کا پتہ، ڈسٹری بیوٹر، ناشر یا تقسیم کنندگان وغیرہ میں نہ لکھا جائے۔ بصورت دیگر اس کی تمام تر ذمہ داری کتاب طبع کروانے والے پر ہوگی۔ ادارہ ہذا اس کا جواب دہ نہ ہوگا اور ایسا کرنے والے کے خلاف ادارہ قانونی کارروائی کا حق رکھتا ہے۔

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

کتاب الجہاد

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

مقدمہ رضویہ

الحمد لله الّذِی أوضح وجوہ معالم الدّین وأفصح وجوہ الشک بکشف النقاب عن وجہ الیقین بالعلماء المستنبطین الراسخین والفضلاء المحققین الشامخین الّذین نزھوا کلام سید المرسلین ممیزین عن زیف المخلطین المدلسین ورفعوا منارہ بنصب العلائم وأسندوا عمدہ بأقوی الدعائم حتی صار مرفوعا بالبناء العالی المشید وبالأحکام الموثق المدمج المؤکد مسلسلا بسلسلۃ الحفظ والإسناد غیر منقطع ولا واہ إلی یوم التناد ولا موقوف علی غیرہ من المبانی ولا معضل ما فیہ من المعانی (والصّلاۃ) علی من بعث بالدین الصحیح الحسن والحق الصریح المتین الخالی عن العلل القادحۃ والسالم من الطعن فی أدلتہ الراجحۃ محمّد المستأثر بالخصال الحمیدۃ والمجتبی المختص بالخلال السعیدۃ وعلی آلہ وصحبہ الکرام مؤیدی الدین ومظھری الإسلام وعلی التابعین بالخیر والإحسان وعلی علماء الأمۃ فی کل زمان ما تغرد قمری علی الورد والبان وناح عندلیب علی نور الأقحوان (وبعد) فإن عانی رحمۃ ربہ الغنی محمّد لیاقت علی الرضوی الحنفی عاملہ ربہ ووالدیہ بلطفہ الخفی یقول أن السنۃ إحدی الحجج القاطعۃ وأوضح المحجۃ الساطعۃ وبھا ثبوت أکثر الأحکام وعلیھا مدار العلماء الأعلام وکیف لا وہی القول والفعل من سید الأنام فی بیان الحلال والحرام الّذین علیھما مبنی الإسلام فصرف الإعمار فی استخراج کنوزھا من أھم الأمور وتوجیہ الأفکار فی استکشاف رموزھا من تعمیر العمور لھا منقبۃ تجلت عن الحسن والبھا ومرتبۃ جلت بالبھجۃ والسنا وہی أنوار الھدایۃ ومطالعھا ووسائل الدرایۃ وذرائعھا وہی من مختارات العلوم عیبھا ومن منتقدات نقود المعارف فضھا وعینھا ولولا بھا لما بان الخطأ عن الصواب ولا تمیز الشراب من السراب ولقد تصدت طائفۃ من السلف الکرام ممن کساھم الله تعالی جلابیب الفھم والأفھام ومکنھم من انتقاد الألفاظ الفصیحۃ للؤسسۃ علی المعانی الصحیحۃ وأقدرھم علی الحفظ بالحفاظ من المتون والألفاظ إلی جمع سنن من سنن سید المرسلین بادیۃ إلی طرائق شرائع الدین وتدوین ما تفرق منھا فی أقطار بلاد المسلمین بتفرق الصحابۃ والتابعین الحاملین والفقھاء مذاہب الاربعۃ۔

کِتَابُ الطَّلَاقِ

یہ کتاب طلاق کے بیان میں ہے

طلاق کی لغوی اور شرعی تحقیق

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں۔ کہ طلاق لغت میں قید و بندش کھول دینے کا نام ہے اور یہ لفظ: اطلاق: سے ماخوذ ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں۔ اطلقت ابلی واسیری. میں نے اپنے اونٹ اور قیدی کو چھوڑ دیا۔ وطلقت امراتی.۔ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔

اس طرح اہل عرب کے نزدیک لفظ اطلاق اور طلاق دونوں یکساں ہیں۔ البتہ اہل لغت نے دونوں کے استعمال میں یہ فرق کیا ہے کہ لفظ طلاق صرف عورتوں کے لیے استعمال کرتے ہیں اور اطلاق عورتوں کے علاوہ جانور اور قیدی وغیرہ کو چھوڑنے کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں۔ (لسان العرب لابن منظور افریقی ج ۴)

طلاق کا لغوی معنی:۔ طلاق کا لغوی معنی ہے: نکاح کی گرہ کو کھول دینا، ترک کر دینا، چھوڑ دینا، لسان العرب میں ہے کہ عثمان اور زید کی حدیث ہے: طلاق کا تعلق مردوں سے ہے اور عدت کا تعلق عورتوں سے ہے۔

(تاج العروس ج ۶ ص ۴۲۰، مطبوعہ مطبعہ خیریہ، مصر، ۱۳۰۶ھ)

طلاق کے اصطلاحی معنی کا بیان

علامہ ابن نجیم طلاق کا فقہی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: الفاظ مخصوصہ کے ساتھ فی الفور یا از روئے مآل نکاح کی قید کو اٹھا دینا، طلاق ہے۔ الفاظ مخصوصہ سے مراد وہ الفاظ ہیں جو مادہ طلاق پر صراحۃً یا کنایۃً مشتمل ہوں، اس میں خلع بھی شامل ہے اور نامردی اور لعان کی وجہ سے نکاح کی قید از روئے مآل اٹھ جاتی ہے۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۲۳۵، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ، کوئٹہ)

اصطلاح شریعت میں

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

نکاح سے پیدا ہونے والی حلت اور قید و بندش کو مخصوص الفاظ کے ذریعہ ختم کر دینے کا نام طلاق ہے۔ اور مخصوص الفاظ سے مراد وہ الفاظ ہیں جو: ط، ل، ق کے مادہ پر مشتمل ہوں وہ اپنے مفہوم میں صریح ہو جیسے انت طائق. یا طلاق کے ساتھ کسی اور معنی کا بھی احتمال رکھتا ہو یعنی کنایہ ہو جیسے انت مطلقة لام پر تشدید کے بغیر۔ (فتح القدیر ج ۳)

طلاق کی مشروعیت کا سبب

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

نکاح سے پیدا ہونے والی حلت اور قید و بندش کو مخصوص الفاظ کے ذریعہ ختم کر دینے کا نام طلاق ہے۔ اور مخصوص الفاظ سے مراد وہ الفاظ ہیں جو: ط، ل، ق کے مادہ پر مشتمل ہو وہ اپنے مفہوم میں صریح ہو جیسے انت طالق۔ یا طلاق کے ساتھ کسی اور معنی کا بھی احتمال رکھتا ہو یعنی کنایہ ہو جیسے انت مطلقۃ لام پر تشدید کے بغیر۔ (فتح القدیر ج ۳)

طلاق کے وقت شوہر میں کن شرطوں کا پایا جانا ضروری ہی شریعت نے ہر شوہر کی طلاق کو معتبر قرار نہیں دیا کیونکہ بعض دفع ایسے حالات پیش آتے ہیں جن میں انسان عقل و ہوش کھو بیٹھتا ہے اور بعض حالات میں شریعت کے احکام کے مخاطب ہونے کی صلاحیت اپنے اندر نہیں رکھتا اس لیے فقہاء نے تصریح کی ہے کہ طلاق دیتے وقت ضروری ہے کہ شوہر۔ عاقل، بالغ، اور بیدار ہو۔ اگر ان میں کوئی بھی شرط نہیں پائی گئی تو طلاق عورت پر واقع نہیں ہوگی اور لغو قرار دی جائے گی۔ (فتح القدیر ج ۳)

طلاق اچھی چیز نہیں ہی

اصل تو یہی ہے کہ طلاق بری چیز ہے اور اس سے پرہیز کرنا چاہیے لیکن بعض خاص حالات میں جب مرد محسوس کرے کہ میں بیوی کے حقوق ادا نہیں کرسکتا تو محض اپنی ناک اونچی رکھنے کے لیے عورت کو لٹکا کر رکھنا گناہ ہوگا اور اس صورت میں مرد پر واجب ہو گا کہ وہ بیوی کو طلاق دے کر آزاد کر دے۔ اس لیے کہ نکاح سے شریعت کی منشاء اور مقصود یہ ہے کہ میاں بیوی جائز اور حلال طریقہ سے اپنی خواہشات کی تکمیل کریں۔ اور عفت و عصمت کی زندگی گزاریں ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں نیز اللہ کریم کے حقوق بھی پامال نہ کریں لہٰذا اگر ایسی صورت ہو جائے کہ مرد اپنی بیوی کا حق ادا نہ کر پائے اور اس طرح شریعت کا حکم ٹوٹنے لگے تو پھر شوہر پر واجب اور ضروری ہے کہ عورت کو طلاق دے کر آزاد کر دے تا کہ وہ اپنی مرضی اور خواہش سے دوسرا نکاح کر کے پاکیزہ زندگی گزارے۔

صاحب در مختار نے اس پہلو پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر عورت کو معروف طریقہ سے اپنے نکاح میں رکھنا ممکن نہ ہو تو پھر ایسی صورت میں شوہر پر طلاق دینا واجب ہو جاتا ہے۔

حالت نشہ کی طلاق

فقہاء کی اصطلاح میں شراب یا کوئی بھی نشہ آور چیز پی کر اس طرح بدمست ہو جائے کہ مرد و عورت کا امتیاز بھی باقی نہ رہے اور زمین آسمان کا فرق بھی نہ کر سکے۔۔۔ اگر شراب یا دوسری حرام چیزیں افیون، بھنگ وغیرہ کے پینے سے عقل زائل ہو جائے اور وہ شخص نشہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو حنفیہ کے نزدیک طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

تابعین میں سے حضرت سعید بن المسیب، حضرت عطاء، حضرت حسن بصری، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت ابن سیرین، حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہم وغیرھم کا یہی مسلک ہے۔ حضرت امام مالک، حضرت اوزاعی، اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم بھی اسی کے قائل ہیں۔ البتہ حضرت قاسم بن محمد، حضرت طاؤس، حضرت ربیعہ بن عبدالرحمن، حضرت لیث، حضرت زفر رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ کہتے ہیں کہ ایسے شخص کی طلاق واقعہ نہیں ہوتی ہے، صحابہ کرام میں سے حضرت عثمان غنی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ حنفیہ میں سے حضرت امام طحاوی اور حضرت امام کرخی کے

نزدیک بھی ایسے شخص کی طلاق واقعہ نہیں ہوتی ہے۔(فتح القدیر ج ۳ ص ۳۴۵۔البحرالرائق ج ۳ ص ۲۴)

ہنسی مزاق کی طلاق

ھازل وہ شخص ہے جو اپنی بات سے حقیقی معنی اور مفہوم مراد نہ لے۔ تو اگر کسی شخص نے ہنسی مزاق کے طور پر اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور طلاق دینے کا معنی مراد نہ لیا ہو۔ تو بھی اس شخص کی طلاق واقع ہو جائے گی۔ کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہنسی مزاق کے طور پہ اپنی بیوی کو طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے مگر یہ بالکل غلط ہے حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ

ثلاث جدھن جد وھزلھن جد، النکاح والعتاق ولا؛ طلاق۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن کو ہنسی کے طور پر کرنا۔ اور واقعی طور پر کرنا دونوں برابر ہیں۔

(۱) نکاح (۲) عتاق یعنی غلام آزاد کرنا (۳) طلاق۔

حضرت ابوہریرہ کی روایت میں یہ الفاظ منقول ہیں۔

ثلاث جد ھن جد و ھزلھن جد النکاح والطلاق والرجعة: یعنی تین چیزیں ایسی ہیں جن کو قصداً کہنا اور ہنسی مزاق کے طور پہ کہنا برابر ہے (۱) نکاح (۲) طلاق (۳) رجعت۔

ان تین چیزوں میں حکم شرعی یہ ہے کہ اس لفظ کے اصل معنی کے مطابق اثر ہوگا۔ دو مرد و عورت اگر بلا قصد ہنسی مزاق میں گواہوں کے سامنے نکاح کا ایجاب وقبول کرلیں تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔ اسی طرح بلا قصد و نیت ہنسی مزاق میں صریح طور پر طلاق دے دیں تو طلاق واقع ہو جاتی ہے ایسے ہی اپنے کسی غلام کو ہنسی مزاق میں آزاد کردے تو غلام آزاد ہو جائے گا ہنسی مزاق کوئی عذر نہیں مانا جاتا۔

سَفِیہ (کم عقل) کی طلاق کا حکم

سفیہ لغت میں خفت اور ہلکا پن کے معنی میں آتا ہے اور فقہاء کی اصطلاح میں سفاہت سے مراد کم عقلی ہے جس کی وجہ سے آدمی اپنے مال پر اسطرح تصرف کرتا ہے جو عقل کے تقاضہ کے خلاف ہو ایسے شخص کو عرف عام میں خفیف العقل کہا جاتا ہے ایسے شخص کی طلاق کو بھی شریعت نے صحیح قرار دیا ہے۔ درمختار میں ہے: او سفیھا خفیف العقل: یا طلاق دینے والا خفیف العقل ہو تو اس کی بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔

گونگے کی طلاق کا حکم

گونگا یعنی وہ شخص جو بول نہیں پاتا۔ پیدائشی گونگا ہو یا بعد میں۔ عام طور پہ گونگے اشاروں کے ذریعہ اپنے دل کی بات سمجھاتے ہیں۔ اور اس کے ماحول کے لوگ اس کے اشاروں کو سمجھتے ہیں۔ پس ایسا گونگا جس کا اشارہ جانا بوجھا ہو اور وہ اشارہ کے ذریعہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو اس کی طلاق واقع ہو جائے گی اور جتنی طلاق کا اشارہ کرے گا اتنی ہی طلاق واقع ہوگی۔

پاگل کی طلاق

علامہ ابن عابدین شامی تلویح سے نقل کرتے ہوئے جنون کے بارے میں لکھتے ہیں کہ جنون اس قوت کے مختل ہو جانے کا نام

ہے جس کے ذریعہ انسان اچھے اور برے افعال کے درمیان فرق کرتا ہے اور جس کے ذریعہ عمل کے نتائج اور انجام کار کے متعلق سوچتا ہے اس کے بارے میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ حالت جنون میں اس کا کوئی تصرف صحیح نہیں ہوگا اگر اس نے اپنی بیوی کو اسی حالت میں طلاق دے دی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ البتہ اگر جنوں پیدا ہونے سے پہلے کسی نے اپنی بیوی کی طلاق کو کسی شرط پر معلق کیا تھا۔ مثلاً کہ اگر میکہ گئی تو تجھ پر طلاق یہ کہنے کے بعد وہ پاگل ہوگیا اور عورت اس کے جنون کی حالت میں میکے چلی گئی تو یہ طلاق واقع ہوجائے گی۔

چنانچہ درمختار میں ہی: اور نہ مجنون کی طلاق واقع ہوگی۔ سوائے اس کے کہ عقل و ہوش کی حالت میں مشروط طلاق دی ہو پھر مجنون ہوگیا اور اسی حالت میں شرط پائی گئی تو طلاق واقع ہوجائے گی۔ (درمختار علی حاشیہ ردالمحتار ج ۳ ص ۲۴۳)

نابالغ کی طلاق

بالغ ہونے سے پہلے انسان پر اللہ کریم کی طرف سے کوئی حکم واجب نہیں ہوتا اسی طرح بلوغ سے پہلے دی جانے والی طلاق کو بھی شریعت نے جائز اور نافذ قرار نہیں دیا۔

حدیث پاک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: تین شخصوں سے تکلیف اٹھالی گئی ہے (۱) سوئے ہوئے شخص سے یہاں تک کہ بیدار ہوجائے۔

(۲) بچے سے یہاں تک کہ بالغ ہوجائے۔

(۳) پاگل سے یہاں تک کہ وہ عقل والا ہوجائے۔ (ترمذی۔ ابوداود۔ مشکوۃ ص ۲۸۴)

ابن ابی شیبہ نے اپنی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

لا یجوز طلاق الصبی والمجنون:

بچے اور پاگل کی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔ (فتح القدیر ج ۳ کتاب طلاق، بیروت)

سوئے ہوئے شخص کی طلاق

اس سے پہلے بچوں کی طلاق کے ذیل میں ایک روایت گزر چکی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے تین افراد کو شریعت کے احکام کی بجا آوری سے معاف کیے جانے کا حکم بیان فرمایا ہے ان میں ایک وہ شخص بھی ہے جو سویا ہوا ہو۔ سونے کی حالت میں نہ تو اس پر کسی عبادت کی ادائیگی واجب ہوتی ہے اور نہ اس حالت میں اس کا کوئی تصرف معتبر ہوتا ہے۔ اس لیے اگر کسی شخص نے اسی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ صاحب درمختار نے بھی یہی لکھا ہے۔ اور نہ سوئے ہوئے کی طلاق واقع ہوتی ہے اس حالت میں ارادہ و اختیار ختم ہونے کی وجہ سے اس شخص کا کلام صدق، کذب خبر، انشاء وغیرہ کے ساتھ متصف نہیں ہوتا ہے۔ (درمختار علی حاشیہ ردالمحتار ج3 ص 243-244)

طلاق دینے کا صحیح طریقہ

آج کل ہمارے عرف میں جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے، تو ایک ہی سانس میں تین بار یا اس سے بھی زائد دفعہ

طلاق دے کر سانس روکتا ہے، اس بے احتیاطی کی وجہ سے ہمارے ملک میں ہزاروں افراد پریشان ہیں۔ اور ان کی مطلقہ عورتیں اور بچے گھر سے بے گھر ہو کر در در کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔

قرآن وسنت کے احکام وارشادات اور صحابہ کرام وتابعین کے تعامل سے طلاق دینے کا جو طریق منقول ہوتا چلا آرہا ہے اس کا خلاصہ اور ماحصل یہ ہے کہ جب طلاق دینے کے سوا کوئی چارہ نہ رہے تو طلاق دینے کا احسن طریقہ یہ ہے کہ صرف ایک طلاق عورت کو ایسی پاکی کی حالت میں دے دے جس میں اس سے صحبت نہ کی ہو اور یہ ایک طلاق دے کر چھوڑ دے عدت ختم ہونے کے بعد رشتہ نکاح خود ٹوٹ جائے گا۔ اس طرح طلاق دینے کو فقہاء کرام نے طلاق احسن لکھا ہے۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حضرت ابراہم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم طلاق دینے میں اسی طریقہ کو پسند کرتے تھے۔

طلاق کی قسمیں

(۱) احسن (۲) حسن (۳) بدعی

طلاق احسن یہ ہے کہ ایک طلاق رجعی ایسی پاکی کی حالت میں دی جائے جس میں عورت سے صحبت نہ کی ہو پھر اس کو اسی حالت میں چھوڑ دے نہ اس کو اور طلاق دے اور نہ اس سے صحبت کرے یہاں تک کہ عدت پوری ہو جائے طلاق کی یہ پہلی قسم سب سے بہتر ہے۔

طلاق حسن

طلاق حسن کی صورت یہ ہے کی جس بیوی سے یکجائی ہو چکی ہو اس کو تین طلاقیں تین طہروں میں دی جائیں اور تین طہروں میں صحبت نہ کی ہو۔ اور اگر ابھی بیوی سے یک جائی ہی نہ ہوئی ہو تو اس کے لیے ایک طلاق حسن ہے۔

نابالغہ لڑکیوں اور ان عورتوں کے لیے جن کی ماہواری بند ہو چکی ہو۔ طلاق حسن یہ ہے کہ ان کو تین مہینہ تک ہر مہینہ میں ایک طلاق دی جائے۔ ان عورتوں کو ہمبستری کے بعد بھی طلاق دینا جائز ہے۔ (البحرالرائق ج ۳ ص ۲۲۸۔ ردالمحتار ج ۲ ص ۲۳۹)

طلاق بدعی

طلاق حسن کی صورت یہ ہے کہ جس عورت کے ساتھ صحبت کر چکا ہو اس کو ایک طہر: یعنی پاکی کی حالت میں ایک ہی دفعہ میں تین طلاقیں دے دے۔ یا اس کو اس طہر میں طلاق دے جس میں ہمبستری کر چکا ہو اس طرح حیض کی حالت میں طلاق بھی طلاق بدعی ہے۔ وہ عورت جس کو حالت حیض میں طلاق دی ہے اگر اس کو لٹانے کی گنجائش باقی ہو تو اس سے رجوع کرنا واجب ہے۔ جب کہ بعض علماء نے رجوع کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔

پھر جب وہ پاک ہو جائے اور اس کے بعد دوسرا حیض آجائے اور پھر ابھی پاک ہو جائے تب اگر طلاق دینا ہی ضروری ہو تو اس دوسرے طہر میں طلاق دی جائے طلاق کی یہ تیسری قسم شریعت کی نظر میں نہ پسندیدہ ہے۔ گو یہ طلاق بھی واقع ہو جاتی ہر مگر طلاق دینے والا گنہگار رہتا ہے۔ (البحرالرائق ج ۳ ص ۲۳۹۔ ردالمحتار ض ۳ ص ۲۳۲)

یہ تو وقت اور محل کے اعتبار سے طلاق کی تین قسمیں تھی واقع ہونے کے اعتبار سے طلاق کی دو قسمیں ہیں۔ طلاق رجعی۔ طلاق بائن۔

طلاق رجعی

یہ ہے کہ صاف اور صریح لفظوں میں ایک یا دو طلاق دی جائے اس کا حکم یہ ہے کہ ایسی طلاق میں عدت پوری ہونے تک نکاح باقی رہتا ہے اور شوہر کو اختیار ہے کہ عدت ختم ہونے سے پہلے بیوی سے رجوع کر لے۔ اگر اس نے عدت کے اندر رجوع کر لیا تو نکاح بحال رہے گا اور دوبارہ نکاح کی ضرورت نہ ہوگی اگر اس نے عدت کے اندر رجوع نہ کیا تو طلاق مؤثر ہو جائے گی اور نکاح ختم ہو جائے گا۔ اگر دونوں چاہیں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں لیکن جتنی طلاقیں وہ استعمال کر چکا ہے وہ ختم ہو گئیں۔ آئندہ اس کو تین میں سے صرف باقی ماندہ طلاقوں کا اختیار ہوگا۔ مثلاً اگر ایک طلاق دی تھی اور اس سے رجوع کر لیا تھا تو اب اس کے پاس صرف دو طلاقیں باقی رہ گئی اور اگر دو طلاقیں دے کر رجوع کر لیا تھا اور اب صرف ایک طلاق باقی رہ گئی اب اگر ایک طلاق دے دی تو بیوی تین طلاق کے ساتھ حرام ہو جائے گی۔

طلاق بائن

یہ ہے کہ گول مول الفاظ (یعنی کنایہ) میں طلاق دی ہو یا طلاق کے ساتھ ایسی صفت ذکر کی جائے جس سے اس کی سختی کا اظہار ہو مثلاً یوں کہے کہ تجھ کو سخت طلاق یا لمبی چوڑی طلاق۔ طلاق بائن کا حکم یہ ہے کہ بیوی فوراً نکاح سے نکل جاتی ہے اور شوہر کو رجوع کا حق نہیں رہتا۔ البتہ عدت کے اندر اور عدت ختم ہونے کے بعد بھی دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔

یہ وہ طریقہ ہے جس پہ عمل کرنے سے انسان بہت سی قباحتوں سے بچ سکتا ہے اور رجوع یا دوبارہ نکاح کی گنجائش باقی رہتی ہے۔ ہمارے ہاں یہ مزاج بن چکے ہیں کہ جب غصہ آیا تو ایسا عقل پہ سوار ہوا کہ منہ میں آیا کہہ دیا اور جب طلاق دینے پہ آئے تو ایک ہی سانس میں تین یا تین سے بھی زیادہ طلاقیں دے کر خاموش ہوئے اب سر پکڑ کر بیٹھ گئے کہ کیا کریں کیونکہ تین طلاق کی وجہ سے بیوی شوہر پر حرام ہو جاتی ہے اب رجوع کی گنجائش باقی رہتی ہے اور نہ ہی نکاح کی۔ کیونکہ جو اختیار شوہر کے پاس تھا وہ اسے استعمال کر چکا۔ اب حیلے بہانے کیے جاتے ہیں کہ کسی طرح ہمارا نکاح بحال ہو جائے۔ لیکن اس نکاح کو اسی طرح بحال رکھنا اب ممکن نہیں رہا۔ اس لیے مرد کو ہمیشہ سوچ سمجھ کر ایسا انتہائی قدم اٹھانا چاہیے کیونکہ مرد نے جیسے ہی اپنی زبان سے یہ جملہ اپنی بیوی کے لیے نکال دیا کہ میں اسے طلاق دیتا ہوں چاہے بیوی نہ سنے یا تحریر الکھ دیا چاہے بیوی نہ پڑھے تب بھی اس کی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی۔ اس لیے مرد حضرات کو بہت زیادہ ہوش و عقل مندی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دو منٹ کے غصہ میں اپنی تیس سالہ یا اس سے کم و بیش زندگی کا سکون تباہ و برباد کر لے اور اپنی زندگی کی رفیقہ اور شریک زندگی اور غم و انس کی بہترین ساتھی سے محروم ہو جائے۔ خود تو پریشان ہوگا ہی لیکن اپنے ساتھ ساتھ اپنی بیوی اور بچوں کے سکھ اور سکون کو بھی تہہ و بالا کر کے رکھ دے گا۔ اللہ کریم ہم سب کو عقل سلیم عطاء فرمائے۔ آمین۔

نوٹ

طلاق مغلظہ (یعنی تین طلاق) کے بعد عورت مرد پر حرام ہو جاتی ہے اور اس وقت تک یہ دونوں نکاح نہیں کر سکتے جب تک وہ عورت عدت گزارنے کے بعد کسی دوسرے مرد سے شادی نہ کرے اور وہ دوسرا مرد اس سے ہمبستری کرے اور جب چاہے اپنی مر

ضی سے اسے طلاق دے دے یا اس کی وفات ہوجائے اور پھر جب اس کی عدت پوری ہوجائے تو پہلا شوہر عورت کی رضامندی سے اس کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے۔

زبردستی میں طلاق دلوانے کا بیان

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ.

''دین میں کوئی زبردستی نہیں''۔ (البقرہ،2:256)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاطلاق ولاعتاق فی اغلاق.

''جبر واکرہ سے نہ طلاق ہوتی ہے نہ مملوک کی آزادی''

حاکم، المستدرك على الصحيحين، 2 : 217، رقم : 2803، دار الكتب العلمية بيروت، سن اشاعت 1990ء، ابن ماجه، السنن، 1 : 660، رقم : 2046، دار الفكر بيروت بيهقى، السنن الكبرى، 7 : 357، رقم : 14874، مكتبة دار الباز مكة المكرمة، سن اشاعت 1994ء، دار قطنى، السنن، 4 : 36، رقم : 99، دار المعرفة، بيروت، سن اشاعت 1966ء، ابن ابي شيبة، المصنف، 4 : 83، رقم : 18038، مكتبة الرشد الرياض، سن اشاعت 1409ھ

رجل اکرہ بالضرب والحبس علی أن یکتب طلاق امرأته فلانة بنت فلان ابن فلان فکتب امرأته فلانة بنت فلان بن فلان طالق لا تطلق.

''کسی شخص کو مار پیٹ اور حبس (قید) کے ذریعہ، اپنی بیوی کو تحریری طلاق پر مجبور کیا گیا، کہ فلاں دختر فلاں ابن فلاں کو طلاق اس نے لکھ دیا کہ فلاں عورت فلاں بن فلاں کی بیوی کو طلاق اس کی بیوی کو طلاق نہ ہوگی''

(فتاویٰ قاضی خان علی ہامش عالمگیری، 1: 472، طبع بلوچستان بکڈپو، کوئٹہ، زین الدین ابن نجیم الحنفی، غمز عیون البصائر، 3: 447، دار الکتب العلمیہ لبنان، بیروت، سن اشاعت 1985ء)

لو أکرہ علی أن یکتب طلاق امرأته فکتب لا تطلق.

''اگر کسی کو مجبور کیا گیا کہ طلاق لکھے اور اس نے لکھ دی تو طلاق نہیں ہوگی''

(زین الدین ابن نجیم الحنفی، البحر الرائق، 3: 264، دار المعرفۃ بیروت، شامی، حاشیہ ابن عابدین، 3: 236، دار الفکر للطباعۃ والنشر، بیروت)

علامہ شامی فرماتے ہیں:

کل کتاب لم یکتبه بخطه ولم یمله بنفسه لا یقع الطلاق مالم یقر انه کتابه.

''ہر تحریر جو خاوند نے نہ اپنے ہاتھ سے لکھی، نہ خود لکھوائی، اس سے طلاق واقع نہ ہوگی جب تک اقرار نہ کرے کہ یہ تحریر اسی کی ہے'' (ابن عابدین، ردالمحتار، کتاب طلاق، بیروت)

لہٰذا آپ کی بیوی کو طلاق واقع نہیں ہوئی، آپ بطور میاں بیوی رہ سکتے ہیں۔

اَبْوَابُ تَفْرِيعِ اَبْوَابِ الطَّلَاقِ

طلاق سے متعلق فروعی ابواب

بَابٌ فِيمَنْ خَبَّبَ امْرَاَةً عَلٰى زَوْجِهَا

باب: جو شخص کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف ابھارے

2175 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ رُزَيْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عِيسٰى، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ يَحْيٰى بْنِ يَعْمَرَ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ امْرَاَةً عَلٰى زَوْجِهَا، اَوْ عَبْدًا عَلٰى سَيِّدِهِ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف، یا غلام کو اس کے آقا کے خلاف ابھارے، وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔

(۱) میاں کے تعلقات کی اہمیت

اسلام نے جو معاشرتی نظام قائم کیا ہے اس کی بنیاد آپسی بھائی چارہ میل جول اور باہمی محبت والفت پر ہے اور معاشرتی نظام میں بنیادی اہمیت زوجین یعنی میاں بیوی کے تعلقات پر ہے۔ میاں بیوی کے تعلقات کی درستگی ہی کے باعث کوئی بھی معاشرہ مضبوط و مستحکم رہ سکتا ہے۔ غرض مرد و عورت کے تعلقات کی بہتری کسی معاشرے کی صحت کی علامت اور اس کی ترقی کے لئے بنیادی اینٹ کی حیثیت رکھتی ہے اور جس معاشرہ میں ان دونوں کے تعلقات میں بگاڑ پیدا ہو جائے تو وہ معاشرہ کبھی پنپ نہیں سکتا بلکہ بہت جلد زوال و ادبار کا شکار ہو کر بکھر جاتا ہے۔ اور اسلامی نقطہ نظر سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ بعض حدیثوں میں آتا ہے کہ میاں بیوی کے تعلقات میں اگر بگاڑ پیدا ہو جائے تو اس کی وجہ سے سب سے زیادہ خوشی شیطان کو ہوتی ہے جو اس تاک میں رہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے پھر اپنے کارندوں (چیلوں) کو بھیجتا ہے (تا کہ وہ لوگوں کو گمراہ کریں) تو ان میں سب سے زیادہ مقرب کارندہ وہ ہوگا جو سب سے زیادہ فتنہ گر ہو چنانچہ جب کوئی کارندہ (چیلہ) آکر اسے یہ رپوٹ دیتا ہے کہ اس نے فلاں فلاں کام کیا ہے تو کہتا ہے کہ تو نے کچھ نہیں کیا۔ پھر ان میں سے کوئی ایک کارندہ آکر کہتا ہے کہ میں نے فلاں شخص اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی پیدا کر دی ہے تو وہ اسے قریب کر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ تو بہت اچھا ہے یعنی تو نے واقعی کچھ کام کیا ہے اور بعض حدیثوں میں مذکور ہے۔ لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ اِمْرَاَةً عَلٰى زَوْجِهَا. (رواہ مسلم کتاب صفات المنافقین ۴/۲۱۶۷ مطبوعہ ریاض)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف اکسا کر بگاڑ پیدا کر دیا تو وہ ہمارا آدمی نہیں

2175- اسناده صحيح. الحسن بن علي: هو ابن محمد الخلال. واخرجه النسائي في "الكبرى" (9170) من طريق عمار بن رزيق، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (9157)، و"صحيح ابن حبان" (568) و(5560).

ہے اس اعتبار سے جو شخص کسی عورت کو بھڑکا کر میاں بیوی کے درمیان نفاق ڈالتا ہے یا تفریق پیدا کرتا ہے یا جھگڑا کھڑا کر دیتا ہے تو وہ حدیث بالا کی رو سے شیطان کا ایجنٹ ہے۔ نیز اس حدیث سے ضمناً یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ مردوں کے مقابلہ میں عورتیں بہت جلد بدگمان ہو جاتی ہیں اور بدگمانی میں مبتلا ہو کر اپنے شوہر کے بارے میں بری رائے قائم کر لیتی ہیں اور شکوک و شبہات میں مبتلا ہو کر آمادہ جنگ ہو جاتی ہیں۔

حسن معاشرت کے چند اصول

میاں بیوی کے تعلقات کی درستی کسی بھی معاشرے کی مضبوطی اور اس کے استحکام کے لئے ایک بنیادی اور اساسی اہمیت کی چیز ہے۔ ظاہر ہے کہ میاں بیوی کے میل ملاپ اور ان کے اتحاد و اتفاق ہی کی بدولت ایک نئے خاندان کی بنیاد پڑتی ہے اور مختلف خاندان کا مجموعہ ہی معاشرہ یا سماج یا سوسائٹی کہلاتا ہے لہٰذا جن خاندانوں میں باہمی جھگڑے پائے جاتے ہیں یا جن میں اتحاد و یگانگت موجود نہ ہو۔ یا جن میں میاں بیوی کے درمیان تفرقہ اور انتشار پیدا ہو چکا ہو وہ معاشرہ اور سماج حد درجہ کھوکھلا ہوگا اور بہت جلد زوال و ادبار کا شکار ہو جائے گا اس اعتبار سے میاں بیوی کے درمیان محبت و الفت اور باہمی ہم آہنگی پیدا ہونا بہت ضروری ہے تاکہ دونوں مل کر اپنے حقوق و فرائض بخوبی ادا کر سکیں اور اپنی اولاد کی بھی صحیح تربیت کر سکیں۔ جن کے نازک کندھوں پر اگلے خاندانوں کو سنبھالنے اور انہیں قائم رکھنے کا بار بوجھ رکھا جائے گا۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ میاں بیوی کے درمیان کبھی کوئی اختلاف پیدا ہی نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ اختلاف ضرور پیدا ہوں گے اور زندگی کے مختلف موڑوں پر ان میں اتار چڑھاؤ بھی آئے گا۔ ایک دوسرے سے کچھ نہ کچھ شکایتیں تو ہوتی ہی رہتی ہیں اور ایسا ہونا ایک فطری بات ہے کیونکہ زندگی ہمیشہ یکساں نہیں رہتی بلکہ اس میں نشیب و فراز آتے رہتے ہیں اس لئے میاں بیوی دونوں کو ایک دوسرے کو برداشت کرنے اور جہاں تک ہو سکے آپسی اختلافات کو کم سے کم کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے اس کے بغیر گاڑی چل نہیں سکتی۔

قرآن و حدیث میں زوجین کے درمیان حسن معاشرت کے سلسلے میں چند قیمتی اور پیارے اصول بیان کئے گئے ہیں جن پر اگر عمل کیا جائے تو خاندانی نظام مضبوط و مستحکم ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں (ا) پہلا اور بنیادی اصول یہ ہے کہ زوجین یعنی میاں بیوی کے درمیان آپس میں محبت و مروت کا تعلق اس طرح قائم ہو جائے گویا کہ دونوں ایک جان دو قالب کی حیثیت رکھتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً (سورہ روم: ۲۱) ترجمہ: اور اس کی (ربوبیت کی) نشانیوں میں سے ہے یہ بات کہ اس نے تمہارے لئے تم ہی میں سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان کے ذریعہ راحت حاصل کر سکو اور اس نے تمہارے درمیان محبت و مہربانی پیدا کر دی ہے۔

چنانچہ زوجین میں جب تک ایک دوسرے کے ساتھ محبت و مہربانی کا تعلق پیدا نہ ہو اور ان دونوں کے درمیان خلوص اور ایثار کے جذبات نہ پائے جاتے ہوں بلکہ ایک دوسرے کو لوٹنے یا محض وقتی اور عارضی اغراض کے تحت محض جنسی لذت حاصل کرنا مقصود ہو (جیسا کہ آج کل مغربی ممالک میں اس کا رواج چل پڑا ہے) یا وہ محض ایک تجارتی بندھن ہو (جیسا کہ موجودہ ہندستانی معاشرہ اس کی تصویر پیش کر رہا ہے) تو ایسے تعلقات پائیدار نہیں ہو سکتے۔ بلکہ وہ کچے دھاگوں کی طرح ٹوٹ جاتے ہیں۔

(۲) کسی کی خامی نہیں خوبی دیکھو!

اور اس سلسلے میں دوسرا اصول یہ ہے کہ مرد وعورت دونوں اختلاف مزاج کے باعث ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی عادت ڈالیں۔ چنانچہ اس بارے میں مردوں کو عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت پر ابھارتے ہوئے ارشاد باری ہے کہ جہاں تک ہو سکے وہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہوئے تعلقات کو نبھانے کی کوشش کریں۔ اور یہ بات یاد رکھیں کہ اگر کسی عورت میں کوئی خامی موجود ہو تو اس میں کوئی خوبی بھی ہو سکتی ہے۔ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا (سورہ نساء آیت ۱۹) ترجمہ: تم عورتوں کے ساتھ اچھی زندگی بسر کرو اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ تم کو ایک چیز پسند نہ آئے مگر اللہ نے اس میں بہت سی بھلائی رکھ چھوڑی ہو۔ اس اصول کی تشریح وتفصیل حدیث نبوی میں اس طرح آئی ہے لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ. رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن شخص کسی مومن عورت سے بالکلیہ بغض نہ رکھے اگر وہ اس کی کسی ایک عادت کو ناپسند کرتا ہو تو اس کی کسی دوسری عادت سے راضی ہوگا۔ (مسلم کتاب الرضاع ۲/۱۰۹۱)

یہ بات جس طرح عورت پر صادق آتی ہے اسی طرح مرد پر بھی صادق آسکتی ہے۔ یعنی کسی مرد میں اگر کوئی خامی ہو تو اس میں کچھ خوبیاں بھی ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا زندگی کی گاڑی کھینچنے کے لئے ضروری ہے کہ میاں بیوی جہاں تک ہو سکے ایک دوسرے کو برداشت کرتے رہیں اور کوئی غیر دانشمندانہ اقدام کرنے سے احتراز کریں۔

زوجین کے درمیان صلح وصفائی

اس سلسلے میں تیسرا اصول یہ ہے کہ میاں بیوی کی زندگی ہمیشہ ایک حالت پر قائم نہیں رہتی بلکہ اس میں مختلف موڑوں پر نشیب وفراز آتے رہتے ہیں۔ لہٰذا ایسے موقعوں پر جہاں تک ہو سکے دونوں کو ایک دوسرے کا لحاظ کرتے ہوئے آپس ہی میں سمجھوتہ کر لینا چاہئے اور دونوں کو خدا سے ڈرتے ہوئے اور اس کے حدود کو قائم رکھتے ہوئے ایک دوسرے کے حقوق خلوص اور باہمی خیر خواہی کے ساتھ ادا کرتے رہنا چاہئے۔ جیسا کہ اس سلسلے میں ارشاد باری ہے وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا الخ۔ اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے زیادتی اور بے اعتنائی کا اندیشہ ہو تو میاں بیوی پر کچھ گناہ نہیں ہے کہ وہ آپس میں کسی قرارداد پر صلح کر لیں اور صلح کر لینا اچھی بات ہے طبیعتوں میں (تھوڑا بہت) بخل تو ہوتا ہی ہے (لہٰذا) اگر تم اچھا برتاؤ اور احتیاط کرو تو اللہ کو تمہارے کاموں کی پوری خبر ہے (سنا:۱/۱۲۸)

اس آیت میں مردوں کی زیادتی کی طرف اشارہ ہے اس کے برعکس اگر زیادتی یا سرکشی عورتوں کی طرف سے ہو (یعنی باوجود ان کی خاطر مدارات کے) تو اس صورت میں ان کی تادیب کے حسب ذیل تین طریقے بتائے گئے ہیں۔

(۱) اول یہ کہ ان کو نرمی اور ملائمت کے ساتھ سمجھایا جائے اور انہیں زندگی کے نشیب وفراز سے آگاہ کرتے ہوئے انہیں نافرمانی سے باز آنے کی تلقین کی جائے۔ (۲) اگر اس پر بھی باز نہ آئیں تو ان پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے ان کے بستر علیحدہ کر دیئے جائیں، بستر چھوڑنے کا مطلب یہ نہیں کہ گھر سے باہر چلے جاؤ بلکہ گھر کے اندر ہی رہو، بلکہ تادیب کے لئے کمرہ بدل دو یا بستر

بدل دو مگر بالکل بات چیت ختم نہ کرو اس حدیث سے مختلف فقہاء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ مرد کو چار ماہ سے زیادہ باہر جانا بلا عورت کی اجازت کے جائز نہیں۔

(۳) لیکن اگر وہ پھر بھی سیدھی نہ ہوں تو آخری چارہ کار کے طور پر انہیں ہلکی مار دی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا۔ اور جن بیبیوں سے تمہیں نافرمانی (اور سر چڑھنے) کا اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور (اگر وہ اپنی ہٹ پر قائم رہیں تو) ان کے بستر الگ کردو (اور اگر وہ اس پر بھی نہ مانیں تو) انہیں مارو پھر اگر وہ تمہارا کہنا مان لیں تو ان پر (ناحق) الزام لگانے کی کوشش نہ کرو بے شک اللہ (سب کے) اوپر اور (بہت) بڑا ہے (لہٰذا) اگر تم زیادتی کروگے تو وہ تم کو سزا دے گا (سورہ نساء: ۳۴)

لیکن یاد رہے کہ عورتوں کو مارنے کا مطلب بے تحاشا پیٹنا نہیں ہے بلکہ جیسا کہ اس کی شرح خود حدیث نبوی میں آئی ہے انہیں بطور تادیب ہلکی سی مار مارنا ہے تا کہ وہ نافرمانی سے باز آجائیں۔ اس کے بارے میں حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے امت کو جو آخری نصیحت فرمائی کہ۔ وَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْبًا غَیْرَ مُبَرِّحٍ یعنی اول تو مار کا مرحلہ آنا ہی نہ چاہئے اور اگر آئے بھی تو اس صورت کو صرف اس وقت استعمال کیا جائے جب اس کے علاوہ کوئی چارہ باقی نہ رہے اور اس میں یہ قید لگادی کہ وہ مار تکلیف دینے والی نہ ہو یعنی اس مار سے تکلیف دینا مقصود نہ ہو بلکہ تادیب اور اصلاح مقصود ہو، اسلئے تکلیف دینے والی ایسی مار جائز نہیں کہ نشان پڑ جائے۔ اس کے متعلق ایک خطبہ میں منجملہ اور باتوں کے یہ بات بھی ارشاد فرمائی کہ آپ نے فرمایا یہ بری بات ہے کہ تم میں سے ایک شخص اپنی بیوی کو اس طرح مارتا ہے جیسے آقا غلام کو مارتا ہے اور دوسری طرف اسی سے اپنی جنسی خواہش بھی پوری کرتا ہے (صحیح بخاری کتاب النکاح حدیث نمبر ۵۲۰۴) یہ کتنی بداخلاقی اور بے غیرتی کی بات ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو اس طرح مارے جیسے آقا اپنے غلام کو مارتا ہے آپ ﷺ نے کبھی زندگی میں کسی عورت پر ہاتھ نہ اٹھایا یہی آپ کا طریقہ ہے اور مارنے کی جو اجازت ہے وہ ناگزیر حالات کے اندر ہے بلکہ آپ کی سنت تو یہ ہے آپ کے چہرے پر تبسم ہوتا تھا۔

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانو! عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی امانت میں لے رکھا ہے اور ان کی شرمگاہوں کو اللہ کے کلمہ (نکاح کے بول) کے ذریعہ حلال کرلیا ہے تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر کسی ایسے آدمی کو نہ بٹھائیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو اور اگر وہ ایسا کریں تو تم انہیں (بطور سزا) ہلکی مار مارو اور ان کا حق تم پر یہ ہے کہ تم معروف طریقہ سے ان کے کھانے کپڑے کا بوجھ اٹھاؤ۔ (مسلم کتاب الحج ۱۲۸۹۰)

(۲) نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے کہ اس حدیث میں عورتوں کو اپنے شوہروں کے بستروں پر ناپسندیدہ لوگوں کو بٹھانے سے جو منع کیا گیا ہے ان میں اجنبی مرد اور عورتیں اور بیوی کے محرم رشتہ دار بھی شامل ہیں۔ جن کا گھر میں داخل ہونا اور بیٹھنا شوہروں کی نظر میں ناپسندیدہ ہو۔ اور فقہاء کے نزدیک بیوی کو ایسے تمام لوگوں کو اپنے شوہر کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت دینا جائز نہیں ہے سوائے ان لوگوں کے جن کے بارے میں گمان ہو کہ ان کا داخلہ شوہر کی نظر میں ناپسندیدہ نہیں ہے۔ نیز یہ مرد کو حکم ہے کہ عورت

کے چہرے پر نہ مارے حدیث میں ہے لا تضرب الوجہ۔ کہ عورت کے چہرے پر نہ مارو۔ (ابوداؤد کتاب النکاح ۲/۲۰۶)

لیکن اگر ان تمام کوششوں کے باوجود بھی زوجین کے درمیان سمجھوتہ نہ ہو سکے بلکہ آپسی اختلافات برقرار رہیں تو پھر اس صورت میں مرد عورت دونوں کی جانب سے ایک ایک پنچ یا ثالث کو بٹھا کر تصفیہ کرنے کی کوشش کرنا چاہئے جیسا کہ اس سلسلے میں ارشاد باری ہے: وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا إِن يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا. اور اگر تم کو میاں بیوی کی باہمی کھٹ پٹ کا اندیشہ ہو تو ایک منصف شخص کو مرد کی طرف سے اور ایک منصف شخص عورت کی طرف سے مقرر کرو۔ اگر یہ صلح کرانا چاہیں تو اللہ میاں بیوی کے درمیان ملاپ کرا دے گا یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا بہت باخبر ہے۔ (نساء:۳۵)

اگر خدانخواستہ اس کے بعد بھی مصالحت نہ ہو سکے تو پھر آخری چارہ کار کے طور پر طلاق ہو سکتی ہے لیکن طلاق دینے سے پہلے یہ ساری کوششیں ضرور ہونی چاہیں یہ نہیں کہ ذرا ذرا سی بات پر طلاق داغ ڈالی۔ طلاق تو مرض کا آخری علاج ہے جب کوئی دوسری دوا کارگر نہ رہ جائے۔ اس بحث سے شریعت کا مزاج اور اس کی حکمت عملی بھی واضح ہو گئی کہ وہ ہر حال میں حسن معاشرت پر زور دیتی ہے اور حقوق العباد کے سلسلے میں ایک دوسرے کی رعایت کرنے کی تاکید کرتی ہے اور یہ اسلام کے نظام معاشرت کے بیش بہا اصول ہیں جو پورے انسانی معاشرے کے لئے قابل تقلید ہیں۔ اگر ان اصولوں پر صحیح معنیٰ میں اور پوری ایمانداری کے ساتھ عمل کیا جائے تو پھر دنیا کے تمام معاشرتی اور سماجی جھگڑے فسادات دور ہو سکتے ہیں اور پورا انسانی معاشرہ امن و امان اور چین و سکون کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ ضرورت ہے کہ اسلامی اصولوں کو صحیح طور پر سمجھا جائے اور پھر اس پر پورے خلوص کے ساتھ عمل کیا جائے مگر شرط یہ ہے کہ پہلے مسلمان اپنی شریعت، اپنے قانون پر پوری طرح عمل پیرا ہو جائیں تاکہ وہ دوسروں کے لئے اچھا نمونہ بن سکیں کیونکہ کسی دین کے اصول اچھے ہونے کے باوجود وہ صرف کتابوں میں بند ہوں اور عملی دنیا میں ان کا کوئی وجود نہ ہو تو پھر ایسے قیمتی اصولوں کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا لوگ پہلے کسی قوم کے عمل و کردار کو دیکھتے ہیں اور اس کے بعد کسی اور کی طرف نظر ڈالتے ہیں اگر کسی قوم کا عمل صحیح نہ ہو تو وہ یہی سمجھتے ہیں کہ اس قوم کا دین ہی صحیح نہیں ہے۔ اب ہم میاں بیوی کے حقوق و فرائض کو بیان کرتے ہیں۔

مرد کے فرائض اور بیوی کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ میں فضیلت ضرور عطا کی ہے۔ مگر جس طرح مردوں کے حقوق ہیں اسی طرح عورتوں کے بھی حقوق ہیں جن کی ادائیگی مردوں پر واجب قرار دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ اور عورتوں کے بھی معروف طریقے سے ہی حقوق ہیں جیسے ان پر عائد ہوتے ہیں۔ لیکن مردوں کو ان پر ایک درجہ فضیلت ہے۔ (سورہ بقرہ آیت ۲۲۸)

مگر اکثر مرد اپنی مردانگی کے غرور میں یعنی اپنے آپ کو برتر اور عورتوں کو کمتر سمجھتے ہوئے ان کے حقوق غصب کر لیتے ہیں اور ان کا کوئی حق تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے من مانی کرنے لگ جاتے ہیں یہ شرعی اور اخلاقی نقطۂ نظر سے ایک معیوب اور بری بات ہے جس طرح عورت اپنے فرائض اور واجبات ادا کرنے کی ذمہ دار ہے بالکل اسی طرح مرد بھی اپنے فرائض واجبات ادا کر

نے کا ذمہ دار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں ہر شخص کو ذمہ دار بنا کر پیدا کیا ہے یہاں پر کوئی بھی شخص اپنی ذمہ داری سے آزاد نہیں ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ کا ارشاد ہے: كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ. رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا اور آدمی بھی اپنے گھر والوں کا ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ بیوی بچے جو تمہارے ماتحت تھے ان کا کیا حق ادا کیا۔

کامل ایمان والا کون ہے؟

اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت و فرماں برداری ایمان کا تقاضا ہے اور ایمان کی علامت اور اس کی کسوٹی اچھے عادات واطوار ہیں جو حسن معاشرت کے طالب ہیں اور حسن معاشرت کا اولین اور پہلا زینہ بیوی اور بچوں کے حقوق ادا کرنا اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا ہے اس اعتبار سے جو شخص اپنی بیوی کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کرتا وہ اخلاق وکردار کے لحاظ سے اچھا شخص نہیں ہو سکتا اور جو شخص اخلاق وکردار میں ناقص ونا کارہ ہو وہ درجہ ایمان ہی میں ناقص و کمزور ہو گا گویا کہ اس کے سینے میں ایمان کی حرارت سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ یہی وہ حقیقت عظمیٰ ہے جو اس حدیث نبوی میں بیان کی گئی ہے۔ أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَخِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ خُلُقًا. رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایمان کے اعتبار سے کامل ترین شخص وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں کے ساتھ سلوک کرنے والے ہوں۔

(ترمذی کتاب الرضاع ص ۴۲۶ جلد ۳)

اللہ رب العزت کا ارشاد پہلے گزر چکا ہے جس میں عورتوں کے ساتھ بھلائی کا حکم دیا گیا ہے وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔ کہ عورتوں کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرو اس میں تمام مسلمانوں سے خطاب ہے کہ تم خواتین کے ساتھ معروف یعنی نیکی کے ساتھ اچھا سلوک کر کے زندگی گزارو اور ان کے ساتھ اچھی معاشرت برتو ان کو تکلیف نہ پہنچاؤ یہ عام ہدایت ہے اور حضور ﷺ نے اس آیت کی تشریح اپنے اقوال وافعال سے فرمائی۔ جب تک اسلام نہیں آیا تھا اور جب تک آپ کی تعلیمات نہیں آئی تھیں اس وقت تک عورت کو ایسی مخلوق سمجھا جاتا تھا جو معاذ اللہ گویا انسانیت سے خارج ہے اور اس کے ساتھ بھیڑ بکریوں جیسا سلوک ہوتا تھا۔ اس کو انسانیت کے حقوق لوگ دینے سے انکار کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے پہلی بار اس دنیا کو جو آسمانی ہدایت سے بے خبر تھی خواتین کے حقوق کا احساس دلایا آپ ﷺ نے فرمایا: خِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَائِهِمْ وَأَنَا خِيَارُكُمْ لِنِسَائِي۔ تم میں بہترین وہ لوگ ہیں جو اپنی خواتین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہیں اور میں تم میں اپنی خواتین کے ساتھ بہترین برتاؤ کرنے والا ہوں۔ (ترمذی ماجاء فی المرأۃ علی زوجھا حدیث نمبر ۱۱۷۲)

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اِسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا۔ کہ میں تم کو عورتوں کے بارے میں بھلائی کی نصیحت کرتا ہوں تم میری اس نصیحت کو قبول کر لو۔ اس سے پہلی حدیث میں حضور ﷺ نے اپنی زندگی کو مثال بنا کر پیش کیا کہ کسی بندے کی اچھائی کا پتہ لگانا ہو تو اس کے دوستوں سے نہ پوچھیں پوچھنا ہو تو اس کی بیوی سے ذرا

پوچھیں کہ یہ کیسا انسان ہے اگر بیوی کہے اس کی معاشرت اچھی ہے تو وہ اچھا انسان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ایمان والوں میں سب سے کامل ایمان والا وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ (ترمذی کتاب الرضاع جلد ۳ ص ۴۶۶)

گھریلو زندگی پورے تمدن کی بنیاد

مرد و عورت کے جو تعلقات ہیں اور انسان کی جو گھریلو زندگی ہے وہ پورے تمدن کی بنیاد ہوتی ہے اور اس پر پورے معاشرے اور سماج کی عمارت کھڑی ہوتی ہے اگر مرد و عورت کے تعلقات ٹھیک ہیں، خوشگوار ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے حقوق ادا کر رہے ہیں تو اس سے گھر کا نظام درست ہوتا ہے اولاد درست ہوتی ہے اور اولاد کے درست ہونے سے معاشرہ سدھرتا ہے اس پر پورے معاشرے کی عمارت کھڑی ہوتی ہے لیکن اگر گھر کا نظام خراب ہو اور میاں بیوی کے درمیان رات دن تو تو میں میں ہوتی ہو تو اس سے اولاد پر بڑا اثر پڑیگا اور اس کے نتیجہ میں جو قوم تیار ہوگی اس کے بارے میں آپ تصور کر سکتے ہیں کہ کسی شائستہ قوم کے افراد بن سکتے ہیں یا نہیں۔ اور یاد رکھیں کہ دو باتیں بڑی عام ہیں ایک یہ کہ عورت کی زبان قابو میں نہیں رہتی دوسرے مرد کے ہاتھ قابو میں نہیں رہتے جب تک ایک دوسرے کے حقوق نہ جانیں گے۔ اسی طرح کے جھگڑے کھڑے ہوں گے۔ اس لئے تفصیل سے ان کے حقوق کو بیان کیا گیا۔

خوشگوار زندگی گزارنے کا ایک گر

اللہ تعالیٰ نے عورت کی تخلیق اپنی ابدی حکمت و مصلحت کی بنا پر کچھ اس انداز میں کی ہے کہ اس کی فطرت و طبیعت میں تھوڑی سی کجی یعنی ٹیڑھا پن بھی رکھ دیا ہے جسے برداشت کرنے کی مرد کو تاکید کی گئی ہے اور عورت سے فائدہ اٹھانے کے لئے ایسا کرنا بہت ضروری ہے۔ چنانچہ حدیث نبوی میں صراحت موجود ہے کہ عورت کا ٹیڑھا پن کبھی درست نہیں ہوسکتا اور اگر کوئی اسے درست کرنا چاہے گا تو اس کا نتیجہ دونوں کے درمیان جدائی یعنی طلاق کی صورت میں ظاہر ہوگا لہٰذا دانش مندی کا تقاضا یہ ہے کہ عورت کی اس فطرت اور اس کی نفسیات کے پیش نظر عورت کا استعمال بڑی ہوشیاری سے کیا جائے اس طرح جو مرد عورت کی نفسیات کو پہچان کر اسے ہینڈل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں وہ ایک خوشگوار اور کامیاب زندگی گزار سکیں گے۔

دیکھے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں فطرت انسانی کے ان رازوں سے پردہ کس طرح اٹھایا گیا جو اس بات میں حکمت و دانش کے بیش بہا موتیوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ فَاِنَّ الْمَرْاَۃَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَاِنَّ اَعْوَجَ شَیْءٍ فِی الضِّلَعِ اَعْلَاہُ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِیْمُهٗ کَسَرْتَهٗ وَاِنْ تَرَکْتَهٗ لَمْ یَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی (کی ہڈی) میں زیادہ ٹیڑھا پن اس کے اوپری حصہ میں ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو تو اسے توڑ دو گے اور اگر اس ٹیڑھے پن کو رہنے دو گے تو وہ برقرار رہے گا لہٰذا تم عورتوں سے حسن سلوک سے پیش آؤ۔ (بخاری کتاب الانبیاء، مسلم کتاب الرضاع ۲/۱۰۹۱) ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت پسلی کی ہڈی کی طرح ہے اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو تم توڑ دو گے اور اگر اس سے فائدہ اٹھانا چاہو تو تمہیں اس کے ٹیڑھا پن کو برداشت کرتے ہوئے

اس سے فائدہ اٹھانا ہوگا۔ (بخاری کتاب النکاح ۲/ ۱۲۵)

خوبی دیکھو:

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت پسلی کی ہڈی سے پیدا کی گئی ہے وہ تمہارے لئے کسی ایک حالت پر قائم نہیں رہ سکتی۔ لہٰذا تم اگر اس سے لطف اندوز ہونا چاہو تو تمہیں اس کے ٹیڑھے پن کو برداشت کرنا پڑے گا اور اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو تو اسے توڑ دو گے اور اس کا توڑنا طلاق ہوگا۔ (صحیح مسلم کتاب الرضاع ۱/ ۱۰۹۱)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے کہ پسلی کی ہڈی میں زیادہ ٹیڑھا پن اس کے اوپری حصہ میں ہوتا ہے اس سے مراد (ایک قول کے مطابق) دراصل عورت کی زبان درازی کی طرف اشارہ ہے جو ایک ضرب المثل ہے ان احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے مزاج کے متعلق بڑی اچھی تشبیہ بیان فرمائی ہے اور ایسی عجیب وغریب اور حکیمانہ تشبیہ ہے کہ ایسی تشبیہ ملنا مشکل ہے۔ یہ جو فرمایا کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ بعض لوگوں نے اس کی تشریح یوں کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اس کے بعد حوا علیہا السلام کو انہی کی پسلی سے پیدا کیا۔

اور بعض علماء نے اس کی دوسری تشریح یہ بھی کی ہے کہ رسول اللہ عورت کی تشبیہ دیتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ عورت کی مثال پسلی کی سی ہے کہ جس طرح پسلی دیکھنے میں ٹیڑھی معلوم ہوتی ہے لیکن پسلی کا حسن اور صحت ٹیڑھا ہونے ہی میں ہے چنانچہ کوئی شخص اگر یہ چاہے کہ اس پسلی کو سیدھا کردوں تو جب اسے سیدھا کرنا چاہے گا تو وہ سیدھی نہیں ہوگی البتہ ٹوٹ جائے گی پھر وہ پسلی نہیں رہے گی اب دوبارہ اس کو ٹیڑھا کرکے پلستر کے ذریعہ جوڑنا ہوگا اس طرح حدیث شریف میں عورت کے بارے میں یہی فرمایا اِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهَا كَسَرْتَهَا اگر اس پسلی کو سیدھا کرنا چاہو گے تو وہ پسلی ٹوٹ جائے گی وَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيهَا عِوَجٌ اور اگر اس سے فائدہ اٹھانا چاہو گے تو اس کے ٹیڑھے ہونے کے باوجود فائدہ اٹھاؤ گے یہ عجیب وغریب وحکیمانہ تشبیہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی کہ اس کی صحت ہی اس کے ٹیڑھے ہونے میں ہے اگر وہ سیدھی ہوگی تو وہ بیمار ہے صحیح نہیں ہے (اصلاحی خطبات)

یہ عورت کی مذمت کی بات نہیں ہے

بعض لوگ اس تشبیہ کو عورت کی مذمت میں استعمال کرتے ہیں کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے لہٰذا اس کی اصل ٹیڑھی ہے چنانچہ بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ عورت ٹیڑھی پسلی کی مخلوق ہے گویا اس کو عورت کی مذمت اور برائی کے طور پر استعمال کرتے ہیں حالانکہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا منشاء یہ نہیں ہے۔

عورت کا ٹیڑھا پن ایک فطری تقاضا ہے

بات یہ ہے کہ اللہ نے مرد کو کچھ اوصاف دے کر پیدا کیا ہے اور عورت کو کچھ اوصاف دے کر پیدا کیا ہے دونوں کی فطرت اور مزاج میں فرق ہے اس فرق کی وجہ سے مرد عورت کے بارے میں یہ محسوس کرتا ہے کہ یہ میری طبیعت اور فطرت کے خلاف ہے حالانکہ عورت کا تمہاری فطرت اور طبیعت کے خلاف ہونا کوئی عیب نہیں ہے۔ چونکہ یہ ان کی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ ٹیڑھی ہو۔

جیسے کوئی شخص پسلی کو یہ کہے کہ یہ پسلی کے اندر جو ٹیڑھا پن ہے وہ اس کے اندر عیب ہے ظاہر ہے وہ عیب نہیں ہے بلکہ اس کی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ ٹیڑھی ہو اس لئے آنحضرت ﷺ یہ ارشاد فرمارہے ہیں اگر تمہیں کوئی ایسی بات نظر آتی ہے جو تمہاری طبیعت کے خلاف ہے اور اس کی وجہ سے تم اس کو ٹیڑھا سمجھ رہے ہو تو اس کو اس بنا پر کنڈم نہ کرو بلکہ یہ سمجھو کہ یہ اس کی فطرت کا تقاضا ہے اگر تم اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو وہ ٹوٹ جائے گی اور اگر فائدہ اٹھانا چاہو گے تو اس کے ٹیڑھے پن سے بھی ٹیڑھا ہونے کی حالت میں بھی فائدہ اٹھا سکو گے۔ حضور ﷺ چونکہ مرد اور عورت کی نفسیات سے واقف ہیں اس لئے حضور ﷺ نے سارے جھگڑے کی جڑ پکڑ لی۔ کہ سارے جھگڑے صرف اس بنا پر ہوتے ہیں کہ مرد یہ چاہتا ہے کہ جیسا میں خود ہوں یہ بھی ویسی بن جائے تو بھائی یہ تو ویسی بننے سے رہی اگر ویسی بنانا چاہو گے تو ٹوٹ جائے گی اس لئے اس فکر کو تو چھوڑ دو ہاں! جو چیزیں اس کے حق میں اس کے حالات کے لحاظ سے اس کے لئے عیب ہیں اس کی اصلاح کی فکر کرو اور ان کی اصلاح کی فکر بھی مرد کی ذمہ داری ہے لیکن اگر تم یہ چاہو کہ وہ تمہارے مزاج اور طبیعت کے موافق ہو جائے یہ نہیں ہو سکتا۔ (اصلاحی خطابات)

عورت کو پسلی سے پیدا کرنے میں ایک اور حکمت

عورت کو اللہ نے مرد کی پسلی سے نکالا اس میں بھی ایک میسج اور پیغام ہے وہ یہ کہ یہاں بیوی کے درمیان گہرا تعلق ہے۔ ہم نے عورت کو تمہاری پسلی سے نکالا پاؤں سے اس لئے نہیں بنایا کہ تم اسے پاؤں کی جوتی نہ سمجھ لینا اور سر سے اس لئے نہیں بنایا کہ تم اس کو سر پر نہ بٹھا لینا بلکہ ہم نے اسے پسلی سے بنایا ہے اور یہی تمہارے دل کے سب سے زیادہ قریب ہے لہٰذا اے خاوند! تم اپنی بیوی کو دل کے قریب رکھنا تمہاری زندگی اچھی گزر جائے گی۔ (مثالی ازدواجی زندگی کے سنہرے اصول)

خلاصہ یہ کہ عورت کے اچھے وصف کی طرف نگاہ کرو اس سے تمہارے کو تسلی ہوگی اور بدسلوکی کے راستے بھی بند ہوں گے۔ لہٰذا خاوندوں کو چاہئے کہ اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔

بیوی کے ساتھ آپ ﷺ کا سلوک

جب نبی کریم ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے، اس وقت نو ازواج مطہرات آپ ﷺ کے نکاح میں تھیں اور ازواج مطہرات آسمان سے نازل کئے ہوئے فرشتے نہیں تھے وہ اسی معاشرے کے افراد تھے اور ان کے درمیان وہ باتیں بھی ہوا کرتی تھیں جو سوکنوں کے درمیان آپس میں ہوا کرتی ہیں وہ مسائل بھی کھڑے ہوتے تھے جو بعض اوقات شوہر اور بیوی میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ساری عمر نہ صرف یہ کہ آپ ﷺ نے کسی خاتون پر ہاتھ نہیں اٹھایا بلکہ جب بھی آپ ﷺ گھر کے اندر داخل ہوئے تو چہرہ انور پر تبسم ہوتا تھا تو سرکار دو عالم ﷺ کی سنت یہی ہے کہ ان پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے بلکہ ان کے ساتھ پیار و محبت اور نرمی کا برتاؤ کیا جائے۔

میاں بیوی کے تعلقات کی عمدہ ترین مثال

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ۔ شادی کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ انسان گناہوں سے بچ جائے کہ میاں اپنی بیوی کے ذریعہ اور بیوی اپنے میاں کے ذریعہ گناہوں سے بچ جائیں اس لئے کہ ان دونوں کو زندگی کا ساتھی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی فرماں

برداری والی زندگی میں ایک دوسرے کے معاون بن جاتے ہیں ان کا ایک دوسرے کے ساتھ تعلق اتنا مضبوط ہے کہ قرآن مجید نے اس تعلق کے بارے میں ایسی مثالیں دی ہیں کہ دنیا کا کوئی مذہب ایسی مثالیں پیش نہ کر سکا۔ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ۔ تمہاری بیویاں تمہارا لباس ہیں اور تم اپنی بیویوں کا لباس ہو۔

میاں بیوی کو لباس کیوں کہا گیا؟

لباس کے دو فائدے ہیں ایک تو اس سے انسان کے بدن کے عیب چھپ جاتے ہیں۔ اگر بے لباس مرد کو کہیں کہ لوگوں میں چلا جائے تو شرم کے مارے اس کو پسینہ آجائے اور اگر کوئی زبردستی اسے لوگوں کے سامنے بے لباس کر دے تو جی چاہے گا کہ زمین پھٹے اور میں اندر اتر جاؤں۔ تو لباس کے ذریعہ انسان اپنے جسم کے اعضاء کو چھپاتا ہے۔ یہ قدرتی شرم وحیا کا تقاضا ہے اور دوسرا فائدہ یہ کہ انسان کو زینت بخشتا ہے جسم تو دو چادر سے بھی چھپ جاتا ہے مگر ہم عموماً اچھا لباس پہن کر جب چلتے ہیں تو لوگ شخصیت کو دیکھ کر متاثر ہوتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ کپڑوں نے انسان کی شخصیت کو زیبائش بخشی یہ لباس کا دوسرا فائدہ ہے۔ اسی طرح میاں بیوی کے تعلق سے یہ دو اہم فائدے ہیں۔ بیوی نہ ہو تو خاوند اپنے جنسی تقاضوں کے پیچھے معلوم نہیں کہاں کہاں منہ مارتا پھرے اور لوگوں کے سامنے ذلت اور رسوائی اٹھاتا پھرے۔ یوں میاں بیوی کی زندگی کی وجہ سے اس کی شخصیت کے عیب چھپ گئے۔

دوسری بات یہ کہ اگر مرد کو اکیلا رہنا پڑے تو گھر کے اندر بے ترتیبی ہوگی اور اس کی زندگی میں جمال نہیں ہوگا بیوی کے آنے سے انسان کی زندگی کو زینت نصیب ہو جاتی ہے ایک تیسری چیز جو سمجھ میں آتی ہے وہ یہ کہ لباس انسان کے جسم کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو لباس سے زیادہ انسان کے جسم کے قریب ہو۔

قرآن مجید میں جو لباس کی مثال دی ہے اس سے بتانا مقصود ہے کہ میاں بیوی کو یہ پیغام مل جائے کہ اے خاوند! اب زندگی میں سب سے زیادہ قریب ترین ہستی تمہاری بیوی ہے اور بیوی کو یہ پیغام دیا گیا ہے کہ تیرے لئے اب زندگی میں قریب ترین ہستی تمہارا خاوند ہے تم دونوں لباس کی طرح ایک دوسرے کے جسم کے قریب ہو جب کوئی چیز اتنی قریب ہوتی ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اس سے انسان کو محبت ہوتی ہے۔ (مثالی ازدواجی زندگی کے چند سنہرے اصول)

ہمارے معاشرے کی خواتین دنیا کی حوریں ہیں

ہمارے معاشرے کی خواتین دنیا کی حوریں ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اندر وفاداری کا وصف ہے۔ ہاں جب سے مغربی تہذیب وتمدن کا وبال آیا ہے اس وقت سے رفتہ رفتہ یہ وصف بھی ختم ہوتا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر وفاداری کا ایسا وصف رکھا ہے کہ چاہے جو کچھ ہو جائے لیکن یہ اپنے شوہر پر جان نثار کرنے کے لئے تیار ہے اور اس کی نگاہ شوہر کے علاوہ کسی اور پر نہیں پڑتی۔ یہ اسلام کی برکت ہے کہ مشرق میں آج بھی ایسی جوانیاں ہوتی ہیں جو اپنے گھر سے قدم نکالتی ہیں تو ان کے دلوں میں کسی غیر مرد کا دخل نہیں ہوتا۔ کئی ایسی بھی ہوتی ہیں کہ مرد کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو بچوں کی خاطر اپنی پوری زندگی ایسے ہی گذار دیتی ہیں جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اس کی تو بہار خزاں میں تبدیل ہو گئی مگر یہ خزاں کے موسم میں بھی اپنے پروں کے نیچے اپنے چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کو چھپا کر اپنی زندگی گزار دیتی ہیں شعر:

چمن کا رنگ گو تو نے سراسر اے خزاں بدلا — نہ ہم نے شاخ گل چھوڑی نہ ہم نے آشیاں بدلا

بیوی شوہر کے لئے کتنی قربانی دیتی ہے

یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں عورتوں کے ساتھ بھلائی کی نصیحت کرتا ہوں تم اس نصیحت کو قبول کرلو یہ وہی جملہ ہے جو پہلے حدیث میں آچکا ہے اور اگلا جملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فَاِنَّمَا هُنَّ عَوَانٍ عِنْدَكُم۔اس لئے کہ وہ خواتین تمہارے پاس تمہارے گھروں میں مقید اور ماتحت رہتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خواتین کا ایسا وصف بیان فرمایا کہ اگر مرد صرف اس وصف پر غور کرلے تو اس کو کبھی ان کے ساتھ بدسلوکی کا خیال بھی نہ آئے۔ ہمارے حضرت حکیم الامت قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک نادان غیر تعلیم یافتہ لڑکی سے سبق لو کہ صرف دو بول پڑھ کر جب ایک شوہر سے تعلق قائم ہوگیا۔ایک نے کہا میں نے نکاح کیا دوسرے نے کہا میں نے قبول کیا۔اس لڑکی نے اس دو بول کی ایسی لاج رکھی کہ ماں کو اس نے چھوڑا باپ کو اس نے چھوڑا بہن بھائیوں کو اس نے چھوڑا اپنے خاندان کو چھوڑا پورے کنبے کو چھوڑا اور شوہر کی ہوگئی اور اس کے ساتھ آکر اسی کی ہوگئی تو اس دو بول کی اس نادان لڑکی نے اتنی لاج رکھی اور اتنی وفاداری کی تو حضرت فرماتے ہیں کہ ایک نادان لڑکی تو دو بول کا اتنا بھرم رکھتی ہے کہ سب کچھ چھوڑ کر ایک کی ہوگئی لیکن تم سے یہ نہ ہوسکا کہ تم یہ دو بول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر اس اللہ کے ہوجاتے جس کے لئے یہ دو بول پڑھے تھے تم سے تو وہ نادان لڑکی اچھی کہ یہ دو بول پڑھ کر اتنی لاج رکھتی ہے تم سے اتنی لاج بھی نہیں رکھی جاسکتی کہ اس اللہ کے ہوجاؤ۔

عورت کو اجازت کے بغیر باہر جانا جائز نہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا کہ یہ تمہارے گھروں میں مقید اور پابند رہتی ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری اجازت کے بغیر ان کے لئے کہیں جانا جائز نہیں۔لہٰذا اگر شوہر عورت سے کہہ دے کہ تم گھر سے باہر نہیں جاسکتیں حتیٰ کہ اپنے عزیز و اقارب اور اپنے ماں باپ سے ملنے کے لئے جانے سے منع کردے تو عورت کو ان سے ملاقات کے لئے گھر سے باہر جانا جائز نہیں البتہ اگر والدین اپنی بیٹی سے ملنے کے لئے اس کے گھر آجائیں تو اب شوہر ان کے والدین کو ملاقات کے لئے روک نہیں سکتا۔غرض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دیکھو!اس نے تمہاری خاطر کتنی بڑی قربانی دی ہے اگر بالفرض معاملہ برعکس ہوتا اور تم سے کہا جاتا کہ تمہاری شادی ہوگی لیکن تمہیں اپنا خاندان چھوڑنا پڑے گا اپنے ماں باپ چھوڑنے ہوں گے تو یہ تمہارے لئے کتنا مشکل کام ہوتا۔ایک اجنبی ماحول، اجنبی گھر، اجنبی آدمی کے ساتھ زندگی بھر نباہ کے لئے وہ مقید ہوگئی اس لئے نبی کریم فرما رہے ہیں کہ کیا تم اس قربانی کا لحاظ نہیں کروگے؟اس قربانی کا لحاظ کرو اور اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرو۔

دونوں مل کر زندگی کی گاڑی کو چلائیں

عورت کو مرد کی اجازت کے بغیر باہر جانا جائز نہیں یہ تو قانون کی بات تھی لیکن حسن سلوک کی بات یہ ہے کہ وہ اس کی خوشی کا خیال رکھے یہ اس کی خوشی کا خیال رکھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے درمیان یہ تقسیم کار فرما رکھی تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر کے باہر کے کام انجام دیتے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر کے اندر کے تمام کام انجام

دیتی تھیں قانون کی باریکیوں میں ہر وقت نہ پڑے رہیں بلکہ شوہر بیوی کے ساتھ اور بیوی شوہر کے ساتھ خوش اسلوبی کا معاملہ کریں اور یہ فطری تقسیم بھی ہے کہ گھر کے کام بیوی کے ذمہ اور باہر کے کام شوہر کے ذمہ ہوں اور اس طرح دونوں مل کر زندگی کی گاڑی کو چلائیں۔

عورت کا نفقہ واجب ہے

عورتوں کے ساتھ حسن سلوک پہلا تقاضا یہ ہے کہ ان کا نان ونفقہ پابندی کے ساتھ ادا کیا جائے انہیں بلا وجہ مارا نہ جائے اور نہ کوئی تکلیف دی جائے اگر ان سے کوئی خطا سرزد ہو جائے تو انہیں گھر سے باہر نہ کیا جائے بلکہ گھر کے اندر رکھتے ہوئے مناسب طریقہ سے ان کو تنبیہ کی جائے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک صحابی نے آقاء نامدار صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم میں سے کسی ایک شخص پر بیوی کے کیا حقوق وفرائض عائد ہوتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنْ تُطْعِمَهَا اِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوْهَا اِذَا كْتَسَيْتَ وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلَا تُقَبِّحْ وَلَا تَهْجُرْ اِلَّا فِي الْبَيْتِ. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ اور جب پہنو (یا کماؤ) تو اسے بھی پہناؤ۔ اس کے منہ پر مت مارو، برا بھلا مت کہو اور اگر اسے (بطور سزا کچھ وقفہ کے لئے) چھوڑنا ہو تو اپنے ہی گھر میں رکھو۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو چھوڑ کر کوئی چیز نہ کھائے بلکہ جب بھی وہ کوئی چیز کھائے تو اپنی رفیقہ حیات کو بھی اس میں شریک کرے۔ بہر حال اس سے ثابت ہے کہ عورتوں کے نفقہ ہی میں نہیں بلکہ ان کی خاطر مدارات میں بھی کوئی کمی نہ ہونا چاہئے اور یہ چیز حسن معاشرت کے لئے بہت ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں دو باتیں بھی ذہن میں رکھنے کی ہیں۔

ایک بات یہ کہ کھانے پینے میں اچھا سلوک کر دیا نہ ہو کہ صرف قوت لایموت، دے دی یعنی اتنا کھانا دے دیا جس سے موت نہ آئے بلکہ احسان کرو اور اس احسان کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی آمدنی کے معیار کے مطابق فراخی اور کشادگی کے ساتھ گھر کا خرچ اس کو دے البتہ ہر آدمی کی ضرورت اس کے حالات کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے لہٰذا کشادگی کا معیار بھی الگ الگ ہے اب جو شخص کم آمدنی والا ہے اس کی کشادگی کا معیار اور ہے اور جو متوسط آمدنی والا ہے اس کا معیار اور ہے اور جو زیادہ آمدنی والا ہے اس کی کشادگی کا معیار اور ہے اس لئے ہر شخص کی آمدنی کے معیار کے اعتبار سے کشادگی ہونی چاہئے یہ نہ ہو کہ شوہر بیچارے کی آمدنی تو کم ہے اور ادھر بیوی صاحبہ نے دولت مند قسم کے لوگوں کے گھر میں جو چیزیں دیکھیں ان کی نقل اتارنے کی فکر لگ گئی اور شوہر سے اس کی فرمائش ہونے لگیں۔ اس قسم کی فرمائشوں کا کوئی جواز نہیں۔ لیکن شوہر کو چاہئے کہ اپنی آمدنی کو مدنظر رکھتے ہوئے کشادگی سے کام لے بخل اور کنجوسی نہ کرے۔

نفقہ صرف یہ نہیں کہ کھانے کا انتظام کر دیا اور کپڑے کا انتظام کر دیا بلکہ نفقہ کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ کھانے اور کپڑے کے علاوہ بھی کچھ رقم بطور جیب خرچ کے بیوی کو دی جائے جس کو وہ آزادی کے ساتھ اپنی خواہش کے مطابق صرف کر سکے۔ بعض لوگ کھانے اور کپڑے کا انتظام تو کر دیتے ہیں لیکن جیب خرچ کا اہتمام نہیں کرتے لہٰذا جیب خرچ بھی دینا ضروری ہے اس لئے کہ انسان کی بہت سی ضروریات ایسی ہوتی ہیں جن کو بیان کرتے ہوئے انسان شرماتا ہے یا اس کے بیان کرتے ہوئے الجھن محسوس

ہوتی ہے اسلئے کچھ رقم بیوی کے پاس ایسی ضروریات کے لئے بھی ہونی چاہئے تاکہ وہ دوسرے کی محتاج نہ ہو یہ نفقہ کا ایک حصہ ہے۔
جو لوگ جیب خرچ نہیں دیتے وہ اچھا نہیں کرتے۔ یاد رکھیں کہ ایک مسلمان جب اپنی بیوی کے نفقہ کو بوجھ نہ سمجھتے ہوئے اسے خوش دلی کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے ادا کرتا ہے تو یہ اس کے لئے صدقہ یعنی اجر و ثواب کا باعث بن جاتا ہے۔ بلکہ وہ اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالے گا اس کا بھی اجر و ثواب اس کو ملے گا اِذَا اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلٰى اَهْلِهٖ يَحْتَسِبُهَا فَهُوَ لَهٗ صَدَقَةٌ.
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے اہل و عیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو اس کے لئے صدقہ بن جاتا ہے
(بخاری کتاب الایمان ۱/۲۰)

دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جو بھی نفقہ اللہ کی رضامندی کی خاطر خرچ کرو گے اس پر تمہیں اجر و ثواب ضرور دیا جائے گا یہاں تک کہ اس لقمہ پر بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو۔ حوالہ بالا۔

اس لئے اگر کسی کو بیوی مل جائے تو اس کی قدر کرے اس لئے کہ دنیا کی بہترین چیز نیک عورت ہے۔

ایک حدیث میں اللہ کے نبی کا ارشاد ہے کہ مجھے تمہاری دنیا سے تین چیزیں محبوب ہیں (۱) خوشبو (۲) نیک عورت اور نماز کہ وہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ پوری دنیا ایک متاع ہے اور دنیا کا بہترین متاع نیک سیرت عورت ہے۔ (مسلم کتاب الرضاع)

دو عورتوں کے درمیان برابری

اگر کسی شخص کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو اس پر واجب ہے کہ وہ ان دونوں کے درمیان برابری کا برتاؤ کرے یعنی دونوں کو یکساں یعنی برابر قسم کا نفقہ اور ہر ایک کی باری بھی ایک جیسی ہو ان ظاہری معاملات میں اس کے لئے کسی ایک بیوی کی حق تلفی جائز نہیں ہے اب رہا دلی رجحان یا محبت کا معاملہ تو اس میں برابری مطلوب نہیں ہے بلکہ دلی رجحان کے معاملے میں برابری ہو ہی نہیں سکتی جیسا کی سورہ نساء کی آیت نمبر ۱۲۹ میں موجود ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان دونوں کے درمیان برابری نہ کرتے ہوئے ایک کی طرف مائل ہو جائے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ گرا ہوا ہوگا۔ (کتاب ابوداؤد کتاب النکاح ۲/۳۰۱)

بلا وجہ طلاق دینا سخت گناہ کا باعث ہے

نکاح کا مقصد نسل انسانی کا تحفظ گناہوں سے بچنا اور نظام تمدن و معاشرت کی اصلاح ہے مگر طلاق کی وجہ سے یہ تمام مقاصد نہ صرف فوت ہو جاتے ہیں بلکہ بعض معاشرتی جھگڑے اور مسائل بھی کھڑے ہو جاتے ہیں اسی وجہ سے اسلام میں طلاق کا جواز صرف ناگزیر حالات ہی میں روا رکھا گیا ہے جبکہ مرد عورت کے تعلقات میں اتنا بگاڑ پیدا ہو جائے کہ مزید اصلاح کی کوئی امید ہی باقی نہ رہ جائے اسی وجہ سے اللہ کے نزدیک طلاق حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ شئے قرار دی گئی ہے لہٰذا اسلام میں طلاق کے جواز کا یہ مطلب نہیں کہ لوگ اٹھتے بیٹھتے ذرا ذرا سی بات پر طلاق دے ڈالیں اور آپس کے تمام رشتوں ناتوں کو کاٹ کر رکھ دیں۔ جیسا کہ آج کل لوگ کر رہے ہیں یہ بات اللہ تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں بہر حال کسی شخص کے لئے ایک عورت کو بلا وجہ

طلاق دے کر دوسری عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ایسا کرنا شرعی اعتبار سے برا کام ہے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سختی سے منع فرمایا لہذا کوئی شخص بلاوجہ اپنی عورت کو طلاق نہ دے۔

بَابٌ فِي الْمَرْأَةِ تَسْأَلُ زَوْجَهَا طَلَاقَ امْرَأَةٍ لَهُ

باب: عورت کا اپنے شوہر سے، اس کی (دوسری) بیوی کو طلاق دینے کا مطالبہ کرنا

2176 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَسْأَلِ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَسْتَفْرِغَ صَحْفَتَهَا وَلْتَنْكِحْ، فَإِنَّمَا لَهَا مَا قُدِّرَ لَهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''عورت اپنی بہن (یعنی سوکن) کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے، تاکہ اس کے حصے کی نعمتیں خود حاصل کر لے، اسے (مرد کی پہلی بیوی کو) طلاق دینے کا مطالبہ کیے بغیر ہی اس سے شادی کر لینی چاہیے، کیونکہ جو اس کے نصیب میں ہوگا، وہ اسے مل جائے گا''۔

خاوند سے دوسری بیوی کی طلاق کا مطالبہ کرنا منع ہے

عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ خاوند سے اس کی دوسری بیوی کی طلاق کا مطالبہ کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (کسی بھی عورت کے لیے حلال نہیں کہ اپنی بہن کی طلاق کا مطالبہ کرے تاکہ اس کے برتن کو فارغ کر کے خود نکاح کر لے، بلکہ اس کے مقدر میں جو کچھ ہے وہ اسے ملے گا) صحیح بخاری حدیث نمبر (5144) صحیح مسلم حدیث نمبر (1413) مندرجہ بالا الفاظ صحیح بخاری کے ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ عورت اپنی بہن کی طلاق کی شرط رکھے۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر (2577)

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کے لیے باب باندھتے ہوئے کہا کہ نکاح میں ناجائز شروط کا باب۔ حافظ ابن قیم کا قول ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم میں ہے کہ عورت اگر اپنی سوکن کی طلاق کی شرط رکھے تو یہ باطل ہے، اور اس کا پورا کرنا واجب نہیں۔ (زاد المعاد ابن قیم (5/107)

؟ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ حلال نہیں، اس میں اس شرط کے حرام ہونے کی دلیل ہے، اور اسے اس پر محمول کیا جائے گا کہ گر کوئی ایسا سبب نہ ہو تو اسے جائز قرار دے تو پھر حرام ہے، مثلاً اسے جائز کے لیے یہ سبب ہو سکتا ہے کہ عورت کے بارہ میں شک ہو کہ وہ خاوند کی عصمت میں رہتی ہوئی شادی چل نہیں سکے گی۔ اور پھر یہ بھی بطور نصیحت ہو نہ کہ بطور شرط، یا پھر اسے خاوند سے کوئی نقصان ہو، یا خاوند کو اس سے نقصان ہو تو۔

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔

حلال کی نفی کرنے سے تحریم کی صراحت ہو رہی ہے، لیکن اس سے فسخ نکاح لازم نہیں ہوتا، بلکہ یہ تو عورت پر سختی ہے کہ وہ بہن دوسری بہن کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے، اور اسے اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہونا چاہیے۔(دیکھیں فتح الباری (27/9)

۲ امام نووی رحمہ اللہ عنہ کہتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اجنبی عورت کو منع کیا گیا ہے کہ وہ شادی کرنے کے لیے دوسری بیوی کے خاوند سے اس کی طلاق کا مطالبہ کرے، اور مطلقہ کی جگہ خود اس سے شادی کر کے اس کا نفقہ اور معاشرت وغیرہ حاصل کرے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مجازی طور پر برتن خالی کرنے سے تعبیر کیا ہے۔ اھ دیکھیں شرح مسلم للنووی (193/9)

تو اس بنا پر پہلی بیوی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے خاوند سے آپ کی طلاق کا مطالبہ کرے، اور جو کچھ وہ کہتی ہے اس کی طرف متوجہ نہ ہوں، آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ یہ سب کچھ اس غیرت کی وجہ سے ہے، جو عورت میں عمومی طور پر پائی جاتی ہے، بلکہ یہ تو سب سے افضل عورتوں میں بھی پائی جاتی تھی جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اور امہات المومنین ہیں، تو یہ غیرت ایک طبعی چیز ہے۔

دوم:

اور اس نے جو کچھ آپ پر احسانات کیے ہیں اس پر تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ماجور ہے، لیکن اس کی وجہ سے اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے خاوند سے آپ کی طلاق کا مطالبہ کرتی پھرے۔

آپ صبر و تحمل سے کام لیں، اور اس کے معاملہ سے تجاہل سے کام لیتے ہوئے منہ پھیر لیں، اور اپنی استطاعت کے مطابق اس سے احسان اور اچھا برتاؤ کریں، اور پہلی بیوی کو بھی یہ علم ہونا چاہیے کہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مقدر میں لکھ دیا ہے وہ مل کر رہے گا جیسا کہ بخاری کی روایت کردہ حدیث کے آخری حصہ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں:

اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان کو اس قول پر ختم کیا، بلکہ اس کے لیے تو جو اس کے مقدر میں ہے وہ اسے ملے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر اس نے اس کا مطالبہ کیا اور اس پر اصرار کیا اور یہ شرط رکھی تو وہ واقع نہیں ہوگی لیکن وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے مقدر کر دیا ہے۔(فتح الباری (275/9)

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الطَّلَاقِ

باب: طلاق کا ناپسندیدہ ہونا

2177- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا مُعَرِّفٌ، عَنْ مُحَارِبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أَحَلَّ اللَّهُ شَيْئًا أَبْغَضَ إِلَيْهِ مِنَ الطَّلَاقِ

⊛⊛ محارب رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ نے ایسی کوئی چیز حلال قرار نہیں دی، جو اس کے نزدیک طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ ہو''

2178- حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ مُعَرِّفِ بْنِ وَاصِلٍ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللهِ تَعَالَى الطَّلَاقُ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں، سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے''۔

شرح

روئے زمین پر اللہ تعالیٰ نے طلاق سے زیادہ ناپسند چیز کو پیدا نہیں فرمایا۔ طلاق ایسا غیر معمولی اقدام ہے کہ جب کوئی آدمی، اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا عرش ہل جاتا ہے۔ (عمدۃ القاری ۲۰/۴۵)

ایک روایت میں ہے کہ جو عورت کسی سخت تکلیف کے بغیر اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی بحوالہ مشکوٰۃ ص: ۲۸۳)

طلاق کے ناپسند ہونے کا بیان

ایک حدیث میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: معاذ! اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر جتنی: مستحب: چیزیں پیدا کی ہیں ان میں سے ان کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ چیز غلام ولونڈی آزاد کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر جتنی: حلال: چیزیں پیدا کی ہیں ان میں سے اس کے نزدیک سب سے زیادہ بری چیز طلاق دینا ہے۔ (دارقطنی، مشکوٰۃ ص ۲۸۴)

شریعت میں جو پسندیدہ عمل مشروع کیے گے ہیں ان میں غلام آزاد کرنا اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے۔ اور جتنے اعمال کو اللہ کریم نے جائز قرار دیا ہے ان میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ عمل طلاق ہے۔ ان احادیث سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ طلاق دینا اللہ کریم کو کس قدر ناپسند ہے۔ اور ناپسندیدہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نکاح کے ذریعہ مرد اور عورت ایک دوسرے کی زندگی کے شریک اور رفیق بنتے ہیں، اور دونوں جائز طریقہ سے نسل انسانی کی افزائش کرتے ہیں، زنا و بدکاری اور دل و نگاہ کی آوارگی سے اپنے نفس کو بچاتے ہیں، اور اپنے ماحول اور معاشرہ کو صاف ستھرا رکھتے ہیں، اولاد کی تعلیم و تربیت میں دونوں ایک دوسرے کے معاون ہوتے ہیں بیوی گھر کی زینت اور باعث سکون وقرار ہوتی ہے، دونوں ایک دوسرے سے سکون پاتے ہیں۔ عورت کی فطری نزاکت کے پیش نظر مذہب اسلام نے مرد کو اس کی ضروریات کا ذمہ دار اور کفیل بنایا ہے۔ اس لیے اسلام میں یہ امر سخت ناپسند ہے کہ مرد اپنی شریک زندگی کو طلاق دے کر اپنے گھر کی رونق ختم کردے خود بھی مصیبت و پریشانی میں پڑے اور عورت کو بھی مشقت و پریشانی میں ڈال دے۔ اس وجہ سے اسلام نے طلاق دینے کی اجازت اس وقت دی ہے جب میاں بیوی کے مابین ایسا بگاڑ، کشیدگی اور نفرت پیدا ہو جائے جو افہام و تفہیم کے ذریعہ دور نہ ہوسکے اور دونوں کے تعلقات و معاملات کو سلجھانے کا طلاق کے سوا

دوسرا راستہ باقی نہ رہے۔ لیکن ہماری بدقسمتی ہے کہ آج ہمارا مسلم معاشرہ اپنے فرائض کو فراموش کر چکا ہے جس کی وجہ سے طرح طرح کی لعنتوں اور برائیوں میں مبتلا ہے ان میں ایک طلاق کا غلط استعمال بھی ہے۔

اب تو طلاق دینا ایک کھیل بن چکا ہے۔ بس ذرا غصہ کے آیا، کسی بات پہ ناراض ہوئے، کبھی بیوی سے، کبھی اس والدین سے، غصہ کسی سے بھی ہو اترتا ہے بیوی پر، غصہ میں سب کچھ بھول کر صرف طلاق دینا یاد رہتا ہے، اور جب طلاق دینے پہ آئے تو ایک ہی کیوں فوراً تین یا تین سے بھی زیادہ طلاق دے کر سکون ملتا ہے۔ اور جب غصہ اترا ہوش آیا تو معلوم ہوا کہ جیتے جی بیوی جو زندگی کی ساتھی تھی، رنج و غم کے وقت دلاسا دینے والی تھی ہاتھ سے نکل چکی ہے تو پھر حیلے بہانے کر کے بیوی کو رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ طلاق دینے سے دنیا تو پہلے ہی تاریک ہو چکی اور اب آخرت تباہی کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

بَابٌ فِي طَلَاقِ السُّنَّةِ

باب: طلاق کا سنت طریقہ

2179 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ، وَهِيَ حَائِضٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِيُمْسِكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ، ثُمَّ تَحِيضَ، ثُمَّ تَطْهُرَ، ثُمَّ إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ بَعْدَ ذٰلِكَ، وَإِنْ شَاءَ طَلَّقَ، قَبْلَ أَنْ يَمَسَّ، فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللهُ سُبْحَانَهُ أَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں انہوں نے اپنی بیوی کو، اس کے حیض کے دوران طلاق دے دی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس سے کہو کہ وہ اس عورت سے رجوع کر لے، اور پھر اسے اپنے ساتھ رکھے، جب وہ عورت پاک ہو جائے، پھر اسے (اگلی مرتبہ) حیض آئے، پھر جب وہ پاک ہو، پھر اگر وہ چاہے تو اسے اپنے ساتھ رکھے اور اگر چاہے، تو اس کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے اسے طلاق دے دے، یہ وہ عدت ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے، کہ اس عدت کے حساب سے عورتوں کو طلاق دی جائے۔

2180 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، طَلَّقَ امْرَأَةً لَهُ، وَهِيَ حَائِضٌ تَطْلِيقَةً، بِمَعْنَى حَدِيثِ مَالِكٍ

❁❁ نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی اہلیہ کو، اس کے حیض کے دوران ایک طلاق دے دی،

2179- اسناده صحيح. القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة، ونافع: هو مولى ابن عمر. وهو عند مالك في "الموطأ" 5762/، ومن طريقه اخرجه البخاري (5251)، ومسلم (1471)، والنسائي في "الكبرى" (5553). واخرجه مسلم (1471)، وابن ماجه (2019)، والنسائي في "الكبرى" (5552) و (5559) و (5719) و (5720) من طرق عن نافع، به

(اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے)

2181 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ مَوْلَى آلِ طَلْحَةَ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ، فَذَكَرَ ذَلِكَ عُمَرُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا إِذَا طَهُرَتْ، أَوْ وَهِيَ حَامِلٌ

سالم، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نقل کرتے ہیں: انہوں نے اپنی اہلیہ کو اس کے حیض کے دوران طلاق دے دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس سے کہو وہ اس عورت سے رجوع کر لے، جب وہ پاک ہو جائے، یا حاملہ ہو جائے، اس وقت اسے طلاق دے۔

2182 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ، فَذَكَرَ ذَلِكَ عُمَرُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَغَيَّظَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِيُمْسِكْهَا حَتَّى تَطْهُرَ، ثُمَّ تَحِيضَ فَتَطْهُرَ، ثُمَّ إِنْ شَاءَ طَلَّقَهَا طَاهِرًا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّ، فَذَلِكَ الطَّلَاقُ لِلْعِدَّةِ كَمَا أَمَرَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ

سالم بن عبداللہ اپنے والد کے بارے میں نقل کرتے ہیں: انہوں نے اپنی اہلیہ کو اس کے حیض کے دوران طلاق دے دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تم اس سے کہو، وہ اس عورت سے رجوع کرے اور اس وقت تک اسے اپنے ساتھ رکھے جب تک اس کے پاک ہو جانے کے بعد اسے پھر حیض نہیں آ جاتا اور پھر وہ پاک نہیں ہو جاتی۔ پھر اگر وہ چاہے تو اس کے پاک ہونے کے دوران، اس کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے، اسے طلاق دے دے۔ یہ طلاق اس عدت کے مطابق ہو گی، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے"۔

2183 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ جُبَيْرٍ، أَنَّهُ سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ: كَمْ طَلَّقْتَ امْرَأَتَكَ؟ فَقَالَ: وَاحِدَةً

یونس بن جبیر بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا: آپ نے اپنی اہلیہ کو کتنی طلاقیں دی تھیں؟ انہوں نے جواب دیا: ایک طلاق۔

2184 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ جُبَيْرٍ قَالَ: سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: قُلْتُ: رَجُلٌ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ، قَالَ: أَتَعْرِفُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ،

2183-اسناده صحيح، عبد الرزاق: هو الصنعاني، ومعمر: هو ابن راشد، وايوب: هو السختياني، وابن سيرين: هو محمد الانصاري. وهو عند عبد الرزاق في "مصنفه" (10959). واخرجه بنحوه البخاري (5253) ومسلم (1471)، والترمذي (1209)، والنسائي في "الكبرى" (5562) من طرق عن ايوب بهذا الاسناد.

قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: فَإِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ، وَهِيَ حَائِضٌ، فَأَتَى عُمَرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا فِي قُبُلِ عِدَّتِهَا. قَالَ: قُلْتُ: فَيَعْتَدُّ بِهَا؟، قَالَ: فَمَهْ، أَرَأَيْتَ إِنْ عَجَزَ وَاسْتَحْمَقَ

⊛⊛ یونس بن جبیر بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا، ایک شخص اپنی بیوی کو اس کے حیض کے دوران طلاق دے دیتا ہے، تو انہوں نے فرمایا: تم ابن عمر کو جانتے ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں! انہوں نے فرمایا: عبداللہ بن عمر نے اپنی بیوی کو اس کے حیض کے دوران طلاق دے دی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ دریافت کیا: تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس سے کہو، وہ اس عورت سے رجوع کرے اور پھر اس کی عدت کے آغاز میں اسے طلاق دے۔

میں نے دریافت کیا: کیا وہ طلاق شمار کی گئی تھی؟ انہوں نے فرمایا: کیوں نہیں؟ تمہارا کیا خیال ہے، اگر وہ عاجز ہوتا یا احمق ہوتا۔ (تو بھی طلاق شمار ہونا ہی تھی)

قرآن وسنت میں طلاق کے احکام ومسائل

اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَمِنْ آيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً "اللہ کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمہی میں سے تمہارے جوڑے بنائے کہ تم ان سے مل کر چین پاؤ۔ اور تمہارے درمیان دوستی ومہر رکھی۔"

اس آیہ کریمہ میں اسلام کے خانگی نظام زندگی اور اہل وعیال کے ساتھ گزر بسر کے لئے چند باتیں بطور اصل کے بیان فرمائی گئی ہیں۔

1۔ مردوں کو بتایا گیا ہے کہ تمہاری بیویاں، تمہاری ہی ہم جنس مخلوق ہیں انسانیت میں تمہاری ہی طرح ہیں۔ تمہاری طرح ان کی بھی کچھ خواہشیں کچھ جذبات اور کچھ احساسات ہیں۔ ان کی حیثیت لونڈی باندیوں کی نہیں۔

2۔ عورتوں کی پیدائش کا منشاء یہ ہے کہ وہ مردوں کے لئے راحتِ قلبی اور تسکین روحانی کا سرمایہ اور دلی سکون کا باعث ہوں۔

3۔ مرد اپنی فطرت کے تقاضے عورت کے پاس اور عورت اپنی فطرت کی مانگ مرد کے پاس پائے اور دونوں ایک دوسرے سے وابستہ ہو کر سکون واطمینان حاصل کریں۔

4۔ مرد عورت کے تعلقات کی بنیاد، باہمی محبت واخلاص اور ہمدردی پر ہونی چاہئے۔ ان کے اندر دوطرفہ ایسی کشش وجذب اور میلان ہونا چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کے خیر خواہ، ہمدرد وغم خوار اور رنج وراحت میں شریک رہیں اور زندگی کی منجدھار میں اپنی کشتی ایک ساتھ کھینچتے رہیں۔

5۔ مرد عورت میں ایک دوسرے کے لئے وہ مانگ وہ پیاس وہ اضطراب کی کیفیت پائی جاتی ہے کہ انہیں حقیقی سکون میسر نہیں آسکتا جب تک وہ ایک دوسرے سے جڑ کر اور باہم شیر وشکر ہو کر نہ رہیں۔

الغرض قرآن کریم نے اس باب میں سخت تاکید کی ہے کہ وہ عہد و پیمان بیوی اور شوہر کے درمیان شرعی طور پر وجود میں آئے ہیں۔ حتی الامکان قائم رکھے اور مقدور بھر انہیں ٹوٹنے نہ دیا جائے۔

لیکن دوطرفہ تعلقات میں جب ہمدردی و غم خواری باقی نہ رہے۔ محبت واخلاص ناپید ہوجائے۔ وہ ایک دوسرے کے لئے راحت و تسکین کا سرمایہ نہ بن سکیں۔ حقوق زوجیت تلف ہونے لگیں غرض نبھاؤ مشکل ہوجائے اور دفع شر کے لئے علیحدگی کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہے تو ایسی صورت میں شریعت مطہرہ نے علیحدگی وجدائی کے لئے بھی ایک نظام، ایک قانون دیا جسے عرف شریعت میں "طلاق" کہا جاتا ہے۔

طلاق کے لفظی معنی چھوڑ دینے کے ہیں اور شریعت نے اسے ایک خاص چھوڑنے کے معنی میں استعمال کیا ہے یعنی وہ افتراق یا جدائی بیوی شوہر کے درمیان واقع ہو، یا یوں کہہ لیں کہ نکاح سے عورت شوہر کی پابند ہوجاتی ہے۔ اس پابندی کے اٹھا دینے کو طلاق کہتے ہیں۔

شریعت میں طلاق مباح ہے مگر بعض المباحات یعنی تمام حلال چیزوں میں خدا کے نزدیک زیادہ ناپسندیدہ ہے۔ اسی لئے شریعت نے اس نظام پر بھی چند پابندیاں عائد کردی ہیں جن کی وجہ سے طلاق کی اجازت کا استعمال محض وقتی اور ہنگامی اثرات کا نتیجہ نہ ہو۔

طلاق کا وجود خاص خاص دشواریوں کے حل کے لئے ضروری ہے اور اس وقت طلاق کی ضرورت ایسی ہی ہوجاتی ہے جیسے کسی حصہ جسم میں زہریلا مادہ پیدا ہوجانے کے باعث اس کا جسم انسانی سے بذریعہ قطع و برید جدا کرنا ضروری ہوجاتا ہے۔ اگرچہ عضو کا کاٹنا بہرحال ناپسندیدہ سمجھا جائے۔

طلاق دینے والے کو شریعت مطہرہ سمجھاتی ہے کہ اب وہ ایک ایسے خطرناک فعل کا اقدام کرنے لگا ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسندیدہ بھی ہے اور مبغوض بھی۔ لہٰذا جب تک یہ ثابت نہ ہوجائے کہ صرف یہی ایک صورت، مرد کی بقاء وصحت اور حفاظت عزت وایمان کی رہ گئی ہے اس وقت تک اس پر عمل نہیں کرنا چاہیے۔ قرآن کریم نے اس کے لئے چند تفصیلی احکام دئے۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

1۔ ترجمہ: "اور اگر وہ عورتیں تمہیں ناپسند ہوں تو عجب کیا کہ ایک چیز تمہیں پسند نہ ہو اور اللہ نے اسی میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ اگر عورت میں کوئی ایسا نقص موجود ہو جس کی بنا پر وہ شوہر کو پسند نہ آئے تو بھی یہ مناسب نہیں کہ شوہر فوراً دل برداشتہ ہو کر اُسے چھوڑنے پر آمادہ ہوجائے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ عورت میں بہت سی خوبیوں پر خوبیاں ایسی ہوتی ہیں جو ازدواجی زندگی اور انسانی ہستی میں بڑی اہمیت رکھتی ہیں کہ اگر اس کی بیوی میں برائیوں کے مقابلے میں خوبیاں کہیں زیادہ پائی جاتی ہیں۔ لہٰذا یہ بات پسندیدہ نہیں کہ آدمی ازدواجی تعلق کو منقطع کرنے میں جلد بازی سے کام لے طلاق بالکل آخری چارہ کار ہے جس کو بدرجہ مجبوری کام میں لانا چاہیے۔

2۔ سورۃ النساء میں ارشاد ہوتا ہے ترجمہ: "اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ کرے تو ان پر گناہ نہیں کہ آپس میں صلح کرلیں اور صلح خوب ہے۔"

یعنی ایک عورت اگر اپنے سے اپنے شوہر کو پھرا ہوا دیکھے کہ اس سے علیحدہ رہتا ہے یا کھانے پینے کو نہیں دیتا یا نان نفقہ میں کمی کرتا ہے۔ یا مارتا یا بدزبانی سے پیش آتا ہے اور اس سے دور دور رہتا ہے تو طلاق وجدائی اختیار کرنے سے یہ بات کہیں بہتر ہے کہ عورت اپنے حقوق کا کچھ حصہ، شوہر پر معاف کردے۔ اسے خوش کرنے کے لئے اپنے حق میں سے کچھ چھوڑ دے۔ مثلاً اپنا مہر معاف کردے۔ یا اس میں کمی کردے۔ اپنی باری کا دن دوسری بیوی کو دے دے۔ اپنے مصارف کا بوجھ ہلکا کردے اور اس طرح باہمی مصالحت اور میل ملاپ کے بعد عورت اسی شوہر کے ساتھ رہے جس کے ساتھ وہ عمر کا ایک حصہ گزار چکی ہے۔

ازدواجی تعلقات میں تلخی دور کرنے کے لئے یہ ایک ایسا نسخہ ہے جسے شریعت مطہرہ نے عورت کے اختیار اور تصرف میں دیا۔

3۔ بیویاں اگر ناشائستہ، نافرمان اور حقوق شوہر سے لاپرواہ ہوں جس کے باعث پر مسرت ازدواجی زندگی کی بجائے آپس میں تصادم اور دھینگا مشتی شروع ہو جائے تو ایسی صورت میں اصلاح احوال کے لئے قرآن کریم نے مردوں کو تین تدبیریں بتائی ہیں:۔

ا۔ فَعِظُوهُنَّ ۔۔ انہیں سمجھاؤ اور بتاؤ کہ شوہر کی نافرمانی اور اس کی اطاعت نہ کرنے اور اس کے حقوق کا لحاظ نہ رکھنے کے نتیجے دنیا وآخرت دونوں میں خسران اور وبال کے سوا کچھ نہیں اور اللہ تعالیٰ کا عذاب مول لینا کوئی دانشمندی کی بات نہیں۔ اگر عورت شریف طینت ہے تو اس کے لئے اتنا ہی کافی ہوگا۔ اس میں بھی شوہر کو یہ تعلیم ہے کہ فوراً غصہ میں آکر کوئی کاروائی نہ کرے۔

اا۔ اب بھی اگر اصلاح نہ ہو تو سزا کی دوسری منزل یہ ہے کہ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ۔ مرد کچھ عرصہ کے لئے عورت سے بات چیت ترک کردے۔ انہیں خوابگاہوں میں تنہا چھوڑ دیں اور تعلقات ہمبستری منقطع کرلیں۔

ااا۔ یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہو اور عورت اپنی سرکشی ونافرمانی پر قائم رہے جیسا کہ بعض طبقوں میں دیکھا جاتا ہے تو اب تیسرا علاج یہ ہے کہ وَاضْرِبُوهُنَّ۔ تادیب کے طور پر ہلکی سی مار ماری جائے۔ ایسی ضرب نہ مارے جس سے جلد پر نشان ہو جائے۔ عورت کیسی ہی سخت کیوں نہ ہو معمولی مار سے راہ راست پر آجاتی ہے تاہم بعض بدخصلت عورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ کسی تدبیر سے درست ہی نہ ہوں اور اپنی سرکشی ونافرمانی میں حد سے تجاوز کر جاتی ہیں تو اب شریک زندگی سے نبھاؤ کے تمام راستے بند ہو جاتے ہیں۔ اس ہر روز کی چیخ وپکار کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ گھر گھر رسوائی ہوتی ہے اور مرد وعورت دونوں کے لئے یہ دنیا جہنم کا نمونہ بن جاتی ہے۔ ایسی حالت میں شریعت مطہرہ پھر دونوں کو ایک اور موقعہ دیتی ہے اور وہ یہ کہ فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا۔ یعنی جہاں میاں بیوی میں ناموافقت اور ایسی کشمکش پیدا ہو جائے جسے وہ باہم نہ سلجھا سکیں تو دو ثالث مقرر کئے جائیں تاکہ نزاع سے انقطاع (علیحدگی) تک نوبت پہنچنے یا عدالت میں معاملہ جانے سے پہلے، گھر کی گھر میں کوئی اصلاح کی صورت نکل آئے۔ میاں بیوی میں نزاع ہونے میں یہ ہرگز نہ ہونا چاہیے کہ فوراً طلاق ہو جائے یا کسی اور ایسی ہی کاروائی کی نوبت آجائے بلکہ پہلے یہ کوششیں مصالحت ومفاہمت کی کرلی جائیں، رشتہ ازدواج ایک اہم ترین رشتہ ہے اس پر بے پروائی سے ضرب نہیں لگائی جانی چاہیے اور اس مصالحت ومفا

ہت کی تدبیر یہ ہے کہ میاں بیوی میں سے ہر ایک خاندان کا ایک ایک آدمی اس غرض سے مقرر کیا جائے کہ دونوں مل کر اختلاف کے اسباب کی چھان بین کریں پھر آپس میں سر جوڑ کر بیٹھیں اور تصفیہ کی کوئی صورت نکالیں۔ اسلام کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ خانگی الجھنوں اور میاں بیوی کے مابین مناقشوں کا علم ہونے کے باوجود ان کے خاندان کے بااثر بارسوخ اور باوقار افراد، دامن سمیٹ کر الگ تھلگ ہو جائیں جیسے کہ ان کا اس سے کوئی تعلق ہی نہیں بلکہ حکم یہ ہے کہ اس خانگی نزاع کو یہ لوگ اپنا ہی معاملہ سمجھیں اور اپنی کوشش میں کوئی کمی نہ کریں بلکہ زوجین اگر اپنے اپنے رشتہ داروں میں سے خود ہی کسی کو منتخب نہ کریں تو انہیں چاہیے کہ اپنے اپنے خاندانوں کے وقار کی خاطر مداخلت کریں اور احکام شرعیہ کی روشنی میں مناسب فیصلہ دیں، ماننا نہ ماننا ان دونوں کے اختیار میں

اب بھی اگر اصلاح نہ ہو اور اصلاح احوال کی تمام تدبیریں رائیگاں جائیں اور قصور کا بوجھ صرف عورت پر ہو تو اب شوہر کو اجازت ہے کہ اسے طلاق دے دے۔ زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو بے حساب و کتاب۔ طلاق دینے کا مجاز تھا جس عورت سے اس کا شوہر بگڑ جاتا وہ اس کو بار بار طلاق دے کر رجوع کرتا رہتا تھا تا کہ وہ غریب نہ تو اس کے ساتھ گزر بسر کر سکے اور نہ ہی اس سے آزاد ہو کر کسی اور سے نکاح کر سکے۔ قرآن مجید و حدیث شریف نے اس ظلم کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا اور طلاق کے باب میں شوہروں پر پابندیاں عائد کیں اور انہیں بتایا کہ اگر تم عورتوں کو طلاق دینے پر مجبور ہو جاؤ اور سوائے طلاق کے کوئی اور چارہ کار نہ رہے تو اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ جب عورت اپنے ایام معمولہ (حیض) سے فارغ ہو تو حالتِ طہر میں ایک مرتبہ طلاق دی جائے اور اگر جھگڑا ایسے زمانہ میں ہوا ہو جبکہ عورت ایام ماہواری میں ہو تو شوہر کو اس وقت کا انتظار کرنا چاہیے جب وہ ایام ماہواری سے فارغ ہو جائے۔ ان ایام کا یہ انتظار بھی پہلی طلاق کے روک کے لئے ہے اب پہلی طلاق کے بعد بھی عورت کے دل میں ندامت نہ ہو یا شوہر کے دل میں برداشت کی طاقت نہ ہو اور ایک ماہ گزرنے پر عورت دوسری بار حیض سے فارغ ہو جائے تو اب شوہر دوسرے مہینے میں دوسری طلاق دے سکتا ہے۔

اب پھر ایک مہینے کی لمبی میعاد ان دونوں کے درمیان ہے۔ اس میعاد میں اگر جھوٹے غصے بے جا بدگمانیاں اور فضول شکایتیں معدوم ہو چکیں اور دونوں میں پھر نبھاؤ کی خواہشیں بیدار ہو رہی ہیں تو شریعت مطہرہ، مرد کو رجعت کا حکم دیتی ہے اور اس رجعت کے آڑے آنے والی جھوٹی ناموریوں، خاندانی وجاہتوں اور دنیاوی طعنوں اور دشنام طرازیوں کو کچل کر، دونوں کو پھر دوبارہ میاں بیوی کی طرح رہنے کی اجازت دیتی ہے بلکہ پہلی یا دوسری طلاق کی عدت بھی گزر جائے تب بھی دونوں کے لئے موقع باقی رہتا ہے کہ پھر باہمی رضامندی سے نکاح کر لیں گویا اس آخری گنجائش سے فائدہ اٹھا کر طلاق واپس لے لی جائے اور تعلقات زوجیت از سر نو قائم کئے جائیں البتہ شریعت مطہرہ نے مردوں کو تنبیہ فرمائی کہ رجوع کرتے ہو تو اس نیت سے کہ اب حسنِ سلوک سے رہنا ہے ورنہ بہتر یہ ہے کہ شریفانہ طریقہ سے رخصت کر دو زوجیت میں واپسی خانہ آبادی کے لئے ہونا چاہیے نہ کہ خانہ بربادی کے لئے۔

بہر حال اب ان دو طلاقوں کے بعد بھی ناخوشگوار تعلقات کا خاتمہ نہ ہو اور نفرت و ضد کی بنیاد ایسی مضبوط ہے کہ مرد اب تک طلاق ہی پر تلا ہوا ہے ادھر عورت دوسری طلاق کے بعد ایام ماہواری سے فارغ ہو چکی ہے تو اب شریعت اسے بتلاتی ہے کہ دیکھ یہ

ہما تیرے ہاتھ سے نکلنے والی ہے۔ چڑیا اڑ گئی تو کفِ افسوس ہی ملنا پڑے گا۔ خوب سمجھ لے۔ لیکن مرد اپنی بات پر اڑا ہوا ہے تو شریعت اسے مجبور نہیں کرتی اور معاہدہ شادی کو زندگی بھر کے لئے طوقِ لعنت بنانا گوارا نہیں کرتی۔ البتہ اس تیسری طلاق کے بعد، نہ تو شوہروں کو رجوع کا حق باقی رہتا ہے اور نہ اس کا ہی موقع رہتا ہے کہ دونوں کا پھر نکاح ہو سکے۔ اب حلالہ کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ لفظ طلاق چاہے 3 بار ایک ایک مہینہ کے وقفہ سے کہے یا اکٹھے 3 بار کہہ دے طلاق ہو جائے گی۔

معزز قارئین: مجھ کو ان مباحث کی تحریر کے دوران کئی بار یہ خیال آیا کہ ان بحثوں اور موشگافیوں سے عورت کو کیا واسطہ۔ لیکن معاً اس خیال سے دل کو تسکین ملتی رہی کہ ماشاء اللہ، قوم کی سمجھ دار بیٹیاں اور بہنیں تو اس سے فائدہ اٹھا سکتی ہیں اور کم از کم وہ تو یہ سمجھ سکتی ہیں کہ شریعت مطہرہ نے کس طرح عورتوں کے حقوق کی حفاظت فرمائی اور ان کی زندگی کو بامقصد اور باوقعت بنایا ہے۔ کیا نئی تہذیب کے کسی بھی گوشہ میں یہ موتی و گوہر نایاب دستیاب ہو سکتے ہیں۔ جن سے اسلام نے عورت کے دامن کو مالا مال فرمایا ہے۔

تنبیہ ضروری: طلاق دینا جائز ہے۔ ہاں بے حاجت، بلا وجہ شرعی طلاق دینا مکروہ و ممنوع ہے۔ مگر دے گا تو ہو جائے گی، کہ طلاق شوہر کی زبان پر رکھی گئی ہے تو اس کا مرتکب مکروہ بلکہ بعض صورتوں میں گناہ گار ہونا بھی طلاق کو واقع ہونے سے نہیں روکتا۔ جیسے حالتِ حیض میں طلاق دینا حرام ہے کہ حکم الٰہی کی نافرمانی ہے مگر دے گا تو ضرور ہو جائے گی اور دینے والا گناہ گار ہو گا۔ اور وجہ شرعی موجود ہو تو طلاق دینا مباح، بلکہ بعض صورتوں میں مستحب ہے۔ مثلاً عورت پر شبہ ہو یا وہ نافرمان ہو تو ایسی صورت میں اسے طلاق دینا بلا کراہت جائز و مباح ہے۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر عورت اُسے یا اوروں کو ایذا دیتی ہے یا نماز نہیں پڑھتی ہے اور یہ مہر ادا کرنے پر قادر نہ ہو جب بھی طلاق دے دینی چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے نمازی عورت کو طلاق دے دوں اور اس کا مہر میرے ذمہ باقی ہو۔ اس حالت میں دربارِ خدا میں میری پیشی ہو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ میں اس کے ساتھ زندگی بسر کروں۔ بعض صورتوں میں طلاق واجب ہوتی ہے۔ مثلاً شوہر نامرد یا ہیجڑا ہو یا شوہر کے ماں باپ اُسے حکم دیتے ہیں کہ عورت کو طلاق دے دے اور نہ دینے میں انہیں ایذا ہو یا وہ ناراض ہوں تو واجب ہے کہ طلاق دے دے اگرچہ عورت کا کچھ قصور نہ ہو کہ ماں باپ کی نافرمانی کا وبال اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ وغیرہ)

طلاق سے متعلق فقہی مسائل کا بیان

مسئلہ:: ہر عاقل و بالغ کا فعل چونکہ شریعت کے نزدیک قابلِ تسلیم ہے اس لئے طلاق کے لئے شرط یہ ہے کہ شوہر عاقل بالغ ہو۔ نابالغ یا مجنون نہ خود طلاق دے سکتا ہے نہ اس کی طرف سے اس کا ولی۔ ہاں اگر عقل کسی خارجی شئے سے زائل کر دی جائے مثلاً نشہ والے نے طلاق دی، یا غصہ کی حالت میں طلاق دی تو طلاق واقع ہو جائے گی کہ عاقل کے حکم میں ہے اور نشہ خواہ شراب پینے سے ہو یا کسی اور چیز سے۔ اس لیے کہ کوئی شخص غصہ یا نشہ کو سپر نہ بنا سکے جس سے عورت کے حقوق تلف ہوتے ہیں اور طلاق میں عورت کی جانب سے کوئی شرط نہیں۔ نابالغہ ہو یا مجنونہ بہرحال طلاق واقع ہو جائے گی۔ (عالمگیری وغیرہ)

یونہی عورت کو حمل کی حالت میں طلاق دی جائے قطعاً واقع ہو جائے گی۔ عوام میں جو مشہور ہے کہ حاملہ عورت پر طلاق نہیں

پڑتی محض بے اصل ہے۔

آج کل اکثر طلاق دے بیٹھتے ہیں بعد کو افسوس کرتے اور طرح طرح کے حیلے بہانے تراشتے ہیں ایک عذر اکثر یہ بھی ہوتا ہے کہ غصہ میں طلاق دی تھی۔عزیزو! طلاق تو عموماً غصہ ہی کی حالت میں دی جاتی ہے اور اس حالت مین طلاق واقع ہو جاتی ہے اور وہ صورت کہ عقل غصہ سے جاتی رہے بہت نادر ہے۔یونہی طلاق بخوشی دی جائے خواہ جبر سے یہ واقع ہو جائے گی۔عزیزو! نکاح شیشہ ہے اور طلاق سنگ شیشہ پر پتھر خوشی سے پھینک یا جبر سے یا خود ہاتھ سے چھوٹ جائے شیشہ ہر طرح ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ: کسی نے شوہر کو طلاق لکھنے پر مجبور کیا اس نے لکھ دیا۔مگر نہ دل میں ارادہ طلاق ہے۔نہ زبان سے طلاق کا لفظ کہا تو طلاق نہ ہوگی۔مجبوری سے مراد شرعی مجبوری ہے محض کسی کے اصرار کر دینے پر لکھ دینا یا یہ خیال کر کے لکھ دینا کہ بڑا ہے اس کی بات کیسے ٹالوں تو یہ مجبوری نہیں۔(ردالمحتار)

مسئلہ:: طلاق دو قسم کی ہے(یعنی باعتبار الفاظ طلاق)1۔صریح۔2۔کنایہ۔

1۔صریح: صریح وہ جس سے طلاق مراد ہونا ظاہر ہو۔اکثر طلاق میں اس کا استعمال ہو۔اگر چہ وہ کسی زبان کا لفظ ہو۔جیسے اردو میں یہ لفظ کہ "میں نے تجھے چھوڑا۔" صریح ہے۔اس سے ایک طلاق ہو جائے گی۔کچھ نیت ہو یا نا ہو۔

2۔کنایہ: طلاق وہ الفاظ ہیں جن سے طلاق مراد ہونا ظاہر نہ ہو۔طلاق کے علاوہ اور معنوں میں بھی ان کا استعمال ہوتا ہے۔(عامہ کتب)

مسئلہ: جو الفاظ طلاق کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔جب انہیں طلاق میں استعمال کیا جائے گا تو اس سے طلاق رجعی واقع ہوگی اور جو الفاظ کہ طلاق کے لئے وضع نہیں کئے گئے ہیں۔بلکہ ان کا استعمال اشارۃً اور کنایۃً طلاق کی طرف ہے۔تو ایسے الفاظ کے استعمال سے طلاق بائن پڑتی ہے جب کہ نیت طلاق ہو یا حالت بتاتی ہو کہ طلاق مراد ہے۔مثلاً پیشتر طلاق کا ذکر تھا یا غصہ میں کہا۔(عامہ کتب)

مسئلہ: عورت کا حاملہ ہونا، طلاق واقع ہونے سے نہیں روکتا۔حالت حمل میں طلاق جائز و حلال ہے۔اگر چہ ایام حمل میں شوہر اس سے جماع بھی کر چکا ہو۔اب اگر طلاق بائن تھی یا طلاق رجعی تھی اور بچہ ہونے تک نہ زبانی رجعت کی نہ زوجہ کو ہاتھ لگایا تو بعد ولادت عورت نکاح سے نکل گئی اب اسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے اور طلاق رجعی تھی اور ولادت سے قبل شوہر نے رجعت کر لی تو عورت بدستور اس کے نکاح میں ہے۔دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی۔(فتاویٰ رضویہ)

مسئلہ: عورت سے کہا طلاق طلاق طلاق۔نہ یہ کہا کہ دی نہ یہ کہا کہ تجھ کو یا اس عورت کو۔مگر قرائن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس نے اپنی عورت کو طلاق دی ہے یا وہ خود اقرار کرتا ہے کہ میں نے اپنی عورت کو طلاق دی ہے تو تین طلاقیں پڑ گئیں۔بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔(فتاویٰ رضویہ)

طلاق (باعتبار حکم و نتیجہ) تین قسم کی ہے۔

1۔رجعی: وہ جس سے عورت فی الحال نکاح سے نہیں نکلتی۔عدت کے اندر اگر شوہر رجعت کر لے تو وہ بدستور اس کی زوجہ

رہے گی۔ہاں عدت گزرجائے اور رجعت نہ کرے تو اس وقت نکاح سے نکلے گی۔پھر بھی برضائے خود (باہمی رضامندی سے) نکاح کرسکتے ہیں۔

2۔بائن: وہ جس سے عورت فی الفور نکاح سے نکل جاتی ہے۔ہاں برضائے خود نکاح کرسکتے ہیں۔عدت کے اندر خواہ بعد میں۔

3۔مغلظہ: وہ کہ عورت فوراً نکاح سے نکل بھی گئی اور کبھی ان دونوں کا نکاح نہیں ہوسکتا۔جب تک حلالہ نہ ہو۔یہ تین طلاقوں سے ہوتا ہے۔خواہ ایک ساتھ دی ہوں خواہ برسوں کے فاصلے سے۔رجعی دی ہوں یا بائن۔یا بعض رجعی بعض بائن۔

طلاق کے سینکڑوں لفظ ہیں۔بعض سے رجعی پڑتی ہے۔بعض سے بائن اور بعض مغلظہ۔(فتاویٰ رضویہ)

مسئلہ: عورت کو طلاق نہیں دی ہے مگر لوگوں سے کہتا ہے کہ میں طلاق دے آیا تو طلاق ہوجائے گی۔یوں ہی ایک طلاق دی ہے اور لوگوں سے کہتا ہے تین دی ہیں تو فیصلہ یہی ہوگا کہ تین دی ہیں۔اگرچہ کہے میں نے جھوٹ کہا تھا۔(بہار شریعت)

مسئلہ: جب طلاقیں تین تک پہنچ جائیں تو وہ عورت اس شوہر کے لئے بے حلالہ کسی طرح حلال نہیں ہوسکتی۔اگر شوہر اس کے باوجود اس سے ہم بستری کرے تو وہ صحبت زنا ہوگی اور اگر اُسے مسئلہ معلوم ہے تو یہ زانی اور شرعاً سزائے زنا کا مستحق ہوگا اور اولاد ولد الزنا اور ترکہ پدری سے محروم ہوگی۔(فتاویٰ رضویہ)

مسئلہ: شوہر نے عورت کو تین طلاقیں دے دیں یا بائن طلاق دی مگر اب انکار کرتا ہے اور عورت کے پاس گواہ نہیں تو جس طرح ممکن ہو عورت اس سے پیچھا چھڑائے۔مہر معاف کرکے یا اپنا مال اس کو دے کر اس سے علیحدہ ہوجائے غرض جس طرح بھی ممکن ہو اس سے کنارہ کشی کرے اور کسی طرح وہ نہ چھوڑے تو عورت مجبور ہے مگر ہر وقت اسی فکر میں رہے کہ جس طرح ممکن ہو رہائی حاصل کرلے اور اس کی پوری کوشش کرے کہ صحبت نہ کرنے پائے۔عورت جب ان باتوں پر عمل کرے گی تو معذور ہے اور شوہر بہرحال گناہ گار ہے۔(درمختار۔فتاویٰ رضویہ)

مسئلہ: شوہر نے عورت کو تین طلاقیں دے دیں۔عدت گزرنے پر کچھ لوگوں نے اس عورت کا نکاح کسی اور سے شرعی طریقہ پر کرادیا۔اب شوہر ثانی اگر بے صحبت کئے اسے طلاق دے بھی دے جب بھی عورت شوہر اول کے لئے حلال نہیں ہوسکتی کہ بحکم قرآن وحدیث دوسرے شوہر کا اس سے صحبت کرنا ضروری ہے۔

تنبیہ: یہاں سے معلوم ہوا کہ طلاق کے مسائل بہت نازک ہیں ایک حرف کی بیشی درکنار، لہجے کے بدلنے سے حکم بدلتا ہے۔سخت احتیاط درکار ہے۔

طلاق کے بعد رجعت کا مسنون طریقہ

رجعت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کسی لفظ سے رجعت کرے اور رجعت پر دو عادل شخصوں کو گواہ کرے اور عورت کو بھی خبر کردے کہ وہ عدت کے بعد کسی اور سے نکاح نہ کرے اور اس صورت میں کہ قول سے رجعت کی مگر رجعت ہوجائے گی اور اگر فعل سے رجعت کی مثلاً اس سے وطی کی یا شہوت کے ساتھ بوسہ لیا تو رجعت ہوگئی۔مگر مکروہ ہے۔اسے چاہیے کہ پھر گواہوں کے سامنے

رجعت کے الفاظ کہے۔

مسئلہ: رجعت کے الفاظ یہ ہیں میں نے تجھ سے رجعت کی۔ یا تجھ کو واپس اپنے نکاح میں لیا یا روک لیا۔ یا اپنی زوجہ سے رجعت کی یہ سب صریح الفاظ ہیں ان میں بلانیت بھی رجعت ہو جائے گی اور اگر عورت سے کہا کہ تو میرے نزدیک ویسی ہی ہے جیسے تھی یا تو میری عورت ہے۔ تو اگر بہ نیت رجعت یہ الفاظ کہے رجعت ہو گئی ورنہ نہیں اور نکاح کے الفاظ سے بھی رجعت ہو جاتی ہے۔ (عالمگیری وغیرہ)

مسئلہ: حلالہ کی صورت یہ ہے کہ اگر عورت مدخولہ ہے (یعنی شوہر اس سے ہمبستری کر چکا ہے) تو طلاق کی عدت پوری ہونے کے بعد عورت کسی اور سے نکاح صحیح کرے اور یہ شوہر ثانی اس سے وطی بھی کر لے۔ اب اس شوہر ثانی کے طلاق یا موت کے بعد عدت پوری ہونے پر شوہر اول سے نکاح ہو سکتا ہے اور اگر عورت مدخولہ نہیں ہے تو پہلے شوہر کے طلاق دینے کے بعد فوراً دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے کہ اس کے لئے عدت نہیں۔ (عامہ کتب)

مسئلہ: عقد نکاح یعنی ایجاب وقبول میں یہ شرط لگائی کہ یہ صحبت کے بعد عورت کو طلاق دے دیگا۔ حدیث شریف میں اس پر لعنت آئی اور یہ نکاح مکروہ تحریمی ہے۔ زوج اول وثانی اور عورت تینوں گناہگار ہوں گے۔ اگرچہ عورت اس نکاح سے بھی شوہر اول کے لئے حلال ہو جائے گی اور شرط باطل ہے اور شوہر ثانی طلاق دینے پر مجبور نہیں اور اگر عقد میں شرط نہ ہوا گرچہ نیت میں ہو تو کوئی کراہت نہیں بلکہ اگر نیت خیر ہو تو مستحب ثواب ہے۔ (درمختار وغیرہ)

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے قرآن وسنت کے مطابق مسائل طلاق ذکر کر دئے ہیں۔ طلاق ایک حساس مسئلہ ہے۔ اس میں احتیاط کی سخت ضرورت ہے۔ موجودہ دور میں یونین کونسلو میں تین طلاقوں کے بعد بھی صلح کروادی جاتی ہے جو سراسر غلط اور خلاف شریعت ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل اس قانون کو اسلامی سانچے میں ڈھالے۔ وگرنہ معاشرہ مزید بگاڑ کی طرف رواں دواں رہے گا۔ کیونکہ تین طلاقیں ہی گردانی جائیں گی۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ بزرگ صحابی ہیں۔ ایک دوسرے صحابی حضرت عویمر العجلانی رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ ان کا اپنی بیوی سے جھگڑا ہوا۔ تا آنکہ دربار نبوی میں حاضر ہو کر فریقین کو لعان کرنے کا حکم ہوا۔ اسی قصہ میں ہے: فطلقها ثلاثا قبل ان یامره النبی ﷺ قال ابن شهاب فکانت سنة المتلاعنین.

(الجامع الصحیح، البخاری، کتاب الطلاق، باب من اجاز طلاق الثلاث، 2/791، طبع اصح المطابع، کراچی)

تو عویمر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کے حکم دینے سے پہلے اپنی بیوی کو (وہیں ایک مجلس میں) تینوں طلاقیں دے دیں ابن شہاب زہری کہتے ہیں: تو یہی لعان کرنے والوں کے لئے سنت مقرر ہو گئی۔ اور ابو داؤد کی روایت میں یہ الفاظ آئے۔ فانفذه رسول الله ﷺ. (السنن ابو داؤد کتاب الطلاق، باب اللعان، 1/306، طبع اصح المطابع، کراچی)

"یعنی رسول اللہ ﷺ نے ان تین طلاقوں کو نافذ فرمایا"

حضرت ام المومنین عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "ایک شخص نے اپنی بیوی کو تینوں طلاقیں دے ڈالیں۔ مطلقہ

نے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا۔ تو اس نے اسے قبل از مقاربت طلاق دے دی۔ تو رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ یہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہے؟ فرمایا کہ نہیں! جب تک کہ دوسرا خاوند اس سے مقاربت کر کے لطف اندوز نہ ہولے۔"

(الجامع الصحیح، البخاری، کتاب الطلاق، باب من اجاز طلاق الثلاث، 2/791 طبع اصح المطابع کراچی)

امام بدرالدین العینی، وابن حجر العسقلانی اس کی شرح میں بتلاتے ہیں کہ "ظاہر ہے کہ یہ تین اکٹھی طلاقیں تھیں۔"

(عمدۃ القاری وفتح الباری۔ یہی مقام)

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: طلقنی زوجی ثلثا وھو خارج الی الیمن، فاجاز ذلك رسول اللہ ﷺ۔ "میرے شوہر یمن روانہ ہوتے وقت مجھے تینوں طلاقیں (اکٹھیں یک مشت) دے گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں موثر قرار دیا ہے۔" (السنن ابن ماجہ، ابواب الطلاق باب من طلق ثلاثا فی مجلس واحد صفحہ 147 طبع ادارۃ احیاء السنۃ النبویہ سرگودھا)

غیر مقلد حضرات کے سب سے بڑے محدث ناقد شیخ محمد ناصر الدین الالبانی نے اس حدیث کے بارے میں کہا: "صحیح" یہ حدیث صحیح ہے۔ (صحیح سنن ابن ماجہ الالبانی کتاب الطلاق باب من طلق ثلاثا فی مجلس واحد حدیث 1644,24,20 (1/343) طبع ریاض)

اور بھی بہت سی احادیث مقدسہ ہیں جن میں مسئلہ اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔ حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ، حضرت ام المومنین ام سلمہ، حضرت ام المومنین حفصہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، حضرت امام حسن، حضرت زید بن ثابت الانصاری، حضرت ابوسعید الخدری، حضرت ابو ہریرہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت انس بن مالک، حضرت عمران بن حسین، حضرت عبداللہ بن مغفل، حضرت عبداللہ بن ابی ربیعہ اور بیسں اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس مسئلے پر بیسیوں فیصلے اور فتوے کتب احادیث میں سینکڑوں مقامات پہ پھیلے ہوئے ہیں کہ یک وقت تین طلاقیں دیں تو تین ہی ہوں گی۔

بہت سے اکابر ائمہ دین اعاظم مفسرین وافاضل محدثین مثلاً امام ابوبکر الجصاص رازی۔ امام حافظ ابن حجر العسقلانی، امام قرطبی اور امام جد ابن تیمیہ "ابوالبرکات ابن تیمیہ اور دیگر حضرات نے اس پر صحابہ کرام کا اجماع نقل فرمایا کہ ایک وقت کی تین طلاقوں سے تین طلاقیں ہی ہوتی ہیں۔ اس پر چاروں فقہوں کے چاروں اماموں امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا اجماع واتفاق ہے اور یہی مذاہب اربعہ کے ہزاروں، لاکھوں فقہاء ومفسرین، محدثین وائمہ دین کا متفقہ فیصلہ ہے۔ دیکھئے سینکڑوں کتب وقت شروح حدیث وکتب فقہ وفتاویٰ بر مذاہب اربعہ۔"

سعودی عرب کی فتویٰ دینے والی اتھارٹی کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ ایک وقت کی تین طلاق سے تین طلاقیں ہی واقع ہوتی ہیں۔ (الفقہ علی المذاہب الاربعہ)

2185 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَيْمَنَ، مَوْلَى عُرْوَةَ يَسْأَلُ ابْنَ عُمَرَ، وَأَبُو الزُّبَيْرِ يَسْمَعُ، قَالَ: كَيْفَ تَرَى فِي رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ حَائِضًا؛ قَالَ: طَلَّقَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَسَأَلَ

عُمَرُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ، قَالَ عَبْدُ اللهِ: فَرَدَّهَا عَلَيَّ، وَلَمْ يَرَهَا شَيْئًا، وَقَالَ: إِذَا طَهُرَتْ فَلْيُطَلِّقْ أَوْ لِيُمْسِكْ، قَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَقَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ) (الطلاق: 1) فِي قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ يُونُسُ بْنُ جُبَيْرٍ، وَأَنَسُ بْنُ سِيرِينَ، وَسَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ، وَزَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، وَأَبُو الزُّبَيْرِ، وَمَنْصُورٌ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ مَعْنَاهُمْ كُلُّهُمْ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَمَرَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا حَتَّى تَطْهُرَ، ثُمَّ إِنْ شَاءَ طَلَّقَ، وَإِنْ شَاءَ أَمْسَكَ، وَكَذَلِكَ رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَأَمَّا رِوَايَةُ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، وَنَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَمَرَهُ أَنْ يُرَاجِعَهَا حَتَّى تَطْهُرَ، ثُمَّ تَحِيضَ، ثُمَّ تَطْهُرَ، ثُمَّ إِنْ شَاءَ طَلَّقَ، وَإِنْ شَاءَ أَمْسَكَ، وَرُوِيَ، عَنْ عَطَاءٍ الْخُرَاسَانِيِّ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوَ رِوَايَةِ نَافِعٍ، وَالزُّهْرِيِّ، وَالْأَحَادِيثُ كُلُّهَا عَلَى خِلَافِ مَا قَالَ: أَبُو الزُّبَيْرِ

ابوزبیر بیان کرتے ہیں: انہوں نے عبدالرحمن بن ایمن کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کرتے ہوئے سنا، ایسے شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ جو اپنی بیوی کو اس کے حیض کے دوران طلاق دے دیتا ہے، تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں عبداللہ بن عمر نے اپنی اہلیہ کو، حیض کے دوران، طلاق دے دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ دریافت کیا، اور عرض کی: عبداللہ بن عمر نے اپنی بیوی کو اس کے حیض کے دوران طلاق دے دی ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ عورت مجھے واپس کروا دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کچھ نہ سمجھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب یہ عورت پاک ہو جائے گی، اس وقت وہ اسے طلاق دے یا ساتھ رکھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی:

''اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو، تو ان کی عدت کے آغاز میں دو''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت، یونس بن جبیر، انس بن سیرین، سعید بن جبیر، زید بن اسلم، ابوزبیر اور منصور نے ابووائل کے حوالے سے نقل کی ہے۔ ان سب کا مفہوم یہی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ حکم دیا تھا کہ وہ اس خاتون سے رجوع کر لیں، پھر جب وہ پاک ہو جائے، تو اگر وہ چاہیں تو اسے طلاق دے دیں، اور اگر چاہیں تو اسے اپنے ساتھ رکھیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اسی طرح کی روایت محمد بن عبدالرحمان نے سالم کے حوالے سے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے، (وہ یہ ہے:)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ حکم دیا، وہ اس عورت سے رجوع کر لیں، جب وہ پاک ہو جائے، پھر جب (اگلی مرتبہ) اسے حیض

آئے، پھر جب وہ پاک ہو، پھر اگر وہ چاہیں تو اسے طلاق دے دیں اور اگر چاہیں تو اسے اپنے ساتھ رکھیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عطاء خراسانی نے حسن کے حوالے سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، نافع اور زہری کی روایت کی مانند روایت نقل کی ہے، اور یہ تمام روایات ابوزبیر کی نقل کردہ روایت کے برخلاف ہیں۔

طلاق دینے محل کا بیان

یعنی تم لوگ طلاق دینے کے معاملہ میں یہ جلد بازی نہ کیا کرو کہ جونہی میاں بیوی میں کوئی جھگڑا ہوا، فوراً ہی غصے میں آ کر طلاق دے ڈالی، اور نکاح کا جھٹکا اس طرح کیا کہ رجوع کی گنجائش بھی نہ چھوڑی۔ بلکہ جب تمہیں بیویوں کو طلاق دینا ہو تو ان کی عدت کے لیے دیا کرو۔ عدت کے لیے طلاق دینے کے دو مطلب ہیں اور دونوں ہی یہاں مراد بھی ہیں:

ایک مطلب اس کا یہ ہے کہ عدت کا آغاز کرنے کے لیے طلاق دو، یا بالفاظ دیگر اس وقت طلاق دو جس سے ان کی عدت شروع ہوتی ہو۔ یہ بات سورہ بقرہ آیت 228 میں بتائی جا چکی ہے کہ جس مدخولہ عورت کو حیض آتا ہو اس کی عدت طلاق کے بعد تین مرتبہ حیض آنا ہے۔ اس حکم کو نگاہ میں رکھ کر دیکھا جائے تو عدت کا آغاز کرنے کے لیے طلاق دینے کی صورت لازماً یہی ہوسکتی ہے کہ عورت کو حالت حیض میں طلاق نہ دی جائے، کیوں کہ اس کی عدت اس حیض سے شروع نہیں ہوسکتی جس میں اسے طلاق دی گئی ہو، اور اس حالت میں طلاق دینے کے معنی یہ ہو جاتے ہیں کہ اللہ کے حکم کے خلاف عورت کی عدت تین حیض کے بجائے چار حیض بن جائے۔ مزید براں اس حکم کا تقاضا یہ بھی ہے کہ عورت کو اس طہر میں طلاق نہ دی جائے جس میں شوہر اس سے مباشرت کر چکا ہو، کیونکہ اس صورت میں طلاق دیتے وقت شوہر اور بیوی دونوں میں سے کسی کو بھی یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ آیا مباشرت کے نتیجے میں کوئی حمل قرار پا گیا ہے یا نہیں، اس وجہ سے عدت کا آغاز نہ اس مفروضے پر کیا جاسکتا ہے کہ یہ عدت آئندہ حیضوں کے اعتبار سے ہوگی اور نہ اسی مفروضے پر کیا جاسکتا ہے کہ یہ حاملہ عورت کی عدت ہوگی۔ پس یہ حکم بیک وقت دو باتوں کا مقتضی ہے۔ ایک یہ کہ حیض کی حالت میں طلاق نہ دی جائے۔ دوسرے یہ کہ طلاق یا تو اس طہر میں دی جائے جس میں مباشرت نہ کی گئی ہو، یا پھر اس حالت میں دی جائے جبکہ عورت کا حاملہ ہونا معلوم ہو۔ غور کیا جائے تو محسوس ہوگا کہ طلاق پر یہ قیدیں لگانے میں بہت بڑی مصلحتیں ہیں۔ حیض کی حالت میں طلاق نہ دینے کی مصلحت یہ ہے کہ یہ وہ حالت ہوتی ہے جس میں عورت اور مرد کے درمیان مباشرت ممنوع ہونے کی وجہ سے ایک طرح کا بُعد پیدا ہو جاتا ہے، اور طبی حیثیت سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ اس حالت میں عورت کا مزاج معمول پر نہیں رہتا۔ اس لیے اگر اس وقت دونوں کے درمیان کوئی جھگڑا ہو جائے تو عورت اور مرد دونوں اسے رفع کرنے کے معاملہ میں ایک حد تک بے بس ہوتے ہیں، اور جھگڑے سے طلاق تک نوبت پہنچانے کے بجائے اگر عورت کے حیض سے فارغ ہونے تک انتظار کر لیا جائے تو اس امر کا کافی امکان ہوتا ہے کہ عورت کا مزاج بھی معمول پر آ جائے اور دونوں کے درمیان فطرت نے جو طبعی کشش رکھی ہے وہ بھی اپنا کام کر کے دونوں کو پھر سے جوڑ دے۔ اسی طرح جس طہر میں مباشرت کی جا چکی ہو اس میں طلاق کے ممنوع ہونے کی مصلحت یہ ہے کہ اس زمانے میں اگر حمل قرار پا جائے تو مرد اور عورت، دونوں میں سے کسی کو بھی اس کا علم نہیں ہوسکتا۔ اس لیے وہ وقت طلاق دینے کے لیے موزوں نہیں ہے۔ حمل کا علم ہو جانے کی صورت میں تو مرد بھی دس مرتبہ سوچے گا کہ جس عورت کے پیٹ

میں اس کا بچہ پرورش پا رہا ہے اسے طلاق دے یا نہ دے، اور عورت بھی اپنے اور اپنے بچے کے مستقبل کا خیال کر کے شوہر کی ناراضی کے اسباب دور کرنے کی پوری کوشش کرے گی۔ لیکن اندھیرے میں بے سوچے سمجھے تیر چلا بیٹھنے کے بعد اگر معلوم ہو کہ حمل قرار پاچکا تھا، تو دونوں کو پچھتانا پڑے گا۔

یہ تو ہے "عدت کے لیے" طلاق دینے پہلا مطلب، جس کا اطلاق صرف ان مدخولہ عورتوں پر ہوتا ہے جن کو حیض آتا ہو اور جن کے حاملہ ہونے کا امکان ہو۔ اب رہا اس کا دوسرا مطلب، تو وہ یہ ہے کہ طلاق دینا ہو تو عدت تک کے لیے طلاق دو، یعنی بیک وقت تین طلاق دے کر ہمیشہ کی علیحدگی کے لیے طلاق نہ دے بیٹھو، بلکہ ایک، یا حد سے حد دو طلاقیں دے کر عدت تک انتظار کرو تا کہ اس مدت میں ہر وقت تمہارے لیے رجوع کی گنجائش باقی رہے۔ اس مطلب کے لحاظ سے یہ حکم ان مدخولہ عورتوں کے معاملہ میں بھی مفید ہے جن کو حیض آتا ہو اور ان کے معاملہ میں بھی مفید ہے جن کو حیض آنا بند ہو گیا ہو، یا جنہیں ابھی حیض آنا شروع نہ ہوا ہو، یا جن کا طلاق کے وقت حاملہ ہونا معلوم ہو، اس فرمان الٰہی کی پیروی کی جائے تو کسی شخص کو بھی طلاق دے کر پچھتانا نہ پڑے، کیونکہ اس طرح طلاق دینے سے عدت کے اندر رجوع بھی ہو سکتا ہے، اور عدت گزر جانے کے بعد بھی یہ ممکن رہتا ہے کہ سابق میاں بیوی پھر باہم رشتہ جوڑنا چاہیں تو از سر نو نکاح کر لیں۔

طَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ کے یہی معنی اکابر مفسرین نے بیان کیے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "طلاق حیض کی حالت میں نہ دے، اور نہ اس طہر میں دے جس کے اندر شوہر مباشرت کر چکا ہو، بلکہ اسے چھوڑے رکھے یہاں تک کہ حیض سے فارغ ہو کر وہ طاہر ہو جائے۔ پھر اسے ایک طلاق دے دے۔ اس صورت میں اگر وہ رجوع نہ بھی کرے اور عدت گزر جائے تو وہ صرف ایک ہی طلاق سے جدا ہو گی" (ابن جریر)۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "عدت کے لیے طلاق یہ ہے کہ طہر کی حالت میں مباشرت کیے بغیر طلاق دی جائے"۔ یہی تفسیر حضرت عبداللہ بن عمر، مجاہد، میمون بن مہران، مقاتل بن حیان، اور ضحاک رحمہم اللہ سے مروی ہے (ابن کثیر) عکرمہ اس کا مطلب بیان کرتے ہیں "طلاق اس حالت میں دے کہ عورت کا حاملہ ہونا معلوم ہو، اور اس حالت میں نہ دے کہ وہ اس سے مباشرت کر چکا ہو اور کچھ پتہ نہ ہو کہ وہ حاملہ ہو گئی ہے یا نہیں" (ابن کثیر)۔ حضرت حسن بصری اور ابن سیرین، دونوں کہتے ہیں "طہر کی حالت میں مباشرت کیے بغیر طلاق دی جائے، یا پھر اس حالت میں دی جائے جبکہ حمل ظاہر ہو چکا ہو" (ابن جریر)۔

اس آیت کے منشا کو بہترین طریقہ سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر واضح فرمایا تھا جب حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی تھی۔ اس واقعہ کی تفصیلات قریب قریب حدیث کی تمام کتابوں میں نقل ہوئی ہیں، اور وہی درحقیقت اس معاملہ میں قانون کی ماخذ ہیں۔ قصہ اس کا یہ ہے کہ جب حضرت عبداللہ نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ سن کر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ "اس کو حکم دو کہ بیوی سے رجوع کر لے اور اسے اپنی زوجیت میں روکے رکھے یہاں تک کہ وہ طاہر ہو، پھر اسے حیض آئے اور اس سے بھی فارغ ہو کر وہ پاک ہو جائے، اس کے بعد اگر وہ اسے طلاق دینا چاہے تو طہر کی حالت میں مباشرت کیے بغیر طلاق دے۔

یہی وہ عدت ہے جس کے لیے طلاق دینے کا اللہ عزوجل نے حکم دیا ہے"۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ "یا تو طہر کی حالت میں مباشرت کیے بغیر طلاق دے، یا پھر ایسی حالت میں دے جبکہ اس کا حمل ظاہر ہو چکا ہو"

اس آیت کے منشا پر مزید روشنی چند اور احادیث بھی ڈالتی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اکابر صحابہ سے منقول ہیں۔ نسائی میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے ڈالی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر غصے میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا "أيُلعَبُ بكتاب اللہ وانا بين اظهركم؟" "کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل کیا جا رہا ہے حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں؟" اس حرکت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غصے کی کیفیت دیکھ کر ایک شخص نے پوچھا کیا میں اسے قتل نہ کردوں؟ عبدالرزاق نے حضرت عبادہ بن الصامت کے متعلق روایت نقل کی ہے کہ ان کے والد نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دے ڈالیں۔ انہوں نے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا: بانت منه بثلاث فی معصیة الله تعالیٰ، و بقی تسع مأة و سبع و تسعون ظلماً و عدواناً، ان شاء الله عذّبه وان شاء غفر له"

تین طلاقوں کے ذریعہ سے تو اللہ کی نافرمانی کے ساتھ وہ عورت اس سے جدا ہو گئی، اور 997 ظلم اور عدوان کے طور پر باقی رہ گئے جن پر اللہ چاہے تو اسے عذاب دے اور چاہے تو معاف کر دے"۔ حضرت عبداللہ بن عمر کے قصے کی جو تفصیل دارقطنی اور ابن ابی شیبہ میں روایت ہوئی ہے اس میں ایک بات یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت عبداللہ بن عمر کو بیوی سے رجوع کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے پوچھا اگر میں اس کو تین طلاق دے دیتا تو کیا پھر بھی میں رجوع کر سکتا تھا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: لا، كانت تبين منك و كانت معصية "نہیں، وہ تجھ سے جدا ہو جاتی اور یہ فعل معصیت ہوتا"۔ ایک روایت میں آپ کے الفاظ یہ ہیں کہ: اذاً قد عصيت ربك و بانت منك امرأتك. "اگر تم ایسا کرتے تو اپنے رب کی نافرمانی کرتے اور تمہاری بیوی تم سے جدا ہو جاتی"۔

صحابہ کرام سے اس بارے میں جو فتاویٰ منقول ہیں وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی ارشادات سے مطابقت رکھتے ہیں۔ مؤطا میں ہے کہ ایک شخص نے آ کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا میں نے اپنی بیوی کو آٹھ طلاقیں دے ڈالی ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا "پھر اس پر تمہیں کیا فتویٰ دیا گیا؟" اس نے عرض کیا "مجھ سے کہا گیا ہے کہ عورت مجھ سے جدا ہو گئی"۔ آپ نے فرمایا صدقوا، هو مثل مايقولون، "لوگوں نے سچ کہا، مسئلہ یہی ہے جو وہ بیان کرتے ہیں"۔

عبدالرزاق نے علقمہ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا میں نے اپنی بیوی کو 99 طلاقیں دے ڈالی ہیں۔ انہوں نے فرمایا ثلاث تبينها وسائرهن عدوان۔ "تین طلاقیں اسے جدا کرتی ہیں، باقی سب زیادتیاں ہیں"۔ وکیع بن الجراح نے اپنی سنن میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، دونوں کا یہی مسلک نقل کیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے آ کر عرض کیا کہ میں اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دے بیٹھا ہوں۔ انہوں نے فرمایا بانت منك بثلاث"۔ وہ تین طلاقوں سے تجھ سے جدا ہو گئی"۔ ایسا ہی واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوا تو انہوں

نے جواب دیا: بانت منك بثلاث و اقسم سائرهن علی نسائك. "تین طلاقوں سے تو وہ تجھ سے جدا ہوگئی، باقی طلاقوں کو اپنی دوسری عورتوں پر تقسیم کرتا پھر"۔ ابوداؤد اور ابن جریر نے تھوڑے لفظی فرق کے ساتھ مجاہد کی روایت نقل کی ہے کہ وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے تھے۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے بیٹھا ہوں۔ ابن عباس سن کر خاموش رہے، حتیٰ کہ میں نے خیال کیا شاید یہ اس کی بیوی کو اس کی طرف پلٹا دینے والے ہیں۔ پھر انہوں نے فرمایا "تم میں سے ایک شخص پہلے طلاق دینے میں حماقت کا ارتکاب کر گزرتا ہے، اس کے بعد آ کر کہتا ہے یا ابن عباسؓ، یا ابن عباس، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا اللہ اس کے لیے مشکلات سے نکلنے کا راستہ پیدا کر دے گا، اور تو نے اللہ سے تقویٰ نہیں کیا۔ اب میں تیرے لیے کوئی راستہ نہیں پاتا۔ تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تجھ سے جدا ہوگئی"۔ ایک اور روایت جسے مؤطاء اور تفسیر ابن جریر میں کچھ لفظی فرق کے ساتھ مجاہد ہی سے نقل کیا گیا ہے، اس میں یہ ذکر ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دیں، پھر ابن عباس سے مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا "تین طلاقوں سے تو وہ تجھ سے جدا ہوگئی، باقی 97 سے تُو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تجھ سے جدا ہوگئی اور تُو نے اللہ کا خوف نہیں کیا کہ وہ تیرے لیے اس مشکل سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کرتا" امام طحاوی نے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص ابن عباس کے پاس آیا اور اس نے کہا میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے ڈالی ہیں۔ انہوں نے جواب دیا: إِنَّ عمك عصی الله فأثم و اطاع الشیطان فلم یجعل له مخرجاً. "تیرے چچا نے اللہ کی نافرمانی کی اور گناہ کا ارتکاب کیا اور شیطان کی پیروی کی۔ اللہ نے اس کے لیے اس مشکل سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں رکھا ہے۔" ابوداؤد اور مؤطاء میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو خلوت سے پہلے تین طلاقیں دے دیں، پھر اس سے دوبارہ نکاح کرنا چاہا اور فتویٰ پوچھنے نکلا۔ حدیث کے راوی محمد بن بکیر کہتے ہیں کہ میں اس کے ساتھ ابن عباس اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا دونوں کا جواب یہ تھا انك ارسلت من یدك ما کان من فضل. "تیرے لیے جو گنجائش تھی تو نے اسے اپنے ہاتھ سے چھوڑ دیا"۔ زمخشری نے کشاف میں بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جو شخص بھی ایسا آتا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہوں اسے وہ مارتے تھے اور اس کی طلاقوں کو نافذ کر دیتے تھے۔ سعید بن منصور نے یہی بات صحیح سند کے ساتھ حضرت انس کی روایت سے نقل کی ہے۔ اس معاملہ میں صحابہ کرام کی عام رائے جسے ابن ابی شیبہ اور امام محمد نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے، یہ تھی کہ ان الصحابة رضی الله عنهم کانو یستحبون ان یطلقها واحدة ثم یترکها حتی تحیض ثلاثة حیض. "صحابہ رضی اللہ عنہم اسبات کو پسند کرتے تھے کہ آدمی بیوی کو صرف ایک طلاق دے دے اور اس کو چھوڑے رکھے یہاں تک کہ اسے تین حیض آ جائیں"۔ یہ ابن ابی شیبہ کے الفاظ ہیں۔ اور امام محمد کے الفاظ یہ ہیں: کانو ایستحبون ان لا تزید و ا فی الطلاق علی واحدة حتی تنقضی العدة۔ "ان کو پسندیدہ طریقہ تھا کہ طلاق کے معاملہ میں ایک سے زیادہ نہ بڑھیں یہاں تک کہ عدت پوری ہو جائے"

ان احادیث و آثار کی مدد سے قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیات کا منشا سمجھ کر فقہائے اسلام نے جو مفصل قانون مرتب کیا ہے اسے ہم حصل میں نقل کرتے ہیں۔

1)۔ حنفیہ طلاق کی تین قسمیں قرار دیتے ہیں: احسن، حَسَن اور بدعی۔ احسن طلاق یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو ایسے طہر میں جس کے اندر اس نے مجامعت نہ کی ہو، صرف ایک طلاق دے کر عدت گزر جانے دے۔ حَسَن یہ ہے کہ ہر طہر میں ایک ایک طلاق دے۔ اس صورت میں تین طہروں میں تین طلاق دینا بھی سنت کے خلاف نہیں ہے۔ اگرچہ بہتر یہی ہے کہ ایک ہی طلاق دے کر عدت گزر جانے دی جائے۔ اور طلاق بدعت یہ ہے کہ آدمی بیک وقت تین طلاق دے دے، یا ایک ہی طہر کے اندر الگ الگ اوقات میں تین طلاق دے، یا حیض کی حالت میں طلاق دے، یا ایسے طہر میں طلاق دے جس میں وہ مباشرت کر چکا ہو۔ ان میں سے جو فعل بھی وہ کرے گا گناہگار ہوگا۔ یہ تو ہے حکم ایسی مدخولہ عورت کا جسے حیض آتا ہو۔ رہی غیر مدخولہ عورت تو اسے سنت کے مطابق طہر اور حیض دونوں حالتوں میں طلاق دی جاسکتی ہے۔ اور اگر عورت ایسی مدخولہ ہو جسے حیض آنا بند ہوگیا ہو، یا ابھی آنا شروع ہی نہ ہوا ہو، تو اسے مباشرت کے بعد بھی طلاق دی جاسکتی ہے، کیونکہ اس کے حاملہ ہونے کا امکان نہیں ہے۔ اور عورت حاملہ ہو تو مباشرت کے بعد اسے بھی طلاق دی جاسکتی ہے، کیونکہ اس کا حاملہ ہونا پہلے ہی معلوم ہے۔ لیکن ان تینوں قسم کی عورتوں کو سنت کے مطابق طلاق دینے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ایک مہینہ بعد طلاق دی جائے، اور احسن یہ ہے کہ صرف ایک طلاق دے کر عدت گزر جانے دی جائے۔ (ہدایہ، فتح القدیر، احکام القرآن للجصاص، عمدۃ القاری)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی طلاق کی تین قسمیں ہیں۔ سُنی، بدعی مکروہ، اور بدعی حرام۔ سنت کے مطابق طلاق یہ ہے کہ مدخولہ عورت کو جسے حیض آتا ہو، طہر کی حالت میں مباشرت کیے بغیر ایک طلاق دے کر عدت گزر جانے دی جائے۔ بدعی مکروہ یہ ہے کہ ایسے طہر کی حالت میں طلاق دی جائے جس میں آدمی مباشرت کر چکا ہو، یا مباشرت کیے بغیر ایک طہر میں ایک سے زیادہ طلاقیں دی جائیں، یا عدت کے اندر الگ الگ طہروں میں تین طلاقیں دی جائیں، یا بیک وقت تین طلاقیں دے ڈالی جائیں۔ اور بدعی حرام یہ ہے کہ حیض کی حالت میں طلاق دی جائے۔ (حاشیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر۔ احکام القرآن لابن العربی)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا معتبر مذہب یہ ہے جس پر جمہور حنابلہ کا اتفاق ہے: مدخولہ عورت جس کو حیض آتا ہو اسے سنت کے مطابق طلاق دینے کا طریقہ یہ ہے کہ طہر کی حالت میں مباشرت کیے بغیر اسے طلاق دی جائے، پھر اسے چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ عدت گزر جائے۔ لیکن اگر اسے تین طہروں میں تین الگ الگ طلاقیں دی جائیں، یا ایک ہی طہر میں تین طلاقیں دے دی جائیں، یا بیک وقت تین طلاقیں دے ڈالی جائیں، یا حیض کی حالت میں طلاق دی جائے، یا ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں مباشرت کی گئی ہو اور عورت کا حاملہ ہونا ظاہر نہ ہو، تو یہ سب طلاق بدعت اور حرام ہیں۔ لیکن اگر عورت غیر مدخولہ ہو، یا ایسی مدخولہ ہو جسے حیض آنا بند ہوگیا ہو، یا ابھی حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو، یا حاملہ ہو، تو اس کے معاملہ میں نہ وقت کے لحاظ سے سنت و بدعت کا کوئی فرق ہے نہ تعداد کے لحاظ سے۔ (الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف علیٰ مذہب احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک طلاق کے معاملہ میں سنت اور بدعت کا فرق کے لحاظ سے ہے نہ کہ تعداد سے یعنی مدخولہ عورت جس کو حیض آتا ہو اسے حیض کی حالت میں طلاق دینا، یا جو حاملہ ہو سکتی ہو اسے ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں مباشرت کی جا چکی ہو اور عورت کا حاملہ ہونا ظاہر نہ ہو، بدعت اور حرام ہے۔ رہی طلاقوں کی تعداد، تو خواہ بیک وقت تین طلاقیں دی جائیں، نے یا

یک ہی طہر میں دی جائیں، یا الگ الگ طہروں میں دی جائیں، بہر حال یہ سنت کے خلاف نہیں ہے۔ اور غیر مدخولہ عورت جسے حیض آنا بند ہو گیا ہو، یا حیض آیا ہی نہ ہو، یا جس کا حاملہ ہونا ظاہر ہو، اس کے معاملہ میں سنت اور بدعت کا کوئی فرق نہیں ہے۔ (مغنی المحتاج)

(2) کسی طلاق کے بدعت، مکروہ، حرام، یا گناہ ہونے کا مطلب ائمۂ اربعہ کے نزدیک یہ نہیں ہے کہ وہ واقع ہی نہ ہو۔ چاروں مذاہب میں طلاق، خواہ حیض کی حالت میں دی گئی ہو، یا بیک وقت تین طلاقیں دے دی گئی، یا ایسے طہر میں طلاق دی گئی ہو جس میں مباشرت کی جا چکی ہو اور عورت کا حاملہ ہونا ظاہر نہ ہوا ہو، یا کسی اور ایسے طریقے سے دی گئی ہو جسے کسی امام نے بدعت قرار دیا ہے، بہر حال واقع ہو جاتی ہے، اگر چہ آدمی گناہ گار ہوتا ہے۔ لیکن بعض دوسرے مجتہدین نے اس مسئلے میں ائمۂ اربعہ سے اختلاف کیا ہے۔

سعید بن المسیب اور بعض دوسرے تابعین کہتے ہیں کہ جو شخص سنت کے خلاف حیض کی حالت میں طلاق دے دے اس کی طلاق سرے سے واقع ہی نہیں ہوتی۔ یہی رائے امامیہ کی ہے۔ اور اس رائے کی بنیاد یہ ہے کہ ایسا کرنا چونکہ ممنوع اور بدعت محرمہ ہے اس لئے یہ غیر مؤثر ہے۔ حالانکہ اوپر جو احادیث ہم نقل کر آئے ہیں ان میں یہ بیان ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے جب بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی تو حضور نے انہیں رجوع کا حکم دیا۔ اگر یہ طلاق واقع ہی نہیں ہوئی تھی تو رجوع کا حکم دینے کے کیا معنی؟ اور یہ بھی بکثرت احادیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک سے زیادہ طلاق دینے والے کو اگر چہ گناہ گار قرار دیا ہے، مگر اس کی طلاق کو غیر مؤثر قرار نہیں دیا۔

طاؤس اور عکرمہ کہتے ہیں کہ بیک وقت تین طلاقیں دی جائیں تو صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے، اور اسی رائے کو امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے۔ ان کی اس رائے کا ماخذ یہ روایت ہے کہ ابو الصہباء نے ابن عباس سے پوچھا "کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ رسول ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں تین طلاقوں کو ایک قرار دیا جاتا تھا"؟ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ (بخاری و مسلم) اور مسلم، ابو داؤد اور مسند احمد میں ابن عباس کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ "رسول ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاق کو ایک قرار دیا جاتا تھا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگ ایک ایسے معاملہ میں جلد بازی کرنے لگے ہیں جس میں ان کے لئے سوچ سمجھ کر کام کرنے کی گنجائش رکھی گئی تھی۔ اب کیوں نہ ہم ان کے اس فعل کو نافذ کر دیں؟ چنانچہ انہوں نے اسے نافذ کر دیا"

لیکن یہ رائے کئی وجوہ سے قابل قبول نہیں ہے۔ اول تو متعدد روایات کے مطابق ابن عباس کا اپنا فتویٰ اس کے خلاف تھا جیسا کہ ہم اوپر نقل کر چکے ہیں۔ دوسرے یہ بات ان احادیث کے بھی خلاف پڑتی ہے جو نبی ﷺ اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہوئی ہیں، جن میں بیک وقت تین طلاق دینے والے کے متعلق یہ فتویٰ دیا گیا ہے کہ اس کی تینوں طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں۔ یہ احادیث بھی ہم نے اوپر نقل کر دی ہیں۔ تیسرے، خود ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہ کے مجمع میں تین طلاقوں کو نافذ کرنے کا اعلان فرمایا تھا، لیکن نہ اس وقت، نہ اس کے بعد کبھی صحابہ میں سے

کسی نے اس سے اختلاف کا اظہار کیا۔ اب کیا یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سنت کے خلاف کسی کام کا فیصلہ کر سکتے تھے؟ اور سارے صحابہ رضی اللہ عنہ اس سکوت بھی پر اختیار کر سکتے تھے؟ مزید براں رکانہ بن عبید یزید کے قصے میں ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ دارمی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ رکانہ نے جب ایک ہی مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں تو رسول ﷺ نے ان کو حلف دے کر پوچھا کہ ان کی نیت ایک ہی طلاق دینے کی تھی؟ (یعنی باقی دو طلاقیں پہلی طلاق پر زور دینے کے لیے ان کی زبان سے نکلی تھیں، تین طلاق دے کر ہمیشہ کے لئے جدا کر دینا مقصود نہ تھا) اور جب انہوں نے یہ حلفیہ بیان دیا تو آپ نے ان کو رجوع کا حق دے دیا۔

اس سے اس معاملہ کی اصل حقیقت معلوم ہوجاتی ہے کہ ابتدائی دور میں کس قسم کی طلاقوں کو ایک کے حکم میں رکھا جاتا تھا۔ اسی بنا پر شارحین حدیث نے ابن عباس کی روایت کا یہ مطلب لیا ہے کہ ابتدائی دور میں چونکہ لوگوں کے اندر دینی معاملات میں خیانت قریب مفقود تھی، اس لئے تین طلاقیں محض پہلی طلاق پر زور دینے کے لئے اس کی زبان سے نکلی تھیں۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ لوگ پہلے جلد بازی کر کے تین تین طلاقیں دے ڈالتے ہیں اور پھر تاکید کا بہانہ کرتے ہیں تو انہوں نے اس بہانے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ امام نووی اور امام سبکی نے اسے ابن عباس والی روایت کی بہترین تاویل قرار دیا ہے۔ آخری بات یہ ہے کہ خود ابوالصباء کی ان روایات میں اضطراب پایا جاتا ہے جو ابن عباسؓ کے قول کے بارے میں ان سے مروی ہیں۔

مسلم اور ابوداؤد اور نسائی نے انہی ابوالصباء سے ایک روایت یہ نقل کی ہے کہ ان کے دریافت کرنے پر ابن عباس نے فرمایا" ایک شخص جب خلوت سے پہلے بیوی کو تین طلاقیں دیتا تھا تو رسول ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں اس کو ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا" اس طرح ایک ہی راوی نے ابن عباس سے دو مختلف مضمونوں کی روایتیں نقل کی ہیں اور یہ اختلاف دونوں روایتوں کو کمزور کر دیتا ہے۔

(3) حیض کی حالت میں طلاق دینے والے کو چونکہ رسول ﷺ نے رجوع کا حکم دیا تھا، اس لئے فقہاء کے درمیان یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ یہ حکم کس معنی ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد، امام اوزاعی، ابن ابی لیلیٰ، اسحاق بن راہویہ اور ابوثور کہتے ہیں کہ ایسے شخص کو رجوع کا حکم تو دیا جائے گا مگر رجوع پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ (عمدۃ القاری)

ہدایہ میں حنفیہ کا مذہب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس صورت میں رجوع کرنا نہ صرف مستحب بلکہ واجب ہے۔ مغنی المحتاج میں شافعیہ کا مسلک یہ بیان ہوا ہے کہ جس نے حیض میں طلاق دی ہو اور تین نہ دے ڈالی ہوں اس کے لئے مسنون یہ ہے کہ وہ رجوع کرے، اور اس کے بعد والے طہر میں طلاق نہ دے بلکہ اس کے گزرنے کے بعد جب دوسری مرتبہ عورت حیض سے فارغ ہو تب طلاق دینا چاہے تو دے، تاکہ حیض میں دی ہوئی طلاق سے رجوع محض کھیل کے طور پر نہ ہو۔

الانصاف میں حنابلہ کا مسلک یہ بیان ہوا ہے کہ اس حالت میں طلاق دینے والے کے لئے رجوع کرنا مستحب ہے۔ لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ حیض کی حالت میں طلاق دینا جرم قابل دست اندازی پولیس ہے۔ عورت خواہ مطالبہ کرے یا نہ کرے، بہرحال حاکم کا یہ فرض ہے کہ جب کسی شخص کا یہ فعل اس کے علم میں آئے تو وہ اسے رجوع پر مجبور کر

ہے اور عدت کے آخری وقت تک اس پر دباؤ ڈالنا ہے۔ اگر وہ انکار کرے تو اسے قید کردے۔ پھر بھی انکار کرے تو اسے مارے۔ اس پر نہ مانے تو حاکم خود فیصلہ کردے کہ "میں نے تیری بیوی تجھ پر واپس کردی" اور حاکم کا یہ فیصلہ رجوع ہوگا جس کے بعد مرد کے لئے اس عورت سے مباشرت کرنا جائز ہوگا، خواہ اس کی نیت رجوع کی ہو یا نہ ہو، کیونکہ حاکم کی نیت کی قائم مقام ہے۔

(حاشیہ الدسوقی)

مالکیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جس شخص نے طوعاً و کرہاً حیض میں دی ہوئی رجوع کرلیا ہو وہ اگر طلاق ہی دینا چاہے تو اس کے لئے مستحب طریقہ یہ ہے کہ جس حیض میں اس نے طلاق دی ہے اس کے بعد والے طہر میں سے طلاق نہ دے بلکہ جب دوبارہ حیض آنے کے بعد وہ طاہر ہو اس وقت طلاق دے۔ طلاق سے متصل والے طہر میں طلاق نہ دینے کا حکم دراصل اس لئے دیا گیا ہے کہ حیض کی حالت میں طلاق دینے والے کا رجوع صرف زبانی کلامی نہ ہو بلکہ اسے طہر کے زمانے میں عورت سے مباشرت کرنی چاہیے پھر جس طہر میں مباشرت کی جا چکی ہو اس میں طلاق دینا چونکہ ممنوع ہے، لہٰذا طلاق دینے کا صحیح وقت اس کے والا طہر ہی ہے۔

(حاشیہ الدسوقی)

(4) رجوعی طلاق دینے والے کے لئے رجوع کا موقع کس وقت تک ہے؟ اس میں بھی فقہاء کے درمیان سے مراد تین حیض ہیں یا تین طہر؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قرء سے مراد حیض ہے اور امام احمد بن حنبل کا معتبر مذہب بھی یہی ہے۔ یہ رائے چاروں خلفاء راشدین، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ابی بن کعب، معاذ بن جبل، ابوالدرداء، عبادہ بن صامت اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ امام محمد نے مؤطا میں شعبی کا قول نقل کیا ہے کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے 13 صحابیوں سے ملے ہیں، اور ان سب کی رائے یہی تھی۔ اور یہی بکثرت تابعین نے بھی اختیار کی ہے۔

اس اختلاف کی بنا شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک تیسرے حیض میں داخل ہوتے ہی عورت کی عدت ختم ہو جاتی ہے، اور مرد کا حق رجوع ساقط ہو جاتا ہے۔ اور اگر طلاق حیض کی حالت میں دی گئی ہو، اس حیض کا شمار عدت میں نہ ہوگا، بلکہ چوتھے حیض میں داخل ہونے پر عدت ختم ہوگی۔ (مغنی المحتاج حاشیہ الدسوقی)

حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر تیسرے حیض میں دس دن گزرنے پر خون بند ہو تو عورت کی عدت ختم نہ ہوگی جب تک عورت غسل نہ کرے، یا ایک نماز کا پورا وقت نہ گزر جائے۔ پانی نہ ہونے کی صورت میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب عورت تیمم کر کے نماز پڑھ لے اس وقت مرد کا حق رجوع ختم ہوگا، اور امام محمد کے نزدیک تیمم کرتے ہی حق رجوع ختم ہو جائے گا (ہدایہ) امام احمد کا معتبر مذہب جس پر جمہور حنابلہ کا اتفاق ہے، یہ ہے کہ جب تک عورت تیسرے حیض سے فارغ ہو کر غسل نہ کرلے مرد کا حق رجوع باقی رہے گا۔ (الانصاف)

(5) رجوع کس طرح ہوتا ہے اور کس طرح نہیں ہوتا؟ اس مسئلے میں فقہاء کے درمیان یہ امر متفق علیہ ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو رجعی طلاق دی ہو وہ عدت ختم ہونے سے پہلے چاہے رجوع کرسکتا ہے، خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ قرآن مجید (سورہ بقرہ، آیت 228) میں فرمایا گیا ہے وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ ان کے شوہر اس مدت کے اندر انہیں واپس لے لینے

کے پوری طرح حق دار ہیں" اس سے خود بخود یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عدت گزرنے سے پہلے تک ان کی زوجیت برقرار رہتی ہے اور وہ انہیں قطعی طور پر چھوڑ دینے سے پہلے واپس لے سکتے ہیں۔ بالفاظ دیگر رجوع کوئی تجدید نکاح نہیں ہے کہ اس کے لئے عورت کی رضا ضروری ہو۔ شافعیہ کے نزدیک رجوع صرف قول ہی سے ہو سکتا ہے، عمل سے نہیں ہو سکتا۔ اگر آدمی زبان سے یہ نہ کہے کہ میں نے رجوع کیا تو مباشرت یا اختلاط کا کوئی فعل خواہ رجوع کی نیت ہی سے کیا گیا ہو، رجوع قرار نہیں دیا جائے گا، بلکہ اس صورت میں عورت سے ہر قسم سے کا امتناع حرام ہے چاہے وہ بلاشہوت ہی ہو۔ لیکن مطلقہ رجعیہ سے مباشرت کرنے پر حد نہیں ہے، کیونکہ علماء کا اس کے حرام ہونے پر اتفاق نہیں ہے۔ البتہ جو اس کے حرام ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو اسے تعزیز دی جائے گی۔ مزید براں آدمی رجوع بالقول کرے یا نہ کرے۔ (مغنی المحتاج)

مالکیہ کہتے ہیں کہ رجوع قول اور فعل، دونوں سے ہو سکتا ہے۔ اگر رجوع بالقول میں آدمی صریح الفاظ استعمال کرے تو خواہ اس کی نیت رجوع کی ہو یا نہ ہو، رجوع ہو جائے گا، بلکہ اگر وہ مذاق کے طور پر بھی رجوع قرار دیے جائیں گے جبکہ وہ رجوع کی نیت سے کہے گئے ہوں۔ رہا رجوع بالفعل تو کوئی فعل خواہ وہ اختلاط ہو، یا مباشرت، اس وقت تک رجوع قرار نہیں دیا جا سکتا جب تک کہ وہ رجوع کی نیت سے نہ کیا گیا ہو۔ (حاشیہ الدسوقی۔ احکام القرآن لابن العربی)

احناف اور حنابلہ کا مسلک رجوع بالقول کے معاملہ میں وہی جو مالکیہ کا ہے۔ رہا رجوع بالفعل، تو مالکیہ کے برعکس ان دونوں مذاہب کا فتویٰ یہ ہے کہ شوہر اگر عدت کے اندر مطلقہ رجعیہ سے مباشرت کرلے تو وہ آپ سے آپ رجوع ہے، خواہ وہ مباشرت سے کم کسی درجے کا ہو، اور حنابلہ محض اختلاط کو رجوع نہیں مانتے۔ (ہدایہ، فتح القدیر، عمدۃ القاری، الانصاف)

(6) طلاق سنت اور طلاق بدعت کے نتائج کا فرق یہ ہے کہ ایک طلاق یا دو طلاق دینے کی صورت میں اگر عدت گزر بھی جائے تو مطلقہ عورت اور اس کے سابق شوہر کے درمیان باہمی رضامندی سے پھر نکاح ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر آدمی تین طلاق دے چکا ہو تو نہ عدت کے اندر رجوع ممکن ہے اور نہ عدت گزر جانے کے بعد دوبارہ نکاح کیا جا سکتا ہے۔ الّا یہ کہ اُس عورت کا نکاح کسی اور شخص سے ہو، وہ نکاح صحیح نوعیت کا ہو، دوسرا شوہر اُس عورت سے مباشرت بھی کر چکا ہو، پھر یا تو وہ اسے طلاق دے دے یا مر جائے۔ اس کے بعد اگر عورت اور اس کا سابق شوہر رضامندی کے ساتھ از سرِ نو نکاح کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ احادیث کی اکثر کتابوں میں صحیح سند کے ساتھ یہ روایت آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، پھر اس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا، اور اس دوسرے شوہر کے ساتھ اس کی خلوت بھی ہوئی مگر مباشرت نہیں ہوئی، پھر اس نے اسے طلاق دے دی، اب کیا اس عورت کا اپنے ساق شوہر سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: لا حتّٰی یذوق الأخر من عسیلتها ما ذاق الاول۔ "نہیں، جب تک کہ دوسرا شوہر اس سے اسی طرح لطف اندوز نہ ہو چکا ہو جس طرح پہلا شوہر ہوا تھا"۔ رہ سازشی نکاح، جس میں پہلے سے یہ طے شدہ ہو کہ عورت کو سابق شوہر کے لیے حلال کرنے کی خاطر ایک آدمی اس سے نکاح کرے گا اور مباشرت کرنے کے بعد اسے طلاق دے دے گا، تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ نکاح فاسد ہے، اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس سے تحلیل تو ہو جائے گی، مگر یہ فعل مکروہ تحریمی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لعن الله المحلل و المحلل له "اللہ نے تحلیل کرنے والے اور تحلیل کرانے والے، دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (ترمذی، نسائی)
حضرت عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا: الا اخبركم بالتيس المستعار؟ "کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ کرائے کا سانڈ کون ہوتا ہے؟" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیں۔ فرمایا ھو المحلل، لعن الله المحلل و المحلل له. "وہ تحلیل کرنے والا ہے۔ خدا کی لعنت ہے تحلیل کرنے والے پر بھی اور اس شخص پر بھی جس کے لیے تحلیل کی جائے" (ابن ماجہ۔دار قطنی)۔ (تفہیم القرآن، مودودی)

بَابُ الرَّجُلِ يُرَاجِعُ، وَلَا يُشْهِدُ

باب: آدمی کا گواہ بنائے بغیر رجوع کر لینا

2186- حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ أَنَّ جَعْفَرَ بْنَ سُلَيْمَانَ حَدَّثَهُمْ، عَنْ يَزِيدَ الرِّشْكِ، عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ، سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ ثُمَّ يَقَعُ بِهَا، وَلَمْ يُشْهِدْ عَلَى طَلَاقِهَا، وَلَا عَلَى رَجْعَتِهَا، فَقَالَ: طَلَّقْتَ لِغَيْرِ سُنَّةٍ، وَرَاجَعْتَ لِغَيْرِ سُنَّةٍ، أَشْهِدْ عَلَى طَلَاقِهَا، وَعَلَى رَجْعَتِهَا، وَلَا تَعُدْ

❁❁ مطرف بیان کرتے ہیں: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا، جو اپنی بیوی کو (ایک) طلاق دینے کے بعد اس کے ساتھ صحبت کر کے (رجوع) کر لیتا ہے، اور اس طلاق اور رجوع پر کسی کو گواہ نہیں بناتا۔ تو حضرت عمران رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے سنت کے خلاف (طریقے سے) طلاق دی اور سنت کے خلاف طریقے سے رجوع کیا۔ تم (عورت کو) طلاق دینے پر بھی گواہ بناؤ اور رجوع کرنے پر بھی گواہ بناؤ۔ اور دوبارہ ایسا نہ کرنا۔

شرح

جہاں تک عورت کے ذاتی کردار کا تعلق ہے تو جب عورت کو سو فیصد یقین ہو کہ شوہر اسے طلاق دے چکا ہے اور اب محض بے دینی کی وجہ سے انکار کر رہا ہے تو عورت کے لئے اس کے پاس واپس جانا کسی طرح بھی جائز نہیں۔ اسے چاہئے کہ اس کے پاس جانے اور حقوق زوجیت ادا کرنے سے صاف انکار کر دے۔ نیز اسے چاہئے کہ اس سے گلوخلاصی کی کوئی تدبیر کرے، مثلاً اس کو خلع دینے پر مجبور کرے۔ بہر حال جب تک اس سے قانونی رہائی نہیں ہو جاتی اس کو اپنے قریب نہ آنے دے اور نہ اس کے گھر میں رہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج:۱ص:۳۵۴)

جب شوہر ثبوت طلاق کی قسم کھائے

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ جب عورت یہ دعویٰ کرے کہ اس کے شوہر نے طلاق دے دی ہے اور طلاق پر ایک معتبر شخص کو گواہ بھی بنائے تو اس کے خاوند کو قسم دی جائے گی۔ اگر وہ قسم کھائے کہ میں نے طلاق نہیں دی تو اس گواہ کی گواہی باطل ہو جائے گی اور اگر وہ (شوہر) قسم نہ کھائے تو اس کا قسم سے انکار کرنا دوسرے گواہ کے مثل ہوگا اور طلاق موثر ہو جائے

گی۔ (سنن ابن ماجہ: جلد دوم: حدیث نمبر 195)

بَابٌ فِي سُنَّةِ طَلَاقِ الْعَبْدِ

باب: غلام کے طلاق دینے کا سنت طریقہ

2187 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ مُعَتِّبٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا حَسَنٍ مَوْلَى بَنِي نَوْفَلٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ اسْتَفْتَى ابْنَ عَبَّاسٍ، فِي مَمْلُوكٍ كَانَتْ تَحْتَهُ مَمْلُوكَةٌ فَطَلَّقَهَا تَطْلِيقَتَيْنِ، ثُمَّ عُتِقَا بَعْدَ ذَلِكَ، هَلْ يَصْلُحُ لَهُ أَنْ يَخْطُبَهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَضَى بِذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

ابوحسن بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایسے غلام کے بارے میں دریافت کیا، جس کی بیوی کنیز ہو، وہ غلام اپنی بیوی کو دو طلاقیں دے دے، پھر اس کے بعد ان دونوں کو آزاد کر دیا جائے، تو کیا اسے یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اس عورت کو نکاح کا پیغام بھیجے؟ تو انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ دیا ہے۔

2188 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، أَخْبَرَنَا عَلِيٌّ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ بِلَا إِخْبَارٍ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: بَقِيَتْ لَكَ وَاحِدَةٌ قَضَى بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ، لِمَعْمَرٍ: مَنْ أَبُو الْحَسَنِ هَذَا؟ لَقَدْ تَحَمَّلَ صَخْرَةً عَظِيمَةً،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو الْحَسَنِ هَذَا رَوَى عَنْهُ الزُّهْرِيُّ، قَالَ الزُّهْرِيُّ: وَكَانَ مِنَ الْفُقَهَاءِ رَوَى الزُّهْرِيُّ، عَنْ أَبِي الْحَسَنِ أَحَادِيثَ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو الْحَسَنِ مَعْرُوفٌ، وَلَيْسَ الْعَمَلُ عَلَى هَذَا الْحَدِيثِ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

''تمہارے لیے ایک طلاق باقی رہ گئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ دیا ہے۔''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) امام احمد، امام عبدالرزاق کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ابن مبارک نے معمر سے دریافت کیا: یہ ابوحسن نامی راوی کون ہے؟ اس نے بڑا بھاری پتھر اٹھایا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابوحسن نامی اس راوی سے زہری نے روایات نقل کی ہیں: زہری کہتے ہیں: یہ فقہاء میں سے ایک تھا، خود زہری نے اس سے احادیث نقل کی ہیں۔

2187- اسناده ضعيف، لضعف عمر بن معتب. يحيى بن سعيد: هو القطان. واخرجه النسائي في "الكبرى" (5591) من طريق يحيى بن سعيد، بهذا الاسناد. واخرجه ابن ماجه (2082)، والنسائي في "الكبرى" (5592) من طريق معمر بن راشد، عن يحيى بن ابي كثير، به. وهو في "مسند احمد" (2031) و (3088).

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابوحسن نامی راوی معروف ہے، لیکن اس حدیث پر عمل نہیں ہے۔

2189 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْعُودٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ مُظَاهِرٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: طَلَاقُ الْأَمَةِ تَطْلِيقَتَانِ، وَقُرْؤُهَا حَيْضَتَانِ. قَالَ أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنِي مُظَاهِرٌ، حَدَّثَنِي الْقَاسِمُ عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: وَعِدَّتُهَا حَيْضَتَانِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ حَدِيثٌ مَجْهُولٌ

❁❁ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

''کنیز کو دو طلاقیں دی جاسکتی ہیں، اور اس کی عدت دو حیض ہے''۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

''اور اس کی عدت دو حیض ہے''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حدیث مجہول ہے۔

باندی کے لیے دو طلاقیں ہونے کا بیان

اور باندی کو دو طلاقیں دی جاتی ہیں' خواہ اس کا شوہر آزاد شخص ہو یا غلام ہو'اور آزاد عورت کو تین طلاقیں دی جاتی ہیں خواہ اس کا شوہر آزاد شخص ہو یا غلام ہو۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں: طلاق کی تعداد میں مرد کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا'اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:''طلاق مردوں کے حساب سے ہوتی ہے اور عدت عورتوں کے حساب سے ہوتی ہے''۔(اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے) مالک ہونا ایک اعزاز ہے اور آدمیت اس کا تقاضا کرتی ہے اور آزاد شخص میں آدمیت کا مفہوم زیادہ کامل طور پر پایا جاتا ہے'لہٰذا اس میں مالک ہونے کا مفہوم زیادہ اور بلیغ ہوگا۔ ہماری دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:''کنیز کی طلاقیں دو ہوتی ہیں اس کی عدت دو حیض ہوتی ہے''۔ایک دلیل یہ ہے: محلیت کا حلال ہونا اس کے حق میں ایک نعمت ہے اور غلام ہونا نعمتوں کے نصف کرنے میں اثر انداز ہوتا ہے' تاہم کیونکہ عقدہ کو حصوں میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا لہٰذا دو مکمل عقدے (اس کے حق میں لازم ہوں گے)۔وہ روایت (جو امام شافعی کی طرف سے) نقل کی گئی ہے'اس کی تاویل یہ ہوگی: طلاق دینے کا اختیار مردوں کو ہوتا ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب طلاق، لاہور)

باندی کے لئے دو طلاق ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ

علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لونڈی کی طلاق دو طلاقیں ہیں اور اس کی عدت دو حیض ہے۔ محمد بن یحییٰ کہتے ہیں کہ ہم کو اس حدیث کی خبر ابوعاصم نے دی اور انہوں نے مظاہر سے روایت کی اس باب میں عبداللہ بن عمر سے بھی روایت ہے حدیث عائشہ غریب ہے ہم اسے صرف مظاہر بن اسلم کی روایت سے مرفوع جانتے ہیں اور ان کی اس کے علاوہ کوئی حدیث نہیں۔ علماء صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کا اسی حدیث پر عمل ہے سفیان، ثوری،

شافعی، احمد، اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1192)

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا باندی کی طلاقیں دو ہیں اور اس کے قروء دو حیض ہیں ابو عاصم کہتے ہیں کہ مظاہر نے حدیث قاسم حضرت عائشہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کیا مگر اس میں (بجائے قروھا حیضتان کے) وَعِدَّتُهَا حَيْضَتَانِ ہے ابوداؤد نے کہا یہ حدیث مجہول ہے۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 426)

امام ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے خاوند والی عورت تجھ پر حرام ہے لیکن جسے تو اپنے مال سے خریدے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ لونڈی کو بیچنا اس کی طلاق ہے۔ (تفسیر درمنثور)

امام ابن جریر نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ جب لونڈی کو بیچ دیا جائے جبکہ اس کا خاوند بھی ہو تو اس کا آقا اس کے بضعہ (وطی کا محل) کا زیادہ حقدار ہے۔ (تفسیر طبری، روایت 7139)

امام ابن جریر طبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے لونڈی کی طلاق کی چھ صورتیں ہیں (مالک کا) اس کو بیچنا اس کی طلاق ہے، اس کو آزاد کرنا اس کی طلاق ہے، (مالک کا) اس کو (اپنے باپ یا بھائی کو) ہبہ کرنا (تحفتاً دے دینا) اس کی طلاق ہے، اس کی برات اس کی طلاق ہے، اس کے خاوند کی طلاق اس کو طلاق ہے۔ (تفسیر طبری، روایت، 7135)

باندی کی دو طلاقوں میں شوافع واحناف کا اختلاف

امام شافعی اس بات کے قائل ہیں۔ طلاق میں مرد کی حیثیت کا اعتبار کیا جائے گا' یعنی اگر مرد آزاد ہوگا تو اسے تین طلاقیں دینے کا اختیار ہوگا اور اگر وہ غلام ہوگا تو اسے دو طلاقیں دینے کا اختیار ہوگا۔

امام شافعی نے اپنے مؤقف کی تائید میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان پیش کیا ہے۔ "طلاق کا تعلق مردوں سے ہے' اور عدت کا تعلق خواتین سے ہے"۔ امام شافعی نے عقلی دلیل یہ پیش کی ہے۔ مالک ہونا ایک خوبی ہے جو انسان کے ساتھ مخصوص ہے' اور آزاد شخص میں یہ مفہوم مکمل طور پر پایا جاتا ہے اسی لئے (طلاق کا) مالک ہونا بھی اسی میں کامل طور پر پایا جائے گا اور وہ تین طلاقیں دینے کا حق ہے' اس کے برعکس غلام میں ملکیت کا عنصر کم ہوتا ہے اس لئے وہ کم طلاقوں کا مالک ہوگا۔

احناف یہ دلیل پیش کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کنیز کو دو طلاقیں ہوں گی اور اس کی عدت دو حیض ہے"۔ اس کی عقلی دلیل یہ ہے: محل کا حلال ہونا عورت کے حق میں نعمت ہے' اور غلام ہونا نعمت کو نصف کر دیتا ہے۔ البتہ کیونکہ طلاق کو اجزاء میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا' اس لئے پوری دو طلاقیں ہوں گی۔ امام شافعی نے جو اپنے مؤقف کی تائید میں حدیث پیش کی تھی' اس کا جواب یہ ہے: طلاق دینے کا حق مردوں کو حاصل ہے۔ اگر امام شافعی کے مؤقف کو درست تسلیم کرلیا جائے کہ طلاق کی تعداد میں مرد کی حیثیت کا اعتبار کیا جائے گا' تو پھر ان کے پاس اس حدیث کا کوئی جواب نہیں ہوگا' جو احناف نے اپنے مؤقف کی تائید میں پیش کی ہے۔ "کنیز کو دو طلاقیں ہوں گی اور اس کی عدت دو حیض ہے"۔

بَابٌ فِي الطَّلَاقِ قَبْلَ النِّكَاحِ

باب: نکاح سے پہلے طلاق دے دینا

2190 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الصَّبَّاحِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ، قَالَا: حَدَّثَنَا مَطَرٌ الْوَرَّاقُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا طَلَاقَ إِلَّا فِيمَا تَمْلِكُ، وَلَا عِتْقَ إِلَّا فِيمَا تَمْلِكُ، وَلَا بَيْعَ إِلَّا فِيمَا تَمْلِكُ. زَادَ ابْنُ الصَّبَّاحِ، وَلَا وَفَاءَ نَذْرٍ إِلَّا فِيمَا تَمْلِكُ.

عمرو بن شعیب اپنے والد اور دادا کے حوالے سے، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
"طلاق صرف اس کے بارے میں ہوتی ہے جس کے تم مالک ہو، آزاد صرف اسی کو کیا جا سکتا ہے،
جس کے تم مالک ہو، اور فروخت اسی چیز کو کیا جا سکتا ہے، جس کے تم مالک ہو"۔
ابن صباح نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: "نذر صرف اس چیز کے بارے میں پوری کی جائے گی، جس کے تم مالک ہو"۔

نکاح سے پہلے طلاق دینے کا بیان

اگر کہا میرے نکاح سے پہلے تجھے طلاق یا کہا کل گزشتہ میں حالانکہ اُس سے نکاح آج کیا ہے تو دونوں صورتوں میں کلام لغو ہے اور اگر دوسری صورت میں کل یا کل سے پہلے نکاح کر چکا ہے تو اس وقت طلاق ہو گئی۔ یونہی اگر کہا تجھے دو مہینے سے طلاق ہے اور واقع میں نہیں دی تھی تو اس وقت پڑ یگی بشرطیکہ نکاح کو دو مہینے سے کم نہ ہوئے ہوں ورنہ کچھ نہیں اور اگر جھوٹی خبر کی نیت سے کہا تو عند اللہ نہ ہوگی مگر قضاءً ہوگی۔ (تنویر الابصار، باب صریح، ج ۴، ص ۴۷۲)

اور اگر مرد نے یہ کہا: میرے تمہارے ساتھ شادی کرنے سے پہلے ہی تمہیں طلاق ہے' تو کوئی چیز واقع نہیں ہوگی' کیونکہ اس نے طلاق کی نسبت ایسی حالت کی طرف کی ہے' جو ملکیت کے منافی ہے' تو یہ اسی طرح ہوگا' جیسے مرد نے یہ کہا ہو: میں نے تمہیں اس وقت طلاق دی جب میں بچہ تھا' یا جب میں سویا ہوا تھا' یا پھر یہ اطلاع کے طور پر درست ہوگا۔ (ہدایہ، کتاب طلاق، لاہور)

حکم بیان کرتے ہیں یحییٰ بن حمزہ نے مجھ سے بیان کیا میں یہ بات یقین سے کر سکتا ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ نے اہل یمن کو خط کے ذریعے یہ حکم بھیجا تھا کہ قرآن کو صرف باوضو ہاتھ لگا سکتا ہے اور شادی سے پہلے طلاق نہیں دی جا سکتی اور (غلام یا کنیز) کو خریدنے سے پہلے آزاد نہیں کیا جا سکتا۔ امام ابو محمد دارمی سے اس حدیث کے راوی سلیمان بن ابو داؤد جنہوں نے زہری سے یہ روایت نقل کی ہے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو امام ابو محمد دارمی نے کہا میرا خیال ہے کہ یہ صاحب حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سیکرٹری تھے۔ (سنن دارمی: جلد دوم: حدیث نمبر 124)

نکاح سے قبل طلاق میں مذاہب فقہاء

حضرت علی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی مالک ہونے سے پہلے غلام کو آزاد نہیں کیا جاسکتا اور پے در پے کے روزے یعنی رات کو افطار کئے بغیر مسلسل وپیہم روزے رکھے چلے جانا) جائز نہیں ہے (یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے تھا اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے جائز تھا) بالغ ہونے کے بعد کوئی یتیم نہیں رہتا یعنی جس کے ماں باپ نہ ہوں اور وہ بالغ ہو جائے تو اسے یتیم نہیں کہیں گے) دودھ پینے کی مدت کے بعد دودھ پینا رضاعت میں شامل نہیں (یعنی دودھ پینے کی مدت دوسال یا ڈھائی سال ہے اور دودھ پینے کے سبب جو حرمت نکاح ہوتی ہے وہ اس مدت کے بعد دودھ پینے سے ثابت نہیں ہوتی) اور دن بھر چپ رہنا جائز نہیں ہے (یا یہ کہ اس کا کوئی ثواب نہیں ہے) شرح السنۃ۔

اس روایت میں چند اصولی باتوں کو ذکر کیا گیا ہے چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص نکاح سے پہلے ہی طلاق دے تو وہ طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ طلاق دراصل نکاح کا جزء ہے کہ اگر نکاح کا وجود پایا جائے گا تو اس پر طلاق کا اثر بھی مرتب ہوگا اور جب سرے سے نکاح ہی نہیں ہوگا تو طلاق کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہوگی۔

اسی طرح فرمایا گیا کہ غلام جب تک اپنی ملکیت میں نہ آجائے اس کو آزاد کرنے کے کوئی معنی نہیں ہوں گے، اگر کوئی شخص کسی ایسے غلام کو آزاد کردے جس کا وہ ابھی تک مالک نہیں بنا ہے تو وہ غلام آزاد نہیں ہوگا اس اعتبار سے یہ حدیث حضرت امام شافعی اور امام احمد کے مسلک کی دلیل ہے جب کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نکاح سے پہلے طلاق کی اضافت سبب ملک کی طرف کرے تو درست ہے مثلاً زید کسی اجنبی عورت سے یوں کہے کہ اگر میں تم سے نکاح کروں تو تم پر طلاق ہے یا یہ کہے کہ میں جس عورت سے بھ) نکاح کروں اس پر طلاق ہے تو اس صورت میں اگر زید اس عورت سے نکاح کرے گا تو نکاح کے وقت اس پر طلاق پڑ جائے گی۔

اسی طرح اگر کوئی شخص آزادی کی اضافت ملک کی طرف کرے مثلاً یوں کہے کہ اگر میں اس غلام کا مالک بنوں تو یہ آزاد ہے یا یہ کہے کہ میں جس غلام کا مالک بنوں وہ آزاد ہے تو اس صورت میں وہ غلام اس شخص کی ملکیت میں آتے ہی آزاد ہو جائے گا۔

لہٰذا یہ حدیث حنفیہ کے نزدیک نفی تنجیز پر محمول ہے یعنی اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس طلاق کا کبھی بھی کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا بلکہ اسکا مطلب صرف یہ ہے کہ جس لحہ اس نے طلاق دی ہے اس لحہ طلاق نہیں پڑتی اس طرح اس حدیث سے طلاق کی تعلیق کی نفی نہیں ہوتی۔

ایک بات یہ فرمائی گئی ہے کہ دن بھر چپ رہنا جائز یا لا حاصل ہے اس ممانعت کی دلیل یہ ہے کہ پچھلی امتوں میں چپ رہنا عبادت کے زمرہ میں آتا تھا۔ اور دن بھر چپ رہنا تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی کہ ہماری امت میں یہ درست نہیں ہے کہ اس کی دلیل سے کچھ ثواب حاصل نہیں ہوتا ہاں اپنی زبان کو لایعنی کلام اور بری باتوں میں مشغولیت کے بجائے یقیناً یہ زیادہ بہتر ہے کہ اپنی زبان کو ہر وقت خاموش رکھا جائے۔

نکاح سے قبل وقوع طلاق میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت عمر بن شعیب اپنے والد اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن آدم جس چیز پر ملکیت نہیں رکھتا اس میں اس کی نذر صحیح نہیں اس طرح ایسے غلام یا باندی کو آزاد کرنا بھی صحیح نہیں جس کا وہ مالک نہیں اور طلاق نہیں اس میں جس کا وہ مالک نہیں ہوتا۔

اس باب میں حضرت علی، معاذ، جابر، ابن عباس، عائشہ سے بھی روایت ہے حدیث عبداللہ بن عمرو حسن صحیح ہے اس باب میں یہ اصح حدیث ہے اکثر علماء صحابہ کا یہ قول ہے علی بن ابی طالب، ابن عباس، جابر، سعید بن مسیب حسن، سعید بن جبیر، علی بن حسین، شریح، اور جابر بن زید سے بھی یہی منقول ہے کئی فقہاء تابعین اور شافعی کا بھی یہی قول ہے۔

حضرت ابن مسعود سے منقول ہے کہ اگر عورت یا قبیلے کا تعین کر کے کہے (یعنی فلاں قبیلہ کی عورت سے نکاح کروں تو طلاق ہے) تو طلاق واقع ہو جاتی ہے یعنی جیسے ہی وہ نکاح کرے گا طلاق ہو جائے گی۔

ابراہیم نخعی شعبی، اور دیگر اہل علم سے مروی ہے کہ کوئی وقت مقرر کرے گا تو طلاق ہو جائے گی سفیان، اور مالک بن انس کا یہی قول ہے کہ جب کسی کہ جب کسی خاص عورت کا نام لے کر یا کوئی وقت مقرر کر کے کہے اگر میں فلاں شہر کی عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق ہے ان صورتوں میں نکاح کرتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی ابن مبارک اس مسئلے میں شدت اختیار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایسا کرنے سے وہ عورت حرام بھی نہیں ہوتی۔

واقعہ یہ ہے کہ ابن مبارک سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص نکاح نہ کرنے پر طلاق کی قسم کھالے یعنی کہتے کہ اگر میں نے نکاح کیا تو میری بیوی کو طلاق ہے پھر اسے نکاح کا خیال آیا تو کیا اس کے لیے ان فقہاء کے قول پر عمل جائز ہے جو اس کی اجازت دیتے ہیں ابن مبارک نے فرمایا اگر وہ اس مسئلے میں مبتلا ہونے سے پہلے ان کے قول کو صحیح سمجھتا تھا تو اب بھی اس پر عمل کر سکتا ہے لیکن اگر پہلے اجازت نہ دینے والے فقہاء کے قول کو ترجیح دیتا تھا تو اب بھی اجازت دینے والے فقہاء کے قول پر عمل جائز نہیں۔

امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر اس نے نکاح کر لیا تو میں اس کو بیوی چھوڑنے کا حکم نہیں دیتا۔ اسحاق فرماتے ہیں کہ میں کسی متعین قبیلے، شہر، یا عورت کے متعلق حضرت ابن مسعود کی حدیث کی بناء پر اجازت دیتا ہوں اور اگر وہ نکاح کر لے تو میں نہیں کہتا کہ عورت اس پر حرام ہے غیر منسوبہ عورت کے بارے میں بھی اسحاق نے وسعت دی ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1191)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلاق نہیں ہے مگر جس کا تو مالک ہے اور آزاد کرنا نہیں ہے مگر جس کا تو مالک ہے اور بیع نہیں ہے مگر جس کا تو مالک ہے ابن الصباح نے یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ نذر کا پورا کرنا نہیں ہے مگر جس کا تو مالک ہے۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 427)

طلاق کو نکاح کے ساتھ معلق کرنے کا فقہی بیان

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ کسی عورت سے کہا (۱) اگر تجھ سے نکاح کروں یا (۲) جب، یا (۳) جس وقت تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق ہے تو نکاح ہوتے ہی طلاق ہو جائے گی۔ یونہی اگر خاص عورت کو معین نہ کیا بلکہ کہا

اگر یا جب یا جس وقت میں نکاح کروں تو اُسے طلاق ہے تو نکاح کرتے ہی طلاق ہو جائے گی مگر اس کے بعد دوسری عورت سے نکاح کریگا تو اُسے طلاق نہ ہوگی۔ ہاں اگر کہا (۴) جب کبھی میں کسی عورت سے نکاح کروں اُسے طلاق ہے تو جب کبھی نکاح کریگا طلاق ہو جائے گی۔ ان صورتوں میں اگر چاہے کہ نکاح ہو جائے اور طلاق نہ پڑے تو اس کی صورت یہ ہے کہ فضولی (یعنی جسے اس نے نکاح کا وکیل نہ کیا ہو) بغیر اس کے حکم کے اُس عورت یا کسی عورت سے نکاح کر دے اور جب اسے خبر پہنچے تو زبان سے نکاح کو نافذ نہ کرے بلکہ کوئی ایسا فعل کرے جس سے اجازت ہو جائے مثلاً مہر کا کچھ حصہ یا کل اُس کے پاس بھیج دے یا اُس کے ساتھ جماع کرے یا شہوت کے ساتھ ہاتھ لگائے یا بوسہ لے یا لوگ مبارکباد دیں تو خاموش رہے انکار نہ کرے تو اس صورت میں نکاح ہو جائے گا اور طلاق نہ پڑیگی اور اگر کوئی خود نہیں کر دیتا اسے کہنے کی ضرورت پڑے تو کسی کو حکم نہ دے بلکہ تذکرہ کرے کہ کاش کوئی میرا نکاح کر دے یا کاش تو میرا نکاح کر دے یا کیا اچھا ہوتا کہ میرا نکاح ہو جاتا اب اگر کوئی نکاح کر دیگا تو نکاح فضولی ہوگا اور اس کے بعد وہی طریقہ برتے جو اوپر مذکور ہوا۔ (درمختار، باب تعلیق، ج ۵، ۵۸۴)

معصیت کی قسم کی حیثیت نہ ہونے کا بیان

2191 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ زَادَ: مَنْ حَلَفَ عَلَى مَعْصِيَةٍ، فَلَا يَمِينَ لَهُ، وَمَنْ حَلَفَ عَلَى قَطِيعَةِ رَحِمٍ، فَلَا يَمِينَ لَهُ.

❀❀ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں:

''جو شخص کسی معصیت (کے ارتکاب) کا حلف اٹھائے، اس کی قسم (کی کوئی حیثیت) نہیں ہوتی اور جو قطع رحمی (کرنے) کا حلف اٹھائے، اس کی قسم (کی کوئی حیثیت) نہیں ہوتی۔''

2192 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَالِمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ الْمَخْزُومِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي هٰذَا الْخَبَرِ، زَادَ: وَلَا نَذْرَ إِلَّا فِيمَا ابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُ اللّٰهِ تَعَالَى ذِكْرُهُ

❀❀ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، جس میں یہ الفاظ زائد ہیں:

''نذر صرف اس چیز کے بارے میں ہوتی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ارادہ کیا جائے''

نذر کا تعارف

نَذَرَ یَنذُرُ نَذرًا باب ضَرَبَ اور نَصَرَ سے ہے اس کی جمع نُذُور آتی ہے۔[1] اردو محاورہ میں اس کے لئے منت یا نیاز ماننا کے اصطلاحات استعمال ہوتے ہیں۔ مفردات فی غریب القرآن میں ہے: "النذر أن توجب على نفسك ما ليس بواجب

2192- حديث حسن. عبد الرحمن بن الحارث- وهو ابن عبد الله بن عياش المخزومي- متابع. ابو اسامة: هو حماد بن اسامة بن زيد. واخرجه ابن ماجه (2047) من طريق عبد الرحمن بن الحارث، بهذا الاسناد. واخرجه النسائي في "الكبرى" (4715) من طريق عبد الله بن الاخنس، عن عمرو بن شعيب، به. وسياتي من طريق عبيد الله بن الاخنس بتمامه برقم (3274). وهو في "مسند احمد" (6714) و (6732).

لحدوث أمر، يقال: نَذَرْتُ لله أمراً" یعنی" نذر کسی پیش آمدہ امر کی وجہ سے اپنے اوپر ایسی چیز کو واجب کرنا ہے جو حقیقتاً واجب نہ ہو مثلاً کوئی کہتا ہے: میں نے فلاں چیز کی اللہ تعالیٰ کے لیے منت مانی ہے"۔[2]

نذر کے لئے مترادف لفظ "النحب" استعمال ہوتا ہے، کہتے ہیں: "قضى فلان نَحْبَهُ أي وَفَى بنذره" یعنی فلاں نے اپنی نذر پوری کی۔[3] اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ﴾۔[4] النہایۃ فی غریب الحدیث میں ہے: "إذا أوجبت على نفسك شيئا تبرعا من عبادة أو صدقة أو غير ذلك" یعنی" جب آپ نے کوئی عبادت یا صدقہ یا اس طرح کی کوئی چیز اپنے اوپر تبرعاً (اپنی رضا اور رغبت سے) لازم کردی تو یہ نذر کہلاتا ہے"۔[5]

نذر کا ثبوت کتاب اللہ سے

آیت نمبر 1: ﴿وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ﴾[6] یعنی اور اپنی منتوں کو پوری کریں۔ آیت کا شان نزول اگرچہ خاص ہے، جو حج اور اس کے متعلقات ہیں، مگر اس کا حکم عام ہے کہ جس چیز کی نذر مانو وہ پوری کرو۔[7]

آیت نمبر 2: ﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا﴾[8] یعنی یہ نیکو کار لوگ نذریں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے جس کی سختی پھیل رہی ہوگی۔ خوف رکھتے ہیں۔ تفسیر بیضاوی میں اس آیت کے تحت لکھا ہے: "اس آیت میں ان لوگوں کی بڑی توصیف بیان فرمائی ہے جو ان واجبات کی ادائیگی کا اہتمام کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے اوپر لازم کر دیئے ہیں ایسے لوگ یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد احکام کا اس سے زیادہ اہتمام کرنے والے ہوں گے"۔[9]

آیت نمبر 3 ﴿إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَٰنِ صَوْمًا﴾[10] یعنی میں نے خدا کے لیے روزے کی منت مانی ہے۔

آیت نمبر 4: ﴿وَمَا أَنفَقْتُم مِّن نَّفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُم مِّن نَّذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ﴾[11] یعنی اور تم خدا کی راہ میں جس طرح کا خرچ کرو یا کوئی نذر مانو تو خدا اس کو جانتا ہے۔ اس آیت میں نیکی کی نذر کی حوصلہ افزائی اور برائی کی نذروں کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ سب معلوم ہے کہ تم رضاء الٰہی کی خاطر منتیں مانتے ہو اور خرچ کرتے ہو، یا زیا کاری اور نمود ونمائش کے لئے۔

نذر کا ثبوت سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانی تو اس کو پورا کرے، اور جس نے اس کی نافرمانی کی نذر مانی، تو اسے پورا کر کے اس کی نافرمانی نہ کرے)۔[12]

دوسری حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تم میں بہترین لوگ میرے زمانہ والے ہیں پھر وہ جو ان کے بعد ہوں گے، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے، پھر ایک قوم آئے گی جو نذریں مانے گی اور ان کو پورا نہیں کرے گی..."۔[13]

نذر کا ثبوت اجماع امت سے

نذر کے اثبات کے سلسلے میں مسلمانوں کا اجماع نقل ہوا ہے۔ چنانچہ المغنی میں ہے کہ: "تمام اہل اسلام نذر کے درست ہونے پر متفق ہیں اور اس کے پورا کرنے کو واجب سمجھتے ہیں"۔[14]

نذر کے متعلق چند روایات حدیث کی وضاحت

کئی احادیث ایسی ہیں جن میں نذر ماننے کی حوصلہ افزائی نہیں کی گئی ہے مثلاً صحیح بخاری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ نذر تقدیر کو آگے پیچھے نہیں کر سکتی البتہ اس کے ذریعے بخیل کا مال حاجتمندوں کے لئے نکال دیا جاتا ہے"۔[15] صحیح مسلم میں ایسی ہی ایک اور روایت آئی ہے کہ نذر مت مانو کہ یہ تقدیر کو نہیں ٹال سکتی یہ صرف بخیل کے مال خرچ کرنے کا ذریعہ ثابت ہوتی ہے۔[16]

فتح الباری سے اس حدیث کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے کہ ہر وہ نیک عمل جسے ایک بندہ شروع کرتا ہے اس سے بہتر ہے کہ اس کو نذر کے ساتھ باندھ لے کیوں کہ نذر میں حصول مقصد تک عبادت کی تاخیر آتی ہے اور نیک کام کو ضرورت پوری ہونے تک موقوف کرتا ہے کہ جب تک حاجت سامنے نہ ہوں تب تک نیک عمل چھوڑ دیا جاتا ہے (جو مناسب نہیں ہے)۔[17] مزید لکھتے ہیں کہ لوگوں کی عام عادت یہ ہے کہ وہ نذر کو کسی منفعت کے حصول یا ضرر کو دفع کرنے کے لئے مانتے ہیں پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے طرز عمل سے منع فرمایا کیونکہ سخی شخص جب کسی نیک کام کا ارادہ کرجاتا ہے تو اس کو بالفور ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے بخلاف بخیل کے کہ وہ اس وقت تک ہاتھ سے کوئی چیز جانے نہیں دیتا جب تک اس کو اس کے بدلے کی امید نہ ہوں۔[18]

نذر کے ارکان وشرائط

نذر کا ایک رکن ہے۔ علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ (م587ھ) فرماتے ہیں: "فَرُكْنُ النَّذْرِ هُوَ الصِّيغَةُ الدَّالَّةُ عَلَيْهِ".[19] "نذر کا رکن وہ صیغہ ہے جو اس کے وجوب پر واضح دلالت کرتا ہے"۔ المغنی میں ہے: نذر کا صیغہ واضح ہو اور ایسے لفظ پر مشتمل ہو جو لزوم پر دلالت کرے چنانچہ صرف دل میں نیت کرنے سے لازم نہیں ہوتا جس طرح تمام عقود کا معاملہ ہے جس میں زبان سے الفاظ کی ادائیگی ضروری ہے۔ کتابت سے بھی اس کا وجوب ثابت ہوتا ہے اسی طرح گونگے کا واضح اشارہ اس کو واجب کرتا ہے۔[20]

نذر کی قسمیں:

نذر کی دو قسمیں ہیں:

1- نذر مطلق: جس میں کوئی عبادت کسی شرط یا صفت سے مشروط نہ ہو۔ مثلاً کوئی کہہ دے: "للہ علی أن أصوم" یعنی "اللہ کے لئے میں اپنے اوپر روزہ رکھنا لازم کرتا ہوں"۔

2- نذر مشروط: جس کو کسی شرط سے معلق کردے مثلاً: اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دے دی تو مجھ پر صدقہ یا ایک مہینے روزے رکھنا لازم ہے"۔[21] حسب قاعدہ اس قسم کا نذر شرط یا سبب کی موجودگی کے بعد واجب ہوجاتی ہے اس سے پہلے نہیں جیسا کہ مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ اس صورت میں نذر کی ادائیگی اس سبب کے وجود کے بعد جائز ہوجاتی ہے جس سے نذر مشروط کردیا گیا ہے"۔[22]

شرائط نذر

نذر کے لئے لازمی ہے کہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ ایسی نذر جو اللہ کے سوا کسی اور کے تقرب کے لئے مانی گئی ہو، درست نہیں۔ ایسی نذر باطل ہے جس سے شرک فی العبادۃ لازم آتا ہے۔ اہل جاہلیت بتوں کے لئے منتیں مانتے تھے۔

علامہ محمد امین الشامی (م ۱۲۵۲ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو نذر اس زمانے میں اکثر عوام مردوں کے لئے مانتے ہیں اور اسی طرح اولیائے کرام کی قبروں پر مختلف اشیاء مثلاً پیسے، موم بتی اور تیل وغیرہ ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے رکھی جاتی ہیں تو یہ بالاجماع باطل و حرام ہے"۔[23]

ناذر کے لئے مطلوبہ شرائط

نذر ماننے والے مرد و عورت کے لئے مندرجہ ذیل اوصاف کا حامل ہونا ضروری ہے:

1۔ اسلام: ناذر کا مسلمان ہونا ضروری ہے کہ نذر طاعت اور عبادت ہے جس کی ادائیگی صرف مسلمان سے صحیح ہے۔ کسی غیر مسلم سے درست نہیں کہ کافر کا عمل قربت و عبادت شمار نہیں ہوتا۔

2۔ عقل و بلوغ: نذر ماننے والے کا عاقل اور بالغ ہونا ضروری ہے اس شرط کے تحت صبی (بچے) اور مجنون کی طرف سے نذر ماننا درست نہیں کیوں کہ نذر کا حکم وجوب ہے۔ بچہ اور دیوانہ وجوب کے اہل نہیں۔

3۔ طواعیت (رضا و رغبت): اس کا مطلب ناذر کا اپنی خوشی اور بغیر اکراہ کے نذر ماننا ہے۔ یہ شرط شوافع کے نزدیک ہے۔ احناف اس کے قائل نہیں ان کے ہاں اکراہ اور اسی طرح ہنسی مذاق سے بھی اس کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔[24]

منذور بہ (جس چیز کی منت مانی جاتی ہے) کے لئے مطلوبہ شرائط

شرعاً اس کا وجود ممکن ہو

اس کا مطلب یہ ہے کہ نذر اس چیز کا ماننا درست ہے جس کا شرعی وجود ہو اگر شرعاً ممکن الوجود نہ ہو تو ایسی نذر صحیح نہیں مثلاً کوئی کہے: لِلّٰهِ تَعَالٰی عَلَیَّ أَنْ أَصُوْمَ لَیْلًا۔ اللہ تعالیٰ کے لئے مجھ پر رات کے وقت روزہ رکھنا واجب ہے۔ چوں کہ رات صوم (روزے) کا محل نہیں اور شرعاً یہ ممکن نہیں کیوں کہ روزے کے لئے مقررہ وقت دن ہے نہ کہ رات اس لئے یہ نذر صحیح نہیں۔

نذر قربت (عبادت) ہو

جس چیز کی منت مانی جاتی ہے وہ اطاعت ہو اور کسی معصیت کا کام نہ ہو مثلاً اگر کسی نے کہا کہ "میں شراب پینے، فلاں شخص کو قتل کرنے، اس کو مارنے یا گالی دینے کی نذر مانتا ہوں"۔[25] تو یہ جائز نہیں کیونکہ معصیت یا گناہ کا ارتکاب شرعاً ممنوع ہے لہٰذا اس کی منت ماننا بھی منع اور نا جائز ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نذر ماننا درست نہیں یعنی جو نذر گناہ سے متعلق ہو اس کا پورا کرنا جائز نہیں"۔[26] ایک دوسری روایت میں ہے: "جس نے گناہ کی نذر مانی کہ میں فلاں کام کروں گا تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے اور اس معصیت کے کام کو چھوڑ دے جس کا ارادہ کر رکھا ہے"۔[27]

منذور کام کی مثل عبادت فرائض و واجبات میں موجود ہو

اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف ان کی نذر ماننا درست ہے جن کی نظیر اور مثل فرض یا واجب عبادت میں موجود ہو مثلاً نماز، روزہ ،حج ،صدقہ، اعتکاف، احرام باندھنا اور قربانی وغیرہ۔ان تمام طاعات کے نظائر شریعت میں فرض یا واجب شکل میں موجود ہیں۔[28]اس شرط کی دلیل یہ بیان کی جاتی ہے کہ" نذر بندے کا کسی چیز کا اپنے اوپر واجب کرنا ہے اور یہ تب معتبر ہوگا جب اس کو کسی نوع میں اللہ تعالیٰ نے واجب کیا ہو۔کیونکہ بندے کا کام اتباع ہے نہ کہ اپنی طرف نئی چیز کا اضافہ کرنا"۔[29]

اس اصول کے تحت ایسے اعمال جو بذاتہ مقصود نہیں ہیں بلکہ غیر کی وجہ سے مشروع ہیں یا عادات اور مباحات کے زمرے میں آتے ہیں ان کی نذر درست نہیں مثلاً مریض کی عیادت کرنا، کھانا پینا، نکاح کرنا، بیوی کو طلاق دینا، سونا، شکار کھیلنا، سفر کرنا، وضو یا غسل کرنا، مسجد داخل ہونا، قرآن مجید کو چھونا یا اس کا ختم کرنا، اذان کہنا، مسجد کی تعمیر کرنا وغیرہ جیسی طاعات کی نذر صحیح نہیں ہے کیوں کہ یہ عبادات مقصودہ نہیں ہیں بلکہ ان کے وسائل ہیں۔[30]

کیا امور مباح کی نذر ماننے سے قسم کا کفارہ واجب ہوتا ہے

حنابلہ ان میں قسم کا کفارہ واجب کرتے ہیں اور استدلال میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میری بہن نے نذر مانی ہے کہ وہ پیدل حج کرے گی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ آپ کی بہن کی مشقت سے اللہ تعالیٰ کا کیا سروکار ہے اسے کہہ دو کہ سوار ہو کر حج کرے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔[31]۔

احناف، مالکیہ اور شوافع کے نزدیک ان میں کفارہ نہیں ہے۔ان کا استدلال یہ ہے کہ ایسی نذر درست نہیں تو اس میں کفارہ بھی واجب نہیں۔نیز یہ حدیث بھی ان کا مستدل ہے کہ" آپ ﷺ نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جسے اس کے دو بیٹے تھامے پاؤں گھسیٹ کر لے جا رہے تھے۔آپ ﷺ نے استفسار کیا تو بیٹوں نے کہا کہ اس نے نذر مانی ہے کہ پیدل چلوں گا۔آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو اس بات کی پروا نہیں کہ کوئی اس طرح اپنی نفس کو سزا دے (یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں اس طرح کی باتوں کی کوئی اہمیت نہیں) پھر آپ ﷺ نے اس کو سوار ہونے کا حکم دیا"۔[32] اس روایت میں کفارہ کا ذکر نہیں ہے۔بعض ناپختہ اور ناواقف عوام اولیائے کرام کی قبور تک پیدل اور بعض اوقات برہنہ پاؤں جانے کی نذر مانتے ہیں جو اصولاً ناجائز اور حرام ہے۔

فرض یا واجب عبادت کی نذر درست نہیں

ناذر کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ من جانب اللہ مقرر کردہ کسی فرض یا واجب کی نذر مانے مثلاً کوئی کہہ دے کہ میں ظہر کی نماز کی نذر مانتا ہوں۔ایسی نذر صحیح نہیں ہے اور ایسے شخص پر کچھ بھی واجب نہیں۔یہی رائے شوافع فقہاء کا بھی ہے۔[33] جبکہ حنابلہ کے نزدیک اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے کہ نذر اس صورت میں قسم ہے۔المغنی میں ہے:" کہ نذر قسم کی طرح ہے اور رسول کریم ﷺ نے اس کو قسم کہا ہے"۔[34]

دیگر فقہاء کے نزدیک نذر اور قسم میں فرق ہے۔کہ قسم کھانے میں یہ ضروری نہیں کہ جس چیز کی قسم کھائی، وہ عبادت ہو۔جب

کہ نذر میں اس کا عبادت میں سے ہونا ضروری ہے۔[35]

نذر کے مصارف

جن لوگوں کو زکوٰۃ دی جاتی ہے ان کو نذر کا مال بھی دیا جا سکتا ہے۔ نذر ایک واجب صدقہ ہے جو کوئی کسی غنی شخص یا نذر ماننے والے اور اس کے اہل وعیال کے لئے روا نہیں۔ کسی معین چیز کی جگہ اس کی قیمت بھی دی جاسکتی ہے۔[36] اس طریقے میں سہولت بھی ہے اور فقیر کی حاجت کو بھی اچھے طریقے سے پورا کرتا ہے۔

خلاصۂ بحث

کسی پیش آمدہ امر کی وجہ سے اپنے اوپر ایک غیر واجب چیز کو واجب ولازم کرنا نذر کہلاتا ہے۔ اس کے لئے منت ماننا، نیاز ماننا اور النحب کے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ نذر کی دو قسمیں ہیں: نذر مطلق: جس میں کوئی عبادت کسی شرط یا صفت سے مشروط نہ ہو۔ اور نذر مشروط: جس کو کسی شرط سے معلق کیا گیا ہو۔ نذر کا اثبات کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع امت سے ہوتا ہے۔ بعض احادیث میں نذر کی جو ممانعت آئی ہے، تو اس سے مراد نہی تنزیہی ہے، تحریمی نہیں۔ یا وہ نہی اس علت (حصول مقصد) کی بنیاد پر ہے کہ اس کی وجہ سے نیک کام میں تاخیر آتی ہے۔ نذر کی درستگی کے لئے اس کے ارکان وشرائط کی موجودگی ضروری ہے۔ نذر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے نام پر ہوسکتی ہے، غیر اللہ کے نام پر مانی گئی تمام نذریں باطل اور غیر لازم ہیں۔ فرض و واجب اور مباح امور کی نذر ماننے سے نذر درست نہیں، البتہ ناذر پر حنابلہ کے ہاں قسم کا کفارہ لازم ہوتا ہے، کیونکہ ان کے ہاں نذر اور قسم میں کوئی فرق نہیں۔ مصارف زکوٰۃ ہی مصارف نذر ہیں۔ نذر کا مال خود ناذر یا اس کی اہل وعیال استعمال نہیں کر سکتے۔

حواشی وحوالہ جات

ابن منظور، محمد بن مکرم۔ لسان العرب۔ ط: دار صادر بیروت، 5/200، ۲ اصفہانی، حسین بن محمد راغب۔ مفردات فی غریب القرآن۔ ط: ۱۴۱۲ھ، دار العلم الدار الشامیہ بیروت، 1/797، ۳ مفردات فی غریب القرآن، 1/ 794 القرآن الکریم، سورۃ الاحزاب 33:23 الجزری، ابو السعادات المبارک بن محمد۔ النہایۃ فی غریب الحدیث۔ ط: ۱۳۹۹ھ، مکتبۃ العلمیہ بیروت، 5/927 القرآن الکریم، سورۃ الحج 22:29 الطبری، محمد بن جریر۔ تفسیر الطبری (جامع البیان فی تاویل القرآن)۔ ط: ۲۰۰۰ء، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، تفسیر سورۃ الحج ۲۲:۲۹۸ القرآن الکریم، سورۃ الدہر 76:7 بیضاوی، ناصر الدین عبداللہ بن عمر بن محمد۔ تفسیر البیضاوی۔ ط: دار الفکر بیروت، 5/427 القرآن الکریم، سورۃ مریم 19:26 القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ 2:270 [12] امام بخاری، محمد بن عبداللہ البخاری۔ صحیح البخاری۔ ط: دار الشعب القاہرہ، کتاب الایمان والنذور (87)، باب الوفاء بالنذر (25) [13] ایضاً، حدیث: 6695 [14] المقدسی، عبداللہ بن احمد بن قدامۃ المقدسی ابو محمد۔ المغنی۔ ط: دار الفکر بیروت، 11/332 [15] صحیح البخاری، حدیث: 6692 [16] امام مسلم، مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری۔ صحیح مسلم۔ ط: دار الجیل بیروت، کتاب النذور (27) باب النہی عن النذر ولا یرد شیئا (2) [17] العسقلانی، احمد بن علی بن حجر۔ فتح الباری شرح البخاری۔ ط: ۱۳۷۹ھ، دار المعرفۃ بیروت، 11/580 [18] فتح الباری، 11/580 [19] الکاسانی علاء الدین ابو بکر بن مسعود بن احمد۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع۔ ط: مکتبہ جمالیہ، مصر، 10/324 [20] المغنی، 11/373 [21] ایضاً [22] الشرنبلالی، حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی الحنفی۔ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح۔ ط: ص 260 [23] الشامی، ابن عابدین محمد امین الشامی۔ رد المحتار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار۔ ط: دار الفکر، بیروت، 8/50 [24] بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، 10/324-325 [25] بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع 10/327 [26] النیسابوری، مسلم بن الحجاج بن مسلم۔ صحیح مسلم۔ ط: دار جیل بیروت، کتاب النذور (27) باب لا وفاء لنذر، حدیث نمبر: 4333 [27] امام مالک، مالک بن انس ابو عبداللہ الاصبحی۔ موطا امام مالک۔ ط: دار احیاء التراث العربی، مصر، حدیث نمبر: 1014 [28] بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، 10/328 [29] مراقی الفلاح شرح نور الایضاح: ص 260 [30] بدائع الصنائع فی ترتیب

الشرائع، 10/328[31] ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داؤد، ط: دار الکتاب العربی، بیروت، کتاب الایمان والنذور (22) باب من رای علیہ کفارۃ[32] صحیح البخاری، کتاب الایمان والنذور (87) باب من نذر المشی الی الکعبۃ (27) حدیث نمبر:1865[33] مراقی الفلاح، ص260[34] المغنی 11/332[35] مراقی الفلاح، ص260[36] الموصلی، عبداللہ بن محمود، الاختیار لتعلیل المختار، ط:1426ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت،

نذر اور ایصالِ ثواب سے متعلق احادیث کا بیان

1۔ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم : إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا، وَأَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ، فَهَلْ لَهَا أَجْرٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ.

''ایک آدمی نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا: میری والدہ اچانک فوت ہو گئی ہے اور میرا خیال ہے کہ اگر وہ (بوقتِ نزع) گفتگو کر سکتی تو صدقہ کرتی۔ اگر میں اس کی طرف سے خیرات کروں تو کیا اسے ثواب پہنچے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔''

1. بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب موت الفجأۃ البغتۃ، 1:467، رقم:1322،2. مسلم، الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب وصول ثواب الصدقۃ عن المیت إلیہ، 2:696، رقم:1004،3. ابوداود، السنن، کتاب الوصایا، باب ماجاء فیمن مات وصیۃ یصدق عنہ، 3:118، رقم:2881

2۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم : إِنَّ أَبِي مَاتَ وَتَرَكَ مَالًا وَلَمْ يُوصِ، فَهَلْ يُكَفِّرُ عَنْهُ أَنْ أَتَصَدَّقَ عَنْهُ؟ قَالَ: نَعَمْ.

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے والد کا انتقال ہو گیا ہے اور اس نے مال چھوڑا ہے مگر اس بارے میں کوئی وصیت نہیں کی۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا یہ (صدقہ کرنا) اس (کے گناہوں) کا کفارہ بن جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔''

1. مسلم، الصحیح، کتاب الوصیۃ، باب وصول ثواب الصدقات إلی المیت، 3:1254، رقم:1630،2. نسائی، السنن، کتاب الوصایا، باب فضل الصدقۃ عن المیت، 6:251، رقم:3652،3. ابن ماجہ، السنن، کتاب الوصایا، باب من مات ولم یوص ہل یصدق عنہ، 2:206، رقم:2716،4. احمد بن حنبل، المسند، 2:371، رقم:8828،5. ابن خزیمہ، الصحیح، 4:123، رقم:2498

3۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أُمِّي تُوُفِّيَتْ أَفَيَنْفَعُهَا إِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَإِنَّ لِي مَخْرَفًا فَأُشْهِدُكَ أَنِّي قَدْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا. وَقَالَ أَبُو عِيسَى: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. وَبِهِ: يَقُولُ أَهْلُ الْعِلْمِ يَقُولُونَ: لَيْسَ شَيْءٌ يَصِلُ إِلَى الْمَيِّتِ إِلَّا الصَّدَقَةُ وَالدُّعَاءُ.

''یا رسول اللہ! میری والدہ فوت ہو چکی ہے اگر میں اس کی طرف سے صدقہ دوں تو کیا وہ اسے کوئی نفع دے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اس نے عرض کیا: میرے پاس ایک باغ ہے آپ گواہ رہیں کہ میں نے یہ باغ اس کی طرف سے صدقہ کر

دیا۔'' امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے اور علماء کا یہی قول ہے، وہ فرماتے ہیں: میت کو صرف صدقہ اور دعا پہنچتی ہے۔''

1۔ ترمذی، السنن، کتاب الزکاۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب ما جاء فی الصدقۃ عن المیت، 3:56، رقم:669،2۔ ابوداود، السنن، کتاب الوصایا، باب ما جاء فیمن مات وصیۃ یصدق عنہ، 3:118، رقم:2882،3۔ نسائی، السنن، کتاب الوصایا، باب فضل الصدقۃ عن المیت، 6:252، رقم:3655

4۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا مَاتَ الإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ.

''جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے (ان کا اجر اسے برابر ملتا رہتا ہے): ایک وہ صدقہ جس کا نفع جاری رہے، دوسرا وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے، تیسری وہ نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔''

1۔ مسلم، الصحیح، کتاب الوصیۃ، باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاتہ، 3:1255، رقم:1631،2۔ ابوداود، السنن، کتاب الوصایا، باب ما جاء فی الصدقۃ عن المیت، 3:117، رقم:2880،3۔ ابن ماجہ، السنن، المقدمۃ، باب ثواب معلم الناس الخیر، 1:88، رقم:239،4۔ بخاری، الادب المفرد، 1:28، رقم:38

5۔ امام سفیان ثوری بیان کرتے ہیں کہ حضرت طاوس نے فرمایا:

إِنَّ الْمَوْتَى يُفْتَنُونَ فِي قُبُورِهِمْ سَبْعًا، فَكَانُوا يَسْتَحِبُّونَ أَنْ يُطْعَمَ عَنْهُمْ تِلْكَ الأَيَّامِ. وَقَالَ السُّيُوطِيُّ: إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ.

''بے شک سات دن تک مردوں کو ان کی قبروں میں آزمایا جاتا ہے اس لئے لوگ ان دنوں میں ان کی طرف سے کھانا کھلانے کو مستحب سمجھتے تھے۔'' ''امام سیوطی نے کہا ہے کہ اس روایت کی اسناد صحیح ہیں۔''

1۔ ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، 4:11،2۔ سیوطی، الدیباج علی صحیح مسلم، 2:491، رقم:905،3۔ سیوطی، شرح علی سنن النسائی، 4:104

درج بالا روایات سے ثابت ہوا کہ ایصالِ ثواب اور صدقات وخیرات کے لئے کسی کے نام کی طرف نسبت شرعاً جائز بلکہ سنت ہے۔

نیک عمل کا کسی کے نام انتساب جائز ہے

کوئی نیک عمل کر کے کسی کی روح کو ایصالِ ثواب کرنا یا اس کے نام سے منسوب کرنا یہ از روئے شرع جائز اور باعثِ ثواب عمل ہے۔ نذر و نیاز، صدقہ وخیرات اعمالِ خیر میں سے ہیں اور جیسے ہر عمل خالصتاً اللہ کے لئے ہوتا ہے مگر جس بزرگ، شیخ، دوست یا عزیز کے لئے ایصالِ ثواب کیا جائے اس کے نام سے منسوب کرنا از روئے شرع جائز اور درست ہے۔ اس حوالے سے چند احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں۔

کسی کی طرف سے نفل نماز ادا کرنا

6۔ سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مروی ہے کہ انہوں نے بصرہ کی ایک بستی اُبُلّہ سے آئے ہوئے حاجیوں سے فرمایا تھا کہ تم میں سے کوئی شخص مسجد عشّار میں دو یا چار رکعت نفل نماز پڑھ کر میری طرف منسوب کرے۔ روایت کے

الفاظ یہ ہیں:

عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ صَالِحِ بْنِ دِرْهَمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: انْطَلَقْنَا حَاجِّينَ، فَإِذَا رَجُلٌ فَقَالَ لَنَا: إِلَى جَنْبِكُمْ قَرْيَةٌ يُقَالُ لَهَا الْأُبُلَّةُ؟ فَقُلْنَا: نَعَمْ. قَالَ: مَنْ يَضْمَنُ لِي مِنْكُمْ أَنْ يُصَلِّيَ لِي فِي مَسْجِدِ الْعَشَّارِ رَكْعَتَيْنِ أَوْ أَرْبَعًا، وَيَقُولُ هَذِهِ لِأَبِي هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ خَلِيلِي رَسُولَ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم يَقُولُ: إِنَّ اللهَ يَبْعَثُ مِنْ مَسْجِدِ الْعَشَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُهَدَاءَ لَا يَقُومُ مَعَ شُهَدَاءِ بَدْرٍ غَيْرُهُمْ.

''ابراہیم بن صالح بن درہم کا بیان ہے کہ میرے والد محترم نے فرمایا: ہم حج کرنے حرم کعبہ گئے تو ایک آدمی نے ہم سے دریافت کیا: کیا تمہارے علاقے میں ''اُبلّہ'' نام کی کوئی بستی ہے؟ ہم نے جواب دیا: ہاں۔ اُس نے کہا: تم میں سے کون مجھے اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ وہ ''مسجد عشار'' میں میرے لئے دو یا چار رکعتیں پڑھنے کے بعد کہے: ان رکعتوں کا ثواب ابو ہریرہ کے لئے ہے۔ میں نے اپنے خلیل حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مسجد عشار سے ایسے شہیدوں کو اٹھائے گا کہ شہدائے بدر کے سوا کوئی ان کے ساتھ کھڑا نہ ہوگا۔''

1. ابوداؤد، السنن، کتاب الملاحم، باب فی ذکر البصرة، 4:113، رقم: 2.4308، بیہقی، شعب الایمان، 3:479، رقم: 4115

اس روایت سے دو باتیں ثابت ہوئیں:

- ایصال ثواب کرنا امر جائز ہے۔
- اپنے نیک عمل کو کسی کی طرف منسوب کرنا بھی جائز ہے۔

علاوہ ازیں اس روایت سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ نفل نماز پڑھ کر ایصال ثواب کرنا ایک جائز عمل ہے۔ اسی وجہ سے بزرگوں کا ہمیشہ یہ معمول رہا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایصال ثواب کرنے کے لئے نوافل پڑھا کرتے تھے۔

کسی کی طرف سے روزے رکھنا

7۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم قَالَ: مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ.

''بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے وہ روزے رکھے۔''

1. بخاری، الصحیح، کتاب الصوم، باب من مات وعلیہ صوم، 2:690، رقم: 2،1851۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصیام، باب قضاء الصیام عن المیت، 2:803، رقم: 3،1147۔ ابوداؤد، السنن، کتاب: الصوم، باب: فیمن مات وعلیہ صیام، 2:315، رقم: 2400

8۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَإِنْ كَانَ عَلَيْهِ نَذْرٌ قَضَى عَنْهُ وَلِيُّهُ.

''اگر اس (فوت ہونے والے) پر کسی نذر کا پورا کرنا باقی ہو (جو اس نے مانی تھی) تو وہ اس کی طرف سے اس کا ولی پوری

کرے۔"

1. ابوداود، السنن، کتاب الصیام، باب فیمن مات وعلیہ صیام، 2:315، رقم: 2400،2401،2. دار قطنی، السنن، 2:194، رقم: 79-80،3. ابن ابی شیبہ، المصنف، 3:113، رقم: 12598

9۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت نے حاضر ہو کر عرض کیا:

إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَ عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ. فَقَالَ: أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ أَكُنْتِ تَقْضِيْنَهُ؟ قَالَتْ: نَعَمْ. قَالَ: فَدَيْنُ اللهِ أَحَقُّ بِالْقَضَاءِ. وَفِي رِوَايَةٍ: فَقَالَتْ: إِنَّ أُخْتِي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ.

"میری ماں فوت ہو گئی ہے اور اس پر ایک ماہ کے روزے واجب ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بتاؤ کہ اگر اس پر کچھ قرض ہوتا تو کیا تم اس کی طرف سے وہ قرض ادا کرتیں؟ اس عورت نے عرض کیا: ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قرض ادا کئے جانے کا زیادہ حقدار ہے۔"

"اور ایک روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ اس نے عرض کیا: میری بہن فوت ہو گئی ہے اور اس پر دو ماہ کے مسلسل روزے واجب تھے۔"

1. مسلم، الصحیح، کتاب الصیام، باب قضاء الصیام عن المیت، 2:804، رقم: 1148،2. ابن ماجہ، السنن، کتاب الصیام، باب من مات وعلیہ صیام من نذر، 1:559، رقم: 1758،3. نسائی، السنن الکبری، 2:173-174، رقم: 2912-2915

کسی کی طرف سے حج ادا کرنا

10۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ جُہینہ کی ایک عورت نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا:

إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ. فَلَمْ تَحُجَّ حَتَّى مَاتَتْ. أَفَأَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ حُجِّي عَنْهَا. أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَةً؟ اقْضُوا اللهَ. فَاللهُ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ.

"میری والدہ نے حج کی منت مانی تھی لیکن وہ حج نہ کر سکی یہاں تک کہ فوت ہو گئی۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ فرمایا: ہاں تم اس کی طرف سے حج کرو۔ بھلا بتاؤ تو اگر تمہاری والدہ پر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا کرتیں؟ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کیا کرو، کیونکہ اللہ زیادہ حق دار ہے کہ اُس سے وفاء کی جائے۔"

1. بخاری، الصحیح، کتاب الاحصار وجزاء الصید، باب الحج والنذور عن المیت، والرجل یحج عن المرأۃ، 2:656، رقم: 1754،2. نسائی، السنن، کتاب مناسک الحج، باب الحج عن المیت الذی نذر أن یحج، 5:116، رقم: 2632،3. ابن خزیمہ، الصحیح، 4:346، رقم: 3041

اس حدیثِ مبارکہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے فوت شدہ عمل کی بعد از وفات ادائیگی کو جائز قرار دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دلیل بھی عطا کر دی کہ زندگی میں جس طرح کوئی کسی کی طرف سے قرض کی ادائیگی جیسا عمل کرے تو وہ قرض

ادا ہو جاتا ہے تو اسی طرح بعد از وفات بھی اگر کوئی کسی کے لئے نیک عمل مثلاً حج کرے گا تو وہ مرنے والے کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جائے گا۔

11۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت نے حاضر ہو کر عرض کیا:

إِنِّي تَصَدَّقْتُ عَلَى أُمِّي بِجَارِيَةٍ، وَإِنَّهَا مَاتَتْ. قَالَ: فَقَالَ: وَجَبَ أَجْرُكِ، وَرَدَّهَا عَلَيْكِ الْمِيرَاثُ. قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهُ كَانَ عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ. أَفَأَصُومُ عَنْهَا؟ قَالَ: صُومِي عَنْهَا. قَالَتْ: إِنَّهَا لَمْ تَحُجَّ قَطُّ. أَفَأَحُجُّ عَنْهَا؟ قَالَ: حُجِّي عَنْهَا. وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

''میں نے اپنی ماں کو ایک باندی صدقہ میں دی تھی اور اب میری ماں فوت ہو گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں ثواب مل گیا اور وراثت نے وہ باندی تمہیں لوٹا دی ہے۔ اس عورت نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری ماں پر ایک ماہ کے روزے (باقی) تھے کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں؟ فرمایا: ہاں، اس کی طرف سے روزے رکھو۔ اس نے عرض کیا: میری ماں نے حج کبھی نہیں کیا تھا کیا میں اس کی طرف سے حج ادا کر لوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، اس کی طرف سے حج بھی ادا کرو۔'' ''امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔''

1. مسلم، الصحیح، کتاب الصیام، باب قضاء الصیام عن المیت، 2:805، رقم: 1149،2. ترمذی، السنن، کتاب الزکاۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب ما جاء فی المتصدق یرث صدقتہ، 3:54، رقم: 667،3. نسائی، السنن الکبری، 4:66-67، رقم: 6314-6316

12۔ والدین کی وفات کے بعد ان کی طرف سے حج کرنے کا اجر بیان فرماتے ہوئے تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ حَجَّ عَنْ وَالِدَيْهِ بَعْدَ وَفَاتِهِمَا كُتِبَ لَهُ عِتْقًا مِنَ النَّارِ.

''جس نے اپنے والدین کے انتقال کے بعد ان کی طرف سے حج کیا تو اس کے لئے دوزخ کی آگ سے رہائی لکھ دی جائے گی۔''

1. بیہقی، شعب الایمان، 6:205، رقم: 7912،2. سیوطی، شرح الصدور: 129

یہ بہت بڑی صلہ رحمی اور خدمت کی انجام دہی ہے کہ اولاد، والدین کی طرف سے حج کا فریضہ ادا کرے، اس کے علاوہ وہ دیگر صدقات وغیرہ بھی والدین کی طرف سے ادا کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ذات ہے اس نے اپنے بندوں کی بخشش و مغفرت کے لئے کئی طریقے عطا فرمائے ہیں جن میں میت کی طرف سے حج کرنا اور صدقات و خیرات وغیرہ جیسے اعمالِ صالحہ کرنا شامل ہیں۔

کسی کی طرف پانی کا کنواں برائے ایصالِ ثواب منسوب کرنا

13۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی والدہ فوت ہو گئی تو انہوں نے عرض کیا:

يَارَسُولَ اللهِ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ، أَفَأَتَصَدَّقُ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: سَقْيُ الْمَاءِ. فَتِلْكَ سِقَايَةُ سَعْدٍ بِالْمَدِينَةِ.

''یارسول اللہ! میری والدہ فوت ہوگئی ہے، کیا میں اس کی طرف سے صدقہ کرسکتا ہوں؟ فرمایا: ہاں! انہوں نے عرض کیا: تو کونسا صدقہ بہتر رہے گا؟ فرمایا: پانی پلانا۔'' پس مدینہ منورہ میں یہ سعد کی پانی کی سبیل ہے۔''

1۔ نسائی، السنن، کتاب الوصایا، باب ذکر الاختلاف علی سفیان، 6: 254-255، رقم: 3662-3666,2۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الادب، باب فضل صدقۃ الماء، 2: 1214، رقم: 3684,3۔ احمد بن حنبل، المسند، 5: 284، رقم: 22512

14۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا:

يَارَسُولَ اللهِ إِنَّ أُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ، فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: الْمَاءُ، قَالَ: فَحَفَرَ بِئْرًا، وَقَالَ: هَذِهِ لِأُمِّ سَعْدٍ.

''یا رسول اللہ! امّ سعد کا انتقال ہوگیا ہے۔ سو (اس کے ایصالِ ثواب کے لئے) کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا: پانی۔'' ''پس انہوں نے ایک کنواں کھدوا دیا اور کہا: یہ امّ سعد کا کنواں ہے۔''

1۔ ابوداود، السنن، کتاب الزکاۃ، باب فی فضل سقی الماء، 2: 130، رقم: 1681,2۔ منذری، الترغیب والترہیب، 2: 41، رقم: 1424,3۔ خطیب تبریزی، مشکاۃ المصابیح، کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقۃ، 1: 362، رقم: 1912

کنواں کھدوانے کا حکم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے دیا کہ اس وقت مدینہ منورہ میں میٹھے پانی کی قلت تھی جس کے باعث مسلمانوں کو میٹھا پانی پینے کے لئے دستیاب نہیں تھا۔ وہ مشقت برداشت کرتے ہوئے میلوں کا سفر کرکے چھوٹی چھوٹی مشکیں پانی بھر کے لاتے۔ اس دوران حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے میٹھے پانی کا ایک کنواں خرید کر وقف کردیا جس سے مسلمانوں کو آسانی ہوگئی۔ اس حدیث میں بھی اسی زمانہ کی طرف اشارہ ہے اور امّ سعد کے ایصالِ ثواب کے لئے وقف کئے گئے کنوئیں کے سبب مسلمانوں کی اس مشکل کو حل کیا گیا۔

یہ بات ذہن نشین رکھنے والی ہے کہ امّ سعد کا انتقال ہوچکنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو پانی فراہم کا مشورہ دے رہے ہیں۔ جس کے باعث حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک کنواں ان کے لئے وقف کردیا جو ''فَتِلْكَ سِقَايَةُ سَعْدٍ یا هَذِهِ (أی البئر) لِأُمِّ سَعْدٍ'' (امّ سعد کا کنواں) کے نام سے مشہور ہوگیا۔ واضح رہے کہ اس کنوئیں سمیت تمام پانیوں کا حقیقی مالک اللہ رب العزت کی ذات ہے مگر اسے غیر اللہ سے منسوب کیا جارہا ہے۔ صحابہ کرام و تابعین اپنی روایات میں فرمارہے ہیں کہ وہ امّ سعد کے نام سے مشہور ہوا۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ اس کنوئیں کا امّ سعد کے نام سے معروف ہونا یا کرنا ان کی وفات کے بعد ہوا۔ کیا اس کنوئیں کو غیر اللہ سے منسوب کرنے کے باعث صحابہ کرام اور تابعین (معاذ اللہ) مشرکین ہوگئے؟ اور (نعوذ باللہ من ذالك) کیا اس میں سے پانی پینا حرام ہوگیا؟ جیسا کہ معترضین نکتہ چینی کرتے ہیں۔ ہرگز نہیں! نہ ہی کسی صحابی اور تابعی نے شرک کیا اور نہ ہی کا پانی حرام ہوا

بلکہ وہ ایسا طیب و پاکیزہ تھا جس طرح کا آج میسر نہیں۔

ان احادیثِ مبارکہ سے ہمیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ اور سنتِ مطہرہ سے یہ درس ملتا ہے کہ وہ مسلمان جن کے والدین، بزرگ، عزیز و اقارب اور دوست احباب وفات پا چکے ہیں۔ انہیں چاہیے کہ بعد از وصال ان کو یاد رکھیں اور ان کی اخروی زندگی بہتر بنانے کا ساماں فراہم کریں۔ یہ ان کی ذمہ داری ہے اور یہ ذمہ داری ایصالِ ثواب کی صورت میں ہی نبھائی جا سکتی ہے۔

یہ بات ذہن میں مستحضر رہے کہ نذر اور ایصالِ ثواب دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ نذر اور نیاز صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جب کہ ایصالِ ثواب کسی بزرگ اور عام مسلمانوں کے لئے جو اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ عرفِ عام میں کسی بزرگ کے نام نذر و نیاز منسوب کرنے سے مراد یہ ہوتی ہے کہ ہم اپنا یہ عمل تحفۃً اور ہدیۃً ان کے ثواب کے لئے اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔

نذر میں شرک کا وقوع کب ہوتا ہے؟

نذر میں شرک تب ہوگا جب اس کا حق باری تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لئے ثابت کیا جائے جیسا کہ کفار و مشرکین اپنے بتوں اور معبودانِ باطلہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اپنے کھیتوں اور فصلوں کی پیداوار کا حصہ اسی طرح مقرر کرتے تھے جیسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے اموال اور فصلوں میں زکوٰۃ و عشر کے حصے مقرر فرمانے کا حکم دیا ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

وَجَعَلُواْ لِلّهِ مِمِّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُواْ هَـذَا لِلّهِ بِزَعْمِهِمْ وَهَـذَا لِشُرَكَآئِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلاَ يَصِلُ إِلَى اللّهِ وَمَا كَانَ لِلّهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَى شُرَكَآئِهِمْ سَاء مَا يَحْكُمُونَ۔

"انہوں نے اللہ کے لئے انہی (چیزوں) میں سے ایک حصہ مقرر کر لیا ہے جنہیں اس نے کھیتی اور مویشیوں میں سے پیدا فرمایا ہے پھر اپنے گمانِ (باطل) سے کہتے ہیں کہ یہ (حصہ) اللہ کے لئے ہے اور یہ ہمارے (خود ساختہ) شریکوں کے لئے ہے۔ پھر جو (حصہ) ان کے شریکوں کے لئے ہے سو وہ اللہ تک نہیں پہنچتا اور جو (حصہ) اللہ کے لئے ہے تو وہ ان کے شریکوں تک پہنچ جاتا ہے (وہ) کیا ہی برا فیصلہ کر رہے ہیں۔" (الانعام، 136:6)

یاد رہے کہ مشرکین کا یہ عمل (شرک فی النذر) بتوں اور اپنے جھوٹے خداؤں کے لئے ہوتا تھا لیکن اگر یہی عمل بتوں کی بجائے کسی بزرگ ہستی کے لئے اسی عقیدے کے ساتھ روا رکھا جائے تبھی یہ عمل شرک ہوگا ورنہ نہیں بلکہ اس کے برعکس جب نذر اللہ کی مانی جائے مگر اس کا ثواب انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کو پہنچایا جائے تو یہ ہرگز شرک نہیں کیونکہ اس سے مقصود اللہ رب العزت کی بخشش و عطا کا حصول ہے وہ اپنے بندوں پر انتہائی شفیق و مہربان ہے اس کے عفو و کرم کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا اور وہ اپنی مخلوق کے لئے رحیم و کریم ہے۔ ربِّ کائنات تو معمولی سے معمولی قربانی کو بھی رائیگاں نہیں جانے دیتا۔ ایک دانہ کے بدلے میں سات سو دانے عطا فرماتا ہے۔ جب ایک عمل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نذر کر کے اس کا ثواب کسی کو پہنچایا جائے تو وہ ایصالِ ثواب کرنے والے کو بھی عطا کرے گا اور اسے بھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیثِ مبارکہ میں جابجا ایصالِ ثواب کی تلقین فرمائی۔

مطلقاً تقرب الی الغیر شرک نہیں ہے

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ کفر و شرک کا مدار عبادت کے اعتقاد پر ہے۔ اس کے بغیر عقیدۃً و عملاً شرک واقع نہیں ہو سکتا اگر عملِ ذبح فی نفسہ تقرب الی الغیر کی نیت سے ہو تو یہ عبادت بن جائے گا اور داخلِ شرک ہو گا۔ اس اعتقاد کی نہ اجازت ہے اور نہ کوئی کلمہ گو مسلمان اس عقیدے کا حامل ہے۔

ائمہ حدیث و تفسیر کی آراء سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ ذبیحہ کی حرمت کا بنیادی سبب اُس تقرب کو قرار دیا گیا ہے جو تقرب بذریعہ عبادت ہو جبکہ مطلق تقرب الی الغیر شرک نہیں۔ اگر مطلقاً تقرب الی الغیر کو شرک کہا جائے تو پھر تمام ذوی القربٰی اللہ تعالٰی کے شریک قرار پاتے ہیں۔ ان کو ذوی القربٰی اسی لئے کہا گیا ہے کہ ان سے قرابت کا تعلق ہوتا ہے اور ہر شخص کو اس قرابت کے برقرار رکھنے کا حکم ہے۔ مطلق تقرب الی الغیر کو شرک سمجھ لیا جائے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے تمام احکام باطل اور ساقط قرار پائیں گے جن میں مودت فی القربٰی کے لئے ترغیبات وارد ہوئی ہیں نیز وہ آیات جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرباء سے محبت و مودت کا حکم موجود ہے مثلاً ارشاد ربانی ہے:

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى.

”فرما دیجئے: میں اس (تبلیغِ رسالت) پر تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا مگر (اپنی اور اللہ کی) قرابت و قربت سے محبت (چاہتا ہوں)۔“ (الشوریٰ، 23:42)

اس لئے ماننا پڑے گا کہ مطلقاً تقرب الی الغیر شرک نہیں بلکہ ایسا تقرب شرک ہے جو بطور عبادت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ فقہائے اُمت نے مسلمانوں سے متعلق ایسے معاملات میں بدگمانی سے منع کیا ہے، صاحب درالمختار فرماتے ہیں:

إنا لا نسيء الظن بالمسلم أنه يتقرب إلى الآدمي بهذا النحر.

”ہم کسی مسلمان کے بارے میں ہرگز یہ بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ اس فعل ذبح کے ذریعہ کسی شخص کا تقرب (بطور عبادت) چاہتا ہے۔“ (حصکفی، الدرالمختار، 310:6)

علامہ ابن عابدین الشامی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ حصکفی کی اسی عبارت (انہ یتقرب الی الآدمی) کی شرح کرتے ہوئے تقرب کو بطور عبادت تصریحاً کفر بیان کیا ہے:

أي على وجه العبادة لأنه المكفر وهذا بعيد من حال المسلم.

”یعنی (کسی بھی انسان کا تقرب جو) بطور عبادت ہو (وہ کفر ہوتا ہے) کیونکہ وہ کفر کا ارتکاب کرتا ہے اور یہ مسلمان کے حال سے بہت بعید ہے۔“ (ابن عابدین، ردالمحتار علی الدرالمختار، 310:6)

یہ بات ذہن نشین رہے کہ جو لوگ مطلقاً تقرب الی اللہ کے لئے وسیلہ اور ذریعہ کی بھی نفی ثابت کرتے ہیں وہ درست نہیں کیونکہ کفار اپنے ان بتوں کو فقط ”تقرب الی اللہ“ کا ذریعہ نہیں مانتے تھے بلکہ ان کے آگے سربسجود ہوتے، انہیں معبود سمجھ کر ان کی پوجا بھی کرتے اور ان کے لئے جانوروں کا نذرانہ بھی عبادت کی نیت سے پیش کرتے جیسا کہ آیت کریمہ کے الفاظ: مَا

نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفَى "ہم اُن کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کا مقرب بنا دیں۔" سے عیاں ہے۔(الزمر،39:3)

اس کے برعکس کوئی ادنیٰ مؤمن بھی انبیاء اور اولیاء کو معبود سمجھتے ہوئے انہیں وسیلہ اور ذریعہ نہیں بناتا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادنیٰ ترین غلام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عبد اور عابد ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے نہ کے معبود ہونے کا۔ یہی وہ بنیادی عقیدہ ہے جو ایک مؤمن و کافر، توحید پرست و بت پرست اور موحد و مشرک کے درمیان واضح حدِ فاصل قائم کرتا ہے۔ اسی نکتۂ آغاز سے سے دوراہیں نکلتی ہیں ایک صراط الی اللہ اور دخول فی الجنۃ کا باعث بنتی ہے اور دوسری طریق الی الشیطان اور دخول فی النار کا سبب قرار پاتی ہے۔ ان دو بالکل ہی مختلف راہوں پر چلنے والوں کو ایک ہی راہ کا مسافر سمجھنا ہرگز درست نہیں۔ کفار کے اس خود ساختہ تصور اور باطل نظریے کا قرآن نے بطلان فرما دیا ہے کہ اگر وہ اصنام و اوثان کو محض سفارشی سمجھتے ہوتے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں صرف قربت و نزدیکی کا ذریعہ گردانتے تو پھر معبودِ حقیقی پر اپنے بتوں کو ترجیح نہ دیتے اور نہ اپنے بتوں کی گالی کا بدلہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کی ارفع و اعلیٰ شان میں دشنام طرازی سے لیتے اگر کفار و مشرکین کو اللہ تعالیٰ سے انتہائی لگاؤ اور پیار تھا تو بندوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے منع کیوں کرتے تھے؟ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَرَءَيْتَ الَّذِي يَنْهَى ، عَبْدًا إِذَا صَلَّى

"کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ہے۔ (اللہ کے) بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔" (العلق،96:9-10)

اسی طرح اگر کفار و مشرکین اللہ تعالیٰ ہی کو مستقل مؤثر و مدبر اور متصرفِ حقیقی سمجھتے تھے تو انہوں نے یہ کیوں کہا؟

وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ.

"اور ہمیں زمانے کے (حالات و واقعات کے) سوا کوئی ہلاک نہیں کرتا۔" (الجاثیہ،45:24)

لہٰذا "شُفَعَاءُ نَا عِنْدَ اللّٰهِ اور يُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفَى" کی بنیاد پر جمہور امت پر شرک کا فتویٰ صادر کرنا جہالت اور زیادتی ہے۔ ان آیات میں یہ بتلایا گیا ہے کہ کفار و مشرکین اپنے بتوں کو معبود سمجھتے تھے، ان کے لئے عبادت کی نیت سے نذر پیش کرتے تھے۔ چونکہ وہ یہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء و رسل ہدایت کا وسیلہ و واسطہ اور ذریعہ ہیں اور روزِ قیامت شفیع ہوں گے لہٰذا جب ہم اپنے معبودوں کے لئے شفیع اور قرب جیسے الفاظ استعمال کریں گے تو شاید مسلمان ان کے بارے میں نرم گوشہ اختیار کریں۔ پس قرآن حکیم نے واضح طور پر بتا دیا کہ ایک جائز دلیل کو بنیاد بنا کر کسی بت کو قربت کا ذریعہ سمجھتے ہوئے اُس کی پوجا پاٹ شروع کر دینا ہرگز جائز نہیں ہے۔ کفار کا یہ عمل صراحتاً شرک ہے۔ ان کی اس روشِ بد کا قیاس، ایمان والوں کی انبیاء و اولیاء سے پاکیزہ عقیدت و محبت اور انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارش، شفاعت یا استعانت کا ذریعہ بنانے پر نہیں کیا جا سکتا لہٰذا ایک مؤمن اور کافر کے درمیان اس بنیادی فرق کو اس کے صحیح تناظر میں سمجھنا چاہیے تا کہ ایمان و کفر اور توحید و شرک کے درمیان تمیز اور فاصلہ قائم رہے۔

ذبیحہ کے ذریعے ایصالِ ثواب کا تصور

ہمارے ہاں جو جانور بھی ذبح کئے جاتے ہیں خواہ وہ صدقات وخیرات کی غرض سے ہوں، ولیمہ وعقیقہ کی غرض سے یا عام دعوت واطعام کی غرض سے، شادی اور اجتماع کا موقع ہو یا عید، عرس اور میلاد کا، کبھی بھی عملِ ذبح جسے اہراق الدم یعنی خون بہانے کا عمل کہتے ہیں تقرب الی الغیر کی نیت سے نہیں کیا جاتا۔ عملِ ذبح ہمیشہ خالصۃً لوجہ اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور عبادۃً للہ یعنی اللہ کی عبادت کے لئے ہوتا ہے اور باسم اللہ یعنی اللہ کے نام پر ہوتا ہے یہی عملِ ذبح اور اہلال کہلاتا ہے اور یہی عبادت بنتا ہے، اس میں کسی غیر کو شریک کرلیں یا اسے غیر کے تقرب کے لئے مخصوص کردیں تو شرک ہوجائے گا۔ اگر اس میں توحید اور خالصیت برقرار رہی تو قبل ازاں یا بعد ازاں اس کا مقصد ومصرف جو بھی تھا وہ شرک نہیں بن سکتا۔ مثلاً کسی نے جانور اپنی شادی اور ولیمہ کے لئے خریدے تھے، کسی نے احباب اور اقارب کی دعوت اور مہمانداری کے لئے، کسی نے اپنے بیٹے کے عقیقہ کے لئے، کسی نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طعامِ میلاد کے لئے اور کسی نے اولیاء وصالحین کے ختم اور عرس کے لئے تو ان میں سے کوئی سبب بھی مانعِ توحید اور باعثِ شرک نہیں ہے۔ جس نے بھی اطعامِ طعام یعنی کھانا کھلانے میں اعتقاد سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا رکھا، اسے بھی ثواب حاصل ہوگا اور جس نے صدقہ وخیرات کا رکھا اسے بھی ثواب حاصل ہوگا، اب یہ اس کی مرضی ہے چاہے ثواب اپنے لئے رکھے یا اولیاء وصالحین کے لئے ہدیہ وتحفہ کردے یا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کے لئے اس ثواب کے ہدیہ وتحفہ کرنے کو ایصالِ ثواب کہتے ہیں۔

ایصالِ ثواب کی دعا اور درخواست بھی اللہ تعالیٰ ہی سے کی جاتی ہے۔ کہ "یا اللہ اس کا ثواب فلاں بزرگ کی روح کو میری طرف سے ہدیۃً عطا فرمادے"۔ اس لئے اس میں شرک کا شائبہ پیدا کرنا سوائے لاعلمی اور جہالت کے کچھ نہیں ہے کیونکہ یہ عمل کثرت کے ساتھ احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ایصالِ ثواب میں نہ کسی غیر کی عبادت کا شائبہ وامکان ہے، نہ غیر کے لئے ذبحِ مطلق ہے، نہ ذبحِ تقرب ہے اور نہ ذبحِ تعظیم۔ ہاں اگر ایصالِ ثواب میں آرزوئے قرب ہو تو اس میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں ہے۔ کیونکہ مطلقاً صالحین کی محبت، اُن کا قرب وصحبت اور ان کی زیارت ومجالست، یہ سب کچھ شریعت میں نہ صرف مطلوب اور مستحسن ہے بلکہ احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں انکا صریح حکم اور فضیلت وارد ہوئی ہے۔

جانور کی جان کا نذرانہ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتا ہے

بعض لوگ اس باب میں ایک اور مغالطہ پیدا کرتے ہیں کہ ذبح سے مقصود غیر اللہ کو گوشت پہنچانا نہیں ہوتا بلکہ غیر اللہ کو جانور کی جان پیش کرنا ہوتی ہے۔ ایسا کرنا عہد جاہلیت کے ساتھ مشابہ ہے کیونکہ کفار ومشرکین بھی اسی طرح بتوں کو جانوروں کی رُوح بھینٹ چڑھاتے تھے، چونکہ مسلمانوں کا ایصالِ ثواب بھی اسی کے مشابہ ہے لہٰذا یہ شرک ہے؟ یہ ایک لغو اور بے حقیقت اعتراض ہے اور صریحاً غلط فہمی ہے۔

1۔ اس لغو سوال کا جواب شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ یوں دیتے ہیں:

ولکن ایں مسئلہ آنست کہ جان را برائے غیر جان آفرین نثار کردن درست نیست۔ و ماکولات ومشروبات ودیگر اموال را

نیز اگرچہ از راہِ تقرب بغیر اللہ دادن حرام و شرک است اما ثواب آں چیز ہا را کہ عائد بر دہندہ مے شود از آن غیر ساختن جائز است۔ زیرا کہ ایشان را مے رسد کہ ثواب عمل خود را بغیر بخشند چنانچہ مے رسد کہ مالِ خود را بغیر خود بدہد و جانِ جانور مملوک آدمی نیست تا او را بکسے تواند بخشید۔ و نیز دادن مال ازیں جہت مستوجب ثواب است کہ آدمیان بوئے منتفع مے شوند، و چوں مردہ ہا بعد از مفارقت ازیں جہاں قابل انتفاع بعین مال نماندہ اند طریق نفع رسانیدن آنہا در شرع چنین قرار یافت کہ ثواب اموال را بمستحقان برسانند تا آنہا عائد سازند۔ و جانِ جانور را اصلاً قابل انتفاع نیست در زندگی پس از مردگی نیز قابل انتفاع نباشد۔ آرے اضحیہ از طرف مردہ کردن در حدیث صحیح آمدہ است لیکن معنیش ہمیں است کہ دادن جان برائے خدا و ثوابے کہ دارد باں مردہ بخشیدہ شود نہ آنکہ ذبح برائے مردہ کردہ آید۔

"اِس مسئلہ کی اصل حقیقت اور روح یہ ہے کہ جان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کے لیے قربان کرنا درست نہیں ہے۔ کھانے پینے کی اشیاء اور دوسرے اموال کی نذر بھی اگرچہ تقرباً غیر اللہ کے لئے کرنا حرام اور شرک ہے لیکن اِن اشیاء کے دینے پر ثواب غیر اللہ کو ارسال کیا جاسکتا ہے۔ جس طرح کہ کسی شخص کے ذاتی عمل کا ثواب بغیر بخشے دوسروں کو نہیں ملتا، اسی طرح ذاتی مال میں سے کسی کو دیئے بغیر کوئی کسی کا مال نہیں پاسکتا تو جانور کی جان کا مالک تو انسان بھی نہیں ہے وہ اسے کسی دوسرے کو کیسے دے سکتا ہے؟ نیز مال اس نیت سے دینا کہ کہ لوگ اس سے نفع حاصل کریں باعثِ ثواب ہوتا ہے اور جب فوت شدہ لوگ مال سے نفع حاصل نہیں کر سکتے تو شریعت نے اُس مال کا ثواب ارسال کرنے کا طریقہ اور ذریعہ مقرر کیا ہے تا کہ مرحومین اُس مال سے نفع حاصل کریں۔ جانور کی جان دینے سے کسی شخص کو حقیقتہً جب حیاتِ دُنیوی میں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا تو مرنے کے بعد کسی شخص کو جانور کی جان دینے سے کیا فائدہ حاصل ہوگا۔ تاہم فوت شدہ لوگوں کی طرف سے قربانی کرنا صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہی ہے کہ جان اللہ جل جلالہ کے لئے دی جائے اور اُس عمل کا ثواب فوت شدہ لوگوں کو پہنچایا جائے۔ نہ یہ کہ ذبح اس فوت شدہ شخص کے لئے کیا جائے۔" (شاہ عبدالعزیز، فتاوی عزیزی، 56:1)

مذکورہ بالا فتویٰ سے یہ بات عیاں ہوئی کہ مقربین و صالحین کو ثواب پہنچانے کی غرض سے جو جانور نامزد اور مشہور کیے جاتے ہیں عقلاً نقلاً و شرعاً حلال ہیں اور یہی صحیح عقیدہ ہے۔ اِس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ باطل ہے۔

2۔ نذر اور ایصالِ ثواب کے باہمی تعلق کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مزید واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و نذر اولیاء کہ برائے قضاء حوائج معمول و مرسوم است۔ اکثر فقہاء بحقیقت آں پے نبردہ اند و آنرا بر نذر خدا قیاس کردہ حکم مردود برآوردہ اند کہ اگر نذر بالاستقلال برائے آں ولی است باطل و اگر برائے خدا است و ذکر ولی برائے بیان مصرف است صحیح است۔ لیکن حقیقت ایں نذر آنست کہ اہداء ثواب اطعام و انفاق و بذل مال بروح میت کہ امر یست مسنون و از روئے احادیث صحیحہ ثابت است۔ مثل ما ورد فی الصحیحین من حال ام سعد و غیرہا دریں نذر مستلزم مے شود۔ پس حاصل ایں نذر آنست کہ آں نسبت مثلاً: اہداء ثواب ہذا القدر الی روح فلان۔ و ذکر ولی برائے تعیین عمل منذور

است نہ برائے مصرف و مصرف ایں نذر نزد ایشاں متوسلان آں ولی میباشد از اقارب و خدمہ۔ و ہم طریقان و امثال ذالک۔ و ہمین است مقصود نذر کنندگان بلا شبہ و حکمہ: انہ صحیح یجب الوفاء بہ لانہ قربۃ معتبرۃ فی الشرع۔ آرے اگر آں ولی را حلال مشکلات بالاستقلال یا شفیع غالب اعتقاد ے کنند ایں عقیدہ او منجر شرک و فساد ے گردد۔ ولیکن ایں عقیدہ چیز دیگر است و نذر چیزے دیگر۔

''اولیاء اللہ و صالحین کے لئے جو نذر عوام میں مشہور و معروف اور معمول بہ ہے اکثر فقہاء اُس کی اصل حقیقت کو نہیں سمجھ سکے اور انہوں نے اس کو نذر باری تعالیٰ پر قیاس کرتے ہوئے کہا کہ اگر یہ نذر بالاستقلال اُس ولی کے لئے ہو تو باطل ہے اور اگر نذر اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اور اللہ تعالیٰ کے ولی کا ذکر برائے مصرف کے ہو تو جائز ہے۔ لیکن اِس نذر کی اصل حقیقت یہ ہے کہ کھانے اور مال خرچ کرنے کے ثواب کا میت کو تحفہ بھیجنا سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت اُم سعد رضی اللہ عنہ وغیرھا کے حوالے سے حدیث بیان ہوئی ہے، اس نذر میں بھی اِسی ثواب کا پہنچانا مستلزم ہے۔ لہٰذا اِس نذر کا حاصل وخلاصہ یہ ہے کہ اس میں یوں نسبت کرتے ہوئے کہا جاتا ہے: میں اِس مقدار کے ثواب کو فلاں رُوح کو ہدیہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے ولی کا ذکر نذر کے عمل کو متعین کرنے کے لئے ہوتا ہے نہ کہ برائے مصرف، کیونکہ اُس ولی اللہ کے متوسلین کے نزدیک اس نذر کا مصرف اس کے اقارب وخدام وغیرہ ہوتے ہیں۔ لوگ دونوں طریقوں پر ہیں اور اس کی مثالیں موجود ہیں۔ بلا شبہ نذر ماننے والوں کا یہی مقصود ہوتا ہے اور اِس نذر کا حکم یہ ہے کہ یہ نذر صحیح ہے اور اِس نذر کو پورا کرنا واجب ہے کیونکہ یہ شریعت میں معتبر قربت کی حیثیت ہے۔ البتہ اس ولی کے حقیقی مشکل کشا کا اعتقاد کرنا یا شفیع غالب کا اعتقاد کرنا غلط ہے اور یہ عقیدہ شرک وفساد کی طرف لے جاتا ہے۔ لیکن یہ عقیدہ رکھنا اور چیز ہے جبکہ نذر اور چیز ہے۔''

(شاہ عبدالعزیز، فتاویٰ عزیزی، 1:121-122)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اِس فتویٰ سے صلحاء و اولیاء کے نام کئے گئے جانوروں کی حرمت کی مندرجہ ذیل وجوہ عیاں ہوگئیں:

نذر ماننے والا صلحاء و اولیاء کی نذر بقصدِ عبادت کرے تب حرام یا شرک ہوگا ورنہ نہیں۔

جانوروں کی جانوں اور رُوحوں کو اولیاء اللہ کی بھینٹ چڑھانے کی نیت سے کیا جائے تو شرک ہوگا ورنہ نہیں۔

نذر ماننے والا صلحاء و اولیاء اللہ کے لئے مستقل بالذات متصرف یا نافع وضار ہونے کا عقیدہ رکھتے ہوئے ذبح کرے تو شرک ہوگا ورنہ نہیں۔

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ کوئی بھی صحیح العقیدہ شخص بزرگانِ دین کے ایصالِ ثواب کے لئے نذر مانتے ہوئے جانوروں کے ذبح میں مذکورہ بالا تینوں نیتوں یا عقیدوں میں سے کسی ایک کا بھی قصد نہیں کرتا بلکہ صرف اور صرف ایصالِ ثواب کی خاطر جانوروں کو انبیاء و اولیاء اور صالحین و مرحومین کے لئے منسوب کیا جاتا ہے۔ حقیقتاً اور عبادۃً نذر اللہ تعالیٰ ہی کی ہوتی ہے مگر اِس کا ثواب

اولیاء اللہ کو پہنچایا جاتا ہے۔ اِس صورت میں نذر یوں مانی جاتی ہے۔

''یا الٰہی اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں نذر مانتا ہوں کہ فلاں جانور تیری رضا کے لئے ذبح کروں گا اور اِس نذر کا ثواب فلاں بزرگ کی رُوح کو پیش کروں گا۔'' ایسی نذر ماننا شرعاً ہر اعتبار سے جائز ہے اور اِس کے جواز میں کسی محدث، فقیہ اور مفسر کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

لفظِ ''نذر'' کی تین جہات

حقیقت یہ ہے کہ لفظِ ''نذر'' کے استعمال کے تین معنی اور تین جہات ہیں:

ایک بطور عبادت وخیرات یہ خالصۃً اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، اس معنی میں نذر اور نیاز کبھی بھی غیر کی طرف منسوب نہیں کی جاتی۔

دوسری بطور ایصال ثواب یہ اولیاء وصالحین اور مرحومین کے لئے ہوتی ہے اس معنی میں نذر اللہ تعالیٰ کے لئے ہو ہی نہیں سکتی یہ مخلوق اور مرحومین ہی کا حق ہے اللہ تعالیٰ کے لئے اثبات سراسر ناجائز بلکہ کفر ہے۔

تیسری بطور اطعامِ طعام اسے لنگر یا کھانا کہا جاسکتا ہے۔ یہ مہمانوں کے لئے ہے یا شرکاء وحاضرین اور فقراء ومساکین کے لئے۔ یہ کھانا فی نفسہ نہ تو اللہ تعالیٰ کو جاتا ہے اور نہ مرحومین کو۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نیتِ عبادت وتقرب اور بندگی وعاجزی بربنائے تقویٰ کی جاتی ہے، اولیاء وصالحین اور مرحومین کو ہدیہ ثواب جاتا ہے اور موجود زندہ افراد کھانے سے مستفید ہوتے ہیں۔

نذر کے ہر معنی کی نسبت اور جہت بھی جدا ہے اور مصرف بھی جدا ہے لہٰذا اس فرق کو سمجھے بغیر جن علماء نے اس پر فتویٰ زنی کی ہے انہوں نے ناجائز طور پر خلطِ مبحث میں مسلمانوں کو اُلجھایا ہے اور اُمت میں انتشارِ فکری کا باعث بنے ہیں۔

نذر کو اولیاء کرام کی طرف مجازاً منسوب کرنا جائز ہے

نذر کو اولیاء کرام کی طرف ظاہراً اور مجازاً منسوب کرنا جائز ہے، اِس سلسلہ میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بذاتِ خود نقل کردہ دو واقعات درج ذیل ہیں۔

1۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد گرامی شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات کے باب میں لکھتے ہیں:

> حضرت ایشاں میفرمودند فرہاد بیگ را مشکلے پیش آمد۔ نذر کرد بار خدایا اگر ایں مشکل بر آمد ایں قدر مبلغ حضرت ایشاں ہدیہ برم، آں مشکل مندفع شود، وآں نذر از خاطر او رفت۔ بعد چندے اسپ او بیمار شد ونزدیک ہلاک رسید۔ بر سبب ایں امر مشرف شدم بدست یکے از خادمان گفتہ فرستادم کہ ایں بیماری بسبب عدم وفاء نذر است۔ اگر اسپ خود مے خواہی نذرے را کہ در فلاں محلہ التزام نمودہ۔ بفرست وے نادم شد وآں نذر فرستاد، ہماں ساعت اسپ او شفا یافت۔

''شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ فرہاد بیگ کو کوئی مشکل پیش آئی۔ اس نے نذر مانی کہ اے بار الٰہ! اگر یہ مشکل حل ہو گئی تو میں اِس قدر ہدیہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حضور پیش کروں گا۔ چنانچہ وہ مشکل حل ہو گئی مگر وہ نذر پوری کرنا بھول گیا۔ اِس کے کچھ عرصہ بعد اُس کا گھوڑا بیمار ہو گیا اور ہلاکت کے قریب آپہنچا۔ میں اِس

بیاری اور ہلاکت کے سبب پر آگاہ ہوا تو ایک خادم کے ذریعہ پیغام بھیجا کہ یہ بیاری نذر پوری نہ کرنے کے باعث ہے۔ اگر گھوڑے کی خیریت چاہتے ہو تو فلاں نذر جسے فلاں مقام پر مانا تھا پوری کرو۔ وہ اپنے اس فعل پر شرمندہ ہوا اور نذر ارسال کی، اُسی وقت اُس کا گھوڑا شفایاب ہو گیا۔" (شاہ ولی اللہ، انفاس العارفین:53)

اِس واقعہ سے یہ امر مترشح ہوا کہ مطلقاً کسی سے نفع و ضرر پہنچنے کا عقیدہ رکھنا یا محبۃً اور تعظیماً کسی کا قرب حاصل کرنے کی آرزو رکھنا شرک نہیں ہے اور نہ ہی مطلقاً تقرب لغیر اللہ موجب شرک ہے۔ ساتھ ہی اس واقعہ سے یہ بھی پتہ چلا کہ اولیاء اور صلحاء کی طرف نذر کو مجازاً منسوب کیا جا سکتا ہے۔

2۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والدِ گرامی حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

> در قصبہ ڈاسنہ بزیارت مخدوم اللہ دیا رفتہ بودند، شب ہنگام بود در آں محل فرمودند: مخدوم ضیافت ما میکنند چیزے خوردہ دید توقف کردند تا آنکہ اثر مردم منقطع شد، وملال بر یاراں غالب آمد۔ آنگاہ زنے بیاید طبق برنج وشیرینی بر سر و گفت نذر کردہ بودم کہ اگر زوج من بیاید ہماں ساعت ایں طعام پختہ بانشیندگان درگاہ مخدوم اللہ دیا رسانم۔ دریں وقت آمد ایفائے نذر کردم۔
>
> "(میرے والد شاہ عبدالرحیم) قصبہ ڈاسنہ میں مخدوم اللہ دیا کی زیارت کو گئے۔ رات کے وقت اُس مقام پر انہوں نے کہا کہ مخدوم صاحب ہماری دعوت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کچھ کھا کر جانا۔ (پھر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیٹھ گئے) یہاں تک کہ آدمیوں کی آمد و رفت ختم ہو گئی۔ احباب اُکتا گئے۔ اُس وقت ایک عورت اپنے سر پر چاول اور شیرینی کا تھال لیے ہوئے آئی اور کہا کہ میں نے نذر مانی تھی کہ جس وقت میرا شوہر آئے گا مخدوم اللہ دیا کی خانقاہ میں بیٹھنے والوں کو کھانا پہنچاؤں گی، وہ اسی وقت آیا ہے لہٰذا میں نے اپنی نذر پوری کر دی ہے۔"

(شاہ ولی اللہ، انفاس العارفین:44)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے درج بالا دونوں واقعات نقل کر کے اِس امر کی تصریح کی ہے کہ نذر باوجود اس کے کہ تقرب الی اللہ کے لئے ہوتی ہے مگر اسے اولیاء کرام کی طرف ظاہراً اور مجازاً بغیر عبادت کی نیت کئے منسوب کرنا جائز ہے۔

15۔ تقرب لِغَيْرِ اللّٰهِ والی نذر حرام ہے

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا جانور جسے غیر اللہ کی نذر کر کے بسم اللہ اللہ اکبر کے کلمات پڑھ کر ذبح کیا گیا ہو تو کیا اس کا ذبح کرنا جائز ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا ذبیحہ ہرگز جائز نہیں ہے۔ آیت کریمہ (وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ) میں اُہلّ میں "رفع الصوت" کا مفہوم ہے جبکہ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں تقرب لغیر اللہ کا مفہوم ہے۔ چونکہ کفار و مشرکین کا اصل مقصود و منشاء کسی جھوٹے معبود کا تقرب ہوتا تھا اس لیے نام اگرچہ اللہ تعالیٰ کا لے لیا مگر جب نیت غیر اللہ کے تقرب کی ہوئی تو وہ عمل بھی غیر اللہ کے لئے ہوا اور اسی طرح یہ نذر بھی غیر اللہ کے لئے ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔ اسی طرح ہر وہ عمل اور صدقہ و خیرات جس میں غیر اللہ کے تقرب (بطور

عبادت) کی نیت رکھی جائے، ناجائز ہے۔ جس طرح اگر ظاہراً کوئی حرام فعل صادر ہو جائے اور اس میں نیت سو فیصد درست ہو تو اس کا اعتبار نہیں کیوں کہ فی نفسہ وہ عمل بھی حرام ہے، اسی طرح اگر کسی جانور کو ذبح کرتے وقت نیت تقرب لغیر اللہ کی تھی مگر اس نے ذبح کرتے وقت بظاہر اللہ تعالیٰ کا نام لے لیا جبکہ اس کی نیت خلاف توحید اور مشرکانہ تھی تو یہ عمل بھی ناجائز اور حرام ہوا کیونکہ عمل کی بنیاد و اساس نیت پر استوار ہوتی ہے۔ اس لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ.

''اعمال کا دارومدار بس نیتوں پر ہے۔'' (بخاری، الصحیح، کتاب بدء الوحی، 1:2، رقم:1)

ایصال ثواب کی نیت سے کسی کی طرف سے جانور ذبح کرنا جائز عمل ہے بشرطیکہ اس میں تقرب لغیر اللہ نہ ہو۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بھر کم وبیش ہر سال دو قربانیاں دیں۔ ایک قربانی اپنی اور اپنے اہل بیت کی طرف سے اور دوسری قربانی اپنی امت کی طرف سے۔ امت کی طرف سے قربانی کا جانور ذبح کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے:

اللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ.

''اے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس قربانی کو قبول فرما۔'' (ابوداود، السنن، کتاب الضحایا، باب ما یستحب من الضحایا، 3:94، رقم:2792)

اس حدیثِ مبارکہ میں خود آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا عملِ مبارک اس بات کا ثبوت مہیا کر رہا ہے کہ محض ایصالِ ثواب کی نیت سے کسی کے نام قربانی منسوب کرنا حرام نہیں۔

ثقہ محدثین ومفسرینِ کرام اور اہلِ لغت کی آراء وتشریحات کی روشنی میں خلاصۃً یہ بات قطعی طور پر بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ فرمانِ باری تعالیٰ ''وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ'' کا اطلاق ان بتوں (معبودان باطلہ) پر ہوتا ہے جن کی کفار و مشرکین پرستش کرتے اور بوقتِ ذبح اللہ کا نام لینے کی بجائے ان کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے۔ سورۃ البقرۃ اور دیگر سورتوں میں مذکور ان الفاظ کی تفسیر کرتے ہوئے یہی مفہوم رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سمیت تمام مفسرین نے بیان کیا ہے اور کسی ایک محدث ومفسر نے بھی اس سے ایصالِ ثواب کے لئے دیا گیا نذر و نیاز اور دیگر صدقہ وخیرات مراد نہیں لیا۔ لہٰذا جو لوگ ''وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ'' کی غلط تعبیر کر کے اس کا اطلاق صدقہ وخیرات اور گیارھویں شریف جیسے معمولات پر کرتے ہیں وہ نہ قرآن حکیم کا صحیح فہم رکھتے ہیں اور نہ انہیں سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی ادراک حاصل ہے۔ اولیاء کرام اور بزرگانِ دین کے ایصالِ ثواب کے لئے کسی جانور کو محض ان کے نام منسوب کر کے اللہ کے نام پر ذبح کرنا ایک جائز اور مشروع عمل ہے۔

اعمالِ صالحہ اور خیرات کے لئے ایام کا تعین

کسی نیک عمل اور صدقہ وخیرات پر مداومت کے لئے انتظاماً کسی ایک تاریخ کا تعین سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت

ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ صدقہ وخیرات تو کسی وقت بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس کے لئے تاریخ کیوں مقرر کی جائے؟ اس حوالے سے یہ بات ذہن نشین ہو جانی چاہئے کہ تعین دو طرح کا ہوتا ہے۔

1۔ تعیّنِ شرعی 2۔ تعیّنِ انتظامی

1۔ تعیّنِ شرعی

نماز پنجگانہ، حج، زکوٰۃ اور روزہ کی بجا آوری کے لئے شریعت نے خاص اوقات اور ایام کا تعین کر دیا ہے۔ ان ایام اور اوقات سے ہٹ کر اگر کوئی عمل کرے گا تو وہ ہرگز قابل قبول نہ ہوگا لہٰذا یہ تعین شرعی ہے۔

2۔ تعیّنِ انتظامی

دوسرا تعین ذاتی اور انتظامی ہے۔ اگر بندۂ مومن اپنی ذاتی سہولت کی خاطر عمل میں مداومت، باقاعدگی اور استقامت پیدا کرنے کے لئے نفلی عبادات اور معمولات کے لئے بعض اوقات اور ایام کا تعین کرے تو یہ بھی جائز ہے اور ایسا کرنا سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر جمعرات قبرستان میں فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض نوافل کے لئے رات اور دن مقرر فرمائے تھے تاکہ عمل میں مداومت پیدا ہو۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

إِنَّ أَحَبَّ الْعَمَلِ إِلَى اللهِ أَدْوَمُهُ وَإِنْ قَلَّ.

"بے شک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ محبوب عمل وہ ہے جو بلا ناغہ کیا جائے خواہ وہ تھوڑا ہی ہو۔"

1۔ مسلم، الصحیح، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، باب لن یدخل أحد الجنۃ بعملہ بل برحمۃ اللہ، 4:2171، رقم:2818، 2۔ ابوداود، السنن، کتاب الصلاۃ، باب ما یؤمر بہ من القصد فی الصلاۃ، 2:48، رقم:1368، 3۔ نسائی، السنن، کتاب القبلۃ، باب المصلی یکون بینہ وبین الامام سترۃ، 2:68، رقم:762، 4۔ احمد بن حنبل، المسند، 6:125

احادیثِ مبارکہ سے نفلی اعمال کے لئے دن کے تعیّن کا ثبوت

احادیثِ مبارکہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ طیبہ سے نفلی اعمال اور عبادات کے لئے وقت کے تقرر کا تصور موجود ہے۔ اس حوالے سے چند ذیلی عنوانات کے تحت احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

نفلی نماز کے لئے جگہ اور دن کا تعیّن

1۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ

كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ مَاشِيًا وَرَاكِبًا فَيُصَلِّي فِيهِ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ يَفْعَلُهُ.

"حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن مسجد قبا میں تشریف لایا کرتے تھے۔ کبھی پیدل اور کبھی سواری پر اور اس میں دو رکعت نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ (راوی بیان کرتے ہیں کہ) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔"

1. بخاری، الصحیح، کتاب الجمعۃ، باب من أتی مسجد قباء کل سبت، 1:399، رقم:1135،2. مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب فضل مسجد قباء وفضل الصلاۃ فیہ وزیارتہ، 2:1017، رقم:1399،3. حمیدی، المسند، 2:291، رقم:658

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجدِ قباء جا کر دو رکعت ادا کرنا نفلی عبادت کے لئے مکان و زمان، جگہ اور دن کے تعین کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ مزید برآں یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ نہ تو قرآن میں مسجدِ قباء جا کر ہفتہ کے دن نفل پڑھنے کا حکم تھا اور نہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے واضح طور پر اس کا حکم دیا گیا تھا لیکن پھر بھی اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مطہرہ سمجھ کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے اوپر اس نیک عمل کے لئے مسجد اور دن کی تخصیص کو برقرار رکھا۔

نفلی روزہ کے لئے پیر اور جمعرات کا تعین

2۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم يَتَحَرّٰى صَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ.

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بالخصوص پیر اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔''

1. ترمذی، السنن، کتاب الصوم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ما جاء فی صوم یوم الاثنین والخمیس، 3:121، رقم:745،2. بیہقی، السنن الکبری، 2:85، رقم:2497،3. ابو یعلی، المسند، 8:122، رقم:4751

کثیر تعداد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت کو زندہ کیا اور اس طرح ایام کے تعین کے ساتھ نفلی روزہ کا معمول برقرار رکھا۔

3۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے مولیٰ سے روایت ہے:

أَنَّهُ انْطَلَقَ مَعَ أُسَامَةَ إِلَى وَادِي الْقُرَى فِي طَلَبِ مَالٍ لَهُ فَكَانَ يَصُوْمُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ، فَقَالَ لَهُ مَوْلَاهُ: لِمَ تَصُوْمُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ وَأَنْتَ شَيْخٌ كَبِيْرٌ؟ فَقَالَ: إِنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى الله عليه وآله وسلم كَانَ يَصُوْمُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ، وَسُئِلَ عَنْ ذٰلِكَ. فَقَالَ: إِنَّ أَعْمَالَ الْعِبَادِ تُعْرَضُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ.

''وہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے اونٹ تلاش کرنے وادی القریٰ میں گئے۔ حضرت اسامہ بن زید پیر اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ ان کے مولیٰ نے ان سے دریافت کیا: آپ پیر اور جمعرات کو روزہ کیوں رکھتے ہیں حالانکہ آپ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معمول کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندوں کے اعمال پیر اور جمعرات کو بارگاہِ الٰہی میں پیش کیے جاتے ہیں۔''

1. ابوداؤد، السنن، کتاب الصوم، باب فی صوم الاثنین والخمیس، 2:325، رقم:4636،2. نسائی، السنن الکبری، 2:147، رقم:2781M3. داری، السنن، 2:32، رقم:1750،4. احمد بن حنبل، المسند، 5:200

بغور کریں یہ کوئی شرعی تعین نہیں بلکہ کسی عملِ خیر پر مداومت کے لئے ایک ذاتی تعین ہے اور شریعت نے اسے منع بھی نہیں کیا۔

کثرتِ درود و سلام کے لئے جمعۃ المبارک کی تخصیص

4۔ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ قُبِضَ، وَفِيهِ النَّفْخَةُ، وَفِيهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ. قَالَ: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرِمْتَ؟ يَقُولُونَ: بَلِيتَ. قَالَ: إِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ.

”بیشک تمہارے بہترین دنوں میں سے جمعہ کا دن سب سے بہتر ہے۔ اس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اور اسی دن انہوں نے وفات پائی اور اسی دن صور پھونکا جائے گا اور اسی دن سخت آواز ظاہر ہوگی۔ پس اس دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھے پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارا درود آپ کے وصال کے بعد کیسے آپ کو پیش کیا جائے گا؟ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ مبارک تہِ خاک ہوگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ عزوجل نے زمین پر انبیاء کرام کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔“

1. ابو داود، السنن، کتاب الصلاۃ، باب فضل یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ، 1: 275، رقم: 1047، 2: نسائی، السنن، کتاب الجمعۃ، باب اکثار الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم الجمعۃ، 2: 91، رقم: 1374، 3: ابن ماجہ، السنن، کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب فی فضل الجمعۃ، 1: 345، رقم: 1085

5۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّهُ يَوْمٌ مَشْهُودٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ، وَإِنَّ أَحَدًا لَنْ يُصَلِّيَ عَلَيَّ إِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا. قَالَ: قُلْتُ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ. إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ. فَنَبِيُّ اللهِ حَيٌّ يُرْزَقُ.

”جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ یہ یومِ مشہود ہے اس دن ملائکہ حاضر ہوتے ہیں اور جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے اس کے درود سے فارغ ہونے سے پہلے ہی اس کا درود مجھے پیش کر دیا جاتا ہے۔ راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! موت کے بعد بھی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں موت کے بعد بھی، بیشک اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے مبارک جسموں کا کھانا زمین پر حرام کر دیا ہے۔ پس اللہ کا نبی (قبر میں بھی) زندہ ہوتا ہے اور (قبر میں ہی) اسے رزق دیا جاتا ہے۔“ (ابن ماجہ، السنن، کتاب الجنائز، باب ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 1: 524، رقم: 1637)

سفر کے لئے جمعرات کے دن کی تخصیص

6۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خَرَجَ يَوْمَ الْخَمِيسِ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يَخْرُجَ يَوْمَ الْخَمِيسِ.

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے دن غزوہ تبوک میں تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے دن سفر پر نکلنا پسند فرماتے تھے۔''

1. بخاری، الصحیح، کتاب الجہاد والسیر، باب: من أحب الخروج یوم الخمیس، 3:1078، رقم: 2790,2، ابن حبان، الصحیح، 8:156، رقم: 3370,3.

عبدالرزاق، المصنف، 5:170، رقم: 9270

وعظ ونصیحت کے لئے دن کا تعین

7۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے وعظ ونصیحت کے لئے جمعرات کا دن مخصوص کر رکھا تھا جیسا کہ اس روایت میں بیان ہوا ہے:

عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللهِ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِي كُلِّ خَمِيْسٍ.

''حضرت ابو وائل فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات لوگوں کو وعظ ونصیحت کرتے تھے۔''

1. بخاری، الصحیح، کتاب العلم، من جعل لأہل العلم أیاما معلومۃ، 1:39، رقم: 70,2، ابن حبان، 10:382، رقم: 4524

ان احادیثِ مبارکہ سے یہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اعمالِ صالحہ اور نفلی عبادات کے لئے جگہ اور دن کا تعین کرنا عام معمول تھا۔ اس بناء پر کہا جاسکتا ہے کہ کوئی خاص دن متعین کر کے ایصالِ ثواب اور گیارھویں شریف کی محافل کرنا شریعت کے عین مطابق ہے اور جائز امر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ اسلام کا قرونِ اولیٰ سے لے کر آج تک یہ معمول رہا ہے کہ وہ اپنے فوت شدہ اعزہ واقارب کے لئے صدقہ وخیرات اور دیگر اعمالِ صالحہ کی صورت میں ایصالِ ثواب کرتے رہے ہیں۔

بَابٌ فِي الطَّلَاقِ عَلَى غَضَبٍ

باب: غصے کے عالم میں طلاق دینا

2193- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعْدٍ الزُّهْرِيُّ، أَنَّ يَعْقُوبَ بْنَ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَهُمْ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ الْحِمْصِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ الَّذِي كَانَ يَسْكُنُ إِيلِيَا، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ عَدِيِّ بْنِ عَدِيٍّ الْكِنْدِيِّ، حَتَّى قَدِمْنَا مَكَّةَ، فَبَعَثَنِي إِلَى صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، وَكَانَتْ قَدْ حَفِظَتْ مِنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا طَلَاقَ، وَلَا عَتَاقَ فِي غِلَاقٍ، قَالَ أَبُو دَاوُد: الْغِلَاقُ: أَظُنُّهُ فِي الْغَضَبِ

⊛⊛ محمد بن عبید بیان کرتے ہیں: میں عدی بن عدی کندی کے ہمراہ روانہ ہوا، ہم مکہ آ گئے، انہوں نے مجھے صفیہ بنت شیبہ کے پاس بھیجا، اس خاتون نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے احادیث سن کر یاد کی ہوئی تھیں۔ اس خاتون نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کیا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"اغلاق کی صورت میں دی گئی طلاق اور غلام کو آزاد کرنا (واقع) نہیں ہوتے"

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میرا خیال ہے۔ "غلاق" سے مراد غصے کا عالم ہے۔

غصہ کی تین حالتیں اور طلاق کا حکم

حالتِ غصہ کی طلاق کی بابت ردالمحتار ج 2 ص 463, میں غصہ کی تین حالتیں بیان کی گئی ہیں، دو حالتوں میں طلاق واقع ہوتی ہے اور ایک حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی:۔

(۱) غصہ کی ابتدائی حالت ہو کہ جس کی وجہ سے عقل میں خلل وفتور نہ آیا ہو، اپنی گفتگو والفاظ کو جانتا ہو اور اپنے قصد وارادہ کو سمجھتا ہو، ایسی حالت میں دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

(۲) غصہ کی انتہائی شدید حالت ہو کہ حد جنون تک پہنچ جائے اور ہوش وحواس باقی نہ رہیں، زبان سے نکلنے والے الفاظ جاننے اور سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو جائے، ایسے شدید غصہ کی حالت میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی اور اس کے دیگر اقوال واعمال خرید وفرخت، نکاح وعتاق وغیرہ کا بھی اعتبار نہیں۔

(۳) غصہ کی درمیانی حالت جو مذکورہ دو حالتوں کے مابین ہو اور غصہ حد جنون کو نہ پہنچے، احناف کے پاس اس حالت میں بھی دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

دوسری صورت میں ذکر کردہ غصہ کی انتہائی شدید حالت میں طلاق واقع نہ ہونے کا حکم اس وقت ہے جب کہ اس حالت کا ثبوت دو عادل گواہوں کی گواہی سے ہو یا طلاق دینے والے کے حلفیہ بیان سے بشرطیکہ اس کا غصہ کی انتہائی شدید حالت میں آپے سے باہر ہو جانا بطور عادت لوگوں میں معروف ہو۔

ردالمحتار ج 2 ص 463، میں ہے: وسئل نظما فیمن طلق زوجتہ ثلاثافی مجلس القاضی وہو مغتاظ مدہوش فاجاب نظما ایضا بان الدہش من اقسام الجنون فلا یقع واذاکان یعتادہ بان عرف منہ الدہش مرۃ یصدق بلا برہان اہ قلت وللحافظ ابن القیم الحنبلی رسالۃ فی طلاق الغضبان قال فیہا انہ علی ثلاثۃ اقسام احدہا ان یحصل لہ مبادی الغضب بحیث لایتغیر عقلہ ویعلم مایقول ویقصدہ وہذا لااشکال فیہ الثانی ان یبلغ النہایۃ فلا یعلم مایقول ولا یریدہ فہذا لاریب انہ لاینفذ شی من اقوالہ الثالث من توسط بین المرتبتین بحیث لم یصر کالمجنون فہذا محل النظر والادلۃ تدل علی عدم نفوذ اقوالہ اہ ملخصا من شرح الغایۃ الحنبلیۃ لکن اشار فی الغایۃ الی مخالفتہ فی الثالث حیث قال ویقع طلاق من غضب خلافا لابن القیم۔۔۔ والذی یظہر لی ان کلا من المدہوش والغضبان لایلزم فیہ ان یکون بحیث لایعلم مایقول بل یکتفی فیہ بغلبۃ الہذیان واختلاط الجد بالہزل کما ہو المفتی بہ فی السکران۔

اگر کوئی شخص ان تمام شرعی ہدایات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے، غور وفکر کے بغیر غصہ کی حالت میں طلاق دے اور بیک

وقت ایک تلفظ میں تین طلاق دے تو قرآن کریم وحدیث شریف کی رو سے طلاق واقع ہو جائے گی اور طلاق دینے والا گنہگار قرار پائیگا، شوہر کا غصہ کی ابتدائی یا درمیانی حالت میں ہونا، بیوی کا موجود نہ ہونا، یا بیوی کو اطلاع نہ پہنچنا طلاق واقع ہونے کو نہیں روکتا، جب شوہر نے طلاق دی ہے تو جیسے طلاق دی واقع ہوگی، ایک دی ہو تو ایک، تین دی ہو تو تین۔ بیوی کی غیر موجودگی میں طلاق کے لئے بیوی کی طرف طلاق کی نسبت کرنا یا نام کے ساتھ طلاق دینا ضروری ہے۔

شدید غصے میں وقوع طلاق کا اعتبار

حنفیہ کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ وہ غصہ والا شخص جسے اس کا غصہ اس کی طبیعت اور عادت سے اس طرح باہر کردے کہ اس کی باتوں اور اس کے کاموں پر بے مقصدیت غالب آجائے اس کی طلاق واقع نہ ہوگی، اگرچہ وہ جانتا ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور ارادہ سے ہی کہتا ہو کیونکہ وہ ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ جس میں اس کا ادراک یعنی سوجھ بوجھ میں تغیر اور تبدیلی آجاتی ہے لہٰذا اس کا قصد و ارادہ صحیح شعور وصحیح ادراک پر مبنی نہیں ہوتا، پس وہ (مجنوں و دیوانہ تو نہیں ہوتا لیکن وقتی طور پر) مجنون کی طرح ہو جاتا ہے، کیونکہ ضروری نہیں کہ مجنوں ہمیشہ ویسی حالت میں رہے کہ جو کہے اسے اس کا پتہ نہ ہو بلکہ بعض اوقات میں وہ معقول (عقل مندوں کی طرح) باتیں کرتا ہے، پھر اوٹ پٹانگ مارنا شروع کردیتا ہے۔

عبدالرحمن الجزیری، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ، 295-294 : 4، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان

شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں: غضب اگر واقعی اس درجہ شدت پر ہو کہ حدِ جنون تک پہنچادے تو طلاق نہ ہوگی۔ (امام احمد رضا، فتاوی رضویہ 378 : 12، مسئلہ 146)

امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کے خلیفہ وتلمیذ خاص علامہ امجد علی اعظمی مرحوم اپنی شہرہ آفاق کتاب میں لکھتے ہیں: یونہی اگر غصہ اس حد کا ہو کہ عقل جاتی رہے تو (طلاق) واقع نہ ہوگی۔ (امجد علی، بہار شریعت، 7 : 8، طبع لاہور)

بَابٌ فِي الطَّلَاقِ عَلَى الْهَزْلِ

باب: مذاق میں طلاق دینا

2194 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَبِيبٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، عَنِ ابْنِ مَاهَكَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ، وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ: النِّكَاحُ، وَالطَّلَاقُ، وَالرَّجْعَةُ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”تین چیزیں سنجیدگی میں بھی سنجیدہ اور مذاق میں بھی سنجیدہ شمار ہوں گی، نکاح، طلاق اور رجوع“

2194- واخرجه ابن ماجه (2039)، والترمذی (1220) من طريق حاتم بن اسماعيل، عن عبد الرحمن بن حبيب، بهذا الاسناد. وقال الترمذی: حسن غريب. وهو فی "شرح السنة" للبغوی (2356).

بچے، پاگل، سوئے ہوئے شخص کی طلاق کا عدم وقوع

اور ہر شوہر کی (دی ہوئی) طلاق واقع ہوجاتی ہے، جبکہ وہ شوہر عاقل ہو اور بالغ ہو۔ بچے، پاگل اور سوئے ہوئے شخص کی طلاق واقع نہیں ہوتی اس کی دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: "ہر طلاق ہوجاتی ہے سوائے بچے اور پاگل کی دی ہوئی طلاق کے"۔ اس کی ایک دلیل یہ ہے: اہلیت عقل کی دلیل سے ہوتی ہے، جو تمیز کرسکتی ہو اور یہ دونوں (یعنی بچہ اور پاگل) عقل نہیں رکھتے۔ جبکہ سویا ہوا شخص اختیار نہیں رکھتا۔ (ہدایہ، کتاب طلاق، لاہور)

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر طلاق واقع ہوجاتی ہے مگر بے عقل اور مغلوب العقل کی طلاق واقع نہیں ہوتی امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کے ایک راوی عطاء بن عجلان روایت حدیث میں ضعیف شمار کئے جاتے ہیں کیونکہ ان کے حافظہ میں حدیث محفوظ نہیں رہتی تھی۔

امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک اس حدیث کے مطابق ہے کیونکہ ان کے نزدیک کبھی دیوانے کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ یہاں حدیث میں معتوہ سے دیوانہ مراد ہے یعنی وہ شخص جو کبھی تو مسلوب العقل رہتا ہو اور کبھی اس کی عقل ٹھکانے رہتی ہو قاموس میں لکھا ہے کہ عتہ جو معتوہ کا مصدر ہے کے معنی ہیں کم عقل ہونا مدہوش ہونا اور صراح میں لکھا ہے کہ معتوہ الٹے ہوئے ڈول اور بے عقل شخص کو بھی کہتے ہیں چنانچہ فقہ کی کتابوں میں اس کے یہی معنی بیان کئے گئے ہیں اس اعتبار سے حدیث کا یہ جملہ المغلوب علی عقلہ گویا لفظ معتوہ کا عطف تفسیری ہے یعنی اس جملہ میں معتوہ کی وضاحت مقصود ہے اسی لئے بعض روایات میں المغلوب بغیر واؤ کے ہے۔

اس تفصیل سے یہ ثابت ہوا کہ جب معتوہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی تو مجنون مطلق یعنی پاگل شخص کہ جو سرے سے عقل وشعور رکھتا ہی نہیں اس کی طلاق بطریق اولی واقع نہیں ہوگی چنانچہ زین العرب نے کہا ہے کہ یوں تو معتوہ ناقص العقل اور مغلوب العقل کو کہتے ہیں لیکن مجنون سویا ہوا شخص مدہوش اور ایسا مریض کہ جس کی عقل اس کے مرض کی وجہ سے جاتی رہے وہ بھی اس لفظ کے مفہوم میں شامل ہیں یعنی ان سب کی بھی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

لفظ معتوہ کے بارے میں علامہ ابن ہمام نے بعض علماء کا یہ قول نقل کیا ہے کہ معتوہ اس شخص کو کہتے ہیں جو ناقص العقل وکم سمجھ اور پریشان کلام ہو یعنی بے عقلی اور نا سمجھی کی باتیں کرتا ہو اور فاسد التدبیر یعنی بے عقلی اور بے سمجھی کے کام کرتا ہو لیکن نہ تو مارتا پھرتا ہو اور نہ گالیاں بکتا پھرتا ہو بخلاف مجنوں کے کہ لوگوں کو مارتا اور گالیاں بکتا پھرتا ہے۔

امام ترمذی کے قول کے مطابق اس حدیث کا راوی اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہ سے منقول ہے کہ کل طلاق جائز الا طلاق المعتوہ یعنی ہر طلاق واقع ہوجاتی ہے مگر معتوہ کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص مرفوع القلم ہیں یعنی ان تین شخصوں کے اعمال نامہ اعمال میں نہیں لکھے جاتے کیونکہ ان کے کسی قول وفعل کا کوئی اعتبار نہیں اور وہ مواخذہ سے بری ہیں ایک تو سویا ہوا شخص جب تک کہ وہ بیدار نہ ہو دوسرا لڑکا جب تک وہ بالغ نہ ہو تیسرا بے عقل شخص جب تک کہ اس کی عقل درست نہ ہوجائے (ترمذی)

اور دارمی نے اس روایت کو حضرت عائشہ سے اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ سے اور حضرت علی سے نقل کیا ہے۔

نابالغ کی طلاق کا فقہی حکم

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ بالغ ہونے سے پہلے انسان پر اللہ کریم کی طرف سے کوئی حکم واجب نہیں ہوتا اسی طرح بلوغ سے پہلے دی جانے والی طلاق کو بھی شریعت نے جائز اور نافذ قرار نہیں دیا۔ حدیث پاک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ تین شخصوں سے تکلیف اٹھالی گئی ہے (۱) سوئے ہوئے شخص سے یہاں تک کے بیدار ہوجائے (۲) بچے سے یہاں تک کہ بالغ ہوجائے (۳) پاگل سے یہاں تک کہ وہ عقل والا ہوجائے (ترمذی۔ ابوداود۔ مشکوۃ) ابن ابی شیبہ نے اپنی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں **لا یجوز طلاق الصبی والمجنون**: بچے اور پاگل کی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔ (فتح قدیر، کتاب طلاق)

سوئے ہوئے شخص کی طلاق کا حکم

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اس سے پہلے بچوں کی طلاق کے ذیل میں ایک روایت گزر چکی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے تین افراد کو شریعت کے احکام کی بجاآوری سے معاف کیے جانے کا حکم بیان فرمایا ہے ان میں ایک وہ شخص بھی ہے جو سویا ہوا ہو۔ سونے کی حالت میں نہ تو اس پر کسی عبادت کی ادائیگی واجب ہوتی ہے اور نہ اس حالت میں اس کا کوئی تصرف معتبر ہوتا ہے۔ اس لیے اگر کسی شخص نے اسی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو اس کی طلاق واقعہ نہیں ہوگی صاحب درمختار نے بھی یہی لکھا ہے۔ اور نہ سوئے ہوئے کی طلاق واقع ہوتی ہے اس حالت میں ارادہ واختیار ختم ہونے کی دلیل سے اس شخص کا کلا مصدق، کذب خبر، انشاء وغیرہ کے ساتھ متصف نہیں ہوتا ہے۔ (درمختار مع ردالمحتار ج3 ص243۔244)

پاگل کی طلاق کا فقہی بیان

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا معتوہ کی طلاق کے علاوہ ہر طلاق واقع ہوجاتی ہے اس حدیث کو ہم صرف عطاء بن عجلان کی روایت سے مرفوع جانتے ہیں اور وہ ضعیف ہیں اور حدیثیں بھول جاتے ہیں علماء کا اسی پر عمل ہے کہ دیوانے کی طلاق واقع نہیں ہوتی مگر وہ دیوانہ جسے کبھی کبھی ہوش آجاتا ہو اور وہ اسی حالت میں طلاق دے تو طلاق ہوجائے گی۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1202)

علامہ ابن عابدین شامی تلویح سے نقل کرتے ہوئے جنون کے بارے میں لکھتے ہیں کہ جنون اس قوت کے مختل ہوجانے کا نام ہے جس کے ذریعہ انسان اچھے اور برے افعال کے درمیان فرق کرتا ہے اور جس کے ذریعہ عمل کے نتائج اور انجام کار کے متعلق سوچتا ہے اس کے بارے میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ حالت جنون میں اس کا کوئی تصرف صحیح نہیں ہوگا اگر اس نے اپنی بیوی کو اسی حالت میں طلاق دے دی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ البتہ اگر جنون پیدا ہونے سے پہلے کسی نے اپنی بیوی کی طلاق کو کسی شرط پر معلق کیا تھا۔ مثلاً کہ اگر میکہ گئی تو تجھ پر طلاق یہ کہنے کے بعد وہ پاگل ہوگیا اور عورت اس کے جنون کی حالت میں میکے چلی گئی تو یہ طلاق واقع ہوجائے گی۔ چنانچہ درمختار میں ہے: اور نہ مجنون کی طلاق واقع ہوگی۔ سوائے اس کے کہ عقل وہوش کی حالت میں مشروط طلاق

دی ہو پھر مجنون ہو گیا اور اسی حالت میں شرط پائی گئی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ (درمختار مع ردالمحتار، کتاب طلاق)

سَفِیہ (کم عقل) کی طلاق کا حکم

سفیہ لغت میں خفت اور ہلکا پن کے معنی میں آتا ہے اور فقہاء کی اصطلاح میں سفاہت سے مراد کم عقلی ہے جس کی دلیل سے آدمی اپنے مال پر اسطرح تصرف کرتا ہے جو عقل کے تقاضہ کے خلاف ہو ایسے شخص کو عرف عام میں خفیف العقل کہا جاتا ہے ایسے شخص کی طلاق کو بھی شریعت نے صحیح قرار دیا ہے۔ درمختار میں ہے: او سفیھا خفیف العقل : یا طلاق دینے والا خفیف العقل ہو تو اس کی بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔

مجنون کی طلاق معلق کے وقوع کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب مجنون نے ہوش کے زمانہ میں کسی شرط پر طلاق معلق کی تھی اور وہ شرط زمانہ جنون میں پائی گئی تو طلاق ہو گئی۔ مثلاً یہ کہا تھا کہ اگر میں اس گھر میں جاؤں تو تجھے طلاق ہے اور اب جنون کی حالت میں اُس گھر میں گیا تو طلاق ہو گئی ہاں اگر ہوش کے زمانہ میں یہ کہا تھا کہ میں مجنون ہو جاؤں تو تجھے طلاق ہے تو مجنون ہونے سے طلاق نہ ہو گی۔ (درمختار، ج ۴، ص ۴۳۷)

مذاق میں نکاح وطلاق کا فقہی حکم

طلاق کے مسئلہ میں کھیلنا اور مذاق کرنے کی کوئی مجال نہیں، کیونکہ جمہور علماء کے ہاں مذاق میں دی گئی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " : تین چیزوں کی حقیقت بھی حقیقی ہی ہے، اور ان میں مذاق بھی حقیقت ہے: نکاح اور طلاق اور رجوع کرنا۔ (سنن ابو داود حدیث نمبر (2194) سنن ترمذی حدیث نمبر (1184) سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (2039)،) اس حدیث کی صحت میں علماء کا اختلاف ہے،

اس حدیث کا معنی بعض صحابہ پر موقوف بھی وارد ہے: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: " چار چیزیں ایسی ہیں جب وہ بولی جائیں تو جاری ہوں گی طلاق، آزادی اور نکاح اور نذر " علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: " تین چیزوں میں کوئی کھیل نہیں، طلاق اور آزادی اور نکاح " ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: " تین اشیاء میں کھیل بھی حقیقت کی طرح ہی ہے: طلاق اور نکاح اور غلام آزاد کرنا " آپ کی بیوی نے بطور مذاق طلاق دینے کا مطالبہ کر کے بہت بڑی غلطی کی ہے، اور پھر عورت کو بغیر ایسے عذر کے جو طلاق کو مباح کرتا ہو خاوند سے طلاق طلب کرنا حلال نہیں کیونکہ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " جس عورت نے بھی اپنے خاوند سے بغیر تنگی اور سبب کے طلاق طلب کی اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

بَابُ نَسْخِ الْمُرَاجَعَةِ بَعْدَ التَّطْلِيقَاتِ الثَّلَاثِ

باب: تین طلاقوں کے بعد بیوی سے رجوع کرنے کا منسوخ ہونا

2195 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: (وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ، وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْ اَرْحَامِهِنَّ) (البقرة: 228) الْاٰيَةَ، وَذٰلِكَ اَنَّ الرَّجُلَ كَانَ اِذَا طَلَّقَ امْرَاَتَهُ، فَهُوَ اَحَقُّ بِرَجْعَتِهَا، وَاِنْ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا، فَنُسِخَ ذٰلِكَ، وَقَالَ: (الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ) (البقرة: 229)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

"طلاق یافتہ عورتیں تین حیض تک خود کو روکے رکھیں گی، اللہ تعالیٰ نے ان کے رحم میں جو کچھ پیدا کیا ہے، اس کو چھپانا ان کے لیے حلال نہیں ہے"۔

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:) پہلے یہ ہوتا تھا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیدیتا تو وہ اس سے رجوع کرنے کا زیادہ حقدار ہوتا، خواہ وہ اسے تین طلاقیں دے چکا ہوتا۔ تو (اللہ تعالیٰ نے) اس کو منسوخ کردیا اور یہ ارشاد فرمایا:

"طلاق دو مرتبہ ہے"

تین طلاقوں کی تحدید کی وجوہات، مصالح اور حکمتوں کا بیان

اسلام نے صرف تین طلاقوں کی گنجائش رکھی ہے' پہلی اور دوسری طلاق دینے کے بعد مرد کو اس طلاق سے رجوع کرنے کا اختیار ہے لیکن تیسری طلاق دینے کے بعد مرد کو رجوع کرنے کا اختیار نہیں ہے اب اگر وہ مرد اور عورت پھر چاہیں تو اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں ہے' عورت عدت گزارنے کے بعد کسی اور شخص سے نکاح کرے' نکاح کرنے کے بعد وہ شخص اس سے عمل زوجیت (صحبت) کرے اور پھر اپنی مرضی سے جب اس کو طلاق دے دے تو پھر وہ عورت اس کی عدت گزار کر پہلے شوہر کے نکاح میں جاسکتی ہے' ظاہر ہے کہ یہ ناگوار اور مشکل صورت ہے اس لیے مرد کو تیسری طلاق دینے سے پہلے اچھی طرح سوچ وبچار اور غور وفکر کرنا چاہیے تاکہ بعد میں پریشانی اور پچھتاوے کا سامنا نہ کرنا پڑے اور رو رو کر مفتیوں سے حیلے نہ پوچھے جائیں اور اپنا مذہب چھوڑ کر غیر مقلدیت کے دامن میں پناہ لینے کی ضرورت نہ پڑے' اسلام نے اسی لیے بیک وقت تین طلاقیں دینے سے روکا ہے اور اس فعل کو معصیت اور گناہ قرار دیا ہے۔

سنت کے مطابق اور احسن طریقے سے طلاق دینے کے فوائد

جب کوئی شخص سنت کے مطابق صحیح طریقہ سے عورت کی پاکیزگی کے ان ایام میں جن میں اس نے جماع نہ کیا ہو صرف ایک طلاق دے گا اور دوسری طلاق کے لیے اگلی پاکیزگی کے ایام تک رکا رہے گا جو تقریباً ایک ماہ کے برابر ہیں تو اس عرصہ میں وہ اس

2195-اسناده حسن. علي بن حسين. - وهو ابن واقد المروزي- حسن الحديث. يزيد النحوي: هو ابن ابي سعيد، وعكرمة: هو مولى ابن عباس. واخرجه النسائي في "الكبرى" (5717) من طريق علي بن حسين بهذا الاسناد.

معاملہ پر سو دفعہ سے زیادہ غور کرے گا اور گمان غالب ہے کہ اس کی رائے بدل جائے گی (کیونکہ میں تیس سالہ افتاء کی زندگی میں بارہا دیکھ چکا ہوں کہ کل شوہر نے تین طلاقیں دی ہیں اور آج وہ دوڑا چلا آ رہا ہے کہ کوئی حیلہ بتلائیں کہ نکاح قائم رہ سکے۔ جب ایک دن میں رائے بدل جاتی ہے حالات بدل جاتے ہیں تو ایک ماہ میں تو بہت گنجائش ہے) اگر بیوی یا اس کے غلط طرز عمل کی وجہ سے یا اختلاف کی صورت پیدا ہوئی ہے تو ایک ماہ میں اس کے طرز عمل میں تبدیلی یا مطالبہ طلاق ترک کر دینے کا غالب امکان ہے اس طرح دوسری طلاق پڑنے کا خطرہ ٹل جائے گا اور تیسری طلاق کی نوبت نہیں آئے گی جب کہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق احسن طریقہ یہ ہے کہ زمانہ طہر میں بشرط عدم مجامعت صرف ایک طلاق دی جائے اور عدت کے پورے زمانہ میں دوبارہ طلاق نہ دی جائے اور عدت کے اس تین ماہ میں طلاق سے رجوع کرنے کا زیادہ موقع رہے گا اور بالفرض رجوع نہیں کیا اور عدت گزر گئی اور عورت بائنہ ہو گئی اور بعد میں حالات سازگار ہوئے تو اب دوبارہ نکاح کرنے کی گنجائش ہے اور کسی حلالہ کی ضرورت نہیں ہے جب کہ تین طلاقیں دینے کے بعد یہ گنجائش نہیں رہتی۔

طلاق کی تدریج میں مرد کی اور تحدید میں عورت کی رعایت ہے۔

تین طلاق کی تحدید سے دراصل عورت کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے کیونکہ اگر طلاق میں کوئی تحدید نہ ہوتی تو عورت کی گلوخلاصی کا کوئی ذریعہ نہ ہوتا۔ زمانہ جاہلیت میں مرد عورت کو طلاق دیتا اور عدت پوری ہونے سے پہلے رجوع کر لیتا پھر طلاق دے دیتا اور یہ سلسلہ یونہی چلتا رہتا تھا۔

امام رازی نے ''الطلاق مرتان'' کا شان نزول بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ کر یہ شکایت کی کہ اس کا شوہر اس کو بار بار طلاق دیتا ہے اور پھر رجوع کر لیتا ہے جس کی وجہ سے اس کو ضرر ہوتا ہے۔ اس پر موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(آیت) "الطلاق مرتن فامساك بمعروف اوتسريح باحسان"۔ (البقرۃ:۲۲۹)

ترجمہ: دوبارہ طلاق دینے کے بعد دستور کے مطابق عدت میں روکنا ہے یا حسن سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(آیت) "فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره فان طلقها فلا جناح عليهما ان يتراجعا ان ظنا ان يقيما حدود الله"۔ (البقرۃ: ۲۳۰)

ترجمہ: پھر اگر اسے (تیسری) طلاق دے دی تو وہ عورت اس (تیسری طلاق) کے بعد اس کے لیے حلال نہیں یہاں تک کہ (وہ عورت) اس کے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح کرے پھر اگر (دوسرا خاوند) اس کو طلاق دے دے تو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ (دوسرا خاوند کی عدت گزارنے کے بعد) وہ آپس میں رجوع کر لیں اگر وہ سمجھیں کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے۔

ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں کے نتائج

چونکہ تیسری طلاق آخری حد ہے اور اس کے بعد رجوع کی گنجائش نہیں ہے اس لیے تیسری طلاق دینے سے پہلے بہت سوچ و

بچار اور غور و خوض کرنا چاہیے اور اس آخری قدم اٹھانے سے پہلے دوستوں اور رشتہ داروں سے مشورہ بھی کر لینا چاہیے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب اسلام کی ہدایت کے مطابق طلاق وقفہ وقفہ سے دی جائے اگر ایک مجلس میں بیک وقت تین طلاقیں دے دی گئیں تو پھر بعد میں پریشانی اور پشیمانی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوگا اس لیے بکثرت احادیث اور آثار میں بیک وقت تین طلاقیں دینے کو معصیت اور گناہ فرمایا ہے لیکن اگر کسی شخص نے بدقسمتی سے معصیت کا ارتکاب کر کے ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں تو اس کو اب صبر واستقامت اور حوصلہ سے اس اقدام کے نتیجہ اور انجام کا سامنا کرنا چاہیے اور اپنے ہاتھوں کی ہوئی اس علیحدگی کو قبول کر لینا چاہیے۔ حلالہ کا مکروہ حیلہ اختیار کرے نہ غیر مقلد مولویوں کے خلاف شرع فتویٰ پر عمل کرنے کے لیے دربدر مارا مارا پھرے کیونکہ تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینا عقل اور درایت کے بھی خلاف ہے اور قرآن اور حدیث کے بھی خلاف ہے۔ عددی معاملات میں یہ کہیں نہیں ہوتا کہ کوئی شخص تین یا پانچ یا دس عدد کو ایک عدد قرار دے اور اگر کوئی شخص دس روپوں کو ایک روپیہ قرار دے تو یہ منطق اور قانون دونوں کے خلاف ہے پھر تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیتے وقت ان لوگوں کی منطق کہاں رخصت ہو جاتی ہے۔

آئندہ مباحث میں ہم ان شاء اللہ ایک مجلس کی تین طلاقوں پر گفتگو کریں گے۔ پہلے ہم ایک مجلس کی تین طلاقوں کے جواز اور عدم جواز میں اختلاف فقہاء بیان کریں گے پھر تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر غیر مقلدین کے دلائل پیش کر کے ان کا جائزہ لیں گے اس کے بعد قرآن مجید احادیث آثار صحابہ اور اقوال تابعین کی روشنی میں جمہور فقہاء اسلام کا یہ موقف پیش کریں گے کہ اگر کسی شخص نے بدقسمتی سے معصیت کا ارتکاب کر کے ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں تو وہ بہر حال نافذ ہو جائیں گی۔

بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کے حکم میں میں جمہور کا موقف

جمہور علماء اہل سنت کے نزدیک بیک وقت دی گئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں: امام شافعی امام مالک امام ابو حنیفہ اور قدیم وجدید جمہور علماء کے نزدیک یہ تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

(شرح مسلم ج ۱ ص ۴۷۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: جس شخص نے بیک وقت تین طلاقیں دیں وہ واقع ہو جائیں گی خواہ دخول سے پہلے دی ہوں یا دخول کے بعد۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہی نظریہ ہے اور بعد کے تابعین اور ائمہ کا بھی یہی موقف ہے۔

(علامہ ابو محمد عبد اللہ بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۷ ص ۲۸۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ)

قاضی ابن رشد مالکی لکھتے ہیں کہ جمہور فقہاء کا یہی موقف ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقوں سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ (بدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۶۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ الحصکفی الحنفی لکھتے ہیں کہ بار بار لفظ طلاق کا تکرار کرنے سے تمام طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور اگر طلاق دینے والا تاکید کی نیت کرے تو اس کا دیانۃ اعتبار ہوگا۔ ۲ (علامہ علاؤ الدین الحصکفی الحنفی متوفی ۱۰۸۸ھ در مختار علی ھامش رد المحتار ج ۲ ص ۶۳۲ مطبوعہ استنبول ۱۳۲۷ھ)

(یعنی قضاءً اعتبار نہیں ہوگا)

بیک وقت دی گئی تین طلاقوں میں شیخ ابن تیمیہ اور انکے موافقین کا موقف

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے ایک طہر میں ایک لفظ یا متعدد الفاظ کے ساتھ تین طلاقیں دیں' مثلاً کہا کہ تم کو تین طلاقیں یا کہا کہ تم کو طلاق ہے' تم کو طلاق ہے' یا کہا: تم کو تین طلاقیں یا دس طلاقیں یا سو طلاقیں' یا ہزار طلاقیں' اس قسم کی عبارات میں متقدمین اور متاخرین علماء کے تین نظریات ہیں ایک اور چوتھا قول بھی ہے جو محض من گھڑت اور بدعت ہے' پہلا قول یہ ہے کہ یہ طلاق مباح اور لازم ہے' یہ امام شافعی کا قول ہے۔ امام احمد کا بھی ایک قول یہی ہے۔ یہ قول متقدمین میں بکثرت صحابہ اور تابعین سے منقول ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ طلاق حرام ہے لیکن اس سے صرف ایک طلاق لازم آتی ہے' یہ قول صحابہ میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ' حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ' اور حضرت ابن مسعود سے بھی مروی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے دو قول ہیں تابعین اور بعد کے لوگوں میں سے طاؤس خلاص' بن عمرو محمد بن اسحاق سے منقول ہے' داؤد اور ان کے اکثر اصحاب کا یہی قول ہے ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین اور ان کے بیٹے جعفر بن محمد کا بھی یہی قول ہے' اسی وجہ سے شیعہ حضرات کا بھی یہی مسلک ہے۔ امام ابوحنیفہ' امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے بعض اصحاب کا بھی یہی قول ہے۔ چوتھا قول بعض معتزلہ' اور بعض شیعہ کا ہے' وہ یہ ہے کہ بیک وقت تین طلاق دینے سے کوئی طلاق نہیں پڑتی' سلف صالحین میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں تھا اور تیسرا قول ہی وہ ہے جس پر کتاب و سنت سے دلائل موجود ہیں۔

(مجموع الفتاویٰ ج ۳۳ ص ۹۰۷' مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز آل السعود)

شیخ ابن قیم لکھتے ہیں کہ بیک وقت تین طلاقوں کے وقوع کے بارے میں چار مذاہب ہیں' پہلا مذہب یہ ہے کہ تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں' یہ قول ائمہ اربعہ' جمہور تابعین اور بکثرت صحابہ کا ہے (رضی اللہ عنہم) دوسرا مذہب یہ ہے کہ یہ طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ مردود ہے کیونکہ یہ بدعت محرمہ ہے اور بدعت اس حدیث کی وجہ سے مردود ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے ایسا عمل کیا جو ہمارے دین میں نہیں ہے وہ مردود ہے۔ اس مذہب کو ابو محمد بن حزم نے بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام احمد نے فرمایا: یہ باطل ہے اور رافضیوں کا قول ہے۔ تیسرا مذہب یہ ہے کہ اس سے ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے' یہ مذہب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے' جیسا کہ امام ابوداؤد نے ذکر کیا ہے امام احمد نے کہا: یہ ابن اسحاق کا مذہب ہے' وہ کہتے ہیں کہ جو شخص سنت کی مخالفت کرے اس کو سنت کی طرف لوٹانا چاہیے۔ (تابعین میں سے) طاؤس اور عکرمہ کا بھی یہی قول ہے اور شیخ ابن تیمیہ کا بھی یہی نظریہ ہے چوتھا مذہب یہ ہے کہ مدخول بہا اور غیر مدخول بہا میں فرق ہے' مدخول بہا کو تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور غیر مدخول بہا کو ایک طلاق واقع ہوتی ہے' یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تلامذہ کا ہے اور اسحاق بن راھویہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ (زاد المعاد ج ۴ ص ۵۰' مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ' مصر)

شیخ ابن قیم لکھتے ہیں کہ بیک وقت تین طلاقوں کے وقوع کے بارے میں چار مذاہب ہیں' پہلا مذہب یہ ہے کہ تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں' یہ قول ائمہ اربعہ' جمہور تابعین اور بکثرت صحابہ کا ہے (رضی اللہ عنہم) دوسرا مذہب یہ ہے کہ یہ طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ مردود ہے کیونکہ یہ بدعت محرمہ ہے اور بدعت اس حدیث کی وجہ سے مردود ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے

ایسا عمل کیا جو ہمارے دین میں نہیں ہے وہ مردود ہے۔اس مذہب کو ابومحمد بن حزم نے بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام احمد نے فرمایا: یہ باطل ہے اور رافضیوں کا قول ہے۔ تیسرا مذہب یہ ہے کہ اس سے ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے' یہ مذہب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے' جیسا کہ امام ابوداؤد نے ذکر کیا ہے امام احمد نے کہا: یہ ابن اسحاق کا مذہب ہے' وہ کہتے ہیں کہ جو شخص سنت کی مخالفت کرے اس کو سنت کی طرف لوٹانا چاہیے۔ (تابعین میں سے) طاؤس اور عکرمہ کا بھی یہی قول ہے اور شیخ ابن تیمیہ کا بھی یہی نظریہ ہے چوتھا مذہب یہ ہے کہ مدخول بہا اور غیر مدخول بہا میں فرق ہے' مدخول بہا کو تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور غیر مدخول بہا کو ایک طلاق واقع ہوتی ہے' یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تلامذہ کا ہے اور اسحاق بن راھویہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ (زاد المعاد ج ۴ ص ۵۰ مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ مصر)

بیک وقت دی گئی طلاقوں میں علماء شیعہ کا موقف

جیسا کہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے' بعض شیعہ کا موقف یہ ہے کہ اگر بیک وقت تین طلاقیں دی جائیں تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ (شرائع الاسلام ج ۲ ص ۵۷)

اور جمہور شیعہ کا مذہب یہ ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقوں سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے۔ شیخ ابو جعفر کلینی روایت کرتے ہیں:

زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے کسی ایک علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک مجلس یا متعدد مجالس میں تین طلاقیں دیں درآں حالیکہ وہ عورت حیض سے پاک تھی؟ انہوں نے کہا: یہ ایک طلاق ہوگی۔

(الفروع من الکافی ج ۶ ص ۷۱۔ ۷۰ مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران)

عمرو بن براء کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ سے کہا کہ ہمارے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ کوئی شخص جب اپنی بیوی کو ایک طلاق دے یا سو طلاقیں دے تو صرف ایک طلاق واقع ہوتی ہے اور ہمیں آپ سے اور آپ کے آباء علیہم السلام سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جب کوئی شخص ایک بار طلاق دے یا سو بار طلاق دے تو وہ ایک طلاق ہوتی ہے۔ ابوعبداللہ (علیہ السلام) نے کہا: مسئلہ اسی طرح ہے جس طرح تمہیں پہنچا ہے۔ (الفروع من الکافی ج ۶ ص ۷۱ مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران)

تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کے دلائل

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (آیت) ''الطلاق مرتان'' اس سے معلوم ہوا کہ وہ طلاق رجعی جس میں طلاق کے بعد رجوع کیا جاتا ہے ایک بار دینے کے بعد دوسری مرتبہ دی جاتی ہے' جیسے کسی شخص نے کہا: جاؤ دو بار تسبیح کرو یا تین بار تسبیح کرو یا سو بار تسبیح کرو اس پر عمل کے لیے ضروری ہے کہ وہ اتنی بار تسبیح کرے کہ یہ عدد پورا ہو جائے' مثلاً کہے: سبحان اللہ' سبحان اللہ تو یہ دو بار ہوگا اور اگر اس نے کہا: دو بار سبحان اللہ (سبحان اللہ مرتان) یا سو بار سبحان اللہ (سبحان اللہ مائۃ مرۃ) کہا تو یہ ایک تسبیح شمار کی جائے گی' علیٰ ہذا القیاس جس شخص نے اپنی بیوی سے کہا: تمہیں دو طلاقیں یا تمہیں تین طلاقیں یا تمہیں دس طلاقیں یا تمہیں ہزار طلاقیں تو یہ ایک طلاق شمار کی جائے گی۔ اس کو واضح کرنے کے لیے شیخ ابن تیمیہ نے ایک مثال دی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

مشروع فرمایا ہے کہ نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ' چونتیس بار الحمدللہ اور تینتیس بار اللہ اکبر کہا جائے' اب اگر کوئی شخص کہے: سبحان اللہ الحمدللہ اللہ اکبر عدد خلقہ (اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر) تو یہ صرف ایک تسبیح شمار کی جائے گی۔

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ہمارے علم میں یہ بات نہیں ہے کہ کسی شخص نے نبی کریم ﷺ کے عہد میں ایک لفظ کے ساتھ تین طلاقیں دی ہوں اور نبی کریم ﷺ نے اس پر تین طلاقیں لازم کر دی ہوں' اس بارے میں کوئی حدیث صحیح یا حسن مروی نہیں ہے اور نہ کسی مستند کتاب میں کوئی ایسی حدیث نقل کی گئی ہے' اس سلسلے میں جتنی احادیث نقل کی گئی ہیں وہ سب ائمہ حدیث کی تصریح کے مطابق ضعیف ہیں' بلکہ موضوع ہیں' بلکہ "صحیح مسلم" اور دیگر سنن اور مسانید میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے اور حضرت ابوبکر کے زمانہ خلافت میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقوں کو ایک شمار کیا جاتا ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگوں نے اس کام میں عجلت کرنی شروع کر دی ہے جس میں انہیں مہلت دی گئی تھی' اگر ہم ان پر یہ تین طلاقیں نافذ کر دیں تو بہتر ہوگا' پھر آپ نے یہ تین طلاقیں نافذ کر دیں اس سلسلے میں دوسری حدیث یہ ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں' پھر سخت غمگین ہوئے' نبی ﷺ نے ان سے سوال کیا: تم نے کس طرح طلاق دی تھی؟ انہوں نے کہا: میں نے تین طلاقیں دی تھیں۔ آپ نے فرمایا: ایک مجلس میں؟ انہوں نے کہا: جی! آپ نے فرمایا: یہ ایک طلاق ہوئی ہے' اگر تم چاہو تو اس سے رجوع کر سکتے ہو۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ پھر حضرت رکانہ نے رجوع کر لیا' شیخ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے جو یہ استفسار فرمایا: ایک مجلس میں؟ اس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ اگر ایک مجلس میں تین طلاقیں نہ دی جائیں تو پھر وہ ایک نہیں قرار دی جاتیں اور جب ایک مجلس میں تین طلاقیں دی جائیں تو وہ ایک قرار دی جائے گی' حضرت رکانہ کی یہ حدیث شیخ ابن تیمیہ نے "مسند احمد" کے حوالے سے بیان کی ہے۔ (مجموع الفتاویٰ ج ۳۳ ص ۱۰-۱۱' مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز)

شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کے دلائل کے جوابات

شیخ ابن تیمیہ نے "الطلاق مرتان" سے یہ استدلال کیا ہے کہ ہر طلاق الگ الگ دی جائے تب وہ متعدد طلاقیں متصور ہوں گی اور اگر کسی نے کہا: تم کو تین طلاقیں" تو چونکہ یہ طلاق ایک بار دی گئی ہے اس لیے یہ ایک طلاق ہی شمار ہوگی۔

شیخ ابن تیمیہ کا یہ استدلال خود انہیں بھی مفید نہیں ہے کیونکہ اس استدلال کا یہ تقاضا ہے کہ کسی شخص نے ایک بار مجلس میں تین بار کہا: میں نے تم کو طلاق دی' میں نے تم کو طلاق دی' میں نے تم کو طلاق دی' تو یہ تین طلاقیں واقع ہونی چاہئیں کیونکہ یہ تین بار دی گئی ہیں' حالانکہ شیخ کے نزدیک یہ بھی ایک طلاق ہے جیسا کہ اس سے پہلے باحوالہ گزر چکا ہے۔

زنا کی شہادات اور قسامت کی قسموں پر قیاس کے جوابات

شیخ ابن قیم جوزیہ نے زنا کی چار شہادتوں اور قسامت کی پچاس قسموں سے بیک وقت دی گئیں تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے پر استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں چار بار گواہی دیتا ہوں کہ فلاں شخص نے زنا کیا ہے' تو اس کی یہ گواہی مردود ہوگی جب تک چار آدمی الگ الگ گواہی نہ دیں' اسی طرح اگر ایک آدمی یہ کہے کہ میں پچاس قسمیں کھاتا ہوں کہ میں قتل کیا نہ قاتل

دیکھا ہے تو اس کی یہ قسم معتبر نہیں ہو گی جب تک کہ پچاس آدمی الگ الگ قسمیں نہ کھائیں' اسی طرح اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں تم کو تین طلاقیں دیتا ہوں تو یہ تین طلاقیں بھی معتبر نہیں ہوں گی' جب تک کہ وہ الگ الگ تین طلاقیں نہ دے۔

(زاد المعاد ج ۴ ص ۵۵ 'مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ مصر ۱۳۶۹ھ)

اس استدلال کا ایک جواب تو یہی ہے کہ یہ دلیل خود شیخ ابن قیم کو بھی مفید نہیں ہے کیونکہ اس دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ ایک مجلس میں اگر تین بار الگ الگ تین طلاقیں دی جائیں تو وہ واقع ہو جانی چاہئیں' حالانکہ ان کے نزدیک ایک مجلس میں الگ الگ تین طلاقیں دی جائیں تو وہ بھی واقع نہیں ہوتیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ زنا کی شہادت اور قسامت پر طلاق کا قیاس درست نہیں ہے کیونکہ جو شخص یہ کہے کہ میں زنا کی چار گواہیاں دیتا ہوں یا میں قتل نہ کرنے کی پچاس قسمیں کھاتا ہوں اس کی گواہی اور قسم مطلقاً مردود ہے' برخلاف طلاق کے کیونکہ جو شخص کہے: میں تم کو تین طلاقیں دیتا ہوں اس کی طلاق ان کے نزدیک بھی مطلقاً مردود نہیں ہے بلکہ ایک طلاق واقع ہو جائے گی۔ یہ دوسرا جواب علامہ آلوسی کی عبارت سے مستفاد ہے۔

علامہ آلوسی نے اس استدلال کے جواب میں لکھا ہے کہ شہادات لعان اور رمی جمرات پر طلاق کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے' دونوں کے احکام الگ الگ ہیں' اور ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا' علاوہ ازیں طلاق کا معاملہ حلت اور حرمت سے ہے' اور اس میں احتیاط یہی ہے کہ جو تین طلاقیں بیک وقت دی گئی ہیں اور واقع مان لی جائیں۔

(علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی ج ۲ ص ۱۳۹ 'مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اور یہ مسلم اصول ہے کہ جب اباحت اور تحریم میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح دی جاتی ہے۔ بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین ایک طلاق دے کر نکاح کو مباح کہتے ہیں اور جمہور ان تین طلاقوں کو تین ہی شمار کر کے نکاح کو حرام کہتے ہیں' اور اس اصول کے مطابق جمہور کے قول کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ اباحت اور تحریم کے تعارض میں تحریم ہی کو ترجیح دی جاتی ہے۔

تسبیح فاطمہ پر قیاس کے جوابات کا بیان

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں کہ: حضور کریم ﷺ نے اپنی لخت جگر خاتون جنت سے فرمایا تھا کہ بیٹی نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ' ۳۳ بار الحمد اور ۳۴ بار اکبر پڑھا کرو' یہ لونڈیوں سے بہتر ہے' اب اگر کوئی شخص سبحان اللہ تینتیس بار (ایک دفعہ) کہہ دے تو کیا وہ اس اجر و ثواب کا مستحق ہو گا؟۔ ۲ (پیر محمد کرم شاہ الازہری' دعوت فکر و نظر مع ایک مجلس کی تین طلاقیں ص ۲۲۹ 'مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور ۱۹۸۹ء) (پیر صاحب اس سے یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ ایک مرتبہ تین طلاقیں کہنے طلاقیں واقع نہیں ہوتیں)

یہ دلیل سب سے شیخ ابن تیمیہ نے قائم کی تھی اس کے بعد شیخ ابن تیمیہ کے متبعین مزید مثالوں کے ساتھ اس کو نقل کرتے چلے گئے ہیں' ہم اس دلیل کے چار جواب بیان کر چکے ہیں کہ یہ استدلال ان حضرات کو بھی مفید نہیں ہے کیونکہ ایک مجلس میں کلمات متعددہ سے تین بار تین طلاقیں دی جائیں تو اس دلیل کے اعتبار سے وہ نافذ ہونی چاہئیں حالانکہ یہ لوگ اس کو بھی تین طلاق نہیں مانتے بلکہ ایک طلاق کہتے ہیں' دوسرا یہ کہ جب اباحت اور تحریم میں تعارض ہو تو ترجیح تحریم کی ہوتی ہے' تیسرا جواب ہم نے علامہ

آلوسی سے نقل کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک دفعہ مثلاً یوں کہہ دے کہ سو بار سبحان اللہ تو اس حدیث پر عمل نہیں ہوگا اور یہ تسبیح فاطمہ نہیں ہوگی اور وہ اس کے اجر کا مستحق نہیں ہوگا' اس کے برخلاف کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے: تم کو تین طلاقیں تو آپ بھی یہ تو مانتے ہیں کہ ایک طلاق ہو جائے گی اس لیے یہ قیاس صحیح نہیں ہے۔ علامہ آلوسی نے جو دوسرا جواب دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینا حرام کو حلال کرنا ہے اس لیے اس قسم کی تک بندیوں اور ڈھکوسلوں سے اللہ اور رسول کے حرام کردہ کو حلال نہیں کرنا چاہیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر عہد رسالت کے معمول کو بدلنے کے الزام کے جوابات:

شیخ ابن تیمیہ اور ان کے موافقین کی دوسری دلیل: ''صحیح مسلم'' کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر کے عہد میں بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا جاتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا کہ اگر ان کو تین طلاق ہی قرار دیا جائے تو بہتر ہوگا اور پھر انہوں نے ایسا ہی کر دیا' جس طرح شیخ ابن تیمیہ اور اس کے موافقین نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے' اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی شریعت کی صریح مخالفت کی اور تمام صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کو قبول کر لیا' اگر اس بات کو مان لیا جائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے دور میں فوت ہونے والے صحابہ کے علاوہ کوئی صحابی اس قابل نہیں رہے گا کہ اس کے دین پر اعتماد کیا جائے اور اس کی روایت کو قبول کیا جائے یہی وجہ ہے کہ جمہور فقہاء اسلام نے اس حدیث کا ظاہر معنی نہیں لیا' اور اس حدیث کے متعدد جوابات دیے ہیں۔

صحیح مسلم کی زیر بحث روایت غیر صحیح اور مردود ہے۔

قرآن مجید سے یہ ثابت ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں' جیسا کہ ان شاء اللہ عنقریب واضح ہوگا اور ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' کی متفق علیہ حدیث ہے جس کو صحاح ستہ کے دیگر مؤلفین نے بھی روایت کیا ہے کہ حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان طلاقوں کو نافذ کر دیا' نیز دیگر احادیث صحیحہ اور بکثرت آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے ثابت ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقوں نافذ ہو جاتی ہیں (جس کا تفصیلی بیان عنقریب آ رہا ہے) اور ''صحیح مسلم'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت چونکہ قرآن مجید' احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ کی صراحت کے خلاف ہے اس لیے یہ روایت شاذ اور معلل ہے اور استدلال سے خارج ہے۔

صحیح مسلم کی زیر بحث روایت کے غیر صحیح ہونے پر دوسری دلیل

اس روایت کے شاذ معلل اور مردود ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خود یہ فتویٰ دیتے تھے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ متصور نہیں ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے ایک چیز روایت کریں اور فتویٰ اس کے خلاف دیں' اس لیے یہ روایت شاذ ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف روایت کو منسوب کرنے میں طاؤس کو وہم ہوا ہے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۳۶۳' مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور' ۱۴۰۱ھ)

''صحیح مسلم'' کی اس زیر بحث حدیث کو طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی صراحت کے مطابق یہ طاؤس کا وہم ہے' اس کی مزید وضاحت امام بیہقی کے بیان سے ہوتی ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جن میں امام بخاری اور امام مسلم کا اختلاف ہے' امام مسلم نے اس کو روایت کیا ہے اور امام بخاری نے اس کو ترک کر دیا ہے' اور میرا گمان یہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو اس لیے ترک کیا ہے کہ یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی باقی روایات کے مخالف ہے' پھر امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ عکرمہ نے کہا: حضرت ابن عباس نے فرمایا: پہلے انسان تین طلاق دینے کے بعد رجوع کر لیتا تھا ''الطلاق مرتان'' نے اس کو منسوخ کر دیا۔ سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا: جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں وہ اس پر حرام ہوگئی' مجاہد کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے پوچھا: میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم تین طلاقیں لے لو اور ستانوے طلاقوں کو چھوڑ دو' مجاہد سے ہی روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیں' حضرت ابن عباس نے فرمایا: تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی' تمہاری بیوی تم سے علیحدہ ہوگئی' تم نے اللہ کا خوف نہیں کیا' اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے کوئی مخرج نہیں رکھا' ان کے علاوہ عطاء' عمرو بن دینار اور مالک بن حارث وغیرہ طاؤس کے علاوہ حضرت ابن عباس کے تمام تلامذہ حضرت ابن عباس سے یہی روایت کرتے ہیں کہ یک وقت دی گئی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں' اس کے برخلاف صرف طاؤس نے حضرت ابن عباس سے یہ روایت کیا ہے کہ عہد رسالت اور عہد ابوبکر میں تین طلاقیں ایک قرار دی جاتی تھیں اس لیے یہ روایت طاؤس کے وہم پر محمول کی جائے گی اور صحیح نہیں ہے۔ (سنن کبریٰ ج ۷ ص ۳۳۷ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

اعتبار راوی کی روایت کا ہے یا اس کی رائے کا؟

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں: اس حدیث کا یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ صحابہ کرام کا عمل اس حدیث کے خلاف ہے خصوصاً حضرت ابن عباس راوی حدیث کا فتویٰ بھی اس کے خلاف ہے تو اس روایت پر عمل کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے الی قولہ۔ اس کے متعلق مختصر یہ گزارش ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالیشان کے سامنے کسی کا قول حجت نہیں' نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی دو روایتیں آئی ہیں' ایک وہ جو اوپر گزری' دوسری وہ جسے مسند میں امام احمد نے نقل کیا ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا نظریہ یہ تھا کہ ہر طہر کے وقت طلاق دی جائے۔ دوسرے صحابہ کرام کے اقوال کا ذکر جا بجا گزر چکا ہے' نیز اصول فقہ کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ ''اعتبار راوی کی روایت کا ہے نہ کہ اس کی ذاتی رائے کا''۔

(دعوت فکر و نظر مع ایک مجلس کی تین طلاقیں ص ۲۲۹ مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور ۱۹۷۹ء)

بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالیشان کے مقابلہ میں کسی کا قول حجت نہیں ہے لیکن یہ کون سی حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا جائے۔ اگر مسلم کی حدیث مذکور مراد ہے تو اولاً تو اس میں آپ کے کسی فرمان کا ذکر نہیں ہے۔ ثانیاً اسی حدیث میں تو بحث ہو رہی ہے کہ یہ ثابت اور صحیح نہیں ہے طاؤس کا وہم ہے۔

مشہور غیر مقلد عالم قاضی شوکانی نے بھی اعتراف کیا ہے:

امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تمام شاگردوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے طاؤس کے برخلاف روایت کیا ہے۔سعید بن جبیر مجاہد اور نافع نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے برخلاف روایت کی ہے۔ (نیل الاوطار ج ۸ ص ۲۲ مطبوعہ مکتبہ الکلیات الازہریہ قاہرہ ۱۳۹۸ھ)

اور چونکہ "صحیح مسلم" کی یہ روایت طاؤس کے وہم پر مبنی ہے اس لیے صحیح نہیں ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر عہد رسالت کے معمول کی مخالفت اور تمام صحابہ پر مداہنت کی تہمت لگانے سے کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ ایک معقول وجہ (طاؤس کے وہم) کی بنیاد پر اس حدیث کو مسترد کر دیا جائے۔

پیر محمد کرم شاہ صاحب نے لکھا ہے: نیز اصول فقہ کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ "اعتبار روای کی روایت کا ہے نہ کہ اس کی رائے کا" اس کے بارے میں گزارش ہے کہ عام روایوں کے بارے میں بے شک ایسا ہی ہے لیکن جب صحابی رسول کسی حدیث کی روایت کریں اور ان کا عمل یا فتویٰ اس حدیث کے خلاف ہو تو پھر دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں یا تو یہ روایت صحیح نہیں یا اس صحابی کے نزدیک منسوخ ہو چکی ہے کیونکہ صحابی رسول سے یہ متصور نہیں کہ وہ ایک حدیث کرے اور عمل اس کے خلاف کرے۔کتب صحاح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے اور امام طحاوی نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔اس روایت کو بیان کرنے کے بعد امام طحاوی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد اس کو ترک کر دیا اور یہ اس کے بغیر نہیں ہو سکتا کہ ان کے نزدیک کسی دلیل سے رفع یدین منسوخ ہو چکا ہو۔۱ (امام ابوجعفر احمد بن الطحاوی الحنفی متوفی ۳۲۱ھ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۳ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۴ھ) نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جس برتن میں کتا منہ ڈال دے اس کو سات مرتبہ دھونا ضروری ہے اور خود تین مرتبہ دھوتے تھے۔امام طحاوی لکھتے ہیں کہ ہم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں اور اس کے بارے میں یہ بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سن کر اس پر عمل کرنا ترک کر دیں گے اور اگر وہ ایسا کریں تو ان کی عدالت (نیکوکاری) ساقط ہو جائے گی اور وہ اس قابل بھی نہیں رہیں گے کہ ان کی کوئی بات قبول کی جائے چہ جائیکہ ان کی روایت قبول کی جائے اس لیے ضروری ہے کہ یہ کہا جائے کہ حضرت ابوہریرہ کے نزدیک یہ روایت منسوخ ہو چکی ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۲ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۴ھ)

جب صحابی رسول کا عمل یا فتویٰ اس کی روایت کے خلاف ہو تو اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس روایت کی نسبت اس صحابی کی طرف صحیح نہیں ہے یا پھر اس روایت میں کوئی تاویل ہے۔علامہ پرہاروی لکھتے ہیں:

راوی کا عمل جب حدیث کے خلاف ہو تو یہ اس حدیث کی صحت میں طعن کا موجب ہے یا اس حدیث کے منسوخ ہونے پر دلیل ہے یا پھر اس حدیث میں تاویل ہے اور اس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے۔

(النبراس ص ۲۲ مطبوعہ شاہ عبدالحق اکیڈمی بندیال الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۷ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث جس کو طاؤس نے بیان کیا ہے ایسی ہی ہے' قوی ترین بات یہ ہے کہ چونکہ یہ طاؤس کا وہم ہے اس لیے صحیح اور ثابت نہیں ہے۔ جمہور فقہاء اسلام نے اس کو منسوخ قرار دے کر بھی جواب دیا ہے اور اس کا ظاہری معنی چھوڑ کر تاویل بھی کی ہے' عنقریب ہم بعض تاویلات کا ذکر کریں گے۔

پیر محمد کرم شاہ صاحب نے اس بحث میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ طواف میں رمل کرتے تھے اور ان کا قول یہ ہے کہ رمل سنت نہیں ہے"۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رمل کے معاملہ میں حضرت ابن عباس کی رائے جمہور کے خلاف ہے اور تین طلاقوں کے مسئلہ میں ان کی روایت دیگر احادیث اور جمہور کے موافق ہے' اور ان کی منفرد رائے کو ترک کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ انکی جو روایت جمہور کے موافق ہو اس کو بھی ترک کر دیا جائے۔

نیز یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اگر راوی کا عمل اور فتویٰ اس کی روایت کے خلاف ہو تو غیر مقلدین اور شوافع کا وہی مسلک ہے جو پیر محمد اکرم شاہ صاحب نے "فتح الباری" کے حوالے سے بیان کیا ہے اور "نیل الاوطار" میں بھی مشہور غیر مقلد عالم قاضی شوکانی نے ایسا ہی لکھا ہے۔ (قاضی محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی: ۱۲۵۰ھ نیل الاوطار ج ۸ ص ۲۲' مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ' قاہرہ' ۱۳۹۸ھ) اور حق اور صواب احناف اور مالکیہ کا نظریہ ہے' جس کو ہم نے امام طحاوی اور علامہ ماردی کے حوالوں سے بیان کیا ہے۔

صحیح مسلم میں درج طاؤس کی روایت کے غلط اور شاذ ہونے پر مزید دلائل

طاؤس کی اس روایت کے وہم اور غلط ہونے پر ایک اور واضح قرینہ یہ ہے کہ خود طاؤس کا فتویٰ بھی اس روایت کے خلاف تھا' طاؤس یہ کہتے تھے کہ اگر غیر مدخولہ کو ایک مجلس میں تین لفظوں کے ساتھ تین طلاقیں دی جائیں تو یہ ایک طلاق ہوگی (کیونکہ وہ پہلی طلاق کے بعد بائنہ ہو جاتی ہے اور بعد کی طلاقوں کا محل نہیں رہتی) طاؤس مدخولہ کی تین طلاقوں کو ایک طلاق نہیں قرار دیتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں: لیث بیان کرتے ہیں کہ طاؤس اور عطاء کہتے تھے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو مقاربت سے پہلے تین طلاقیں دے تو وہ ایک طلاق ہوگی۔ (المصنف ج ۵ ص ۲۶ مطبوعہ ادارۃ القرآن' کراچی' الطبعۃ الاولی ۱۴۰۶ھ)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ طاؤس مطلقاً تین طلاقوں کو ایک نہیں کہتے تھے اس لیے طاؤس کی یہ روایت جس کو امام مسلم نے بیان کیا ہے وہم اور مغالطہ سے خالی نہیں ہے۔

علامہ ماردینی طاؤس کی اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

علامہ ابن عبدالبر (صاحب "استذکار") نے کہا ہے کہ طاؤس کی یہ روایت وہم اور غلط ہے۔ علماء میں سے کسی نے اس کو قبول نہیں کیا۔ حضرت ابن عباس سے طاؤس کی یہ روایت اس لیے صحیح نہیں ہے کہ ثقہ راویوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے خلاف روایت کیا ہے۔ (الجوہر النقی علی هامش البیہقی ج ۷ ص ۲۳۸-۲۳۷ مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

نیز علامہ ابوجعفر بن نحاس "کتاب الناسخ والمنسوخ" میں لکھتے ہیں کہ طاؤس ہر چند کہ نیک شخص ہیں لیکن وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بہت سی روایات میں منفرد ہیں' اہل علم ان روایات کو قبول نہیں کرتے' ان روایات میں سے ایک روایت وہ بھی ہے جس میں انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تین طلاقوں کے ایک ہونے کی روایت کی ہے' لیکن حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت علی سے صحیح روایت یہی ہے کہ تین طلاقیں' تین ہی ہوتی ہیں۔

طاؤس کی روایت کا صحیح محمل

جمہور فقہاء اسلام نے اولاً تو اس حدیث کے فنی سقم کی وجہ سے اس کو قبول نہیں کیا' ثانیاً بر سبیل تنزل اس میں تاویل کی اور کہا کہ دور رسالت اور دور صحابہ میں لوگ تاکید کی نیت سے تین بار طلاق دیتے تھے' بعد میں حضرت عمر کے دور میں لوگوں نے تین طلاق دینے کی نیت سے تین بار طلاق کہنا شروع کر دیا اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی نیات کے اعتبار سے ان تین طلاقوں کو تین طلاقیں ہی قرار دیا۔ ان جوابات سے واضح ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے کسی امر کو نہیں بدلا بلکہ اسی چیز کو نافذ کیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے ثابت ہے' امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت رکانہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: یا رسول اللہ ﷺ میں نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی ہے۔ آپ نے فرمایا: تم نے طلاق البتہ سے کیا مراد لیا تھا؟ میں نے کہا: ایک طلاق! آپ نے فرمایا: قسم بخدا! میں نے کہا: قسم بخدا! آپ نے فرمایا: پس یہ وہی طلاق ہے جس کا تم نے ارادہ کیا ہے یعنی ایک۔

(امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۱۸۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اس حدیث کو امام ابوداؤد نے تین اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے۔

(امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰۰ مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱۴۰۵ھ)

امام ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ ۳ (امام ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ' سنن ابن ماجہ ص ۱۴۸' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی) اس حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ مجلس واحد میں لفظ واحد سے تین طلاقوں کا ارادہ کیا جائے تو یہ جائز ہے کیونکہ اگر یہ جائز نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ حضرت رکانہ سے یہ ایک عبارت سے صرف ایک طلاق ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا حضرت رکانہ سے طلاق کی تعداد کا دریافت کرنا اور ان کی مراد پر قسم لینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مجلس واحد میں لفظ واحد سے تین طلاقیں مؤثر ہو جاتی ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو فیصلہ نافذ کیا وہ اس حدیث کے مطابق تھا اور جمہور فقہاء اسلام کا نظریہ یہ بھی اسی حدیث کے تابع ہے۔

حضرت رکانہ سے متعلق مسند احمد کی روایت کے فنی اسقام

شیخ ابن تیمیہ نے حضرت رکانہ سے متعلق ایک دوسری روایت ''مسند احمد'' کے حوالے سے ذکر کی ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک طلاق قرار دیا اور انہیں رجوع کرنے کا حکم دیا۔ شیخ ابن تیمیہ نے ''مسند احمد'' کی اس حدیث کو جامع ترمذی' سنن ابن ماجہ' سنن ابوداؤد کی مذکورۃ الصدر روایت پر ترجیح دی ہے۔ لیکن شیخ ابن تیمیہ کا جامع ترمذی' سنن ابن ماجہ اور سنن ابوداؤد کی روایت پر مسند احمد کو ترجیح دینا عدل و انصاف سے سخت بعید ہے' کیونکہ اہل علم سے مخفی نہیں ہے کہ ''مسند احمد'' میں صرف احادیث صحیحہ کو جمع کرنے کا التزام نہیں کیا گیا' اس میں ضعیف' حسن صحیح ہر قسم کی احادیث ہیں برخلاف جامع ترمذی' سنن ابن ماجہ اور سنن ابوداؤد کے' کیونکہ یہ ان کتب احادیث میں سے ہیں جن میں

احادیث صحیحہ جمع کرنے کا التزام کیا گیا ہے' یہی وجہ ہے کہ جامع ترمذی' سنن ابن ماجہ اور سنن ابوداؤد کو صحاح ستہ میں شمار کیا جاتا ہے اور مسند احمد کو صحاح ستہ میں شمار نہیں کیا جاتا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ امام ابوداؤد کے علم میں بھی مسند احمد کی یہ روایت تھی جس میں طلاق البتہ کی بجائے تین طلاقوں کا ذکر ہے' لیکن انہوں نے اس روایت کو اپنی کتاب میں درج نہیں کیا اور اس کی وجہ یہ بیان کی:

''هذا اصح من حديث ابن جريج ان ركانة طلق امراته ثلاثا لانهم اهل بيته وهم اعلم به۔

(امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ' سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۰۱ مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱۴۰۵ھ)

یہ حدیث ابن جریج کی روایت کی بہ نسبت صحیح ہے جس میں ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں کیونکہ اس حدیث کی روایت حضرت رکانہ کے اہل بیت سے ہے اور وہ اپنے گھر کے واقعات کو دوسروں کی نسبت زیادہ جاننے والے تھے۔

امام ابوداؤد نے اپنی تینوں احادیث یزید بن رکانہ سے روایت کی ہیں' اسی طرح امام ترمذی نے بھی یزید بن رکانہ کی روایت سے حدیث بیان کی ہے' اس کے برخلاف امام احمد نے ''مسند احمد'' میں ابن جریج سے حضرت رکانہ کی روایت بیان کی ہے اور یہ بالکل معقول اور انصاف کی بات ہے کہ حضرت رکانہ کے گھر کا واقعہ وہی درست ہوگا جو انکے بیٹے نے بیان کیا ہے اور ان کے بیٹے کی روایت کے خلاف اگر کسی غیر متعلق شخص نے کوئی واقعہ بیان کیا ہے تو وہ درست قرار نہیں دیا جائے گا۔

شیخ ابن تیمیہ نے البتہ والی روایت کو مرجوح قرار دینے کے لیے کسی کتاب کا حوالہ دیئے بغیر لکھا ہے: امام احمد بن حنبل' امام بخاری' ابوعبید اور ابومحمد بن حزم نے البتہ والی روایت کو ضعیف قرار دیا اور بیان کیا ہے کہ اس کے راوی مجہول ہیں' ان کی عدالت اور ضبط کا حال معلوم نہیں ہے۔ (مجموع الفتاویٰ ج ۳۲ ص ۱۵' مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز آل السعود)

امام احمد بن حنبل چونکہ اس روایت کو اپنی کتاب میں درج کرنے والے ہیں اس لیے وہ ایک فریق کی حیثیت رکھتے ہیں لہٰذا اگر ان کی تضعیف بالفرض ہو بھی تو خارج از بحث ہے اور ابن حزم کا حوالہ دینا' شیخ ابن تیمیہ کی مغالطہ آفرینی ہے۔ شیخ ابن حزم نے ''سنن ابوداؤد'' کی ایک اور روایت کو بعض بنی ابی رافع کی وجہ سے مجہول لکھا ہے جس کا ذکر باحوالہ آگے آرہا ہے۔ رہے امام بخاری تو ان کے بارے میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ انہوں نے البتہ والی روایت کی تضعیف کی ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ امام بخاری نے ''مسند احمد'' والی روایت کو مضطرب اور معلل قرار دیا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے۔ (حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ' تلخیص الحبیر ج ۳ ص ۱۲۰۵' نزار مصطفیٰ الباز' مکہ مکرمہ' ۱۴۱۷ھ) اور علامہ ابن عبدالبر نے اس کو ''تمہید'' میں ضعیف قرار دیا ہے۔

علامہ ابن جوزی ''مسند احمد'' والی حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: یہ حدیث صحیح نہیں ہے' اس کی سند کا ایک راوی ابن اسحاق مجروح ہے اور دوسرا راوی داؤد اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔ امام ابن حبان نے کہا ہے کہ اس کی روایات سے اجتناب کرنا واجب ہے اور البتہ والی (صحاح ستہ کی) روایت صحت کے قریب ہے اور ''مسند احمد'' والی روایت میں راویوں کی غلطی ہے۔

(العلل المتناہیہ فی الاحادیث الواہیہ ج ۲ ص ۱۵۱' مطبوعہ ادارۃ العلوم الاثریہ' فیصل آباد)

علامہ ابوبکر رازی جصاص نے ''مسند احمد'' کی اس روایت کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۳۸۸ مطبوعہ سہیل اکیڈمی' لاہور' ۱۴۰۰ھ)

علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ رکانہ کی حدیث منکر ہے اور صحیح روایت وہ ہے جو ابوداؤد ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی تھی۔ (فتح القدیر ج ۳ ص ۳۳۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

حضرت رکانہ سے متعلق صحاح کی روایت کی تقویت

شیخ ابن تیمیہ نے حضرت رکانہ کی البتہ والی روایت پر جرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس حدیث کے راوی مجہول ہیں اور ان کی عدالت اور ضبط کا حال معلوم نہیں ہے۔ شیخ ابن تیمیہ کی یہ بات بھی عدل وانصاف اور حقیقت اور صداقت سے بہت دور ہے یہ حدیث ترمذی ابن ماجہ اور داؤد میں ہے امام ابوداؤد نے اس کو تین مختلف سندوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اختصار کے پیش نظر ہم صرف امام ترمذی کی سند کے راویوں کی عدالت اور ضبط کا حال بیان کر رہے ہیں۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو از ھناد از قبیصہ از جریر بن حازم از زبیر بن سعید از عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ بیان کیا ہے۔ سند کے پہلے راوی ھناد ہیں ان کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل نے کہا: تم ھناد کو لازم رکھو ابوحاتم نے کہا: وہ بہت سچے ہیں قتیبہ نے کہا: میں نے دیکھا کہ وکیع ھناد سے زیادہ کسی کی تعظیم نہیں کرتے تھے امام نسائی نے کہا کہ وہ ثقہ ہیں امام ابن حبان نے بھی ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۷۱ مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف ہند ۱۳۲۶ھ)

اس سند کے دوسرے روای قبیصہ ہیں ان کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ حافظ ابوزرعہ سے قبیصہ اور ابونعیم کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: ان دونوں میں قبیصہ افضل ہیں ابن حاتم کہتے ہیں: میں نے اپنے والد سے قبیصہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: وہ بہت سچے ہیں اسحاق بن یسار نے کہا: میں نے شیوخ میں سے قبیصہ سے بڑھ کر کوئی حافظ نہیں دیکھا امام نسائی نے کہا: ان سے روایت میں کوئی حرج نہیں اور امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۴۹-۳۴۸ مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف ہند ۱۳۲۵ھ)

اس حدیث کے تیسرے راوی ہیں: جریر بن حازم ان کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حماد جتنی تعظیم جریر بن حازم کی کرتے تھے کسی اور کی نہیں کرتے تھے عثمان دارمی نے ابن معین سے نقل کیا ہے کہ یہ ثقہ ہیں دوری کہتے ہیں: میں نے یحییٰ سے پوچھا کہ جریر بن حازم اور ابوالاشہب میں کس کی روایت بہتر ہے؟ انہوں نے کہا: جریر کی روایت احسن اور اسند ہے۔ ابوحاتم نے کہا: یہ بہت سچے اور نیک ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۷ مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف ہند ۱۳۲۶ھ)

اس حدیث کے چوتھے راوی زبیر بن سعید ہیں ان کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: دوری نے ابن معین سے نقل کیا کہ یہ ثقہ ہیں دارقطنی نے کہا: یہ معتبر ہیں اور امام ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۱۵ مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف ہند ۱۳۲۶ھ)

اس حدیث کے پانچویں راوی ہیں: عبداللہ بن یزید بن رکانہ یہ خود حضرت رکانہ کے اہل بیت سے ہیں امام ابن حبان نے انکا ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (حافظ بن حبان تیمی متوفی ۳۵۴ھ کتاب الثقات ج ۷ ص ۱۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۱ھ)

اور حافظ ابن حجر نے اس کو مقرر رکھا ہے۔

(حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۲۵ مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف ہند ۱۳۲۵ھ)

حضرت رکانہ سے متعلق "سنن ابوداؤد" کی ایک شاذ روایت کے ضعف کا بیان

پیر محمد کرم شاہ صاحب نے "سنن ابوداؤد" کی اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے کہ جس میں ہے: حضرت عبد یزید ابورکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنی بیوی ام رکانہ سے رجوع کر لو۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے تو اسے تین طلاقیں دے دی ہیں' آپ نے فرمایا: میں جانتا ہوں' تم اس سے رجوع کر لو۔

(سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹۹۔ ۲۹۸ 'مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

اس حدیث سے پیر صاحب کا استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس کی سند میں بعض بنی ابی رافع موجود ہیں' جو مجہول ہیں۔ غیر مقلدین کے بہت بڑے عالم شیخ ابن حزم اس حدیث کی سند پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(شیخ ابن تیمیہ نے "سنن ابوداؤد" کی جس حدیث کے بارے میں ابن حزم کا حوالہ دیا تھا' وہ اصل میں یہ حدیث ہے)۔

ہمارے علم میں اس حدیث کے سوا ان لوگوں کی اور کوئی دلیل نہیں ہے' اور یہ حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ ابورافع کی اولاد میں سے جس شخص سے یہ روایت ہے اس کا نام لیا گیا' اور مجہول راوی کی روایت دلیل نہیں ہو سکتی۔

(المحلی ج ۱۰ ص ۱۶۸ 'مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ' ۱۳۵۲ھ)

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ "مستدرک" کی بعض روایات میں بعض بنی ابی رافع کی تعیین محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع سے کر دی گئی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع کے بارے میں لکھتے ہیں امام بخاری نے کہا: یہ منکر الحدیث ہے۔ ابن معین نے کہا: یہ "لیس بشیء" ہے ابوحاتم نے کہا: یہ ضعیف الحدیث' منکر الحدیث اور ذاہب الحدیث ہے۔ ابن عدی نے کہا: یہ کوفہ کی شیعہ میں سے ہے اور فضائل میں اس نے ایسی روایات بیان کی ہیں جن کا کوئی متابع نہیں ہے' ابن حبان نے اس کا ثقات میں ذکر کیا۔ برقانی نے دارقطنی سے روایت کیا کہ یہ متروک ہے یاد رہے کہ امام بخاری نے فرمایا ہے: جس شخص کے بارے میں میں یہ کہوں کہ یہ منکر الحدیث ہے اس سے روایت کرنا صحیح نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ملحوظ رہنی چاہیے کہ امام ابن عدی نے اس کو شیعہ لکھا ہے اور تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینا شیعہ حضرات کا مسلک ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۲۱ 'مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف' ہند' ۱۳۲۶ھ)

اس روایت کی سند اس پائے کی نہیں ہے' جس سے حلال اور حرام کے مسئلہ میں استدلال ہو سکے' خصوصاً جبکہ اس روایت سے وہ چیز حلال ہو رہی ہو جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی صراحت سے حرام ہو چکی ہو اور ائمہ اربعہ اور جمہور مسلمین کا اس کی حرمت پر اتفاق ہو۔

شیخ ابن تیمیہ اور ان کے حامیوں کے پاس تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کے لیے صرف یہ تین روایات تھیں: ایک صحیح مسلم کی روایت جو طاؤس کا وہم اور شاذ روایت ہے' دوسری "مسند احمد" کی روایت جو مضطرب' منکر' معلل اور ضعیف روایت ہے' تیسری "سنن ابوداؤد" کی یہ روایت جو مجہول' منکر اور متروک کی روایت ہے۔ (تفسیر تبیان القرآن' سورہ بقرہ' لاہور)

2196 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي بَعْضُ بَنِي أَبِي رَافِعٍ مَوْلَى

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنْ عِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: طَلَّقَ عَبْدُ يَزِيدَ أَبُو رُكَانَةَ، وَإِخْوَتِهِ أُمَّ رُكَانَةَ، وَنَكَحَ امْرَأَةً مِنْ مُزَيْنَةَ، فَجَاءَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: مَا يُغْنِي عَنِّي إِلَّا كَمَا تُغْنِي هٰذِهِ الشَّعْرَةُ، لِشَعْرَةٍ أَخَذَتْهَا مِنْ رَأْسِهَا، فَفَرِّقْ بَيْنِي وَبَيْنَهُ، فَأَخَذَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمِيَّةٌ، فَدَعَا بِرُكَانَةَ، وَإِخْوَتِهِ، ثُمَّ قَالَ لِجُلَسَائِهِ: أَتَرَوْنَ فُلَانًا يُشْبِهُ مِنْهُ كَذَا وَكَذَا، مِنْ عَبْدِ يَزِيدَ، وَفُلَانًا يُشْبِهُ مِنْهُ كَذَا وَكَذَا، قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَبْدِ يَزِيدَ: طَلِّقْهَا فَفَعَلَ، ثُمَّ قَالَ: رَاجِعِ امْرَأَتَكَ أُمَّ رُكَانَةَ وَإِخْوَتِهِ، قَالَ: إِنِّي طَلَّقْتُهَا ثَلَاثًا يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: قَدْ عَلِمْتُ رَاجِعْهَا وَتَلَا: (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ) (الطلاق: 1)

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ نَافِعِ بْنِ عُجَيْرٍ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ بْنِ رُكَانَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رُكَانَةَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ الْبَتَّةَ، فَرَدَّهَا إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَحُّ، لِأَنَّ وَلَدَ الرَّجُلِ، وَأَهْلَهُ أَعْلَمُ بِهِ، إِنَّ رُكَانَةَ إِنَّمَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ الْبَتَّةَ، فَجَعَلَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاحِدَةً

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: عبد یزید، جو رکانہ اور ان کے بھائیوں کے والد تھے، انہوں نے رکانہ کی والدہ کو طلاق دے دی، اور مزینہ قبیلے سے تعلق رکھنے والی ایک عورت کے ساتھ شادی کر لی۔ وہ خاتون (یعنی ام رکانہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی: اس نے میری اتنی ضرورت پوری کی جتنی یہ بال، اس بال کی ضرورت پوری کرتا ہے (یعنی یہ میرے ساتھ صحبت کرنے کے قابل نہیں ہے) اس عورت نے اپنے سر کے بال پکڑ کر یہ بات کہی تھی، (پھر وہ بولی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اور میرے درمیان علیحدگی کروادیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید غصہ آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکانہ اور اس کے بھائیوں کو بلوایا، پھر آپ نے حاضرین سے فرمایا: کیا تم دیکھ رہے کہ بچہ اس سے، یعنی عبد یزید سے، کتنی مشابہت رکھتا ہے، لوگوں نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد یزید سے فرمایا: اس کو طلاق دے دو! انہوں نے ایسا ہی کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی بیوی، جو رکانہ اور اس کے بھائیوں کی ماں ہے، اس سے رجوع کر لو! انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں اسے تین طلاقیں دے چکا ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے علم ہے، تم اس سے رجوع کر لو، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی:

''اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت میں دو''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ایک اور سند کے ساتھ یہ روایت منقول ہے: رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دے دی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو ان کی طرف واپس بھجوادیا۔

یہ روایت زیادہ مستند ہے، کیونکہ آدمی کی اولاد، اس کے اہل خانہ اس کے بارے میں علم رکھتے ہیں۔ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق دی تھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک طلاق قرار دیا تھا۔

2196-اسنادہ ضعیف. لعلتین: اولاهما: ابهام شیخ ابن جریج، وقد جاء مصرحاً باسمه في رواية محمد بن ثور الصنعاني، انه محمد بن عبيد الله بن رافع. قال الذهبي في "تلخيص المستدرك" /4912: محمد واه. قال: والخبر خطأ، عبد يزيد لم يدرك الاسلام. قلنا: فهذه علة ثانية. واخرجه عبد الرزاق في "مصنفه" (113340) عن ابن جريج، ومن طريقه اخرجه البيهقي في "الكبرى" 339.7/

2197 - حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلاَثًا قَالَ: فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ رَادُّهَا إِلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: يَنْطَلِقُ أَحَدُكُمْ فَيَرْكَبُ الْحُمُوقَةَ ثُمَّ يَقُولُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ وَإِنَّ اللَّهَ قَالَ: (وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا) (الطلاق: 2) وَإِنَّكَ لَمْ تَتَّقِ اللَّهَ فَلَمْ أَجِدْ لَكَ مَخْرَجًا عَصَيْتَ رَبَّكَ وَبَانَتْ مِنْكَ امْرَأَتُكَ وَإِنَّ اللَّهَ قَالَ: (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ) (الطلاق: 1) فِي قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ حُمَيْدٌ الأَعْرَجُ وَغَيْرُهُ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَرَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَيُّوبُ وَابْنُ جُرَيْجٍ جَمِيعًا عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَرَوَاهُ الأَعْمَشُ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ كُلُّهُمْ قَالُوا: فِي الطَّلاَقِ الثَّلاَثِ أَنَّهُ أَجَازَهَا قَالَ: وَبَانَتْ مِنْكَ نَحْوَ حَدِيثِ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَى حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ إِذَا قَالَ: أَنْتِ طَالِقٌ ثَلاَثًا بِفَمٍ وَاحِدٍ فَهِيَ وَاحِدَةٌ وَرَوَاهُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عِكْرِمَةَ هَذَا قَوْلُهُ لَمْ يَذْكُرِ ابْنَ عَبَّاسٍ وَجَعَلَهُ قَوْلَ عِكْرِمَةَ

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھا، ایک شخص ان کے پاس آیا اور بولا: اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خاموش رہے، یہاں تک کہ میں نے یہ گمان کیا کہ وہ اس عورت کو اس شخص کی طرف واپس کروا دیں گے، پھر انہوں نے فرمایا: کوئی شخص جا کر حماقت کا مرتکب ہوتا ہے اور پھر ''اے ابن عباس! اے ابن عباس!'' کہنا شروع کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے (مشکل سے) نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے''۔

لیکن تم اللہ تعالیٰ سے ڈرے نہیں، اس لیے تمہارے لیے مجھے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ملتا۔ تم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور تمہاری بیوی تم سے جدا ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو: تو انہیں عدت کے آغاز میں طلاق دو''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حمید اعرج اور دیگر حضرات نے یہ روایت مجاہد کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔

ایوب اور ابن جریج دونوں نے عکرمہ بن خالد، سعید بن جبیر کے حوالے سے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔

ابن جریج نے عبدالحمید بن رافع، عطاء کے حوالے سے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔

یہ روایت اعمش نے، مالک بن حارث کے حوالے سے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔

ابن جریج نے عمرو بن دینار کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔

ان سب نے تین طلاقوں کے بارے میں یہی بات نقل کی ہے، کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تین طلاقوں کو واقع قرار دیا تھا۔

اور یہ کہا تھا: وہ عورت تم سے بائنہ ہوگئی، جس طرح اسماعیل نے ایوب کے حوالے سے، عبداللہ بن کثیر سے نقل کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حماد بن زید نے ایوب، عکرمہ کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے: جب مرد ایک ہی مرتبہ میں یہ کہے "تمہیں تین طلاقیں ہیں" تو یہ ایک شمار ہوگی۔

یہ روایت اسماعیل بن ابراہیم نے ایوب کے حوالے سے، عکرمہ سے، ان کے اپنے قول کے طور پر نقل کی ہے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر نہیں کیا، اور اسے عکرمہ کا قول قرار دیا ہے۔

2198 - وَصَارَ قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيمَا حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى وَهٰذَا حَدِيثُ أَحْمَدَ - قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، وَمُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِيَاسٍ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ وَأَبَا هُرَيْرَةَ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، سُئِلُوا عَنِ الْبِكْرِ يُطَلِّقُهَا زَوْجُهَا ثَلَاثًا، فَكُلُّهُمْ قَالُوا: لَا تَحِلُّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ، أَنَّهُ شَهِدَ هٰذِهِ الْقِصَّةَ حِينَ جَاءَ مُحَمَّدُ بْنُ إِيَاسِ بْنِ الْبُكَيْرِ، إِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ، وَعَاصِمِ بْنِ عُمَرَ فَسَأَلَهُمَا عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَا: اذْهَبْ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ فَإِنِّي تَرَكْتُهُمَا عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، ثُمَّ سَاقَ هٰذَا الْخَبَرَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ هُوَ: أَنَّ الطَّلَاقَ الثَّلَاثَ تَبِينُ مِنْ زَوْجِهَا مَدْخُولًا بِهَا، وَغَيْرَ مَدْخُولٍ بِهَا، لَا تَحِلُّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ، هٰذَا مِثْلُ خَبَرِ الصَّرْفِ، قَالَ فِيهِ: ثُمَّ إِنَّهُ رَجَعَ عَنْهُ يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتویٰ تبدیل ہوگیا تھا، جیسا کہ احمد بن صالح اور محمد بن یحییٰ، اپنی سند کے ساتھ، محمد بن ایاس کا بیان کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ایسی کنواری لڑکی کے بارے میں دریافت کیا گیا، (جس کی رخصتی سے پہلے) اس کا شوہر اسے تین طلاقیں دیدیتا ہے، تو ان سب حضرات نے یہ جواب دیا: وہ لڑکی اس شخص کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک دوسری شادی کر کے (مطلقہ یا بیوہ نہیں ہو جاتی)۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) امام مالک نے اپنی سند کے ساتھ، معاویہ بن ابو عیاش کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ وہ اس وقت وہاں موجود تھے، جب محمد بن ایاس، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور عاصم بن عمر کے پاس آئے اور ان سے اس بارے میں دریافت کیا، تو ان دونوں حضرات نے یہ کہا: تم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ (اور ان سے یہ مسئلہ دریافت کرو) میں ان دونوں کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس چھوڑ کر آیا تھا۔ (اس کے بعد راوی نے یہ روایت بیان کی ہے)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول کہ تین طلاقوں کی صورت میں عورت اپنے شوہر سے بائنہ ہو جائے گی خواہ وہ مدخول بہا ہو یا نہ ہو، اور وہ عورت اس مرد کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی، جب تک دوسری شادی کرنے (کے بعد بیوہ یا طلاق یافتہ نہیں ہو جاتی)

یہ "بیع صرف" کے بارے میں دوسری روایت کی مانند ہے۔ جس کے بارے میں انہوں نے پہلے ایک فتویٰ دیا اور پھر اس سے رجوع کر لیا۔ یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے (ایسا کیا)

2199 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ عَنْ طَاوُسٍ أَنَّ رَجُلًا، يُقَالُ لَهُ: أَبُو الصَّهْبَاءِ كَانَ كَثِيرَ السُّؤَالِ لِابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الرَّجُلَ كَانَ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، جَعَلُوهَا وَاحِدَةً عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَصَدْرًا مِنْ إِمَارَةِ عُمَرَ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: بَلَى، كَانَ الرَّجُلُ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، جَعَلُوهَا وَاحِدَةً عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَصَدْرًا مِنْ إِمَارَةِ عُمَرَ، فَلَمَّا رَأَى النَّاسَ قَدْ تَتَابَعُوا فِيهَا، قَالَ: أَجِيزُوهُنَّ عَلَيْهِمْ

⊛⊛ طاؤس رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ابوصہباء نامی ایک شخص حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بکثرت سوالات کیا کرتا تھا، اس نے کہا: کیا آپ یہ نہیں جانتے، جب کوئی شخص اپنی بیوی سے صحبت کرنے سے پہلے، اسے تین طلاقیں دے دے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے ابتدائی دور میں، لوگ انہیں ایک طلاق شمار کرتے تھے، تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جی ہاں! جب کوئی شخص اپنی بیوی سے صحبت کرنے سے پہلے، اس کو تین طلاقیں دیدیتا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے ابتدائی دور میں لوگ انہیں ایک طلاق شمار کرتے تھے، جب انہوں (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے دیکھا، کہ لوگ بکثرت طلاقیں دینے لگ گئے ہیں، تو انہوں نے فرمایا: انہیں ان پر نافذ کردو۔

2200 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ أَبَا الصَّهْبَاءِ قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: أَتَعْلَمُ أَنَّمَا كَانَتِ الثَّلَاثُ تُجْعَلُ وَاحِدَةً عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَثَلَاثًا مِنْ إِمَارَةِ عُمَرَ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: نَعَمْ

⊛⊛ طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ابوصہباء نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: کیا آپ یہ بات جانتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (کے زمانہ اقدس)، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (کے عہد خلافت) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ

2200- رجاله ثقات رجال الشيخين. ابن جريج - وهو عبد الملك بن عبد العزيز - صرح في هذه الرواية بالاخبار فانتفت شبهة تدليسه. عبد الرزاق: هو ابن همام الصنعاني، وابن طاووس: هو عبد الله بن طاووس بن كيسان اليماني. وهو عند عبد الرزاق في "مصنفه" (11337)، ومن طريقه اخرجه مسلم (1472). واخرجه مسلم (1472)، والنسائي في "الكبرى" (5569) من طريقين عن ابن جريج، به. واخرجه مسلم (1472) من طريق عبد الرزاق، عن معمر، عن ابن طاووس، عن ابيه، عن ابن عباس. وهو في "مسند احمد" (2875).

کے عہد خلافت کے ابتدائی تین سالوں میں، تین (طلاقوں) کو ایک شمار کیا جاتا تھا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: جی ہاں!

بَابٌ فِيمَا عُنِيَ بِهِ الطَّلَاقُ وَالنِّيَّاتُ

باب: جن الفاظ کے ذریعے طلاق کا معنی مراد لیا جا سکتا ہو، (ان کے بارے میں) نیت کا حکم

2201 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَهِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ لِدُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ

❁❁ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''اعمال کا دارومدار نیت پر ہے، آدمی کو وہی (اجر) ملے گا جو اس نے نیت کی ہوگی تو جس شخص کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی، اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف شمار ہوگی اور جس کی ہجرت کسی دنیاوی فائدے کے حصول یا کسی عورت کے ساتھ شادی کرنے کے لیے ہوگی، اس کی ہجرت اسی طرف شمار ہوگی، جس طرف (نیت کر کے) اس نے ہجرت کی''

2202 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ كَعْبٍ، - وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيهِ حِينَ عَمِيَ - قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ، فَسَاقَ قِصَّتَهُ فِي تَبُوكَ، قَالَ: حَتَّى إِذَا مَضَتْ أَرْبَعُونَ مِنَ الْخَمْسِينَ، إِذَا رَسُولُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَعْتَزِلَ امْرَأَتَكَ، قَالَ: فَقُلْتُ: أُطَلِّقُهَا أَمْ مَاذَا أَفْعَلُ؟ قَالَ: لَا، بَلِ اعْتَزِلْهَا فَلَا تَقْرَبَنَّهَا، فَقُلْتُ لِامْرَأَتِي: الْحَقِي بِأَهْلِكِ فَكُونِي عِنْدَهُمْ حَتَّى يَقْضِيَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ فِي هَذَا الْأَمْرِ

❁❁ عبداللہ بن کعب، جو حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے نابینا ہو جانے کے بعد انہیں ساتھ لے کر چلا کرتے تھے، وہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے غزوہ تبوک سے متعلق پورا واقعہ نقل کرتے ہیں، جس میں یہ الفاظ ہیں:

جب پچاس میں سے چالیس دن گزر گئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد میرے پاس آیا اور بولا: اللہ کے رسول نے

2201- اسناده صحيح. سفيان: هو ابن سعيد الثوري، ويحيى بن سعيد: هو الانصاري. واخرجه البخاري و (54) و (2529) و (3898) و (5070) و (6689) و (6953)، ومسلم (1907)، وابن ماجه (4227)، والترمذي (1742)، والنسائي في "الكبرى" (78) و (4717) و (5601) من طرق عن يحيى بن سعيد، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (168)، و"صحيح ابن حبان" (388) و (389) و (4868).

2202- اسناده صحيح. ابن وهب: هو عبد الله المصري، يونس: هو ابن يزيد الايلي، وابن شهاب: هو محمد بن مسلم الزهري. واخرجه مطولاً ومختصراً البخاري (4418)، ومسلم (2769)، والنسائي في "الكبرى" (5586) و (5587) و (5588) من طرق عن الزهري، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (2769) من طريق محمد بن عبد الله بن مسلم، و (2769)، والنسائي في "الكبرى" (5589)

تمہیں یہ حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی سے الگ رہو، میں نے کہا: میں اسے طلاق دے دوں؟ یا پھر میں کیا کروں؟ اس نے کہا: نہیں، بلکہ تم صرف اس سے الگ رہو، اس سے قریب ہرگز نہ ہونا، تو میں نے اپنی بیوی سے کہا: تم اپنے میکے چلی جاؤ، اور اس وقت تک وہیں رہنا، جب تک اللہ تعالیٰ اس معاملے کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر دیتا۔

بَابٌ فِي الْخِيَارِ

باب: (بیوی کو علیحدگی کا) اختیار دینے (کا حکم)

2203- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: خَيَّرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاخْتَرْنَاهُ فَلَمْ يَعُدَّ ذٰلِكَ شَيْئًا

❁❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اختیار دیا تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کر لیا، تو اسے کچھ (یعنی طلاق) شمار نہیں کیا گیا۔

اختیار طلاق میں اقوال اسلاف کا بیان

حماد بن زید نقل کرتے ہیں کہ میں نے ایوب سے پوچھا کہ آپ حسن کے علاوہ کسی اور شخص کو جانتے ہیں جس نے کہا کہ بیوی سے یہ کہنے سے کہ تمہارا معاملہ تمہارے ہاتھ میں ہے تین طلاق واقع ہو جاتی ہیں فرمایا میں حسن کے سوا کسی کو نہیں جانتا پھر فرمایا اے اللہ بخشش فرما مجھے یہ حدیث قتادہ سے پہنچی انہوں نے ابو ہریرہ سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی کہ آپ نے فرمایا تین طلاقیں ہو گئیں ایوب کہتے ہیں کہ میں نے کثیر سے ملاقات کر کے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا پھر میں حضرت قتادہ کے پاس آیا اور انہیں اس بات کی خبر دی انہوں نے فرمایا کہ کثیر بھول گئے ہیں یہ حدیث ہم صرف سلیمان بن حرب کی حماد بن زید سے روایت سے جانتے ہیں میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا ہم سے بھی سلیمان بن حرب، حماد بن زید سے یہی حدیث نقل کرتے ہیں۔ لیکن یہ حضرت ابو ہریرہ پر موقوف ہے یعنی حضرت ابو ہریرہ کا قول ہے۔ علی بن نصر حافظ اور صاحب حدیث ہیں۔

اہل علم کا اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ اگر کوئی اپنی بیوی کو اختیار دیتے ہوئے یہ کہے کہ تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے تو کتنی طلاقیں ہوتی ہیں بعض علماء صحابہ جن میں حضرت عمر، اور عبداللہ بن مسعود بھی شامل ہیں کہتے ہیں کہ اس سے ایک ہی طلاق واقع ہو گی

2203- اسناده صحيح. مسدّد: هو ابن مسرهد الاسدي، وابو عوانة: هو الوضاح ابن عبد الله اليشكري، والاعمش: هو سليمان بن مهران، وابو الضحى: هو مسلم بن صبيح العطار، ومسروق: هو ابن الاجدع الهمداني. واخرجه البخاري (5262)، ومسلم (1477)، وابن ماجه (2052)، والترمذي (1214)، والنسائي في "الكبرى" (5609) من طرق عن الاعمش بهذا الاسناد. واخرجه البخاري (5263)، ومسلم (1477)، والترمذي (1213)، والنسائي (5292) و (5293) و (5605-5608) من طريق مسروق، به. واخرجه مسلم (1477) (28) من طريق اسماعيل بن زكريا، عن الاعمش، عن ابراهيم، عن الاسود، عن عائشة، به. وهو في "مسند احمد" (24181)، و "صحيح ابن حبان" (4267).

اور یہ تابعین اور ان کے بعد کے علماء میں سے کئی حضرات کا قول ہے عثمان بن عفان، اور زید بن ثابت کہتے ہیں کہ فیصلہ وہی ہوگا جو عورت کرے گی۔ ابن عمر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اختیار دے اور وہ خود کو تین طلاق دے تو اس صورت میں اگر خاوند کا دعوی ہو کہ اس نے صرف ایک ہی طلاق کا اختیار دیا تھا تو اس سے قسم لی جائے گی اور اسی کے قول کا اعتبار ہوگا۔ امام احمد کا بھی یہی قول ہے امام اسحاق حضرت ابن عمر کے قول پر عمل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1186)

بیوی کو طلاق کے اختیار دینے میں فقہی مذاہب

مسروق حضرت عائشہ سے اس کی مثل روایت کرتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے بیوی کو اختیار دینے کے مسئلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے حضرت عمر اور عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق کا اختیار دے اور وہ خود کو طلاق دے دے تو ایک طلاق بائنہ ہوگی ان سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ ایک طلاق رجعی بھی دے سکتی ہے لیکن اگر وہ اپنے شوہر کو اختیار کرے تو کچھ بھی نہیں حضرت علی سے منقول ہے کہ اگر وہ خود کو اختیار کرے گی تو ایک طلاق بائن اور اگر وہ اپنے شوہر کے ساتھ رہنا اختیار کرے گی تو ایک طلاق رجعی ہوگی حضرت زید بن ثابت کہتے ہیں کہ اگر اس نے اپنے شوہر کو اختیار کیا تو ایک اور اگر خود کو اختیار کیا تو تین طلاق واقع ہو جائیں گی۔ اکثر فقہاء علماء، صحابہ اور تابعین نے اس باب میں حضرت عمر اور عبداللہ بن مسعود کا قول اختیار کیا ہے سفیان ثوری، اور اہل کوفہ کا بھی یہ قول ہے امام احمد بن حنبل حضرت علی کے قول پر عمل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1188)

بَابٌ فِي أَمْرُكِ بِيَدِكِ

باب: (بیوی کو یہ کہنے کا حکم) تمہارا معاملہ تمہارے ہاتھ میں ہے

2204- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَيُّوبَ: هَلْ تَعْلَمُ أَحَدًا قَالَ بِقَوْلِ الْحَسَنِ فِي أَمْرُكِ بِيَدِكِ. قَالَ: لَا، إِلَّا شَيْئًا حَدَّثَنَاهُ قَتَادَةُ عَنْ كَثِيرٍ مَوْلَى ابْنِ سَمُرَةَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ قَالَ أَيُّوبُ. فَقَدِمَ عَلَيْنَا كَثِيرٌ فَسَأَلْتُهُ. فَقَالَ: مَا حَدَّثْتُ بِهَذَا قَطُّ. فَذَكَرْتُهُ لِقَتَادَةَ فَقَالَ: بَلَى، وَلَكِنَّهُ نَسِيَ.

❁❁ حماد بن زید بیان کرتے ہیں: میں نے ایوب سے کہا: کیا آپ کو کسی ایسے شخص کا علم ہے، جو "تمہارا معاملہ تمہارے ہاتھ میں ہے" کے الفاظ کے بارے میں، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کے مطابق رائے رکھتا ہو؟ انہوں نے جواب دیا: جی نہیں! البتہ ایک روایت ہے، جو قتادہ نے اپنی سند کے ساتھ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے، اس کی مانند نقل کی ہے۔

ایوب بیان کرتے ہیں: جب کثیر ہمارے پاس آئے، تو میں نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا: وہ بولے: میں روایت کبھی بیان نہیں کی، میں نے اس بات کا تذکرہ قتادہ سے کیا، تو وہ بولے: جی ہاں (انہوں نے یہ روایت نقل کی ہے، لیکن شاید) وہ بھول گئے ہیں۔

2205 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ فِي: أَمْرُكِ بِيَدِكِ. قَالَ: ثَلَاثٌ

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: "تمہارا معاملہ تمہارے اختیار میں ہے" کے بارے میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں:

یہ تین (طلاقیں شمار ہوں گی۔)

شرط طلاق پر نکاح کرنے کی فقہی تصریح کا بیان

امام فقیہ النفس کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک عورت کو کہا میں تجھ سے اس شرط پر نکاح کرتا ہوں کہ تو طلاق والی ہے، یا اس شرط پر کہ طلاق کا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے۔ اس کے متعلق امام محمد علیہ الرحمہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جامع میں ذکر فرمایا کہ یہ نکاح صحیح ہے اور طلاق کی شرط باطل ہے اور بیوی کو طلاق کا اختیار بھی نہ ہوگا۔ اس پر فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر خاوند نے ابتداء کرتے ہوئے کہا میں تجھ سے اس شرط پر نکاح کرتا ہوں کہ تجھے طلاق ہے تو پھر مذکور حکم یعنی نکاح صحیح اور طلاق باطل ہے، اور اگر عورت ابتداء کرتے ہوئے کہے میں نے اپنے آپ کو تجھ سے نکاح دیا اس شرط پر کہ مجھے طلاق ہو تو خاوند نے جواب میں کہا میں نے قبول کیا، تو نکاح صحیح ہو کر طلاق ہو جائے گی کیونکہ خاوند کی طرف سے ابتداء کرنے میں طلاق اور تفویض، نکاح سے قبل ہوئی تو طلاق کی شرط صحیح نہ ہوئی، لیکن عورت کی طرف سے ابتداء ہوئی تو پھر طلاق کی تفویض نکاح کے بعد ہوئی کیونکہ جب زوج نے عورت کی کلام کے بعد جواب میں "میں نے قبول کیا" کہا، تو چونکہ جواب میں سوال کا اعادہ معتبر ہوتا ہے تو گویا خاوند نے یوں کہا کہ میں نے نکاح قبول کیا اس شرط پر کہ تجھے طلاق ہو یا طلاق کا معاملہ تیرے اختیار میں ہو تو یوں نکاح پہلے ہو گیا اور تفویض طلاق بعد ہوئی۔

(فتاویٰ قاضی خاں، ج ۱، ص ۱۵۲، لکھنو)

بَابٌ فِي الْبَتَّةِ

باب: طلاق بتہ کا حکم

2206 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ الْكَلْبِيُّ أَبُو ثَوْرٍ، فِي آخَرِينَ قَالُوا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِدْرِيسَ الشَّافِعِيُّ، حَدَّثَنِي عَمِّي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ شَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ نَافِعِ بْنِ عُجَيْرِ بْنِ عَبْدِ يَزِيدَ بْنِ رُكَانَةَ، أَنَّ رُكَانَةَ بْنَ عَبْدِ يَزِيدَ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ سُهَيْمَةَ الْبَتَّةَ، فَأَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ، وَقَالَ: وَاللهِ مَا أَرَدْتُ إِلَّا وَاحِدَةً، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَاللهِ مَا أَرَدْتَ إِلَّا وَاحِدَةً؟، فَقَالَ رُكَانَةُ: وَاللهِ مَا أَرَدْتُ إِلَّا وَاحِدَةً، فَرَدَّهَا إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَطَلَّقَهَا الثَّانِيَةَ فِي زَمَانِ عُمَرَ، وَالثَّالِثَةَ فِي زَمَانِ عُثْمَانَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَوَّلُهُ لَفْظُ إِبْرَاهِيمَ، وَآخِرُهُ لَفْظُ ابْنِ السَّرْحِ

⊛⊛ نافع بن عجیر بیان کرتے ہیں: (ان کے پردادا) حضرت رکانہ بن عبد یزید رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ سہیمہ کو طلاق بتہ دے دی، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں بتایا اور عرض کی: اللہ کی قسم! میں نے اس کے ذریعے صرف ایک (طلاق) مراد لی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اللہ کی قسم! تم نے صرف ایک مراد لی تھی؟ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کی قسم! میں نے صرف ایک مراد لی تھی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو انہیں واپس کروا دیا۔

پھر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اس خاتون کو دوسری اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اسے تیسری طلاق دی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس روایت کے ابتدائی الفاظ ابراہیم کے اور آخری الفاظ ابن سرح کے نقل کردہ ہیں۔

2207 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ النَّسَائِيُّ اَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُمْ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِدْرِيسَ، حَدَّثَنِي عَمِّي مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنِ ابْنِ السَّائِبِ، عَنْ نَافِعِ بْنِ عُجَيْرٍ، عَنْ رُكَانَةَ بْنِ عَبْدِ يَزِيدَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

2208 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ بْنِ رُكَانَةَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ: اَنَّهُ طَلَّقَ امْرَاَتَهُ الْبَتَّةَ، فَاَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا اَرَدْتَ، قَالَ: وَاحِدَةً، قَالَ: آللّٰهِ؟ قَالَ: آللّٰهِ، قَالَ: هُوَ عَلٰى مَا اَرَدْتَ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَنَّ رُكَانَةَ طَلَّقَ امْرَاَتَهُ ثَلَاثًا، لِاَنَّهُمْ اَهْلُ بَيْتِهِ، وَهُمْ اَعْلَمُ بِهِ، وَحَدِيثُ ابْنِ جُرَيْجٍ رَوَاهُ عَنْ بَعْضِ بَنِي اَبِي رَافِعٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

⊛⊛ عبداللہ بن علی اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دے دی، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تم نے کیا مراد لیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: ایک (طلاق)، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا اللہ کی قسم! انہوں نے عرض کی: اللہ کی قسم! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ (طلاق) تمہارے ارادے کے مطابق (واقع شمار) ہوگی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ابن جریج کی نقل کردہ روایت سے زیادہ مستند ہے، کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں، کیونکہ (اس روایت کے راوی) ان کے خاندان کے افراد ہیں اور وہ لوگ ان کے بارے میں زیدہ بہتر جانتے ہوں گے۔

ابن جریج کی روایت کو ابورافع کے کسی بیٹے نے عکرمہ کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔

2208- واخرجه ابن ماجه (2051)، والترمذی (1211) من طریق جریر بن حازم، بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (9124009/)، و"صحیح ابن حبان" (4274).

طلاق بتہ کے معنی ومفہوم کا بیان

حضرت عبداللہ بن یزید بن رکانہ اپنے والد اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو بتہ طلاق دی آپ نے پوچھا اس سے آپ کی کیا مراد ہے کتنی طلاقیں مراد ہیں میں نے کہا کہ ایک۔ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم میں نے کہا ہاں اللہ کی قسم۔ پس آپ نے فرمایا وہی ہوگی جو تم نے نیت کی۔ اس حدیث کو ہم صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

علماء، صحابہ، اور دوسرے علماء کا لفظ البتہ کے استعمال میں اختلاف ہے کہ اس سے کتنی طلاقیں مراد ہوتی ہیں حضرت عمر سے مروی ہے کہ یہ ایک ہی طلاق ہے۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ اس سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ طلاق دینے والے کی نیت کا اعتبار ہے اگر ایک طلاق کی نیت کی ہو تو ایک اگر تین کی نیت کی ہو تو تین واقع ہوتی ہیں لیکن اگر دو کی نیت کی ہو تو ایک ہی واقع ہوگی۔ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے۔

امام مالک علیہ الرحمہ بن انس فرماتے ہیں اگر لفظ البتہ کے ساتھ طلاق دے اور عورت سے صحبت کر چکا تو تین طلاق واقع ہوں گی۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر ایک طلاق کی نیت ہو تو ایک واقع ہوگی اور رجوع کا اختیار ہوگا اگر دو کی نیت کی ہو تو دو اگر تین کی نیت کی ہو تو تین واقع ہوں گی۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1185)

لفظ ''سراح'' کے صریح ہونے یا نہ ہونے میں فقہی مذاہب

لفظ " السراح " جمہور فقہاء کے ہاں طلاق کے صریح الفاظ میں شامل نہیں ہوتا، اس لیے اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اسرحی کے الفاظ بولے تو اس سے طلاق کی نیت کے بغیر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

شافعیہ اور بعض حنابلہ کہتے ہیں کہ: یہ طلاق کے صریح الفاظ میں شامل ہوتا ہے، اس لیے اگر خاوند نے بیوی سے " اسرحی " کہا تو طلاق واقع ہو جائے گی، اور خاوند کا قول نیت نہ کرنا قبول نہیں ہوگا، الا یہ کہ اگر اس پر کوئی قرینہ دلالت کرے کہ وہ اس سے طلاق مراد نہیں لے رہا تھا۔

مثلاً اگر وہ بیوی سے فصل والی جگہ میں جلدی جانے کا کہنے کے بعد " اسرحی " کہے۔ اور شافعی حضرات میں سے ابن حجر مکی رحمہ اللہ کا فتوی ہے کہ: " اسرحی " کنایہ کے الفاظ میں شامل ہوتا ہے، کیونکہ یہ سرح بغیر شد کے میں سے ہے، نہ کہ سَرّح شد کے ساتھ۔ اور الرملی نے نھایۃ المحتاج میں ذکر کیا ہے کہ: " جب خاوند طلاق کے صریح الفاظ بولے تو پھر خاوند کی یہ بات قبول نہیں کی جائے گی کہ اس نے طلاق کا ارادہ نہیں کیا تھا، لیکن یہ کہ اگر اس پر کوئی قرینہ دلالت کرتا ہو، اور اس میں انہوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ جب وہ بیوی کو کہے: کھیت جلد جانے کا حکم دینے کے بعد اسرحی کا لفظ بولے تو اس کا قبول کیا جائے گا۔ (نھایۃ المحتاج 6/429)

اور مالکیہ یہ کہتے ہیں کہ: بغیر نیت کے ہی لفظ سراح سے طلاق واقع ہو جائے گی: کیونکہ ان کے ہاں بعض کے نزدیک یہ لفظ صریح میں شامل ہوتا ہے، یا پھر ظاہری طور پر لکھے جو نیت کا محتاج نہ ہو۔

راجح جمہور کا مسلک ہے، اس لیے السراح یا سرحتک یا سرحی کے الفاظ سے طلاق اسی صورت میں واقع ہوگی جب وہ طلاق کی نیت کرے گا۔

طلاق صریح کے الفاظ سے طلاق میں فقہی مذاہب

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں ": قال (اور جب وہ کہے میں نے تجھے طلاق دی، یا میں نے تجھے علیحدہ کر دیا، یا میں نے تجھے چھوڑ دیا تو اسے طلاق لازم ہوگی) یہ اس کا تقاضہ کرتا ہے کہ صریح طلاق کے تین الفاظ ہیں الطلاق، الفراق، اور السراح اور ان سے بنائے جانے والے دوسرے صیغے۔

امام شافعی کا مسلک یہی ہے، اور ابو عبداللہ بن حامد کا کہنا ہے کہ: طلاق کا صریح لفظ صرف ایک ہی ہے اور وہ طلاق اور اس سے بنائے جانے والے صیغے اس کے علاوہ کوئی اور لفظ صریح نہیں، امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ اور امام مالک علیہ الرحمہ رحمہما اللہ کا مسلک یہی ہے۔

لیکن امام مالک علیہ الرحمہ اس سے بغیر نیت کے بھی طلاق واقع ہونے کے قائل ہیں؛ کیونکہ ظاہری کنایات نیت کے محتاج نہیں ہوتے۔ اس قول کی دلیل یہ ہے کہ فراق اور السراح کے الفاظ طلاق کے علاوہ بھی بہت زیادہ استعمال ہوتے ہیں، اس لیے باقی کنایہ کے الفاظ کی طرح یہ بھی طلاق میں صریح نہیں ہوں گے۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ: کتاب اللہ میں یہ الفاظ خاوند اور بیوی کے مابین علیحدگی اور جدائی کے معنی میں وارد ہوئے ہیں، تو یہ اس میں طلاق کے الفاظ کی طرح صریح ہوئے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: (اچھے طریقہ سے روک لو، یا پھر اچھے طریقہ سے چھوڑ دو)۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے: (اور اگر وہ دونوں علیحدہ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنی وسعت میں سے غنی کر دیگا)۔

(مغنی، کتاب طلاق)

طلاق کے صریح الفاظ کا فقہی بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ لفظ صریح مثلاً میں نے تجھے طلاق دی، تجھے طلاق ہے، تو مطلقہ ہے، تو طالق ہے، میں تجھے طلاق دیتا ہوں، اے مطلقہ۔ ان سب الفاظ کا حکم یہ ہے کہ ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اگرچہ کچھ نیت نہ کی ہو یا بائن کی نیت کی یا ایک سے زیادہ کی نیت ہو یا کہے میں نہیں جانتا تھا کہ طلاق کیا چیز ہے مگر اس صورت میں کہ وہ طلاق کو نہ جانتا تھا دیانۃً واقع نہ ہوگی۔

طلاغ، تلاغ، طلاک، تلاک، تلاکھ، طلاکھ، تلاخ، تلاح، تلاق، طلاق۔ بلکہ توتلے کی زبان سے، تلات۔ یہ سب صریح کے الفاظ ہیں، ان سب سے ایک طلاق رجعی ہوگی اگرچہ نیت نہ ہو یا نیت کچھ اور ہو۔ طل اق، طا لام الف قاف کہا اور نیت طلاق ہو تو ایک رجعی ہوگی۔

اردو میں یہ لفظ کہ میں نے تجھے چھوڑا، صریح ہے اس سے ایک رجعی ہوگی، کچھ نیت ہو یا نہ ہو۔ یونہی یہ لفظ کہ میں نے فارغ خطی یا فارخطی یا فارکھتی دی، صریح ہے۔

لفظ طلاق غلط طور پر ادا کرنے میں عالم وجاہل برابر ہیں۔ بہر حال طلاق ہو جائے گی اگرچہ وہ کہے میں نے دھمکانے کے لیے غلط طور پر ادا کیا طلاق مقصود نہ تھی ورنہ صحیح طور پر بولتا۔ ہاں اگر لوگوں سے پہلے کہہ دیا تھا کہ میں دھمکانے کے لیے غلط لفظ بولوں گا طلاق مقصود نہ ہوگی تو اب اس کا کہا مان لیا جائے گا۔ (درمختار، باب صریح، ج ۴، ص ۴۴۶، بیروت)

بَابٌ فِي الْوَسْوَسَةِ بِالطَّلَاقِ

باب: طلاق کے بارے میں وسوسہ کا حکم

2209 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللهَ تَجَاوَزَ لِأُمَّتِي عَمَّا لَمْ تَتَكَلَّمْ بِهِ، أَوْ تَعْمَلْ بِهِ، وَبِمَا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کی ان چیزوں سے درگزر کیا ہے، جن کے بارے میں انہوں نے کلام نہ کیا ہو، یا ان پر عمل نہ کیا ہو، صرف ذہن میں اس کے متعلق سوچا ہو''

محض سوچنے کے سبب طلاق واقع نہ ہونے کا بیان

جتنا بھی آپ طلاق کے متعلق سوچ لیں یا پھر اپنے آپ سے اندر ہی اندر کہتے رہیں یا عزم کر لیں طلاق اس وقت تک واقع نہیں ہوگی جب تک آپ الفاظ کی شکل میں زبان سے ادا نہیں کرتے۔

اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے میری امت سے اس کے وسوسے، اور ان کے دل کی بات جب تک کہ وہ اس پر عمل نہ کر لیں یا زبان سے بات نہ کر لیں معاف کر دی ہے) صحیح بخاری حدیث نمبر (6664) صحیح مسلم حدیث نمبر (127)۔

اہل علم کے ہاں عمل بھی اسی پر ہے کہ جب انسان اپنے دل میں ہی طلاق کی بات کرے اور اسے زبان پر نہ لائے تو وہ کچھ بھی نہیں۔

بلکہ بعض اہل علم کے ہاں تو وسوسے میں مبتلا شخص کی طلاق واقع ہی نہیں ہوتی چاہے وہ زبان سے بھی طلاق کے الفاظ بول دے، لیکن اس سے اس کا طلاق دینے کا ارادہ نہ ہو۔

(وسوسے میں مبتلا شخص کی طلاق واقع نہیں ہوتی اگرچہ وہ زبان سے طلاق کے الفاظ ادا کر دے اور اس سے طلاق مقصد نہ ہو، اس لیے کہ یہ الفاظ وسوسے والے شخص بغیر ارادہ اور قصد کے ادا ہوئے ہیں، بلکہ وہ اس پر مجبور ہے جو کہ قلت منع اور قوت دافع کی وجہ سے ادا ہوئیں۔

2209- اسناده صحيح. هشام: هو ابن ابى عبد الله الدستوائى، وقتادة: هو ابن دعامة السدوسى. واخرجه البخارى (2528) و (5269) و (6664)، ومسلم (127)، وابن ماجه (2040) و (2044)، والترمذى (1219)، والنسائى فى "الكبرى" (5598) و (5599) من طرق عن قتادة، بهذا الاسناد. وزاد ابن ماجه فى روايته الثانية: "وما استكرهوا عليه". واخرجه النسائى فى "الكبرى" (5597) من طريق عطاء، عن ابى هريرة، به. وهو فى "مسند احمد" (7470)، و "صحيح ابن حبان" (4334) و (4335).

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "ابہام میں طلاق نہیں" لہذا اس سے اس وقت تک طلاق واقع نہیں ہوگی جب تک کہ وہ اطمنان اور حقیقی ارادہ سے طلاق نہ دے، تو یہ چیز جس پر وہ بغیر قصد اور اختیار کے بغیر مجبور کیا گیا ہے یقیناً اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی)۔(فتاوی اسلامیۃ (3/277)

ہم آپ کو وصیت کرتے ہیں کہ آپ وسوسے کی طرف متوجہ ہی نہ ہوں اور اس سے اعراض کرتے ہو۔ جس چیز کی دعوت وسوسہ دے اس کی مخالفت کریں، اس لیے کہ وسوسہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے تا کہ وہ مومنوں کو پریشانی میں مبتلا اور غمگین کرے۔

وسوسے کا سب سے بہتر اور اچھا علاج اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر اور شیطان مردود سے پناہ اور معاصی و گناہوں سے دور رہنا ہے جس کی وجہ سے شیطان اولاد آدم پر مسلط ہوتا ہے۔

اللہ جل شانہ کا فرمان کچھ اس طرح ہے: {یقیناً (شیطان) کے لیے ان لوگوں پر کوئی طاقت اور زور نہیں چلتا جو ایمان لائیں اور اپنے رب پر توکل کریں} النحل (99)۔

بہتر ہے کہ ہم یہاں پر ابن حجر ھیتمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو وسوسے کا علاج بیان کیا ہے وہ نقل کرتے جائیں: ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ (اللہ ان سے نفع دے) سے جب وسوسے کی بیماری کا علاج دریافت کیا گیا تو ان کا جواب تھا:

اس کی بہت ہی فائدہ مند اور نفع بخش دوا موجود ہے، وہ یہ کہ اس سے مکمل طور پر اعراض ہی کافی ہے۔

اگر نفس میں کسی قسم کا تردد ہو تو جب اس کی طرف دھیان ہی نہیں دیا جائے گا اور اس کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوا جاتا تو وہ تردد اور وسوسہ کبھی بھی نہیں ٹھہر سکتا بلکہ کچھ مدت کے بعد ہی وہ غائب ہو جائے گا، جیسا کہ اس کا تجربہ بھی بہت سے اچھے لوگوں نے کیا ہے۔

لیکن اگر اس کی طرف متوجہ ہو کر اور دھیان دے کر اس کے تقاضے پر عمل کیا جائے گا تو وہ اور زیادہ ہوتا چلا جائے گا حتیٰ کہ اسے مجنونوں اور پاگلوں تک پہنچا دے گا بلکہ اس سے بھی قبیح شکل میں لے جائے گا، جیسا کہ ہم نے بہت سے لوگوں کا مشاہدہ کیا ہے جو اس بیماری میں مبتلا ہوا اور اس کی اور اس کے شیطان کی طرف متوجہ ہوا۔

جس کے بارہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ کرتے ہوئے کچھ اس طرح فرمایا:

(پانی کے وسوسہ ولھان سے بچو) یعنی جو کچھ اس میں مبالغہ اور لھو ہے اس کی وجہ سے بچو جیسا کہ اس کے متعلق شرح مشکاۃ الانوار میں بیان کیا گیا ہے، اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اس کی تائید بھی آئی ہے جو میں نے ذکر کی ہے کہ جو بھی وسوسہ میں مبتلا ہوا سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنی چاہیے اور وہ اس وسوسہ سے رک جاؤ۔

تو آپ اس علاج پر ذرا غور و فکر اور تامل کریں جسے ایسے شخص نے تجویز کیا ہے جو اپنی امت کے لیے خود بولتا ہی نہیں۔

آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ جو اس سے محروم ہوا وہ ہر قسم کی بھلائی اور خیر سے محروم ہو گیا، اس لیے کہ وسوسہ بالاتفاق شیطان کی طرف سے ہے وہ ایسا لعنتی ہے جس کی مراد کی کوئی انتہاء ہی نہیں بلکہ وہ تو مومن کو ضلالت و گمراہی اور پریشانی، زندگی کی بربادی،

اور نفس کو اندھیرے میں ڈال دیتا ہے اور وہاں تک لے جاتا ہے کہ اسے اسلام سے ہی خارج کر دے اور اسے اس کا شعور اور علم تک نہیں ہوتا۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: {یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم اسے دشمن ہی بنا کر رکھو} فاطر (6)

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ: (جو وسوسہ میں مبتلا ہو اسے یہ کہنا چاہیے: میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا)

اس میں کوئی شک نہیں کہ جو بھی اپنے ذہن میں انبیاء کے طریقے اور سنت رکھے اور خاص کر ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور شریعت جسے وہ آسان و سہل اور واضح اور بالکل صاف شفاف جس میں کسی قسم کا کوئی حرج نہیں وہ آسانی پائے گا۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

{اور اس نے تم پر دین میں کوئی حرج نہیں بنایا} الحج (78)۔

جو بھی اس پر غور و فکر اور تامل کرتا اور حقیقی ایمان لائے اس سے وسوسہ کی بیماری اور شیطان کی طرف دھیان دینے کی بیماری جاتی رہتی ہے، ابن سنی کی کتاب میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جو بھی اس وسوسے میں مبتلا ہو اسے تین بار یہ کہنا چاہیے: ہم اللہ تعالیٰ، اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، اس سے اس کا وسوسہ جاتا رہے گا۔

عز بن عبدالسلام وغیرہ نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے، ان کا کہنا ہے:

وسوسہ کا علاج یہ ہے کہ: یہ اعتقاد رکھے کہ یہ ایک شیطانی سوچ ہے، اور ابلیس ہی ہے جس نے یہ سب کچھ اس کے ذہن میں ڈالا اور اس سے لڑ رہا ہے، تو اس سے اسے مجاہد کا ثواب حاصل ہوگا، اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن سے لڑ رہا ہے۔

اور جب وہ اسے محسوس کرے گا تو اس سے بھاگ جائے گا، اور یہ اسی سے ہے جس سے نوع انسانی شروع سے مبتلا رہی اور اللہ تعالیٰ نے اسے اس پر بطور آزمائش مسلط کر دیا تاکہ اللہ تعالیٰ حق کو ثابت اور باطل کو ختم کرے اور اگرچہ کافر اس کو برا ہی جانتے رہیں۔

اور صحیح مسلم میں عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ شیطان میرے اور میری نماز اور قرات کے درمیان حائل ہو گیا، میں نے اس کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا:

یہ شیطان جسے خنزب کہا جاتا ہے، تو اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کر اور اپنی بائیں جانب تین بار تھوک، میں نے ایسے ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے اسے دور کر دیا۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر (2203)۔

تو اس سے آپ کو علم ہوگا کہ میں نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ صحیح ہے کہ وسوسہ صرف ان پر مسلط ہوتا ہے جس پر جہالت طاری ہو اور وہ تمیز کرنے سے عاری ہو جائے، لیکن جو حقیقی علم رکھے اور باعقل ہو تو وہ اتباع سے نہیں نکلتا اور نہ ہی اس میں بدعات پائی جاتی ہیں۔

اور سب سے قبیح اور برے بدعتی وہ ہیں جنہیں وسوسوں نے گھیر رکھا ہے اسی لیے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے شیخ ربیعہ جو کہ ان کے زمانے کے امام تھے کہا ہے۔

ربیع لوگوں میں سے دو کاموں استبراء اور وضوء میں سب سے زیادہ تیز اور آگے تھے، حتیٰ کہ اگر ان کے علاوہ کوئی اور ہوتا تو میں کہتا کہ اس نے نہیں کیا، شاید وہ اپنے اس قول (اس نے نہیں کیا) سے مراد وضوء نہیں کیا ہو۔

اور ابن ھرمز استبراء (برات طلب کرنے) اور وضوء میں بہت زیادہ سست تھے، اور وہ کہتے تھے کہ میں آزمائش میں ہوں میری اقتداء نہ کرو۔

اور امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ:

جو شخص وضوء یا پھر نماز میں وسوسہ میں مبتلا ہو جائے تو اس کے لیے لا الہ الا اللہ کہنا مستحب ہے، اس لیے کہ شیطان جب یہ سنے گا تو ذلیل ہو کر پیچھے ہو جائے گا، اور لا الہ الا اللہ ذکر کی چوٹی اور بلندی ہے، اور وسوسے کو ختم کرنے کے لیے سب سے بہتر اور اچھا علاج کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ہے۔۔ ابن حجر ھیتمی رحمہ اللہ کی کلام ختم ہوئی۔ (الفتاوی الفقھیۃ الکبری (1/149)

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَقُولُ لِامْرَأَتِهِ: يَا أُخْتِي

باب: آدمی کا اپنی بیوی کو یہ کہنا: ''اے میری بہن''

2210 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ح وحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، وَخَالِدٌ الطَّحَّانُ الْمَعْنَى كُلُّهُمْ عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ الْهُجَيْمِيِّ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِامْرَأَتِهِ: يَا أُخَيَّةُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُخْتُكَ هِيَ؟، فَكَرِهَ ذَلِكَ وَنَهَى عَنْهُ

❁❁ حضرت ابوتمیمہ ہجیمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا: اے چھوٹی بہن! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا یہ تمہاری بہن ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ناپسند کیا، اور اس سے منع کیا۔

2211 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ يَعْنِي ابْنَ حَرْبٍ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ قَوْمِهِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، سَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ لِامْرَأَتِهِ: يَا أُخَيَّةُ، فَنَهَاهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ، عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَوَاهُ شُعْبَةُ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❁❁ ابوتمیمہ، اپنی قوم کے ایک فرد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنی بیوی کو، ''اے چھوٹی بہن'' کہتے ہوئے سنا، تو اسے (ایسا کہنے سے) منع کر دیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت دو دیگر اسناد کے ساتھ، ابوتمیمہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

2212 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ إِبْرَاهِيمَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكْذِبْ قَطُّ، إِلَّا ثَلَاثًا: ثِنْتَانِ فِي ذَاتِ اللَّهِ تَعَالَى:

قَوْلُهُ: (إِنِّي سَقِيمٌ) (الصافات: ٨٩)، وَقَوْلُهُ: (بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا) (الأنبياء: ٦٣)، وَبَيْنَمَا هُوَ يَسِيرُ فِي أَرْضِ جَبَّارٍ مِنَ الْجَبَابِرَةِ إِذْ نَزَلَ مَنْزِلًا، فَأُتِيَ الْجَبَّارُ، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّهُ نَزَلَ هَاهُنَا رَجُلٌ مَعَهُ امْرَأَةٌ هِيَ أَحْسَنُ النَّاسِ، قَالَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَسَأَلَهُ عَنْهَا، فَقَالَ: إِنَّهَا أُخْتِي، فَلَمَّا رَجَعَ إِلَيْهَا، قَالَ: إِنَّ هَذَا سَأَلَنِي عَنْكِ فَأَنْبَأْتُهُ أَنَّكِ أُخْتِي، وَإِنَّهُ لَيْسَ الْيَوْمَ مُسْلِمٌ غَيْرِي وَغَيْرُكِ، وَإِنَّكِ أُخْتِي فِي كِتَابِ اللَّهِ فَلَا تُكَذِّبِينِي عِنْدَهُ، وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

قَالَ أَبُو دَاوُد: رَوَى هَذَا الْخَبَرَ شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کبھی ذومعنی بات نہیں کی، صرف تین مرتبہ ایسا کیا، دو مرتبہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں، ایک ان کا یہ کہنا (جس کا ذکر قرآن میں ہے) ''میں بیمار ہوں'' دوسرا اُن کا یہ کہنا (جس کا ذکر قرآن میں ہے) ''بلکہ ان کے بڑے (بت) نے یہ (کام) کیا ہے'' (اور تیسرا واقعہ یہ ہے)

ایک مرتبہ وہ ایک ظالم حکمران کے علاقے میں سفر کر رہے تھے، انہوں نے ایک جگہ پڑاؤ کیا، تو اس ظالم حکمران کو اطلاع ملی، یہاں ایک شخص ٹھہرا ہے، جس کے ساتھ ایک عورت ہے، جو انتہائی خوبصورت ہے، اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیغام بھیج کر سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں دریافت کیا (کہ یہ تمہاری کیا لگتی ہے؟) تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: یہ میری (دینی) بہن ہے، جب وہ اپنی اہلیہ کے پاس واپس آئے تو اسے بتایا: اس (حکمران) نے مجھ سے تمہارے بارے میں دریافت کیا، تو میں نے اسے بتایا: تم میری بہن ہو، آج میرے اور تمہارے علاوہ اور کوئی مسلمان نہیں ہے، تو تم میری دینی بہن ہو، تو تم حکمران کے سامنے میری بات کو غلط قرار نہ دینا (اس کے بعد راوی نے پورا واقعہ بیان کیا ہے)

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

بَابٌ فِي الظِّهَارِ

باب: ظہار کا بیان

2213 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ - قَالَ ابْنُ الْعَلَاءِ: ابْنِ عَلْقَمَةَ بْنِ عَيَّاشٍ - عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ صَخْرٍ قَالَ: ابْنُ الْعَلَاءِ الْبَيَاضِيُّ قَالَ: كُنْتُ امْرَأً أُصِيبُ مِنَ النِّسَاءِ مَا لَا يُصِيبُ غَيْرِي، فَلَمَّا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ خِفْتُ أَنْ أُصِيبَ مِنَ امْرَأَتِي شَيْئًا يُتَابَعُ بِي حَتَّى أُصْبِحَ، فَظَاهَرْتُ مِنْهَا حَتَّى يَنْسَلِخَ شَهْرُ رَمَضَانَ، فَبَيْنَا هِيَ تَخْدُمُنِي ذَاتَ لَيْلَةٍ إِذْ تَكَشَّفَ لِي مِنْهَا شَيْءٌ، فَلَمْ أَلْبَثْ أَنْ نَزَوْتُ عَلَيْهَا، فَلَمَّا أَصْبَحْتُ خَرَجْتُ إِلَى قَوْمِي فَأَخْبَرْتُهُمُ الْخَبَرَ، وَقُلْتُ امْشُوا مَعِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالُوا: لَا وَاللَّهِ، فَانْطَلَقْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: أَنْتَ بِذَاكَ يَا سَلَمَةُ، قُلْتُ: أَنَا بِذَاكَ يَا رَسُولَ

اللهِ مَرَّتَيْنِ وَأَنَا صَابِرٌ لِأَمْرِ اللهِ فَاحْكُمْ فِيَّ مَا أَرَاكَ اللهُ قَالَ: حَرِّرْ رَقَبَةً. قُلْتُ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَمْلِكُ رَقَبَةً غَيْرَهَا. وَضَرَبْتُ صَفْحَةَ رَقَبَتِي. قَالَ: فَصُمْ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ. قَالَ: وَهَلْ أَصَبْتُ الَّذِي أَصَبْتُ إِلَّا مِنَ الصِّيَامِ. قَالَ: فَأَطْعِمْ وَسْقًا مِنْ تَمْرٍ بَيْنَ سِتِّينَ مِسْكِينًا. قُلْتُ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَقَدْ بِتْنَا وَحْشَيْنِ مَا لَنَا طَعَامٌ. قَالَ: فَانْطَلِقْ إِلَى صَاحِبِ صَدَقَةِ بَنِي زُرَيْقٍ فَلْيَدْفَعْهَا إِلَيْكَ فَأَطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا وَسْقًا مِنْ تَمْرٍ وَكُلْ أَنْتَ وَعِيَالُكَ بَقِيَّتَهَا. فَرَجَعْتُ إِلَى قَوْمِي. فَقُلْتُ: وَجَدْتُ عِنْدَكُمُ الضِّيقَ، وَسُوءَ الرَّأْيِ، وَوَجَدْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّعَةَ، وَحُسْنَ الرَّأْيِ، وَقَدْ أَمَرَنِي أَوْ أَمَرَ لِي بِصَدَقَتِكُمْ. زَادَ ابْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ ابْنُ إِدْرِيسَ: بَيَاضَةُ بَطْنٌ مِنْ بَنِي زُرَيْقٍ

حضرت سلمہ بن صخر بیاضی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اپنی بیوی کے ساتھ اتنی صحبت کرتا تھا کہ کوئی دوسرا نہیں کرتا ہوگا، جب رمضان کا مہینہ آیا تو مجھے یہ اندیشہ ہوا، کہ میں اپنی بیوی کے ساتھ صحبت شروع کروں گا، تو صبح صادق (کے بعد تک بھی) کرتا رہوں گا، (اور میرا روزہ نہیں ہوگا) تو میں نے رمضان گزر جانے تک، اس سے ظہار کر لیا۔ ایک مرتبہ رات کے وقت وہ میری خدمت کر رہی تھی، کہ اس کے جسم کا کچھ حصہ میرے سامنے بے پردہ ہوا، مجھ سے ضبط نہیں ہوا، اور میں نے اس کے ساتھ صحبت شروع کر دی، اگلے دن میں اپنی قوم کے افراد کے پاس گیا اور انہیں اس واقعہ کے بارے میں بتایا، میں نے کہا: تم لوگ میرے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلو، تو انہوں نے کہا: جی نہیں! اللہ کی قسم! (ہم نہیں جائیں گے) تو میں (اکیلا ہی) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں بتایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سلمہ! یہ تم نے کیا ہے؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ میں نے ہی کیا ہے، یہ مکالمہ دو مرتبہ ہوا، اب میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر صبر سے کام لوں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بارے میں وہ فیصلہ دیدیں، جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سمجھایا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم ایک گردن آزاد کرو، میں نے عرض کی: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا، میں اس کے علاوہ اور کسی گردن کا مالک نہیں ہوں، میں نے اپنی گردن کے ایک طرف ہاتھ مار کر یہ بات کہی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مسلسل دو ماہ روزے رکھو، میں نے عرض کی: مجھ سے یہ غلطی روزوں کی وجہ سے ہی تو سرزد ہوئی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کھجوروں کا اک وسق ساٹھ مسکینوں کو کھلاؤ، تو انہوں نے (یعنی میں نے) کہا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے، ہم نے گزشتہ رات بھوکے رہ کر گزاری ہے، ہمارے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بنو زریق سے زکوٰۃ وصول کرنے والے شخص کے پاس جاؤ، وہ تمہیں (کھجوریں دے دے گا) ان میں سے ایک وسق کھجوریں تم ساٹھ مسکینوں کو کھلا دینا اور باقی تم اور تمہارے اہل خانہ کھا لیں، (راوی کہتے ہیں) میں اپنی قوم کی طرف واپس آیا، میں نے کہا: میں نے تمہارے پاس تنگی اور خراب رائے پائی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وسعت اور اچھی رائے پائی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) مجھے تمہاری زکوٰۃ (وصول کرنے) کا حکم دیا ہے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں: بیاضہ، بنو زریق کی ایک شاخ ہے۔

2214 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مَعْمَرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْظَلَةَ، عَنْ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ، عَنْ خُوَيْلَةَ بِنْتِ مَالِكِ بْنِ ثَعْلَبَةَ قَالَتْ: ظَاهَرَ مِنِّي زَوْجِي أَوْسُ بْنُ الصَّامِتِ، فَجِئْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْكُو إِلَيْهِ، وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَادِلُنِي فِيهِ، وَيَقُولُ: اتَّقِي اللَّهَ فَإِنَّهُ ابْنُ عَمِّكِ، فَمَا بَرِحْتُ حَتَّى نَزَلَ الْقُرْآنُ: (قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا) (المجادلة: 1)، إِلَى الْفَرْضِ، فَقَالَ: يُعْتِقُ رَقَبَةً قَالَتْ: لَا يَجِدُ، قَالَ: فَيَصُومُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ شَيْخٌ كَبِيرٌ مَا بِهِ مِنْ صِيَامٍ، قَالَ: فَلْيُطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا، قَالَتْ: مَا عِنْدَهُ مِنْ شَيْءٍ يَتَصَدَّقُ بِهِ، قَالَتْ: فَأُتِيَ سَاعَتَئِذٍ بِعَرَقٍ مِنْ تَمْرٍ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَإِنِّي أُعِينُهُ بِعَرَقٍ آخَرَ، قَالَ: قَدْ أَحْسَنْتِ، اذْهَبِي فَأَطْعِمِي بِهَا عَنْهُ سِتِّينَ مِسْكِينًا، وَارْجِعِي إِلَى ابْنِ عَمِّكِ، قَالَ: وَالْعَرَقُ: سِتُّونَ صَاعًا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: فِي هَذَا إِنَّهَا كَفَّرَتْ عَنْهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ تَسْتَأْمِرَهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا أَخُو عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ.

سیدہ خولہ بنت مالک رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میرے شوہر حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ نے میرے ساتھ ظہار کر لیا، میں شکایت کرنے کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ بحث کرنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اللہ سے ڈرو، وہ تمہارا چچا زاد ہے"، میں ابھی وہیں تھی، کہ قرآن (کی یہ آیات) نازل ہوئیں۔

''اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی، جو اپنے شوہر کے بارے میں تمہارے ساتھ بحث کر رہی ہے''۔ یہ کفارہ کے بیان تک ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ غلام آزاد کرے، اس عورت نے عرض کی: ان کے پاس نہیں ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے، اس عورت نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ بوڑھے عمر رسیدہ شخص ہیں، وہ روزے نہیں رکھ پائیں گے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، اس عورت نے عرض کی: ان کے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہے، جسے وہ صدقہ کر سکیں، وہ خاتون بیان کرتی ہیں: اسی وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجوروں کا ٹوکرا لایا گیا، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں ایک اور ٹوکرے کے ذریعے ان کی مدد کر دوں گی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تم نے اچھا کیا، تم جاؤ اور اس کی طرف سے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ، اور اپنے چچا زاد کی طرف واپس چلی جاؤ"۔

راوی کہتے ہیں: ایک عرق (ٹوکرا) ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس روایت میں ہے، اس خاتون نے، اپنے شوہر سے مشورہ کیے بغیر، اس کی طرف سے کفارہ ادا کر دیا تھا، (اس کے شوہر) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔

2215 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى أَبُو الْأَصْبَغِ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ وَالْعَرَقُ مِكْتَلٌ يَسَعُ ثَلَاثِينَ صَاعًا.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَهٰذَا اَصَحُّ مِنْ حَدِيْثِ يَحْيَى بْنِ آدَمَ.

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

عرق ماپنے کا ایک برتن ہے، جس میں تیس صاع آ جاتے ہیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ قول، یحییٰ بن آدم کے قول سے زیادہ درست ہے۔

2216 - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا اَبَانُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: يَعْنِيْ بِالْعَرَقِ: زِنْبِيْلًا يَأْخُذُ خَمْسَةَ عَشَرَ صَاعًا

⊛⊛ ابوسلمہ بن عبدالرحمن کہتے ہیں: عرق، ایک زنبیل ہے، جس میں پندرہ صاع کھجوریں آتی ہیں۔

2217 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِي ابْنُ لَهِيْعَةَ، وَعَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْاَشَجِّ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، بِهٰذَا الْخَبَرِ، قَالَ: فَاُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ فَاَعْطَاهُ اِيَّاهُ، وَهُوَ قَرِيْبٌ مِنْ خَمْسَةِ عَشَرَ صَاعًا، قَالَ: تَصَدَّقْ بِهٰذَا، قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، عَلٰى اَفْقَرَ مِنِّيْ وَمِنْ اَهْلِيْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلْهُ اَنْتَ وَاَهْلُكَ

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھجوریں پیش کی گئیں، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دے دیں، وہ تقریباً پندرہ صاع تھیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم انہیں صدقہ کر دو، ان صاحب نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا میں اپنے اور اپنے اہل خانہ سے زیادہ محتاج کو صدقہ کروں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں تم اور تمہارے اہل خانہ کھا لیں۔

2218 - قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: قَرَاْتُ عَلٰى مُحَمَّدِ بْنِ وَزِيْرٍ الْمِصْرِيِّ، قُلْتُ لَهُ: حَدَّثَكُمْ بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ، حَدَّثَنَا الْاَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنَا عَطَاءٌ، عَنْ اَوْسٍ، اَخِيْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ: اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطَاهُ خَمْسَةَ عَشَرَ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ اِطْعَامَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَعَطَاءٌ لَمْ يُدْرِكْ اَوْسًا، وَهُوَ مِنْ اَهْلِ بَدْرٍ قَدِيْمُ الْمَوْتِ، وَالْحَدِيْثُ مُرْسَلٌ، وَاِنَّمَا رَوَوْهُ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ، عَنْ عَطَاءٍ، اَنَّ اَوْسًا

⊛⊛ حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں "جو" کے پندرہ صاع، ساٹھ مسکینوں کو کھلانے کے لیے دیے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عطاء نے حضرت اوس رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا، کیونکہ حضرت اوس رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر میں شرکت کی ہے اور ان کا انتقال بہت پہلے ہو گیا تھا۔ اس لیے یہ روایت "مرسل" ہے، محدثین نے یہ روایت امام اوزاعی، سے عطاء کے حوالے سے، حضرت اوس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔

2219 - حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمَاعِيْلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، اَنَّ جَمِيْلَةَ كَانَتْ تَحْتَ اَوْسِ بْنِ

الصَّامِتِ، وَكَانَ رَجُلًا بِهِ لَمَمٌ، فَكَانَ إِذَا اشْتَدَّ لَمَمُهُ ظَاهَرَ مِنَ امْرَأَتِهِ، فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى فِيهِ كَفَّارَةَ الظِّهَارِ.

ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں: جمیلہ نامی خاتون، حضرت اوس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں، وہ ایک ایسے شخص تھے، جن میں جنسی قوت بہت زیادہ تھی، جب ان کی جنسی خواہش زیادہ ہوگئی تو انہوں نے اپنی بیوی سے ظہار کرلیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں، ظہار کے کفارے سے متعلق آیات نازل کیں۔

2220 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهُ

یہی روایت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، ایک اور سند کے ساتھ منقول ہے۔

2221 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الطَّالَقَانِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ أَبَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ رَجُلًا ظَاهَرَ مِنَ امْرَأَتِهِ، ثُمَّ وَاقَعَهَا قَبْلَ أَنْ يُكَفِّرَ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ: مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ؟، قَالَ: رَأَيْتُ بَيَاضَ سَاقِهَا فِي الْقَمَرِ، قَالَ: فَاعْتَزِلْهَا حَتَّى تُكَفِّرَ عَنْكَ

عکرمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے اپنی بیوی سے ظہار کرلیا، پھر اس نے کفارہ ادا کرنے سے پہلے اس کے ساتھ صحبت کرلی، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اس بارے میں بتایا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کس چیز نے تمہیں اس پر ابھارا؟ اس نے عرض کی: میں نے چاندنی میں اس کی پنڈلیوں کی سفیدی دیکھی، (تو خود پر قابو نہیں رکھ سکا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک تم کفارہ ادا نہیں کر دیتے اس وقت تک اس عورت سے الگ رہو۔

2222 - حَدَّثَنَا الزَّعْفَرَانِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ أَبَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ رَجُلًا ظَاهَرَ مِنَ امْرَأَتِهِ، فَرَأَى بَرِيقَ سَاقِهَا فِي الْقَمَرِ فَوَقَعَ عَلَيْهَا، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهُ أَنْ يُكَفِّرَ.

عکرمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے اپنی بیوی سے ظہار کرلیا، پھر اس نے چاندنی میں، اپنی بیوی کی پنڈلی کی سفیدی دیکھی، تو اس کے ساتھ صحبت کرلی، پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا۔

2223 - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ أَبَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ، وَلَمْ يَذْكُرِ السَّاقَ.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے، تاہم اس میں پنڈلی کا ذکر نہیں ہے۔

2224 - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، أَنَّ عَبْدَ الْعَزِيزِ بْنَ الْمُخْتَارِ حَدَّثَهُمْ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، حَدَّثَنِي مُحَدِّثٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِ سُفْيَانَ.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ عکرمہ رحمہ اللہ کے حوالے سے منقول ہے۔

2225 - قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عِيسَى يُحَدِّثُ بِهِ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ: سَمِعْتُ الْحَكَمَ بْنَ أَبَانَ

يُحَدِّثُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ، وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: عَنْ عِكْرِمَةَ.

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ: كَتَبَ اِلَيَّ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ: اَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوْسٰى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ اَبَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِمَعْنَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حکم بن ابان سے منقول ہے، اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر نہیں ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حسین بن حریث نے، اپنی سند کے ساتھ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے، یہ روایت مجھے تحریر کر کے بھیجی تھی۔

ظہار سے متعلق احکام شرعیہ کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے خاوند کے متعلق بحث اور تکرار کر رہی تھی اور اللہ سے شکایت کر رہی تھی اور اللہ تم دونوں کی باتیں سن رہا تھا' بے شک اللہ بہت سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔ تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں (یہ کہتے ہیں کہ تمہاری پیٹھ میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے) وہ عورتیں ان کی حقیقت میں مائیں نہیں ہیں' ان کی مائیں تو صرف وہ ہیں جن سے وہ پیدا ہوئے ہیں اور بے شک وہ ضرور بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور بے شک اللہ ضرور بہت معاف کرنے والا اور بہت بخشنے والا ہے۔ (المجادلہ: ۲-۱)

المجادلہ: ۱ 'حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا کے متعلق نازل ہوئی' وہ حضرت اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ ان کا جسم بہت حسین تھا اور ان کے شوہر بہت شہوت اور بہت غصے والے تھے۔ انہوں نے ان کو اپنی خواہش پوری کرنے کے لئے بلایا' حضرت خولہ نے انکار کیا۔ انہوں نے کہا: تمہاری پشت مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے' پھر وہ اپنے قول پر نادم ہوئے اور زمانہ جاہلیت میں ایلاء اور ظہار طلاق شمار ہوتا تھا۔ حضرت اوس نے کہا: میرا گمان ہے کہ تم مجھ پر حرام ہو چکی ہو۔ حضرت خولہ نے کہا: اللہ کی قسم! یہ طلاق نہیں ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئیں۔ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے سر کی ایک جانب دھو رہی تھیں۔ حضرت خولہ نے کہا: یارسول اللہ! بے شک میرے خاوند حضرت اوس بن الصامت نے مجھ سے شادی کی تھی' اس وقت میں جوان' مالدار' خوشحال اور رشتہ داروں والی تھی' حتیٰ کہ جب حضرت اوس نے میرا مال کھالیا اور میری جوانی ختم کر دی اور میرے رشتہ دار بکھر گئے اور میری عمر زیادہ ہو گئی تو انہوں نے مجھ سے ظہار کر لیا اور اب وہ نادم ہیں' کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ وہ اور میں پھر سے جمع ہو جائیں اور وہ مجھ سے اپنی خواہش پوری کر سکیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس پر حرام ہو چکی ہو۔ حضرت خولہ نے کہا: یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ پر کتاب نازل کی ہے۔ اس نے طلاق کا ذکر نہیں کیا اور وہ میرے بچوں کا باپ ہے اور مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: تم اس پر حرام ہو چکی ہو۔ حضرت خولہ نے کہا: پھر میں اللہ سے اپنے فقر و فاقہ اور تنہائی کا ذکر کرتی ہوں۔ انہوں نے میرے ساتھ بہت وقت گزارا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: میرا یہی گمان ہے کہ تم اس پر حرام ہو چکی ہو اور تمہارے معاملہ میں مجھے کوئی حکم نہیں دیا گیا۔ وہ بار بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا مدعا عرض کرتی رہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے یہی فرماتے رہے کہ تم اس پر حرام ہو چکی ہو۔ اس

نے کہا: میں اللہ سے اپنے فاقہ اور اپنی پریشان حالی کی شکایت کرتی ہوں اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ اگر میں یہ بچے حضرت اوس کو دے دوں تو یہ ضائع ہو جائیں گے اور اگر میں ان بچوں کو اپنے پاس رکھوں تو یہ بھوکے رہیں گے' پھر حضرت خولہ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا اور کہنے لگیں: اے اللہ! میں تجھ سے شکایت کرتی ہوں' اے اللہ! تو اپنے نبی کی زبان پر میری کشادگی کا حکم نازل فرما' اور یہ اسلام میں پہلا ظہار کا واقعہ تھا۔ پھر حضرت عائشہ کھڑی ہو کر اپنے سر کی دوسری جانب دھونے لگیں۔ حضرت خولہ نے کہا: اے اللہ کے نبی! میرے معاملہ میں غور فرمائیں' اللہ مجھے آپ پر فدا کرے۔ حضرت عائشہ نے کہا: اپنی بات مختصر کرو اور زیادہ بحث نہ کرو۔ کیا تم دیکھ نہیں رہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے چہرے کی کیا کیفیت ہے؟ اور رسول اللہ ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپ کے چہرے کا رنگ بدل جاتا تھا۔ جب آپ پر وحی نازل ہو چکی تو آپ نے اس سے فرمایا: اپنے خاوند کو بلاؤ۔ جب وہ اس کو بلا لائی تو آپ نے اس کے سامنے "قد سمع اللہ قول التی تجادلك" الایات پڑھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: برکت والی ہے وہ ذات جس کی ساعت تمام آوازوں کو محیط ہے۔ بے شک وہ عورت رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کر رہی تھی اور میں گھر کی ایک جانب ان کی کچھ باتیں سن رہی تھی اور بعض باتیں مجھ سے مخفی رہیں۔

(معالم التنزیل ج ۵ ص ۳۹۔۳۸' مسند احمد ج ۹ ص ۴۱۰' سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۱۴' سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۸۹' صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۴۲۷۹' السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۱۱۵۰۸' سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۶۳۔۱۸۸' تفسیر عبدالرزاق رقم الحدیث: ۱۱۱۸' المستدرک ج ۲ ص ۴۸۱)

ظہار کو زمانہ جاہلیت میں سب سے شدید طلاق قرار دیا جاتا تھا کیونکہ اس میں بیوی کی پشت کو اپنی ماں کی پشت سے تشبیہ دی جاتی تھی اور عربوں میں نکاح اور طلاق کے جو احکام تھے' وہ اسلام میں اس وقت تک معتبر رہتے تھے جب تک اسلام میں ان احکام کو منسوخ نہیں کر دیا جاتا تھا اور اسلام میں ظہار کا یہ پہلا واقعہ تھا' اس لئے رسول اللہ ﷺ نے عرب کے عرف کے موافق ابتداءً اس کو برقرار رکھا۔ پھر جب حضرت خولہ رضی اللہ عنہا اس مسئلہ سے دوچار ہوئیں اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس میں بہت بحث و تکرار کی اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کی تو اللہ تعالیٰ نے زمانہ جاہلیت کی اس رسم کو منسوخ فرما دیا اور ظہار کی مذمت میں المجادلہ: ۲ نازل ہوئی اور اس کے بعد آیات میں یہ بتایا کہ جب کوئی شخص ظہار کرنے کے بعد اس سے رجوع کرنا چاہے تو پھر اس کا کیا طریقہ ہے۔

ظہار کی تعریف اور اس کا حکم

المجادلہ: ۲ میں فرمایا: جو لوگ تم میں سے اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں وہ عورتیں ان کی حقیقت میں مائیں نہیں ہیں' ان کی مائیں تو صرف وہ ہیں جن سے وہ پیدا ہوئے ہیں اور بے شک وہ ضرور بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور بے شک اللہ ضرور بہت معاف کرنے والا اور بہت بخشنے والا ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۷۳ھ لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے: تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی مثل ہے تو وہ اس پر حرام ہو جاتی ہے اور اب اس سے عمل زوجیت کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کو چھونا اور اس کو بوسہ دینا جائز ہے حتیٰ کہ وہ اس ظہار کا کفارہ ادا کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے

المجادلہ: ۳ میں فرمایا ہے۔

اور ظہار زمانہ جاہلیت کی طلاق تھی۔شریعت نے اس کی اصل کو برقرار رکھا اور اس کے حکم کو وقت مقرر کی تحریم کی طرف کفارہ کے ساتھ منتقل کر دیا اور ظہار نکاح کو زائل کرنے والا نہیں ہے۔اس لئے کہ یہ جھوٹ بولنے اور بری بات کہنے کا جرم ہے۔اسی لئے اس کے مناسب یہ سزا ہے کہ ظہار کرنے والے پر اس کی بیوی کے ساتھ جماع کو حرام قرار دیا جائے اور کفارہ ادا کرنے سے یہ حرمت ساقط ہو جائے پھر جب اس عمل زوجیت کو حرام کیا گیا تو اس کے دواعی اور محرکات کو بھی حرام کر دیا گیا۔اس کے برخلاف حائض اور روزہ دار کے ساتھ جماع کے محرکات کو حرام نہیں کیا گیا کیونکہ حیض اور روزہ کا اکثر وقوع ہوتا ہے' کیونکہ اگر ان میں عمل زوجیت کے محرکات کو حرام قرار دیا جاتا تو اس سے حرج لازم آتا۔اس کے برخلاف ظہار کا اتنا وقوع نہیں ہوتا۔اس میں عمل زوجیت کے دواعی اور محرکات کو حرام قرار دینے سے حرج لازم نہیں آئے گا۔(البدایہ نصب الرایہ ج ۳ ص ۲۰۱۔۲۰۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۱۶ھ)

ظہار کے الفاظ اور اس کی دیگر تفاصیل

اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے یوں کہے کہ تم مجھ پر ایسی ہو جیسی میری ماں کی پشت ہے۔اس کو فقہ کی اصطلاح میں ظہار کہتے ہیں۔ظہار کی تعریف یہ ہے کہ بیوی یا اس کے کسی عضو کو اپنی ماں یا کسی اور محرم کی پشت یا کسی اور عضو سے تشبیہ دینا' اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر بیوی سے جماع اور بوس و کنار وغیرہ حرام ہو جاتا ہے۔جب تک وہ کفارہ ظہار نہ ادا کرے اور جب کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا: تم مجھ پر ایسی ہو جیسے میری ماں کا پیٹ یا اس کی ران ہے تو یہ بھی ظہار ہے اور اگر اس نے ماں کے علاوہ اپنی بہن یا اپنی پھوپھی یا رضاعی ماں یا کسی اور محرم کی پشت سے اپنی بیوی کو تشبیہ دی تو یہ بھی ظہار ہے اور اگر اس نے اپنی بیوی کے کسی عضو کو اپنی ماں سے تشبیہ دی' مثلاً اپنی بیوی سے کہا: تمہارا سر میری ماں کی پشت کی طرح ہے یا تمہاری شرم گاہ یا تمہارا چہرہ یا تمہارا نصف یا تمہارا ثلث میری ماں کی طرف ہے تو یہ بھی ظہار ہے اور اگر اس نے کہا: تم میری ماں کی مثل ہو تو اس کا حکم اس کی نیت پر موقوف ہے۔اگر اس کی نیت یہ تھی کہ تم میری ماں کی طرح معزز ہو تو طلاق یا ظہار کچھ نہیں ہے اور اگر اس نے کہا: میری نیت ظہار کی تھی تو یہ ظہار ہے اور اگر اس نے کہا: میری نیت طلاق کی تھی تو اس سے طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔

(ہدایہ اولین ص ۴۰۹۔۴۱۰' ملخصاً وموضحاً' مطبوعہ مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان)

بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں' بہن کہنا آیا یہ ظہار یا طلاق ہے یا نہیں؟

بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں' بہن کہنے سے طلاق واقع نہ ہونے کے دلائل

حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنی زوجہ حضرت سارہ کے متعلق فرمایا: یہ میری بہن ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۳۵۸۔۲۲۱۷' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۳۷۱' سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۱۶۶' مسند احمد رقم الحدیث: ۹۲۳۰' عالم الکتب)

علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ جس شخص نے بغیر کسی نیت کے اپنی بیوی کے متعلق کہا یہ میری بہن ہے تو اس کا یہ کہنا طلاق نہیں ہے۔(عمدۃ القاری ج ۱۲ ص ۴۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت' ۱۴۲۱ھ)

حضرت ابوتمیمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنی بیوی سے یہ کہتے ہوئے سنا "اے میری بہن !" تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مکروہ قرار دیا اور اس کو یہ کہنے سے منع فرمایا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۱۱۔۲۲۱۰، بیروت)

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ قول ظہار نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے کراہت اور ممانعت کے اس کا اور کوئی حکم نہیں بیان فرمایا' اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اے بیٹی! کہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

(ردالمحتار ج۴ ص ۱۰۵' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ بیوی کو بہن یا بیٹی کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ بیوی کو میری ماں کہنے سے بھی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند اس لئے فرمایا کہ یہ واقع کے خلاف ہے اور جھوٹ ہے۔ اس پر صرف توبہ کرنا واجب ہے۔ فقہاء نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں بہن کہے تب بھی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

علامہ حسن بن منصور اوزجندی المعروف قاضی خاں متوفی ۵۹۲ھ لکھتے ہیں:

ولو قال لامراته ان فعلت کذا فانت امی ونوی به التحریم فهو باطل لا یلزمه شیء

اور اگر اس نے اپنی بیوی سے کہا: اگر تو نے فلاں کام کیا تو' تو میری ماں ہے اور اس سے اس کی مراد یہ تھی کہ اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی تو اس کا یہ قول باطل ہے اور اس پر کچھ لازم نہیں آئے گا' یعنی اس کی بیوی حرام نہیں ہوگی۔

قاضی خاں کی اس عبارت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو اپنی ماں یا بہن کہا تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی خواہ اس نے طلاق کی نیت کی ہو۔

علامہ محمد بن علی بن محمد الحصکفی الحنفی المتوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا: تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے' یا کہا: تو میری ماں کی مثل ہے' اور اس سے بیوی کے معزز ہونے کی نیت کی یا ظہار کی نیت کی یا طلاق کی نیت کی تو اس کی نیت صحیح ہے اور جس کی اس نے نیت کی وہی حکم لاگو ہوگا اور اگر اس نے کوئی نیت نہیں کی یا تشبیہ کا ذکر نہیں کیا (یعنی طلاق کی نیت سے کہا تو میری ماں ہے) تو اس کا یہ کلام لغو ہوگا۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار ج۵ ص ۱۰۳' دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

انت امی بلا تشبیه فانه باطل وان نوی:

ترجمہ: ... کسی شخص نے اپنی بیوی سے بغیر تشبیہ دیئے کہا: تو میری ماں ہے تو اس کا یہ قول باطل ہے خواہ اس نے طلاق کی نیت کی ہو۔ (ردالمحتار ج۵ ص ۹۸' مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت' ۱۴۱۹ھ)

اسی طرح علامہ ابراہیم بن محمد حلبی حنفی متوفی ۹۵۶ھ نے لکھا ہے:

اور اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا: تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے تو اگر اس نے اپنی بیوی کے معزز ہونے کی نیت کی تو اس

کی تصدیق کی جائے گی اور اگر اس نے اس قول سے ظہار کی نیت کی ہے تو یہ ظہار ہوگا یا طلاق کی نیت کی ہے تو یہ طلاق بائن ہوگی اور اگر اس نے کوئی نیت نہیں کی تو پھر اس قول سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوگا۔

(ملتقی الابحر مع مجمع الانھر ج ۲ ص ۱۱۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۹ھ)

نیز علامہ الکلیبولی نے لکھا ہے:

ظہار کی تعریف میں تشبیہ کی قید اس لئے لگائی ہے کہ اگر کسی شخص نے بغیر تشبیہ دیئے اپنی بیوی سے کہا: تو میری ماں ہے یا میری بہن ہے یا بیٹی ہے تو یہ ظہار نہیں ہے اور اگر اس نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو نے فلاں کام کیا تو تو میری ماں ہے اور اس کی بیوی نے وہ کام کر لیا تو اس کا یہ قول باطل ہوگا' خواہ اس نے اس قول سے بیوی کے حرام ہونے کی نیت کی ہو۔ (مجمع الانھر ج ۲ ص ۱۱۰)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے بحالت غصہ اپنی زوجہ کو ماں بہن کہہ دیا مگر نان نفقہ دیتا رہا' عورت اس کے نکاح میں رہی یا بحکم شرع شریف جاتی رہی؟

اعلیٰ حضرت قدس سرہ اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

الجواب: زوجہ کو ماں بہن کہنا خواہ یوں کہ اسے ماں بہن کہہ کر پکارے یا یوں کہے: تو میری ماں بہن ہے سخت گناہ و ناجائز ہے' مگر اس سے نہ نکاح میں خلل آئے نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم ہو۔ درمختار میں ہے:

اولا ینو شیئا او حذف الکاف لغا وتعین الادنی ای البر یعنی الکرامۃ ویکرہ قولہ انت امی ویا ابنتی ویا اختی ونحوہ۔

ترجمہ:......اور اگر اس نے کوئی نیت نہیں کی' یا تشبیہ کا ذکر نہیں کیا تو ادنیٰ درجہ کا حکم متعین ہوگا یعنی عزت اور کرامت کا اور اس کا اپنی بیوی کو یہ کہنا مکروہ ہے کہ تو میری ماں ہے یا یہ کہنا: اے میری بیٹی اور اے میری بہن اور اس کی مثل۔

(درمختار علیٰ ہامش ردالمحتار ج ۵ ص ۱۰۲' دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۹ھ)

علامہ شامی نے اس پر لکھا ہے: حذف الکاف بان قال انت امی و من بعض افطن جعلہ من باب زید اسد منتقی عن القھستانی قلب ویدل علیہ ما نذکرہ عن الفتح من انہ لا بد من التصریح من الاداۃ۔

اسی میں ہے: انت امی بلا تشبیہ باطل وان نوی۔

اگر اس نے تشبیہ کا ذکر نہیں کیا اور بایں طور اپنی بیوی سے کہا تو میری ماں ہے' بعض لوگوں کا یہ گمان ہے کہ یہ قول ایسا ہے جیسے کوئی کہے زید شیر ہے' میں کہتا ہوں اس پر دلیل یہ ہے کہ ہم "فتح القدیر" سے نقل کریں گے کہ تشبیہ کے حرف کا ذکر کرنا ضروری ہے' نیز علامہ شامی نے کہا: بغیر تشبیہ کے بیوی کو یہ کہنا کہ تو میری ماں ہے' باطل ہے خواہ اس نے طلاق کی نیت کی ہو۔

(ردالمحتار ج ۵ ص ۹۸' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

ہاں اگر یوں کہا ہو کہ تو مثل یا مانند یا ماں بہن کی جگہ ہے' تو اگر بہ نیت طلاق کہا تو ایک طلاق بائن ہوگئی اور عورت نکاح سے نکل گئی اور بہ نیت ظہار یا تحریم کہا یعنی یہ مراد ہے کہ مثل ماں بہن کے مجھ پر حرام ہے تو ظہار ہوگیا' اب جب تک کفارہ نہ دے لے'

عورت سے جماع کرنا یا شہوت کے ساتھ اس کا بوسہ لینا یا بنظر شہوت اس کے کسی بدن کو چھونا یا بہ نگاہ شہوت اس کی شرم گاہ دیکھنا سب حرام ہو گیا اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ جماع سے پہلے ایک غلام آزاد کرے اس کی طاقت نہ ہو تو لگاتار دو مہینہ کے روزے رکھے اس کی بھی قوت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صدقہ فطر کی طرح اناج یا کھانا دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اگر ان میں کوئی نیت نہ تھی تو یہ لفظ بھی لغو و مہمل ہوگا جس سے طلاق یا کفارہ وغیرہ کچھ لازم نہ آئے گا' درمختار میں ہے:

ان نوى بانت علي مثل امي او كامي و كذا لو حذف علي (خانيه) برا او ظهارا او طلاقا صحت نيته و وقع مانواه وان لم ينو شيئا او حذف الكاف لغا.

ترجمہ: ... اس نے بیوی سے کہا: تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے یا کہا: تو میری ماں کی مثل ہے اور اس سے بیوی کے معزز ہونے کی نیت کی یا ظہار کی نیت کی یا طلاق کی نیت کی تو اس کی نیت صحیح ہے اور جس کی اس نے نیت کی ہے وہی حکم لاگو ہوگا اور اگر اس نے کوئی نیت نہیں کی یا تشبیہ کا ذکر نہیں کیا (یعنی طلاق کی نیت سے کہا: تو میری ماں ہے) تو اس کا یہ کلام لغو ہوگا۔

(الدر المختار مع رد المحتار ج ۵ ص ۱۰۳' دار احیاء التراث العربی' بیروت' ۱۴۱۹ھ)

''ھندیہ'' میں ''خانیہ'' سے ہے: اگر اس نے اپنے قول سے تحریم کی نیت کی تو اس میں اختلاف ہے' اور صحیح یہ ہے کہ یہ سب کے نزدیک ظہار ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۶۲۳-۶۲۰' مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد)

اعلیٰ حضرت نے ''درمختار'' کی آخری عبارت جو نقل کی ہے اس میں یہ تصریح ہے کہ اگر اس نے بیوی کو طلاق کی نیت سے ماں بہن کہا تو یہ کلام لغو ہے اور اس سے طلاق نہیں ہوگی۔ اسی طرح علامہ شامی کی عبارت بھی گزر چکی ہے کہ اگر اس نے بیوی کو خواہ طلاق کی نیت سے کہا: تو میری ماں ہے تو یہ قول باطل ہے۔ (رد المحتار ج ۵ ص ۱۰۸) یعنی اس سے طلاق نہیں ہوگی۔

خلاصہ یہ ہے کہ احادیث صحیحہ صریحہ' فتاویٰ قاضی خاں' الدر المختار' رد المحتار' ملتقی الابحر' مجمع الانھر اور فتاویٰ رضویہ کی عبارات سے یہ واضح ہو گیا کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ تو میری ماں بہن ہے تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ خواہ اس نے یہ قول طلاق دینے کی نیت سے کہا ہو یا بیوی کو اپنے نفس پر حرام قرار دینے کی نیت سے کہا ہو۔ اس شخص کا یہ قول واقع کے خلاف ہے اور جھوٹ ہے اور اس پر واجب ہے کہ وہ اس جھوٹ سے توبہ کرے۔ اس قدر تفصیل اس لئے کی ہے کہ یہ مسئلہ عامۃ الوقوع ہے' لوگ غصہ میں بیوی کو ماں' بہن کہہ دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس سے طلاق ہو گئی۔

ظہار کا لغوی معنی و تعریف

ظہار کے لغوی معنی: ظہار ظہر سے مشتق ہے ظہر کے معنی پیٹھ کے ہیں۔ ظہار کے اصطلاحی معنی: بیوی یا اس کے بعض حصہ جیسے آدھا یا چوتھائی وغیرہ یا اس کے ایسے عضو جس کو بول کر پورا وجود مراد لیا جاتا ہو' جیسے سر وغیرہ کو اپنے حقیقی یا سسرالی یا رضاعی محرم کے ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کا دیکھنا جائز نہیں۔ جو اپنی منکوحہ کو یا اس کے کسی ایسے جزء کو جس کو بول کر کل مراد لیا جا سکتا ہو' اپنی محرم عورت کے ساتھ تشبیہ دے' ظہار کہلاتا ہے جس کی مثال یہ ہے۔

جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے: تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی مثل ہے تو وہ اس پر حرام ہو جاتی ہے اور اب اس سے جماع کرنا

جائز نہیں اور نہ اس کو چھونا اور نہ بوسہ لینا جائز ہے حتیٰ کہ وہ اس ظہار کا کفارہ ادا کرے۔ (ہدایہ اولین ج ۳ ص ۳۸۹ مجتبائے دہلی)

ظہار کا فقہی مفہوم

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ظہار کا معنی ہے کہ اپنی زوجہ یا اُس کے کسی جزو شائع یا ایسے جز کو جو کل سے تعبیر کیا جاتا ہو ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو یا اس کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کی طرف دیکھنا حرام ہو مثلاً کہا تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے یا تیرا سر یا تیری گردن یا تیرا نصف میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے۔ (درمختار، ج ۵، ص ۱۲۵، بیروت)

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ عورت کے سر یا چہرہ یا گردن یا شرمگاہ کو محارم سے تشبیہ دی تو ظہار ہے اور اگر عورت کی پیٹھ یا پیٹ یا ہاتھ یا پاؤں یا ران کو تشبیہ دی تو نہیں۔ یونہی اگر محارم کے ایسے عضو سے تشبیہ دی جسکی طرف نظر کرنا حرام نہ ہو مثلاً سر یا چہرہ یا ہاتھ یا پاؤں یا بال تو ظہار نہیں اور گھٹنے سے تشبیہ دی تو ہے۔ (جوہرہ نیرہ، باب ظہار، رحمانیہ لاہور)

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں کہ محارم کی پیٹھ یا پیٹ یا ران سے تشبیہ دی یا کہا میں نے تجھ سے ظہار کیا تو یہ الفاظ صریح ہیں ان میں نیت کی کچھ حاجت نہیں کچھ بھی نیت نہ ہو یا طلاق کی نیت ہو یا اکرام کی نیت ہو، ہر حالت میں ظہار ہی ہے اور اگر یہ کہتا ہے کہ مقصود جھوٹی خبر دینا تھا یا زمانہ گزشتہ کی خبر دینا ہے تو قضاءً تصدیق نہ کرینگے اور عورت بھی تصدیق نہیں کر سکتی۔ (عالمگیری، باب ظہار)

ظہار کا شرعی حکم

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ظہار کا حکم یہ ہے کہ جب تک کفارہ نہ دے دے اُس وقت تک اُس عورت سے جماع کرنا یا شہوت کے ساتھ اس کا بوسہ لینا یا اُس کو چھونا یا اُس کی شرمگاہ کی طرف نظر کرنا حرام ہے اور بغیر شہوت چھونے یا بوسہ لینے میں حرج نہیں مگر لب کا بوسہ بغیر شہوت بھی جائز نہیں کفارہ سے پہلے جماع کر لیا تو توبہ کرے اور اُس کے لیے کوئی دوسرا کفارہ واجب نہ ہوا مگر خبردار پھر ایسا نہ کرے اور عورت کو بھی یہ جائز نہیں کہ شوہر کو قربت کرنے دے۔ (جوہرہ نیرہ، باب ظہار)

بَابٌ فِي الْخُلْعِ

باب: خلع کا بیان

خلع کے معنی ومفہوم کا بیان

خلع خ کے پیش کے ساتھ خلع خ کے زبر کے ساتھ) اسم ہے خلع کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کو نکالنا اور عام طور پر یہ لفظ بدن سے کسی پہنی ہوئی چیز مثلاً کپڑے اور موزے وغیرہ اتارنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

شرعی اصطلاح میں اس لفظ کے معنی ہیں ملکیت نکاح کو مال کے عوض میں لفظ خلع کے ساتھ زائل کرنا یا ملکیت نکاح ختم کرنے کے لئے لفظ خلع کے ساتھ اپنی عورت سے مال لینا اس شرعی اصطلاح کی توضیح یہ ہے کہ اگر میاں بیوی میں اختلاف ہو جائے اور دونوں میں کسی طرح نباہ نہ ہو سکے اور مرد طلاق بھی نہ دیتا ہو تو عورت کو جائز ہے کہ کچھ مال دے کر اپنا مہر دے کر نجات حاصل کر لے مثلاً اپنے مرد سے کہے کہ اتنا روپیہ لے کر خلع کر دو یعنی میری جان چھوڑ دو یا یوں کہے کہ جو مہر تمہارے ذمہ ہے اس کے عوض میری

جان چھوڑ دو اس کے جواب میں مرد کہے کہ میں نے چھوڑ دی تو اس سے عورت پر ایک طلاق بائن پڑ جائے گی اور دونوں میں جدائی ہو جائے گی۔

خلع سے مراد فسخ یا طلاق ہونے میں مذاہب اربعہ

مظہر نے لکھا ہے کہ اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ اگر مرد عورت سے کہے کہ میں نے اتنے مال کے عوض تم سے خلع کیا اور بیوی کہے کہ میں نے قبول کیا اور پھر میاں بیوی کے درمیان جدائی واقع ہو جائے تو آیا یہ طلاق ہے یا فسخ ہے، چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کا مسلک یہ ہے کہ یہ طلاق بائن ہے حضرت امام شافعی کا زیادہ صحیح قول بھی یہی ہے لیکن حضرت امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ یہ فسخ ہے اور حضرت امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے۔

اگر میاں بیوی کے باہمی اختلاف کی بنیاد شوہر کی زیادتی وسرکشی ہو اور شوہر کی اس زیادتی وسرکشی کی دلیل سے بیوی خلع چاہتی ہو تو اس صورت میں شوہر کے لیے یہ مکروہ ہے کہ وہ خلع کے معاوضہ کے طور پر کوئی چیز مثلاً روپیہ وغیرہ لے اور اگر میاں بیوی کے باہمی اختلاف کی بنیاد بیوی کی نافرمانی وسرکشی ہو یعنی بیوی کی نافرمانی و بداطواری کی دلیل سے خلع کی نوبت آئی ہو تو اس صورت میں شوہر کے لیے یہ مکروہ ہے کہ وہ اس خلع کے عوض میں اس قدر رقم لے کہ اس نے عورت کے مہر میں جو رقم دی ہے اس سے بھی زیادہ ہو۔

خلع کے طلاق ہونے میں فقہ حنفی کی ترجیحی دلیل

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ ثابت ابن قیس کی بیوی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ثابت ابن قیس پر مجھے غصہ نہیں آتا اور نہ میں ان کی عادات اور ان کے دین میں کوئی عیب لگاتی ہوں لیکن میں اسلام میں کفر یعنی کفران نعمت یا گناہ کو پسند نہیں کرسکتی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم ثابت ابن قیس کا باغ جو انہوں نے تمہیں مہر میں دیا ہے) ان کو واپس کرسکتی ہو؟ ثابت کی بیوی نے کہا کہ ہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر ثابت سے فرمایا کہ تم اپنا باغ لے لو اور اس کو ایک طلاق دے دو۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 475)

ثابت ابن قیس کی بیوی کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ میں اپنے شوہر سے اس لئے جدائی اختیار کرنا نہیں چاہتی کہ وہ بد اخلاق ہیں یا ان کی عادات مجھے پسند نہیں ہیں یا یہ کہ ان کے دین میں کچھ نقصان ہے بلکہ صورت حال یہ ہے کہ مجھے ان سے محبت نہیں ہے اور وہ طبعی طور پر مجھے ناپسند ہیں لیکن بہر حال وہ میرے شوہر ہیں اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں ان کے تئیں میری طرف سے کوئی ایسی حرکت نہ ہو جائے جو اسلامی حکم کے خلاف ہو مثلاً مجھ سے کوئی نافرمانی ہو جائے یا ان کی مرضی کے خلاف کوئی فعل سرزد ہو جائے تو ایسی صورت میں گویا کفران نعمت یا گناہ ہوگا جو مجھے گوارہ نہیں ہے اس لئے میں کیوں نہ ان سے جدائی اختیار کرلوں۔

کہا جاتا ہے کہ ثابت ابن قیس بہت بدصورت تھے اور ٹھگنے (پست) قد تھے اور ان کی بیوی کا نام حبیبہ یا جمیلہ تھا جو بہت خوبصورت اور حسین تھیں اسی لئے ان دونوں کا جوڑا بہت ناموزوں تھا اور ان کی بیوی ان کو پسند نہیں کرتی تھیں چنانچہ آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم نے ان کی عرض کے مطابق حضرت ثابت کو مصلحۃ یہ حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دیں اس سے معلوم ہوا کہ طلاق دینے والے کے حق میں یہ اولی افضل ہے کہ وہ ایک طلاق دے تاکہ اگر رجوع کرنا منظور ہو تو رجوع کرلے نیز اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ خلع طلاق ہے فسخ نہیں ہے چنانچہ صاحب ہدایہ نے اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بھی نقل کی ہے کہ الخلع تطليقة بائنة یعنی خلع طلاق بائن ہے۔

خلع کے یکطرفہ نہ ہونے میں مذاہب اربعہ

فدیہ کے لفظ میں معاوضہ کا معنی ہے اور معاوضہ میں باہمی رضامندی ضروری ہے۔

وفی تسمیته صلی الله علیه وسلم الخلع فدية دليل على ان فيه معنى المعاوضة ولهذا اعتبر فيه رضا الزوجين (زاد المعاد)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خلع کا نام فدیہ رکھا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں معاوضہ کے معنی پائے جاتے ہیں اور اس لئے اس میں زوجین کی رضامندی کو لازمی قرار دیا۔

فان خفتم سے جملہ شرطیہ شروع ہوتا ہے اور فلا جناح عليهما فيما افتدت به جملہ جزائیہ ہے، جزا سے کہیں یہ ثابت نہیں ہورہا کہ اگر زوجین اندیشہ محسوس کریں کہ وہ اللہ کی حدیں قائم نہیں رکھ سکیں گے تو حکام ان کے درمیان تفریق کردیں۔:۔ خلع کی صورت میں شوہر کچھ مالی مفاد حاصل کرلیتا ہے جبکہ طلاق دینے کی صورت میں مالی فوائد سے یکسر محروم رہتا ہے، اس لئے بجائے طلاق کے شوہر کے لئے خلع باعث کشش ہے، بسا اوقات شوہر خلع دینے پر رضامند ہوتا ہے مگر بیوی یا تو جدائی ہی نہیں چاہتی یا چاہتی ہے مگر جدائی کے بدلے مہر وغیرہ سے دستبردار ہونے پر تیار نہیں ہوتی۔ سوال یہ ہے کہ کیا عدالت شوہر کی خواہش پر بیوی کو زبردستی خلع لینے پر مجبور کرسکتی ہے؟ ظاہر ہے عدالت ایسا اختیار نہیں رکھتی پس آیت شریفہ کی رو سے جس طرح بیوی کی رضامندی ضروری ہے اسی طرح شوہر کی رضامندی بھی ضروری ہے۔

ایک مقدمہ فرض کیجئے کہ شوہر طلاق نہیں دینا چاہتا اور عورت طلاق چاہتی ہے مگر مہر نہیں چھوڑنا چاہتی، علیحدگی کی کوئی اور معقول دلیل بھی موجود نہیں اور حکام کو صرف اندیشہ نہیں بلکہ یقین ہے کہ دونوں حدود اللہ قائم نہیں رکھ سکیں گے، کیا فان خفتم کے خطاب کی دلیل سے حکام زبردستی ان کا نکاح منسوخ اور کالعدم کرسکتے ہیں؟

آیت شریفہ اپنی گفتگو میں میاں بیوی دونوں کو شریک رکھتی ہے و لا یحل لکم سے شوہر کو مال واپس لینے سے منع کردیا گیا ہے، الا ان یخافا سے ایک صورت میں اجازت دی گئی، ان لا یقیما حدود اللہ کے الفاظ سے بدل خلع کے جواز کو بیان کیا گیا ہے، مگر مال کے بدلے علیحدگی کی صورت میں زوجین کو مال کی ادائیگی و وصولی میں گناہ کا شک ہوسکتا تھا، فلا جناح علیہما کے الفاظ سے اس تردد کو زائل کردیا گیا۔

ہر وہ شخص جسے سخن فہمی کا سلیقہ ہو وہ ان علیحدہ علیحدہ جملوں اور آیت شریفہ کے مجموعی تاثر سے یہی مفہوم اخذ کرے گا کہ خلع میں میاں بیوی دونوں کی رضامندی ضروری ہے جب تک زبان و بیان کے قاعدوں کا خون نہ کیا جائے، اور خواہشات کا رندہ قرآن

کریم پر نہ چلایا جائے، اس وقت تک شوہر کی رضامندی کے بغیر خلع کا جواز آیت شریفہ سے ثابت نہیں ہوتا۔

میاں بیوی مل کر نکاح کی صورت میں ایک گرہ لگاتے ہیں مگر قرآن کریم کے بیان کے مطابق یہ گرہ لگنے کے بعد صرف شوہر ہی اسے کھول سکتا ہے، یعنی طلاق کا اختیار صرف مرد کے ہاتھ میں ہے۔ الذی بیدہ عقدۃ النکاح جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔

عمرو بن شعیب کی مرفوع روایت میں ہے جو سند کے لحاظ سے حسن درجے سے کم نہیں کہ اس سے مراد شوہر ہے، حضرت علی اور ابن عباس سمیت صحابہ کی اکثریت سے یہی تفسیر منقول ہے، حافظ ابن جریر طبری نے بھی نا قابل انکار دلائل سے یہی ثابت کیا ہے خلع کی شرطیں بھی وہی ہیں جو طلاق کی ہیں، اور طلاق میں شوہر کی مرضی واجازت شرط ہے اس لئے خلع میں بھی شوہر کی رضامندی شرط ہے، و شرطه شرط الطلاق (فتاویٰ ہندیہ) خلع کی شرائط وہی ہیں جو طلاق کی ہیں۔

حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور ظاہری سمیت تمام ائمہ مجتہدین اس نظریے میں ہم خیال وہم زبان ہیں کہ خلع میں میاں بیوی دونوں کی رضامندی شرط ہے۔

حنفی مسلک: والخلع جائز عند السلطان وغیرہ لانه عقد یعتمد التراضی (المبسوط)

شافعی مسلک: لان الخلع طلاق فلا یکون لأحد ان یکلف عن احداب ولا سید ولا ولی ولا سلطان (الامام الشافعی، مکتبہ الأزهریه)

مالکی مسلک: وتجبر علی الرجوع الیه ان لم یر فراقهما بخلع او بغیرہ (المنتقی)

حنبلی مسلک لانه قطع عقد بالتراضی فاشبه الاقالة ابن قدامة، المغنی دار المنار

ظاہری مسلک: الخلع هو الافتداء وانما یجوز بتراضیهما۔ (ابن حزم، المحلی ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ)

بغیر وجہ کے عورت کا خلع طلب کرنے کی مذمت کا بیان

2226 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ، عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقًا فِي غَيْرِ مَا بَأْسٍ، فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ.

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو عورت کسی (معقول) وجہ کے بغیر اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے، اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے''۔

2227 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدِ بْنِ زُرَارَةَ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ، عَنْ حَبِيبَةَ بِنْتِ سَهْلٍ الْأَنْصَارِيَّةِ، أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ، وَأَنَّ

2226- واخرجه ابن ماجه (2055) من طريق محمد بن الفضل، عن حماد بن زيد، بهذا الاسناد۔ وهو في "مسند احمد" (22440)، و"صحيح ابن حبان" (4184). واخرجه الترمذي (1224)

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى الصُّبْحِ فَوَجَدَ حَبِيبَةَ بِنْتَ سَهْلٍ عِنْدَ بَابِهِ فِي الْغَلَسِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ هٰذِهِ؟ فَقَالَتْ: اَنَا حَبِيبَةُ بِنْتُ سَهْلٍ، قَالَ: مَا شَأْنُكِ؟ قَالَتْ: لَا اَنَا وَلَا ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ لِزَوْجِهَا، فَلَمَّا جَاءَ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ، قَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هٰذِهِ حَبِيبَةُ بِنْتُ سَهْلٍ، وَذَكَرَتْ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَذْكُرَ، وَقَالَتْ حَبِيبَةُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، كُلُّ مَا اَعْطَانِي عِنْدِي، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ: خُذْ مِنْهَا، فَاَخَذَ مِنْهَا، وَجَلَسَتْ هِيَ فِي اَهْلِهَا

❀❀ عمرہ بنت عبدالرحمان، سیّدہ حبیبہ بنت سہل انصاریہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نقل کرتی ہیں، وہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں، (ایک دن) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے لیے نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندھیرے میں سیّدہ حبیبہ بنت سہل رضی اللہ عنہا کو اپنے دروازے پر موجود پایا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کون عورت ہے؟ اس نے عرض کی: میں حبیبہ بنت سہل ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا معاملہ ہے؟ اس نے عرض کی: میں اور ثابت بن قیس (یعنی اس کے شوہر) اکٹھے نہیں رہ سکتے، جب حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ آئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حبیبہ بنت سہل، اس نے جو اللہ کو منظور تھا وہ کچھ ذکر کیا ہے، سیّدہ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ! انہوں نے مجھے جو بھی دیا وہ سب میرے پاس ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: (وہ مال) تم اس سے لے لو، حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے اس خاتون سے (وہ مال) لے لیا، اور وہ عورت اپنے میکے چلی گئی۔

2228 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا اَبُوْ عَمْرٍو السَّدُوسِيُّ الْمَدِينِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ، اَنَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ سَهْلٍ كَانَتْ عِنْدَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ فَضَرَبَهَا فَكَسَرَ بَعْضَهَا، فَاَتَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الصُّبْحِ، فَاشْتَكَتْهُ اِلَيْهِ، فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَابِتًا، فَقَالَ: خُذْ بَعْضَ مَالِهَا، وَفَارِقْهَا، فَقَالَ: وَيَصْلُحُ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَاِنِّي اَصْدَقْتُهَا حَدِيقَتَيْنِ، وَهُمَا بِيَدِهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خُذْهُمَا وَفَارِقْهَا، فَفَعَلَ.

❀❀ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حبیبہ بنت سہل، حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں، ایک مرتبہ ثابت نے انہیں مارا اور ان کا کوئی (عضو) توڑ دیا، وہ عورت صبح کی نماز کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے شوہر کی شکایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت رضی اللہ عنہ کو بلوایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے کچھ مال لے کر اسے علیحدہ کر دو،

2227-اسناده صحيح. القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة، ومالك: هو ابن انس، ويحيى بن سعيد: هو الانصاري. وهو عند مالك في "الموطا"/5642 ومن طريقه اخرجه النسائي في "الكبرى" (5627). وهو في "مسند احمد" (27444)، و"صحيح ابن حبان" (4280).

2228-صحيح لغيره، وهذا اسناد حسن من اجل ابو عمرو السدوسي المديني -وهو سعيد بن سلمة بن ابي الحسام- ابو عامر عبد الملك: هو العقدي، وعمرة: هي بنت عبد الرحمن. واخرجه الطبري في "تفسيره" (4808) من طريق ابي عامر العقدي، بهذا الاسناد. واخرجه البيهقي في "الكبرى"/3157 من طريق عبد الله بن رجاء، عن سعيد بن سلمة بن ابي الحسام، به

انہیں نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا یہ ٹھیک ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں! انہوں نے عرض کی: میں نے اسے دو باغ دیے تھے، وہ ابھی بھی اس کے پاس ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم وہ دونوں لے کر اسے علیحدہ کر دو، تو ثابت نے ایسا ہی کیا۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اور جب کسی عورت نے کہا ہزار روپے پر یا ہزار کے بدلے میں مجھے ایک طلاق دے شوہر نے کہا تجھ پر تین طلاقیں اور بدلے کو ذکر نہ کیا تو بلا معاوضہ تین ہو گئیں۔ اور اگر شوہر نے ہزار کے بدلے میں تین دیں تو عورت کے قبول کرنے پر موقوف ہے قبول نہ کیا تو کچھ نہیں اور قبول کیا تو تین طلاقیں ہزار کے بدلے میں ہوئیں۔ عورت سے کہا تجھ پر تین طلاقیں ہیں جب تو مجھے ہزار روپے دے تو فقط اس کہنے سے طلاق واقع نہ ہوگی بلکہ جب عورت ہزار روپے دے گی یعنی شوہر کے سامنے لا کر رکھ دیگی اُس وقت طلاقیں واقع ہوں گی اگرچہ شوہر لینے سے انکار کرے اور شوہر روپے لینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ دونوں راہ چل رہے ہیں اور خلع کیا اگر ہر ایک کا کلام دوسرے کے کلام سے متصل ہے تو خلع صحیح ہے ورنہ نہیں اور اس صورت میں طلاق بھی واقع نہیں ہوگی۔ عورت کہتی ہے میں نے ہزار کے بدلے تین طلاقوں کو کہا تھا اور تو نے ایک دی اور شوہر کہتا ہے تو نے ایک ہی کو کہا تھا تو اگر شوہر گواہ پیش کرے تو اچھا ہے ورنہ عورت کا قول معتبر ہے۔ (عالم گیری، کتاب طلاق، بیروت)

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہین کہ جب شوہر کہتا ہے میں نے ہزار روپے پر تجھے طلاق دی تو نے قبول نہ کیا عورت کہتی ہے میں نے قبول کیا تھا تو قسم کے ساتھ شوہر کا قول معتبر ہے اور اگر شوہر کہتا ہے میں نے ہزار روپے پر تیرے ہاتھ طلاق بیچی تو نے قبول نہ کی عورت کہتی ہے میں نے قبول کی تھی تو عورت کا قول معتبر ہے۔ (درمختار، کتاب طلاق، بیروت)

اور اگر وہ عورت کہتی ہے میں نے سو روپے میں طلاق دینے کو کہا تھا شوہر کہتا ہے نہیں بلکہ ہزار کے بدلے تو عورت کا قول معتبر ہے اور دونوں نے گواہ پیش کیے تو شوہر کے گواہ قبول کیے جائیں۔ یونہی اگر عورت کہتی ہے بغیر کسی بدلے کے خلع ہوا اور شوہر کہتا ہے نہیں بلکہ ہزار روپے کے بدلے میں تو عورت کا قول معتبر ہے اور گواہ شوہر کے مقبول ہیں۔ اور اگر عورت کہتی ہے میں نے ہزار کے بدلے میں تین طلاق کو کہا تھا تو نے ایک دی شوہر کہتا ہے میں نے تین دیں اگر اُسی مجلس کی بات ہے تو شوہر کا قول معتبر ہے اور وہ مجلس نہ ہو تو عورت کا اور عورت پر ہزار کی تہائی واجب مگر عدت پوری نہیں ہوئی ہے تو تین طلاقیں ہو گئیں۔

(عالم گیری، کتاب طلاق، بیروت)

خلع کے سبب حقوق نکاح کے ساقط ہونے کا بیان

نکاح کی وجہ سے جتنے حقوق ایک کے دوسرے پر تھے وہ خلع سے ساقط ہو جاتے ہیں اور جو حقوق کہ نکاح سے علاوہ ہیں وہ ساقط نہ ہوں گے عدت کا نفقہ اگرچہ نکاح کے حقوق سے ہے مگر یہ ساقط نہ ہوگا ہاں اگر اس کے ساقط ہونے کی شرط کر دی گئی تو یہ بھی ساقط ہو جائے گا۔ یونہی عورت کے بچہ ہو تو اس کا نفقہ اور دودھ پلانے کے مصارف ساقط نہ ہوں گے اور اگر ان کے ساقط ہونے کی بھی شرط ہے اور اس کے لئے کوئی وقت معین کر دیا ہے تو ساقط ہو جائیں گے ورنہ نہیں اور بصورت وقت معین کرنے کے اگر اس وقت سے پیشتر بچہ کا انتقال ہو گیا تو باقی مدت میں جو صرف ہوتا وہ عورت سے شوہر لے سکتا ہے اور اگر یہ ٹھہرا ہے کہ عورت اپنے مال

سے دس برس تک بچہ کی پرورش کرے گی تو بچہ کے کپڑے کا عورت مطالبہ کرسکتی ہے اور اگر بچہ کا کھانا کپڑا دونوں ٹھہرے تھا تو کپڑے کا مطالبہ بھی نہیں کرسکتی اگرچہ یہ معین نہ کیا ہو کہ کس قسم کا کپڑا پہنائے گی اور بچہ کو چھوڑ کر عورت بھاگ گئی تو باقی نفقہ کی قیمت شوہر وصول کرسکتا ہے اور اگر یہ ٹھہرا ہے کہ بلوغ تک اپنے پاس رکھے گی تو لڑکی میں ایسی شرط ہوسکتی ہے لڑکے میں نہیں۔ (عالمگیری)

خلع کسی مقدار معین پر ہوا اور عورت مدخولہ ہے اور مہر پر عورت نے قبضہ کرلیا ہے تو جو ٹھہرا ہے شوہر کو دے اور اس کے علاوہ شوہر کچھ نہیں لے سکتا ہے اور مہر عورت کو نہیں ملا ہے تو اب عورت مہر کا مطالبہ نہیں کرسکتی اور جو ٹھہرا ہے شوہر کو دے اور اگر غیر مدخولہ ہے اور پورا مہر لے چکی ہے تو شوہر نصف مہر کا دعویٰ نہیں کرسکتا اور مہر عورت کو نہیں ملا ہے۔ تو عورت نصف مہر کا شوہر پر دعویٰ نہیں کر سکتی اور دونوں صورتوں میں جو ٹھہرا ہے دینا ہوگا اور اگر مہر پر خلع ہوا اور مہر لے چکی ہے تو مہر واپس کرے۔ اور مہر نہیں لیا ہے تو شوہر سے مہر ساقط ہوگیا اور عورت سے کچھ نہیں لے سکتا اور اگر مثلاً مہر کے دسویں حصہ پر خلع ہوا اور مہر مثلاً ہزار روپے کا ہے اور عورت مدخولہ ہے اور کل مہر لے چکی ہے تو شوہر اس سے سو روپے لے گا اور مہر بالکل نہیں لیا ہے تو شوہر سے کل مہر ساقط ہوگیا اور اگر عورت غیر مدخولہ ہے اور مہر لے چکی ہے تو شوہر اس سے پچاس روپے لے سکتا ہے اور عورت کو کچھ مہر نہیں ملا ہے تو کل ساقط ہوگیا۔ (عالمگیری)

2229- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ الْقَطَّانُ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ اخْتَلَعَتْ مِنْهُ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَّتَهَا حَيْضَةً.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا الْحَدِيثُ رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ بیان کرتے ہیں: حضرت ثابت بن قیس ؓ کی اہلیہ نے ان سے خلع لے لیا، تو نبی اکرم ﷺ نے اس خاتون کی عدت ایک حیض مقرر کی۔

(امام ابوداؤد ؒ فرماتے ہیں:) یہ روایت امام عبدالرزاق نے، اپنی سند کے ساتھ، عکرمہ سے نقل کی ہے۔

2230- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: عِدَّةُ الْمُخْتَلِعَةِ حَيْضَةٌ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ فرماتے ہیں: خلع لینے والی عورت کی عدت ایک حیض ہوگی۔

خلع لینے والی عورت کی عدت کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم کے زمانے میں ثابت بن قیس کی بیوی نے اپنے شوہر سے خلع لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک حیض عدت گزارنے کا حکم فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے خلع لینے والی عورت کی عدت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اس کی عدت بھی مطلقہ کی طرح ہے ثوری، اہل کوفہ، کا یہی قول ہے بعض اہل علم کے

2229- صحیح لغیرہ، وھذا اسناد ضعیف. عمرو بن مسلم - وھو الجندی - ضعیف یعتبر بہ. ھشام بن یوسف: ھو الصنعانی، ومعمر: ھو ابن راشد الازدی. واخرجہ الترمذی (1222) من طریق علی بن بحر، بھذا الاسناد، وقال: ھذا حدیث حسن غریب. ولہ شاھد من حدیث الرُّبَیِّع بنت معوذ بن عفراء عند ابن ماجہ (2058)، والترمذی (1221)، والنسائی فی "الکبری" (5662). واسنادہ صحیح.

نزدیک خلع لینے والی عورت کی عدت ایک حیض ہے اسحاق فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اس مسلک پر عمل کرے تو یہی قوی مسلک ہے۔
(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1196)

خلع کے طلاق ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں۔ کہ خلع کو بعض حضرات طلاق میں شمار نہیں کرتے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر ایک شخص نے اپنی بیوی کو دو طلاقیں دے دیں ہیں پھر اس عورت نے خلع کرالیا ہے تو اگر خاوند چاہے تو اس سے پھر بھی نکاح کر سکتا ہے اور اس پر دلیل یہی آیت وارد کرتے ہیں۔

یہ قول حضرت ابن عباس کا ہے، حضرت عکرمہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ طلاق نہیں، دیکھو آیت کے اول وآخر طلاق کا ذکر ہے پہلے دو طلاقوں کا پھر آخر میں تیسری طلاق کا اور درمیان میں جو خلع کا ذکر ہے، پس معلوم ہوا کہ خلع طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے۔ امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عمر طاؤس عکرمہ، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابوثور، داؤد بن علی ظاہری کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام شافعی کا بھی قدیم قول یہی ہے اور آیت کے ظاہری الفاظ بھی یہی ہیں۔ بعض دیگر بزرگ فرماتے ہیں کہ خلع طلاق بائن ہے اور اگر ایک سے زیادہ کی نیت ہوگی تو وہ بھی معتبر ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ام بکر اسلمیہ نے اپنے خاوند عبداللہ بن خالد سے خلع لیا اور حضرت عثمان نے اسے ایک طلاق ہونے کا فتویٰ دیا اور ساتھ ہی فرمادیا کہ اگر کچھ سامان لیا ہو تو جتنا سامان لیا ہو وہ ہے، لیکن یہ اثر ضعیف ہے۔

حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، سعید بن مسیب، حسن، عطا، شریح، شعبی، ابراہیم، جابر بن زید، مالک، ابوحنیفہ اور ان کے ساتھی ثوری، اوزاعی، ابوعثمان بتی کا یہی قول ہے کہ خلع طلاق ہے۔ امام شافعی کا بھی جدید قول یہی ہے، ہاں حنیفہ کہتے ہیں کہ اگر دو طلاق کی نیت خلع دینے والے کی ہے تو دو ہو جائیں گی۔ اگر کچھ لفظ نہ کہے اور مطلق خلع ہو تو ایک طلاق بائن ہوگی اگر تین کی نیت ہے تو تین ہو جائیں گی۔ امام شافعی کا ایک اور قول بھی ہے کہ اگر طلاق کا لفظ نہیں اور کوئی دلیل و شہادت بھی نہیں تو وہ بالکل کوئی چیز نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

طلاق، خلع اور فسخ نکاح کے فرق کا بیان

طلاق صرف خاوند کے الفاظ اور اس کے اختیار ورضا سے ہوتی ہے، لیکن فسخ نکاح خاوند کے الفاظ کے بغیر بھی ہو جاتا ہے، اور اس میں خاوند کی رضا اور اختیار کی شرط نہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ ہر وہ جس سے تفریق اور علیحدگی کا فیصلہ کیا جائے اور خاوند اس کے الفاظ نہ بولے، اور اسے نہ چاہے۔ تو یہ علیحدگی طلاق نہیں کہلائے گی۔ (الام (128/5)

2 طلاق کے کئی ایک اسباب ہیں، اور بعض اوقات بغیر کسی سبب کے بھی ہو سکتی ہے، بلکہ طلاق تو صرف خاوند کا اپنی بیوی کو چھوڑنے کی رغبت سے ہوگی۔

لیکن فسخ نکاح کے لیے سبب کا ہونا ضروری ہے جو فسخ کو واجب یا مباح کرے۔ فسخ نکاح ثابت ہونے والے اسباب کی

مثالیں: خاوند اور بیوی کے مابین کفو ومناسبت نہ ہونا جنہوں نے لزوم عقد میں اس کی شرط لگائی ہے۔ جب خاوند یا بیوی میں سے کوئی ایک اسلام سے مرتد ہو جائے، اور دین اسلام میں واپس نہ آئے۔ جب خاوند اسلام قبول کرلے اور بیوی اسلام قبول کرنے سے انکار کر دے، اور وہ مشرکہ ہو اور اہل کتاب سے تعلق نہ رکھتی ہو۔

خاوند اور بیوی میں لعان ہو جائے۔ خاوند کا نفقہ واخراجات سے تنگ اور عاجز ہو جانا، جب بیوی فسخ نکاح طلب کرے۔ خاوند یا بیوی میں سے کسی ایک میں ایسا عیب پایا جائے جو استمتاع میں مانع ہو، یا پھر دونوں میں نفرت پیدا کرنے کا باعث بنے۔

3 فسخ نکاح کے بعد خاوند کو رجوع کا حق حاصل نہیں اس لیے وہ اسے نئے عقد نکاح اور عورت کی رضامندی سے ہی واپس لا سکتا ہے لیکن طلاق رجعی کی عدت میں وہ اس کی بیوی ہے، اور اسے پہلی اور دوسری طلاق کے بعد اسے رجوع کرنے کا حق حاصل ہے، چاہے بیوی راضی ہو یا راضی نہ ہو۔

فسخ نکاح میں مرد جن طلاقوں کی تعداد کا مالک ہے اسے شمار نہیں کیا جاتا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "اور خاوند اور بیوی کے مابین جو فسخ نکاح ہو تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی، نہ تو ایک اور نہ ہی اس کے بعد۔ (کتاب الام (5/199)

ابن عبدالبر رحمہ اللہ کہتے ہیں: "فسخ نکاح اور طلاق میں فرق یہ ہے کہ اگرچہ ہر ایک سے خاوند اور بیوی میں علیحدگی اور تفریق ہو جاتی ہے: فسخ یہ ہے کہ جب اس کے بعد خاوند اور بیوی دوبارہ نکاح کریں تو وہ پہلی عصمت پر ہیں، اور عورت اپنے خاوند کے پاس تین طلاق پر ہوگی (یعنی خاوند کو تین طلاق کا حق ہوگا) اور اگر اس نے فسخ نکاح سے قبل طلاق دی اور رجوع کرلیا تو اس کے پاس دو طلاقیں ہوں گی۔ (الاستذکار (6/181)

خلع میں زیادہ مال لینے سے متعلق مذاہب اربعہ

جمہور کا مذہب تو یہ ہے کہ خلع عورت اپنے سے دیئے ہوئے سے زیادہ لے تو بھی جائز ہے کیونکہ قرآن نے آیت (فی ما افتدت بہ) فرمایا ہے، حضرت عمر کے پاس ایک عورت اپنے خاوند سے بگڑی ہوئی آئی، آپ نے فرمایا اسے گندگی والے گھر میں قید کر دو پھر قید خانہ سے اسے بلوایا اور کہا کیا حال ہے؟ اس نے کہا آرام کی راتیں مجھ پر میری زندگی میں یہی گزری ہیں۔ آپ نے اس کے خاوند سے فرمایا اس سے خلع کرلے۔ اگرچہ گوشوارہ کے بدلے ہی ہو، ایک روایت میں ہے اسے تین دن وہاں قید رکھا تھا، ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اگر یہ اپنی چٹیا کی دھجی بھی دے تو لے لے اور اسے الگ کر دے۔ حضرت عثمان فرماتے ہیں اس کے سوا سب کچھ لے کر بھی خلع ہو سکتا ہے۔

ربیع بنت معوذ بن عفراء فرماتی ہیں میرے خاوند اگر موجود ہوتے تو بھی میرے ساتھ سلوک کرنے میں کمی کرتے اور کہیں چلے جاتے تو بالکل ہی محروم کر دیتے۔ ایک مرتبہ جھگڑے کے موقع پر میں نے کہہ دیا کہ میری ملکیت میں جو کچھ ہے لے لو اور مجھے خلع دو۔ اس نے کہا اور یہ معاملہ فیصل ہو گیا لیکن میرے چچا معاذ بن عفراء اس قصہ کو لے کر حضرت عثمان کے پاس گئے۔ عثمان نے بھی اسے برقرار رکھا اور فرمایا کہ چوٹی کی دھجی چھوڑ کر سب کچھ لے لو، بعض روایتوں میں ہے یہ بھی اور اس (سیس) چھوٹی چیز بھی غرض سب کچھ لے لو، پس مطلب ان واقعات کا یہ ہے کہ یہ دلیل ہے اس پر کہ عورت کے پاس جو کچھ ہے دے کر وہ خلع کرا سکتی ہے اور

خاوند اپنی دی ہوئی چیز سے زائد لے کر بھی خلع کر سکتا ہے۔

ابن عمر، ابن عباس، مجاہد، عکرمہ، ابراہیم نخعی، قبیصہ بن ذویب، حسن بن صالح عثمان رحمہم اللہ اجمعین بھی یہی فرماتے ہیں۔ امام مالک علیہ الرحمہ، لیث، امام شافعی اور ابوثور کا مذہب بھی یہی ہے۔ امام ابن جریر بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں۔

اور اصحاب ابوحنیفہ کا قول ہے کہ اگر قصور اور ضرر رسانی عورت کی طرف سے ہو تو خاوند کو جائز ہے کہ جو اس نے دیا ہے واپس لے لے لیکن اس سے زیادہ لینا جائز نہیں۔ گو زیادہ لے لے تو بھی قضاء کے وقت جائز ہوگا اور اگر خاوند کی اپنی جانب سے زیادتی ہو تو اسے کچھ بھی لینا جائز نہیں۔ گو، لے لے تو قضا جائز ہوگا۔

امام احمد ابوعبید اور اسحٰق بن راھویہ فرماتے ہیں کہ خاوند کو اپنے دیئے ہوئے سے زیادہ لینا جائز ہی نہیں۔ سعید بن مسیب عطاء عمرو بن شعیب زہری طاؤس حسن شعبی حماد بن ابوسلیمان اور ربیع بن انس کا بھی یہی مذہب ہے۔ عمر اور حاکم کہتے ہیں حضرت علی کا بھی یہ فیصلہ ہے۔

اوزاعی کا فرمان ہے کہ قاضیوں کا فیصلہ ہے کہ دیئے ہوئے سے زیادہ کو جائز نہیں جانتے۔ اس مذہب کی دلیل وہ حدیث بھی ہے جو اوپر بیان ہو چکی ہے جس میں ہے کہ اپنا باغ لے لو اور اس سے زیادہ نہ لو۔ مسند عبد بن حمید میں بھی ایک مرفوع حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خلع لینے والی عورت سے اپنے دیئے ہوئے سے زیادہ لینا مکروہ رکھا، اور اس صورت میں جو کچھ فدیہ وہ دے لے گا، کا لفظ قرآن میں ہے۔ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ دیئے ہوئے میں سے جو کچھ دے، کیونکہ اس سے پہلے یہ فرمان موجود ہے کہ تم نے جو انہیں دیا ہے اس میں سے کچھ نہ لو، ربیع کی قرأت میں بہ کے بعد منہ کا لفظ بھی ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ حدود اللہ ہیں ان سے تجاوز نہ کرو ورنہ گنہگار رہوں گے۔

یک طرفہ عدالتی خلع پر بحث ونظر

اور خلع کی صورت یہ ہے کہ عورت شوہر کی قیدِ نکاح سے آزادی حاصل کرنے کے لئے کچھ مال بطور فدیہ پیش کرے، اور شوہر اس کی پیشکش کو قبول کر کے اسے قیدِ نکاح سے آزاد کر دے۔

آیت شریفہ کا یہ مضمون اتنا صاف اور دو اور دو چار کی طرح ایسا واضح ہے کہ جو شخص سخن فہمی کا ذرا بھی سلیقہ رکھتا ہو وہ اس کے سوا کوئی دُوسرا نتیجہ اخذ ہی نہیں کر سکتا۔

ہر شخص کھلی آنکھوں دیکھ رہا ہے کہ قرآنِ کریم کی اس آیت مقدسہ نے (جس کو آیت خلع کہا جاتا ہے) خلع کے معاملے میں اوّل سے آخر تک میاں بیوی دونوں کو برابر کے شریک قرار دیا ہے، مثلاً

اِلَّآ اَنۡ یَّخَافَآ (الّا یہ کہ میاں بیوی دونوں کو اندیشہ ہو)۔

اَلَّا یُقِیۡمَا (کہ وہ دونوں قائم نہیں کر سکیں گے اللہ تعالیٰ کی حدود کو)۔

فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا یُقِیۡمَا (پس اگر تم کو اندیشہ ہو کہ وہ دونوں خداوندی حدود کو قائم نہیں کر سکیں گے)۔

فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡهِمَا (تب ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں)۔

فِيمَا افْتَدَتْ بِهٖ (اس مال کے لینے اور دینے میں، جس کو دے کر عورت قیدِ نکاح سے آزادی حاصل کرے)۔

فرمائیے! کیا پوری آیت میں ایک لفظ بھی ایسا ہے جس کا مفہوم یہ ہو کہ عورت جب چاہے شوہر کی رضامندی کے بغیر اپنے آپ خلع لے سکتی ہے؟ اس کے لئے شوہر کی رضامندی یا مرضی کی کوئی ضرورت نہیں؟ آیت شریفہ میں اوّل سے آخر تک وہ دونوں، وہ دونوں کے الفاظ مسلسل استعمال کیئے گئے ہیں، جس کا مطلب اناڑی سے اناڑی آدمی بھی یہ سمجھنے پر مجبور ہے کہ: خلع ایک ایسا معاملہ ہے جس میں میاں بیوی دونوں برابر کے شریک ہیں، اور ان دونوں کی رضامندی کے بغیر خلع کا تصور ہی ناممکن ہے۔

یاد رہے کہ پوری اُمت کے علماء و فقہاء اور ائمہ دین نے آیت شریفہ سے یہی سمجھا ہے کہ خلع کے لئے میاں بیوی دونوں کی رضامندی شرط ہے، جیسا کہ اُوپر عرض کیا گیا، مگر حلیمہ اسحاق صاحبہ کی ذہانت آیت شریفہ سے یہ نکتہ کشید کر رہی ہے کہ جس طرح طلاق مرد کا انفرادی حق ہے، اسی طرح خلع عورت کا انفرادی حق ہے، جس میں شوہر کی مرضی و نامرضی کا کوئی دخل نہیں۔ فقہائے اُمت کے اجماعی فیصلے کے خلاف اور قرآنِ کریم کے صریح الفاظ کے علی الرغم قرآنِ کریم ہی کے نام سے ایسے نکتے تراشا ایک ایسی ناروا جسارت ہے جس کی توقع کسی مسلمان سے نہیں کی جانی چاہئے اور جس کو کوئی مسلمان قبول نہیں کر سکتا۔

محترمہ حلیمہ اسحاق کی ذہانت نے یہ فتویٰ بھی صادر فرمایا ہے کہ عدالت اگر محسوس کرے کہ زوجین اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کو قائم نہیں کر سکتے تو وہ از خود زوجین کے درمیان علیحدگی کا فیصلہ کر سکتی ہے۔

اُوپر عرض کیا جا چکا ہے کہ تمام فقہائے اُمت اس اَمر پر متفق ہیں کہ خلع، میاں بیوی دونوں کی رضامندی پر موقوف ہے، اگر دونوں خلع پر رضامند نہ ہوں یا ان میں سے ایک راضی نہ ہو تو خلع نہیں ہو سکتا، لہٰذا حلیمہ صاحبہ کا یہ فتویٰ بھی اِجماعِ اُمت کے خلاف اور صریحاً غلط ہے، محترمہ نے اپنے غلط دعویٰ پر آیت شریفہ سے جو استدلال کیا ہے وہ انہی کے الفاظ میں یہ ہے:

اس آیت مبارکہ میں لفظ خفتم استعمال کیا گیا ہے، جس کا مطلب ہے: پس اگر تمہیں خوف ہو یعنی صرف شوہر اور بیوی کو مخاطب کیا ہوتا تو لفظ خفتما استعمال ہوتا جس سے مراد ہے: تم دونوں، مگر لفظ خفتم کا استعمال اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اجتماعی طور پر شوہر اور بیوی کے ساتھ ساتھ قاضی یا حاکم کو بھی اختیار دیا ہے کہ اگر تم سمجھتے ہو کہ دونوں یعنی شوہر اور بیوی اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کو قائم نہیں رکھ سکتے تو تمہیں اختیار ہے کہ ان کو الگ کر دو۔ محترمہ کا یہ استدلال چند وجوہ سے غلط در غلط ہے۔

اوّل: محترمہ کے یہ الفاظ کہ: تو تمہیں اختیار ہے کہ انہیں الگ کر دو قرآنِ کریم کے کسی لفظ کا مفہوم نہیں، نہ قرآنِ کریم نے قاضی یا حاکم کو میاں بیوی کے درمیان تفریق کا کسی جگہ اختیار دیا ہے، اس مفہوم کو خود تصنیف کر کے محترمہ نے بڑی جرأت و جسارت کے ساتھ اس کو قرآنِ کریم سے منسوب کر دیا ہے۔

دوم: آیت شریفہ میں: فَاِنْ خِفْتُمْ سے جو جملہ شروع ہوتا ہے وہ جملہ شرطیہ ہے، جو شرط اور جزا پر مشتمل ہے، اس جملے میں شرط تو وہی ہے جس کا ترجمہ محترمہ نے یوں نقل کیا ہے یعنی:

اگر تم سمجھتے ہو کہ دونوں یعنی شوہر اور بیوی اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کو قائم نہیں رکھ سکتے تو۔

اس تو کے بعد شرط کی جزا ہے، لیکن وہ جزا کیا ہے؟ اس میں محترمہ حلیمہ اسحاق کو اللہ تعالیٰ سے شدید اختلاف ہے، اللہ تعالیٰ نے اس شرط کی جزا یہ ذکر فرمائی ہے: فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهٖ

ترجمہ: تو دونوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا اس (مال کے لینے اور دینے) میں جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑائے۔ لیکن محترمہ فرماتی ہیں کہ نہیں! اس شرط کی جزا یہ نہیں جو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمائی ہے، بلکہ اس شرط کی جزا یہ ہے کہ: تو (اے حکام!) تم کو اختیار ہے کہ تم ان دونوں میاں بیوی کو الگ کردو۔

گویا حلیمہ اسحاق صاحبہ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کی غلطی نکال رہی ہیں کہ فَإِنْ خِفْتُمْ کی جو جزا اللہ تعالیٰ نے فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهٖ کے بلیغ الفاظ میں ذکر فرمائی ہے، یہ غلط ہے، اس کی جزا یہ ہونی چاہئے تھی: فلکم ان تفرقوا بینھما۔ (تو تم کو اختیار ہے کہ تم ان دونوں کے درمیان از خود علیحدگی کردو)

کیسا غضب ہے کہ پورا ایک فقرہ تصنیف کرکے اسے قرآن کے پیٹ میں بھرا جاتا ہے، اور اس پر دعویٰ کیا جارہا ہے کہ وہ جو کچھ کہہ رہی ہیں قرآن وسنت کی روشنی میں کہہ رہی ہیں، اناللہ وانا الیہ راجعون!

سوم: محترمہ فرماتی ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے اجتماعی طور پر شوہر اور بیوی کے ساتھ ساتھ قاضی یا حاکم کو بھی اختیار دیا ہے۔

شوہر اور بیوی کے ساتھ ساتھ کے الفاظ سے واضح ہے کہ محترمہ کے نزدیک بھی فَإِنْ خِفْتُمْ کا اصل خطاب تو میاں بیوی ہی سے ہے، البتہ ان کے ساتھ ساتھ یہ خطاب دوسروں کو بھی شامل ہے، اب دیکھئے کہ قرآنِ حکیم کی رُو سے صورتِ مسئلہ یہ ہوئی کہ:

خلع میاں بیوی کا شخصی اور نجی معاملہ ہے۔

خلع کے ضمن میں قرآن کریم بار بار میاں بیوی دونوں کا ذکر کرتا ہے (جیسا کہ اوپر معلوم ہوچکا ہے)۔

اور فَإِنْ خِفْتُمْ میں بھی اصل خطاب انہی دونوں سے ہے (اگرچہ ان دونوں کے ساتھ ساتھ قاضی یا حاکم بھی شریک ہیں)۔

ان تمام حقائق کے باوجود جب خلع کے فیصلے کی نوبت آتی ہے تو محترمہ فرماتی ہیں کہ میاں بیوی دونوں سے یہ پوچھنا ضروری نہیں کہ آیا وہ خلع کے لئے تیار ہیں یا نہیں؟ بلکہ عدالت اپنی صوابدید پر علیحدگی کا یک طرفہ فیصلہ کرسکتی ہے، خواہ میاں بیوی ہزار خلع سے انکار کریں، مگر عدالت یہی کہے گی۔

مابدولت قطعی طور پر اس نتیجے پر پہنچ چکے ہیں کہ یہ دونوں حدود اللہ کو قائم نہیں رکھ سکتے، لہٰذا مابدولت ان دونوں سے پوچھے بغیر دونوں کی علیحدگی کا فیصلہ صادر فرماتے ہیں، کیونکہ حلیمہ اسحاق کے بقول قرآن نے ہمیں اس کے اختیارات دیئے ہیں۔

کیا محترمہ کا یہ نکتہ عجیب وغریب نہیں کہ جن لوگوں کے بارے میں علیحدگی کا فیصلہ صادر کیا جارہا ہے ان سے پوچھنے کی بھی ضرورت نہیں، بس عدالت کا سکھاشاہی فیصلہ بیوی کو حلال وحرام کرنے کے لئے کافی ہے؟ کیا قرآن کریم میں دُور دُور بھی کہیں یہ مضمون نظر آتا ہے؟

چہارم: فَإِنْ خِفْتُمْ کے خطاب میں مفسرین کے تین قول ہیں، ایک یہ کہ یہ خطاب بھی میاں بیوی سے ہے، نہ کہ حکام سے، دُوسرا قول یہ ہے کہ یہ خطاب میاں بیوی کے علاوہ حکام کو بھی شامل ہے، اب اگر یہی فرض کرلیا جائے کہ یہ خطاب حکام سے

ہے تو اس کی دلیل یہ ہو سکتی ہے کہ خلع کے قضیہ میں بسا اوقات حکام سے مرافعہ کی ضرورت پیش آتی ہے، اس لئے حکام کو اس خطاب میں اس لئے شریک کیا گیا کہ اگر خلع کا معاملہ حکام تک پہنچ جائے تو ان کے لئے لازم ہوگا کہ فریقین کو مناسب طرز عمل اختیار کرنے پر آمادہ کریں، اور اگر فریقین خلع ہی پر مصر ہوں تو خلع کا معاملہ خوش اُسلوبی سے طے کرادیں، جیسا کہ صاحب کشاف، بیضاوی اور دیگر مفسرین نے اس کی تقریر کی ہے۔ بہر حال فَإِنْ خِفْتُمْ کا خطاب اگر حکام سے بھی تسلیم کرلیا جائے تو اس سے کسی طرح یہ لازم نہیں آتا کہ عدالتوں اور قاضیوں کو خلع کی یک طرفہ ڈگری جاری کرنے کی کھلی چھوٹ دے دی گئی ہے، اور یہ کہ انہیں زوجین کی رضامندی معلوم کرنے کی بھی ضرورت نہیں رہی۔

تیسرا قول یہ ہے کہ: فَإِنْ خِفْتُمْ کا خطاب میاں بیوی کے ساتھ ساتھ دونوں خاندانوں کے سربرآوردہ اور سنجیدہ افراد اور حکام وولاۃ سب کو عام ہے، جیسا کہ بعض مفسرین نے اس کی تصریح فرمائی ہے، اس قول کے مطابق اس تعبیر کے اختیار کرنے میں ایک بلیغ نکتہ ملحوظ ہے۔

شرح اس کی یہ ہے کہ میاں بیوی کی علیحدگی کا معاملہ نہایت سنگین ہے، شیطان کو جتنی خوشی میاں بیوی کی علیحدگی سے ہوتی ہے اتنی خوشی لوگوں کو چوری اور شراب نوشی جیسے بدترین گناہوں میں ملوث کرنے سے بھی نہیں ہوتی۔ حدیث شریف میں ہے کہ شیطان اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے، پھر اپنے لشکروں کو لوگوں کو بہکانے کے لئے بھیجتا ہے، ان شیطانی لشکروں میں شیطان کا سب سے زیادہ مقرب اس کا وہ چیلا ہوتا ہے جو لوگوں کو سب سے زیادہ گمراہ کرے، ان میں سے ایک شخص آتا ہے اور شیطان کو بتاتا ہے کہ آج میں نے فلاں فلاں گناہ کدلیل ہیں (مثلاً: کسی کو شراب نوشی میں اور کسی کو چوری کے گناہ میں مبتلا کیا ہے)، تو شیطان کہتا ہے کہ تو نے کچھ نہیں کیا، پھر ایک اور آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں (میاں بیوی کے پیچھے پڑا رہا، ایک دُوسرے کے خلاف ان کو بھڑکاتا رہا اور میں) نے آدمی کا پیچھا نہیں چھوڑا، یہاں تک آج اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان علیحدگی کراکے آیا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: شیطان اس سے کہتا ہے کہ: ہاں! تو نے کارنامہ انجام دیا ہے، یہ کہہ کر شیطان اس سے بغل گیر ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

شیطان کی اس خوشی کا سبب یہ ہے کہ میاں بیوی کی علیحدگی سے بے شمار مفاسد جنم لیتے ہیں، پہلے تو یہ گھر اُجڑتا ہے، پھر ان کے بچوں کا مستقبل بگڑتا ہے، پھر دونوں خاندانوں کے درمیان بغض و عداوت اور نفرت و حقارت کی مستقل خلیج حائل ہوجاتی ہے اور ایک دُوسرے کے خلاف جھوٹ طوفان، طعن و تشنیع اور غیبت و چغل خوری تو معمولی بات ہے، اس سے بڑھ کر یہ کہ ایک دُوسرے کی جان کے درپے ہوجاتے ہیں، اور یہ سلسلہ مزید آگے بڑھتا رہتا ہے۔

یہی دلیل ہے کہ شیطان کو زوجین کی تفریق سے اتنی خوشی ہوتی ہے کہ کسی اور گناہ سے نہیں ہوتی، اور یہی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مباح چیزوں میں طلاق سب سے زیادہ مبغوض اور ناپسندیدہ ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا ہے:

أبغض الحلال الی اللہ الطّلاق۔ (مشکوٰۃ بروایت ابوداؤد)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض چیز طلاق ہے۔

اور یہی دلیل ہے کہ بغیر کسی شدید ضرورت کے عورت کے مطالبہ طلاق کالائق نفرت قرار دیا گیا ہے، چنانچہ ارشادِ نبوی ہے:

جس عورت نے اپنے شوہر سے شدید ضرورت کے بغیر طلاق کا مطالبہ کیا اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے۔

(مشکوٰۃ، بروایت مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد، دارمی، ابن ماجہ)

ایک اور حدیث میں ہے کہ: اپنے کو قیدِ نکاح سے نکالنے والی اور خلع لینے والی عورتیں منافق ہیں۔ (مشکوٰۃ)

فَاِنْ خِفْتُمْ کے خطاب میں میاں بیوی کے علاوہ دونوں خاندانوں کے معزز افراد کے ساتھ حکام کو شریک کرنے سے واللہ اعلم مدعا یہ ہے کہ اگر میاں بیوی کسی وقتی جوش کی بنا پر خلع کے لئے آمادہ ہو بھی جائیں تو دونوں خاندانوں کے بزرگ اور نیک اور خدا ترس حکام ان کو خانہ ویرانی سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں، اور اگر معاملہ کسی طرح بھی سلجھنے نہ پائے تو پھر اس کے سوا کیا چارہ ہے کہ دونوں کی خواہش و رضامندی کے مطابق ان کو خلع ہی کا مشورہ دیا جائے، ایسی صورت کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ:

اگر تم کو اندیشہ ہو کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدوں کو قائم نہیں رکھ سکتے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں اس مال کے لینے اور دینے میں، جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑائے۔

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ فَاِنْ خِفْتُمْ کے خطاب میں حکام کو شریک کرنے کا مطلب وہ نہیں جو محترمہ حلیمہ صاحبہ نے سمجھا ہے کہ حکام کو خلع کی یک طرفہ ڈگری دینے کا اختیار ہے، بلکہ اس سے مدعا یہ ہے کہ خلع کو ہر ممکن حد تک روکنے کی کوشش کی جائے، اور دونوں کے درمیان مصالحت کرانے اور گھر اُجڑنے سے بچانے کی ہر ممکن تدبیر کی جائے، جیسا کہ دُوسری جگہ ارشاد ہے:

اور اگر تم کو ان دونوں میاں بیوی میں کشاکشی کا اندیشہ ہو تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے بھیجو، اگر ان دونوں آدمیوں کو اصلاح منظور ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان میاں بیوی کے درمیان اتفاق پیدا فرمادیں گے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم اور بڑے خبر والے ہیں۔ (النساء)

الغرض اس خطاب کو عام کرنے سے مدعا یہ ہے کہ حتی الامکان میاں بیوی کی علیحدگی کا راستہ روکنے کی کوشش کی جائے، دونوں خاندانوں کے معزز افراد بھی اور خدا ترس حکام بھی کوشش کریں کہ کسی طرح ان کے درمیان مصالحت کرادی جائے۔ ہاں! اگر دونوں خلع ہی پر مصر ہیں تو دونوں کے درمیان خوش اُسلوبی سے خلع کرادیا جائے۔ بہرحال محترمہ حلیمہ صاحبہ کا فَاِنْ خِفْتُمْ سے یہ نکتہ پیدا کرنا کہ عدالت کو زوجین کی رضامندی کے بغیر بھی خلع کا فیصلہ کرنے کا اختیار ہے، منشائے الٰہی اور فقہائے اُمت کے اجماعی فیصلے کے قطعاً خلاف ہے۔

محترمہ مزید لکھتی ہیں: حضرت ابوعبیدہ بھی اس آیت کی تفسیر یونہی فرماتے ہیں کہ لفظ "خفتم" کا استعمال زوجین کے ساتھ ساتھ حَکَم اور قاضی سے بھی متعلق ہے، بلکہ وہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر بیوی شوہر سے کہہ دے کہ مجھے تم سے نفرت ہے، میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتی تو خلع واقع ہوجاتا ہے۔

یہاں چند اُمور لائقِ تذلیل ہیں: اوّل: یہ حضرت ابوعبیدہ کون بزرگ ہیں؟ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا لفظ سن کر ذہن فوراً منتقل ہوتا ہے کہ اسلام کی مایہ ناز ہستی امین الامت حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی طرف، جن کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا

ہے، لیکن محترمہ کی مراد غالباً ان سے نہیں، کیونکہ تفسیر کی کتاب میں حضرت ابو عبیدہ سے یہ تفسیر منقول نہیں۔
خیال ہوا کہ شاید محترمہ کی مراد مشہور امام لغت ابو عبیدہ معمر بن مثنیٰ ہوں، لیکن ان سے بھی ایسا کوئی قول کتابوں میں نظر نہیں آیا۔

البتہ امام قرطبی نے تفسیر میں اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں امام ابو عبید القاسم بن سلام (المتوفی ھ) کا یہ تفسیری قول نقل کیا ہے، خیال ہوا کہ محترمہ کی مراد شاید یہی بزرگ ہوں، اور ان کی ذہانت نے ابو عبید کو حضرت ابو عبیدہ بنا دیا ہو، اور ان کے نام پر رضی اللہ عنہ کی علامت بھی لکھوادی ہو، کاش! کہ محترمہ نے وضاحت کردی ہوتی، اور اسی کے ساتھ کتاب کا حوالہ لکھنے کی بھی زحمت فرمائی ہوتی تو ان کے قارئین کو خیال آرائی کی ضرورت نہ رہتی۔
دوم: امام قرطبی اور حافظ ابن حجر نے ابو عبید کا یہ تفسیری قول نقل کر کے اس کی پُرزور تردید فرمائی ہے۔
امام قرطبی ؟ لکھتے ہیں کہ: ابو عبید نے الا ان یخافا میں حمزہ کی قرائۃ (بصیغہ مجہول) کو اختیار کیا ہے اور اس کی توجیہ کے لئے مندرجہ بالا تفسیر اختیار کی۔
قرطبی، ابو عبید کے قول کو نقل کر کے اس پر درج ذیل تبصرہ فرماتے ہیں۔
کہ ابو عبید کے اس اختیار کردہ قول کو منکر اور مردود قرار دیا گیا ہے، اور مجھے معلوم نہیں کہ ابو عبید کے اختیار کردہ حروف میں کوئی حرف اس سے زیادہ بعد از عقل ہوگا، اس لئے کہ یہ نہ تو اعراب کے لحاظ سے صحیح ہے، نہ لفظ کے اعتبار سے، اور نہ معنی کی رُو سے۔
(القرطبی الجامع لاحکام القرآن)

اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔
ابو عبید نے فَإِنْ خِفْتُمْ کی اس تفسیر کی تائید کے لئے حمزہ کی قراۃ الا ان یخافا (بصیغہ مجہول) کو پیش کر کے کہا ہے کہ مراد اس سے حکام کا خوف ہے، اور امام لغت نحاس نے ان کے اس قول کو یہ کہہ کر مردود قرار دیا ہے کہ: یہ ایسا قول ہے کہ نہ اعراب اس کی موافقت کرتے ہیں، نہ لفظ اور نہ معنی اور امام طحاوی نے اس کو یہ کہہ کر رَدّ کیا ہے کہ یہ قول شاذ اور منکر ہے، کیونکہ یہ قول اُمت کے جم غفیر کے مذہب کے خلاف ہے۔ نیز از رُوئے عقل و نظر بھی غلط ہے، کیونکہ طلاق، عدالت کے بغیر ہوسکتی ہے تو اسی طرح خلع بھی ہوسکتا ہے۔ (فتح الباری شرح بخاری)

محترمہ حلیمہ صاحبہ نے یہ تو دیکھ لیا کہ ابو عبید نے بھی فَإِنْ خِفْتُمْ کے خطاب میں غیر زوجین کو شامل قرار دیا ہے، مگر نہ تو یہ سوچا کہ ابو عبید کا موقف نقل کر کے قرطبی اور ابن حجر نے اس کا منکر اور باطل و مردود ہونا بھی نقل کیا ہے۔ چونکہ محترمہ کا نظریہ خود بھی باطل و مردود تھا، لامحالہ اس کی تائید میں بھی ایک منکر اور باطل و مردود قول ہی پیش کیا جاسکتا تھا، اقبال کے پیر رُومی کے بقول:

زانکہ باطل باطلاں را می کشد

سوم: امام ابو عبید کے اس تفسیری قول کو اختیار کرنے کی اصل دلیل یہ ہے کہ سلف میں اس مسئلے میں اختلاف ہوا کہ آیا خلع، زوجین کی باہمی رضامندی سے بھی ہوسکتا ہے یا اس کے لئے عدالت میں جانا ضروری ہے؟ جمہور سلف و خلف کا قول ہے کہ اس کے

لئے عدالت میں جانا کوئی ضروری نہیں، دونوں باہمی رضامندی سے اس کا تصفیہ کرسکتے ہیں، لیکن بعض تابعین یعنی سعید بن جبیر، اِمام حسن بصری اور اِمام محمد بن سیرین قائل تھے کہ اس کے لئے عدالت میں جانا ضروری ہے، اِمام ابوعبید نے بھی اسی قول کو اختیار کیا، اِمام قتادہ اور نحاس فرماتے تھے کہ ان حضرات نے یہ مسلک زیاد بن ابیہ سے لیا ہے، حافظ ابنِ حجر لکھتے ہیں۔

اِمام قتادہ اس مسئلے میں حسن بصری پر نکیر فرماتے تھے کہ: حسن نے یہ مسئلہ صرف زیاد سے لیا ہے یعنی جب زیاد حضرت معاویہ کی جانب سے عراق کا امیر تھا، میں (یعنی حافظ ابنِ حجر) کہتا ہوں کہ زیاد اس کا اہل نہیں کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ (فتح الباری)

اور اِمام قرطبی اس قول کو رَدّ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ قول بے معنی ہے، کیونکہ مرد جب اپنی بیوی سے خلع کرے گا تو یہ خلع اسی مال پر ہوگا جس پر دونوں میاں بیوی راضی ہوجائیں، حاکم، مرد کو خلع پر مجبور نہیں کرسکتا، لہٰذا جو لوگ خلع کے لئے عدالت میں جانا ضروری قرار دیتے ہیں، ان کا قول قطعاً مہمل اور لایعنی ہے۔ (قرطبی، الجامع لاحکام القرآن)

چہارم: اُوپر جو مسئلہ ذکر کیا گیا کہ آیا خلع کا معاملہ عدالت ہی میں طے ہونا ضروری ہے، یا عدالت کے بغیر بھی اس کا تصفیہ ہوسکتا ہے؟ اس میں تو ذرا سا اختلاف ہوا، کہ جمہورِ اُمت اس کے لئے عدالت کی ضرورت کے قائل نہیں تھے، اور چند بزرگ اس کو ضروری سمجھتے تھے (بعد میں یہ اختلاف بھی ختم ہوگیا، اور بعد کے تمام اہلِ علم اس پر متفق ہوگئے کہ عدالت میں جانے کی شرط غلط اور مہمل ہے، جیسا کہ آپ ابھی سن چکے ہیں)۔

لیکن محترمہ حلیمہ صاحبہ نے جو فتوٰی صادر فرمایا ہے کہ عدالت، زوجین کی رضامندی کے بغیر بھی خلع کا فیصلہ کرسکتی ہے، یقین کیجئے کہ اہلِ علم میں ایک فرد بھی اس کا قائل نہیں، نہ اِمام ابوعبید، نہ حسن بصری نہ کوئی اور۔ لہٰذا زوجین کی رضامندی کے بغیر عدالت کا یک طرفہ فیصلہ باجماعِ اُمت باطل ہے، اور یہ ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص، دُوسرے کی بیوی کو اس کی اجازت کے بغیر طلاق دے ڈالے۔ ہر معمولی عقل و فہم کا شخص بھی جانتا ہے کہ ایسی نام نہاد طلاق یکسر لغو اور مہمل ہے، جس کا زوجین کے نکاح پر کوئی اثر نہیں ہوسکتا۔ ٹھیک اسی طرح زوجین کی رضامندی کے بغیر خلع کا عدالتی فیصلہ بھی قطعی لغو اور مہمل ہے، جو کسی بھی طرح موٴثر نہیں۔ محترمہ حلیمہ صاحبہ کی ذہانت چونکہ ان دونوں مسئلوں میں فرق کرنے سے قاصر تھی، اس لئے انہوں نے اِمام ابوعبید کے قول کا مطلب یہ سمجھ لیا کہ عدالت خلع کی یک طرفہ ڈگری دے سکتی ہے۔

پنجم: محترمہ نے حضرت ابوعبیدہ سے جو یہ نقل کیا ہے کہ اگر بیوی شوہر سے کہہ دے کہ مجھے تم سے نفرت ہے، میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتی تو خلع واقع ہوجاتا ہے۔

انہوں نے اس کا حوالہ نہیں دیا کہ انہوں نے یہ فتوٰی کہاں سے نقل کیا ہے، جہاں تک اس ناکارہ کے ناقص مطالعے کا تعلق ہے، ایسا فتوٰی کسی بزرگ سے منقول نہیں، نہ حضرت ابوعبیدہ سے، اور نہ کسی اور حضرت سے۔ ممکن ہے کہیں ایسا قول منقول ہو اور میری نظر سے نہ گزرا ہو، لیکن سابقہ تجربات کی روشنی میں اَغلب یہ ہے کہ یہ فتوٰی بھی محترمہ کی عقل و ذہانت کی پیداوار ہے۔ خدا جانے اصل بات کیا ہوگی؟ جس کو محترمہ کی ذہانت نے اپنے مطلب پر ڈھال لیا۔

بہرحال محترمہ کا یہ فقرہ کتنا خطرناک ہے؟ انہوں نے اس کا اندازہ ہی نہیں کیا! یہاں اس کے چند مفاسد کی طرف ہلکا سا اشارہ

کر دینا کافی ہوگا۔

اوّلاً: مکرر عرض کر چکا ہوں کہ خلع کے لئے باجماعِ اُمت، فریقین کی رضامندی شرط ہے۔ محترمہ کا یہ فتویٰ اجماعِ اُمت کے خلاف ہونے کی دلیل سے آیت شریفہ: نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى کا مصداق ہے، جس میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: اہلِ ایمان کے راستے کو چھوڑ کر چلنے والوں کو ہم دوزخ میں داخل کریں گے۔

ثانیاً: ہر شخص جانتا ہے کہ عورت کی حیثیت خلع لینے والی کی ہے، خلع دینے والی کی نہیں، خود محترمہ بھی عورت کے لئے خلع لینے کا لفظ استعمال کر رہی ہیں، لیکن محترمہ کے مندرجہ بالا فتویٰ سے لازم آئے گا کہ عورت جب چاہے شوہر کے خلاف اظہارِ نفرت کر کے، اپنے چھٹی کرا سکتی ہے، اور اس کو خلع دے سکتی ہے۔

ثالثاً: محترمہ نے یہ مضمون عدالتی خلع کے جواز کے لئے لکھا ہے، حالانکہ اگر صرف عورت کے اظہارِ نفرت کرنے سے خلع واقع ہو جاتا ہے تو عدالتوں کو زحمت دینے کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟

رابعاً: اللہ تعالیٰ نے: اَلَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ فرما کر نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں دی ہے، کہ وہی اس کو کھول سکتا ہے، لیکن محترمہ اپنے فتویٰ کے ذریعہ نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ سے چھین کر عورت کے ہاتھ میں تھما رہی ہیں، کہ وہ جب چاہے مرد کے خلاف اظہارِ نفرت کر کے خلع واقع کر دے، اور مرد کو بیک بینی و دوگوش گھر سے نکال دے، تاکہ امریکہ کے ورلڈ آرڈر کی تکمیل ہو سکے، اور مغربی معاشرے کی طرح مشرقی معاشرے میں بھی طلاق کا اختیار مرد کے ہاتھ میں نہ ہو، بلکہ عورت کے ہاتھ میں ہو، گویا محترمہ حلیمہ صاحبہ کو فرمودہ خداوندی: اَلَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ سے اختلاف ہے، اور امریکی نظام پر ایمان ہے۔

خامساً: محترمہ کے اس فتویٰ سے لازم آئے گا کہ ہمارے معاشرے میں فی ہزار جوڑے نکاح کے بغیر گناہ کی زندگی گزار رہے ہیں، کیونکہ عورت کی نفسیات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے کہ اگر تم ان میں سے کسی کے ساتھ پوری زندگی بھی احسان کرو، پھر کوئی ذرا سی ناگوار بات اس کو تم سے پیش آ جائے تو فوراً کہہ دے گی کہ میں نے تجھ سے کبھی خیر نہیں دیکھی۔

(صحیح بخاری)

اب ہر خاتون کو زندگی میں کبھی نہ کبھی شوہر سے ناگواری ضرور پیش آئی ہوگی الّا ماشاء اللہ اور اس نے اپنی ناگواری کے اظہار کے لئے شوہر کے خلاف نفرت و بیزاری کا اظہار کیا ہوگا۔ محترمہ کے فتویٰ کی رُو سے ایسی تمام عورتوں کا خلع واقع ہو گیا، نکاح فسخ ہو گیا، اور اب وہ بغیر تجدیدِ نکاح میاں بیوی کی حیثیت سے رہ رہے ہیں، اور گناہ کی زندگی گزار رہے ہیں۔ محترمہ کے فتویٰ کے مطابق یا تو ایسی عورتوں کو فوراً گھر چھوڑ کر اپنی راہ لینی چاہئے، یا کم سے کم دوبارہ عقد کی تجدید کر لینی چاہئے، تاکہ وہ گناہ کے وبال سے بچ سکیں، کیا محترمہ حلیمہ صاحبہ قرآن وسنت کی روشنی میں عورتوں کی یہی راہنمائی کرنے چلی ہیں۔ (مقالہ شیخ حسن کوثری)

بَابٌ فِي الْمَمْلُوكَةِ تُعْتَقُ وَهِيَ تَحْتَ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ

باب: جب کسی کنیز کو آزاد کر دیا جائے، اور وہ اس وقت کسی آزاد یا غلام کی بیوی ہو (تو اسے اختیار ہونے یا نہ ہونے کا حکم؟)

2231 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ مُغِيثًا كَانَ عَبْدًا، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ اشْفَعْ لِي إِلَيْهَا. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا بَرِيرَةُ اتَّقِي اللَّهَ فَإِنَّهُ زَوْجُكِ وَأَبُو وَلَدِكِ. فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَأْمُرُنِي بِذَلِكَ. قَالَ: لَا، إِنَّمَا أَنَا شَافِعٌ فَكَانَ دُمُوعُهُ تَسِيلُ عَلَى خَدِّهِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبَّاسِ: أَلَا تَعْجَبُ مِنْ حُبِّ مُغِيثٍ بَرِيرَةَ، وَبُغْضِهَا إِيَّاهُ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: مغیث ایک غلام تھے، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ (میری بیوی) سے میری سفارش کریں (کہ وہ مجھ سے علیحدگی اختیار نہ کرے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بریرہ! تم اللہ سے ڈرو، وہ تمہارا شوہر ہے اور تمہارے بچوں کا باپ ہے۔

بریرہ نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا آپ مجھے اس کا حکم دے رہے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، میں صرف سفارش کر رہا ہوں، مغیث کے آنسو ان کے رخساروں پر بہہ رہے تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا آپ حیران نہیں ہوئے، کہ مغیث، بریرہ سے کتنی محبت کرتا ہے اور وہ اس سے کتنی نفرت کرتی ہے۔

2232 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ زَوْجَ بَرِيرَةَ كَانَ عَبْدًا أَسْوَدَ يُسَمَّى مُغِيثًا فَخَيَّرَهَا - يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَأَمَرَهَا أَنْ تَعْتَدَّ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: بریرہ کے شوہر، سیاہ فام غلام تھے، ان کا نام "مغیث" تھا، (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) نے بریرہ کو اختیار دیا، (اس نے علیحدگی کو اختیار کیا) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے عدت گزارنے کا حکم دیا۔

2233 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، فِي قِصَّةِ

2231- اسناده صحيح. حماد: هو ابن سلمة البصري، وعكرمة: هو مولى ابن عباس. واخرجه البخاري (5283)، وابن ماجه (2075)، والنسائي في "الكبرى" (5937) من طريق خالد الحذاء، بهذا الاسناد. واخرجه مختصراً البخاري (5281) من طريق ايوب السختياني، عن عكرمة، به. وهو في "مسند احمد" (1844)، و"صحيح ابن حبان" (4270) و (4273)

2232- اسناده صحيح. عفان: هو ابن مسلم الصَّفَّار، وهمام: هو ابن يحيى العوذي، وقتادة: هو ابن دعامة السدوسي، وعكرمة: هو مولى ابن عباس. واخرجه البخاري (5280) و (5282)، والترمذي (1190) من طريقين عن عكرمة، به. دون ذكر العدة. وقال الترمذي: حديث حسن صحيح، ولم يذكر البخاري في روايته التخيير. وهو في "مسند احمد" (2542) و (3405) بذكر العدة والتخيير.

2233- اسناده صحيح. جرير: هو ابن عبد الحميد الضبي. واخرجه مسلم (1504) (9)، والترمذي (1188)، والنسائي في "الكبرى" (4996) و (5615) من طرق عن جرير، بهذا الاسناد. وقال الترمذي: حديث حسن صحيح. واخرجه مسلم (1504) (13)، والنسائي في "الكبرى" (4998) و (5616) من طريق يزيد بن رومان، عن عروة، به. دون ذكر التخيير. وهو في "مسند احمد" (25367)، و"صحيح ابن حبان" (4272).

بَرِيرَةَ قَالَتْ: كَانَ زَوْجُهَا عَبْدًا فَخَيَّرَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاخْتَارَتْ نَفْسَهَا، وَلَوْ كَانَ حُرًّا لَمْ يُخَيِّرْهَا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، بریرہ کے واقعہ میں یہ بات نقل کرتی ہیں: اس کا شوہر غلام تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو اختیار دیا، تو اس نے اپنی ذات کو اختیار (کر کے علیحدگی اختیار) کر لی، اگر (اس کا شوہر) آزاد شخص ہوتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بریرہ کو اختیار نہ دیتے۔

2234 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَالْوَلِيدُ بْنُ عُقْبَةَ، عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ بَرِيرَةَ خَيَّرَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ زَوْجُهَا عَبْدًا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہے: بریرہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار دیا تھا، اس کا شوہر غلام تھا۔

کیا اسلام غلام کو شادی کرنے کا حق دیتا ہے؟

دین اسلام سے پہلے غلاموں کو دیے جانے والے تمام انسانی حقوق اس کے مالک کی صوابدید پر منحصر تھے۔ اسلام نے عرب میں سب سے پہلے غلام کے لئے انسانی حقوق متعارف کروائے۔ فقہاء کے نزدیک غلام کو یہ حق تو حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنے آقا کی مرضی کے بغیر شادی کرلے کیونکہ اس کے نتیجے میں معاشرے میں سماجی انارکی جنم لے سکتی ہے لیکن قرآن مجید نے واضح طور پر حکم دیا ہے کہ اگر کوئی غلام یا لونڈی شادی کرنا چاہے تو اس کے آقا کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان کی شادی کا اہتمام کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے گا اور اس کے نتیجے میں اگر یہ غلام بدکاری پر مجبور ہوئے تو ان کے اس گناہ کے ذمہ داران کے مالکان ہوں گے۔ ارشاد باری تعالی ہے۔

وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۚ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۔ (النور 24:32)

تم میں سے جو (مرد و عورت) مجرد ہوں، ان کی شادیاں کر دیا کرو اور تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو صالح ہوں ان کے نکاح بھی کر دیا کرو۔ اگر وہ غریب ہوں تو اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ اللہ بڑی وسعت اور علم والا ہے۔

اگر آقا اپنے غلاموں یا لونڈیوں کی درخواست کے باوجود اس کی شادی نہیں کرتا تو وہ اس معاملے کو عدالت میں لے جا کر مالک کو ان کی شادی کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں یہ رواج تھا کہ وہ خود غلاموں کو ترغیب دلایا کرتے تھے کہ وہ شادی کر لیں۔ طبقات ابن سعد کی روایت کے مطابق سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنے غلاموں سے کہا کرتے تھے۔ شادی کرو، کیونکہ اگر کوئی بندہ بدکاری کا ارتکاب کرتا ہے تو اللہ اس سے ایمان کا نور ختم کر دیتا ہے۔

2234- واخرجه مسلم (1504)، والنسائي (5618) من طريق حسين بن علي وحده بهذا الاسناد. واخرجه البخاري (2578) و (5097) و (5279)، ومسلم (1504) (10 - 12) و (14)، وابن ماجه (2076)، والنسائي في "الكبرى" (5611) و (5612) و (5619) و (6194) من طرق عن القاسم، به. لم يذكر احد منهم انه كان عبداً سوى ابن ماجه فانه قال: وكان زوجها مملوكاً. وروايةالنسائي (5619)

غلام کو اس بات کی نصیحت ضرور کی گئی ہے کہ جب وہ شادی کرنا چاہے، تو اپنے مالک کے توسط سے کرے، خود ہی ایسا نہ کرے۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ غلام کی پوری فیملی کی ضروریات کی فراہمی آقا کے ذمے تھی۔ اس وجہ سے اسے شریک کیے بغیر ایسا معاملہ کرنے سے بہت سے مسائل پیدا ہو جاتے۔

شادی کرنے کے بعد طلاق کا حق صرف اور صرف غلام کو ہی دیا گیا۔ کسی مالک کو اس بات کی اجازت نہیں دی گئی کہ وہ اپنے غلام کو اپنی بیوی کو طلاق دینے پر مجبور کرے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں یہی عمل تھا۔

وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ: أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُولُ: مَنْ أَذِنَ لِعَبْدِهِ أَنْ يَنْكِحَ، فَالطَّلَاقُ بِيَدِ الْعَبْدِ، لَيْسَ بِيَدِ غَيْرِهِ مِنْ طَلَاقِهِ شَيْءٌ۔ (موطا مالک، کتاب الطلاق، حدیث 1676)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے، جس نے اپنے غلام کو شادی کرنے کی اجازت دے دی، تو اب طلاق کا معاملہ غلام کے ہاتھ ہی میں ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور کو طلاق کے معاملے میں کوئی اختیار نہیں۔

حَدَّثَنَا محمد بن يحيى، حَدَّثَنَا يحيى بن عبد الله بن بكير، حَدَّثَنَا ابن لهيعة، عن موسى بن أيوب الغافقي، عن عكرمة، عن ابن عباس، قَالَ: أتى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رجل فقال يَا رَسُولَ اللَّهِ! إن سيدي زوجني أمته، وهو يريد أن يفرق بيني وبينها. قَالَ، فصعد رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ المنبر فقال (يا أيها الناس! ما بال أحدكم يزوج عبده أمته ثم يريد أن يفرق بينهما؛ إنما الطلاق لمن أخذ بالساق). (ابن ماجہ، کتاب الطلاق، حدیث 2081)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا، "یا رسول اللہ! میرے آقا نے میری شادی اپنی ایک لونڈی سے کر دی تھی اور اب ہمیں علیحدہ کرنا چاہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا، "اے لوگو! یہ کیا ہو گیا ہے کہ تم میں سے ایک شخص نے اپنے غلام کی شادی اپنی ایک لونڈی سے کر دی ہے اور اب وہ چاہتا ہے کہ ان میں علیحدگی کروا دے۔ طلاق تو اسی کا حق ہے، جو شوہر ہے۔

بَابُ مَنْ قَالَ: كَانَ حُرًّا

باب: جو اس بات کے قائل ہیں: وہ (یعنی سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا کا شوہر) آزاد تھا

2235 - حَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ زَوْجَ بَرِيرَةَ كَانَ حُرًّا حِينَ أُعْتِقَتْ، وَأَنَّهَا خُيِّرَتْ، فَقَالَتْ: مَا أُحِبُّ أَنْ أَكُونَ مَعَهُ، وَأَنَّ لِي كَذَا وَكَذَا۔

❁❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: بریرہ کو جب آزاد کیا گیا، اس وقت اس کا شوہر آزاد تھا، بریرہ کو اختیار دیا گیا، تو اس نے کہا: مجھے اس کے ساتھ رہنا پسند نہیں ہے، خواہ اس کے عوض میں مجھے اتنا، اتنا (مال) مل جائے۔

بَابُ حَتّٰى مَتٰى يَكُونُ لَهَا الْخِيَارُ؟

باب: (آزاد ہونے والی کنیز کو) کب تک اختیار رہے گا؟

2236 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ، وَعَنْ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، وَعَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ بَرِيرَةَ أُعْتِقَتْ وَهِيَ عِنْدَ مُغِيثٍ عَبْدٍ لِآلِ أَبِي أَحْمَدَ فَخَيَّرَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ لَهَا: إِنْ قَرِبَكِ فَلَا خِيَارَ لَكِ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب بریرہ کو آزاد کیا گیا، اس وقت وہ مغیث کی بیوی تھی، جو آل ابواحمد کا غلام تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو اختیار دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ سے فرمایا: اگر اس نے تم سے قربت کرلی، تو تمہیں اختیار نہیں رہے گا۔

بَابٌ فِي الْمَمْلُوكَيْنِ يُعْتَقَانِ مَعًا هَلْ تُخَيَّرُ امْرَأَتُهُ؟

باب: جب دو مملوک (میاں بیوی) کو ایک ساتھ آزاد کیا جائے تو کیا اس عورت کو اختیار ہوگا؟

2237 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَنَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَوْهَبٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا أَرَادَتْ أَنْ تَعْتِقَ مَمْلُوكَيْنِ لَهَا زَوْجٌ قَالَ: فَسَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ، فَأَمَرَهَا أَنْ تَبْدَأَ بِالرَّجُلِ قَبْلَ الْمَرْأَةِ قَالَ نَصْرٌ: أَخْبَرَنِي أَبُو عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انہوں نے اپنے غلام اور کنیز کو آزاد کرنے کا ارادہ کیا، جو میاں بیوی تھے، انہوں نے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ ہدایت کی: تم عورت سے پہلے مرد کو آزاد کرنا۔

نصر کہتے ہیں: ابوعلی حنفی نے عبیداللہ کے حوالے سے مجھے یہ روایت سنائی ہے۔

بَابٌ إِذَا أَسْلَمَ أَحَدُ الزَّوْجَيْنِ

باب: جب میاں بیوی میں سے کوئی ایک اسلام قبول کرلے؟

2238 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَجُلًا جَاءَ مُسْلِمًا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ جَاءَتِ امْرَأَتُهُ مُسْلِمَةً بَعْدَهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهَا قَدْ كَانَتْ أَسْلَمَتْ مَعِي، فَرُدَّهَا عَلَيَّ

2238- واخرجه الترمذی (1176) من طریق وکیع بهذا الاسناد. وقال: حدیث صحیح. وهو فی "مسند احمد" (2059)، و"صحیح ابن حبان" (4159)، وصححه ایضاً ابن الجارود (757)، والحاکم /2002، وسکت عنه الذهبی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک شخص مسلمان ہو کر آیا، پھر اس کے بعد اس کی بیوی بھی مسلمان ہو کر آگئی، اس شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! اس عورت نے میرے ساتھ اسلام قبول کیا تھا۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو اس شخص کے پاس رہنے دیا۔

2239 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنِي أَبُو أَحْمَدَ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: أَسْلَمَتِ امْرَأَةٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَزَوَّجَتْ، فَجَاءَ زَوْجُهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي قَدْ كُنْتُ أَسْلَمْتُ، وَعَلِمَتْ بِإِسْلَامِي، فَانْتَزَعَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَوْجِهَا الْآخَرِ، وَرَدَّهَا إِلَى زَوْجِهَا الْأَوَّلِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک عورت نے اسلام قبول کر لیا، پھر اس نے شادی کر لی، پھر اس کا (سابقہ) شوہر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: میں بھی اسلام قبول کر چکا ہوں۔ اور اس عورت کو میرے اسلام قبول کرنے کا پتہ تھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو اس کے دوسرے شوہر سے علیحدہ کروا کر، اس کے پہلے شوہر کی طرف لوٹا دیا۔

مدینہ سے اسلام کو ترک کر کے کفار کی طرف جانے والی عورتیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ چھ مسلم اور مہاجر خواتین کفار کے پاس چلی گئی تھیں: (۱) ام الحکم بنت ابی سفیان، یہ حضرت عیاض بن شداد فہری کے نکاح میں تھی (۲) فاطمہ بنت ابی امیہ، یہ حضرت عمر بن الخطاب کے نکاح میں تھی (۳) بروع بنت عقبہ، یہ حضرت شماس بن عثمان کے نکاح میں تھی (۴) عزہ بنت عبدالعزیز، یہ حضرت عمرو بن عبدود کے نکاح میں تھی (۵) هند بنت ابی جہل، یہ حضرت ہشام بن العاص بن وائل کے نکاح میں تھی (۶) ام کلثوم بنت جرول، یہ حضرت عمر بن الخطاب کے نکاح میں تھی، یہ سب عورتیں اسلام سے مرتد ہو گئی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مسلمان شوہروں کو مال غنیمت سے ان عورتوں کے مہر پر خرچ ہونے والی رقوم ادا کر دیں۔

رفیقین کے سابق شوہروں کو ان کے دیئے ہوئے مہر کی رقم دینا آیا اب بھی واجب ہے یا نہیں؟

اس میں اختلاف ہے کہ ان عورتوں کے سابق شوہروں کو ان کے مہر کی رقم واپس کرنا اب بھی واجب ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے کہا، اب یہ حکم واجب نہیں ہے اور یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے اور بعض علماء نے کہا، یہ حکم غیر منسوخ ہے اور اب بھی واجب العمل ہے۔

امام ابوبکر رازی حنفی نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ حکم اب منسوخ ہو چکا ہے اور اس حکم کی ناسخ یہ آیت ہے:

(البقرہ: ۱۸۸) اور تم ایک دوسرے کا مال ناحق ذریعہ سے نہ کھاؤ۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی اس کے لئے ناسخ ہے: کسی مسلمان شخص کا مال اس کی مرضی کے بغیر لینا حلال نہیں ہے۔

(احکام القرآن للجصاص ج ۳ ص ۴۴۹) (معالم التنزیل ج ۵ ص 72-75، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ)

علامہ علی بن محمد الماوردی الشافعی المتوفی ۴۵۰ھ علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ اور امام فخر الدین محمد

بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ نے بھی ان آیات کی تفسیر اسی طرح کی، جس طرح علامہ بغوی نے مذکور الصدر تفسیر کی ہے۔

(النکت والعیون ج۵ ص520-523احکام القرآن ج۳ ص438-441 تفسیر کبیر ج۱۰ ص521-523)

ہجرت کر کے دارالاسلام میں آجائے اس کے متعلق امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ اس کا اپنے کافر شوہر سے نکاح فی الفور منقطع ہوجائے گا جیسا کہ الممتحنہ: ۱۰ میں اس کی واضح تصریح ہے، اس کے برخلاف صاحبین اور ائمہ ثلاثہ کا مذہب یہ ہے کہ اس کے نکاح کا انقطع اس کی عدت ختم ہونے پر موقوف ہے، اگر عدت ختم ہونے تک اس کا کافر شوہر اسلام نہ لایا تو اس کا نکاح اس کافر سے منقطع ہوجائے گا اور اگر عدت ختم ہونے سے پہلے اس کا، کافر شوہر مسلمان ہوگیا تو ان کا نکاح برقرار رہے گا۔ سطور ذیل میں ہم ان فقہاء کے مذاہب ان کی کتابوں سے پیش کر رہے ہیں۔

جو عورت مسلمان ہو کر دارالحرب سے ہجرت کر کے دارالاسلام میں آئی اس کے نکاح سابق...... کے متعلق

فقہاء احناف کا مذہب

علامہ برھان الدین محمود بن صدر الشریعہ ابن مازہ البخاری الحنفی المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

جب زوجین میں سے کوئی ایک دارالحرب چھوڑ کر مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آجائے اور دوسرا فریق دارالحرب میں بہ دستور کافر ہو تو ہمارے نزدیک ان دونوں میں فالفور تفریق ہوجائے گی اگر دارالاسلام میں آنے والا فریق شوہر ہو تو اس کی بیوی پر بالاتفاق عدت نہیں ہے اور اگر دارالاسلام میں آنے والی فریق عورت ہو تو صرف امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر عدت نہیں ہے اور صاحبین کا اس میں اختلاف ہے۔ (المحیط البرھانی ج4، 194، ادارۃ القرآن، کراچی، 1424ھ)

ہجرت کر کے دارالاسلام میں آنے والی خاتون کے نکاح سابق کے انقطاع میں

فقہاء شافعیہ کا مذہب

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں: اگر بیوی بت پرست ہو یا بیوی مسلمان ہوجائے اور شوہر اہل کتاب میں سے ہو یا بت پرست ہو تو ہر صورت میں ان میں سے کسی ایک کے مسلمان ہونے کے بعد نکاح میں جمع رہنا حرام ہے اور ان میں سے کسیا یک کے اسلام کو دیکھا جائے تو اگر مباشرت سے پہلے ان میں سے کوئی ایک اسلام لایا ہو تو نکاح باطل ہوجائے گا اور مباشرت کے بعد کوئی ایک اسلسام لایا ہو تو پھر نکاح عدت پوری ہونے پر موقوف رہے گا، اگر عدت ختم ہونے سے پہلے ان میں سے کوئی ایک شرک کو ترک کر کے اسلام لے آیا ہو تو وہ دونوں نکاح پر برقرار رہیں گے اور اگر عدت پوری ہونے تک ان میں سے کوئی بھی اسلام نہیں لایا تو نکاح باطل ہوجائے گا، خواہ شوہر پہلے اسلام لایا ہو یا بیوی پہلے اسلام لائی ہو اور خواہ ان دونوں میں سے کوئی ایک دارالحرب میں اسلام لایا ہو یا دارالاسلام میں اسلام لایا ہو۔ (الحاوی الکبیر ج۱۱ ص۲۰۴، دارالفکر بیروت)

ہجرت کر کے دارالاسلام میں آنے والی مسلمان خاتون کے نکاح سابق کے انقطاع میں......

فقہاء حنبلیہ کا مذہب

علامہ موفق الدین عبداللہ بن قدامہ مقدسی حنبلی متوفی ۶۲۰ھ لکھتے ہیں: اگر شوہر اور بیوی معاً اسلام لائے ہوں تو وہ اپنے ناح

پر برقرار رہیں گے، خواہ وہ مباشرت سے پہلے اسلام لائے ہوں یا مباشرت کے بعد اسلام لائے ہوں، کیونکہ اس پر اجماع ہے اور اگر ان میں سے کوئی ایک پہلے اسلام لایا ہو اور وہ اہل کتاب بیوی کا شوہر ہو، تب بھی ان کا نکاح برقرار رہے گا، کیونکہ ابتداء ان کا نکاح بھی جائز ہے اور اگر عورت پہلے اسلام لائی ہو یا شوہر اور بیوی دونوں بت پرست ہوں اور مباشرت سے پہلے بیوی اسلام لائی ہو تو ان کا نکاح منقطع ہو جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لاھن حل لھم ولاھم یحلون لھن (الممتحنۃ:۱۰) نہ وہ مؤمنات کافر کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کفار ان مؤمنات کے لئے حلال ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولا تمسکوا بعصم الکوافر (الممتحنۃ:۱۰)۔ اور (اے مسلمانو!) تم بھی کافر عورتوں کو روکے نہ رکھو۔

اور ان دونوں میں سے جو بھی پہلے اسلام لے آئے گا تو نکاح منقطع ہو جائے گا، کیونکہ اس سے دونوں کے دین میں اختلاف ہو جائے گا اور اگر دونوں میں سے کوئی ایک مباشرت کے بعد اسلام لایا ہے تو اس میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس صورت میں بھی فی الفور نکاح منقطع ہو جائے گا (جیسا کہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے) اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ نکاح عدت گزرنے پر موقوف ہے، اگر عدت پوری ہونے سے پہلے دوسرا فریق مسلمان ہو گیا تو ان کا نکاح برقرار رہے گا اور اگر عدت پوری ہونے کے بعد تک دوسرا فریق مسلمان نہیں ہوا تو پھر ان کا نکاح منقطع ہو جائے گا اور اس عورت کو مہر مثل دینا ہوگا، کیونکہ ابن شبرمہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مرد، عورت سے پہلے مسلمان ہو جاتا تھا اور عورت مرد سے پہلے مسلمان ہو جاتی تھی اور جو بھی عورت کی عدت پوری ہونے سے پہلے مسلمان ہو جاتا تو اس کا نکاح برقرار رہتا تھا اور اگر عورت کی عدت گزرنے کے بعد اسلام لاتا تھا تو اس کا نکاح منقطع ہو جاتا تھا۔

اور یہ معلوم نہیں ہوا کہ جب شوہر اور بیوی ایک ساتھ اسلام لائے ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے درمیان تفریق کی ہو، جب کہ مردوں کی ایک جماعت اپنی بیویوں سے پہلے اسلام لائی، جیسے ابو سفیان بن حرب اور مردوں کی دوسری جماعت سے پہلے ان کی بیویاں اسلام لے آئی تھیں، جیسے صفوان بن امیہ، عکرمہ اور ابو العاص بن الربیع، اور جو تفریق ان کے درمیان واقع ہوئی وہ نکاح کا فسخ ہوتا تھا۔ (الکافی ج ۳ ص 50-51 دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ)

ہجرت کر کے دار الاسلام میں آنے والی خاتون کے نکاح سابق کے انقطاع میں

فقہاء مالکیہ کا مذہب

علامہ سحنون بن سعید التنوخی امام مالک سے روایت کرتے ہیں:

راوی نے کہا: اگر شوہر اور بیوی دونوں مجوسی ہوں یا دونوں نصرانی ہوں یا دونوں یہودی ہوں (علامہ سحنون نے کہا: امام مالک کے نزدیک ان سب کا حکم ایک ہے، امام مالک نے کہا، اگر خاوند اس عورت کی عدت میں اسلام لے آئے تو وہ اس عورت کا مالک ہے، اور اگر اس کی عدت پوری ہو چکی ہو تو پھر خاوند کا اس پر کوئی اختیار نہیں ہے، خواہ وہ اس کے بعد اسلام لے آئے، میں نے پوچھا:

جب ان میں تفریق ہوگئی تو آیا یہ تفریق نکاح کا فسخ ہوگی یا طلاق؟ امام مالک نے کہا: یہ فسخ نکاح ہے، طلاق نہیں ہے۔

ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں عورتیں اپنی سرزمین میں اسلام لے آتی تھیں اور ہجرت نہیں کرتی تھیں اور ان کے شوہر اس وقت کافر ہوتے تھے، جیسے ولید بن مغیرہ کی بیٹی، صفوان بن امیہ کے نکاح میں تھیں، وہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوگئیں اور صفوان اسلام سے بھاگ کر سمندر میں سوار ہوگئے تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان کے عم زاد وہب بن عمیر کو ان کے پیچھے امان کے پیغام کے ساتھ بھیجا اور نشانی کے طور پر اپنی چادر دی اور فرمایا، تم اسلام لے آؤ اور تم کو غور و فکر کے لئے دو ماہ کی مہلت ہے، پھر جب وہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو چار ماہ کی مہلت دے دی اور وہ حالت کفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ ہوازن میں رہے اور غزوہ طائف میں رہے اور اس دوران ان کی بیوی مسلمان رہیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور ان کی بیوی کے درمیان تفریق نہیں کی، حتیٰ کہ صفوان اسلام لے آئے اور ان کی بیوی اسی نکاح سے ان کے ساتھ رہیں۔ ابن شہاب نے کہا، صفوان اور ان کی بیوی کے اسلام لانے کے درمیان ایک ماہ کا عرصہ تھا۔

(موطا امام مالک ج ۲ ص 93 رقم الحدیث: 1178، دار المعرفۃ، بیروت، 1420ھ)

نیز ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ ام حکیم بنت الحارث بن ہشام فتح مکہ کے دن اسلام لے آئیں اور ان کے شوہر عکرمہ بن ابی جہل اسلام سے بھاگ کر یمن چلے گئے، پھر حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا ان کے ساتھ یمن گئیں اور ان کو اسلام کی دعوت دی اور عکرمہ مسلمان ہوگئے رضی اللہ عنہ پھر وہ حضرت عکرمہ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر آئیں، پھر رسول اللہ ﷺ ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے، ان کو گلے لگایا اور ان کو بیعت کر لیا۔ (موطا امام مالک ج ۲ ص 94 رقم الحدیث: 1180، دار المعرفۃ، بیروت)

امام مالک نے کہا، ہمیں یہ خبر نہیں پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عکرمہ اور ان کی بیوی کے درمیان تفریق کی ہو اور وہ اسی نکاح کے ساتھ حضرت عکرمہ کے ساتھ رہیں۔

عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدہ زینب بنت رسول اللہ ﷺ ابو العاص بن الربیع کے نکاح میں تھی، وہ اسلام لے آئیں اور ہجرت کر کے مدینہ میں آگئیں اور ان کے خاوند نے اسلام کو ناپسند کیا اور تجارت کے لئے شام چلے گئے، وہاں چند انصاریوں نے ان کو قید کر لیا، پس سیدہ زینب نے کہا، مسلمانوں کا ادنیٰ فرد بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے، آپ نے پوچھا: کس کو؟ سیدہ زینب نے کہا، ابو العاص کو، آپ نے فرمایا: جس کو زینب نے پناہ دی اس کو ہم نے پناہ دی، پھر ابو العاص مسلمان ہوگئے اور ابھی سیدہ زینب عدت میں تھیں اور وہ اپنے نکاح پر برقرار رہیں۔

امام مالک نے کہا، ہمیں یہ خبر نہیں پہنچی کہ کسی عورت کا خاوند عدت کے اندر ہجرت کر کے آگیا ہو پھر بھی اس کا نکاح فسخ کر دیا گیا ہو۔ (المدونۃ الکبریٰ ج ۲ ص 298-300 دار احیاء التراث العربی، بیروت)

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات

علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن ہمام حنفی متوفی 861ھ، ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جواب میں لکھتے ہیں: صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابی جہل کا جواب یہ ہے کہ وہ مکہ کی حدود سے باہر نہیں نکلے تھے، اس لئے آپ نے ان کا نکاح ان کی بیویوں سے برقرار

رکھا، ابو سفیان اور ھند کا بھی یہی جواب ہے۔ اور سیدہ زینب کے شوہر ملک شام چلے گئے تھے اس لئے ان کا نکاح برقرار نہیں رہا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح سیدہ زینب سے دوبارہ پڑھایا تھا جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ (فتح القدیر ج ۳ ص ۴۰۰ بیروت)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحب زادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضرت ابو العاص بن الربیع کی طرف نکاح جدید اور مہر جدید کے ساتھ لوٹا دیا۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۱۴۲، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۰۱۰، شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۲۵۶ المستدرک ج ۳ ص ۶۳۹ مسند احمد ج ۲ ص 207-208 طبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۲۱)

خلاصہ یہ ہے کہ جو عورت دار الکفر سے ہجرت کر کے دار الاسلام میں آکر مسلمان ہو جائے، اس کے متعلق ائمہ ثلاثہ یہ کہتے ہیں اس کا سابق نکاح اس کی عدت ختم ہونے تک موقوف رہے گا، اگر اس کا مشرک شوہر عدت پوری ہونے تک مسلمان نہیں ہوا تو اس کا نکاح منقطع ہو جائے گا اور اگر وہ عدت پوری ہونے سے پہلے مسلمان ہو گیا تو اس مہاجرہ مسلمہ کا نکاح اس کے ساتھ برقرار رہے گا اور امام ابو حنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ جیسے ہی وہ عورت ہجرت کر کے اسلام لائی اس کا اپنے کافر شوہر سے سابق نکاح فی الفور منقطع ہو جائے گا اور قرآن مجید کے موافق امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہی کا قول ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

(الممتحنہ: ۱۰) اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کو آزمالیا کرو، پھر اگر تم کو ان کے ایمان کا یقین ہو جائے تو پھر ان کو کفار کی طرف مت لوٹاؤ، نہ وہ مؤمنات کفار کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کفار ان مؤمنات کے لئے حلال ہیں۔

امام اعظم کا مذہب اس آیت کے صراحتہ مطابق ہے کیونکہ اس آیت میں ان کے نکاح کو عدت پر موقوف کرنے کی کوئی قید نہیں ہے۔

ہجرت والی عورتوں سے متعلق نکاح کے فقہی احکام کا بیان

(الممتحنہ: ۱۰) اے ایمان والو! جب تمہارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کو آزمالیا کرو، پھر اگر تم کو ان کے ایمان کا یقین ہو جائے تو پھر ان کو کفار کی طرف مت لوٹاؤ، نہ وہ مؤمنات کفار کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کفار ان مؤمنات کے لئے حلال ہیں۔

مسئلہ نمبر 1۔ یایھا....... جب اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے ساتھ دوستی کے ترک کرنے کا حکم دیا اس امر نے یہ تقاضا کیا کہ مسلمان مشرکوں کے علاقے چھوڑ کر مسلمانوں کے علاقوں کی طرف ہجرت کر جائیں۔ باہم نکاح، باہم دوستی کا موکد ترین سبب تھا، تو عورتوں کی ہجرت کے احکام کو بیان کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: قریش کے مشرکوں کے ساتھ حدیبیہ کے سال صلح ہوئی کہ مکہ مکرمہ میں سے جو بھی شخص مدینہ طیبہ آئے گا اسے ان کی طرف واپس کر دیا جائے گا ابھی تحریر سے فراغت ہوئی تھی کہ حارث اسلمیہ کی بیٹی حضرت سعیدہ آ گئی۔ ابھی نبی کریم وحدیبیہ میں ہی تھے اس کا خاوند آ گیا جبکہ وہ کافر تھا اس کا نام صیفی بن راہب

تھا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کا نام مسافر مخزومی تھا۔ اس نے کہا: اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم میری بیوی مجھے واپس کر دو کیونکہ آپ نے یہ شرط تسلیم کی ابھی تحریر کی مٹی بھی خشک نہیں ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط آئی تو اس کے خاندان والے واپس لے جانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے (1)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ اپنے خاوند عمرو بن عاص سے بھاگ آئی اس کے ساتھ اس کے دو بھائی عمارہ اور ولید تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دونوں بھائیوں کو واپس بھیج دیا اور اسے روک لیا۔ قریش نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: اسے شرط کی وجہ سے واپس کر دیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''شرط مردوں کے متعلق تھی عورتوں کے متعلق نہ تھی'' (2)۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا۔

حضرت عروہ سے مروی ہے: سہیل بن عمرو نے حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ شرط لگائی کہ ہم میں سے کوئی آدمی آپ کے پاس نہیں آئے گا اگرچہ وہ آپ کے دین پر ہو تو آپ اسے ہماری طرف واپس کر دیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مومنات کے بارے میں یہ آیت نازل کی (3)۔ یہ قول اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ عورتوں کے بارے میں شرط کو اس آیت نے منسوخ کر دیا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: جو عورت آئی تھی وہ امیمہ بنت بشر تھی جو ثابت شمر کے عقد میں تھی (4)۔ وہ ثابت سے بھاگ آئی جبکہ وہ ابھی کافر تھا اور حضرت سہل بن حنیف نے اس سے شادی کر لی تو اس کے بطن سے ان کا بیٹا عبد اللہ پیدا ہوا۔ مہدوی نے کہا: ابن وہب نے خالد سے روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت امیمہ بنت بشر جو بنی عمرو بن عوف سے تعلق رکھتے تھے کے بارے میں نازل ہوئی۔ مقاتل نے کہا: اس سے مراد سعیدہ ہے جو صیفی بن راہب کی زوجہ تھی جو اہل مکہ میں سے مشرک تھا۔ اکثر علماء کی رائے ہے کہ وہ عورت ام کلثوم بنت عقبہ تھی۔

مسئلہ نمبر 2۔ اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کیا عورتیں صلح میں لفظاً شامل تھیں یا عموماً شامل تھیں (5)؟ ایک طائفہ کا کہنا ہے: صلح میں واضح اور صراحۃ یہ شرط شامل تھی کہ عورتوں کو واپس کیا جائے گا اللہ تعالیٰ نے معاہدہ سے ان کے لوٹانے کی شرط کو منسوخ کر دیا اور اس سے منع کر دیا اور مردوں کی شرط کو اسی طرح باقی رکھا جس طرح وہ تھی۔ یہ امر اس پر دلالت کرتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم احکام میں اپنی رائے سے اجتہاد فرما سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ آپ کو خطا پر قائم نہیں رکھتا۔ علماء میں سے ایک طائفہ کا کہنا ہے صراحۃً ان کی واپسی کی کوئی شرط نہ تھی۔ معاہدہ اس پر ہوا تھا کہ جو مسلمان ہو گا اس کو واپس کر دیا جائے گا۔ عموم کا ظاہر مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عموم سے عورتوں کے نکلنے کو واضح کیا اللہ تعالیٰ نے دو امور کی وجہ سے مردوں اور عورتوں میں فرق بیان کیا ہے۔ (۱) اب ان کی شرمگاہیں کفار پر حرام ہیں۔ (۲) وہ زیادہ رقیق القلب اور مردوں کی نسبت جلدی پھر جانے والی ہیں۔ ان میں سے جو شرک پر قائم رہیں وہ ان پر لوٹا دی جائیں گی۔

مسئلہ نمبر 3۔ فامتحنوھن ایک قول یہ کیا گیا ہے (6): ان میں سے جو اپنے خاوند کو تنگ کرنا چاہتی وہ کہتی: میں عنقریب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کر جاؤں گی، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان لینے کا حکم دیا۔ جس چیز کے ساتھ ان کا امتحان لیا جائے گا اس کے بارے میں تین قول ہیں۔

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: امتحان یہ ہے کہ ان سے اللہ کے نام کی قسم لی جائے گی (1) کہ وہ خاوند سے ناراض ہو کر اور ایک علاقہ کی بجائے دوسرے علاقہ کی محبت، دنیا کے لالچ اور کسی مرد کی محبت کے لئے نہیں نکلی بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کی وجہ سے نکلی ہے۔ جب وہ اس پر اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھا دیتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خاوند کو اس کا مہر عطا فرما دیتے اور اس نے اس پر جو خرچ کیا ہوتا وہ بھی عطا فرما دیتے اور اسے واپس نہ کرتے اللہ تعالیٰ کے فرمان فان علمتموھن . کا یہی مدعا و مقصود ہے۔ (۲) امتحان یہ ہے کہ وہ یہ گواہی دے .... یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ (۳) جس کی وضاحت بعد میں اسی سورت میں کی گئی ہے۔............ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا (2): رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے ساتھ آزماتے اذ جاءک .... اسے معمر نے زہری سے وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کرتے ہیں۔ اسے امام ترمذی نے نقل کیا ہے۔ کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

مسئلہ نمبر 4۔ اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت اس معاہدہ کے لئے ناسخ ہے جو آپ نے قریش سے کیا تھا کہ جو بھی مسلمان آئے آپ اس کو واپس کر دیں۔ اس کے ساتھ عورتوں کا حکم منسوخ ہو گیا۔ یہ اس کا مذہب ہے جو قرآن کے ساتھ سنت کے نسخ کو جائز سمجھتا ہے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ مردوں اور عورتوں کے بارے میں حکم منسوخ ہے۔ یہ جائز نہیں کہ امام دشمنوں کے ساتھ اس بات پر صلح کرے کہ جو آدمی مسلمان ہو کر آئے وہ اسے واپس کر دے گا کیونکہ کسی مسلمان کو مشرکوں کی سرزمین پر رکھنا جائز نہیں! یہ کوفیوں کا نقطہ نظر ہے۔ امام مالک کے نزدیک اس نقطہ پر صلح جائز ہے۔ کوفیوں نے جو نقطہ نظر اپنایا ہے وہ اسے اسماعیل بن ابی خالد کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں وہ قیس بن ابی حازم سے وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بنی خثعم کی طرف بھیجا انہوں نے انہیں سجدہ کی حالت میں پکڑ لیا اور قتل کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نصف دیت دی اور فرمایا: "میں ہر ایسے مسلمان سے بری ہوں جو دار الحرب میں مشرکوں کے ساتھ مقیم ہو وہ ایک دوسرے کی آگ نہ دیکھیں" (3)۔

انہوں نے کہا: یہ روایت اس روایت کے لئے ناسخ ہے جس میں مسلمانوں کو مشرکوں کے حوالے کا ذکر تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے براءت کا اظہار کیا جو ان کے ساتھ دار الحرب میں مقیم ہے۔ امام مالک اور امام شافعی کی رائے یہ ہے کہ یہ حکم منسوخ نہیں۔ امام شافعی نے کہا: اس قسم کا معاہدہ خلیفہ یا ایسا شخص جو امر کرتا ہے وہی کر سکتا ہے کیونکہ وہ تمام اموال کا والی ہوتا ہے خلیفہ کے علاوہ جس نے یہ عقد کیا تو وہ عقد مردود ہوگا۔

مسئلہ نمبر 5۔ اللہ اعلم .... یہ امتحان تمہارے لئے ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے کیونکہ وہ رازوں کو خوب جانتا ہے۔ فان علمتموھن مومنت ایمان میں سے جو ظاہر ہے اگر تم انہیں مومن جانتے ہو۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اگر تم امتحان سے قبل ان کے مومن ہونے کا علم رکھتے ہو۔ فلا ترجعو............ اللہ تعالیٰ نے کوئی مومنہ کسی کافر کے لئے حلال نہیں کی اور نہ ہی کسی مومن کے لئے کسی مشرکہ سے نکاح کو حلال کیا ہے۔

یہ واضح ترین دلیل ہے کہ جس امر نے مسلمان عورت کی اپنے خاوند سے جدائی کو ثابت کیا وہ اس کا اسلام لانا ہے، اس کا

ہجرت کرنا نہیں۔امام ابوحنیفہ نے کہا: جس امر نے ان کے درمیان تفریق کو ثابت کیا وہ دونوں داروں کا مختلف ہوتا ہے۔امام مالک کے مذہب میں اسی کی طرف اشارہ ہے بلکہ وہ اس میں صریح اور عبارۃ النص ہے۔صحیح قول پہلا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ......اس امر کو واضح کیا کہ عدم حل کی علت اسلام ہے داروں کا مختلف ہونا نہیں۔اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

ابوعمر نے کہا: دار میں کوئی فرق نہیں نہ کتاب اللہ میں ایسی بات ہے نہ سنت میں ہے اور نہ ہی قیاس میں ہے۔اسمیں جس کی رعایت کی گئی ہے وہ دو دین ہیں۔ان دونوں کے اختلاف اور اجتماع کے ساتھ حکم مرتب ہوگا، دار کی وجہ سے کوئی حکم نہیں ہوگا۔

مسئلہ نمبر 6۔واتوھم ما انفقوا جب مسلمان عورت کو اس بات سے روک دیا جائے کہ اسے اس کے خاوند کے پاس واپس بھیجا جائے تو اس کے خاوند نے اس پر جو مال خرچ کیا ہے وہ اسے واپس کر دیا جائے۔یہ وعدہ کو پورا کرنے کی صورت ہے کیونکہ جب اسلام کی حرمت کی وجہ سے اسے روکا گیا ہے تو اس کے مال کو واپس کرنے کا حکم دیا گیا تا کہ دونوں صورتوں میں اس پر خسارہ واقع نہ ہو، بیوی اور مال۔

مسئلہ نمبر 7۔کوئی چٹی وغیرہ لازم نہ ہوگی مگر اس صورت میں جب کافر خاوند مطالبہ کرے، جب وہ حاضر ہو اور مطالبہ کرے ہم اسے روک لیں گے اور چٹی بھر دیں گے۔اگر وہ عورت خاوند کے آنے سے پہلے ہی مر جائے تو ہم مہر چٹی کے طور پر نہ دیں گے کیونکہ روکنا متحقق نہیں ہوا۔اگر مہر شراب یا خنزیر ہو تو ہم کسی چیز کے ذمہ دار نہیں ہوں گے کیونکہ اس کی کوئی قیمت نہیں۔اس آیت کی تفسیر میں امام شافعی کے دو قول ہیں۔(۱) یہ منسوخ ہے۔امام شافعی نے کہا: جب ایسے افراد کے پاس سے مسلمان عورت آئے جن کے ساتھ صلح ہو جبکہ وہ مسلمان ہو مہاجر ہو دار الحرب سے امام کی طرف دار الاسلام میں یا دار الحرب میں آئے۔اگر اس کے خاوند کے علاوہ علی نے مطالبہ کیا تو بغیر عوض کے اسے روک لیا جائے گا اگر خاوند اپنے لیے یا کسی غیر کے لئے اپنی وکالت کے ساتھ مطالبہ کرے تو اس میں دو قول ہیں۔

(۱) وہ عوض دے گا دلیل وہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔(۲) اسمیں دوسرا قول بھی ہے: مشرک خاوند کو کوئی عوض نہیں دیا جائے گا جس کی بیوی مسلمان ہو کر آئی اگر امام عورتوں کے واپس کرنے کی شرط لگائے تو یہ شرط باطل ہوگی۔جس نے یہ قول کیا اس نے کہا: اگر رسول اللہ ﷺ نے اہل حدیبیہ کے لیے یہ شرط لگائی تھی کہ ان میں سے جو بھی آئے گا اسے واپس کر دیا جائے گا۔عورتوں کے بارے میں ان کی جانب سے شرط، شرط صحیح تھی اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ کر دیا اور عوض کو رد کر دیا جب اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا پھر اس کے رسول نے فیصلہ کر دیا کہ ان عورتوں کو واپس نہ کیا جائے گا تو جس نے بھی عورتوں کے واپس کرنے کی شرط لگائی وہ شرط منسوخ ہوگی اور اس پر کوئی عوض نہ ہوگا کیونکہ منسوخ کو شرط قرار دینا باطل ہے اور باطل چیز کا کوئی عوض نہیں۔

مسئلہ نمبر 8۔خاوندوں نے جس قدر خرچ کیا ہو اس مقدار میں اللہ تعالیٰ نے واپس کرنے کا حکم دیا۔اس امر کا مخاطب امام ہے اس کے پاس بیت المال میں جو ایسا مال ہے جس کا مصرف متعین نہ ہو اس میں سے وہ خرچ کرے گا۔مقاتل نے کہا: وہ مہر کافر خاوند کو واپس کرے گا جس مہر پر عورت سے مسلمان مرد شادی کرے گا۔اگر مسلمانوں میں سے کوئی بھی اس سے شادی نہ کرے تو کافر خاوند کے لئے کوئی چیز نہ ہوگی۔قتادہ نے کہا: مہر واپس کرنے کا حکم ان لوگوں کی عورتوں کے بارے میں ہے جن کے ساتھ

مسلمانوں کے عہد و پیمان ہوں۔ جن کے ساتھ مسلمانوں کا معاہدہ نہیں انہیں کوئی مہر وغیرہ نہیں دیا جائے گا۔ معاملہ اسی طرح ہے جس طرح انہوں نے کہا۔

مسئلہ نمبر 9۔ ولا جناح......... یعنی جب انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور ان کی عدت ختم ہوگئی۔ کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ مشرکہ اور متعدہ کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔ اگر ایسی عورت حقوق زوجیت سے قبل ہی مسلمان ہوجائے تو اس کا نکاح اسی وقت ثابت ہوجائے گا اور اس کے ساتھ حقوق زوجیت ادا کرنا بھی جائز ہوگا۔

مسئلہ نمبر 10۔ .... مہر کی شرط کے ساتھ ان کے ساتھ نکاح کرنے کا مباح قرار دیا کیونکہ اسلام نے اس کے اور اس کی کافر بیوی کے درمیان جدائی کردی ہے۔

مسئلہ نمبر 11۔ ولا تمسکو......... عام قراء کی قراءت تخفیف کے ساتھ ہے یہ امساک سے مشتق ہے؛ یہ ابوعبید کا پسندیدہ نقطہ نظر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:......... (البقرہ:231) حضرت حسن بصری، ابوالعالیہ اور ابوعمرو نے لاتمسکوا پڑھا ہے یہ تمسیک سے مشتق ہوگا یوں کہا جاتا ہے: مسک یمسک تمسیکا۔ یہ امسک یمسک کے معنی میں ہے۔ اسے علا تمسکوا تاء کے نصب کے بھی ساتھ پڑھا گیا ہے۔ اصل میں یہ لا تتمسکوا تھا۔ العصم یہ عصمہ کی جمع ہے اسے مراد وہ چیز ہے جس کے ساتھ انسان محفوظ رہتا ہے یہاں عصمہ سے مراد نکاح ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جس کی مکہ مکرمہ میں کافرہ بیوی ہو وہ اسے بیوی شمار نہ کرے وہ اس کی بیوی نہیں (1)۔ دار کے مختلف ہونے کی وجہ سے نکاح ختم ہوچکا ہے۔

امام نخعی سے مروی ہے: مراد وہ مسلمان عورت ہے جو دار الحرب بھاگ گئی اور کافر ہوگئی۔ کفار مسلمان عورتوں سے شادیاں کیا کرتے تھے اور مسلمان مرد مشرک عورتوں سے شادی کیا کرتے تھے پھر اس آیت میں اس کو منسوخ کردیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دو ایسی عورتوں کو طلاق دے دی جو مکہ مکرمہ میں تھیں اور مشرک تھیں ان میں سے ایک قریبہ بنت ابی امیہ تھی جس سے بعد میں معاویہ بن ابی سفیان نے شادی کی جو دونوں مکہ مکرمہ میں مشرک کی حیثیت سے رہ رہے تھے۔ اور ام کلثوم بنت عمرو خزاعیہ جو عبداللہ بن مغیرہ کی والدہ تھی ابوجہم بن حذافہ نے اس سے شادی کی جو دونوں مشرک تھے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ امیر المومنین بنے تو حضرت ابوسفیان نے اپنے بیٹے حضرت معاویہ سے کہا: قریبہ کو طلاق دے تاکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ خیال نہ کریں اس کا چھینا ہوا مال تیرے گھر میں ہے۔ حضرت معاویہ نے ایسا کرنے سے انکار کردیا۔ حضرت طلحہ بن عبداللہ کے عقد میں اروی بنت ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب تھی اسلام نے دونوں میں تفریق کردی پھر حالت اسلام میں ان سے حضرت خالد بن سعید بن عاص نے شادی کی۔ یہ بھی کفار کی ان عورتوں میں سے تھی جو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں نبی کریم ﷺ نے انہیں روک لیا اور حضرت خالد سے ان کی شادی کردی۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی بیٹی کی شادی ابوالعاص بن ربیع سے کی تھی۔ عبدالرزاق ابن جریج سے وہ ایک آدمی سے وہ ابن شہاب سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت زینب نے نبی کریم ﷺ کی ہجرت کے بعد ہجرت کی ان کا خاوند ابو العاص بن ربیع عبدالعزی مکہ مکرمہ میں مشرک کی حیثیت میں تھا اس کی یہ وضاحت ہے کہ اس نے حضرت زینب کے بعد اسلام قبول کیا۔ شعبی

نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ شعبی نے کہا: حضرت زینب بنت رسول اللہ ابو العاص بن ربیع کی زوجہ تھیں وہ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں چلی گئیں پھر ان کا خاوند مدینہ طیبہ آیا حضرت زینب نے اسے امان دی تو وہ اسلام لے آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کو اس کی طرف لوٹا دیا۔

ابوداؤد نے عکرمہ سے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں کہ پہلے نکاح کی وجہ سے ہی انہیں واپس کر دیا اور کوئی نیا عمل نہ کیا۔ محمد بن عمر نے اپنی حدیث میں کہا: یہ واقعہ چھ سال بعد ہوا۔ حسین بن علی نے کہا: دو سال بعد ہوا (1)۔ ابو عمر نے کہا: اگر یہ صحیح ہے تو یہ دو وجوہ سے خالی نہیں۔ آپ کو حیض ہی نہ آیا یہاں تک کہ ان کا خاوند مسلمان ہو گیا یا ان کے بارے میں یہ امر منسوخ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **وبعولتهن**.......... (البقرہ:228) یہ ایسا امر ہے جس بارے میں علماء میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس سے مراد عدت ہے۔ ابن شہاب زہری نے حضرت زینب کے اس قصہ میں کہا: یہ فرائض کے نازل ہونے سے پہلے تھا۔ قتادہ نے کہا: یہ سورۂ براءۃ کے نازل ہونے سے پہلے واقع ہوا جس میں مشرکین کے ساتھ تمام معاہدے ختم کرنے کا حکم ہوا۔

مسئلہ نمبر 12۔ **بعصم الکوافر**، کوافر سے یہاں مراد بت پرست ہیں ان کے ساتھ ابتدا سے ہی نکاح کرنا جائز نہیں۔ یہ حکم اہل کتاب کے علاوہ کوافر کے لئے ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ عام ہے۔ اہل کتاب کی عورتوں کا حکم اس سے منسوخ ہے۔ اگر آیت کے ظاہر کو دیکھا جائے تو کوئی کافر عورت کسی صورت میں حلال نہیں۔ پہلے قول کی بناء پر جب کوئی بت پرست یا مجوسی مسلمان ہو جائے اور اس کی بیوی مسلمان نہ ہو تو دونوں میں تفریق کر دی جائے گی۔ یہ قول بعض علماء کا ہے۔ ان میں سے کچھ نہ کہا: عدت کے ختم ہونے کا انتظار کیا جائے گا۔ جس نے یہ کہا: اسی وقت ان میں تفریق کر دی جائے گی اور عورت کی عدت کے مکمل ہونے کا انتظار نہ کیا جائے گا جب اس پر اسلام پیش کیا جائے اور وہ اسلام قبول نہ کرے وہ امام مالک بن انس ہیں؛ یہی قول حضرت حسن بصری، طاؤس، مجاہد، عطا، عکرمہ قتادہ اور حکم کا ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے: **ولا تمسکو**..........۔ زہری نے کہا: وہ اس کے ساتھ عدت کا انتظار کرتا ہے؛ یہ امام شافعی اور امام احمد کا قول ہے انہوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت ابوسفیان بن حرف اپنی بیوی ہند بنت عتبہ سے پہلے اسلام لائے انہوں نے مر الظہر ان کے مقام پر اسلام قبول کیا پھر وہ مکہ مکرمہ کی طرف لوٹے جبکہ ہند وہاں کافرہ کی حیثیت سے رہ رہی تھی اور اپنے کفر پر قائم تھی۔ اس نے حضرت ابوسفیان کی داڑھی کو پکڑ لیا اور کہا: اس گمراہ شیخ کو قتل کر دو پھر اس کے چند روز بعد وہ مسلمان ہوگئی۔ دونوں اپنے نکاح پر قائم رہے کیونکہ ان کی عدت ختم نہیں ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا: اس کی مثل حضرت حکیم بن حزام کا واقعہ ہے۔ انہوں نے اپنی بیوی سے پہلے اسلام قبول کیا۔ پھر ان کے بعد ان کی بیوی مسلمان ہوئی۔ دونوں اپنے نکاح پر باقی رہے۔ امام شافعی نے کہا: جس نے **ولا تمسکوا بعصم الکوافر** سے استدلال کیا ہے اس کے لئے اس میں کوئی دلیل نہیں کیونکہ مسلمان عورتیں کافروں پر حرام ہیں جس طرح مسلمان مرد کافر، بت پرست اور مجوسی عورتوں کے لئے حلال نہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لا ھن . پھر سنت نے اس کی وضاحت کی کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی مراد یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لئے حلال نہیں ہوتے مگر اس صورت میں کہ

دوسرا فرد عدت میں اسلام قبول کر لے۔ جہاں تک کوفیوں کا تعلق ہے کوفیوں سے مراد حضرت سفیان ثوری، حضرت امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب ہیں انہیں نے ذمی کافروں کے بارے میں کہا: جب عورت مسلمان ہو جائے تو خاوند پر اسلام پیش کیا جائے گا اگر وہ اسلام قبول کر لے تو ٹھیک ورنہ دونوں میں تفریق کر دی جائے گی۔ ان علماء نے کہا: اگر دونوں حربی ہوں تو یہ اس کی بیوی رہے گی یہاں تک کہ اس کے تین حیض گزر جائیں۔ جب وہ دونوں دار الحرب میں ہوں یا دار الاسلام میں ہوں۔ اگر ان میں سے ایک دار الاسلام میں ہو اور دوسرا دار الحرب میں ہو تو دونوں میں عصمت ختم ہو جائے گی۔ ان علماء نے دار کا اعتبار کیا ہے جبکہ یہ کچھ بھی نہیں۔ یہ بحث پہلے گزر چکی ہے۔

مسئلہ نمبر 13۔ یہ اختلاف مدخول بہا کے بارے میں ہے۔ اگر وہ غیر مدخول بہا ہو تو دونوں کے درمیان نکاح ختم ہو جانے میں کسی اختلاف کو نہیں جانتے کیونکہ اس پر کوئی عدت نہیں۔ امام مالک اس عورت کے بارے میں بھی یہی کہتے ہیں جو خود مرتد ہو جائے اور اس کا خاوند مسلمان ہو: دونوں کے درمیان نکاح ختم ہو جائے گا۔ ان کی دلیل **ولا تمسکوا بعصم الکوافر** ہے یہی قول حضرت حسن بصری اور حضرت حسن بن صالح بن حی کا ہے۔ امام شافعی اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ وہ عدت کے مکمل ہونے کا انتظار کرے۔

مسئلہ نمبر 14۔ اگر دونوں میاں بیوی نصرانی ہوں اور بیوی مسلمان ہو جائے اس میں بھی اختلاف ہے۔ امام مالک، امام احمد اور امام شافعی کا کہنا یہ ہے کہ وہ عورت کی عدت میں مسلمان ہو جائے تو خاوند اس کا زیادہ حقدار ہوگا جس طرح حضرت صفوان بن امیہ اور حضرت عکرمہ بن ابی جہل اپنی بیویوں کے زیادہ مستحق رہے جب وہ دونوں اپنی بیویوں کی عدت میں مسلمان ہوئے تھے۔ روایت ابن شہاب سے مروی ہے، اسے امام مالک نے موطا میں ذکر کیا ہے۔ ابن شہاب نے کہا: حضرت صفوان اور ان کی بیوی کے اسلام لانے میں ایک ماہ کا عرصہ حائل ہے۔ ابن شہاب نے کہا: ہمیں یہی خبر پہنچی ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کرے اور اس کا خاوند کافر ہو اور دار الحرب میں مقیم ہو مگر ہجرت اسے کے اور اس کے خاوند کے درمیان تفریق کرے دے گی ہاں یہ صورت مختلف ہے کہ اس کا خاوند عدت ختم ہونے سے پہلے آ جائے (1)۔ علماء میں سے وہ بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں: دونوں کے درمیان نکاح منسوخ ہو جائے گا۔ یزید بن علقمہ نے کہا: میرا دادا مسلمان ہو گیا اور میری دادی مسلمان نہ ہوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں میں تفریق کر دی؛ یہ طاؤس کا قول ہے۔ دوسری جماعت میں جن میں عطاء، حضرت حسن بصری اور عکرمہ نے کہا: دعوت نکاح کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔

مسئلہ نمبر 15۔ **وسئلوا** مفسرین نے کہا: مسلمان عورتوں میں سے جو عورتیں مرتد ہو کر ان کفار کے پاس چلی گئیں جن کے ساتھ مسلمانوں کے معاہدے تھے تو کفار کو کہا جائے گا: ان عورتوں کے مہر دے دو (2)۔ جب کفار کی عورتوں میں سے کوئی ایک مسلمان ہو کر ہجرت کر کے آ جائے تو مسلمانوں کو کہا جائے گا: کفار کو ان عورتوں کے مہر واپس کر دو۔ یہ دونوں حالتوں میں عدل کی صورت ہے۔ اجماع امت یہی ہے کہ یہ حکم اس زمانہ میں ایک خاص واقعہ کے ساتھ خاص ہے؛ یہ ابن عربی کا قول ہے۔

(تفسیر قرطبی، سورہ ممتحنہ، بیروت)

کافر کی مسلمان پر عدم ولایت میں اجماع

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ: اہل علم کے اجماع کے مطابق کافر مسلمان عورت کا کسی بھی حالت میں ولی نہیں بن سکتا۔ اور ابن منذر رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی یہی کچھ نقل کیا ہے۔ (المغنی (356/7)

ا۔ اسلام ب - عقل، یعنی ولی عاقل ہونا چاہیے۔ ج - بلوغت۔ ولی بالغ ہونا چاہیے۔ د - مذکر۔ یعنی ولی مرد ہونا ضروری ہے

علماء کرام کا اتفاق ہے کہ ولی ہونے کی شروط میں اسلام، بلوغت، اور مذکر ہونا شرط ہے۔ (بدایۃ المجتھد (12/2)

ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہ یہ بھی کہنا ہے: سب علماء کرام کے ہاں صرف مرد ہی ولی بن سکتا ہے اور اس میں مرد ہونے کی شرط ہے۔ (المغنی لابن قدامہ (356/7)

مندرجہ ذیل شروط میں اختلاف ہے۔ ا۔ حریت، یعنی ولی صرف آزاد مرد ہی بن سکتا ہے۔ اکثر اہل علم کے ہاں حریت کی شرط ہے لیکن احناف اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ حریت کی شرط میں علت یہ ہے کہ: غلام کو تو اپنے آپ پر ولایت نہیں تو بالا ولی کسی دوسرے پر ولی نہیں بن سکتا۔ (المغنی ابن قدامہ (356/7)

امام شافعی اور امام احمد رحمہا اللہ نے ولی کے عادل ہونے کی شرط لگائی ہے۔ یہاں پر عدالۃ سے ظاہری عدل مراد ہے، یہ شرط نہیں کہ ولی ظاہری اور باطنی دونوں طور پر عادل ہو، اگر ایسی شرط لگائی جائے تو اس میں بہت حرج اور مشقت ہوگی، اور پھر یہ نکاح کے باطل ہونے کا باعث بن جائے گا۔ (کشاف القناع (30/3)

یہاں پر ایک تنبیہ کرنا ضروری ہے : ہوسکتا ہے کہ سائل عورت میں رغبت رکھتا ہو اور کسی مسئلہ میں اس کے ولی سے بحث کرے اور اس میں ان دونوں کا اختلاف ہو جائے جس کی بنا پر خاوند ولی کو الزام دے کہ وہ کتاب وسنت پر ایمان نہیں رکھتا ! یہ ایک بہت ہی خطرناک مسئلہ گناہ ہے کیونکہ اس میں کسی مسلمان پر ایسی تہمت لگائی جارہی ہے جس سے وہ دائرہ اسلام سے ہی خارج ہوتا ہے۔

لیکن اگر لڑکی کا ولی حقیقت پر حدیث پر ایمان نہیں رکھتا مثلاً جس طرح کے اہل قران یا جنہیں منکرین حدیث کہا جاتا ہے اس سے بحث کی جے گی اور اسے کے سامنے حق بیان کیا جائے گا اور اس کے شبہات زائل کیے جائیں گے لیکن اگر وہ اس کے باوجود بھی دلائل وبراہین سننے کے باوجود بھی انکار کرنے پر اصرار کرے تو وہ کافر ہے۔

اور ایسا شخص مسلمان عورت کے نکاح کا ولی نہیں بن سکتا چاہے وہ اس کی بیٹی ہی کیوں نہ ہو، لھذا ایسی حالت میں اس سے ولایت ساقط ہوکر اس عورت کے قریبی مسلمان مرد کو ملے جائے گی۔ فقہائے احناف ومالکیہ کا موقف بھی اسی طرح ہے جس طرح صاحب ہدایہ نے بیان کردیا ہے۔

دارالاسلام نہ ہونے والی جگہ دارالحرب کے حکم میں ہوگی

جگہ ایسی ہو کہ نہ دارالاسلام ہو، نہ دارالحرب وہ دارالحرب کے حکم میں ہے۔ اور اگر وہ جگہ دارالاسلام ہو مگر کافر کا تسلط ہو جیسے آج کل ہندوستان تو اس معاملہ میں یہ بھی دارالحرب کے حکم میں ہے، یعنی تین حیض یا تین مہینے گزرنے پر نکاح سے باہر ہوگی۔

ایک دار الاسلام میں آ کر رہنے لگا، دوسرا دار الحرب میں رہا جب بھی عورت نکاح سے باہر ہو جائے گی، مثلاً مسلمان ہو کر یا ذمی بن کر دار الاسلام میں آیا یا یہاں آ کر مسلمان یا ذمی ہوا یا قید کر کے دار الحرب سے دار الاسلام میں لایا گیا تو نکاح سے باہر ہوگئی اور اگر دونوں ایک ساتھ قید کر کے لائے گئے یا دونوں ایک ساتھ مسلمان یا ذمی بن کر وہاں سے آئے یا یہاں آ کر مسلمان ہوئے یا ذمہ قبول کیا تو نکاح سے باہر نہ ہوئی یا حربی امن لے کر دار الاسلام میں آیا یا مسلمان یا ذمی دار الحرب کو امان لے کر گیا تو عورت نکاح سے باہر نہ ہوگی۔ (درمختار، کتاب النکاح، بیروت)

یایها الذین امنوا اذا جاء کم المومنت مهجرات فامتحنوهن الله اعلم بایمانهن فان علمتموهن مومنت فلا ترجعوهن الی الکفار لاهن حل لهم ولا هم یحلون لهن واتوهم انفقوا.

"اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں (دار الحرب سے) ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کی جانچ کر لیا کرو، ان کے ایمان کو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ سو اگر (جانچ کرنے کے بعد) تم ان کو مسلمان جانو تو پھر کافروں کی طرف ان کو واپس مت کرو (کیونکہ) نہ وہ عورتیں کافروں کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ کافر ان مسلمان عورتوں کے لیے حلال ہیں اور کافروں نے (ان عورتوں پر) جو کچھ خرچ کیا ہو (یعنی ان کو دیا ہو) وہ کافروں کو ادا کر دو۔

فَامْتَحِنُوْهُنَّ: یعنی جانچ کر لو کہ زبانوں سے جو وہ اقرار ایمان کر رہی ہیں کیا واقعی ان کے دلوں میں ایمان ہے، جانچ کر کے تم غالب ظن حاصل کر لو یوں تو ان کے قلبی ایمان کو اللہ ہی جانتا ہے تم کیا جانو (پھر بھی گمان غالب تو حاصل کر لو)۔

فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ: یعنی ان عورتوں کے لیے مؤمن ہونے کا تم کو گمان غالب اور امکانی علم ہو جائے اور ایمان کی علامات ظاہر ہو جائیں۔ آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ یقین کی طرف غالب گمان پر بھی عمل واجب ہوتا ہے (اگرچہ ظن مفید یقین نہیں ہوتا مگر موجب عمل ضرور ہو جاتا ہے)۔

فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ: یعنی کافر شوہروں کی طرف ان کو واپس مت کرو کیونکہ مؤمن عورتیں کافر شوہروں کے لیے حلال نہیں، مسلمہ اور کافر میں تفریق کرنی لازم ہے۔ سورۃ نساء کی آیت: **وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ** کی تفسیر میں یہ مسئلہ گزر چکا ہے کہ اگر شوہر کافر ہو اور بیوی مہاجرہ مؤمنہ تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دار الحرب سے نکلتے ہی دونوں کے درمیان تفریق کر دینی واجب ہے کیونکہ دو دار ہو گئے، دار الحرب جو کفار کا وطن ہے اور دار اسلام جو مؤمنوں کا مسکن ہے لیکن باقی تینوں اماموں کے نزدیک شوہر کے مسلمان ہونے کے وقت سے تین حیض کی مدت کا انتظار کرنا ہوگا، بشرطیکہ شوہر نے اس عورت سے قربت جنسی کر لی ہو اور ایسا نہ ہو تو پھر عورت کے مسلمان ہونے کے وقت سے تین حیض تک کا انتظار کیا جائے گا۔

وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ: یعنی کافر تجدید نکاح کے بعد بھی مؤمن عورتوں کے لیے حلال نہیں ہیں کیونکہ کافر مرد کا نکاح مسلمان عورت سے جائز ہی نہیں ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ یہ جملہ سابق جملہ کی تاکید (معنوی) ہو۔ عروہ نے حدیث سابق میں بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (مؤمن عورتوں کی جانچ کرنے کے سلسلہ میں) فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ مہاجر مؤمن

عورتوں کا امتحان لینے کے لیے (ان کے سامنے) آیت: يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ تک پڑھتے (اور ان سے اقرار لیتے تھے۔ جو عورت اس کا اقرار کر لیتی تو حضور ﷺ فرماتے: ہم نے تیری بیعت لے لی۔ حضور ﷺ بس یہ زبان سے فرما دیتے تھے عورت کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ سے بیعت لینے کے وقت نہیں چھوتے تھے عورتوں سے بیعت صرف زبانی ہوتی تھی۔

امام بغوی نے حضرت ابن عباس کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ عمرہ کرنے کے لیے (مکہ کی طرف) روانہ ہوئے حدیبیہ میں پہنچے تو مکہ کے مشرکوں نے آپ ﷺ سے اس شرط پر صلح کر لی کہ (آئندہ) اہل مکہ میں سے جو کوئی (مسلمان ہو کر) رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے گا آپ ﷺ اس کو واپس کر دیں گے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں میں سے جو کوئی (مرتد ہو کر) مکہ والوں کے پاس پہنچ جائے گا اہل مکہ اس کو واپس نہیں کریں گے۔ یہ معاہدہ لکھ دیا گیا اور مہریں لگا دی گئیں تحریر معاہدہ پوری ہونے ہی پائی تھی کہ سبیعہ اسلمیہ بنت حارث (مسلمان ہو کر) آ پہنچی۔ اس کا شوہر مسافر مخزومی یا صفی بن راہب جو کافر تھا اس کی طلب میں آ گیا اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: محمد ﷺ میری بیوی مجھے واپس دو۔ تم نے شرط کر لی تھی کہ ہم میں جو کوئی شخص (مسلمان ہو کر) آپ ﷺ کے پاس پہنچے گا۔ آپ ﷺ پر اس کو واپس کرنا لازم ہوگا۔ یہ شرط تحریر میں موجود ہے۔ ابھی اس کی روشنائی بھی خشک نہیں ہوئی ہے۔ اس پر آیت: يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ....نازل ہوئی۔ مہاجرات سے مراد وہ عورتیں جو دار الکفر کو چھوڑ کر دار السلام میں آ گئی ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مؤمن مہاجر عورتوں کا امتحان اس طرح ہوتا تھا کہ عورت بحلف کہتی تھی میں اپنے شوہر سے نفرت کرنے یا کسی مسلمان مرد سے عشق کرنے کی بنیاد پر نہیں آئی نہ یہ وجہ ہے کہ مجھے ایک جگہ سے نفرت اور دوسری جگہ سے الفت ہو نہ میں کوئی جرم کر کے آئی ہوں نہ طلب مال مجھے لائی ہے بلکہ اسلام پسندی اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کا جذبہ مجھے لے کر آیا ہے۔ حضور ﷺ اس طرح اس سے حلف لیتے تھے جب وہ اس پر قسم کھا لیتی تھی تو پھر آپ ﷺ اس کو واپس نہیں لوٹاتے تھے اور جو مہر اس کے شوہر نے اس کو (نکاح کے وقت یا بعد کو) ادا کیا ہوتا تھا وہ اور جو کچھ شوہر نے اس کے لیے خرچ کیا ہوتا وہ بھی شوہر کو عطا فرما دیتے تھے پھر سبیعہ سے عمر نے نکاح کر لیا جو مرد (مسلمان ہو کر بھاگ کر مکہ سے) آپ کے پاس آتا تھا آپ ﷺ اس کو واپس کر دیتے تھے اور اگر عورت مسلمان ہو کر آتی تھی تو آپ ﷺ اس کو واپس نہیں کرتے تھے بلکہ اس کا مہر واپس کرا دیتے تھے۔

طبرانی نے ضعیف سند سے بروایت عبداللہ بن احمد لکھا ہے کہ صلح کے ایام میں ام کلثوم بنت عقبہ ابن ابی معیط ہجرت کر کے آئیں پیچھے سے ان کے دونوں بھائی عمارہ اور ولید بن عقبہ بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ پہنچے اور حضور ﷺ سے ام کلثوم کی واپسی کے لیے درخواست کی اس پر اللہ نے وہ معاہدہ جو حضور ﷺ اور مشرکوں کے درمیان میں ہوا تھا صرف عورتوں کے معاملہ میں توڑ دیا اور مہاجر عورتوں کی واپسی کی ممانعت فرما دی پھر آیت امتحان نازل فرمائی۔ ابن ابی حاتم نے لکھا ہے مجھ سے یزید بن ابی حبیب نے بیان کیا کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ یہ آیت امیمہ بنت بشر یا ابو حسان بن دحداحہ کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ مقاتل کا

بیان ہے کہ ایک عورت تھی جس کا نام سعیدہ تھا اور وہ صیفی بن راہب کی بیوی تھی' صیفی مشرک تھا۔ ایام صلح میں سعیدہ ہجرت کر کے آ گئی اور مشرکوں نے درخواست کی کہ سعیدہ کو واپس کیا جائے۔ (لیکن حضور ﷺ نے درخواست منظور نہیں کی) ابن جریر نے زہری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے نچلے حصہ میں فروکش تھے اور اس شرط پر اہل مکہ سے صلح کر لی تھی کہ مکہ والوں میں سے جو شخص (ہجرت کر کے) رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ جائے گا' اس کو واپس کر دیا جائے گا۔ اسی اثناء میں کچھ عورتیں ہجرت کر کے آ گئیں تو ان کے متعلق آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا: یعنی ان کے شوہروں نے جو کچھ خرچ کیا ہو یعنی مہر دیا ہو (یا زیور وغیرہ' مترجم) وہ ان کو واپس دے دو کیونکہ معاہدۂ حدیبیہ میں عورتوں کی واپسی بھی شامل تھی لیکن جب ان کی واپسی کی ممانعت ہو گئی تو مہر کی واپسی لازم ہو گئی۔

جس طرح حدیبیہ میں حضور ﷺ نے قریش سے صلح کی تھی ویسی ہی صلح اگر خلیفہ کافروں سے کر لے پھر جب کوئی ہجرت کر کے آئے تو عورت کو واپس نہ بھیجے بلکہ اس کا (وصول کردہ) مہر لوٹا دے۔

بغوی نے لکھا ہے کہ زہری کا بیان ہے اگر صلح نہ ہوتی تو اور وہ معاہدہ جو رسول اللہ ﷺ اور قریش کے درمیان حدیبیہ میں ہوا تھا' نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ مہاجر عورتوں کو بھی روک لیتے اور ان کے مہر بھی واپس نہ کرتے' معاہدہ سے پہلے جو مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آتی تھیں۔ آپ ﷺ یہی معاملہ کرتے تھے (کہ ہجرت کر کے آنے والی عورتوں کے مہر بھی واپس نہیں کراتے تھے)۔

ولا جناح علیکم ان تنکحوھن اذا اتیتموھن اجورھن ولا تمسکوا بعصم الکوافر و سئلوا ما انفقتم ولیسئلوا ما انفقوا ذالکم حکم اللہ یحکم بینکم واللہ علیم حکیم.

"اور تم کو ان مہاجر عورتوں سے نکاح کر لینے میں کوئی گناہ نہ ہوگا جبکہ تم ان کے مہر ان کے دے دو اور (اے مسلمانو!) تم کافر عورتوں کے تعلقات (ازدواجی) کو باقی مت رکھو اور (اپنی بیویوں پر) جو کچھ خرچ کیا ہو (جب وہ مرتد ہو کر چلی جائیں یا ہجرت کر کے ہی نہ آئیں اور کفر پر قائم رہیں) تو ان کافروں سے اس کا مطالبہ کر لو اور جو کچھ (مہاجر عورتوں پر) کافروں نے خرچ کیا ہو وہ مسلمانوں سے مانگ لیں' یہ اللہ کا حکم ہے۔ وہی تمہارے درمیان فیصلہ کر رہا ہے اور اللہ بڑا علم والا (اور) حکمت والا ہے۔"

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ: یعنی اے مسلمانو! ہجرت کر کے آنے والی عورتوں سے تم نکاح کر سکتے ہو' اس میں کوئی گناہ نہیں خواہ ان کے کافر شوہر دار الحرب میں موجود ہی ہوں کیونکہ (کفر اور اسلام کی وجہ سے) تفریق تو ان کی ہو ہی گئی۔ آیت دلالت کر رہی ہے کہ عدت ضروری نہیں۔ امام ابوحنیفہ کا یہی قول ہے' صاحبین کا قول اس کے خلاف ہے۔

اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ: اجور سے مراد ہیں مہر۔ مہر کی ادائگی کی شرط لگانے سے بتانا مقصود ہے کہ سابق شوہروں کا ادا کردہ مہر جو مہاجر عورتوں کی طرف سے ان کے کافر شوہروں کو واپس کیا ہو وہ جدید مہر میں محسوب نہ ہوگا یعنی ان کے کافر شوہروں کو جو کچھ تم نے دے دیا وہ دے دیا' اب اگر تم ان مہاجر عورتوں سے نکاح کرو گے تو اپنے نکاح کا مہر از سر نو دینا ہوگا۔

ابن منیع نے بطریق کلبی از ابی صالح حضرت ابن عباس کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب

مسلمان ہو گئے تو ان کی بیوی مشرکوں کے ساتھ ہی رہ گئی۔ اس پر آیت ذیل نازل ہوئی۔

وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ: عصم عصمت کی جمع ہے۔ عصمۃ مضبوط عقد (بندھن) جیسے عقد موالات' عقد نکاح وغیرہ۔ اللہ نے مشرک عورتوں سے نکاح برقرار رکھنے کی ممانعت فرمادی۔

بغوی نے زہری کی روایت سے لکھا ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دو عورتوں کو جو مکہ میں رہ گئی تھیں اور مشرک تھیں' طلاق دے دی۔ ایک قریبہ بنت ابی امیہ بن مغیرہ۔ اس سے معاویہ نے مکہ میں نکاح کر لیا' معاویہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ دوسری ام کلثوم خزاعیہ بنت عمرو بن جرول جو حضرت عبداللہ بن عمر کی ماں تھی' اس سے ابو جہم بن حذافہ بن غانم نے نکاح کر لیا' ابو جہم مشرک تھا۔

اروی بنت ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب حضرت طلحہ بن عبید اللہ کی بیوی تھی' طلحہ تو ہجرت کر کے چلے آئے لیکن اروی اپنی قوم کے مذہب پر رہی۔ اسلام نے ان دونوں میں تفریق کر دی تو خالد بن سعد بن عاص بن امیہ نے اس سے نکاح کر لیا۔ شعبی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی زینب ابو العاص بن ربیع کے نکاح میں تھیں' مسلمان ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ پہنچیں۔ ابو العاص مکہ میں ہی بحالت شرک رہا' پھر کچھ مدت کے بعد مدینہ میں آ گیا اور مسلمان ہو گیا۔

وَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ: یعنی اگر کوئی مسلمان عورت مرتد ہو کر مشرکوں کے پاس چلی جائے اور وہ روک لیں تو جس مسلمان کے وہ نکاح میں تھی وہ اس کافر سے جو اس عورت سے نکاح کرے اپنا دیا ہوا مہر طلب کر لے۔

وَلْيَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا: اور جو مہاجر عورتیں کفرستان چھوڑ کر اسلامستان میں آ جائیں تو ان کو جو مہر کافروں نے ان کے نکاح کے وقت دیا ہو' وہ اپنا دیا ہوا مہر اس شخص سے طلب کر سکتے ہیں جو ان عورتوں سے نکاح کرے۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ: یعنی اللہ ہی حکم دیتا ہے جس کو تمہارے لیے بہتر جانتا ہے اور جو اس کی حکمت کا تقاضا ہوتا ہے۔

بغوی نے زہری کا قول نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں کو جو حکم دیا گیا تھا انہوں نے تو حکم خداوندی کی تعمیل کی اور کافروں کو وہ مہر مہاجرات کی طرف سے دے دیئے جو نکاح کے وقت کافروں نے ان کو دیا تھا لیکن کافروں نے اس فیصلہ کو ماننے سے انکار کر دیا اور ان عورتوں کے مہر جو مرتد ہو کر چلی گئی تھیں اور مسلمانوں نے نکاح کے وقت ان کو جو مہر دیا تھا واپس دینے کا اقرار نہیں کیا۔ اس پر آیت ذیل نازل ہوئی۔ (تفسیر مظہری، سورہ بقرہ، لاہور)

بَابٌ اِلٰى مَتٰى تُرَدُّ عَلَيْهِ امْرَاَتُهُ اِذَا اَسْلَمَ بَعْدَهَا؟

باب: جب مرد نے عورت کے بعد اسلام قبول کیا ہو، تو کتنے عرصہ تک میں اس کی بیوی واپس کی جا سکتی ہے؟

2240 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ، ح وحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ الْمَعْنَى، كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ الْحُصَيْنِ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: رَدَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَتَهُ زَيْنَبَ عَلَى أَبِي الْعَاصِ بِالنِّكَاحِ الْأَوَّلِ، لَمْ يُحْدِثْ شَيْئًا. قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو فِي حَدِيثِهِ: بَعْدَ سِتِّ سِنِينَ. وَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ

عَلِيٌّ: بَعْدَ سَنَتَيْنِ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو، (ان کے شوہر) حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی طرف، ان کے پہلے نکاح کی بنیاد پر، واپس کر دیا تھا، آپ نے دوبارہ (نکاح) نہیں کروایا تھا۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ایسا دو سال گزرنے کے بعد ہوا تھا۔

زوجین میں سے کسی کے قبول اسلام کی صورت میں حکم نکاح کا بیان

سورہ ممتحنہ کی آیت ۱۰ کے تحت تفہیم القرآن میں مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ ان آیات میں چار بڑے اہم حکم بیان کیے گئے ہیں جن کا تعلق اسلام کے عائلی قانون سے بھی ہے اور بین الاقوامی قانون سے بھی:

اول یہ کہ جو عورت مسلمان ہو جائے وہ اپنے کافر شوہر کے لیے حلال نہیں رہتی اور نہ کافر شوہر اس کے لیے حلال رہتا ہے۔

دوسرے یہ کہ جو منکوحہ عورت مسلمان ہو کر دار الکفر سے دار الاسلام میں ہجرت کر آئے اس کا نکاح آپ سے آپ ٹوٹ جاتا ہے اور جو مسلمان بھی چاہے اس کا مہر دے کر اس سے نکاح کر سکتا ہے۔

تیسرے یہ کہ جو مرد مسلمان ہو جائے اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اس کی بیوی اگر کافر ہے تو وہ اسے اپنے نکاح میں روکے رکھے۔

چوتھے یہ کہ اگر دار الکفر اور دار الاسلام کے درمیان صلح کے تعلقات موجود ہوں تو اسلامی حکومت کو دار الکفر کی حکومت سے یہ معاملہ طے کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ کفار کی جو منکوحہ عورتیں مسلمان ہو کر دار الاسلام میں ہجرت کر آئی ہوں ان کے مہر مسلمانوں کی طرف سے واپس دے دیے جائیں، اور مسلمانوں کی منکوحہ کافر عورتیں جو دار الکفر میں رہ گئی ہوں ان کے مہر کفار کی طرف سے واپس مل جائیں۔

ان احکام کا تاریخی پس منظر یہ ہے کہ آغاز اسلام میں بکثرت مرد ایسے تھے جنہوں نے اسلام قبول کر لیا مگر ان کی بیویاں مسلمان نہ ہوئیں۔ اور بہت سی عورتیں ایسی تھیں جو مسلمان ہو گئیں مگر ان کے شوہروں نے اسلام قبول نہ کیا۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہ کے شوہر ابوالعاص غیر مسلم تھے اور کئی سال تک غیر مسلم رہے۔ ابتدائی دور میں ایسا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ مسلمان عورت کے لیے اس کا کافر شوہر اور مسلمان مرد کے لیے اس کی مشرک بیوی حلال نہیں ہے۔ اس لیے ان کے درمیان ازدواجی رشتے برقرار رہے۔ ہجرت کے بعد بھی کئی سال تک یہ صورت حال رہی کہ بہت سی عورتیں مسلمان ہو کر ہجرت کر آئیں اور ان کے کافر شوہر دار الکفر میں رہے۔ اور بہت سے مسلمان مرد ہجرت کر کے آ گئے اور ان کی کافر بیویاں دار الکفر میں رہ گئیں۔ مگر اس کے باوجود ان کے درمیان رشتہ ازدواج قائم رہا۔ اس سے خاص طور پر عورتوں کے لیے بڑی پیچیدگی پیدا ہو رہی تھی، کیونکہ مرد تو دوسرے نکاح بھی کر سکتے تھے، مگر عورتوں کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ جب تک سابق شوہروں سے ان کا نکاح فسخ نہ ہو جائے وہ کسی اور شخص سے نکاح کر سکیں۔ صلح حدیبیہ کے بعد جب یہ آیات نازل ہوئیں تو انہوں نے

مسلمانوں اور کفار و مشرکین کے درمیان سابق کے ازدواجی رشتوں کو ختم کر دیا اور آئندہ کے لیے ان کے بارے میں ایک قطعی اور واضح قانون بنا دیا۔ فقہائے اسلام نے اس قانون کو چار بڑے بڑے عنوانات کے تحت مرتب کیا ہے:

ایک، وہ حالت جس میں زوجین دارالاسلام میں ہوں اور ان میں سے ایک مسلمان ہو جائے اور دوسرا کافر رہے۔

دوسرے، وہ حالت جس میں زوجین دارالکفر میں ہوں اور ان میں سے ایک مسلمان ہو جائے اور دوسرا کافر رہے۔

تیسرے، وہ حالت جس میں زوجین میں سے کوئی ایک مسلمان ہو کر دارالاسلام میں ہجرت کر کے آجائے اور دوسرا دارالکفر میں کافر رہے۔

چوتھے، وہ حالت جس میں مسلم زوجین میں سے کوئی ایک مرتد ہو جائے۔

ذیل میں ہم ان چاروں حالتوں کے متعلق فقہاء کے مسالک الگ الگ بیان کرتے ہیں:

پہلی صورت میں اگر اسلام شوہر نے قبول کیا ہو اور اس کی بیوی عیسائی یا یہودی ہو اور وہ اپنے دین پر قائم رہے تو دونوں کے درمیان نکاح باقی رہے گا، کیونکہ مسلمان مرد کے لیے اہل کتاب بیوی جائز ہے۔ یہ امر تمام فقہاء کے درمیان متفق علیہ ہے۔

اور اگر اسلام قبول کرنے والے مرد کی بیوی غیر اہل کتاب میں سے ہو اور وہ اپنے دین پر قائم رہے، تو حنفیہ اس کے متعلق کہتے ہیں کہ عورت کے سامنے اسلام پیش کیا جائے گا، قبول کرلے تو نکاح باقی رہے گا، نہ قبول کرے تو ان کے درمیان تفریق کر دی جائے گی۔ اس صورت میں اگر زوجین کے درمیان خلوت ہو چکی ہو تو عورت مہر کی مستحق ہوگی، اور خلوت نہ ہوئی ہو تو اس کو مہر پانے کا حق نہ ہوگا، کیونکہ فرقت اس کے انکار کی وجہ سے واقع ہوئی ہے (المبسوط، ہدایہ، فتح القدیر)۔ امام شافعی اور احمد کہتے ہیں کہ اگر زوجین کے درمیان خلوت نہ ہوئی ہو تو مرد کے اسلام قبول کرتے ہی عورت اس کے نکاح سے باہر ہو جائے گی، اور اگر خلوت ہو چکی ہو تو عورت تین مرتبہ ایام ماہواری آنے تک اس کے نکاح میں رہے گی، اس دوران میں وہ خود اپنی مرضی سے اسلام قبول کرلے تو نکاح باقی رہے گا، ورنہ تیسری بار ایام سے فارغ ہوتے ہی آپ سے آپ فسخ ہو جائے گا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ذمیوں کو ان کے مذہب سے تعرض نہ کرنے کی جو ضمانت ہماری طرف سے دی گئی ہے اس کی بنا پر یہ درست نہیں ہے کہ عورت کے سامنے اسلام پیش کیا جائے۔ لیکن درحقیقت یہ ایک کمزور بات ہے، کیونکہ ایک ذمی عورت کے مذہب سے تعرض تو اس صورت میں ہوگا جبکہ اس کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے۔ اس سے صرف یہ کہنا کوئی بے جا تعرض نہیں ہے کہ تو اسلام قبول کرلے تو اپنے شوہر کے ساتھ رہ سکے گی ورنہ تجھے اس سے الگ کر دیا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس کی نظیر پیش بھی آچکی ہے۔ عراق کے ایک مجوسی زمیندار نے اسلام قبول کیا اور اس کی بیوی کافر رہی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے سامنے اسلام پیش فرمایا۔ اور جب اس نے انکار کیا تب آپ نے دونوں کے درمیان تفریق کرادی (المبسوط)۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر خلوت نہ ہو چکی ہو تو مرد کے اسلام لاتے ہی اس کی کافر بیوی اس سے فوراً جدا ہو جائے گی اور اگر خلوت ہو چکی ہو تو عورت کے سامنے اسلام پیش کیا جائے گا اور اس کے انکار کی صورت میں جدائی واقع ہو جائے گی (المغنی لابن قدامہ)۔

اور اگر اسلام عورت نے قبول کیا ہو اور مرد کافر رہے، خواہ وہ اہل کتاب میں سے ہو یا غیر اہل کتاب میں سے، تو حنفیہ کہتے ہیں

کہ دونوں میں خلوت ہو چکی ہو یا نہ ہوئی ہو، ہر صورت میں شوہر کے سامنے اسلام پیش کیا جائے گا، قبول کر لے تو عورت اس کے نکاح میں رہے گی، انکار کر دے تو قاضی دونوں میں تفریق کرادے گا۔ اس دوران میں جن تک مرد اسلام سے انکار نہ کرے، عورت اس کی بیوی تو رہے گی مگر اس کو مقاربت کا حق نہ ہوگا۔ شوہر کے انکار کی صورت میں تفریق طلاق بائن کے حکم میں ہوگی۔ اگر اس سے پہلے خلوت نہ ہوئی ہو تو عورت نصف مہر پانے کی حق دار ہوگی، اور خلوت ہو چکی ہو تو عورت پورا مہر بھی پائے گی اور عدت کا نفقہ بھی (المبسوط۔ ہدایہ۔ فتح القدیر)۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خلوت نہ ہونے کی صورت میں عورت کے اسلام قبول کرتے ہی نکاح فسخ ہو جائے گا، اور خلوت ہونے کی صورت میں عدت ختم ہونے تک عورت اس مرد کے نکاح میں رہے گی۔ اس مدت کے اندر وہ اسلام قبول کر لے تو نکاح باقی رہے گا ورنہ عدت گزرتے ہی جدائی واقع ہو جائے گی۔ لیکن مرد کے معاملہ میں بھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے وہی رائے ظاہر کی ہے جو عورت کے معاملہ میں اوپر منقول ہوئی کہ اس کے سامنے اسلام پیش کرنا جائز نہیں ہے، اور یہ مسلک بہت کمزور ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں متعدد واقعات ایسے پیش آئے ہیں کہ عورت نے اسلام قبول کر لیا اور مرد سے اسلام لانے کے لیے کہا گیا اور جب اس نے انکار کر دیا تو دونوں کے درمیان تفریق کرادی گئی۔ مثلاً بنی تغلب کے ایک عیسائی کی بیوی کا معاملہ ان کے سامنے پیش ہوا۔ انہوں نے مرد سے کہا یا تو تو اسلام قبول کر لے ورنہ میں تم دونوں کے درمیان تفریق کر دوں گا۔ اس نے انکار کیا اور آپ نے تفریق ڈگر دے دی۔ بہزُ الملک کی ایک نومسلم زمیندارنی کا مقدمہ ان کے پاس بھیجا گیا۔ اس کے معاملہ میں بھی انہوں نے حکم دیا کہ اس کے شوہر کے سامنے اسلام پیش کیا جائے، اگر وہ قبول کر لے تو بہتر، ورنہ دونوں میں تفریق کرادی جائے۔ یہ واقعات صحابہ کرام کے سامنے پیش آئے تھے اور کسی کا اختلاف منقول نہیں ہے (احکام القرآن للجصاص۔ المبسوط۔ فتح القدیر) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے رائے اس معاملے میں یہ ہے کہ اگر خلوت سے پہلے عورت مسلمان ہو جائے تو شوہر کے سامنے اسلام پیش کیا جائے، وہ قبول کر لے تو بہتر ورنہ فوراً تفریق کرادی جائے۔ اور اگر خلوت ہو چکی ہو اور اس کے بعد عورت اسلام لائی ہو تو زمانہ عدت ختم ہونے تک انتظار کیا جائے، اس مدت میں شوہر اسلام قبول کر لے تو نکاح باقی رہے گا، ورنہ عدت گزرتے ہی فرقت واقع ہو جائے گی۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تائید میں ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ زوجین کے درمیان اختلاف دین واقع ہو جانا بہر حال فوری تفریق کا موجب ہے خواہ خلوت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو (المغنی)۔

(2) دار الکفر میں اگر عورت مسلمان ہو جائے اور مرد کافر رہے، یا مرد مسلمان ہو جائے اور اس کی بیوی (جو عیسائی یا یہودی نہ ہو بلکہ کسی غیر کتابی مذہب کی ہو) اپنے مذہب پر قائم رہے، تو حنفیہ کے نزدیک خواہ ان کے درمیان خلوت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، تفریق واقع نہ ہوگی جب تک عورت کو تین مرتبہ ایام ماہواری نہ آجائیں، یا اس کے غیر حائضہ ہونے کی صورت میں تین مہینے نہ گزر جائیں۔ اس دوران میں اگر دوسرا فریق بھی مسلمان ہو جائے تو نکاح باقی رہے گا، ورنہ یہ مدت گزرتے ہی فرقت واقع ہو جائے گی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس معاملہ میں بھی خلوت اور عدم خلوت کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ ان کی رائے یہ ہے کہ اگر خلوت نہ ہوئی ہو تو زوجین کے درمیان دین کا اختلاف واقع ہوتے ہی فرقت ہو جائے گی، اگر خلوت ہو جانے کے بعد دین کا اختلاف رونما

ہوا ہو تو عدت کی مدت ختم ہونے تک ان کا نکاح باقی رہے گا۔ اس دوران میں، اگر دوسرا فریق اسلام قبول نہ کرے تو عدت ختم ہونے کے ساتھ ہی نکاح بھی ختم ہو جائے گا (المبسوط، فتح القدیر، احکام القرآن للجصاص)۔

(3)۔ جس صورت میں زوجین کے درمیان اختلاف دین کے ساتھ اختلاف دار بھی واقع ہو جائے، یعنی ان میں سے کوئی ایک دارالکفر میں کافر رہے اور دوسرا دارالاسلام کی طرف ہجرت کر جائے، اس کے متعلق حنفیہ کہتے ہیں کہ دونوں کے درمیان نکاح کا تعلق آپ سے آپ ختم ہو جائے گا۔ اگر ہجرت کرنے والی عورت ہو تو اسے فوراً دوسرا نکاح کر لینے کا حق حاصل ہے، اس پر کوئی عدت نہیں ہے، البتہ مقاربت کے لیے اس کے شوہر کو استبراء رحم کی خاطر ایک مرتبہ ایام ماہواری آجانے تک انتظار کرنا ہوگا، اور اگر وہ حاملہ ہو تب بھی نکاح ہو سکتا ہے مگر مقاربت کے لیے وضع حمل تک انتظار کرنا ہوگا۔ امام ابو یوسف اور امام محمد نے اس مسئلے میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے صرف اتنا اختلاف کیا ہے کہ ان کے نزدیک عورت پر عدت لازم ہے، اور اگر وہ حاملہ ہو تو وضع حمل سے پہلے اس کا نکاح نہیں ہو سکتا (المبسوط۔ ہدایہ۔ احکام القرآن للجصاص)۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اختلاف دار کا اس معاملہ میں کوئی دخل نہیں ہے، بلکہ اصل چیز صرف اختلاف دین ہے۔ یہ اختلاف اگر زوجین میں واقع ہو جائے تو احکام وہی ہیں جو دارالاسلام میں زوجین کے درمیان یہ اختلاف واقع ہونے کے احکام ہیں (المغنی)۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مذکورہ بالا رائے کے ساتھ ساتھ ہجرت کر کے آنے والی مسلمان عورت کے معاملہ میں یہ رائے بھی ظاہر کرتے ہیں کہ اگر وہ اپنے کافر شوہر سے لڑ کر اس کے حق زوجیت کو ساقط کرنے کے ارادے سے آئی ہو تو اختلاف دار کی بنا پر نہیں بلکہ اس کے اس قصد کی بنا پر فوراً فرقت واقع ہو جائے گی (المبسوط و ہدایہ)۔

لیکن قرآن مجید کی زیر بحث آیت پر غور کرنے سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں صحیح ترین رائے وہی ہے جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ظاہر فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ہجرت کر کے آنے والی مومن عورتوں ہی کے بارے میں نازل فرمائی ہے، اور انہی کا حق میں یہ فرمایا ہے کہ وہ اپنے ان کافر شوہروں کے لیے حلال نہیں رہیں جنہیں وہ دارالکفر میں چھوڑ آئی ہیں، اور دارالاسلام کے مسلمانوں کی اجازت دی ہے کہ وہ ان کے مہر ادا کر کے ان سے نکاح کر لیں۔ دوسری طرف مہاجر مسلمانوں سے خطاب کر کر کے یہ فرمایا ہے کہ اپنی ان کافر بیویوں کو اپنے نکاح میں نہ روکے رکھو جو دارالکفر میں رہ گئی ہیں اور کفار سے اپنے وہ مہر واپس مانگ لو جو تم نے ان عورتوں کو دیے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ صرف اختلاف دین ہی کے احکام نہیں ہیں بلکہ ان احکام کو جس چیز نے یہ خاص شکل دے دی ہے وہ اختلاف دار ہے۔ اگر ہجرت کی بنا پر مسلمان عورتوں کے نکاح ان کے کافر شوہروں سے ٹوٹ نہ گئے ہوتے تو مسلمانوں کو ان سے نکاح کر لینے کی اجازت کیسے دی جا سکتی تھی، اور وہ بھی اس طرح کہ اس اجازت میں عدت کی طرف کوئی اشارہ تک نہیں ہے۔ اسی طرح اگر لَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ کا حکم آجانے کے بعد بھی مسلمان مہاجرین کی کافر بیویاں ان کے نکاح میں باقی رہ گئی ہوتیں تو ساتھ ساتھ یہ حکم بھی دیا جاتا کہ انہیں طلاق دے دو۔ مگر یہاں اس کی طرف بھی کوئی اشارہ نہیں۔ بلاشبہ یہ صحیح ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے مہاجرین نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی تھی۔ مگر یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ ان کے لیے ایسا کرنا ضروری تھا، اور ان بیویوں کے ساتھ تعلق

زوجیت کا انقطاع ان کے طلاق دینے پر موقوف تھا، اور اگر وہ طلاق نہ دیتے تو وہ بیویاں ان کے نکاح میں باقی رہ جاتیں۔

اس کے جواب میں عہد نبوی کے تین واقعات کی نظیریں پیش کی جاتی ہیں جن کو اس امر کا ثبوت قرار دیا جاتا ہے کہ ان آیات کے نزول کے بعد بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلاف دار کے باوجود مومن اور کافر زوجین کے درمیان نکاح کا تعلق برقرار رکھا۔
پہلا واقعہ یہ ہے کہ فتح مکہ سے ذرا پہلے ابوسفیان مرالظہران (موجودہ وادی فاطمہ) کے مقام پر لشکر اسلام میں آئے اور یہاں انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور ان کی بیوی ہند مکہ میں کافر رہیں۔ پھر فتح مکہ کے بعد ہند نے اسلام قبول کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تجدید نکاح کے بغیر ہی ان کو سابق نکاح پر برقرار رکھا۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد عکرمہ بن ابی جہل اور حکیم بن حزام مکہ سے فرار ہوگئے اور ان کے پیچھے دونوں کی بیویاں مسلمان ہوگئیں۔ پھر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے شوہروں کے لیے امان لے لی اور جاکر ان کو لے آئیں۔ دونوں اصحاب نے حاضر ہوکر اسلام قبول کرلیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بھی سابق نکاحوں کو برقرار رکھا۔ تیسرا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہ کا ہے جو ہجرت کرکے مدینہ تشریف لے آئیں تھیں اور ان کے شوہر ابوالعاص بحالت کفر مکہ ہی میں مقیم رہ گئے تھے۔ ان کے متعلق مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں ابن عباس کی روایت یہ ہے کہ وہ 8ھ میں مدینہ آکر مسلمان ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تجدید نکاح کے بغیر سابق نکاح ہی پر صاحبزادی کو ان کی زوجیت میں رہنے دیا۔ لیکن ان میں سے پہلے دو واقعے تو درحقیقت اختلاف دار کی تعریف ہی میں نہیں آتے، کیونکہ اختلاف دار اس چیز کا نام نہیں ہے ایک شخص عارضی طور پر ایک دار سے دوسرے دار کی طرف چلا گیا یا فرار ہو گیا، بلکہ یہ اختلاف صرف اس صورت میں واقع ہوتا ہے جب کوئی آدمی ایک دار سے منتقل ہوکر دوسرے دار میں آباد ہوجائے اور اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان موجودہ زمانے کی اصلاح کے مطابق ''قومیت'' (Nationality) کا فرق واقع ہوجائے۔
رہا سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا معاملہ تو اس کے بارے میں دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت ابن عباس کی ہے جس کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے، اور دوسری روایت حضرت عبداللہ بن عمر بن عاص کی ہے جس کو امام احمد، ترمذی، اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔ اس دوسری روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبزادی کو جدید نکاح اور جدید مہر کے ساتھ پھر ابواعاص ہی کی زوجیت میں دے دیا۔ اس اختلاف روایت کی صورت میں اول تو یہ نظیر ان حضرت کے لیے قطعی دلیل نہیں رہتی جو اختلاف دار کی قانونی تاثیر کا انکار کرتے ہیں۔ دوسرے، اگر وہ ابن عباس ہی کی روایت کے صحیح ہونے پر اصرار کریں تو یہ ان کے مسلک کے خلاف پڑتی ہے۔ کیونکہ ان کے مسلک کی رو سے تو جن میاں بیوی کے درمیان اختلاف دین واقع ہوگیا ہو اور وہ باہم خلوت کرچکے ہوں ان کا نکاح عورت کو صرف تین ایام ماہواری آنے تک باقی رہتا ہے، اس دوران میں دوسرا فریق اسلام قبول کرلے تو زوجیت قائم رہتی ہے، ورنہ تیسری بار ایام آتے ہی نکاح آپ سے آپ فسخ ہوجاتا ہے۔ لیکن حضرت زینب کے جس واقعہ سے وہ استدلال کرتے ہیں اس میں زوجین کے درمیان اختلاف دین واقع ہوئے کئی سال گزر چکے تھے، حضرت زینب کی ہجرت کے چھ سال بعد ابوالعاص ایمان لائے تھے، اور ان کے ایمان لانے سے کم از کم دو سال پہلے قرآن میں وہ حکم نازل ہوچکا تھا جس کی رو سے مسلمان عورت مشرکین پر حرام کردی گئی تھی۔

(4)۔ چوتھا مسئلہ ارتداد کا ہے۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ زوجین ایک ساتھ مرتد ہو جائیں، اور دوسری صورت یہ ہے کہ ان میں سے کوئی ایک مرتد ہو اور دوسرا مسلمان رہے۔

اگر زوجین ایک ساتھ مرتد ہو جائیں تو شافعیہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ خلوت سے پہلے ایسا ہو تو فوراً، اور خلوت کے بعد ہو تو عدت کی مدت ختم ہوتے ہی دونوں کا وہ نکاح ختم ہو جائے گا جو حالت اسلام میں ہوا تھا۔ اس کے برعکس حنفیہ کہتے ہیں کہ اگرچہ قیاس یہی کہتا ہے کہ ان کا نکاح فسخ ہو جائے، لیکن حضرت ابوبکر کے زمانہ میں جو فتنۂ ارتداد برپا ہوا تھا اس میں ہزارہا آدمی مرتد ہوئے، پھر مسلمان ہو گئے، اور صحابہ کرام نے کسی کو بھی تجدید نکاح کا حکم نہیں دیا، اس لیے ہم صحابہ کے متفقہ فیصلے کو قبول کرتے ہوئے خلاف قیاس یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ زوجین کے ایک ساتھ مرتد ہونے کی صورت میں ان کے نکاح نہیں ٹوٹتے (المبسوط، ہدایہ، فتح القدیر، الفقہ علی المذاہب الاربعہ)۔

اگر شوہر مرتد ہو جائے اور عورت مسلمان رہے تو حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک فوراً نکاح ٹوٹ جائے گا، خواہ ان کے درمیان پہلے خلوت ہو چکی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ لیکن شافعیہ اور حنابلہ اس میں خلوت سے پہلے اور خلوت کے بعد کی حالت کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ اگر خلوت سے پہلے ایسا ہوا ہو تو فوراً نکاح ہو جائے گا، اور خلوت کے بعد ہوا ہو تو زمانہ عدت تک باقی رہے گا، اس دوران میں وہ شخص مسلمان ہو جائے تو زوجیت برقرار رہے گی، ورنہ عدت ختم ہوتے ہی اس کے ارتداد کے وقت سے نکاح فسخ شدہ شمار کیا جائے گا، یعنی عورت کو پھر کوئی نئی عدت گزارنی نہ ہوگی۔ چاروں فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ خلوت سے پہلے یہ معاملہ پیش آیا ہو تو عورت کو نصف مہر، اور خلوت کے بعد پیش آیا تو پورا مہر پانے کا حق ہوگا۔

اور اگر عورت مرتد ہو گئی ہو تو حنفیہ کا قدیم فتویٰ یہ تھا کہ اس صورت میں بھی نکاح فوراً فسخ ہو جائے گا، لیکن بعد کے دور میں علمائے بلخ و سمرقند نے یہ فتویٰ دیا کہ عورت کے مرتد ہونے سے فوراً فرقت واقع نہیں ہوتی، اور اس سے ان کا مقصد اس امر کی روک تھام کرنا تھا کہ شوہروں سے پیچھا چھڑانے کے لیے عورتیں کہیں ارتداد کا راستہ اختیار نہ کرنے لگیں۔ مالکیہ کا فتویٰ بھی اس سے ملتا جلتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر قرائن یہ بتا رہے ہو کہ عورت نے محض شوہر سے علیحدگی حاصل کرنے کے لیے بطور حیلہ ارتداد اختیار کیا ہے تو فرقت واقع نہ ہوگی۔ شافعیہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ عورت کے ارتداد کی صورت میں بھی قانون وہی ہے جو مرد کے ارتداد کی صورت میں ہے، یعنی خلوت سے پہلے مرتد ہو تو فوراً نکاح فسخ ہو جائے گا، اور خلوت کے بعد ہو تو زمانہ عدت گزرنے تک نکاح باقی رہے گا، اس دوران میں وہ مسلمان ہو جائے تو زوجیت کا رشتہ برقرار رہے گا۔ ورنہ عدت گزرتے ہی نکاح وقت ارتداد سے فسخ شمار ہوگا۔ مہر کے بارے میں یہ امر متفق علیہ ہے کہ خلوت سے پہلے اگر عورت مرتد ہوئی ہے تو اسے کوئی مہر نہ ملے گا، اور اگر خلوت کے بعد اس نے ارتداد اختیار کیا ہو تو وہ پورا مہر پائے گی (المبسوط۔ ہدایہ۔ فتح القدیر۔ المغنی۔ الفقہ علی المذاہب الاربعہ)۔

بَابٌ فِي مَنْ أَسْلَمَ وَعِنْدَهُ نِسَاءٌ أَكْثَرُ مِنْ أَرْبَعٍ أَوْ أُخْتَانِ

جو شخص اسلام قبول کرے اور اس کی چار سے زیادہ بیویاں ہوں، یا اس کی دو بیویاں سگی بہنیں ہوں

2241 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، ح وحَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ

حُمَيْضَةَ بْنِ الشَّمَرْدَلِ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ مُسَدَّدٌ: ابْنِ عُمَيْرَةَ وَقَالَ وَهْبٌ: الْأَسَدِيِّ قَالَ: أَسْلَمْتُ وَعِنْدِي ثَمَانُ نِسْوَةٍ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اخْتَرْ مِنْهُنَّ أَرْبَعًا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وحَدَّثَنَا بِهِ أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ. حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ بِهٰذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ: قَيْسُ بْنُ الْحَارِثِ مَكَانَ الْحَارِثِ بْنِ قَيْسٍ. قَالَ أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ: هٰذَا هُوَ الصَّوَابُ يَعْنِي قَيْسَ بْنَ الْحَارِثِ.

✿✿ حضرت حارث بن قیس اسدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے اسلام قبول کیا، تو اس وقت میری آٹھ بیویاں تھیں، میں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان میں سے چار کو اختیار کر لو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ایک اور سند کے ساتھ راوی کا نام حضرت قیس بن حارث رضی اللہ عنہ منقول ہے، احمد بن ابراہیم کہتے ہیں: یہی درست ہے۔

2242 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ. حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَاضِي الْكُوفَةِ، عَنْ عِيسَى بْنِ الْمُخْتَارِ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ حُمَيْضَةَ بْنِ الشَّمَرْدَلِ، عَنْ قَيْسِ بْنِ الْحَارِثِ بِمَعْنَاهُ

✿✿ یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

2243 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ أَيُّوبَ، يُحَدِّثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي وَهْبٍ الْجَيْشَانِيِّ، عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ فَيْرُوزَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أَسْلَمْتُ وَتَحْتِي أُخْتَانِ، قَالَ: طَلِّقْ أَيَّتَهُمَا شِئْتَ

✿✿ ضحاک بن فیروز اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! جب میں نے اسلام قبول کیا تو دو بہنیں میری زوجیت میں تھیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان دونوں میں سے جسے چاہو طلاق دے دو۔

شرائع من قبلنا اور ان کا حکم

تعارف:

شرائع من قبلنا کا معنی ہے، ہم (امت محمدیہ) سے پہلے کی شریعتیں، یعنی آخری نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تشریف لانے والے انبیاء کرام علیہم السلام کی وہ آسمانی شریعتیں، جو وہ اپنی اپنی امتوں کے پاس لے کر آئے تھے، اور جن کا ذکر ان کی کتابوں (توراۃ اور انجیل وغیرہ) میں موجود ہے۔ ان شریعتوں کے احکام بھی چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہیں، جن پر ایمان لانا اور ان کے مطابق عمل کرنا ان سابقہ انبیاء کے زمانہ نبوت میں ضروری تھا، تاہم شریعت محمدیہ کے آنے کے بعد وہ تمام گذشتہ شریعتیں منسوخ ہو گئی ہیں۔

2241 واخرجه سعيد بن منصور في "سننه" (1863)، والطحاوي في "شرح معاني الآثار" /2553، والعقيلي في "الضعفاء" /2991، وابن قانع في "معجم الصحابة" /1751، والطبراني في "المعجم الكبير" /18 (922)، والدارقطني في "سننه" (3690)

• تو کیا وہ شریعتیں من کل الوجوہ منسوخ ہوگئیں؟ یا فی الجملہ؟
• اگر فی الجملہ منسوخ ہیں، یعنی ان کے کچھ احکام اب بھی برقرار ہیں، تو کس حیثیت سے؟ مثلاً: شریعت موسوی کی حیثیت سے؟
یا پھر شریعت محمدیہ کی حیثیت سے؟ •
• نیز جو کل یا بعض احکام منسوخ ہیں، تو ان کے نسخ کا وقت کب سے شروع ہوا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے؟ یا آپ کی بعثت کے بعد؟
• اس طرح کے تمام سوالات کے جوابات پر مشتمل ایک تحقیقی جائزہ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ اور کلام کی کتابوں سے یہاں نقل کیا گیا ہے۔

مقدمہ:

ان مباحث کو بیان کرنے سے قبل چند اصطلاحات کی وضاحت ضروری ہے، جو لفظ "شریعت" کے ہم معنی یا قریب المعنی کے طور پر استعمال ہوتی رہتی ہیں۔ مثلاً دین، ملت اور مذہب وغیرہ۔

دین، ملۃ اور شریعت۔ معنیٰ اور تعریف:

لفظ "دین" کا لغوی معنی:

لفظ "دین" کا لغوی معنی طاعت اور انقیاد ہے، اور اس لفظ کے تمام مشتقات میں یہی معنی پایا جاتا ہے، ابن فارس لکھتے ہیں:

(دین)...أَصْلٌ وَاحِدٌ إِلَيْهِ يَرْجِعُ فُرُوعُهُ كُلُّهَا. وَهُوَ جِنْسٌ مِنَ الْإِنْقِيَادِ. وَالذُّلِّ. فَالدِّينُ: الطَّاعَةُ. يُقَالُ دَانَ لَهُ يَدِينُ دِينًا. إِذَا أَصْحَبَ وَانْقَادَ وَطَاعَ. وَقَوْمٌ دِينٌ. أَيْ مُطِيعُونَ مُنْقَادُونَ...وَالْمَدِينَةُ كَأَنَّهَا مَفْعَلَةٌ. سُمِّيَتْ بِذَلِكَ لِأَنَّهَا تُقَامُ فِيهَا طَاعَةُ ذَوِي الْأَمْرِ.... وَمِنْهُ: {مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ} (الفاتحہ:4). أَيْ يَوْمِ الْحُكْمِ. وَقَالَ الْقَوْمُ: الْحِسَابُ وَالْجَزَاءُ. وَأَيُّ ذَلِكَ كَانَ فَهُوَ أَمْرٌ يُنْقَادُ لَهُ...وَمِنْ هَذَا الْبَابِ الدَّيْنُ... لِأَنَّ فِيهِ كُلَّ الذُّلِّ وَالذِّلِّ. وَلِذَلِكَ يَقُولُونَ "الدَّيْنُ ذُلٌّ بِالنَّهَارِ. وَغَمٌّ بِاللَّيْلِ". (1)

("دین" ایک ہی اصل ہے جس کی طرف اس طرح کے تمام فروع لوٹتے ہیں، فرمانبرداری اور کمزور ہونے کی ایک صورت ہے۔ پس دین کا معنی ہے: اطاعت گزاری۔ کہا جاتا ہے: "دَانَ لَهُ يَدِينُ دِينًا" تابعدار، فرمان بردار اور اطاعت گزار ہو گیا۔ "قَوْمٌ دِينٌ" کا معنی ہے۔ فرمانبردار لوگ۔ "الْمَدِينَةُ" بروزن "مَفْعَلَةٌ" بمعنی شہر کو اس لیے مدینہ کہا جاتا ہے کہ وہاں حکمرانوں کی اطاعت ہوتی ہے۔ اس معنی کر "مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ" کہا گیا، یعنی فیصلے والا دن۔ بعض کے نزدیک حساب کتاب اور بدلے والا دن۔ کوئی بھی معنی ہو، وہ دن ایسا ہوگا جس میں سر جھکانا ہوگا۔ اس قبیل سے "الدَّيْنُ" (قرضہ) ہے، اس لیے کہ قرض میں مکمل رسوائی پستی اور تابعداری ہوتی ہے۔ عرب کہتے ہیں: "الدَّيْنُ ذُلٌّ بِالنَّهَارِ. وَغَمٌّ بِاللَّيْلِ" (قرضہ دن کے وقت رسوائی کا باعث ہے اور رات کو پریشانی کا باعث ہے))

لفظ "ملّة" کا لغوی معنی:

لفظ "ملّة" کا لغوی معنی اکتا جانا، گرم ریت پر چلنا، کہنا، لکھوانا اور ملت اختیار کرنا ہے،

علامہ زمخشری لکھتے ہیں:

م ل ل: مللته ومللت منه، واستمللته واستمللت به: تبرمت، وبي ملل وملال وملالة،... وأطعمه خبز ملّة وهي الرماد الحار.... وطريق مملّ: معمل سلكوه كثيراً وأطالوا الاختلاف عليه، ومنه: الملّة الطريقة المسلوكة، ومنها: ملّة إبراهيم خير الملل، وامتلّ فلان ملّة الإسلام.(2)

(م،ل،ل: اس مادے سے مشتق الفاظ کا معنی ہے اکتا جانا، کہا جاتا ہے: "أطعمه خبز ملّة" اس کو ملة (گرم ریت والی روٹی) کھلائی۔ "طريق مملّ" وہ راستہ جس پر لوگوں کی بہت زیادہ چلن ہو۔ ملة: بمعنی چلنے کا راستہ، اس سے لیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے: "ملة ابراہیمی بہترین ملة ہے"۔ "امتلّ" کا معنی ہے: ملت اختیار کرنا)

ابن سیدہ لکھتے ہیں:

...طَرِيقٌ مَلِيلٌ وَمُمَلٌّ قد سُلِكَ فيه حتّى صَارَ مَعْلَمًا. وَأَمَلَّ الشَّيءَ قَالَهُ فَكُتِبَ عَنْهُ... والمِلَّةُ الشريعةُ وتَمَلَّلَ وامْتَلَّ دَخَلَ فِي المِلَّةِ وَمَلَّ يَمَلُّ مَلًّا وامْتَلَّ وتَمَلَّلَ أَسْرَعَ.(3)

(طریق ملیل اور ممل: وہ راستہ جس پر اس حد تک چلاؤ ہو کہ راستے کے نشان پڑ جائیں۔ "أَمَلَّ الشَّيَ" کا معنی ہے: کہہ دیا اور لکھوایا۔۔۔ ملت کا معنی ہے شریعت۔ "تَمَلَّلَ وامْتَلَّ" کا معنی ہے، ملت میں داخل ہوا۔ جلدی کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے)

لفظ "شريعة" کا لغوی معنی:

لفظ "شريعة" کا لغوی معنی پانی کی گھاٹ اور راستہ ہے، صاحب لسان العرب لکھتے ہیں:

شرع: شَرَعَ الوارِدُ يَشْرَعُ شَرْعاً وشُروعاً: تَنَاوَلَ الماءَ بِفِيه. وشَرَعَتِ الدوابُّ فِي الْمَاءِ تَشْرَعُ شَرْعاً وشُرُوعاً أي دخلت. ودوابُّ شُروعٌ وشُرَّعٌ: شَرَعَتْ نَحْوَ الْمَاءِ. والشَّريعةُ والشِّراعُ والمَشْرَعَةُ: المواضعُ الَّتِي يُنْحَدر إلى الْمَاءِ مِنْهَا. قَالَ اللَّيْثُ: وَبِهَا سُمِّيَ مَا شَرَعَ الله للعبادِ شَريعةً من الصَّوْمِ والصلاةِ والحَجِّ والنِّكَاحِ وَغَيْرِهِ. والشِّرْعةُ والشَّريعةُ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ: مَشْرَعةُ الْمَاءِ وَهِيَ مَوْرِدُ الشارِبةِ الَّتِي يَشْرَعُها النَّاسُ فَيَشْرَبُونَ مِنْهَا وَيَسْتَقُونَ، وَرُبَّمَا شَرَعوها دوابَّهم حَتَّى تَشْرَعها وتَشْرَب مِنْهَا. وَالْعَرَبُ لَا تُسَمِّيهَا شَريعةً حَتَّى يَكُونَ الْمَاءُ عِدًّا لَا انْقِطَاعَ لَهُ، وَيَكُونُ ظَاهِرًا مَعِيناً لَا يُسْقى بالرِّشاءِ.(4)

("شَرَعَ الوارِدُ" کا معنی ہے: براہ راست منہ لگا کر پانی پی لیا، اور "وشَرَعَتِ الدوابُّ فِي الْمَاءِ" کا معنی ہے: چوپائے پانی میں داخل ہو گئے۔ شریعت، شراع اور شرعة پانی کی اس گھاٹ اور راستہ کو کہا جاتا ہے، جہاں سے پانی پینے کے لئے

اترا جاتا ہے، لیث کہتے ہیں: اسی معنی کی مناسبت سے ان احکام کا نام شریعت رکھا گیا ہے، جن کو اللہ نے روزہ، نماز، حج اور نکاح وغیرہ کی شکل میں اپنے بندوں کے لئے شریعت مقرر کردی ہے۔ کلام عرب میں "الشِّرْعَةُ" اور "الشَّرِيعَةُ" پانی کی گھاٹ کو کہا جاتا ہے، یعنی پانی پینے کی وہ جگہ اور راستہ جہاں سے لوگ پانی میں داخل ہوتے ہیں، اور پانی پیتے ہیں۔۔۔ عرب اس گھاٹ کو اس وقت تک شریعت نہیں کہتے، جب تک وہ تیار اور غیر منقطع نہ ہو نظر آنے والا اور جاری ہو، ڈول کے ذریعے اس سے پانی حاصل نہ کیا جاتا ہو)

اصطلاحی تعریفات:

لفظ "دین" "ملة" اور "شریعت" کے چند اصطلاحی تعریفات ملاحظہ ہوں:

"الدین" کی اصطلاحی تعریف:

(الف) پہلی تعریف:

الدين: ما يذهب إليه الانسان ويعتقد أنه يقربه إلى الله وإن لم يكن فيه شرائع مثل دين أهل الشرك.(5)

(دین ان امور کا نام ہے جن کو انسان اختیار کرتا ہے، اور یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ امور مجھے قرب الٰہی نصیب کرادیں گے، اگر چہ ان میں شریعتیں نہ ہوں، جیسے مشرکین کا دین)

(ب) دوسری تعریف:

الدين: وضع إلهي يدعو أصحاب العقول إلى قبول ما هو عند الرسول....

(اللہ تعالیٰ کے وضع کردہ وہ امور دین ہیں، جو رسول پر اتاری گئیں تعلیمات کو قبول کرنے کی طرف عقل والوں کو دعوت دیتے ہوں)

(ج) تیسری تعریف:

...وضع إلهي سائق لذوي العقول باختيارهم المحمود إلى الخير بالذات.(6)

(۔۔۔ان خداوندی قوانین کا نام ہے جو عقل والوں کو ان کے اچھے اختیار کے ذریعے خیر بالذات کی طرف لے جائیں)

"الشريعة" کی اصطلاحی تعریف:

(الف) پہلی تعریف:

اسْمُ الشَّرِيعَةِ وَالشَّرْعِ وَالشِّرْعَةِ فَإِنَّهُ يَنْتَظِمُ كُلَّ مَا شَرَعَهُ اللهُ مِنَ الْعَقَائِدِ وَالْأَعْمَالِ.(7)

("الشَّرِيعَةِ وَالشَّرْعِ وَالشِّرْعَةِ" کا لفظ تمام ان عقائد اور اعمال کو شامل ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے شرعی قانون کے طور پر مقرر کیا ہو)

(ب) دوسری تعریف:

ماشرع الله لعباده من الأحكام التي جاء بها نبي من الأنبياء صلى الله عليهم وعلى نبينا وسلم سواء كانت متعلقة بكيفية عمل وتسمى فرعية وعملية...أوبكيفية الاعتقاد وتسمى أصلية.(8)

(بندوں کے لئے مقرر کردہ وہ احکام، جن کو انبیاء کرام میں سے کوئی بھی نبی لائے ہوں، شریعت کہلاتی ہے، خواہ وہ احکام عمل سے متعلق ہوں، اور وہ احکام فرعیہ عملیہ کہلاتے ہیں۔۔۔۔ یا عقیدہ سے متعلق ہوں، اور وہ احکام اصلیہ کہلاتے ہیں)

یہ مطلق شریعت کی تعریف ہے چونکہ ہماری مراد شریعت محمدیہ ہے، اس لیے اس کی تعریف حسب ذیل ہوگی:۔

"الشريعة المحمدية" کی اصطلاحی تعریف:

هي ماسنّه الله لعباده من الأحكام عن طريق نبينا محمد صلى الله عليه وسلم وجعله خاتمة لرسالاته.(9)

(شریعت محمدیہ سے مراد احکام کا وہ مجموعہ ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے بندوں کے لیے مقرر کیا ہے اور اس کو تمام رسالتوں اور شریعتوں کے لیے خاتم قرار دیا ہو)

"الملة" کی اصطلاحی تعریف:

الملة هي: الدين، غير أن الملة لاتستعمل إلا في جملة الشرائع دون آحادها.(10)

(ملۃ دین ہی ہے، تاہم ملۃ کا لفظ مجموعۂ شرائع میں استعمال ہوتا ہے، ایک ایک حکم میں نہیں)

تینوں کلمات کی اصطلاحی تعریفات سے معلوم ہوا، کہ ان کے مصداق میں جوہری و بنیادی فرق نہیں، بلکہ ان کے درمیان دو چیزیں قدر مشترک ہیں۔ پہلی یہ کہ عقاید و اعمال کا وہ مجموعہ جو الٰہی تعلیمات پر مشتمل ہو، دوسری یہ کہ انبیاء کرام کے واسطے سے امت کو ملا ہو۔ جیسا کہ تعریف میں صراحۃ بتایا گیا کہ "ملت" اور "دین" ہم معنی ہیں، اس لئے ملۃ کی الگ تعریف نہیں کی گئی ہے، گویا ان کلمات کا مصداق ایک ہے تاہم اعتباری فرق کی وجہ سے الگ الگ نام تجویز کیے گئے ہیں وہ اعتباری فرق کیا ہے؟ اور ان کی مصداق میں باہم کیا نسبت ہے؟ ذیل کے سطور میں ملاحظہ ہو:

"دین"، "ملۃ" اور "شریعت" کے درمیان نسبت اور فرق:

ابو الھلال العسکری کے نزدیک:

أبو الہلال العسکری کے نزدیک تینوں کا مصداق ایک ہے، فرق اعتباری ہے جس میں لغوی معنی مدنظر رکھا گیا ہے، لکھتے ہیں:

الدين: هو الطريقة المخصوصة الثابتة من النبي صلى الله عليه وآله وسلم. يسمى من حيث الانقياد له دينا. ومن حيث إنه يملي ويبين للناس ملة. ومن حيث إنه يردها الواردون المتعطشون إلى زلال نيل الكمال شرعا وشريعة.(11)

(دین حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت مخصوص طریقے کا نام ہے۔ اس کو اس اعتبار سے "دین" کہا جاتا ہے کہ دل و جان سے مان کر

اس کا انقیاد (سرتسلیم خم) کیا جائے۔اور اس حیثیت سے "ملت" کہلاتا ہے کہ اس کو بتایا جاتا ہے اور لوگوں کے سامنے بیان کیا جاتا ہے۔اور اس حیثیت سے "شریعت" کہلاتا ہے کہ مرتبہ کمال تک پہنچنے کے میٹھے خوشگوار پانی کے پیاسے اس گھاٹ پر آ کر اپنی پیاس بجھاتے ہیں)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ تینوں مصطلحات کا مصداق ایک ہے، اور ان کے درمیان نسبت اتحاد ہے، فرق اگر ہے تو اعتباری ہے، یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے امتوں کو ملنے والا عقاید و اعمال پر مشتمل آسمانی و الٰہی تعلیمات کا مجموعہ اس حیثیت سے "شریعت" کہلاتا ہے کہ ہدایت کے پیاسے لوگ پانی کے مشابہ وحی کی گھاٹ پر آتے ہیں، اور ہدایت حاصل کر کے پیاس بجھالیتے ہیں۔اور اس حیثیت سے "دین" کہلاتا ہے کہ لوگ اس مجموعہ عقائد و اعمال کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے سامنے سرتسلیم خم کرتے ہیں۔اور اس حیثیت سے "ملت" کہلاتا ہے کہ اس کو مربوط انداز میں جمع کر کے لوگوں کے سامنے بیان کیا جاتا ہے اور اس حیثیت سے "مذہب" کہلاتا ہے کہ اس کی طرف لوگ رجوع کرتے ہیں، اور دینی ضرورت پورا کرنے کے لیے اس کی طرف ذھاب اختیار کرتے ہیں۔گویا ہر اصطلاح میں معنی لغوی کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

شریف جرجانی کا قول:

شریف جرجانی نے قدرے مختلف انداز اختیار کیا ہے ان کے ہاں "مذہب" کی اصطلاح بھی ان تینوں مصطلحات کے مترادف ہے۔اور چاروں متحد بالذات اور مختلف بالاعتبار ہیں، فرق اعتباری میں یا تو معنی لغوی ملحوظ ہے۔جیسا کہ ابو الھلال العسکری کے ہاں ہیں۔یا پھر نسبت کے اعتبار سے فرق ہے۔فرماتے ہیں:

...الدّين والملة: متحدان بالذات، ومختلفان بالاعتبار، فإن الشريعة من حيث إنها تطاع تسمى: دينًا، ومن حيث إنها تجمع تسمى: ملة، ومن حيث إنها يُرجع إليها تسمى: مذهبًا، وقيل: الفرق بين الدين، والملة، والمذهب: أن الدين منسوب إلى الله تعالى، والملة منسوبة إلى الرسول، والمذهب منسوب إلى المجتهد.(12)

("دین" اور "ملت" متحد بالذات اور مختلف بالاعتبار ہیں۔چنانچہ "شریعت" اس حیثیت سے "دین" کہلاتی ہے کہ اس کی اطاعت اور پیروی کی جاتی ہے۔اور اس حیثیت سے "ملت" کہلاتی ہے کہ اس کو جمع کیا جاتا ہے۔اور اس حیثیت سے "مذہب" کہلاتی ہے کہ اس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ایک اور قول کے مطابق تینوں میں فرق یہ ہے کہ "دین" اللہ کی طرف، "ملت" رسول اللہ کی طرف، اور "مذہب" مجتہد کی طرف منسوب ہے)

اس توجیہ کا حاصل یہ ہے کہ وحی سے ماخوذ عقاید و اعمال کا مجموعہ تو اصالۃً "شریعت" ہے، جو باعتبار اطاعت کے "دین" اور باعتبار جمع و بیان کے "ملت" اور باعتبار رجوع الیہ "مذہب" کہلاتا ہے۔گویا "مذہب" کو بھی "شریعت"، "ملت" اور "دین" کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔نیز "شریعت" کی وجہ تسمیہ کو نظر انداز کیا گیا ہے۔مزید برآں! ایک اور حوالے سے بھی فرق بیان کیا گیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کے اعتبار سے "دین"، رسول کی طرف نسبت کے اعتبار سے "ملت" اور مجتہد کی طرف نسبت کے

اعتبار سے "مذہب" کہلاتا ہے۔

سورہ شوریٰ کی آیت کریمہ (شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ)(الشوریٰ:13) میں تمام انبیاء کا دین ایک قرار دیا گیا ہے،
متعدد آیات میں امت محمدیہ کو ملت ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے، جیسے: (فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا) (آل عمران:95)

سورہ مائدہ کی آیت (لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا)(المائدہ:48) میں صراحۃ انبیاء کی شریعتوں کو مختلف قرار دیا گیا ہے۔

ان تمہیدی امور کی وضاحت کے بعد اب اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔

تمام آسمانی شرائع کی حقانیت:

تمام آسمانی شرائع کی حقانیت، منزل من اللہ ہونا، اپنے اپنے زمانے میں قابل عمل اور واجب الاتباع ہونا مسلمات دینیہ اور حقائق شرعیہ میں سے ہے۔ ایک مسلمان کے لیے اس بات کا ماننا صرف ایک تاریخی اور علمی حقیقت کے اعتراف کے طور پر نہیں بلکہ اس کے ایمان کے معتبر ہونے کے لیے بنیادی شرط ہے۔ ایمانیات میں سے عقیدہ رسالت کے عموم میں یہ شامل ہے، کہ جس طرح ایک مومن کے ایمانی وجود کے لیے اپنے نبی کی نبوت ورسالت پر ایمان لانا ضروری ہے، اس طرح گذشتہ تمام انبیاء کی نبوت رسالت اور ان کی شریعتوں کی حقانیت کو تسلیم کرنا بھی ضروری ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ العقیدۃ الطحاویہ میں لکھتے ہیں:

ونؤمن بالله والملائكة والنبيين والكتب المنزلة على المرسلين ونشهد أنهم كانوا على الحق المبين(14).

(اور ہم فرشتوں، انبیاء کرام اور رسل عظام پر اتاری گئیں کتابوں پر ایمان لاتے ہیں، اور گواہی دیتے ہیں کہ سب واضح حق پر تھے)

پہلی آیت کریمہ:

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ(البقرۃ.4)

(اور وہ لوگ جو ایمان لانے اس پر کہ جو کچھ نازل ہوا تیری طرف اور اس پر کہ جو کچھ نازل ہوا تجھ سے پہلے اور آخرت کو وہ یقینی جانتے ہیں)

اس آیت کریمہ میں قرآن مجید، جو خاتم الانبیاء پر نازل کیا گیا ہے، پر ایمان لانے کے ساتھ گذشتہ کتب سماویہ، جو سابقہ تمام انبیاء کرام پر اتاری گئیں ہیں، پر ایمان لانے کا حکم بصورت خبر ہے۔

دوسری آیت کریمہ:

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ (البقرۃ:285)

(مان لیا رسول نے جو کچھ اترا اس پر اس کے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے بھی، سب نے مانا اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو کہتے ہیں کہ ہم جدا نہیں کرتے کسی کو اس کے پیغمبروں میں سے اور کہہ اٹھے کہ ہم نے سنا اور قبول کیا تیری بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے رب اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے)

تیسری آیت کریمہ:

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا (المائدة:48)

(ہر ایک کو تم میں سے دیا ہم نے ایک دستور اور راہ)

چوتھی آیت کریمہ:

شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ (الشوریٰ:13)

(راہ ڈال دی تمہارے لیے دین میں وہی جس کا حکم کیا تھا نوح کو اور جس کا حکم بھیجا ہم نے تیری طرف اور جس کا حکم کیا ہم نے ابراہیم کو اور موسیٰ کو اور عیسیٰ کو، یہ کہ قائم رکھو دین کو اور اختلاف نہ ڈالو اس میں، بھاری ہے شرک کرنے والوں کو وہ چیز جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے، اللہ چن لیتا ہے اپنی طرف سے جس کو چاہے اور راہ دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع لائے)

توراۃ وانجیل، زبور کے بارے میں بطور خاص ارشادات ربانی ملاحظہ ہوں۔

پانچویں آیت کریمہ:

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ (المؤمن:53)

(اور ہم نے دی موسیٰ کو راہ کی سوجھ اور وارث کیا بنی اسرائیل کو کتاب کا)

چھٹی آیت کریمہ:

إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ (المائدة:44)

(ہم نے نازل کی تورات کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے)

ساتویں آیت کریمہ:

وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا (النساء:163)

(اور ہم نے دی داود کو زبور)

حدیث نبوی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه قال: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ فِي الْأُولَى وَالْآخِرَةِ " قَالُوا: كَيْفَ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: " الْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ مِنْ عَلَّاتٍ، وَأُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى

وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ فَلَيْسَ بَيْنَنَا نَبِيٌّ "(۱۵)

(ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا و آخرت میں عیسیٰ بن مریم کے سب زیدہ قریب میں ہوں۔ صحابہ نے دریافت فرمایا: کس طرح؟ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا انبیاء باپ شریک بھائیوں (جیسے) ہیں، ان کی مائیں مختلف ہیں اور دین ایک ہے ہمارے درمیان کوئی اور نبی نہیں)

محشی امام بغوی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

وقال البغوي:... يريد أن أصل دين الأنبياء واحد وإن كانت شرائعهم مختلفة كما أن أولاد العلات أبوهم واحد وإن كانت أمهاتهم شتى(۱۶).

حدیث شریف کا معنی یہ ہے کہ انبیاء کرام کے دین کا اصل یہ ہے اگر چہ ان کی شریعتیں مختلف ہیں جیسے علاتی بھائیوں کے والد ایک ہوتے ہیں اگر چہ مائیں مختلف ہوتی ہیں)

ان تمام نصوص کا حاصل یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام برحق تھے، ان پر نازل ہونے والی آسمانی کتابیں اللہ کی کتابیں تھیں اور برحق تھیں، تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا دین (عقائد) ایک تھے، تاہم شریعتیں مختلف تھیں۔ ہر ایک نبی کو ایک شریعت ملی ہوئی تھی، جس پر عمل کرنا اس نبی کی امت کے لئے ضروری تھا، اور یہ کہ ان تمام باتوں پر ایمان لانا ایمان کے معتبر ہونے کے لیے بنیادی شرط ہے، جب تک ایک مسلمان ان باتوں کو نہ مانے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔

آسمانی شریعتوں میں اختلاف واتفاق کا امکان:

آسمانی شریعتیں باہم متفق بھی ہو سکتی ہیں اور مختلف بھی، اس لیے کہ شریعتوں میں بندوں کے مصالح کو مدنظر رکھا جاتا ہے اور بندوں کے مصلحتوں میں اختلاف اور تبدیلیاں واقع ہوتی رہتی ہیں، ایک کام ایک زمانے میں مصلحت سمجھا جاتا ہے اور دوسرے زمانے میں مصلحت نہیں رہتا، یا ایک زمانے میں مصلحت نہیں ہوتا اور اگلے زمانے میں وہ مصلحت بن جاتا ہے، اسی لیے شریعتوں کے درمیان اختلاف کے امکان سے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ اور جب شرائع مختلف ہو سکتی ہیں، تو یہ بات بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی نبی اور پیغمبر کو پچھلی شریعت کی پیروی کا حکم دے یا پھر کسی نبی کو پچھلے نبی کی شریعت کی پیروی سے منع کر دیں۔ صاحب کشف الاسرار رقمطراز ہیں:

وَاعْلَمْ أَنَّهُ يَجُوزُ أَنْ يَتَعَبَّدَ اللهُ تَعَالَى نَبِيَّهُ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - بِشَرِيعَةِ مَنْ قَبْلَهُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَيَأْمُرَهُ بِاتِّبَاعِهَا وَيَجُوزُ أَنْ يَتَعَبَّدَهُ بِالنَّهْيِ عَنِ اتِّبَاعِهَا. وَلَيْسَ فِي دِينِ اسْتِبْعَادٌ وَلَا اسْتِنْكَارٌ. وَإِنَّ مَصَالِحَ الْعِبَادِ قَدْ تَتَّفِقُ وَقَدْ تَخْتَلِفُ فَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ الشَّيْءُ مَصْلَحَةً فِي زَمَانِ النَّبِيِّ الْأَوَّلِ دُونَ الثَّانِي وَيَجُوزُ عَكْسُهُ وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ مَصْلَحَةً فِي زَمَانِ النَّبِيِّ الْأَوَّلِ وَالثَّانِي فَيَجُوزُ أَنْ تَخْتَلِفَ الشَّرَائِعُ وَتَتَّفِقَ.(۱۷)

(جان لو کہ یہ بات جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو پچھلے انبیاء کی شریعت پر عمل کرنے کا پابند بنائے، اور اس کی پیروی کا حکم دے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ پچھلی شریعت کی پیروی سے منع فرمادے۔ دین میں اس حوالے سے کوئی صورت محال اور نا قابل فہم

نہیں۔ بندوں کے مصالح کبھی یکساں ہوتے ہیں، اور کبھی مختلف۔ پس ممکن ہے کہ کوئی چیز پہلے نبی کے زمانہ (نبوت) میں مصلحت ہو، دوسرے نبی کے زمانہ (نبوت) میں نہ ہو، اور اس کے برعکس صورت بھی ممکن ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں نبیوں کے زمانہ (نبوت) میں مصلحت ہو۔ پس شرائع کا یکساں ہونا اور مختلف ہونا دونوں صورتیں ممکن ہیں)

اشکال: توافق کی صورت میں نئے نبی کی ضرورت؟

اس مقدمے پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ اگر نئے مبعوث ہونے والے نبی اور رسول کی شریعت گذشتہ نبی اور رسول کی شریعت کے بالکل موافق ہو، تو نئے نبی بھیجنے، ان کے ہاتھ پر معجزات ظاہر کرنے اور نئی شریعت نازل کرنے میں کیا فائدہ ہے؟

جواب: نئے نبی کی ضرورت، متعدد وجوہات سے:

پہلی وجہ: ضروری نہیں کہ نئی شریعت من کل الوجوہ پچھلی شریعت کے موافق ہو، بلکہ ممکن ہے کہ اتفاق کے باوجود چند احکام میں اختلاف ہو، اگرچہ اختلافی احکام اتفاقی احکام کے مقابلے میں کم ہوں۔

دوسری وجہ: یہ بھی ممکن ہے کہ ایک نبی کی شریعت ایک قوم کے لیے ہو، اور دوسرے نبی کی شریعت دوسری قوم کے لیے ہو۔

تیسری وجہ: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پچھلے نبی کی شریعت کے احکام مٹ چکے ہوں اور لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو چکے ہوں اور نئے آنے والے نبی ہی کے ذریعے سے ان تک رسائی ممکن ہو۔

چوتھی وجہ: سابقہ شریعت کی تعلیمات میں بدعتیں درآئی ہوں جس کی وجہ سے اس شریعت کی تعلیمات تک بطریقہ اکمل رسائی ممکن نہ ہو، ان بدعتوں کو مٹانے اور شریعت کے احکام کو اپنی درست شکل میں زندہ کرنے کے لیے نبی کی ضرورت ہو۔

ان وجوہات کے بنا پر ماننا پڑتا ہے کہ شرائع کے باہمی اتفاق کے باوجود نئے نبی کے آنے کی ضرورت برقرار رہتی ہے اور ان کی بعثت بامقصد وبامعنی رہتی ہے۔ (18)

کیا دو آسمانی شریعتوں کا باہمی اتفاق واقع بھی ہوا ہے؟

آسمانی شرائع کے باہمی اتفاق واختلاف کے ممکن وجائز ہونے کے بعد دیکھنا یہ ہے کہ آیا ایسا واقع بھی ہوا ہے، کہ دو شریعتیں آپس میں بالکل متفق ہوں اور آنے والے نبی کو پہلے نبی کی شریعت کی مکمل پابندی کا حکم دیا گیا ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل میں تو ایسا واقع ہوا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وأن أنبياء بني إسرائيل كلهم داخلون تحت شريعته ومخاطبون بحكم نبوته حتى عيسى وأدلة ذلك في القرآن كثيرة.(19)

(بنی اسرائیل کے تمام انبیاء کرام موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے تحت داخل ہیں، اور موسیٰ کی نبوت کے احکام کے مخاطب ہیں، یہاں تک کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی۔ قرآن مجید میں اس کے دلائل کثرت سے موجود ہیں)

عبدالمحسن بن حمد رقمطراز ہیں:

وقال: إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ

وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ﴾ الآية.[المائدة:44] فهذه الآية تدل على أن أنبياء بني إسرائيل من بعد موسى يحكمون بالتوراة ويدعون إليها(20).

(فرمایا: إِنَّا أَنْزَلْنَا (ہم نے نازل کی تورات کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے، اس پر حکم کرتے تھے پیغمبر جو کہ حکم بردار تھے اللہ کے یہود کو اور حکم کرتے تھے درویش اور عالم، اس واسطے کہ وہ نگہبان ٹھہرائے گئے تھے اللہ کی کتاب پر اور اس کی خبر گیری پر مقرر تھے) یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے تمام انبیاء تورات کے احکام پر عامل تھے اور تورات ہی کی طرف دعوت دیا کرتے تھے)

حاصل بحث یہ ہوا، کہ آسمانی شرائع میں باہم اختلاف بھی ممکن ہے اور اتفاق بھی، اتفاق کی صورت میں نئے نبی کی بعثت کے جواز کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں۔ نیز گذشتہ شرائع میں ایسا ہوا ہے، کہ ایک نبی کو پچھلے نبی کی شریعت کی پیروی کا حکم دیا گیا ہو، جیسا کہ انبیاء بنی اسرائیل کو تورات کے احکام پر عمل کرنا کا حکم تھا۔ تاہم یہ ساری تفصیل شریعت محمدیہ سے قبل کی شرائع میں ہے، آخری پیغمبر کی شریعت کا سابقہ شرائع کے ساتھ کس طرح کا تعلق تھا۔ توافق کا؟ یا اختلاف کا؟ آئندہ سطور میں اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

آخری نبی کی انبیاء سابقین کی پیروی:

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کیا آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی گذشتہ انبیاء کی شریعتوں کی پیروی کے پابند تھے؟ تو سمجھ لینا

چاہیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے دو مرحلے تھے: پہلا مرحلہ قبل از نبوت، دوسرا مرحلہ بعد از نبوت۔ دونوں مرحلوں کے حکم میں حسب ذیل تفصیل ہے۔

پہلا مرحلہ: قبل از بعثت شرائع من قبلنا کی پیروی:

اقوال ثلثہ:

اس میں حسب ذیل تین اقوال ہیں۔

پہلا قول: بعض متکلمین کے نزدیک قبل از بعثت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شرائع من قبلنا کی پیروی کا حکم نہیں دیا گیا۔

دوسرا قول: دیگر بعض علماء کرام کے نزدیک آپ زندگی کے اس مرحلے میں گذشتہ شرائع کی پیروی کے پابند تھے، تاہم اس میں اختلاف ہے کہ کونسی شریعت کے پابند تھے؟ نوح علیہ السلام کی شریعت کے؟ ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کے؟ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے؟ عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے؟ یا پھر ہر اس حکم کے جس کا شرعی حکم ہونا ثابت ہو؟

تیسرا قول: تیسرا قول توقف کا، جو امام غزالی اور قاضی عبدالجبار کی طرف منسوب ہے۔ امام سرخسی لکھتے ہیں:

وَبَين الْمُتَكَلِّمين اخْتِلَاف فِي أَن النَّبِي عَلَيْهِ السَّلَام قبل نزُول الْوَحْي (عَلَيْهِ) هَل كَانَ متعبدا بشريعة من قبله. فَمنهمْ من أَبى ذَلِك وَمِنْهُم من توقف فِيهِ وَمِنْهُم من قَالَ كَانَ متعبدا بذلك وَلَكِن مَوضِع بَيَان هَذَا الْفَصْل أصُول التَّوْحِيد.(21)

(متکلمین کے آپس اس بارے میں اختلاف ہے، کہ وحی کے نزول سے پہلے کیا نبی کریم ﷺ پچھلی شریعت پر عمل کرنے کے پابند تھے؟ بعض علماء نے اس سے انکار کیا ہے۔ بعض نے توقف اختیار کیا ہے جبکہ بعض حضرات نے کہا ہے کہ آپ پچھلی شریعت پر عمل کرنے کے پابند تھے۔ (اس کی تفصیل علم کلام میں ہے)

صاحب کشف الاسرار رقم طراز ہیں:

إِلَّا أَنَّ الْعُلَمَاءَ اخْتَلَفُوا فِي وُقُوعِ التَّعَبُّدِ بِهَا فِي مَوْضِعَيْنِ: أَحَدُهُمَا أَنَّهُ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - هَلْ كَانَ مُتَعَبِّدًا بِشَرْعِ أَحَدٍ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلَ الْبَعْثِ؟ فَأَبَى بَعْضُهُمْ ذَلِكَ كَأَبِي الْحُسَيْنِ الْبَصْرِيِّ وَجَمَاعَةٌ مِنَ الْمُتَكَلِّمِينَ وَأَثْبَتَهُ بَعْضُهُمْ مُخْتَلِفِينَ فِيهِ أَيْضًا. فَقِيلَ كَانَ مُتَعَبِّدًا بِشَرْعِ نُوحٍ. وَقِيلَ بِشَرْعِ إِبْرَاهِيمَ وَقِيلَ بِشَرْعِ مُوسَى. وَقِيلَ بِشَرْعِ عِيسَى. وَقِيلَ بِمَا ثَبَتَ أَنَّهُ شَرْعٌ. وَتَوَقَّفَ فِيهِ بَعْضُهُمْ كَالْغَزَالِيِّ وَعَبْدِ الْجَبَّارِ وَغَيْرِهِمَا وَمَحَلُّ بَيَانِ هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ مِنْ أُصُولِ التَّوْحِيدِ.(22)

(پچھلی شریعتوں کی پیروی کرنے کے حوالے سے علماء کا دو جگہوں میں اختلاف ہے۔ پہلی یہ کہ کیا آپ ﷺ بعثت سے پہلے انبیاء میں سے کسی نبی کی شریعت کی پیروی کے پابند تھے؟ بعض علماء، جیسے: ابوالحسین البصری اور متکلمین کی ایک جماعت نے اس کا انکار کیا ہے۔، اور بعض نے اس کو ثابت کیا ہے۔ تاہم مثبتین کا پھر اس میں بھی اختلاف ہوا، ایک قول یہ ہے کہ آپ حضرت نوح علیہ السلام کی شریعت کے پابند تھے، دوسرا قول یہ ہیکہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کے پابند تھے، تیسرا قول یہ ہیکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے پابند تھے، چوتھا قول یہ ہیکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے پابند تھے، پانچواں قول یہ ہے کہ ہر اس حکم کی پیروی کے پابند تھے جس کا آسمانی شریعت میں سے ہونا ثابت ہو جاتا۔ بعض علماء نے اس مسئلے میں توقف اختیار کیا ہے، جیسے امام غزالی اور عبدالجبار وغیرہ۔ اس مسئلے کی مزید تفصیل علم کلام کی کتب میں ہے)

امام غزالی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

وَنُقَدِّمُ عَلَى هَذَا الْأَصْلِ مَسْأَلَةً. وَهِيَ أَنَّهُ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَبْلَ مَبْعَثِهِ هَلْ كَانَ مُتَعَبِّدًا بِشَرْعِ أَحَدٍ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ؟ مِنْهُمْ مَنْ قَالَ لَمْ يَكُنْ مُتَعَبِّدًا. وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ: كَانَ مُتَعَبِّدًا. ثُمَّ مِنْهُمْ مَنْ نَسَبَهُ إِلَى نُوحٍ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - وَقَوْمٌ نَسَبُوهُ إِلَى إِبْرَاهِيمَ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - وَقَوْمٌ نَسَبُوهُ إِلَى مُوسَى. وَقَوْمٌ إِلَى عِيسَى - عَلَيْهِمَا السَّلَامُ - وَالْمُخْتَارُ أَنَّ جَمِيعَ هَذِهِ الْأَقْسَامِ جَائِزٌ عَقْلًا. لَكِنَّ الْوَاقِعَ مِنْهُ غَيْرُ مَعْلُومٍ بِطَرِيقٍ قَاطِعٍ.(23)

(اس اصول کے مطابق ہم ایک مسئلہ پیش کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ کیا آپ ﷺ مبعوث ہونے سے پہلے انبیاء میں سے کسی نبی کی شریعت پر عمل کرنے کے مکلف (پابند) تھے؟ بعض علماء نے انکار کیا ہے، اور بعض نے ثابت کیا ہے۔ پھر بعض علماء نے حضرت نوح علیہ اسلام کی شریعت، بعض نے ابراہیم علیہ السلام کی شریعت، بعض نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت اور ایک جماعت نے حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کی شریعت کی طرف نسبت کی ہے۔ راجح قول یہ ہے کہ تمام صورتیں ازروئے عقل ممکن ہیں، تاہم قطعی طور

پر معلوم نہیں کہ واقع میں کیا صورت تھی)

یعنی تمام صورتیں اگر چہ عقلا جائز ہیں، تاہم کسی دلیل قطعی سے کسی ایک صورت کا واقع ہونا معلوم نہیں، اس لئے ایسے امور میں اٹکل سے باتیں کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا، جن سے کوئی عملی عبادت متعلق نہ ہو۔

پہلے قول کی ترجیح:

بہر حال! کتب عقائد میں اس قول کو ترجیح دی گئی ہے، کہ قبل از بعثت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شرائع من قبلنا کی پیروی کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس لیے کہ شریعت عیسوی سے پہلے کی شریعتیں تو شریعت عیسوی سے منسوخ ہو گئیں، جبکہ شریعت عیسوی ہمارے لئے اس بنا پر حجت نہیں کہ اس کے ناقلین نصاریٰ ہیں، جو عقیدہ تثلیث اختیار کرنے کی وجہ سے کفر کے مرتکب ہوئے، اور کافروں کا قول معتبر نہیں۔ اور جو نصاریٰ تثلیث کے قائل نہیں، اور مکمل طور پر شریعت عیسوی کے پیروکار ہیں، وہ اتنی کم تعداد میں ہیں کہ ان کا قول حجت نہیں۔ امام رازی رقم طراز ہیں:

المسألة السابعة: الحق أن محمدًا صلى الله عليه وسلم قبل نزول الوحي ما كان على شرع أحد من الأنبياء عليهم السلام، وذلك لأن الشرائع السابقة على شرع عيسى عليه الصلاة والسلام صارت منسوخة بشرع عيسى عليه الصلاة والسلام، وأما شريعة عيسى عليه السلام فقد صارت منقطعة بسبب أن الناقلين عنهم النصارى وهم كفار بسبب القول بالتثليث فلا يكون نقلهم حجة. وأما الذين بقوا على شريعة عيسى عليه السلام مع البراءة من التثليث فهم قليلون فلا يكون نقلهم حجة. وإذا كان كذلك ثبت أن محمدًا صلى الله عليه وسلم ما كان قبل النبوة على شريعة أحد.(24)

(ساتواں مسئلہ: حق بات یہ ہے کہ نزول وحی سے پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء (سابقین) میں سے کسی کی بھی شریعت پر نہیں تھے۔ اس لیے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت سے پہلی کی شریعتیں عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے ساتھ منسوخ ہو گئیں، جبکہ خود شریعت عیسوی کا (تسلسل) بھی منقطع ہو گیا، اس لیے کہ اس کے ناقلین نصاریٰ تھے۔ اور عقیدہ تثلیث کی وجہ سے وہ کافر ہیں، پس ان کی روایت حجت نہیں اور شریعت عیسویہ پر قائم عقیدہ تثلیث کے منکر عیسائیوں کی تعداد انتہائی قلیل ہے، ان کی روایت اس لیے حجت نہیں۔ اور جب صورت حال یہ ہے، تو ثابت ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے کسی بھی نبی کی شریعت پر نہیں تھے)

اس کا حاصل یہ ہوا کہ اگر چہ اس مسئلہ میں تین اقوال ہیں، تاہم راجح قول یہ ہے، کہ قبل از نزول وحی آپ کسی سابقہ شریعت پر عمل کرنے کے پابند نہیں تھے۔

راجح قول پر اشکال:

لیکن اس پر من جملہ دیگر شبہات کے ایک شبہ یہ وارد ہوتا ہے، کہ قبل از بعثت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز، حج، عمرہ اور صدقہ خیرات کی ادائیگی کا اہتمام فرماتے تھے، حیوان کو ذبح کر کے کھاتے تھے، مردار کے کھانے سے اجتناب فرماتے تھے۔ اور یہ امور شریعت ہی سے معلوم ہو سکتی ہیں، عقل سے نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ آپ ان امور کی ادائیگی کسی سابقہ شریعت ہی کی پیروی میں فرماتے ہوں

گے۔

اشکال کا جواب:

امام غزالی رحمہ اللہ اس شبہ کو نقل فرما کر جواب میں لکھتے ہیں:

هَذَا فَاسِدٌ مِنْ وَجْهَيْنِ: أَحَدُهُمَا: أَنَّ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ لَمْ يَتَوَاتَرْ بِنَقْلٍ مَقْطُوعٍ بِهِ وَلَا سَبِيلَ إِلَى إِثْبَاتِهِ بِالظَّنِّ. الثَّانِي: أَنَّهُ رُبَّمَا ذَبَحَ الْحَيَوَانَ بِنَاءً عَلَى أَنَّهُ لَا تَحْرِيمَ إِلَّا بِالسَّمْعِ وَلَا حُكْمَ قَبْلَ وُرُودِ الشَّرْعِ. وَتَرَكَ الْمَيْتَةَ عِيَافَةً بِالطَّبْعِ كَمَا تَرَكَ أَكْلَ الضَّبِّ عِيَافَةً. وَالْحَجُّ وَالصَّلَاةُ إِنْ صَحَّ فَلَعَلَّهُ تَبَرُّكًا بِمَا نُقِلَ جُمْلَتُهُ مِنْ أَنْبِيَاءِ السَّلَفِ، وَإِنِ انْدَرَسَ تَفْصِيلُهُ.(25)

(یہ شبہ دو وجہ سے غلط ہے، ایک تو اس لئے کہ یہ امور کسی دلیل قطعی متواتر کے ساتھ منقول نہیں، اور ظنی دلائل سے ثبوت کافی نہیں۔ دوسرا اس لیے کہ شاید آپ نے حیوان اس وجہ سے ذبح کیا، کہ کسی چیز کی حرمت دلیل نقلی ہی سے ثابت ہو سکتی ہے، اور نزول شریعت سے پہلے کوئی حکم موجود نہیں تھا، اور مردار کھانے کو طبعی ناپسندیدگی کی وجہ سے ترک کیا ہو، جیسے گوہ کھانے کو آپ نے اسی طرح ترک فرمایا تھا۔ اور حج و نماز کی ادائیگی اگر صحیح روایت سے ثابت ہے، تو شاید آپ تبرک کا ادا کرتے ہوں، اس لئے کہ اجمالی طور پر یہ امور انبیاء سابقین سے ثابت ہیں، اگرچہ ان کی تفصیلات مٹ چکی ہیں)

دوسرا مرحلہ: بعد از بعثت شرائع من قبلنا کی پیروی:

اس مسئلے میں دو حیثیتوں سے بحث کرنی ہے (1) جواز عقلی (2) وقوع سمعی۔

(۱) جواز عقلی:

جمہور کے نزدیک عقلا اس میں کوئی مانع نہیں کہ آپ ﷺ کو کسی سابق پیغمبر کی شریعت کی پیروی کا حکم دیا جائے، تاہم قدریہ کا اس میں اختلاف ہے، امام غزالی لکھتے ہیں:

أَمَّا الْجَوَازُ الْعَقْلِيُّ فَهُوَ حَاصِلٌ إِذْ لِلَّهِ تَعَالَى أَنْ يَتَعَبَّدَ عِبَادَهُ بِمَا شَاءَ مِنْ شَرِيعَةٍ سَابِقَةٍ أَوْ مُسْتَأْنَفَةٍ أَوْ بَعْضُهَا سَابِقَةٌ وَبَعْضُهَا مُسْتَأْنَفَةٌ. وَلَا يَسْتَحِيلُ مِنْهُ شَيْءٌ لِذَاتِهِ وَلَا لِمَفْسَدَةٍ فِيهِ. وَزَعَمَ بَعْضُ الْقَدَرِيَّةِ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ بَعْثَةُ نَبِيٍّ إِلَّا بِشَرْعٍ مُسْتَأْنَفٍ، فَإِنَّهُ إِنْ لَمْ يُجَدِّدْ أَمْرًا فَلَا فَائِدَةَ فِي بَعْثَتِهِ. وَلَا يُرْسِلُ اللَّهُ تَعَالَى رَسُولًا بِغَيْرِ فَائِدَةٍ.(26)

(یعنی از روئے عقل اس میں کوئی ممانعت نہیں، کہ کسی نبی کو گذشتہ شریعت کی پیروی کا پابند بنایا جائے، جس طرح اس کو نئی شریعت بھی دی جا سکتی ہے، تاہم قدریہ کا خیال ہے کہ اگر پرانی ہی شریعت پر عمل کرانا مقصود ہے تو نئے پیغمبر کو مبعوث کرنے میں کوئی فائدہ نہیں، اور اللہ تعالیٰ کسی رسول کو فائدے کے بغیر مبعوث نہیں فرماتے)

لیکن قدریہ کے اس موقف اور استدلال دونوں کو نقلی اور عقلی دلائل سے رد کیا گیا ہے، امام غزالی رقم طراز ہیں:

يَدُلُّ عَلَى جَوَازِهِ مَا يَدُلُّ عَلَى جَوَازِ نَصْبِ دَلِيلَيْنِ وَبَعْثَةِ رَسُولَيْنِ مَعًا كَمَا قَالَ تَعَالَى: إِذْ أَرْسَلْنَا

إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ} [یس:14] وَكَمَا أَرْسَلَ مُوسَى وَهَارُونَ وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ. بَلْ كَخَلْقِ الْعَيْنَيْنِ مَعَ الِاكْتِفَاءِ فِي الْإِبْصَارِ بِإِحْدَاهُمَا. ثُمَّ كَلَامُهُمْ بِنَاءً عَلَى طَلَبِ الْفَائِدَةِ فِي أَفْعَالِ اللَّهِ تَعَالَى وَهُوَ تَحَكُّمٌ.(27)

(اس کے جواز پر وہی دلیل دلالت کرتی ہے، جوایک دعویٰ پر دو دلیلیں قائم کرنے کے جواز اور دو رسولوں کوایک ساتھ مبعوث کرنے کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔ جیسے ارشاد فرمایا:{إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ} {یس:14} (جب بھیجے ہم نے ان کی طرف دو توان کو جھٹلایا پھر ہم نے قوت دی تیسرے سے) اور جیسے موسیٰ وہارون، داؤد وسلیمان علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، بلکہ جیسے دو آنکھیں بنائیں، باوجود یہ کہ دیکھنے کے لیے ایک آنکھ کافی ہے۔ پھر مخالف کے دعویٰ کی بنیاد افعال خداوندی میں فائدہ کو طلب کرنے پر ہے، اور یہ طرز بلا دلیل ہے)

(۲) وقوع سمعی:

وقوع سمعی سے مراد یہ ہے، کہ کیا قرآن وسنت میں ایسی کوئی نقلی دلیل موجود ہے، جس کے رو سے آپ ﷺ گذشتہ شریعت کی پیروی کرنے کے پابند ہوں؟ یا گذشتہ شریعت کے احکام کو برقرار رکھا گیا ہو؟ یا پھر آپ کی شریعت کا ہر ہر حکم نیا ہو؟ اس حوالے سے بحث کرتے ہوئے امام غزالی فرماتے ہیں:

أَمَّا الْوُقُوعُ السَّمْعِيُّ فَلَا خِلَافَ فِي أَنَّ شَرْعَنَا لَيْسَ بِنَاسِخٍ جَمِيعَ الشَّرَائِعِ بِالْكُلِّيَّةِ إِذْ لَمْ يَنْسَخْ وُجُوبَ الْإِيمَانِ وَتَحْرِيمَ الزِّنَا وَالسَّرِقَةِ وَالْقَتْلِ وَالْكُفْرِ، وَلَكِنْ حَرَّمَ عَلَيْهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - هَذِهِ الْمَحْظُورَاتِ بِخِطَابٍ مُسْتَأْنَفٍ أَوْ بِالْخِطَابِ الَّذِي نَزَلَ إِلَى غَيْرِهِ وَتَعَبَّدَ بِاسْتِدَامَتِهِ وَلَمْ يَنْزِلْ عَلَيْهِ الْخِطَابُ إِلَّا بِمَا خَالَفَ شَرْعَهُمْ. فَإِذَا نَزَلَتْ وَاقِعَةٌ لَزِمَهُ اتِّبَاعُ دِينِهِمْ إِلَّا إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ وَحْيٌ مُخَالِفٌ لِمَا سَبَقَ فَإِلَى هَذَا يَرْجِعُ الْخِلَافُ.(28)

(جہاں تک وقوع سمعی کا تعلق ہے، تو اس میں کوئی اختلاف نہیں، کہ ہماری شریعت تمام سابقہ شرائع کے لئے بالکلیہ ناسخ نہیں؛ اس لئے کہ (شرائع سابقہ کے احکام مثلاً) وجوب ایمان، زنا، چوری، قتل اور کفر کی حرمت شریعت محمدیہ نے منسوخ نہیں کی ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان ممنوعات کو مستانف (از سرنو) خطاب (حکم) کے ساتھ حرام کیا، یا پھر ایسے خطاب (حکم) کے ساتھ حرام کیا، جو کسی اور پیغمبر کی طرف نازل ہوا، اور آپ کو اس کے دائم وبرقرار رکھنے کا حکم دیا گیا۔ جب کہ آپ پر صرف وہ احکام نازل ہوئے، جو گذشتہ شریعتوں کے مخالف تھے۔ پس جب کوئی مسئلہ پیش آتا، تو آپ پر گذشتہ انبیاء کے دین کی پیروی لازم ہوتی، مگر یہ کہ آپ پر ایسی وحی نازل ہو جو گذشتہ حکم کے خلاف ہو۔ اسی میں اختلاف ہے)

حاصل یہ ہوا کہ بعد از بعثت نبوی شرائع من قبلنا کی پیروی از روئے عقل جائز ہے اور از روئے نقل ثابت ہے، اس بات پر اگرچہ کوئی متعین نقلی دلیل موجود نہیں تاہم کتب سماویہ میں موجود مشترک احکام ثبوت سمعی کو مستلزم ہے، چنانچہ یہ بات بالکل واضح ہے، اور شرائع سماویہ کا مطالعہ کرنے والوں پر تو بالکل مخفی نہیں، کہ شرائع میں کئی ایک احکام مشترک ہیں، سابقہ شرائع میں بھی

موجود تھے اور شریعت محمدیہ میں بھی مشروع ہیں، جیسے قصاص کے احکام وغیرہ۔اب یہ بات بیان محتاج ہے، کہ شریعت محمدیہ میں ان احکام کی مشروعیت کس حیثیت سے ہے؟ شرائع سابقہ کے احکام کی حیثیت سے؟ یا شریعت محمدیہ کے احکام کی حیثیت سے؟ اس حوالے سے مختلف اقوال ہیں، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

بعد از بعثت شرائع من قبلنا کی پیروی کے حوالے سے چار اقوال:

پہلا قول: شرائع من قبلنا کے تمام احکام کی اتباع ہمارے اوپر واجب ہے، جب تک ناسخ نہ آئے۔

دوسرا قول: شرائع من قبلنا کے کسی بھی حکم کی اتباع ہمارے اوپر واجب نہیں، الا یہ کہ عمل کرنے کا حکم دلیل سے ثابت ہو جائے۔

تیسرا قول: شرائع من قبلنا کے تمام احکام کی اتباع ہمارے اوپر لازم ہے، لیکن اس حیثیت سے کہ ہماری شریعت بن گئی۔

چوتھا قول: شرائع من قبلنا کے ان احکام کی پیروی ہمارے اوپر لازم ہے، جن کو قرآن مجید یا احادیث نبویہ میں انکار یا تردید کے بغیر نقل کیا جائے۔

چوتھا اور آخری قول راجح ہے، وجوہ ترجیح آخر میں تفصیلاً آرہی ہیں۔امام بزدوی فرماتے ہیں:

قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ: يَلْزَمُنَا شَرَائِعُ مَنْ قَبْلَنَا حَتَّى يَقُومَ الدَّلِيلُ عَلَى النَّسْخِ بِمَنْزِلَةِ شَرَائِعِنَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا يَلْزَمُنَا حَتَّى يَقُومَ الدَّلِيلُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ يَلْزَمُنَا عَلَى أَنَّهُ شَرِيعَتُنَا۔(28)

(بعض علماء کا قول یہ ہے کہ ہمارے اوپر شرائع سابقہ کی پیروی اس وقت تک مطلقاً لازم ہے، جب تک نسخ کی کوئی دلیل قائم نہ ہو، جیسے ہماری اپنی شریعت کا حکم ہے۔بعض کا قول یہ ہے کہ پیروی اس وقت تک لازم نہیں، جب تک پیروی کرنے کی کوئی دلیل قائم نہ ہو۔جبکہ بعض کا قول یہ ہے کہ اس حیثیت سے پیروی لازم ہے، کہ وہ ہماری شریعت بن گئی)

آخر قول میں پھر تفصیل ہے، بہر حال! اس عبارت میں بیان کردہ مسالک حسب ذیل چار قواعد پر مبنی ہیں:

قواعد اربعہ:

(الف) پہلا قاعدہ: شرائع سماویہ میں اصل استمرار و بقاء ہے۔

(ب) دوسرا قاعدہ: ہر آسمانی شریعت پہلے نبی کی وفات یا دوسرے نبی کی بعثت کے ساتھ اختتام پذیر ہو جاتی ہے۔

(ج) تیسرا قاعدہ: شرائع سابقہ میں سے غیر ثابت النسخ احکام پر بحیثیت اپنی شریعت کے عمل لازم ہے۔

(د) چوتھا قاعدہ: ثبوت شرعی کی بنیاد پر شرائع سابقہ کے احکام کی اتباع لازم ہے۔

ان اقوال کی مزید وضاحت اور ہر قول کے دلائل ذیل کے سطور میں ملاحظہ ہوں:

پہلے قول کی وضاحت اور دلائل:

شرائع من قبلنا کی اتباع ہماری اوپر واجب ہے، جب تک ناسخ نہ آئے۔

اس قول کی بنیاد یہ قاعدہ ہے کہ:

"شرائع سماویہ میں اصل استمرار وبقاء ہے"

گویا حضور علیہ السلام کی بعثت کے بعد بھی سابقہ شریعتیں برقرار ہیں منسوخ نہیں ہیں۔امام سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَأَمَّا الْفَرِيقُ الأول قَالُوا:صفة الإِطْلَاق فِي الشَّيْءِ يَقْتَضِي التَّأْبِيدَ فِيهِ إِذَا كَانَ مُحْتَمِلا للتأبيد.فالتوقيت يكون زِيَادَة فِيهِ وَلَا يجوز إِثْبَاته إِلَّا بِالدَّلِيلِ.(38)

(پہلے فریق کا کہنا ہے، کہ کسی حکم کا مطلق ہونا تابید(ہمیشگی) کا متقاضی ہے،اگر اس میں تابید کا احتمال ہو، پس اس کو کسی وقت کے ساتھ خاص کرنا اس میں اضافہ کرنے کے مترادف ہے، جو دلیل کے بغیر جائز نہیں)

پہلے مسلک کے دلائل:

اس مسلک کی بنیاد حسب ذیل نقلی اور عقلی دلائل ہیں۔

نقلی دلائل، مشتمل بر آیات قرآنیہ:

پہلی آیت کریمہ:

أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ (الانعام:90)

(یہ وہ لوگ تھے جن کو ہدایت کی اللہ نے، سو تو چل ان کے طریقہ پر)

استدلال کا خلاصہ:

اس آیت کریمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گزشتہ انبیاء کی "ھدیٰ" (تعلیمات) کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے اور "ھدیٰ" کے مفہوم میں ایمان اور شرائع دونوں شامل ہیں، اس لیے کہ دونوں کے مجموعے کی پیروی سے ہدایت ملتی ہے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گزشتہ شریعتوں کی پیروی واجب ہوئی۔"ھدیٰ" ایمان وشرائع کا مجموعہ ہے، اس کی دلیل سورہ بقرۃ کی ابتدائی آیت کریمہ ہیں، ارشاد ربانی ہے:

هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ-الی—أُولَئِكَ عَلَى هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (البقرۃ:2-5)

(راہ بتلاتی ہے، ڈرنے والوں کو جو کہ یقین کرتے ہیں بے دیکھی چیزوں کا، اور قائم رکھتے ہیں نماز کو، اور جو ہم نے روزی دی ہے ان کو اس میں سے خرچ کرتے ہیں، وہی لوگ ہیں ہدایت پر اپنے پروردگار کی طرف سے اور وہی ہیں مراد کو پہنچنے والے)

ان آیات کریمہ میں متقین کی صفات میں دو چیزوں کا تذکرہ ہے (۱) ایمان (۲) اعمال صالحہ، یعنی اقامۃ صلوۃ وایتاء زکوۃ ،اور آخر میں فرمایا: "أُولَئِكَ عَلَى هُدًى" معلوم ہوا، کہ ایمان اور عمل صالح دونوں کا مجموعہ "ھدیٰ" ہے، اور سابقہ انبیاء کی اسی "ھدیٰ" کی اقتداء اور پیروی کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے۔

دوسری آیت کریمہ:

ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفاً وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (النحل:123)

(پھر حکم بھیجا ہم نے تجھ کو کہ چل دین ابراہیم پر جو ایک طرف کا تھا، نہ تھا وہ شرک والوں میں)

استدلال کا خلاصہ:

اس آیت کریمہ میں آپ ﷺ کو صیغہ امر کے ساتھ ملۃ ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے، اور صیغہ امر وجوب کے لیے آتا ہے پس معلوم ہوا کہ آپ پر ملت ابراہیمی کی پیروی واجب ہے، جو شریعت سابقہ ہے۔

تیسری آیت کریمہ:

إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ. الآية. (المائدة: 44)

(ہم نے نازل کی تورات کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے، اس پر حکم کرتے تھے پیغمبر جو کہ حکم بردار تھے اللہ کے، یہود کو اور حکم کرتے تھے درویش اور عالم۔۔۔)

استدلال کا خلاصہ:

اس آیت کریمہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ انبیاء کرام تورات کے ذریعے فیصلے کرتے ہیں اور نبی کریم ﷺ بھی من جملہ انبیاء میں سے ہیں، پس آپ پر تورات کے احکام کے مطابق فیصلے کرنا واجب ہے۔

چوتھی آیت کریمہ:

شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ (الشورى: 13)

راہ ڈال دی تمہارے لیے دین میں وہی جس کا حکم کیا تھا نوح کو اور جس کا حکم بھیجا ہم نے تیری طرف اور جس کا حکم کیا ہم نے ابراہیم کو اور موسیٰ کو اور عیسیٰ کو، یہ کہ قائم رکھو دین کو اور اختلاف نہ ڈالو اس میں، بھاری ہے شرک کرنے والوں کو وہ چیز جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے اللہ، چن لیتا ہے اپنی طرف سے جس کو چاہے اور راہ دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع لائے۔

استدلال کا خلاصہ:

اس آیت کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ امت محمدیہ کے لئے اس دین کی راہ ڈال دی ہے جس کا نوح علیہ السلام، محمد ﷺ، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو حکم کیا تھا۔ گویا ان سب کا دین ایک ہے، اور "دین" ایمان وشرائع کے مجموعے کا نام ہے، پس ان تمام انبیاء کا دین اور شریعت ایک ہے جس کی بجا آوری کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جاتی ہے۔ (31)

پانچویں آیت کریمہ:

(آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ) (البقرة: 285)

(مان لیا رسول نے جو کچھ اترا اس پر اس کے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے بھی سب نے مانا اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو

اوراس کی کتابوں کواوراس کے رسولوں کو کہتے ہیں کہ ہم جدانہیں کرتے کسی کواس کے پیغمبروں میں سے)

استدلال کا خلاصہ:

علامہ سرخسی پہلے قول والوں کا آیت کریمہ سے استدلال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: نئے رسول کے آنے سے پچھلے رسول کی رسالت ختم نہیں ہوتی، اسی طرح ان کی شریعت بھی قابل عمل ہی رہے گی، جب تک کسی حکم کے منسوخ ہونے پر کوئی دلیل قائم نہ ہو، کیا دیکھتے نہیں ہو کہ ہمارے اوپر تمام انبیاء کی رسالت کا اقرار لازم ہے، جس کی طرف اس آیت کریمہ میں اشارہ واقع ہوا ہے

﴿وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ...﴾(32)

نقلی دلائل مشتمل براحادیث نبویہ:

پہلی حدیث:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كَسَرَتِ الرُّبَيِّعُ وَهِيَ عَمَّةُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ثَنِيَّةَ جَارِيَةٍ مِنَ الأَنْصَارِ، فَطَلَبَ القَوْمُ القِصَاصَ، فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالقِصَاصِ، فَقَالَ أَنَسُ بْنُ النَّضْرِ عَمُّ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: لاَ وَاللَّهِ لاَ تُكْسَرُ سِنُّهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا أَنَسُ كِتَابُ اللَّهِ القِصَاصُ» فَرَضِيَ القَوْمُ وَقَبِلُوا الأَرْشَ، الحديث.(33)

(حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: رُبَیّع ۔انس بن مالک کی پھوپھی ۔ نے ایک انصاری بچی کے سامنے والے دانت توڑ دیے۔ ان لوگوں نے قصاص کا مطالبہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا حکم دیا۔ انس بن مالک کے چچا انس بن النضر نے کہا: نہیں، بخدا! ربیع کے دانت نہیں توڑے جائیں گے، یا رسول اللہ!۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انس! اللہ کی کتاب کا حکم قصاص ہے۔ چنانچہ وہ لوگ راضی ہوئے اور دیت قبول کر لی)

خلاصہ استدلال:

اس حدیث شریف کے مطابق جب حضرت أنس بن النضر نے قسم کھا کر کہا کہ میری بہن ربیع کا دانت قصاص کے طور پر نہیں توڑا جائے گا، تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: اے أنس! کتاب اللہ کا حکم قصاص ہے۔ آپ کی مراد ﴿وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ﴾ (المائدۃ:45) والی آیت ہے، جبکہ اسی آیت کریمہ کے ابتدائی الفاظ ﴿وَ کتبنا علیھم فیھا﴾ میں صراحۃً اس کو تورات کا حکم قرار دیا گیا ہے۔ گویا آپ نے تورات والے حکم پر عملدرآمد کا عندیہ دیا، جو اس بات کی دلیل ہے، کہ آپ تورات والی شریعت کی پیروی کے پابند تھے۔(34)

دوسری حدیث:

عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا فَإِنَّ اللَّهَ يَقُولُ: ﴿أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾ (طٰہٰ:14)(35)

(ابن المسیب سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو نماز پڑھنا بھول جائے، جب یاد آئے تو اس وقت

پڑھے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں {أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي} (نماز قائم رکھ میری یادگاری کو)

خلاصہ استدلال:

اس حدیث شریف میں یاد آنے پر بھولی ہوئی نماز کے پڑھنے کو ضروری قرار دینے کے لئے حضور ﷺ نے سورۃ طٰہ کی آیت کریمہ {أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي} سے استدلال کیا ہے، جب کہ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خطاب ہے۔ گویا شریعت موسویہ کے ایک حکم کو آپ نے دلیل کے طور پر پیش فرمایا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ شریعت ہمارے لیے بھی شریعت ہے، ورنہ اس کے ایک حکم کو دلیل کے طور پر پیش کرنے کا مطلب نہیں رہے گا۔

تیسری حدیث:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ الْيَهُودَ جَاءُوا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ، فَذَكَرُوا لَهُ أَنَّ رَجُلًا مِنْهُمْ وَامْرَأَةً زَنَيَا. فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَا تَجِدُونَ فِي التَّوْرَاةِ فِي شَأْنِ الزِّنَا» فَقَالُوا: نَفْضَحُهُمْ وَيُجْلَدُونَ. فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ: كَذَبْتُمْ، إِنَّ فِيهَا الرَّجْمَ، فَأَتَوْا بِالتَّوْرَاةِ فَنَشَرُوهَا فَجَعَلَ أَحَدُهُمْ يَدَهُ عَلَى آيَةِ الرَّجْمِ، ثُمَّ جَعَلَ يَقْرَأُ مَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا. فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ: ارْفَعْ يَدَيْكَ، فَرَفَعَهَا فَإِذَا فِيهَا آيَةُ الرَّجْمِ، فَقَالُوا: صَدَقَ يَا مُحَمَّدُ، فِيهَا آيَةُ الرَّجْمِ، فَأَمَرَ بِهِمَا رَسُولُ اللهِ ﷺ فَرُجِمَا. قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: فَرَأَيْتُ الرَّجُلَ يَحْنِي عَلَى الْمَرْأَةِ يَقِيهَا الْحِجَارَةَ (36)

(ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرمایا: یہود آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بتایا کہ ان میں سے ایک مرد اور ایک خاتون نے بدکاری کی ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا: بدکاری کے متعلق تورات میں کیا حکم ہے؟ کہنے لگے: ہم ان کو ذلیل کرتے ہیں اور ان کو دُرّے لگائے جاتے ہیں۔ عبداللہ بن سلام نے کہا: تم لوگو نے جھوٹ بولا، تورات میں رجم کا حکم ہے۔ پس وہ تورات لے آئے، اس کو کھولا، ان میں سے ایک صاحب نے رجم والی آیت پر ہاتھ رکھا، اور اس سے آگے پیچھے پڑھنے لگے۔ عبداللہ بن سلام نے اس شخص سے کہا: ہاتھ اٹھاؤ۔ چنانچہ جب ہاتھ اٹھایا تو وہاں رجم والی آیت موجود تھی۔ یہودی کہنے لگے اے محمد ﷺ! اس (عبداللہ) نے سچ کہا اس میں رجم والی آیت ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کے حکم سے وہ دونوں سنگسار (رجم) کئے گئے۔ ابن عمر فرماتے ہیں: میں نے دیکھا وہ مرد اس عورت کو پتھروں سے بچانے کے لیے اس کے اوپر جھک رہا تھا)

خلاصہ استدلال:

یہودیوں کی بدکاری کے اس قضیے میں آپ نے تورات منگوائی، اور تورات میں موجود رجم کے حکم کے مطابق ان یہودیوں کو رجم کرنے کے احکام جاری فرمائے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ پچھلی شریعتیں اب بھی حجت ہیں۔ (37)

عقلی دلیل:

صاحب کشف الاسرار رقم طراز ہیں:

أَنَّ الرَّسُولَ الَّذِي كَانَتِ الشَّرِيعَةُ مَنْسُوبَةً إِلَيْهِ لَمْ يَخْرُجْ مِنْ أَنْ يَكُونَ رَسُولًا بِبَعْثِ رَسُولٍ آخَرَ

بَعْدَهُ فَكَذَا شَرِيعَتُهُ لَا يَخْرُجُ مِنْ أَنْ يَكُونَ مَعْمُولًا بِهَا بِبَعْثِ رَسُولٍ آخَرَ مَا لَمْ يَقُمْ دَلِيلُ النَّسْخِ فِيهَا.(38)
(وہ رسول جس کی طرف شریعت منسوب ہوتی ہے، نئے رسول کی بعثت کی وجہ سے رسول ہونے سے نہیں نکلتے، اسی طرح ان کی طرف منسوب شریعت دوسرے رسول کی بعثت کی وجہ سے معمول بہا ہونے سے نہیں نکلتی جب تک نسخ کی دلیل قائم نہ ہو)

عقلی دلیل کی وضاحت:

اس دلیل کی وضاحت یہ ہے، کہ رسول کی طرف شریعت کی نسبت اس شریعت کی حقانیت اور عنداللہ پسندیدہ ہونے کی دلیل ہے،

رسول کو اس لیے مبعوث کیا جاتا ہے، کہ وہ لوگوں کو اس شریعت کا عنداللہ پسندیدہ ومقبول ہونا بتلائے، پس جب کسی رسول کی بعثت کے ذریعے اس پر نازل کی گئی شریعت کا پسندیدہ ومقبول ہونا معلوم ہو جائے، تو دوسرے رسول کی بعثت سے اس شریعت کی پسندیدگی وقبولیت ختم نہیں ہوتی بلکہ وہ حسب سابق عنداللہ پسندیدہ ومقبول رہتی ہے، اسی طرح وہ شریعت غیر منسوخ اور قابل عمل بھی رہے گی، جس طرح دوسرے رسول کی آمد سے پہلے غیر منسوخ وقابل عمل تھی، بلکہ دوسرے رسول کی آمد و بعثت سے اس کی حقانیت کی مزید تائید ہوگی۔ حسب ذیل آیات قرآنیہ سے اس کی طرف اشارہ ملتا ہے:

{وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ} (المائدة: 48)
(اور آپ پر اتاری ہم نے کتاب سچی، تصدیق کرنے والی سابقہ کتابوں کی اور ان کے مضامین پر نگہبان۔۔۔)

بلا امتیاز تمام انبیاء ورسل کو ماننا اور قرآن مجید کا کتب سابقہ کی تصدیق کرنا اسی بات کا متقاضی ہے کہ پچھلی شریعتیں اب بھی عنداللہ پسندیدہ، غیر منسوخ اور قابل عمل ہیں، اس سے حسب ذیل نتیجہ ہی اخذ ہوتا ہے:

لِأَنَّ الْأَصْلَ فِي شَرَائِعِ الرُّسُلِ -عَلَيْهِمُ السَّلَامُ- الْمُوَافَقَةُ إِلَّا إِذَا ظَهَرَ تَغْيِيرُ حُكْمٍ بِدَلِيلِ النَّسْخِ.(39)
(انبیاء کی شریعتیں اصالۃً باہم موافق ومطابق ہیں، الا یہ کہ دلیل شرعی کے ذریعے سے کسی حکم کا منسوخ ہونا معلوم ہو جائے)

اس مضمون کو حسب ذیل اسلوب وانداز میں بھی بیان کیا گیا ہے:

...مَا يُنْسَبُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ -عَلَيْهِمُ السَّلَامُ- مِنَ الشَّرِيعَةِ فَهُوَ شَرِيعَةُ اللهِ تَعَالَى لَا شَرِيعَةُ مَنْ قَبْلَنَا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَهُوَ الشَّارِعُ لِلشَّرَائِعِ وَالْأَحْكَامِ قَالَ اللهُ {شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا} (الشورى: 13) أَضَافَ الشَّرْعَ إِلَى نَفْسِهِ، وَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ يَجِبُ عَلَى كُلِّ نَبِيِّ الدُّعَاءُ إِلَى شَرِيعَةِ اللهِ تَعَالَى وَتَبْلِيغُهَا إِلَى عِبَادِهِ إِلَّا إِذَا ثَبَتَ الِانْتِسَاخُ فَيُعْلَمُ بِهِ أَنَّ الْمَصْلَحَةَ قَدْ تَبَدَّلَتْ بِتَبَدُّلِ الزَّمَانِ فَيَنْتَهِي الْأَوَّلُ إِلَى الثَّانِي فَأَمَّا مَعَ بَقَائِهَا شَرِيعَةً لِلَّهِ تَعَالَى وَمَعَ قِيَامِ الْمَصْلَحَةِ وَالْحِكْمَةِ فِي الْبَقَاءِ فَلَا يَجُوزُ الْقَوْلُ بِانْتِهَائِهَا بِوَفَاةِ الرَّسُولِ الْمَبْعُوثِ الْآتِي بِهَا فَيُؤَدِّي إِلَى التَّنَاقُضِ تَعَالَى اللهُ عَنْ ذَلِكَ.(40)

(یعنی انبیاء سابقین کی طرف جس شریعت کی نسبت ہوتی ہے، وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی شریعت ہے، ان انبیاء کی شریعت نہیں، جو ہم سے پہلے گزرے ہیں، اس لیے کہ ارشاد خداوندی: (شرع لکم من الدین) کے بموجب اللہ تعالیٰ ہی شرائع واحکام کے

شارع ہیں، اس لئے کہ اس آیت میں اللہ نے شریعت کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی شریعت کی طرف دعوت دینا اور بندوں کو اس کی تبلیغ کرنا ہر نبی پر واجب ہے، الا یہ کہ کسی حکم کا منسوخ ہونا ثابت ہو جائے، جس کے ذریعے اس بات کا علم حاصل ہو جائے کہ زمانے کی تبدیلی کی وجہ سے مصلحت تبدیل ہو گئی۔ اور جب تک نسخ اور تبدل مصلحت ثابت نہ ہو تو محض رسول کی وفات کی وجہ سے شریعت کا اختتام پذیر ہونا جائز نہیں ہوگا، ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف تناقض کی نسبت لازم آئے گی) ان تمام نقلی اور عقلی دلائل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ شرائع سماویہ میں اصل استمرار وبقاء ہے، اسی لئے ناسخ صریح کے ظہور تک ہمارے اوپر شرائع من قبلنا کی اتباع واجب ہے، لیکن جمہور اصولیین کا یہ مسلک نہیں، ان کی نظر میں متذکرہ بالا تمام استدلالات محل نظر ہیں۔ امام غزالی نے ایک ایک استدلال کا جواب دیا ہے، ملاحظہ ہوں:

پہلے مسلک کی تائید میں پیش کردہ استدلالات کے جوابات:

پہلی آیت کریمہ سے استدلال کا جواب:

پہلے استدلال کے جواب میں امام غزالی رقمطراز ہیں:۔

{أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ} (الأنعام: ٩٠) قُلْنَا أَرَادَ بِالْهُدَى التَّوْحِيدَ، وَدَلَالَةَ الْأَدِلَّةِ الْعَقْلِيَّةِ عَلَى وَحْدَانِيَّتِهِ وَصِفَاتِهِ بِدَلِيلَيْنِ: أَحَدُهُمَا: أَنَّهُ قَالَ: {فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ} (الأنعام: ٩٠) وَلَمْ يَقُلْ بِهِمْ، وَإِنَّمَا هُدَاهُمُ الْأَدِلَّةُ الَّتِي لَيْسَتْ مَنْسُوبَةً إِلَيْهِمْ، أَمَّا الشَّرْعُ فَمَنْسُوبٌ إِلَيْهِمْ فَيَكُونُ اتِّبَاعُهُمْ فِيهِ اقْتِدَاءً بِهِمْ. الثَّانِي: أَنَّهُ كَيْفَ أَمَرَ بِجَمِيعِ شَرَائِعِهِمْ وَهِيَ مُخْتَلِفَةٌ وَنَاسِخَةٌ وَمَنْسُوخَةٌ وَمَتَى بَحَثَ عَنْ جَمِيعِ ذَلِكَ، وَشَرَائِعُهُمْ كَثِيرَةٌ. فَدَلَّ عَلَى أَنَّهُ أَرَادَ الْهُدَى الْمُشْتَرَكَ بَيْنَ جَمِيعِهِمْ وَهُوَ التَّوْحِيدُ.(41)

("اولئك الذين" والی آیت کریمہ میں "ھدی" سے توحید اور اللہ کی وحدانیت اور صفات پر دلائل عقلیہ کی دلالت مراد ہے۔ اس بات کی دو دلیلیں ہیں۔ پہلی دلیل یہ کہ {فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ} (یعنی ان کی ہدایت کی اقتداء) فرمایا، بہم (ان کی اقتداء) نہیں فرمایا اور انبیاء کی ہدایت سے مراد دلائل ہیں، جو ان کی طرف منسوب نہیں، جبکہ شریعت ان کی طرف منسوب ہے، پس شریعت میں پیروی ان انبیاء کی اقتداء ہوگی، (ان کی "ھدی" کی پیروی نہیں ہوگی)۔ دوسری دلیل یہ کہ تمام شرائع کی اقتداء کا حکم دینا کیونکر ممکن ہے، جبکہ وہ شرائع باہم مختلف ہیں، ان میں ناسخ ومنسوخ پائے جاتے ہیں، اور کب آپ ﷺ نے ان تمام شرائع کو تلاش کیا، جبکہ شریعتیں لاتعداد ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مرادوہ "ھدی" (ہدایت) ہے جو سب کے درمیان مشترک ہے، اور وہ توحید ہے)

حاصل جواب یہ ہے، کہ آپ ﷺ کو جس "ہدیٰ" (ہدایت) کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے اس سے مراد عقاید، بالخصوص عقیدہ توحید ہے، جو تمام انبیاء کے درمیان مشترک ہے، آپ ﷺ کو شرائع کی پیروی کا حکم نہیں ہے، اس لیے کہ شرائع مختلف ہیں۔ اس لئے اس آیت کریمہ سے شرائع کی پیروی پر استدلال درست نہیں۔

دوسری آیت کریمہ سے استدلال کا جواب:

دوسری استدلال کا امام غزالی نے حسب ذیل عبارت میں جواب دیا ہے:

{ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا} (النحل: 123) وَهَذَا يَتَمَسَّكُ بِهِ مَنْ نَسَبَهُ إِلَى إِبْرَاهِيمَ - عَلَيْهِ السَّلَامُ -. وَتُعَارِضُهُ الْآيَةُ الْأُولَى. ثُمَّ لَا حُجَّةَ فِيهَا إِذْ قَالَ: {أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ} (النحل: 123) فَوَجَبَ بِمَا أُوحِيَ إِلَيْهِ لَا بِمَا أُوحِيَ إِلَى غَيْرِهِ وَقَوْلُهُ: {أَنِ اتَّبِعْ} (النحل: 123) أَيْ: افْعَلْ مِثْلَ فِعْلِهِ، وَلَيْسَ مَعْنَاهُ كُنْ مُتَّبِعًا لَهُ وَوَاحِدًا مِنْ أُمَّتِهِ. كَيْفَ وَالْمِلَّةُ عِبَارَةٌ عَنْ أَصْلِ الدِّينِ وَالتَّوْحِيدِ وَالتَّقْدِيسِ الَّذِي تَتَّفِقُ فِيهِ جَمِيعُ الشَّرَائِعِ، وَلِذَلِكَ قَالَ تَعَالَى: {وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ} (البقرة: 130) وَلَا يَجُوزُ تَسْفِيهُ الْأَنْبِيَاءِ الْمُخَالِفِينَ لَهُ. وَيَدُلُّ عَلَيْهِ أَنَّهُ لَمْ يَبْحَثْ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ، وَكَيْفَ كَانَ يَبْحَثُ مَعَ انْدِرَاسِ كِتَابِهِ وَإِسْنَادِ أَخْبَارِهِ. (42)

(مخالف کے قول کے مطابق یہ آیت کریمہ پچھلے استدلال میں مذکور آیت کریمہ سے متعارض ہوگی، اس لیے کہ پہلی والی آیت کریمہ میں تمام انبیاء کی شرائع کی پیروی کا حکم ہے اور دوسری میں صرف شریعت ابراہیمیہ کی پیروی کا حکم ہے، جبکہ جمہور کے موقف کے مطابق "ھدی" اور "ملت" دونوں سے مراد توحید اور بنیادی عقائد ہیں، جن میں تمام شرائع متفق ہیں، اور دونوں آیات میں انہی بنیادی متفق علیہ عقاید کی پیروی کا حکم ہے۔ دوسرا یہ کہ ملت ابراہیمی کی اتباع سے مراد یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام جیسا طریقہ کار اپنائے۔ یہ معنی نہیں کہ ابراہیم کی امت میں سے ایک فرد بن کران کی شریعت کی پیروی کریں، ورنہ آپ ﷺ شریعت ابراہیمیہ کے احکام کو تلاش کر کے اس کی پیروی شروع فرماتے، حالانکہ اس کی کوئی دلیل نہیں، کہ آپ ﷺ نے ایسا کیا ہو۔ پھر خود اسی آیت میں صراحۃً مذکور ہے: " ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ " یعنی آپ کی طرف آنے والی وحی کی بنیاد پر آپ ملت ابراہیمی کی پیروی کریں، نہ کہ ابراہیم علیہ السلام کی طرف آنے والی وحی کی بنیاد پر۔ پس اگر آپ نے کچھ احکام میں ملت ابراہیمی کی پیروی فرمائی ہے تو اپنی شریعت کی حیثیت سے، نہ کہ ابراہیمی شریعت کی حیثیت سے، اس لیے اس آیت کریمہ سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی وحی والی شریعت کی پیروی کا حکم ہے)

حاصل جواب یہ ہے کہ آیت کریمہ اگر ملت ابراہیمی کی پیروی کو لازم قرار دینے پر دال ہو۔ تو ان آیات سے متعارض ہوگی۔ جن سے مخالف نے پچھلی تمام شرائع کی پیروی لازم ہونے پر استدلال کیا ہے۔ نیز مخالف نے آیت کریمہ کا مطلب غلط سمجھا ہے۔

تیسری آیت کریمہ سے استدلال کا جواب:

الْآيَةُ الثَّالِثَةُ: قَوْلُهُ تَعَالَى {شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا} (الشورى: 13) وَهَذَا يَتَمَسَّكُ بِهِ مَنْ نَسَبَهُ إِلَى نُوحٍ - عَلَيْهِ السَّلَامُ -. وَهُوَ فَاسِدٌ إِذْ تُعَارِضُهُ الْآيَتَانِ السَّابِقَتَانِ، ثُمَّ الدِّينُ عِبَارَةٌ عَنْ أَصْلِ التَّوْحِيدِ، وَإِنَّمَا خَصَّصَ نُوحًا بِالذِّكْرِ تَشْرِيفًا لَهُ وَتَخْصِيصًا. وَمَتَى رَاجَعَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - تَفْصِيلَ شَرْعِ نُوحٍ؟ وَكَيْفَ أَمْكَنَ ذَلِكَ مَعَ أَنَّهُ أَقْدَمُ الْأَنْبِيَاءِ وَأَشَدُّ الشَّرَائِعِ انْدِرَاسًا، كَيْفَ وَقَدْ قَالَ تَعَالَى: {شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا} (الشورى: 13) فَلَوْ قَالَ شَرَعَ لِنُوحٍ مَا وَصَّاكُمْ بِهِ "لَكَانَ رُبَّمَا

دَلَّ هٰذَا عَلَى غَرَضِهِمْ. وَأَمَّا هٰذَا فَيُصَرِّحُ بِضِدِّهِ.(43)

(حاصل عبارت یہ ہے کہ مخالف کے قول کے مطابق سورہ شوری کی آیت کریمہ کا پہلی والی دونوں آیات سے تعارض ہوگا، اس لیے کہ سورہ انعام والی آیت میں تمام انبیاء کی شریعت کی پیروی کا حکم ہے اور سورہ نحل والی آیت میں ابراہیمی شریعت کی پیروی کا حکم ہے اور سورہ شوری والی آیت میں نوح علیہ السلام کی شریعت کی پیروی کا حکم ہے۔ جبکہ جمہور کے قول کے مطابق سورہ شوری والی آیت میں بھی "الدین" سے بنیادی عقائد مراد ہیں، جن میں تمام انبیاء کرام متفق ہیں، اور اس کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔ تیسرا یہ کہ نوح علیہ السلام کی شریعت کے احکام غیر معلوم تھے اور یہ کسی طرح ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے اس شریعت کی کھوج لگا کر پیروی کا اہتمام کیا ہو۔ اگر یوں کہہ دیا جاتا، کہ نوح علیہ السلام کی شریعت وہی تھی، جس کی پیروی کا آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے، تو شاید کسی حد تک ان کے دعوی پر ہوتی، جبکہ موجودہ آیت کریمہ تو اس دعوی کی ضد پر صراحۃ دال ہے)

حاصل جواب یہ ہے کہ اس استدلال کی صحت آیات کریمہ کے درمیان وجود تعارض کو مستلزم ہے، نیز آیت کریمہ میں مشروعیت دین کی یکسانیت کو بیان کیا گیا ہے، اور دین عقاید کے مجموعہ کا نام ہے، اور فروعات کے مجموعے کا نہیں، اس لئے مخالف کا استدلال بے محل ہے۔

چوتھی آیت کریمہ سے استدلال کا جواب:

اَلْآيَةُ الرَّابِعَةُ: قَوْلُهُ تَعَالَى ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ﴾ (المائدة: 44) اَلْآيَةَ وَهُوَ أَحَدُ الْأَنْبِيَاءِ فَلْيَحْكُمْ بِهَا. وَاسْتَدَلَّ بِهٰذَا مَنْ نَسَبَهُ إِلَى مُوسَى - عَلَيْهِ السَّلَامُ -. وَتُعَارِضُهُ الْآيَاتُ السَّابِقَةُ. ثُمَّ الْمُرَادُ بِالنُّورِ وَالْهُدَى أَصْلُ التَّوْحِيدِ وَمَا يَشْتَرِكُ فِيهِ النَّبِيُّونَ دُونَ الْأَحْكَامِ الْمُعَرَّضَةِ لِلنَّسْخِ. ثُمَّ لَعَلَّهُ أَرَادَ النَّبِيِّينَ فِي زَمَانِهِ دُونَ مَنْ بَعْدَهُمْ. ثُمَّ هُوَ عَلَى صِيغَةِ الْخَبَرِ لَا عَلَى صِيغَةِ الْأَمْرِ فَلَا حُجَّةَ فِيهِ. ثُمَّ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ الْمُرَادُ حُكْمَ النَّبِيِّينَ بِهَا بِأَمْرٍ ابْتَدَأَهُمْ بِهِ اللّٰهُ تَعَالَى وَحْيًا إِلَيْهِمْ لَا بِوَحْيِ مُوسَى - عَلَيْهِ السَّلَامُ -.(44)

(حاصل جواب یہ ہے کہ اس آیت سے استدلال میں بھی تمام وہ احتمالات موجود ہیں، جو پچھلی آیات میں تھے، یعنی مخالف کی تشریح کے مطابق اس آیت کریمہ کا دیگر تینوں آیات کریمہ سے تعارض ہوگا۔ اس لیے یہاں بھی مشترکات (عقائد) مراد ہیں، قابل نسخ احکام مراد نہیں۔ یہ بھی احتمال ہے کہ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ سے مراد موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے انبیاء مراد ہوں نہ کہ بعد میں آنے والے۔ مزید برآں! آیت میں خبر ہے امر نہیں، جیسا کہ یہ احتمال ہے کہ انبیاء کرام اس شریعت کی پیروی کرتے تھے، لیکن اپنی شریعت کی حیثیت سے نہ کہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی حیثیت سے)

ان تمام جوابات کا خلاصہ یہ ہوا، کہ قرآن مجید کی کسی بھی آیت میں اگر آپ ﷺ کو پچھلے انبیاء پر ایمان لانے، ان کی پیروی کرنے، ان کے طریقے پر چلنے اور ان کی طرف نازل ہونے والی وحی کو اپنانے کا حکم دیا گیا ہے، تو اس سے بنیادی عقائد، متفق علیہ مشترکات اور غیر قابل النسخ محکمات مراد ہیں، ورنہ قرآنی آیات میں تعارض کی صورت سامنے آئے گی۔ مزید برآں! اکثر آیات

کریمہ صراحۃً اس بات پر دلالت کر رہی ہیں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس شریعت کی پیروی کے پابند ہیں، جو آپ پر نازل ہوئی ہے۔ پس یہ آیات کریمہ جمہور کے موقف کی مؤید ہیں نہ کہ اس موقف کی، کہ شرائع میں اصل استمرار و بقاء ہے۔

پہلی حدیث سے استدلال کا جواب:

....قُلْنَا: بَلْ فِيهِ {فَمَنِ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ} (البقرة:194)

حضرت انس بن النضر کی بہن حضرت ربیع کے واقعے سے استدلال کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ ایک تو قرآن مجید کی "من اعتدی" والی آیت کے عموم میں دانت کے قصاص کا حکم شامل ہے۔ (45) دوسرا یہ کہ جب تورات والے احکام قصاص کو بغیر کسی نکیر یا تردید کے قرآن مجید میں نقل کر دیا گیا تو اب وہی احکام شریعت قرآنیہ و شریعت محمدیہ کے احکام بن گئے اور اسی حیثیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت اس کی پیروی کی پابند ہیں نہ کہ شریعت موسویہ کی حیثیت سے۔

دوسری حدیث سے استدلال کا جواب:

قُلْنَا: مَا ذَكَرَهُ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - تَعْلِيلًا لِلْإِيجَابِ، لَكِنْ أَوْجَبَ بِمَا أُوحِيَ إِلَيْهِ وَنَبَّهَ عَلَى أَنَّهُمْ أُمِرُوا كَمَا أُمِرَ مُوسَى وَقَوْلُهُ {لِذِكْرِي} (طه:14) أَيْ: لِذِكْرِ إِيجَابِي لِلصَّلَاةِ، وَلَوْلَا الْخَبَرُ لَكَانَ السَّابِقُ إِلَى الْفَهْمِ أَنَّهُ لِذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى بِالْقَلْبِ أَوْ لِذِكْرِ الصَّلَاةِ بِالْإِيجَابِ.(46)

(یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ طٰہٰ کی آیت کریمہ کو نماز واجب ہونے کی علت اور وجہ کے طور پر ذکر نہیں فرمایا، بلکہ آپ کے پاس جو وحی آئی تھی، اس کے بموجب فرمایا کہ جب نماز یاد آئے تو اس کو پڑھ لیں۔ آیت نقل کرنے سے اس طرف توجہ دلائی کہ اس امت کو نماز کا حکم اس طرح دیا گیا ہے جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا تھا)

تیسری حدیث سے استدلال کا جواب:

الْحَدِيثُ الثَّالِثُ: مُرَاجَعَتُهُ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - التَّوْرَاةَ فِي رَجْمِ الْيَهُودِيَّيْنِ وَكَانَ ذَلِكَ تَكْذِيبًا لَهُمْ فِي إِنْكَارِ الرَّجْمِ إِذْ كَانَ يَجِبُ أَنْ يُرَاجِعَ الْإِنْجِيلَ فَإِنَّهُ آخِرُ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ. فَلِذَلِكَ لَمْ يُرَاجِعْ فِي وَاقِعَةٍ سِوَى هَذِهِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ.(47)

(حاصل جواب یہ ہے کہ رجم کے حکم سے انکار میں یہود کے جھوٹ کو ثابت کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تورات منگوانا اگر اس نظریے پر مبنی ہوتا، کہ شرائع من قبلنا کے احکام کی پیروی ہمارے اوپر لازم ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انجیل منگوا لیتے، اس لیے کہ شرائع من قبلنا میں باعتبار نزول آخری کتاب انجیل تھی نہ کہ تورات۔ مزید برآں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقع کے عدوہ کسی اور موقع پر تورات نہیں منگوائی، جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس موقع پر تورات منگوانا اس نظریے پر مبنی نہیں کہ شرائع میں اصل استمرار ہے)

اس واقع سے استدلال کا اصل جواب یہ ہے کہ اس وقت جرم زنا کی سزا کا یہودیوں پر اجراء اور تنفید مقصود تھی جو ان کی شریعت کی روشنی میں کی گئی، مسلمانوں پر سزا کی تنفید مقصود نہیں تھی اور نہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تورات والی شریعت کے احکام کا مسلمانوں پر اجراء کیا ہے۔ جبکہ زیر بحث مسئلہ یہ ہے کہ کیا شرائع من قبلنا مسلمانوں کے لیے اب بھی شریعت ہے؟ یا ہم صرف

شریعت محمدیہ کی پیروی کے پابند ہے؟ اس لیے اس واقعے سے زیر بحث مسئلہ پر استدلال بے محل ہے۔

دوسرے مسلک کی وضاحت اور دلائل کا بیان

دوسرا مسلک یہ ہے کہ:

"شرائع من قبلنا کے کسی بھی حکم کی اتباع ہمارے اوپر واجب نہیں، الا یہ کہ کسی دلیل سے شرائع من قبلنا کے کسی معین حکم پر عمل کرنے کا وجوب ثابت ہو جائے"۔

یہ مسلک پہلے مسلک کے بالکل برعکس ہے، جو اس قاعدے پر مبنی ہے کہ:

"ہر آسمانی شریعت صاحب شریعت (نبی) کی وفات یا دوسرے نبی کی بعثت کے ساتھ اختتام پذیر ہو جاتی ہے"۔

اس اصول کے مطابق شریعت موسویہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی، اور شریعت عیسویہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔ اس قول کا حاصل یہ کہ شرائع میں اصل اختصاص ہے، ہر نبی کی شریعت اس کے ساتھ خاص ہے، جب تک وہ نبی حیات ہیں، ان کی شریعت قابل عمل ہے، دوسرے نبی کے آنے کے بعد نئی شریعت آجاتی ہے، اور سابق نبی کی شریعت قابل عمل نہیں رہتی، تاہم درمیانی عرصہ کے حوالے سے دونوں احتمالات ہیں، دوسرے نبی کی بعثت تک پہلی شریعت قابل عمل ہے، یا پہلے نبی کی وفات کے ساتھ ہی شریعت منسوخ ہو جاتی ہے، لیکن اس سے شریعت کے اختصاصی ہونے پر اثر نہیں پڑتا۔

دوسرے مسلک کے دلائل:

دوسرے مسلک کی صحت پر بھی نقلی وعقلی دلائل سے استدلال کیا گیا ہے ملاحظہ ہوں۔

(أ) نقلی دلائل: حسب ذیل آیات کریمہ سے اس مسلک پر استدلال کیا گیا ہے:

پہلی نقلی دلیل:

{لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا} (المائدۃ:48)

(ہر ایک کو تم میں سے دیا ہم نے ایک دستور اور راہ)

اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ ہر امت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک شریعت نازل فرمائی ہے، جو اس کے ساتھ خاص ہے، اور اس امت کا نبی اسی شریعت کی پیروی کرنے اور اس کی طرف دعوت دینا کا پابند ہے۔ (48)

دوسری نقلی دلیل:

(أ) {وَآتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِبَنِي إِسْرَائِيلَ} (الاسراء:2)

(اور دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور کیا اس کو ہدایت بنی اسرائیل کے واسطے)

(ب) {وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِبَنِي إِسْرَائِيلَ}

(السجدۃ:23)

(اور ہم نے دی ہے موسیٰ کو کتاب سو تو مت رہ دھوکے میں اس کے ملنے سے اور کیا ہم نے اس کو ہدایت بنی اسرائیل کے واسطے)

استدلال کا خلاصہ:

ان دونوں آیات کریمہ میں اس بات کی صراحت ہے، کہ موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی کتاب، یعنی تورات، خاص بنی اسرائیل کے لئے ہدایت ہے۔ امام سرخسی اس استدلال کو نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فتخصيص بني إسرائيل بكون التوراة هدى لهم يكون دليلا على أنه لا يلزمنا العمل بما فيه إلا أن يقوم دليل يوجب العمل به في شريعتنا. (49)

(پس بنی اسرائیل کو اس بات کے ساتھ خاص کرنا کہ "توراۃ انہیں کے لیے ہدایت ہے" اس بات کی دلیل ہے کہ ہم (امت محمدیہ) پر توراۃ کے احکام کی پیروی لازم نہیں، الا یہ کہ کوئی دلیل قائم ہو، جو اس بات کو ثابت کرے کہ ہماری شریعت میں بھی توراۃ کے احکام پر عمل کرنا واجب ہے)

(ب) دلیل عقلی:

ہر امت کے لیے شریعت خاصہ کا ہونا اس لیے اصل اور ضروری ہے کہ بعثت انبیاء کا مقصد ہی یہ ہے کہ ہر نبی اپنی امت کے سامنے محتاج بیان امور کو بیان کریں، تو اگر آنے والے رسول کی آمد و بعثت کے ساتھ پچھلے نبی کی شریعت اختتام پذیر نہ ہو اور آنے والے رسول از سر نو کوئی شریعت لے کر نہ آئے، تو دوسرے رسول کی بعثت کے وقت کسی امر کے بیان کی ضرورت نہیں ہوگی، اور اس نئے آنے والے نبی کی بعثت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اور سنت الٰہیہ یہ ہے کہ بغیر کسی فائدہ و مقصد کے کسی رسول کو ارسال نہیں کیا جاتا۔ پس ثابت ہوا کہ ہر نبی اور رسول کے ساتھ نئی شریعت اتاری جاتی ہے، جو اس کے ساتھ خاص ہوتی ہے، صاحب کشف الاسرار کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

وَبِالْمَعْقُولِ وَهُوَ أَنَّ الْأَصْلَ فِي الشَّرِيعَةِ الْمَاضِيَةِ الْخُصُوصُ، لِأَنَّ بَعْثَ الرَّسُولِ لَيْسَ إِلَّا لِبَيَانِ مَا بِالنَّاسِ حَاجَةٌ إِلَى بَيَانِهِ، وَإِذَا لَمْ تُجْعَلْ شَرِيعَةُ رَسُولٍ مُنْتَهِيَةً بِبَعْثِ رَسُولٍ آخَرَ وَلَمْ يَأْتِ الثَّانِي بِشَرْعٍ مُسْتَأْنِفٍ لَمْ يَكُنْ بِالنَّاسِ حَاجَةٌ إِلَى الْبَيَانِ عِنْدَ بَعْثِ الثَّانِي لِكَوْنِهِ مُبَيَّنًا عِنْدَهُمْ بِالطَّرِيقِ الْمُوجِبِ لِلْعِلْمِ فَلَمْ يَكُنْ فِي بَعْثِهِ فَائِدَةٌ وَاللَّهُ تَعَالَى لَا يُرْسِلُ رَسُولًا بِغَيْرِ فَائِدَةٍ فَثَبَتَ أَنَّ الِاخْتِصَاصَ هُوَ الْأَصْلُ. (50)

(اور دلیل عقلی سے بھی یہ بات ثابت ہے، اور وہ یہ کہ اصل یہ ہے کہ گذشتہ شریعت میں خصوصیت ہو، اس لیے کہ رسول کی بعثت صرف اس لیے ہوتی ہے، کہ وہ اس امت کے لیے محتاج بیان امور کو بیان کرے۔ اگر گذشتہ رسول کی شریعت آنے والے رسول کی شریعت سے اختتام پذیر نہ ہو، اور دوسرا رسول از سر نو نئی شریعت لے کر نہ آئے، تو گویا دوسرے رسول کی بعثت کے وقت لوگوں کو احکام بیان کرنے کی ضرورت و حاجت نہ ہوئی، پس اس کو مبعوث کرنے کا فائدہ نہیں ہوا، جبکہ اللہ تعالیٰ بغیر کسی فائدہ کے

رسول نہیں بھیجتے پس ثابت ہوا، کہ ہر شریعت نبی کے ساتھ خاص ہونا ہی اصل ہے)

یہی وجہ ہے، کہ یہ صرف ان احکام میں ہوگا جن میں نسخ ممکن ہے یعنی فروعی احکام میں، اصول میں نہیں۔ امام سرخسی لکھتے ہیں:

وَلِهَذَا جعلنا هَذَا كالنسخ فِيمَا يحْتَمل النّسخ دون مَا لَا يحْتَمل النّسخ أصلا كالتوحيد وأصل الدّين ألا ترى أَن الرُّسُل عَلَيْهِم السَّلَام مَا اخْتلفُوا فِي شَيْء من ذَلِك أصلا وَلَا وَصفا وَلَا يجوز أَن يكون بَينهم فِيهِ خلاف وَلِهَذَا انْقَطع القَوْل بِبَقَاء شَرِيعَة نَبينَا مُحَمَّد صلى الله عَلَيْهِ وَسلم إِلَى قيام السَّاعَة لعلمنا بِدَلِيل مَقْطُوع بِهِ أَنه لَا نَبِي بعده حَتَّى يكون نَاسِخا لشريعته۔(51)

(اسی لئے ہم نے اس کو ان احکام میں نسخ کی طرح قرار دیا، جن میں نسخ کا احتمال ہے، ان احکام میں نہیں جن میں نسخ کا احتمال نہیں، جیسے توحید اور اصول الدین، کیا دیکھتے نہیں ہو، کہ رسل علیہم السلام میں ان امور کے حوالے سے کوئی اختلاف نہیں نہ اصل میں اور نہ وصف میں، اور ان میں اختلاف ممکن بھی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ بات قطعی ویقینی ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کی شریعت قیامت تک باقی رہے گی، اس لیے کہ ہم دلیل قطعی سے یہ بات جانتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں تا کہ (اس کی شریعت) آپ ﷺ کی شریعت کے لیے ناسخ بن جائے)

(ج) مخصوص قوم اور علاقے کی طرف انبیاء کی بعثت سے استدلال:

اختصاصِ شریعت کے نظریہ کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ بعض انبیاء علیہم الصلوۃ والتسلیم کی شریعتیں کسی خطے وعلاقے کے لوگوں ساتھ مخصوص تھیں اور صرف اس خطے والے لوگوں پر اس نبی کی شریعت کی پیروی اور اتباع لازم تھی، دوسرے خطے والوں پر نہیں، مثلاً: حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت ونبوت کا زمانہ ایک تھا جیسا کہ سورۃ قصص {آیات 23 تا 28} میں حضرت شعیب اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی ملاقات کا صراحتاً تذکرہ ہے، لیکن حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت اہل مدین اور اصحاب الایکۃ کی طرف ہوئی تھی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا} (الاعراف:85)

(اور مدین کی طرف بھیجا ان کے بھائی شعیب کو)

نیز ارشاد ہے:

{كَذَّبَ أَصْحَابُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِينَ إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُونَ} (الشعراء:176،177)

(جھٹلایا بن کے رہنے والوں نے پیغام لانے والوں کو جب کہا ان کو شعیب نے کیا تم ڈرتے نہیں)

جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کا نبی وپیغمبر ہونا اظہر من الشمس ہے۔

استدلال کا خلاصہ:

یعنی جس طرح یہ ممکن بلکہ ایک امر واقع ہے کہ استثنائی صورتوں کے علاوہ گذشتہ انبیاء کی بعثت کسی ایک محدود علاقے

اور مخصوص قوم کے ساتھ مختص ہوتی تھی، جیسا کہ اس حدیث شریف سے اس کی تائید ہوتی ہے:

أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي... وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً " (52)

(مجھے پانچ خصوصیتوں سے نوازا گیا، جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔۔۔ مجھ سے پہلے نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا، جبکہ میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں)

تو اس طرح یہ بھی ممکن ہے کہ گذشتہ تمام انبیاء کی نبوت وبعثت ایک زمانے کے لوگوں کے ساتھ مختص ہو، اور دوسرے زمانے کے لوگوں پر اس شریعت کی پیروی لازم نہ ہو، بلکہ اس کے لیے دوسرے نبی کو مبعوث کیا گیا ہو، اور اس سے کوئی خرابی لازم نہ آئے۔ بالفاظ دیگر جب اختصاص النبوۃ بالمکان دون مکان ممکن بلکہ واقع ہے، تو اختصاص النبوۃ والشریعۃ بالزمان دون زمان بھی ممکن ہو، اور اس میں کوئی قباحت وخرابی نہ ہو۔ کشف الاسرار کی عبارت ملاحظہ ہو:

فَإِذَا ثَبَتَ أَنَّهُ قَدْ كَانَ فِي الْمُرْسَلِينَ مَنْ يَكُونُ وُجُوبُ الْعَمَلِ بِشَرِيعَتِهِ عَلَى أَهْلِ مَكَانٍ دُونَ أَهْلِ مَكَانٍ آخَرَ، وَإِنْ كَانَ ذَلِكَ مَرْضِيًّا عِنْدَ اللهِ تَعَالَى عَلِمْنَا أَنَّهُ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ وُجُوبُ الْعَمَلِ بِهَا عَلَى أَهْلِ زَمَانٍ دُونَ أَهْلِ زَمَانٍ آخَرَ وَأَنَّ ذَلِكَ الشَّرْعَ يَكُونُ مُنْتَهِيًا بِبَعْثِ نَبِيٍّ آخَرَ فَقَدْ كَانَ يَجُوزُ اجْتِمَاعُ النَّبِيَّيْنِ فِي ذَلِكَ الْوَقْتِ فِي مَكَانَيْنِ عَلَى أَنْ يَدْعُوَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا إِلَى شَرِيعَتِهِ فَعَرَفْنَا أَنَّهُ يَجُوزُ مِثْلُ ذَلِكَ فِي زَمَانَيْنِ وَأَنَّ الْمَبْعُوثَ آخِرًا يَدْعُو إِلَى الْعَمَلِ بِشَرِيعَتِهِ وَيَأْمُرُ النَّاسَ بِاتِّبَاعِهِ وَلَا يَدْعُو إِلَى الْعَمَلِ بِشَرِيعَةِ مَنْ قَبْلَهُ. (53)

(جب یہ بات ثابت ہوئی کہ انبیاء کرام میں سے ایسے رسول گزرے ہیں جن کی شریعت پر عمل کرنا ایک علاقے کے لوگوں پر واجب تھا، دوسرے علاقے کے لوگوں پر نہیں، اور اگر یہ اللہ تعالی کے نزدیک پسندیدہ تھا، تو اس سے ہم جان گئے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی شریعت پر عمل کرنے کا وجوب ایک زمانے کے لوگوں پر ہو، دوسرے زمانے کے لوگوں پر نہیں۔ اور یہ کہ وہ شریعت دوسرے نبی کی بعثت کے ساتھ اختتام پذیر ہو، پس تحقیق یہ بھی ممکن ہے کہ اس ایک زمانے میں دو نبی دو مختلف علاقوں میں بیک وقت اس طرح نبی ہوں، کہ ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی شریعت کی طرف لوگوں کو دعوت دیں۔ تو اس سے یہ بھی معلوم ہوا، کہ ایسا دو زمانوں میں بھی ممکن ہے اور یہ کہ بعد والے زمانے میں مبعوث پیغمبر اپنی ہی شریعت کی طرف لوگوں کو دعوت دے اور اس کی پیروی کا حکم دے، اور اپنے سے پہلے والی شریعت پر عمل کرنے کی دعوت نہ دے)

جبکہ خاتم الانبیاء ﷺ کی بعثت ونبوت قیامت تک آنے والے تمام زمانوں اور روئے زمین پر آباد ہر خطے کے تمام لوگوں، بالفاظ دیگر تمام انسانیت کے لیے ہے، کسی خاص قوم کے لیے نہیں، جیسا کہ قرآن مجید بھی ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعاً﴾ (الاعراف:158)

(تو کہہ اے لوگوں میں رسول ہوں اللہ کا تم سب کی طرف)

اختصاصی شرائع سے استثنائی صورت:

کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک نبی کو دوسرے نبی کا تابع بنا کر مبعوث کیا گیا، صاحب کشف الاسرار رقمطراز ہیں:

إِلَّا أَنْ يَكُونَ أَحَدُ الرَّسُولَيْنِ تَبَعًا لِلْآخَرِ فَحِينَئِذٍ لَا يَثْبُتُ الْخُصُوصُ. وَكَانَ التَّبَعُ دَاعِيًا إِلَى شَرَائِعِ الْأَصْلِ كَإِبْرَاهِيمَ وَلُوطٍ. فَإِنَّ لُوطًا وَإِنْ كَانَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ كَانَ تَبَعًا لِإِبْرَاهِيمَ -عَلَيْهِمَا السَّلَامُ- وَدَاعِيًا إِلَى شَرِيعَتِهِ...وَكَذَلِكَ هَارُونُ كَانَ تَابِعًا لِمُوسَى -عَلَيْهِمَا السَّلَامُ- فِي الشَّرِيعَةِ وَرِدْءًا لَهُ كَمَا أَخْبَرَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ...(54)

عبارت مذکورہ کا حاصل یہ ہے کہ اصولی طور پر تو ہر نبی کی اپنی خاص شریعت ہوا کرتی تھی جو اس نبی کے ساتھ مختص ہوتی تھی، لیکن ایسی مثالیں بھی ہیں کہ کسی نبی کو الگ کوئی شریعت نہیں دی گئی، بلکہ اس زمانے میں موجود کسی اور رسول کی پیروی کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کے لیے ان کو مبعوث کیا گیا۔ قرآن مجید میں اس نوع کے دو واقعات صراحتاً مذکور ہیں، ایک حضرت لوط علیہ السلام کا، جن کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کا پیروکار بنایا گیا ہے، اور دوسرے حضرت ہارون علیہ السلام کا، جو بدعاء سیدنا موسیٰ علیہ السلام ان کے معاون اور پیروکار تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام کا تذکرہ حسب ذیل ارشاد خداوندی میں ہے:

{فَآمَنَ لَهُ لُوطٌ وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلَى رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ} (العنکبوت: 26)

(پھر مان لیا اس کو لوط نے اور وہ بولا میں تو وطن چھوڑتا ہوں اپنے رب کی طرف بیشک وہ ہی ہے زبردست حکمت والا)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسر ابو سعود رقمطراز ہیں:

{فآمن لَهُ لُوطٌ} أي صدّقه في جميع مقالاته لا في نُبُوته وما دعا إليه من التّوحيد فقط فإنّه كان منزّهاً عن الكُفر. (55)

({فآمن} پھر مان لیا اس کو لوط نے، یعنی لوط علیہ السلام نے ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق کی تمام احکام میں، صرف ان کی نبوت اور توحید، جس کی طرف ابراہیم علیہ السلام نے دعوت دی تھی، میں نہیں، اس لیے کہ لوط علیہ السلام کفر سے منزہ تھے)

حضرت ہارون علیہ السلام کا تذکرہ اس آیت کریمہ میں ہے:

{فَأَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْءًا يُصَدِّقُنِي} (القصص: 34)

(سو اس کو بھیج میرے ساتھ مدد کو کہ میری تصدیق کرے)

{وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي. هَارُونَ أَخِي} (طٰہٰ: 29-30)

(اور دے مجھ کو ایک کام بٹانے والا میرے گھر کا، ہارون میرا بھائی)

دوسرے مسلک کی مرجوحیت:

یہ استثناء درحقیقت دوسرے مسلک کے اثبات کے لیے تیسری دلیل یعنی اختصاص شرائع سے استدلال، پر وارد ہونے والے اس اشکال کا جواب ہے، کہ جب شرائع میں اصل تخصیص ہے کہ ہر علاقے اور ہر زمانے کے لیے الگ نبوت و الگ شریعت ہو، تو لوط علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی نبوتیں اور شریعتیں تو اختصاصی نہیں ہیں، بلکہ بنص قرآن دوسرے انبیاء کی تابع تھیں، تو یہ کہنا کس

طرح صحیح ہوا، کہ شرائع میں اصل اختصاص ہے؟! جواب کا حاصل یہ ہے کہ ان دونوں انبیاء کا معاملہ استثنائی ہے۔ لیکن یہ استثناء خود اس بات کی دلیل ہے، کہ اختصاصی شرائع کا نظریہ نصوص کے خلاف ہے۔ اس سے دوسرے ملک اور اس کے استدلالات کا جواب سمجھنا چاہیے۔

تیسرے مسلک کی وضاحت اور دلائل کا بیان

"شرائع سابقہ میں سے غیر ثابت النسخ تمام احکام پر مطلقاً عمل کرنا لازم ہے، لیکن شریعت محمدیہ کے احکام کی حیثیت سے"
یعنی شرائع سابقہ کا جو بھی حکم ہم تک پہنچے، خواہ کسی دلیل قطعی کے ساتھ پہنچے، جیسے قرآن وحدیث میں آئے، یا دلیل غیر قطعی کے ساتھ، جیسے اہل کتاب نے نقل کیا ہو، یا کسی مسلمان نے شرائع سابقہ کی کتب سے اس کو حکم شرعی سمجھا ہو، اور اس کا منسوخ ہونا ثابت نہ ہو، تو ہمارے اوپر اس کی اتباع لازم ہے، لیکن اس حیثیت سے کہ وہ ہماری شریعت کا حکم ہے نہ کہ شرائع سابقہ کا۔ عبارات ملاحظہ ہوں:

وَقَالَ بَعضهم: شرائع من قبلنا يلزمنا الْعَمَل بِهِ على أَن ذَلِك شَرِيعَة لنبينا عَلَيْهِ السَّلَام فِيمَا لم يظْهر دَلِيل النّسخ فِيهِ وَلَا يفصلون بَين مَا يصير مَعْلُوما من شرائع من قبلنَا بِنَقْل أهل الْكتاب أَو بِرِوَايَة الْمُسلمين عَمَّا فِي أَيْديهم من الْكتاب وَبَين مَا ثَبت من ذَلِك بِبَيَان فِي الْقُرْآن أَو السّنة.(۵۵)

(بعض نے کہا: ہم (امت محمدیہ) پر لازم ہے کہ شرائع سابقہ میں سے صرف ان احکام پر شریعت محمدیہ کی حیثیت سے عمل کریں جن کے بارے میں نسخ کی دلیل ظاہر نہ ہو۔ یہ حضرات یہ فرق روا نہیں رکھتے، کہ ان احکام کا شرائع سابقہ میں سے ہونا اہل کتاب کے نقل سے ثابت ہو یا مسلمانوں کے پاس موجود کتاب میں سے روایت کرنے سے، اور یا پھر قرآن وسنت کے بیان سے)

تیسرے مسلک کا محوری نقطہ

تیسرے مسلک میں بنیادی اور اہم نقطہ یہ ہے کہ شرائع من قبلنا احکام کی پیروی کے لزوم کے لئے اس بات کی ضرورت نہیں، کہ دلیل قطعی سے ان احکام کا شرائع سابقہ میں سے ہونا ثابت ہو جائے ثبوت کی ضرورت نہیں، بلکہ اہل کتاب کی نقل یا پھر محض کتاب مقدس اور بائبل میں اس حکم کا موجود ہونا کافی ہے۔ گویا اس بات کو کافی ثبوت سمجھا گیا کہ کوئی کتابی کہدے کہ فلاں حکم ہماری شریعت کا حکم ہے، یا پھر کوئی بھی کہدے کہ فلاں حکم کتاب مقدس (تورات وانجیل) میں موجود ہے۔ اس کا معنی یہ ہوا کہ سارا دارومدار کتابی اور کتاب مقدس پر ہوا۔

تیسرے مسلک کی مرجوحیت:

یہی بات اس مسلک کے باطل ہونے کے لیے کافی ہے، اس لیے کہ نہ تو کوئی کتابی دین کی باتوں میں معتبر راوی ہے اور نہ کتاب مقدس کے احکام کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔ اس لیے کہ دینیات میں راوی کے عادل، ثقہ اور معتبر ہونے کے لیے پہلی شرط اسلام ہے اور رسالت محمدیہ سے انکار کی بنیاد پر اہل کتاب میں یہ شرط نہیں پائی جاتی۔ جبکہ کتاب مقدس کے احکام کی تصدیق

وتکذیب دونوں سے صراحتہ حدیث میں روکا گیا ہے، اس لئے کہ بنص قرآنی یہ کتابیں محرف ہیں۔ ان دونوں باتوں کی تفصیل حسب ذیل سطور میں ملاحظہ ہو:

راوی کے لیے اسلام کی شرط:

ابن الصلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ جَمَاهِيرُ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ وَالْفِقْهِ عَلَى: أَنَّهُ يُشْتَرَطُ فِيمَنْ يُحْتَجُّ بِرِوَايَتِهِ أَنْ يَكُونَ عَدْلًا، ضَابِطًا لِمَا يَرْوِيهِ، وَتَفْصِيلُهُ أَنْ يَكُونَ مُسْلِمًا، بَالِغًا، عَاقِلًا، سَالِمًا مِنْ أَسْبَابِ الْفِسْقِ وَخَوَارِمِ الْمُرُوءَةِ، مُتَيَقِّظًا غَيْرَ مُغَفَّلٍ، حَافِظًا إِنْ حَدَّثَ مِنْ حِفْظِهِ، ضَابِطًا لِكِتَابِهِ.(6)

(جمہور ائمہ حدیث اور ائمہ فقہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس شخص کی روایت حجت ہوگی، اس کے لیے شرط ہے کہ وہ عادل اور ضابط ہو۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ مسلمان، بالغ اور عاقل ہو، فسق اور خلاف مروّت امور سے محفوظ ہو)

اہل کتاب کا کفر:

قرآن وسنت کی نصوص کی رو سے اہل کتاب کا کفر اقوی البدیہیات میں سے ہے، چند نصوص ملاحظہ ہوں:

پہلی آیت:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (المائدہ:17)

(بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا، تو کہہ دے پھر کس کا بس چل سکتا ہے اللہ کے آگے اگر وہ چاہے کہ ہلاک کرے مسیح مریم کے بیٹے کو اور اس کی ماں کو اور جتنے لوگ ہیں زمین میں سب)

دوسری آیت:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ (المائدہ:72)

(بیشک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا اور مسیح نے کہا ہے کہ اے بنی اسرائیل بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا بیشک جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا سو حرام کی اللہ نے اس پر جنت اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کوئی نہیں گناہ گاروں کی مدد کرنے والا)

تیسری آیت:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ (المائدہ:73)

(بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ ہے تین میں کا ایک ف ۲ حالانکہ کوئی معبود نہیں بجز ایک معبود کے اور اگر نہ باز آویں گے اس بات سے کہ کہتے ہیں تو بیشک پہنچے گا ان میں سے کفر پر قائم رہنے والوں کو عذاب دردناک)

کتاب مقدس کی تصدیق وتکذیب:

کتاب مقدس کے اندر موجود احکام کے رد وقبول کے بارے میں حدیث نبوی کی نص سے یہ اصول ثابت ہے کہ ان کی نہ تو تصدیق کی جائے اور نہ تکذیب، اس لیے کہ ان کتب کا محرف ہونا مسلمات شرعیہ میں سے ہے، تصدیق میں تو یہ خطرہ ہے، کہ غیر حکم شرعی کو حکم شرعی نہ سمجھا جائے، جبکہ تکذیب میں یہ اندیشہ ہے کہ کہیں حکم شرعی کی تکذیب نہ ہو جائے، اس لئے کہ یہ کتابیں بہر حال آسمانی کتابیں ہیں، حدیث مبارک کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: "لَا تَسْأَلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ، فَإِنَّهُمْ لَنْ يَهْدُوكُمْ وَقَدْ ضَلُّوا، فَإِنَّكُمْ إِمَّا أَنْ تُصَدِّقُوا بِبَاطِلٍ، أَوْ تُكَذِّبُوا بِحَقٍّ، فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ، مَا حَلَّ لَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي"

(جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں نہ پوچھو وہ تمہارے راہنمائی نہیں کر سکتے جبکہ وہ گمراہ کر چکے ہیں)

کتب سابقہ میں تحریف کا ثبوت:

متذکرہ بالا عبارت میں بتایا گیا، کہ دلیل قطعی سے ثابت ہے کہ اہل کتاب نے اپنی آسمانی کتابوں میں تحریف کی ہے۔ اس دعوی کے دلائل حسب ذیل آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ ہیں:۔

(1) پہلی دلیل، آیت قرآنیہ:

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِه (النساء:46)

(بعضے لوگ یہودی پھیرتے ہیں بات کو اس کے ٹھکانے سے)

(2) دوسری دلیل، آیت قرآنیہ:

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِه (المائدۃ:۱۳)

(پھیرتے ہیں کلام کو اس کے ٹھکانے سے)

(3) تیسری دلیل، آیت قرآنیہ:

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِه يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا (المائدۃ:41)

(بدل ڈالتے ہیں بات کو اس کا ٹھکانا چھوڑ کر، کہتے ہیں اگر تم کو یہ حکم ملے تو قبول کر لینا اور اگر یہ حکم نہ ملے تو بچتے رہنا)

(4) چوتھی دلیل، حدیث نبوی:

عن ابن عباس رضی الله عنه...وقد حدثکم الله أن أهل الکتاب بدلوا ما کتب الله وغيروا بأيديهم الکتاب(58)

(اللہ نے تمہیں بتایا ہے کہ اہل کتاب نے اللہ کے لکھے ہوئے کو تبدیل کر دیا ہے، اور اپنے ہاتھوں سے کتاب اپنی میں

تبدیلیاں کی ہیں)

ان دلائل قطعیہ صریحہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اہل کتاب نے آسمانی کتابوں میں تحریف کی ہے، اس لیے شرعی عقاید واعمال کے حوالے سے ان کا قول معتبر نہیں، اور ان سے اس سلسلے میں پوچھنا بھی نہیں چاہیے۔

اہل کتاب سے سوالات کرنے کی ممانعت

ان نصوص کی روشنی میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب قول النبی ۔۔۔ »لا تسألوا أہل الکتاب عن شیء« میں اس مضمون کو ثابت فرمایا ہے کہ شرائع سے متعلق امور میں اہل کتاب کی باتیں غیر معتبر ہیں، اس لیے کہ وہ اپنی کتابوں میں تحریف اور تبدیلی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ بنابریں! مسلمان نہ تو ان سے شرائع کے متعلق سوال کریں اور نہ ان کی باتوں کی تصدیق کریں، البتہ تکذیب بھی نہ کریں، اس لیے کہ ان کی باتوں میں سچ کا احتمال بہرحال برقرار ہے تو مسلمان کہیں غیر شعوری طور پر سچی باتوں کی تکذیب کے مرتکب نہ ہو جائیں۔ اہل کتاب سے سوال کی ممانعت حسب ذیل احادیث میں ملاحظہ ہو:

(الف)۔ پہلی حدیث:

عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: " كَيْفَ تَسْأَلُونَ أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ وَكِتَابُكُمُ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْدَثُ، تَقْرَءُونَهُ مَحْضًا لَمْ يُشَبْ، وَقَدْ حَدَّثَكُمْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ بَدَّلُوا كِتَابَ اللّٰهِ وَغَيَّرُوهُ، وَكَتَبُوا بِأَيْدِيهِمُ الْكِتَابَ، وَقَالُوا: هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا، أَلَا يَنْهَاكُمْ مَا جَاءَكُمْ مِنَ الْعِلْمِ عَنْ مَسْأَلَتِهِمْ، لَا وَاللّٰهِ مَا رَأَيْنَا مِنْهُمْ رَجُلًا يَسْأَلُكُمْ عَنِ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَيْكُمْ "(58)

(عبید اللہ بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم اہل کتاب سے کیونکر پوچھتے ہو؟! حالانکہ تمہاری کتاب، جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی ہے، (باعتبار نزول) نئی ہے۔ تم اس کو خالص پڑھتے ہو، پرانی نہیں ہوئی۔ تحقیق تم کو بتلایا ہے کہ اہل کتاب نے اللہ کی کتاب کو تبدیل کر ڈالا ہے، اور اس میں تغییر کی ہے، اور اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھی ہے اور کہنے لگے: یہی اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے ذریعے لے لے مول تھوڑا سا کیا تمہارے پاس آنے والے علم (دلیل) نے تمہیں ان سے پوچھنے سے منع نہیں کیا؟ نہیں، بخدا! ہم نے ان میں سے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو تم سے تمہارے اوپر نازل ہونے والی کتاب کے بارے میں پوچھتا ہو)

(ب)۔ دوسری حدیث:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَسْأَلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ، فَإِنَّهُمْ لَنْ يَهْدُوكُمْ، وَقَدْ ضَلُّوا، فَإِنَّكُمْ إِمَّا أَنْ تُصَدِّقُوا بِبَاطِلٍ، أَوْ تُكَذِّبُوا بِحَقٍّ، فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ مَا حَلَّ لَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي "(60)

(جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں نہ

پوچھو وہ تمہارے راہنمائی نہیں کر سکتے جبکہ وہ گمراہ کر چکے ہیں)

(ج)۔تیسری حدیث:

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ: بَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَسْأَلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ، فَإِنَّهُمْ لَنْ يَهْدُوكُمْ، وَقَدْ أَضَلُّوا أَنْفُسَهُمْ" قَالَ: قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَفَنُحَدِّثُ عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، قَالَ: "حَدِّثُوا وَلَا حَرَجَ"(61)

(زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت ہے فرمایا: مجھے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے فرمایا: اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں مت پوچھو اس لیے کہ وہ تمہاری راہنمائی نہیں کر سکتے جبکہ وہ اپنے آپ کو گمراہ کر چکے ہیں۔ہم نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم ان کی بات کو نقل کریں؟ فرمایا: نقل کرو، اس میں کوئی حرج نہیں)

(د)۔چوتھی حدیث:

قَالَ عَبْدُ اللهِ: "لَا تَسْأَلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ، فَإِنَّهُمْ لَنْ يَهْدُوكُمْ، وَقَدْ ضَلُّوا، فَتُكَذِّبُوا بِحَقٍّ، وَتُصَدِّقُوا الْبَاطِلَ، وَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا فِي قَلْبِهِ تَالِيَةٌ تَدْعُوهُ إِلَى اللهِ وَكِتَابِهِ كَتَالِيَةِ الْمَالِ". وَالتَّالِيَةُ: الْبَقِيَّةُ. قَالَ الثَّوْرِيُّ: وَزَادَ مَعْنٌ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: "إِنْ كُنْتُمْ سَائِلِيهِمْ لَا مَحَالَةَ فَانْظُرُوا مَا وَاطَأَ كِتَابَ اللهِ فَخُذُوهُ، وَمَا خَالَفَ كِتَابَ اللهِ فَدَعُوهُ"(62)

(حضرت عبداللہ نے فرمایا: اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں مت پوچھو اس لیے کہ وہ تمہاری راہنمائی نہیں کر سکتے جبکہ وہ اپنے آپ کو گمراہ کر چکے ہیں، نتیجتاً تم حق کی تکذیب اور باطل کی تصدیق کر بیٹھو۔اہل کتاب میں سے کوئی نہیں مگر یہ کہ اس کے دل میں ایسی بات (تالیہ) ہے، جو اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب کی طرف بلاتا ہے۔مال کی تالیہ کی طرح (تالیہ کا معنی ہے بقیہ)۔ ثوری نے اسی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ سے نقل کیا۔فرمایا: اگر پوچھنا ہی ہے، تو دیکھو جو احکام کتاب اللہ کے موافق ہوں، ان کو لو، اور جو کتاب اللہ کے خلاف ہوں، ان کو ترک کر دو)

(ہ)۔پانچویں حدیث:

عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مَرَّ بِرَجُلٍ يَقْرَأُ كِتَابًا سَمِعَهُ سَاعَةً، فَاسْتَحْسَنَهُ فَقَالَ لِلرَّجُلِ: أَتَكْتُبُ مِنْ هَذَا الْكِتَابِ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَاشْتَرَى أَدِيمًا لِنَفْسِهِ، ثُمَّ جَاءَ بِهِ إِلَيْهِ فَنَسَخَهُ فِي بَطْنِهِ وَظَهْرِهِ، ثُمَّ أَتَى بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلَ يَقْرَؤُهُ عَلَيْهِ، وَجَعَلَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَلَوَّنُ، فَضَرَبَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ بِيَدِهِ الْكِتَابَ، وَقَالَ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ، أَلَا تَرَى إِلَى وَجْهِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ الْيَوْمِ وَأَنْتَ تَقْرَأُ هَذَا الْكِتَابَ؟ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَلِكَ: "إِنَّمَا بُعِثْتُ فَاتِحًا وَخَاتِمًا، وَأُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَفَوَاتِحَهُ، وَاخْتُصِرَ لِي الْحَدِيثُ اخْتِصَارًا، فَلَا يُهْلِكَنَّكُمْ

الْمُتَهَوِّكُونَ"(63)

(ابوقلابہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک آدمی کے پاس گزرے وہ کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔ حضرت عمر نے کچھ دیر اس کو سنا اور اس کو اچھا جانا۔ اس آدمی سے کہا: کیا آپ اس کتاب میں سے نقل کر سکتے ہیں؟ اس نے کہا: جی، ہاں! حضرت عمر نے چمڑے کا ایک ٹکڑا خریدا پھر اس شخص کے پاس لے آئے، اس نے دونوں جانب اس پر لکھا۔ حضرت عمر اس تحریر کو آپ ﷺ کی خدمت میں لے آیا اور پڑھنے لگے۔ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ پیلا ہو رہا تھا۔ ایک انصاری صحابی نے اس مکتوب پر ہاتھ مارا اور کہا: تیری ماں تجھے روئے، اے ابن الخطاب! کیا تم آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کو نہیں دیکھ رہے ہو جب آپ یہ لکھا ہوا پڑھ رہے ہو۔ اس وقت آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے جوامع الکلم اور فواتح سے نوازا گیا ہے، بات کو میرے لیے انتہائی مختصر کی گئی ہے، پس حیران لوگ تمہیں ہلاک نہ کریں)

(و)۔ چھٹی حدیث:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: جَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنِّي مَرَرْتُ بِأَخٍ لِي مِنْ قُرَيْظَةَ، وَكَتَبَ لِي جَوَامِعَ مِنَ التَّوْرَاةِ، أَفَلَا أَعْرِضُهَا عَلَيْكَ؛ قَالَ: فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: فَقُلْتُ: مَسَخَ اللّٰهُ عَقْلَكَ، أَلَا تَرَى مَا بِوَجْهِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ فَقَالَ عُمَرُ: رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا قَالَ: فَسُرِّيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ثُمَّ قَالَ: "وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَوْ أَصْبَحَ فِيكُمْ مُوسَى ثُمَّ اتَّبَعْتُمُوهُ وَتَرَكْتُمُونِي لَضَلَلْتُمْ، أَنْتُمْ حَظِّي مِنَ الْأُمَمِ، وَأَنَا حَظُّكُمْ مِنَ النَّبِيِّينَ"(64)

(عبداللہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ ﷺ! بنو قریظہ کے ایک بھائی کے پاس سے میرا گزر ہوا، اس نے تورات میں سے چند جامع قسم کی باتیں لکھیں، میں ان باتوں کو آپ کے سامنے نہ پیش نہ کروں؟!۔ رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہوا۔ عبداللہ کہتے ہیں، میں نے کہا: اللہ تیری عقل کا ستیاناس کرے، کیا آپ رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر ناراضگی کے آثار نہیں دیکھ رہے ہیں؟! حضرت عمر نے کہا: میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر خوش اور راضی ہوں۔ فرمایا: اس سے آپ کو خوشی ہوئی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے! اگر موسیٰ علیہ السلام بھی تمہارے درمیان آ جائیں پھر تم لوگ ان کی پیروی کرو گے اور مجھے چھوڑ دو گے، تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ تم تمام امتوں میں سے میرے حصے کے ہوں اور میں تمام انبیاء میں سے تمہارے حصے کا ہوں)

(ز)۔ ساتویں حدیث:

عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَنَّ حَفْصَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكِتَابٍ مِنْ قَصَصِ يُوسُفَ فِي كَتِفٍ فَجَعَلَتْ تَقْرَأُ عَلَيْهِ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَلَوَّنُ وَجْهُهُ، فَقَالَ:

"وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَتَاكُمْ يُوسُفُ وَأَنَا فِيكُمْ فَاتَّبَعْتُمُوهُ وَتَرَكْتُمُونِي لَضَلَلْتُمْ" (65)

(زہری سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں یوسف علیہ السلام کے قصے پر مشتمل ہڈی پر لکھی ہوئی ایک تحریر لے آئی، اور آپ کے سامنے پڑھنے لگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ تبدیل ہونے لگا۔ آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر یوسف علیہ السلام میری موجودگی میں تمہارے پاس آئیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرو تو گمراہ ہو جاؤ گے)

احادیث مبارکہ سے مستنبط فوائد:

ان احادیث سے حسب ذیل امور ثابت ہوئے:

1۔ مسلمانوں کو اہل کتاب سے دین کی باتوں کے بارے میں نہیں پوچھنا چاہیے۔

۲۔ قرآن مجید آخری نازل ہونے والی کتاب ہے جس کی تعلیمات محکم، محفوظ اور تا قیامت قابل عمل ہیں۔

۳۔ اہل کتاب نے اللہ کی کتابوں میں تحریف اور تبدیلی کی، اور اپنی طرف سے بعض چیزیں شامل کی ہیں۔

۴۔ اہل کتاب گمراہ ہو چکے ہیں، اس لیے مسلمانوں کو ان سے ہرگز راہنمائی نہیں مل سکتی۔

۵۔ دین کے متعلق اہل کتاب کی باتیں یقینی طور پر درست نہیں، تاہم ان میں درست ہونے کا احتمال ہے۔

۶۔ اہل کتاب کی کتابوں میں مذکور باتوں کی نہ تکذیب کرنی چاہیے اور نہ تصدیق۔

۷۔ اہل کتاب کی جو باتیں قرآن مجید کی تعلیمات سے متصادم ہیں، ان کو رد کرنا ضروری ہے، اور جو قرآنی تعلیمات سے متصادم نہیں ان کو قبول کیا جا سکتا ہے۔

۸۔ قرآن مجید کی موجودگی میں اہل کتاب کی کتابوں کو دینی راہنمائی حاصل کرنے کے لیے پڑھنا غیر مستحسن ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر شدید ناگواری کا اظہار کیا ہے۔

۹۔ آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم (خاتم النبیین) کی بعثت کے بعد آپ ہی کی لائی ہوئی شریعت کی پیروی لازم ہے۔

10۔ اگر سابقہ پیغمبروں میں سے بھی کوئی پیغمبر دنیا میں تشریف لائیں گے تو وہ اپنی شریعت کی پیروی نہیں کریں گے بلکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی پیروی کے پابند ہوں گے۔

خلاصہ یہ ہوا، کہ شرائع من قبلنا کا کوئی اگر دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو، مثلاً: اہل کتاب نے نقل کیا ہو، یا کسی مسلمان نے شرائع سابقہ کی کتب سے اسکو حکم شرعی سمجھا ہو، تو ایسے احکام کی اتباع ہمارے اوپر لازم اور ضروری نہیں، اس لیے کہ ان کے ہاں موجود کتابیں (کتاب مقدس یا بائبل) کا محرف ومبدل ہونا دلیل قطعی سے ثابت ہے، اس لیے اس حکم کا احکام محرفہ مبدلہ میں سے ہونے کا ہر وقت احتمال رہے گا، گویا اس کا حکم شرعی ہونا ثابت نہیں، اور غیر حکم شرعی ہونے کا احتمال دلیل سے ثابت ہے، بلکہ اگر اہل کتاب میں سے کوئی مشرف باسلام ہو جائے، تو بھی اس کا یہ کہنا کافی نہیں ہوگا، کہ فلاں حکم ہماری شریعت کا حکم ہے، اس لیے کہ اس کے معلومات کی بنیاد اس کی سابقہ شریعت کی کتاب یا انکے مسلمات ہیں، اور یہ دونوں امور ہمارے لیے حجت شرعی نہیں، ہمارے

لیے حجت شرعی ہماری کتاب اور ہمارے نبی کی سنت ہے۔صاحب کشف الاسرار کے الفاظ ملاحظہ ہوں:۔

فَأَمَّا مَا عُلِمَ بِنَقْلِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَوْ بِفَهْمِ الْمُسْلِمِينَ مِنْ كُتُبِهِمْ. فَإِنَّهُ لَا يَجِبُ اتِّبَاعُهُ لِقِيَامِ دَلِيلٍ مُوجِبٍ لِلْعِلْمِ عَلَى أَنَّهُمْ حَرَّفُوا الْكُتُبَ فَلَا يُعْتَبَرُ نَقْلُهُمْ فِي ذَلِكَ وَلَا فَهْمُ الْمُسْلِمِينَ ذَلِكَ مِمَّا فِي أَيْدِيهِمْ مِنَ الْكُتُبِ لِتَوَهُّمِ أَنَّ الْمَنْقُولَ أَوْ الْمَفْهُومَ مِنْ جُمْلَةِ مَا حَرَّفُوا وَبَدَّلُوا. وَكَذَا لَا يُعْتَبَرُ قَوْلُ مَنْ أَسْلَمَ مِنْهُمْ فِيهِ، لِأَنَّهُ إِنَّمَا عَرَفَ ذَلِكَ بِظَاهِرِ الْكِتَابِ أَوْ بِقَوْلِ جَمَاعَتِهِمْ وَلَا حُجَّةَ فِي ذَلِكَ لِمَا قُلْنَا (66)

(اور جن احکام کا اہل کتاب کے ذریعے شرائع سابقہ میں سے ہونا ثابت ہو، یا مسلمانوں نے ان کی کتابوں سے اس کو سمجھا ہو، تو ایسے احکام کی پیروی واجب نہیں، اس لئے کہ دلیل قطعی سے ثابت ہے، کہ انہوں نے کتابوں میں تحریف کی ہے، بنابریں! ان کا نقل کرنا معتبر نہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کا ان کے ہاتھوں میں موجود کتابوں سے کسی حکم کو سمجھنا اور اس کو نقل کرنا بھی معتبر نہیں، اس لئے کہ یہ احتمال موجود ہے، کہ ان کا سمجھا ہوا اور نقل کیا ہوا حکم منجملہ محرف ومبدل احکام میں سے ہو۔ اسی طرح اہل کتاب میں سے اسلام قبول کرنے والوں کے قول کا بھی اعتبار نہیں اس لئے کہ ان کے قول کی بنیاد ظاہر کتاب ہوگی، یا پھر اہل کتاب کی جماعت کا قول، اور وہ ہمارے لئے حجت نہیں)

حاصل کلام یہ ہوا، کہ تیسرا مسلک بھی مرجوح ہے۔

چوتھا مسلک، وضاحت ودلائل:

"ثبوت شرعی کی بنیاد پر اپنے نبی کی شریعت کی حیثیت سے اتباع لازم ہے"

تیسرا اور چوتھا مسلک ایک حیثیت سے مشترک ہیں اور ایک حیثیت سے مختلف۔ اشتراک اس حیثیت سے ہے کہ شرائع من قبلنا کی پیروی ہم پر واجب ہے، لیکن اس حیثیت سے، کہ وہ ہمارے نبی کی شریعت بن گئی ہے۔ فرق اس حوالے سے ہے، کہ تیسرے مسلک کے مطابق شرائع من قبلنا ہمارے لیے مطلقاً واجب التعمیل ہے، کسی بھی ذریعے سے معلوم ہو جائے، کہ یہ حکم پچھلی شریعتوں کا ہے ہم اس کی پیروی کے پابند ہے الا یہ کہ وہ حکم منسوخ ہو جائے۔ جبکہ چوتھے مسلک کے مطابق ہم اس وقت اس کی پیروی کے پابند ہیں، جب معتبر شرعی طریقے سے ثابت ہو جائے کہ یہ حکم شرائع سابقہ کا حکم ہے۔

امام غزالی لکھتے ہیں:

وَالصَّحِيحُ عِنْدَنَا أَنَّ مَا قَصَّ اللّٰهُ تَعَالَى مِنْهَا عَلَيْنَا مِنْ غَيْرِ إِنْكَارٍ أَوْ قَصَّهُ رَسُولُ اللّٰهِ۔ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ مِنْ غَيْرِ إِنْكَارٍ فَإِنَّهُ يَلْزَمُنَا عَلَى أَنَّهُ شَرِيعَةُ رَسُولِنَا۔ عَلَيْهِ السَّلَامُ (67)

(ہمارے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو پچھلی شریعت کے احکام انکار کے بغیر ہمارے سامنے بیان فرمائے یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کے بغیر بیان فرمائے، تو ہمارے اوپر اس حیثیت سے اس کی پیروی لازم ہے کہ وہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہے)

بالفاظ دیگر کسی دلیل شرعی (آیت قرآنیہ یا حدیث نبویہ) سے جن احکام کا شرائع سماویہ سابقہ میں سے ہونا ثابت ہو، تو ناسخ

صریح کے ظہور تک اس کی اتباع ہم پر لازم ہوگی، لیکن اس حیثیت سے، کہ وہ ہمارے نبی کی شریعت بن گئی ہے۔ پس جس حکم کا کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ ﷺ سے حکم شرعی ہونا بغیر انکار و بغیر دلیل نسخ کے ثابت ہو جائے تو صرف وہی ہمارے لیے حکم شرعی ہوگا۔ ظاہر ہے کہ جب اس کا حکم شرعی ہونا ہماری کتاب (قرآن مجید) اور ہماری سنت وحدیث پر منحصر ہے، تو ہمارے لیے ہماری ہی شریعت کے ایک حکم ہونے کی حیثیت سے واجب الاتباع اور لازم العمل ہے۔ اور یہی اکثر مشائخ وائمہ احناف کا مسلک ہے، جن میں ابو منصور، قاضی امام ابوزید، شیخین اور اکثر متاخرین کے نام نمایاں ہیں۔

صاحب کشف الاسرار لکھتے ہیں:

ذَهَبَ أَكْثَرُ مَشَايِخِنَا مِنْهُمُ الشَّيْخُ أَبُو مَنْصُورٍ وَالْقَاضِي الْإِمَامُ أَبُو زَيْدٍ وَالشَّيْخَانِ وَعَامَّةُ الْمُتَأَخِّرِينَ - رَحِمَهُمُ اللّٰهُ - إِلَى أَنَّ مَا ثَبَتَ بِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالَى أَنَّهُ كَانَ مِنْ شَرِيعَةِ مَنْ قَبْلَنَا أَوْ بِبَيَانٍ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَلْزَمُنَا الْعَمَلُ بِهِ عَلَى أَنَّهُ شَرِيعَةُ نَبِيِّنَا مَا لَمْ يَظْهَرْ نَاسِخُهُ.(68)

ہمارے اکثر مشائخ، جن میں ابو منصور، قاضی امام ابوزید، شیخین اور اکثر متاخرین کے نام نمایاں ہیں، نے یہ مذہب اختیار کیا ہے، کہ کتاب اللہ یا سنت رسول ﷺ سے جس حکم کا شرائع سابقہ میں سے ہونا ثابت ہو جائے، تو ناسخ ظاہر ہونے تک اس حیثیت سے اس پر عمل کرنا ہمارے اوپر لازم ہے، کہ وہ ہمارے نبی کی شریعت ہے۔

چوتھے مسلک کے دلائل کا بیان

چوتھا موقف، یعنی:۔

"ثبوت شرعی کی بنیاد پر شرائع سابقہ پر عمل کرنا لازم ہے، لیکن شریعت محمدیہ کی حیثیت سے"

کی بنیاد حسب ذیل آیات کریمہ اور احادیث نبوی ﷺ ہیں:

پہلی دلیل، قرآن مجید سے:

{وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ} (آل عمران:81)

(اور جب لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور علم، پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچ بتادے تمہارے پاس والی کتاب کو تو اس رسول پر ایمان لاؤ گے)

استدلال کا خلاصہ:

اگر اس کا زمانہ پایا تو بذات خود بھی اور نہ پائے تو اپنی امت کو پوری طرح ہدایت و تاکید کر جائے کہ بعد میں آنے والے پیغمبر پر ایمان لا کر اس کی اعانت و نصرت کرنا، کہ یہ وصیت کر جانا بھی اس کی مدد کرنے میں داخل ہے۔ اس عام قاعدہ سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لاتے اور ان کی مدد کرنے کا عہد بلا استثناء تمام انبیاء سابقین سے لیا گیا ہوگا، اور انہوں نے اپنی اپنی امتوں سے یہی قول وقرار لئے ہوں گے۔ حضرت علی و ابن عباس وغیرہ سے منقول ہے، کہ اس قسم

کا عہد انبیاء سے لیا گیا۔(69)

شمس الائمۃ بزدوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: یہ آیت کریمہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ شرائع میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام شریعتوں اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے اصل اور متبوع ہیں اور تمام شرائع واصحاب الشرائع انبیاء کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہیں، وجوب اتباع کی حیثیت سے تمام انبیاء کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بمنزلہ امتی کے ہیں۔ اگلے پچھلے خلائق کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ رأس وقلب کے ہیں، اور سب نے آپ کی پیروی کرنی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حیثیت ثابت ہونے کے بعد آپ کو شرائع سابقہ کی پیروی کا پابند ٹھہرانا اس بات کو مستلزم ہے کہ آپ انبیاء سابقین کے تابع ہوں، متبوع نہ ہوں، آپ ان کی امت کے افراد میں سے ایک فرد اور امتی ہوں وہ آپ کے امتی نہ ہوں، آپ کا مقام ان کے مقام سے کمتر ہو، افضل نہ ہو۔ جبکہ ان باتوں کا کوئی بھی قائل نہیں، اس لیے کہ ان کو صحیح ماننے سے لازم آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو متبوعیت کے اعلیٰ مقام سے تابعیت کے ادنیٰ مقام پر لایا جائے، اور ردائے انسانیت کے مقام بلند سے مدعویت کے فروتر مقام کی طرف لایا جائے جو صحیح اور درست نہیں۔(70)

اشکال:

اس تشریحی وتوضیحی نظریے پر یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ انبیاء سابقین سب کے سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گزرے ہیں، تو بعد میں آنے والے گزرے ہوئے لوگوں کے لیے کیسے اصل اور متبوع بن سکتے ہیں؟

جواب:

کسی کا زمانے کے لحاظ سے پہلے ہونا اس کے تابع ہونے سے مانع نہیں، جس طرح کسی کا زمانے کا لحاظ سے بعد میں ہونا اس کے متبوع ہونے سے مانع نہیں۔ تقدم زمانی کے باوجود تابع بننے کی نظیر نماز ظہر کی سنتیں ہیں، جو فرائض سے پہلے پڑھی جاتی ہیں اور فرائض بعد میں ادا کیے جاتے ہیں، اس کے باوجود سنتیں تابع ہیں، اور فرائض اصل اور متبوع، اس لیے تمام انبیاء کرام علیہم السلام تقدم زمانی کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہیں۔ صاحب کشف الاسرار نے اس نظریے کو محسوس مثال کے ذریعے ایک اور تعبیر اور دوسرے زاویے سے سمجھایا ہے، فرماتے ہیں:

فَإِنَّ الْمَقْصُودَ مِنْ فِطْرَةِ الْخَلْقِ إِدْرَاكُهُمْ سَعَادَةَ الْقُرْبِ مِنَ الْحَضْرَةِ الْإِلٰهِيَّةِ وَلَا يُمْكِنُ ذٰلِكَ إِلَّا بِتَعْرِيفِ الْأَنْبِيَاءِ - عَلَيْهِمُ السَّلَامُ - فَكَانَتِ النُّبُوَّةُ مَقْصُودَةً بِالْإِيجَابِ وَالْمَقْصُودُ كَمَالُهَا لَا أَوَّلُهَا. وَإِنَّمَا يَكْمُلُ بِحَسَبِ سُنَّةِ اللّٰهِ جَلَّ جَلَالُهُ بِالتَّدْرِيجِ فَتَمَهَّدَ أَصْلُ النُّبُوَّةِ بِآدَمَ وَلَمْ يَزَلْ تَنْمُو وَتَكْمُلُ حَتّٰى بَلَغَتِ الْكَمَالَ بِمُحَمَّدٍ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَكَانَ تَمْهِيدُ أَوَائِلِهَا وَسِيلَةً إِلَى الْكَمَالِ كَتَأْسِيسِ الْبِنَاءِ، وَتَمْهِيدُ أُصُولِ الْحِيطَانِ وَسِيلَةً إِلٰى كَمَالِ صُورَةِ الدَّارِ الَّتِي هِيَ غَرَضُ الْمُهَنْدِسِينَ وَلِهٰذَا كَانَ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ. فَإِنَّ الزِّيَادَةَ عَلَى الْكَمَالِ نُقْصَانٌ فَثَبَتَ أَنَّهُ هُوَ الْأَصْلُ فِي النُّبُوَّةِ وَالشَّرِيعَةِ. وَغَيْرُهُ بِمَنْزِلَةِ التَّابِعِ لَهُ (71)

(مخلوق کو پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تقرب حاصل کرنے کی سعادت سے سرفراز ہو جائیں، اور یہ مقام انبیاء کرام کی تعلیمات سے بہرہ ور ہونے کے بغیر ممکن نہیں۔ پس مقصد تخلیق پورا کرنے کے واسطے نبوت بھی مقصود ٹھہری، لیکن محض

نبوت نہیں، بلکہ کمال نبوت، جو سنۃ اللہ اور عادت خداوندی کے مطابق تدریجا کمال تک پہنچی۔ گویا نبوت آدم تمہید تھی، جو مسلسل بڑھتی اور مراحل کمال طے کرتی رہی، یہاں تک کہ نبوت محمدیہ کے ساتھ کمال کے آخری مرتبے تک پہنچ گئی، پس ابتدائی نبوتیں کمال نبوت تک پہنچنے کا وسیلہ اور ذریعہ تھیں، جیسے عمارت کی بنیادیں اور باغ کے اندر درختوں کی جڑیں عمارت اور باغ کی آخری اور کامل ومکمل شکل کے لیے وسیلہ اور ذریعہ ہوتی ہیں، جو انجینئرز اور باغبان کے ذہن میں موجود ہوتی ہے، جس کے بعد کمال کا کوئی درجہ نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کو خاتم النبیین بنایا گیا، اس لیے کہ کمال تک پہنچنے کے بعد اضافہ نقصان سمجھا جاتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ نبوت وشریعت میں آپ ﷺ اصل ہیں، اور دیگر نبوتیں تابع ہیں)

یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی شریعت تمام انسانیت کے لیے ہے، جس پر کئی نصوص دلالت کر رہی ہیں، جو آگے بیان ہوں گی۔

دوسری دلیل، قرآن مجید سے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (السبأ:28)

(اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو سارے لوگوں کے واسطے خوشی اور ڈر سنانے کو لیکن بہت لوگ نہیں سمجھتے)

استدلال کا خلاصہ:

اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ اگلے پچھلے تمام انسانوں کے لیے نبی ہیں اور آپ کی شریعت جس طرح آپ کے بعد آنے والے انسانوں کے لیے واجب الاتباع ہے، اسی طرح آپ سے پہلے گزرنے والوں کے لیے بایں معنی واجب الاتباع ہے، کہ اگر ان میں سے کوئی دنیا میں آئے گا تو شریعت محمدیہ کی پیروی کا پابند ہوگا۔ صاحب کشف الأسرار لکھتے ہیں:

أَنَّهُ مَبْعُوثٌ إِلَى جَمِيعِ النَّاسِ حَتَّى وَجَبَ عَلَى الْمُتَقَدِّمِينَ وَالْمُتَأَخِّرِينَ اتِّبَاعُ شَرِيعَتِهِ فَكَانَ الْكُلُّ تَابِعًا لَهُ.(72)

(آپ ﷺ تمام لوگوں کی طرف مبعوث تھے یہاں تک کہ اگلے پچھلوں سب پر آپ ﷺ کی شریعت کی پیروی واجب تھی، پس سب آپ ﷺ کے تابع تھے)

آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال:

مفسرین عظام آیت کریمہ کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

حافظ ابن کثیر:

يَقُولُ تَعَالَى لِعَبْدِهِ وَرَسُولِهِ مُحَمَّدٍ صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ {وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلا كَافَّةً لِلنَّاسِ} أَيْ: إِلَّا إِلَى جَمِيعِ الْخَلْقِ مِنَ الْمُكَلَّفِينَ. كَقَوْلِهِ تَعَالَى {قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا} (الأعراف 158)، {تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا} (الفرقان: 1) ...قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ فِي قَوْلِهِ: {وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلا كَافَّةً لِلنَّاسِ} يَعْنِي: إِلَى النَّاسِ عَامَّةً. وَقَالَ قَتَادَةُ فِي هَذِهِ الْآيَةِ: أَرْسَلَ

اللّٰہُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ.... عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: إِنَّ اللّٰهَ فَضَّلَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَهْلِ السَّمَاءِ وعلى الأنبياء. قالوا: يا ابن عَبَّاسٍ، فِيمَ فَضَّلَهُ اللّٰهُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ، قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ قَالَ: {وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ}، وَقَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: {وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلا كَافَّةً لِلنَّاسِ}، فَأَرْسَلَهُ اللّٰهُ إِلَى الْجِنِّ وَالْإِنْسِ. وَهَذَا الَّذِي قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ قَدْ ثَبَتَ فِي الصَّحِيحَيْنِ رَفَعهُ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي:... وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً". وَفِي الصَّحِيحِ أَيْضًا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "بُعِثْتُ إِلَى الْأَسْوَدِ وَالْأَحْمَرِ" قَالَ مُجَاهِدٌ. يَعْنِي: الْجِنَّ وَالْإِنْسَ. وَقَالَ غَيْرُهُ: يَعْنِي: الْعَرَبَ وَالْعَجَمَ. وَالْكُلُّ صَحِيحٌ. (73)

(اللہ تعالیٰ اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ سے ارشاد فرماتے ہیں: {وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلا كَافَّةً لِلنَّاسِ} (ہم نے آپ کو مخلوق میں سے تمام مکلفین کی طرف مبعوث فرمایا) جیسے ارشاد فرمایا: {قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا} (الاعراف:158) (تو کہہ اے لوگو! میں رسول ہوں اللہ کا تم سب کی طرف) {تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا} (الفرقان:1) (بڑی برکت ہے اس کی جس نے اتاری فیصلہ کی کتاب اپنے بندہ پر تاکہ رہے جہان والوں کے لیے ڈرانے والا) محمد بن کعب سورہ سبأ کی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: یعنی تمام لوگوں کی طرف۔ قتادہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو عرب وعجم کی طرف مبعوث فرمایا۔۔۔۔ عکرمہ سے روایت ہے، فرمایا: میں نے ابن عباس کو سنا، فرما رہے تھے: اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو آسمان والوں اور انبیاء کرام پر برتری دی۔ شاگردوں نے دریافت کیا: انبیاء پر کس حوالے سے فضیلت دی؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے {وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ} اور نبی کریم ﷺ سے فرمایا: {وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلا كَافَّةً لِلنَّاسِ} پس اللہ نے آپ کو جن وانس کی طرف بھیجا ہے۔ ابن عباس نے جو ارشاد فرمایا: صحیحین میں حضرت جابر کی مرفوع حدیث میں ثابت ہے، فرمایا: رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے پانچ خصوصیتوں سے نوازا گیا جو مجھ سے پہلے انبیاء کرام کو نہیں دی گئیں تھیں۔ ان میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ حدیث صحیح میں بھی فرمایا: مجھے کالے اور گورے کی طرف بھیجا گیا ہے۔ مجاہد نے معنی بیان کیا کہ جن وانس کی طرف۔ بعض نے کہا: عرب وعجم کی طرف۔ دونوں باتیں درست ہیں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ:

والآية عليه أظهر في الاستدلال على عموم رسالته ﷺ وهي في ذلك كقوله تعالى: قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعاً (الاعراف:158) (74)

(آپ ﷺ کی رسالت کے عموم پر استدلال کرنے میں آیت کریمہ بالکل واضح اور صریح ہے اور اس پر دلالت کرنے میں

یہ سورہ اعراف کی {قل یاایھا الناس الایة} جیسی ہے)

علامہ ابن عاشور رحمہ اللہ:

وفي هذه الآية إثبات رسالة محمد ﷺ على منكريها من العرب وإثبات عمومها على منكريها من اليهود.(75)

(اس آیت کریمہ میں عرب منکرین رسالت کے موقف کے خلاف محمد ﷺ کی رسالت کا اثبات ہے اور عموم رسالت کے یہودی منکرین کے خلاف رسالت محمدیہ کے عموم کا اثبات ہے)

استدلال مذکور کی تائید، احادیث نبویہ ﷺ سے:

آیت کریمہ کی متذکرہ بالا تفسیر کی دلیل وہ احادیث نبویہ ہیں، جن میں یہ مذکور ہے کہ بعثت محمدیہ کے بعد اگر سابقہ انبیاء علیہم السلام دنیا میں تشریف لائینگے تو شریعت محمدیہ کی پابندی کرینگے، نہ کہ اپنی شریعت کے۔ احادیث ملاحظہ ہوں:

پہلی حدیث:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ فَأَمَّكُمْ مِنْكُمْ» فَقُلْتُ لِابْنِ أَبِي ذِئْبٍ: إِنَّ الْأَوْزَاعِيَّ، حَدَّثَنَا عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: «وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ» قَالَ ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ: «تَدْرِي مَا أَمَّكُمْ مِنْكُمْ؟» قُلْتُ: تُخْبِرُنِي، قَالَ: «فَأَمَّكُمْ بِكِتَابِ رَبِّكُمْ تَبَارَكَ وَتَعَالَى، وَسُنَّةِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»(76)

(رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تمہارے درمیان نزول فرمائیں گے اور تم میں سے کوئی شخص تمہاری امامت کرے گا؟! ولید بن مسلم کہتے ہیں: میں نے اپنے شیخ ابن ابی ذئب سے کہا، کہ امام اوزاعی نے ہمیں۔۔۔ یہ حدیث یوں نقل کی ہے: »وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ« (تمھارا امام تم میں سے ہوگا)۔ فرمایا: جانتے ہو »أَمَّكُمْ مِنْكُمْ« کا کیا مطلب ہے؟۔ میں نے عرض کیا: آپ بتلا دیجئے۔ فرمایا: تمہارے رب کی کتاب اور نبی کی سنت کے مطابق تمہاری امامت/پیشوائی کرے گا)

روایت کا حاصل یہ ہے کہ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے دو قسم کا الفاظ مروی ہیں (۱) »وَإِمَامُكُمْ مِنْكُمْ« (۲) »أَمَّكُمْ مِنْكُمْ« پہلی قسم کے الفاظ کا معنی متعین ہے، یعنی عیسٰی علیہ السلام کی موجودگی میں بھی امامت کا فریضہ امت محمدیہ ہی کا ایک فرد سرانجام دیگا، پھر امامت کے معنی میں دو احتمالات ہیں۔ (۱) نماز کی امامت (۲) پیشوائی اور حاکم۔ لیکن حضرت جابر کی روایت امامت صلوۃ کے معنی کو متعین کرتی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں (فَيَقُولُ أَمِيرُهُمْ: تَعَالَ صَلِّ لَنَا، فَيَقُولُ: لَا، إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ أُمَرَاءُ تَكْرِمَةَ اللهِ هَذِهِ الْأُمَّةَ(77)) (مسلمانوں کے امیر کہیں گے: تشریف لائے ہمیں نماز پڑھا دیجئے۔ حضرت عیسٰی فرمائیں گے: نہیں، تم آپس میں ایک دوسرے کے امیر ہو) جبکہ دوسری قسم کے الفاظ »أمّكم منكم« میں معنی خاص (امامت نماز) اور معنی عام (پیشوائی) دونوں کا احتمال ہے۔ امامت نماز، جس کو حدیث جابر نے تقریباً متعین کر دیا

ہے، اور معنی عام کو ابن أبی ذئب نے ترجیح دی ہے۔ تاہم دونوں احتمالات پر ہمارا مدعا ثابت ہوتا ہے۔ پہلے احتمال میں تو اس بات کی صراحت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں امت محمدیہ کا ایک فرد امامت کرے گا تا کہ امت محمدیہ کی عزت افزائی اور اکرام ہو۔ دوسرے احتمال میں ہے اس بات کی صراحت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قرآنی احکام اور نبی ﷺ کی سنت کے ذریعے اس امت کی پیشوائی کریں گے۔ اور یہی مقصود ثابت کرنا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی آمد بحیثیت امتی ہوگی نہ کہ بحیثیت نبی ورسول، وهو المطلوب۔

دوسری حدیث:

عَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ وَيَفِيضَ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ" (۷۸)

(فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! کہ عنقریب تم میں ابن مریم اتریں گے وہ منصف حاکم ہوں گے صلیب توڑیں گے اور سور کو مار ڈالیں گے اور جزیہ موقوف کریں گے اور مال کی اس قدر کثرت ہوگی کہ کوئی قبول کرنے والا نہ ہوگا)

تیسری حدیث:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيِّ... يَقُولُ: سَمِعْتُ عَمِّي مُجَمِّعَ ابْنَ جَارِيَةَ الْأَنْصَارِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "يَقْتُلُ ابْنُ مَرْيَمَ الدَّجَّالَ بِبَابِ لُدٍّ". (۷۹)

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابن مریم دجال کو باب لُدّ کے پاس قتل کرینگے)

ان دونوں احادیث میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام حاکم عادل بن کر آئیں گے، دجال کے خلاف قتال کریں گے۔ اور یہ بات ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حکمرانی کی اور نہ شریعت عیسویہ میں قتال وجہاد کا حکم تھا، اس لئے وہ بموجب حکم شریعت محمدیہ حکمرانی کرینگے اور قتال فرمائیں گے۔ اسی لئے امام نووی رحمہ اللہ نے نزول عیسیٰ سے متعلق احادیث کو عنوان دیا ہے: "بَابُ نُزُولِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ حَاكِمًا بِشَرِيعَةِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" اور حدیث کے الفاظ "حکما مقسطا" کی شرح میں فرمایا:

(حَكَمًا) أَيْ يَنْزِلُ حَاكِمًا بِهَذِهِ الشَّرِيعَةِ لَا يَنْزِلُ نَبِيًّا بِرِسَالَةٍ مُسْتَقِلَّةٍ وَشَرِيعَةٍ نَاسِخَةٍ بَلْ هُوَ حَاكِمٌ مِنْ حُكَّامِ هَذِهِ الْأُمَّةِ. (۸۰)

(اس شریعت (محمدیہ) کے مطابق فیصلے کرنے والے حاکم کی حیثیت سے تشریف لائیں گے مستقل رسالت اور ناسخ شریعت والے نبی کی حیثیت سے تشریف نہیں لائیں گے بلکہ اس امت (محمدیہ) کے حکام میں سے ایک حاکم کے فیصلے کرنے والے کی حیثیت سے تشریف لائیں گے)

چوتھی حدیث:

عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ: " أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ بِكِتَابٍ أَصَابَهُ مِنْ بَعْضِ أَهْلِ الْكِتَابِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي أَصَبْتُ كِتَابًا حَسَنًا مِنْ بَعْضِ أَهْلِ الْكِتَابِ. قَالَ: فَغَضِبَ وَقَالَ: "أَمُتَهَوِّكُونَ فِيهَا يَا ابْنَ الْخَطَّابِ. فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِهَا بَيْضَاءَ نَقِيَّةً. لَا تَسْأَلُوهُمْ عَنْ شَيْءٍ فَيُخْبِرُوكُمْ بِحَقٍّ فَتُكَذِّبُوا بِهِ، أَوْ بِبَاطِلٍ فَتُصَدِّقُوا بِهِ. وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا مَا وَسِعَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي" (61)

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک کتاب لے کر حاضر ہوئے، جو انہوں نے اہل کتاب سے حاصل کی تھی کہنے لگے: یارسول اللہ! میں نے اہل کتاب سے ایک اچھی کتاب حاصل کی ہے۔ آپ غصے ہوئے اور فرمایا: خطاب کے بیٹے! کیا تمہیں شریعت محمدیہ میں تردد ہے؟! اس ذات کی قسم، جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، تحقیق میں تمہارے پاس ایک صاف ستھری بے غبار شریعت لے کر آیا۔ ان یہود و نصاری سے کچھ نہ پوچھو، کہیں وہ تمہیں حق بات کی خبر دے تو تم اس کو جھٹلانے لگو، یا پھر غلط خبر دے تو تم کی اس تصدیق کرنے لگو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو میری پیروی کے بغیر ان کے پاس کوئی اور راستہ نہ ہوتا)

پانچویں حدیث:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رضی اللہ عنہما: قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: " لَا تَسْأَلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ، فَإِنَّهُمْ لَنْ يَهْدُوكُمْ، وَقَدْ ضَلُّوا. فَإِنَّكُمْ إِمَّا أَنْ تُصَدِّقُوا بِبَاطِلٍ، أَوْ تُكَذِّبُوا بِحَقٍّ، فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ مُوسَى حَيًّا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ، مَا حَلَّ لَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي " (62)

(جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ آپ نے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل کتاب سے کچھ بھی نہ پوچھو وہ ہرگز تمہاری راہ نمائی نہیں کریں گے، جبکہ وہ خود گمراہ ہو چکے ہیں۔ یا تو تم باطل باتوں کی تصدیق کر بیٹھوگے، یا پھر حق باتوں کی تکذیب کے مرتکب ہوں گے۔ اگر موسیٰ علیہ السلام بھی تمہارے درمیاں زندہ ہوتے تو ان کے لیے بھی میری پیروی کے بغیر اور کوئی طریقہ جائز نہ ہوتا)

چھٹی حدیث:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: " يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ، كَيْفَ تَسْأَلُونَ أَهْلَ الْكِتَابِ، وَكِتَابُكُمُ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْدَثُ الْأَخْبَارِ بِاللَّهِ، تَقْرَءُونَهُ لَمْ يُشَبْ، وَقَدْ حَدَّثَكُمُ اللَّهُ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ بَدَّلُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ وَغَيَّرُوا بِأَيْدِيهِمُ الْكِتَابَ، فَقَالُوا: هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا. أَفَلَا يَنْهَاكُمْ مَا جَاءَكُمْ مِنَ الْعِلْمِ عَنْ مُسَاءَلَتِهِمْ. وَلَا وَاللَّهِ مَا رَأَيْنَا مِنْهُمْ رَجُلًا قَطُّ يَسْأَلُكُمْ عَنِ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَيْكُمْ " (63)

(ابن عباس فرماتے ہیں: مسلمانو! تم اہل کتاب سے کیونکر پوچھتے ہو، جبکہ تمہاری وہ کتاب، جو تمہارے نبی پر اتاری گئی ہے، اللہ کے احکام پر مشتمل باعتبار نزول جدید ترین کتاب ہے جس کو تم پڑھتے ہو، پرانی نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بتایا ہے کہ اہل

کتاب نے اللہ کے لکھے ہوئے کو تبدیل کر دیا ہے، اور اپنے ہاتھوں سے کتاب الہٰی میں تبدیلیاں کی ہیں، اور کہنے لگے کہ یہ ہمارے ہاتھ کا لکھا ہوا اللہ کی طرف سے آیا ہے، تاکہ اس پر تھوڑا سا مال لے لیں۔ کیا تمہارے پاس آنے والے علم (قرآن) نے تمہیں اہل کتاب سے پوچھنے سے منع نہیں کیا؟! بخدا ان اہل کتاب میں ہم نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا، جو تمہارے اوپر نازل ہونے والی کتاب کے بارے میں تم سے پوچھتے ہوں)

اس حدیث شریف سے جہاں یہ بات معلوم ہوئی، کہ شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کے بعد اب سابقہ شریعتوں کو نہ دیکھا جائے، وہاں اس کی وجہ بھی بیان ہوئی، کہ محرف ومبدل ہونے کی وجہ سے وہ اب قابل اعتبار نہیں رہیں۔ بہر حال! یہ بات ثابت ہوئی، کہ شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم اصل ہے اور دیگر شرائع اس کی تابع ہیں۔

تیسری دلیل، قرآن مجید سے:

ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا (فاطر:32)

(پھر ہم نے وارث کیے کتاب کے وہ لوگ جن کو چن لیا ہم نے اپنے بندوں سے)

استدلال کا خلاصہ:

اس آیت کریمہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سابقہ انبیاء کی شریعتوں کے محاسن کے وارث ہیں، گویا وہ شرائع میراث ہیں، جو خاتم الانبیاء کی طرف منتقل ہوئی ہیں۔ اور میراث کا اصول یہ ہے کہ وہ مورث کی ملکیت سے وارث کی ملکیت میں منتقل ہو جاتی ہے، پھر وہ وارث ہی کی ملکیت رہتی ہے، اور وارث ہی کی طرف منسوب ہوتی ہے، مورث کی طرف نہیں، اس لحاظ سے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تمام شرائع سابقہ کے وارث ہیں اور اب وہ شریعتیں آپ کی طرف منسوب ہیں۔ تو اس کی پیروی آپ پر اور آپ کی امت پر بایں حیثیت واجب ہے کہ وہ آپ کی شریعت ہیں نہ کہ ان سابقہ انبیاء کی شرائع۔

صاحب کشف الاسرار رقمطراز ہیں:

أَشَارَ إِلَى أَنَّ شَرَائِعَ مَنْ قَبْلَنَا إِنَّمَا تَلْزَمُنَا عَلَى أَنَّهَا شَرِيعَةٌ لِنَبِيِّنَا لَا أَنَّهَا بَقِيَتْ شَرَائِعَ لَهُمْ. فَإِنَّ الْمِيرَاثَ يَنْتَقِلُ مِنَ الْمُوَرِّثِ إِلَى الْوَارِثِ عَلَى أَنَّهُ يَكُونُ مِلْكًا لِلْوَارِثِ وَمُضَافًا إِلَيْهِ لَا أَنَّهُ يَكُونُ مِلْكًا لِلْمُوَرِّثِ فَكَذَلِكَ هَذَا. (84)

(آیت کریمہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سابقہ شریعتوں کی پیروی ہمارے اوپر اس حیثیت سے لازم ہے کہ وہ ہمارے نبی کی شریعت ہے، یہ نہیں کہ ابھی تک ان کی شریعت کی حیثیت سے باقی ہیں، اس لیے کہ میراث مورث سے وارث کی طرف اس طور پر منتقل ہوتی ہے کہ وارث کی ملک بن جاتی ہے، اور وارث کی طرف اس کی اضافت ونسبت ہو جاتی ہے نہ یہ کہ مورث کی ملک رہتی ہے۔ اسی طرح یہاں بھی ہے)

چوتھی دلیل، قرآن مجید سے:

(الف) ﴿مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ﴾ (الحج:78)

(دین تمہارے باپ ابراہیم کا)

(ب) ﴿قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا﴾ (آل عمران:95)

(تو کہہ سچ فرمایا اللہ نے اب تابع ہو جاؤ دین ابراہیم کے جو ایک ہی کا ہو رہا تھا)

استدلال کا خلاصہ:

دونوں آیت کریمہ صراحتہ اس بات پر دلالت کررہی ہیں کہ شریعت محمدیہ اور ملت ابراہیمیہ ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں، اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملت ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔ اور یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ نزول آیت کے وقت وہ ملت ملت ابراہیمیہ برقرار نہیں رہی، جیسا کہ دوسرے مسلک کے ضمن میں بیان ہوا کہ ہر نبی کی شریعت کا وقت اس نبی کی وفات یا اگلے نبی کی بعثت کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔ پس ملت ابراہیمی اس اعتبار سے کہا گیا کہ وہ ابراہیم کی برحق ملت تھی اور اب بھی برحق ملت ہے، تاہم ابراہیم علیہ السلام کی طرف اس کی نسبت ختم ہوئی اور اب وہ خاتم النبیین کی ملت بن گئی۔ جس طرح مال موروث موت سے پہلے مورث کی ملکیت رہتا ہے، مورث کی موت کے بعد وارث کی ملکیت میں منتقل ہو جاتا ہے۔ فرماتے ہیں:

فَثَبَتَ بِهَذَيْنِ النَّصَّيْنِ أَنَّ هَذِهِ الشَّرِيعَةَ مِلَّةُ إِبْرَاهِيمَ وَقَدِ امْتَنَعَ ثُبُوتُهَا مِلَّةً لَهُ لِلْحَالِ لِمَا ذَكَرْنَا فِي الْقَوْلِ الثَّانِي فَثَبَتَ أَنَّهَا مِلَّتُهُ عَلَى مَعْنَى أَنَّهَا كَانَتْ لَهُ فَبَقِيَتْ حَقًّا كَذَلِكَ وَصَارَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ مُحَمَّدٍ - عَلَيْهِ السَّلَامُ - كَالْمَالِ الْمَوْرُوثِ مُضَافًا إِلَى الْوَارِثِ لِلْحَالِ وَهُوَ عَيْنُ مَا كَانَ لِلْمَيِّتِ لَا مِلْكٌ آخَرُ لَكِنَّ الْإِضَافَةَ إِلَى الْمَالِكِ يَنْتَهِي بِالْمَوْتِ إِلَى الْوَارِثِ فَكَذَلِكَ الشَّرِيعَةُ فِي حَقِّ الْأَنْبِيَاءِ - عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔ (85)

(ان دونوں آیات کریمہ سے ثابت ہوا، کہ یہ شریعت ملت ابراہیمی ہے، جبکہ فی الحال اس شریعت کا ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہونا ممتنع ہے، جس کی وجہ ہم نے دوسرے قول میں ذکر کی۔ پس ثابت ہوا کہ یہ شریعت اس معنی کر ملت ابراہیمی ہے، کہ یہ ابراہیم کی ملت تھی، لیکن اب یہ اسی طرح ملت حقہ برقرار رہ کر اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت بن گئی، جیسا کہ مال موروث فی الحال وارث کی طرف منسوب ہوتا ہے، جبکہ وہ بعینہ وہی مال ہوتا ہے، جو میت کا تھا، نہ کہ کوئی اور ملکیت، لیکن موت کے ساتھ ہی مالک کی طرف نسبت ختم ہو کر وارث کی طرف ہوئی۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے حق میں شریعتیں ہیں)

شرائع من قبلنا، ائمہ فقہاء کی نظر میں:

متذکرہ بالا مسالک میں سے آخری مسلک احناف نے اختیار کیا ہے۔ اور شرائع من قبلنا سے اس قاعدے کے مطابق فقہی استنباطات کیے ہیں کہ شریعت محمدیہ اصل ہے اور دیگر شرائع اس کے تابع ہیں، ہمارے اوپر ان شرائع کی پیروی اس حیثیت سے لازم ہے کہ وہ ہمارے نبی کی شریعت ہے الا یہ کہ ان شرائع کا نسخ صراحتاً ثابت ہو۔ امام بزدوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَقَدِ احْتَجَّ مُحَمَّدٌ - رَحِمَهُ اللّٰهُ - فِي تَصْحِيحِ الْمُهَايَأَةِ وَالْقِسْمَةِ بِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى ﴿وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ﴾ (القمر: 28)۔ وَقَالَ ﴿لَهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَعْلُومٍ﴾ (الشعراء: 155) فَاحْتَجَّ بِهَذَا النَّصِّ لِإِثْبَاتِ الْحُكْمِ بِهِ فِي غَيْرِ الْمَنْصُوصِ عَلَيْهِ بِمَا هُوَ نَظِيرُهُ فَثَبَتَ أَنَّ الْمَذْهَبَ هُوَ الْقَوْلُ الَّذِي اخْتَرْنَاهُ۔ (86)

(امام محمد رحمہ اللہ نے بطریق مہایاۃ (منافع کی تقسیم) اور حق آبپاشی کی تقسیم پر حضرت صالح علیہ السلام کے قصہ میں مذکور حکم {وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ} اور {لَّهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ} سے استدلال کیا ہے۔ اس سے استدلال کیا تاکہ اس کے ذریعے غیر منصوص علیہ میں وہ حکم ثابت ہو جو اس کی نظیر ہے، پس ثابت ہوا کہ مذہب (حنفی) وہی قول ہے، جس کو ہم نے اختیار کیا)

صاحب کشف الاسرار لکھتے ہیں، کہ یہ بات معلوم ہے کہ یہ استدلال اس نظریے کی بنیاد پر کیا ہے کہ مذکورہ حکم شریعت محمد یہ علی صاحبہا الصلوۃ والتسلیم ہی کا ایک حکم ہے اس لیے کہ امام محمد رحمہ اللہ شریعت محمدیہ کے احکام بیان کر رہے ہیں نہ کہ شرائع من قبلنا کے احکام(87)۔

شرائع من قبلنا محدثین کی نظر میں:

امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی شرائع من قبلنا سے استدلال کیا ہے، چنانچہ: باب: بِمَنْ يُبْدَأُ فِي الْكِتَابِ کے تحت حسب ذیل حدیث کو نقل کیا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ "أَنَّهُ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، أَخَذَ خَشَبَةً فَنَقَرَهَا، فَأَدْخَلَ فِيهَا أَلْفَ دِينَارٍ، وَصَحِيفَةً مِنْهُ إِلَى صَاحِبِهِ". وَقَالَ عُمَرُ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " نَجَرَ خَشَبَةً، فَجَعَلَ المَالَ فِي جَوْفِهَا، وَكَتَبَ إِلَيْهِ صَحِيفَةً: مِنْ فُلاَنٍ إِلَى فُلاَنٍ "(88)

(آپ ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا تذکرہ فرمایا کہ اس نے ایک لکڑی لی، اندر سے کھوکھلی کردی، اس میں ایک ہزار دینار اور اپنے دوست کے نام ایک مراسلہ رکھا۔ دوسری سند والی روایت میں یہ ہے کہ مراسلہ یوں لکھا: من فلان الی فلان۔۔۔)

قسطلانی لکھتے ہیں:

ولعل البخاری خصّ سیاق هذا الحدیث لعدم وجدانه ما هو علی شرطه وهو علی قاعدته فی الاحتجاج بشرع من قبلنا إذا لم ینکر ولا سیما إذا ذکر فی مقام المدح لفاعله.(89)

(شاید امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں اس لیے ذکر کیا، کہ ان کو دوسری کوئی حدیث اپنی شرط کے مطابق نہیں ملی اور یہ استدلال اس قاعدے پر مبنی ہے کہ شرائع من قبلنا سے استدلال کیا جا سکتا ہے، جب اس کو علی سبیل الانکار ذکر نہ کیا جائے، بالخصوص جب اس فعل کے کرنے والے کی مدح کے طور پر ذکر کیا جائے)

امام محمد و امام بخاری رحمہا اللہ کے اس اسلوب استدلال سے معلوم ہوا کہ شرائع من قبلنا جب قرآن وحدیث میں بغیر کسی نکیر یا تردید کے مذکور ہوں تو ہمارے لیے اس حیثیت سے حجت و دلیل ہیں کہ وہ ہمارے شریعت یعنی شریعت محمدیہ کا حکم ہے۔

شرائع من قبلنا کے متعلق غیر نزاعی متفقہ امور:

شرائع من قبلنا کے حوالے سے حسب ذیل امور فقہاء اور اصولیین کے درمیان متفق علیہا ہیں:۔

ا۔ اگر شریعت محمدیہ کا کوئی حکم شرائع سابقہ کے کسی حکم کے لئے ناسخ بن کر آئے، تو بالاتفاق شرائع سابقہ کا حکم منسوخ ہوگا۔

۲۔ اگر شریعت محمدیہ میں کوئی نص یا حکم شرائع سابقہ کے کسی حکم کی تائید کرے، تو شرائع سابقہ کا وہ حکم برقرار رہیگا، تاہم شریعت محمدی کی حیثیت سے، نہ کہ شرائع من قبلنا کی حثیت سے۔

۳۔ اس وقت موجود کتاب مقدس میں مذکور کسی حکم کو اگر کتاب اللہ اور سنت رسول میں ذکر نہ کیا گیا ہو، تو وہ شریعت محمدی کا حکم نہیں ہوگا، اس لیے کہ قرآن مجید کے مطابق ان کی کتابوں میں تحریف ہو چکی ہے۔

۴۔ تمام شرائع کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے، گویا "توحید" پر سب کا اتفاق ہے۔

۵۔ محل اختلاف یہ ہے کہ شرائع سابقہ کا کوئی حکم کتاب اللہ میں مذکور ہو، یا پیغمبر علیہ السلام نے اس کو بیان کیا ہو، لیکن اس کی مشروعیت اور عدم مشروعیت کے بارے میں سکوت ہو، نہ تو صراحۃً یا اشارۃً اس کو برقرار رکھنے کا ذکر ہو، اور نہ صراحۃً یا اشارۃً اس کے منسوخ ہونے کا ذکر ہو۔ اس صورت کے بارے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں، جن میں دو اقوال اہمیت کے حامل ہیں۔ پہلا قول: وہ شریعت محمدیہ کا حصہ ہے۔ دوسرا قول: شریعت محمدیہ کا حصہ نہیں ہے۔ پہلا قول جمہور حنفیہ، مالکیہ، اور بعض شافعیہ کا مذہب ہے اور امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ دوسرا قول بعض شافعیہ کا مذہب ہے جس کو امام الحرمین ابواسحاق، غزالی اور آمدی نے ترجیح دی ہے، اسی طرح بعض حنفیہ کا بھی یہی قول ہے۔ امام احمد کی دوسری روایت ہے ابن حزم کا بھی قول ہے، اور معتزلہ کی طرف اس کی نسبت کی گئی ہے۔

بعض حضرات نے شرائع من قبلنا کے متعلق یہ اسلوب اختیار کیا ہے کہ شرائع من قبلنا ہمارے لیے بہرحال دلیل مستقل نہیں ہے، ہم نے کتاب وسنت کی روشنی میں اس کو دیکھنا ہے۔

شرائع من قبلنا کے بارے میں اختلاف نزاع لفظی:

امام ابوزہرہ کی تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ اس اختلاف پر کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا، اس لیے کہ شرائع سابقہ کا کوئی حکم ایسا نہیں جس کی موافقت یا مخالفت میں شریعت محمدیہ میں صراحۃً یا اشارۃً وکنایۃً کوئی حکم مذکور نہ ہو۔ امام ابوزہرہ کی تحقیق کے مطابق مختلف ابواب میں پھیلے ہوئے تقریباً ۶۷ مسائل ایسے ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ شرائع من قبلنا کے قبیل میں سے ہیں، اور شریعت محمدیہ میں ان میں سے ہر ایک مسئلے کی موافقت یا مخالفت میں اجمالی یا تفصیلی دلیل موجود ہے۔ جس سے اس بات کو تقویت ملتی ہے، کہ شرائع من قبلنا کے بارے میں اختلاف نزاع لفظی کے قبیل میں سے ہے، جس پر عملاً کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا۔

مسلمانوں کی عدالت میں غیر مسلموں کے مقدمات:

اس موضوع سے متعلق یہ بحث ہے کہ اگر اسلامی ریاست میں غیر مسلم لوگ اپنا کوئی مقدمہ عدالت کے سامنے پیش کرتے ہیں، تو کیا مسلمان حاکم یا قاضی ان کے درمیان فیصلہ کرنے کا پابند ہے؟ یا فیصلہ کئے بغیر ان کو واپس کرنے کا اختیار رکھتا ہے؟۔ مزید برآں! گذشتہ شرائع کے پیروکاروں پر کونسے احکام جاری ہوں گے؟ اسلامی احکام؟ یا پھر ان کی اپنی شریعتوں کے

احکام؟!

متعلقہ آیت کریمہ اور اس کا شان نزول:

مذکرہ بالا مضمون سورہ مائدہ کی حسب ذیل آیات (۴۱ تا ۴۴ اور آیت نمبر ۴۸) میں بیان ہوا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ... تا... وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ

(المآئدة:49)

ان آیات کا شان نزول بغوی کے بیان کے مطابق یہ ہے کہ خیبر کے ایک یہودی مرد اور عورت نے، جو کنوارے نہ تھے، زنا کیا۔ باوجودیکہ تورات میں اس جرم کی سزا "رجم" (سنگسار کرنا) تھی، مگر ان دونوں کی بڑائی مانع تھی کہ یہ سزا جاری کی جائے۔ آپس میں مشورہ ہوا کہ یہ شخص جو "یثرب" میں ہے (یعنی محمد ﷺ) ان کی کتاب میں "زانی" کے لئے "رجم" کا حکم نہیں، کوڑے مارنے کا ہے تو "بنی قریظہ" کے یہود میں سے کچھ آدمی ان کے پاس بھیجو کیونکہ وہ ان کے ہمسایہ ہیں اور ان سے صلح کا معاہدہ بھی کر چکے ہیں وہ ان کا خیال معلوم کرلیں گے۔ چنانچہ ایک جماعت اس کام کے لئے روانہ کی گئی کہ نبی کریم ﷺ کا عندیہ معلوم کرلے کہ "زانی محصن" کی کیا سزا تجویز کرتے ہیں؟ اگر وہ کوڑے مارنے کا حکم دیں تو قبول کرلو، اور "رجم" کا حکم دیں تو مت مانو۔ ان کے دریافت کرنے پر حضور ﷺ نے دریافت فرمایا: تم میرے فیصلہ پر رضامند ہو گے؟ انہوں نے اقرار کرلیا۔ خدا کی طرف سے جبرائیل "رجم" کا حکم لے آئے مگر وہ لوگ اپنے اقرار سے پھر گئے آخر حضور ﷺ نے فرمایا: کہ فدک کا رہنے والا ابن صوریا تم میں کیسا شخص ہے؟ سب نے کہا: آج روئے زمین پر "شرائع موسویہ" کا اس سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں۔ آپ نے اس کو بلوایا اور نہایت ہی شدید حلف دے کر پوچھا کہ "تورات" میں اس گناہ کی سزا کیا ہے؟ باوجودیکہ دوسرے یہود اس حکم کو چھپانے کی ہر ممکن کوشش کر رہے تھے جس کا پردہ حضرت عبداللہ بن سلام کے ذریعہ سے فاش ہو چکا تھا، تاہم ابن صوریہ نے، جو ان کا معتمد تھا، کسی نہ کسی وجہ سے اس کا اقرار کرلیا کہ بیشک تورات میں اس جرم کی سزا رجم ہی ہے۔ بعدہ اس نے سب حقیقت ظاہر کی کہ کس طرح یہود نے رجم کو اڑا کر زنا کی سزا یہ رکھ دی کہ زانی کو کوڑے لگائے جائیں اور منہ کالا کر کے اور گدھے پر الٹا سوار کرا کر گشت کرایا جائے۔ الحاصل حضور پرنور ﷺ نے ان دونوں مرد و عورت پر رجم کی سزا جاری کی اور عرض کیا: اے اللہ! آج میں پہلا شخص ہوں جس نے تیرے حکم کو دنیا میں زندہ کیا اس کے بعد کہ وہ اسے مردہ کر چکے تھے (90)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس واقعے کی تفصیل یوں بیان کی ہے:

عَنِ ابنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أُتِيَ رسولُ الله ﷺ بِيَهُودِيٍّ ويَهُودِيَّةٍ قَدْ أَحْدَثَا جَمِيعاً، فَقَالَ لَهُمْ: (مَا تَجِدُونَ فِي كِتَابِكُمْ) قَالُوا: إِنَّ أَحْبَارَنَا أَحْدَثُوا تَحْمِيمَ الوَجْهِ والتَّجْبِيَةَ. قَالَ عَبْدُ اللهِ بنُ سَلَامٍ: ادْعُهُمْ يَارسولَ الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم بالتَّوْرَاةِ، فَأُتِيَ بِهَا فَوَضَعَ أَحَدُهُمْ يَدَهُ عَلَى آيَةِ الرَّجْمِ وَجَعَلَ يَقْرَأُ مَا قَبْلَهَا وَمَا بَعْدَهَا، فَقَالَ لَهُ ابنُ سَلَامٍ: ارْفَعْ يَدَكَ. فَإِذَا آيَةُ الرَّجْمِ تَحْتَ يَدِهِ، فَأَمَرَ بِهِمَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَرُجِمَا: قَالَ ابنُ عُمَرَ: فَرُجِمَا عِنْدَ البَلَاطِ، فَرَأَيْتُ اليَهُودِيَّ أَجْنَأَ عَلَيْهَا. (91)

(حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول ﷺ کے پاس ایک یہودی مرد اور عورت لائے گئے، جنہوں نے بدکاری کی تھی۔ آپ نے دریافت فرمایا: تمہاری کتاب (تورات) میں کیا حکم ہے؟ کہنے لگے: ہمارے علماء نے یہ حکم ایجاد کیا ہے کہ چہروں کو کالا کر دیا جائے اور گدھے پر الٹا بٹھایا جائے۔ عبد بن سلام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان سے تورات لانے کا کہہ دیں۔ چنانچہ تورات لائی گئی، ان میں ایک شخص نے آیت رجم پر ہاتھ رکھ کر چھپایا اور اس سے پہلے اور بعد والی آیتوں کو پڑھنے لگا۔ ابن سلام نے کہا: ہاتھ اٹھادیں۔ چنانچہ اس کو ہاتھ کے نیچے والی جگہ میں آیت رجم موجود تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کے رجم کا فیصلہ جاری فرمایا اور ان کو رجم کیا گیا۔ ابن عمر فرماتے ہیں: بلاط نامی جگہ میں ان کو رجم کیا گیا، میں نے اس یہودی مرد کو اس عورت پر جھکتے ہوئے دیکھا)

اس حدیث شریف میں یہ تو بتایا گیا ہے، کہ اس یہودی مرد اور یہودیہ عورت کو رجم کیا گیا، لیکن یہ بات محتاج بیان ہے، کہ ان کو اسلامی احکام کے تابع رجم کیا گیا؟ یا تورات کے حکم رجم کے تابع؟ بہر حال! اس تناظر میں سورۃ مائدہ کی محولہ بالا آیات کریمہ نازل ہوگئیں۔

آیت کریمہ کی تفسیر کے بارے میں تین موقف:

علامہ عینی رحمہ اللہ نے بخاری شریف کی حدیث کی شرح میں اس مسئلے میں تین موقف ذکر کیے ہیں۔ فرماتے ہیں:

وَاختلف الْعلمَاء فِي الحكم بَينهم إِذا ترافعوا إِلَيْنَا أواجب ذَلِك علينا أم نَحن فِيهِ مخيرون؟

(یہودیوں کے مابین فیصلہ کرنے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ جب وہ ہم مسلمانوں کے پاس اپنا مقدمہ لے کر آئیں تو کیا ہمارے اوپر ان کے درمیان فیصلہ کرنا واجب اور ضروری ہے؟ یا ہمیں فیصلہ کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے؟

پہلا موقف، فقہاء حجاز و عراق کا، حاکم کو اختیار ہے:

فَقَالَ جمَاعَة من فُقَهَاء الْحجاز وَالْعراق: إِن الإِمَام أَو الْحَاكِم مُخَيّر إِن شَاءَ حكم بَينهم إِذا تحاكموا بِحكم الْإِسْلَام، وَإِن شَاءَ أعرض عَنْهُم. وَقَالُوا: إِن قَوْله تَعَالَى: {فَإِن جاؤوك} محكمَة لم ينسخها شَيْء، وَمِمَّنْ قَالَ بذلك: مَالك وَالشَّافِعِي فِي أحد قوليه، وَهُوَ قَول عَطاء وَالشعْبِيّ وَالنَّخَعِيّ، وَرُوِيَ ذَلِك عَن ابْن عَبَّاس رَضِي الله عَنْهُمَا، فِي قَوْله: {فَإِن جاؤوك} قَالَ: نزلت فِي بني قُرَيْظَة وَهِي محكمَة. وَقَالَ عَامر وَالنَّخَعِيّ: إِن شَاءَ حكم وَإِن شَاءَ لم يحكم.(32)

(حجاز اور عراق کے فقہاء کی ایک جماعت کا قول ہے کہ جب وہ (غیر مسلم) اسلامی حکم کے مطابق فیصلہ کرانا چاہیں تو مسلمان قاضی یا حاکم کو اختیار ہے، چاہے تو فیصلہ کر دے اور چاہے تو فیصلہ نہ کرے۔ ان حضرات کا موقف یہ ہے کہ سورہ مائدۃ کی آیت نمبر:42 (فَإِن جَاءُوكَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ) محکم ہے منسوخ نہیں، یعنی یہی حکم اب تک برقرار ہے۔ امام مالک اور امام شافعی کا ایک قول یہی ہے، اور صحابہ تابعین مفسرین کا بھی یہی قول ہے)

دوسرا موقف، ابن القاسم کا، فریقین اور مذہبی پیشواؤں کی رضامندی سے فیصلہ کرے:

وَعَنِ ابْنِ الْقَاسِمِ: إِذَا تحاكم أهل الذِّمَّة إِلَى حَاكِم الْمُسْلِمِين وَرَضِي الخصمان بِهِ جَمِيعًا فَلَا يحكم بَيْنَهُمَا إِلَّا بِرِضَا من أساقفتهما. فَإِن كره ذَلِكَ أساقفتهم فَلَا يحكم بَيْنَهُم. وَكَذَلِكَ إِن رَضِي الأساقفة وَلم يرض الخصمان أَو أَحدهمَا لم يحكم بَيْنَهُم. وَقَالَ الزُّهْرِيّ: مَضَت السّنة أَن يرد أهل الذِّمَّة فِي حُقُوقهم ومعاملاتهم ومواريثهم إِلَى أهل دينهم. إِلَّا أَن يَأْتُوا راغبين فِي حكمنَا فَيحكم بَيْنَهُم بِكِتَاب الله عز وَجل. (93)

(ابن القاسم سے روایت ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر دونوں فریق اسلامی احکام کے مطابق فیصلہ کرنے پر رضامند ہوں اور ان کے مذہبی پیشواؤں کو بھی اس پر اعتراض نہ ہو تو مسلمان قاضی یا حکم ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ اگر فریقین رضامند ہوں لیکن ان کے مذہبی پیشوا رضامند نہ ہوں یا اس کے برعکس مذہبی پیشوا رضامند ہوں اور فریقین رضامند نہ ہوں یا پھر دونوں رضامند نہ ہوں تو ان تمام صورتوں میں مسلمان قاضی ان کے درمیان اسلامی احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کرے گا۔ اس قول کی تائید امام زہری رحمہ اللہ کے اس قول سے ہوتی ہے کہ سنت یہی چلی آرہی ہے کہ (ذمیوں (غیر مسلموں) کو ان کے حقوق، معاملات اور میراث کے مقدمات واحکام میں ان کے مذہبی پیشواؤں کی طرف فیصلے لینے کے لیے بھیج دیا جائے۔ الا یہ کہ اگر وہ برضاورغبت خوشی سے اسلامی احکام کے مطابق فیصلہ کرانا چاہیے تو مسلمان قاضی اور حاکم ان کے درمیان قرآنی احکام کے مطابق فیصلہ کرے)

تیسرا موقف، احناف کا، مطلقاً فیصلہ کرنا لازم ہے:

وَقَالَ آخَرُونَ: وَاجِب على الْحَاكِم أَن يحكم بَيْنَهُم إِذا تحاكموا إِلَيْهِ بِحكم الله تَعَالَى. وَزَعَمُوا أَن قَوْله تَعَالَى: {وَأَن احكم بَيْنَهُم بِمَا أنزل الله تَعَالَى} نَاسخ للتخيير فِي الحكم بَيْنَهُم فِي الْآيَة الَّتِي قبل هَذِه. وَرُوِيَ ذَلِك عَن ابْن عَبَّاس. وَبِه قَالَ الزُّهْرِيّ وَعمر بن عبد الْعَزِيز وَالسُّدِّيّ. وَإِلَيْهِ ذهب أَبُو حنيفَة وَأَصْحَابه. وَهُوَ أحد قولي الشَّافِعِي. إِلَّا أَن أَبَا حنيفَة قَالَ: إِذا جَاءَت الْمَرْأَة وَالزَّوْج فَعَلَيهِ أَن يحكم بَينهمَا بِالْعَدْلِ. وَإِن جَاءَت الْمَرْأَة وَحدهَا وَلم يرض الزَّوْج لم يحكم. وَقَالَ صَاحِبَاهُ: يحكم. وَكَذَا اخْتلف أَصْحَاب مَالك. (94)

(دیگر فقہاء کہتے ہیں، کہ بلا کسی شرط اور قید کے مطلقاً جب غیر مسلم مسلمان قاضی اور حاکم کے پاس مقدمہ لے کر آئیں، تو اس پر لازم ہے کہ ان کے درمیان قرآنی احکام کے مطابق فیصلہ کردے، ان کو واپس نہ کرے۔ ان کا موقف یہ ہے کہ سورۃ مائدۃ کی آیت نمبر: 49 (وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ) پہلی والی آیت (42) میں دیے گئے اختیار کے لیے ناسخ ہے۔ یعنی مسلمان حاکم اور قاضی کو اختیار نہیں کہ وہ فیصلہ کرے یا نہ کرے، بلکہ وہ فیصلے کرنے کا پابند ہے۔ ابن عباس، امام زہری، امام ابوحنیفہ وصاحبین کا یہی قول ہے۔ امام شافعی کا بھی دوسرا قول یہی ہے، تاہم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے یہ قید لگائی ہے کہ غیر مسلم میاں بیوی کے درمیان کوئی مقدمہ ہے، تو اگر دونوں اسلامی فیصلے کرانے پر رضامند ہے تو فبہا، ورنہ اگر صرف بیوی اسلامی احکام کے مطابق فیصلہ چاہتی ہے اور شوہر نہیں چاہتا تو مسلمان قاضی وحاکم اس صورت میں فیصلہ نہیں کرے گا۔ جبکہ صاحبین کا قول یہ ہے کہ شوہر کی رضامندی کی ضرورت نہیں۔ امام مالک کے شاگردوں میں اسی طرح اختلاف ہے)

یہ تفصیل مالی معاملات اور حقوق و مواریث سے متعلق مقدمات کی ہے۔ حدود کے بارے میں لکھتے ہیں:

وَاختلف الْفُقَهَاء أَيْضا فِي الْيَهُودِيين من أهل الذِّمَّة إِذا زنيا: هَل يرجمان إِن رفعهم حكامهم إِلَيْنَا أم لَا، فَقَالَ مَالك: إِذا زنى أهل الذِّمَّة وَشَرِبُوا الْخمر فَلَا يتَعَرَّض لَهُم الإِمَام إِلَّا أَن يظهروا ذَلِك فِي ديار الْمُسلمين فَيدْخلُونَ عَلَيْهِم الضَّرَر فيمنعهم السُّلْطَان من الضَّرَر بِالْمُسْلِمين قَالَ مَالك: وَإِنَّمَا رجم رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم الْيَهُودِيين لِأَنَّهُ لم يكن للْيَهُود يَوْمئِذٍ ذمَّة، وتحاكموا إِلَيْهِ. وَقَالَ أَبُو حنيفَة وَأَصْحَابه: يحدان إِذا زنيا كحد الْمُسلمين، وَهُوَ أحد قولي الشَّافِعِي.(95)

(اگر زناکاری اور شراب نوشی سے متعلق مقدمات ہوں تو احناف کے ہاں یہ بھی مالی مقدمات کی طرح ہیں۔ لیکن امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا حکم دوسرا ہے علامہ عینی لکھتے ہیں: اس کا حکم دوسرا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اگر ذمی یہودی بدکاری اور شراب نوشی کا ارتکاب کریں، تو مسلمان حاکم ان سے کوئی تعرض نہ کرے۔ تاہم اگر بدکاری و شراب نوشی کا ارتکاب مسلمان بستیوں اور آبادیوں میں ہو، جس کے نتیجے میں مسلمان معاشرہ بے راہ روی کا شکار ہو سکتا ہو، یا اس کی وجہ سے کسی بھی قسم کا نقصان ہو سکتا ہو، تو مسلمان حاکم اس نقصان یا بے راہ روی کا سد باب کرے گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن دو یہودیوں کو رجم کیا تھا، امام مالک اس کی توجیہ یوں کرتے ہیں کہ وہ یہودی ذمی نہیں تھے اور خود ہی اپنا مقدمہ دربار رسالت میں لے کر آئے تھے، اس لیے ان کا حکم مختلف تھا۔ امام ابوحنیفہ وصاحبین کا موقف یہ ہے کہ اگر غیر مسلم ذمی بدکاری کریں گے تو مسلمانوں کی طرح ان پر حد جاری ہوگی۔ امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے)

حاصل یہ ہوا کہ احناف کے نزدیک مسلمان قاضی وحاکم اس بات کا پابند ہے کہ جب غیر مسلم ذمی اپنا کوئی مقدمہ، خواہ مالی حقوق سے متعلق ہو یا زنا وشراب نوشی جیسے جرائم سے متعلق ہو، ان کے پاس لے کر آئیں تو ان کے درمیان اسلامی احکام کے مطابق فیصلہ کرے، فیصلہ نہ کرنے کا اس کو اختیار نہیں، جبکہ دیگر ائمہ بالخصوص امام مالک کے ہاں پابندی نہیں۔

خلاصہ بحث!

پوری بحث کا خلاصہ مندرجہ ذیل نقاط ہیں:۔

(أ) آخری شریعت، یعنی شریعت محمدیہ سے پہلے والی آسمانی شریعتیں شرائع من قبلنا کہلاتی ہیں۔

(ب) دین، ملت، شریعت اور مذہب لغوی مفہوم کے اعتبار سے چار مختلف اصطلاحات ہیں۔ لیکن خارجی مصداق کے عتبار سے متحد ہیں۔ یعنی آسمانی تعلیمات پر مشتمل عقائد واعمال کا مجموعہ مختلف حیثیتوں سے دین، ملت، شریعت اور مذہب کہلاتا ہے۔

(ج) چاروں اصطلاحات میں فرق اعتباری یا تو معنی لغوی کی حیثیت سے ہے یعنی باعتبار اطاعت و نقیاد دین۔ یا عتبار جمعہ و بیان ملت، باعتبار تشبیہ بالماء شریعت اور باعتبار رجوع الیہ مذہب کہلاتا ہے۔

یا پھر عقائد کا پہلو مد نظر ہو، تو دین، اصول وقواعد کلیہ کا پہلو مد نظر ہو، تو ملت، اعمال اور فروعات منصوصہ کا پہلو مد نظر ہو۔ تو شریعت اور فروعات مجتہد فیہا کا پہلو مد نظر ہو تو مذہب کہلاتا ہے۔

(د) آسمانی شرائع میں باہم اتفاق بھی ممکن ہے اور اختلاف بھی، نیز انبیاء بنی اسرائیل کی شریعتوں کے درمیان اتفاق واقع بھی ہوا ہے۔

(ھ) آخری پیغمبر خاتم النبین حضرت محمد ﷺ زندگی کے قبل از بعثت کے مرحلے کے بارے میں تین اقوال ہیں کہ آپ ﷺ پچھلی شریعتوں کی پیروی کے پابند تھے۔ (۲) پیروی پابند نہیں تھے۔ (۳) توقف اختیار کیا جائے۔

(و) زندگی کے بعد از بعثت مرحلہ میں شرائع من قبلنا کی پیروی از روئے عقل ونقل جائز ہے، تاہم وقوع میں علماء کے چار اقوال ہیں۔

(۱) پہلا قول ہے کہ: شرائع من قبلنا کے تمام احکام کی اتباع ہمارے اوپر واجب ہے، جب تک ناسخ نہ آئے، یعنی شرائع میں اصل استمرار وبقاء ہے۔

اس موقف کی صحت پر ان متعدد آیات واحادیث سے استدلال کیا جاتا ہے جن میں آپ ﷺ کو پچھلے انبیاء کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے، یا پھر آپ نے کسی حکم شرعی میں سابقہ شرائع کا حوالہ دیا ہے۔

اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ عقاید میں اقتداء کا حکم ہے، ورنہ نصوص میں تعارض ہوگا۔ نیز مشترک احکام میں آپ نے غیر منسوخ احکام پر اپنی شریعت کی حیثیت سے عمل کیا ہے، سابقہ شریعت کے حکم کی حیثیت سے نہیں۔

(۲) دوسرا قول پہلے کے بالکل برعکس یہ ہے کہ شرائع من قبلنا کے کسی بھی حکم کی اتباع ہمارے اوپر واجب نہیں الا یہ کہ عمل کرنے کا حکم دلیل سے ثابت ہو جائے۔ یعنی ہر آسمانی شریعت پہلے نبی کی وفات یا دوسرے نبی کی بعثت کے ساتھ اختتام ہو جاتی ہے۔

استدلال ان نصوص قرآنیہ واحادیث پر مبنی ہے، جن میں اختصاصی شریعت کی بات کی گئی ہے۔ یا مخصوص علاقے اور قوم کی طرف انبیاء کی بعثت کی صراحت کر دی گئی ہے۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ شرائع سابقہ میں سے غیر ثابت النسخ تمام احکام پر مطلقاً کرنا لازم ہے۔ لیکن شریعت محمدیہ کے احکام کی حیثیت سے۔

مطلقاً عمل کرنا لازم ہے خواہ اس حکم کا شرائع سابقہ میں سے ہونا اہل کتاب نے نقل کیا ہو، یا کسی مسلمان نے ان کی کتابوں سے سمجھا ہو۔ اس لیے یہ قول معتبر نہیں، کہ کتب سابقہ کا محرف ہونا نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اور احادیث میں صراحۃً مذکور ہے، کہ اہل کتاب سے دین کی باتیں نہ پوچھی جائے اور ان کی باتوں کی تصدیق کی جائے اور نہ تکذیب۔

(۴) چوتھا قول یہ ہے کہ شرائع سابقہ پر ثبوت شرعی کی بنیاد اپنے نبی کی شریعت کی حیثیت سے اتباع لازم ہے۔

قرآن مجید کی متعدد آیات کریمہ اور احادیث نبویہ سے اس مسلک پر استدلال کیا گیا ہے۔ انہی احناف کا اختیار کردہ مسلک ہے۔ فقہاء اور محدثین نے اس مسلک کے مطابق استنباطات کیے ہیں۔

(ز) شرائع من قبلنا کے متعلق یہ اختلاف نزاع لفظی کے قبیل میں سے ہے، عملی لحاظ سے اس پر کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا۔

(ح) مسلمانوں کی عدالت میں اگر غیر مسلم اپنے مقدمات مالیہ لے کر آئیں تو سورہ مائدہ کی آیات ۴۱-تا-۴۴ اور آیت نمبر ۴۸ سے استدلال کی روشنی میں فقہاء حجاز کے نزدیک مسلمان قاضی کو اختیار ہے، کہ وہ فیصلہ کرے یا نہ کرے۔

ابن القاسم کے نزدیک فریقین اور ان کے مذہبی پیشواؤں کی رضامندی سے فیصلہ کرے۔

احناف کے نزدیک قاضی پر مطلقاً فیصلہ کرنا لازم ہے۔

اور حدود (زنا و شراب) کے مقدمات میں امام مالک کے نزدیک اس وقت فیصلہ کرے جب مسلمان معاشرہ کے متاثر ہونے کا خطرہ ہو۔ احناف کے نزدیک مالی معاملات کی طرح حدود میں بھی مسلمان قاضی فیصلہ کرے۔

:(1) معجم مقاييس اللغة، لأبي الحسين أحمد بن فارس، م:395ھ مادة: دَيَن، 380/2(2): أساس البلاغة، لأبي القاسم محمود بن عمرو الزمخشري، جار الله، م: 538ھ، 228/2:(3) المحكم والمحيط الأعظم، لأبي الحسن علي بن إسماعيل بن سيده، م: 458ھ، 378/10:(4) لسان العرب، لابن منظور الافريقي، م: 711ھ، 175/8:(5) معجم الفروق اللغوية، لأبي هلال الحسن بن عبد الله العسكري، م: نحو 395ھ، 510/1:(6) التوقيف على مهمات التعاريف لزين الدين محمد المناوي، م: 1031ھ، 169/1:(7) مجموع الفتاوى، لأبي العباس أحمد بن عبد الحليم بن تيمية الحراني، م: 728ھ، 306/19:(9) مقاصد الشريعة الاسلامية لدكتور/محمد سعد اليوبي، ص:33:(10) معجم الفروق اللغوية لأبي هلال الحسن بن عبد الله العسكري، م: نحو 395ھ، 511/1(11): معجم الفروق اللغوية، لأبي هلال الحسن بن عبد الله العسكري، م: نحو 395ھ، 510/1(12): كتاب التعريفات، لعلي بن محمد الشريف الجرجاني م: 816ھ، 105/1(14): العقيدة الطحاوية، للإمام أبي جعفر احمد بن محمد الطحاوی، م: ۳۲۱ھ، مکتبة البشری، کراچی، ص: ۱۳(15): مسند الإمام أحمد بن حنبل، لأبی عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل، م: 241ھ، رقم: 8248، 545/13(16) : المرجع السابق:(17) كشف الأسرار شرح أصول البزدوي، لعبد العزيز بن أحمد البخاري الحنفي، م: 730ھ 212/2(18) : تفصيل کے لئے دیکھئے، کشف الاسرار شرح أصول بزدوی، 212/3(19) فتح الباری شرح صحيح البخاري، لأحمد بن علي بن حجر العسقلاني، 221/1(20) : شرح حديث جبريل في تعليم الدين، لعبد المحسن بن حمد بن عبد المحسن 36/1(21): أصول السرخسي، لمحمد بن أحمد، شمس الأئمة السرخسي، م: 490ھ، 100/2(22): كشف الأسرار شرح أصول البزدوي، 212/2(23): المستصفى، لأبی حامد محمد بن محمد الغزالي، الإمام، م: 505ھ 165/1:(24) معالم أصول الدين، لمحمد بن عمر الرازي، الامام فخر الدين، م: 606ھ، 110/1:(25) المستصفى، لأبی حامد محمد بن محمد الغزالي، م: 505ھ، ص: 165/1:(26) حواله مذکور 165/1:(27) حواله مذكور:(28) حواله مذكور:(29) أصول البزدوي، 212/3:(30) أصول السرخسي لمحمد بن أحمد السرخسي، شمس الأئمة، م: 490ھ 100/2:(31) دیکھئے کشف الاسرار ۲۱۳/۲(32) : دیکھئے أصول سرخسی، 100/2(33) : صحيح البخاري، بَابُ قَوْلِهِ: {وَالجُرُوحَ قِصَاصٌ} رقم: 4611(34) : دیکھیے، المستصفى لأبی حامد الغزالی: 168/1(35): المصنف، لعبد الرزاق بن همام، م: 211ھ، رقم: 2245، 3/2(36): سنن أبي داود، بَابٌ فِي رَجْمِ الْيَهُودِيَّيْنِ، رقم: 4446(37) : المستصفى لأبی حامد الغزالی: 168/1:(38) كشف الأسرار شرح أصول البزدوي، 213/3(39) : كشف الأسرار شرح أصول البزدوي، 213/3(40) : كشف الأسرار شرح أصول البزدوي، 214/3(41): المستصفى، لأبی حامد محمد بن محمد الغزالي، م: 505ھ، 165/1 246/168(42)- حواله مذکور، 165/1-168(43) : حواله مذکور، 165/1-168(44) : حواله مذکور، 165/1-168(45) . دیکھئے، حواله

مذکور,259/1(46) : حوالہ مذکور,260/1(47) : حوالہ مذکور,260/1(48) : دیکھیے, کشف الاسرار ۲/۳ ۲۱۳ (49) : أصول السرخسي لمحمد بن أحمد السرخسي، شمس الأئمة,م:490ھ,101/2(50) : كشف الأسرار شرح أصول البزدوي,214/3(51) : أصول السرخسي لمحمد بن أحمد السرخسي، شمس الأئمة,م:490ھ, 101/2(52) : صحيح البخاري، لأبي عبدالله محمد بن إسماعيل البخاري، الإمام، كِتَابُ التَّيَمُّمِ, رقم:335(53) : كشف الأسرار شرح أصول البزدوي,214/3(54) : كشف الأسرار شرح أصول البزدوي,214/3(55) : تفسير أبي السعود لأبي السعود محمد بن محمد,م:982ھ,37/7(56) : أصول السرخسي لشمس الأئمة محمد بن أحمد السرخسي,م: 483ھ,99/2(57) : معرفة أنواع علوم الحديث,(مقدمة ابن الصلاح)لعثمان بن عبد الرحمن، المعروف بابن الصلاح,م: 643ھ,104/1(58) : صحيح البخاري، كِتَابُ الشَّهَادَاتِ، بَابٌ لاَ يُسْأَلُ أَهْلُ الشِّرْكِ ...، رقم:۲۶۸۵(59) : صحيح البخاري، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لاَ تَسْأَلُوا أَهْلَ الكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ»,رقم: 7363(60) : مسند أحمد بن حنبل,م:241ھ,468/22,رقم: 14631(61) : المصنف لأبي بكر عبد الرزاق بن همام م:211ھ رقم: 10158,ص:110/6,111(62) : المرجع السابق، رقم: 10162(63) : المرجع السابق، رقم:10163(64) : المرجع السابق، رقم:10164(65) : المرجع السابق,رقم: 10165(65) : المرجع السابق,رقم: 10165 (66) : كشف الأسرار شرح أصول البزدوي,213/3(67) : المستصفى، لأبي حامد محمد بن محمد الغزالي,م: 505ھ ص:165/1(68) : كشف الأسرار شرح أصول البزدوي,213/3(70) : دیکھئے کشف الاسرار ۲۱۵/۳ (71) : كشف الأسرار شرح أصول البزدوي,215/3(72) : حوالہ مذکور,215/3(73) : تفسير القرآن العظيم لابن كثير الدمشقي,م:774ھ 518/6(74) : روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني للألوسي,م:1270ھ,318/11(75) : التحرير والتنوير لمحمد الطاهر بن عاشور التونسي,م:1393ھ,198/22(76) : الصحيح للإمام مسلم بن الحجاج,م:261ھ,رقم: 246(77) : الصحيح للإمام مسلم بن الحجاج، م:261ھ,رقم:247(78) : صحيح البخاري للإمام البخاري,بَابُ قَتْلِ الخِنْزِيرِ,رقم:2222(79) : سنن الترمذي للإمام محمد بن عيسى الترمذي,م:279ھ بَابُ مَا جَاءَ فِي قَتْلِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ الدَّجَّالَ,رقم:2244) (80) : المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج للنووي م: 676ھ,190/2(81) : الكتاب المصنف لأبي بكر بن أبي شيبة,م 235ھ باب: مَنْ كَرِهَ النَّظَرَ فِي كُتُبِ أَهْلِ الْكِتَابِ,رقم:26421 ,ص:312/5(82) : مسند الإمام أحمد بن حنبل,م:241ھ,رقم:14631,ص:268/22(83) : صحيح البخاري ,بَابٌ لاَ يُسْأَلُ أَهْلُ الشِّرْكِ عَنِ الشَّهَادَةِ وَغَيْرِهَا,رقم:2485(84) : كشف الاسرار ۲۱۰/۳ (85) : حوالہ مذکور,۲۱۱/۳ (86) : اصول البزدوی علی حاشیۃ کشف الاسرار ۲۱۶/۳:(87) حوالہ سابقہ(88) : صحيح البخاري، بَابُ: بِمَنْ يُبْدَأُ فِي الكِتَابِ,رقم:6261(89) : إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري، لأحمد بن محمد القسطلاني م: 923ھ,192/9(91) : صحيح البخاري، باب التَّرْجِمِ فِي البَلاَطِ,رقم: 9186(92) : عمدة القاري شرح صحيح البخاري لبدر الدين العيني الحنفي، م: 855ھ,295/23(93) : حوالہ مذکور,295/23(94) : حوالہ مذکور,295/23(95) : حوالہ مذکور,295/23

بَابُ إِذَا أَسْلَمَ أَحَدُ الْأَبَوَيْنِ، مَعَ مَنْ يَكُونُ الْوَلَدُ؟

باب: جب ماں باپ میں سے کوئی ایک اسلام قبول کر لے، تو بچہ کسے ملے گا؟

بچی کا باپ کی طرف متوجہ ہونے کا بیان

2244- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ، أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي رَافِعِ بْنِ سِنَانٍ، أَنَّهُ أَسْلَمَ، وَأَبَتِ امْرَأَتُهُ أَنْ تُسْلِمَ، فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: ابْنَتِي وَهِيَ فَطِيمٌ أَوْ شَبَهُهُ، وَقَالَ رَافِعٌ: ابْنَتِي، قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْعُدْ نَاحِيَةً، وَقَالَ لَهَا: اقْعُدِي نَاحِيَةً، قَالَ: وَأَقْعَدَ الصَّبِيَّةَ بَيْنَهُمَا، ثُمَّ قَالَ ادْعُوَاهَا. فَمَالَتِ الصَّبِيَّةُ إِلَى أُمِّهَا. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ اهْدِهَا، فَمَالَتِ الصَّبِيَّةُ إِلَى أَبِيهَا، فَأَخَذَهَا

❁❁ حضرت رافع بن سنان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو ان کی بیوی نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی: میری بیٹی نے کچھ عرصہ پہلے (ماں کا) دودھ چھوڑا ہے۔ (یعنی وہ بہت چھوٹی ہے، اسے میرے حوالے کیا جائے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رافع رضی اللہ عنہ سے کہا: تم ایک کونے میں بیٹھ جاؤ اور اس عورت سے کہا: تم دوسرے کونے میں بیٹھ جاؤ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچی کو ان دونوں کے درمیان بٹھا دیا۔ پھر آپ نے فرمایا: تم دونوں اس بچی کو بلاؤ، وہ بچی اپنی ماں کی طرف مائل ہوئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: ''اے اللہ! اسے ہدایت نصیب کر'' تو بچی اپنے باپ کی طرف مائل ہوگئی اور اس کے باپ نے اسے حاصل کر لیا۔

شرح

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ زمانہ پرورش میں باپ یہ چاہتا ہے کہ عورت سے بچہ لے کر کہیں دوسری جگہ چلا جائے تو اس کو یہ اختیار حاصل نہیں اور اگر عورت چاہتی ہے کہ بچہ کو لے کر دوسرے شہر کو چلی جائے اور دونوں شہروں میں اتنا فاصلہ ہے کہ باپ اگر بچہ کو دیکھنا چاہے تو دیکھ کر رات آنے سے پہلے واپس آسکتا ہے تو لے جاسکتی ہے اور اس سے زیادہ فاصلہ ہے تو خود بھی نہیں جاسکتی۔ یہی حکم ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں یا گاؤں سے شہر میں جانے کا ہے کہ قریب ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں اور شہر سے گاؤں میں بغیر اجازت نہیں لے جا سکتی ہاں اگر جہاں جانا چاہتی ہے وہاں اس کا میکا ہے اور وہیں اس کا نکاح ہوا ہے تو لے جاسکتی ہے اور اگر اس کا میکا ہے مگر وہاں نکاح نہیں ہوا بلکہ نکاح کہیں اور ہوا ہے تو نہ میکے لے جاسکتی ہے اور نہ وہاں جہاں اس کا نکاح ہوا۔ ماں کے علاوہ کوئی اور پرورش کرنے والی لے جانا چاہتی ہو تو باپ کی اجازت سے لے جاسکتی ہے۔ مسلمان یا ذمی عورت بچہ کو دارالحرب میں مطلقاً نہیں لے جاسکتی اگرچہ وہیں نکاح ہوا ہو۔

(درمختار، ردالمحتار، عالمگیری، کتاب طلاق، بیروت)

حق حضانت سے متعلق فقہی احکام کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بچہ کی پرورش کا حق ماں کے لئے ہے خواہ وہ نکاح میں ہو یا نکاح سے باہر ہوگئی ہو۔ ہاں اگر

وہ مرتدہ ہوگئی تو پرورش نہیں کرسکتی یا کسی فسق میں مبتلا ہے جس کی وجہ سے بچہ کی تربیت میں فرق آئے مثلاً زانیہ یا چور یا نوحہ کرنے والی ہے تو اس کی پرورش میں نہ دیا جائے بلکہ بعض فقہانے فرمایا کہ اگر وہ نماز کی پابند نہیں تو اس کی پرورش میں بھی نہ دیا جائے مگر اصح یہ ہے کہ اس کی پرورش میں اس وقت تک رہے گا کہ ناسمجھ ہو۔ جب کچھ سمجھنے لگے تو علیحدہ کرلیں کہ بچہ ماں کو دیکھ کر وہی عادت اختیار کرے گا جو اس کی ہے۔ یونہی ماں کی پرورش میں اس وقت بھی نہ دیا جائے جبکہ بکثرت بچہ کو چھوڑ کر ادھر ادھر چلی جاتی ہو اگرچہ اس کا جانا کسی گناہ کے لئے نہ ہو مثلاً وہ عورت مردے نہلاتی ہے یا جنائی ہے یا اور کوئی ایسا کام کرتی ہے جس کی وجہ سے اسے اکثر گھر سے باہر جانا پڑتا ہے یا وہ عورت کنیز یا ام ولد یا مدبرہ ہو یا مکاتبہ ہو جس سے قبل عقد کتابت بچہ پیدا ہوا جب کہ وہ بچہ آزاد ہو اور اگر آزاد نہ ہو تو حق پرورش مولی کے لئے ہے کہ اس کی ملک ہے مگر اپنی ماں سے جدا نہ کیا جائے۔ (عالمگیری درمختار ردالمختار)

اگر بچہ کی ماں نے بچہ کے غیر محرم سے نکاح کرلیا تو اسے پرورش کا حق نہ رہا اور اس کے محرم سے نکاح کیا تو حق پرورش باطل نہ ہوا۔ غیر محرم سے مراد وہ شخص ہے کہ نسب کی جہت سے بچہ کے لئے محرم نہ ہو اگرچہ رضاع کی جہت سے محرم ہو جیسے اس کی ماں نے اس کے رضاعی چچا سے شادی کرلی تو اب ماں کی پرورش میں نہ رہے گا کہ اگرچہ رضاع کے لحاظ سے بچے کا چچا ہے مگر نسباً اجنبی ہے اور نسبی چچا سے نکاح کیا تو باطل نہیں۔

ماں اگر مفت پرورش کرنا نہیں چاہتی اور باپ اجرت دے سکتا ہے تو اجرت دے اور تنگ دست ہے تو ماں کے بعد جن کو حق پرورش ہے اگر ان میں کوئی مفت پرورش کرے تو اس کی پرورش میں دیا جائے بشرطیکہ بچہ کے غیر محرم سے اس نے نکاح نہ کیا ہو اور ماں سے کہہ دیا جائے کہ یا مفت پرورش کر یا بچہ فلاں کو دے دے مگر ماں اگر بچہ کو دیکھنا چاہے یا اس کی دیکھ بھال کرنا چاہے تو منع نہیں کرسکتے اور اگر کوئی دوسری عورت ایسی نہ ہو جس کو حق پرورش ہے مگر کوئی اجنبی شخص یا رشتے دار مرد مفت پرورش کرنا چاہتا ہے تو ماں ہی کو دیں گے اگرچہ اس نے اجنبی سے نکاح کیا ہو اگرچہ اجرت مانگتی ہو۔ جس کے لئے حق پرورش ہے اور اگر وہ انکار کرے اور کوئی دوسری نہ ہو جو پرورش کرے تو پرورش کرنے پر مجبور کی جائے گی۔ یونہی اگر بچہ کی ماں دودھ پلانے سے انکار کرے اور بچہ دوسری عورت کا دودھ نہ لیتا ہو یا مفت کوئی دودھ نہ پلاتی ہو اور بچہ یا اس کے باپ کے پاس مال نہیں تو ماں دودھ پلانے پر مجبور کی جائے گی۔ (ردالمختار)

ماں کی پرورش میں بچہ ہو اور وہ اس کے باپ کے نکاح میں یا عدت میں ہو تو پرورش کا معاوضہ نہیں پائے گی ورنہ اس کا بھی حق لے سکتی ہے اور دودھ پلانے کی اجرت اور بچہ کا نفقہ بھی اور اگر اس کے پاس رہنے کا مکان نہ ہو تو یہ بھی اور بچہ کو خادم کی ضرورت ہو تو یہ بھی اور یہ سب اخراجات اگر بچہ کا مال ہو تو اس سے دیئے جائیں ورنہ جس پر بچہ کا نفقہ ہو اسی کے ذمہ یہ سب بھی ہیں۔ (درمختار)

ماں نے اگر پرورش سے انکار کردیا پھر یہ چاہتی ہے کہ پرورش کرے تو رجوع کرسکتی ہے۔ ماں اگر نہ ہو یا پرورش کی اہل نہ ہو یا انکار کردیا یا اجنبی سے نکاح کیا تو اب حق پرورش نانی کے لئے ہے یہ بھی نہ ہو تو نانی کی ماں اس کے بعد دادی پردادی بشرائط مذکورہ بالا پھر حقیقی بہن پھر اخیافی بہن پھر سوتیلی بہن پھر حقیقی بہن کی بیٹی پھر اخیافی بہن کی بیٹی پھر خالہ یعنی ماں کی حقیقی بہن پھر اخیافی پھر سوتیلی پھر سوتیلی بہن کی بیٹی پھر حقیقی بھتیجی پھر اخیافی بھائی کی بیٹی پھر سوتیلے بھائی کی بیٹی پھر اسی ترتیب سے پھوپیاں پھر ماں کی خالہ پھر باپ کی خالہ پھر ماں کی پھوپھیاں پھر باپ کی پھوپھیاں اور ان سب میں وہی ترتیب ملحوظ ہے کہ پہلے حقیقی پھر اخیافی پھر سوتیلی۔ اور اگر کوئی عورت پرورش کرنے والی نہ ہو یا ہو مگر اس کا حق ساقط ہو تو عصبات بہ ترتیب وارث یعنی باپ پھر دادا پھر حقیقی بھائی پھر سوتیلا پھر بھتیجے پھر چچا پھر اس کے بیٹے مگر لڑکی کو چچازاد بھائی کی پرورش میں نہ دیں خصوصاً جب کہ مشتہاۃ ہو اور اگر عصبات بھی نہ ہوں تو ذوی الارحام کی پرورش میں دیں مثلاً اخیافی بھائی پھر اس کا بیٹا پھر ماں کا چچا پھر حقیقی ماموں۔ چچا اور پھوپھی اور ماموں اور خالہ کی بیٹیوں کو لڑکے کی پرورش کا حق نہیں۔

(درمختار ردالمختار)

بَابٌ فِي اللِّعَانِ

باب: لعان کا بیان

لعان کے فقہی مفہوم کا بیان

لعان کا لفظ لعن سے ماخوذ ہے علامہ سید مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں کہ لعن کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو تو اس کا معنی ہے دھتکارنا اور خیر سے دور کرنا، اور جب اس کی نسبت مخلوق کی طرف ہو تو یہ بددعا کا کلمہ ہے، اور لکھتے ہیں کہ لعان کا معنی یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگائے تو امام اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کرائے اور مرد سے ابتداء کرے، مرد چار بار یہ کہے کہ میں اللہ کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ اس نے فلاں مرد کے ساتھ زنا کیا ہے اور میں اپنی اس تہمت میں صادق ہوں، جب وہ چار بار یہ قسم کھائے تو پانچویں بار یہ کہے کہ میں اللہ کو اس بات پر گواہ بناتی ہوں کہ اس شخص نے جو مجھ پر تہمت لگائی ہے یہ اس تہمت میں جھوٹوں میں سے ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر یہ سچوں میں سے ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو، لعان کے بعد وہ عورت اس شخص سے بائنہ ہو جائے گی اور کبھی اس شخص کے لئے حلال نہیں ہوگی، اگر وہ حاملہ ہو تو بچہ اس عورت کے ساتھ لاحق کیا جائے گا۔ (تاج العروس ج ۹ ص ۳۲۰-۳۲۴)

لعان کے شرعی معنی میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ لعان کا شرعی معنی ہے ایسی شہادات جو قسموں سے مؤکد ہوں، اور لعنت کے ساتھ مقرون ہوں، اور امام شافعی فرماتے ہیں یہ دو قسمیں ہیں جو لفظ شہادت کے ساتھ مؤکد ہوں، امام شافعی کے نزدیک اس میں قسم کی اہلیت شرط ہے اس لئے مسلمان اور اس کی بیوی میں بھی لعان ہو جاتا ہے، امام مالک اور امام احمد فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس میں شہادت کی اہلیت شرط ہے اس لئے لعان ایسے مسلمان، آزاد، عاقل، بالغ کے ساتھ خاص ہے جس پر حد قذف نہ لگائی گئی ہو۔

(عمدۃ القاری جز ۲۰ ص ۲۹۰)

لعان اور ملاعنہ کے معنی ہیں ایک دوسرے پر لعنت کرنا، شرعی اصطلاح میں لعان اس کو کہتے ہیں کہ جب شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے یا جو بچہ پیدا ہوا اس کے بارے میں یہ کہے کہ یہ میرا نہیں نہ معلوم کس کا ہے اور بیوی اس سے انکار کرے اور کہے کہ تم مجھ پر تہمت لگا رہے ہو پھر وہ قاضی اور شرعی حاکم کے پاس فریاد کرے قاضی شوہر کو بلا کر اس الزام کو ثابت کرنے کے لئے کہے چنانچہ اگر شوہر گواہوں کے ذریعہ ثابت کر دے تو قاضی اس کی بیوی پر زنا کی حد جاری کرے اور اگر شوہر چار گواہوں کے ذریعہ الزام ثابت نہ کر سکے تو پھر قاضی پہلے شوہر کو اس طرح کہلائے کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے جو زنا کی نسبت اس کی طرف کی ہے اس میں سچا ہوں عورت کی طرف اشارہ کر کے چار دفعہ شوہر اسی طرح کہے پھر پانچویں دفعہ مرد کی طرف اشارہ کر کے یوں کہے کہ اس مرد نے میری طرف جو زنا کی نسبت کی ہے اگر اس میں یہ سچا ہے تو مجھ پر خدا کا غضب ٹوٹے۔

جب دونوں اس طرح ملاعنت کریں تو حاکم دونوں میں جدائی کرا دے گا اور ایک طلاق بائن پڑ جائے گی اور وہ عورت اس

مرد کے لئے ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی ہاں اگر اس کے بعد مرد خود اپنے کو جھٹلائے یعنی یہ اقرار کرے کہ میں نے عورت پر جھوٹی تہمت لگائی تھی تو اس صورت میں اس پر حد تہمت جاری کی جائے گی اور عورت سے پھر نکاح کرنا اس کے لئے درست ہو جائے گا لیکن حضرت امام ابویوسف یہ فرماتے ہیں کہ اگر مرد خود اپنے کو جھٹلائے تب بھی عورت اس کے لئے ہمیشہ کو حرام رہے گی۔

حکم لعان کے نزول کا بیان

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک صحابی ہلال ابن امیہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی شریک ابن سحماء صحابی کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی یعنی ہلال نے کہا کہ شریک ابن سحماء نے میری بیوی کے ساتھ زنا کیا ہے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلال سے فرمایا کہ اپنے الزام کے ثبوت میں گواہ پیش کرو ورنہ جھوٹی تہمت لگانے کے جرم میں تمہاری پیٹھ پر حد جاری کی جائے گی یعنی اسی کوڑے مارے جائیں گے ہلال نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم !اگر ہم میں سے کوئی کسی کو اپنی بیوی کے ساتھ بدکاری میں مبتلا دیکھے تو کیا وہ گواہ ڈھونڈنے چلا جائے؟ یعنی اول تو ایسی صورت میں اتنا موقع کہاں کہ کسی کو گواہ کرے پھر یہ کہ کسی کو گواہ کرنے کی وہ جگہ کیا ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرمائے جارہے تھے کہ گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد جاری کی جائے گی پھر ہلال نے عرض کیا کہ قسم ہے اس پاک ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا میں سچا ہوں مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا حکم ضرور نازل فرمائے گا جو میری پیٹھ کو حد سے بری رکھے گا، آخر کا کچھ ہی عرصہ بعد حضرت جبریل تشریف لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیتیں نازل کی گئی ہیں آیت (وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ)(24 ۔النور:26) (یعنی اور جو لوگ کہ اپنی بیویوں کو تہمت لگاتے ہیں الخ پھر اس کے بعد کی آیتوں (اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ)(24 ۔النور:26) تک تلاوت کی اس کے بعد ہلال دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور گواہی دی یعنی لعان کی جو تفصیل پیچھے بیان کی جا چکی ہے اس کے ساتھ انہوں نے پانچ مرتبہ گواہی کے ذریعہ لعان کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں تم سے کوئی ایک جھوٹا ہے سو تم میں سے کون ہے جو توبہ کرے اس کے بعد ہلال کی بیوی کھڑی ہوئی اور لعان کیا یعنی چار مرتبہ اپنی پاکدامنی کی شہادت دی اور جب وہ پانچویں مرتبہ گواہی دینے چلی تو صحابہ نے اس کو روکا اور کہا کہ اچھی طرح سوچ سمجھ لو یہ پانچویں گواہی تم دونوں کے درمیان جدائی کو واجب کر دے گی یا اگر تم جھوٹی ہوگی تو آخرت میں عذاب کو واجب کر دے گی۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں یہ سن کر وہ عورت ٹھہر گئی اور پیچھے ہٹی یعنی وہ پانچویں مرتبہ کچھ گواہی دینے میں متامل ہوئی جس سے ہمیں یہ گمان ہوا کہ یہ اپنی بات سے پھر جائے گی لیکن پھر اس نے کہا کہ میں لعان سے بچ کر اور اپنے خاوند کے الزام کی تصدیق کر کے اپنی قوم کو ساری عمر کے لئے رسوا نہیں کروں گی یہ کہہ کر اس نے پانچویں گواہی کو بھی پورا کیا اس طرح جب لعان پورا ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں میاں بیوی کے درمیان جدائی کرا دی تو آپ نے فرمایا کہ اس کو دیکھتے رہنا اگر اس نے ایسے بچے کو جنم دیا جس کی آنکھیں سرمئی کولہے بھاری اور پنڈلیاں موٹی ہوں تو وہ بچہ شریک ابن سحماء کا ہوگا کیونکہ شریک اسی طرح کے ہیں چنانچہ جب اس عورت نے ایسے ہی بچہ کو جنم دیا جو شریک کے مشابہ تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کتاب اللہ کا مذکورہ حکم نہ ہوتا جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ لعان کرنے والوں پر تعزیر جاری نہیں ہوگی) تو پھر میں اس عورت کے ساتھ دوسرا ہی

معاملہ کرتا یعنی شریک کے ساتھ اس بچہ کی مشابہت اس عورت کی بدکاری کا ایک واضح قرینہ ہے اس لئے اس کی اس بدکاری پر میں اس کو ایسی سزا دیتا کہ دیکھنے والوں کو عبرت ہوتی (بخاری)

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے حضرت ہلال نے لعان کیا ہے اور اس موقع پر لعان کے سسلہ میں مذکورہ آیت نازل ہوئی اس بارے میں جو تحقیقی تفصیل ہے وہ حضرت سہل کی روایت کی تشریح میں بیان ہو چکی ہے۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے الخ، بظاہر زیادہ صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ان دونوں کے لعان سے فارغ ہونے کے بعد ارشاد فرمائی اور اس ارشاد گرامی کی مراد یہ ہے کہ جو بھی شخص کوئی جھوٹی بات کہے یا کسی پر جھوٹی تہمت لگائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ توبہ کرے بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات لعان سے پہلے ان دونوں کو جھوٹ کے عواقب سے ڈرانے کے لئے ارشاد فرمائی تھی۔

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ حاکم وقاضی کسی بھی معاملہ میں اپنے گمان وخیال قرائن اور کسی علامت کی بنیاد پر کوئی حکم نہ دے بلکہ وہی حکم دے جس کے دلائل وشواہد تقاضا کریں۔

لعان کے حکم کا بیان

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ لعان کا حکم یہ ہے کہ اس سے فارغ ہوتے ہی اس شخص کو اُس عورت سے وطی حرام ہے مگر فقط لعان سے نکاح سے خارج نہ ہوئی بلکہ لعان کے بعد حاکم اسلام تفریق کر دیگا اور اب مطلقہ بائن ہوگئی لہذا بعد لعان اگر قاضی نے تفریق نہ کی ہو تو طلاق دے سکتا ہے ایلا وظہار کر سکتا ہے دونوں میں سے کوئی مرجائے تو دوسرا اُس کا ترکہ پائیگا۔ ورلعان کے بعد اگر وہ دونوں علیحدہ ہونا نہ چاہیں جب بھی تفریق کردی جائے گی۔ اگر لعان کی ابتدا قاضی نے عورت سے کرائی تو شوہر کے الفاظ لعان کہنے کے بعد عورت سے پھر کہلوائے اور دوبارہ عورت سے نہ کہلوائے اور تفریق کردی تو ہوگئی۔ لعان ہوجانے کے بعد ابھی تفریق نہ کی تھی کہ خود قاضی کا انتقال ہوگیا یا معزول ہوگیا اور دوسرا اُس کی جگہ مقرر کیا گیا تو یہ قاضی دوم اب پھر لعان کی وجہ سے ہے۔ (جوہرہ نیرہ، کتاب طلاق، باب کفارہ ظہار، بیروت)

زانی کو از خود قتل کرنے کا حکم

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی اجنبی مرد کو پائے اور یہ متحقق ہوجائے کہ اس نے زنا کیا ہے، وروہ شخص اس سبب سے اس زانی کو قتل کردے تو جمہور فقہاء اسلام کا یہ نظریہ ہے کہ اس پر قصاص لازم آئے گا، یہ کہ وہ زنا کے ثبوت پر چار گواہ پیش کردے یا مقتول کے ورثاء اس کے زنا کا اعتراف کرلیں۔ اور یہ شرط بھی ہے کہ وہ زانی شادی شدہ ہو، یہ دنیاوی ضابطہ ہے اور اگر وہ سچا ہے تو آخرت میں اس پر کوئی وبال نہیں ہوگا۔ بعض شوافع کا قول یہ ہے کہ جو شخص بھی سلطان کی اجازت کے بغیر کسی شادی شدہ زانی کو قتل کرے گا اس سے قصاص لیا جائے گا۔ (شرح مسلم ج ۲ ص ۴۸۸، کراچی)

امام ابوحنیفہ کا قول جمہور کے موافق ہے، اگر دو شخص گواہی دیں کہ اس شخص نے فلاں آدمی کو زنا کے سبب سے قتل کیا ہے تو جمہور کے نزدیک اس سے قصاص لیا جائے گا اور امام احمد کے نزدیک اس پر قصاص نہیں ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۰۰۰، لاہور)

جمہور کی دلیل ابن ماجہ کی روایت ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے پہلے تو حضرت سعد کے جواب میں فرمایا تلوار کافی گواہ ہے، پھر فرمایا نہیں! مجھے خدشہ ہے کہ پھر لوگ نشے اور غیرت میں آ کر دھڑا دھڑ قتل کرنا شروع کر دیں گے۔

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۶۰۶)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ص نے اس سبب سے قتل کرنے کی اجازت نہیں دی، البتہ جس پر چار گواہوں سے زنا ثابت ہو جائے اس کا معاملہ الگ ہے کیونکہ وہ مباح الدم ہے اس لئے اس صورت میں اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا، لیکن کسی شخص کو بھی قانون اپنے ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں ہے اور اس وجہ سے وہ مواخذہ کا مستحق ہوگا۔

لعان کے بعد تفریق میں مذاہب فقہاء

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ امام مالک، امام شافعی اور ان کے موافقین کا یہ نظریہ ہے کہ نفس لعان سے، لعان کرنے والوں کے درمیان تفریق ہو جاتی ہے، امام مالک اور ان کے اکثر اصحاب کا قول یہ ہے کہ عورت کے لعان سے فارغ ہونے کے بعد تفریق ہو جاتی ہے اور امام شافعی اور ان کے اکثر اصحاب کا قول یہ ہے کہ مرد کے لعان سے فارغ ہوتے ہی تفریق ہو جات ہے۔ سحنون مالکی کا بھی یہی قول ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور سفیان ثوری کا یہ قول ہے کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی بلکہ لعان کے بعد قاضی کے تفریق کرنے سے تفریق ہوتی ہے، اور امام احمد بن حنبل کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں، ایک میں احناف کے ساتھ ہیں اور دوسرے میں شوافع کے۔ (عمدۃ القاری جز ۲۰ ص ۲۹۰، مصر)

علامہ ابوالحسن مرداوی حنبل لکھتے ہیں کہ وجیز میں لکھا ہے کہ امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ نفس لعان سے تفریق ہو جاتی ہے اور محرر، نظم، رعایتین، حاوی صغیر، فروع وغیرہ کتب حنابلہ میں اسی قول کو مقدم کیا ہے، اور امام احمد بن حنبل کا دوسرا قول یہ ہے کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی جب تک کہ حاکم تفریق نہ کرے۔ خرقی (المغنی ابن قدامہ کا متن) کا یہی مختار ہے۔ قاضی، شریف، ابو الخطاب اور ابن النساء وغیرہم فقہاء حنابلہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے، ہدایہ، مذہب، مسبوک الذہب اور دوسری کتب حنابلہ میں بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے اور انتصار میں لکھا ہے کہ عام اصحاب حنابلہ کا بھی یہی مختار ہے۔ (الانصاف ج ۹ ص ۲۰۲، ۲۰۱، بیروت)

فقہاء احناف کے نظریہ پر دلائل

فقہاء احناف کی دلیل یہ ہے یہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت درج کی جس میں پہلے لعان کا واقعہ درج ہے، حضرت ابن عمر نے لعان کی کاروائی بیان کرنے کے بعد فرمایا ثم فرق بینهما۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۹۴) "پھر رسول اللہ ﷺ نے لعن کرنے والوں کے درمیان تفریق کر دی"۔ امام بخاری نے حضرت ابن عمر کی اس روایت کی سعید بن جبیر سے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۱۱) اور نافع سے بھی۔ نافع سے دو روایات ذکر کی ہیں ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: (صحیح بخاری رقم الحدیث: ۵۳۱۳)

نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے لعان کرنے والے مرد اور عورت کے درمیان تفریق کر دی۔

ان احادیث صحیحہ سے واضح ہوگیا کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ورنہ رسول اللہ ﷺ لعان کے بعد تفریق نہ فرماتے۔

فقہاء احناف کی دوسری دلیل یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ کے واقعہ لعان میں یہ بیان کیا ہے کہ لعان کے بعد حضرت عویمر نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: ''یارسول اللہ! (لعان کے بعد) اگر اب میں اس کو اپنے نکاح میں رکھوں تو پھر میں جھوٹا قرار پاؤں گا، پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے کچھ فرمانے سے پہلے ہی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔'' اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۰۸، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۹۲)

ان حادیث صحیحہ سے واضح ہوگیا کہ نفس لعان سے تفرق نہیں ہوتی ورنہ حضرت عویمر اس کو تین طلاقیں نہ دیتے یا رسول اللہ فرماتے اب تین طلاقوں کی کیا ضرورت ہے تفریق تو ہوگئی۔

علامہ نووی کے اعتراضات کے جوابات

علامہ نووی نے اس دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے کہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اذھب فلا سبیل لک علیھا۔ ''جاؤ اس عورت پر تمہاری ملکیت نہیں ہے''۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عویمر رضی اللہ عنہ کے طلاق دینے کو رد کر دیا، یعنی اب تمہاری اس پر ملکیت نہیں ہے اس لئے طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۸۹، کراچی)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے علامہ نووی کی اس دلیل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ شرح مسلم میں علامہ نووی کی اس عبارت سے یہ وہم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عویمر کے تین طلاقیں دینے کے بعد فرمایا ''لا سبیل لک علیھا''۔ اور یہ کہ یہ جملہ حضرت بن سعد ساعدی کی روایت میں موجود ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ یہ جملہ حضرت ابن عمر کی روایت میں رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے بعد ہے: اللہ یعلم ان احدکما کاذب۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۴۵۲۔۴۵۱، لاہور)

حافظ ابن حجر عسقلانی کی اس وضاحت سے یہ معلوم ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد ''فلا سبیل لک علیھا'' کا حضرت عویمر کی دی گئی تین طلاقوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے نہ یہ تین طلاقوں پر رد ہے، اس معاملہ میں علامہ نووی نیا یک کھلا ہوا مغالطہ کھایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ''لا سبیل لک علیھا'' جس حدیث میں ہے وہ حسب ذیل ہے:

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر سے لعان کرنے والوں کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نیلعان کرنے والوں سے فرمایا ''تمہارا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے، تم دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے اور اس عورت پر اب تمہاری ملکیت نہیں ہے۔'' (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۳۱۲)

اس حدیث سے نہ صرف یہ واضح ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد ''لا سبیل لک علیھا'' کا تعلق حضرت عویمر کے قصہ سے نہیں ہے بلکہ اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ لعان کرنے والوں کے درمیان نفس لعان سے تفریق نہیں ہوئی بلکہ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے ہوئی ہے۔

نفس لعان سے تفریق نہ ہونے پر ایک واضح دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عویمر نے لعان کے بعد تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ ﷺ نے ان تین طلاقوں کو نافذ کر دیا۔ اگر نفس لعان سے تفریق ہو جاتی تو آپ ان تین طلاقوں کو مسترد کر دیتے، امام ابوداؤد

روایت کرتے ہیں: (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۲۵۰)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان تین طلاقوں کو نافذ کر دیا۔

علامہ نووی نے دوسرا اعتراض یہ کیا ہے کہ دوسری روایت میں ہے: ففارقها "حضرت عویمر اپنی بیوی سے علیحدہ ہو گئے"۔ لیکن یہ تین طلاقیں دینے کے بعد کا واقعہ ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ابن شہاب کی حضرت سہل بن سعد ساعدی کی روایت سے ظاہر ہے۔ اس لئے اس روایت کا یہ لفظ بھی علامہ نووی اور شوافع کے مسلک کے لئے مفید نہیں ہے۔

(صحیح مسلم کتاب اللعان رقم حدیث الباب: ۳، رقم الحدیث بلا تکرار: ۱۴۹۲، رقم الحدیث المسلسل: ۳۶۷۰)

صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر کی بکثرت روایات مذکور ہیں۔ (رقم حدیث الباب: ۹،۸،۷) جن میں تصریح ہے کہ لعان کے بعد رسول اللہ ﷺ نے تفریق کی، اور یہ موقف احناف کی واضح دلیل ہیں اور فقہاء مالکیہ اور شافعیہ کے موقف پر کوئی حدیث نہیں ہے۔

لعان کی وجہ سے بچہ کے نسب کی نفی میں مذاہب فقہاء

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک شخص نے لعان کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے درمیان تفریق کر دی اور بچہ کو ماں کے ساتھ لاحق کر دیا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۴۹۴)

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں کہ جمہور فقہاء تابعین اور ائمہ اربعہ کا مسلک یہ ہے کہ لعان کے بعد بچہ کو ماں کے ساتھ لاحق کر دیا جائے گا اور وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور باپ سے اس کا نسب منتفی ہوگا۔ امام طحاوی کہتے ہیں کہ عامر، شعبی، محمد بن ابی ذئب اور بعض اہل مدینہ نے اس مسئلہ میں جمہور سے اختلاف کیا ہے کیونکہ بچہ اس کا ہوتا ہے کہ جس کے بستر پر ہو اس لئے لعان کرنے والے شخص سے ہی نسب ثابت ہوگا لیکن ان کے خلاف یہ حدیث جمہور کی قوی دلیل ہے اور اس قاعدہ میں اس حدیث سے تخصیص کی جائے گی۔ البتہ ایک اور اختلاف یہ ہے کہ ماں سے نسبت اس وقت منتفی ہوگا جب بچہ پیدا ہوتے ہی یا زیادہ دن گزرنے سے پہلے مرد اس کا انکار کر دے، امام ابوحنیفہ نے دن مقرر نہیں کیے۔

امام ابو یوسف فرماتے ہیں سات دن کے کے بعد انکار معتبر نہیں ہے۔ اور امام محمد فرماتے ہیں چالیس دن کے بعد انکار معتبر نہیں ہے۔ یعنی اس سے پہلے انکار کا شرعاً اعتبار ہوگا اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر بچہ پیدا ہوتے ہیں فوراً انکار کر دیا تو اس کا انکار شرعاً معتبر ہوگا ورنہ نہیں۔ (عمدۃ القاری ج۲۰ ص۲۰۲، مصر)

لعان کی شرائط کا فقہی بیان

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں کہ لعان کی درج ذیل شرائط ہیں۔ (۱) نکاح صحیح ہو۔ اگر اس عورت سے اس کا نکاح فاسد ہو اور تہمت لگائی تو لعان نہیں۔ (۲) زوجیت قائم ہو خواہ دخول ہوا ہو یا نہیں لہٰذا اگر تہمت لگانے کے بعد طلاق بائن دی تو لعان نہیں ہو سکتا اگرچہ طلاق دینے کے بعد پھر نکاح کر لیا۔ یونہی اگر طلاق بائن دینے کے بعد تہمت لگائی یا زدلیل کے مرجانے کے بعد تو

لعان نہیں اور اگر تہمت کے بعد رجعی طلاق دی یا رجعی طلاق کے بعد تہمت لگائی تو لعان ساقط نہیں۔

(۳) دونوں آزاد ہوں۔(۴) دونوں عاقل ہوں۔(۵) دونوں بالغ ہوں۔(۶) دونوں مسلمان ہوں۔(۷) دونوں ناطق ہوں یعنی اُن میں کوئی گونگا نہ ہو۔(۸) اُن میں کسی پر حد قذف نہ لگائی گئی ہو۔(۹) مرد نے اپنے اِس قول پر گواہ نہ پیش کیے ہوں۔

(۱۰) عورت زنا سے انکار کرتی ہو اور اپنے کو پارسا کہتی ہو اصطلاح شرع میں پارسا اُس کو کہتے ہیں جس کے ساتھ وطی حرام نہ ہوئی ہو نہ وہ اس کے ساتھ متہم ہو۔لہٰذا طلاق بائن کی عدت میں اگر شوہر نے اُس سے وطی کی اگرچہ وہ اپنی نادانی سے یہ سمجھتا تھ کہ اس سے وطی حلال ہے تو عورت عفیفہ نہیں۔یونہی اگر نکاح فاسد کر کے اُس سے وطی کی تو عفت جاتی رہی یا عورت کی اولاد ہے جس کے باپ کو یہاں کے لوگ نہ جانتے ہوں اگرچہ حقیقۃً وہ ولد الزنا نہیں ہے یہ صورت متہم ہونے کی ہے اس سے بھی عفت جاتی رہتی ہے۔اور اگر وطی حرام عارضی سبب سے ہو مثلاً حیض ونفاس وغیرہ میں جن میں وطی حرام ہے وطی کی تو اس سے عفت نہیں جاتی۔

(۱۱) صریح زنا کی تہمت لگائی ہو یا اُس کی جو اولاد اس کے نکاح میں پیدا ہوئی اُس کو کہتا ہو کہ یہ میری نہیں یا جو بچہ عورت کا دوسرے شوہر سے ہے اُس کو کہتا ہو کہ یہ اس کا نہیں۔(۱۲) دارالاسلام میں یہ تہمت لگائی ہو۔(۱۳) عورت قاضی کے پاس اُس کا مطالبہ کرے۔(۱۴) شوہر تہمت لگانے کا اقرار کرتا ہو یا دو مرد گواہوں سے ثابت ہو۔لعان کے وقت عورت کا کھڑا ہونا شرط نہیں بلکہ مستحب ہے۔(عالم گیری،باب لعان،۵،ص،۵۱۵،بیروت)

محدود قذف ہونے والے کی شہادت میں مذاہب اربعہ

جو لوگ کسی عورت پر یا کسی مرد پر زنا کاری کی تہمت لگائیں اور ثبوت نہ دے سکیں۔تو انہیں اسی کوڑے لگائے جائیں گے، ہاں اگر شہادت پیش کردیں تو حد سے بچ جائیں گے اور جن پر جرم ثابت ہوا ہے ان پر حد جاری کی جائے گی۔اگر شہادت نہ پیش کرسکے تو اسی کوڑے بھی لگیں گے اور آئندہ کے لئے ہمیشہ ان کی شہادت غیر مقبول رہے گی اور وہ عادل نہیں بلکہ فاسق سمجھے جائیں گے۔اس آیت میں جن لوگوں کو مخصوص اور مستثنیٰ کردیا ہے تو بعض تو کہتے ہیں کہ یہ استثنا صرف فاسق ہونے سے ہے یعنی بعد از توبہ وہ فاسق نہیں رہیں گے۔بعض کہتے ہیں نہ فاسق رہیں گے نہ مردود الشہادۃ بلکہ پھر ان کی شہادت بھی لی جائے گی۔ہاں حد جو ہے وہ توبہ سے کسی طرح ہٹ نہیں سکتی۔

امام مالک،احمد اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب تو یہ ہے کہ توبہ سے شہادت کا مردود ہونا اور فسق ہٹ جائے گا۔سید التابعین حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ اور سلف کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے،

لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صرف فسق دور ہو جائے گا لیکن شہادت قبول نہیں ہوسکتی۔بعض اور لوگ بھی یہی کہتے ہیں۔شعبی اور ضحاک کہتے ہیں کہ اگر اس نے اس بات کا اقرار کرلیا کہ اسے بہتان باندھا تھا اور پھر توبہ بھی پوری کی تو اس کی شہادت اس کے بعد مقبول ہے۔واللہ اعلم۔

شرائط لعان شوافع واحناف کا اختلاف

کیا لعان ہر زوج اور زوجہ کے درمیان ہو سکتا ہے یا اس کے لیے دونوں میں کچھ شرائط ہیں؟ اس مسئلے میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ جس کی قسم قانونی حیثیت سے معتبر ہو اور جس کو طلاق دینے کا اختیار ہو وہ لعان کر سکتا ہے۔ گویا ان کے نزدیک صرف عاقل اور بالغ ہونا اہلیت لعان کے لیے کافی ہے خواہ زوجین مسلم ہوں یا کافر، غلام ہوں یا آزاد، مقبول الشہادت ہوں یا نہ ہوں، اور مسلم شوہر کی بیوی مسلمان ہو یا ذمی۔ قریب قریب یہی دلیل امام مالک علیہ الرحمہ اور امام احمد کی بھی ہے۔

مگر حنفیہ کہتے ہیں کہ لعان صرف ایسے آزاد مسلمان زوجین ہی میں ہو سکتا ہے جو قذف کے جرم میں سزا یافتہ نہ ہوں۔ اگر عورت اور مرد دونوں کافر ہوں، یا غلام ہوں، یا قذف کے جرم میں پہلے کے سزا یافتہ ہوں تو ان کے درمیان لعان نہیں ہو سکتا۔ مزید براں اگر عورت کبھی اس سے پہلے حرام یا مشتبہ طریقے پر کسی مرد سے ملوث ہو چکی ہو تب بھی لعان درست نہ ہوگا۔ یہ شرطیں حنفیہ نے اس بنا پر لگائی ہیں کہ ان کے نزدیک لعان کے قانون اور قذف کے قانون میں اس کے سوا کوئی فرق نہیں ہے کہ غیر آدمی اگر قذف کا مرتکب ہو تو اس کے لیے حد ہے اور شوہر اس کا ارتکاب کرے تو وہ لعان کر کے چھوٹ سکتا ہے۔ باقی تمام حیثیتوں سے لعان اور قذف ایک ہی چیز ہے۔

علاوہ بریں حنفیہ کے نزدیک چونکہ لعان کی قسمیں شہادت کی حیثیت رکھتی ہیں، اس لیے وہ کسی ایسے شخص کو اس کی اجازت نہیں دیتے جو شہادت کا اہل نہ ہو۔

لعان کا طریقہ اور فقہی تصریحات کا بیان

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ رب العالمین نے ان خاوندوں کے لئے جو اپنی بیویوں کی نسبت ایسی بات کہہ دیں چھٹکارے کی صورت بیان فرمائی ہے کہ جب وہ گواہ پیش نہ کر سکیں تو لعان کر لیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ امام کے سامنے آ کر وہ اپنا بیان دے جب شہادت نہ پیش کر سکے تو حاکم اسے چار گواہوں کے قائم مقام چار قسمیں دے گا اور یہ قسم کھا کر کہے گا کہ وہ سچا ہے جو بات کہتا ہے وہ حق ہے۔ پانچویں دفعہ کہے گا کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت۔

اتنا کہتے ہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے نزدیک اس کی عورت اس سے بائن ہو جائے گی اور ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی۔ یہ مہر ادا کر دے گا اور اس عورت پر زنا ثابت ہو جائے گی۔ لیکن اگر وہ عورت بھی سامنے ملاعنہ کرے تو حد اس پر سے ہٹ جائے گی۔ یہ بھی چار مرتبہ حلفیہ بیان دے گی کہ اس کا خاوند جھوٹا ہے۔

اور پانچویں مرتبہ کہے گی کہ اگر وہ سچا ہو تو اس پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ اس نکتہ کو بھی خیال میں رکھئے کہ عورت کے لئے غضب کا لفظ کہا گیا اس لئے کہ عموماً کوئی مرد نہیں چاہتا کہ وہ اپنی بیوی کو خواہ مخواہ تہمت لگائے اور اپنے آپ کو بلکہ اپنے کنبے کو بھی بدنام کرے عموماً وہ سچا ہی ہوتا ہے اور اپنے صدق کی بنا پر ہی وہ معذور سمجھا جا سکتا ہے۔

اس لئے پانچویں مرتبہ میں اس سے یہ کہلوایا گیا کہ اگر اس کا خاوند سچا ہو تو اس پر اللہ کا غضب آئے۔ پھر غضب والے وہ

ہوتے ہیں جوحق کو جان کر پھر اس سے روگردانی کریں۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر اللہ کا فضل ورحم تم پر نہ ہوتا تو پھر غضب والے وہ ہوتے
ہیں جوحق کو جان کر پھر اس سے روگردانی کریں۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر اللہ کا فضل ورحم تم پر نہ ہوتا تو ایسی آسانیاں تم پر نہ ہوتیں بلکہ تم پر مشقت اترتی۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرمایا کرتا ہے گو کیسے ہی گناہ ہوں اور گو کسی وقت بھی توبہ ہو وہ حکیم ہے، اپنی شرع میں، اپنے حکموں میں، اپنی ممانعت میں" اس آیت کے بارے میں جو روایتیں ہیں وہ بھی سن لیجئے۔ "مسند احمد میں ہے جب یہ آیت اتری تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جو انصار کے سردار ہیں کہنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ آیت اسی طرح اتاری گئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انصار یو سنتے نہیں ہو؟ یہ تمہارے سردار کیا کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ درگزر فرمایئے یہ صرف ان کی بڑھی چڑھی غیرت کا باعث ہے اور کچھ نہیں۔ ان کی غیرت کا یہ حال ہے کہ انہیں کوئی بیٹی دینے کی جرأت نہیں کرتا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو میرا ایمان ہے کہ یہ حق ہے لیکن اگر میں کسی کو اس کے پاؤں پکڑے ہوئے دیکھ لوں تو بھی میں اسے کچھ نہیں کہہ سکتا یہاں تک کہ میں چار گواہ لاؤں تب تک تو وہ اپنا کام پورا کرلے گا۔ اس بات کو ذراسی ہی دیر ہوئی ہوگی کہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ آئے یہ ان تین شخصوں میں سے ایک غیر مرد ہے خود آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے ان کی باتیں سنیں۔ صبح ہی صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا آپ کو بہت برا معلوم ہوا اور طبیعت پر نہایت ہی شاق گزرا۔ سب انصار جمع ہو گئے اور کہنے لگے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے قول کی دلیل سے ہم اس آفت میں مبتلا کئے گئے مگر اس صورت میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہلال بن امیہ کو تہمت کی حد لگائیں اور اس کی شہادت کو مردود ٹھہرائیں۔

حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کہنے لگے واللہ میں سچا ہوں اور مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا چھٹکارا کردے گا۔ کہنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھتا ہوں کہ میرا کلام آپ کی طبیعت پر بہت گراں گزرا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اللہ کی قسم ہے میں سچا ہوں، اللہ خوب جانتا ہے۔ لیکن چونکہ گواہ پیش نہیں کر سکتے تھے قریب تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں حد مارنے کو فرماتے اتنے میں وحی اترنا شروع ہوئی۔ صحابہ آپ کے چہرے کو دیکھ کر علامت سے پہچان گئے کہ اس وقت وحی نازل ہو رہی ہے۔ جب اتر چکی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر فرمایا، اے ہلال رضی اللہ عنہ خوش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے کشادگی اور چھٹی نازل فرمادی۔

حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کہنے لگے الحمد للہ مجھے اللہ رحیم کی ذات سے یہی امید تھی۔ پھر آپ نے حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کی بیوی کو بلوایا اور ان دونوں کے سامنے آیت ملاعنہ پڑھ کر سنائی اور فرمایا دیکھو آخرت کا عذاب دنیا کے عذاب سے سخت ہے۔ ہلال فرمانے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بالکل سچا ہوں۔ اس عورت نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ جھوٹ کہہ رہا ہے آپ نے حکم دیا کہ اچھا لعان کرو۔ تو ہلال کو کہا گیا کہ اس طرح چار قسمیں کھاؤ اور پانچویں دفعہ یوں کہو۔ حضرت ہلال رضی اللہ عنہ جب چار

بار کہہ چکے اور پانچویں بار کی نوبت آئی تو آپ سے کہا گیا کہ ہلال اللہ سے ڈر جا۔ دنیا کی سزا آخرت کے عذابوں سے بہت ہلکی ہے یہ پانچویں بار تیری زبان سے نکلتے ہی تجھ پر عذاب واجب ہو جائے گا تو آپ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم اللہ کی جس طرح اللہ نے مجھے دنیا کی سزا سے میری صداقت کی دلیل سے بچایا، اسی طرح آخرت کے عذاب سے بھی میری سچائی کی دلیل سے میرا رب مجھے محفوظ رکھے گا۔

پھر پانچویں دفعہ کے الفاظ بھی زبان سے ادا کر دیئے۔ اب اس عورت سے کہا گیا کہ تو چار دفعہ قسمیں کھا کہ یہ جھوٹا ہے۔ جب وہ چاروں قسمیں کھا چکی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پانچویں دفعہ کے اس کلمہ کے کہنے سے روکا اور جس طرح حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کو سمجھایا گیا تھا اس سے بھی فرمایا تو اسے کچھ خیال پیدا ہو گیا۔ رکی، جھجکی، زبان کو سنبھالا، قریب تھا کہ اپنے قصور کا اقرار کر لے لیکن پھر کہنے لگی میں ہمیشہ کے لئے اپنی قوم کو رسوا نہیں کرنے کی۔ پھر کہہ دیا کہ اگر اس کا خاوند سچا ہو تو اس پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں میں جدائی کرا دی اور حکم دے دیا کہ اس سے جو اولاد ہو وہ حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب نہ کی جائے۔ نہ اسے حرام کی اولاد کہا جائے۔ جو اس بچے کو حرامی کہے یا اس عورت پر تہمت رکھے، وہ حد لگایا جائے گا، یہ بھی فیصلہ دیا کہ اس کا کوئی نان نفقہ اس کے خاوند پر نہیں کیونکہ جدائی کر دی گئی ہے۔ نہ طلاق ہوئی ہے نہ خاوند کا انتقال ہوا ہے اور فرمایا دیکھو اگر یہ بچہ سرخ سفید رنگ موٹی پنڈلیوں والا پیدا ہو تو اسے ہلال کا سمجھنا اور اگر وہ پتلی پنڈلیوں والا سیاہی مائل رنگ کا پیدا ہو تو اس شخص کا سمجھنا جس کے ساتھ اس پر الزام قائم کیا گیا ہے۔ جب بچہ ہوا تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ اس بری صفت پر تھا جو الزام کی حقانیت کی نشانی تھی۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ مسئلہ قسموں پر طے شدہ نہ ہوتا تو میں اس عورت کو قطعاً حد لگاتا۔ یہ صاحبزادے بڑے ہو کر مصر کے والی بنے اور ان کی نسبت ان کی ماں کی طرف تھی۔ (ابوداؤد)

اس حدیث کے اور بھی بہت سے شاہد ہیں۔ بخاری شریف میں بھی یہ حدیث ہے۔ اس میں ہے کہ شریک بن سماء کے ساتھ تہمت لگائی گئی تھی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب حضرت ہلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا گواہ پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد لگے گی۔ حضرت ہلال رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص اپنی بیوی کو برے کام پر دیکھ کر گواہ ڈھونڈنے جائے؟ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے رہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ دونوں کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی توبہ کر کے اپنے جھوٹ سے ہٹتا ہے؟ اور روایت میں ہے کہ پانچویں دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے کہا کہ اس کا منہ بند کر دو پھر اسے نصیحت کی۔ اور فرمایا اللہ کی لعنت سے ہر چیز ہلکی ہے۔ اسی طرح اس عورت کے ساتھ کیا گیا۔

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لعان کرنے والے مرد و عورت کی نسبت مجھ سے دریافت کیا گیا کہ کیا ان میں جدائی کرا دی جائے؟ یہ واقعہ ہے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی امارت کے زمانہ کا۔ مجھ سے تو اس کا جواب کچھ نہ بن پڑا تو میں اپنے مکان سے چل کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی منزل پر آیا اور ان سے یہی مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ سب سے پہلے یہ بات فلاں بن فلاں نے دریافت کی تھی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی شخص اپنی عورت کو کسی برے کام پر پائے تو اگر

زبان سے نکالے تو بھی بڑی بےشرمی کی بات ہے اور اگر خاموش رہے تو بھی بڑی بےغیرتی کی خاموشی ہے۔ آپ سن کر خاموش ہو رہے۔ پھر وہ آیا اور کہنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نے جو سوال جناب سے کیا تھا افسوس وہی واقعہ میرے ہاں پیش آیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور کی یہ آیتیں نازل فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو پاس بلا کر ایک ایک کو الگ الگ نصیحت کی۔ بہت کچھ سمجھایا لیکن ہر ایک نے اپنا سچا ہونا ظاہر کیا پھر دونوں نے آیت کے مطابق قسمیں کھائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں جدائی کرا دی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ صحابہ کا ایک مجمع شام کے وقت جمعہ کے دن مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک انصاری نے کہا جب کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی شخص کو پائے تو اگر وہ اسے مار ڈالے تو تم اسے مار ڈالو گے اور اگر زبان سے نکالے گا تو تم شہادت موجود نہ ہونے کی دلیل سنے اسی کو کوڑے لگاؤ گے اور اگر یہ اندھیر دیکھ کر خاموش ہو کر بیٹھا رہے تو یہ بڑی بےغیرتی اور بڑی بےحیائی ہے۔ واللہ اگر میں صبح تک زندہ رہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی بابت دریافت کروں گا۔ چنانچہ اس نے انہی لفظوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اور دعا کی کہ یا اللہ اس کا فیصلہ نازل فرما۔ پس آیت لعان اتری اور سب سے پہلے یہی شخص اس میں مبتلا ہوا۔

اور روایت میں ہے کہ حضرت عویمر نے حضرت عاصم بن عدی سے کہا کہ ذرا جاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت تو کرو کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو پائے تو کیا کرے؟ ایسا تو نہیں کہ وہ قتل کرے تو اسے بھی قتل کیا جائے گا؟ چنانچہ عاصم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سوال سے بہت ناراض ہوئے۔ جب عویمر رضی اللہ عنہ عاصم سے ملے تو پوچھا کہ کہو تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا؟ اور آپ نے کیا جواب دیا؟ عاصم نے کہا تم نے مجھ سے کوئی اچھی خدمت نہیں لی افسوس میرے اس سوال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیب پکڑا اور برا مانا۔ عویمر رضی اللہ عنہ نے کہا اب اگر میں اسے اپنے گھر لے جاؤں تو گویا میں نے اس پر جھوٹ تہمت باندھی تھی۔ پس آپ کے حکم سے پہلے ہی اس عورت کو جدا کر دیا۔ پھر تو لعان کرنے والوں کا یہی طریقہ مقرر ہو گیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ یہ عورت حاملہ تھی اور ان کے خاوند نے اس سے انکار کیا کہ یہ حمل ان سے ہوا۔ اس لئے یہ بچہ اپنی ماں کی طرف منسوب ہوتا رہا پھر مسنون طریقہ یوں جاری ہوا کہ یہ اپنی ماں کا وارث ہوگا اور ماں اس کی وارث ہوگی۔ ایک مرسل اور غریب حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر تمہارے ہاں ایسی واردات ہو تو کیا کرو گے؟ دونوں نے کہا گردن اڑا دیں گے۔ ایسے وقت چشم پوشی وہی کر سکتے ہیں جو دیوث ہوں، اس پر یہ آیتیں اتریں۔ ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلا لعان مسلمانوں میں ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کے درمیان ہوا تھا۔ (تفسیر ابن کثیر، نور)

2245 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، اَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ اَخْبَرَهُ، اَنَّ عُوَيْمِرَ بْنَ اَشْقَرَ الْعَجْلَانِيَّ جَاءَ اِلٰى عَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ، فَقَالَ لَهُ: يَا عَاصِمُ اَرَاَيْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَاَتِهِ رَجُلًا، اَيَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُوْنَهُ، اَمْ كَيْفَ يَفْعَلُ؟ سَلْ لِيْ يَا عَاصِمُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ، فَسَاَلَ عَاصِمٌ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَرِهَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسَائِلَ وَعَابَهَا، حَتّٰى كَبُرَ

عَلٰی عَاصِمٍ مَا سَمِعَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا رَجَعَ عَاصِمٌ اِلٰی اَهْلِهٖ جَاءَهُ عُوَیْمِرٌ. فَقَالَ لَهُ: یَا عَاصِمُ، مَاذَا قَالَ لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ عَاصِمٌ: لَمْ تَاْتِنِیْ بِخَیْرٍ. قَدْ كَرِهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْاَلَةَ الَّتِیْ سَاَلْتُهُ عَنْهَا. فَقَالَ عُوَیْمِرٌ: وَاللّٰهِ لَا اَنْتَهِیْ حَتّٰی اَسْاَلَهُ عَنْهَا فَاَقْبَلَ عُوَیْمِرٌ حَتّٰی اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ وَسْطَ النَّاسِ، فَقَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَرَاَیْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَاَتِهٖ رَجُلًا اَیَقْتُلُهُ فَتَقْتُلُوْنَهُ، اَمْ كَیْفَ یَفْعَلُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ اُنْزِلَ فِیْكَ وَفِیْ صَاحِبَتِكَ قُرْاٰنٌ، فَاذْهَبْ فَاْتِ بِهَا. قَالَ سَهْلٌ: فَتَلَاعَنَا وَاَنَا مَعَ النَّاسِ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا فَرَغَا، قَالَ عُوَیْمِرٌ: كَذَبْتُ عَلَیْهَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ اَمْسَكْتُهَا، فَطَلَّقَهَا عُوَیْمِرٌ ثَلَاثًا، قَبْلَ اَنْ یَاْمُرَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَكَانَتْ تِلْكَ سُنَّةَ الْمُتَلَاعِنَیْنِ.

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عویمر بن اشقر عجلانی رضی اللہ عنہ، حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور بولے: اے عاصم! آپ کی کیا رائے ہے؟ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس کسی دوسرے شخص کو پاتا ہے اور اسے قتل کر دیتا ہے، تو آپ لوگ اسے قتل کر دیں گے، پھر اسے کیا کرنا چاہیے؟ اے عاصم! آپ میرے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کریں، عاصم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سوال پسند نہیں آیا اور آپ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا، یہ بات عاصم کو بہت گراں گزری جو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی، جب عاصم اپنے گھر واپس آئے تو عویمر ان کے پاس آئے اور بولے: اے عاصم! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کیا جواب دیا ہے؟

عاصم نے کہا: تم میرے پاس بھلائی لے کر نہیں آئے، میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا تھا یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہیں آئی، تو عویمر نے کہا: اللہ کی قسم! میں باز نہیں آؤں گا اور میں خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کروں گا۔ پھر عویمر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جو اس وقت لوگوں کے درمیان موجود تھے، انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ایسے شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ جو اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسرے شخص کو پاتا ہے، کیا وہ اسے قتل کر دے؟ پھر تو آپ لوگ اسے قتل کر دیں گے، تو اسے کیا کرنا چاہیے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تمہارے اور تمہاری بیوی کے بارے میں قرآن (کا حکم) نازل ہو گیا ہے، تم جاؤ اور اس عورت کو لے آؤ۔''

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پھر ان دونوں میاں بیوی نے لعان کیا، میں بھی لوگوں کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا، جب وہ دونوں فارغ ہوئے، تو عویمر نے کہا: یا رسول اللہ! اگر میں اب بھی اس عورت کو اپنے ساتھ رکھتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں نے اس پر جھوٹا الزام لگایا ہے، پھر انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دینے سے پہلے اس عورت کو تین طلاقیں دے دیں۔

ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: تو لعان کرنے والوں کے لیے یہی روایت بن گئی۔

2246 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ یَحْیٰی، حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدٌ یَعْنِی ابْنَ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ، حَدَّثَنِیْ عَبَّاسُ

بْنُ سَهْلٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَاصِمِ بْنِ عَدِيٍّ: أَمْسِكِ الْمَرْأَةَ عِنْدَكَ حَتَّى تَلِدَ،

عباس بن سہل اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جب تک یہ عورت بچے کو جنم نہیں دیتی تم اسے اپنے ہاں رکھو۔

2247 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: حَضَرْتُ لِعَانَهُمَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً، وَسَاقَ الْحَدِيثَ، قَالَ فِيهِ: ثُمَّ خَرَجَتْ حَامِلًا فَكَانَ الْوَلَدُ يُدْعَى إِلَى أُمِّهِ

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ان دونوں کے لعان کے وقت نبی اکرم ﷺ کے پاس موجود تھا میری عمر اس وقت پندرہ سال تھی، اس کے بعد راوی نے پورا واقعہ بیان کیا ہے۔ جس میں یہ الفاظ ہیں: وہ عورت حاملہ تھی، تو اس کے بچے کو اس کی ماں کی طرف منسوب کیا گیا۔

2248 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْوَرْكَانِيُّ، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، فِي خَبَرِ الْمُتَلَاعِنَيْنِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَبْصِرُوهَا، فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَدْعَجَ الْعَيْنَيْنِ عَظِيمَ الْأَلْيَتَيْنِ فَلَا أُرَاهُ إِلَّا قَدْ صَدَقَ، وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أُحَيْمِرَ كَأَنَّهُ وَحَرَةٌ فَلَا أُرَاهُ إِلَّا كَاذِبًا، قَالَ: فَجَاءَتْ بِهِ عَلَى النَّعْتِ الْمَكْرُوهِ.

زہری نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لعان کرنے والوں کا واقعہ نقل کیا ہے۔

وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس عورت کا خیال رکھنا اگر اس نے سیاہ آنکھوں اور بھاری سرین والے بچے کو جنم دیا تو میرا خیال ہے، مرد (یعنی عویمر) نے سچ کہا ہے، اور اگر اس نے چھپکلی جیسے سرخ بچے کو جنم دیا تو اس کا مطلب ہے، مرد نے غلط بیانی کی۔

راوی بیان کرتے ہیں: تو اس عورت نے ناپسندیدہ حلیے والے بچے کو جنم دیا۔

2249 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، بِهَذَا الْخَبَرِ قَالَ: فَكَانَ يُدْعَى يَعْنِي الْوَلَدَ لِأُمِّهِ.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: اس بچے کو اس کی ماں کی نسبت سے بلایا جاتا تھا۔

2250 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عِيَاضِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْفِهْرِيِّ، وَغَيْرِهِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ فِي هَذَا الْخَبَرِ، قَالَ: فَطَلَّقَهَا ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ

2248- اسناده صحيح، ابراهيم بن سعد: هو ابن ابراهيم بن عبد الرحمن بن عوف. واخرجه ابن ماجه (2066) من طريق محمد بن عثمان العثماني، عن ابراهيم بن سعد، بهذا الاسناد. واخرجه البخاري (5309) و (7304) من طريقين عن ابن شهاب، به. وهو في "مسند احمد" (22830).

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَنْفَذَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ مَا صُنِعَ عِنْدَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم سُنَّةٌ. قَالَ سَهْلٌ: حَضَرْتُ هٰذَا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَمَضَتِ السُّنَّةُ بَعْدُ فِي الْمُتَلَاعِنَيْنِ أَنْ يُفَرَّقَ بَيْنَهُمَا ثُمَّ لَا يَجْتَمِعَانِ أَبَدًا

ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اس عورت کو تین طلاقیں دے دیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نافذ قرار دیا، تو جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کیا گیا، وہ سنت ہے۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اس واقعہ کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا (اگلے الفاظ شاید ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں) اس کے بعد لعان کرنے والوں میں یہی طریقہ جاری ہو گیا کہ ان دونوں کے درمیان علیحدگی کروادی جاتی ہے، اور پھر وہ دونوں کبھی بھی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

2251 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَوَهْبُ بْنُ بَيَانٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ، وَعَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ مُسَدَّدٌ: قَالَ: شَهِدْتُ الْمُتَلَاعِنَيْنِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تَلَاعَنَا، وَتَمَّ حَدِيثُ مُسَدَّدٍ، وَقَالَ الْآخَرُونَ: إِنَّهُ شَهِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَّقَ بَيْنَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ، فَقَالَ الرَّجُلُ: كَذَبْتُ عَلَيْهَا يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ أَمْسَكْتُهَا، لَمْ يَقُلْ بَعْضُهُمْ عَلَيْهَا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَمْ يُتَابِعْ ابْنَ عُيَيْنَةَ أَحَدٌ عَلَى أَنَّهُ فَرَّقَ بَيْنَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں، میں لعان کرنے والوں کے پاس میں موجود تھا، میری عمر اس وقت پندرہ سال تھی، جب ان دونوں نے لعان کر لیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان علیحدگی کروادی، (مسدد نامی راوی کی روایت مکمل ہو گئی، دوسرے راویوں کی روایت میں یہ الفاظ ہیں) وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعان کرنے والوں میں علیحدگی کروادی، مرد نے کہا: یارسول اللہ! اگر میں اب بھی اسے اپنے ساتھ رکھتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہو گا، میں نے اس پر جھوٹا الزام لگایا ہے۔

بعض راویوں نے لفظ "اس پر" نقل نہیں کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) کسی راوی نے ابن عیینہ کے ان الفاظ کی متابعت نہیں کی: (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے) لعان کرنے والوں میں تفریق کروادی۔

2252 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، فِي هٰذَا الْحَدِيثِ. وَكَانَتْ حَامِلًا، فَأَنْكَرَ حَمْلَهَا، فَكَانَ ابْنُهَا يُدْعَى إِلَيْهَا، ثُمَّ جَرَتِ السُّنَّةُ فِي الْمِيرَاثِ: أَنْ يَرِثَهَا وَتَرِثَ مِنْهُ مَا فَرَضَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهَا

زہری رحمہ اللہ، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، اس روایت میں یہ نقل کرتے ہیں: وہ عورت حاملہ تھی، مرد نے اس کے حمل کا انکار کیا، تو اس عورت کے بچے کی نسبت اس عورت کی طرف کی جاتی، اور پھر میراث کے بارے میں بھی یہی رواج ہوا، وہ بچہ اس عورت کا وارث بنتا تھا اور وہ عورت اس بچے کی وارث بنتی تھی، جو بھی حصہ اللہ تعالیٰ نے (ماں کے طور پر) اس کے لیے مقرر کیا تھا۔

2253 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْاَعْمَشِ، عَنْ اِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: اِنَّا لَلَيْلَةَ جُمُعَةٍ فِي الْمَسْجِدِ، اِذْ دَخَلَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: لَوْ اَنَّ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَاَتِهِ رَجُلًا فَتَكَلَّمَ بِهِ جَلَدْتُمُوهُ، اَوْ قَتَلَ قَتَلْتُمُوهُ، فَاِنْ سَكَتَ سَكَتَ عَلَى غَيْظٍ، وَاللهِ لَاَسْاَلَنَّ عَنْهُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ اَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهُ، فَقَالَ: لَوْ اَنَّ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَاَتِهِ رَجُلًا فَتَكَلَّمَ بِهِ جَلَدْتُمُوهُ، اَوْ قَتَلَ قَتَلْتُمُوهُ اَوْ سَكَتَ سَكَتَ عَلَى غَيْظٍ، فَقَالَ: اللّٰهُمَّ افْتَحْ، وَجَعَلَ يَدْعُو، فَنَزَلَتْ آيَةُ اللِّعَانِ: وَالَّذِينَ يَرْمُونَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ اِلَّا اَنْفُسُهُمْ هٰذِهِ الْآيَةَ. فَابْتُلِيَ بِهِ ذٰلِكَ الرَّجُلُ مِنْ بَيْنِ النَّاسِ، فَجَاءَ هُوَ وَامْرَاَتُهُ اِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَلَاعَنَا: فَشَهِدَ الرَّجُلُ اَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللهِ اِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ. ثُمَّ لَعَنَ الْخَامِسَةَ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ. قَالَ: فَذَهَبَتْ لِتَلْتَعِنَ. فَقَالَ لَهَا: النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَهْ. فَاَبَتْ. فَفَعَلَتْ. فَلَمَّا اَدْبَرَا. قَالَ: لَعَلَّهَا اَنْ تَجِيءَ بِهِ اَسْوَدَ جَعْدًا فَجَاءَتْ بِهِ اَسْوَدَ جَعْدًا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک جمعہ کی رات ہم لوگ مسجد میں موجود تھے، اسی دوران ایک انصاری مسجد میں داخل ہوا، وہ بولا: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی شخص کو پاتا ہے تو اگر وہ اس بارے میں بات کرتا ہے تو آپ لوگ اسے (حد قذف میں) کوڑے ماریں گے، اگر وہ قتل کر دیتا ہے تو آپ لوگ (بدلے میں) اسے قتل کر دیں گے، اگر وہ خاموش رہتا ہے تو ایسی بات پر خاموش رہے گا، جس پر غصہ کیا جانا چاہیے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! (یہ معاملہ) واضح کر دے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل دعا کرتے رہے، یہاں تک کہ لعان کے حکم سے متعلق آیت نازل ہوگئی:

"وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر الزام عائد کرتے ہیں اور ان کے پاس گواہ نہ ہوں" یہ مکمل آیت ہے۔

تو لوگوں کے درمیان وہی شخص اس صورتحال میں مبتلا ہو گیا، وہ اور اس کی بیوی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ان دونوں نے لعان کیا، مرد نے اللہ تعالیٰ کے نام پر، چار مرتبہ اس بات کی گواہی دی کہ وہ سچا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہا: اگر وہ جھوٹا ہو، تو اس پر لعنت ہو، وہ عورت لعان کرنے لگی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: ٹھہر جاؤ! مگر اس نے یہ بات نہیں مانی اور (لعان) کر لیا، جب وہ دونوں واپس چلے گئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید یہ سیاہ رنگت اور گھنگریالے بالوں والے بچے کو جنم دے گی تو اس عورت نے سیاہ رنگت اور گھنگریالے بالوں والے بچے کو جنم دیا۔

2254 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، حَدَّثَنِي عِكْرِمَةُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ قَذَفَ امْرَأَتَهُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرِيكِ بْنِ سَحْمَاءَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْبَيِّنَةَ أَوْ حَدٌّ فِي ظَهْرِكَ. قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِذَا رَأَى أَحَدُنَا رَجُلًا عَلَى امْرَأَتِهِ يَلْتَمِسُ الْبَيِّنَةَ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْبَيِّنَةَ وَإِلَّا فَحَدٌّ فِي ظَهْرِكَ. فَقَالَ هِلَالٌ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ نَبِيًّا، إِنِّي لَصَادِقٌ، وَلَيُنْزِلَنَّ اللَّهُ فِي أَمْرِي مَا يُبْرِئُ بِهِ ظَهْرِي مِنَ الْحَدِّ. فَنَزَلَتْ: (وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ) (النور: 6)، فَقَرَأَ حَتَّى بَلَغَ (مِنَ الصَّادِقِينَ) (النور: 9) فَانْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِمَا، فَجَاءَا، فَقَامَ هِلَالُ بْنُ أُمَيَّةَ، فَشَهِدَ، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: اللَّهُ يَعْلَمُ أَنَّ أَحَدَكُمَا كَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا مِنْ تَائِبٍ، ثُمَّ قَامَتْ فَشَهِدَتْ، فَلَمَّا كَانَ عِنْدَ الْخَامِسَةِ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ، وَقَالُوا لَهَا: إِنَّهَا مُوجِبَةٌ. قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَتَلَكَّأَتْ وَنَكَصَتْ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهَا سَتَرْجِعُ، فَقَالَتْ: لَا أَفْضَحُ قَوْمِي سَائِرَ الْيَوْمِ، فَمَضَتْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَبْصِرُوهَا، فَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَكْحَلَ الْعَيْنَيْنِ، سَابِغَ الْأَلْيَتَيْنِ، خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ، فَهُوَ لِشَرِيكِ بْنِ سَحْمَاءَ، فَجَاءَتْ بِهِ كَذَلِكَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْلَا مَا مَضَى مِنْ كِتَابِ اللَّهِ لَكَانَ لِي وَلَهَا شَأْنٌ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا مِمَّا تَفَرَّدَ بِهِ أَهْلُ الْمَدِينَةِ حَدِيثُ ابْنِ بَشَّارٍ حَدِيثُ هِلَالٍ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی پر الزام لگایا کہ اس کے شریک بن سحماء کے ساتھ (ناجائز تعلقات) ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا تو تم گواہ پیش کرو، ورنہ تم پر حد قذف جاری ہوگی، ہلال نے عرض کی: جب کوئی شخص کسی کو اپنی بیوی کے اوپر موجود دیکھے، تو کیا وہ گواہ تلاش کرے گا؟ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا: تم گواہ پیش کرو، ورنہ تم پر حد قذف جاری ہوگی، ہلال نے کہا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو نبی بنا کر حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے، میں سچ کہہ رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ میرے معاملے کے بارے میں ضرور کوئی حکم نازل کرے گا، جو میری پشت سے حد کو دور کر دے گا، تو یہ آیت نازل ہوئی:

''وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر الزام عائد کرتے ہیں اور ان کے پاس گواہ کے طور پر صرف ان کی اپنی ذات ہوتی ہے'' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو الصادقین (لفظ) تک پڑھا۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو بلوالیا، جب وہ دونوں آ گئے، تو ہلال بن امیہ کھڑے ہوئے، انہوں نے شہادت (یعنی گواہی) کے کلمات بولے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جانتا ہے، تم دونوں میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے، تو کیا تم دونوں میں سے کوئی توبہ کرے گا؟

پھر وہ عورت کھڑی ہوئی اس نے شہادت کے کلمات کہے، جب پانچویں مرتبہ وہ یہ کہنے لگی:

''اس (عورت) پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو، اگر وہ مرد سچا ہو''۔

تو لوگوں نے اس عورت سے کہا: یہ چیز لازم کردے گی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: وہ ذرا سا ہچکچائی، اس نے سر جھکایا، یہاں تک کہ ہم نے یہ گمان کیا کہ وہ رجوع کرے گی، لیکن پھر وہ بولی: میں اپنی قوم کو کبھی رسوا نہیں کروں گی، اور اس نے (پانچواں مخصوص کلمہ بھی کہہ دیا) اور چلی گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا خیال رکھنا، اگر اس نے سرگیں آنکھوں، بھاری سرین اور موٹی پنڈلیوں والے بچے کو جنم دیا تو وہ شریک بن سحماء کا ہوگا۔

تو اس عورت نے اسی شکل وصورت کے بچے کو جنم دیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ کی کتاب کا حکم نہ آچکا ہوتا، تو میرا اس کے ساتھ سلوک مختلف ہوتا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ہلال کے واقعہ والی یہ روایت، جو محمد بن بشار نے نقل کی ہے، یہ ان روایات میں سے ایک ہے، جنہیں نقل کرنے میں اہل مدینہ منفرد ہیں۔

2255 - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ الشَّعِيرِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ رَجُلًا حِينَ أَمَرَ الْمُتَلَاعِنَيْنِ أَنْ يَتَلَاعَنَا أَنْ يَضَعَ يَدَهُ عَلَى فِيهِ عِنْدَ الْخَامِسَةِ، يَقُولُ: إِنَّهَا مُوجِبَةٌ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لعان کرنے والوں کو (لعان کرنے کا) حکم دیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ ہدایت کی، کہ پانچویں مرتبہ میں وہ اپنا ہاتھ اس کے منہ پر رکھ دے، یہ کہتے ہوئے: یہ واجب کردے گی۔

2256 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مَنْصُورٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: جَاءَ هِلَالُ بْنُ أُمَيَّةَ وَهُوَ أَحَدُ الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ تَابَ اللهُ عَلَيْهِمْ، فَجَاءَ مِنْ أَرْضِهِ عَشِيًّا فَوَجَدَ عِنْدَ أَهْلِهِ رَجُلًا، فَرَأَى بِعَيْنِهِ وَسَمِعَ بِأُذُنِهِ، فَلَمْ يَهِجْهُ حَتَّى أَصْبَحَ، ثُمَّ غَدَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي جِئْتُ أَهْلِي عِشَاءً، فَوَجَدْتُ عِنْدَهُمْ رَجُلًا، فَرَأَيْتُ بِعَيْنَيَّ، وَسَمِعْتُ بِأُذُنَيَّ، فَكَرِهَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا جَاءَ بِهِ، وَاشْتَدَّ عَلَيْهِ، فَنَزَلَتْ: (وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ) (النور: ٦) الْآيَتَيْنِ كِلْتَيْهِمَا، فَسُرِّيَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَبْشِرْ يَا هِلَالُ، قَدْ جَعَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَكَ فَرَجًا وَمَخْرَجًا، قَالَ هِلَالٌ: قَدْ كُنْتُ أَرْجُو ذَلِكَ مِنْ رَبِّي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرْسِلُوا إِلَيْهَا، فَجَاءَتْ، فَتَلَاهَا عَلَيْهِمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَذَكَّرَهُمَا وَأَخْبَرَهُمَا أَنَّ عَذَابَ الْآخِرَةِ أَشَدُّ مِنْ عَذَابِ الدُّنْيَا، فَقَالَ هِلَالٌ: وَاللهِ لَقَدْ صَدَقْتُ عَلَيْهَا، فَقَالَتْ: قَدْ كَذَبَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَاعِنُوا بَيْنَهُمَا، فَقِيلَ لِهِلَالٍ: اشْهَدْ فَشَهِدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ، فَلَمَّا كَانَتِ الْخَامِسَةُ قِيلَ لَهُ يَا هِلَالُ: اتَّقِ اللهَ، فَإِنَّ عَذَابَ

الدُّنْيَا أَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ، وَإِنَّ هٰذِهِ الْمُوجِبَةُ الَّتِي تُوجِبُ عَلَيْكَ الْعَذَابَ. فَقَالَ: وَاللّٰهِ لَا يُعَذِّبُنِي اللّٰهُ عَلَيْهَا كَمَا لَمْ يُجَلِّدْنِي عَلَيْهَا. فَشَهِدَ الْخَامِسَةَ أَنَّ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ. ثُمَّ قِيلَ لَهَا: اشْهَدِي. فَشَهِدَتْ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللّٰهِ، إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ. فَلَمَّا كَانَتِ الْخَامِسَةُ قِيلَ لَهَا: اتَّقِي اللّٰهَ. فَإِنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا أَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ، وَإِنَّ هٰذِهِ الْمُوجِبَةُ الَّتِي تُوجِبُ عَلَيْكِ الْعَذَابَ. فَتَلَكَّأَتْ سَاعَةً، ثُمَّ قَالَتْ: وَاللّٰهِ لَا أَفْضَحُ قَوْمِي. فَشَهِدَتِ الْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ. فَفَرَّقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا، وَقَضَى أَنْ لَا يُدْعَى وَلَدُهَا لِأَبٍ، وَلَا تُرْمَى، وَلَا يُرْمَى وَلَدُهَا، وَمَنْ رَمَاهَا أَوْ رَمَى وَلَدَهَا فَعَلَيْهِ الْحَدُّ، وَقَضَى أَنْ لَا بَيْتَ لَهَا عَلَيْهِ، وَلَا قُوتَ مِنْ أَجْلِ أَنَّهُمَا يَتَفَرَّقَانِ مِنْ غَيْرِ طَلَاقٍ، وَلَا مُتَوَفًّى عَنْهَا. وَقَالَ: إِنْ جَاءَتْ بِهِ أُصَيْهِبَ أُرَيْصِحَ أُثَيْبِجَ حَمْشَ السَّاقَيْنِ فَهُوَ لِهِلَالٍ، وَإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَوْرَقَ جَعْدًا جُمَالِيًّا خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ سَابِغَ الْأَلْيَتَيْنِ فَهُوَ لِلَّذِي رُمِيَتْ بِهِ. فَجَاءَتْ بِهِ أَوْرَقَ جَعْدًا جُمَالِيًّا خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ سَابِغَ الْأَلْيَتَيْنِ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْلَا الْأَيْمَانُ لَكَانَ لِي وَلَهَا شَأْنٌ. قَالَ عِكْرِمَةُ: فَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمِيرًا عَلَى مُضَرَ وَمَا يُدْعَى لِأَبٍ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہلال بن امیہ، جوان تین افراد میں سے ایک ہیں، (غزوہ تبوک میں شریک نہ ہونے پر) اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی تھی۔ وہ اپنی زمین سے عشاء کے وقت اپنے گھر آئے، تو انہوں نے اپنی بیوی کے پاس ایک شخص کو پایا، انہوں نے یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا، لیکن صبح تک اس کے خلاف کچھ نہیں کیا، اگلے دن وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! میں عشاء کے وقت اپنے گھر آیا تو بیوی کے ساتھ ایک اجنبی شخص کو پایا، میں نے سب اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا، انہوں نے جو اطلاع دی وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بری لگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گراں گزری، تو یہ آیت نازل ہوئی:

"وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر الزام لگاتے ہیں اور ان کے پاس گواہ کے طور پر صرف ان کی اپنی ذات ہوتی ہے، تو ان میں سے ایک کی گواہی" یہ دونوں آیات (نازل ہوئیں)

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیفیت ختم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ہلال! تم خوشخبری قبول کرو، اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے کشادگی اور نکلنے کا راستہ بنا دیا ہے، ہلال نے عرض کی: مجھے اپنے پروردگار سے یہی امید تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس عورت کو بلواؤ، وہ عورت آئی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے سامنے (آیات کی) تلاوت کی، ان دونوں کو وعظ و نصیحت کی اور انہیں یہ بتایا: آخرت کا عذاب، دنیا کے عذاب سے زیادہ سخت ہے، ہلال نے عرض کی: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے اس کے بارے میں سچ کہا ہے، اس عورت نے کہا: اس نے غلط بیانی کی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ ان دونوں کے درمیان لعان کروا دو، ہلال سے کہا گیا: تم گواہی دو، تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھا کر چار مرتبہ یہ گواہی دی کہ وہ سچے ہیں اور جب پانچویں مرتبہ (کا وقت) آیا تو ان سے کہا گیا:

اے ہلال! اللہ تعالیٰ سے ڈرو! کیونکہ دنیاوی سزا آخرت کے عذاب سے ہلکی ہے، اور یہ واجب کرنے والی وہ چیز ہے جو (غلط بیانی کی صورت میں) تم پر عذاب کو واجب کر دے گی، تو ہلال نے کہا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اس عورت کی وجہ سے مجھے عذاب نہیں دے گا، جس طرح اس نے اس کی وجہ سے مجھے کوڑے نہیں لگنے دیے، پھر انہوں نے پانچویں مرتبہ گواہی دی، اگر وہ جھوٹے ہوں تو ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

پھر اس عورت سے کہا گیا: تم گواہی دو، تو اس نے اللہ کی قسم اٹھا کر چار مرتبہ یہ گواہی دی کہ وہ مرد جھوٹا ہے، جب پانچویں مرتبہ (کا وقت آیا) تو اس سے کہا گیا: تم اللہ سے ڈرو، کیونکہ دنیاوی سزا آخرت کے عذاب سے ہلکی ہے، اور یہ واجب کرنے والی وہ چیز ہے جو تم پر عذاب کو واجب کر دے گی، وہ عورت ایک لمحے کے لیے ہچکچائی، پھر وہ بولی: اللہ کی قسم! میں اپنی قوم کو رسوا نہیں کروں گی، تو پانچویں مرتبہ اس نے یہ گواہی دی، اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو، اگر وہ مرد سچا ہو۔

نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں کے درمیان علیحدگی کروا دی، آپ نے یہ فیصلہ دیا، اس عورت کے بچے کو اس کے باپ کی نسبت سے نہ بلایا جائے، اس عورت اور اس کے بچے پر (زنا یا ولد الزنا ہونے) کا الزام نہ لگایا جائے، جو شخص اس عورت یا اس کے بچے پر الزام لگائے گا اس پر حد جاری ہوگی، نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فیصلہ دیا: اس عورت کو رہائش یا خرچ کی فراہمی مرد کے ذمہ نہیں ہوگی، کیونکہ ان دونوں کے درمیان علیحدگی طلاق، یا عورت کے بیوہ ہوئے بغیر ہوئی ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اگر اس عورت نے، معمولی سے سرخ بالوں، ہلکے سرین، ابھری ہوئی کمر اور پتلی پنڈلیوں والے بچے کو جنم دیا، تو وہ ہلال کا ہوگا اور اگر وہ گندمی رنگت، گھنگریالے بال، چوڑے اور بڑے اعضاء، موٹی پنڈلی اور بھاری سرین والا ہوا تو وہ اس کا بچہ ہوگا، جس پر (اس عورت سے ناجائز تعلق کا) الزام ہے''۔

تو اس عورت نے گندمی رنگت، گھنگریالے بالوں، چوڑے اور بڑے اعضاء، موٹی پنڈلیوں اور بھری سرین والے بچے کو جنم دیا، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اگر قسمیں اٹھا کر (قرآن کے حکم پر عمل) نہ کیا جا چکا ہوتا، تو میں اس عورت کے ساتھ اور طرح کا سلوک کرتا۔

عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: وہ بچہ بعد میں مصر کا سردار بنا تھا، لیکن اس کو اس کے باپ کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا تھا۔

2257 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، قَالَ: سَمِعَ عَمْرٌو، سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُتَلَاعِنَيْنِ: حِسَابُكُمَا عَلَى اللهِ، أَحَدُكُمَا كَاذِبٌ، لَا سَبِيلَ لَكَ عَلَيْهَا. قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَالِي، قَالَ: لَا مَالَ لَكَ، إِنْ كُنْتَ صَدَقْتَ عَلَيْهَا فَهُوَ بِمَا اسْتَحْلَلْتَ مِنْ فَرْجِهَا، وَإِنْ كُنْتَ كَذَبْتَ عَلَيْهَا فَذَلِكَ أَبْعَدُ لَكَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے لعان کرنے والوں سے فرمایا: تم دونوں کا حساب اللہ کے ذمہ ہے، تم دونوں میں سے کوئی ایک سچا ہے، (اے مرد) تمہارا اس (عورت) پر کوئی حق نہیں، اس نے عرض کی: یارسول

2257 - اسناده صحيح. واخرجه البخاري (5312) و (5350)، ومسلم (1493)، والنسائي في "الكبرى" (5640) من طريق سفيان بن عيينة، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (4587)، و "صحيح ابن حبان" (4287)

اللہ! میرے مال (کا کیا ہوگا؟) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہیں کوئی مال نہیں ملے گا، اگر تم نے اس عورت کے بارے میں سچ بیان کیا ہے، تو یہ مال اس کا بدل ہوگا جو تم نے اس عورت کی شرمگاہ کو حلال کیا، اور اگر تم نے اس پر جھوٹا الزام لگایا ہے، تو پھر وہ تم سے اور زیادہ دور ہو جائے گا۔

2258 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا اَيُّوبُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ: رَجُلٌ قَذَفَ امْرَاَتَهُ قَالَ: فَرَّقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَخَوَيْ بَنِي الْعَجْلَانِ، وَقَالَ: اللّٰهُ يَعْلَمُ اَنَّ اَحَدَكُمَا كَاذِبٌ، فَهَلْ مِنْكُمَا تَائِبٌ، يُرَدِّدُهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَاَبَيَا فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا

❀❀ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: ایک شخص اپنی بیوی پر زنا کرنے کا الزام لگاتا ہے، تو انہوں نے جواب دیا: نبی اکرم ﷺ نے بنو عجلان سے تعلق رکھنے والے میاں بیوی میں علیحدگی کروادی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جانتا ہے، تم دونوں میں سے کوئی ایک جھوٹا ہے، تو کیا تم دونوں میں سے کوئی توبہ کرے گا؟ نبی اکرم ﷺ نے تین مرتبہ یہ بات دُہرائی، ان دونوں نے انکار کیا، تو آپ ﷺ نے ان کے درمیان علیحدگی کروادی۔

2259 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَجُلًا لَاعَنَ امْرَاَتَهُ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَانْتَفَى مِنْ وَلَدِهَا فَفَرَّقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمَا، وَاَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْاَةِ. قَالَ اَبُو دَاوُدَ: الَّذِي تَفَرَّدَ بِهِ مَالِكٌ قَوْلُهُ: وَاَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالْمَرْاَةِ، وَقَالَ يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ فِي حَدِيثِ اللِّعَانِ وَاَنْكَرَ حَمْلَهَا فَكَانَ ابْنُهَا يُدْعَى اِلَيْهَا

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ایک شخص نے اپنی بیوی سے لعان کیا، اور اس کے بچے کے (اپنی اولاد ہونے) کی نفی کردی، نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں کے درمیان علیحدگی کروادی، آپ نے بچے کو عورت سے منسوب کردیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یہ الفاظ نقل کرنے میں منفرد ہیں: آپ ﷺ نے بچے کو عورت سے منسوب کردیا۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، لعان کے بارے میں جو حدیث نقل کی ہے، اس میں یہ مذکور ہے: اس نے اس عورت کے حمل کا انکار کیا، تو اس عورت کے بچے کو اس عورت کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔

2258- اسناده صحيح. اسماعيل: هو ابن ابراهيم، المعروف بابن علية، وايوب: هو ابن ابي تميمة السختياني. واخرجه البخاري (5311) و (5312) و (5349) ومسلم (1493)، والنسائي في "الكبرى" (5639) من طريق ايوب السختياني، به. واخرجه مختصرا مسلم (1493)، والنسائي (5638) من طريق عزرة بن عبدالرحمن، عن سعيد بن جبير، به. وهو في "مسند احمد" (4477).

2259- اسناده صحيح. القعنبي: هو عبدالله بن مسلمة. وهو عند مالك في "الموطا" 2/567، ومن طريقه اخرجه البخاري (5315) و (6748)، ومسلم (1494)، وابن ماجه (2069)، والترمذي (1242)، والنسائي في "الكبرى" (5641)

لاعن کے قسم سے پہلوتہی کرنے میں مذاہب اربعہ

اگر الزام لگانے کے بعد شوہر قسم کھانے سے پہلوتہی کرے تو امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ اسے قید کر دیا جائے گا اور جب تک وہ لعان نہ کرے یا اپنے الزام کا جھوٹا ہونا نہ مان لے، اسے نہ چھوڑا جائے گا، اور جھوٹ مان لینے کی صورت میں اس کو حد قذف لگائی جائے گی۔ اس کے برعکس امام مالک علیہ الرحمہ، شافعی، حسن بن صالح اور لیث بن سعد کی دلیل یہ ہے کہ لعان سے پہلوتہی کرنا خود ہی اقرار کذب ہے اس لیے حد قذف واجب آجاتی ہے۔

اگر شوہر کے قسم کھاچکنے کے بعد عورت لعان سے پہلوتہی کرے تو حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ اسے قید کر دیا جائے اور اس وقت تک نہ چھوڑا جائے جب تک وہ لعان نہ کرے، یا پھر زنا کا اقرار نہ کرلے۔ دوسری طرف مذکورہ بالا ائمہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں اسے رجم کر دیا جائے گا۔ ان کا استدلال قرآن کے اس ارشاد سے ہے کہ عورت سے عذاب صرف اس صورت میں دفع ہوگا جب کہ وہ بھی قسم کھالے۔ اب چونکہ وہ قسم نہیں کھاتی اس لیے لامحالہ وہ عذاب کی مستحق ہے۔

تفریق لعان میں فقہی مذاہب اربعہ

اختلاف دو مسئلوں میں ہے۔ ایک یہ کہ لعان کے بعد عورت اور مرد کی علیٰحدگی کیسے ہوگی؟ دوسرے یہ کہ لعان کی بنا پر علیحدہ ہو جانے کے بعد کیا ان دونوں کا پھر مل جانا ممکن ہے؟ پہلے مسئلے میں امام شافعی کہتے ہیں کہ جس وقت مرد لعان سے فارغ ہو جائے اسی وقت فرقت آپ سے آپ واقع ہو جاتی ہے خواہ عورت جوابی لعان کرے نہ کرے۔ امام مالک علیہ الرحمہ، لیث بن سعد اور زفر کہتے ہیں کہ مرد اور عورت دونوں جب لعان سے فارغ ہوں تب فرقت واقع ہوتی ہے۔ اور امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ، ابو یوسف اور محمد کہتے ہیں کہ لعان سے فرقت آپ ہی آپ واقع نہیں ہو جاتی بلکہ عدالت کے تفریق کرانے سے ہوتی ہے۔ اگر شوہر خود طلاق دے دے تو بہتر، ورنہ حاکم عدالت ان کے درمیان تفریق کا اعلان کرے گا۔

دوسرے مسئلے میں امام مالک علیہ الرحمہ، ابو یوسف، زفر، سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ، شافعی، احمد بن حنبل اور حسن بن زیاد کہتے ہیں کہ لعان سے جو زوجین جدا ہوئے ہوں وہ پھر ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے پر حرام ہو جاتے ہیں، دوبارہ وہ باہم نکاح کرنا بھی چاہیں تو کسی حال میں نہیں کر سکتے۔ یہی دلیل حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی بھی ہے۔

جبکہ سعید بن مسیب، ابراہیم نخعی، شعبی، سعید بن جبیر، ابوحنیفہ اور محمد رحمہم اللہ کی دلیل یہ ہے کہ اگر شوہر اپنا جھوٹ مان لے اور اس پر حد قذف جاری ہو جائے تو پھر ان دونوں کے درمیان دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو ایک دوسرے کے لیے حرام کرنے والی چیز لعان ہے۔ جب تک وہ اس پر قائم رہیں، حرمت بھی قائم رہے گی۔ مگر جب شوہر اپنا جھوٹ مان کر سزا پاگیا تو لعان ختم ہوگیا اور حرمت بھی اٹھ گئی۔

بَابُ إِذَا شَكَّ فِي الْوَلَدِ

باب: جب مرد، بچے کے بارے میں شک کرے (تو اس کا حکم؟)

2260 - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي خَلَفٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِي فَزَارَةَ فَقَالَ: إِنَّ امْرَأَتِي جَاءَتْ بِوَلَدٍ أَسْوَدَ. فَقَالَ: هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ؟، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: مَا أَلْوَانُهَا؟، قَالَ: حُمْرٌ، قَالَ: فَهَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ؟، قَالَ: إِنَّ فِيهَا لَوُرْقًا. قَالَ: فَأَنَّى تُرَاهُ؟، قَالَ: عَسَى أَنْ يَكُونَ نَزَعَهُ عِرْقٌ، قَالَ: وَهٰذَا عَسَى أَنْ يَكُونَ نَزَعَهُ عِرْقٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بنو فزارہ سے تعلق رکھنے والا ایک شخص، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے کہا: میری بیوی نے سیاہ فام بچے کو جنم دیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے عرض کی جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: ان کا رنگ کیا ہے؟ اس نے عرض کی: سرخ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا ان میں کوئی خاکستری بھی ہے؟ اس نے عرض کی: ان میں سے ایک خاکستری ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے خیال میں وہ کہاں سے آیا؟ اس نے کہا کسی رگ نے اسے کھینچ لیا ہوگا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس (تمہارے بچے) کو بھی کسی رگ نے کھینچ لیا ہوگا۔

2261 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، وَهُوَ حِينَئِذٍ يُعَرِّضُ بِأَنْ يَنْفِيَهُ.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ زہری سے منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: وہ اشارے کنایے میں (اس بچے کے اپنی اولاد ہونے) کی نفی کر رہا تھا۔

2262 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ وَإِنِّي أُنْكِرُهُ. فَذَكَرَ مَعْنَاهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دیہاتی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے کہا: میری بیوی نے ایک کالے رنگ کے بچے کو جنم دیا ہے، اور میں اس کا انکار کرتا ہوں (اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے)

بچے کی نفی کی صورت میں لعان کا طریقہ

اور اگر زنا کا یہ الزام' بچے کے نسب کی نفی کی صورت میں ہو' تو قاضی اس بچے کے نسب کی نفی کر دے گا' اور اسے اس کی ماں کے

2260-اسناده صحيح. ابن ابى خلف: هو محمد بن احمد القطيعى، وسفيان: هو ابن عيينة، والزهرى: هو محمد بن مسلم ابن شهاب، وسعيد: هو ابن المسيب. واخرجه البخارى (5305) و (6847)، ومسلم (1500)، وابن ماجه (2002)، والترمذى (2261)، والنسائى فى "الكبرى" (5642) و (5644) من طرق عن ابن شهاب، بهذا الاسناد. وهو فى "مسند احمد" (7264)، و "صحيح ابن حبان" (4106) و (4107).

کے ساتھ شامل کر دے گا۔ لعان کی صورت یہ ہوگی: حاکم مرد سے یہ کہے گا: وہ یہ کہے: میں اللہ تعالیٰ کے نام (کی قسم اٹھا کر) اس بات کی گواہی دیتا ہوں۔ کہ میں سچا ہوں جو میں نے بیوی پر یہ الزام لگایا ہے جس میں بچے کے نسب کی نفی کی ہے۔ اسی طرح عورت کی طرف سے بھی یہی بات کی جائے گی۔ اگر مرد عورت پر زنا کا الزام لگائے اور بچے کی نفی بھی کر دے' تو وہ لعان میں ان دونوں کا ذکر کرے گا' اور قاضی بچے کے نسب کی نفی کر کے اسے ماں کے ساتھ شامل کر دے گا اس کی دلیل یہ ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات منقول ہے: آپ نے ہلال بن امیہ کی بیوی کے بچے کی' ہلال سے نسبت کی نفی کر دی تھی اور اس بچے کو اس کی ماں کے ساتھ لاحق کر دیا تھا۔ نیز اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے: لعان کا اصل مقصد یہ ہے: بچے کے نسب کی نفی کی جائے' تاکہ شوہر کا مقصد پورا ہو سکے تو نسب کی نفی کے لئے قاضی کا اتنا کہنا کافی ہو گا' میں نے دونوں کے درمیان لعان کی تفریق کر دی۔ امام ابو یوسف سے یہ روایت منسوب ہے: قاضی علیحدہ طور پر ذکر کرے گا' اور یہ کہے گا: میں اسے ماں کے ساتھ ملا رہا ہوں' میں اسے باپ کے نسب سے نکال رہا ہوں' اس کی دلیل یہ ہے: اس کو باپ کے نسب سے علیحدہ کرنا ضروری ہے' تو اس کا ذکر کرنا بھی ضروری ہو گا۔ اگر شوہر رجوع کرے اور اپنی بات کی تکذیب کر دے' تو قاضی اس پر حد جاری کرے گا' کیونکہ اس نے اس چیز کا اقرار کیا ہے جس کے نتیجے میں حد واجب ہو جاتی ہے۔ مرد کے لئے یہ بات جائز ہو گی کہ وہ اسی عورت کے ساتھ شادی کر لے' یہ حکم طرفین کے نزدیک ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے: جب اس پر حد جاری ہو گئی' تو وہ لعان کا اہل نہیں رہا' لہٰذا لعان کا حکم اٹھ جائے گا' اور وہ حکم دائمی حرمت کا ہے۔ اسی طرح اگر وہ کسی دوسری عورت پر زنا کا الزام لگاتا ہے' تو اس کے نتیجے میں حد جاری ہوتی ہے (تو یہی حکم ہے) اس کی دلیل ہم بیان کر چکے ہیں۔ اسی طرح اگر وہ عورت زنا کرتی ہے' تو اس پر حد جاری ہوتی ہے۔ (تو یہی حکم ہوتا) اس کی دلیل یہ ہے: عورت کی طرف سے لعان کی اہلیت ختم ہو گئی ہے۔ (ہدایہ، کتاب طلاق، لاہور)

بچے کے انکار کی صورت میں ثبوت لعان کا فقہی بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ دو بچے ایک حمل سے پیدا ہوئے یعنی دونوں کے درمیان چھ ماہ سے کم کا فاصلہ ہو اور ان دونوں میں پہلے سے انکار کیا دوسرے کا اقرار تو حد لگائی جائے اور اگر پہلے کا اقرار کیا دوسرے سے انکار تو لعان ہو گا بشرطیکہ انکار سے نہ پھرے اور پھر گیا تو حد لگائی جائے مگر بہر حال دونوں ثابت النسب ہیں۔

جس بچے سے انکار کیا اور لعان ہوا وہ مر گیا اور اُس نے اولاد چھوڑی اب لعان کرنے والے نے اُس کو اپنا پوتا پوتی قرار دیا تو وہ ثابت النسب ہے۔ اولاد سے انکار کیا اور ابھی لعان نہ ہوا کہ کسی اجنبی نے عورت پر تہمت لگائی اور اُس بچہ کو حرامی کہا اس پر حد قذف قائم ہوئی تو اب اُسکا نسب ثابت ہے اور کبھی منتفی نہ ہوگا۔ عورت کے بچہ پیدا ہوا شوہر نے کہا یہ میرا نہیں یا یہ زنا سے ہے اور کسی دلیل سے لعان ساقط ہو گیا تو نسب منتفی نہ ہوگا حد واجب ہو یا نہیں۔ یونہی اگر دونوں اہل لعان ہیں مگر لعان نہ ہوا تو نسب منتفی نہ ہوگا۔ (درمختار، ج ۵، ص ۱۷۰، بیروت)

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں کہ جس نے نکاح کیا مگر ابھی دخول نہ ہوا بلکہ ابھی عورت کو دیکھا بھی نہیں اور عورت کے بچہ پیدا

...شوہر نے اُس سے انکار کیا تو لعان ہو سکتا ہے اور بعد لعان وہ بچہ ماں کے ذمہ ہوگا اور مہر پورا دینا ہوگا۔ (عالمگیری، باب لعان)

بَابُ التَّغْلِيظِ فِي الِانْتِفَاءِ

باب: (بچے کے اپنی اولاد ہونے کی) نفی کرنے کی شدید مذمت

2263 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرٌو يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ الْهَادِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يُونُسَ، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ حِينَ نَزَلَتْ آيَةُ الْمُتَلَاعِنَيْنِ: أَيُّمَا امْرَأَةٍ أَدْخَلَتْ عَلَى قَوْمٍ مَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ، فَلَيْسَتْ مِنَ اللهِ فِي شَيْءٍ، وَلَنْ يُدْخِلَهَا اللهُ جَنَّتَهُ، وَأَيُّمَا رَجُلٍ جَحَدَ وَلَدَهُ، وَهُوَ يَنْظُرُ إِلَيْهِ، احْتَجَبَ اللهُ مِنْهُ، وَفَضَحَهُ عَلَى رُءُوسِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب لعان کے حکم سے متعلق آیت نازل ہوئی، تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

"جو عورت کسی قوم میں اس (بچے) کو داخل کرے، جو ان کا حصہ نہ ہو، تو اس کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی حیثیت نہیں اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی جنت میں داخل نہیں کرے گا، اور جو شخص جانتے بوجھتے ہوئے (غلط طور پر) اپنے بچے کا انکار کرے گا، تو اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس سے حجاب فرمالے گا اور اسے تمام پہلے والوں اور بعد والوں کے سامنے رُسوا کرے گا"۔

اصل باپ سے نسب ہونے کا بیان

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَيْسَ مِنْ رَجُلٍ ادَّعَى لِغَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُهُ إِلَّا كَفَرَ. وَمَنِ ادَّعَى مَا لَيْسَ لَهُ فَلَيْسَ مِنَّا وَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ. وَمَنْ دَعَا رَجُلاً بِالْكُفْرِ أَوْ قَالَ: عَدُوَّ اللهِ وَلَيْسَ كَذٰلِكَ إِلَّا حَارَ عَلَيْهِ.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جو اپنے آپ کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور سے منسوب کرے، دراں حالیکہ وہ (اصل حقیقت) جانتا تھا، مگر یہ کہ اس نے کفر کیا۔ جو کسی ایسی چیز کا مدعی ہوا جو اس کی نہیں تھی تو وہ ہم میں سے نہیں اور وہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنا لے۔ اور جس نے کسی آدمی کو کفر کی نسبت سے بلایا یا یہ کہا کہ تم اللہ کے دشمن ہو اور وہ ایسا نہ ہوا تو یہ اسی کی طرف پلٹے گا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ أَبِيهِ فَهُوَ كُفْرٌ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے آباء سے انحراف نہ کرو۔ جس نے اپنے باپ سے انحراف کیا، وہ کفر ہے۔

عَنْ سَعْدِ ابْنِ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ: سَمِعَ أُذُنَايَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ مَنِ

ادَّعٰى أَبًا فِي الْإِسْلَامِ غَيْرَ أَبِيهِ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِيهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ.

حضرت سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ ان کے کانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا، آپ فرما رہے تھے: جس نے اسلام میں اپنے آپ کو کسی اور باپ سے منسوب کیا، جبکہ وہ جانتا تھا کہ یہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہے۔

عَنْ سَعْدٍ وَأَبِي بَكْرَةَ كِلَاهُمَا يَقُولُ: سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنِ ادَّعٰى إِلٰى غَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِيهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ.

حضرت سعد اور ابوبکرہ رضی اللہ عنہما، دونوں نے بیان کیا ہے کہ میرے ان کانوں نے سنا اور میرے دل نے یاد رکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: جس نے اپنے آپ کو کسی اور کا بیٹا قرار دیا، جبکہ وہ جانتا تھا کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو جنت اس پر حرام ہے۔

حَارَ عَلَيْهِ: حار، رجع کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس روایت میں یہ اسی معنی میں آیا ہے۔

اِدَّعٰى: اِدَّعٰى کا لفظ بالعموم دعویٰ کرنے کے معنی میں آتا ہے، لیکن اس روایت میں یہ اِنْتَسَبَ کے معنی میں استعمال ہوا ہے، یعنی اپنے آپ کو کسی شخص کی طرف منسوب کرنا۔ روایت میں چونکہ باپ کے بارے میں غلط نسبت کا معاملہ زیر بحث ہے۔ چنانچہ ہم نے ترجمہ کرنے میں یہی پہلو ملحوظ رکھا ہے۔ یہ واضح ہے کہ اس معنی میں بھی دعوے کا پہلو موجود ہے۔

فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ: جملہ فعل امر سے شروع ہوا ہے۔ چنانچہ اس کا ترجمہ کرتے ہوئے اس اسلوب کو پیش نظر رکھا جاتا ہے، لیکن یہاں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ امر کا صیغہ جہاں حکم یا اظہار تمنا وغیرہ کے لیے آتا ہے، وہاں بددعا یا کسی امر کے یقینی نتیجے کو بیان کرنے کے لیے بھی آتا ہے۔ ہمارے خیال میں یہاں یہ اسلوب آخری معنی کے لیے اختیار کیا گیا ہے، یعنی پھر ایسا شخص اپنے آپ کو آگ کا مستحق بنا لے گا۔

ہم نے یہاں چار روایتوں کو ایک ہی عنوان کے تحت نقل کیا ہے۔ پہلی روایت میں تین گناہ بیان ہوئے ہیں۔ ایک غیر باپ کو اپنا باپ قرار دینا، دوسرا کسی شے کے مالک ہونے کا ناحق دعویٰ کرنا اور تیسرے کسی مسلمان بھائی کو کافر قرار دینا۔ تیسرے جرم کے بارے میں وہی بات کہی گئی ہے جو پچھلی روایت میں زیر بحث آچکی ہے۔ چنانچہ یہاں اس روایت کے تحت اس پر تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

باپ، یعنی نسب کے معاملے میں غلط بیانی کا معاملہ خود قرآن مجید میں زیر بحث آیا ہے۔ سورۂ احزاب میں ہے:

وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ وَاللهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ. اُدْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللهِ فَإِنْ لَمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَلٰكِنْ مَا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ وَكَانَ اللهُ غَفُورًا رَحِيمًا. (۳۳: ۴-۵)

اور نہ تمھارے منہ بولے بیٹوں کو تمھارے بیٹے بنایا۔ یہ سب تمھارے اپنے منہ کی باتیں ہیں۔ اور اللہ حق کہتا اور صحیح راہ کی

طرف رہنمائی کرتا ہے۔ منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپوں کی نسبت کے ساتھ پکارو۔ یہی اللہ کے نزدیک قرین عدل ہے۔ اور اگر تم کو ان کے باپوں کا پتا نہ ہو تو وہ تمھارے دینی بھائی اور تمھارے شریک قبیلہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور اس باب میں تم سے جو غلطی ہوئی، اس پر تم سے کوئی مواخذہ نہیں، البتہ اس بات پر ضرور گرفت ہے جس کا دل سے ارادہ کرو، اللہ درگذر کرنے والا اور رحیم ہے۔

اس آیت میں اصلاً متبنی کا مسئلہ زیر بحث ہے، یعنی جس بچے کو اپنا بیٹا بنالیا جائے، اس پر شریعت کے وہ احکام نہیں ہیں جو حقیقی بیٹے سے متعلق ہیں۔ مزید برآں قرآن نے یہ ہدایت بھی کردی کہ جس بچے کے والدین معلوم ہیں، اس بچے کو انھی کی طرف منسوب کرنا چاہیے اور یہ تنبیہ بھی فرمادی کہ تمھارے رب کے نزدیک قرین انصاف بات یہی ہے۔ اس مقام پر یہ بات بھی فرمادی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی بات پر گرفت فرمائیں گے جو دل کے ارادے سے کی جاتی ہے۔ اس جملے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جان بوجھ کر کسی کے نسب کو بدلنا گناہ ہے، لیکن اس مقام سے یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ اس جرم کی سزا ابدی جہنم ہے۔ اسی طرح اس مقام پر اس کو ایک گناہ تو قرار دیا گیا ہے، لیکن اس کے کفر ہونے کا کوئی اشارہ یہاں نہیں ہے۔ روایات میں اس کے برعکس اسے کفر بھی قرار دیا گیا ہے اور اس کے مجرم کو جنت کے حرام ہونے کی وعید بھی سنائی گئی ہے۔

غیر باپ کی طرف انتساب کی برائی کیا ہے۔ متبنی کے باب میں عرب جو غلطی کر رہے تھے، وہ اسے حقیقی بیٹے کے مانند قرار دینا تھا۔ اسے اللہ تعالیٰ نے واضح کردیا کہ متبنی اصل بیٹا نہیں ہے۔ اس کے بعد کسی متبنی کے اصل نسب کو بدلنے کی ممانعت ہے۔ اس کی خلاف ورزی بھی گناہ ہے، لیکن اس کی وجہ اللہ کی نافرمانی ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور محرک کے تحت اگر نسب بدلنے کا معاملہ ہو تو اس کے برے ہونے کی وجہ، مثلاً یہ ہوسکتی ہے کہ اس میں قذف، یعنی تہمت کا پہلو پیدا ہو جاتا ہے یا یہ کہ یہ والدین کے حقوق ماننے سے انکار ہوسکتا ہے۔ مزید یہ کہ یہ ایک جھوٹ ہے، لیکن یہ کوئی ایسا پہلو بھی نہیں ہے کہ اس کے مرتکب کو کافر قرار دیا جائے۔

سوال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفر اور جہنم کی وعید کی بات کس معنی میں فرمائی ہے؟ اس سوال کے متعدد جواب دیے گئے ہیں۔ یہ کہا گیا ہے کہ جنت کے حرام ہونے کا مطلب صرف یہ ہے کہ یہ لوگ قیامت کے دن فائز المرام لوگوں میں شامل نہیں ہوں گے اور ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی ملنے تک معلق رہے گا۔ تکفیر کی توجیہ یہ بات کہہ کر کی گئی ہے کہ باپ سے غلط نسبت کا فعل دور جاہلیت کا فعل ہے، گویا یہ کفار والا کام ہے۔

بعض شارحین کے نزدیک تکفیر سے محض یہ واضح کرنا پیش نظر ہے کہ اس طرح کے اعمال اہل دین کے طریقے سے انحراف ہیں اور کسی مسلمان کو ان کا مرتکب نہیں ہونا چاہیے۔ ہم پچھلی روایت کے تحت یہ بات بیان کرچکے ہیں کہ یہ بیانات قانونی نہیں ہیں، ان سے مقصود کسی برائی کی شناعت اور ان کے مسلمانوں کے کردار سے انتہائی عدم مناسبت واضح کرنا ہوتا ہے، لیکن یہاں ہم قرآن مجید کے حوالے سے ایک اور پہلو بھی واضح کرنا چاہتے ہیں۔ سورۂ بقرہ میں ابلیس کے سجدہ نہ کرنے کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے انکار کا محرک اور نتیجہ، دونوں بیان کیے ہیں۔ ارشاد ہے:

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ. (۲:۳۴)

اور (یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں سے کہا: آدم کو سجدہ کرو۔ سوائے ابلیس کے سب نے سجدہ کیا۔ اسنے انکار کیا اور استکبار کیا

اور کافروں میں سے ہوگیا۔

واقعہ اصل میں امرِ الٰہی کی تعمیل نہ کرنے کا ہے۔ اس صورت میں یہ ایک معصیت ہے۔ لیکن یہاں اس عدم تعمیل کے پیچھے انکار اور استکبار تھا۔ چنانچہ اسے کفر قرار دے دیا گیا۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ معصیت کا محرک نتیجے کو تبدیل کر دیتا ہے۔ ہر معصیت اپنے ساتھ یہ خطرہ رکھتی ہے کہ وہ توبہ و انابت کے بجائے اباو استکبار پر منتج ہو اور یہ استکبار اسے کفر تک پہنچا دے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی اخلاقی خرابیوں کے ساتھ غیر مسلم ہونے، کافر ہونے یا ایمان سے محرومی جیسے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ان اسالیب سے جہاں ان خرابیوں اور ایمان میں منافات واضح ہوتی ہے، وہاں ان کے اپنا لینے اور توبہ و اصلاح سے محرومی کے باعث نکلنے والے نتیجے پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

پہلی روایت میں ناحق مدعی بننے پر بھی ایمان سے محرومی اور جہنم کی وعید بیان ہوئی ہے۔ یہ وعید بھی وہ تمام پہلو اپنے اندر رکھتی ہے جو ہم نے اوپر بیان کیے ہیں۔ اس وعید کو بھی ہم قرآن مجید کے ایک مقام سے متعلق کر کے سمجھ سکتے ہیں۔ قرآن مجید میں وراثت کے احکام مکمل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ. (النساء ۴:۱۳-۱۴)

یہ اللہ کی ٹھہرائی ہوئی حدیں ہیں۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہیں گے، اللہ ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن میں نہریں جاری ہوں گی، ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کریں گے اور اس کے مقرر کردہ حدود سے تجاوز کریں گے، ان کو ایسی آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

ان آیات سے پہلے کی آیات میں خدا نے وارثوں کے حق طے کر دیے ہیں۔ اب وراثت کے قانون کے معاملے میں کسی طرح کا ہیر پھیر دراصل کسی کو اس کے حق سے محروم کرنا ہے۔ یہی معاملہ ناحق دعوے کا ہے۔ جب ہم کسی ناحق دعوے پر کھڑے ہوتے ہیں تو کسی کو اس کے حق سے محروم کر رہے ہوتے ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے وراثت میں حصے مقرر کیے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کسی کا مال باطل طریقے سے کھانے سے منع کیا ہے۔ جس طرح وراثت میں تبدیلی خدا کے حکم کی نافرمانی ہے، اسی طرح غلط دعویٰ بھی خدا کے حکم کی نافرمانی ہے۔ وہ چیز کیا ہے جو جنت سے محرومی کا باعث بنتی ہے، وہ ان آیات میں اللہ کے قائم کردہ حدود سے تجاوز ہے۔ گویا نافرمانی جب خدا کی اطاعت کے دائرے سے نکل جانے پر منتج ہوجاتی ہے تو انسان خدا کی رحمت اور بخشش کے حق سے بھی محروم ہوجاتا ہے۔

اسی روایت میں عدو اللہ کہنے پر بھی وہی وعید بیان ہوئی ہے جو تکفیر کے ساتھ متعلق ہے۔ عدو اللہ کی تعبیر قرآن مجید سے ماخوذ ہے۔ سورۂ بقرہ میں ہے:

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ. (۲:۹۸)

جو اللہ، اس کے فرشتوں، اس کے رسولوں اور جبریل و میکائیل کے دشمن ہوئے تو ایسے کافروں کا اللہ دشمن ہے۔

یہ آیت دو باتیں واضح کرتی ہے: ایک یہ کہ اللہ، اس کے رسولوں اور اس کے فرشتوں سے دشمنی رکھنے والا کافر ہے اور دوسرے یہ کہ اللہ بھی ان کا دشمن ہے۔ چنانچہ کسی شخص کو اللہ کا دشمن قرار دینا، درحقیقت اس کی تکفیر ہی ہے۔

امام مسلم نے اس مضمون کی جو روایتیں دی ہیں، ان سے واضح ہے کہ کسی روایت میں ایک ہی بات بیان ہوئی ہے، کسی میں زیادہ۔ دیگر کتب حدیث میں بھی اس روایت کے متن اسی طرح نقل ہوئے ہیں، کسی میں دو باتیں ہیں، کسی میں تین، کسی میں کوئی ترتیب ہے اور کسی میں کوئی۔ اسی طرح بات کو ادا کرنے کے لیے مختلف اسالیب بھی اختیار کیے گئے ہیں، لیکن مفہوم چونکہ ایک ہی ہے، لہذا اختلاف محض لفظی ہے۔ مثلاً اِدَّعٰی کے بجائے اِنْتَسَبَ آیا ہے۔ اسی طرح یہی بات ادا کرنے کے لیے لَا تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَآءِ کُمْ کی تعبیر بھی اختیار کی گئی ہے۔ جنت سے محرومی کو بیان کرنے کے لیے جنت کے حرام ہونے کے الفاظ بھی آئے ہیں اور جنت کی خوشبو نہ پانے کے الفاظ بھی روایت ہوئے ہیں۔ اس کے ساتھ یہ تصریح بھی ہے کہ جنت کی خوشبو ستر سال کی مسافت سے آجاتی ہے۔

حوالہ جات

بخاری، رقم ۳۳۱۷، ۶۳۸۵ ـ ۶۳۸۶؛ مسلم، رقم ۶۱ ـ ۶۳؛ ابن حبان، رقم ۴۱۵ ـ ۴۱۷، ۱۳۶۶؛ ابوداؤد، رقم ۵۱۱۵؛ ابن ماجہ، رقم ۲۶۰۹ ـ ۲۶۱۱؛ سنن بیہقی، رقم ۱۵۱۱۲ ـ ۱۵۱۱۴؛ سنن دارمی، رقم ۲۵۳۰، ۲۸۶۰؛ مسند احمد بن حنبل، رقم ۱۴۵۴، ۱۴۹۹، ۶۵۹۲، ۶۸۳۴، ۱۰۸۲۵، ۱۷۲۵۱، ۲۱۵۰۳؛ مسند عبد بن حمید، رقم ۴۳۳؛ مسند ابو یعلیٰ، رقم ۷۰۰، ۷۰۶، ۷۶۵؛ مسند طیالسی، رقم ۱۹۹، ۸۸۵، ۲۲۷۴؛ المعجم الاوسط، رقم ۵۶۱؛ مصنف عبد الرزاق، رقم ۱۶۳۱۷؛ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۲۶۱۰۴، ۲۶۱۰۵؛ الادب المفرد، رقم ۴۳۳۔

بَابٌ فِيْ ادِّعَاءِ وَلَدِ الزِّنَا

باب: ولد الزنا بچے (کے بارے میں، اپنی اولاد ہونے) کا دعویٰ کرنا

2264 - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ سَلْمٍ يَعْنِي ابْنَ أَبِي الذَّيَّالِ، حَدَّثَنِي بَعْضُ أَصْحَابِنَا، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا مُسَاعَاةَ فِي الْإِسْلَامِ، مَنْ سَاعَى فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَدْ لَحِقَ بِعَصَبَتِهِ، وَمَنِ ادَّعَى وَلَدًا مِنْ غَيْرِ رِشْدَةٍ فَلَا يَرِثُ، وَلَا يُورَثُ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اسلام میں زنا کی کوئی گنجائش نہیں، جس نے زمانہ جاہلیت میں زنا کیا تھا، تو وہ بچہ اپنے عصبہ سے منسوب ہوگا، اور جو شخص نکاح صحیح کے بغیر (پیدا ہونے والے بچے کے اپنی اولاد ہونے) کا دعویٰ کرے تو نہ وہ وارث بنے گا اور نہ اس کا وارث بنا جائے گا۔ (یعنی وہ باپ بیٹا ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے)

حمل کی مدت کا بیان

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ حمل کی مدت کم سے کم چھ مہینے ہے اور زیادہ سے زیادہ دو سال۔ لہذا جو عورت طلاق

رجعی کی عدت میں ہے اور عدت پوری ہونے کا اقرار نہ کیا ہو اور بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے اور اگر عدت پوری ہونے کا اقرار کیا اور وہ مدت اتنی ہے کہ اس میں عدت پوری ہو سکتی ہے اور وقت اقرار سے چھ مہینے کے اندر بچہ پیدا ہوا جب بھی نسب ثابت ہے کہ بچہ پیدا ہونے سے معلوم ہوا کہ عورت کا اقرار غلط تھا اور ان دونوں صورتوں میں ولادت سے ثابت ہوا کہ شوہر نے رجعت کر لی ہے جب کہ وقت طلاق سے پورے دو برس یا زیادہ میں بچہ پیدا ہوا اور دو برس سے کم میں پیدا ہوا تو رجعت ثابت نہ ہوئی ممکن ہے کہ طلاق دینے سے پہلے کا حمل ہو۔ اور اگر وقت اقرار سے چھ مہینے پر بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت نہیں۔ یونہی اگر طلاق بائن یا موت کی عدت پوری ہونے کا عورت نے اقرار کیا اور وقت اقرار سے چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے ورنہ نہیں۔ جس عورت کو بائن طلاق دی اور وقت طلاق سے دو برس کے اندر بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے اور دو برس کے بعد پیدا ہوا تو نہیں مگر جبکہ شوہر اس بچے کی نسبت کہے کہ یہ میرا ہے یا ایک بچہ دو برس کے اندر پیدا ہوا اور دوسرا بعد میں تو دونوں کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ (درمختار، کتاب طلاق، بیروت)

اور جب وقت نکاح سے چھ مہینے کے اندر بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت نہیں اور چھ مہینے یا زیادہ پر ہوا تو ثابت ہے جبکہ شوہر اقرار کرے یا سکوت۔ اور اگر کہتا ہے کہ بچہ پیدا ہی نہ ہوا تو ایک عورت کی گواہی سے ولادت ثابت ہو جائے گی۔ اور اگر شوہر نے کہا تھا کہ جب تو جنے تو تجھ کو طلاق اور عورت بچہ پیدا ہونا بیان کرتی ہے اور شوہر انکار کرتا ہے تو دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے طلاق ثابت ہوگی تنہا جنائی کی شہادت ناکافی ہے۔ یونہی اگر شوہر نے حمل کا اقرار کیا تھا یا حمل ظاہر تھا جب بھی طلاق ثابت ہے اور نسب ثابت ہونے کے لئے فقط جنائی کا قول کافی ہے۔ (جوہرہ) اگر دو بچے پیدا ہوئے ایک چھ مہینے کے اندر دوسرا چھ مہینے پر یا چھ مہینے کے بعد تو دونوں میں کسی کا نسب ثابت نہیں۔ (عالمگیری)

2265 - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ، ح وحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ وَهُوَ أَشْبَعُ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: إِنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَضَى أَنَّ كُلَّ مُسْتَلْحَقٍ اسْتُلْحِقَ بَعْدَ أَبِيهِ الَّذِي يُدْعَى لَهُ ادَّعَاهُ وَرَثَتُهُ، فَقَضَى أَنَّ كُلَّ مَنْ كَانَ مِنْ أَمَةٍ يَمْلِكُهَا يَوْمَ أَصَابَهَا، فَقَدْ لَحِقَ بِمَنِ اسْتَلْحَقَهُ، وَلَيْسَ لَهُ مِمَّا قُسِمَ قَبْلَهُ مِنَ الْمِيرَاثِ شَيْءٌ، وَمَا أَدْرَكَ مِنْ مِيرَاثٍ لَمْ يُقْسَمْ فَلَهُ نَصِيبُهُ، وَلَا يَلْحَقُ إِذَا كَانَ أَبُوهُ الَّذِي يُدْعَى لَهُ أَنْكَرَهُ، وَإِنْ كَانَ مِنْ أَمَةٍ لَمْ يَمْلِكْهَا، أَوْ مِنْ حُرَّةٍ عَاهَرَ بِهَا، فَإِنَّهُ لَا يَلْحَقُ بِهِ وَلَا يَرِثُ، وَإِنْ كَانَ الَّذِي يُدْعَى لَهُ هُوَ ادَّعَاهُ فَهُوَ وَلَدُ زِنْيَةٍ مِنْ حُرَّةٍ كَانَ أَوْ أَمَةٍ.

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ دیا: جس بچے کے بارے میں، اس کے باپ کے انتقال کے بعد دعویٰ کیا جائے، جبکہ باپ اپنی زندگی میں اس کا دعویدار رہا ہو، اور اس کے بعد اس کے ورثاء نے بھی اس بچے کا دعویٰ کیا ہو، تو اس کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ دیا ہے:

2265- اسناده حسن. محمد بن راشد: وهو المكحولي الخزاعي، وسليمان بن موسى: هو الاشدق. واخرجه مختصرا ابن ماجه (2745) من طريق المثنى بن الصباح، والترمذي (2246) من طريق ابن لهيعة، كلاهما عن عمرو بن شعيب، به. وقال الترمذي: والعمل على هذا عند اهل العلم: ان ولد الزنى لا يرث من ابيه. وهو في "مسند احمد" (6699) و (7042).

ہر وہ بچہ جو کسی کنیز کی اولاد ہو، اور جس دن مرد نے اس کنیز کے ساتھ محبت کی تھی، اس دن وہ اس کنیز کا مالک ہو، تو وہ بچہ اس سے لاحق ہوگا، جس سے لاحق ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے، اس سے پہلے جو میراث تقسیم ہو چکی ہو، اُس میں بچے کا حصّہ نہیں ہوگا، اور جو میراث تقسیم نہ ہوئی ہو، اس میں سے اسے حصّہ ملے گا۔

اس بچے کے جس باپ کے بارے میں دعویٰ کیا گیا ہے، اگر وہ اس کا انکار کرتا ہو، تو بچے کو اس سے لاحق نہیں کیا جائے گا۔

اگر وہ بچہ کسی ایسی کنیز کی اولاد ہو، جس کا وہ مرد مالک نہیں تھا، یا کسی ایسی آزاد عورت کی اولاد ہو، جس کے ساتھ اس مرد نے زنا کیا تھا، تو وہ بچہ اس مرد سے لاحق نہیں ہوگا، اور نہ ہی وارث بنے گا۔

اور اگر وہ مرد، جس کے لیے دعویٰ کیا گیا، خود بھی اس بچے کا دعویٰ کرتا ہو، تو وہ ولد الزنا شمار ہوگا، خواہ وہ آزاد عورت سے ہو، یا کنیز سے ہو۔

2266- حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ رَاشِدٍ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، زَادَ. وَهُوَ وَلَدُ زِنًا لِأَهْلِ أُمِّهِ مَنْ كَانُوا حُرَّةً أَوْ أَمَةً. وَذَلِكَ فِيمَا اسْتُلْحِقَ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ. فَمَا اقْتُسِمَ مِنْ مَالٍ قَبْلَ الْإِسْلَامِ فَقَدْ مَضَى

⊛⊛ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: وہ ولد الزنا ہوگا، اور اپنی ماں کے رشتہ داروں سے منسوب ہوگا، خواہ (وہ ماں) آزاد عورت ہو یا کنیز ہو، یہ وہ فیصلے ہیں، جو اسلام کے ابتدائی دور کے مقدمات کے بارے میں تھے، لیکن اسلام سے پہلے جو جیسے تھا، ویسے ہی برقرار رہا۔

نسب کا تحفظ رشتہ داری اور خاندانی نظام کی پہلی کڑی ہے!

مسلمانوں کے آپس میں رشتہ داری کے تعلقات اور صلہ رحمی ایسا امتیاز ہیں جس سے مغربی معاشرے محروم ہیں۔ مسلمانوں میں ہر پیدا ہونے والا بچہ اپنے خاندان کے ساتھ مل کر ایک مستقل شناخت رکھتا ہے، جس کے فرائض اور حقوق کی پوری تفصیلات شریعت اسلامیہ میں ملتی ہیں۔ اسی نسل اور نسب کے تحفظ سے ایک پورا خاندان وجود میں آتا ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو اپنی صفت اور بہت بڑا انعام بتلایا ہے:

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ﴿۵۴﴾ ... سورۃ الفرقان

"اللہ وہ ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا، پھر اس کا نسب اور سسرالی رشتہ بنایا۔"

اسلام کے پیش نظر چونکہ ایک صالح اور ذمہ دار معاشرہ کی تشکیل ہے، اس لئے اس میں ایسے احکامات کی ایک لمبی تفصیل پائی جاتی ہے۔ سماجی تعلقات اور انسانوں کے باہمی رویے اسلام کا اہم ترین موضوع ہے، نسب اور نسل کی حفاظت سے ہی آپس میں رشتہ داریاں قائم ہوتی ہیں، اور جس معاشرے میں رشتہ داریوں کا یہ احترام یا ان کا کوئی نظم نہ پایا جائے وہ معاشرہ گویا جانوروں کا معاشرہ ہے، جس میں نسب کی حفاظت کا کوئی نظام نہیں۔ قیامت کی سنگینی بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں:

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿۱۰۱﴾ ... سورۃ المومنون

"جب قیامت کا صور پھونکا جائے گا تو اس دن آپس کے نسب کی کوئی پروانہ رہے گی۔"

یہی بات دیگر مقامات پر بھی ایسے آئی ہے کہ روزِ قیامت آدمی اپنے ماں باپ، بھائی بہن اور باپ بیٹے سے دور بھاگے گا اور رشتہ داری کی کوئی پروانہ ہوگی۔(المعارج:12؛عبس:31)

رشتہ داروں سے انسان اپنا دکھ سکھ بانٹ سکتا ہے اور رشتہ داری حقیقتاً خون کے تعلق، یعنی نسب ونسل سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ اللہ نے قرابت اور رشتہ داری کو توڑنے سے منع کرتے ہوئے کہا ہے:

وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ...﴿١﴾...سورة النساء

"اس اللہ سے ڈرو جس کے نام کا تم واسطہ دیتے ہو اور رشتہ داری کو توڑنے سے ڈرو۔"

رشتہ داری، حقوق وفرائض اور خاندانی نظام کا تمام تر ڈھانچہ نسب اور نسل کے تحفظ پر قائم ہے۔ اگر کسی انسان کو اپنے بھائی، بہن کا علم نہیں ہے یا اس میں شک میں مبتلا ہے تو وہ کیونکر اس سے قربت کے تعلقات استوار کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں نسب کو اس قدر زیادہ اہمیت دی گئی ہے کہ شریعت اسلامیہ جن پانچ مقاصد کے تحفظ کے گرد گھومتی ہے، ان میں ایک نسل اور نسب کا تحفظ بھی ہے۔ اُصولِ فقہ کی مشہور کتاب جامع الاصول میں ہے:

"ضروریات دین سے مراد وہ مصالح ہیں جن پر لوگوں کی زندگی کا دارومدار ہے اور انہی پر معاشرہ کا قیام اور اس کا استحکام موقوف ہے۔ اگر یہ مصالح فوت ہو جائیں تو معاشرے کا نظام درہم برہم ہو جائے اور لوگ زبردست انتشار اور افراتفری کا شکار ہو جائیں۔ اور ان کے تمام معاملات گڑبڑ ہو جائیں۔ دنیا میں بھی ان کے لئے بدبختی ہو اور آخرت میں بھی تکلیف وعذاب۔ اور ضروریات دین پانچ ہیں: دین (مذہب)، نفس (جان)، عقل (ہوش وحواس)، نسل (سلسلہ پیدائش ونسب) اور مال (دولت)" (1)

شکریہ شکریہ 2 x لسٹ

جون 09، 2013 #3

کلیم حیدر

کلیم حیدر

رکن

جگہ:

لیہ

شمولیت:

فروری 14، 2011

پیغامات:

405,9
موصول شکریہ جات:
020,26
تمغے کے پوائنٹ:
981

نسب کا تحفظ الہامی شریعتوں کا ہی امتیاز ہے!

نسل کی حفاظت کے احکامات اور لوازمات اسلام کے علاوہ تمام الہامی مذاہب میں بھی موجود رہے ہیں، جیسا کہ اس سلسلے میں یہود سے نبی کریم کا مشہور مکالمہ صحیح بخاری میں موجود ہے کہ ایک یہودی مرد وعورت نے زنا کا ارتکاب کیا تو یہودی آپ کے پاس ان کا قضیہ لے کر آئے۔آپ نے ان سے پوچھا کہ تمہاری شریعت (توراۃ) اس بارے میں کیا کہتی ہے؟انہوں نے جواب دیا کہ ان کو شرمسار کیا جائے اور کوڑے مارے جائیں۔وہاں عبد اللہ بن سلام بھی موجود تھے (جو اسلام قبول کرنے سے قبل یہود کے عالم رہ چکے تھے) اُنھوں نے کہا: تم جھوٹ بولتے ہو، توراۃ کھول کر پڑھو۔یہودیوں نے توراۃ پڑھتے ہوئے متعلقہ حکم پر ہاتھ رکھ آگے پیچھے سے پڑھ دیا تو عبد اللہ بن سلام نے اُنہیں ہاتھ اُٹھانے کا کہا:

فإذا فيها آية الرجم فقالوا: صدق يا محمد فيها آية الرجم فأمر بهما رسول الله ﷺ فرُجما. قال عبد الله: فرأيتُ الرجل يجنأ على المرأة يقيها الحجارة (2)

" اس میں رجم کی آیت موجود تھی، تب یہودی کہنے لگے: اے محمد! اس (عبد اللہ بن سلام) نے سچ کہا ہے۔چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کے بارے میں حکم دیا اور دونوں کو رجم کر دیا گیا۔عبد اللہ بن سلام کہتے ہیں کہ میں نے زانی کو دیکھا کہ وہ زانیہ پر جھک کر اسے بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔"

نسل ونسب کا تحفظ الہامی قوانین کا ہی امتیاز ہے کیونکہ نبی کریم کا فرمان ہے:

(والله ما من أحد أغير من الله أن يزني عبده أو تزني أمته)(3)

" اللہ کی قسم! اس بارے میں کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر غیرت والا نہیں ہے کہ اس کا کوئی بندہ یا بندی زنا کا ارتکاب کریں۔"

جبکہ نسب کے تحفظ کے بارے میں یہ حساسیت انسانوں کے خود تراشیدہ قوانین میں نہیں پائی جاتی۔مشہور اسلامی ماہر قانون جسٹس عبد القادر عودہ شہید لکھتے ہیں:

" اٹھارویں صدی کے آخر میں فلسفیانہ، سائنسی اور اجتماعی نظریات کی روشنی میں قانونی ارتقا کا آخری مرحلہ شروع ہوا اور اس وقت سے اب تک قانون نے عظیم ترقیات حاصل کر لیں اور جدید قانون کو ایسی بنیادیں حاصل ہو گئیں جن کا قدیم قوانین میں کوئی وجود تک نہ تھا۔ان جدید نظریات کی اساس: انصاف، مساوات، رحم اور انسانیت کے اُصول ہیں۔" (4)

اسی بے احتیاطی کا نتیجہ ہے کہ مغرب میں نسب اب باپ کی بجائے ماں سے منسوب ہوتا جارہا ہے، کیونکہ اس کو متعین کرنے کے با اعتماد ذرائع کا تحفظ نہیں کیا جاتا، حتیٰ کہ زنا کی تعریف کو ہی بدل دیا گیا ہے اور ایک مرد اور عورت میں رضامندی سے ہونے والی ہم بستری اب زنا کے مفہوم سے ہی خارج ہے۔

شکریہ شکریہ 1 x علمی علمی 1 x لسٹ

جون 09، 2013#4

کلیم حیدر

کلیم حیدر

رکن

شمولیت:

فروری 14، 2011

پیغامات:

405،9

موصول شکریہ جات:

020،26

تمغے کے پوائنٹ:

981

نسب کا مفہوم

نسب کا لغوی مطلب باپ کی طرف منسوب کرنا ہے۔ اصطلاحی تعریف یہ ہے۔

القرابة وهي الاتصال بين إنسانين بالاشتراك في ولادة قريبة أو بعيدة (5)

"اس سے مراد قرابت ہے اور قرابت دو انسانوں کے مابین پیدائشی تعلق کو کہتے ہیں خواہ وہ تعلق قریب کا ہو یا دور کا۔"

جواہر الاکلیل میں ہے کہ نسب کا لفظ معین والد کی طرف منسوب کرنے پر بولا جاتا ہے۔ (6)

شکریہ شکریہ 1 x لسٹ

جون 09، 2013#5

کلیم حیدر

کلیم حیدر

رکن

جگہ:

سے

شمولیت:

فروری14، 2011

پیغامات:

405,9

موصول شکریہ جات:

020,26

تمغے کے پوائنٹ:

981

نسب صرف باپ کے لئے

قرآنِ کریم میں اس بارے میں صریح حکم آیا ہے:

ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ ۚ فَإِن لَّمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ ۚ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُم بِهِ وَلَٰكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿۵﴾ ...سورۃ الاحزاب

"اور اللہ نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارے حقیقی بیٹے نہیں بنایا۔ یہ تمہارے زبانی دعوے ہیں، اللہ ہی حق بات کہتا او رسیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ انہیں ان کے حقیقی باپوں سے ہی منسوب کرو، یہی اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف والا طریقہ ہے۔ اگر تمہیں ان کے باپوں کا علم نہ ہو تو پھر یہ تمہارے دینی بھائی یا تمہارے آزاد کردہ غلام ہیں۔"

صحیح بخاری میں ہے کہ یہ آیت حضرت زید بن حارثہ کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ انہیں اوائل اسلام میں نبی کریم ﷺ کا بیٹا کہا جاتا تھا۔(7)

صحیح بخاری کی ہی ایک اور حدیث میں ہے:

أن أبا حذيفة تبنّى سالمًا كما تبنى رسول الله ﷺ زيدًا وكان من تبنى رجلًا في الجاهلية دعاه الناس اليه وورث ميراثه حتى أنزل الله تعالى ﴿ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ﴾ (8)

"ابوحذیفہ نے سالم کو اپنا لے پالک بیٹا بنا رکھا تھا جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے زید کو بنایا تھا۔ جاہلیت کا دستور یہ تھا کہ جو جس کو اپنا لے پالک بنا لیتا، لوگ اسی کی طرف اسے منسوب کیا کرتے، اور اس کو ہی وارث بنایا جاتا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو

نازل فرمادیا کہ انہیں ان کے باپوں کے نام سے ہی پکارو۔"

نسب و نسل کی اہمیت کے پیش نظر قرآن کریم میں اس کے متعلق بعض آیات بھی نازل کی گئی تھیں، بعد میں آیت رجم کی طرح ان کی تلاوت کرنا منسوخ قرار دے دیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس ایک لمبی حدیث ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إنا كنا نقرأ فيما نقرأ من كتاب الله (أن لا ترغبوا عن آبائكم فإنه كفر بكم أن ترغبوا عن آبائكم (9)

" قرآن کریم میں ہم یہ آیت بھی پڑھا کرتے تھے: تم اپنے باپوں سے اپنی نسبت کو ہٹاؤ مت، جو کوئی اپنے باپ کے علاوہ اپنی نسبت کرے گویا یہ تمہارے کفر کے مترادف ہے۔"

درست نسب کی اسلام میں اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ نبی کریم کا فرمان ہے:

(من ادعى إلى غير أبيه وهو يعلم أنه غير أبيه فالجنة عليه حرام)

" جو شخص علم رکھنے کے باوجود اپنے آپ کو باپ کے علاوہ دوسرے کی طرف منسوب کرے تو ایسے شخص پر جنت حرام ہے۔" (10)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فرمان میں نسب میں طعنہ زنی کرنے کو جاہلیت اور دوسرے فرمان میں کفر کے مترادف قرار دیا ہے (11)۔

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے:

من ادّعى إلى غير أبيه أو انتمى إلى غير مواليه فعليه لعنة الله المتتابعة إلى يوم القيامة (12)

" جو شخص باپ کے سوا یا کوئی غلام اپنے آقا کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے تو اس پر قیامت قائم ہونے تک متواتر اللہ کی لعنت برستی رہتی ہے۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب لعان کی آیات نازل ہوئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أيما امرأة أدخلت على قوم من ليس منهم فليست من الله في شيء ولن يدخلها الله جنته وأيما رجل جحد ولده وهو ينظر إليه احتجب الله منه وفضحه على رؤوس الأولين والآخرين (13)

" جو عورت اپنے خاندان میں ایسے بچے کو داخل کرے جو ان کا نہیں تو اللہ کے ہاں اس کا کوئی حصہ نہیں اور اللہ اس کو اپنی جنت میں بھی داخل نہ کرے گا۔ ایسے ہی جو شخص اپنے بیٹے سے انکار کر دے حالانکہ اسے معلوم ہے کہ وہ اس کا بیٹا ہے تو اللہ تعالیٰ روز قیامت اس سے پردہ فرمائے گا، اور اگلوں پچھلوں میں اس کو رسوا کرے گا۔"

مندرجہ بالا قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں نسب کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے اور نسب کو غلط یا خلط ملط کرنے کی شدید مذمت پائی جاتی ہے۔ ان سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اسلام کی رو سے نسب اور نسل صرف باپ (i) کے لئے مخصوص ہے اور یہ نسب ماں کی طرف سے نہیں چلتا۔

علمی عملی 2 x گسٹ

جون09، 2013 #6

کلیم حیدر

کلیم حیدر

رکن

جگہ:

لیہ

شمولیت:

فروری14، 2011

پیغامات:

405,9

موصول شکریہ جات:

020,26

تمغے کے پوائنٹ:

981

زنا کی صورت میں نسب کس کے لیے؟

یہاں بڑا اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نسب کی صحت کے لئے کیا صرف یہ کافی ہے کہ بچہ کسی مرد کے نطفے سے پیدا ہو یا مرد کا عورت کے ساتھ شرعی نکاح ہونا بھی ضروری ہے؟ اس سلسلے میں اسلام کا اُصولی موقف یہ ہے کہ بچے کو صرف اسی شخص کے ساتھ ملحق کیا جائے گا جو اس کا جائز والد ہو۔ اگر وہ بچہ زنا کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے تو ایسی صورت میں اس کا نسب زانی سے نہیں جوڑا جائے گا۔ اور شرعی طور پر بچہ زانی کا وارث نہیں ہوگا، نہ ہی زانی پر اس بچے کی کفالت فرض ہوگی۔ حتیٰ کہ اگر کسی بچے کے بارے میں یہ امر حتمی بھی ہو کہ وہ اس زانی کے زنا کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے، مثلاً زانی نے زنا کا اعتراف بھی کرلیا ہو تب بھی امر واقعہ کے باوجود اس زانی کو باپ نہیں بنایا جائے گا گویا یہ بھی زنا کی سزا کا ایک حصہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شرعی طور پر باپ ہونے کے ناطے جو حقوق اسے حاصل ہوتے ہیں، وہ بھی اللہ کے ہی عطا کردہ ہیں۔ اللہ کی نافرمانی پر مبنی ایک فعل کے ذریعے اسے دیگر شرعی حقوق بھی حاصل نہیں ہوں گے۔ اس مسئلہ پر تمام فقہاے کرام کا بھی اتفاق پایا جاتا ہے، جیسا کہ اس کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔ اس سلسلے میں احادیث نبویہ حسبِ ذیل ہیں:

1۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

وإن كان من أمة لم يملكها أو من حرة عاهر بها فإنه لا يلحق به ولا يرث وإن كان الذي يدعى له هو ادعاه فهو ولد زِنية من حرة كان أو أمة ... وهو ولد زنا لأهل أمه من كانوا حرة أو أمة (14)

"اگر کوئی شخص اپنی غیر مملوکہ لونڈی سے یا کسی آزاد عورت سے زنا کرے تو بچے کو نہ تو اس کی طرف منسوب کیا جائے گا، نہ ہی وہ اس کا وارث ہوگا۔ خواہ زانی یہ دعویٰ بھی کرے کہ وہ اس کا بچہ ہے۔ وہ بچہ زنا کا نتیجہ ہے چاہے وہ لونڈی سے ہو یا آزاد عورت سے۔ (اگلی حدیث میں ہے کہ) ولد الزنا اس کی ماں کے خاندان کو دے دیا جائے گا، چاہے ماں آزاد ہو یا لونڈی۔ (لونڈی کا اہل اس کے مالکان ہیں)۔"

دیکھیے!

نبی کریم ﷺ نے اپنے فرمان میں اسے باپ قرار دینے سے احتراز کرتے ہوئے صرف دعویٰ کرنے والا قرار دیا ہے، الفاظ کا ایسا محتاط استعمال شانِ رسالت کے ہی لائق ہے۔

2۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

من ادعى ولدًا من غير رِشدة فلا يَرث ولا يورث (15)

"جو کوئی نکاح کے بغیر کسی بچے کا دعویٰ کرے تو نہ تو وہ بچہ اس زانی کا وارث بن سکتا ہے اور نہ وہ زانی اس بچے کا وارث قرار پائے گا۔"

3۔ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر اس بات کا دعویٰ کیا کہ فلاں لڑکا میرا بیٹا ہے کیونکہ اس کی ماں سے میں نے جاہلیت میں زنا کیا تھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لا دعوة في الإسلام. ذهب أمر الجاهلية. الولد للفراش وللعاهر الحجر (16)

"اسلام میں نسب دعووں سے ثابت نہیں ہوتا۔ جاہلیت کا دور لد گیا، بچہ تو فراش (بستر کے جائز مالک) کا ہے۔ اور زانی کے لئے پتھروں کی سزا ہے۔"

4۔ نبی کریم ﷺ کا اُصولی فرمان متعدد کتب حدیث میں بیان ہوا ہے:

الولد للفراش وللعاهر الحَجَر (17)

"بچہ اس کا ہوگا جس کی بیوی ہے اور زانی کے لئے پتھر ہیں۔"

الحجر کا مطلب محرومی بھی آتا ہے یعنی زانی کیلئے محرومی ہے۔ (18)

یہاں ایک بنیادی اُصول بیان کیا گیا ہے کہ بچہ اس آدمی کا ہے جس کے فراش (بیوی یا باندی) کے ہاں پیدا ہوا ہے۔ یعنی بچے کے درست نسب کے لئے ضروری یہ ہے کہ وہ آدمی کی بیوی یا اس کی اپنی باندی کے ہاں پیدا ہو، اگر وہ عورت زانی کے لئے جائز نہیں تو گویا وہ اس کی فراش بھی نہیں۔ فراش عربی زبان میں بستر کو کہتے ہیں۔ فقہی انسائیکلو پیڈیا میں ہے:

فاقتضى ألا يكون الولد لمن لا فراش له كما لا يكون الحجر لمن لا زنا له إذ القسمة تنفي الشركة (19)

"تقاضا یہ ہے کہ جس کا بستر نہیں، اس کا بچہ بھی نہ ہو، جیسا کہ اس کو پتھر کی سزا بھی نہ ہو جس نے زنا نہیں کیا۔ زانی اور والد میں تقسیم کردینا ان کا بچے میں شرکت کی نفی کرتا ہے۔"

جب کسی عورت سے اس کے شوہر (یا مالک) کے سوا کوئی اور مرد زنا کرے اور بچے کے متعلق ان میں اختلاف پیدا ہو جائے، ہر کوئی دعویٰ کرے کہ یہ بچہ اس کا ہے تو تب یہ بچہ شوہر (یا باندی کے مالک) کی طرف ہی منسوب ہوگا۔ گویا فراش سے مراد صاحب فراش ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں:

الولد لصاحب الفراش (20)

یہ اصول نبی کریم ﷺ نے ایک لمبے واقعہ کے ضمن میں بیان فرمایا ہے جس سے اس کی مراد مزید واضح ہو جاتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ عتبہ بن ابی وقاص (کافر) نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی باندی کا بچہ میرے نطفہ سے ہے، اس لئے تم اسے اپنے قبضہ میں کر لینا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس سال مکہ فتح ہوا، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہا نے اس بچے کو اٹھا لیا اور کہا کہ یہ میرے بھائی (عتبہ) کا بچہ ہے اور انہوں نے اس کے متعلق مجھے وصیت کی تھی۔ جبکہ عبد بن زمعہ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ یہ میرے باپ کی لونڈی کا لڑکا ہے اور میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ گویا یہ اختلاف دو آدمیوں (زمعہ اور عتبہ) کے عمل کا نتیجہ ہے جنہوں نے جاہلیت میں ایک لونڈی سے ہم بستری کی تھی اور زانی بچے کو اپنی طرف منسوب کرنا چاہتا تھا۔ بالآخر دونوں کے نمائندے مقدمہ لے کر نبی کریم کے پاس چلے گئے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! "یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے اور اس نے مجھے اس کے بارے میں وصیت کی تھی۔" پھر عبد بن زمعہ نے کہا کہ "یہ لڑکا میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا لڑکا ہے اور میرے باپ ہی کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔" اللہ کے رسول نے دونوں طرف سے بیان سننے کے بعد فرمایا: کہ "اے عبد بن زمعہ! یہ لڑکا تمہارے پاس رہے گا، پھر آپ نے فرمایا کہ (الولد للفراش وللعاھر الحجر) "بچہ اس کا ہوگا جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لئے پتھروں کی سزا (رجم) ہے۔"

پھر آپ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا (جو حضور کی بیوی، عبد کی بہن اور اب اس لڑکے کی بھی بہن بنتی تھیں) سے فرمایا کہ اس لڑکے (یعنی قانونی بھائی) سے پردہ کرنا کیونکہ آنحضرت اس لڑکے میں (زمعہ کی بجائے) عتبہ کی مشابہت محسوس کرتے تھے۔ (چنانچہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے پردہ کرنے کی وجہ سے) اس لڑکے نے انہیں مرتے دم تک نہیں دیکھا۔" (21)

اس واقعہ میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے دعویٰ کو آپ نے اس بنیاد پر غلط قرار دیا کہ وہ لونڈی اس کے بھائی کا فراش نہیں تھی۔ اور اس بچے کو زمعہ کے خاندان کے حوالے کر دیا کیونکہ اس لونڈی کا مالک وہ تھا۔ البتہ ساتھ ہی اس بچے کی قانونی بہن اُم المومنین کو اس سے پردہ کا حکم اس لئے دیا کیونکہ اس بچے میں عتبہ بن ابی وقاص کی مشابہت پائی جارہی تھی۔ گویا مشابہت پائے جانے کے باوجود قانونی اور شرعی پہلو کو ہی یہاں ترجیح دی گئی ہے۔

[illegible] رحمۃ اللہ علیہ ذکر کرتے ہیں کہ میری ایک لونڈی تھی، اس سے میرے دو بیٹے عبداللہ اور عبیداللہ پیدا ہوئے جو چونکہ میرے جیسے سیاہ رنگت والے تھے۔ اسی دوران میری لونڈی کو یوحنا نامی ایک رومی غلام ورغلانے میں کامیاب ہو گیا، بعد میں اس کے ہاں سفید رنگت کا بچہ پیدا ہوا، میں نے جب اپنی باندی سے باز پرس کی تو اس نے اعتراف کرلیا کہ یہ اسی رومی غلام سے زنا کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے۔ یہ معاملہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عدالت میں لے جایا گیا تو آپ نے کہا کہ میں تمہارے درمیان نبی صلی اللہ علیہ وسلم والا فیصلہ کروں گا۔ (الولد للفراش وللعاهر الحجر) بچہ اسی کا ہوگا جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لیے پتھروں کی سزا (رجم) ہے۔" اور اس غلام اور باندی کو آپ رضی اللہ عنہ نے کوڑوں کی سزا لگوائی۔ (22)

چونکہ رباح رحمۃ اللہ علیہ اس بچے سے انکاری تھا، اس لیے یہ بچہ اس کی طرف تو منسوب نہ ہوگا بلکہ وہ اپنی ماں کے زیر کفالت رہے گا اور یہ جملہ فرما کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے مفہوم مخالف کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جس کا فراش نہیں، اس کا بچہ بھی نہیں۔

6۔ اسلامی تاریخ میں زیاد بن أبیہ (م 53ھ) کا بھی ایک مشہور واقعہ ملتا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنا بھائی قرار دیا تھا۔ اس واقعہ کی تفصیلات یہ ہیں کہ

يقال: إن أبا سفيان أتى الطائف فسكر فطلب بغيًا فواقع سمية وكانت مزوّجةً بعُبَيد فولدتْ من جماعه زيادًا فلما رآه معاوية من أفراد الدهر استعطفه وادعاه وقال نزل من ظهر أبي ولما مات علي كان زياد نائبا له على إقليم فارس قال ابن سيرين: قال زياد لأبي بكرة: ألم تر أمير المومنين يريدني على كذا و كذا وقد وُلِدتُ على فراش عُبيد وأشبهتُه وقد علمتُ أن رسول الله ﷺ قال: من ادعى إلى غير أبيه فليتبوأ مقعده من النار. (23)

"ابوسفیان اسلام لانے سے قبل طائف آئے، شراب پی اور فاحشہ عورت کا تقاضا کیا اور سمیہ نامی عورت سے زنا کیا جو عبید کی بیوی تھی۔ اس زنا کے نتیجے میں زیاد تولد ہوا۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کو دیکھا کہ وہ بڑا اثر ورسوخ والا شخص ہے تو اس کو قریب کرنے کی کوشش کی اور اس کے بارے میں دعویٰ کیا کہ یہ تو میرے باپ کی پشت سے پیدا ہوا ہے (گویا میرا بھائی ہے)۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو زیاد فارس کے صوبہ پر ان کا نائب تھا۔ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ زیاد نے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا کہ تم دیکھتے نہیں کہ امیر المومنین (معاویہ رضی اللہ عنہ) مجھ سے یہ یہ توقعات رکھتے ہیں حالانکہ میں عبید کے بستر پر پیدا ہوا ہوں، اُسی سے میری مشابہت ہے (یہ زیاد کا اپنا خیال ہے) اور یہ بات بھی میرے علم میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو اپنے باپ کے علاوہ اپنے آپ کو منسوب کرے تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں سمجھے۔"

چونکہ زیاد ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا ناجائز بیٹا تھا کیونکہ سمیہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی باندی نہیں تھی۔ ایسی صورت میں زیاد کی نسبت ابوسفیان سے نہیں ہونی چاہیے اور نہ ہی عبید سے کیونکہ عبید اس ہم بستری سے ویسے ہی بری ہے، یہ اس کی بیوی کی جاہلیت میں غلط کاری تھی۔ یہی وجہ ہے کہ کتب تاریخ میں زیاد کا نام زیاد بن أبیہ (اپنے باپ کا بیٹا) آیا ہے یا زیاد بن سمیہ یعنی وہ اپنی ماں

منسوب ہوا- اس سے پتہ چلا کہ زیاد کو زیاد بن ابی سفیان کہنا درست نہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے صرف سیاسی مصلحت کے پیش نظر ایسا کرنے کی خواہش کی تھی-

یاد رہے کہ صحیح بخاری اور موطأ میں روایت ہونے والی ایک حدیث کی سند میں اس کو زیاد بن ابوسفیان کے نام سے ذکر کیا گیا ہے لیکن بخاری کے شارح حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم کے شارح امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وجہ بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو قرار دیا ہے اور چونکہ حاکم کا فیصلہ بظاہر جاری ہو جاتا ہے، لیکن اس سے حقیقت تو نہیں بدل جاتی- مزید تفصیل کے لئے دیکھیں: فتح الباری: 3/545 اور شرح نووی: 2/52 وغیرہ

ایک شبہ اور اس کی وضاحت:

عتبہ اور زمعہ کے بچے کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا فرمان یہ ہے کہ یہ بچہ زمعہ کو دے دیا جائے، کیونکہ اس کے بستر پر پیدا ہوا گویا کہ اس کا نسب زمعہ سے جوڑا گیا ہے جبکہ زیاد کے واقعے میں زیاد کا نسب بستر کے جائز مالک عبید سے جوڑنے کی بجائے اسے زیاد بن ابیہ کہا جاتا رہا- ایسا فرق کیوں ہے؟

اس سے پتہ چلتا ہے کہ نسب میں دعویٰ کا بھی عمل دخل ہے- زمعہ کے کیس میں دونوں فریق بچے کے نسب اور حقوق لینے کے دعویدار تھے، جبکہ زیاد کے نسب میں عبید اس کے نسب کا سرے سے داعی نہ تھا- دوسری طرف ابوسفیان کے ورثا وغیرہ داعی تو تھے لیکن وہ ان سے ناجائز بستر کی بنا پر منسوب نہ ہو سکتا تھا- اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ (الولد للفراش وللعاہر الحجر) والا اصول اس صورت میں ہے جب بچے کے دعویدار ایک سے زیادہ ہوں- اگر شوہر اس بچے کا داعی ہی نہیں ہے تو اس کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا- چنانچہ کسی بچے کو باپ سے منسوب کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اس کا اقرار کرتا ہو-

البتہ نسب کو رفع کرنے کا اسلام میں ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے لعان- اگر کوئی باپ بچے کا اقراری نہ ہو تو اس بچے کی اپنے سے نسبت کو ختم کرنے کے لئے وہ لعان کا راستہ اختیار کر سکتا ہے لیکن لعان کی صورت میں اس کی بیوی کا بعد میں بیوی رہنا ممکن نہیں رہتا-

کیونکہ اگر ایک شوہر اپنی بیوی پر بدکرداری کا الزام عائد کرے تو ایسی صورت میں یا وہ تہمت کی سزا پائے گا یا اسے زنا کے چار گواہ پیش کرنا ہوں گے اور اگر وہ گواہی ثابت کر دیتا ہے تو اس کی بیوی شادی شدہ عورت ہونے کی وجہ سے رجم ہو کر موت سے ہمکنار ہو جائے گی- یا لعان کی صورت میں چار قسمیں کھا کر اس عورت سے جدائی کر کے وہ اس بچہ سے اپنے نسب کو رفع کر لے گا اور اس ولد الزنا کا نسب اپنی ماں کی طرف ملحق ہو جائے گا، جیسا کہ آگے آ رہا ہے- گویا اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگانے کے بعد وہ عورت آخر کار اس شوہر کی بیوی نہیں رہ سکتی، الا یہ کہ اس عورت پر زنا میں جبر کیا گیا ہو-

علمی علمی 2x لسٹ

جون 09، 2013 #7

کلیم حیدر

کلیم حیدر

رکن

جگہ:

لیہ

شمولیت:

فروری 14، 2011

پیغامات:

405,9

موصول شکریہ جات:

020,26

تمغے کے پوائنٹ:

981

فقہا کا نقطہ نظر

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب احکام القرآن میں لکھتے ہیں:

"فکان معقولا فی کتاب اللہ أن ولد الزنا لا یکون منسوبا إلی أبیہ لما وصفنا من أن نعمتہ إنما تکون من جہۃ طاعتہ لا من جہۃ معصیتہ" (24)

"کتاب اللہ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ولد الزنا کو اسکے باپ سے منسوب نہ کیا جائے کیونکہ اولاد اللہ کی نعمت ہے اور یہ نعمت اللہ کی اطاعت کے نتیجے میں ملتی ہے نہ کہ نافرمانی پر۔"

امام ابوبکر جصاص حنفی اپنی کتاب احکام القرآن میں لکھتے ہیں:

"فالمیراث إنما یتعلق حکمہ بثبوت النسب منہ لا بأنہ من مائہ ألا تری أن ولد الزنا لا یرث الزانی لعدم ثبوت النسب وإن کان من مائہ" (25)

"وراثت کا تعلق نسب کے ثابت ہونے سے ہے، نہ کہ اس بنا پر کہ بچہ اس کے نطفہ سے ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ولد الزنا زانی کا وارث نہیں بن سکتا کیونکہ اس کا نسب اس سے ثابت نہیں ہے باوجود اس کے، کہ وہ اس کے نطفہ سے ہے۔"

امام سرخسی اپنی معروف کتاب المبسوط میں لکھتے ہیں:

"رجل أنہ أقرّ بامرأۃٍ حرۃٍ وأن ہذا الولد ابنہ من الزنا وصدّقتہ المرأۃ فإن النسبَ لا یثبتُ من واحد من قولہما لقولِ النبی ﷺ (الولدُ للفراش وللعاہر الحَجر) ولا فراشَ للزانی وقد جعل رسول اللہ ﷺ

حظ الزاني الحجر فقط وقيل هو إشارة إلى الرجم وقيل هو إشارة إلى الخيبة كما يقال للخيبة الحجر أي هو غائب لا حظ له والمراد هنا أنه لا حظ للعاهر من النسب ونفي النسب من الزاني حق الشرع إما بطريق العقوبة ليكون له زجرًا عن الزنا إذا علم أن ماءه يضيع به... الخ (26)

"کسی آدمی نے اس امر کا اعتراف کرلیا کہ اس آزاد عورت سے زنا کے نتیجے میں اس کا یہ بیٹا پیدا ہوا ہے اور اس بات کی عورت نے بھی تصدیق کردی تو ان دونوں میں سے کسی کی بات پر نسب ثابت نہیں ہوگا، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: بچہ بستر کے مالک کا ہے اور زانی کے لئے پتھر ہیں۔ چونکہ زانی کا یہ بستر نہیں اس لئے نبی کریم نے زانی کے لیے بدلہ میں صرف پتھر رکھے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اس میں زانی کے رجم کی طرف اشارہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں کچھ نہ ملنے کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ عربی میں حجر اس کے لیے بولا جاتا ہے جس کا کوئی حصہ نہ ہو۔ مراد یہ کہ زانی کا نسب میں کوئی حصہ/حق نہیں ہے۔ زانی سے نسب کا یہ حق لینا شرعی عقوبت کی بنا پر ہے تا کہ زانی کو اس امر کی تنبیہ کردی جائے کہ تیرا نطفہ ضائع ہی جائے گا۔"

امام ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ اپنی معروف کتاب المحلی بالآثار میں لکھتے ہیں:

والولد يلحق في النكاح الصحيح. (27)

"بچے کا صحیح نکاح کے نتیجے میں ہی (باپ سے) الحاق کیا جائے گا۔"

کویت میں 45 جلدوں میں تیار ہونے والے الموسوعۃ الفقہیۃ میں ہے:

ذهب الفقهاء إلى أنه لا يثبت النسب بالزنا مطلقًا. (28)

"فقہا کا اس امر پر اتفاق ہے کہ زنا سے نسب مطلقاً ثابت نہیں ہوتا۔"

شریعت نے نکاح کے بغیر صرف نطفہ کی بنا پر نسب کا اعتبار نہیں کیا!!

واضح رہنا چاہئے کہ اسلام نے چودہ سو برس قبل اس بات کی شہادت دے دی تھی کہ بچے کی ولادت میں ماں اور باپ دونوں کے جرثوموں کا کردار ہوتا ہے۔ جدید سائنس بڑی تحقیق کے بعد کچھ عرصہ قبل اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ دونوں کے جرثوموں کے اشتراک سے زائیگوٹ یعنی نطفہ امشاج تیار ہوتا ہے۔ اور جس کو برتری/سبقت حاصل ہو جائے، بچے میں زیادہ مشابہت بھی اسی کی پائی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مکالمہ کتب حدیث میں موجود ہے:

أنها سألت نبي الله ﷺ عن المرأة ترى في منامها ما يرى الرجل فقال رسول الله ﷺ (إذا رأت ذلك المرأة فلتغتسل) فقالت أم سليم: فاستحييتُ من ذلك، قالت: وهل يكون هذا؟ فقال نبي الله ﷺ: (نعم! فمن أين يكون الشبه إن ماء الرجل غليظ أبيض وماء المرأة رقيق أصفر فمن أيهما علا أو سبق يكون منه الشبه). (29)

"انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عورت کے اس خواب کے بارے میں دریافت کیا جو وہ مرد کی طرح دیکھتی ہے (یعنی احتلام) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عورت بھی ایسا خواب دیکھے تو غسل کرے۔ اُم سلیم کہتی ہیں کہ مجھے اس پر بڑی شرم آئی

اور میں نے پوچھا کہ اے اللہ کے نبی! کیا عورتوں میں بھی ایسا ہوتا ہے (یعنی احتلام) تو آپ ﷺ نے جواب دیا: بالکل ورنہ (عورت سے بچے کی) مشابہت کا کیا مطلب؟ آدمی کا پانی گاڑھا سفید ہوتا ہے اور عورت کا پتلا زرد، ان میں سے جس کی خصوصیات غالب آجاتی ہیں، بچہ اسی سے مشابہ ہوتا ہے۔"

یہودیوں کے عالم عبداللہ بن سلام کو جب نبی کریم ﷺ کے مدینہ تشریف آوری کی خبر ہوئی تو آپ نبی ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ مجھے تین باتوں کا جواب دیں، کیونکہ ان کا جواب صرف ایک نبی ہی دے سکتا ہے۔ تیسرا سوال یہ تھا کہ بچہ ماں یا باپ سے مشابہ کیوں ہوتا ہے؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

أما الولد فإذا سبق ماء الرجل ماء المرأة نزع الولد وإذا سبق ماء المرأة ماء الرجل نزعت الولد. (30)

"جہاں تک بچے کے بارے میں سوال کا تعلق ہے تو جب آدمی کا پانی عورت پر سبقت کر جاتا ہے، بچے کی اُس سے مشابہت ہو جاتی ہے اور جب عورت کا پانی سبقت کر جائے تو بچہ اُس کے مشابہ پیدا ہوتا ہے۔"

یہ جوابات سن کر عبداللہ بن سلام اسلام لے آئے۔

اس موضوع پر احادیث میں بکثرت تفصیلات ملتی ہیں، جس میں ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ اگر مرد کے پانی کا غلبہ ہو جائے تو بچہ کی مشابہت اپنے چچاؤں سے ہوتی ہے، بصورت دیگر اپنے ماموں وغیرہ سے۔ (31)

ان احادیث سے یہ تو پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس امر کا علم دیا تھا کہ بچے کی والدین سے مشابہت کی حقیقی اور ٹھوس طبعی بنیادیں موجود ہیں لیکن اس امر کا تعین ہو جانے کے باوجود آپ نے مختلف واقعات میں اس مشابہت کی بنیاد پر نسب کو ثابت نہیں کیا بلکہ اس طبعی امر پر شرعی حیثیت کو ہی غالب قرار دیا، قابل ذکر واقعات یہ ہیں:

1۔ اوپر گزرنے والے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ کے واقعہ میں آپ نے عتبہ بن ابی وقاص سے بچہ کی واضح مشابہت محسوس کر لینے کے باوجود اس کو زمعہ کا ہی بیٹا قرار دیا۔ یہ مشابہت اس قدر واضح تھی کہ آپ نے سودہ رضی اللہ عنہا کو اپنے قانونی بھائی سے پردہ کرنے کا بھی حکم دیا۔

2۔ لعان کا ایک واقعہ دورِ نبوی میں پیش آیا جس میں ہلال بن اُمیہ نے اپنی بیوی پر شریک بن سحما سے ملوث ہونے کا الزام لگایا۔ عورت کے اعتراف نہ کرنے کی بنا پر لعان ہوا اور لعان کے دوران وہ عورت آخری قسمیں اور لعنت بھیجتے ہوئے قدرے جھجکی بھی لیکن اس نے کہا کہ میں اپنے قبیلہ کو رسوا نہ کروں گی اور آخری قسمیں بھی اٹھالیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

أبصروها فإن جاءت به أكحل العينين سابغ الإليتين خدلج الساقين فهو لشريك بن سحماء) فجاءت به كذلك فقال النبي ﷺ: (لولا ما مضى من كتاب الله لكان لي ولها شأن (32)

"ذرا اس عورت کے بچے کا دھیان رکھنا، اگر اس عورت کا بچہ سرگیں آنکھوں والا، موٹی سرین والا اور بھاری بھر کم پنڈلیوں والا ہو تو وہ شریک بن سحما کا ہوگا۔ چنانچہ بچہ ایسا ہی پیدا ہوا تو نبی ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ کا حکم اُترا نہ ہوتا تو میرے اور اس

کے مابین ایک فیصلہ ہوتا۔"

یعنی میں اس کو سزا سے دوچار کرتا۔

آگے آرہا ہے کہ لعان کی صورت میں بچہ ماں سے منسوب ہوتا ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ یہ بچہ شریک بن سحماء سے مشابہت کے باوجود اپنی ماں سے ہی منسوب کیا گیا اور مشابہت کی بنا پر اس کو زانی کے حوالہ نہ کیا گیا۔

بلکہ شریعت میں تو یہاں تک احتیاط موجود ہے کہ جہاں نکاح موجود ہو، وہاں صرف مشابہت کی بنا پر شکوک و شبہات اور وسوسوں کو راہ دینا مناسب نہیں۔ جیسا کہ ایک آدمی نے نبی کریم کے پاس یہ شکایت کی کہ میرے ہاں سیاہ رنگ کا بچہ پیدا ہوا ہے۔ تو آپ نے اس سے پوچھا: تمہارے پاس اونٹ ہیں، ان کا رنگ کیا ہے؟ اُس نے جواب دیا: سرخ۔ آپ نے پوچھا کہ کیا اس میں بھورے رنگ کا بھی ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں، آپ نے پوچھا: وہ کہاں سے آگیا؟ اس نے کہا: شاید کہ اس نے کسی پچھلے اونٹ کی خصوصیت کھینچ لی ہو۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

فلعل ابنك هذا نزعه. (33)

"شاید کہ تمہارے اس بیٹے نے (بھی تمہارے بڑوں میں کسی کی خصوصیت) کھینچ لی ہو۔"

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اس کی بنا پر اس کو شک و شبہ میں پڑنے سے روک دیا اور اس کو اجازت نہ دی کہ اس بنا پر وہ اپنے بیٹے سے انکار کرے۔ (34)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کو ایک سیاہ رنگت کے آدمی نے اپنی بیوی کی شکایت کی کہ اس نے سفید رنگت کا بیٹا کیونکر جنا ہے؟ جبکہ اس عورت نے اس الزام کو قبول کرنے سے کلی انکار کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پریشانی کے عالم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آدمی سے فرمایا: جو میں پوچھوں سچ سچ بتانا، کیا تم نے حیض کی حالت میں اپنی بیوی سے مباشرت کی تھی؟ اس نے اقرار کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

الله أكبر إن النطفة إذا خلطت بالدم فخلق الله عزوجل منها خلقا كان أحمر. فلا تنكر ولدك فأنت جنيت على نفسك. (35)

"اللہ کی شان! جب نطفہ حیض کے خون میں مل جاتا ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ نے ایسا پیدا کیا جو سرخ ہے۔ اپنے بیٹے سے انکار مت کرو، تم نے اپنے آپ پر خود زیادتی کی ہے۔"

علی علی 2 x لسٹ

جون 09،2013#8

کلیم حیدر

کلیم حیدر

رکن

جگہ:

لیہ

شمولیت:

فروری14، 2011

پیغامات:

405,9

موصول شکریہ جات:

020,26

تمغے کے پوائنٹ:

981

ولد الزنا کس کو دیا جائے؟

مذکورہ بالا تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ ولد الزنا، زانی سے منسوب نہیں ہوگا۔ البتہ بچہ کے قصور وار نہ ہونے کی وجہ سے اس کو ماں کی حضانت (تربیت و پرورش) کے حق سے محروم نہیں کیا جائے گا۔ البتہ جب شادی شدہ زانیہ عورت کو رجم کی سزا دی جائے تو ایسی صورت میں یہ بچہ ماں کے ورثا یا عامۃ المسلمین کے حوالے بھی کیا جاسکتا ہے کیونکہ ماں کے اقارب ہی اس کو تربیت کے لئے ضروری پیار دے سکتے ہیں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ولد الزنا کا کیا قصور ہے کہ اس کو باپ کے نسب سے محروم رکھا جارہا ہے؟

جہاں تک شریعت میں اس بچے کے اپنے افعال کی حیثیت کا تعلق ہے تو ولد الزنا ہونے کی وجہ سے اس میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، چنانچہ ایسا بچہ نماز میں امامت (ii) کے علاوہ مسلمانوں کا حاکم بھی بن سکتا ہے، لیکن نسب میں اگر اس بچے کو جائز بچوں جیسا ہی مقام دیا جائے تو اس سے ان جائز بچوں کا حق متاثر ہوتا ہے اور وہ انہی کی طرح اپنے باپ کے حقوق (iii) استعمال کرتا ہے۔ ایسے ہی جب بچے اپنے والدین سے اچھائیاں اور خوبیاں حاصل کرتے ہیں، ویسے ہی ان پر برائیوں کا بھی کچھ نہ کچھ اثر واقع ہوتا ہے، کیونکہ اللہ نے یہ سلسلہ ہی اس طرح رکھا ہے۔ جدید سائنس کی رو سے مختلف امراض اور مختلف صلاحیتیں موروثی طور پر بچے کو حاصل ہوتی ہیں۔ اگر بادشاہ کا بیٹا شہزادہ ہوتا ہے تو مزدور کا بیٹا بھی اس وقت تک اپنے باپ کی سی حیثیت رکھتا ہے، جب تک اس کی ذاتی حیثیت نمایاں ہونے کا وقت نہ آجائے۔

یوں بھی اگر ولد الزنا کو جائز بچے جیسے ہی تمام حقوق دے دیے جائیں تو اس سے معاشرے میں زنا کی حوصلہ افزائی ہوگی، گویا ناجائز فعل کی بنا پر اس کو حاصل ہونے والا بچہ اس کے برے کام کا انعام تصور ہوگا، اس لئے معاشرے میں پاکیزگی اور عفت وعصمت کے تحفظ کے لئے ضروری ہے کہ زنا کے فعل کو مذموم ترین اور سنگین جرم قرار دیا جائے اور اس پر مرتب ہونے والے نتائج اور اثرات کو غیر معتبر سمجھا جائے۔ آج لادین معاشروں میں حرامی بچوں کی بڑھتی تعداد اسی الہامی حکم کو نظر انداز کرنے کا نتیجہ ہے۔

شرعی طور پر یہ نسب کس کی طرف منتقل ہوگا، اس سلسلے میں دور نبوی کے واقعات یہ ہیں:

1۔ اوپر نبی کریم ﷺ کا ایک فرمان ذکر کیا گیا ہے جس کے یہ الفاظ قابل توجہ ہیں:

وهو ولد زنا لأهل أمه من كانوا حرة أو أمة۔ (36)

"اور یہ ولد زنا ماں کے خاندان کو دیا جائے گا، چاہے وہ ماں آزاد ہو یا باندی"

2۔ اگر ماں شادی شدہ ہو تو اس صورت میں رجم کی سزا پا کر موت سے دوچار ہوگی۔ ایسی صورت میں یہ بچہ ماں کے خاندان کو یا عامۃ المسلمین کو بھی دیا جا سکتا ہے۔ اس بارے میں حضرت غامدیہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ کتب حدیث میں ملتا ہے، جب اُنہوں نے نبی کریم کے سامنے اپنے آپ کو بار بار سزائے رجم کے لئے پیش کیا۔ احادیث میں یہ الفاظ قابل توجہ ہیں:

(حتى تضعي ما في بطنك) قال فكفلها رجل من الأنصار حتى وضعت ... فقام رجل من الأنصار فقال: إلي رضاعه يا نبي الله قال فرجمها۔ (37)

"(اس وقت تک انتظار کر) جب تک کہ تیرا بچہ پیدا نہ ہو جائے، تو ایک انصاری آدمی نے غامدیہ کی وضع حمل تک کفالت کی... آخر حدیث میں ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! اس کی رضاعت میرے ذمے ہے، تب نبی کریم نے اس کو رجم کر دیا۔"

اور اس سے اگلی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

أتته بالصبي في يده كسرة خبز ... فدفع الصبي إلى رجل من المسلمين

"غامدیہ نبی کریم کے پاس بچے کو اس حالت میں لائی کہ اس کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا۔ نبی کریم نے اس کا یہ بچہ ایک مسلمان کو دے دیا۔"

البتہ لعان کرنے والی عورت کے بچے کی نسبت اس کی ماں کی طرف ہی کی جائے گی، جیسا کہ درج ذیل احادیث میں ہے:

3۔ لعان کے ایک واقعہ میں ایک عورت پر اس کے شوہر عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ نے ایک مرد سے ملوث ہونے کا الزام لگایا، عورت نے قسمیں کھالیں اور اس کی عویمر سے جدائی ہوگئی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

فكان بعد ينسب إلى أمه۔ (38)

"بعد میں یہ بچہ اپنی ماں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔"

مسند احمد بن حنبل کی ایک روایت میں اس بچے کے بارے میں ذکر ہے کہ

قال عكرمة فكان بعد ذلك أميرا على مصر وكان يدعى لأمه وما يدعى إلى أبيه۔ (39)

"عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ بچہ بعد میں مصر کا گورنر بنا، اور اس کو اس کی ماں کی طرف ہی منسوب کیا جاتا تھا، نہ کہ اس مرد کی طرف جس کے ساتھ زنا کرنے کا اس کی ماں پر الزام لگایا گیا تھا۔"

صحیح بخاری کی حدیث نمبر 4748 میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بچہ ماں کو دینے کا فیصلہ فرمایا۔ ایک اور حدیث میں یہ

تذکرہ ہے کہ لعان کی صورت میں پیدا ہونے والے بچے کی وراثت اس کی ماں کو ملتی اور وہ بھی اپنی ماں کی وراثت سے ہی حصہ (iv) پاتا۔(40)

4۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

قضی رسول الله فی ابن الملاعنة أن لا یدعی لأب ومن رماها أو رمی ولدها فإنه یجلد الحد. (41)

نبی کریم ﷺ نے لعان کرنے والے خاوند، بیوی کے بچے کے بارے میں یہ فیصلہ کیا کہ اسے باپ (ماں کے شوہر) سے منسوب نہ کیا جائے اور جو اس عورت پر (زنا کا) یا اس کے بچے پر حرامی ہونے کا الزام لگائے گا تو اس پر حد (تہمت) جاری ہوگی۔

5۔الولد للفراش سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ بچہ ماں کو دیا جائے گا۔لیکن جب اس میں فراش سے مراد صاحب فراش (مرد) کی بجائے زانیہ عورت کو لیا جائے جیسا کہ بعض فقہا نے فراش سے عورت کو بھی مراد لیا ہے اور ان کی دلیل قرآن کی آیت ہے (وَفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ ۳۴...سورۃ الواقعہ) جس کی ایک تفسیر جنتی عورتوں سے بھی کی گئی ہے۔(42)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب بستر کا مالک بچے سے انکار کرے تو ایسی صورت میں یہ بچہ زانی کو تو نہیں دیا جائے گا کیونکہ یہ اس کی سزا ہے، البتہ ماں کو دیا جائے گا۔اس کی حکمت یہ ہو سکتی ہے کہ عورت کو اسلامی معاشرے میں جو حرمت حاصل ہے، اس میں اگر عورت کی طرف سے کوئی ترغیب موجود نہ ہو تو زنا کا وقوع بہت مشکل ہو جاتا ہے۔چنانچہ زانیہ کو اس بات کا علم رہنا چاہئے کہ یہ بچہ اس کو اکیلے ہی سنبھالنا ہوگا، تاکہ وہ اس فعل بد سے ہر ممکن احتراز کرے۔زنا کا یہ پہلو بہت سنگین ہے۔باپ کا تو بچے سے تعلق ہی ختم کر دیا گیا اور ماں پر اس بچے کا اکیلا بوجھ اور زندگی بھر کی رسوائی ڈال دی گئی۔ایسی سخت سزا کے بعد اسلامی معاشرے میں زنا کے امکانات دیگر تہذیبوں سے کیونکر کم تر نہ ہوں گے۔

حوالہ جات

1.ترجمہ بنام الوجیز: ص620، 2.صحیح بخاری: 3635، 3.بخاری: 1044، 4.اسلام کا فوجداری قانون، مترجم: سید اجد الرحمن کاندھلوی: ج1/ ص14، 5.مغنی المحتاج: 3/4، نیل المآرب: 2/55، المغری: 2/6، 338. ج2/ ص100، 7.رقم: 4782، 8.رقم: 4000، 9.صحیح بخاری: 6830 اور 6768، 10.صحیح بخاری: 6766، 11.صحیح بخاری: 3850 اور صحیح مسلم: 67، 12.صحیح سنن ابو داود: 4268، 13.سنن ابو داود: 2263، 14.صحیح سنن ابو داود: 1982، 15.سنن ابو داود: 2264، 16.صحیح سنن ابو داود: 1990، 17.صحیح بخاری: 2053، 18.لسان العرب: 4/166، 19.الموسوعۃ الفقہیۃ: 34/97، 20.بخاری: 6750، 21.صحیح بخاری: 2053، 22.سنن ابو داود: 2275، 23.سیر أعلام النبلاء: 3/495، 24.(2، 190)، 25.(3/338)، 26.17/155، مسئلہ 2009، 27.10/142، مسئلہ 2009، 28.(40/237)، 29.صحیح مسلم: 311، 30.صحیح بخاری: 3938، 31.صحیح مسلم: 314، 32.صحیح بخاری: 4747، 33.صحیح بخاری: 5305، 34.مسند احمد: 7433، 35.الطرق الحکمیۃ: 69، 36.صحیح ابو داود: 1983، 37.صحیح مسلم: 1695، 38.صحیح بخاری: 4745، 39.مسند احمد: 2132، 40.بخاری: 4746، 41.مسند احمد: 2200، 42.بدائع الصنائع: 6/243

وضاحت

i.مفسر قرآن حضرت قتادہ کا قول یہ ہے کہ اگر اصل باپ معروف ہو تب غیر سے نسبت کی گنجائش نکل سکتی ہے، ان کی دلیل حضرت مقداد بن اسود کی نسبت ہے، جن کے والد کا نام تو عمرو تھا لیکن اس کے باوجود انہیں کتب حدیث وغیرہ میں مقداد بن اسود ہی

لکھا جاتا ہے اور وہ ابن اسود سے ہی مشہور ہیں۔(الاصابہ:4343)

ii.موطا امام مالک میں ایک واقعہ تو آتا ہے جس میں عمر بن عبدالعزیز نے ایک ایسے شخص کو عقیق مقام پر امامت سے روک دیا تھا جس کے باپ کا علم نہ تھا۔(رقم:305) لیکن آپ کا ایسا کرنا کراہت کی بنا پر ہوسکتا ہے، راجح قول کے مطابق ایسے شخص کی امامت درست ہے۔

iii.نسب کے ساتھ حاصل ہونے والے حقوق یہ ہیں: کفالت، وراثت اور رشتہ داری وغیرہ

iv.شریعت اسلامیہ میں ماں کے اپنی اولاد سے تعلق کے بارے میں نطفے کے تعلق کی بجائے حمل اور وضع حمل کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔قرآن کریم میں ہے (اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ) اور (حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا) یہی وجہ ہے کہ زنا کی صورت میں مرد کا تعلق تو اپنی اولاد سے منقطع ہوتا ہے، البتہ عورت کا اپنی اولاد سے تعلق برقرار رہتا ہے۔

iv.ڈی این اے(DNA) کیا ہے؟ ہر خلیے(Cell) میں ایک مکمل کارخانے کی طرح نظام چلتا ہے، جس میں بے شمار چیزیں کیمیائی عمل سے گزر کر زندگی کو جاری وساری رکھتی ہیں۔ ہر خلیے میں ایک چھوٹی سی چوکور یا گول گیند ہوتی ہے جسے مرکزہ Nucleus کہا جاتا ہے اور یہی مرکزہ سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہوتا ہے جو پورے خلیہ کے کیمیائی عمل کو کنٹرول کرتا ہے۔ اگر اسے نکال دیا جائے تو باقی خلیہ ضائع ہوجاتا ہے۔ اس مرکزہ میں دھاگہ نما ساختیں ہوتی ہیں جنہیں کروموسوم Chromosome کہا جاتا ہے اور ان کے اندر جاندار کی نشوونما، رنگ وشکل اور عادات وخصوصیات وغیرہ سے متعلق تمام تفاصیل ومعلومات درج ہوتی ہیں۔ ہر جاندار خلیہ کے اندر کروموسوم کی اپنی مخصوص تعداد طے ہوتی ہے، مثلاً انسان میں 46، مکھی میں 8، بلی میں 38، مرغی میں 78 کروموسوم موجود ہوتے ہیں۔جس طرح ہمارا جسم گوشت اور ہڈیوں سے مل کر بنا ہوتا ہے، اسی طرح یہ کروموسوم DNA نامی ایک مادّے سے بنے ہوتے ہیں جسے جینیاتی مادہ بھی کہا جاتا ہے۔اس مادے کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ ضرورت پڑنے پر یہ اپنے جیسے ٹکڑوں کو بنا سکتا ہے۔یعنی دو سے چار، چار سے آٹھ اور آٹھ سے سولہ...DNA کے ہر متفرق ٹکڑے یا حصے کو جین(Gene) کہا جاتا ہے اور ہر جاندار میں جس خصلت، شکل یا فعل کے جین ہوں گے وہ جاندار اسی خصلت، شکل اور فعل کی عکاسی کرے گا، مثلاً کسی کا قد چھوٹا یا لمبا ہے تو اس لئے کہ اس کے جینز میں ایسی ہی خصوصیت تھی۔ کسی کے بال سرخ یا بھورے ہیں یا رنگت، سرخ وسفید، گندمی یا انتہائی سیاہ ہے تو اس لئے کہ اس کے جینز کی خصوصیت ویسی تھی۔

بَابٌ فِي الْقَافَةِ

باب: قیافہ شناسی (کا حکم)

2267 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، الْمَعْنَى، وَابْنُ السَّرْحِ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، - قَالَ مُسَدَّدٌ: وَابْنُ السَّرْحِ -يَوْمًا مَسْرُورًا،- وَقَالَ عُثْمَانُ: -تُعْرَفُ أَسَارِيرُ وَجْهِهِ فَقَالَ: أَيْ عَائِشَةُ، أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ مُجَزِّزًا الْمُدْلِجِيَّ رَأَى زَيْدًا، وَأُسَامَةَ قَدْ غَطَّيَا رُءُوسَهُمَا بِقَطِيفَةٍ، وَبَدَتْ أَقْدَامُهُمَا فَقَالَ: إِنَّ هَذِهِ الْأَقْدَامَ بَعْضُهَا مِنْ

بَعْضٍ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَانَ أُسَامَةُ أَسْوَدَ وَكَانَ زَيْدٌ أَبْيَضَ.

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں خوش تشریف لائے، (ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں) آپ کے چہرے کی چمک (سے خوشی کی کیفیت) پتہ چل رہی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! تم نے دیکھا، مجزز مدلجی نے زید اور اسامہ کو دیکھا، ان دونوں کے سر چادر سے ڈھانپے ہوئے تھے اور پاؤں باہر تھے، اس نے کہا: یہ پاؤں باپ بیٹے کے ہیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا رنگ کالا تھا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ گورے تھے۔

2268 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ. قَالَ: قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ مَسْرُورًا تَبْرُقُ أَسَارِيرُ وَجْهِهِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَأَسَارِيرُ وَجْهِهِ لَمْ يَحْفَظْهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَسَارِيرُ وَجْهِهِ هُوَ تَدْلِيسٌ مِنَ ابْنِ عُيَيْنَةَ. لَمْ يَسْمَعْهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ إِنَّمَا سَمِعَ الْأَسَارِيرَ مِنْ غَيْرِهِ. قَالَ: وَالْأَسَارِيرُ فِي حَدِيثِ اللَّيْثِ، وَغَيْرِهِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَسَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ صَالِحٍ، يَقُولُ: كَانَ أُسَامَةُ أَسْوَدَ شَدِيدَ السَّوَادِ مِثْلَ الْقَارِ، وَكَانَ زَيْدٌ أَبْيَضَ مِثْلَ الْقُطْنِ.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے: اس میں یہ الفاظ ہیں:

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں خوشی کے عالم میں تشریف لائے، آپ کا چہرہ مبارک دمک رہا تھا“۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کالے تھے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ گورے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اسارير وجهه کے الفاظ، ابن عیینہ نے یاد نہیں رکھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اسارير وجهه کے الفاظ ابن عیینہ کی تدلیس ہے، انہوں نے یہ الفاظ زہری سے نہیں سنے، لفظ "اسارير" لیث اور دیگر حضرات کی نقل کردہ روایت میں ہے۔

2267-اسناده صحيح. مسدد: هو ابن مسرهد الاسدي، وابن السرح: هو احمد ابن عمرو الاموي، وسفيان: هو ابن عيينة، والزهري: هو محمد بن مسلم ابن شهاب، وعروة: هو ابن الزبير. واخرجه البخاري (6771)، ومسلم (1459)، وابن ماجه (2349)، والترمذي (2263)، والنسائي في "الكبرى" (5658) و(5992) من طرق عن سفيان بن عيينة، بهذا الاسناد. واخرجه مختصراً البخاري (3731)، ومسلم (1459) من طريق ابراهيم بن سعد، والبخاري (3555) من طريق ابن جريج، كلاهما عن الزهري، به. وهو في "مسند احمد" (24099)، و"صحيح ابن حبان" (7057).

2268-اسناده صحيح. قتيبة: هو ابن سعيد الثقفي، والليث: هو ابن سعد. واخرجه البخاري (6770)، ومسلم (1459)، والترمذي (2262)، والنسائي في "الكبرى" (5657) من طريق الليث بن سعد، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (24526)، و"صحيح ابن حبان" (4102).

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے احمد بن صالح کو یہ کہتے ہوئے سنا: حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ تارکول کی طرح انتہائی کالے تھے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ روئی کی طرح انتہائی گورے چٹے تھے۔

علم القیافۃ فقہا کی نظر میں

قیافہ کے علم کے دو پہلو ہیں: ایک تو کھوجی جو قدموں کے نشانات سے کسی وقوعہ کا کھوج لگاتا ہے، اسے قیافۃ الاثر کہتے ہیں۔ دوسرا قیافۃ البشر جس کا مقصد مشابہتوں کی بنا پر آپس میں نسبی تعلقات کو جوڑنا ہوتا ہے۔

جمہور فقہا (مالکی، شافعی اور حنابلہ) کے نزدیک اختلاف کے وقت قیافہ کے ذریعے نسب کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ ان کی دلیل حدیث قیافہ (اسامہ رضی اللہ عنہ اور زید رضی اللہ عنہ کی مشابہت) اور حضرت اُمّ سلیم رضی اللہ عنہ سے نبی کریم کا مکالمہ ہے۔ شافعیہ اور حنابلہ کے خیال میں قیافہ شناس کے ذریعے باندی اور آزاد عورت دونوں کے بچوں کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے جبکہ مالکیہ کے نزدیک اس سے صرف باندی کے متعلق فیصلہ کیا جانا چاہئے البتہ اگر کبھی بچہ بوقت ولادت گم جائے یا اشتباہ واقع ہو جائے تو ایسی صورت میں قیافہ شناس سے آزاد عورت کے بچے کے فیصلے کا کام لیا جاسکتا ہے۔

احناف کا نقطہ نظر یہ ہے کہ قیافہ بھی کہانت کی طرح مکروہ علم ہے، اور شریعت نے نسب کو ثابت کرنے کا صرف ایک ہی ذریعہ قائم کیا ہے اور وہ ہے جائز بستر، اور جس آدمی کو اپنے بچے کے بارے میں شبہ ہو تو اسے حدیث لعان کی رو سے لعان کا حکم ہے نہ کہ قیافہ شناس سے فیصلہ کرانے کا۔ علاوہ ازیں مجرد شباہت ایک ناقابل اعتبار امر ہے، کبھی بچہ اپنے کسی دور کے رشتہ دار سے بھی مشابہ ہوسکتا ہے، جیسا کہ ایک آدمی کے ہاں سیاہ رنگ کا بچہ پیدا ہونے کا واقعہ کتب احادیث میں آیا ہے۔ حنفیہ کے موقف کا خلاصہ یہ ہے کہ

ومفاد هذا كله أن النسب يثبت للرجل عند الحنفية بثبوت سببه وهو النكاح أو ملك اليمين ولا يرجع عمل القائف إلى شيء من ذلك وإنما يرجع إلى معرفة التخلق من الماء وهو لا يثبت به النسب حتى لو تيقنا من هذا التخلق ولا فراش فإن النسب لا يثبت. (44)

"تمام تر بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک آدمی کا نسب صرف اس کا سبب ثابت ہونے پر موقوف ہے اور وہ سبب نکاح ہے یا ملک یمین۔ جبکہ قیافہ کا کوئی انحصار ان چیزوں پر نہیں ہے بلکہ اس کا انحصار تو نطفہ کے ذریعے مشابہت کو تلاش کرنا ہے لیکن اس سے نسب ثابت نہیں ہوتا، حتیٰ کہ اگر ہمیں خلقت میں مشابہت کا یقین بھی حاصل ہو جائے اور اس کا محل جائز بستر نہ ہو تو نسب کسی طرح ثابت نہیں ہوگا۔"

فوجداری جرائم میں قیافۃ الاثر کی شرعی حیثیت

قیافہ شناسی کی دوسری قسم قیافۃ الاثر ہے اور اس کی تعریف میں یہ وضاحت ہو چکی ہے کہ یہ ایک ایسا علم ہے جس میں جائے حادثہ پر پاؤں وغیرہ کے نشانات اور دیگر آثار و قرائن کی مدد سے مطلوب و مقصود تک رسائی حاصل کی جاتی ہے۔ اس لئے اسے قیافۃ الاثر کہا جاتا ہے۔

کسی معاملہ کی گہرائی تک پہنچنے کے لئے آثار و قرائن کی اہمیت مسلمہ ہے لیکن یاد رہے کہ محض آثار و قرائن کی بنیاد پر ہر فیصلہ

نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ قرائن، آثار، علامات، امارات ونشانات وغیرہ مجرم یا امر واقعہ کی معرفت وشناخت میں معاون ہوتے ہیں۔ اس لئے انہیں حادثات وواقعات میں بنیادی طور پر معاون ہی کی حیثیت حاصل ہوتی ہے، البتہ اگر کوئی قرینہ قطعی ویقینی ہو یا آثار وقرائن کے بعد مجرم خود اعتراف جرم کرلے تو پھر ان آثار وقرائن کی بنیاد پر اسی طرح شرعی فیصلے کئے جائیں گے جس طرح عینی گواہوں کی بنیاد پر کئے جاتے ہیں۔

شریعت اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ ماہر اور ذہین وفطین کھوجیوں، قیافہ دانوں، عمر رسیدہ تجربہ کاروں حتیٰ کہ کھوجی کتوں اور دیگر جدید آلات سے مختلف حوادث میں استفادہ کیا جائے۔ درج ذیل دلائل وامثلہ سے اس کی توضیح کی جاتی ہے۔

پہلی دلیل:

قرآن مجید میں حضرت یوسفؑ کے واقعہ میں مذکور ہے کہ ان کے بھائی انہیں کنوئیں میں پھینک آئے اور ان کی خون آلود قمیص لاکر اپنے باپ سے کہتے ہیں کہ:

قالوا یا اباناانا ذھبنا نستبق و ترکنا یوسف عند متاعنا فاکله الذئب وما انت بمؤمن لنا ولو کنا صادقین و جاؤا علی قمیصه بدم کذب قال بل سولت لکم انفسکم امرا فصبر جمیل والله المستعان علی ما تصفون[41]

(اور کہنے لگے کہ ابا جان ہم تو آپس میں دوڑ میں لگ گئے اور یوسف کو ہم نے سامان کے پاس چھوڑ دیا اسے بھیڑیا کھا گیا، آپ تو ہماری بات نہیں مانیں گے گو ہم بالکل سچے ہی ہیں۔ اور وہ یوسف علیہ السلام کے قمیص کو جھوٹ موٹ کے خون سے رنگ لائے تھے۔ باپ نے کہا یوں نہیں ہوا بلکہ تم نے اپنے جی سے بات بنالی ہے۔ لہٰذا صبر ہی بہتر ہے اور تمہاری بنائی باتوں پر اللہ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے)۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت یعقوب نے اس خون آلود قمیص کا جائزہ لیا تو پتہ چلا کہ اس میں کوئی چیر پھاڑ کے نشان نہیں بلکہ سارا کرتا صحیح سالم ہے۔ حالانکہ یہ ایک بدیہی امر تھا کہ اگر بھیڑیے نے یوسف کو کھایا ہوتا تو قمیص بھی پھٹی ہوتی جبکہ قمیص کا سالم ہونا اس بات کا ثبوت بن گیا کہ یوسف کو بھیڑیے نے نہیں کھایا بلکہ اس کے بھائی جھوٹ بولتے ہیں۔ گویا اسی علامت کی بنیاد پر حضرت یعقوب نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔[42]

اس سے معلوم ہوا کہ آثار وقرائن کی مدد سے حقائق کا سراغ لگایا جاسکتا ہے۔ امام قرطبی رقم طراز ہیں کہ فقہاء نے قسامہ وغیرہ جیسے فقہی مسائل میں اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے علامات وامارات کو معتبر قرار دیا ہے اور اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت یعقوب نے قمیص کے صحیح سالم ہونے کی بنیاد پر اپنے دوسرے بیٹوں کے جھوٹا ہونے پر استدلال کیا۔ [43]

اسی طرح جب یوسف پر عزیز مصر کی بیوی نے بدکاری کی تہمت لگائی تو آثار کی بنیاد پر یوسف کا صدق ثابت کیا گیا۔[44]

دوسری دلیل:

صحیح بخاری میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عکل اور عرینہ (قبائل) کے کچھ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

مدینہ منورہ آئے اور اسلام میں داخل ہو گئے، پھر انہوں نے کہا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ہم لوگ مویشی رکھتے تھے، کھیت وغیرہ ہمارے پاس نہیں تھے (اس لئے ہم صرف دودھ پر گزارا کیا کرتے تھے) اور انہیں مدینہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اونٹ اور ایک چرواہا ان کے ساتھ کر دیا اور فرمایا کہ اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیو (تو تم صحت یاب ہو جاؤ گے) وہ لوگ (چراگاہ کی طرف) نکلے حتیٰ کہ جب مقام حرہ کے قریب پہنچے تو اسلام سے پھر گئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو لے کر بھاگ نکلے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے کچھ لوگوں کو دوڑایا (اور بالآخر یہ پکڑے گئے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں (کیونکہ انہوں نے بھی چرواہے کو اسی طرح قتل کیا تھا) اور انہیں حرہ کے کنارے پھینک دیا گیا حتیٰ کہ وہ اسی حالت میں مر گئے۔[45]

مذکورہ روایت میں یہ بات قابل غور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مجرموں کو پکڑنے کے لئے کچھ لوگوں کو روانہ کیا جبکہ دیگر روایات میں ہے کہ

وعنده شباب من الانصار قريب من عشرين فارسلهم اليهم و بعث معهم قائفا يقتص اثرهم[46]

(جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چرواہے کے قتل کی خبر پہنچی تو اس وقت) آپ کے پاس تقریباً بیس (20) انصاری نوجوان تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان (مجرموں) کے تعاقب میں روانہ کیا اور ان کے ساتھ ایک قیافہ شناس بھی روانہ کیا جو ان (مجرموں) کے قدموں کے نشان تلاش کرتا تھا۔ سنن ابوداؤد میں ہے کہ:

فبعث رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فى طلبهم قافة فاتى بهم[47]

(اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مجرموں کے تعاقب میں چند قیافہ شناس بھی روانہ کئے اور بالآخر ان مجرموں کو گرفتار کر لیا گیا)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مجرموں کی سراغ رسانی کے لئے قیافہ دانوں اور کھوجیوں کی خدمات حاصل کرنا مشروع ہے۔ حافظ ابن قیم اس واقعہ کے بعد فرماتے ہیں کہ:

فدل على اعتبار القافة والاعتماد عليها فى الجملة فاستدل باثر الاقدام على المطلوبين

حاصل کلام یہ ہے کہ اس واقعہ سے قیافہ دانوں کے معتبر و حجت ہونے اور ان پر اعتماد کرنے کی دلیل حاصل ہوتی ہے جیسا کہ قدموں کے نشانات سے مطلوبہ افراد پر استدلال کیا گیا ہے۔[48]

دیوانی مقدمات میں قیافۃ الاثر کی شرعی حیثیت

جس طرح فوجداری جرائم میں قیافہ دانوں اور کھوجیوں کی خدمات حاصل کرنا جائز و مشروع ہے اسی طرح دیوانی مقدمات میں بھی ان کی مدد سے فیصلہ کرنا مشروع ہے، اس سلسلہ میں یہ بھی علماء نے لکھا ہے کہ جس طرح کسی گمشدہ چیز پر دو آدمی مدعی ہوں تو اس چیز کے صحیح اوصاف بتانے والے کے حق میں ہم فیصلہ دیں گے اور یہ قیافہ سے ملتی جلتی صورت ہے۔ اسی طرح اگر دو آدمی کسی

پودے یا کھجور کے بارے میں جھگڑا کریں جبکہ وہ ان دونوں کے ہاتھ (قبضہ) میں ہو تو اس جھگڑے کا فیصلہ اہل خبرہ (یعنی کھوجی یا قیافہ شناس یا صاحب فہم وفراست) لوگ کریں گے۔ اسی طرح جیسے نسب کے جھگڑے میں قیافہ شناسوں کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ ویسے ہی دیگر مقدمات ومعاملات میں ان کی طرف رجوع کیا جائے گا اور یہ اسی وقت ہوگا جب مدعی برابر درجہ کے ہوں۔[49]

اس سلسلہ میں جن شرعی دلائل کو پیش کیا جاتا ہے۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

پہلی دلیل:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ بدر میں، میں صف میں کھڑا تھا کہ میرے دائیں اور بائیں قبیلہ انصار کے دو نوعمر لڑکے کھڑے تھے۔ میں نے آرزو کی کہ کاش! میں ان سے زبردست (اور زیادہ) عمر والوں کے درمیان ہوتا۔ ایک لڑکے نے میری طرف اشارہ کیا اور پوچھا: چچا جان! آپ لوگ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں! لیکن بیٹا! تم لوگوں کو اس سے کیا سروکار؟ لڑکے نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے۔ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر وہ مجھے مل جائے تو اس وقت تک میں اس سے جدا نہیں ہوں گا جب تک کہ ہم میں سے کوئی ایک جس کی قسمت میں پہلے مرنا ہوگا، مر نہ جائے۔ (عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) مجھے اس پر بڑی حیرت ہوئی۔ پھر دوسرے لڑکے نے مجھے اشارہ کیا اور وہی باتیں اس نے بھی کہیں۔ ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ مجھے ابوجہل دکھائی دیا جو لوگوں (کفار کے لشکر) میں گھومتا پھر رہا تھا، میں نے ان لڑکوں سے کہا جس کے متعلق تم مجھ سے پوچھ رہے تھے وہ سامنے نظر آرہا ہے۔ دونوں نے اپنی تلواریں سونتیں اور اس پر جھپٹ پڑے اور حملہ کرکے اسے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم دونوں میں سے کس نے اسے مارا ہے؟ دونوں لڑکوں میں سے ہر ایک نے کہا کہ میں نے اسے مارا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم نے اپنی تلواریں صاف کر لی ہیں؟ انہوں نے عرض کی نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی تلواروں کو دیکھا اور فرمایا کہ تم دونوں ہی نے اسے مارا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقتول کا سارا سامان معاذ بن عمرو بن جموح کو دے دیا۔ یہ دونوں نوجوان معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن جموح تھے۔[50]

یہ ایک شرعی اصول ہے کہ مقتول کافر کا مال غنیمت اسے دیا جاتا ہے جس نے اسے قتل کیا ہو۔ اس لحاظ سے ابوجہل کا مال غنیمت ان دونوں نوجوانوں میں سے کسی ایک یا پھر دونوں کا حق قرار پاتا تھا۔ اب اس فیصلے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آثار وعلامات کو بنیاد بناتے ہوئے ان دونوں کی تلواروں کا جائزہ لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس نتیجہ پر پہنچے کہ ان دونوں ہی نے ابوجہل کو قتل کیا ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **کلا کما قتلہ** یعنی تم دونوں نے اس بدبخت کو قتل کیا ہے۔[51]

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت معوذ ومعاذ رضی اللہ عنہ دونوں کی تلواروں پر لگے خون کے آثار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں نے اسے برابر قتل کیا ہے تو پھر مال غنیمت صرف ایک کو کیوں دیا بلکہ دونوں میں برابر تقسیم کرنا چاہیے تھا۔

شارحین نے اس سوال کا ایک جواب تو یہ دیا ہے کہ معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے چونکہ ابو جہل کو قتل کرنے میں زیادہ کام دکھایا تھا اس لئے اسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت عنایت فرمایا جبکہ اس سے زیادہ بہتر جواب یہ ہے کہ مال غنیمت میں واقعی معوذ رضی اللہ عنہ و معاذ رضی اللہ عنہ کا حصہ بنتا تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ہی کو مال غنیمت اس لئے دیا تھا کہ حضرت معوذ رضی اللہ عنہ اس معرکہ میں شہید ہو گئے تھے۔[52]

دوسری دلیل:

ابراہیم بن فرزوق بصری بیان کرتے ہیں کہ دو آدمی حضرت ایاس بن معاویہ کے پاس آئے اور ان دونوں کا دو چادروں کے بارے میں جھگڑا تھا جن میں سے ایک چادر سرخ اور دوسری سبز تھی۔ ایک نے کہا کہ میں غسل کے لئے حوض میں داخل ہوا تو میں نے اپنی چادر (ایک طرف) رکھ دی۔ پھر یہ شخص آیا اور اس نے اپنی چادر میری چادر کے نیچے رکھ دی اور غسل کرنے لگا۔ پھر یہ مجھ سے پہلے فارغ ہو کر نکلا اور میری چادر اٹھا کر چلتا بنا جبکہ میں نے حوض سے نکل کر اس کا تعاقب کیا تو یہ کہنے لگا کہ یہ چادر میری ہے۔ ایاس نے اس سے پوچھا کہ تیرے پاس کوئی دلیل ہے؟ اس نے کہا نہیں! تو ایاس نے کہا کہ ایک کنگھی لاؤ۔ کنگھی لائی گئی اور یکے بعد دیگرے دونوں کے سروں پر کنگھی کی گئی تو ایک کے سر سے سرخ اور دوسرے کے سر سے سبز اُون نکلی تو حضرت ایاس نے اس شخص کو سرخ چادر دی جس کے سر سے سرخ اُون نکلی تھی جبکہ دوسرے کو سبز چادر دی جس کے سر سے سبز اُون نکلی تھی۔[53]

حوالہ جات

[1]۔ الجرجانی، علی بن محمد بن علی السید الحسن الجرجانی الحنفی: التعریفات، ص652، دار الکتب العلمیہ، بیروت[2]۔ الزرقاء، مصطفیٰ بن احمد الزرقاء: المدخل الفقہی العام، ج2، ص918، دار الفکر[3]۔ ابن قیم، محمد بن ابی بکر الزرعی الدمشقی: الطرق الحکمیہ، ص114، 115، دار الفکر، بیروت[4]۔ القرائن لصالح بن غانم ص17، دار جنسیہ مکہ، ریاض[5]۔ دائرۃ المعارف اُردو، ج16 ص518، پنجاب یونیورسٹی، نیز ملاحظہ ہو لسان العرب ج9 ص261، دار الکتب العلمیہ بیروت، النہایہ وغیرہ[6]۔ فیروز الدین الحاج مولوی، فیروز اللغات، اُردو، ص519[7]۔ بطاش کبریٰ زادہ، احمد بن مصطفیٰ، مفتاح السعادۃ، ج1 ص328، دار الکتب العلمیہ، بیروت، کشف الظنون، ج2، ص1181 منشورات مکتبہ المثنیٰ بغداد[8]۔ القنوجی، صدیق بن حسن علامہ، ابجد العلوم ص436، ج2، مکتبہ قدوسیہ لاہور[9]۔ حاجی خلیفہ، مصطفیٰ ابن عبداللہ القسطنطنی الرومی الحنفی: کشف الظنون، ج2، ص1367[10]۔ مفتاح السعادۃ، ج1 ص329[11]۔ ایضاً[12]۔ ابجد العلوم ج2 ص385[13]۔ لسان العرب ج9 ص261[14]۔ ابوداؤد امام، ابوداؤد سلیمان بن اشعث: الازدی السجستانی: ابوداؤد، کتاب الطب: باب فی الخط و زجر الطیر، رقم(3905)[15]۔ النہایہ: ج4، ص131، مکتبۃ الاسلامیہ[16]۔ التعریفات للجرجانی، ص171[17]۔ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی حجر: فتح الباری ابن حجر ج12 ص57، دار النشر۔ الکتب الاسلامیہ، لاہور[18]۔ ابن رشد، محمد بن احمد بن رشد القرطبی: بدایۃ المجتہد ج2 ص240 مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکۃ المکرمہ، نیز دیکھئے المبسوط للسرخسی ج17، ص70، بدائع الصنائع ج6 ص246[19]۔ ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ الحنبلی: المغنی لابن قدامہ، ج8 ص672 تا 674 دار عالم الکتب مکہ، نیز دیکھئے الفروق للقرافی ج4 ص99 دار المعرفۃ بیروت، الاشباہ والنظائر للسیوطی ص419، الفتاویٰ الکبریٰ، ابن تیمیہ ج4 ص587، فتح الباری ج12 ص57، نیل الاوطار ج4 ص382، سبل السلام ج4 ص137[20]۔ بخاری، امام محمد بن اسمٰعیل بخاری: کتاب الفرائض: باب القائف، رقم(6771) نیز مسلم(1459)، ابوداؤد(2297)، ترمذی(9، 12)، ابن ماجہ(2349) احمد ج6 ص226[21]۔ بخاری: کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم: باب مناقب زید بن حارثہ، رقم(3731)[22]۔ فتح الباری، ج12 ص57[23]۔ ایضاً[24]۔ معالم السنن ج3 ص245، مطبع انصار السنۃ المحمدیہ[25]۔ مفتاح السعادۃ ج1 ص330[26]۔ بخاری: کتاب التفسیر: باب قولہ ویدرؤ عنہ

لعذاب......، رقم (4747)'[27]۔ابوداؤد: کتاب الطلاق: باب فی اللعان(2256) مسند احمد ج1 ص238'[28]۔ المغنی لابن قدامہ ج8 ص373، دار عالم الکتب مکۃ المکرمۃ'[29]۔ الشوکانی، محمد بن علی بن محمد الشوکانی: نیل الاوطار ج4 ص372 تا373، دار الحدیث قاہرہ'[30]۔السرخسی، شمس الدین: المبسوط للسرخسی، ج17 ص70'[31]۔احمد بن حنبل، امام: مسند احمد ج3 ص142'[32]۔المغنی لابن قدامہ، ج8 ص371 تا374، نیل الاوطار ج4 ص382'[33]۔ بخاری، کتاب البیوع: باب تفسیر المشبہات، رقم (2053)'[34]۔ بخاری: ترجمہ وتشریح از داؤد راز دہلوی، ج3 ص274، مکتبہ قدوسیہ لاہور'[35]۔ المغنی لابن قدامہ ج8 ص373'[36]۔فتح الباری، ج12 ص57'[37]۔الطرق الحکمیہ، ص254'[38]۔ایضا، نیز دیکھیے، الموطا: کتاب الاقضیۃ: باب القضا بالحاق الولد بابیہ، رقم 22 تا25'[39]۔المغنی لابن قدامہ ج8 ص372'[40]۔الطرق الحکمیہ ص252'[41]۔سورۃ یوسف: 17۔18'[42]۔قرطبی، محمد بن احمد الانصاری القرطبی: تفسیر قرطبی، ج9 ص150 مکتبہ الغزالی دمشق'[43]۔احکام القرآن لابن العربی ج3 ص1065، مطبعہ عیسیٰ البابی الحلبی، مصر'[44]۔سورۃ یوسف: 25 تا28'[45]۔بخاری: کتاب المغازی: باب قصۃ عکل وعرینۃ (4192) مسلم کتاب القسامۃ والمحاربین (1671) نسائی (4036)'[46]۔مسلم، امام مسلم بن الحجاج القشیری: مسلم: ایضاً'[47]۔ابوداؤد، کتاب الحدود: باب ما جاء فی المحاربۃ (4366)'[48]۔الطرق الحکمیہ، ص254'[49]۔ابن تیمیہ، تقی الدین احمد بن عبدالحلیم المشہور بابن تیمیہ: الفتاویٰ الکبریٰ، ج5 ص502، دار الکتب العلمیہ، بیروت'[50]۔بخاری: کتاب فرض الخمس: باب من لم یخمس الاسلاب (3141) نیز مسلم (1751) ابوداؤد (277) ترمذی (1562)'[51]۔فتح الباری، ج6 ص248'[52]۔ایضا، ج7 ص296'[53]۔الطرق الحکمیہ، ص38

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ بدر میں، میں صف میں کھڑا تھا کہ میرے دائیں اور بائیں قبیلہ انصار کے دونوں کم عمر لڑکے کھڑے تھے۔ میں نے آرزو کی کہ کاش! میں ان سے زبردست (اور زیادہ) عمر والوں کے درمیان ہوتا۔ ایک لڑکے نے میری طرف اشارہ کیا اور پوچھا: چچا جان! آپ لوگ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں! لیکن بیٹا! تم لوگوں کو اس سے کیا سروکار؟ لڑکے نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے۔ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر وہ مجھے مل جائے تو اس وقت تک میں اس سے جدا نہیں ہوں گا جب تک کہ ہم میں سے کوئی ایک جس کی قسمت میں پہلے مرنا ہوگا، مر نہ جائے۔ (عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) مجھے اس پر بڑی حیرت ہوئی۔ پھر دوسرے لڑکے نے مجھے اشارہ کیا اور وہی باتیں اس نے بھی کہیں۔ ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ مجھے ابوجہل دکھائی دیا جو لوگوں (کفار کے لشکر) میں گھومتا پھر رہا تھا، میں نے ان لڑکوں سے کہا جس کے متعلق تم مجھ سے پوچھ رہے تھے وہ سامنے نظر آ رہا ہے۔ دونوں نے اپنی تلواریں سونتیں اور اس پر جھپٹ پڑے اور حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم دونوں میں سے کس نے اسے مارا ہے؟ دونوں لڑکوں میں سے ہر ایک نے کہا کہ میں نے اسے مارا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم نے اپنی تلواریں صاف کر لی ہیں؟ انہوں نے عرض کی نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی تلواروں کو دیکھا اور فرمایا کہ تم دونوں ہی نے اسے مارا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقتول کا سارا سامان معاذ بن عمرو بن جموح کو دے دیا۔ یہ دونوں نوجوان معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن جموح تھے۔[50]

یہ ایک شرعی اصول ہے کہ مقتول کافر کا مال غنیمت اسے دیا جاتا ہے جس نے اسے قتل کیا ہو۔ اس لحاظ سے ابوجہل کا مال غنیمت ان دونوں نوجوانوں میں سے کسی ایک یا پھر دونوں کا حق قرار پاتا تھا۔ اب اس فیصلے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آثار و علامات کو

بنیاد بناتے ہوئے ان دونوں کی تلواروں کا جائزہ لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس نتیجہ پر پہنچے کہ ان دونوں ہی نے ابوجہل کو قتل کیا ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کلا کما قتلہ یعنی تم دونوں نے اس بدبخت کو قتل کیا ہے۔[51]

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت معوذ و معاذ رضی اللہ عنہ دونوں کی تلواروں پر لگے خون کے آثار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں نے اسے برابر قتل کیا ہے تو پھر مال غنیمت صرف ایک کو کیوں دیا بلکہ دونوں میں برابر تقسیم کرنا چاہئے تھا۔

شارحین نے اس سوال کا ایک جواب تو یہ دیا ہے کہ معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے چونکہ ابوجہل کو قتل کرنے میں زیادہ کام دکھایا تھا اس لئے اسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت عنایت فرمایا جبکہ اس سے زیادہ بہتر جواب یہ ہے کہ مال غنیمت میں واقعی معوذ رضی اللہ عنہ و معاذ رضی اللہ عنہ کا حصہ بنتا تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ہی کو مال غنیمت اس لئے دیا تھا کہ حضرت معوذ رضی اللہ عنہ اس معرکہ میں شہید ہو گئے تھے۔[52]

دونو عمر جوان کا ہم نے ذکر سنا تھا۔ ایک معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہم۔ جبکہ آپ نے جو لکھا ہے اس میں دونوں معاذ ہیں صرف ولدیت کا فرق ہیں۔

دوسری اشکال یہ ہے کہ جب دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بیان دیا کہ ہم نے اس کو قتل کیا ہے۔
تو شارحین نے کیسے اخذ کیا کہ معوذ رض اس معرکے میں شہید ہو گئے تھے۔

بَابُ مَنْ قَالَ بِالْقُرْعَةِ إِذَا تَنَازَعُوا فِي الْوَلَدِ

باب: جو اس بات کا قائل ہے: جب بچے کے بارے میں اختلاف ہو جائے، تو قرعہ اندازی کر لی جائے

2269 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ الْأَجْلَحِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْخَلِيلِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْيَمَنِ، فَقَالَ: إِنَّ ثَلَاثَةَ نَفَرٍ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ أَتَوْا عَلِيًّا، يَخْتَصِمُونَ إِلَيْهِ فِي وَلَدٍ، وَقَدْ وَقَعُوا عَلَى امْرَأَةٍ فِي طُهْرٍ وَاحِدٍ، فَقَالَ: لِاثْنَيْنِ مِنْهُمَا طِيبَا بِالْوَلَدِ لِهَذَا، فَغَلَيَا، ثُمَّ قَالَ: لِاثْنَيْنِ طِيبَا بِالْوَلَدِ لِهَذَا، فَغَلَيَا، ثُمَّ قَالَ: لِاثْنَيْنِ طِيبَا بِالْوَلَدِ لِهَذَا، فَغَلَيَا، فَقَالَ: أَنْتُمْ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ، إِنِّي مُقْرِعٌ بَيْنَكُمْ، فَمَنْ قَرَعَ فَلَهُ الْوَلَدُ، وَعَلَيْهِ لِصَاحِبَيْهِ ثُلُثَا الدِّيَةِ، فَأَقْرَعَ بَيْنَهُمْ، فَجَعَلَهُ لِمَنْ قَرَعَ، فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ أَضْرَاسُهُ أَوْ نَوَاجِذُهُ

حضرت زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (ایک مرتبہ میں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا، یمن سے تعلق رکھنے والا ایک شخص آیا اور بولا: یمن کے تین لوگ (وہاں کے گورنر) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بچے کے بارے میں مقدمہ لے کر آئے، ان تینوں نے ایک ہی طہر میں، ایک عورت کے ساتھ صحبت کی تھی (اور اسی طہر کے دوران وہ عورت حاملہ ہو گئی) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں سے فرمایا: تم اپنی خوشی سے تیسرے شخص کے حق میں دستبردار ہو جاؤ، تو ان دونوں نے تسلیم نہیں کیا، پھر

انہوں نے دوسرے دو آدمیوں سے فرمایا: اس تیسرے کے حق میں اپنی خوشی سے دستبردار ہو جاؤ، تو ان دونوں نے بھی تسلیم نہیں کیا، پھر انہوں نے باقی دو آدمیوں سے فرمایا: اس تیسرے کے حق میں اپنی خوشی سے دستبردار ہو جاؤ، تو ان دونوں نے بھی تسلیم نہیں کیا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تم ایک دوسرے کے باقاعدہ مخالف فریق ہو، میں تمہارے درمیان قرعہ اندازی کروں گا، جس کے نام کا قرعہ نکل آیا، بچہ اس کو ملے گا، اور وہ اپنے دو مخالف فریقوں کو دو تہائی دیت ادا کرے گا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان قرعہ اندازی کی، اور بچہ اسے دیا جس کے نام کا قرعہ نکلا تھا۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھیں، یا اطراف کے دانت نظر آنے لگے۔

2270 - حَدَّثَنَا خُشَيْشُ بْنُ أَصْرَمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ، عَنْ صَالِحٍ الْهَمْدَانِيِّ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: أُتِيَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِثَلَاثَةٍ، وَهُوَ بِالْيَمَنِ وَقَعُوا عَلَى امْرَأَةٍ فِي طُهْرٍ وَاحِدٍ، فَسَأَلَ اثْنَيْنِ: أَتُقِرَّانِ لِهَذَا بِالْوَلَدِ؟ قَالَا: لَا. حَتَّى سَأَلَهُمْ جَمِيعًا، فَجَعَلَ كُلَّمَا سَأَلَ اثْنَيْنِ، قَالَا: لَا، فَأَقْرَعَ بَيْنَهُمْ فَأَلْحَقَ الْوَلَدَ بِالَّذِي صَارَتْ عَلَيْهِ الْقُرْعَةُ، وَجَعَلَ عَلَيْهِ ثُلُثَيِ الدِّيَةِ، قَالَ: فَذُكِرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ.

✿✿ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تین آدمیوں کا معاملہ لایا گیا، اس وقت جب وہ یمن کے گورنر تھے، ان تینوں آدمیوں نے ایک ہی طہر کے دوران، ایک عورت کے ساتھ صحبت کی تھی، انہوں نے دو آدمیوں سے دریافت کیا: کیا تم اس تیسرے کے لیے بچے کا اقرار کرتے ہو؟ ان دونوں نے جواب دیا: جی نہیں، اسی طرح انہوں نے ان سب سے دریافت کیا، وہ جب بھی دو آدمیوں سے دریافت کرتے، تو وہ دونوں جواب میں ”نہیں“ کہہ دیتے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان قرعہ اندازی کی اور بچہ اس سے لاحق کر دیا، جس کے نام کا قرعہ نکلا تھا، اور اس پر دو تہائی دیت کی ادائیگی لازم قرار دی۔ راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس فیصلہ کا ذکر کیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے، یہاں تک کہ آپ کے اطراف کے دانت نظر آنے لگے۔

2271 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ، سَمِعَ الشَّعْبِيَّ، عَنِ الْخَلِيلِ أَوِ ابْنِ الْخَلِيلِ، قَالَ: أُتِيَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي امْرَأَةٍ وَلَدَتْ مِنْ ثَلَاثَةٍ، نَحْوَهُ لَمْ يَذْكُرِ الْيَمَنَ، وَلَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا قَوْلَهُ طِيبَا بِالْوَلَدِ.

✿✿ خلیل (یا شاید) ابن خلیل نامی راوی بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک مقدمہ لایا گیا، کہ ایک عورت نے تین آدمیوں کے ساتھ صحبت کرنے کے بعد بچے کو جنم دیا، (اس کے بعد حسب سابق روایت ہے) تاہم اس میں یمن کا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ کا ذکر نہیں ہے، کہ تم دونوں اپنی خوشی سے بچے سے دستبردار ہو جاؤ۔

2270- وهو عند عبد الرزاق في "المصنف" (13472)، ومن طريقه اخرجه ابن ماجه (2348)، والنسائي في "الكبرى" (5652) و (5993).

قرعہ اندازی

جب ایک عورت سے دو مردوں کا تعلق اس انداز سے قائم ہو کہ یہ تعلق اپنی اصل کے اعتبار سے ناجائز نہ ہو تو اس صورت میں بعض اوقات قرعہ اندازی سے بھی فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دورِ نبوی میں یمن میں قاضی بنا کر بھیجا گیا تو وہاں آپ نے ایسے ہی ایک مسئلہ میں فیصلہ فرمایا اور جب یہ فیصلہ نبی کریم ﷺ کو بتایا گیا تو آپ نے اس پر تبسم فرمایا، یہ واقعہ سنن نسائی اور سنن ابوداود میں موجود ہے۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أتي علي بثلاثة وهو باليمن وقعوا على امرأة في طهر واحد فسأل اثنين أتقران لهذا بالولد، قالا: لا حتى سألهم جميعًا فجعل كلما سأل اثنين قالا: لا فأقرع بينهم وألحق الولد بالذي صارت عليه القرعة وجعل عليه ثلثي الدية قال فذكر ذلك للنبي ﷺ فضحك حتى بدت نواجذه. (46)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس یمن میں تین آدمی لائے گئے جنہوں نے ایک لونڈی سے ایک ہی طہر میں ہم بستری کی تھی۔ آپ نے دو آدمیوں سے باری باری پوچھا: کیا تم اس تیسرے کو یہ بچہ دینے کا اقرار کرتے ہو، ان دونوں نے کہا: نہیں۔ حتی کہ جب آپ تمام سے پوچھ بیٹھے اور ہر ایک نے نفی میں جواب دیا تو آپ نے ان کے درمیان قرعہ ڈالا، اور بچے کو اس سے منسوب کر دیا جس کے نام قرعہ نکلا تھا۔ اور اس کو پابند کیا کہ تم دو تہائی دیت ادا کرو۔ جب یہ بات نبی کریم ﷺ کو بتائی گئی تو آپ اس قدر ہنسے کہ آپ کی داڑھیں نمایاں ہو گئیں۔"

علامہ ابن قیم الجوزیہ سنن ابوداود پر اپنی تعلیقات میں اس حدیث پر لکھتے ہیں:

" حافظ ابن حزم نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس حدیث میں مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس بچے کے بارے میں فیصلہ نہ ہو تو اس کو قرعہ کے ذریعے کسی ایک سے الحاق کر دیا جائے۔ یہ اسحق بن راہویہ اور امام شافعی کا پہلا قول ہے۔ جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہما اور احمد کے نزدیک اس کے بجائے حدیث القیافۃ (VI) کی بنا پر قیافہ شناس سے کام لینا زیادہ بہتر ہے۔ جبکہ امام ابوحنیفہ سے اس بارے میں قرعہ یا قیافہ دونوں کے بارے میں کچھ بھی منقول نہیں ہے"

اس مسئلہ کو قیافہ کی بجائے قرعہ اندازی سے حل کرنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ قیافہ شناس وہاں موجود نہ ہوں یا قیافہ شناس کے لئے فیصلہ کرنا مشکل ہو، جیسا کہ نسائی پر حاشیہ سندی میں اس کا رجحان ظاہر کیا گیا ہے۔

جہاں تک قرعہ کے ذریعے والد قرار دیے گئے شخص پر دیت کے دو تہائی عائد کرنے کا تعلق ہے تو اس کی توجیہ کے بارے میں مسند حمیدی میں یہ الفاظ ملتے ہیں:

فقال علي لاثنين منهم أتطيبان به نفسًا لصاحبكما قالا: لا. ثم قال للآخرين أتطيبان به نفسا لصاحبكما قالا: لا. فقال علي: أنتم شركاء متشاكسون إني مُقرع بينكم فأيكم أصابته القرعة ألزمتُه الولد وأغرمتُه ثلثي قيمة الجارية لصاحبه. (47)

" حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باری باری دو سے پوچھا: کیا تم دو اپنے ساتھی کے لئے اس سے بخوشی دستبردار ہوتے ہو۔

انہوں نے انکار کیا۔ پھر آپ نے باقی دو سے یہی پوچھا، انہوں نے بھی نفی میں جواب دیا تو آپ نے کہا کہ اب تم سب برابر کے شریک ہو۔ میں تمہارے درمیان قرعہ اندازی کرتا ہوں، جس کے نام قرعہ نکل آیا، اس کو یہ بچہ میں حوالے کردوں گا اور اس کو کہوں گا کہ وہ لونڈی کی دو تہائی قیمت دوسرے ساتھیوں کو ادا کرے۔"

حافظ ابن قیم الجوزیہ کہتے ہیں کہ

لما لحق به صارت أم ولد وله فيها ثلثها فغرمه قيمة ثلثيها الذين أفسدهما على الشريكين بالاستيلاد فلعل هذا هو المحفوظ وذكر ثلثي دية الولد وهم أو يكون عبّر عن قيمة الجارية بالدية لأنها هي التي تؤدى بها فلا يكون بينهما تناقض

"جب وہ بچہ اس سے منسوب ہوگیا تو گویا یہ لونڈی اس کی اُم ولد بن گئی جبکہ اس کا اس لونڈی میں صرف تیسرا حصہ تھا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر اس باقی دو تہائی کی ادائیگی عائد کردی جن کا اب اس لونڈی سے صحبت کرنا (اُم ولد بن جانے کی بنا پر ملنے والے آزادی کی بنا پر) ممنوع ہوگیا۔ اور اسے بچے کی دو تہائی دیت قرار دینا وہم ہے یا یہاں لونڈی کی قیمت کو دیت کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ اسی کی ادائیگی کی جاتی تھی۔ ایسی صورت میں کوئی تضاد باقی نہ رہا۔"

احادیث میں زیادہ تر واقعات لونڈیوں کے آئے ہیں، اس سے یہ مطلب سمجھنا درست نہیں کہ یہ احکام لونڈیوں سے ہی مخصوص ہیں۔ دراصل ایسی کوتاہی زیادہ تر انسان لونڈیوں کے بارے میں ہی کرتا ہے، جہاں تک آزاد عورت کا معاملہ ہے تو مکمل حقوق رکھنے کی وجہ سے اور اس سے عزت و شرف کو زیادہ منسوب سمجھنے کی وجہ سے ایسی بے احتیاطی وہاں کم ہوتی ہے

بَابٌ فِي وُجُوهِ النِّكَاحِ الَّتِي كَانَ يَتَنَاكَحُ بِهَا أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ

باب: زمانہ جاہلیت میں کیے جانے والے نکاح کی مختلف صورتوں کا تذکرہ

2272 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، قَالَ: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ شِهَابٍ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ، أَنَّ النِّكَاحَ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ عَلَى أَرْبَعَةِ أَنْحَاءٍ: فَكَانَ مِنْهَا نِكَاحُ النَّاسِ الْيَوْمَ، يَخْطُبُ الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ وَلِيَّتَهُ فَيُصْدِقُهَا، ثُمَّ يَنْكِحُهَا، وَنِكَاحٌ آخَرُ كَانَ الرَّجُلُ يَقُولُ لِامْرَأَتِهِ إِذَا طَهُرَتْ مِنْ طَمْثِهَا: أَرْسِلِي إِلَى فُلَانٍ فَاسْتَبْضِعِي مِنْهُ، وَيَعْتَزِلُهَا زَوْجُهَا، وَلَا يَمَسُّهَا أَبَدًا حَتَّى يَتَبَيَّنَ حَمْلُهَا مِنْ ذَلِكَ الرَّجُلِ الَّذِي تَسْتَبْضِعُ مِنْهُ، فَإِذَا تَبَيَّنَ حَمْلُهَا أَصَابَهَا زَوْجُهَا إِنْ أَحَبَّ، وَإِنَّمَا يَفْعَلُ ذَلِكَ رَغْبَةً فِي نَجَابَةِ الْوَلَدِ، فَكَانَ هَذَا النِّكَاحُ يُسَمَّى نِكَاحَ الِاسْتِبْضَاعِ، وَنِكَاحٌ آخَرُ يَجْتَمِعُ الرَّهْطُ دُونَ الْعَشَرَةِ، فَيَدْخُلُونَ عَلَى الْمَرْأَةِ كُلُّهُمْ يُصِيبُهَا، فَإِذَا حَمَلَتْ وَوَضَعَتْ، وَمَرَّ لَيَالٍ بَعْدَ أَنْ تَضَعَ حَمْلَهَا، أَرْسَلَتْ إِلَيْهِمْ فَلَمْ يَسْتَطِعْ رَجُلٌ مِنْهُمْ أَنْ يَمْتَنِعَ حَتَّى يَجْتَمِعُوا عِنْدَهَا، فَتَقُولُ لَهُمْ: قَدْ عَرَفْتُمُ الَّذِي كَانَ مِنْ أَمْرِكُمْ وَقَدْ وَلَدْتُ، وَهُوَ ابْنُكَ يَا فُلَانُ، فَتُسَمِّي مَنْ أَحَبَّتْ مِنْهُمْ بِاسْمِهِ، فَيَلْحَقُ بِهِ وَلَدُهَا، وَنِكَاحٌ رَابِعٌ يَجْتَمِعُ النَّاسُ الْكَثِيرُ، فَيَدْخُلُونَ عَلَى الْمَرْأَةِ

لَا تَمْتَنِعُ مِمَّنْ جَاءَهَا وَهُنَّ الْبَغَايَا كُنَّ يَنْصِبْنَ عَلَى أَبْوَابِهِنَّ رَايَاتٍ يَكُنَّ عَلَمًا لِمَنْ أَرَادَهُنَّ دَخَلَ عَلَيْهِنَّ. فَإِذَا حَمَلَتْ فَوَضَعَتْ حَمْلَهَا جُمِعُوا لَهَا، وَدَعَوْا لَهُمُ الْقَافَةَ ثُمَّ أَلْحَقُوا وَلَدَهَا بِالَّذِي يَرَوْنَ فَالْتَاطَهُ، وَدُعِيَ ابْنَهُ لَا يَمْتَنِعُ مِنْ ذَلِكَ. فَلَمَّا بَعَثَ اللهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدَمَ نِكَاحَ أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ كُلَّهُ إِلَّا نِكَاحَ أَهْلِ الْإِسْلَامِ الْيَوْمَ

❀❀ عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا: زمانہ جاہلیت میں چار قسم کے نکاح ہوتے تھے۔

ان میں سے ایک نکاح وہ تھا، جیسے آج کل لوگ نکاح کرتے ہیں: ایک آدمی، دوسرے آدمی کو اس لڑکی کے لیے پیغام نکاح بھیجتا، جس کا وہ دوسرا شخص ولی ہوتا، پھر وہ اس عورت کو مہر دیتا اور اس کے ساتھ نکاح کر لیتا۔

دوسرا نکاح کا طریقہ یہ تھا: کوئی شخص اپنی بیوی سے، جب وہ حیض سے پاک ہوتی، یہ کہتا: تم فلاں شخص کے پاس جا کر اس کے ساتھ ہم بستری کرلو، پھر اس کا شوہر اپنی بیوی سے اس وقت تک الگ رہتا اور صحبت نہ کرتا، جب تک اس شخص کے نطفے کا حمل ظاہر نہیں ہو جاتا، جس نے اس عورت کے ساتھ صحبت کی تھی، جب اس کا حمل ظاہر ہو جاتا، تو اگر عورت کا شوہر چاہتا تو اس کے ساتھ صحبت کر لیتا، بچے کے نجیب ہونے کی طرف رغبت رکھتے ہوئے یہ عمل کیا جاتا، اس نکاح کو ''نکاح استبضاع'' کا نام دیا جاتا۔

نکاح کی تیسری صورت یہ تھی: کچھ لوگ، جو دس سے کم ہوتے، وہ ایک جگہ اکٹھے ہوتے، اور کسی عورت کے پاس جاتے، وہ سب اس عورت کے ساتھ صحبت کرتے، جب وہ عورت حاملہ ہونے کے بعد بچے کو جنم دے دیتی، تو بچے کو جنم دینے کے کچھ دن بعد وہ ان سب کو پیغام بھجوا کر بلاتی، ان میں سے کوئی بھی شخص آنے سے انکار نہیں کر سکتا تھا، جب وہ سب لوگ اس عورت کے پاس اکٹھے ہو جاتے، تو وہ ان سے کہتی: تمہارا جو معاملہ تھا، اس سے تم واقف ہو، اب میں نے بچے کو جنم دے دیا ہے، اے فلاں! یہ تمہارا بچہ ہے، وہ عورت ان میں سے جس کا چاہتی، اس کا نام لے لیتی، اور اس کا بچہ اس شخص سے منسوب ہو جاتا۔

نکاح کی چوتھی قسم یہ تھی: بہت سے لوگ اکٹھے ہو کر کسی عورت کے پاس جاتے، وہ عورت اپنے ہاں آنے والوں کو روک نہیں سکتی تھی، یہ کسبیاں ہوتی تھیں، یہ اپنے دروازوں پر جھنڈے لگاتی تھیں، یہ جھنڈے ان لوگوں کے لیے علامتی نشان ہوتے، جو کسی کے پاس جانا چاہتے، تو وہ لوگ ان کے ہاں آ جاتے تھے، جب وہ حاملہ ہونے کے بعد حمل کو جنم دیتی، تو اس عورت کے ہاں ان لوگوں کو اکٹھا کیا جاتا، وہ لوگ کسی قیافہ شناس کی مدد حاصل کرتے، پھر وہ لوگ اس عورت کے بچے کو اس سے لاحق کر دیتے جس کے بارے میں وہ یہ سمجھتے (کہ یہ بچہ اس شخص کی اولاد ہے) تو وہ شخص اس بچے کو حاصل کر لیتا، اور اسی کی نسبت سے اس بچے کو بلایا جاتا، وہ شخص اس کا انکار نہیں کر سکتا تھا۔

(سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:) جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث کیا، تو اہل جاہلیت کے تمام نکاح باطل قرار دیے، ماسوائے (اس طریقے کے) جو آج اہل اسلام کا نکاح کا طریقہ ہے۔

بَابُ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ

باب: بچہ، فراش والے کا شمار ہوگا

2273 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، اخْتَصَمَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ، وَعَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ابْنِ أَمَةِ زَمْعَةَ، فَقَالَ سَعْدٌ: أَوْصَانِي أَخِي عُتْبَةُ إِذَا قَدِمْتُ مَكَّةَ أَنْ أَنْظُرَ إِلَى ابْنِ أَمَةِ زَمْعَةَ فَأَقْبِضَهُ فَإِنَّهُ ابْنُهُ، وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: أَخِي ابْنُ أَمَةِ أَبِي، وُلِدَ عَلَى فِرَاشِ أَبِي، فَرَأَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَبَهًا بَيِّنًا بِعُتْبَةَ، فَقَالَ: الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ، وَاحْتَجِبِي عَنْهُ يَا سَوْدَةُ. زَادَ مُسَدَّدٌ فِي حَدِيثِهِ، وَقَالَ: هُوَ أَخُوكَ يَا عَبْدُ.

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ اپنا مقدمہ لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، جو زمعہ کی کنیز کے بیٹے کے بارے میں تھا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میرے بھائی عتبہ نے مجھے وصیت کی تھی کہ جب میں مکہ آؤں تو زمعہ کی کنیز کے بیٹے کو تلاش کر کے اسے حاصل کرلوں، کیونکہ وہ اس (یعنی عتبہ) کا بیٹا ہے۔ حضرت عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی کنیز کا بیٹا ہے، یہ میرے باپ کے فراش پر پیدا ہوا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس بچے کی) عتبہ کے ساتھ واضح مشابہت ملاحظہ فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بچہ فراش والے کو ملے گا اور زانی کو محرومی ملے گی، اے سودہ! تم اس لڑکے سے پردہ کرنا''

مسدد نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: اے عبد! یہ تمہارا بھائی ہے۔

2274 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا حُسَيْنٌ الْمُعَلِّمُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ فُلَانًا ابْنِي عَاهَرْتُ بِأُمِّهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا دِعْوَةَ فِي الْإِسْلَامِ، ذَهَبَ أَمْرُ الْجَاهِلِيَّةِ، الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے، اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

ایک شخص کھڑا ہوا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! بے شک فلاں میرا بیٹا ہے، میں نے زمانہ جاہلیت میں اس کی ماں کے ساتھ زنا کیا تھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اسلام میں (اس نوعیت کے) دعویٰ کی کوئی گنجائش نہیں ہے، زمانہ جاہلیت کے معاملات رخصت ہو گئے، (اب) بچہ فراش والے کو ملے گا اور زانی کو محرومی ملے گی''

2275 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ أَبُو يَحْيَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي

2273-اسناده صحيح. مسدد: هو ابن مسرهد الاسدي، وسفيان: هو ابن عيينة، والزهري: هو محمد بن مسلم ابن شهاب، وعروه: هو ابن الزبير. واخرجه البخاري (2053)، ومسلم (1457)، وابن ماجه (2004)، والنسائي في "الكبرى" (5648) و (5651) من طرق عن الزهري، بهذا الاسناد. وبعضهم دون قوله: "وللعاهر الحجر". وهو في "مسند احمد" (24086)، و"صحيح ابن حبان" (4105).

يَعْقُوبَ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ سَعْدٍ مَوْلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنْ رَبَاحٍ قَالَ: زَوَّجَنِي أَهْلِي أَمَةً لَهُمْ رُومِيَّةً، فَوَقَعْتُ عَلَيْهَا، فَوَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ مِثْلِي فَسَمَّيْتُهُ عَبْدَ اللهِ، ثُمَّ وَقَعْتُ عَلَيْهَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ مِثْلِي، فَسَمَّيْتُهُ عُبَيْدَ اللهِ، ثُمَّ طَبِنَ لَهَا غُلَامٌ لِأَهْلِي رُومِيٌّ يُقَالُ لَهُ: يُوحَنَّهُ فَرَاطَنَهَا بِلِسَانِهِ، فَوَلَدَتْ غُلَامًا كَأَنَّهُ وَزَغَةٌ مِنَ الْوَزَغَاتِ، فَقُلْتُ لَهَا: مَا هَذَا، فَقَالَتْ: هَذَا لِيُوحَنَّهَ، فَرَفَعْنَا إِلَى عُثْمَانَ أَحْسَبُهُ، قَالَ مَهْدِيٌّ قَالَ: فَسَأَلَهُمَا فَاعْتَرَفَا، فَقَالَ لَهُمَا: أَتَرْضَيَانِ أَنْ أَقْضِيَ بَيْنَكُمَا بِقَضَاءِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى أَنَّ الْوَلَدَ لِلْفِرَاشِ وَأَحْسَبُهُ قَالَ: فَجَلَدَهَا وَجَلَدَهُ وَكَانَا مَمْلُوكَيْنِ.

رباح بیان کرتے ہیں: میرے گھر والوں نے اپنی ایک رومی کنیز کے ساتھ میرے شادی کر دی، میں نے اس کے ساتھ صحبت کی، تو اس نے میرے جیسے ایک سیاہ رنگ کے بچے کو جنم دیا، میں نے اس کا نام عبداللہ رکھا، پھر میں نے اس عورت کے ساتھ صحبت کی، تو اس نے میرے جیسے کالے رنگ کے بچے کو جنم دیا تو میں نے اس کا نام عبیداللہ رکھا، پھر میرے گھر والوں کے ایک رومی غلام نے جس کا نام یوحنا تھا، اس عورت کے ساتھ خرابی کی، اس نے اپنی زبان میں اس عورت کے ساتھ بات چیت کی، تو اس عورت نے گرگٹ جیسے (رنگ والے) بچے کو جنم دیا، میں نے اس عورت سے دریافت کیا: یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: یہ یوحنا کی اولاد ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے پوچھ گچھ کی، تو ان دونوں نے اعتراف کر لیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے فرمایا: کیا تم اس بات سے راضی ہو کہ میں تمہارے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے مطابق فیصلہ دوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ دیا ہے: بچہ فراش والے کو ملتا ہے۔ (راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں) تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عورت کو بھی کوڑے لگوائے اور مرد کو بھی کوڑے لگوائے، (کیونکہ) وہ دونوں مملوک تھے۔

بَابُ مَنْ أَحَقُّ بِالْوَلَدِ

باب: (ماں باپ کی علیحدگی کی صورت میں) بچے کا حقدار کون ہوگا؟

2276 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ السُّلَمِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنْ أَبِي عَمْرٍو يَعْنِي الْأَوْزَاعِيَّ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ امْرَأَةً قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ ابْنِي هَذَا كَانَ بَطْنِي لَهُ وِعَاءً، وَثَدْيِي لَهُ سِقَاءً، وَحِجْرِي لَهُ حِوَاءً، وَإِنَّ أَبَاهُ طَلَّقَنِي، وَأَرَادَ أَنْ يَنْتَزِعَهُ مِنِّي، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

2276-اسناده حسن، الوليد - وهو ابن مسلم - صرح بالتحديث عند الحاكم. واخرجه الحاكم في "المستدرك" /2072، والبيهقي في "الكبرى" /8-48-5 من طريق محمود بن خالد السلمي، بهذا الاسناد. وصححه الحاكم، وسكت عنه الذهبي. واخرجه عبد الرزاق في "مصنفه" (12597)، واحمد في "مسنده" (6707)، والدارقطني في "سننه" (3810) من طريق ابن جريج، وعبد الرزاق (12596)، واسحاق بن راهويه في "مسنده" كما في "نصب الراية" /2653، والدارقطني (3808) و (3809) من طريق المثنى بن الصباح، كلاهما عن عمرو بن شعيب، به.

وَسَلَّمَ: اَنْتِ اَحَقُّ بِهٖ مَا لَمْ تَنْكِحِي.

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک عورت نے عرض کی: یارسول اللہ! میرا یہ بیٹا، میرا پیٹ اس کے لیے حفاظت کی جگہ، میری چھاتی اس کے لیے خوراک کے حصول کا ذریعہ اور میری گود اس کے لیے جائے آرام ہے، اس کے باپ نے مجھے طلاق دیدی ہے اور وہ اسے مجھ سے جدا کرنا چاہتا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: ''تم اس کی زیادہ حق دار ہو، جب تک تم (دوسری) شادی نہیں کرتی ہو''۔

2277 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، وَاَبُو عَاصِمٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، اَخْبَرَنِي زِيَادٌ، عَنْ هِلَالِ بْنِ اُسَامَةَ، اَنَّ اَبَا مَيْمُونَةَ سَلْمَى مَوْلًى مِنْ اَهْلِ الْمَدِينَةِ رَجُلَ صِدْقٍ، قَالَ: بَيْنَمَا اَنَا جَالِسٌ مَعَ اَبِي هُرَيْرَةَ، جَاءَتْهُ امْرَاَةٌ فَارِسِيَّةٌ مَعَهَا ابْنٌ لَهَا فَادَّعَيَاهُ، وَقَدْ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا، فَقَالَتْ: يَا اَبَا هُرَيْرَةَ، وَرَطَنَتْ لَهُ بِالْفَارِسِيَّةِ، زَوْجِي يُرِيدُ اَنْ يَذْهَبَ بِابْنِي، فَقَالَ اَبُو هُرَيْرَةَ: اسْتَهِمَا عَلَيْهِ وَرَطَنَ لَهَا بِذَلِكَ، فَجَاءَ زَوْجُهَا، فَقَالَ: مَنْ يُحَاقُّنِي فِي وَلَدِي، فَقَالَ اَبُو هُرَيْرَةَ: اللّٰهُمَّ اِنِّي لَا اَقُولُ هٰذَا اِلَّا اَنِّي سَمِعْتُ امْرَاَةً جَاءَتْ اِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَنَا قَاعِدٌ عِنْدَهُ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اِنَّ زَوْجِي يُرِيدُ اَنْ يَذْهَبَ بِابْنِي، وَقَدْ سَقَانِي مِنْ بِئْرِ اَبِي عِنَبَةَ، وَقَدْ نَفَعَنِي، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَهِمَا عَلَيْهِ، فَقَالَ زَوْجُهَا: مَنْ يُحَاقُّنِي فِي وَلَدِي؛ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هٰذَا اَبُوكَ، وَهٰذِهِ اُمُّكَ فَخُذْ بِيَدِ اَيِّهِمَا شِئْتَ، فَاَخَذَ بِيَدِ اُمِّهِ، فَانْطَلَقَتْ بِهِ.

ابومیمونہ سلمی، جو مدینہ منورہ کے رہنے والے کسی شخص کا غلام تھا، اور سچا آدمی تھا، وہ بیان کرتا ہے: ایک مرتبہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، ایک فارسی عورت ان کے پاس آئی، اس کے ساتھ اس کا ایک بیٹا بھی تھا (بچے کے ماں باپ) دونوں اس کے دعویدار تھے، اس عورت کے شوہر نے اسے طلاق دے دی تھی۔ اس عورت نے فارسی زبان میں کہا: اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! اس عورت کی مراد یہ تھی کہ میرا (سابقہ) شوہر میرے بیٹے کو لے جانا چاہتا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فارسی زبان

میں کہا: تم دونوں اس بچے کے لیے قرعہ اندازی کرو۔ (اسی دوران) اس عورت کا شوہر آ گیا اور بولا: کون مجھ سے میرا بچہ چھینے گا؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

اے اللہ! (تجھ سے ہی مدد حاصل کی جاسکتی ہے) میں نے یہ (قرعہ اندازی) کی بات اس لیے کی ہے، کیونکہ میں نے ایک عورت کو سنا، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، میں اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اس عورت نے عرض

2277- وهو عند عبد الرزاق في "مصنفه" (12611) و (12612)، واخرجه النسائي في "الكبرى" (5660) من طريق خالد بن الحارث، عن ابن جريج، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (9771). واخرجه ابن ماجه (2351)، والترمذي (1407) من طريق سفيان بن عيينة، عن زياد، به. مختصراً بلفظ: ان النبي - صلى الله عليه وسلم - خيّر غلاماً بين ابيه وامه. وقال الترمذي: حديث حسن صحيح. وهو في "مسند احمد" (7352).

کی: یارسول اللہ! میرا شوہر میرے بچے کو لے جانا چاہتا ہے، حالانکہ اس نے ابوعنبہ کے کنویں سے پانی لاکر مجھے پلایا اور مجھے نفع دیا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم دونوں اس کے بارے میں قرعہ اندازی کرلو، اس عورت کے شوہر نے کہا: میرا بیٹا کون مجھ سے چھین سکتا ہے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے (اس بچے سے) فرمایا: یہ تمہارے ابو ہیں، اور یہ تمہاری امی ہیں، تم ان دونوں میں سے، جس کا چاہو ہاتھ پکڑلو، اس بچے نے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑلیا تو وہ عورت اسے ساتھ لے گئی۔

2278 - حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْهَادِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ عُجَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ إِلَى مَكَّةَ، فَقَدِمَ بِابْنَةِ حَمْزَةَ، فَقَالَ جَعْفَرٌ: أَنَا آخُذُهَا أَنَا أَحَقُّ بِهَا، ابْنَةُ عَمِّي، وَعِنْدِي خَالَتُهَا، وَإِنَّمَا الْخَالَةُ أُمٌّ. فَقَالَ عَلِيٌّ: أَنَا أَحَقُّ بِهَا، ابْنَةُ عَمِّي، وَعِنْدِي ابْنَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهِيَ أَحَقُّ بِهَا، فَقَالَ زَيْدٌ: أَنَا أَحَقُّ بِهَا، أَنَا خَرَجْتُ إِلَيْهَا، وَسَافَرْتُ وَقَدِمْتُ بِهَا، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ حَدِيثًا، قَالَ: وَأَمَّا الْجَارِيَةُ فَأَقْضِي بِهَا لِجَعْفَرٍ تَكُونُ مَعَ خَالَتِهَا، وَإِنَّمَا الْخَالَةُ أُمٌّ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: زید بن حارثہ مکہ گئے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کو ساتھ لے آئے، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اسے حاصل کروں گا، میں اس کا زیادہ حقدار ہوں، یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور میری بیوی اس کی خالہ ہے، اور خالہ بھی ماں ہوتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسے میں حاصل کروں گا، کیونکہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور میری بیوی، نبی اکرم ﷺ کی صاحبزادی ہے، اور وہ اس کی زیادہ حقدار ہے، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس کا زیادہ حقدار ہوں، کیونکہ میں اس کی طرف گیا، میں نے سفر کیا اور میں اسے لے کر آیا، نبی اکرم ﷺ تشریف لائے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے سامنے یہ صورتحال ذکر کی، (یا یہ مفہوم ہے: یہاں راوی نے حدیث ذکر کی ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جہاں تک بچی کا تعلق ہے تو میں اسے جعفر کو دینے کا فیصلہ دیتا ہوں، یہ اپنی خالہ کے ساتھ رہے، کیونکہ خالہ، ماں (کی جگہ) ہوتی ہے۔

2279 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي فَرْوَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، بِهَذَا الْخَبَرِ، وَلَيْسَ بِتَمَامِهِ، قَالَ: وَقَضَى بِهَا لِجَعْفَرٍ، وَقَالَ: إِنَّ خَالَتَهَا عِنْدَهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، تاہم یہ مکمل نہیں ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ نے وہ بچی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو دیے جانے کا فیصلہ دیا، کیونکہ اس بچی کی خالہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھی۔

2280 - حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسَى، أَنَّ إِسْمَاعِيلَ بْنَ جَعْفَرٍ، حَدَّثَهُمْ عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ

2278- حديث صحيح، وهذا اسناد قوى من اجل عبد العزيز بن محمد- وهو الدراوردى- وقد توبع كما فى الطريق الآتى برقم (2280) يزيد ابن الهاد: هو يزيد بن عبد الله الليثى، ومحمد بن ابراهيم: هو ابن الحارث التيمى، وعُجَير: هو ابن عبد يزيد المطلبى. واخرجه البخارى فى "التاريخ الكبير" 1/249-250، والبزار فى "مسنده" (891)، والحاكم فى "المستدرك" 3/211، والبيهقى فى "الكبرى" 8/6 من طريق عبد العزيز بن محمد، بهذا الاسناد.

هَانِئٍ، وَهُبَيْرَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: لَمَّا خَرَجْنَا مِنْ مَكَّةَ تَبِعَتْنَا بِنْتُ حَمْزَةَ تُنَادِي: يَا عَمِّ يَا عَمِّ فَتَنَاوَلَهَا عَلِيٌّ فَأَخَذَ بِيَدِهَا، وَقَالَ: دُونَكِ بِنْتَ عَمِّكِ فَحَمَلَتْهَا. فَقَصَّ الْخَبَرَ. قَالَ: وَقَالَ جَعْفَرٌ: ابْنَةُ عَمِّي، وَخَالَتُهَا تَحْتِي فَقَضَى بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَالَتِهَا. وَقَالَ: الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب ہم مکہ سے روانہ ہونے لگے، تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بچی ہمارے پیچھے ''اے چچا! اے چچا!'' پکارتی ہوئی آئی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو لیا، اس کا ہاتھ پکڑا اور (سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے) کہا: اپنے چچا کی بیٹی کو لے لو، تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسے اٹھالیا (اس کے بعد راوی نے پوری روایت بیان کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:) حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میری بیوی ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچی کے بارے میں اس کی خالہ کے حق میں فیصلہ دیا اور فرمایا: خالہ، ماں کی جگہ ہوتی ہے۔

حق حضانت کے معنی ومفہوم کا بیان

حضانت کا لغوی معنی پرورش کرنا، کہا جاتا ہے۔ حضن الطائر بیضه، جب پرندہ اپنے پروں کے نیچے انڈے رکھ کر انہیں گرمائش دے۔

حضنت المرأة صبيها، جب کوئی عورت اپنے بچے کو گود میں لے یا اس کی پرورش کرے۔ (لسان العرب، مادہ حضن)

شرعی معنی: جو اپنے امور کو بذات خود انجام نہ دے سکے اس کا خیال رکھنا، اور مصالح کے مطابق اس کی تربیت کرنا۔

(الموسوعۃ الفقہیہ ج ۱۷، ص ۲۹۹)

بچوں کی حضانت ایک شرعی حق ہے جو متعلقہ افراد کو ملتا ہے اس حق میں اس ناسمجھ بچے کی بہتری پیش نظر ہوتی ہے جو خود سے اپنے آپ کو نہ سنبھال سکتا ہے اور نہ تربیت کرنے والے کی تربیت و پرورش کے مراحل سے گذرے بغیر عمدہ اوصاف کا حامل ہوسکتا ہے۔ اس کو اس بات کی ضرورت ہے کہ کھانے پینے، پہننے، سونے، جاگنے اور صفائی کرنے میں کوئی اس کی ہر وقت نگرانی کرے اور مناسب اوقات پر مناسب انتظامات کے لیے ہر وقت مستعد رہے۔

دیگر حقوق کے برعکس حق حضانۃ (پرورش کے حق) میں عورتیں مردوں پر مقدم ہوتی ہیں، ان کو یہ حق مردوں کی نسبت ترجیحاً ملتا ہے، کیونکہ عورتوں میں شفقت و مہربانی کے ساتھ بچوں کی پرورش کے اس حق کو انجام دینے کا نمایاں ہوتا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

ان امرأة قالت: يارسول الله، ان ابني هذا كان بطني له وعاء وثديي له سقاء وحجري له حواء وان اباه طلقني واراد ينتزعه مني فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم - انت احق به مالم تنكحي -

(ابوداؤد، ج ۱، ص ۳۱۷)

ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کرنے لگی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا یہ بیٹا، میرا شکم اس کا برتن

2280- واخرجه النسائي في "الكبرى" (8402) و (8526) من طريقين عن اسرائيل، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (770).

بنا رہا، میرے سینے سے یہ سیراب ہوتا رہا اور میری گود اس کی پرورش گاہ رہی، اس کے باپ نے مجھے طلاق دے دی اور اب مجھ سے بیٹا بھی چھیننا چاہتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو بیٹے کی زیادہ حقدار ہے جب تک تو آگے کہیں نکاح نہیں کرتی۔

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ام عاصم کو طلاق دے دی، ام عاصم کی گود میں بچہ تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور عاصم بچے کو لینا چاہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ام عاصم دونوں نے اس بچہ کو اپنی جانب کھینچا، وہ بچہ رونے لگا، یہ دونوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس (فیصلہ کے لیے) چلے گئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمر! اس کی ماں کا ہاتھ پھیرنا، گود اور خوشبو بھی بچے کے لیے تیرے سے بہتر ہے۔ یہاں تک کہ بچہ بڑا ہو جائے اور اپنے لیے کچھ اختیار کر سکے۔ (ابن شیبہ بحوالہ زیلعی ج ۲، ص ۵۲)

مندرجہ بالا روایات سے یہ واضح ہے کہ حق حضانت میں عورتیں مردوں پر مقدم ہوتی ہیں، البتہ حق ولایت (ولی اور سرپرست ہونے کا حق) مردوں کو حاصل ہوتا ہے جس کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے، ہمارے پیش نظر فقط حق حضانت سے متعلقہ امور کو ذکر کرنا ہے۔

حق حضانت کی ترتیب:

جب بچہ کے والدین رشتہ زوجیت سے منسلک ہوں تو بچہ دونوں کی تربیت میں پرورش پاتا ہے، لیکن اگر طلاق یا وفات وغیرہ کی وجہ سے دونوں کے درمیان تفریق ہو جائے تو بالاتفاق ماں کو حق حضانت حاصل ہوتا ہے اگر ماں موجود نہ ہو تو مندرجہ ذیل ترتیب کے مطابق یہ حق منتقل ہو جاتا ہے۔

ماں کے بعد نانی، اس کے بعد دادی، پھر حقیقی بہن، اس کے بعد ماں شریک بہن، پھر باپ شریک بہن، اس کے بعد حقیقی بہن کی بیٹی، اس کے بعد ماں شریک بہن کی بیٹی اس کے بعد حقیقی خالہ، اس کے بعد ماں کے اعتبار سے خالہ، اس کے بعد باپ کے اعتبار سے خالہ اس کے بعد باپ شریک بہن کی بیٹی، اس کے بعد حقیقی بھائی کی بیٹی پھر ماں شریک بھائی کی بیٹی، اس کے بعد باپ شریک بھائی کی بیٹی، اس کے بعد حقیقی پھوپھی، پھر ماں کے اعتبار سے پھوپھی، پھر باپ کے اعتبار سے پھوپھی، پھر ماں کی خالہ، اس کے بعد باپ کی خالہ اس کے بعد ماں اور باپ کی پھوپھیاں، اس کے بعد وراثت کی ترتیب کے مطابق عصبات کو حق حضانت حاصل ہوگا، چنانچہ سب سے پہلے باپ کو یہ حق حاصل ہوگا۔ اس کے بعد دادا کو، پھر حقیقی بھائی کو یہ حق ملے گا آخر تک...... عصبات کی ترتیب کے مطابق، اور عصبات کے نہ ہونے کی صورت میں یہ حق ذوی الارحام کی طرف منتقل ہو جائے گا، جس کی تفصیل فقہ کی کتب میں موجود ہے۔ (ملخص: رد المحتار مع الدر المختار ۲/ ۶۹۲_۶۹۴)

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک بھی حق حضانت میں سب سے مقدم ماں ہے، ماں کے بعد حضانت کے استحقاق میں ان کے نزدیک صورتیں قدرے مختلف ہیں جس کی تفصیل ان کی کتب فقہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

حضانت کے استحقاق کی شرائط:

استحقاق حضانت کی درج ذیل شرائط ہیں:

(۱) پرورش کرنے والے کا بالغ اور عقلمند ہونا ضروری ہے اگر وہ بالغ یا عقلمند نہیں تو وہ خود پرورش اور دیکھ بھال کا محتاج ہے وہ دوسرے کی پرورش کس طرح کرے گا؟

(۲) اگر پرورش کرنے والی عورت کافرہ ہے تو اس کو حق حضانت اس وقت تک حاصل رہے گا جب تک بچہ دین کی سمجھ نہ رکھتا ہو، اور جب یہ اندیشہ ہو کہ بچہ کافرانہ طریقوں سے مانوس ہونے لگا ہے تو پھر اس بچہ کو کافرہ کی پرورش سے نکال کر کسی مسلمان کی پرورش میں دے دیا جائے گا۔

(۳) اگر پرورش کرنے والا ایسا فاسق ہو کہ اس کے فسق کا ضرر بچہ پر پڑے اور بچہ کی تربیت خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کا حق حضانت ساقط ہو جائے گا لیکن اگر اس کے فسق وفجور کی طرف مائل ہونے کا اندیشہ ہو تو پھر فاسق شخص سے لے لیے جائے گا۔

(۴) پرورش کرنے والا بچہ کی دیکھ بھال کی استطاعت رکھتا ہو۔ بوڑھا، بیمار، نابینا اور کام کاج کے لیے زیادہ اوقات گھر سے باہر گذارنے والا شخص، بچہ کی دیکھ بھال بہتر طریقہ سے نہیں کر سکتا، جس کی وجہ سے بچہ کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو گا لہٰذا ایسے بے استطاعت لوگوں کا حق حضانت بھی ساقط ہو جائے گا۔

(۵) پرورش کرنے والی عورت کا استحقاق اس وقت ختم ہو جاتا ہے جب وہ اجنبی مرد سے شادی کر لے، ہاں اگر وہ بچہ کے قریبی رشتہ دار سے شادی کرتی ہے تو اس کا حق حضانت ختم نہیں ہوتا۔

(ملخص: ردالمحتار ج ۲، ص ۶۸۸، ۶۹۳، وبدائع الصنائع ج ۴، ص ۴۳، ۴۴)

حضانت کے دوران بچہ کو دوسرے مقام پر لے جانا:

اگر بچہ کی ماں شوہر کی عدت میں ہے تو دوران عدت وہ خود بھی شوہر کے گھر میں رہے گی اور بچہ کو بھی وہیں رکھے گی۔ لیکن عدت ختم ہونے کے بعد وہ مندرجہ ذیل مقامات کی طرف مدت حضانت کے دوران بچہ کو لے جا سکتی ہے۔

(۱) کسی قریبی شہر کی طرف لے جا سکتی ہے جس شہر کا ماحول شوہر کی جائے سکونت کے ماحول جیسا ہو، اور جہاں باپ دادا وغیرہ اگر چاہیں تو دن دن میں بچہ کو مل کر رات ہونے سے قبل واپس گھر آسکیں۔

(۲) ایسے دور شہر کی طرف بھی لے جا سکتی ہے جو شہر اس عورت کا وطن ہو اور شوہر نے اس شہر میں اس عورت کے ساتھ نکاح کیا ہو لیکن عورت بچہ کو کافروں کے ملک کے شہر کی طرف نہیں لے جا سکتی۔ (ردالمحتار ج ۲، ص ۶۹۸، بدائع ج ۴، ص ۴۴)

بچہ جب والدین میں سے کسی ایک کے پاس ہو تو وہ دوسرے کو بچے سے ملاقات کرنے سے منع نہیں کر سکتا، لیکن اس کو اس بات پر مجبور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ بچہ کو اس کے ساتھ دوسری جگہ بھیج دے۔

حضانت کا معاوضہ:

اگر بچہ کی ماں اس کے باپ کے نکاح میں ہو یا طلاق رجعی کی عدت میں ہو تو پھر حضانت کی اجرت کا مطالبہ نہیں کر سکتی اور اگر پرورش کرنے والی عورت ماں کے علاوہ ہو یا ماں ہو لیکن اس کی عدت ختم ہو چکی ہو یا وہ طلاق بائن کی عدت میں ہو تو وہ حضانت کی اجرت کا مطالبہ کر سکتی ہے، بشرطیکہ بچہ کی کوئی دوسری محرم رشتہ دار حضانت کے لیے میسر نہ ہو، اگر بچہ کا ذاتی مال موجود ہو تو اس میں

سے اس کو اجرت دی جائے گی اور اگر بچہ کا مال موجود نہ ہو تو باپ کے مال میں سے اس کو اجرت ملے گی یا جن لوگوں پر بچہ کا خرچہ واجب ہو گا ان کی جانب سے اجرت وصول کرے گی۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۶۸۹ ص ۶۹۱)

مکان کا کرایہ:

اگر پرورش کرنے والی عورت بچہ کے باپ کی رہائش گاہ میں رہ رہی ہے یا اپنی ذاتی رہائش میں پرورش کر رہی ہے تو اس کو مکان کے کرایہ کے مطالبہ کا حق حاصل نہیں لیکن اگر پرورش کرنے والی کا کوئی گھر نہیں اور اسے کرایہ پر مکان لے کر رہنا پڑے تو مدت حضانت کے دوران مکان کا کرایہ اس شخص پر واجب ہو گا جس پر بچہ کا خرچہ واجب ہے۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۶۹۲)

حق حضانت کا اختتام:

بچوں کی حضانت (پرورش) کا آغاز ولادت کے بعد ہو جاتا ہے، جیسے ہی بچہ پیدا ہوا اس کی حضانت سابق میں ذکر کردہ ترتیب کے مطابق شروع ہو جائے گی، اور یہ بات گزر چکی ہے کہ بچہ کی حضانت کا حق مردوں کو ترجیحاً حاصل ہوتا ہے، اگر زوجین کے درمیان رشتہ زوجیت موجود ہو تو ظاہر ہے کہ بچہ گھر میں ماں کی حضانت اور باپ کی ولادت میں پرورش پاتا ہے، لیکن اگر دونوں میں جدائی ہو جائے تو بچے کی پرورش کا حق ماں کو حاصل ہو گا اور یہ حق کب تک حاصل رہے گا اور کب اس کا اختتام ہو گا؟ اس بارے میں حضرات آئمہ کرام کے مختلف اقوال ہیں ان کو بالتفصیل یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) فقہ حنفی کے مطابق لڑکا ماں کی پرورش میں رہے گا یہاں تک کہ وہ پرورش سے مستغنی ہو جائے، خود کھا پی سکے، کپڑے وغیرہ پہن سکے اور استنجا وغیرہ کر سکے اور بچہ تقریباً سات سال کی عمر میں یہ باتیں سیکھ جاتا ہے، اس لیے سات سال کی عمر تک بچہ ماں کی پرورش میں رہے گا اور ایک قول کے مطابق بچہ نو سال تک ماں کی پرورش میں رہے گا۔

اگر پرورش کرنے والی ماں، نانی یا دادی ہو تو بچی بالغ ہونے تک ان کی پرورش میں رہے گی اور ان کے علاوہ کوئی اور پرورش کرنے والا ہو تو بچی نو سال تک ان کی پرورش میں رہے گی۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بچی خواہ ماں وغیرہ کی پرورش میں ہو یا کسی اور کی پرورش میں بہرحال جب وہ نو سال کی ہو جائے تو اس کی حضانت ختم ہو جائے گی۔

جب ماں، نانی اور دادی وغیرہ کی حضانت کا حق ختم ہو جائے تو بچہ یا بچی باپ دادا وغیرہ کو دے دیئے جائیں گے تا کہ وہ ان کی تعلیم و تربیت اور شادی وغیرہ کا بندوبست کریں۔

بچہ یا بچی کو اس بات کا اختیار نہیں دیا جائے گا کہ وہ ماں اور باپ میں سے جس کے پاس رہنا پسند کریں اس کے پاس رہیں کیونکہ ان بچوں کو وہ بالغ نظری حاصل نہیں کہ وہ دینی اور دنیاوی بھلائیوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے کسی ایک طرف کا بہتر انتخاب کر سکیں بلکہ یہ تو ابھی کھیل کود کو پسند کرتے ہیں اور جس کی طرف ان کو کھیل تماشا زیادہ ملے گا وہ ادھر جائیں گے اور جس طرف تعلیم و تعلم اور سیرت و اخلاق کی تعمیر کی بات ہو گی وہ اس طرف سے بھاگیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

جب تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز کا حکم دو اور جب دس سال کے ہو جائیں تو نماز نہ پڑھنے پر ان کو

(مناسب انداز سے) مارو اور ان کے بستر الگ الگ کردو۔ (الحدیث)

ظاہر ہے کہ بچوں کو مذکورہ بالا آداب سکھانے کا حکم سرپرستوں کو دیا جا رہا ہے کہ وہ بچوں کی تربیت اس نہج پر کریں کہ وہ خدا کے فرمانبردار بن جائیں اور اس کے احکام کی تعمیل کریں، ہاں اگر بچہ کا کوئی مرد سرپرست زندہ نہ رہا ہو تو پھر یہ حکم ماں، نانی وغیرہ کے لیے ہوگا اور ان کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ بچہ کی عمدہ تربیت کریں۔

تجربہ اور مشاہدہ اس بات پر شاہد ہے کہ جو بچے ماں کی گود سے ہمیشہ کے لیے چمٹے رہیں وہ مردوں کی نسبت عورتوں کے مزاج سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں اور مردانہ طریقوں پر ان کو کچھ زیادہ عبور نہیں ہوتا وہ صنف نازک کی لطافت سے متاثر ہو کر مردانہ وقار سے محروم رہتے ہیں ہاں ماں کی گود بیٹی کی پرورش کے لیے زیادہ مفید ہے اس لیے وہ بالغ ہونے تک ماں کی پرورش میں رہے گی۔

حدیث میں ہے کہ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کی پرورش کے بارے میں حضرت علی، حضرت جعفر اور زید رضی اللہ عنہم نے اختلاف کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچی کو اختیار دیے بغیر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی پرورش میں دے دیا کیونکہ وہاں ان کی خالہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر میں موجود تھیں اور خالہ کو اس بچی کی پرورش کا حق حاصل تھا۔

(دیکھئے اعلاء السنن، ج ۱۱، ص ۲۶۹-۲۷۱)

جب بچہ بالغ ہو جائے اور عقلمند اور سمجھدار بھی ہو تو اس کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ جس کے ساتھ رہنا چاہے رہ سکتا ہے اب وہ اپنے نفع اور نقصان کا خود ذمہ دار ہے، لیکن اگر سرپرست یہ دیکھے کہ اس کو بااختیار کر کے چھوڑ دینے سے اس کا ناقابل تلافی نقصان ہوگا تو اس کو اپنے ساتھ بھی رکھ سکتا ہے۔ اور لڑکی بالغ ہونے کے بعد والد یا دادا کے پاس رہے گی، ہاں جب وہ ایسی عمر میں پہنچ جائے کہ اب اس کے بارے میں کسی قسم کا خوف واندیشہ نہ ہو تو اس کو بھی اختیار ہوگا کہ وہ جس کے پاس رہنا چاہے رہ سکتی ہے۔

(رد المحتار، ج ۲، ص ۶۹۲)

(۲) امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عورتوں کے پاس بچہ کی پرورش کا حق بالغ ہونے تک رہتا ہے اور بالغ ہونے کے بعد ختم ہو جاتا ہے بچی کی پرورش کا حق اس کی شادی اور رخصتی تک عورتوں کے پاس ہی رہتا ہے۔

(دسوقی علی شرح الدردیر، ج ۲، ص ۵۲۲-۵۲۳)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں بچہ یا بچی دونوں کی پرورش کا حق ماں کو حاصل رہے گا اور جب بچہ یا بچی سن تمیز کو پہنچ جائیں یعنی سات یا آٹھ سال کے ہو جائیں تو ان کو والد یا والدہ کے پاس رہنے میں اختیار دیا جائے گا وہ جس کو اختیار کر لیں گے تو اسی کو تربیت میں دے دیئے جائیں گے، اگر وہ کسی کو بھی اختیار نہ کریں تو وہ والدہ کی پرورش میں دے دیئے جائیں گے، کیونکہ ماں زیادہ شفیق اور مہربان ہے اور بچہ پہلے سے اس کی تربیت میں پرورش پاتا چلا آ رہا ہے اور اگر بچہ دونوں کو اختیار کر لے تو پھر قرعہ اندازی کے ذریعے فیصلہ کیا جائے گا اور قرعہ اندازی میں جس کا نام نکل آئے بچہ کو اس کی تربیت میں دے دیا جائے گا اور بلوغت کے بعد وہ بااختیار ہے وہ دونوں میں سے جس کے پاس رہنا چاہے وہ رہ سکتا ہے تاہم بہتر یہ ہے کہ ساتھ ہی رہے تاکہ اسے احسان اور نیکی کرنے کا ثواب ملتا رہے۔ (مغنی المحتاج، ج ۳، ص ۴۵۶-۴۵۹)

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں لڑکا سات سال کی عمر تک ماں کی پرورش میں رہے گا اس کے بعد اگر والدین اتفاق رائے سے کسی ایک کے پاس بچہ کے رہنے پر رضامند ہوں تو وہ اس کو اپنی پرورش میں رکھ سکتا ہے اور اگر دونوں میں سے ہر ایک اس کو اپنے پاس رکھنے پر مصر ہو تو بچہ کو اختیار دیا جائے گا وہ جس کو اختیار کرلے اس کے پاس رہے گا، اگر بچہ سوء اختیار کی وجہ سے اس کو اختیار کرنے لگے جہاں اس کی تعلیم وتربیت اور سیرت واخلاق کا واضح نقصان نظر آتا ہو تو بچہ کو اختیار نہیں دیا جائے گا بلکہ اس کی مصلحت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس شخص کے حوالے کیا جائے گا جو اس کو بہتر پرورش کے ساتھ عمدہ تعلیم وتربیت کا انتظام کرسکے۔

اور لڑکی جب سات سال کی ہوجائے تو اس کو اختیار نہیں دیا جائے گا بلکہ وہ لازمی طور پر والد کے حوالے کی جائے گی اور شادی بلکہ رخصتی تک والد کے پاس رہے گی۔ (المغنی ج ۷، ص ۶۱۳، ۶۱۶)

مندرجہ بالا سطور میں آپ نے ملاحظہ کیا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بچہ کو اختیار دینے کے قائل نہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس کے قائل ہیں۔

امام شافعی اور امام احمد مندرجہ ذیل احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کو والد یا والدہ میں سے جس کے پاس چاہے رہنے کا اختیار دیا۔ (زاد المعاد ج ۴، ص ۱۴۹ بحوالہ ترمذی)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہنے لگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا شوہر مجھ سے میرا بیٹا چھیننا چاہتا ہے حالانکہ وہ (میرا بیٹا) مجھے ابوعنبہ کے کنویں سے پانی پلاتا ہے اور مجھے فائدہ دیتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم دونوں قرعہ اندازی کرلو، شوہر نے کہا، میرے بیٹے کا میرے سے زیادہ کون حق رکھتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹے سے فرمایا یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری ماں ہے، تم جس کا چاہو ہاتھ پکڑ لو، بیٹے نے ماں کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہ اسے اپنے ساتھ لے گئی۔ (زاد المعاد، ج ۴، ص ۱۴۹ بحوالہ ترمذی)

(۳) عبدالحمید بن جعفر انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کے دادا اسلام لے آئے مگر دادی نے اسلام قبول کرنے سے انکار کردیا۔ ان کے دادا اپنے چھوٹے بیٹے کو لے کر جو ابھی بالغ نہیں ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باپ کو ایک طرف بٹھادیا اور ماں کو دوسری طرف بٹھادیا پھر بچے سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے، تم اختیار کرو اور ساتھ دعا فرمائی: اللھم اھدہ۔ اے اللہ! اس بچے کی راہنمائی فرما دے بچہ باپ کے پاس چلا گیا۔

(زاد المعاد، ج ۴، ص ۱۴۹، بحوالہ نسائی)

مندرجہ بالا احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بچہ کو اختیار دینا منقول ہے۔ لیکن تفصیلی روایات میں یہ مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ کو اختیار دینے سے قبل والدین کو لڑائی جھگڑا ختم کرنے کی ترغیب دی اور جانبین کی رضامندی سے بچہ کو اختیار دیا، اگر اختلاف کو اس مصالحت کے طریقہ سے رفع کرنا ممکن ہو تو یہ سب سے بہتر طرز عمل ہوگا۔

چنانچہ امام طحاوی رحمہ اللہ مشکل الآثار میں ذکر کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دینے سے قبل اس کے والدین کو

اس بات پر رضامند کیا کہ وہ بچہ کو خود فیصلہ کرنے کا اختیار دے دیں۔ (مشکل الآثار ج ۴، ص ۱۸۰، بحوالہ اعلاء السنن ج ۱۱، ص ۲۷۱)

اور حدیث (۳) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا فرمانے کی وجہ سے اللہ رب العزت نے بچہ میں اپنے لیے بہتر انتخاب کی ہدایت عطا فرمادی اور بچہ نے باپ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ بہر حال بچہ یا بچی کو اختیار دینا کوئی ایسی بات نہیں جو شریعت کے ضابطہ کے طور پر منقول ہو اور جس کے خلاف کبھی نہ کیا جاسکتا ہو اگر یہ بات ضابطہ کے طور پر منقول ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو اختیار دیے بغیر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے حوالے نہ کرتے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بچی یا بچہ سمجھدار ہونے سے قبل ماں کی پرورش میں رہیں گے، اور سمجھدار ہونے کے بعد کس کے پاس رہیں گے؟ اس میں حضرت آئمہ کرام کے مختلف اقوال ہیں جن کی تفصیل سابقہ سطور میں آپ پڑھ چکے ہیں، جس سے یہ بات بخوبی واضح ہے کہ مندرجہ بالا مسئلہ ایک مجتہد فیہ مسئلہ ہے جس میں فقہائے متبوعین کی مختلف آراء موجود ہیں۔ ایسے اجتہادی مسائل میں کسی ایک جانب کو قطعی اور فیصلہ کن قرار دیتے ہوئے باقی آراء کو غلط قرار دینا مناسب نہیں۔

نزاع کو ختم کرنے کے لیے سب سے پہلے جانبین کو ترغیب دی جائے کہ وہ بچے کے بہتر مستقبل کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر اپنی آراء کو چھوڑ کر ایثار کا اظہار کریں تو یہ باہمی منازعت کو ختم کرنے کے لیے ایک عمل خیر ہوگا اور اگر دونوں اس بات پر رضامند ہو جاتے ہیں کہ بچہ کو ہی اختیار دے دیا جائے کہ وہ کس کا ہاتھ تھامتا ہے تو یہ بھی کوئی غلط فیصلہ نہیں (دیکھیے اعلاء السنن ج ۱۱، ص ۲۷۱) لیکن اگر فریقین کسی صورت بھی اپنی آراء سے پیچھے نہ ہٹیں اور نہ ہی بچہ کو اختیار دینے پر رضامند ہوں تو پھر بچوں کے بہتر مستقبل کی خاطر بیٹا سات سال کی عمر تک والدہ کی پرورش میں رہنے دیا جائے گا اور والدہ اپنے والدین کے گھر میں لے جا کر بھی بچے کی پرورش کرسکتی ہے اور سات سال کے بعد بیٹا سرپرست کی تربیت میں دے دیا جائے گا اور بیٹی بالغ ہونے تک والدہ کی پرورش میں رہے گی اور بلوغت کے بعد شادی وغیرہ کے انتظامات کے لیے سرپرستوں کی ذمہ داری میں دے دی جائے گی۔''

اس کے لغوی معنی ہیں پرورش، حفاظت۔ اصطلاح میں بچے کی سرپرستی کا حق۔ شرعی ضابطہ کے مطابق اولاد کی پرورش کا حق مندرجہ ذیل عورتوں کو حاصل ہے۔ سب سے پہلے بچوں کی ماں، پھر نانی، پھر دادی، پھر سگی بہنیں، پھر مادری بہنیں، پھر پدری بہنیں۔ پھر حسب ترتیب سابق خالائیں علی الترتیب اور پھر باپ کی حقیقی مادری پدری خالائیں علی الترتیب حق دار ہوں گی۔ ماں لڑکے کی پرورش سات برس کی عمر اور لڑکی کی نو برس کی عمر تک کرے گی۔ اس کے بعد باپ یا باپ کے ورثہ کے حوالے کر دیا جائے گا۔ اولاد کی ماں نے اگر ایسے شوہر نکاح کر لیا جو اولاد کا محرم نہیں تو ماں کا حق حضانت ختم ہو جاتا ہے۔

حق حضانت سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

حنفیوں کے نزدیک حضانت اصولاً ماں کا حق ہے۔ باپ کو یہ حق حاصل نہیں کہ ماں کی سرپرستی کے بغیر اور اس کی مرضی کے خلاف بچے کو سفر پر بھی ساتھ لے جائے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ماں کا حق حضانت اس عمر تک کے لیے ہوتا ہے جب لڑکا خود کھانے پینے، لباس پہننے اور استنجا کرنے لگے اور لڑکی کے لیے اس کے بالغ ہونے تک ہے۔ امام ابو یوسف کی بھی یہی رائے ہے۔ امام محمد کے نزدیک جب لڑکی میں جنسی خواہش ظاہر ہو۔ امام مالک کے نزدیک حق حضانت اسی وقت تک ہے جب لڑکا اچھی طرح

بول سکے اور لڑکی کی بلوغت تک۔ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک ماں کا حق حضانت لڑکے اور لڑکی دونوں کے لیے سات سال کی عمر تک ہوتا ہے۔ شیعہ مسلک کے مطابق یہ حق حضانت لڑکے کے لیے دو سال کی عمر تک اور لڑکی کے لیے سات سال کی عمر ہوتا ہے۔

بَابٌ فِي عِدَّةِ الْمُطَلَّقَةِ

باب: طلاق یافتہ عورت کی عدت کا بیان

2281 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ الْبَهْرَانِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُهَاجِرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ بْنِ السَّكَنِ الْأَنْصَارِيَّةِ، أَنَّهَا طُلِّقَتْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَكُنْ لِلْمُطَلَّقَةِ عِدَّةٌ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ حِينَ طُلِّقَتْ أَسْمَاءُ بِالْعِدَّةِ لِلطَّلَاقِ، فَكَانَتْ أَوَّلَ مَنْ أُنْزِلَتْ فِيهَا الْعِدَّةُ لِلْمُطَلَّقَاتِ

سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں انہیں طلاق ہوگئی، (اس وقت) طلاق یافتہ عورت کی عدت نہیں ہوتی تھی، جب سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کو طلاق ہوئی، تو اللہ تعالیٰ نے طلاق کی صورت میں بھی عدت کا حکم نازل کیا، تو وہ پہلی خاتون تھیں، جن کے بارے میں، طلاق یافتہ عورتوں کے لیے عدت کا حکم نازل ہوا۔

عدت کے معنی ومفہوم کا بیان

لغت میں عدت کے معنی ہیں شمار کرنا اور اصطلاح شریعت میں عدت اسے کہتے ہیں کہ جب کسی عورت کو اس کا خاوند طلاق دے دے یا خلع وایلاء وغیرہ کے ذریعہ نکاح یا نکاح جیسی چیز مثلاً نکاح فاسد ٹوٹ جائے بشرطیکہ اس نکاح میں جماع یا خلوت صحیحہ ہو چکی ہو یا شوہر مر جائے تو وہ مقررہ مدت (کہ جس کی تفصیل آگے آئے گی) گھر میں رکی رہے جب تک وہ مدت ختم نہ ہو جائے تب تک نہ کہیں جائے اور نہ کسی دوسرے مرد سے ملاقات کرے جب مدت پوری ہو جائے تو جہاں چاہے جائے اور جس طرح چاہے نکاح کرے۔

عدت کے لغوی معنی: شمار کرنے کے ہیں۔ فقہ کی اصطلاح میں عدت: اس مدت کو کہتے ہیں جس میں نکاح صحیح کے ختم ہونے، نکاح فاسد کے بعد قاضی کی طرف سے علیحدگی کے فیصلہ یا باہمی فیصلہ کے تحت ایک دوسرے کے ساتھ ترک تعلق یا شبہ کی بنا پر وطی کے بعد اپنے آپ کو خاص مدت تک روکے رکھے۔

وَعِدَّةُ الْمَرْأَةِ قِيلَ أَيَّامُ أَقْرَائِهَا مَأْخُوذٌ مِنَ الْعَدِّ وَالْحِسَابِ (المصباح المنير) معنى العدة: العِدَّة بكسر العين جمع عِدَد، وهي لغة: الإحصاء (الفقه الاسلامي وادلته المبحث الأول. تعريف العدة)

عدت کے مقاصد کا بیان

عدت سے شریعت کا مقصود نسب کا تحفظ ہے، اسلام کی نظر میں نسب کی ایک خاص اہمیت ہے اور اس پر خاندانی زندگی کا

مدار و انحصار ہے، اگر باپ کی شناخت باقی نہ رہے اور اولاد کو اس کا حقیقی خاندان میسر نہ آسکے تو پھر انسان اور حیوان کے درمیان کیا فرق باقی رہ جائے گا؟ اسی لیے اسلام نے ایک مرد کے بعد دوسرے مرد کے نکاح میں جانے کے درمیان ایک وقفہ رکھا ہے تاکہ نسب میں اختلاط نہ ہو، اسی وقفہ کا نام عدت ہے۔

اس کے علاوہ عدت سے کچھ اور اخلاقی مقاصد بھی متعلق ہیں، میاں بیوی کا رشتہ نہایت قربت کا رشتہ ہے، جب تک ازدواجی زندگی قائم ہوتی ہے ہر نشیب وفراز اور سرد وگرم میں ایک دوسرے کی رفاقت کا حق ادا کرتے ہیں، راحت پہنچاتے ہیں اور تکلیف بھی اٹھاتے ہیں، کبھی ایک دوسرے کو سہتے ہیں اور کبھی سہے جاتے ہیں، بیوی تو چراغ خانہ ہوتی ہے، لیکن مرد اس کو روشن رکھنے کے لیے در در کی ٹھوکریں کھاتا، پسینے بہاتا، پریشانیاں اٹھاتا اور تکلیفیں سہتا ہے، اب جب شوہر کی وفات ہوئی تو اس پر دلگیر وحزیں ہونا اس کا فطری اور اخلاقی فریضہ ہے ہی، اگر طلاق کی بنا پر علاحدگی ہوئی ہو تب بھی روا نہیں کہ پچھلے تعلقات سے محرومی پر حسرت و افسوس کا ایک اشک بھی نہ گرایا جائے، عدت اسی اخلاقی فرض کی ادائیگی سے عبارت ہے۔

عدت کے دوران مطلقہ عورت اپنے خاوند کی بیوی ہی رہتی ہے۔ اور اس دوران خاوند کے حقوق کی نگہداشت کو ملحوظ رکھا گیا ہے جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر فرمایا: (فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا﴿49﴾33-الاحزاب:49) یعنی خاوند کے ہاں عدت گزارنا مطلقہ عورت کی ذمہ داری ہے اور مرد کا یہ حق ہے کہ عورت اسی کے ہاں عدت گزارے اس دوران مرد اس سے صحبت کرنے کا پورا پورا حق رکھتا ہے۔ اور وہ عورت کی رضامندی کے بغیر بھی اپنا یہ حق استعمال کر سکتا ہے۔

عدت کے دوران کسی دوسرے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس عورت سے نکاح تو دور کی بات ہے منگنی کے لیے پیغام تک بھی دے سکے۔ اور اگر خاوند نے عورت کو اس حالت میں طلاق دی کہ وہ گھر پر موجود ہی نہ تھی یا اپنے میکے گئی ہوئی تھی یا اسے اس کے نیکے پیغام بھیج دیا گیا تھا اور عورت عدت کے دوران نکاح کر لے تو وہ نکاح باطل ہوگا۔

عدت کی حکمت کا بیان

وحكمة العدة: إما التعرف على براءة الرحم أو التعبد أو التفجع على الزوج أو إعطاء الفرصة الكافية للزوج بعد الطلاق ليعود لزوجته المطلقة وفي فرقة الوفاة: يراد من العدة تذكر نعمة الزواج ورعاية حق الزوج وأقاربه. وإظهار التأثر لفقده وإبداء وفاء الزوجة لزوجها. وصون سمعتها وحفظ كرامتها، حتى لا يتحدث الناس بأمرها. ونقد تهاونها. والتحدث عن خروجها وزينتها. خصوصاً من أقارب زوجها (الفقه الاسلامي وادلته حكمة العدة)

عدت کی مدت کا بیان

جس آزاد عورت کو اس کے خاوند نے طلاق دے دی ہو یا نکاح فسخ ہو گیا ہو اور اس کو حیض آتا ہو تو اس کی عدت کی مدت تین حیض ہے یعنی وہ تین حیض آنے تک شوہر ہی کے گھر میں جہاں طلاق ملی ہو بیٹھی رہے اس گھر سے باہر نہ نکلے اور نہ کسی سے نکاح کرے اسی طرح جس عورت کے ساتھ شبہ میں جماع ہو گیا ہو اس کی عدت کی مدت بھی تین حیض ہے یعنی کسی مرد نے کسی غیر عورت کو

اپنی بیوی سمجھ کر دھوکہ سے صحبت کر لی تو اس عورت کو بھی تین حیض آنے تک عدت میں بیٹھنا ہوگا جب تک عدت ختم نہ ہو جائے تب تک وہ اپنے شوہر کو جماع نہ کرنے دے جس عورت کے ساتھ بے قاعدہ یعنی فاسد نکاح ختم ہوا ہو جیسے موقت نکاح اور پھر تفریق کرا دی گئی یا تفریق کرانے سے پہلے ہی خاوند مر گیا ہو تو اس عدت کی مدت بھی تین حیض ہے۔ ام ولد جب کہ آزاد کر دی جائے یا اس کا مولی مر جائے تو اس کی عدت بھی تین حیض ہیں۔

اگر کسی عورت کو کم سن ہونے کیوجہ سے یا بانجھ ہونے کی وجہ سے اور یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت تین مہینے ہے۔

جس آزاد عورت کا خاوند مر گیا اور اس کی عدت چار مہینہ دس دن ہے خواہ اس عورت سے جماع کیا گیا ہو یا جماع نہ کیا گیا ہو خواہ وہ مسلمان عورت ہو یا مسلمان مرد کے نکاح میں یہودیہ اور نصرانیہ ہو خواہ وہ بالغہ ہو یا نابالغہ اور یا آئسہ ہو خواہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام ہو اور خواہ اس کی مدت میں اس کو حیض آئے یا نہ آئے۔

حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے خواہ اس عورت کو اس کے خاوند نے طلاق دی ہو یا اس کا خاوند مر گیا ہو اور خواہ وہ عورت آزاد ہو یا لونڈی ولادت ہوتے ہی اس کی عدت پوری ہو جائے گی اگرچہ خاوند کے طلاق دینے یا خاوند کے مرنے کے کچھ ہی دیر بعد ولادت ہو جائے یہاں تک کہ کتاب مبسوط میں لکھا ہے کہ اگر حاملہ عورت کا شوہر مر گیا ہو اور وہ ابھی تختہ پر نہلایا جار ہا تھا یا کفنایا جار ہا تھا کہ اس عورت کے ہاں ولادت ہوگئی تو اس صورت میں بھی اس کی عدت پوری ہو جائے گی۔

جو عورت آزاد ہو یعنی کسی کی لونڈی ہو اور اس کا خاوند اس کو طلاق دے دے تو اس کی عدت دو حیض ہے بشرطیکہ اس کو حیض آتا ہو اور اگر اس کو حیض نہ آتا ہو تو پھر اس کی عدت ڈیڑھ مہینہ ہوگی اور اگر اسکا خاوند مر جائے تو اس کی عدت دو مہینے پانچ دن ہوگی خواہ اس کو حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو۔

عدت کی ابتدائی وقت کا بیان

طلاق کی صورت میں عدت کی ابتداء طلاق کے بعد سے ہوگی یعنی طلاق کے بعد جو تین حیض آئیں گے ان کا شمار ہوگا اگر کسی نے حیض کی حالت میں طلاق دی ہوگی تو اس حیض کا شمار نہ ہوگا بلکہ اس کے بعد کے تین حیض کا اعتبار کیا جائے گا اور وفات میں عدت کا شمار شوہر کی وفات کے بعد سے ہوگا اگر عورت کو طلاق یا وفات کی خبر نہیں ہوئی یہاں تک کہ عدت کی مدت گزر گئی تو اس کی عدت پوری ہوگی۔

بَابٌ فِيْ نَسْخِ مَا اسْتَثْنَى بِهِ مِنْ عِدَّةِ الْمُطَلَّقَاتِ

باب: طلاق یافتہ عورت کی عدت میں جو استثناء کیا گیا، اس کا منسوخ ہونا

2282 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: (وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ) (البقرة: 228) وَقَالَ:

(وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ) (الطلاق: 4)، فَنُسِخَ مِنْ ذٰلِكَ، وَقَالَ: (ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا) (الأحزاب: 49)

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''طلاق یافتہ عورتیں، تین ''قروء'' تک اپنے آپ کو روکے رکھیں (یعنی عدت گزاریں)''

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:) ''تمہاری عورتوں میں سے، جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں، اگر تمہیں شک ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے''۔

پھر یہ منسوخ ہوا، اور یہ فرمایا: ''اگر تم ان کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے انہیں طلاق دے دو، تو تمہارے حوالے سے ان پر کوئی عدت لازم نہیں ہوگی، جسے تم شمار کرو''۔

مطلقات کی اقسام اور متاع کا بیان

نیز علامہ القوجوی الحنفی لکھتے ہیں: فقہاء احناف کے نزدیک مطلقات کی چار قسمیں ہیں:

(۱) جس عورت کے ساتھ حقیقتہً یا حکماً یہ عمل نہیں کیا گیا اور نہ اس کا مہر مقرر کیا گیا کو متاع دینا واجب ہے اور یہ قمیض، دوپٹہ اور تہبند ہے۔

(۲) جس عورت کے ساتھ حقیقتہً یا حکماً یہ عمل نہیں کیا گیا اور اس کا مہر مقرر کیا گیا ہے اس کو نصف مہر دینا واجب ہے اور اس کو متاع دینا مستحب ہے۔

(۳) جس عورت کے ساتھ حقیقتہً یا حکماً یہ عمل نہیں کیا گیا اور اس کا مہر مقرر کیا گیا تھا اس کو پورا مہر دینا واجب ہے اور اس کو متاع دینا مستحب ہے۔

(٤) جس عورت کے ساتھ حقیقتہً یا حکماً یہ عمل کیا گیا اور اس کا مہر مقرر کیا گیا تھا اس کو مہر مثل دینا واجب ہے اور اس کو بھی متاع دینا مستحب ہے۔ (حاشیہ شیخ زادہ علی البیضاوی ج ٦ ص ٦٤٨-٦٤٧، دار الکتب العلمیہ بیروت، ١٤١٩ھ)

مطلقہ عورتوں کی عدت مقرر کرنے کے شان نزول کا بیان

اس سے پہلے ایلاء کی دو آیتوں کو اللہ تعالیٰ نے طلاق پر ختم کیا تھا اور طلاق کو عدت لازم ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عدت کا حکم بیان فرمایا ہے۔ حافظ جلال الدین سیوطی نے اس آیت کے شان نزول میں حسب ذیل احادیث ذکر کی ہیں:

امام ابوداؤد، امام ابی حاتم اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت اسماء بنت یزید بن السکن انصاریہ بیان کرتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں طلاق دی گئی اس وقت مطلقہ کے لیے کوئی عدت نہیں ہوتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے طلاق کی عدت کو بیان فرمایا اور یہ آیت نازل فرمائی۔ وہ پہلی خاتون ہیں جن کے متعلق عدت طلاق نازل ہوئی۔

امام عبد بن حمید نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں طلاق کی کوئی عدت نہیں ہوتی تھی۔

(الدر المنثور ج ١ ص ٢٧٤، مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران)

مطلقہ عورتوں کی اقسام اور ان کی عدتوں کا بیان

اس آیت میں مطلقات کی عدت تین قروء (تین حیض) بیان کی گئی ہے اور مطلقہ کے کئی افراد ہیں غیر مدخولہ کی سرے سے عدت ہی نہیں ہے۔

(آیت) "یایھا الذین امنوا اذا نکحتم المؤمنت ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فمالکم علیھن من عدۃ تعتدونھا فمتعوھن وسرحوھن سراحا جمیلا"۔ (الاحزاب:۴۹)

ترجمہ: اے مسلمانو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر تم ان کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دو تو پھر تمہارے لیے ان پر کوئی عدت نہیں جسے تم شمار کرو سو تم ان کو کچھ فائدہ پہنچاؤ اور حسن سلوک کے ساتھ انہیں چھوڑ دو۔

اور جو عورت مطلقہ ہو اور حاملہ ہو اس کی عدت وضع حمل ہے:

(آیت) "واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن"۔ (الطلاق:۴)

ترجمہ: اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔

اور جو عورت مطلقہ ہو غیر حاملہ ہو لیکن صغر سن یا بڑھاپے کی وجہ سے اس کو حیض نہ آتا ہو اس کی عدت تین ماہ ہے:

(آیت) "والی یئسن من المحیض من نسآئکم ان ارتبتم فعدتھن ثلثۃ اشھر والی لم یحضن"۔ (الطلاق:۴)

ترجمہ: اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں اگر تمہیں اشتباہ ہو (کہ انکی عدت کیا ہوگی؟) تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور جن عورتوں کو ابھی حیض آنا شروع نہیں ہوا (انکی عدت بھی تین ماہ ہے)۔

اور جو مطلقہ عورت مدخولہ ہو غیر حاملہ ہو بالغہ اور جوان ہو لیکن باندی ہو اس کی عدت دو حیض ہے سو اس آیت میں جس مطلقہ عورت کی عدت تین حیض بیان کی گئی ہے وہ ایسی مطلقہ عورت ہے جو مدخولہ ہو غیر بالغہ اور جوان ہو اور آزاد ہو اور مطلقات کے عموم سے مطلقہ عورتوں کے باقی افراد مستثنیٰ ہیں اس لیے یہ آیت عام مخصوص عنہ البعض ہے۔

عدت کا لغوی اور شرعی معنی اور عدت کے احکام کا بیان

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

(آیت) "یایھا النبی اذا طلقتم النسآء فطلقوھن لعدتھن واحصوا العدۃ واتقوا اللہ ربکم لا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ وتلک حدود اللہ ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ"۔ (الطلاق:۱)

اے نبی! (مسلمانوں سے کہیے:) جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دو تو ان کو عدت کے لیے (اس زمانہ میں جس میں جماع نہ کیا ہو) طلاق دو اور عدت کو شمار کرو اور اپنے رب اللہ سے ڈرتے رہو تم مطلقہ عورتوں کو دوران عدت ان کے گھروں سے نہ نکالو اور وہ خود (بھی) نہ نکلیں البتہ اگر وہ کسی کھلی گھروں سے نہ نکالو اور وہ خود (بھی) نکلیں البتہ اگر وہ کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں

(تو پھر نکال دو) اور یہ اللہ کی حدود ہیں' اور جس نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔

عدت کا لغوی معنی ہے: گننا اور شمار کرنا' اور اس کا اصطلاح شرع میں یہ معنی ہے کہ زوال نکاح کے بعد عورت کا شوہر کے مکان میں ایک مدت معینہ تک ٹھہرنا اور انتظار کرنا۔ عورت کے حق میں عدت کا رکن یہ ہے کہ دوران عدت اس کا گھر سے باہر نکلنا حرام ہے' اور دوران عدت نکاح کرنا یا نکاح کا پیغام کرنا حرام ہے اور مرد پر لازم ہے کہ وہ عدت کے زمانہ میں عورت کو رہائش اور کھانے کا خرچ مہیا کرے۔ اگر اس نے تین طلاقیں دی ہیں تو مطلقہ اس کے گھر میں اجنبی عورت کی طرح رہے گی اور اس سے پردہ کرے گی۔ عدت کے دوران مرد پر مطلقہ کی بہن' اس کی پھوپھی' اس کی خالہ' اس کی بھتیجی اور اس کی بھانجی سے نکاح کرنا حرام ہے' اسی طرح اگر مطلقہ اس کی چوتھی بیوی تھی اور بقیہ تین اس کے نکاح میں ہیں تو اب وہ دوران عدت مزید کسی عورت سے نکاح نہیں کر سکتا۔

(رد المحتار ج ۲ ص ۵۹۹-۵۹۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

عدت مقرر کرنے کی حکمتوں کا بیان

عدت کی حکمت یہ ہے کہ عورت کے رحم کا استبراء ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ وہ حاملہ ہے یا نہیں' کیونکہ اگر اس کو حیض آ گیا تو وہ حاملہ نہیں ہوگی اور اس کی عدت تین حیض ہوگی' ورنہ وضع حمل تک اس کی عدت ہوگی' دوسری حکمت یہ ہے کہ اگر عورت دوسرا نکاح کرتی ہے تو اس نکاح اور دوسرے نکاح کے درمیان وقفہ ہونا چاہیے تاکہ اس وقفہ میں عورت کے دل و دماغ پر پہلے شوہر کے جو اثرات نقش ہو چکے تھے وہ محو ہو جائیں اور وہ خالی الذہن ہو کر دوسرے شوہر کے نکاح میں جائے' تیسری حکمت یہ ہے کہ عدت کے دوران عورت طلاق کے عواقب اور نتائج پر غور کرے کہ اس کی کس خطا یا زیادتی کی وجہ سے طلاق واقع ہوئی تاکہ دوسرے نکاح میں وہ ان غلطیوں کا اعادہ نہ کرے اور اگر شوہر کی کسی بدسلوکی یا زیادتی کے نتیجے میں طلاق واقع ہوئی ہے تو اب دوسرے نکاح میں زیادہ غور و فکر اور تامل سے کام لے اور احتیاط سے نکاح کرے تاکہ پھر اسی قماش کے شوہر کے پلے نہ بندھ جائے' چوتھی حکمت یہ ہے کہ اگر ایک طلاق' یا دو طلاقوں کی عدت گزار رہی ہے تو شوہر کے لیے اس طلاق سے رجوع کرنے کا موقع باقی رہے اور جس جھگڑے یا فساد کی بناء پر یہ طلاق واقع ہوئی تھی بعد میں جب فریقین کا جوش غضب ٹھنڈا ہو جائے تو اس جھگڑے کے عوامل پر غور کریں اور شوہر حسن سلوک کے ساتھ زندگی گزارنے کے لیے رجوع کرلے' جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے: اور ان کے خاوند اس مدت میں (طلاق رجعی کو) واپس لینے کے زیادہ حق دار ہیں بشرطیکہ ان کا ارادہ حسن سلوک کے ساتھ رہنے کا ہو' اس لیے یہ ضروری ہے کہ صرف ایک یا زیادہ سے زیادہ دو طلاقیں دی جائیں تاکہ رجوع کا موقع باقی رہے اور تین طلاقیں دے کر بعد میں پچھتانا نہ پڑے اور بچوں کی زندگی ویران نہ ہو' ہمارے زمانہ میں یہ وبا عام ہے کہ لوگ جب طلاق دیتے ہیں تو تین طلاقوں سے کم نہیں دیتے یا وثیقہ نویس سے طلاق لکھواتے ہیں اور وہ تین طلاقیں لکھ کر دستخط کرا لیتا ہے اور جب جھگڑے کا جوش ختم ہو جاتا ہے تو میاں بیوی دونوں دربدر مارے مارے پھرتے ہیں' غیر مقلد مولوی سے فتویٰ لیتے ہیں یا حلالہ کی ناگوار صورت اختیار کرتے ہیں۔

قرء کے معانی کے متعلق ائمہ لغت کی تصریحات کا بیان

اللہ تعالیٰ نے مطلقہ کی عدت تین قروء بیان فرمائی ہے لیکن قروء کی تفسیر میں مجتہدین کا اختلاف ہے' امام ابوحنیفہ اور امام احمد

کے نزدیک قروء کا معنی حیض ہے اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک قروء کا معنی طہر ہے۔ لغت میں قرء کا معنی حیض اور طہر ہے اور یہ لغت اضداد سے ہے۔ علامہ فیروز آبادی لکھتے ہیں:

قرء کا معنی حیض، طہر اور وقت ہے۔ (قاموس ج ۱ ص ۱۳۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ جوہری لکھتے ہیں:

قرء کا معنی حیض ہے اس کی جمع قروء اور اقراء ہے حدیث میں ہے: اپنے ایام اقراء میں نماز کو ترک کردو اس حدیث میں قروء کا اطلاق حیض پر ہے اور قرء کا معنی طہر بھی ہے یہ لغت اضداد سے ہے۔ (الصحاح ج ۱ ص ۶۴ مطبوعہ دار العلم بیروت ۱۴۰۴ھ)

علامہ ابن منظور افریقی نے بھی یہی لکھا ہے۔ (لسان العرب ج ۱ ص ۱۳۰ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران ۱۴۰۵ھ)

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

قرء حقیقت میں طہر سے حیض میں داخل ہونے کا نام ہے اور جب کہ یہ لفظ حیض اور طہر دونوں کا جامع ہے تو اس کا ہر ایک پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو (نکاح ثانی سے) تین قروء تک روکے رکھیں یعنی تین حیض تک روکے رکھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے ایام اقراء میں نماز پڑھنے سے بیٹھی رہو یعنی اپنے ایام حیض میں۔ اہل لغت نے کہا ہے کہ قرء کا معنی ہے: جمع ہونا اور ایام حیض میں رحم میں خون جمع ہوتا ہے۔

(المفردات ص ۴۰۲ مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران ۱۳۴۲ھ)

قرء بہ معنی حیض کی تائید میں احادیث اور فقہاء احناف کے دلائل کا بیان

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عدی بن ثابت اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مستحاضہ کے متعلق فرمایا: تم اپنے ان ایام اقراء میں نماز چھوڑ دو جن میں تم کو حیض آتا ہے پھر تم غسل کرو اور ہر نماز کے لیے وضو کرو نماز پڑھو اور روزہ رکھو۔

(جامع ترمذی ص ۴۴ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرء کا اطلاق حیض پر کیا ہے اور یہ دلیل بھی ہے کہ حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے کیونکہ اقراء عربی قواعد کے اعتبار سے جمع قلت ہے اور اس کا اطلاق کم از کم تین اور زیادہ سے زیادہ دس پر ہوتا ہے اور آپ نے حیض کے لیے اقراء کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد۔ (امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۷ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ)

امام نسائی۔ (امام ابوعبدالرحمان نسائی متوفی ۳۰۳ھ سنن نسائی ج ۱ ص ۶۵ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

اور امام دارقطنی۔ (امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۱۲ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان) نے بھی روایت کیا ہے۔

نیز امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: باندی کی طلاق (مغلظہ) دو طلاقیں ہیں اور اس کی

عدت دو حیض ہیں۔ (جامع ترمذی ص ۱۹۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی) اس حدیث کو امام ابوداؤد۔ (امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۷۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱۴۰۵ھ)

امام ابن ماجہ۔ (امام ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ' سنن ابن ماجہ ص ۱۵۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

امام مالک۔ (امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ' موطا امام مالک ص ۵۲۶' مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور)

امام دارمی۔ (امام ابوعبدالرحمان نسائی متوفی ۳۰۳ھ' سنن نسائی ج ۲ ص ۹۸' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب' کراچی)

اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ (امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ' مسند احمد ج ۶ ص ۱۱۷' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۳۹۸ھ)

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ آزاد اور باندی کی عدت کے عدد میں فرق ہے جنس میں فرق نہیں ہے اور جب باندی کی عدت دو حیض ہے تو آزاد عورت کی عدت تین حیض ہوئی اور حدیث میں یہ تصریح ہے کہ قرء سے مراد حیض ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

امام عبدالرزاق' امام ابن جریر اور امام بیہقی نے عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے کہ محمد ﷺ کے اصحاب نے کہا: الاقراء سے مراد حیض ہے۔

امام ابن جریر اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ "ثلاثة قروء" سے مراد تین حیض ہیں۔

امام عبد بن حمید نے مجاہد سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد حیض ہے۔

وکیع نے حسن سے روایت کیا ہے کہ عورت حیض کیساتھ عدت گزارے خواہ اس کو ایک سال کے بعد حیض آئے۔

امام عبدالرزاق نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ الاقراء حیض ہیں' طہر نہیں ہیں۔

امام عبدالرزاق نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ الاقراء حیض ہیں طہر نہیں ہیں۔

امام عبدالرزاق اور امام بیہقی نے حضرت زید بن ثابت سے روایت کیا ہے کہ طلاق دینا مردوں پر موقوف ہے اور عدت عورتوں پر موقوف ہے۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۲۷۵۔۲۷۴ مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران)

فقہاء احناف نے "ثلاثة قروء" میں لفظ "ثلثة" سے بھی استدلال کیا ہے کیونکہ اگر قرء کا معنی طہر لیا جائے تو جس طہر میں طلاق دی جائے گی اس طہر کیا جائے گا یا نہیں' اگر اس طہر کو شمار کیا جائے تو دو طہر اور ایک طہر کا کچھ حصہ یعنی اڑھائی طہر عدت قرار پائے گی اور اگر اس طہر کو شمار نہ کیا جائے تو ساڑھے تین طہر عدت قرار پائے گی اور تین قروء صرف اسی صورت میں عدت ہو سکتی ہے جب قرء کا معنی حیض کیا جائے۔

فقہاء احناف نے قرء بہ معنی حیض لینے پر یہ عقلی استدلال کیا ہے کہ عدت مشروع کرنے کی حکمت یہ ہے کہ استبراء رحم ہو جائے یعنی یہ معلوم ہو جائے کہ عورت کے رحم میں شوہر کا نطفہ استقرار پا گیا ہے اور بچہ بننے کا عمل شروع ہو گیا ہے یا اس کا رحم خالی اور صاف ہے' سو اگر عورت کو حیض آ گیا تو معلوم ہوا کہ اس کا رحم خالی ہے اور اگر حیض نہیں آیا تو معلوم ہوا کہ اس میں نطفہ ٹھہر گیا ہے۔ اس سے

معلوم ہوا کہ عدت کی حکمت حیض سے پوری ہوتی ہے نہ کہ طہر سے اس لیے صحیح یہی ہے کہ قرء کا معنی حیض کیا جائے۔

فقہاء شافعیہ اور مالکیہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے: (آیت) "فطلقوهن لعدتهن"۔ (الطلاق:۱) انہوں نے کہا: اس آیت میں لام توقیت کے لیے ہے اور آیت کا معنی ہے: ان کو عدت کے وقت میں طلاق دو اور چونکہ حیض میں طلاق دینا مشروع نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ عدت کا وقت طہر ہے اس لیے "ثلثه قروء" میں قروء بہ معنی طہر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں لام توقیت کیلیے نہیں بلکہ اختصاص کے لیے ہے یعنی طلاق عدت کے ساتھ مختص ہے اور عدت حیض سے شروع ہوتی ہے اس لیے طلاق حیض سے پہلے دینی چاہیے نہ کہ دوران حیض اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ایک قراءت میں ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو یوں بھی پڑھا ہے: "فی قبل عدتهن" (روح المعانی ج۱ص۱۳۲) یعنی ان کو عدت سے پہلے طلاق دو نیز قرء بہ معنی حیض پر یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے "ثلثة قروء" کے بعد فرمایا ہے: "عورتوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس چیز کو چھپائیں جو اللہ نے ان کے رحموں میں پیدا کیا ہے" اور یہ واضح ہے کہ اس کا تعلق حیض سے ہے نہ کہ طہر سے۔

قرء کے معنی کی تعیین میں دیگر ائمہ مذاہب کی آراء کا بیان

علامہ ماوردی شافعی لکھتے ہیں:

قروء کے متعلق دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حیض ہے یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ مجاہد قتادہ ضحاک عکرمہ سدی امام مالک اور ابوحنیفہ کا قول ہے (علامہ ماوردی کو نقل میں تسامح ہوا ہے امام مالک کے نزدیک اس کا معنی حیض نہیں طہر ہے البتہ امام احمد کے نزدیک اس کا معنی حیض ہے) دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی طہر ہے یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ زہری ابان بن عثمان امام شافعی اور اہل حجاز کا قول ہے۔ (النکت والعیون ج۱ص۲۹۱۔۲۹۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

اس آیت سے مراد یہ ہے کہ مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین ادوار یا تین انتقالات تک (عقد ثانی سے) روکے رکھیں اور مطلقہ کبھی حیض سے طہر کی طرف اور کبھی طہر سے حیض کی طرف منتقل ہوتی ہے اور یہاں طہر سے حیض کی طرف انتقال تو قطعاً مراد نہیں ہے کیونکہ حیض میں طلاق دینا تو اصلاً مشروع نہیں ہے اور جب کہ طلاق دینا طہر میں مشروع ہے تو پھر عدت تین انتقالات ہے اور پہلا انتقال اس طہر سے ہے جس میں طلاق واقع ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن ج۳ص۱۱۵۔۱۱۴ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ)

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں:

اقراء کے متعلق فقہاء کے دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حیض ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ عکرمہ ضحاک سدی سفیان ثوری اوزاعی حسن بن صالح امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام احمد بن حنبل کا یہی قول ہے امام احمد نے کہا: میں پہلے یہ کہتا تھا کہ قرء بہ معنی طہر ہے اور اب میرا مذہب یہ ہے کہ قرء کا معنی حیض ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اقراء سے

مراد اطہار ہیں' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ' حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا زہری' ابان بن عثمان' امام مالک بن انس اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔ (زاد المسیر ج ۱ ص ۲۶۰۔ ۲۵۹' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

ہر چند کہ قرء کا اطلاق حیض اور طہر دونوں پر ہوتا ہے' لیکن چند دلائل کی وجہ سے قرء بہ معنی حیض راجح ہے' ایک دلیل یہ ہے کہ اہل لغت نے کہا ہے کہ قرء کا معنی کا معنی اصل لغت میں وقت ہے اور اس لحاظ سے اس کا بہ معنی حیض ہونا راجح ہے' کیونکہ وقت کسی چیز کے حادث ہونے کا ہوتا ہے اور حادث حیض ہوتا ہے کیونکہ طہر تو حالت اصلی ہے اور بعض نے کہا: قرء کا معنی اصل لغت میں جمع اور تالیف ہے' اس اعتبار سے بھی حیض اولی ہے کیونکہ ایام حیض میں رحم میں خون جمع ہوتا رہتا ہے' دوسری دلیل یہ ہے کہ اس عورت کو ذات الاقراء کہا جاتا ہے جس کو حیض آتا ہو اور جو کم سن ہو یا بڑھیا بانجھ ہو اس کو ذات الاقراء نہیں کہا جاتا ہے' حالانکہ طہر تو ان کو اس وقت حاصل ہوتا ہے' تیسری دلیل یہ ہے کہ لغت قرآن پر اتھارٹی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرء کو حیض کے معنی میں استعمال فرمایا ہے' طہر کے معنی میں استعمال نہیں فرمایا کیونکہ آپ نے فرمایا: مستحاضہ اپنے ایام اقراء میں نماز پڑھنا چھوڑ دے' اور آپ نے حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش سے فرمایا: جب تمہارا قرء آئے تو نماز چھوڑ دے' اور آپ نے حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش سے فرمایا: جب تمہارا قرء آئے تو نماز چھوڑ دو اور جب وہ چلا جائے تو غسل کر کے نماز پڑھو' اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: باندی کی طلاقیں دو ہیں اور اس کا قرء دو حیض ہیں' اور ایک روایت میں فرمایا: اس کی عدت دو حیض ہیں' اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوطاس کی باندیوں کے متعلق فرمایا: وضع حمل سے پہلے حاملہ سے وطی نہ کی جائے اور جب تک ایک حیض سے استبراء نہ ہو جائے غیر حاملہ سے وطی نہ کی جائے۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۳۶۷۔ ۳۶۴' مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

امام بخاری بیان کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب وطی شدہ باندی کو ہبہ کیا جائے یا اسے فروخت کیا جائے یا وہ آزاد ہو جائے تو ایک حیض کے ساتھ اس کے رحم کا استبراء کیا جائے اور کنواری باندی کا استبراء نہ کیا جائے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۹۸۔ ۲۹۷' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور عورتوں کے لیے بھی دستور کے مطابق مردوں پر اسی طرح حقوق ہیں جس طرح مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں اور مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت ہے۔ (البقرہ: ۲۲۸)

اسلام میں عورتوں کے مردوں پر حقوق:

اس آیت کی تفسیر میں ہم پہلے یہ بیان کریں گے کہ اسلام نے عورتوں کو کیا حقوق دیئے ہیں' اس کے بعد مردوں کے حقوق اور ان کی فضیلت بیان کریں گے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(آیت) یایھا الذین امنوا لایحل لکم ان ترثوا النسآء کرھا ولا تعضلوھن لتذھبوا ببعض ما

اٰتیتموھن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شیا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا۔ وان اردتم استبدال زوج مکان زوج واٰتیتم احدٰھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئا اتاخذونہ بھتانا واثما مبینا۔ وکیف تاخذونہ وقد افضی بعضکم الی بعض واخذن منکم میثاقا غلیظا"۔ (النساء: ۲۰-۱۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارے لیے زبردستی عورتوں کا وارث بنا جانا جائز نہیں ہے اور ان سے اپنے دیئے ہوئے مہر کا بعض حصہ لینے کے لیے ان کو نہ روکو ماسوا اس کے کہ وہ کھلی ہوئی بے حیائی کا کام کریں اور تم ان کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ زندگی گزارو پس اگر تم ان کو ناپسند کرو گے تو یہ ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تمہارے لیے اس میں خیر کثیر رکھ دے۔ اور اگر تم ایک بیوی کو چھوڑ کر دوسری بیوی سے نکاح کا ارادہ کرو اور تم ان میں سے کسی ایک کو بہت زیادہ مال دے چکے ہو تو اس سے کوئی چیز واپس نہ لو کیا تم اس مال کو بہتان باندھ کر واپس لو گے اور کھلے گناہ کا ارتکاب کرو گے۔ اور تم اس مال کو کیسے واپس لو گے حالانکہ تم (خلوت میں) ایک دوسرے سے باہم مل چکے ہو؟ اور وہ تم سے (عقد نکاح کے ساتھ) پختہ عہد لے چکی ہیں۔

ان آیتوں کا شان نزول یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جب کسی عورت کا خاوند مر جاتا تو اس کے خاوند کا سوتیلا بیٹا یا بھائی یا کوئی اور رشتہ دار اس سے بالجبر نکاح کر لیتا یا کسی دوسرے شخص سے اس کا بالجبر نکاح کر دیتا اور اس کے کل مہر یا آدھے مہر پر قبضہ کر لیتا' اسلام نے عورتوں پر اس ظلم اور بری رسم کو مٹایا اور زبردستی عورتوں کا کسی سے بھی نکاح کرنے سے منع فرمایا' دوسری اہم چیز ہے مہر کا تحفظ کرنا۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ مختلف حیلوں بہانوں سے عورتوں کا مہر دبا لیتے تھے اسلام نے اس بری رسم کو مٹایا' واضح رہے کہ دنیا کے کسی مذہب نے بھی عورتوں کے لیے مہر کو لازم نہیں کیا' صرف اسلام ہی عورتوں کو یہ حق دیا ہے' مہر کا فائدہ یہ ہے کہ اگر خاوند عورت کو طلاق دے دے یا مر جائے تو عورت کے پاس مہر کی صورت میں ایک معقول آمدنی ہو جس کے ذریعہ وہ اپنے نئے مستقبل کا آغاز کر سکے۔

ان آیتوں میں عورتوں کا خاوند پر تیسرا حق یہ بیان کیا ہے کہ مردوں کو ہدایت دی کہ وہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ رہائش میں کھانے پینے بات چیت کرنے میں اور دیگر عائلی اور خانگی معاملات میں ان کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ رہیں۔

چوتھا حق یہ بیان کیا ہے کہ اگر عورت کی صورت یا سیرت تم کو ناپسند ہو پھر بھی اس کے ساتھ ازدواج کے ناطے نہ توڑو اور صبر و شکر کے ساتھ اس کے ہمراہ زندگی گزارو ہو سکتا ہے کہ اس سے ایسی صالح اولاد پیدا ہو کہ اسے دیکھ کر تم بیوی کی بدصورتی یا اس کی بری عادتوں کو بھول جاؤ یا کسی اور وجہ یا کسی اور وجہ سے اللہ تمہارے لیے اس نکاح میں ڈھیروں برکتیں نازل فرمائے۔

پانچواں حق یہ بیان کیا ہے کہ اگر عورت کو تم سونے چاندی کے پل کے برابر ڈھیروں مال بھی دے چکے ہو خواہ مہر کی صورت میں یا ویسے ہی بہ طور ہبہ تو اس مال کو اب اس سے واپس نہ لو' تم نے صرف مال دیا ہے عورت تو اپنا جسم اور بدن تمہارے حوالے کر چکی ہے اور جسم و جان کے مقابلہ میں مال کی کیا حقیقت ہے۔

(آیت) "فان خفتم الا تعدلوا فواحدة اوماملکت ایمانکم ذلك ادنی الا تعولوا. واتوالنساءَ صدقتهن نحلة"۔ (النساء:۴۔۳)

ترجمہ: پھر اگر تمہیں یہ خدشہ ہو کہ تم ان (متعدد ازواج) میں عدل قائم نہ رکھ سکو گے' تو فقط ایک سے نکاح کرو' یا اپنی مملوکہ باندیوں پر اکتفاء کرو' یہ کسی ایک زوجہ کی طرف بہت مائل ہونے سے زیادہ قریب ہے۔ اور عورتوں کو ان کا مہر خوشی سے ادا کرو۔

اسلام نے ضرورت کی بناء پر تعدد ازدواج کی اجازت دی ہے لیکن جوان میں عدل کر سکے' اور جو عدل نہ کر سکے اس کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ صرف ایک نکاح پر اکتفاء کرے۔ ان آیتوں میں عورتوں کا مردوں پر ایک حق یہ بیان کیا ہے کہ ان میں عدل وانصاف کیا جائے اور دوسرا حق یہ بیان کیا ہے کہ ان کا مہر خوشی سے ادا کیا جائے۔ سورۃ نساء کی ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے مہر کی ادائیگی کے متعلق بہت تاکید کی ہے اور ہمارے دور میں اس معاملہ میں بہت سستی کی جاتی ہے۔

(آیت) "وعلی المولودله رزقهن وکسوتهن بالمعروف"۔ (البقرہ:۲۳۳)

ترجمہ: اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق اس شخص کے ذمہ ہے جس کا بچہ ہے۔

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ عورتوں کا مردوں پر یہ حق ہے کہ وہ ان کو کھانا اور کپڑا مہیا کریں' اگر عورتیں امور خانہ داری انجام دیتی ہیں اور کھانا پکاتی ہیں تو یہ ان کی طرف سے احسان ہے اور ازواج مطہرات اور صحابیات کی سنت ہے۔

(آیت) "فان ارضعن لکم فاتوهن اجورهن واتمروا بینکم بمعروف وان تعاسرتم فسترضع له اخری"۔ (الطلاق:۶)

ترجمہ: پھر اگر وہ تمہارے لیے (بچہ کو) دودھ پلائیں تو انہیں ان کی اجرت دو' اور آپس میں دستور کے ساتھ مشورہ کرو اور اگر تم باہم دشواری محسوس کرو تو بچہ کو کوئی اور عورت دودھ پلا دے گی۔

اس آیت میں بتایا ہے کہ بچہ کو دودھ پلانا عورت کی ذمہ داری نہیں ہے' اور عورت مرد کی غلام نہیں ہے' اور مرد ڈکٹیٹر نہ بنے بلکہ گھریلو معاملات کو باہمی مشاورت سے چلائیں اور اگر عورت بچہ کو دودھ پلائے تو اس کا یہ حق ہے کہ مرد سے اس کی اجرت لے لے اور یہ کہ عورت کو دودھ پلانے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

اگر شوہر اور بیوی کے درمیان کوئی مناقشہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے عورت کے حقوق کی محافظت کرتے ہوئے فرمایا:

(آیت) "والتی تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن فی المضاجع واضربوهن' فان اطعنکم فلا تبغوا علیهن سبیلا"۔ (النساء:۳۴)

ترجمہ: اور جن عورتوں سے تمہیں نافرمانی کا خوف ہو' ان کو (نرمی سے) نصیحت کرو اور انہیں ان کی خوابگاہوں میں تنہا چھوڑ دو (اگر وہ پھر بھی باز نہ آئیں) تو انہیں (تادیباً خفیف سا) مارو' پھر وہ اگر تمہاری فرمانبرداری کریں تو انہیں تکلیف پہنچانے کا کوئی بہانہ تلاش نہ کرو۔

تعدد ازدواج کی صورت میں عدل وانصاف کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

(آیت) "ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقة وان تصلحوا وتتقوا فان اللہ کان غفورا رحیما. وان یتفرقا یغن اللہ کلا من سعتہ (النساء:۱۲۹)

ترجمہ: اور خواہ تم عدل کرنے پر حریص ہو پھر بھی تم متعدد ازواج میں عدل نہ کر سکو گے (تو جسکی طرف تم کو رغبت نہ ہو) اس سے مکمل اعراض نہ کرو کہ اسے یوں چھوڑ دو گویا وہ درمیان میں لٹکی ہوئی ہے اور اگر تم اپنی اصلاح کر لو اور خدا سے ڈرو تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔ اور اگر شوہر اور بیوی علیحدگی اختیار کر لیں تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنی وسعت سے مستغنی کر دے گا۔

اگر عورت کو طلاق دے دی جائے تو اللہ تعالیٰ نے دوران عدت عورت کے حقوق بیان کرتے ہوئے فرمایا:

(آیت) "اسکنوھن من حیث سکنتم من وجدکم ولا تضاروھن لتضیقوا علیھن وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن۔ (الطلاق:۶)

ترجمہ: ان عورتوں کو اپنی وسعت کے مطابق وہیں رکھو جہاں خود رہتے ہو اور انہیں تنگ کرنے کے لیے تکلیف نہ پہنچاؤ اور اگر وہ عورتیں حاملہ ہوں تو وضع حمل تک انکو خرچ دیتے رہو۔

یہ تو اس مطلقہ عورت کے حقوق تھے جس کے ساتھ مباشرت ہو چکی ہو اور جس عورت کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دی ہو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(آیت) "وان طلقتموھن من قبل ان تمسوھن وقد فرضتم لھن فریضة فنصف ما فرضتم۔

(البقرہ:۲۳۷)

ترجمہ: اگر تم نے عورتوں کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دی درآں حالیکہ تم ان کا مہر مقرر کر چکے تھے تو تم پر آدھا مہر ادا کرنا واجب ہے۔

(آیت) "لاجناح علیکم ان طلقتم النساء مالم تمسوھن او تفرضوا لھن فریضة ومتعوھن علی الموسع قدرہ وعلی المقتر قدرہ"۔ (البقرہ:۲۳۶)

ترجمہ: اگر تم مباشرت سے پہلے عورتوں کو طلاق دے دو تو کوئی حرج نہیں ہے یا تم نے ان کا کچھ مہر مقرر نہ کیا ہو اور ان کو استعمال کی کچھ چیزیں دو خوشحال اپنی وسعت کے مطابق اور تنگ دست اپنی حیثیت کے مطابق:

(آیت) "ولا تمسکوھن ضرارا لتعتدوا"۔ (البقرہ:۲۳۱)

ترجمہ: اور ان کو ضرر پہنچانے کے لیے ان کو (اپنے نکاح میں) نہ روکو تاکہ تم ان پر زیادتی کرو۔

اس آیت سے ائمہ ثلاثہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر خاوند عورت کو خرچ دے نہ طلاق دے تو عدالت اس نکاح کو فسخ کر سکتی ہے اور ضرورت کی بنا پر علماء احناف کو بھی اسی قول پر فتویٰ دینا چاہیے۔ واضح رہے کہ اگر شوہر نامرد ہو تو فقہاء احناف کے نزدیک بھی عدالت نکاح کو فسخ کر سکتی ہے جب کہ نفقہ پر بقاء حیات کا مدار ہے اور شوہر کے مرد ہونے پر صرف خواہش نفسانی کی تکمیل کا مدار ہے۔

حافظ سیوطی لکھتے ہیں:

امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے حضرت عمرو بن الاحوص سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سنو! تمہاری ازواج پر تمہارا حق ہے اور تمہاری ازواج کا تم پر حق ہے، تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر تمہارے ناپسندیدہ لوگوں کو نہ آنے دیں، اور نہ تمہارے ناپسندیدہ لوگوں کو تمہارے گھروں میں آنے دیں، اور ان کا تم پر حق یہ ہے کہ تم ان کو اچھے کپڑے پہناؤ اور اچھے کھانے کھلاؤ۔

امام احمد، ابوداؤد، امام ابن ماجہ، امام ابن جریر، امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ عورت کا اس کے خاوند پر کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا: جب وہ کھانا چاہے تو اس کو کھانا کھلائے اور جب پہننا چاہے تو اس کو پہنائے اس کے چہرے پر نہ مارے، اس کو برا نہ کہے اور (تادیبا) صرف گھر میں اس سے علیحدگی اختیار کرے۔ (الدر المنثور ج ۱ ص ۲۷۶ مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران)

حافظ منذری بیان کرتے ہیں۔

میمون اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی نے فرمایا: جو شخص کسی عورت سے کوئی مہر مقرر کر کے نکاح کرے خواہ کم ہو یا زیادہ، اور اس کا ارادہ مہر ادا کرنے کا نہ ہو اور وہ اسے دھوکے میں رکھے اور تادم مرگ اس کا مہر ادا نہ کرے تو وہ اللہ تعالی سے زانی ہونے کی حالت میں ملاقات کرے گا۔

امام ترمذی اور امام ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا: مومنوں میں سے اس شخص کا ایمان کامل ہوگا اور اس شخص کے اخلاص سب سے اچھے ہوں گے جس کے اخلاق اپنی ازواج کے ساتھ اچھے ہوں گے۔

امام ابن حبان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو اپنی اہلیہ کے ساتھ بہتر ہو اور میں تم سب سے زیادہ اپنے اہل کے ساتھ بہتر ہوں۔

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرو، کیونکہ عورت کو پسلی سے پیدا کیا گیا ہے اور سب سے زیادہ ٹیڑھی پسلی سب سے اوپر والی ہوتی ہے، اگر تم اس کو سیدھا کرنے لگو گے تو وہ ٹوٹ جائے گی، سو عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرو۔

امام ابن ماجہ اور امام ترمذی حضرت عمرو بن الاحوص رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں اللہ کی حمد وثنا اور وعظ ونصیحت کے بعد فرمایا: سنو! عورتوں کے ساتھ خیر خواہی کرو وہ صرف تمہاری مددگار ہیں، تم ان پر صرف اس صورت میں حق رکھتے ہو جب وہ کھلی بدکاری کریں، اگر وہ ایسا کریں تو انکو ان کی خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو، اور ان کو معمولی سا مارو، پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرلیں تو ان کو مزید مارنے کے لیے کوئی بہانہ نہ بناؤ، سنو! تمہارا تمہاری بیویوں پر حق ہے اور تمہاری بیویوں کا تم پر حق ہے، تمہارا ان پر حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر ان کو نہ آنے دیں، جن کو تم ناپسند کرتے ہو، اور نہ ان کو گھروں میں

آنے دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو' سنو ان کا تم پر حق یہ ہے کہ تم ان کے کھانے اور پینے میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

(الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۵۰-۴۸ 'ملتقطا' مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ)

اسلام میں مردوں کے عورتوں پر حقوق

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(آیت) "الرجال قومون علی النسآء بما فضل اللہ بعضهم علی بعض وبما انفقوا من اموالهم فالصلحت قنتت حفظت للغیب بما حفظ اللہ' والتی تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن فی المضاجع واضربوهن' فان اطعنکم فلا تبغوا علیهن سبیلا"۔ (النساء:۳۴)

ترجمہ: مرد عورتوں کے (حاکم یا) منتظم ہیں' کیونکہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے' اور اس لیے بھی کہ انہوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے ہیں سو نیک عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں' مردوں کی غیر حاضری میں بھی اللہ کی حفاظت کے ساتھ (شوہر کی عزت اور اس کے مال کی) حفاظت کرتی ہیں اور تمہیں جن عورتوں کی نافرمانی کرنے کا خدشہ ہو ان کو نصیحت کرو اور انہیں ان کی خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو' اور انہیں (تادیبا) مارو' اور اگر وہ تمہاری فرمانبرداری کرلیں تو پھر ان کو مارنے کے لیے بہانے تلاش نہ کرو۔

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے اور ان کو جسمانی اور عقلی قوت زیادہ عطا کی ہے' دوسری فضیلت یہ ہے کہ مرد کو عورت کے اخراجات کا کفیل بنایا ہے اور اس کے گھر کا منتظم بنایا ہے' تیسری فضیلت یہ ہے کہ مرد کو عورت پر حاکم بنایا ہے اور عورت کو مرد کی فرمانبرداری کا پابند کیا ہے' چوتھی فضیلت یہ ہے کہ مرد کو عورت پر یہ فوقیت دی ہے کہ وہ اس کو اس کی نافرمانی پر تادیبا مار سکتا ہے' اور پانچویں فضیلت یہ دی ہے کہ عورت کو اس کا پابند کیا ہے کہ وہ مرد کی غیر حاضری میں اس کی عزت کی حفاظت کرے اور اپنی پارسائی کو مجروح نہ کرے اور شوہر کی غیر حاضری میں اس کے مال کی بھی حفاظت کرے' غرضیکہ جسمانی قوی' کھانے پینے' رہائش اور لباس کے اخراجات اور شوہر کے احکام کی تعمیل اور اس کے مال اور اپنی عفت کی حفاظت' ہر اعتبار سے عورت کو مرد کا تابع اور محکوم قرار دیا ہے۔

• (آیت) "بیدہ عقدة النکاح"۔ (البقرہ:۲۳۷)

ترجمہ: نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے۔

اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ نکاح کی گرہ کو قائم رکھنے یا طلاق کے ذریعہ اس کو توڑنے کا اختیار اللہ تعالیٰ نے مرد کے ہاتھ میں رکھا ہے۔ عورت کے ذمہ مرد کے فرائض اور مرد کے ذمہ جو عورتوں کے حقوق ہیں ان کا بیان حسب ذیل احادیث میں ہے:

حافظ منذری بیان کرتے ہیں:

امام ترمذی' امام ابن ماجہ اور امام حاکم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اس حال میں مری کہ اس کا خاوند اس سے راضی تھا وہ جنت میں داخل ہوگئی۔

امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو عورت پانچ وقت کی نمازیں پڑھے اپنی پارسائی کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے وہ جس دروازے سے چاہے گی جنت میں داخل ہو جائے گی۔

امام بزار اور امام حاکم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی' اس نے کہا: میں فلانہ بنت فلاں ہوں' آپ نے فرمایا: میں تمہیں پہچانتا ہوں' بتاؤ کیا کام ہے؟ اس نے کہا: فلاں عبادت گزار میرا عم زاد ہے۔ آپ نے فرمایا: میں اس کو جانتا ہوں' اس نے کہا: وہ مجھے نکاح کا پیغام دے رہا ہے' مجھے بتائیں کہ مرد کا بیوی پر کیا حق ہے؟ اگر میں اس کا حق ادا کرنے کی طاقت رکھوں گی تو اس سے نکاح کر لوں گی۔ آپ نے فرمایا: مرد کا حق یہ ہے کہ اگر بالفرض مرد کے نتھنوں سے خون اور پیپ بہ رہا ہو اور تم اس کو چاٹ لو پھر بھی اس کا حق ادا نہیں ہوا۔

اگر کسی بشر کے لیے سجدہ جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ جب خاوند آئے تو عورت اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ امام حاکم نے کہا: اس حدیث کو سند صحیح ہے۔

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ خاوند کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ رکھے اور نہ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں آنے کی اجازت دے۔

امام حاکم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے خاوند کے گھر میں کسی ایسے شخص کو آنے کی اجازت دے جس کو وہ ناپسند کرتا ہو اور نہ اس کی مرضی کے بغیر گھر سے نکلے اور نہ اس معاملہ میں کسی اور کی اطاعت کرے' اور نہ اس سے الگ بستر پر سوئے اور نہ اس کو ستائے' اگر اس کا خاوند ظلم کرتا ہو تو وہ اس کے پاس جائے حتیٰ کہ اس کو راضی کرے' اگر وہ اس کی معذرت قبول کرلے تو فبہا اور اللہ بھی اس کے عذر کو قبول کرلے گا' اس کی حجت صحیح ہوگی اور اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا اور اگر خاوند پھر بھی اس سے راضی نہیں ہوا تو اللہ کے نزدیک اس کی حجت تمام ہوگئی' امام حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔

امام طبرانی نے سند جید کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے بتائیے کہ خاوند کے بیوی پر کیا حقوق ہیں؟ میں بے نکاح عورت ہوں' اگر میں نے ان حقوق کے ادا کرنے کی طاقت پائی تو نکاح کرلوں گی ورنہ بے نکاح رہوں گی' آپ نے فرمایا: بیوی پر شوہر کے حقوق میں سے یہ ہے کہ اگر وہ اونٹ کے کجاوہ پر بیٹھی ہو اور شوہر اسے مباشرت کے لیے بلائے تو وہ انکار نہ کرے' اور اس کا بیوی پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے' اگر وہ اس کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلی تو اس کے واپس آنے تک آسمان کے فرشتے' رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔ اس عورت نے کہا: یہ حقوق ضروری ہیں اور میں کبھی نکاح نہیں کروں گی۔

امام ترمذی اور امام ابن ماجہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بھی دنیا میں کوئی عورت اپنے خاوند کو ایذاء پہنچاتی ہے کہ جنت میں اس کی بیوی بڑی آنکھوں والی حور اس سے کہتی ہے: اللہ تجھے ہلاک کرے تو اس کو نہ ستا' یہ تیرے پاس عارضی طور پر ہے اور عنقریب ہمارے پاس آنے والا ہے۔

امام ترمذی' امام نسائی اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مرد عورت کو اپنے کسی کام سے بلائے تو عورت فوراً آجائے خواہ تنور پر بیٹھی ہو۔

امام بخاری' امام مسلم' امام ابوداؤد اور امام نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مرد عورت کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے اور شوہر ناراضگی میں رات گزارے تو صبح تک اس پر فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں۔

امام ترمذی' امام ابن ماجہ اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخصوں کی نماز ان کے سروں سے ایک بالشت بھی اوپر نہیں جاتی۔ جو شخص کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اس کو (کسی شرعی عیب کی وجہ سے) ناپسند کرتے ہوں اور جو عورت اس حال میں رات گزارے کہ اس کا خاوند اس پر ناراض ہو' اور دو مسلمان بھائی جو آپس میں لڑے ہوئے ہوں۔

امام طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اپنے خاوند کی مرضی کے بغیر گھر سے نکلے اس کے واپس آنے تک آسمان کے سارے فرشتے اور جن انسانوں اور جنوں کے پاس سے وہ گزرتی ہے سب اس پر لعنت کرتے ہیں۔ (الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۵۹۔ ۵۲ ملتقطاً مطبوعہ دارالحدیث' قاہرہ ۱۴۰۷ھ)

آیا عورت پر مرد کی خدمت واجب ہے یا نہیں

فقہاء مالکیہ کا اس میں اختلاف ہے' بعض علماء مالکیہ نے کہا ہے کہ بیوی پر شوہر کی خدمت کرنا واجب نہیں ہے' کیونکہ عقد نکاح کا تقاضا یہ ہے کہ عورت اس کو مباشرت کا موقع دے نہ کہ خدمت کا' کیونکہ یہ مزدوری کا عقد نہیں ہے اور نہ نکاح کے ذریعے عورت اس کی باندی بن گئی' یہ عقد اجارہ ہے نہ عقد تملیک' یہ صرف عقد مباشرت ہے (نکاح کا معنی مباشرت ہے) لہٰذا عورت سے شوہر مباشرت کے علاوہ اور کسی چیز کا مطالبہ نہیں کرسکتا' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر وہ تمہاری فرمانبرداری کریں تو تم ان کو مارنے کے لیے بہانے نہ ڈھونڈو۔ (النساء: ۳۴)

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ عورت پر خاوند کی خدمت کرنا واجب ہے۔ اگر اس کا تعلق معزز اور خوشحال گھرانے سے ہو تو گھر کی دیکھ بھال اور خانگی امور کی نگرانی اس کے ذمہ ہے اور اگر وہ متوسط گھرانے کی ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ خاوند کا بستر وغیرہ بچھائے اور اگر وہ غریب گھرانے کی ہو تو اس پر گھر کی صفائی کرنا' کپڑے دھونا اور کھانا پکانا لازم ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: عورتوں کے اتنے ہی حقوق ہیں جتنے دستور کے مطابق ان کے فرائض ہیں۔ (البقرہ: ۲۲۸)

اور یہ معقول رائے ہے اور ہر زمانے میں مسلمانوں کے گھرانوں میں اس پر عمل ہوتا رہا ہے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے

اصحاب کی ازواج محترمات چکی سے آٹا پیستی تھیں' کھانا پکاتی تھیں' بستر بچھاتی تھیں اور اپنے خاوندوں کے لیے کھانا لا کر رکھتی تھیں اور دیگر انواع کی خدمت کرتی تھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرت کی ذمہ داریوں کو مرد اور عورت پر تقسیم کر دیا تھا' حضرت سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ذمہ خانگی ذمہ داریاں تھیں اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے ذمہ کسب معاش اور کمانے کی ذمہ داریاں تھیں۔ (تفسیر تبیان القرآن، سورہ بقرہ، لاہور)

آئسہ کی عدت میں فقہی تصریحات کا بیان

جن بڑھیا عورتوں کی اپنی بڑی عمر کی وجہ سے ایام بند ہو گئے ہوں یہاں ان کی عدت بتائی جاتی ہے کہ تین مہینے کی عدت گذاریں، جیسے کہ ایام والی عورتوں کی عدت تین حیض ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ بقرہ کی آیت، اسی طرح وہ لڑکیاں جو اس عمر کو نہیں پہنچیں کہ انہیں حیض آئے ان کی عدت بھی یہی تین مہینے رکھی، اگر تمہیں شک ہو اس کی تفسیر میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ خون دیکھ لیں اور تمہیں شبہ گذرے کہ آیا حیض کا خون ہے یا استحاضہ کی بیماری کا، دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی عدت کے حکم میں تمہیں شک باقی رہ جائے اور تم اسے نہ پہچان سکو تو تین مہینے یاد رکھو لو، یہ دوسرا قول ہی زیادہ ظاہر ہے،

اس کی دلیل یہ روایت بھی ہے کہ حضرت ابی بن کعب نے کہا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سی عورتوں کی عدت ابھی بیان نہیں ہوئی کمسن لڑکیاں بوڑھی بڑی عورتیں اور حمل والی عورتیں اس کے جواب میں یہ آیت اتری، پھر حاملہ کی عدت بیان فرمائی کہ وضع حمل اس کی عدت ہے گو طلاق یا خاوند کی موت کے ذرا سی دیر بعد ہی ہو جائے، جیسے کہ اس آیہ کریمہ کے الفاظ ہیں اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے۔

اور جمہور علماء سلف و خلف کا قول ہے، ہاں حضرت علی اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ سورہ بقرہ کی آیت اور اس آیت کو ملا کر ان کا فتویٰ یہ ہے کہ ان دونوں میں سے جو زیادہ دیر میں ختم ہو وہ عدت یہ گذارے یعنی اگر بچہ تین مہینے سے پہلے پیدا ہو گیا تو تین مہینے کی عدت ہے اور تین مہینے گذر چکے اور بچہ نہیں ہوا تو بچے کے ہونے تک عدت ہے،

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو سلمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباس کے پاس آیا اور اس وقت حضرت ابو ہریرہ بھی وہیں موجود تھے اس نے سوال کیا کہ اس عورت کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے جسے اپنے خاوند کے انتقال کے بعد چالیسویں دن بچہ ہو جائے آپ نے فرمایا دونوں عدتوں میں سے آخری عدت اسے گذارنی پڑے گی یعنی اس صورت میں تین مہینے کی عدت اس پر ہے، ابو سلمہ نے کہا قرآن میں تو ہے کہ حمل والیوں کی عدت بچہ کا ہو جانا ہے، حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا میں بھی اپنے چچا زاد بھائی حضرت ابو سلمہ کے ساتھ ہوں یعنی میرا بھی یہی فتویٰ ہے،

حضرت ابن عباس نے اسی وقت اپنے غلام کریب کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا کہ جاؤ ان سے یہ مسئلہ پوچھ آؤ انہوں نے فرمایا سبیعہ اسلمیہ کے شوہر قتل کیے گئے اور یہ اس وقت امید سے تھیں چالیس راتوں کے بعد بچہ ہو گیا اسی وقت نکاح کا پیغام آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر دیا پیغام دینے والوں میں حضرت ابو السنابل بھی تھے۔ یہ حدیث قدرے طوالت کے ساتھ اور کتابوں میں بھی ہے،

حضرت عبداللہ بن عتبہ نے حضرت عمر بن عبداللہ بن ارقم زہری کو لکھا کہ وہ سبیعہ بنت حارث اسلمیہ کے پاس جائیں اور ان سے ان کا واقعہ دریافت کر کے انہیں لکھ بھیجیں، یہ گئے دریافت کیا اور لکھا کہ ان کے خاوند حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ تھے یہ بدری صحابی تھے حجتہ الوداع میں فوت ہو گئے اس وقت یہ حمل سے تھیں تھوڑے ہی دن کے بعد انہیں بچہ پیدا ہو گیا جب نفاس سے پاک ہوئیں تو اچھے کپڑے پہن کر بناؤ سنگھار کر کے بیٹھ گئیں حضرت ابوالسنابل بن بلک جب ان کے پاس آئے تو انہیں اس حالت میں دیکھ کر کہنے لگے تم جو اس طرح بیٹھی ہو تو کیا نکاح کرنا چاہتی ہو واللہ تم نکاح نہیں کر سکتیں جب تک کہ چار مہینے دس دن نہ گذر جائیں۔ میں یہ سن کر چادر اوڑھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے یہ مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا بچہ پیدا ہوتے ہی تم عدت سے نکل گئیں اب تمہیں اختیار ہے اگر چاہو تو اپنا نکاح کر لو۔ (مسلم)

صحیح بخاری میں اس آیت کے تحت میں اس حدیث کے وارد کرنے کے بعد یہ بھی ہے کہ حضرت محمد بن سیرین ایک مجلس میں تھے جہاں حضرت عبدالرحمن بن ابویعلی بھی تھے جن کی تعظیم تکریم ان کے ساتھی بہت ہی کیا کرتے تھے انہوں نے حاملہ کی عدت آخری دو عدتوں کی میعاد بتائی اس پر میں نے حضرت سبیعہ والی حدیث بیان کی، اس پر میرے بعض ساتھی مجھے ٹہوکے لگانے لگے میں نے کہا پھر تو میں نے بڑی جرات کی اگر عبداللہ پر میں نے بہتان باندھا حالانکہ وہ کوفہ کے کونے میں زندہ موجود ہیں پس وہ ذرا شرما گئے اور کہنے لگے لیکن ان کے چچا تو یہ نہیں کہتے میں حضرت ابوعطیہ مالک بن عامر سے ملا انہوں نے مجھے حضرت سبیعہ والی حدیث پوری سنائی میں نے کہا تم نے اس بابت حضرت عبداللہ سے بھی کچھ سنا ہے؟ فرمایا یہ حضرت عبداللہ کہتے تھے آپ نے فرمایا کیا تم اس پر سختی کرتے ہو اور رخصت نہیں دیتے؟ سورہ نساء قصریٰ یعنی سورۃ طلاق سورہ نساء طولی کے بعد اتری ہے اور اس میں فرمان ہے کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے،

ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو ملاعنہ کرنا چاہے میں اس سے ملاعنہ کرنے کو تیار ہوں یعنی میرے فتوے کے خلاف جس کا فتویٰ ہو میں تیار ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں آئے اور جھوٹے پر اللہ کی لعنت کرے، میرا فتویٰ یہ ہے کہ حمل والی کی عدت بچہ کا پیدا ہو جانا ہے پہلے عام حکم تھا کہ جن عورتوں کی خاوند مر جائیں وہ چار مہینے دس دن عدت گذاریں اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ حمل والیوں کی عدت بچے کا پیدا ہو جانا ہے پس یہ عورتیں ان عورتوں میں سے مخصوص ہو گئیں اب مسئلہ یہی ہے کہ جس عورت کا خاوند مر جائے اور وہ حمل سے ہو تو جب حمل سے فارغ ہو جائے، عدت سے نکل گئی۔

ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعود نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب انہیں معلوم ہوا کہ حضرت علی کا فتویٰ یہ ہے کہ اس کی عدت ان دونوں عدتوں میں سے جو آخری ہو وہ ہے،

مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابی بن کعب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حمل والیوں کی عدت جو وضع حمل ہے یہ تین طلاق والیوں کی عدت ہے یا فوت شدہ خاوند والیوں کی آپ نے فرمایا دونوں کی، یہ حدیث بہت غریب ہے بلکہ منکر ہے اس لئے کہ اس کی اسناد میں مثنی بن صباح ہے اور وہ بالکل متروک الحدیث ہے، لیکن اس کی دوسری سندیں بھی ہیں۔

پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ متقیوں کے لئے ہر مشکل سے آسانی اور ہر تکلیف سے راحت عنایت فرما دیتا ہے، یہ اللہ کے احکام اور

اس کی پاک شریعت ہے جو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے تمہاری طرف اتار رہا ہے اللہ سے ڈرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اور چیزوں کے ڈر سے بچا لیتا ہے اور ان کے تھوڑے عمل پر بڑا اجر دیتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

آئسہ کی عدت میں فقہی مذاہب اربعہ

علامہ علاؤ الدین کاسانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ ان عورتوں کا حکم ہے جن کو حیض آنا قطعی بند ہو چکا ہو اور کبر سنی کی وجہ سے وہ سن ایاس میں داخل ہو چکی ہوں۔ ان کی عدت اس روز سے شمار ہو گی جس روز انہیں طلاق دی گئی ہو۔ اور تین مہینوں سے مراد تین قمری مہینے ہیں۔ اگر قمری مہینے کے آغاز میں طلاق دی گئی ہو تو بالاتفاق رویت ہلال کے لحاظ سے عدت شمار ہو گی، اور اگر مہینے کے بیچ میں کسی وقت طلاق دی گئی ہو تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک 30 دن کا مہینہ قرار دے کر 3 مہینے پورے کرنے ہوں گے۔

(بدائع الصنائع، کتاب عدۃ)

رہیں وہ عورتیں جن کے حیض میں کسی نوع کی بے قاعدگی ہو، ان کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلافات ہیں۔

حضرت سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس عورت کو طلاق دی گئی ہو، پھر ایک دو مرتبہ حیض آنے کے بعد اس کا حیض بند ہو گیا ہو، وہ 9 مہینے انتظار کرے۔ اگر حمل ظاہر ہو جائے تو ٹھیک ہے، ورنہ 9 مہینے گزرنے کے بعد وہ مزید تین مہینے عدت گزارے، پھر وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کے لیے حلال ہو گی۔

ابن عباس، قتادہ اور عکرمہ کہتے ہیں کہ جس عورت کو سال بھر حیض نہ آیا ہو اس کی عدت تین مہینے ہے۔ طاؤس کہتے ہیں کہ جس عورت کو سال میں ایک مرتبہ حیض آئے اس کی عدت تین حیض ہے۔ یہی رائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، اور حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ثابت سے مروی ہے۔

امام مالک کی روایت ہے کہ ایک صاحب حبان نامی تھے جنہوں نے اپنی بیوی کو ایسے زمانے میں طلاق دی جبکہ وہ بچے کو دودھ پلا رہی تھیں اور اس پر ایک سال گزر گیا مگر انہیں حیض نہ آیا۔ پھر وہ صاحب انتقال کر گئے۔ مطلقہ بیوی نے وراثت کا دعویٰ کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ثابت سے مشورہ طلب کیا۔ دونوں بزرگوں کے مشورے سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فیصلہ فرمایا کہ عورت وارث ہے۔ دلیل یہ تھی کہ نہ وہ ان عورتوں میں سے ہے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں اور نہ ان لڑکیوں میں سے ہے جن کو ابھی حیض نہیں آیا، لہٰذا وہ شوہر کے مرنے تک اپنے اس حیض پر تھی جو اسے پہلے آیا تھا اور اس کی عدت باقی تھی۔

حنفیہ کہتے ہیں کہ جس عورت کا حیض بند ہو گیا ہو، مگر اس کا بند ہونا سن ایام کی وجہ سے نہ ہو کہ آئندہ اس کے جاری ہونے کی امید نہ رہے، اس کی عدت یا تو حیض ہی سے ہو گی اگر وہ آئندہ جاری ہو، یا پھر اس عمر کے لحاظ سے ہو گی جس میں عورتوں کو حیض آنا بند ہو جاتا ہے اور اس عمر کو پہنچنے کے بعد وہ تین مہینے عدت گزار کر نکاح سے آزاد ہو گی۔ یہی قول امام شافعی رضی اللہ عنہ، امام ثوری اور امام لیث کا ہے۔ اور یہی مذہب حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ثابت کا ہے۔

امام مالک نے حضرت عمر اور حضرت عبد اللہ بن عباس کے قول کو اختیار کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ عورت پہلے 9 مہینے گزارے

گی۔ اگر اس دوران میں حیض جاری نہ ہو تو پھر وہ تین مہینے اس عورت کی سی عدت گزارے گی جو حیض سے مایوس ہو چکی ہو۔ ابن القاسم نے امام مالک کے مسلک کی توضیح یہ کی ہے کہ 9 مہینے اس روز سے شمار ہوں گے جب آخری مرتبہ اس کا حیض ختم ہوا تھا نہ کہ اس روز سے جب اسے طلاق دی گئی۔ (یہ تمام تفصیلات احکام القرآن للجصاص اور بدائع الصنائع للکاسانی سے ماخوذ ہیں)

امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی عورت جس کی عدت حیض کے اعتبار سے شروع ہوئی تھی، عدت کے دوران میں آئسہ ہو جائے تو اسے حیض والی عورتوں کے بجائے آئسہ عورتوں والی عدت گزارنی ہوگی۔ اور اگر اس کو حیض آنا بند ہو جائے اور معلوم نہ ہو سکے کہ وہ کیوں بند ہو گیا ہے تو پہلے وہ حمل کے شبہ میں 9 مہینے گزارے گی اور پھر اسے تین مہینے عدت کے پورے کرنے ہوں گے۔ اور اگر یہ معلوم ہو کہ حیض کیوں بند ہوا ہے، مثلاً کوئی بیماری ہو یا دودھ پلا رہی ہو یا ایسا ہی کوئی اور سبب ہو تو وہ اس وقت تک عدت میں رہے گی جب تک یا تو حیض آنا شروع نہ ہو جائے اور عدت حیضوں کے لحاظ سے شمار ہو سکے، یا پھر وہ آئسہ ہو جائے اور آئسہ عورتوں کی سی عدت گزار سکے۔ (الانصاف، مسائل عدت)

حاملہ کی عدت ونکاح ثانی میں مذاہب فقہاء

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں۔ وضع حمل اس کی عدت ہے گو طلاق یا خاوند کی موت کے ذراسی دیر بعد ہی ہو جائے، جیسے کہ اس آیہ کریمہ کے الفاظ ہیں اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے اور جمہور علماء سلف وخلف کا قول ہے، ہاں حضرت علی اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ سورہ بقرہ کی آیت اور اس آیت کو ملا کر ان کا فتویٰ یہ ہے کہ ان دونوں میں سے جو زیادہ دیر میں ختم ہو وہ عدت یہ گذارے یعنی اگر بچہ تین مہینے سے پہلے پیدا ہو گیا تو تین مہینے کی عدت ہے اور تین مہینے گذر چکے اور بچہ نہیں ہوا تو بچے کے ہونے تک عدت ہے، صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوسلمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباس کے پاس آیا اور اس وقت حضرت ابوہریرہ بھی وہیں موجود تھے اس نے سوال کیا کہ اس عورت کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے جسے اپنے خاوند کے انتقال کے بعد چالیسویں دن بچہ ہو جائے آپ نے فرمایا دونوں عدتوں میں سے آخری عدت اسے گذارنی پڑے گی یعنی اس صورت میں تین مہینے کی عدت اس پر ہے، ابوسلمہ نے کہا قرآن میں تو ہے کہ حمل والیوں کی عدت بچہ کا دجانا ہے۔

حضرت ابوہریرہ نے فرمایا میں بھی اپنے چچا زاد بھائی حضرت ابوسلمہ کے ساتھ ہوں یعنی میرا بھی یہی فتویٰ ہے، حضرت ابن عباس نے اسی وقت اپنے غلام کریب کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا کہ جاؤ ان سے یہ مسئلہ پوچھ آؤ انہوں نے فرمایا سبیعہ اسلمیہ کے شوہر قتل کئے گئے اور یہ اس وقت امید سے تھیں چالیس راتوں کے بعد بچہ ہو گیا اسی وقت نکاح کا پیغام آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر دیا پیغام دینے والوں میں حضرت ابوالسنابل بھی تھے۔ یہ حدیث قدرے طوالت کے ساتھ اور کتابوں میں بھی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عتبہ نے حضرت عمر بن عبداللہ بن ارقم زہری کو لکھا کہ وہ سبیعہ بنت حارث اسلمیہ کے پاس جائیں اور ان سے ان کا واقعہ دریافت کر کے انہیں لکھ بھیجیں، یہ گئے دریافت کیا اور لکھا کہ ان کے خاوند حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ تھے یہ بدری صحابی تھے حجۃ الوداع میں فوت ہو گئے اس وقت یہ حمل سے تھیں تھوڑے ہی دن کے بعد انہیں بچہ پیدا ہو گیا جب نفاس سے

پاک ہوئیں تو اچھے کپڑے پہن کر بناؤ سنگھار کر کے بیٹھ گئیں حضرت ابوالسنابل بن بلک جب ان کے پاس آئے تو انہیں اس حالت میں دیکھ کر کہنے لگے تم جو اس طرح بیٹھی ہو تو کیا نکاح کرنا چاہتی ہو واللہ تم نکاح نہیں کر سکتیں جب تک کہ چار مہینے دس دن نہ گذر جائیں۔ میں یہ سن کر چادر اوڑھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے یہ مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا بچہ پیدا ہوتے ہی تم عدت سے نکل گئیں اب تمہیں اختیار ہے اگر چاہو تو اپنا نکاح کر لو۔ (مسلم)

صحیح بخاری میں اس آیت کے تحت میں اس حدیث کے وارد کرنے کے بعد یہ بھی ہے کہ حضرت محمد بن سیرین ایک مجلس میں تھے جہاں حضرت عبدالرحمن بن ابویعلی بھی تھے جن کی تعظیم تکریم ان کے ساتھی بہت ہی کیا کرتے تھے انہوں نے حاملہ کی عدت آخری دو عدتوں کی میعاد بتائی اس پر میں نے حضرت سبیعہ والی حدیث بیان کی، اس پر میرے بعض ساتھی مجھے ٹھوکے لگانے لگے میں نے کہا پھر تو میں نے بڑی جرات کی اگر عبداللہ پر میں نے بہتان باندھا حالانکہ وہ کوفہ کے کونے میں زندہ موجود ہیں پس وہ ذرا شرما گئے اور کہنے لگے لیکن ان کے چچا تو یہ نہیں کہتے ہیں۔

حضرت ابوعطیہ مالک بن عامر سے ملا انہوں نے مجھے حضرت سبیعہ والی حدیث پوری سنائی میں نے کہا تم نے اس بابت حضرت عبداللہ سے بھی کچھ سنا ہے؟ فرمایا یہ حضرت عبداللہ کہتے تھے آپ نے فرمایا کیا تم اس پر سختی کرتے ہو اور رخصت نہیں دیتے؟ سورہ نساء قصریٰ یعنی سورۃ طلاق سورہ نساء طولی کے بعد اتری ہے اور اس میں فرمان ہے کہ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے۔

ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو ملاعنہ کرنا چاہے میں اس سے ملاعنہ کرنے کو تیار ہوں یعنی میرے فتوے کے خلاف جس کا فتویٰ ہو میں تیار ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں آئے اور جھوٹے پر اللہ کی لعنت کرے، میرا فتویٰ یہ ہے کہ حمل والی کی عدت بچہ کا پیدا ہو جانا ہے پہلے عام حکم تھا کہ جن عورتوں کی خاوند مر جائیں وہ چار مہینے دس دن عدت گذاریں اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ حمل والیوں کی عدت بچے کا پیدا ہو جانا ہے، پس یہ عورتیں ان عورتوں میں سے مخصوص ہو گئیں اب مسئلہ یہی ہے کہ جس عورت کا خاوند مر جائے اور وہ حمل سے ہو تو جب حمل سے فارغ ہو جائے، عدت سے نکل گئی۔ ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعود نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب انہیں معلوم ہوا کہ حضرت علی کا فتویٰ یہ ہے کہ اس کی عدت ان دونوں عدتوں میں سے جو آخری ہو وہ ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابی بن کعب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حمل والیوں کی عدت جو وضع حمل ہے یہ تین طلاق والیوں کی عدت ہے یا فوت شدہ خاوند والیوں کی آپ نے فرمایا دونوں کی، یہ حدیث بہت غریب ہے بلکہ منکر ہے اس لئے کہ اس کی اسناد میں مثنی بن صباح ہے اور وہ بالکل متروک الحدیث ہے، لیکن اس کی دوسری سندیں بھی ہیں۔ پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ متقیوں کے لئے ہر مشکل سے آسانی اور ہر تکلیف سے راحت عنایت فرما دیتا ہے، یہ اللہ کے احکام اور اس کی پاک شریعت ہے جو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے تمہاری طرف اتار رہا ہے اللہ سے ڈرتے والوں کو اللہ تعالیٰ اور چیزوں کے ڈر سے بچا لیتا ہے اور ان کے تھوڑے عمل پر بڑا اجر دیتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر طلاق، ۴)

باندی کی عدت میں مذاہب فقہاء کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ اسی طرح لونڈی کی عدت بھی اتنی نہیں، اس کی عدت اس سے آدھی ہے یعنی دو مہینے اور پانچ راتیں، جمہور کا مذہب یہی ہے جس طرح لونڈی کی حد بہ نسبت آزاد عورت کے آدھی ہے اسی طرح عدت بھی۔ محمد بن سیرین اور بعض علماء ظاہر یہ لونڈی کی اور آزاد عورت کی عدت میں برابری کے قائل ہیں۔ ان کی دلیل ایک تو اس آیت کا عموم ہے، دوسرے یہ کہ عدت ایک جلی امر ہے جس میں تمام عورتیں یکساں ہیں۔ حضرت سعید ابن مسیب ابوالعالیہ وغیرہ فرماتے ہیں اس عدت میں حکمت یہ ہے کہ اگر عورت کو حمل ہوگا تو اس مدت میں بالکل ظاہر ہو جائے گا۔

حضرت ابن مسعود کی بخاری و مسلم والی مرفوع حدیث میں ہے کہ انسان کی پیدائش کا یہ حال ہے کہ چالیس دن تک تو رحم مادر میں نطفہ کی شکل میں ہوتا ہے، پھر خون بستہ کی شکل چالیس دن تک رہتی ہے پھر چالیس دن تک گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتا ہے اور وہ اس میں روح پھونکتا ہے۔ تو یہ ایک سو بیس دن ہوئے جس کے چار مہینے ہوئے، دس دن احتیاطاً اور رکھ دے کیونکہ بعض مہینے انتیس دن کے بھی ہوتے ہیں اور جب روح پھونک دی گئی تو اب بچہ کی حرکت محسوس ہونے لگتی ہے اور حمل بالکل ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس لئے اتنی عدت مقرر کی گئی۔

سعید بن مسیب فرماتے ہیں دس دن اس لئے ہیں کہ روح انہی دس دنوں میں پھونکی جاتی ہے۔ ربیع بن انس بھی یہی فرماتے ہیں۔ حضرت امام احمد سے ایک روایت میں یہ بھی مروی ہے تا کہ جس لونڈی سے بچہ ہو جائے اس کی عدت بھی آزاد عورت کے برابر ہے اس لئے کہ وہ فراش بن گئی اور اس لئے بھی کہ مسند احمد میں حدیث ہے۔ حضرت عمرو بن عاص نے فرمایا لوگو سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم پر خلط ملط نہ کرو۔ اولاد والی لونڈی کی عدت جبکہ اس کا سردار فوت ہو جائے چار مہینے اور دس دن ہیں۔ یہ حدیث ایک اور طریق سے بھی ابوداؤد میں مروی ہے۔ امام احمد اس حدیث کو منکر بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے ایک راوی قبیصہ نے اپنے استاد عمر سے یہ روایت نہیں سنی۔

حضرت سعید بن مسیب مجاہد، سعید بن جبیر، حسن بن سیرین، ابن عیاض زہری اور عمرو بن عبدالعزیز کا یہی قول ہے۔ یزید بن عبدالملک بن مروان جو امیر المومنین تھے، یہی حکم دیتے تھے۔ اوزاعی، اسحاق بن راہویہ اور احمد بن حنبل بھی ایک روایت میں یہی فرماتے ہیں لیکن طاؤس اور قتادہ اس کی عدت بھی آدھی بتلاتے ہیں یعنی دو ماہ پانچ راتیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ اور ان کے ساتھ حسن بن صالح بن حی فرماتے ہیں دو حیض عدت گزارے، حضرت علی ابن مسعود، عطاء اور ابراہیم نخعی کا قول بھی یہی ہے۔ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کی مشہور روایت یہ ہے کہ اس کی عدت ایک حیض ہی ہے۔ ابن عمر، شعبی، مکحول، لیث، ابوعبید، ابوثور اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔ حضرت لیث فرماتے ہیں کہ اگر حیض کی حالت میں اس کا سید فوت ہوا ہے تو اسی حیض کا ختم ہو جانا اس کی عدت کا ختم ہو جانا ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں اگر حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے عدت گزارے۔ امام شافعی اور جمہور فرماتے ہیں ایک مہینہ اور تین دن مجھے زیادہ پسند ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، بقرہ، ۲۳۴)

وضع حمل سے اختتام عدت کا بیان

جس حمل کے وضع ہونے سے عدت ختم ہو جاتی ہے وہ ہوگا جس میں انسان کا سر یا پاؤں بن چکا ہو، تو بالاجماع اس سے عدت ختم ہو جائے گی، اسے ابن منذر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کیونکہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہ حمل تھا اس لیے یہ عمومی نصوص میں داخل ہوگا۔

لیکن اگر ایسا حمل وضع ہو جس میں ابھی کچھ بھی واضح نہ ہوا ہو اور وہ صرف خون اور گوشت کا لوتھڑا ہی ہو اور خلقت واضح نہ ہوئی ہو تو ثقہ دائیوں نے گواہی دی ہو کہ اس میں خفیہ صورت واضح ہو چکی تھی تو اس سے بھی عدت ختم ہو جائے گی؛ کیونکہ یہ حمل ہے اور عمومی نصوص میں داخل ہے۔ (کشاف القناع (413/5))

بَابٌ فِي الْمُرَاجَعَةِ

باب: (عورت کو طلاق دینے کے بعد) رجوع کرنے کا بیان

2283 - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الزُّبَيْرِ الْعَسْكَرِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ صَالِحِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ عُمَرَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَّقَ حَفْصَةَ، ثُمَّ رَاجَعَهَا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ کو طلاق دے دی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے رجوع کر لیا"

رجعت کی لغوی و اصطلاحی تعریف وحکم کا بیان

رجعت کے لغوی معنی: لوٹنا اصطلاحی معنی: پہلے سے قائم نکاح (جو طلاق کی دلیل سے ختم ہو رہا ہے) پھر سے برقرار رکھنا ہے۔ طلاق کی تین قسموں میں سے رجعت صرف طلاق رجعی ہی میں ہوا کرتی ہے اور طلاق رجعی میں بھی عدت ختم ہونے سے پہلے ہی رجعت کرنے کا حق ہوتا ہے، اس کے بعد رجعت نہیں کر سکتا، رجعت کے لیے عورت کا رضامند ہونا یا اس کے علم میں لا کر رجعت کرنا ضروری نہیں۔

عن قيس بن زيد: أن النبي صلى الله عليه وسلم طلق حفصة بنت عمر فدخل عليها خالاها قدامة وعثمان ابنا مظعون فبكت وقالت: والله ما طلقني عن شبع وجاء النبي صلى الله عليه وسلم فقال: قال لي جبريل عليه السلام راجع حفصة فإنها صوامة قوامة وإنها زوجتك في الجنة۔

(مستدرک حاکم، ذکر ام المؤمنین حفصة بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر، ۶۷۵۳)

وَكَذَا لَا مَهْرَ فِي الرَّجْعَةِ وَلَا يُشْتَرَطُ فِيهَا رِضَا الْمَرْأَةِ، لِأَنَّهَا مِنْ شَرَائِطِ ابْتِدَاءِ الْعَقْدِ لَا مِنْ شَرْطِ الْبَقَاءِ، وَكَذَا إعْلَامُهَا بِالرَّجْعَةِ لَيْسَ بِشَرْطٍ حَتَّى لَوْ لَمْ يُعْلِمْهَا بِالرَّجْعَةِ جَازَتْ، لِأَنَّ الرَّجْعَةَ حَقُّهُ عَلَى

2283- اسناده صحيح. صالح بن صالح: هو ابن حي. واخرجه ابن ماجه (2016)، والنسائي في "الكبرى" (5723) من طرق عن يحيى بن زكريا، بهذا الاسناد. وهو في "صحيح ابن حبان" (4275) و (4276).

الْخُلُوصِ لِكَوْنِهِ تَصَرُّفًا فِي مِلْكِهِ بِالِاسْتِيفَاءِ، وَالِاسْتِدَامَةِ. فَلَا يُشْتَرَطُ فِيهِ إِعْلَامُ الْغَيْرِ كَالْإِجَازَةِ فِي الْخِيَارِ لَكِنَّهُ مَنْدُوبٌ إِلَيْهِ، وَمُسْتَحَبٌّ (بدائع الصنائع بيان ماهية الرجعة ج،ص ۳۳۳)

رجعت کے دو طریقے ہیں۔(۱) قولی، (۲) فعلی

(۱) رجعت کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ زبان سے صاف صاف الفاظ میں کہدے کہ میں نے تم کو اپنے نکاح میں لوٹا لیا اور اس پر دو گواہ بنائے (یہ رجعت کا بہتر طریقہ ہے) یا رجعت کے لیے ایسے الفاظ کا استعمال کرے جو دو معنی رکھتے ہوں (۱) حقیقی معنی (۲) مجازی معنی جس سے رجعت مراد لی جائے جیسے تو میرے نزدیک ویسے ہی ہے جیسے پہلے تھی، البتہ ان الفاظ میں رجعت کی نیت کرنے سے رجعت ہوگی ورنہ نہیں (ان دونوں صورتوں کو رجعتِ قولی کہتے ہیں)۔

وَأَمَّا رُكْنُ الرَّجْعَةِ فَهُوَ قَوْلٌ أَوْ فِعْلٌ يَدُلُّ عَلَى الرَّجْعَةِ: أَمَّا الْقَوْلُ فَنَحْوُ أَنْ يَقُولَ لَهَا: رَاجَعْتُكِ أَوْ رَدَدْتُكِ أَوْ رَجَعْتُكِ أَوْ أَعَدْتُكِ أَوْ رَاجَعْتُ امْرَأَتِي أَوْ رَاجَعْتُهَا أَوْ رَدَدْتُهَا أَوْ أَعَدْتُهَا وَنَحْوُ ذَلِكَ لِأَنَّ الرَّجْعَةَ رَدٌّ وَإِعَادَةٌ إِلَى الْحَالَةِ الْأُولَى وَلَوْ قَالَ لَهَا نَكَحْتُكِ أَوْ تَزَوَّجْتُكِ كَانَ رَجْعَةً فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ (بدائع الصنائع رکن الرجعة

(۲) رجعت کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ عورت کے ساتھ ایسے افعال کئے جائیں جو صرف بیوی کیساتھ کیے جاتے ہیں؛ اس کو شہوت سے چھولے یا بوسہ لیلے یا صحبت کرلے وغیرہ، اس کیلیے گواہ وغیرہ کی ضرورت نہیں۔حوالہ

وَأَمَّا رُكْنُ الرَّجْعَةِ فَهُوَ قَوْلٌ أَوْ فِعْلٌ يَدُلُّ عَلَى الرَّجْعَةِ :...وَأَمَّا الْفِعْلُ الدَّالُّ عَلَى الرَّجْعَةِ فَهُوَ أَنْ يُجَامِعَهَا أَوْ يَمَسَّ شَيْئًا مِنْ أَعْضَائِهَا لِشَهْوَةٍ أَوْ يَنْظُرَ إِلَى فَرْجِهَا عَنْ شَهْوَةٍ أَوْ يُوجَدَ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ هَهُنَا عَلَى مَا بَيَّنَّا وَوَجْهُ دَلَالَةِ هَذِهِ الْأَفْعَالِ عَلَى الرَّجْعَةِ مَا ذَكَرْنَا فِيمَا تَقَدَّمَ وَهَذَا عِنْدَنَا

(بدائع الصنائع رکن الرجعة، ج ۷، ص ۳۵۳)

رجوع وعدم رجوع کی صورت میں اقسام طلاق

اسی طرح حضرات فقہاء نے قرآن وسنت کی نصوص کو سامنے رکھتے ہوئے وقوع کے اعتبار سے طلاق کی تین قسمیں کی ہیں۔ یعنی عدت گزر جانے کے بعد عورت اور مرد کی حیثیت کیا رہے گی۔ گویا کہ طلاق کی یہ تین قسمیں وقوع طلاق کے بعد اس کے اثرات اور ان کے نتائج کو ظاہر کرتی ہیں۔

(۱) طلاق رجعی

وہ طلاق کہلاتی ہے جس کے بعد عورت کی عدت کے اندر مرد کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ عورت سے رجوع کرلے۔۔لیکن مرد کو یہ اختیار صرف ایک یا دو طلاقوں تک رہتا ہے۔

طلاق رجعی کا حکم

طلاق رجعی کا حکم یہ ہے کہ طلاق دیتے ہی وہ نکاح سے نہیں نکلے گی بلکہ عدت گزرنے تک وہ نکاح میں رہے گی اس لیے عدت کے اندر شوہر اس کو دیکھ سکتا ہے، چھو سکتا ہے اور صحبت وغیرہ کرسکتا ہے مگر ایسا کرنے سے رجعت ہوجائے گی اور وہ رجعت نہ کرنا

چاہے تو ان ساری چیزوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے اور عورت کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ عدت میں اچھا زیب وزینت اور خوب بناو سنگھار کرتی رہے کہ ہوسکتا ہے مرد کا دل اس کی طرف مائل ہوجائے اور رجعت کرلے، عدت گزر گئی اور مرد نے رجعت نہیں کی تو وہ نکاح سے نکل جائے گی اور اب وہ اس کے لیے اجنبیہ کا حکم رکھے گی اور عدت کے بعد بغیر نکاح کے مرد اس کو اپنی بیوی نہیں بنا سکتا۔

وَأَمَّا بَيَانُ حُكْمِ الطَّلَاقِ فَحُكْمُ الطَّلَاقِ يَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الطَّلَاقِ مِنَ الرَّجْعِيِّ، وَالْبَائِنِ. وَيَتَعَلَّقُ بِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَحْكَامٌ بَعْضُهَا أَصْلِيٌّ. وَبَعْضُهَا مِنَ التَّوَابِعِ. أَمَّا الطَّلَاقُ الرَّجْعِيُّ فَالْحُكْمُ الْأَصْلِيُّ لَهُ هُوَ نُقْصَانُ الْعَدَدِ. فَأَمَّا زَوَالُ الْمِلْكِ، وَحِلُّ الْوَطْءِ فَلَيْسَ بِحُكْمٍ أَصْلِيٍّ لَهُ لَازِمٍ حَتَّى لَا يَثْبُتَ لِلْحَالِ. وَإِنَّمَا يَثْبُتُ فِي الثَّانِي بَعْدَ انْقِضَاءِ الْعِدَّةِ. فَإِنْ طَلَّقَهَا وَلَمْ يُرَاجِعْهَا بَلْ تَرَكَهَا حَتَّى انْقَضَتْ عِدَّتُهَا بَانَتْ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَا يَزُولُ أَصْلًا. وَإِنَّمَا يَحْرُمُ وَطْؤُهَا مَعَ قِيَامِ الْمِلْكِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ كَالْوَطْءِ فِي حَالَةِ الْحَيْضِ، وَالنِّفَاسِ وَالدَّلِيلُ عَلَى قِيَامِ الْمِلْكِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ أَنَّهُ يَصِحُّ طَلَاقُهُ. وَظِهَارُهُ. وَإِيلَاؤُهُ. وَيَجْرِي اللِّعَانُ بَيْنَهُمَا. وَيَتَوَارَثَانِ. وَهَذِهِ أَحْكَامُ الْمِلْكِ الْمُطْلَقِ. وَكَذَا يَمْلِكُ مُرَاجَعَتَهَا بِغَيْرِ رِضَاهَا وَلَوْ كَانَ مِلْكُ النِّكَاحِ زَائِلًا مِنْ وَجْهٍ لَكَانَتِ الرَّجْعَةُ إِنْشَاءَ النِّكَاحِ عَلَى الْحُرَّةِ مِنْ غَيْرِ رِضَاهَا مِنْ وَجْهٍ. وَهَذَا لَا يَجُوزُ فَجَازَ أَنْ يَظْهَرَ أَثَرُ هَذَا الطَّلَاقِ بَعْدَ انْقِضَاءِ الْعِدَّةِ. وَهُوَ زَوَالُ الْمِلْكِ. وَحُرْمَةُ الْوَطْءِ. عَلَى أَنَّ لَهُ أَثَرًا آجِلًا. وَيُسْتَحَبُّ لَهَا أَنْ تَتَشَوَّفَ. وَتَتَزَيَّنَ. لِأَنَّ الزَّوْجِيَّةَ قَائِمَةٌ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ. وَيُسْتَحَبُّ لَهَا ذَلِكَ لَعَلَّ زَوْجَهَا يُرَاجِعُهَا. وَعَلَى هَذَا يُبْنَى حَقُّ الرَّجْعَةِ أَنَّهُ ثَابِتٌ لِلزَّوْجِ بِالْإِجْمَاعِ سَوَاءٌ كَانَ الطَّلَاقُ وَاحِدًا أَوْ اثْنَيْنِ. أَمَّا عِنْدَنَا فَلِقِيَامِ الْمِلْكِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ (بدائع الصنائع فصل فی بیان حکم الطلاق)

(۲) طلاق بائن یا بائنہ صغریٰ

اگر عورت کو ایک یا دو طلاق رجعی دے کر عدت کے اندر اس سے رجوع نہیں کیا تو عدت گزر جانے کے بعد وہ عورت بائن یعنی جدا ہو جاتی ہے۔ دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے اجنبی کی حیثیت اختیار کر گئے۔۔۔ لیکن اگر عدت گزرنے کے بعد۔۔ یا ایک عرصہ گزرنے کے بعد وہ دونوں باہمی رضامندی نکاح کرنا چاہیں تو ان کا دوبارہ سے نکاح نئے ایجاب وقبول اور نئے حق مہر کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ اسی دلیل سے اس طلاق کو بائنہ صغریٰ یعنی چھوٹی جدائی والی بھی کہا جاتا ہے۔

طلاق بائن کا حکم

طلاق بائن کا حکم یہ ہے کہ طلاق دیتے ہی وہ نکاح سے نکل جائے گی اب شوہر کے لیے وہ اجنبیہ کی حیثیت رکھتی ہے اس لیے اس کو دیکھنا غیر ضروری بات کرنا، چھونا اور جماع وغیرہ سب ممنوع ہوگا البتہ اس میں یہ گنجائش ہوگی کہ اگر وہ اس کو پھر سے اپنی بیوی بنانا چاہتا ہو تو از سر نو نکاح کرنا ہوگا، خواہ عدت میں ہو یا عدت کے بعد۔

وَأَمَّا حُكْمُ الطَّلَاقِ الْبَائِنِ فَالْحُكْمُ الْأَصْلِيُّ لِمَا دُونَ الثَّلَاثِ مِنَ الْوَاحِدَةِ الْبَائِنَةِ. وَالثِّنْتَيْنِ

الْبَائِنَتَيْنِ هُوَ نُقْصَانُ عَدَدِ الطَّلَاقِ، وَزَوَالُ الْمِلْكِ أَيْضًا حَتَّى لَا يَحِلَّ لَهُ وَطْؤُهَا إِلَّا بِنِكَاحٍ جَدِيدٍ وَلَا يَصِحُّ ظِهَارُهُ، وَإِيلَاؤُهُ وَلَا يَجْرِي اللِّعَانُ بَيْنَهُمَا وَلَا يَجْرِي التَّوَارُثُ وَلَا يُحَرَّمُ حُرْمَةً غَلِيظَةً حَتَّى يَجُوزَ لَهُ نِكَاحُهَا مِنْ غَيْرِ أَنْ تَتَزَوَّجَ بِزَوْجٍ آخَرَ، لِأَنَّ مَا دُونَ الثَّلَاثَةِ وَإِنْ كَانَ بَائِنًا فَإِنَّهُ يُوجِبُ زَوَالَ الْمِلْكِ لَا زَوَالَ حِلِّ الْمَحَلِّيَّةِ (بدائع الصنائع فَصْلٌ فِي حُكْمِ الطَّلَاقِ الْبَائِنِ)

(۳) طلاق مغلظہ

وہ ہے جس میں تین طلاقیں تین طہروں میں متواتر دے دی جائیں۔ یا ایک ہی طہر میں تین طلاقیں دی جائیں۔ یا ایک ہی لفظ میں تین طلاقیں دی جائیں۔۔ ایسی عورت طلاق دینے والے مرد پر فوری طور پر اس وقت تک حرام ہو جاتی ہے جب تک کہ وہ اس طلاق دینے والے شوہر کی عدت گزار کر دوسرے کسی شخص سے نکاح کر کے اس کے ساتھ جماع نہ کر لے۔ اور پھر وہ دوسرا شوہر خود ہی کسی دلیل سے اس کو طلاق دے دے یا وہ فوت ہو جائے۔ تو اس کی طلاق کی یا وفات کی عدت پوری کرنے کے بعد اگر دونوں میاں بیوی چاہیں تو نئے ایجاب وقبول اور نئے حق مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔۔ چونکہ اس طلاق میں بیوی کی جدائی سابقہ شوہر سے زیادہ ہو جاتی ہے اور عموماً خواتین واپس پہلے شوہر سے نکاح نہیں کرتی ہیں اس لئے اس طلاق کو بائنہ کبری بھی کہا جاتا ہے۔

طلاق مغلظہ کا حکم

طلاق مغلظہ کا حکم یہ ہے کہ وہ فوراً اس کے نکاح سے ہمیشہ کے لیے نکل جائے گی اور عدت کے اندر بھی وہ اجنبیہ ہی کی طرح ہوگی اور وہ اس کو پھر سے اپنی زدلیل بنانا چاہتا ہو تو نہیں بنا سکتا البتہ اتنی گنجائش ہوگی کہ اس عورت کی عدت گزرنے کے بعد اس کا نکاح کسی اور مرد سے ہو جائے اور ان دونوں میں صحبت بھی ہو جائے پھر شوہر ثانی کسی دلیل سے اسے طلاق دے دے یا اس کا انتقال ہو جائے اور وہ ان کی عدت گزارے تو اب شوہر اول اسے اپنی زدلیل نکاح کے ذریعہ بنا سکتا ہے لیکن اس عورت کی نیت عقد ثانی کے وقت حلالہ کی ہو تو وہ اور شوہر ثانی دونوں گناہ گار رہوں گے۔

وَأَمَّا الطَّلَقَاتُ الثَّلَاثُ فَحُكْمُهَا الْأَصْلِيُّ هُوَ زَوَالُ الْمِلْكِ، وَزَوَالُ حِلِّ الْمَحَلِّيَّةِ أَيْضًا حَتَّى لَا يَجُوزَ لَهُ نِكَاحُهَا قَبْلَ التَّزَوُّجِ بِزَوْجٍ آخَرَ، لِقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ، وَسَوَاءٌ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا مُتَفَرِّقًا أَوْ جُمْلَةً وَاحِدَةً۔ (بدائع الصنائع فَصْلٌ فِي حُكْمِ الطَّلَاقِ الْبَائِنِ) عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ إِسْمَعِيلُ وَأُرَاهُ قَدْ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللَّهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ۔ (ابو داود باب فِي التَّحْلِيلِ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ۔ (ابن ماجه بَابُ الْمُحَلِّلِ وَالْمُحَلَّلِ لَهُ حديث)،

مذکورہ احادیث میں حلالہ کرنے والے مرد اور عورت دونوں پر لعنت فرمائی جس سے معلوم ہوا کہ وہ دونوں گنہگار ہیں۔

حق طلاق مرد کے پاس ہونے کی حکمتوں کا بیان

سوال: یہاں ایک سوال عموماً بعض ناواقف حضرات کی طرف سے اٹھایا جاتا ہے کہ۔ جی طلاق تو مرد نے دی اور سزا عورت کی دی جارہی ہے؟

جواب: اسلام بیان کردہ مذکورہ نظام طلاق اور اسلام کی دیگر معاشرتی تعلیمات کو سامنے رکھ کر اگر اس کا جائزہ لیا جائے ہر انصاف پسند شخص پر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اصل میں یہ سزا عورت کو نہیں مرد کو دی گئی ہے۔۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بیوی جیسی نعمت عطا کی تھی اور اس کی حفاظت اور دیکھ بھال کا فریضہ مرد کو سونپا گیا تھا۔ اور اگر حالات کے ناموافق ہونے کی دلیل سے اس کو طلاق دینی ہی تھی تو وہ راستہ اختیار کرتا جو کہ طلاق کی پہلی دو قسموں یعنی طلاق رجعی اور طلاق بائن میں اس کو دکھایا گیا ہے۔۔ اور اس کی ترغیب بھی دی گئی ہے۔۔۔ لیکن اس نے اللہ کے مقرر کردہ حدود سے تجاوز کیا اور طلاق مغلظہ دے کر اپنی بیوی کو ہمیشہ ہمیشہ اپنے سے جدا کر لیا۔۔ اب دونوں ایک دوسرے کے لئے دو اجنبیوں کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔۔

اور آپ تھوڑا سا تصور کریں اس اسلامی معاشرہ کا جس میں نکاح ثانی کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا، جس میں طلاق شدہ اور بیوہ خواتین سے نکاح کوئی برائی نہیں سمجھا جاتا۔۔ جس میں بیوہ اور طلاق شدہ عورت کو دوسری، تیسری چوتھی، پانچویں، چھٹی، ساتویں۔ الخ شادی کرنے پر طعنے دینا یا اس کو برا سمجھنا معیوب اور گناہ سمجھا جاتا ہے۔ اس اسلامی معاشرہ میں کیا وہ عورت جس کو اس کے سابقہ شوہر نے حدود اللہ سے تجاوز کرتے ہوئے طلاق بدعت، یا طلاق مغلظہ دے کر اس کو خود سے جدا کر دیا۔ وہ واپس اس سابقہ شوہر کے عقد میں جانا پسند کرے گی۔۔ اور اگر چلی بھی جاتی ہے تو یقیناً وہ یہ دیکھ کر جائے گی کہ اب اس کا مرتبہ و مقام شوہر کی نظر میں پہلے سے بہتر ہوگا۔ تب ہی تو اس نے دوبارہ عقد کرنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔

باوجود اس کے کہ وہ جانتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کی بیوی رہ چکی ہے۔۔۔ اور اگر وہ سمجھتی ہو کہ سابقہ شوہر کے پاس دوبارہ جانا اس کے لئے مفید نہیں ہے۔ تو اس پر جبر کرنے والا کوئی نہیں ہے۔۔ اس کو اسی طرح اپنا نکاح سابقہ شوہر سے کرنے یا نہ کرنے کا حق حاصل ہے جس طرح اس کے کنوارا ہونے کے وقت اس کو حاصل تھا۔۔ مگر آج کے دور میں جو ہم عورت کو مجبور پاتے ہیں اس میں قصور اسلام کے نظام طلاق کا نہیں ہمارے اس غیر اسلامی معاشرے کا ہے۔۔ اسلام، اس کے قوانین اور احکامات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مکمل اور بھرپور پیکج ہیں۔ اس کے تمام لازمات کو ہمارا معاشرہ پورا کرے گا تو پھر اس کے ثمرات ہمیں میسر آئیں گے۔۔ ایسا نہیں کہ اس پیکج میں سے جو ہمیں پسند ہے وہ ہم لے لیں اور جو پسند نہیں اس کو یا تو ترک کر دیں۔۔ یا اس میں پیوند کاری شروع کر دیں۔ اور پھر امید اور توقع یہ رکھیں کہ اللہ کے بیان کردہ تمام ثمرات بھی ہمیں میسر آئیں۔۔ یاد رکھیں اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ ثمرات تب ہی میسر ہوں گے جب ہم اس پہلو کو عملی طور پر دل وجان سے اپنائیں گے۔

تین طلاقوں کے بعد عورت کا دوسرے شوہر سے شادی کرنے کے لازمی ہونے کو جس طرح نشانہ بنایا جاتا ہے اس کی دلیل اسلام کے نظام طلاق سے عدم واقفیت، ہمارے اس غیر اسلام معاشرے کے رسوم ورواج اور ہماری جہالت کی خرابی ہے۔ اس میں

اسلامی نظام طلاق کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔

طریقہ رجوع میں مذاہب اربعہ

رجوع کس طرح ہوتا ہے اور کس طرح نہیں ہوتا؟ اس مسئلے میں فقہاء کے درمیان یہ امر متفق علیہ ہے کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو رجعی طلاق دی ہو وہ عدت ختم ہونے سے پہلے چاہے رجوع کر سکتا ہے، خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ قرآن مجید (سورہ بقرہ، آیت 228) میں فرمایا گیا ہے وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ ان کے شوہر اس مدت کے اندر انہیں واپس لے لینے کے پوری طرح حق دار ہیں "اس سے خود بخود یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عدت گزرنے سے پہلے تک ان کی زوجیت برقرار رہتی ہے اور وہ انہیں قطعی طور پر چھوڑ دینے سے پہلے واپس لے سکتے ہیں۔ بالفاظ دیگر رجوع کوئی تجدید نکاح نہیں ہے کہ اس کے لئے عورت کی رضا ضروری ہو۔ شافعیہ کے نزدیک رجوع صرف قول ہی سے ہو سکتا ہے، عمل سے نہیں ہو سکتا۔ اگر آدمی زبان سے یہ نہ کہے کہ میں نے رجوع کیا تو مباشرت یا اختلاط کا کوئی فعل خواہ رجوع کی نیت ہی سے کیا گیا ہو، رجوع قرار نہیں دیا جائے گا، بلکہ اس صورت میں عورت سے ہر قسم سے کا استمتاع حرام ہے چاہے وہ بلا شہوت ہی ہو۔ لیکن مطلقہ رجعیہ سے مباشرت کرنے پر حد نہیں ہے، کیونکہ علماء کا اس کے حرام ہونے پر اتفاق نہیں ہے۔ البتہ جو اس کے حرام ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو اسے تعزیز دی جائے گی۔ مزید براں آدمی رجوع بالقول کرے یا نہ کرے۔ (مغنی المحتاج، کتاب طلاق)

مالکیہ کہتے ہیں کہ رجوع قول اور فعل، دونوں سے ہو سکتا ہے۔ اگر رجوع بالقول میں آدمی صریح الفاظ استعمال کرے تو خواہ اس کی نیت رجوع کی ہو یا نہ ہو، رجوع ہو جائے گا، بلکہ اگر وہ مذاق کے طور پر بھی رجوع قرار دیے جائیں گے جبکہ وہ رجوع کی نیت سے کہے گئے ہوں۔ رہا رجوع بالفعل تو کوئی فعل خواہ وہ اختلاط ہو، یا مباشرت، اس وقت تک رجوع قرار نہیں دیا جا سکتا جب تک کہ وہ رجوع کی نیت سے نہ کیا گیا ہو۔ (حاشیہ الدسوقی۔ احکام القرآن لابن العربی)

حنفیہ اور حنابلہ کا مسلک رجوع بالقول کے معاملہ میں وہی جو مالکیہ کا ہے۔ رہا رجوع بالفعل، تو مالکیہ کے برعکس ان دونوں مذاہب کا فتویٰ یہ ہے کہ شوہر اگر عدت کے اندر مطلقہ رجعیہ سے مباشرت کرلے تو وہ آپ سے آپ رجوع ہے، خواہ وہ مباشرت سے کم کسی درجے کا ہو، اور حنابلہ محض اختلاط کو رجوع نہیں مانتے۔ (ہدایہ، فتح القدیر، عمدۃ القاری، الانصاف)

چھونے سے اثبات رجوع میں فقہی مذاہب ثلاثہ

قول کے ساتھ رجوع اس طرح ہوگا کہ: خاوند کہے: میں نے اپنی بیوی سے رجوع کرلیا، یا پھر اسے رکھ لیا، یا اسے اپنی عصمت میں واپس لے لیا، یا بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہے: میں نے تجھ سے رجوع کرلیا، یا تجھے رکھ لیا، یا تجھے واپس کرلیا۔ فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ مندرجہ بالا الفاظ کے ساتھ رجوع ثابت ہو جائے گا۔ اور الفاظ کے قائم مقام کتابت یعنی لکھائی اور اسی طرح بولنے سے عاجز شخص کا اشارہ بھی یہی معنی دیگا۔ رہا فعل کے ساتھ رجوع کرنا تو یہ جماع کے ساتھ ہوگا اور اس میں بھی شرط یہ ہے کہ یہ جماع رجوع کے مقصد سے ہو۔

شیخ عبدالرحمن السعدی رحمہ اللہ کہتے ہیں " : اگر خاوند نے بیوی کو طلاق رجعی دے دی ہو یا تو اس کی عدت ختم ہو چکی ہوگی تو

اس صورت میں اس کے لیے نئے نکاح کے ساتھ ہی حلال ہوگی جس میں پوری شروط نکاح موجود ہوں. یا پھر وہ ابھی عدت میں ہی ہو اگر بیوی سے وطء اور جماع کرنے کا مقصد بیوی سے رجوع ہو تو بیوی سے رجوع ہو جائے گا اور یہ وطء بھی مباح ہوگی. لیکن اگر وہ اس سے رجوع کا ارادہ نہیں رکھتا تو ایک مذہب کے مطابق یہ رجوع ہو جائے گا، لیکن صحیح یہی ہے کہ اس سے رجوع نہیں ہوگا. اس بنا پر یہ وطی حرام ہوگی۔ (الارشاد الی معرفۃ الاحکام)

علامہ ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

اس لیے صرف خاوند کا آپ کو چھونا آپ سے رجوع نہیں کہلائیگا. جمہور علماء کرام جن میں امام مالک علیہ الرحمہ امام شافعی اور امام احمد شامل ہیں کا یہ کہنا ہے کہ: صرف شہوت کے ساتھ چھونے سے رجوع حاصل نہیں ہو جائے گا، لیکن امام مالک علیہ الرحمہ رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ اگر شہوت کے ساتھ چھونے سے اس کا مقصد رجوع کرنا ہو تو رجوع کی نیت سے شہوت کے ساتھ چھونا رجوع کہلائیگا، اس لیے جب آپ کا خاوند یہ کہہ رہا ہے کہ اس نے رجوع کی نیت نہیں کی تو پھر اس سے رجوع حاصل نہیں ہوا۔

(المغنی (404/7))

فعلی رجوع میں مذاہب اربعہ

فعل کے ساتھ بیوی سے رجوع کرنے میں علماء کرام کا اختلاف پایا جاتا ہے مثلا: جماع اور اس کی ابتدائی اشیاء یعنی بیوی سے بوس وکنار کرنا، اس میں علماء کے چار قول ہیں:

پہلا قول: احناف کہتے ہیں کہ جماع کرنے اور شہوت سے بوس وکنار کرنے سے کے ساتھ رجوع ہو جائے گا چاہے درمیان میں حائل بھی ہو لیکن شہوت کی حرارت ہونی چاہیے، انہوں نے اس سب کو رجوع پر محمول کیا ہے، گویا کہ وہ اپنی وطء اور جماع سے اس سے رجوع کرنے پر راضی ہو گیا ہے.

دوسرا قول: مالکیہ کے ہاں جماع اور اس کے مقدمات سے رجوع ہو جائے گا لیکن شرط یہ ہے کہ خاوند اس میں رجوع کی نیت کرے، اس لیے اگر اس نے رجوع کی نیت سے بیوی کا بوسہ لیا یا اسے شہوت سے چھو لیا یا جماع والی جگہ کو شہوت سے دیکھا یا اس سے وطء اور جماع کیا لیکن اس میں رجوع کی نیت نہ تھی تو ان اشیاء سے رجوع صحیح نہیں ہوگا، بلکہ اس نے حرام کا ارتکاب کیا.

تیسرا قول: شافعی حضرات کہتے ہیں کہ رجوع صرف قول کے ساتھ ہی صحیح ہوگا، مطلقا فعل کے ساتھ رجوع صحیح نہیں، چاہے وطء ہو یا اس کے مقدمات اور چاہے فعل میں اس نے رجوع کی نیت بھی کی ہو یا نیت نہ ہو.

چوتھا قول: حنابلہ کہتے ہیں کہ وطء کے ساتھ رجوع صحیح ہے چاہے خاوند نے بیوی سے رجوع کی نیت کی ہو یا نیت نہ کی ہو، لیکن وطء کے مقدمات سے صحیح مذہب میں رجوع ثابت نہیں ہوگا

(تبیین الحقائق (251/2) حاشیۃ ابن عابدین (399/3) الخرشی علی خلیل (81/4) حاشیۃ البجیرمی (41/4) الانصاف (156/9) مطالب اولی النہی (480/5)

جو فعل سبب حرمت مصاہرت وہی سبب رجعت قاعدہ فقہیہ

علامہ محمد امین آفندی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جس فعل سے حرمت مصاہرت ہوتی ہے اُس سے رجعت ہو جائے گی مثلاً وطی

کرنا یا شہوت کے ساتھ منہ یا رخسار یا ٹھوڑی یا پیشانی یا سر کا بوسہ لینا یا بلا حائل بدن کو شہوت کے ساتھ چھونا یا حائل ہو تو بدن کی گرمی محسوس ہو یا فرج داخل کی طرف شہوت کے ساتھ نظر کرنا اور اگر یہ افعال شہوت کے ساتھ نہ ہوں تو رجعت نہ ہوگی اور شہوت کے ساتھ بلا قصد رجعت ہوں جب بھی رجعت ہو جائے گی۔ اور بغیر شہوت بوسہ لینا یا چھونا مکروہ ہے جبکہ رجعت کا ارادہ نہ ہو۔ یونہی اُسے برہنہ دیکھنا بھی مکروہ ہے۔ (ردمحتار، کتاب طلاق، باب رجعت)

رجوع کے لئے گواہی کے استحباب کا بیان

اور یہ مستحب ہے رجوع کرنے کے لئے دو گواہ قائم کر لئے جائیں اگر گواہ موجود نہ ہوں تو عورت سے رجوع کرنا صحیح شمار ہوگا۔ امام شافعی کے ایک قول کے مطابق اور امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک گواہوں کے بغیر رجوع کرنا درست نہیں ہوگا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: "اور تم اپنے میں سے دو عادل گواہوں کو گواہ بنالو"۔ ہماری دلیل یہ ہے: نص مطلق ہے اور گواہ بنانے کی قید کے بغیر ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے: رجوع کرنے کا مطلب نکاح کو باقی رکھنا ہے اور باقی رکھنے میں گواہی شرط نہیں ہوتی۔ بالکل اس طرح جیسے ایلاء میں رجوع کرنے میں یہ شرط نہیں ہے۔ البتہ احتیاط کے پیش نظر ایسا کرنا مستحب ہے تاکہ اس بارے میں باہمی طور پر کوئی اختلاف نہ رہے۔ امام شافعی نے جس آیت کو تلاوت کیا ہے وہ استحباب پر محمول ہوگی۔ کیا آپ نے غور نہیں کیا اسے علیحدگی کے ساتھ ملا دیا ہے اور اس میں ایسا کرنا مستحب ہے لہٰذا یہ بات مستحب ہوگی کہ وہ اس بارے میں عورت کو بتادے تاکہ کسی معصیت کا شکار نہ ہو۔ جب عدت ختم ہو جائے اور شوہر یہ کہے: میں نے عدت کے دوران ہی عورت سے رجوع کر لیا تھا اور عورت بھی اس بات کی تصدیق کردے تو یہ بات رجوع شمار ہوگی۔ اگر عورت مرد کی اس بات کو جھوٹ قرار دے تو اس کی بات کو تسلیم کیا جائے گا کیونکہ شوہر نے ایک ایسی بات کی خبر دی ہے جس کو وہ فوری طور پر موجود کرنے کا مالک نہیں ہے لہٰذا اس بارے میں متہم شمار ہوگا۔ البتہ عورت نے اس کی تصدیق کردی ہو تو یہ تہمت ختم ہو جائے گی۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک عورت کے لیے قسم اٹھانا واجب نہیں ہے اور قسم لینے کا یہ مسئلہ چھ باتوں سے متعلق ہوتا ہے۔ (ہدایہ، کتاب طلاق، لاہور)

رجعت کے مسنون طریقے کا فقہی بیان

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ رجعت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کسی لفظ سے رجعت کرے اور رجعت پر دو عادل شخصوں کو گواہ کرے اور عورت کو بھی اس کی خبر کردے کہ عدت کے بعد کسی اور سے نکاح نہ کرلے اور اگر کرلیا تو تفریق کردی جائے اگرچہ دخول کر چکا ہو کہ یہ نکاح نہ ہوا۔ اور اگر قول سے رجعت کی مگر گواہ نہ کیے یا گواہ بھی کیے مگر عورت کو خبر نہ کی تو مکروہ خلاف سنت ہے مگر رجعت ہو جائے گی۔ اور اگر فعل سے رجعت کی مثلاً اُس سے وطی کی یا شہوت کے ساتھ بوسہ لیا یا اُس کی شرمگاہ کی طرف نظر کی تو رجعت ہوگئی مگر مکروہ ہے۔ اُسے چاہیے کہ پھر گواہوں کے سامنے رجعت کے الفاظ کہے: (جوہرہ نیرہ، کتاب طلاق)

رجعت کی شرعی حیثیت میں فقہی مذاہب اربعہ

اگر رجعت کا ارادہ ہو اور رجعت کردیعنی لوٹا لو تو اس پر دو عادل مسلمان گواہ رکھ لو، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا ہے پھر اس سے جماع کرتا ہے نہ طلاق پر گواہ

رکھتا ہے نہ رجعت پر تو آپ نے فرمایا اس نے خلاف سنت طلاق دی اور خلاف سنت رجوع کیا طلاق پر بھی گواہ رکھنا چاہئے اور رجعت پر بھی، اب دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ حضرت عطار حمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نکاح، رجعت بغیر دو عادل گواہوں کے جائز نہیں جیسے فرمان اللہ ہے ہاں مجبوی ہو تو اور بات ہے، پھر فرماتا ہے گواہ مقرر کرنے اور سچی شہادت دینے کا حکم انہیں ہو رہا ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں اللہ کی شریعت کے پابند اور عذاب آخرت سے ڈرنے والے ہوں۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں رجعت پر گواہ رکھنا واجب ہے گو آپ سے ایک دوسرا قول بھی مروی ہے اسی طرح نکاح پر گواہ رکھنا بھی آپ واجب بتاتے ہیں ایک اور جماعت کا بھی یہی قول ہے، اس مسئلہ کو ماننے والی علماء کرام کی جماعت یہ بھی کہتی ہے کہ رجعت زبانی کہے بغیر ثابت نہیں ہوتی کیونکہ گواہ رکھنا ضروری ہے اور جب تک زبان سے نہ کہے گواہ کیسے مقرر کئے جائیں گے۔ احناف کے نزدیک رجعت کی گواہی مستحب ہے۔

فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ ذَٰلِكُمْ يُوعَظُ بِهِ مَن كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا۔ (الطلاق،۲)

تو جب وہ اپنی میعاد تک پہنچنے کو ہوں تو انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی کے ساتھ جدا کر دو۔ اور اپنے میں دو ثقہ کو گواہ کرلو اور اللہ کے لئے گواہی قائم کرو۔ اس سے نصیحت فرمائی جاتی ہے اسے جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہو۔ اور جو اللہ سے ڈرے۔ اللہ اس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا۔ (کنزالایمان)

صدرالا فاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

یعنی تمہیں اختیار ہے اگر تم ان کے ساتھ حسنِ معاشرت و مرافقت رہنا چاہو تو رجعت کرلو اور دل میں پھر دوبارہ طلاق دینے کا ارادہ نہ رکھو اور اگر تمہیں ان کے ساتھ خوبی سے بسر کرسکنے کی امید نہ ہو تو مہر وغیرہ ان کے حق ادا کر کے ان سے جدائی کرلو اور انہیں ضرر نہ پہنچاؤ اس طرح کہ آخرِ عدّت میں رجعت کرلو، پھر طلاق دے دو اور اس طرح انہیں ان کی عدّت دراز کر کے پریشانی میں ڈالو ایسا نہ کرو اور خواہ رجعت کرو یا فرقت اختیار کرو دونوں صورتوں میں دفعِ تہمت اور رفعِ نزاع کے لئے دو مسلمانوں کو گواہ کرلینا مستحب ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

مقصود اس سے اس کی رضا جوئی ہو اور اقامتِ حق و تعمیلِ حکمِ الٰہی کے سوا اپنی کوئی فاسد غرض اس میں نہ ہو۔ اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ کفار شرائع و احکام کے ساتھ مخاطب نہیں۔ اور طلاق دے تو طلاق سنّی دے اور معتدہ کو ضرر نہ پہنچائے، نہ اسے مسکن سے نکالے اور حسبِ حکمِ الٰہی مسلمانوں کو گواہ کرلے۔

جس سے وہ دنیا و آخرت کے غموں سے خلاص پائے اور ہر تنگی و پریشانی سے محفوظ رہے۔ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ جو شخص اس آیت کو پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے شبہاتِ دنیا غمراتِ موت و شدائدِ روزِ قیامت سے خلاص کی راہ نکالے گا اور اس آیت کی نسبت سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ میرے علم میں ایک ایسی آیت ہے جسے لوگ محفوظ کرلیں تو ان کی ہر ضرورت و حاجت کے لئے کافی ہے۔

شانِ نزول: عوف بن مالک کے فرزند کو مشرکین نے قید کرلیا تو عوف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اورانہوں نے یہ بھی عرض کیا کہ میرا بیٹا مشرکین نے قید کرلیا ہے اور اسی کے ساتھ اپنی محتاجی وناداری کی شکایت کی، سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ڈر رکھو اور صبر کرو اور کثرت سے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھتے رہو عوف نے گھر آ کر اپنی بی بی سے یہ کہا اور دونوں نے پڑھنا شروع کیا وہ پڑھ ہی رہے تھے کہ بیٹے نے دروازہ کھٹکھٹایا دشمن غافل ہوگیا تھا اس نے موقع پایا قید سے نکل بھاگا اور چلتے ہوئے چار ہزار بکریاں بھی دشمن کی ساتھ لے آیا، حضرت عوف نے خدمتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوکر دریافت کیا کہ یہ بکریاں انکے لئے حلال ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی اور یہ آیت نازل ہوئی۔ (خزائن العرفان)

حق رجوع کے ختم ہونے والے وقت کا بیان

جب (عدت گزارنے والی عورت) کے تیسرے حیض کا خون دس دن کے بعد بند ہوجائے' تو رجوع کرنے کا حق ختم ہوجائے گا۔ اگرچہ عورت نے ابھی غسل نہ کیا ہو۔ اگر حیض کا خون دس دن سے پہلے بند ہوجائے' تو جب تک وہ خاتون غسل نہ کرے' یا ایک نماز کا وقت پورا نہ گزر جائے' تو اس وقت تک شوہر کو رجوع کرنے کا حق حاصل ہوگا اس کی دلیل یہ ہے: شرعی طور پر دس دن سے زیادہ حیض نہیں ہوسکتا اس لئے خون کے منقطع ہونے کے ساتھ ہی حیض ختم شمار ہوجائے گا' اور عدت پوری ہوجائے گی' اور رجوع کرنے کا حق ختم ہوجائے گا۔

لیکن اگر دس دن سے پہلے ہی حیض کی آمد رک جائے' تو رجوع کا حق باقی رہے گا' کیونکہ ہوسکتا ہے دوبارہ خون جاری ہو جائے اس کے منقطع ہونے کا یقین ہونا ضروری ہوگا اور یہ یقین اسی وقت ثابت ہوسکتا ہے جب غسل کرلیا جائے یا اس عورت کو پاک عورتوں کے حکم میں شامل کرلیا جائے' جیسے ایک نماز کا وقت گزر جائے۔ اس کے برخلاف جب بیوی اہل کتاب ہو' تو اس کے حق میں مزید کسی علامت کی توقع نہیں ہے' لہٰذا اس بارے میں صرف خون کے منقطع ہونے پر اکتفاء کیا جائے گا۔

امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے نزدیک رجوع کا حق اسی وقت منقطع ہوجائے گا جب عورت تیمم کرکے کوئی بھی (نفل) نماز ادا کرلے اور نماز پڑھنے کی قید استحسان کے طور پر لگائی گئی ہے۔ جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے یہ بات بیان کی ہے: عورت کے تیمم کرنے کے ساتھ ہی یہ حق ختم ہوجائے گا' اور قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے' کیونکہ جب پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہو تو تیمم کرنا مطلق طہارت شمار ہوتا ہے' یہاں تک کہ جو احکام غسل کے ذریعے ثابت ہوتے ہیں وہ تمام احکام تیمم کے ذریعے ثابت ہوجاتے ہیں تو تیمم' غسل کی مانند ہوگا۔

شیخین نے یہ بات بیان کی ہے: تیمم درحقیقت انسان کو پاک نہیں کرتا ہے' بلکہ آلودہ کردیتا ہے اور اس کو صرف ضرورت کے پیش نظر طہارت قرار دیا گیا ہے تاکہ فرائض میں اضافہ نہ ہوتا رہے' اس کی ضرورت نماز کی ادائیگی کے وقت پیش آتی ہے۔ نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے پیش نہیں آتی۔ اس طرح دیگر جن امور کے لئے تیمم کا حکم دیا گیا ہے وہ بھی نماز کے کا اقتضاء ہونے کی دلیل سے ضرورت کے تحت ثابت ہوتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے: شیخین کے نزدیک نماز شروع کرنے کے ساتھ ہی رجوع کرنے کا

حق منقطع ہو جائے گا' اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے' نماز سے فارغ ہونے کے بعد منقطع ہوگا' تا کہ نماز کے جواز کا حکم پختہ ہو سکے۔ (ایسی صورت میں) جب عورت غسل کرلے اور اس دوران جسم کا کوئی ایسا حصہ بھول جائے جس تک پانی نہ پہنچا ہو' تو اگر وہ حصہ پورے ایک عضو کے برابر ہو' یا اس سے زیادہ ہو' تو رجوع کرنے کا حق منقطع نہیں ہوگا' لیکن اگر اس سے کم نہ ہو' تو شوہر کے رجوع کرنے کا حق منقطع ہو جائے گا۔

مصنف فرماتے ہیں: یہ مسئلہ بھی استحسان کے طور پر ہے' ورنہ قیاس کا تقاضا یہ ہے: کامل عضو رہ جانے کی صورت میں شوہر کو رجوع کا حق باقی نہ رہے' کیونکہ وہ عورت اکثر جسم کو دھو چکی ہے۔ اس طرح اگر ایک عضو سے کم حصہ سوکھا رہ گیا تھا' تو بھی قیاس کا تقاضا یہی ہے' رجوع کا حکم باقی رہے' کیونکہ جنابت اور حیض کے حکم کو تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ استحسان کی دلیل یہ ہے: ایک عضو سے کم حصہ خشک رہ جائے گا' تو یہ کہا جائے گا' شاید یہ حصہ اپنے تھوڑے حجم کی دلیل سے پہلے خشک ہو گیا ہو اس لئے پانی نہ پہنچنے کا حکم نہیں دیا جا سکتا ہے' اس لئے ہم نے یہ فیصلہ دیا' اس صورت میں رجوع کرنے کا حق منقطع ہو جائے گا' دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح کرنا بھی جائز نہیں ہوگا تا کہ دونوں باتوں میں احتیاط پر عمل کیا جا سکے' لیکن مکمل عضو کا حکم اس سے مختلف ہے' کیونکہ مکمل عضو اس طرح سے جلد خشک نہیں ہوتا اور نہ ہی غسل کے دوران عام طور پر مکمل عضو کے بارے میں غفلت اختیار کی جاتی ہے' لہٰذا دونوں مسائل الگ حیثیت کے حامل ہوں گے۔

امام ابو یوسف نے یہ بات بیان کی ہے: اگر کلی کرنے کا یا ناک میں پانی ڈالنے کا عمل چھوٹ جائے' تو اس کا مطلب یہ ہے: پورا عضو چھوٹ گیا۔ ان سے دوسری روایت یہ ہے: جس کے امام محمد علیہ الرحمہ بھی قائل ہیں: یہ ایک مکمل عضو سے کم شمار ہوں گے۔ اس کی دلیل یہ ہے: کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی فرضیت میں اختلاف پایا جاتا ہے' جبکہ دیگر اعضاء کا حکم اس سے مختلف ہے۔

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب دس ۱۰ دن رات سے کم میں منقطع ہوا اور نہ نہائی نہ نماز کا وقت ختم ہوا بلکہ تیمم کر لیا تو رجعت منقطع نہ ہوئی ہاں اگر اس تیمم سے پوری نماز پڑھ لی تو اب رجعت نہیں ہو سکتی اگرچہ وہ نماز نفل ہو اور اگر ابھی نماز پوری نہیں ہوئی ہے، بلکہ شروع کی ہے تو رجعت کر سکتا ہے اور اگر تیمم کر کے قرآن مجید پڑھا یا مصحف شریف چھو لیا مسجد میں گئی تو رجعت ختم نہ ہوئی۔ (فتح القدیر، کتاب طلاق)

غسل کیا اور کوئی جگہ ایک عضو سے کم مثلاً بازو یا کلائی کا کچھ حصہ یا دو ایک انگلی بھول گئی جہاں پانی پہنچنے نہ پہنچنے میں شک ہے تو رجعت ختم ہوگئی مگر دوسرے سے نکاح اُس وقت کر سکتی ہے کہ اس جگہ کو دھو لے یا نماز کا وقت گزر جائے اور اگر یقین ہے کہ وہاں پانی نہیں پہنچا ہے یا قصداً اُس جگہ کو چھوڑ دیا تو رجعت ہو سکتی ہے اور اگر پورا عضو جیسے ہاتھ یا پاؤں بھولی تو رجعت ہو سکتی ہے، کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا دونوں ملکر ایک عضو ہیں اور ہر ایک ایک عضو سے کم ہے۔ (ردمحتار، کتاب طلاق)

حق رجوع کے اختتام میں مذاہب اربعہ

رجعی طلاق دینے والے کے لئے رجوع کا موقع کس وقت تک ہے؟ اس میں بھی فقہاء کے درمیان سے مراد تین حیض ہیں یا

تین طہر؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک علیہ الرحمہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قرء سے مراد حیض ہے اور امام احمد بن حنبل کا معتبر مذہب بھی یہی ہے۔ یہ دلیل چاروں خلفاء راشدین، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ابی بن کعب، معاذ بن جبل، ابوالدردا، عبادہ بن صامت اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ امام محمد علیہ الرحمہ نے مؤطا میں شعبی کا قول نقل کیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے 13 صحابیوں سے ملے ہیں، اور ان سب کی دلیل یہی تھی۔ اور یہی بکثرت تابعین نے بھی اختیار کی ہے۔

اس اختلاف کی بنا شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک تیسرے حیض میں داخل ہوتے ہی عورت کی عدت ختم ہو جاتی ہے، اور مرد کا حق رجوع ساقط ہو جاتا ہے۔ اور اگر طلاق حیض کی حالت میں دی گئی ہو، اس حیض کا شمار عدت میں نہ ہوگا، بلکہ چوتھے حیض میں داخل ہونے پر عدت ختم ہوگی۔ (مغنی المحتاج، حاشیہ الدسوقی)

حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر تیسرے حیض میں دس دن گزرنے پر خون بند ہو تو عورت کی عدت ختم نہ ہوگی جب تک عورت غسل نہ کرے، یا ایک نماز کا پورا وقت نہ گزر جائے۔ پانی نہ ہونے کی صورت میں امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب عورت تیمم کر کے نماز پڑھ لے اس وقت مرد کا حق رجوع ختم ہوگا، اور امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک تیمم کرتے ہی حق رجوع ختم ہو جائے گا (ہدایہ) امام احمد کا معتبر مذہب جس پر جمہور حنابلہ کا اتفاق ہے، یہ ہے کہ جب تک عورت تیسرے حیض سے فارغ ہو کر غسل نہ کرلے مرد کا حق رجوع باقی رہے گا۔ (الانصاف)

بَابٌ فِي نَفَقَةِ الْمَبْتُوتَةِ

باب: ''طلاق یافتہ عورت کے خرچ کا حکم

نفقہ کے مفہوم واسباب کا بیان

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ نفقہ سے مراد کھانا کپڑا اور رہنے کا مکان ہے اور نفقہ واجب ہونے کے تین سبب ہیں: زوجیت' نسب' ملک۔ (جوہرہ نیرہ، کتاب طلاق، لاہور)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جس عورت سے نکاح صحیح ہوا اس کا نفقہ شوہر پر واجب ہے۔ عورت مسلمان ہو یا کافرہ آزاد ہو یا مکاتبہ' محتاج ہو یا مالدار دخول ہوا ہو یا نہیں' بالغہ ہو یا نابالغہ مگر نابالغہ میں شرط یہ ہے کہ جماع کی طاقت رکھتی ہو یا مشتہاۃ ہو۔ اور شوہر کی جانب کوئی شرط نہیں بلکہ کتنا ہی صغیر السن ہو اس پر نفقہ واجب ہے۔ اس کے مال سے دیا جائے گا اور اگر اس کی ملک میں مال نہ ہو تو اس کی عورت کا نفقہ اس کے باپ پر واجب نہیں ہاں اگر اس کے باپ نے نفقہ کی ضمانت کی ہو تو باپ پر واجب ہے شوہر عنین ہے یا اس کا عضو تناسل کٹا ہوا ہے یا مریض ہے کہ جماع کی طاقت نہیں رکھتا یا حج کو گیا ہے جب بھی نفقہ واجب ہے۔ (در مختار، کتاب طلاق، بیروت)

نفقہ کا لغوی معنی ومفہوم کا بیان

نفقات نفقہ کی جمع ہے اور نفقہ اس چیز کو کہتے ہیں کہ جو خرچ کی جائے جب کہ شرعی اصطلاح میں طعام لباس اور سکنی مکان ونفقہ کہتے ہیں چونکہ نفقہ کی کئی نوعیتیں اور قسمیں ہوتی ہیں جیسے بیوی کا نفقہ اولاد کا نفقہ والدین کا نفقہ اور عزیز واقارب کا نفقہ وغیرہ اس

لئے نفقہ کی ان انواع کے اعتبار سے عنوان میں نفقات یعنی جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے نیز یہاں نفقہ سے اس کا عام مفہوم مراد ہے خواہ واجب ہو یا غیر واجب ہو۔

لونڈی غلام کے حقوق کا مطلب ہے ان کو کھلانا پہنانا اور ان پر ایسے کاموں کا بوجھ نہ ڈالنا جو ان کی طاقت وہمت سے باہر ہوں۔

بیوی کے نفقہ کے احکام ومسائل کا بیان

مرد پر اپنی بیوی کا نفقہ یعنی کھانے پینے کا خرچ لباس اور مکان دینا واجب ہے چاہے مرد عمر میں اپنی بیوی سے چھوٹا ہی کیوں نہ ہو اور خواہ بیوی مسلمان ہو یا کافرہ ہو خواہ بالغہ ہو یا ایسی نابالغہ ہو جس سے جماع نہ کیا جا سکتا ہو لیکن نفقہ واجب ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس بیوی نے اپنے آپ کو شوہر کے گھر میں شوہر کے سپرد کر دیا ہو اگر سپرد نہ کیا ہو تو اس کی وجہ یا تو اس کا کوئی حق ہو کہ جس کو ادا کرنے سے انکار کرتا ہو یا خود شوہر سپرد کرنے کا مطالبہ نہ کرتا ہو۔

بہتر یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو اپنا ہم پیالہ وہم نوالہ بنائے دونوں ایک ساتھ رہیں اور حیثیت کے مطابق جو کچھ میسر ہو اس میں دانوں گزارہ کریں اور جیسا کہ شریف گھرانوں کا قاعدہ ہے شوہر باہر کسب معاش کرے اور بیوی گھر کے انتظامات کی ذمہ دار ہے شوہر جو کچھ کمائے اس کے مطابق جنس وسامان گھر میں مہیا کرے اور بیوی اپنی سلیقہ شعاری کے ذریعہ اس جنس وسامان کو پورے گھر اور متعلقین کی ضرورتوں میں صرف کرے اور اگر کسی وجہ سے شوہر و بیوی کا اس طرح ہم پیالہ وہم نوالہ رہنا ممکن نہ ہو اور بیوی قاضی و حاکم کے یہاں یہ درخواست کرے کہ میرے لئے شوہر پر نفقہ مقرر کر دیا جائے تو حاکم وقاضی کی طرف سے بیوی کے لئے ماہانہ نفقہ کھانے پینے کا خرچ مقرر کر دیا جائے گا۔ اور وہ مقرر مقدار اس کے سپرد کر دیا جائے گا اسی طرح ایک سال میں دو مرتبہ کپڑا دینا مقرر کیا جائے گا اور وہ مقرر کپڑا ہر ششماہی پر اس کے حوالہ کر دیا جائے گا اگر قاضی وحاکم نے عورت کے لئے ماہانہ نفقہ مقرر کر دیا تو شوہر اس کو ماہانہ ادا کرے گا اور اگر شوہر نے ماھانہ نہ دیا اور عورت نے روزانہ طلب کیا تو شام کے وقت عورت کو مطالبہ کرنے کا اختیار ہو گا۔

نفقہ مقرر کرنے کے سلسلہ میں اس مقدار کا لحاظ رکھا جائے گا جو بیوی کے لئے کافی ہو اور بغیر کسی اسراف وتنگی کے اپنا گزارہ کر سکے۔ رہی معیار کی بات تو اس میں میاں بیوی دونوں کی حالت وحیثیت کا اعتبار ہوگا اگر وہ دونوں مالی طور پر اچھی حالت وحیثیت کے مالک ہیں تو اچھی ہی حیثیت کا نفقہ بھی واجب ہوگا اور اگر وہ دونوں تنگ دست ومفلس ہوں تو نفقہ بھی اسی کے اعتبار سے واجب ہوگا اور اگر یہ صورت ہو کہ میاں تو خوش حال ہو اور بیوی تنگدست ہو یا میاں تنگدست ہو اور بیوی خوشحال ہو تو پھر درمیانی درجہ کا نفقہ واجب ہوگا یعنی وہ نفقہ دیا جائے گا جو خوشحالی کے درجہ سے کم ہو اور تنگدستی کے درجہ سے زیادہ ہو اور بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ بہر صورت شوہر ہی کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا وہ جس حالت وحیثیت کا ہو گا اسی کے مطابق نفقہ مقرر کیا جائے گا خواہ بیوی کسی بھی حیثیت وحالت کی مالک ہو۔

اگر شوہر و بیوی کے درمیان خوشحالی وتنگدستی کے بارے میں اختلاف پیدا ہو جائے یعنی شوہر تو کہے کہ میں تنگدست ہوں اس

لئے تنگدستی کا نفقہ دوں گا اور بیوی کہے کہ نہیں تم خوشحال ہو اس لیے میں خوشحالی کا نفقہ لوں گی اور پھر یہ معاملہ حاکم وقاضی کی عدالت میں پہنچے اور بیوی اپنے دعویٰ کے گواہ پیش کر دے تو ان گواہوں کا اعتبار کر کے بیوی کے لئے خوشحالی کا نفقہ مقرر کیا جائے گا اور اگر بیوی نے گواہ پیش نہ کئے تو پھر شوہر کے قول کا اعتبار کیا جائے گا۔

اگر بیوی کے ساتھ کوئی خادم یا خادمہ بھی ہے اور شوہر خوشحال ہے تو عورت کے نفقہ کے ساتھ اس خادم یا خادمہ کا نفقہ بھی شوہر پر واجب ہوگا اور اگر شوہر تنگ دست ہو تو اس خادم یا خادمہ کا نفقہ شوہر پر لازم نہیں ہوگا۔

اگر حاکم وقاضی نے شوہر کی تنگدستی کی وجہ سے اس کی بیوی کے لئے تنگدستی کا نفقہ مقرر کر دیا اور پھر شوہر خوش حال ہو گیا اور بیوی نے خوش حالی کے نفقہ کا دعویٰ کر دیا تو اس کے لئے خوشحالی کا نفقہ مقرر کیا جائے گا اور اگر شوہر کی خوش حالی کی وجہ سے بیوی کے لئے خوشحالی کا نفقہ مقرر کیا گیا تھا اور پھر شوہر تنگدست ہو گیا تو اب تنگدستی کا نفقہ مقرر کر دیا جائے گا۔

جو عورت شوہر کی وفات کی عدت میں ہو اس کو نفقہ نہیں ملتا خواہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ ہو اسی طرح جو بیوی نافرمان ہو جائے یعنی شوہر کی اجازت کے بغیر اور بلا کسی وجہ کے شوہر کے گھر سے چلی جائے تو اس کا نفقہ بھی شوہر پر واجب نہیں ہوگا۔ نیز جو بیوی کسی دین یعنی قرض وغیرہ کی عدم ادائیگی کی وجہ سے قید خانہ میں ڈال دی گئی ہو یا اپنے میکہ میں ایسی بیمار ہو کہ شادی کے بعد شوہر کے گھر نہ بھیجی گئی ہو، یا اس کو کوئی غاصب لے کر بھاگ گیا ہو یا وہ اتنی کم عمر ہو کہ اس کے ساتھ جماع نہ کیا جا سکتا ہو اور یا بغیر شوہر کے حج کو چلی گئی ہو تو اس کا نفقہ بھی شوہر پر واجب نہیں ہوگا ہاں جو بیوی شوہر کے ساتھ حج کو جائے گی اس کا حضر کا نفقہ شوہر پر واجب ہوگا سفر کا خرچ اور سواری کا کرایہ واجب نہیں ہوگا۔

اگر بیوی اپنے میکہ میں بیمار ہوئی اور نکاح کے بعد ہی شوہر کے گھر بھیجی گئی تو اس کا نفقہ بھی شوہر پر واجب نہیں ہوگا البتہ جو بیوی اپنے شوہر کے گھر آ کر بیمار ہوئی ہے اس کا نفقہ شوہر پر واجب ہوگا۔

شوہر کو چاہئے کہ بیوی کے رہنے کا ٹھکانہ ومکان شرعی مقاصد کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنی حیثیت واستطاعت کے مطابق خود مقرر کرے اور وہ مکان ایسا ہونا چاہئے جو خود اس کے اہل وعیال اور اس بیوی کے اہل وعیال سے خالی ہو اور اگر خود بیوی ان اہل وعیال کے ساتھ رہنا چاہے تو پھر اس طرح کا مکان بنا دینا واجب نہیں رہے گا۔

اگر شوہر کے گھر میں کئی کمرے ہوں اور ان میں سے ایک کمرہ کہ جس میں کواڑ اور تالہ کنجی وغیرہ ہو خالی کر کے بیوی کو دے دے تو یہ کافی ہے بیوی کو دوسرے کمرے کا مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہوگا۔

اگر شوہر چاہے کہ گھر میں بیوی کے پاس اس کے عزیز واقارب کو (اگرچہ دوسرے شوہر سے اس بیوی کا لڑکا ہی کیوں نہ ہو) آنے سے منع کر دے تو اس کو اس کا حق ہے ہاں اگر بیوی کے وہ عزیز واقارب اس کے محرم ہوں تو ان کو بیوی کا سامنا کرنے یا اس سے بات چیت کرنے سے روکنے کا حق اس کو نہیں ہے اسی طرح شوہر کو یہ بھی حق نہیں ہے کہ وہ مہینہ میں ایک بار بیوی کو اپنے والدین کے پاس جانے یا والدین کو اس کے پاس آنے سے روکے (یعنی ہفتہ میں ایک بار سے زائد آنے جانے سے روک سکتا ہے) اور والدین کے علاوہ دوسرے ذی رحم محرم رشتہ داروں کے پاس سال بھر میں ایک مرتبہ بیوی کے جانے یا بیوی کے پاس ان کے آنے

پر پابندی عائد کرنے کا حق نہیں ہے یعنی سال بھر میں ایک بار سے زائد ان کے آنے پر پابندی عائد کر سکتا ہے۔

جو عورت طلاق کی عدت میں ہو وہ شوہر سے نفقہ اور رہنے کے لئے مکان پانے کی مستحق ہے خواہ طلاق رجعی ہو یا بائن ہو یا مغلظہ ہو اور خواہ عورت حاملہ ہو یا غیر حاملہ ہو، اسی طرح جو عورت ایسی تفریق جدائی کی عدت میں ہو جو کسی معصیت کی وجہ سے نہیں بلکہ کسی شرعی حق کی وجہ سے واقع ہوئی ہو تو اس کا نفقہ و سکنی بھی شوہر کے ذمہ ہوگا، مثلاً کوئی ام ولد یا مدبرہ کسی کے نکاح میں تھی اور پھر خیار عتق کی بناء پر اس نے شوہر سے جدائی اختیار کر لی یا کسی نابالغہ کا نکاح اس کے ولی نے کسی شخص سے کر دیا تھا اور پھر اس نے بالغ ہونے کے بعد خیار بلوغ کی بناء پر اس شوہر سے جدائی اختیار کر لی تو ان صورتوں میں بھی عورت نفقہ اور سکنی پانے کی مستحق ہوگی اور اگر عورت کسی ایسی تفریق (جدائی) کی عدت میں ہو جو کسی معصیت کی بناء پر واقع ہوئی ہو اور اسکا نفقہ و سکنی شوہر کے ذمہ نہیں ہوگا، مثلاً عورت نعوذ باللہ مرتد ہوگئی یا اس نے شوہر کے بیٹے سے کوئی ایسا برا فعل کرا لیا جس سے شوہر پر حرام ہوگئی جیسے اس سے ہم بستری کر لی یا اس کو شہوت سے چھو لیا یا اس کا بوسہ لیا اور اس کی وجہ سے میاں بیوی کے درمیان جدائی واقع ہوگئی اور وہ عدت میں بیٹھ گئی تو ان صورتوں میں وہ شوہر سے کھانے پینے کا خرچ اور رہنے کے لئے مکان پانے کی مستحق نہیں ہوگی۔

اگر کسی عورت کو تین طلاقیں دی گئیں اور وہ عدت میں بیٹھ گئی نیز نفقہ و سکنی کی حقدار رہی لیکن پھر زمانہ عدت میں نعوذ باللہ مرتد ہوگئی تو اس کے نفقہ و سکنی کا حق ساقط ہو جائے گا اور اگر عورت نے اپنے زمانہ عدت میں شوہر کے لڑکے یا شوہر کے باپ سے ناجائز تعلق قائم کر لیا یا شہوت سے بوس و کنار کرا لیا تو نفقہ و سکنی کی مستحق رہے گی بشرطیکہ وہ عدت طلاق رجعی کی نہ ہو بلکہ طلاق بائن مغلظہ کی ہو۔

2284 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ مَوْلَى الْأَسْوَدِ بْنِ سُفْيَانَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ، أَنَّ أَبَا عَمْرِو بْنَ حَفْصٍ طَلَّقَهَا الْبَتَّةَ وَهُوَ غَائِبٌ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا وَكِيلَهُ بِشَعِيرٍ فَتَسَخَّطَتْهُ، فَقَالَ: وَاللّٰهِ مَا لَكِ عَلَيْنَا مِنْ شَيْءٍ، فَجَاءَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ: لَهَا لَيْسَ لَكِ عَلَيْهِ نَفَقَةٌ، وَأَمَرَهَا أَنْ تَعْتَدَّ فِي بَيْتِ أُمِّ شَرِيكٍ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ تِلْكَ امْرَأَةٌ يَغْشَاهَا أَصْحَابِي، اعْتَدِّي فِي بَيْتِ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ، فَإِنَّهُ رَجُلٌ أَعْمَى تَضَعِينَ ثِيَابَكِ، وَإِذَا حَلَلْتِ فَآذِنِينِي، قَالَتْ: فَلَمَّا حَلَلْتُ ذَكَرْتُ لَهُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ وَأَبَا جَهْمٍ خَطَبَانِي فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا أَبُو جَهْمٍ فَلَا يَضَعُ عَصَاهُ عَنْ عَاتِقِهِ، وَأَمَّا مُعَاوِيَةُ فَصُعْلُوكٌ لَا مَالَ لَهُ، انْكِحِي أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ، قَالَتْ: فَكَرِهْتُهُ، ثُمَّ قَالَ: انْكِحِي أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ، فَنَكَحْتُهُ، فَجَعَلَ اللّٰهُ تَعَالَى فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا، وَاغْتَبَطْتُ بِهِ.

2284-اسنادہ صحیح. القعنبی: ھو عبد اللہ بن مسلمة، ومالک: ھو ابن انس. وھو عند مالک فی "الموطا" /2-581-580، ومن طریقہ اخرجہ مسلم (1480)، والنسائی فی "الکبری" (5989). وھو فی "مسند احمد" (27327) و (27328)، و "صحیح ابن حبان" (4049) و (4290). واخرجہ تاما ومختصرا مسلم (1480)، والنسائی فی "الکبری" (5332) من طریق ابی سلمة، ومسلم (1480)، وبن ماجہ (1869) و (2035)، والترمذی (1166) و (1167)، والنسائی فی "الکبری" (5581) و (5714) و (9200) من طریق ابی بکر بن ابی الجھم صخیر العدوی، ومسلم (1480) من طریق عبد اللہ البھی کلاھم عن فاطمة بنت قیس. وقال الترمذی: حدیث صحیح.

سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: (ان کے شوہر) ابوعمرو بن حفص نے انہیں طلاق بتہ دے دی وہ اس وقت وہاں موجود نہیں تھے، انہوں نے اپنے وکیل کو کچھ جو کے ہمراہ اس خاتون کی طرف بھجوایا، اس خاتون نے اس پر ناراضگی کا اظہار کیا تو وکیل نے کہا: اللہ کی قسم! تمہیں کچھ دینا ہم پر لازم نہیں ہے، وہ خاتون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: تمہیں خرچ دینا اس کے ذمہ نہیں ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ ہدایت کی کہ وہ ام شریک کے ہاں عدت گزاریں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس عورت کے ہاں میرے اصحاب آتے جاتے رہتے ہیں، تم ابن ام مکتوم کے گھر میں عدت گزارو، وہ نابینا شخص ہے، وہاں تم اپنے (سر سے) چادر اتار سکتی ہو، جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو تم مجھے اطلاع دے دینا۔

وہ خاتون بیان کرتی ہیں: جب میری عدت پوری ہو گئی تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا: معاویہ بن ابوسفیان اور ابوجہم نے مجھے شادی کا پیغام دیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاں تک ابوجہم کا تعلق ہے تو وہ اپنی لاٹھی کندھے سے نہیں اتارتا اور جہاں تک معاویہ کا تعلق ہے تو وہ مفلوک الحال ہے اس کے پاس مال نہیں ہے، تم اسامہ بن زید کے ساتھ شادی کر لو، وہ خاتون کہتی ہیں: میں نے اسے ناپسند کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: تم اسامہ بن زید کے ساتھ شادی کر لو۔

میں نے ان کے ساتھ شادی کر لی، تو اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنی بھلائی پیدا کی کہ مجھ پر رشک کیا جاتا تھا۔

2285 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ يَزِيدَ الْعَطَّارُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ قَيْسٍ، حَدَّثَتْهُ أَنَّ أَبَا حَفْصِ بْنَ الْمُغِيرَةِ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا، وَسَاقَ الْحَدِيثَ فِيهِ: وَأَنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ، وَنَفَرًا مِنْ بَنِي مَخْزُومٍ أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: يَا نَبِيَّ اللهِ إِنَّ أَبَا حَفْصِ بْنَ الْمُغِيرَةِ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا، وَإِنَّهُ تَرَكَ لَهَا نَفَقَةً يَسِيرَةً فَقَالَ: لَا نَفَقَةَ لَهَا، وَسَاقَ الْحَدِيثَ، وَحَدِيثُ مَالِكٍ أَتَمُّ.

سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ابوحفص بن مغیرہ نے انہیں تین طلاقیں دیدیں، (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں) حضرت خالد بن ولید اور بنو مخزوم کے چند افراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! ابوحفص بن مغیرہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔

انہوں نے اس عورت کو معمولی خرچ دیا ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس عورت کو خرچ نہیں ملے گا۔

اس کے بعد راوی نے پوری حدیث بیان کی ہے، تاہم امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ روایت زیادہ مکمل ہے۔

شرح

تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اگر تم عورتوں کو اس وقت طلاق دے دو جب تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا تم نے ان کا مہر مقرر نہ کیا ہو اور تم انہیں استعمال کے لیے کوئی چیز دے دو خوشحال پر اس کے موافق ہے اور تنگ دست پر اس کے لائق دستور کے مطابق انہیں فائدہ پہنچانا نیکی کرنے والوں پر (ان کا) حق ہے۔ (البقرہ: ۲۳۶)

غیر مدخولہ کے مہر اور متاع کی ادائیگی کا بیان

اس سے پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے عورت کی عدت کے مفصل احکام بیان فرمائے تھے اور اس کے ضمن میں یہ بھی بیان کیا گیا کہ مردوں کے حقوق عورتوں سے زیادہ ہیں اور عدت طلاق ہو یا عدت وفات اس کے نتیجے میں عورت کے مہر کی ادائیگی مرد پر واجب ہو جاتی ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں مہر کے بعض احکام بیان فرمائے' جس عورت کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دی گئی اس کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ ہے جس کا نکاح کے وقت کوئی مہر مقرر نہیں کیا گیا اور دوسری وہ ہے جس کا نکاح کے وقت مہر مقرر کیا گیا ہو' اول الذکر کو شوہر اپنی حیثیت کے مطابق کچھ استعمال کی چیزیں دے دے اور ثانی الذکر کو نصف مہر ادا کرنا لازم ہے الا یہ کہ عورت نصف مہر سے کچھ رقم معاف کر دے' یا شوہر نصف مہر سے زائد ادا کرے اور شوہر کا نصف مہر سے زائد ادا کرنا مکارم اخلاق کے زیادہ قریب ہے۔ غیر مدخولہ کو استعمال کی کچھ چیزیں یا نصف مہر ادا کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ مباشرت سے پہلے فوراً اس کو طلاق دینے سے اس کے مستقبل پر برا اثر پڑے گا اور اس قدر جلد طلاق ہونے سے چہ میگوئیاں ہوں گی اور اس کے لیے جو نکاح کے مزید پیغام آنے ہیں ان میں کمی ہوگی تو اس کی اشک شوئی اور تلافی کے لیے اس کے واسطے نصف مہر کا لازم کیا گیا ہے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر نکاح سے پہلے مہر کو مقرر نہ کیا جائے تو نکاح پھر بھی صحیح ہے' تاہم اس صورت میں مہر مثل ادا کرنا لازم ہوتا ہے یعنی اس جیسی لڑکی یا اس لڑکی کے خاندان میں جتنے مہر کو مقرر کرنے کا رواج ہو اتنا مہر ادا کیا جائے۔

مطلقہ کی متاع کی مقدار میں ائمہ مذاہب کی آراء

امام ابن جریر اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مطلقہ کی متاع میں اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ایک خادم دیا جائے' اس سے کم درجہ یہ ہے کہ چاندی دی جائے اور اس سے کم یہ ہے کہ کپڑے دیے جائیں۔

شعبی نے کہا: متوسط مطلقہ کی متاع دوپٹہ' قمیص' چادر اور ملحفہ ہے۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۳۲۸' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

علامہ ماوردی شافعی نے لکھا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک مطلقہ کی متاع حاکم کے اجتہاد پر موقوف ہے۔

(النکت والعیون ج ۱ ص ۳۰۵' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں: امام احمد کے اس میں دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ یہ حاکم کے اجتہاد پر موقوف ہے' اور دوسرا قول یہ ہے کہ جتنے کپڑوں کے ساتھ عورت نماز ادا کر سکے وہ مطلقہ کی متاع ہے۔

(زاد المسیر ج ۱ ص ۲۸۰' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں: امام مالک نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک مطلقہ کی متاع کی کوئی معین مقدار نہیں ہے قلیل متاع کی کوئی حد ہے نہ کثیر کی اور ائمہ کا اس کی حد میں اختلاف ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن ج ۳ ص ۲۰۱' مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۳۸۷ھ)

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں: جس عورت سے بلا مہر نکاح کیا گیا ہو اور مباشرت سے پہلے اس کو طلاق دے دی گئی ہو اس کو متاع دینا واجب ہے اور یہ قمیص' دوپٹہ اور ملحفہ ہے (سر سے قدم تک اوڑھے جانے والی چادر' علامہ شامی نے لکھا ہے اس کے ساتھ ازار بھی ضروری ہے) یہ متاع نصف مہر مثل سے زائد نہیں ہونی چاہیے' خواہ زوج' خوشحال ہو' اور نہ پانچ درہم سے کم ہو' تنگ

دستی اور خوشحالی میں عورت کے حال کا اعتبار کیا جائے گا' اس کے سوا باقی مطلقہ عورتوں کے لیے متاع مستحب ہے' البتہ جس عورت کا مہر مقرر کیا گیا ہو اور اس کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دی گئی اس کے لیے متاع کو دینا مستحب نہیں ہے۔ مطلقات کی چار قسمیں ہیں: مطلقہ کا مہر پہلے مقرر کیا گیا تھا یا نہیں اور ہر تقدیر پر مباشرت سے پہلے طلاق دی گئی یا مباشرت کے بعد' سو جس کا مہر مقرر نہیں کیا گیا تھا اور اس کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دی گئی اس کو متاع دینا واجب ہے اور باقی قسموں کی مطلقات کو متاع دینا مستحب ہے' علامہ حصکفی نے لکھا ہے کہ جس مطلقہ کا مہر مقرر کیا گیا ہو اور اس کو وطی سے پہلے طلاق دے دی گئی ہو اس کو متاع دینا مستحب نہیں ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ مبسوط' محیط' کنز اور ملتقی وغیرھا میں لکھا ہے کہ اس کو بھی متاع دینا مستحب ہے اور یہی صحیح ہے۔ (درمختار علی ھامش الرد ج ۲ ص ۲۳۶۔ ۲۳۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت ۱۴۰۷ھ)

مطلقہ کی متاع کے شرعی حکم کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں: مطلقہ کی متاع کے شرعی حکم میں صحابہ کرام' فقہاء تابعین اور ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہے۔ حضرت علی' حسن بصری' ابوالعالیہ اور زہری کا مذہب یہ ہے کہ ہر مطلقہ کے لیے متاع واجب ہے' حضرت ابن عمر' قاسم بن محمد' شریح اور ابراہیم کا یہ نظریہ ہے کہ جس مطلقہ کا مہر مقرر کیا گیا ہو اور مباشرت سے پہلے اس کو طلاق دے دی گئی ہو اس کے سوا ہر مطلقہ کے لیے متاع واجب ہے' اور اس مطلقہ کے لیے نصف مہر واجب ہے' امام اوزاعی' ثوری' امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور اس کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دی گئی ہو اس کے لیے متاع واجب ہے' اور اگر اس کے ساتھ مباشرت کی گئی ہو تو پھر اس کو متاع نہیں دی جائے گی۔ امام مالک لیث بن سعد' حکم اور ابن ابی لیلیٰ کے نزدیک متاع مستحب ہے اور کسی عورت کے لیے واجب نہیں ہے خواہ اس عورت کا مہر مقرر کیا گیا ہو یا نہیں اور اس کے ساتھ مباشرت کی گئی ہو یا نہیں۔

(زاد المسیر ج ۱ ص ۲۸۰ مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

علامہ ماوردی شافعی نے لکھا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور اس کو دخول سے پہلے طلاق دے دی گئی ہو اس کو متاع دینا واجب ہے۔ (النکت والعیون ج ۱ ص ۳۰۶' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی لکھتے ہیں: ہمارے علماء کے نزدیک مطلقہ کی متاع واجب نہیں ہے' اولاً اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے متاع کی مقدار بیان نہیں فرمائی بلکہ اس کو دینے والے کے اجتہاد پر معلق فرمایا: ثانیاً اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(آیت) "حقا علی المحسنین"۔ (البقرۃ: ۲۳۶)

یہ محسنین پر واجب ہے" اگر مطلقہ کی متاع واجب ہوتی تو مطلقاً تمام مسلمانوں پر واجب ہوتی۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ۲۸۰' مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت' ۱۴۰۸ھ)

متاع کے وجوب پر فقہاء احناف کے دلائل

علامہ ابوبکر رازی جصاص حنفی لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف' امام محمد' اور امام زفر کے نزدیک جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور اس کو دخول سے پہلے طلاق دے دی گئی ہو اس کو متاع دینا واجب ہے' وجوب کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(آیت) "فمتعوهن" "ان کو متاع دو"۔ یہ امر کا صیغہ ہے اور امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے الا یہ کہ اس کے خلاف استحباب پر کوئی دلیل قائم ہو اور وہ یہاں نہیں ہے' نیز فرمایا: (آیت) "وللمطلقت متاع بالمعروف"۔ (البقرہ:۲۴۱) دستور کے مطابق متاع مطلقات کی ملکیت ہے" کیونکہ لام تملیک کے لیے ہے اور جو چیز کسی کی ملکیت اور اس کا حق ہو اس کا ادا کرنا واجب ہوتا ہے اور تیسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (آیت) "حقا على المحسنين" اور "حق على المتقين" یہ وجوب کی تاکید ہے۔ (احکام القرآن ج ۱ص ۴۲۸ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۰۰ھ)

متاع کے وجوب کے خلاف فقہاء مالکیہ کے دلائل کے جوابات

علامہ ابن عربی مالکی نے جو یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر متاع واجب ہوتی تو ہر مسلمان پر واجب ہوتی صرف متقین اور محسنین پر واجب نہ ہوتی' اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وجوب کی تاکید ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ متاع محسنین اور متقین پر حق ہے' اور حق سے زیادہ اور کوئی وجوب کے لیے مؤکد نہیں ہے' جس طرح (آیت) "هدى للمتقين"۔ سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرآن مجید تمام مسلمانوں کے لیے ہدایت نہ ہو اسی طرح (آیت) "حقا على المتقين" سے یہ لازم نہیں آتا کہ مطلقہ کی متاع ہر مسلمان پر واجب نہ ہو' نیز اس کا معنی ہے جو تقویٰ اور احسان کی طرف رجوع کرنے والا ہو اور ہر مسلمان تقویٰ اور حسان کی طرف رجوع کرنے والا ہے۔ باقی یہ جو کہا ہے کہ اگر متاع واجب ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کی مقدار معین نہیں کی جاسکتی' اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: خوشحال پر (یہ متاع) اس کے (حال کے) موافق ہے اور تنگ دست پر اس کے لائق ہے۔

اللہ کا ارشاد ہے: البتہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں یا جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ کچھ زیادہ دے دے۔ (تو درست ہے)

(البقرہ:۲۳۷)

نکاح کی گرہ کا مالک شوہر ہے یا عورت کا ولی:؟

اس میں اختلاف ہے کہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اس سے مراد شوہر ہے یا عوت کا ولی' اگر اس سے مراد شوہر ہو تو اس آیت کا وہ معنی ہوگا جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے اور اگر اس سے مراد عورت کا ولی ہو تو معنی یہ ہوگا: البتہ عورتیں (نصف مہر سے) کچھ معاف کر دیں یا جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے یعنی ولی وہ کچھ معاف کر دے۔ امام ابوحنیفہ' امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک اس سے مراد شوہر ہے اور امام مالک کے نزدیک اس سے مراد عورت کا ولی ہے۔

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں: جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اس سے ولی کے مراد ہونے پر دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: البتہ عورتیں (نصف مہر سے) کچھ معاف کر دیں' اور یہ بات معلوم ہے کہ ہر عورت اپنے مہر کو معاف نہیں کر سکتی' کیونکہ صغیرہ اور مجنونہ اپنے حقوق میں خود تصرف نہیں کر سکتی اس کے حق میں اس کا ولی تصرف کرتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے ذکر کے بعد اس کے ولی کا ذکر فرمایا' یعنی جس کو وہ معاف کر سکتی ہیں وہ معاف کر دیں اور جس کو وہ معاف نہیں کر سکتیں اس کو ان کا ولی معاف کر دے۔ (الجامع الاحکام القرآن ج ۳ ص ۲۰۷ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران)

علامہ قرطبی کی یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ ولی یعنی لڑکی کے باپ کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ لڑکی کے مال سے کسی کو

کوئی چیز ہبہ کرے' خود کو نہ کسی اور کو نیز جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ صرف شوہر ہے' اسی کو اختیار ہے کہ وہ نکاح پر برقرار رہ کر نکاح کی گرہ کو قائم رکھے یا طلاق دے کر نکاح کی گرہ کو کھول دے اور لڑکی کے ولی کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ مطلق نہیں ہے حقیقۃً نہ مجازاً' علامہ ابوبکر جصاص حنفی نے اسی طرح لکھا ہے۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۴۴۰ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

شوہر کے حق میں عقد نکاح کی ملکیت پر جمہور کے دلائل

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں: جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اس کے مصداق کے متعلق تین قول ہیں:

(۱) حضرت علی' حضرت ابن عباس' حضرت جبیر بن معطم' ابن المسیب' ابن جبیر' مجاہد' شریح' جابر بن زید' ضحاک' محمد بن کعب القرظی' الربیع بن انس' ابن شبرمہ' امام شافعی' امام احمد' امام ابوحنیفہ اور دیگر فقہاء رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ ہے کہ اس سے مراد شوہر ہے۔

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ' حسن' علقمہ' طاؤس' شعبی' ابراہیم اور دیگر حضرات کا یہ نظریہ ہے کہ اس سے مراد ولی ہے۔

(۳) عورتوں کا معاف کرنا شادی شدہ عورتوں پر محمول ہے اور اگر لڑکی کنواری ہو تو پھر اس کا ولی معاف کرے گا' یہ بھی حضرت ابن عباس اور ابوالشعثاء سے منقول ہے۔

ان تینوں اقوال میں پہلا قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ نکاح کے بعد نکاح کی گرہ ولی کے ہاتھ سے نکل کر خاوند کے ہاتھ میں آگئی' اور معاف کرنے کا تعلق اس چیز کے ساتھ ہے جو انسان کی ملکیت میں ہو' اور مہر ولی کی ملکیت میں نہیں ہے تو وہ اس کو معاف کرنے کا بھی مالک نہیں ہے' نیز اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور تم ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کرنے میں (ہبہ کرنے) کو فراموش نہ کرو' اور انسان اپنے مال سے کسی کو کوئی چیز ہبہ کر سکتا ہے دوسرے کے مال سے کوئی چیز ہبہ نہیں کر سکتا' لہٰذا سیاق وسباق کے اعتبار سے یہاں شوہر کو مراد لینا ہی صحیح ہے۔ (زاد المسیر ج ۱ ص ۲۸۱' مطبوعہ مکتب اسلامی' بیروت' ۱۴۰۷ھ)

شوہر کے حق میں عقد نکاح کی ملکیت کے متعلق احادیث

حافظ جلال الدین سیوطی نے اس آیت میں شوہر کے مراد ہونے پر متعدد روایات بیان کی ہیں' بعض ازاں یہ ہیں:

امام ابن جریر' امام ابن ابی حاتم' امام طبرانی' اور امام بیہقی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ شوہر ہے۔

امام ابن ابی شیبہ' امام عبد بن حمید' امام ابن جریر' امام ابن ابی حاتم' امام دار قطنی اور امام بیہقی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ شوہر ہے۔

امام ابن ابی شیبہ' امام ابن المنذر' امام ابن جریر اور امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ شوہر ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے سعید بن جبیر' مجاہد' ضحاک' شریح' ابن المسیب' شعبی' نافع اور محمد بن کعب سے روایت کیا ہے کہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ شوہر ہے۔

امام عبدالرزاق نے ابن المسیب سے روایت کیا ہے کہ زوج کا عفو یہ ہے کہ وہ پورا مہر دے اور بیوی کا عفو یہ ہے کہ وہ نصف

مہر معاف کردے۔ (الدر المنثور، ج۱، ص۲۹۷، مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی ایران)

2286 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو، عَنْ يَحْيَى، حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ، حَدَّثَتْنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ، أَنَّ أَبَا عَمْرِو بْنَ حَفْصٍ الْمَخْزُومِيَّ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا، وَسَاقَ الْحَدِيثَ، وَخَبَرَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، قَالَ: فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَتْ لَهَا نَفَقَةٌ وَلَا مَسْكَنٌ، قَالَ فِيهِ: وَأَرْسَلَ إِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْ لَا تَسْبِقِينِي بِنَفْسِكِ

❀❀ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت ابوعمرو بن حفص مخزومی رضی اللہ عنہ نے انہیں تین طلاقیں دے دیں۔ (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا واقعہ نقل کیا ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے خرچ اور رہائش (شوہر کی طرف سے) نہیں ملیں گے۔

اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو پیغام بھجوایا: اپنی ذات کے بارے میں (مجھ سے مشورہ کرنے سے پہلے) فیصلہ نہ کرنا۔

2287 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ، قَالَتْ: كُنْتُ عِنْدَ رَجُلٍ مِنْ بَنِي مَخْزُومٍ فَطَلَّقَنِي الْبَتَّةَ، ثُمَّ سَاقَ نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكٍ، قَالَ فِيهِ: وَلَا تُفَوِّتِينِي بِنَفْسِكِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ الشَّعْبِيُّ، وَالْبَهِيُّ وَعَطَاءٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَاصِمٍ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي الْجَهْمِ، كُلُّهُمْ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ أَنَّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا

❀❀ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں بنومخزوم سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کی زوجیت میں تھی، اس نے مجھے طلاق بتہ دے دی (اس کے بعد راوی نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ روایت کی مانند روایت نقل کی ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:) میرے (مشورے کے) بغیر اپنے بارے میں (کوئی فیصلہ نہ کرنا)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) امام شعبی، بہی اور عطاء نے عبدالرحمن بن عاصم کے حوالے سے، اور ابوبکر بن ابوجہم نے، ان سب نے سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے حوالے سے، اسی طرح روایت کیا ہے، کہ ان کے شوہر نے انہیں تین طلاقیں دی تھیں۔

2288 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ، أَنَّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا، فَلَمْ يَجْعَلْ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَقَةً وَلَا سُكْنَى

2286-اسناده صحيح. الوليد -وهو ابن مسلم- صرح بالتحديث، فانتفت شبهة تدليسه. ثم انه متابع. ابو عمرو: هو عبد الرحمن الاوزاعي، ويحيى: هو ابن ابي كثير. واخرجه النسائي في "الكبرى" (5568) من طريق بقية بن الوليد، عن ابي عمرو، بهذا الاسناد. وهو في "صحيح ابن حبان" (4253). وانظر ما سلف برقم (2284).

2287-حديث صحيح، وهذا اسناد حسن. محمد بن عمرو -وهو ابن علقمة بن وقاص الليثي- صدوق حسن الحديث. لكنه متابع. محمد بن جعفر: هو ابن ابي كثير الانصاري، كذا في جميع اصول "سنن ابي داود" الخطية ومسند احمد (27333)، وجاء في تحفة الاشراف للمزي 470:12/ اسماعيل بن جعفر وهو اخو محمد بن جعفر، وكلاهما ثقة.

⊛⊛ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ان کے شوہر نے انہیں تین طلاقیں دے دیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کوخرچ یا رہائش (کا حق) نہیں دیا۔

2289 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ أَبِي حَفْصِ بْنِ الْمُغِيرَةِ، وَأَنَّ أَبَا حَفْصِ بْنَ الْمُغِيرَةِ طَلَّقَهَا آخِرَ ثَلَاثِ تَطْلِيقَاتٍ، فَزَعَمَتْ أَنَّهَا جَاءَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَفْتَتْهُ فِي خُرُوجِهَا مِنْ بَيْتِهَا، فَأَمَرَهَا أَنْ تَنْتَقِلَ إِلَى ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ الْأَعْمَى، فَأَبَى مَرْوَانُ أَنْ يُصَدِّقَ حَدِيثَ فَاطِمَةَ فِي خُرُوجِ الْمُطَلَّقَةِ مِنْ بَيْتِهَا، قَالَ عُرْوَةُ: وَأَنْكَرَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ، وَابْنُ جُرَيْجٍ، وَشُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَشُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، وَاسْمُ أَبِي حَمْزَةَ دِينَارٌ وَهُوَ مَوْلَى زِيَادٍ

⊛⊛ سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: وہ ابوحفص بن مغیرہ کی زوجیت میں تھیں، اس نے انہیں تین طلاقوں میں سے آخری طلاق بھی دے دی، وہ خاتون بیان کرتی ہیں: وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا (یعنی اپنے شوہر کا) گھر چھوڑنے کے بارے میں دریافت کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ ہدایت کی کہ وہ ابن ام مکتوم نابینا کے ہاں منتقل ہو جائیں۔

(راوی بیان کرتے ہیں) تو مروان نے، طلاق یافتہ عورت کے اپنے گھر سے، کہیں اور منتقل ہونے کے بارے میں سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی نقل کردہ روایت کی تصدیق کرنے سے انکار کر دیا۔

عروہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے (اس بیان کا) انکار کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) دیگر راویوں نے زہری کے حوالے سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) شعیب (کے والد کا نام) ابوحمزہ ہے اور ابوحمزہ کا نام دینار ہے اور وہ زیاد کا آزاد کردہ غلام ہے۔

2290 - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ: أَرْسَلَ مَرْوَانُ إِلَى فَاطِمَةَ فَسَأَلَهَا، فَأَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ أَبِي حَفْصٍ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّرَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَعْنِي عَلَى بَعْضِ الْيَمَنِ، فَخَرَجَ مَعَهُ زَوْجُهَا، فَبَعَثَ إِلَيْهَا بِتَطْلِيقَةٍ، كَانَتْ بَقِيَتْ لَهَا، وَأَمَرَ عَيَّاشَ

2289-اسنادہ صحیح. اللیث: ھو ابن سعد، وعقیل: ھو ابن خالد الایلی، وابن شھاب: ھو محمد بن مسلم الزھری، وابو سلمۃ: ھو ابن عبد الرحمن بن عوف. واخرجہ مسلم (1480)، والنسائی فی "الکبری" (5709) من طریق حجین بن المثنی، عن اللیث، بھذا الاسناد. واخرجہ مسلم (1480) من طریق صالح بن کیسان، والنسائی (5332)

2290-اسنادہ صحیح. عبد الرزاق: ھو ابن ھمام الصنعانی، ومعمر: ھو ابن راشد، والزھری: ھو محمد بن مسلم ابن شھاب، وعبید اللہ: ھو ابن عبد اللہ بن مسعود. وھو عند عبد الرزاق فی "مصنفہ" (12025)، ومن طریقہ اخرجہ مسلم (1480). واخرجہ النسائی فی "الکبری" (5313) من طریق محمد بن الولید الزبیدی، و (5715) من طریق شعیب بن ابی حمزۃ، کلاھما عن الزھری، بہ.

بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ، وَالْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ أَنْ يُنْفِقَا عَلَيْهَا، فَقَالَا: وَاللهِ مَا لَهَا نَفَقَةٌ إِلَّا أَنْ تَكُونَ حَامِلًا، فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَا نَفَقَةَ لَكِ إِلَّا أَنْ تَكُونِي حَامِلًا، وَاسْتَأْذَنَتْهُ فِي الِانْتِقَالِ، فَأَذِنَ لَهَا، فَقَالَتْ: أَيْنَ أَنْتَقِلُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: عِنْدَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ، وَكَانَ أَعْمَى، تَضَعُ ثِيَابَهَا عِنْدَهُ، وَلَا يُبْصِرُهَا، فَلَمْ تَزَلْ هُنَاكَ حَتَّى مَضَتْ عِدَّتُهَا فَأَنْكَحَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَامَةَ فَرَجَعَ قَبِيصَةُ إِلَى مَرْوَانَ فَأَخْبَرَهُ بِذَلِكَ، فَقَالَ مَرْوَانُ: لَمْ نَسْمَعْ هَذَا الْحَدِيثَ إِلَّا مِنَ امْرَأَةٍ فَسَنَأْخُذُ بِالْعِصْمَةِ الَّتِي وَجَدْنَا النَّاسَ عَلَيْهَا، فَقَالَتْ فَاطِمَةُ: حِينَ بَلَغَهَا ذَلِكَ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللهِ، قَالَ اللهُ تَعَالَى: (فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ) (الطلاق: ١) حَتَّى (لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا) (الطلاق: ١)، قَالَتْ: فَأَيُّ أَمْرٍ يُحْدِثُ بَعْدَ الثَّلَاثِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ يُونُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَأَمَّا الزُّبَيْدِيُّ، فَرَوَى الْحَدِيثَيْنِ جَمِيعًا حَدِيثَ عُبَيْدِ اللهِ بِمَعْنَى مَعْمَرٍ، وَحَدِيثَ أَبِي سَلَمَةَ بِمَعْنَى عُقَيْلٍ، وَرَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَنَّ قَبِيصَةَ بْنَ ذُؤَيْبٍ حَدَّثَهُ بِمَعْنًى دَلَّ عَلَى خَبَرِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ حِينَ قَالَ: فَرَجَعَ قَبِيصَةُ إِلَى مَرْوَانَ فَأَخْبَرَهُ بِذَلِكَ

ﷺ زہری، عبیداللہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: مروان نے سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیج کر دریافت کیا، تو سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے بتایا:

وہ ابوحفص کی اہلیہ تھیں، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو (یمن کا گورنر بنا کر بھیجا) تو ان کے شوہر بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ چلے گئے، پھر ان کے شوہر نے انہیں باقی رہ جانے والی ایک طلاق بجھوادی، ان کے شوہر نے عیاش بن ابوربیعہ اور حارث بن ہشام سے کہا کہ وہ انہیں (یعنی اس خاتون کو) خرچ دے دیں، تو ان دونوں نے کہا: اللہ کی قسم! اس عورت کو خرچ صرف اس صورت میں مل سکتا ہے، جب وہ حاملہ ہو، وہ خاتون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں خرچ صرف اس صورت میں مل سکتا کہ تم حاملہ ہو، اس خاتون نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے، (اپنے شوہر کے گھر سے) منتقل ہونے کی اجازت مانگی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دے دی، اس نے دریافت کیا: یارسول اللہ! میں کہاں منتقل ہو جاؤں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن ام مکتوم کے ہاں۔

کیونکہ وہ نابینا تھے، تو اگر یہ (اپنے سر سے) چادر اتار بھی دیتی تو وہ اسے دیکھ نہیں سکتے تھے، وہ ان کے ہاں ہی رہیں یہاں تک کہ ان کی عدت ختم ہوگئی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شادی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کروادی، (مروان کا قاصد) قبیصہ واپس آیا اور اس نے مروان کو اس بارے میں بتایا، تو مروان نے کہا: ہم نے یہ حدیث صرف ایک عورت سے سنی ہے، تو ہم اسی محفوظ طریقے کو اختیار کریں گے، جس پر ہم نے لوگوں کو پایا ہے، جب سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو اس بات کی اطلاع ملی، تو انہوں نے فرمایا: میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب فیصلہ کرے گی، (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''تم ان کی عدت کے حساب سے انہیں طلاق دو'' یہ آیت یہاں تک ہے ''تم نہیں جانتی ہو، ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی نیا معاملہ ظاہر کردے''۔

سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے کہا: تین (طلاقوں) کے بعد کون سا نیا معاملہ ہو سکتا ہے؟

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت یونس نے زہری سے اسی طرح نقل کی ہے، البتہ زبیدی نے دونوں روایات نقل کی ہیں، عبید اللہ کی روایت، معمر کی روایت کی مانند ہے اور ابوسلمہ کی روایت عقیل کی روایت کی مانند ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) محمد بن اسحاق نے یہ روایت زہری سے نقل کی ہے: قبیصہ بن ذویب نے انہیں بتایا:

(اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے) تو یہ عبید اللہ بن عبد اللہ کی روایت پر دلالت کرتی ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: تو قبیصہ، مروان کے پاس واپس آیا اور اسے اس بارے میں بتایا۔

شرح

ابوسلمہ فاطمہ بن قیس سے نقل کرتے ہیں کہ ابوعمرو بن حفص نے فاطمہ بن قیس کو جوان کی بیوی تھیں تین طلاقیں دیں جب کہ وہ خود موجود نہیں تھے یعنی عمرو کہیں باہر تھے وہیں سے انہوں نے کسی کی زبانی کہلا کر بھیجا کہ میں نے طلاق دی پھر ابوعمرو کے وکیل کارندے نے بطور نفقہ فاطمہ کے پاس کچھ جو بھیجے فاطمہ کے خیال میں جو کی وہ مقدار بہت کم تھی اس لئے وہ اس پر ناراض ہوئیں وکیل نے کہا کہ اللہ کی قسم ہم پر تمہارا کوئی حق نہیں ہے (کیونکہ تمہیں تین طلاقیں مل چکی اس کے نفقہ کا کوئی حکم نہیں ہے اس وقت تمہیں جو کی جو بھی مقدار دی گئی ہے وہ محض احسان وسلوک کے طور پر ہے فاطمہ یہ سن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا نفقہ ابوعمر پر واجب نہیں ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ کو یہ حکم دیا کہ وہ ام شریک کے گھر عدت میں بیٹھ جائیں لیکن پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ام شریک کے گھر میں میرے صحابہ جو ام شریک کے عزیز واقارب اور آل اولاد ہیں آتے جاتے ہیں اس لئے ان کے گھر میں تمہارا بیٹھنا مناسب نہیں ہوگا البتہ تم ابن ام مکتوم کے ہاں عدت کے دن گزار لو کیونکہ وہ اندھے ہیں وہاں تم اپنے کپڑے رکھ سکتی ہو اور جب تم حلال ہو جاؤ یعنی تمہاری عدت کے دن پورے ہو جائیں تو مجھے اطلاع کر دینا تا کہ میں تمہارے دوسرے نکاح کی فکر کروں فاطمہ کہتی ہیں کہ پھر جب میں حلال ہوگی تو میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ معاویہ ابن ابی سفیان اور ابوجہم نے میرے پاس نکاح کا پیغام بھیجا ہے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا رائے ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوجہم کی بات تو یہ ہے کہ وہ اپنی لاٹھی اپنے کاندھے سے کبھی رکھتے ہی نہیں اور معاویہ غریب آدمی ہیں جن کے پاس مال واسباب نہیں ہے لہٰذا میری رائے میں تو مناسب یہ ہے کہ تم اسامہ ابن زید سے نکاح کر لو چنانچہ میں نے اسامہ سے نکاح کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس نکاح اور اسامہ کی رفاقت میں خیر وبرکت عطاء فرمائی اور مجھ پر رشک کیا جانے لگا (یعنی ہم دونوں کی رفاقت اتنی راس آئی اور ہم میں اتنی الفت ومحبت پیدا ہوئی کہ جو بھی دیکھتا مجھ پر رشک کرتا) اور ایک روایت میں یوں ہے کہ فاطمہ کے الفاظ یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوجہم ایک ایسا مرد ہے جو عورتوں کو بہت مارتا ہے (مسلم)

اور مسلم ہی کی ایک اور روایت میں یوں ہے کہ فاطمہ کے شوہر نے ان کو تین طلاقیں دی تھیں چنانچہ جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا نفقہ تمہارے شوہر کے ذمہ نہیں ہے ہاں اگر تم حاملہ ہوتیں تو اس پر

تمہارا نفقہ واجب ہوتا) (مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 521)

وہاں تم اپنے کپڑے رکھ سکتی ہو کا مطلب یہ ہے کہ ابن ام مکتوم چونکہ نابینا ہیں اس لئے تمہیں وہاں پردے کی احتیاط کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی اور اگر یہ ترجمہ کیا جائے کہ وہاں تم اپنے کپڑے رکھ دو تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ وہاں تم جب تک عدت میں رہو زینت وآرائش کے کپڑے نہ پہننا یا پھر اس جملہ کے ذریعہ کنایۃً یہ اظہار مقصود تھا کہ ایام عدت میں گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ عورت کو اجنبی مرد کی طرف دیکھنا جائز ہے بشرطیکہ وہ اجنبی مرد اس کو نہ دیکھے لیکن یہ استدلال کمزور وضعیف ہے اور صحیح وہی بات ہے جو اکثر علماء کا قول ہے کہ جس طرح اجنبی مرد کو اجنبی عورت دیکھنا حرام ہے اسی طرح اجنبی عورت کو بھی اجنبی مرد کی طرف دیکھنا حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح مردوں کے حق میں یہ حکم دیا ہے کہ آیت (قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ) (النور:30) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں (آخر آیت تک) اسی طرح عورتوں کے حق میں بھی یہ حکم دیا گیا ہے آیت (وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ) (النور:31) اور مسلمان عورتوں سے بھی یہی کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں (آخر آیت تک) نیز اس سلسلہ میں حضرت ابن ام مکتوم سے متعلق ام المؤمنین حضرت ام سلمہ کی وہ روایت بھی ایک بڑی واضح دلیل ہے جس میں حضرت ام سلمہ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ وہ اور حضرت میمونہ آنحضرت کے پاس تھیں کہ اچانک حضرت ابن ام مکتوم آ گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا کہ پردہ کرلو حضرت ام سلمہ نے عرض کیا کہ یہ تو نابینا ہیں یہ ہمیں کہاں دیکھ رہے؟ کہ ہم ان سے پردہ کریں اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حدیث (افعمیا وان انتما الستما تبصرانه) کیا تم دونوں بھی اندھی ہو کیا تم ان کو نہیں دیکھ رہی ہو پھر حضرت فاطمہ کی اس روایت سے یہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن ام مکتوم کو دیکھنا حضرت فاطمہ کے لئے جائز قرار دیا تھا بلکہ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد تو صرف یہ ظاہر کرنا تھا کہ تم ابن ام مکتوم کے ہاں امن وحفاظت کے ساتھ رہو گی کیونکہ ان کے ہاں تمہیں کوئی دیکھے گا نہیں اور جہاں تک حضرت فاطمہ کا سوال ہے تو انہیں خود ہی کتاب اللہ کا یہ حکم معلوم تھا کہ اجنبی مرد کو دیکھنا ممنوع ہے اس لئے ان سے یہ کیونکہ ممکن تھا کہ وہ حضرت ابن ام مکتوم کو دیکھتی ہوں گی؟ بہر کیف حضرت فاطمہ کی اس روایت سے بعض علماء نے عورت کو اجنبی مرد کے دیکھنے کا جو جواز ثابت کیا ہے اس کے متعلق اکثر جمہور علماء کی طرف سے یہ جواب دیا جاتا ہے۔

اب رہی بات حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے فقہی مسلک کی تو یہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ ان کے نزدیک اجنبی مرد کو اس کے زیر ناف سے زیر زانو تک کے حصہ کے علاوہ دیکھنا عورت کے لئے جائز ہے بشرطیکہ وہ جنسی ترغیب شہوت سے محفوظ و مامون ہو اگر جنسی ترغیب سے مامون نہ ہو تو پھر اجنبی مرد کے پورے جسم کو دیکھنا اس کے لئے حرام ہوگا۔ ابوجہم اپنی لاٹھی اپنے کندھے سے رکھتے ہی نہیں اس سے ابوجہم کی تند خوئی اور درست مزاجی کی طرف اشارہ مقصود تھا کہ ابوجہم بہت سخت گیر اور تند خو ہیں۔ وہ عورتوں کو مارتے ہیں ان سے تمہارا نباہ مشکل ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو مرد یا عورت کا کوئی عیب معلوم ہو تو منگنی کے وقت اس کا اظہار کر دینا جائز ہے تاکہ شادی کے بعد وہ دونوں ہی کسی تکلیف اور پریشانی میں مبتلا نہ ہوں۔ فاطمہ نے حضرت اسامہ کے انتخاب کو اس لئے

ناپسند کیا کہ وہ اول تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام بیٹے تھے، دوسرا ان کا رنگ سیاہ تھا جبکہ حضرت فاطمہ قریشی تھیں اور خوبصورت بھی تھیں لیکن حضرت اسامہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب تھے اور انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک مخصوص فضیلت اور تقرب حاصل تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ان کی سفارش کی جس کے بعد فاطمہ نے بھی انکار کرنا مناسب نہیں سمجھا اور حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق حضرت اسامہ سے نکاح کرلیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نکاح میں خیر و برکت عطا فرمائی اور ان کو اسامہ کی زوجیت و رفاقت میں چین و آرام نصیب ہوا۔ اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ جس عورت کو طلاق بائن دی گئی ہو اور وہ حاملہ نہ ہو تو عدت پوری ہونے تک اس کا نفقہ (کھانے پینے اور کپڑے کا خرچ اور سکنی (رہنے کی جگہ) شوہر کے ذمہ ہے یا نہیں؟

چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور بعض علماء کے نزدیک شوہر پر اس عورت کا نفقہ اور سکنی واجب ہے سکنی تو آیت سے ثابت ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے آیت (أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ الطلاق:6) تم ان مطلقہ کو اپنی وسعت کے موافق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو اور نفقہ کے اعتبار سے واجب ہے کہ وہ عورت اسی شوہر کی وجہ سے تمام پابندیوں کے ساتھ عدت میں بیٹھی ہوئی ہے۔ حضرت عمر فاروق بھی اسی کے قائل تھے بلکہ وہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے تھے کہ ہم ایک عورت فاطمہ بنت قیس کے کہنے سے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارا نفقہ اور سکنی تمہارے شوہر کے ذمہ نہیں ہے) کتاب اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ترک نہیں کر سکتے جس سے نفقہ اور سکنی کا واجب ہونا ثابت ہے ہوسکتا ہے کہ فاطمہ کو اشتباہ ہوا ہو یا نہیں آپ کا اصل ارشاد یاد نہ رہا ہو چنانچہ میں نے خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس عورت کا نفقہ اور سکنی شوہر کے ذمہ ہے لیکن حضرت ابن ملک کہتے ہیں کہ یہ واقعہ صحابہ کے سامنے پیش آیا تھا ان صحابہ میں سے کسی نے فاطمہ کے قول کی تردید نہیں کی ہے اس لئے یہ بمنزلہ اجماع کے ہوا) حضرت امام احمد یہ فرماتے ہیں کہ اس عورت کے لئے نہ تو نفقہ واجب ہے اور نہ سکنی اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

حضرت امام مالک حضرت امام شافعی اور بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ اس آیت (أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ الطلاق:6) کے موجب اس عورت کے لئے سکنی واجب ہے نفقہ واجب نہیں ہے ہاں اگر اسے حمل کی حالت میں طلاق دی گئی ہو تو اس حدیث کے مطابق اس کے لئے نفقہ واجب ہوگا۔ اور حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ فاطمہ بنت قیس جس مقام میں رہتی تھی وہ ایک ویران جگہ تھی اور ہاں اس کے بارے میں اندیشہ رہتا تھا اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عدت کے دنوں میں اپنے مکان سے ابن ام مکتوم کے مکان میں منتقل ہونے کی آسانی عطا فرمادی تھی ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ حضرت عائشہ نے کہا کہ فاطمہ کو کیا ہوا ہے کہ وہ اللہ سے نہیں ڈرتی؟ اس سے حضرت کی مراد فاطمہ کے اس قول کہ نہ نفقہ واجب ہے اور نہ سکنی کی تردید کرنا ہے (بخاری)

حدیث کے ابتدائی الفاظ کا مطلب ہے کہ فاطمہ بنت قیس جس مکان میں رہتی تھیں وہ ایک ویران جگہ میں تھا جہاں ہر وقت چور وغیرہ کا اندیشہ رہتا تھا اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس مکان سے حضرت ابن ام مکتوم کے مکان میں منتقل

ہونے کی اجازت مرحمت فرمادی اور اس بیان سے حضرت عائشہ کا مقصد یہ آگاہ کرنا تھا کہ فاطمہ اپنی عدت کے دنوں میں اپنے خاوند کے گھر کو چھوڑ کر غیر کے گھر میں جو بیٹھی تھیں اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ تین طلاقوں والی عورت کے لئے سکنی نہیں ہے اور وہ جہاں چاہے عدت میں بیٹھ جائے بلکہ فاطمہ کا اپنے خاوند کے مکان کو چھوڑ کر ایک دوسرے شخص کے مکان میں عدت گزارنے کا سبب یہ ہے جو بیان کیا گیا ہے۔

دوسری روایت کے الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نقل کیا کرتی تھیں کہ جس عورت کو طلاق بائن دی گئی ہو اس کے لئے نہ تو نفقہ ہے اور نہ سکنی ہے چنانچہ حضرت عائشہ نے ان کی اس بات کی تردید کی اور فرمایا کہ فاطمہ اس قول: نہ نفقہ اور نہ سکنی ہے: کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہوئے اللہ سے نہیں ڈرتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ہرگز نہیں فرمایا ہوگا بلکہ فاطمہ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ گویا اس مسئلہ میں حضرت عائشہ کا بھی وہی مسلک تھا جو حضرت عمر کا تھا اور یہ حدیث حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے مسلک کی مؤید ہے کہ طلاق بائن والی عورت کے لئے سکنی بھی ہے اور نفقہ بھی ہے۔ اور حضرت سعید ابن مسیب کہتے ہیں کہ فاطمہ کو عدت کے زمانہ میں اس کے خاوند کے گھر سے اس لئے منتقل کر دیا گیا تھا کہ وہ اپنے خاوند کے عزیزوں سے زبان درازی کیا کرتی تھیں۔ (شرح السنۃ)

رکھنے کی کوشش کرو اگر اس پر زبانی نصیحت تنبیہ کا کوئی اثر نہ ہو تو پھر اس کو مارو لیکن بے رحمی کے ساتھ نہ مارو بلکہ ہلکے سے اور تھوڑا سا مارو۔

بَابُ مَنْ اَنْكَرَ ذٰلِكَ عَلٰى فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ

باب: جنہوں نے سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا (کی نقل کردہ روایت) کا انکار کیا ہے

2291 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، اَخْبَرَنِي اَبُو اَحْمَدَ، حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ رُزَيْقٍ، عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ قَالَ: كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ مَعَ الْاَسْوَدِ، فَقَالَ: اَتَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: مَا كُنَّا لِنَدَعَ كِتَابَ رَبِّنَا، وَسُنَّةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ امْرَاَةٍ، لَا نَدْرِي اَحَفِظَتْ ذٰلِكَ اَمْ لَا

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں: میں اسود کے ساتھ جامع مسجد میں موجود تھا، انہوں نے بتایا:

سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اپنے پروردگار کی کتاب اور اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت (کا حکم) کسی عورت کے بیان کی وجہ سے ترک نہیں کر سکتے، کیونکہ ہم نہیں جانتے، کیا اسے (اصل واقعہ) یاد ہے یا نہیں؟

2292 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي الزِّنَادِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيهِ قَالَ: لَقَدْ عَابَتْ ذٰلِكَ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَشَدَّ الْعَيْبِ - يَعْنِي حَدِيثَ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ -

2291- واخرجه مسلم (1480) عن محمد بن عمرو بن جبلة عن ابي احمد الزبيري بهذا الاسناد. واخرجه ايضاً من طريق سليمان بن معاذ، عن ابي اسحاق، به. واخرجه الترمذي (1215) من طريق مغيرة

وَقَالَتْ: إِنَّ فَاطِمَةَ كَانَتْ فِي مَكَانٍ وَحْشٍ فَخِيفَ عَلَى نَاحِيَتِهَا، فَلِذَلِكَ رَخَّصَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ہشام بن عروہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس پر سختی سے اعتراض کیا، یعنی سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی نقل کردہ روایت پر (اعتراض کیا)۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: فاطمہ ایک ایسے گھر میں رہتی تھی جو آبادی سے ذرا ہٹ کے تھا، تو اس خوف کی وجہ سے (کہ وہ ویرانے میں رہتی ہیں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہ رخصت دی تھی۔

2293 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ قِيلَ لِعَائِشَةَ: أَلَمْ تَرَيْ إِلَى قَوْلِ فَاطِمَةَ؟ قَالَتْ: أَمَا إِنَّهُ لَا خَيْرَ لَهَا فِي ذَلِكَ.

عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا: کیا آپ نے فاطمہ (بنت قیس) کا بیان ملاحظہ نہیں کیا؟ تو سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس کے تذکرے میں، اس کے لیے کوئی بھلائی نہیں ہے۔

2294 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، فِي خُرُوجِ فَاطِمَةَ، قَالَ: إِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ مِنْ سُوءِ الْخُلُقِ.

سلیمان بن یسار نے سیّدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے اپنے گھر سے منتقل ہونے کے بارے یہ بات نقل کی ہے: ان کے مزاج میں تیزی تھی۔

2295 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، وَسُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّهُ سَمِعَهُمَا يَذْكُرَانِ، أَنَّ يَحْيَى بْنَ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ طَلَّقَ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَكَمِ الْبَتَّةَ، فَانْتَقَلَهَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، فَأَرْسَلَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا إِلَى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، وَهُوَ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ، فَقَالَتْ لَهُ: اتَّقِ اللهَ، وَارْدُدِ الْمَرْأَةَ إِلَى بَيْتِهَا، فَقَالَ مَرْوَانُ - فِي حَدِيثِ سُلَيْمَانَ -: إِنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ غَلَبَنِي، وَقَالَ مَرْوَانُ - فِي حَدِيثِ الْقَاسِمِ -: أَوَ مَا بَلَغَكِ شَأْنُ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ؟ فَقَالَتْ عَائِشَةُ: لَا يَضُرُّكَ أَنْ لَا تَذْكُرَ حَدِيثَ فَاطِمَةَ، فَقَالَ مَرْوَانُ: إِنْ كَانَ بِكِ الشَّرُّ فَحَسْبُكِ مَا كَانَ بَيْنَ هَذَيْنِ مِنَ الشَّرِّ

قاسم بن محمد اور سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں: یحییٰ بن سعید بن العاص نے عبدالرحمان بن حکم کی صاحبزادی کو طلاق بتہ دے دی، تو عبدالرحمان نے اس صاحبزادی کو (اس کے شوہر کے گھر سے) منتقل کروادیا، سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مروان بن حکم کو، جو اس وقت مدینہ منورہ کا گورنر تھا، یہ پیغام بھیجا، اللہ سے ڈرو، اور عورت کو اس کے گھر واپس بھجوادو، (سلیمان کی روایت یہ

2292-حديث صحيح، وهذا اسناد حسن من اجل عبد الرحمن بن ابي الزناد، لكن تابعه حفص بن غياث. ابن وهب: هو عبد الله القرشي. واخرجه البخاري تعليقاً (5326)، وابن ماجه (2032) من طريق عبد الرحمن ابن ابي الزناد، بهذا الاسناد. واخرج بنحوه مسلم (1481)، وابن ماجه (2033)، والنسائي في "الكبرى" (5710)

الفاظ ہیں) مروان نے کہا: عبدالرحمان مجھ پر غالب آ گئے، (قاسم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں) مروان نے کہا: کیا آپ کو سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے واقعہ کی اطلاع نہیں ملی؟ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر تم فاطمہ کے واقعہ کا ذکر نہ کرتے، تو تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوتا تھا، تو مروان نے کہا: ان دونوں کے درمیان جو شر ہے وہ آپ کے لیے کافی ہے۔

2296 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ، حَدَّثَنَا مَيْمُونُ بْنُ مِهْرَانَ قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَدُفِعْتُ إِلَى سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ فَقُلْتُ فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ: طُلِّقَتْ فَخَرَجَتْ مِنْ بَيْتِهَا. فَقَالَ سَعِيدٌ: تِلْكَ امْرَأَةٌ فَتَنَتِ النَّاسَ إِنَّهَا كَانَتْ لَسِنَةً. فَوُضِعَتْ عَلَى يَدَيِ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ الْأَعْمَى

میمون بن مہران بیان کرتے ہیں: میں مدینہ منورہ آیا تو مجھے سعید بن مسیب کے پاس لے جایا گیا، میں نے کہا: سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو جب طلاق ہوئی تھی، وہ اپنے گھر سے منتقل ہو گئی تھیں، تو سعید بن مسیب نے کہا: وہ ایک ایسی خاتون تھیں، جنہوں نے لوگوں کو پریشان کیا ہوا تھا، وہ زبان دراز تھیں، تو انہیں حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے ہاں منتقل کیا گیا۔

بَابٌ فِي الْمَبْتُوتَةِ تَخْرُجُ بِالنَّهَارِ

باب: "طلاق بتہ" یافتہ عورت کا دن کے وقت (گھر سے) باہر نکلنا

2297 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: طُلِّقَتْ خَالَتِي ثَلَاثًا، فَخَرَجَتْ تَجُدُّ نَخْلًا لَهَا، فَلَقِيَهَا رَجُلٌ فَنَهَاهَا، فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لَهُ، فَقَالَ لَهَا: اخْرُجِي فَجُدِّي نَخْلَكِ، لَعَلَّكِ أَنْ تَصَدَّقِي مِنْهُ أَوْ تَفْعَلِي خَيْرًا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میری خالہ کو تین طلاقیں ہو گئیں، تو وہ اپنے باغ سے کھجوریں اتارنے کے لیے گھر سے باہر چلی گئیں، ایک شخص ان سے ملا اور اس نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

"تم (گھر سے) نکلو، اپنی کھجوریں اتارو، تا کہ تم ان میں سے کچھ کو صدقہ کرو گی (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) ان سے بھلائی کرو گی"۔

عدت کے مسائل اور شرعی احکام کا بیان

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں: مسلمان منکوحہ بالغہ عورت جب طلاق ثلاثہ مغلظہ کی عدت گزارے یا عدت وفات گزارے تو انقطاع نکاح پر افسوس کے اظہار کے لیے زینت کو ترک کر دے، زیورات اور ریشمی کپڑے نہ پہنے باریک دانتوں کی کنگھی سے بال نہ سنوارے، خوشبو اور تیل نہ لگائے، سرمہ اور مہندی نہ لگائے، زعفران اور سرخ یا زرد رنگ میں رنگے کپڑے نہ

2297- اسناده صحيح. ابن جريج -وهو عبد الملك بن عبد العزيز- صرح بالتحديث عند المصنف. وابو الزبير -وهو محمد بن مسلم بن تدرس المكي- صرح بالتحديث عند مسلم، فانتفت شبهة تدليسهما. يحيى بن سعيد: هو القطان. واخرجه مسلم (1483) من طريق محمد بن حاتم بن ميمون، عن يحيى بن سعيد، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (1483)، وابن ماجه (2034) والنسائي في "الكبرى" (5713) من طرق عن ابن جريج، به. وهو في "مسند احمد" (14444).

پہنے' ہاں عذر کی وجہ سے ان میں سے کسی ایک چیز کو بھی اختیار کر سکتی ہے' کالے اور نیلے رنگ کے کپڑے پہن سکتی ہے' کافرہ' صغیرہ' مجنونہ' نکاح فاسد' وطی بالشبہ اور طلاق رجعی کی معتدہ پر سوگ نہیں ہے۔ دیگر رشتہ داروں کی موت پر صرف تین دن تک سوگ کرنا مباح ہے' خاوند کے لیے جائز ہے کہ عورت کو تین دن سے زیادہ سوگ کرنے پر منع کرے کیونکہ عورت کا مزین ہونا اس کا حق ہے' ہاں اگر خاوند کو اعتراض نہ ہو یا عورت شادی شدہ نہ ہو تو پھر تین دن سے زیادہ بھی سوگ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (علامہ شامی نے کہا ہے کہ علامہ حصکفی کا تین دن سے زیادہ سوگ کی اجازت دینا صحیح نہیں ہے اور یہ حدیث کے خلاف ہے جیسا کہ ابھی ''صحیح بخاری'' کے حوالے سے گزرا ہے۔)

ہر قسم کی عدت گزارنے والی کو نکاح کا پیغام دینا حرام ہے' البتہ اشارہ کنایہ سے اپنا مدعا ظاہر کرنا جائز ہے مثلاً کہے: مجھے امید ہے کہ ہم اکٹھے رہیں گے' یا آپ بہت خوبصورت ہیں یا نیک ہیں' بہ شرطیکہ وہ عورت عدت وفات گزار رہی ہو اور عدت طلاق میں ایسا کہنا مطلقاً جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے اس کے شوہر کے ساتھ عداوت پیدا ہوگی۔ جو عورت عدت گزار رہی ہو خواہ وہ طلاق رجعی کی عدت ہو یا طلاق بائن کی وہ گھر سے بالکل نہ نکلے' نہ رات کو نہ دن کو' اور اگر حویلی میں دوسرے لوگوں کے گھر ہوں تو اس کے صحن میں بھی نہ جائے خواہ شوہر کی اجازت ہو' کیونکہ یہ اللہ کا حق ہے' اور جو عورت عدت وفات گزار رہی ہو وہ دن اور رات میں گھر سے باہر جا سکتی ہے لیکن رات کا اکثر حصہ اپنے گھر میں گزارے۔

وجہ فرق یہ ہے کہ مطلقہ کے خرچ کا کفیل اس کا خاوند ہے اس لیے اس کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے اور جو عدت وفات گزار رہی ہے' اس کے خرچ کا کوئی کفیل نہیں ہے اس لیے اس کو طلب معاش کے لیے دن اور رات کے وقت میں نکلنا ہوگا' ہاں اگر اس کے خرچ کی کفالت کا انتظام ہو تو پھر اس کو بھی مطلقہ کی طرح گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔

اور وہاں عدت گزارے خواہ عدت طلاق ہو یا عدت وفات' اور اس گھر سے نہ نکلے' ماسوا اس صورت کے کہ اس کو اس گھر سے نکال دیا جائے' یا وہ گھر منہدم ہو جائے یا اس گھر کے انہدام کا خدشہ ہو یا وہاں اس کے مال کے تلف ہونے کا خطرہ ہو' اس کے پاس اس گھر کا کرایہ نہ ہو' اس قسم کی اگر کوئی ناگزیر صورت ہو مثلاً وہ اس گھر میں تنہا ہو اور اس کی جان کو خطرہ ہو ایسی صورت میں وہ اس گھر کے قریب کسی گھر میں منتقل ہو سکتی ہے اور عدت طلاق میں جہاں اس کا شوہر چاہے وہاں منتقل ہو جائے' جب عورت عدت طلاق گزار رہی ہو تو اس کے اور شوہر کے درمیان ایک پردہ ضروری ہے اور اگر گھر تنگ ہو یا شوہر فاسق ہو تو پھر اس کا اس گھر سے نکل جانا بہتر ہے۔ (درمختار علی ھامش الردص ٦٢١۔٦١٦ ملخصاً مطبوعہ دار احیاء التراث العربی' بیروت ١٤٠٧ھ)

عدت کے دوران عورتوں کو جن کاموں سے منع کیا ہے مثلاً بغیر عذر شرعی کے گھر سے باہر نکلنا یا بناؤ سنگھار کرنا' یا کسی سے عقد ثانی کا عہد و پیمان کرنا' اگر عورتیں عدت کے دوران ان میں سے کوئی کام کریں تو اس عورت کے وارثوں اور سرپرستوں پر لازم ہے کہ عورت کو اس سے منع کریں اور اگر وہ منع نہیں کریں گے تو گنہگار ہوں گے اور اگر اس عورت کے اولیاء نہ ہوں تو پھر یہ حکام اور عام مسلمانوں کا فریضہ ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور جب وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو وہ دستور کے موافق جو کام اپنے لیے کریں اس میں تم پر کوئی حرج (یا گناہ) نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر انہوں نے عدت سے پہلے یہ کام کیے اور تم نے ان کو

نہ روکا تو تمہیں گناہ ہوگا۔

بَابُ نَسْخِ مَتَاعِ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا بِمَا فَرَضَ لَهَا مِنَ الْمِيرَاثِ

باب: بیوہ عورت کو ایک سال تک خرچ فراہم کرنے کے حکم کا منسوخ ہونا، اس کے ذریعے، جو اس کا وارثت میں حصہ مقرر کیا گیا ہے

2298 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: (وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ) (البقرة: 240) فَنُسِخَ ذَلِكَ بِآيَةِ الْمِيرَاثِ بِمَا فَرَضَ لَهُنَّ مِنَ الرُّبُعِ وَالثُّمُنِ، وَنُسِخَ أَجَلُ الْحَوْلِ بِأَنْ جُعِلَ أَجَلُهَا أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

"تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں، تو انہیں (گھر سے) نکالے بغیر، ایک سال تک خرچ دیا جائے"

(اللہ تعالیٰ نے) میراث کے حکم والی آیت کے ذریعے اسے منسوخ کر دیا، کیونکہ (اس آیت میں ان بیویوں کے لیے) چوتھائی، یا آٹھواں حصہ مقرر کیا گیا ہے۔

اور ایک سال کی مدت کو اس حکم کے تحت منسوخ کر دیا کہ ان کی عدت چار ماہ دس دن مقرر کر دی۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور تم میں سے جو لوگ مر جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں وہ اپنی بیویوں کے لیے وصیت کر جائیں کہ انہیں ایک سال تک خرچ دیا جائے اور (گھر سے) نکالا نہ جائے پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر (ان کے) اس کام کا کوئی گناہ نہیں ہے جو انہوں نے دستور کے مطابق کیا ہے۔ (البقرۃ: ۲٤٠)

ایک سال تک عدت وفات کے منسوخ ہونا کا بیان

اس آیت میں فرمایا ہے کہ جو لوگ موت کی آہٹ محسوس کریں یا قریب المرگ ہوں وہ اپنی بیویوں کے لیے یہ وصیت کریں کہ انہیں ایک سال تک خرچ دیا جائے اور گھر سے نہ نکالا جائے جمہور فقہاء اور مفسرین کے نزدیک یہ آیت سورۃ بقرہ کی اس آیت سے منسوخ ہے جس میں فرمایا ہے: تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں وہ (عورتیں) اپنے آپکو چار ماہ دس دن تک (عقد ثانی سے) روکے رکھیں۔ (البقرۃ: ۲۳٤)

امام ابن جریر طبری نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ پہلے جب کسی عورت کا خاوند فوت ہو جاتا تھا تو خاوند کے مال سے اس کے

2298- اسنادہ حسن. علی بن الحسین بن واقد حسن الحدیث. یزید النحوی: ہو یزید بن ابی سعید، و عکرمۃ: ہو مولی ابن عباس. واخرجہ النسائی فی "الکبری" (5706) من طریق اسحاق بن راھویہ، عن علی ابن الحسین، بھذا الاسناد. واخرجہ النسائی (5707) من طریق سماک، عن عکرمۃ بہ. فجعلہ من قول عکرمۃ

لیے ایک سال کی رہائش اور خرچ مہیا کیا جاتا تھا' پھر جب سورۂ نساء میں عورت کی میراث مقرر کردی گئی کہ اگر اس کے خاوند کی اولاد نہ ہو تو اس کو خاوند کے مال کا چوتھائی حصہ ملے گا اور اگر اس کی اولاد ہو تو پھر اس کو خاوند کے مال کا آٹھواں حصہ ملے گا' تو پھر رہائش اور نفقہ کا یہ حکم منسوخ ہو گیا' البتہ مجاہد کے نزدیک یہ آیت منسوخ نہیں ہے' ان کے نزدیک اس کا محمل یہ ہے کہ بیوہ پر چار ماہ دس دن عدت گزارنا تو واجب ہے جیسا کہ البقرہ: ۲۳۴ میں مذکور ہے' اس کے بعد سال کے باقی ماندہ سات ماہ بیس دن میں عدت گزارنے کا اسے اختیار ہے چاہے وہ یہ عدت گزارے یا نہ گزارے۔ (جامع البیان ج۲ ص ۳۶۲ مطبوعہ دار المعرفتہ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن الزبیر نے حضرت عثمان سے کہا: (آیت) "والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا" (البقرہ: ۲۴۰) الی قولہ غیر اخراج'' اس آیت کو سورۂ بقرہ کی دوسری آیت نے منسوخ کر دیا ہے تو پھر آپ نے اس آیت کو مصحف میں کیوں لکھا ہے؟ حضرت عثمان نے کہا: اے بھتیجے ہم اس آیت کو اسی طرح رہنے دیں گے' قرآن مجید کی کسی آیت کو اس کی جگہ سے تبدیل نہیں کریں گے (یعنی قرآن مجید کی آیات کو لکھنا امر توفیقی تھا اور رسول اللہ ﷺ نے جس آیت کی جو جگہ بتائی تھی اس کو وہیں لکھا گیا تھا)

(صحیح بخاری ج۲ ص ۶۵۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی ۱۳۸۱ھ)

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں جب کوئی شخص مر جاتا تو اس کی بیوی ایک سال تک عدت گزارتی' اس پر اس کی وراثت سے ایک سال تک خرچ کیا جاتا' جب ایک سال پورا ہو جاتا تو وہ اپنے شوہر کے گھر سے نکلتی اور اس کے پاس ایک مینگنی ہوتی' وہ ایک کتے کو مینگنی مارتی اور شوہر کی عدت سے باہر آجاتی اور مینگنی کو مارنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ کہتی کہ میرے نزدیک خاوند کی وفات کے بعد میرا اس کی عدت گزارنا میرے نزدیک اس مینگنی کو مارنے سے زیادہ آسان تھا' اسلام نے اپنے ظہور کے بعد ان کو پہلے اپنے اسی دستور پر قائم رکھا اور بیوہ کی عدت ایک سال ہی برقرار رہی۔ پھر اس کے بعد اس حکم کو سورۃ البقرہ: ۲۳۴ سے منسوخ کر دیا گیا اور بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن مقرر کردی گئی۔ (زاد المسیر ج۱ ص ۲۸۶' مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت' ۱۴۰۷ھ)

عدت وفات کے شرعی حکم میں اختلاف فقہاء کا بیان

امام مالک کے نزدیک اگر خاوند کا اپنا یا کرایہ کا مکان ہو تو بیوہ کا اس گھر میں عدت گزارنا واجب ہے اور عدت سے پہلے گھر سے نکلنا مطلقاً جائز نہیں ہے' امام شافعی کا ظاہر قول یہ ہے کہ خاوند کے مال سے بیوہ کے لیے عدت تک رہائش مہیا کرنا واجب ہے۔ امام احمد کے نزدیک اگر بیوہ غیر حاملہ ہو تو اس کے لیے عدت کی رہائش کا استحقاق نہیں ہے اور اگر وہ حاملہ ہو تو پھر ان کے دو قول ہیں' اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک بیوہ کا خاوند کے گھر میں عدت گزارنا واجب ہے لیکن وہ دن کے اوقات میں گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔

حدیث سے عدت وفات کا بیان

امام مالک روایت کرتے ہیں: زینب بنت کعب بن عجرہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت فریعہ بنت مالک بن سنان جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں وہ روایت کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئیں اور آپ سے یہ سوال کیا کہ وہ بنو

حذرہ میں اپنے خاندان میں جاسکتی ہیں' کیونکہ انکے شوہر اپنے چند بھاگے ہوئے غلاموں کو ڈھونڈنے گئے تھے حتیٰ کہ جب وہ قدوم کے راستہ میں پہنچے تو انہوں نے ان غلاموں کو جالیا' سوان غلاموں نے ان کے شوہر کو قتل کردیا' وہ کہتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا کہ آیا میں بنو حذرہ میں اپنے میکہ میں جاسکتی ہوں تاکہ وہاں عدت وفات گزاروں کیونکہ میرے خاوند نے اپنی ملکیت میں کوئی مکان چھوڑا ہے نہ نفقہ وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! وہ کہتی ہیں کہ جب میں واپس ہوئی حتیٰ کہ میں (ابھی) حجرہ میں تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آواز دی' یا مجھے کسی سے آواز دے کر بلوایا' آپ نے پوچھا: تم نے کیا کہا تھا؟ میں نے پھر آپ سے اپنے خاوند کی وفات کا پورا قصہ دہرایا' آپ نے فرمایا: تم اپنے گھر میں ٹھہری رہو حتیٰ کہ تمہاری عدت پوری ہو جائے' وہ کہتی ہیں کہ میں نے چار ماہ دس دن عدت گزاری جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا تو انہوں نے مجھ سے اس کے متعلق سوال کیا' میں نے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے اس حدیث کی پیروی کی اور اس کے مطابق فیصلہ کیا۔

(موطا امام مالک ص ۵۳۱۔ ۵۳۰' مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور) (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۱۵۔ ۳۱۴' جامع ترمذی ص ۱۹۳' سنن نسائی ج ۲ ص ۱۱۶' سنن ابن ماجہ ص ۱۴۶' سنن دارمی ج ۲ ص ۹۰)

عدت وفات کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی بیان کرتے ہیں: زیادہ ظاہر قول یہ ہے کہ جو عورت عدت وفات گزارے اس کے لیے بھی رہائش مہیا کرنا واجب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فریعہ سے فرمایا تھا: تم اپنے شوہر کے گھر میں رہو حتیٰ کہ تمہاری عدت پوری ہو جائے سو انہوں نے اس گھر میں چار ماہ دس دن عدت گزاری' امام ترمذی وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے' دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے لیے جس طرح نفقہ کا استحقاق نہیں ہے اسی طرح اس کے لیے رہائش کا بھی استحقاق نہیں ہے اور پہلے قول کی دلیل یہ ہے کہ رہائش اس کے پانی (منی) کی حفاظت کے لیے ہوتی ہے اور وہ اس کی وفات کے بعد بھی موجود ہے' اور نفقہ کا وجوب خاوند کے تسلط کی وجہ سے ہوتا ہے اور موت سے وہ منقطع ہو گیا' نیز نفقہ عورت کا حق ہے اور وہ میراث سے ساقط ہو گیا اور رہائش اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور وہ ساقط نہیں ہوا۔ (نہایۃ المحتاج ج ۷ ص ۱۰۵' دارالکتب العلمیہ' بیروت)

عدت وفات کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ قرطبی مالکی حضرت فریعہ کی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: حجاز اور عراق کے علماء کے درمیان یہ حدیث معروف ہے اور اس حدیث کی بناء پر وہ کہتے ہیں کہ بیوہ شوہر کے گھر عدت گزارے اور گھر سے باہر نہ نکلے۔ داؤد ظاہری یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید نے بیوہ پر عدت گزارنا لازم کیا ہے یہ لازم نہیں کیا کہ وہ شوہر کے گھر عدت گزارے' حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے' موطا امام مالک' میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیوہ عورتوں کو عدت سے پہلے حج پر جانے سے بھی منع کرتے تھے' یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اجتہاد تھا' ان کے نزدیک بیوہ خاوند کے گھر عدت گزارنا لازم تھا' اور قرآن اور سنت کا یہی مقتضی ہے' اس لیے عدت سے پہلے بیوہ کا حج اور عمرہ کے لیے بھی جانا جائز نہیں ہے' امام مالک نے کہا: جب تک بیوہ نے احرام نہ باندھا ہو اس کو گھر لوٹا دیا جائے گا۔ یہ حکم اس وقت ہے جب خاوند کا گھر اس

کی ملکیت میں ہو۔

امام مالک' امام شافعی' امام ابوحنیفہ' امام احمد اور اکثر فقہاء کا یہی مسلک ہے جیسا کہ حضرت فریعہ کی حدیث میں ہے اور اگر خاوند اس گھر میں رہتا ہو لیکن اس کا مالک نہ ہو تو عدت کے دوران بیوہ کے لیے اس میں رہنے کا استحقاق ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت فریعہ کے خاوند اس گھر کے مالک نہیں تھے پھر بھی آپ نے حضرت فریعہ سے فرمایا: تم عدت پوری ہونے تک اس گھر میں رہو' امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا اس میں اختلاف ہے' یہ حکم اس وقت ہے جب اس کا خاوند اس مکان کا کرایہ دیتا رہا ہو لیکن اگر خاوند نے اس مکان کا کرایہ نہ دیا ہو تو خاوند خواہ امیر ہو اس کے مال سے بیوہ کے لیے رہائش کا کوئی استحقاق نہیں ہے کیونکہ بیوہ کا رہائش پر استحقاق اس وقت ہوگا جب خاوند کی مکان پر مکمل ملکیت ہو۔

(الجامع الاحکام القرآن ج ۳ ص ۱۷۸۔۱۷۷ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۳۸۷ھ)

عدت وفات کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں: مطلقہ اور بیوہ اس گھر سے باہر نہ نکلے جس میں وہ رہتی تھی' البتہ بیوہ دن میں باہر جاسکتی ہے لیکن رات اس گھر میں آ کر گزارے' مطلقہ کے باہر نہ نکلنے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(آیت) "لا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن الا ان ياتين بفاحشة مبينة". (الطلاق:۱)

ترجمہ: ان مطلقہ عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو نہ وہ خود نکلیں الا یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں۔

اور بیوہ کے گھر سے باہر نہ جانے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(آیت) "متاعا الى الحول غير اخراج". (البقرہ:۲٤٠)

ترجمہ: بیوہ عورتوں کو ایک سال تک خرچ دیا جائے اور گھر سے نکالا نہ جائے۔

پھر چار ماہ دس دن سے زائد مدت کو البقرہ: ۲۳٤ سے منسوخ کر دیا اور چار ماہ دس دن کی مدت تک یہ حکم باقی رہا' اور حضرت فریعہ کی حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فریعہ کو ان کے خاوند کے گھر سے منتقل ہونے سے منع فرمایا دیا تھا' اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں' اول یہ کہ بیوہ خاوند کے گھر سے منتقل نہ ہو اور ثانی یہ کہ بیوہ کا گھر سے باہر نکلنا ممنوع نہیں ہے' کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے گھر سے باہر نکلنے سے منع نہیں فرمایا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ' حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے کہ بیوہ عورت دن میں گھر سے باہر نکل سکتی ہے لیکن رات میں گھر میں گزارے۔

(احکام القرآن ج ۱ ص ٤۱۹۔٤۱۸ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱٤۰۰ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور مطلقہ عورتوں کے لیے دستور کے مطابق متاع ہے جو اللہ سے ڈرنے والوں پر واجب ہے۔

(البقرہ:۲٤۲)

مطلقہ عورتوں کے مہر کی ادائیگی کا وجوب

اس پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیوہ عورتوں کو فائدہ پہنچانے کا ذکر فرمایا تھا کہ انہیں ایک سال کا نفقہ اور رہائش مہیا کی جائے، اور اس آیت میں مطلقہ عورتوں کا ذکر فرمایا جو طلاق یافتہ اور مدخول بہا عورتیں ہیں کہ اگر ان کا مہر پہلے مقرر تھا تو طلاق کے وقت ان کو ان کو پورا مہر ادا کیا جائے اور اگر پہلے ان کا مہر مقرر نہیں تھا تو ان کو مہر مثل ادا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے بیوہ عورتوں کے حقوق کے بعد مطلقہ عورتوں کے حقوق کا ذکر فرمایا، اس میں یہ اشارہ ہے کہ طلاق بھی بہ منزلہ موت ہے کیونکہ جس طرح شوہر کی موت کے بعد شوہر کی علیحدگی ہو جاتی ہے اسی طرح طلاق کے بعد بھی شوہر سے علیحدگی ہو جاتی ہے۔ مہر کی پوری تفصیل اور تحقیق ان شاء اللہ ہم النساء: ۴ میں بیان کریں گے۔

اس آیت میں مطلقات سے مراد وہ عورتیں ہیں جن کو مباشرت کے بعد طلاق دی گئی ہو کیونکہ جن عورتوں کو مباشرت سے پہلے طلاق دی گئی ہو ان کا حکم البقرہ: ۲۳۶ میں بیان کیا جا چکا ہے اور متاع سے مراد مہر ہے اور طلاق کے بعد مہر کا ادا کرنا واجب ہے، خواہ مقرر شدہ مہر ہو یا مہر مثل؛ بعض علماء نے کہا ہے کہ متاع سے مراد عورت کا لباس وغیرہ ہے یعنی مطلقہ عورتوں کو مہر کے علاوہ لباس وغیرہ بھی دیا جائے، اور جس عورت کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور اس کو مباشرت سے پہلے طلاق دے دی گئی اس کو لباس دینا واجب ہے اور باقی تین قسم کی مطلقہ عورتوں (جن کا مہر مقرر کیا گیا ہو خواہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ، اور وہ مدخولہ جس کا مہر مقرر نہ کیا گیا ہو) کو لباس دینا مستحب ہے۔

بَابُ إِحْدَادِ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا

باب: بیوہ عورت کا (شوہر کے انتقال پر) سوگ کرنا

2299 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ بِهَذِهِ الْأَحَادِيثِ الثَّلَاثَةِ، قَالَتْ زَيْنَبُ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ حِينَ تُوُفِّيَ أَبُوهَا أَبُو سُفْيَانَ، فَدَعَتْ بِطِيبٍ فِيهِ صُفْرَةٌ خَلُوقٌ أَوْ غَيْرُهُ، فَدَهَنَتْ مِنْهُ جَارِيَةً، ثُمَّ مَسَّتْ بِعَارِضَيْهَا، ثُمَّ قَالَتْ: وَاللهِ مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا

قَالَتْ زَيْنَبُ: وَدَخَلْتُ عَلَى زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ حِينَ تُوُفِّيَ أَخُوهَا فَدَعَتْ بِطِيبٍ فَمَسَّتْ مِنْهُ، ثُمَّ قَالَتْ: وَاللهِ مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ: لَا يَحِلُّ

2299- اسناده صحيح. القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة، وعبد الله بن ابي بكر: هو ابن محمد الانصاري. وهو عند مالك في "الموطا" 596/2-597، ومن طريقه اخرجه البخاري (5334)، ومسلم (1486)، والترمذي (1234)، والنسائي في "الكبرى" (5697). واخرجه تاماً ومختصراً البخاري (1280) و (1281) و (5339) و (5345)، ومسلم (1486)، والنسائي في "الكبرى" (5663) و (5691) من طرق عن حميد بن نافع، به. وهو في "مسند احمد" (26765)، و"صحيح ابن حبان" (4304).

لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا

قَالَتْ زَيْنَبُ: وَسَمِعْتُ أُمِّي أُمَّ سَلَمَةَ تَقُولُ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ ابْنَتِي تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا، وَقَدِ اشْتَكَتْ عَيْنَهَا أَفَنَكْحَلُهَا؛ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا، مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا كُلُّ ذٰلِكَ يَقُولُ: لَا. ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا هِيَ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ، وَقَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تَرْمِي بِالْبَعْرَةِ عَلَى رَأْسِ الْحَوْلِ. قَالَ حُمَيْدٌ: فَقُلْتُ لِزَيْنَبَ: وَمَا تَرْمِي بِالْبَعْرَةِ عَلَى رَأْسِ الْحَوْلِ؛ فَقَالَتْ زَيْنَبُ: كَانَتِ الْمَرْأَةُ إِذَا تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا دَخَلَتْ حِفْشًا، وَلَبِسَتْ شَرَّ ثِيَابِهَا، وَلَمْ تَمَسَّ طِيبًا وَلَا شَيْئًا، حَتّٰى تَمُرَّ بِهَا سَنَةٌ، ثُمَّ تُؤْتٰى بِدَابَّةٍ حِمَارٍ أَوْ شَاةٍ أَوْ طَائِرٍ فَتَفْتَضُّ بِهِ، فَقَلَّمَا تَفْتَضُّ بِشَيْءٍ إِلَّا مَاتَ، ثُمَّ تَخْرُجُ فَتُعْطٰى بَعْرَةً فَتَرْمِي بِهَا، ثُمَّ تُرَاجِعُ بَعْدُ مَا شَاءَتْ مِنْ طِيبٍ أَوْ غَيْرِهِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْحِفْشُ: بَيْتٌ صَغِيرٌ

❀❀ حمید بن نافع بیان کرتے ہیں: سیّدہ زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں یہ تین حدیثیں سنائیں۔

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے بتایا: میں سیّدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی، جب ان کے والد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، انہوں نے خوشبو منگوائی جس میں خلوق یا شاید کوئی اور زرد خوشبو ملی ہوئی تھی، انہوں نے اس میں سے کچھ کنیز کو لگائی اور (کچھ) اپنے رخساروں پر لگائی، پھر انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے یہ خوشبو لگانے کی ضرورت نہیں تھی، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کے لیے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کے مرنے پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، البتہ اپنے شوہر کا سوگ وہ چار ماہ دس دن تک کرے گی۔''

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے بتایا: میں سیّدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ہاں گئی، جب ان کے بھائی کا انتقال ہوا تھا، انہوں نے خوشبو منگوا کر لگائی، پھر انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے خوشبو لگانے کی ضرورت نہیں تھی، صرف یہ وجہ ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کے مرنے پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، البتہ وہ شوہر کا سوگ چار ماہ دس دن تک کرے گی۔''

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے اپنی والدہ سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا:

ایک مرتبہ ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میری بیٹی بیوہ ہوگئی ہے۔ اس کی آنکھیں خراب ہوگئی ہیں، تو کیا ہم اسے سرمہ لگائیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں! اس نے دو مرتبہ یا تین مرتبہ یہی سوال کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مرتبہ فرمایا: جی نہیں!

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ تو چار ماہ دس دن ہیں، زمانہ جاہلیت میں (بیوہ) عورت ایک سال گزرنے کے بعد مینگنی

پھینکتی تھی، (تو اس کی عدت ختم ہوتی تھی)

حمید نامی راوی کہتے ہیں: میں نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے کہا: ایک سال کے بعد مینگنی پھینکنے سے کیا مراد ہے؟ تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے بتایا:

پہلے جب کوئی عورت بیوہ ہو جاتی، تو وہ کسی کال کوٹھڑی میں چلی جاتی، اور سب سے خراب کپڑے پہن لیتی، وہ ایک سال گزرنے تک خوشبو وغیرہ نہیں لگا سکتی تھی۔ (ایک سال کے بعد) کوئی گدھا، بکری یا پرندہ لایا جاتا، وہ اس کو چھوتی، عام طور پر جسے وہ چھوتی تھی، وہ جانور مر جاتا تھا، پھر وہ (اپنی کوٹھڑی) سے باہر آتی تو اسے ایک مینگنی دی جاتی، جسے وہ پھینک دیتی؛ اس کے بعد وہ جیسے چاہتی خوشبو وغیرہ استعمال کر سکتی تھی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) "حفش" سے مراد چھوٹا گھر (کوٹھڑی) ہے۔

تین دن سوگ ہونے کا بیان

حضرت ام حبیبہ اور حضرت زینب بنت جحش نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بھی عورت اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے اس کے لئے یہ درست نہیں ہے کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے ہاں اپنے شوہر کا سوگ چار مہینے دس دن تک کیا کرے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 525)

سوگ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بناؤ سنگھار ترک کر دے اور خوشبو وسرمہ وغیرہ لگانے سے پرہیز کرے چنانچہ یہ سوگ کرنا کسی دوسری میت پر تو تین دن سے زیادہ جائز نہیں ہے۔ لیکن اپنے شوہر کی وفات پر چار مہینے دس دن تک یعنی ایام عدت میں سوگ کرنا واجب ہے۔

اب رہی یہ بات کہ چار مہینہ دس دن یعنی عدت کی مدت کی ابتداء کب سے ہوگی تو جمہور علماء کے نزدیک اس مدت کی ابتداء خاوند کی موت کے بعد سے ہوگی لیکن حضرت علی اس کے قائل تھے کہ عدت کی ابتداء اس وقت سے ہوگی جس وقت کہ عورت کو خاوند کے انتقال کی خبر ہوئی ہے لہٰذا اگر کسی عورت کا خاوند کہیں باہر سفر وغیرہ میں مر گیا اور اس عورت کو اس کی خبر نہیں ہوئی یہاں تک کہ چار مہینے دس دن گزر گئے تو جمہور علماء کے نزدیک عدت پوری ہوگئی جب کہ حضرت علی کے قول کے مطابق اس کی عدت پوری نہیں ہوگی بلکہ اس کو خبر ہونے کے وقت سے چار مہینے دس دن تک عدت میں بیٹھنا ہوگا۔

حضرت ام عطیہ کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے ہاں اپنے شوہر کے مرنے پر چار مہینے دس دن تک سوگ کرے اور ان ایام یعنی زمانہ عدت میں عصب کے علاوہ نہ تو کوئی رنگین کپڑا پہنے نہ سرمہ لگائے اور نہ خوشبو لگائے البتہ حیض سے پاک ہوتے وقت تھوڑا سا قسط یا اظفار استعمال کرے تو قباحت نہیں (بخاری ومسلم)

رنگین کپڑے سے مراد وہ کپڑا ہے جو کسم، زعفران اور گیرو وغیرہ کے تیز اور شوخ رنگ میں رنگا گیا ہو اور عام طور پر زینت و آرائش کے طور پر پہنا جاتا ہو اور کتاب کافی میں لکھا ہے کہ اگر کسی عورت کے پاس رنگین کپڑوں کے علاوہ اور کوئی کپڑا نہ ہو تو وہ رنگین کپڑا بھی پہن سکتی ہے کیونکہ اس کی ستر پوشی بہر حال زیادہ ضروری ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ ان رنگین کپڑوں کو زیب و زینت

کے مقصد سے استعمال نہ کرے۔

عصب اس زمانہ میں ایک خاص قسم کی چادر کو کہتے تھے جو اس طور پر بنی ہوتی تھی کہ پہلے سوت کو جمع کر کے ایک جگہ باندھ لیتے تھے پھر اس کو کسم میں رنگتے تھے اور اس کے بعد اس کو بنتے تھے چنانچہ وہ سرخ رنگ کی ایک چادر ہو جاتی تھی جس میں سفید دھاریاں بھی ہوتی تھیں کیونکہ سوت کو باندھ کر رنگنے کی وجہ سے سوت کا وہ حصہ سفید رہ جاتا تھا جو بندھا ہوا ہوتا تھا۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ عدت والی عورت کو رنگین کپڑا پہننے کی جو ممانعت ہے اس کا تعلق اس کپڑے سے ہے جو بننے کے بعد رنگا گیا ہو تو اس کا پہننا بھی درست ہے۔

علامہ ابن ہمام حنفی یہ فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء حنفیہ کے نزدیک عدت والی عورت کو عصب کا پہننا بھی درست نہیں ہے حضرت امام شافعی کے نزدیک عدت والی عورت کو عصب پہننا جائز ہے خواہ وہ موٹا ہو یا مہین ہو جب کہ حضرت امام مالک مہین عصب کو پہننے سے منع کرتے ہیں موٹے عصب کو منع نہیں کرتے۔ سرمہ لگانے کے سلسلہ میں ائمہ کے جو اختلافی اقوال ہیں وہ پیچھے حضرت ام سلمہ کی روایت کے ضمن میں بیان کئے جا چکے ہیں علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ حنفی مسلک کے مطابق عدت والی عورت کو مجبوری کی حالت میں سرمہ لگانا جائز ہے ویسے جائز نہیں ہے۔

قسط اور اظفار یہ دونوں ایک قسم کی خوشبو ہیں قسط تو عود کو کہتے ہیں جس عام طور پر عورتیں یا بچے دھونی لیتے ہیں کرمانی نے کہا ہے کہ قسط عود ہندی کو کہتے ہیں جسے اگر یا کوٹ کہا جاتا ہے۔ اظفار ایک قسم کا عطر ہوتا تھا یہ دونوں خوشبوئیں اس زمانہ میں عام طور پر عرب کی عورتیں حیض سے پاک ہوتے وقت بدبو دور کرنے کے لئے شرمگاہ میں استعمال کرتی تھیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدت والی عورت کو خوشبو استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے لیکن حائضہ کو حیض سے پاک ہوتے وقت بدبو دور کرنے کے لئے ان دونوں خوشبوؤں کے استعمال کی اجازت دے دی۔

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس عورت کا خاوند مر گیا ہو اس پر عدت کے زمانہ میں سوگ کرنا واجب ہے چنانچہ اس پر تمام علماء کا اجماع واتفاق ہے البتہ سوگ کی تفصیل میں اختلافی اقوال ہیں۔

حضرت امام شافعی اور جمہور علماء تو یہ کہتے ہیں کہ خاوند کی وفات کے بعد ہر عدت والی عورت پر سوگ کرنا واجب ہے خواہ وہ مدخول بہا ہو یعنی جس کے ساتھ جماع ہو چکا ہو یا غیر مدخول بہا ہو (یعنی جس کے ساتھ جماع نہ ہوا ہو) خواہ چھوٹی ہو یا بڑی خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ خواہ آزاد ہو یا لونڈی اور خواہ مسلمہ ہو یا کافرہ۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک سات قسم کی عورتوں پر سوگ واجب نہیں ہے جس کی تفصیل درمختار کے مطابق یہ ہے کہ (۱) کافرہ (۲) مجنونہ (۳) صغیرہ (٤) معتدہ عتق یعنی وہ ام ولد جو اپنے مولیٰ کی طرف سے آزاد کئے جانے یا اپنے مولی کے مر جانے کی وجہ سے عدت میں بیٹھی ہو (٥) وہ عورت جو نکاح فاسد کی عدت میں بیٹھی ہو (٦) وہ عورت جو وطی بالشبہ کی عدت میں بیٹھی ہو یعنی جس سے کسی غیر مرد نے غلط فہمی میں جماع کر لیا ہو اور اس کی وجہ سے عدت میں بیٹھی ہو (۷) وہ عورت جو طلاق رجعی کی عدت میں بیٹھی ہو۔

جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ خاوند کے علاوہ کسی کے مرنے پر عورت کو تین دن سے زیادہ سوگ کرنا جائز نہیں ہے اور تین دن تک بھی صرف مباح ہے واجب نہیں ہے چنانچہ اگر تین دنوں میں بھی خاوند سوگ کرنے سے منع کرے تو اس کو اس کا حق ہے کیونکہ بیوی کے بناؤ سنگار کا تعلق خاوند کے حق سے ہے اگر تین دنوں میں خاوند کی خواہش یہ ہو کہ وہ سوگ ترک کر کے بناؤ سنگار کرے اور بیوی خاوند کا کہنا نہ مانے تو اس بات پر بیوی کو مارنا خاوند کے لئے جائز ہے کیونکہ سوگ کرنے میں خاوند کا حق فوت ہو جاتا ہے۔ سوگ کے احکام ؛ مسائل جس عورت کو طلاق رجعی ملی ہو اس کی عدت تو فقط اتنی ہی ہے کہ وہ مقررہ مدت تک گھر سے باہر نہ نکلے اور نہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے اس کے لئے بناؤ سنگھار وغیرہ درست ہے اور جس عورت کو جو مکلفہ مسلمہ یعنی بالغ و عاقل اور مسلمان ہو تین طلاقیں مل گئیں یا ایک طلاق بائن یا اور کسی طرح سے نکاح ٹوٹ گیا یا خاوند مر گیا تو ان سب صورتوں میں اس کے لئے یہ حکم ہے کہ جب تک عدت میں رہے تب تک نہ تو گھر سے باہر نکلے نہ اپنا دوسرا نکاح کرے اور نہ بناؤ سنگھار کرے یہ سب باتیں اس پر حرام ہیں۔

اس سنگھار نہ کرنے اور میلے کچیلے رہنے کو سوگ کہتے ہیں۔ جب تک عدت ختم نہ ہو تب تک خوشبو لگانا کپڑے بسانا زیور گہنا پہننا پھول پہننا سرمہ لگانا پان کھا کر منہ لال کرنا مسی مسلنا سر میں تیل ڈالنا کنگھی کرنا مہندی لگانا اچھے کپڑے پہننا ریشمی اور رنگے ہوئے بہاردار کپڑے پہننا یہ سب باتیں ممنوع ہیں۔ ہاں مجبوری کی حالت میں اگر ان میں سے کوئی چیز اختیار کی گئی تو کوئی مضائقہ نہیں مثلاً سر میں درد ہونے کی وجہ سے تیل ڈالنے کی ضرورت پڑے تو بغیر خوشبو کا تیل ڈالنا درست ہے اسی طرح دوا کے لئے سرمہ لگانا بھی ضرورت کے وقت درست ہے۔

جس عورت کا نکاح صحیح نہیں ہوا تھا بلکہ بے قاعدہ ہو گیا تھا اور وہ فسخ کرا دیا گیا یا خاوند مر گیا تو ایسی عورت پر سوگ کرنا واجب نہیں ہے۔ اسی طرح جو عورت عتق یعنی آزادی کی عدت میں ہو جیسے ام ولد کو اس کا مولیٰ آزاد کر دے اور وہ اس کی وجہ سے عدت میں بیٹھی ہو تو اس پر سوگ کرنا واجب نہیں ہے۔ جو عورت عدت میں بیٹھی ہو اس کے پاس نکاح کا پیغام بھیجنا جائز نہیں ہے ہاں نکاح کا کنایہ یعنی یہ کہنا کہ میں اس عورت سے نکاح کرنے کی خواہش رکھتا ہوں یا اس سے نکاح کرنے کا میں ارادہ رکھتا ہوں جائز ہے، مگر یہ بھی اس صورت میں جائز ہے کہ جب کہ وہ عورت وفات کی عدت میں بیٹھی ہو اگر طلاق کی عدت میں بیٹھی ہو تو یہ بھی جائز نہیں ہے۔

جو عورت طلاق کی عدت میں بیٹھی ہو اس کو تو کسی بھی وقت گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے ہاں جو عورت وفات کی عدت میں بیٹھی ہو وہ دن میں نکل سکتی ہے اور کچھ رات تک نکل سکتی ہے مگر رات اپنے گھر سے علاوہ دوسری جگہ بسر نہ کرے لونڈی اپنے آقا کے کام سے گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔ معتدہ (عدت والی عورت) کو اپنی عدت کے دن اسی مکان میں گزارنے چاہئیں جس میں وہ فسخ وطلاق یا خاوند کی موت کے وقت سکونت پذیر ہو ہاں اگر اس مکان سے زبردستی نکالا جائے اس مکان میں اپنے مال واسباب کے ضائع ہونے کا خوف ہو یا اس مکان کے گر پڑنے کا خطرہ ہو اور یا اس مکان کا کرایہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو ان صورتوں میں کسی دوسرے مکان میں عدت بیٹھنا جائز ہے۔ اسی طرح اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ میاں بیوی ایک ہی مکان میں رہیں اگر چہ وہ

طلاق بائن کی عدت میں بیٹھی ہو بشرطیکہ دونوں کے درمیان پردہ حائل رہے ہاں اگر خاوند فاسق اور نا قابل اعتماد ہو یا مکان تنگ ہو تو عورت اس گھر سے منتقل ہو جائے اگرچہ خاوند کا منتقل ہونا اولیٰ ہے۔

اور اگر میاں بیوی کے ایک ہی مکان میں رہنے کی صورت میں وہ دونوں اپنے ساتھ کسی ایسی معتمد عورت کو رکھ لیں جو دونوں کو ایک دوسرے سے الگ رکھنے پر قادر ہو تو بہت ہی اچھا ہے۔ اگر مرد عورت کو اپنے ساتھ سفر میں لے گیا اور پھر سفر کے دوران اس کو طلاق بائن یا تین طلاقیں دے دیں یا مرد مر گیا اور عورت کا شہر یعنی اس کا وطن اس جگہ سے کہ جہاں طلاق یا وفات واقع ہوئی ہے سفر شرعی یعنی تین دن کے سفر سے کم مسافت پر واقع ہو تو وہ اپنے شہر واپس آ جائے اور اگر اس مقام سے جہاں طلاق یا وفات ہوئی ہے اس کا شہر سفر شرعی (یعنی تین دن کی مسافت) کے بقدر یا اس سے زائد فاصلہ پر واقع ہے۔

اور وہ منزل مقصود (جہاں کے لئے سفر اختیار کیا تھا) اس مسافت سے کم فاصلہ پر واقع ہے تو اپنے شہر واپس آنے کی بجائے منزل مقصود چلی جائے اور ان دونوں صورتوں میں خواہ اس کا ولی اس کے ساتھ ہو یا ساتھ نہ ہو لیکن بہتر یہ ہے کہ وہ عورت طلاق یا وفات کے وقت کسی شہر میں ہو تو وہاں سے عدت گزارے بغیر نہ نکلے تو کسی محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہے لیکن صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد یہ فرماتے ہیں کہ اگر اس کا کوئی محرم اس کے ساتھ ہو تو پھر عدت سے پہلے بھی اس شہر سے نکل سکتی ہے۔

ایام عدت میں زیب و زینت پر فقہی مذاہب اربعہ

حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری لڑکی کا خاوند مر گیا ہے جس کی دلیل سے وہ عدت میں ہے اور اس کی آنکھیں دکھتی ہیں تو کیا میں اس کی آنکھوں میں سرمہ لگا دوں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اس عورت نے یہ دو بار یا تین بار پوچھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار یہی جواب دیتے تھے کہ نہیں پھر فرمایا کہ عدت چار مہینہ اور دس دن ہے جب کہ ایام جاہلیت میں تم میں کی ایک عورت یعنی بیوہ سال بھر کے بعد مینگنیاں پھینکتی تھی۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 524)

یہ حدیث بظاہر امام احمد کی دلیل ہے کہ کیونکہ ان کے نزدیک اس عورت کو سرمہ لگانا جائز نہیں ہے جس کا خاوند مر گیا ہو اور وہ عدت میں بیٹھی ہو خواہ آنکھیں دکھنے کی دلیل سے اس کو سرمہ لگانے کی ضرورت ہو اور خواہ وہ محض زینت یا عادت کی بناء پر لگانا چاہے جب کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک مجبوری کی حالت میں مثلاً آنکھ دکھنے کی صورت میں سرمہ لگانا جائز ہے اور حضرت امام شافعی بھی آنکھیں دکھنے کی صورت میں سرمہ لگانے کی اجازت دیتے ہیں مگر اس شرط کے ساتھ کہ رات میں لگائے اور دن میں پونچھ لے۔

اس حدیث کے بارے میں حنفی علماء یہ فرماتے ہیں کہ اس عورت نے زینت کے لئے سرمہ لگانا چاہا ہوگا مگر بہانہ کیا ہوگا آنکھ دکھنے کا اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوگا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرمہ لگانے کی اجازت دینے سے انکار فرما دیا ہے۔

حدیث کے آخری جملہ کی وضاحت یہ ہے کہ اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں یہ رسم تھی کہ جس عورت کا خاوند مر جاتا وہ ایک

تنگ وتاریک کوٹھری میں بیٹھی رہتی اور بہت خراب کپڑے جو اکثر وبیشتر ٹاٹ اور نمدے کی صورت میں ہوتا تھا پہنے رہا کرتی تھی زینت کی کوئی چیز استعمال نہیں کرتی تھی خوشبو بھی نہیں لگاتی تھی غرض کہ پورے ایک سال تک اسی حالت میں رہتی پھر جس دن سال ختم ہوتا اس دن اس کے پاس گدھا یا بکری اور یا کوئی بھی جانور و پرندہ لایا جاتا جس سے وہ اپنی شرمگاہ رگڑتی اور اس کے بعد اس کوٹھری سے باہر نکلتی پھر اس کے ہاتھ میں چند مینگنیاں دی جاتیں جن کو وہ پھینکتی اور اس کے ساتھ ہی عدت سے نکل آتی۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی رسم کی طرف اشارہ فرمایا کہ پچھلے زمانہ میں عدت کی مدت بھی بہت زیادہ تھی اور اس میں خرابیاں اور پریشانیاں بھی بہت تھیں جب کہ اسلام میں عدت کی مدت بھی بہت کم ہے یعنی چار مہینہ دس دن زیادہ تھی اور اس میں خرابی اور پریشانی بھی نہیں ہے تو پھر اتنا اضطراب کیوں ہے؟

حضرت ام سلمہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں روایت کرتی ہیں کہ جب میرے پہلے شوہر ابوسلمہ کا انتقال ہوا اور میں عدت میں بیٹھی ہوئی تھی تو ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے اس وقت میں نے اپنے منہ پر ایلوا لگا رکھا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ ام سلمہ یہ کیا ہے یعنی تم نے عدت کے دنوں میں منہ پر یہ کیا لگا رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یہ تو ایلوا ہے جس میں کسی قسم کی کوئی خوشبو نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مگر ایلوا چہرے کو جوان بنا دیتا ہے یعنی ایلوا لگانے سے چہرہ چمکدار ہو جاتا ہے اور اسکا رنگ نکھر جاتا ہے لہٰذا تم اس کو نہ لگاؤ ہاں اگر کسی دلیل سے لگانا ضروری ہی ہو تو) رات میں لگا لو اور دن میں صاف کر ڈالو کیونکہ رات میں استعمال کرنے سے بناؤ سنگار کا گمان ہوتا ہے) اسی طرح خوشبودار کنگھی بھی نہ کرو اور نہ مہندی کے ساتھ کنگھی کرو کیونکہ مہندی سرخ رنگ لئے ہوتی ہے اور اس میں خوشبو ہوتی ہے جب کہ یہ سوگ کی حالت میں ممنوع ہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر میں کس چیز کے ساتھ کنگھی کروں یعنی اپنے بالوں کو کس چیز سے صاف کروں؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیری کے پتوں کے ساتھ کنگھی کرو اور ان پتوں سے اپنے سر کو غلاف کی طرح ڈھانپ لو یعنی بیری کے پتے اپنے سر پر اتنی مقدار میں ڈالو کہ وہ تمہارے سر کو غلاف کی طرح ڈھانپ لیں۔

(ابوداؤد ونسائی، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 527)

خوشبودار تیل کے بارے میں تو علماء کا اتفاق واجماع ہے کہ عدت والی عورت اس کا استعمال نہ کرے البتہ بغیر خوشبو کے تیل مثلاً روغن زیتون وتل کے بارے میں اختلافی اقوال ہیں چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی تو بغیر خوشبو کا تیل لگانے بھی منع کرتے ہیں البتہ ضرورت ومجبوری کی حالت میں اس کی اجازت دیتے ہیں اور حضرت امام مالک علیہ الرحمہ حضرت امام احمد اور علماء ظواہر نے عدت والی عورت کے لئے ایسے تیل کے استعمال کو جائز رکھا ہے جس میں خوشبو نہ ہو۔

اور حضرت ام سلمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس عورت کا خاوند مرجائے وہ نہ کسم میں رنگا ہوا کپڑا پہنے نہ گیرہ میں رنگا ہوا کپڑا پہنے نہ زیور پہنے نہ ہاتھ پاؤں اور بالوں پر مہندی لگائے اور نہ سرمہ لگائے

(ابوداؤد ونسائی)

اگر سیاہ اور خاکستری رنگ کے کپڑے پہنے تو کوئی مضائقہ نہیں اسی طرح کسم میں زیادہ دنوں کا رنگا ہوا کپڑا کہ جس سے خوشبو

نہ آتی ہو پہننا بھی درست ہے ہدایہ میں لکھا ہے کہ مذکورہ بالا عورت کسی عذر مثلاً کھجلی یا جوئیں یا کسی بیماری کی دلیل سے ریشمی کپڑا پہننا بھی جائز ہے۔

حضرت زینب کہتی ہیں کہ میں نے اپنی والدہ حضرت ام سلمہ سے سنا وہ فرماتی ہیں کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری لڑکی کا شوہر فوت ہوگیا ہے اور اس کی آنکھیں دکھتی ہیں کیا ہم اسے سرمہ لگا سکتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین مرتبہ فرمایا نہیں۔ پھر فرمایا یہ چار ماہ دس دن ہیں اور زمانہ جاہلیت میں تم ایک سال گزارنے پر اونٹ کی مینگنیاں پھینکتی تھیں اس باب میں فریعہ بنت مالک بن سنان (جو ابوسعید خدری کی بہن ہیں) اور حفصہ بنت عمر سے بھی روایت ہے حدیث زینب حسن صحیح ہے صحابہ کرام اور دیگر اہل علم کا اس پر عمل ہے کہ جس کا شوہر فوت ہو جائے وہ خوشبو اور زیبائش سے پرہیز کرے۔ سفیان ثوری، مالک، شافعی، احمد، اسحاق کا یہی قول ہے۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1209)

بَابٌ فِي الْمُتَوَفَّى عَنْهَا تَنْتَقِلُ

باب: بیوہ عورت کا (شوہر کے گھر سے) منتقل ہونا

2300 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، عَنْ عَمَّتِهِ زَيْنَبَ بِنْتِ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ، أَنَّ الْفُرَيْعَةَ بِنْتَ مَالِكِ بْنِ سِنَانٍ، وَهِيَ أُخْتُ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَخْبَرَتْهَا، أَنَّهَا جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْأَلُهُ أَنْ تَرْجِعَ إِلَى أَهْلِهَا فِي بَنِي خُدْرَةَ، فَإِنَّ زَوْجَهَا خَرَجَ فِي طَلَبِ أَعْبُدٍ لَهُ أَبَقُوا، حَتَّى إِذَا كَانُوا بِطَرَفِ الْقَدُومِ لَحِقَهُمْ فَقَتَلُوهُ، فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْ أَرْجِعَ إِلَى أَهْلِي، فَإِنِّي لَمْ يَتْرُكْنِي فِي مَسْكَنٍ يَمْلِكُهُ وَلَا نَفَقَةٍ؟ قَالَتْ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ، قَالَتْ: فَخَرَجْتُ حَتَّى إِذَا كُنْتُ فِي الْحُجْرَةِ، أَوْ فِي الْمَسْجِدِ، دَعَانِي، أَوْ أَمَرَ بِي، فَدُعِيتُ لَهُ، فَقَالَ: كَيْفَ قُلْتِ؟ فَرَدَدْتُ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ الَّتِي ذَكَرْتُ مِنْ شَأْنِ زَوْجِي، قَالَتْ: فَقَالَ: امْكُثِي فِي بَيْتِكِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ، قَالَتْ: فَاعْتَدَدْتُ فِيهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا، قَالَتْ: فَلَمَّا كَانَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ أَرْسَلَ إِلَيَّ فَسَأَلَنِي عَنْ ذَلِكَ، فَأَخْبَرْتُهُ فَاتَّبَعَهُ، وَقَضَى بِهِ

❁❁ زینب بنت کعب بیان کرتی ہیں: سیدہ فریعہ بنت مالک رضی اللہ عنہا، جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں، انہوں نے بتایا: وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تاکہ آپ سے اجازت لے کر اپنے میکے منتقل ہو جائیں، ان کے شوہر اپنے کچھ مفرور غلاموں کی تلاش میں گئے تھے، "طرف قدوم" میں وہ ان غلاموں تک پہنچ گئے تو ان غلاموں نے انہیں قتل کر دیا۔

2300-وهو في "موطا مالک" /5912، ومن طريقه اخرجه الترمذی (1243)، والنسائی في "الکبریٰ" (10977) وقال الترمذی: حسن صحيح. واخرجه ابن ماجه (2031)، والترمذی (1244)، والنسائی (5692-5694) و (5696) من طرق عن سعد بن اسحاق، به. وهو في "مسند احمد" (27087)، و "صحيح ابن حبان" (4292) و (4293).

میں نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا: کیا میں اپنے میکے واپس چلی جاؤں؟ کیونکہ (میرے شوہر نے) میرے لیے ایسا کوئی گھر نہیں چھوڑا، جس کے وہ مالک ہوں اور خرچ بھی (نہیں چھوڑا) تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے، وہ خاتون بیان کرتی ہیں: میں وہاں سے نکلی ابھی میں حجرے میں تھی (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) میں مسجد میں تھی، کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے بلایا (یا شاید یہ الفاظ ہیں) نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت مجھے بلایا گیا۔

نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تم نے کیا بیان کیا ہے؟ میں نے اپنے شوہر سے متعلق پورا واقعہ دوبارہ بیان کیا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب تک تمہاری عدت پوری نہیں ہوتی تم اپنے گھر میں مقیم رہو''

وہ خاتون بیان کرتی ہیں: تو میں نے اس گھر میں چار ماہ دس دن عدت گزاری، وہ خاتون بیان کرتی ہیں: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں انہوں نے مجھے پیغام بھیج کر، مجھ سے اس بارے میں دریافت کیا: میں نے انہیں بتایا، تو انہوں نے اس کی پیروی کی اور اس کے مطابق فیصلہ دیا۔

شرح

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معتدہ (یعنی عدت میں بیٹھی ہوئی عورت) کو بلا ضرورت ایک مکان سے دوسرے مکان میں اٹھ آنا درست نہیں ہے۔

شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ جو عورت اپنے خاوند کے مرجانے کی وجہ سے عدت میں بیٹھی ہو اس کے لئے سکنی یعنی شوہر ہی کے مکان میں عدت گزارنا) ضروری ہے یا نہیں چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت امام شافعی کے دو قول ہیں جس میں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اس کے لئے سکنی ضروری ہے حضرت عمر حضرت عثمان حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت عبداللہ ابن عمر بھی اسی کے قائل تھے ان کی طرف سے یہی حدیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو فریعہ کو مکان منتقل کرنے کی اجازت دے دی مگر پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منتقل ہونے سے منع کر دیا اور یہ حکم دیا کہ وہ اپنے شوہر کے اسی مکان میں عدت کے دن گزاریں اس سے ثابت ہوا کہ فریعہ کو پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجازت دینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حدیث (امکثی فی بیتك) الخ تم اپنے اسی گھر میں عدت میں بیٹھو) کے ذریعہ منسوخ ہو گیا۔

حضرت امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ معتدہ وفات کے لئے سکنی ضروری نہیں ہے بلکہ وہ جہاں چاہے عدت میں بیٹھ جائے اور یہی قول حضرت علی حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ کا بھی تھا اس قول کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فریعہ کو مکان میں منتقل ہونے کی اجازت عطا فرمادی تھی اور پھر بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے ہی مکان میں عدت گزارنے کا جو حکم فرمایا وہ استحباب کے طور پر تھا۔

بَابُ مَنْ رَأَى التَّحَوُّلَ

باب: جن کے نزدیک (ایسی عورت کا اپنے گھر سے دوسری جگہ) منتقل ہونا (جائز ہے)

2301 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَسْعُودٍ، حَدَّثَنَا شِبْلٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، قَالَ: قَالَ عَطَاءٌ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: نَسَخَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: عِدَّتَهَا عِنْدَ أَهْلِهَا فَتَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ، وَهُوَ قَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى: غَيْرَ إِخْرَاجٍ، قَالَ عَطَاءٌ: إِنْ شَاءَتْ اعْتَدَّتْ عِنْدَ أَهْلِهِ، وَسَكَنَتْ فِي وَصِيَّتِهَا، وَإِنْ شَاءَتْ خَرَجَتْ لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: (فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ)، قَالَ عَطَاءٌ: ثُمَّ جَاءَ الْمِيرَاثُ، فَنَسَخَ السُّكْنَى تَعْتَدُّ حَيْثُ شَاءَتْ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس آیت نے عورت کے شوہر کے گھر میں عدت گزارنے (کے لازم ہونے) کو منسوخ کر دیا ہے، اب عورت جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''نکالے بغیر''

عطاء (بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ) کہتے ہیں: اگر وہ عورت چاہے تو اپنے شوہر کے گھر میں عدت گزارے اور اس کی وصیت کے مطابق وہاں ٹھہری رہے اور اگر وہ چاہے، تو اس گھر سے (کہیں اور) منتقل ہو جائے، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''اگر وہ نکل جائیں تو انہوں نے جو کیا، اس حوالے سے تم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا''

عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: پھر میراث کے حکم سے متعلق آیت نازل ہوئی تو اس نے رہائش کو منسوخ کر دیا، اب عورت جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے۔

بَابٌ فِيمَا تَجْتَنِبُهُ الْمُعْتَدَّةُ فِي عِدَّتِهَا

باب: عدت والی عورت اپنی عدت کے دوران کن اُمور سے اجتناب کرے گی؟

2302 - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْجَرَّاحِ الْقُهُسْتَانِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ بَكْرٍ السَّهْمِيَّ، عَنْ هِشَامٍ - وَهَذَا لَفْظُ ابْنِ الْجَرَّاحِ - عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُحِدُّ الْمَرْأَةُ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ فَإِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا، وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا، إِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ، وَلَا تَكْتَحِلُ، وَلَا تَمَسُّ طِيبًا إِلَّا أَدْنَى طُهْرَتِهَا إِذَا طَهُرَتْ مِنْ مَحِيضِهَا بِنُبْذَةٍ مِنْ قُسْطٍ، أَوْ أَظْفَارٍ - قَالَ

2302-اسناده صحيح. يحيى بن ابى بكير: هو الكرماني. واخرجه تاماً ومختصراً البخاري (313) معلقاً و (5342) و (5343) معلقاً، ومسلم بإثر (1491)، وابن ماجه (2087)، والنسائي في "الكبرى" (5698) و (5705) من طرق عن هشام بن حسان، به. وزاد النسائي في الموضع الاول: "ولا تمتشط." واخرجه تاماً ومختصراً ايضاً البخاري (313) و (5341)، ومسلم بإثر (1491)، والنسائي في "الكبرى" (5699) من طريقين عن حفصة، والبخاري (1279) و (5340) من طريق محمد بن سيرين، كلاهما عن ام عطية، به. وزاد البخاري من طريق حفصة: وكنا نهي عن اتباع الجنائز. وهو في "مسند احمد" (20794)، و "صحيح ابن حبان" (4305).

يَعْقُوبُ: - مَكَانَ عَصْبٍ إِلَّا مَغْسُولًا - وَزَادَ يَعْقُوبُ: - وَلَا تَخْتَضِبُ،

سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

''کوئی عورت، اپنے شوہر کے علاوہ اور کسی پر، تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے، شوہر پر وہ چار ماہ دس دن سوگ کرے گی، اس دوران وہ رنگین کپڑا نہیں پہنے گی، البتہ پٹی کا حکم مختلف ہے، اور وہ سرمہ نہیں لگائے گی، اور خوشبو استعمال نہیں کرے گی، البتہ حیض سے پاک ہونے کے وقت وہ تھوڑی سی قسط یا اظفار استعمال کرسکتی ہے۔

یعقوب نے لفظ ''عصب'' کی جگہ ''مغسول'' نقل کیا ہے۔ یعقوب نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: وہ خضاب نہیں لگائے گی۔

2303 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، وَمَالِكُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ الْمِسْمَعِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِهٰذَا الْحَدِيثِ وَلَيْسَ فِي تَمَامِ حَدِيثِهِمَا. قَالَ الْمِسْمَعِيُّ: قَالَ يَزِيدُ: وَلَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَالَ فِيهِ: وَلَا تَخْتَضِبُ. وَزَادَ فِيهِ هَارُونُ: وَلَا تَلْبَسُ ثَوْبًا مَصْبُوغًا، إِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیدہ اُمّ عطیہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، تاہم یہ مکمل نہیں ہے۔ یزید نامی راوی کہتے ہیں: میرے علم کے مطابق اس میں یہ الفاظ ہیں: وہ خضاب نہیں لگائے گی، ہارون نامی راوی نے اس میں یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: اور وہ رنگین کپڑا نہیں پہنے گی، البتہ پٹی کا حکم مختلف ہے۔

2304 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ، حَدَّثَنِي بُدَيْلٌ، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا لَا تَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ مِنَ الثِّيَابِ، وَلَا الْمُمَشَّقَةَ، وَلَا الْحُلِيَّ، وَلَا تَخْتَضِبُ، وَلَا تَكْتَحِلُ

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

''بیوہ عورت (سوگ کے دوران) معصفر یا گیروے رنگ کے کپڑے نہ پہنے، زیور نہ پہنے، خضاب نہ لگائے اور سرمہ نہ لگائے۔''

2305 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ الضَّحَّاكِ، يَقُولُ: أَخْبَرَتْنِي أُمُّ حَكِيمٍ بِنْتُ أَسِيدٍ، عَنْ أُمِّهَا، أَنَّ زَوْجَهَا، تُوُفِّيَ وَكَانَتْ تَشْتَكِي عَيْنَيْهَا فَتَكْتَحِلُ بِالْجِلَاءِ، - قَالَ أَحْمَدُ: الصَّوَابُ بِكُحْلِ الْجِلَاءِ - فَأَرْسَلَتْ مَوْلَاةً لَهَا إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ، فَسَأَلَتْهَا عَنْ كُحْلِ الْجِلَاءِ؟، فَقَالَتْ: لَا تَكْتَحِلِي بِهِ إِلَّا مِنْ أَمْرٍ لَا بُدَّ مِنْهُ يَشْتَدُّ عَلَيْكِ، فَتَكْتَحِلِينَ بِاللَّيْلِ، وَتَمْسَحِينَهُ بِالنَّهَارِ ثُمَّ قَالَتْ عِنْدَ ذٰلِكَ أُمُّ سَلَمَةَ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَ أَبُو سَلَمَةَ، وَقَدْ جَعَلْتُ

2304- اسنادہ صحیح. يحيى بن ابى بكير: هو الكرمانى، وبديل: هو ابن ميسرة. واخرجه النسائى فى "المجتبى" (3534) من طريق يحيى بن ابى بكير، بهذا الاسناد. دون ذكر الحلى. وهو فى "مسند احمد" (26581)، و"صحيح ابن حبان" (4306).

عَلَى عَيْنِي صَبْرًا، فَقَالَ: مَا هٰذَا يَا أُمَّ سَلَمَةَ، فَقُلْتُ: إِنَّمَا هُوَ صَبْرٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَيْسَ فِيهِ طِيبٌ، قَالَ: إِنَّهُ يَشُبُّ الْوَجْهَ فَلَا تَجْعَلِيهِ إِلَّا بِاللَّيْلِ، وَتَنْزِعِينَهُ بِالنَّهَارِ، وَلَا تَمْتَشِطِي بِالطِّيبِ وَلَا بِالْحِنَّاءِ، فَإِنَّهُ خِضَابٌ، قَالَتْ: قُلْتُ: بِأَيِّ شَيْءٍ أَمْتَشِطُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: بِالسِّدْرِ تُغَلِّفِينَ بِهِ رَأْسَكِ

⊛⊛ اُم حکیم بنت اسید اپنی والدہ کا یہ بیان نقل کرتی ہیں: ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔

ان کی آنکھیں خراب ہو گئیں تو انہوں نے آنکھوں میں جلاء (مخصوص قسم کا سرمہ) لگالیا، پھر انہوں نے اپنی کنیز کو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیج کر جلاء (سرمہ) لگانے کے بارے میں دریافت کیا: تو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم (عدت کے دوران) یہ سرمہ نہ لگاؤ، البتہ اگر انتہائی مجبوری ہو تو اسے رات کے وقت لگا کر، دن کے وقت اسے صاف کر لو، اس موقع پر سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا: جب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، میں نے اپنی آنکھ پر ایلوا لگایا ہوا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اے ام سلمہ! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ ایلوا ہے، اس میں خوشبو نہیں ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یہ چہرے کو آراستہ کر دیتا ہے، تم صرف رات کے وقت اسے لگاؤ اور دن کے وقت صاف کر دو، کوئی خوشبودار چیز یا مہندی بالوں میں نہ لگاؤ، کیونکہ یہ خضاب ہے"۔

میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں کیا لگاؤں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیری کے پتے بالوں پر لگا کر (پھر انہیں دھو لیا کرو)

زیتون کے تیل کے استعمال سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

خوشبودار تیل کے بارے میں تو علماء کا اتفاق و اجماع ہے کہ عدت والی عورت اس کا استعمال نہ کرے البتہ بغیر خوشبو کے تیل مثلاً روغن زیتون و تل کے بارے میں اختلافی اقوال ہیں چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی تو بغیر خوشبو کا تیل لگانے بھی منع کرتے ہیں البتہ ضرورت و مجبوری کی حالت میں اس کی اجازت دیتے ہیں۔

اور حضرت امام مالک، حضرت امام احمد اور علماء ظواہر نے عدت والی عورت کے لئے ایسے تیل کے استعمال کو جائز رکھا ہے جس میں خوشبو نہ ہو۔ اور حضرت ام سلمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس عورت کا خاوند مر جائے وہ نہ کسم میں رنگا ہوا کپڑا پہنے نہ گیرو میں رنگا ہوا کپڑا پہنے نہ زیور پہنے نہ ہاتھ پاؤں اور بالوں پر مہندی لگائے اور نہ سرمہ لگائے

(ابوداؤد و نسائی)

اگر سیاہ اور خاکستری رنگ کے کپڑے پہنے تو کوئی مضائقہ نہیں اسی طرح کسم میں زیادہ دنوں کا رنگا ہوا کپڑا کہ جس سے خوشبو نہ آتی ہو پہننا بھی درست ہے ہدایہ میں لکھا ہے کہ مذکورہ بالا عورت کو کسی عذر مثلاً کھجلی یا جوئیں یا کسی بیماری کی وجہ سے ریشمی کپڑا پہننا بھی جائز ہے۔

عذر کی وجہ سے ان چیزوں کا استعمال کر سکتی ہے مگر اس حال میں کہ اس کا استعمال زینت کے قصد سے نہ ہو مثلاً دردسر کی وجہ سے تیل لگا سکتی ہے یا تیل لگانے کی عادی ہے جانتی ہے کہ نہ لگانے میں دردسر ہو جائے گا تو لگانا جائز ہے یا دردسر کے وقت کنگھا کر

سکتی ہے مگر اس طرح سے جدھر کے دندانے موٹے ہیں اور ادھر سے نہیں جدھر کے باریک ہوں کہ یہ بال سنوارنے کے لئے ہوتے ہیں اور یہ ممنوع ہے یا سرمہ لگانے کی ضرورت ہے کہ آنکھوں میں درد ہے یا خارشت ہے تو ریشمی کپڑے پہن سکتی ہے یا اس کے پاس اور کپڑا نہیں ہے تو بھی ریشمی یا رنگا ہوا پہنے مگر یہ ضروری ہے کہ ان کی اجازت ضرورت کے وقت ہے۔

لہٰذا بقدر ضرورت اجازت ہے ضرورت سے زیادہ ممنوع۔ مثلاً آنکھ کی بیماری میں سرمہ لگانے کی ضرورت ہو تو یہ لحاظ ضروری ہے کہ سیاہ سرمہ اس وقت لگا سکتی ہے جب سفید سرمہ سے کام نہ چلے اور اگر صرف رات میں لگانا کافی ہے تو دن میں لگانے کی اجازت نہیں۔

بَابٌ فِي عِدَّةِ الْحَامِلِ

باب: حاملہ عورت کی عدت کا بیان

2306 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ أَبَاهُ، كَتَبَ إِلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَرْقَمِ الزُّهْرِيِّ، يَأْمُرُهُ أَنْ يَدْخُلَ عَلَى سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ الْأَسْلَمِيَّةِ، فَيَسْأَلَهَا، عَنْ حَدِيثِهَا، وَعَمَّا قَالَ لَهَا: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ اسْتَفْتَتْهُ، فَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، يُخْبِرُهُ أَنَّ سُبَيْعَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ سَعْدِ بْنِ خَوْلَةَ، وَهُوَ مِنْ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ، وَهُوَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا، فَتُوُفِّيَ عَنْهَا فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ، وَهِيَ حَامِلٌ، فَلَمْ تَنْشَبْ أَنْ وَضَعَتْ حَمْلَهَا بَعْدَ وَفَاتِهِ، فَلَمَّا تَعَلَّتْ مِنْ نِفَاسِهَا تَجَمَّلَتْ لِلْخُطَّابِ، فَدَخَلَ عَلَيْهَا أَبُو السَّنَابِلِ بْنُ بَعْكَكٍ رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ، فَقَالَ لَهَا: مَا لِي أَرَاكِ مُتَجَمِّلَةً لَعَلَّكِ تَرْتَجِينَ النِّكَاحَ؟ إِنَّكِ وَاللَّهِ مَا أَنْتِ بِنَاكِحٍ حَتَّى تَمُرَّ عَلَيْكِ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ، قَالَتْ سُبَيْعَةُ: فَلَمَّا قَالَ لِي ذَلِكَ، جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي حِينَ أَمْسَيْتُ، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ، فَأَفْتَانِي بِأَنِّي قَدْ حَلَلْتُ حِينَ وَضَعْتُ حَمْلِي، وَأَمَرَنِي بِالتَّزْوِيجِ إِنْ بَدَا لِي، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَلَا أَرَى بَأْسًا أَنْ تَتَزَوَّجَ حِينَ وَضَعَتْ، وَإِنْ كَانَتْ فِي دَمِهَا غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَقْرَبُهَا زَوْجُهَا حَتَّى تَطْهُرَ

❁❁ عبیداللہ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: ان کے والد نے عمر بن عبداللہ زہری کو خط لکھا انہیں یہ حکم دیا کہ وہ سیدہ سبیعہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر ان سے ان کے واقعہ کے بارے میں دریافت کریں، اور اس بارے میں بھی کہ جب انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کیا فرمایا تھا؟ تو عمر بن عبداللہ نے عبداللہ بن عتبہ کو خط لکھ کر

2306-اسنادہ صحیح، ابن وھب: ھو عبداللہ ویونس: ھو ابن یزید الایلی، وابن شھاب: ھو محمد بن مسلم الزھری. واخرجہ البخاری (3991) معلقاً و(5319) مختصراً، ومسلم (1484)، والنسائی فی "الکبری" (5682) و(5684) من طرق عن ابن شھاب، بھذا الاسناد. واخرجہ ابن ماجہ (2028) من طریق الشعبی، عن مسروق وعمرو بن عتبۃ، والنسائی فی "الکبری" (5683) من طریق یزید بن ابی حبیب، عن ابن شھاب، عن عبید اللہ بن عبد اللہ، عن زُفر بن اوس، ثلاثتھم (مسروق وعمرو بن عتبۃ وزفر بن اوس) عن سبیعۃ، بہ. وھو فی "مسند احمد" (27435)، و"صحیح ابن حبان" (4294).

بتایا کہ سیدہ سبیعہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتایا:

وہ حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں، جن کا تعلق بنو عامر بن لوی سے تھا، اور انہیں غزوہ بدر میں شرکت کا شرف بھی حاصل تھا، حجۃ الوداع کے موقعہ پر وہ خاتون جب بیوہ ہوئیں، تو وہ حاملہ تھیں، اپنے شوہر کے انتقال کے کچھ دن بعد ہی انہوں نے حمل کو جنم دیا۔

جب ان کا نفاس ختم ہوا، تو وہ نکاح کے پیغام کے لیے آراستہ ہوئیں، بنو عبدالدار سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب ابوسنابل بن بعکک ان کے پاس آئے اور بولے: کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں آراستہ دیکھ رہا ہوں، شاید تم شادی کرنا چاہ رہی ہو، اللہ کی قسم! تم اس وقت تک شادی نہیں کرسکتی ہو، جب تک چار ماہ دس دن نہیں گزر جاتے۔

سیدہ سبیعہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب اس نے مجھ سے یہ کہا، تو میں نے شام کے وقت چادر اوڑھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگئی، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ جواب دیا: جب میں نے حمل کو جنم دیا تھا، اس وقت میری عدت ختم ہوچکی ہے، آپ نے مجھے اجازت دی کہ اگر میں مناسب سمجھوں تو شادی کرلوں۔

ابن شہاب کہتے ہیں: میرے نزدیک ایسی عورت کے بچے کو جنم دینے کے بعد شادی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ اس کا شوہر اس کے (نفاس سے) پاک ہونے سے پہلے اس کے ساتھ صحبت نہ کرے۔

2307 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ عُثْمَانُ: حَدَّثَنَا، وَقَالَ ابْنُ الْعَلَاءِ: أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ مُسْلِمٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: مَنْ شَاءَ لَاعَنْتُهُ لَأُنْزِلَتْ سُورَةُ النِّسَاءِ الْقُصْرَى بَعْدَ الْأَرْبَعَةِ الْأَشْهُرِ وَعَشْرًا

❁❁ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو بھی چاہے، میں اس کے ساتھ مباہلہ کرنے کے لیے تیار ہوں، کہ خواتین کے احکام سے متعلق چھوٹی سورت (یعنی سورہ نساء) چار ماہ دس دن کے حکم، (جو سورہ بقرہ میں ہے) کے بعد نازل ہوئی تھی۔

حاملہ بیوہ کی عدت میں مذاہب فقہاء

اس امر پر تمام اہل علم کا اجماع ہے کہ مطلقہ حاملہ کی عدت وضع حمل تک ہے۔ لیکن اس امر میں اختلاف واقع ہوگیا ہے کہ آیا یہی حکم اس عورت کا بھی ہے جس کا شوہر زمانہ حمل میں وفات پا گیا ہو؟ یہ اختلاف اس وجہ سے ہوا ہے کہ سورہ بقرہ آیت 234 میں اس عورت کی عدت 4 مہینے دس دن بیان کی گئی ہے جس کا شوہر وفات پا جائے، اور وہاں اس امر کی کوئی تصریح نہیں ہے کہ یہ حکم آیا تمام بیوہ عورتوں کے لیے عام ہے یا ان عورتوں کے لیے خاص ہے جو حاملہ نہ ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان دونوں آیتوں کو ملا کر یہ استنباط کرتے ہیں کہ حاملہ مطلقہ کی

2307- اسناده صحيح. ابو معاوية: هو محمد بن خازم الضرير، والاعمش: هو سليمان بن مهران، ومسلم: هو ابن صبيح، ومسروق: هو ابن الاجدع، وعبد الله: هو ابن مسعود. واخرجه ابن ماجه (2030) من طريق ابي معاوية، بهذا الاسناد. واخرج بنحوه البخاري (4532) و (4910)، والنسائي في "الكبرى" (5686) و (5687) و (11540) و (11541) من طرق عن ابن مسعود.

عدت وضع حمل تک ہی ہے، مگر بیوہ حاملہ کی عدت آخر الأجلين ہے، یعنی مطلقہ کی عدت اور حاملہ کی عدت میں سے جو زیادہ طویل ہو وہی اس کی عدت ہے۔ مثلاً اگر اس کا بچہ 4 مہینے دس دن سے پہلے پیدا ہو جائے تو اسے چار مہینے دس دن پورے ہونے تک عدت گزارنی ہوگی۔ اور اگر اس کا وضع حمل اس وقت تک نہ ہو تو پھر اس کی عدت اس وقت پوری ہوگی جب وضع حمل ہو جائے۔ یہی مذہب امامیہ کا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ سورہ طلاق کی یہ آیت سورہ بقرہ کی آیت کے بعد نازل ہوئی ہے، اس لیے بعد کے حکم نے پہلی آیت کے حکم کو غیر حاملہ بیوہ کے لیے خاص کر دیا ہے اور ہر حاملہ کی عدت وضع حمل تک مقرر کر دی ہے، خواہ وہ مطلقہ ہو یا بیوہ۔ اس مسلک کی رو سے عورت کا وضع حمل چاہے شوہر کی وفات کے فوراً بعد ہو جائے یا 4 مہینے دس دن سے زیادہ طول کھینچے، بہر حال بچہ پیدا ہوتے ہیں وہ عدت سے باہر ہو جائے گی۔

اس مسلک کی تائید حضرت ابی بن کعب کی یہ روایت کرتی ہے وہ فرماتے ہیں، جب سورہ طلاق کی یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا یہ مطلقہ اور بیوہ دونوں کے لیے ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ہاں۔ دوسری روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید تصریح فرمائی: اجل كل حامل ان تضع مافي بطنها، ہر حاملہ عورت کی عدت کی مدت اس کے وضع حمل تک ہے۔ (ابن جریر۔ ابن ابی حاتم)

علامہ ابن حجر کہتے ہیں کہ اگرچہ اس کی سند میں کلام کی گنجائش ہے، لیکن چونکہ یہ متعدد سندوں سے نقل ہوئی ہے اس لیے ماننا پڑتا ہے کہ اس کی کوئی اصل ضرور ہے)۔ اس سے بھی زیادہ بڑھ کر اس کی مضبوط تائید سبیعہ اسلمیہ کے واقعہ سے ہوتی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں پیش آیا تھا۔ وہ بحالت حمل بیوہ ہوئی تھیں اور شوہر کی وفات کے چند روز بعد (بعض روایات میں 20 دن، بعض میں 23 دن، بعض میں 25 دن، بعض میں 40 دن اور بعض میں 35 دن بیان ہوئے ہیں) ان کا وضع حمل ہو گیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے معاملہ میں فتویٰ پوچھا گیا تو آپ نے ان کو نکاح کی اجازت دے دی۔ اس واقعہ کو بخاری و مسلم نے کئی طریقوں سے حضرت ام سلمہ سے روایت کیا ہے۔ اسی واقعہ کو بخاری، مسلم، امام احمد، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے مختلف سندوں کے ساتھ حضرت مسور بن مخرمہ سے بھی روایت کیا ہے۔ مسلم نے خود سبیعہ اسلمیہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں حضرت سعد بن خولہ کی بیوی تھی۔ حجۃ الوداع کے زمانے میں میرے شوہر کا انتقال ہو گیا جبکہ میں حاملہ تھی۔ وفات کے چند روز بعد میرے ہاں بچہ پیدا ہو گیا۔ ایک صاحب نے کہا کہ تم چار مہینے دس دن سے پہلے نکاح نہیں کر سکتیں۔ میں نے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فتویٰ دیا کہ تم وضع حمل ہوتے ہی حلال ہو چکی ہو، اب چاہے تو دوسرا نکاح کر سکتی ہو۔ اس روایت کو بخاری نے بھی مختصراً نقل کیا ہے۔

صحابہ کی کثیر تعداد سے یہی مسلک منقول ہے۔ امام مالک، امام شافعی، عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ اور ابن المنذر نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر سے حاملہ بیوہ کا مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے کہا اس کی عدت وضع حمل کی ہے۔ اس پر انصار میں سے ایک صاحب بولے کہ حضرت عمر نے تو یہاں تک کہا تھا کہ اگر شوہر ابھی دفن بھی نہ ہوا ہو بلکہ اس کی لاش اس کے بستر پر ہی ہو اور

اس کی بیوی کے ہاں بچہ ہو جائے تو وہ دوسرے نکاح کے لیے حلال ہو جائے گی۔ یہی رائے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بدری اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے، اور اسی کا ائمہ اربعہ اور دوسرے اکابر فقہاء نے اختیار کیا ہے۔

شافعیہ کہتے ہیں کہ اگر حاملہ کے پیٹ میں ایک سے زیادہ بچے ہوں تو آخری بچے کی ولادت پر عدت ختم ہوگی۔ بچہ خواہ مردہ ہی پیدا ہو، اس کی ولادت سے عدت ختم ہو جائے گی۔ اسقاط حمل کی صورت میں اگر دائیاں اپنے فن کی رو سے یہ کہیں کہ یہ محض خون کا لوتھڑا نہ تھا بلکہ اس میں آدمی کی صورت پائی جاتی تھی، یا یہ رسولی نہ تھی بلکہ آدمی کی اصل تھی تو ان کا قول قبول کیا جائے گا اور عدت ختم ہو جائے گی۔ (مغنی المحتاج)

حنابلہ اور حنفیہ کا مسلک بھی اس کے قریب قریب ہے، مگر اسقاط کے معاملہ میں ان کا مذہب یہ ہے کہ جب تک انسانی بناوٹ ظاہر نہ پائی جائے، محض دائیوں کے اس بیان پر کہ یہ آدمی ہی کی اصل ہے، اعتماد نہیں کیا جائے گا اور اس سے عدت ختم نہ ہو گی (بدائع الصنائع۔ الانصاف)۔ حنابلہ اور حنفیہ کا مسلک ہی زیادہ مبنی بر احتیاط ہے۔

دوران حمل جاری ہونے والے خون کی صورت میں عدت کا بیان

حمل کے دوران میں مہبل سے خون جاری ہونے میں اہل علم کے ہاں چند تفصیلات پائی جاتی ہیں۔ احادیث مبارکہ میں مختلف حالات میں آپ اُس صورت کے مطابق حکم جاری فرما دیتے تھے۔ بعد میں جملہ احادیث کو سامنے رکھ کر علمائے کرام اور ائمہ عظام نے جو احکام استنباط کیئے ہیں اُن کی تفصیل یوں ہے۔ علماء کرام کا ایک فریق حمل کے دوران میں مہبل سے جاری ہونے والے خون کو بھی حیض کا قائم مقام قرار دیتا ہے۔ اور حیض کے احکام بشمول ترک نماز یہاں لاگو کرتے ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یہی فرماتے ہیں۔ اُن کی دلیل سورہ بقرہ کی یہ آیت ہے:

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ (آیت 222)

وہ فرماتے ہیں کہ پوچھتے ہیں حیض کا کیا حکم ہے؟ کہہ دو وہ ایک گندگی (ناپاکی) کی حالت ہے (تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ) اس مدت میں عورتوں سے الگ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ۔

اس آیت مبارکہ میں مطلق حیض کا ذکر ہے، جو کسی وقت بھی خارج ہو سکتا ہے خواہ عورت حمل سے ہو یا بغیر حمل کے۔ اسی طرح فاطمہ بنت ابی جبیش سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اذا کان دم الحیضۃ فانہ دم اسود یعرف) اگر سیلان رحم حیض کی وجہ سے ہو تو ایسا خون سیاہی مائل ہوتا ہے۔ (تجربہ کار عورتوں کی مدد سے) حیض والا خون بآسانی پہچانا جاتا ہے۔

آپ کے اس فرمان میں بھی کہیں تذکرہ نہیں ہے کہ سیلان رحم حمل کے ساتھ نہیں ہوتا۔ اسی طرح اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے پوچھا کہ حاملہ عورت کے خون جاری ہو جائے تو کیا وہ نماز پڑھتی رہے؟ اس کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا: (لا تصلی حتی یذھب عنھا الدم) نہیں، جب تک خون جاری رہتا ہے عورت نماز نہ پڑھے۔

علاوہ ازیں ائمہ کرام کی یہ رائے اس اصول پر ہے کہ عام حالات میں بالغ عورت کا خون جب حیض کی طرح گاڑھا سیاہی مائل بدبودار ہو تو وہ حیض ہی سمجھا جائے گا جس طرح دودھ پلانے والی عورت کو حیض آ سکتا ہے، اُسی طرح حاملہ کو بھی حیض آ سکتا ہے۔

جس طرح شریعت نے دودھ پلانے والی عورت کے حیض کے احکام الگ نہیں بتائے اسی طرح حاملہ کے حیض کے احکام بھی الگ سے بیان نہیں کیئے گئے۔ بنابریں محولہ بالا دلیلوں کی بنیاد پر ان ائمہ کرام کے نزدیک حاملہ عورت کو حیض آ سکتا ہے اور جب کبھی جاری ہونے والے خون میں حیض والے خون سے مشابہت پائی جائے، وہ حیض کا خون سمجھا جائے گا اور ناپاکی کی حالت میں ہونے کی وجہ سے نماز ترک کی جائے گی۔

دوسری طرف حنابلہ اور احناف، حمل کے دوران جاری ہونے والے خون کو حیض سے الگ، سیلان رحم میں سے سمجھتے ہیں۔ اس رائے کے مطابق حاملہ عورت بدستور تمام نمازوں کی پابند رہے گی۔ صحابہ میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ثوبان رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب تھا۔ تابعین کی اکثریت کا بھی یہی قول ہے کہ حاملہ عورت کے جاری ہونے والا خون حیض نہیں ہوتا۔

جن تابعین سے یہ قول ثابت ہے وہ ہیں: سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ، عطاء رضی اللہ عنہ، حسن رضی اللہ عنہ، جابر بن زید رضی اللہ عنہ، عکرمہ رضی اللہ عنہ، محمد بن منکدر رضی اللہ عنہ، شعبی رضی اللہ عنہ، مکحول رضی اللہ عنہ، حماد رضی اللہ عنہ، ثوری رضی اللہ عنہ، اوزاعی رضی اللہ عنہ، ابو ثور رضی اللہ عنہ، سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ۔

یہ رائے شریعت کی درج ذیل دلیلوں سے ماخوذ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لا توطا حامل حتی تضع ولا غیر ذات حمل حتی تحیض حیضۃ**

حاملہ عورت سے اُس وقت تک (نکاح کرکے) ہم بستری نہیں کی جائے گی جب تک وضع حمل نہ ہو جائے اور غیر حاملہ سے ہم بستری کے لئے ضروری ہے کہ (اُسے کم از کم) ایک حیض آ گیا ہو۔

اس حدیث میں حاملہ اور غیر حاملہ کی عدت میں تفریق کی گئی ہے۔ حمل والی عورت کی عدت وضع حمل تک ہے اگر اُسے حمل نہ ہو تو پھر اعتبار حیض کا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حمل والی عورت کو حیض نہیں آتا۔

اسی طرح ایک صحابی نے اپنی بیوی کو ایام حیض میں طلاق دے دی۔ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہدایت دے کر بھیجا کہ اُس سے کہو کہ اپنی بیوی سے رجوع کرلے اور اُس کے بعد اُسے اختیار ہے کہ زوجیت میں لینے کے بعد اُسے حالت حمل میں یا پھر ایام حیض کے علاوہ پاک حالت میں، چاہے تو طلاق دے دے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اِس حدیث مبارکہ سے یہ اصول اخذ کیا ہے کہ حمل کا ٹھہرنا ایسے ہے جیسے حیض کے بعد عورت کا پاک ہونا، کیونکہ ان دونوں حالتوں میں طلاق دینے (اگر دینی ہو) کو شریعت نے روا رکھا ہے۔ جس طرح سورہ طلاق میں اللہ تعالیٰ طلاق دینے کے لئے عورت کی (جسمانی) طبی حالت کا اعتبار کرتا ہے کہ **فطلقوهن لعدتهن** (عورتوں کو) اُن کی (مقررہ) عدت کے لئے طلاق دیا کرو۔

اس آیت مبارکہ سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے عورتوں کی دو حالتیں مراد لی ہیں: ایک حیض سے پاک ہو کر بھلی چنگی ہو گئی ہو یا پھر وہ عورت حمل سے ہو، یعنی ایام حیض میں طلاق ناپسندیدہ ہے۔ اگر حمل کے دنوں میں بھی شریعت میں حیض کا اعتبار ہوتا

تو پھر آپ یہ نہ فرماتے کہ: لیطلقها طاهرا او حاملاً

بَابٌ فِي عِدَّةِ أُمِّ الْوَلَدِ

باب: اُمّ ولد کی عدت (کا حکم)

2308 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ، حَدَّثَهُمْ ح وحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ مَطَرٍ، عَنْ رَجَاءِ بْنِ حَيْوَةَ عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ ذُؤَيْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: لَا تُلَبِّسُوا عَلَيْنَا سُنَّةً، قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: سُنَّةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَّةُ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ يَعْنِي أُمَّ الْوَلَدِ

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: تم لوگ ہمارے لیے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو خلط ملط نہ کرو (یہاں ایک لفظ، ایک راوی نے مختلف نقل کیا ہے) بیوہ عورت کی عدت چار ماہ دس دن ہوتی ہے، (راوی کہتے ہیں:) ان کی مراد "ام ولد" تھی۔

ام ولد کی عدت کا بیان

جب ام ولد کا آقا انتقال کر جائے یا وہ اسے آزاد کردے' تو ام ولد کی عدت تین حیض ہوگی۔ امام شافعی فرماتے ہیں: اس کی عدت صرف ایک حیض ہوگی' کیونکہ یہ عدت ملک یمین کے زائل ہونے کی وجہ سے لازم ہوئی ہے اس لیے یہ استبراء کی مانند ہو جائے گی۔ ہماری دلیل یہ ہے: ام ولد کی عدت کو اس لیے واجب قرار دیا گیا ہے کہ وہ اب فراش نہیں رہی اس لیے یہ عدت نکاح کے مشابہ ہوگی۔ نیز اس بارے میں ہمارے پیشوا حضرت عمر ہیں جن کا یہ ارشاد ہے۔ "ام ولد کی عدت تین حیض ہوگی"۔ اگر ام ولد ایسی عورت ہو' جسے حیض نہیں آتا تو اس کی عدت تین ماہ ہوگی' جیسا کہ نکاح میں ہوتا ہے۔ (ہدایہ اولین کتاب طلاق، لاہور)

بَابُ الْمَبْتُوتَةِ لَا يَرْجِعُ إِلَيْهَا زَوْجُهَا حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ

باب: طلاق بتہ یافتہ عورت سے، اس (کو طلاق دینے والا سابقہ) شوہر، اس وقت تک رجوع نہیں کر سکتا، جب تک وہ عورت دوسری شادی (کر کے بیوہ یا مطلقہ نہیں ہو جاتی)

2309 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ:

2309- اسناده صحيح. مسدد: هو ابن مسرهد الاسدى، وابو معاوية: هو محمد ابن خازم الضرير، والاعمش: هو سليمان بن مهران، وابراهيم: هو ابن يزيد النخعي، والاسود: هو ابن يزيد النخعي. واخرجه النسائي في "الكبرى" (5570) من طريق ابى معاوية، بهذا الأسناد. وهو في "مسند احمد" (24149)، و"صحيح ابن حبان" (4122). واخرجه البخاري (2639) و(5260) و(5265) و(5317) و(5792) و(6084)، ومسلم (1433) (111-114)، وابن ماجه (1932)، والترمذي (1146)، والنسائي في "الكبرى" (5509) و(5571) و(5572) و(5574) من طريق عروة بن الزبير، والبخاري (5261)، ومسلم (1433) (115)، والنسائي (5575) من طريق القاسم ابن محمد، والبخاري (5825) من طريق عكرمة مولى ابن عباس، ثلاثتهم، عن عائشة، به. وهو في "مسند احمد" (24058)، و"صحيح ابن حبان" (4119) و(4120).

سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَاَتَهُ - يَعْنِىْ ثَلَاثًا - فَتَزَوَّجَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ، فَدَخَلَ بِهَا، ثُمَّ طَلَّقَهَا قَبْلَ اَنْ يُوَاقِعَهَا اَتَحِلُّ لِزَوْجِهَا الْاَوَّلِ، قَالَتْ: قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَحِلُّ لِلْاَوَّلِ حَتّٰى تَذُوْقَ عُسَيْلَةَ الْاٰخَرِ، وَيَذُوْقَ عُسَيْلَتَهَا

⊛⊛ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا، جو اپنی بیوی کو طلاق دے دیتا ہے (راوی کہتے ہیں: ان کی مراد ہے: تین طلاقیں دے دیتا ہے) پھر وہ عورت دوسرے شخص سے شادی کر لیتی ہے اور وہ شخص اس عورت کی رخصتی کروالیتا ہے لیکن اس کے ساتھ صحبت کرنے سے پہلے اسے طلاق دے دیتا ہے، تو کیا وہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال ہوگی؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وہ پہلے شوہر کے لیے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی، جب تک وہ دوسرے شوہر کا شہد نہیں چکھ لیتی اور وہ مرد اس کا شہد نہیں چکھ لیتا (یعنی وہ وظیفہ زوجیت ادا نہیں کر لیتے)۔''

حلالہ کے مسائل وفقہی احکام کا بیان

حلالہ کی صورت یہ ہے کہ اگر عورت مدخولہ ہے تو طلاق کی عدت پوری ہونے کے بعد عورت کسی اور سے نکاح صحیح کرے اور یہ شوہر ثانی اس عورت سے وطی بھی کرلے اب اس شوہر ثانی کے طلاق یا موت کے بعد عدت پوری ہونے پر شوہر اول سے نکاح ہو سکتا ہے اور اگر عورت مدخولہ نہیں ہے تو پہلے شوہر کے طلاق دینے کے بعد فوراً دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔ کہ اس کے لئے عدت نہیں۔

پہلے شوہر کے لئے حلال ہونے میں نکاح صحیح نافذ کی شرط ہے اگر نکاح فاسد ہوا یا موقوف اور وطی بھی ہوگئی تو حلالہ نہ ہوا مثلاً کسی غلام نے بغیر اجازت مولیٰ اس سے نکاح کیا اور وطی بھی کر لی پھر مولیٰ نے جائز کیا تو اجازت مولیٰ کے بعد وطی کر کے چھوڑے گا تو پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے اور بلا وطی طلاق دی تو وہ پہلے کی وطی کافی نہیں۔ یونہی زنا یا وطی بالشبہہ سے بھی حلالہ نہ ہوگا۔ یونہی اگر وہ عورت کسی کی باندی تھی عدت پوری ہونے کے بعد مولیٰ نے اس سے جماع کیا تو شوہر اول کے لئے اب بھی حلال نہ ہوئی اور اگر زوجہ باندی تھی اسے دو طلاقیں دیں پھر اس کے مالک سے خرید لی یا اور کسی طرح سے اس کا مالک ہو گیا تو اس سے وطی نہیں کر سکتا جب تک دوسرے سے نکاح نہ ہولے اور وہ دوسرا وطی بھی نہ کر لے۔ یونہی اگر عورت معاذ اللہ مرتدہ ہو کر دارالحرب میں چلی گئی پھر وہاں سے جہاد میں پکڑ آئی اور شوہر اس کا مالک ہو گیا تو اس کے لئے حلال نہ ہوئی حلالہ میں جو وطی شرط ہے اس سے مراد وہ وطی ہے جس سے غسل فرض ہو جاتا ہے یعنی دخول حشفہ اور انزال شرط نہیں۔ (درمختار، عالمگیری)

عورت حیض میں ہے یا احرام باندھے ہوئے ہے اس حالت میں شوہر ثانی نے وطی کی تو یہ وطی حلالہ کے لئے کافی ہے اگرچہ حیض کی حالت میں وطی کرنا بہت سخت حرام ہے۔ دوسرا نکاح مراہق سے ہوا (یعنی ایسے لڑکے سے جو نابالغ ہے مگر قریب بلوغ ہے اور اس کی عمر والے جماع کرتے ہیں) اور اس نے وطی کی اور بعد بلوغ طلاق دی تو وہ وطی کہ قبل بلوغ کی تھی حلالہ کے لئے کافی ہے مگر طلاق بعد بلوغ ہونی چاہئے کہ نابالغ کی طلاق واقع ہی نہ ہوگی مگر بہتر یہ ہے کہ بالغ کی وطی ہو کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے

نزدیک انزال شرط ہے اور نابالغ میں انزال کہاں؟ (درمختار ردالمحتار)

اگر مطلقہ چھوٹی لڑکی ہے کہ وطی کے قابل نہیں تو شوہر ثانی اس سے وطی کر بھی لے جب بھی شوہر اول کے لئے حلال نہ ہوئی اور اگر نابالغہ ہے مگر اس جیسی لڑکی سے وطی کی جاتی ہے یعنی وہ اس قابل ہے تو وطی کافی ہے۔ اگر عورت کے آگے اور پیچھے کا مقام ایک ہو گیا ہے تو محض وطی کافی نہیں بلکہ شرط یہ ہے کہ حاملہ ہو جائے۔ یونہی اگر ایسے شخص سے نکاح ہوا جس کا عضو تناسل کٹ گیا ہے تو اس میں بھی حمل شرط ہے۔ مجنون یا خصی سے نکاح ہوا اور وطی کی تو شوہر اول کے لئے حلال ہو گئی۔ کتابیہ عورت مسلمان کے نکاح میں تھی اسے طلاق دی اور اس نے کسی کتابی سے نکاح کیا اور حلالہ کے تمام شرائط پائے گئے تو شوہر اول کے لئے حلال ہو گئی۔ (عالمگیری)

پہلے شوہر نے تین طلاقیں دیں۔ عورت نے دوسرے سے نکاح کیا۔ بغیر وطی اس نے بھی تین طلاقیں دیں پھر عورت نے تیسرے سے نکاح کیا اس نے وطی کر کے طلاق دی تو پہلے اور دوسرے دونوں کے لئے حلال ہو گئی یعنی اب پہلے یا دوسرے جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ بہت زیادہ عمر والے سے نکاح کیا جو وطی پر قادر نہیں ہے۔ اس نے کسی ترکیب سے عضو تناسل داخل کر دیا تو یہ وطی حلالہ کے لئے کافی نہیں ہاں اگر آلہ میں کچھ انتشار پایا گیا اور دخول ہو گیا تو کافی ہے۔ (فتح القدیر)

عورت سو رہی تھی یا بے ہوش تھی شوہر ثانی نے اس حالت میں اس سے وطی کی تو یہ وطی حلالہ کے لئے کافی ہے۔ عورت کو تین طلاقیں دی تھیں۔ اب وہ آ کر شوہر اول سے یہ کہتی ہے کہ عدت پوری ہونے کے بعد میں نے نکاح کیا اور اس نے جماع بھی کیا اور طلاق دے دی اور یہ عدت بھی پوری ہو چکی اور پہلے شوہر کو طلاق دیئے اتنا زمانہ گزر چکا ہے کہ یہ سب باتیں ہو سکتی ہیں تو اگر عورت کو اپنے گمان میں سچی سمجھتا ہے تو اس سے نکاح کر سکتا ہے۔ (ہدایہ) اور اگر عورت فقط اتنا ہی کہے کہ میں حلال ہو گئی تو اس سے نکاح حلال نہیں جب تک سب باتیں پوچھ نہ لے۔ (عالمگیری)

عورت کہتی ہے کہ شوہر ثانی نے جماع کیا ہے اور شوہر ثانی انکار کرتا ہے تو شوہر اول کو نکاح جائز ہے۔ اور شوہر ثانی کہتا ہے کہ میں نے جماع کیا ہے اور عورت انکار کرتی ہے تو نکاح جائز نہیں اور اگر عورت اقرار کرتی ہے اور شوہر اول نے نکاح کے بعد کہا کہ شوہر ثانی نے جماع نہیں کیا ہے تو دونوں میں تفریق کر دی جائے اور اگر شوہر اول سے نکاح ہو جانے کے بعد عورت کہتی ہے کہ میں نے دوسرے سے نکاح کیا ہی نہ تھا اور شوہر کہتا ہے کہ تو نے دوسرے سے نکاح کیا اور اس نے وطی بھی کی تو عورت کی تصدیق نہ کی جائے اور اگر شوہر ثانی عورت سے کہتا ہے کہ میرا نکاح تجھ سے فاسد ہوا کہ میں نے تیری ماں سے جماع کیا ہے۔ اگر عورت اس کے کہنے کو سچ سمجھتی ہے تو عورت شوہر اول کے لئے حلال نہ ہوئی۔ (عالمگیری)

کسی عورت سے نکاح فاسد کر کے تین طلاقیں دے دیں تو حلالہ کی حاجت نہیں بغیر حلالہ اس سے نکاح کر سکتا ہے۔ نکاح بشرط التحلیل جس کے بارے میں حدیث میں لعنت آئی وہ یہ ہے کہ عقد نکاح یعنی ایجاب و قبول میں حلالہ کی شرط لگائی جائے اور یہ نکاح مکروہ تحریمی ہے۔ زوج اول و ثانی اور عورت تینوں گنہگار ہوں گے مگر عورت اس نکاح سے بھی بشرائط حلالہ شوہر اول کے لئے حلال ہو جائے گی اور شرط باطل ہے اور شوہر ثانی طلاق دینے پر مجبور نہیں اور اگر عقد میں شرط نہ ہوا گرچہ نیت میں ہو تو کراہت اصلاً نہیں بلکہ اگر نیت خیر ہو تو مستحق اجر ہے۔ (درمختار)

اگر نکاح اس نیت سے کیا جارہا ہے کہ شوہر اول کے لئے حلال ہوجائے اور عورت یا شوہر اول کو یہ اندیشہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ نکاح کر کے طلاق نہ دے تو دقت ہوگی تو اس کے لئے بہتر حیلہ یہ ہے کہ اس سے یہ کہلوالیں کہ اگر میں اس عورت سے نکاح کر کے جماع کروں یا نکاح کر کے ایک رات سے زیادہ رکھوں تو اس پر بائن طلاق ہے۔ اب عورت سے جماع کرتے ہی یا رات گزرنے پر طلاق پڑجائے گی یا یوں کرے کہ عورت یا اس کا وکیل یہ کہے کہ میں نے یا میری موکلہ نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا اس شرط پر کہ مجھے یا اسے اپنے نفس کا اختیار ہے کہ جب چاہے اپنے کو طلاق دے لے۔ وہ کہے کہ میں نے قبول کیا۔ اب عورت کو طلاق دینے کا خود اختیار ہے اور اگر پہلے زوج کی جانب سے الفاظ کہے گئے کہ میں نے اس عورت سے نکاح کیا اس شرط پر کہ اسے اس کے نفس کا اختیار ہے تو یہ شرط لغو ہے۔ عورت کو اختیار نہ ہوگا۔ (درمختار ردالمحتار)

دوسرے سے عورت نے نکاح کیا اور اس نے دخول بھی کیا۔ پھر اس کے مرنے یا طلاق دینے کے بعد شوہر اول سے اس کا نکاح ہوا تو اب شوہر اول تین طلاقوں کا مالک ہوگیا۔ پہلے جو کچھ طلاق دے چکا تھا اس کا اعتبار اب نہ ہوگا اور اگر شوہر ثانی نے دخول نہ کیا ہو اور شوہر اول نے تین طلاقیں دی تھیں جب تو ظاہر ہے کہ حلالہ ہوا ہی نہیں پہلے شوہر سے نکاح ہو ہی نہیں سکتا اور تین سے کم دی تھیں تو جو باقی رہ گئی ہے اسی کا مالک ہے تین کا مالک نہیں اور زوجہ لونڈی ہو تو اس کی دو طلاقیں حرہ کی تین کی جگہ ہیں۔

(عالمگیری درمختار)

عورت کے پاس دو شخصوں نے گواہی دی کہ اس کے شوہر نے اسے تین طلاقیں دے دیں اور شوہر غائب ہے تو عورت بعد عدت دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے بلکہ اگر ایک شخص ثقہ نے طلاق کی خبر دی ہے جب بھی عورت نکاح کرسکتی ہے بلکہ اگر شوہر کا خط آیا جس میں اسے طلاق لکھی ہے اور عورت کا غالب گمان ہے کہ خط اسی کا ہے تو نکاح کرنے کی عورت کے لئے گنجائش ہے اور اگر شوہر موجود ہے اور دونوں میاں بی بی کی طرح رہتے ہیں تو اب نکاح نہیں کرسکتی۔ (عالمگیری درمختار)

شوہر نے عورت کو تین طلاقیں دے دیں یا بائن طلاق دی مگر اب انکار کرتا ہے اور عورت کے پاس گواہ نہیں تو جس طرح ممکن ہو عورت اس سے پیچھا چھڑائے مہر معاف کر کے یا اپنا مال دے کر اس سے علیحدہ ہوجائے غرض جس طرح بھی ممکن ہو اس سے کنارہ کشی اختیار کرے اور کسی طرح وہ نہ چھوڑے تو عورت مجبور ہے مگر ہر وقت اسی فکر میں رہے کہ جس طرح ممکن ہو رہائی حاصل کرے اور پوری کوشش اس کی کرے کہ صحبت نہ کرنے پائے۔ یہ حکم نہیں کہ خودکشی کرلے۔ عورت جب ان باتوں پر عمل کرے گی تو معذور ہے اور شوہر بہر حال گنہگار ہے۔ (درمختار مع التصرف)

عورت کو اب تین طلاقیں دیں اور کہتا یہ ہے کہ اس سے پیشتر ایک طلاق دے چکا تھا اور عدت بھی ہوچکی تھی یعنی اس کا مقصد یہ ہے کہ چونکہ عدت گزرنے پر عورت اجنبیہ ہوگئی لہٰذا یہ طلاقیں واقع نہ ہوئیں اور عورت بھی تصدیق کرتی ہے تو کسی کی تصدیق نہ کی جائے دونوں جھوٹے ہیں کہ ایسا تھا تو میاں بی بی کی طرح رہتے کیونکر تھے ہاں اگر لوگوں کو اس کا طلاق دینا اور عدت گزر جانا معلوم ہو تو اور بات ہے۔ (درمختار)

شوہر تین طلاقیں دے کر انکاری ہوگیا۔ عورت نے گواہ پیش کئے اور تین طلاق کا حکم دیا گیا۔ اب کہتا ہے کہ پہلے ایک طلاق

دے چکا تھا اور عدت گزر چکی تھی اور گواہ بھی پیش کرتا ہے تو گواہ بھی مقبول نہیں۔ غیر مدخولہ کو دو طلاقیں دیں اور کہتا ہے کہ ایک پہلے دے چکا ہوں تو تین قرار پائیں گی۔ تین طلاقیں کسی شرط پر معلق تھیں اور وہ شرط پائی گئی لہٰذا تین طلاقیں پڑ گئیں۔ عورت ڈرتی ہے کہ اگر اس سے کہے گی تو وہ سرے سے تعلیق ہی سے انکار کر جائے گا۔ تو عورت کو چاہئے خفیہ حلالہ کرائے اور عدت پوری ہونے کے بعد شوہر سے تجدید نکاح کی درخواست کرے۔ (عالمگیری)

بَابٌ فِي تَعْظِيمِ الزِّنَا

باب: زنا کی شدید (مذمت کا بیان)

2310 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُرَحْبِيلَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَيُّ الذَّنْبِ أَعْظَمُ؟ قَالَ: أَنْ تَجْعَلَ لِلَّهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ، قَالَ: فَقُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ مَخَافَةَ أَنْ يَأْكُلَ مَعَكَ، قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: أَنْ تُزَانِيَ حَلِيلَةَ جَارِكَ، قَالَ: وَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى تَصْدِيقَ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ) (الفرقان: 68) الْآيَةَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! کون سا گناہ زیادہ بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ تم کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دو، حالانکہ اس (اللہ تعالیٰ) نے تمہیں پیدا کیا ہے، میں نے دریافت کیا: پھر کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس اندیشہ کے تحت قتل کر دو کہ وہ تمہارے ساتھ بیٹھ کر کھائیں گے (یعنی ان کی خوراک کا بندوبست کیسے ہوگا؟) میں نے دریافت کیا:

پھر کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کہ تم اپنے ہمسائے کی بیوی کے ساتھ زنا کرو۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: تو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جواب کی تصدیق میں یہ آیت نازل کی:

''وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کی عبادت نہیں کرتے، اور جس کو اللہ تعالیٰ نے محترم قرار دیا ہے، اسے ناحق طور پر قتل نہیں کرتے اور وہ زنا نہیں کرتے''

2310- اسنادہ صحیح، محمد بن کثیر: ہو العبدی، وسفیان: ہو ابن سعید الثوری، ومنصور: ہو ابن المعتمر السلمی، وابو وائل: ہو شقیق بن سلمۃ الاسدی، وعمرو بن شرحبیل: ہو ابو میسرۃ الھمدانی الکوفی. واخرجہ البخاری (4477) و (4761) و (6001) و (6811) و (7520)، ومسلم (86)، والترمذی (3457)، والنسائی فی "الکبری" (7086) و (10920) و (11305) من طریق منصور، بھذا الاسناد. ولم یذکر بعضھم ذکر الآیۃ. واخرجہ البخاری (6811) و (6861) و (7532)، ومسلم (86)، والترمذی (3457)، والنسائی فی "الکبری" (11305) من طریق الاعمش سلیمان بن مھران، والبخاری (6811)، والترمذی (3456)، والنسائی (3462) و (3463) من طریق واصل الاحدب، والنسائی (3464) من طریق عاصم بن بھدلۃ، ثلاثتھم عن ابی وائل، بہ. وبعضھم ایضاً دون ذکر الآیۃ. وھو فی "مسند احمد" (4131)، و"صحیح ابن حبان" (4414) و (4415) و (4416). وانظر تمام کلامنا علیہ فی "المسند." واخرجہ البخاری (4761) و (6811)، والترمذی (3458) و (3459)، والنسائی (7087) من طریق واصل بن حیان الاحدب، والنسائی (3464) من طریق عاصم بن بھدلۃ، و (11304) من طریق الاعمش

2311 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ حَجَّاجٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: وَأَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ: جَاءَتْ مِسْكِينَةٌ لِبَعْضِ الْأَنْصَارِ، فَقَالَتْ: إِنَّ سَيِّدِي يُكْرِهُنِي عَلَى الْبِغَاءِ فَنَزَلَ فِي ذَلِكَ: (وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ) (النور: 33)

٭٭ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک انصاری کی کنیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی: میرا آقا مجھے زنا کاری پر مجبور کرتا ہے، (راوی کہتے ہیں:) تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

"تم اپنی کنیزوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو"

2312 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ أَبِيهِ (وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَحِيمٌ)، قَالَ: قَالَ سَعِيدُ بْنُ أَبِي الْحَسَنِ غَفُورٌ لَهُنَّ الْمُكْرَهَاتِ

٭٭ معتمر، اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

"اور جو انہیں مجبور کرے، تو اللہ تعالیٰ ان کے مجبور کیے جانے کے بعد مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے"

سعید بن ابوالحسن کہتے ہیں: یعنی جن کنیزوں کو بدکاری پر مجبور کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کر دے گا۔

زنا کی مذمت اور وعید میں احادیث کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت زانی زنا کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا۔ اور جس وقت شرابی شراب پیتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا۔ اور جس وقت چور چوری کرتا ہے تو وہ مومن نہیں ہوتا اور جس وقت کوئی لٹیرا شریف آدمی کو لوٹتا ہے اور لوگ اس کو نظریں اٹھا کر دیکھتے ہیں تو وہ مومن نہیں ہوتا۔ (صحیح بخاری، رقم ۵۵۷۸، مسلم ۵۷، ترمذی، ۲۶۲۵، ابن ماجہ، ۳۹۳۶، شعب الایمان، ۳، ۵۳، تاریخ دمشق، ۱۲۲، ۱۲۴ مطبوعہ دار الاحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۱ھ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک کونسا گناہ سب سے بڑا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی اللہ کا شریک ٹھہرائے۔ حالانکہ اس نے تم کو پیدا کیا ہے۔ اس نے پوچھا۔ پھر کون سا ہے؟ فرمایا: تم کھانے کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل کرو۔ اس نے پوچھا پھر کونسا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تم میں سے کوئی اپنے ہمسائے کی بیوی سے زنا کرے۔ پھر اللہ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی۔ ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ کسی ایسے شخص کو قتل کرتے ہیں اور جو شخص یہ کام کرے گا اس کو عذاب کا سامنا ہوگا۔

(بخاری، رقم الحدیث ۶۸۶۱، مسلم، ۸۶، سنن ترمذی ۳۱۸۲، سنن ابوداؤد، ۲۳۱۰، سنن نسائی ۴۰۱۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمیوں سے اللہ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا۔ ابو معاویہ نے کہا اور نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (۱) بوڑھا زانی

2311- واخرجه النسائی فی "الکبری" (11301) من طریق حجاج بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (3029) من طریق ابی سفیان طلحة بن نافع

(۲) جھوٹا بادشاہ (۳) تکبر کرنے والا فقیر۔ (مسلم، ۱۰۷، سنن کبریٰ نسائی، ۲۳۳۸، شعب الایمان، ۵۰۰۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا جہالت عام ہو جائے گی شراب پی جائے گی اور زنا کا ظہور ہوگا۔

(بخاری، ۸۰، مسلم، ۲۶۷۱، سنن ترمذی، ۲۲۰۵، سنن ابن ماجہ، ۴۰۴۵، مصنف عبدالرزاق، ۵۰۴۵، مسند حمیدی، ۱۱۹۰)

حضرت ظبیان نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آدمیوں سے اللہ محبت رکھتا ہے اور تین آدمیوں سے اللہ بغض رکھتا ہے۔ جن تین سے محبت رکھتا ہے وہ یہ ہیں ایک شخص لوگوں کے پاس جا کر سوال کرے۔ اس کا سوال ان کے ساتھ کسی رشتہ داری کی بناء پر نہ ہو اور وہ لوگ اس کو منع کریں۔ پھر ان میں سے ایک شخص چپکے سے اس کے پیچھے جائے اور خاموشی سے اس کو دے دے۔ اور اس کے عطیہ کو اللہ کے سوا کوئی جانتا نہ ہو یا وہ شخص جس کو اس نے عطیہ دیا تھا اور وہ لوگ جو رات کو سفر کریں حتیٰ کہ نیند ان کو بہت زیادہ مرغوب ہو جائے۔ پھر وہ ٹھہر جائیں۔ اور اپنے سر رکھ کر سو جائیں۔ پھر ان میں سے ایک شخص بیدار ہو کر نماز میں قیام کرے۔ اور میری حمد و ثناء کرے۔ اور میری آیات کی تلاوت کرے اور وہ شخص جو کسی لشکر میں ہو اس کا دشمن سے مقابلہ ہو وہ لشکر شکست کھا جائے اور وہ شخص آگے بڑھ کر حملہ کرے حتیٰ کہ وہ شخص شہید ہو جائے۔ یا فتح یاب ہو اور جن تین آدمیوں سے اللہ بغض رکھتا ہے وہ یہ ہیں۔ (۱) بوڑھا زانی (۲) تکبر کرنے والا فقیر (۳) مالدار ظالم۔

(صحیح ابن خزیمہ، ۲۴۵۶، سنن ترمذی، ۲۵۶۸، سنن نسائی ۱۶۱۴، مصنف عبدالرزاق ج ۵ ص ۲۸۹، مسند احمد، ج ۵، ص ۱۵۳، صحیح ابن حبان ۳۳۴۹، مستدرک، ج ۲، ص ۱۱۳)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں سورج کو گرہن لگا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ کھڑے ہوئے تو طویل قیام کیا۔ پھر رکوع کیا تو لمبا رکوع کیا۔ پھر کھڑے ہوئے تو لمبا قیام کیا جو پہلے قیام سے کم تھا۔

پھر رکوع کیا تو لمبا رکوع کیا اور وہ پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر سجدہ کیا تو لمبا سجدہ کیا پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کیا جیسے پہلی رکعت میں کیا تھا۔ پھر فارغ ہوئے تو سورج روشن ہو چکا تھا پس لوگوں کو خطبہ دیا تو اللہ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر فرمایا: بے شک سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ جن کو کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا۔ جب تم اسے دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو اور تکبیر کہو۔ نماز پڑھو اور صدقہ دو پھر فرمایا: اے امت محمد ﷺ۔ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں ہے۔ جب اس کا بندہ یا باندی زنا کرے۔ اے امت محمد ﷺ۔ خدا کی قسم! اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے۔ (صحیح بخاری ۱۰۴۴، صحیح مسلم ۹۰۱، سنن ابوداؤد، ۱۱۷۷، سنن نسائی ۱۴۷۱)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے سامنے سے گزرتی ہے تاکہ لوگوں کو اس کی خوشبو آئے وہ عورت زانیہ ہے (یعنی لوگوں کے دلوں میں زنا کی تحریک پیدا کرتی ہے)۔ (سنن ابوداؤد، ۴۱۷۳، سنن ترمذی، ۲۷۸۶، مسند احمد ج ۴، ص ۳۹۴، مسند حمیدی، ۵۵۷، مسند بزار ۱۵۵۱، صحیح ابن حبان، ۴۴۲۴، مستدرک، ج ۲، ص ۳۹۶، سنن بیہقی، ج ۳، ص ۲۴۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص زنا کرتا ہے تو اس کا ایمان نکل جاتا ہے گویا کہ وہ اس کے اوپر سائبان ہو اور جب وہ اس سے توبہ کرتا ہے تو اس کا ایمان لوٹ آتا ہے۔

(سنن ابوداؤد، ۴۶۹۰، سنن ترمذی، ۲۶۲۷، مستدرک، ج ۱، ص ۲۲، سنن بیہقی، ج ۲، ص ۵۳۶۶)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر آنکھ زنا کرنے والی ہوتی ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، رقم الحدیث، ۱۹۷۴۲)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ میری امت اس وقت اچھے حال میں رہے گی جب تک ان کی اولاد زنا کی کثرت سے نہ ہو۔ اور جب ان کی اولاد زنا کی کثرت سے ہوگی تو عنقریب اللہ تعالیٰ ان میں عام عذاب نازل فرمائے گا۔ (مسند ابویعلی، ۷۰۹۱، مسند احمد، ج ۶، ص ۳۳۳، مجمع الزوائد، ج ۶، ص ۲۵۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سود کھانے والے اور اس کا وکیل بننے والے اور اس کو گواہ بننے والا اور اس کو لکھنے والے پر لعنت کی گئی ہے۔ اور فرمایا: کس قوم میں زنا اور سود کا ظہور نہیں ہوتا مگر انہوں نے اپنے اوپر اللہ کے عذاب کو حلال کر دیا ہے۔ (مسند ابویعلی، رقم الحدیث، ۴۹۷۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ اللہ کے نزدیک کونسا گناہ سب سے بڑا شمار ہوتا ہے فرمایا: یہ گناہ کہ تو اللہ کا کسی کو شریک ٹھہرائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ میں نے پوچھا کہ پھر کونسا گناہ ہے؟ فرمایا: یہ کہ تو اپنی کو اولاد کو قتل کرے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی پھر میں نے کہا کہ اس کے بعد کونسا گنا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔ (مسند ابویعلی، ۵۰۹۵، صحیح بخاری، ۶۱۹۷، مسلم، ۸۶)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے جو یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے ماسوائے کہ ان تینوں میں سے کوئی ایک بات ہو یعنی جان کے بدلے جان اور شادی شادی شدہ زانی اور دین سے نکلنے والا یعنی مسلمانوں کی جماعت کو چھوڑنے والا۔

(مسند ابویعلی، ۵۱۹۹، مسلم، ۱۶۷۶، بخاری، ۶۸۷۸، سنن ابوداؤد، ۴۳۵۲، ترمذی، ۱۴۰۲، نسائی، ۴۰۷۵، ابن ماجہ، ۲۵۳۴)

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا، کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ دو شخص آئے۔ میرا بازو پکڑا اور مجھے ایک سخت پہاڑ کے پاس لائے اور بولے: آپ اس پہاڑ پر چڑھیے۔ میں نے کہا: میرے اندر اتنی طاقت نہیں، بولے: ہم آپ کے لئے آسان کر دیں گے۔ میں چڑھا اور جب پہاڑ کی چوٹی پر پہونچا تو سخت آوازیں سنائی دیں۔ میں نے کہا: یہ آوازیں کیسی ہیں؟ بولے: یہ دوزخیوں کی چیخ وپکار ہے۔ پھر مجھے لیکر چلے تو میں نے ایک ایسی قوم دیکھی کہ الٹے لٹکے ہیں اور انکے جبڑوں سے خون بہہ رہا ہے۔ میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ بولے: یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ افطار کے وقت سے پہلے افطار کرلیا کرتے تھے۔ فرمایا: یہود ونصاریٰ گھاٹے میں ہیں۔ راوی حدیث حضرت سلیمان بن عامر کہتے ہیں: یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ یہود ونصاریٰ کے متعلق حضور کا فرمان ہے یا حضرت ابوامامہ نے اپنی رائے سے خود فرمایا: حضور فرماتے ہیں: پھر میرا گذر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جو پھولے ہوئے۔ بدبودار اور بدصورت تھے۔ میں نے کہا یہ کون لوگ ہیں؟ بولے: یہ

مقتول کفار، پھر کچھ روتے لوگ نظر آئے کہ وہ بھی پھولے۔ بد بودار کہ انکی بد بو پاخانوں کے مثل تھی۔ میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ بولے: زانی مرد وعورت ہیں۔ پھر مجھے ایسے مقام پر لیجایا گیا جہاں عورتوں کے پستانوں کو سانپ ڈس رہے تھے۔ میں نے کہا: انکو یہ سزا کیوں مل رہی ہے؟ بولے: یہ عورتیں اپنے بچوں کو دودھ نہ پلا کر پریشان رکھتی تھیں۔

پھر میں کچھ بچوں کے پاس سے گذرا کہ وہ دو نہروں کے درمیان کھیل رہے تھے۔ میں نے کہا: یہ بچے کون ہیں؟ بولے: یہ مسلمانوں کے بچے ہیں۔ پھر مجھے ایسے تین لوگوں سے شرف ملاقات حاصل ہوا جو پاکیزہ شراب پی رہے تھے۔ میں نے کہا: یہ کون ہیں؟ بولے: یہ جعفر طیار، زید بن حارثہ، اور عبد اللہ بن رواحہ ہیں۔ پھر مجھے مزید کچھ لوگوں سے شرف لقا حاصل ہوا۔ اور یہ بھی تین حضرات تھے۔ میں نے کہا یہ کون ہیں؟ بولے: یہ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، اور حضرت عیسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام ہیں۔ یہ حضرات مجھے دیکھ رہے تھے۔

(مسند ابویعلی، ۱۹۸۶، ابن حبان، ۷۴۴۸، ابن خزیمہ، ۱۹۸۶، مستدرک، ج ۱، ص ۴۳۰، الترغیب الترہیب، ج ۲، رقم الحدیث، ۱۳۸۵)

حضرت عبد اللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے رجم کیا تھا؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے پوچھا کیا سورۃ نور کے نازل ہونے سے پہلے یا بعد میں کہا یہ مجھے معلوم نہیں۔ (بخاری، ۶۸۱۳، مسلم، ۱۸۰۲)

حضرت شعبی نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب انہوں نے جمعہ کے دن ایک عورت کو سنگسار کیا تو فرمایا: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق سنگسار کیا ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث، ۶۸۱۲)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کا ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے زنا کیا ہے۔ پھر اس نے اپنے اوپر چار مرتبہ گواہی دی تو رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا جس کے تحت اسے سنگسار کر دیا گیا اور وہ شادی شدہ تھا۔ (بخاری، ۵۲۷۰، مسلم، ۱۶۹۱)

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کتے کی قیمت زنا کا معاوضہ اور کاہن کی مٹھائی کھانے سے منع کیا ہے۔ (صحیح بخاری۔ رقم الحدیث، ۲۲۳۷)

حضرت عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس قوم میں زنا ظاہر ہو گیا وہ قحط میں گرفتار ہو گی اور جس قوم میں رشوت ظاہر ہو گئی وہ رعب و دبدبہ میں گرفتار ہو گی۔ (مشکوۃ رقم الحدیث، ۳۴۲۵)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک سزا کا نافذ کرنا اللہ کے شہروں میں چالیس رات کی بارش سے بہتر ہے۔ (مشکوۃ رقم الحدیث، ۳۴۳۰، ابن ماجہ ۳۱۰)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص مجھے اس چیز کی جو دونوں جبڑوں کے درمیان ہے (زبان) اور اس چیز کی جو دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے۔ (شرمگاہ) ضمانت دے (ان سے خلاف شرع کام نہ کرے) میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (بخاری، ۶۴۷۴، مسند ابویعلی، ۷۵۵۰، مستدرک، ج ۵، ص ۳۴۳، سنن ترمذی، ۲۴۰۸)

حضرت عثمان بن ابو عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدھی رات کو آسمانوں کے دروازے

کھول دیئے جاتے ہیں پھر ایک منادی ندا کرتا ہے کہ کوئی دعا کرنے والا ہو تو اس کی دعا قبول کی جائے۔ کوئی سوال کرنے والا ہو تو اس کو عطا کیا جائے، کوئی مصیبت زدہ ہو تو اس کی مصیبت دور کردی جائے۔ پس ہر دعا کرنے والے مسلمان کی دعا قبول کی جائے گی سوائے اس عورت کے جو پیسے لیکر زنا کراتی ہو اور سوائے اس شخص کے جو ظالمانہ ٹیکس لیتا ہے۔

(الترغیب والترہیب، ج ۳، کتاب الحدود، مسند احمد ج ۴، ص ۲۲، المعجم الاوسط، ۲۷۹۰، مجمع الزوائد، ج ۳، ص ۸۸)

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زانیوں کے چہروں میں آگ بھڑک رہی ہوگی۔ (الترغیب والترہیب، ج ۳، کتاب الحدود، طبرانی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں نظر ہے۔ مجمع الزوائد، ج ۶، ص ۲۵۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زنا فقر پیدا کرتا ہے۔

(شعب الایمان، ۵۴۱۸، الترغیب والترہیب، ۳۵۲۵)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل کے ایک عابد نے ساٹھ سال اپنے گرجے میں اللہ کی عبادت کی۔ پھر بارش ہوئی اور زمین سرسبز ہوگئی۔ راہب نے اپنے گرجے سے باہر جھانکا اور سوچا میں گرجے سے باہر نکل کر اللہ کا ذکر کروں اور زیادہ نیکی کروں۔ وہ گرجے سے اترا۔

اس کے ہاتھ میں ایک روٹی یا دو روٹیاں تھیں۔ جس وقت وہ باہر کھڑا تھا۔ تو ایک عورت آ کر اس سے ملی وہ دونوں ایک دوسرے تک کافی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ یہاں تک عابد نے اس عورت سے اپنی خواہش پوری کرلی۔ پھر اس پر بے ہوشی طاری ہوگئی پھر وہ ایک گرم تالاب میں نہایا۔ اس کے بعد ایک سائل آیا۔ تو اس نے ان دو روٹیوں کی طرف اشارہ کیا۔ پھر اس کی ساٹھ سال کی عبادت کا زنا کے گناہ کے ساتھ وزن کیا گیا۔ تو گناہ کا پلڑا بھاری نکلا۔ پھر ان دو روٹیوں کی نیکی کا وزن کیا گیا تو نیکیوں کا پلڑا بھاری نکلا۔ لہٰذا اس کو بخشش دیا گیا۔ (الترغیب والترہیب، ج ۳، کتاب الحدود ۳۵۳۱، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث، ۳۷۹)

حضرت نافع جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: متکبر مسکین، بوڑھا زانی اور اپنے عمل سے اللہ پر احسان جتانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (الترغیب والترہیب، ج ۳، کتاب الحدود، مجمع الزوائد، ج ۶، ص ۲۵۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم میں سے کسی کی باندی زنا کرے تو وہ اسے تین مرتبہ اللہ کی کتاب کے مطابق کوڑے مارے اور اگر چوتھی مرتبہ پھر زنا کرے تو اسے فروخت کردے خواہ بالوں کی ایک رسی کی عوض فروخت کرے اس باب میں زید بن خالد اور شبل سے بھی احادیث منقول ہیں شبل، عبداللہ بن مالک اوسی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ کی حدیث حسن صحیح ہے اور حضرت ابوہریرہ ہی سے کئی سندوں سے منقول ہے بعض علماء صحابہ وغیرہ کا اسی پر عمل ہے وہ کہتے ہیں کہ اپنے غلام یا باندی پر حد جاری کرنے کے لیے حاکم کے پاس جانے کی ضرورت نہیں امام احمد، اور اسحاق کا یہی قول ہے بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ اسے حاکم کے سپرد کردے حد جاری نہ کرے۔ لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ (جامع ترمذی)

حضرت عبداللہ بن ادریس نقل کی ہے پھر یہ حدیث ان کے علاوہ بھی اسی طرح منقول ہے محمد بن اسحاق بھی نافع ہے اور وہ ابن عمر سے نقل کرتے ہیں کہ ابوبکر نے کوڑے مارے اور جلاوطن بھی کیا۔ حضرت عمر نے بھی کوڑے مارے اور جلاوطن کی سزا بھی

دی لیکن اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کوڑے مارنے اور جلاوطن کرنے کا ذکر نہیں کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جلاوطن کرنا ثابت ہے حضرت ابوہریرہ، زید بن خالد، عبادہ بن صامت اور دیگر صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا صحابہ کرام جن میں ابوبکر، عمر، علی، ابی بن کعب، عبداللہ بن مسعود اور ابوذر وغیرہ شامل ہیں کا اسی پر عمل ہے متعدد فقہاء تابعین سے بھی اسی طرح منقول ہے سفیان ثوری، مالک بن انس، عبداللہ بن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔ (جامع ترمذی)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ آئے اور ہم اکٹھے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اور والدین کی نافرمانی سے بچو۔ کیونکہ ایک ہزار سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو آتی ہے۔ اور ماں باپ کا نافرمان، رشتہ منقطع کرنے والا، بوڑھا زانی اور تکبر سے تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا اس خوشبو کو نہیں پائے گا۔ کبریائی صرف اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔ (الترغیب والترہیب، ۳۶۶۵، مجمع الزوائد، ج ۵، ص ۱۲۵)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ سات آسمان اور سات زمینیں بوڑھے زانی پر لعنت کرتی ہیں اور زانیوں کی شرمگاہوں کی بدبو سے اہل دوزخ کو بھی تکلیف ہوگی۔

(الترغیب والترہیب، ج ۳، کتاب الحدود، ۳۵۳۷، مجمع الزوائد، ج ۶، ص ۲۵۵، مسند بزار، ۱۵۴۸)

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ تم زنا کے متعلق کیا کہتے ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ حرام ہے۔ اس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام کیا ہے لہٰذا قیامت تک کے لئے حرام ہوگا۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب سے کہا کہ اگر کوئی شخص دس عورتوں سے زنا کرے تو یہ اس کی بہ نسبت زیادہ آسان ہے کہ وہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔ (مسند احمد ج ۶، ص ۸، اس کے راوی ثقات ہیں۔ الترغیب والترہیب، ۳۵۴۷)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس عورت کے بستر پر بیٹھا جس کا شوہر غائب ہو قیامت کے دن اللہ عزوجل ایک اژدھے کو اس کے اوپر مسلط کر دے گا۔

(رواہ الطبرانی والکبیر، من روایۃ ابن لہیعۃ، ترغیب وترہیب، کتاب الحدود۔ مجمع الزوائد، ج ۶، ص ۲۵۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ چار بندوں سے بغض فرماتا ہے قسم کھا کر سودا بیچنے والا، دھوکہ دینے والا فقیر، بوڑھا زانی، موٹے پیٹ والا حاکم۔

(رواہ الطبرانی والکبیر، من روایۃ ابن لہیعۃ، ترغیب وترہیب، کتاب الحدود۔ مجمع الزوائد، ج ۶، ص ۲۵۸)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آدمی جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ بوڑھا زانی، جھوٹا حکمران اور تکبر کرنے والا فقیر۔ (مسند بزار، ۱۳۰۸، الترغیب والترہیب، ۳۵۴۴، مجمع الزوائد، ج ۶، ص ۲۵۵)

حضرت راشد بن سعد مقرائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مجھے معراج کرائی گئی تو میرا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جن کی کھال کو آگ کی قینچیوں سے کاٹا جا رہا تھا۔ میں نے کہا اے جبریل یہ کون ہیں انہوں نے کہا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو زنا کرنے کے لئے مزین ہوتے تھے۔ پھر میں ایک کنوئیں کے پاس سے گزرا جس سے سخت بدبو آ رہی

تھی۔ میں نے پوچھا؟ اے جبریل یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا یہ وہ عورتیں ہیں جو زنا کرانے کے لئے خود کو مزین کرتی تھیں۔ اور وہ کام کرتی تھیں جو ان کے لئے جائز نہ تھے۔ (شعب الایمان ۵۰۶۷، الترغیب الترہیب ۳۵۰۴۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ بطور عادت زنا کرنے والا کرنے والا بت پرست کی طرح ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر، ج ۴۰، ص ۳، ۱۷، رقم الحدیث ۳۱۴۹، مساوی الاخلاق، ۴۷۷، الترغیب والترہیب، ۳۵۲۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنے والے شخص کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (نظر رحمت) نہیں فرمائے گا۔ اور نہ اس کو پاک کرے گا اور فرمائے گا اس کو جہنمیوں کے ساتھ داخل کر دو۔ (رواہ ابن ابی الدنیا والخرائطی، وغیرھما)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں کہ جو شخص اس عورت کے بستر پر بیٹھا جس کا شوہر غائب ہے۔ اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ وکالے سانپوں میں سے کسی کو مسلط کرے گا جو اس کو ڈس رہا ہوگا۔ (رواہ الطبرانی، ورواتہ ثقات)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجاہدین کی بیویوں کی حرمت جہاد پر نہ جانے والوں کے لئے ان کی ماؤں کی مثل ہے۔ اور مجاہد جس شخص کے اوپر اپنی بیوی کو چھوڑ کر جائے اور وہ اس میں خیانت کرے تو اس کی قیامت کے دن کھڑا کیا جائے گا۔ مجاہد اس کی نیکیوں میں سے جس قدر چاہے گا۔ لے جائے گا۔ اور نسائی میں ابوداؤد کی طرح یہ روایت ہے کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ اس کی کوئی نیکی چھوڑے گا۔

(صحیح مسلم، ۱۸۹۷، ۱۳۹، ابوداؤد فی الجہاد، ۲۴۹۶، نسائی فی الجہاد، باب ۴۸، ۳۱۸۹،۴۷)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہم میں جلوہ گر ہوئے، آپ نے ارشاد فرمایا: جب کسی قوم میں فحاشی کا رواج بڑھتا ہے یہاں تک کہ وہ علانیہ بے حیائی کرنے لگتی ہے تو ان لوگوں کے درمیان طاعون اور ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو ان کے اسلاف کے زمانہ میں موجود نہ تھیں۔

(سنن ابن ماجہ ابواب الفتن، ص، باب العقوبات)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: سات آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے (عرش کے) سائے میں جگہ عطا فرمائے گا۔ جس دن کہ عرش الٰہی کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا (یعنی قیامت کے دن اور وہ سات آدمی یہ ہیں۔

: حاکم عادل۔

: وہ نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں پھلا پھولا۔

: وہ شخص جو مسجد سے نکلے تو اس کا دل مسجد میں اٹکا رہے یہاں تک کہ دوبارہ مسجد میں چلا جائے۔

: وہ دو آدمی جنہوں نے محض اللہ تعالیٰ کی خاطر آپس میں دوستی کی اس کے لئے جمع ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے۔

:وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا تو اس کی آنکھیں بہہ پڑیں۔
:وہ شخص جس کو کسی صاحب حسب ونسب اور صاحب حسن وجمال خاتون نے غلط دعوت دی مگر اس نے یہ کہہ کر اس کی دعوت رد کردی کہ: میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔
:اور وہ شخص جس نے صدقہ کیا تو اس کو ایسا چھپایا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتا نہ چلا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا؟

(بخاری فی الاذان باب ۳۶،وزکوٰۃ باب ۱۶، ۶۲۹، مسلم فی الزکوٰۃ ۹۱، ۱۰۳۱، جامع ترمذی ۲۳۹۱، مسند احمد بن حنبل، ۹۲ ۴۳۹، الموطا امام مالک ۱۷۰۹، صحیح ابن حبان، ۴۴۸۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سات سے بھی زیادہ مرتبہ فرماتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل کا کفل نامی ایک شخص کسی گناہ سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔ اس کے پاس ایک عورت آئی تو اس نے اسے ساٹھ دینار دیئے تا کہ وہ اس سے جماع کر سکے۔ چنانچہ جب وہ شخص اس سے یہ فعل (یعنی جماع) کرنے لگا تو وہ رونے اور کانپنے لگی۔ اس نے کہا تم کیوں روتی ہو۔ کیا میں نے تمہارے ساتھ زبردستی کی ہے۔ اس عورت نے کہا نہیں بلکہ یہ ایک ایسا عمل ہے جو اس سے پہلے میں نے نہیں کیا لیکن ضرورت نے مجھے مجبور کیا۔ کفل نے کہا جو کام تم نے کبھی نہیں کیا آج کر رہی ہو۔ جاؤ وہ دینار تمہارے ہیں۔ پھر اس شخص نے کہا اللہ کی قسم میں آج کے بعد کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ پھر وہ اسی رات مر گیا تو صبح اس کے دروازے پر لکھا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کفل کو معاف کر دیا۔ یہ حدیث حسن ہے۔ (جامع ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمی چلے جا رہے تھے کہ بارش ہونے لگی تو وہ لوگ پہاڑ کے دامن میں ایک غار میں چلے گئے اتنے میں پہاڑ کی بلندی سے ایک بڑا سا پتھر گرا اور اس کی وجہ سے غار کا دروازہ بند ہو گیا۔ تو ان لوگوں نے آپس میں کہا: اپنے اپنے اعمال صالحہ پر نظر دوڑاؤ اور انھیں کے واسطہ سے خدا سے دعا کرو شاید خدا کوئی آسانی پیدا کر دے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ میرے والدین بہت بوڑھے تھے اور میرے بچے بھی بہت چھوٹے چھوٹے تھے۔ میں بکریاں چرا کر ان کا پیٹ پالتا تھا واپس آ کر بکریوں کا دودھ نکالتا تو پہلے والدین کے سامنے پیش کرتا اس کے بعد اپنے بچوں کو دیتا۔

اتفاقاً میں ایک دن صبح سویرے گھر سے نکل گیا اور شام تک واپس نہ آیا۔ جب میں واپس پلٹا تو میرے والدین سو چکے تھے میں نے روزانہ کی طرح دودھ نکالا اور دودھ لے کر والدین کے سرہانے کھڑا ہو گیا مجھے یہ گوارہ نہ ہوا کہ انھیں بیدار کروں اور نہ ہی یہ گوارہ ہوا کہ والدین سے پہلے بچی کو دودھ پیش کروں حالانکہ بچی بھوک کی وجہ سے رو رہی تھی اور میرے قدموں میں بلبلا رہی تھی مگر میری روش میں تبدیلی نہ آئی یہاں تک کہ صبح ہو گئی پروردگار! اگر تو یہ جانتا ہے کہ یہ عمل میں نے صرف تیری رضا کے لئے انجام دیا ہے تو اسی عمل کے واسطہ سے اتنی گنجائش پیدا کر دے کہ ہم آسمان کو دیکھ سکیں اللہ نے اتنی گنجائش پیدا کر دی اور ان لوگوں کو آسمان دکھائی دینے لگا۔

دوسرے نے کہا: میرے چچا کی ایک لڑکی تھی میں اس سے ایسی شدید محبت کرتا تھا جیسے کہ مرد عورتوں سے کرتے ہیں میں نے اس سے مطلب برآری کی خواہش کی اس نے سو دینار کی شرط رکھی میں نے کوشش کر کے کسی طرح سو دینار جمع کئے انھیں ساتھ لے کر

اس کے پاس پہنچ گیا۔اور جب شیطانی مطلب پورا کرنے کی غرض سے اس کے نزدیک ہوا تو اس نے کہا اے بندۂ خدا اللہ سے ڈرو اور ناحق میرا لباس مت اتار۔

وہ یہ بات سن کر میں نے اسے چھوڑ دیا۔پروردگار اگر میرا یہ عمل تیرے لئے ہے تو تھوڑی گنجائش اور مرحمت کردے۔اللہ نے تھوڑی سی گنجائش اور عطا کردی۔

تیسرے آدمی نے کہا میں نے ایک شخص کو تھوڑے چاول کی اجرت پر اجیر کیا جب کام مکمل ہو گیا تو اس نے اجرت کا مطالبہ کیا میں نے اجرت پیش کردی لیکن وہ چھوڑ کر چلا گیا میں اسی سے کاشت کرتا رہا یہاں تک کہ اس کی قیمت سے بیل اور اسکا چرواہا خرید لیا۔ایک دن وہ مزدور آیا اور مجھ سے کہا: خدا سے ڈرو اور میرا حق مجھے دے دو۔میں نے کہا جاؤ وہ بیل اور چرواہا لے لو اس نے پھر کہا خدا سے ڈرو اور میرا مذاق مت اڑاؤ۔میں نے کہا میں ہرگز مذاق نہیں کررہا ہوں یہ بیل اور چرواہا لے لو۔چنانچہ وہ لے کر چلا گیا۔پروردگار میرا یہ عمل اگر تیرے لیے تھا تو ہمارے لئے بقیہ راستہ کھول دے۔اللہ نے راستہ کھول دیا۔

(بخاری فی الاجارۃ، ۲۲۷۲، مسلم، ۶۸۸۶، ابن حبان فی صحیحہ من حدیث ابی ہریرہ وغیرہ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے قریش کے جوانو! تم اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو اور زنا نہ کرو۔جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اس کے لئے جنت ہے۔(ترغیب وترہیب ۳۶۸۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت پانچ نمازیں ادا کرے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے گی۔

(ترغیب وترہیب، ۳۶ ۸۵، ابن حبان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے اللہ تعالیٰ نے داڑھوں کے درمیان اور ٹانگوں کے درمیان والی چیزوں کو برائی سے بچالیا وہ جنت میں داخل ہوا۔(جامع ترمذی، کتاب الزہد ج ۲)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مجھے اپنی چھ چیزوں کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔جب تم بات کرو تو سچ بولو۔اور جب تم وعدہ کرو تو پورا کرو۔اور جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو اسے ادا کرو۔اور تم اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو اور تم اپنی نگاہوں کو نیچے رکھو اور اپنے ہاتھوں کو (ظلم) سے روکو۔

(مسند احمد بن حنبل، ۲۳۱۳۷، ابن ابی دنیا، ابن حبان فی صحیحہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی امت پر اتنا خوف کسی چیز کا نہیں رکھتا جتنا قوم لوط کے عمل کا خوف رکھتا ہوں۔(ابن ماجہ، ۲۵۶۳، جامع ترمذی، ۱۴۷۷)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی قوم عہد توڑتی ہے۔تو ان میں قتل عام ہو جاتا ہے اور جب کسی قوم میں بے حیائی عام ہوتی ہے۔تو اللہ تعالیٰ ان پر موت عام کر دیتا ہے اور جب لوگ زکوۃ دینا چھوڑ دیتے ہیں۔تو اللہ تعالیٰ بارش کو روک دیتا ہے۔اس کو حاکم نے روایت کیا ہے اور کہا کہ مسلم کی شرط پر یہ صحیح ہے۔ابن ماجہ، بزار، اور بیہقی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے اور ابن ماجہ کے لفظ یہ ہیں۔کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف توجہ فرمائی اور فرمایا اے

مہاجرین! جب تم پانچ کاموں میں مبتلاء کر دیئے جاؤ اور میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ تم ان کاموں کو نہ کر دیا تم میں وہ کام نہ پائے جائیں جب کسی قوم میں فحاشی بے حیائی عام ہونا شروع ہو جائے۔ اور ان میں طاعون اور وہ بیماریاں عام ہو جاتی ہیں۔ جو پہلے کبھی ظاہر نہیں ہوئی تھیں۔

جب لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگ جاتے ہیں تو ان پر قحط اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں۔ بادشاہ ان پر ظلم کرتے ہیں۔ جب لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی چھوڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر بارش روک دیتا ہے۔ اگر زمین پر چوپائے نہ ہوتے تو آس پاس سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ برستا۔ اور جب لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے عہد کو توڑ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر دشمن کو مسلط کر دیتا ہے۔ تو وہ ان کا مال وغیرہ سب کچھ چھین لیتے ہیں اور جب مسلمان حکمران اللہ کے قانون کو چھوڑ کر دوسرا اور احکام خداوندی میں کچھ لیتے اور کچھ چھوڑتے ہیں تو اللہ ان کے درمیان اختلاف پیدا فرما دیتا ہے۔ (ابن ماجہ، ۱۸۱۸، باب العقوبات)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اہل ذمہ پر ظلم کیا جائے گا تو دشمنوں کی حکومت ہو جائے گی اور جب کثرت کے ساتھ زنا ہوگا تو لوگ بہ کثرت قید ہوں گے اور جب قوم لوط کا عمل بہ کثرت ہوگا تو اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ مخلوق کے اوپر سے اٹھا لے گا۔ پھر یہ پرواہ نہیں کرے گا کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوتے ہیں۔

(المعجم الکبیر، ۱۷۵۲، حافظ الہیثمی نے کہا کہ اس کی سند میں عبدالخالق بن زید بن واقد ضعیف ہے۔ مجمع الزوائد، ۶، ص ۲۵۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرت ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے اپنی مخلوق میں سے سات بندوں پر لعنت کی ہے۔ اور ان میں ہر ایک پر تین بار لعنت کی ہے اور باقی ان میں سے ہر ایک پر (ایک بار) لعنت کافی ہے۔ فرمایا: جو شخص قوم لوط کا عمل کرے وہ ملعون ہے۔ یہ بات تین بار فرمائی۔ اور جو ذبح کے وقت جانور پر غیر خدا کا نام لے۔ وہ بھی ملعون ہے۔ اور جو جانوروں کے پاس آئے (یعنی جانوروں سے بدفعلی کرے) وہ ملعون ہے۔ اور جو والدین کی نافرمانی کرے وہ بھی ملعون ہے اور جو ایک نکاح میں ماں اور اس کی بیٹی کو جمع کرے وہ بھی ملعون ہے اور جو زمین میں حدود کو بدل ڈالے وہ بھی ملعون ہے اور جو اپنے آقا کے غیر کا دعویٰ کرے وہ بھی ملعون ہے۔ (ترغیب وترہیب، ۳۶۹۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قوم لوط کا عمل کرنے والے کے متعلق فرمایا اوپر والے اور نیچے والے سب کو سنگسار کر دو۔ (سنن ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: چار شخص ایسے ہیں جو صبح و شام اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضب میں ہوتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کون ہیں فرمایا: مردوں میں سے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور عورتوں میں سے جو مردوں کی مشابہت اختیار کرے۔ اور جانور کے پاس آئے یعنی جانور سے بدفعلی کرے اور جو مردوں کے پاس آئے (یعنی جو شخص مردوں کے ساتھ لواطت کرے)۔ (ترغیب وترہیب، ۳۶۹۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم ایسے شخص کو پاؤ جس نے قوم لوط کا عمل کیا تو فاعل و مفعول دونوں کو قتل کر دو۔ (ابوداؤد فی الحدود، باب ۲۸، ترمذی فی الحدود باب ۲۴، ابن ماجہ فی الحدود باب ۱۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: جو کسی جانور سے بدکاری کرے اس شخص کو اور اس جانور دونوں کو تم قتل کر دو۔

علامہ خطابی نے کہا ہے اس حدیث میں عارضہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہے اس کے علاوہ جانور کو قتل کرنے سے منع کیا ہے۔ (ابوداؤد فی الحدود باب ۲۹، ترغیب وترہیب، ۳۶۹۹)

ابن ابی دنیا اور بیہقی نے اپنی جید سند کے ساتھ محمد بن منکدر سے روایت کیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک خط میں لکھا کہ اس عرب کے بعض پسماندہ علاقہ میں ایک ایسا شخص پایا ہے۔ جس سے نکاح کیا جاتا ہے جس طرح عورت سے نکاح کیا جاتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور ان میں سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ ایسا گناہ ہے جو ایک امت کے علاوہ کسی نے نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے جو ان کے ساتھ کیا تم اس کو جانتے ہو۔ میری رائے یہ ہے کہ اس کو آگ کے ساتھ جلا دیا جائے پس آپ نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی رائے کو جمع کیا کہ اسے آگ میں جلایا جائے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس کو آگ میں جلایا جائے۔ (الترغیب والترہیب ۳۷۰۱، کتاب الحدود)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف نہیں دیکھے گا جو کسی مرد یا عورت کی دبر میں وطی کرے۔ (الترمذی فی الرضاع، باب ۱۲، ابن حبان فی صحیحہ، النسائی، الترغیب والترہیب، ۳۷۰۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم شرماتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے نہیں شرماتا۔ یہ تم اپنی عورتوں کی دبر میں وطی نہ کرو۔ (مسند ابویعلی، الترغیب والترہیب، ۳۷۰۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: لوطیہ صغریٰ یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کے پیچھے کے مقام پر آئے یعنی پاخانہ کی جگہ اپنی خواہش پوری کرے۔ (المسند ج ۲ ص ۲۱۰، ۱۸۲)

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ بے شک اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے حیاء نہیں فرماتا یہ تین مرتبہ کہا کہ تم اپنی بیوی کے پاس ان کے پیچھے کے مقام سے نہ آؤ۔ (ابن ماجہ فی النکاح، باب ۲۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے عورتوں کی دبر استعمال کرنے سے منع کیا ہے۔

(ترغیب وترہیب، ۳۷۰۷)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو اپنی عورتوں کی دبر استعمال کرتے ہیں۔ (طبرانی، ترغیب وترہیب، ۳۷۰۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنی عورت کی سرین میں جماع کیا تحقیق اس نے کفر کیا۔ (طبرانی فی الاوسط)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ایسے مرد کی طرف نظر رحمت نہیں

فرمائے گا جو اپنی بیوی کی دبر میں جماع کرے۔ (ابن ماجہ فی النکاح باب ۲۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنی بیوی کی دبر میں جماع کیا وہ ملعون ہے۔ (ابوداؤد باب النکاح باب ۵۰، مسند احمد ج ۲ ص ۴،۴۷۶ ۴۴۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص حائضہ کے پاس آیا یا بیوی کی دبر میں جماع کیا یا کاہن کے پاس گیا اور اس کو اچھا جانا تو اس نے کفر کیا اس کا جو حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا گیا۔

(ترمذی فی الطہارت باب ۱۰۲، الرضاع باب ۱۲، ابن ماجہ فی النکاح باب ۲۹، مسند احمد ج ۱ ص ۸۶، ج ۶ ص ۳۰۵)

حضرت علی بن طلق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ تم عورتوں کے پاس ان کے پیچھے سے نہ آؤ (ان سے لواطت نہ کرو) بے شک اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے استحیا نہیں کرتا۔ (مسند احمد، ترمذی، النسائی، ابن حبان)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاعل و مفعول اور جو شخص کسی جانور سے بدکاری کرے انہیں قتل کر دو۔

امام بغوی فرماتے ہیں کہ لوطی کی حد میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ وہ اس طرف گئے ہیں کہ لواطت کرنے والے کو زنا کی حد لگائی جائے۔ اگر وہ شادی شدہ ہے تو اسے رجم کیا جائے اگر وہ شادی شدہ نہیں تو سو کوڑے مارے جائیں۔ یہ قول سعید بن مسیب، عطاء ابن ابی رباح، حسن قتادہ اور امام نخعی کا ہے۔

اور یہی بات ثوری اور امام اوزاعی کی ہے اور وہی امام شافعی کا قول ہے اسی طرح امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن سے روایت کیا گیا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک اس قول کے مطابق لواطت کرنے والے کو بھی سو کوڑے مارے جائیں مرد ہو یا عورت۔ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ سب کے لئے جلاوطنی عام ہے۔ ایک قوم اس طرف گئی ہے کہ لوطی شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ اسے سنگسار کیا جائے۔

سعید بن جبیر اور مجاہد نے ابن عباس سے روایت کیا ہے اور یہی بات شعبی اور زہری نے یہی بات کہی ہے اور امام مالک، احمد اور امام اسحاق کا قول ہے۔

حماد بن ابراہیم نے ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے کہ اگر کسی پر سنگسار کی حد لگائی گئی ہے تو لوطی کو دو مرتبہ سنگسار کیا جائے گا۔ آخری قول امام شافعی کا ہے کہ فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دیا جائے جس طرح حدیث میں آیا ہے۔

حافظ نے کہا ہے کہ خلفائے اربعہ حضرت ابوبکر، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن زبیر اور ہشام بن عبدالملک نے لوطی کو آگ سے جلایا ہے۔ (الترغیب والترہیب، ۳۷۰۰)

☆☆☆☆☆☆

کِتَابُ الصَّوْمِ

یہ کتاب روزوں کے بیان میں ہے

صوم کے لغوی وشرعی معنی کا بیان

علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں ۔لغت میں صوم اور صیام کے معنی ہیں امساک یعنی مطلقاً رکنا! اصطلاح شریعت میں ان الفاظ کا مفہوم ہے فجر سے غروب آفتاب تک روزہ کی نیت کے ساتھ کھانے پینے، جماع کرنے اور بدن کے اس حصے میں جواندر کے حکم میں ہو کسی چیز کے داخل کرنے سے رکے رہنا نیز روزے دار مسلمان کے لئے اور حیض ونفاس سے پاک ہونا اس کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ہے۔الصوم لغت عرب میں الامساک یعنی رکنے کو کہتے ہیں۔

شرعی اصطلاح میں طلوع فجر سے لیکر غروب شمس تک مفطرات یعنی روزہ توڑنے والی اشیاء سے نیت کے ساتھ رکنے کوروزہ کہا جاتا ہے۔

امت کا اجماع ہے کہ ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھنا فرض ہیں ،اس کی دلیل مندرجہ ذیل فرمان باری تعالیٰ ہے۔(اے ایمان والوتم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر بھی فرض کیے گئے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو)۔

روزے کی فرضیت پر سنت نبویہ میں بھی دلائل پائے جاتے ہیں جن میں سے ایک دلیل مندرجہ ذیل فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:(اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا) (فتح الباری (49/1)

روزہ کا لغوی معنی ہے: کسی چیز سے رکنا اور اس کوترک کرنا' اور روزہ کا شرعی معنی ہے: مکلف اور بالغ شخص کا ثواب کی نیت سے طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے' پینے اور جماع کوترک کرنا اور اپنے نفس کوتقویٰ کے حصول کے لیے تیار کرنا۔

تمام ادیان اور ملل میں روزہ معروف ہے' قدیم مصری' یونانی' رومن اور ہندو سب روزہ رکھتے تھے' موجودہ تورات میں بھی روزہ داروں کی تعریف کا ذکر ہے' اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کا چالیس دن روزہ رکھنا ثابت ہے' یروشلم کی تباہی کو یاد رکھنے کے لیے یہود اس زمانہ میں بھی ایک ہفتہ کا روزہ رکھتے ہیں' اس طرح موجودہ انجیلوں میں بھی روزہ کو عبادت قرار دیا گیا ہے اور روزہ داروں کی تعریف کی گئی ہے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزہ فرض کیا گیا تھا اسی طرح تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے' تا کہ مسلمانوں کو روزہ رکھنے میں رغبت ہو کیونکہ جب کسی مشکل کام کو عام لوگوں پر لاگو کر دیا جاتا ہے تو پھر وہ سہل ہو جاتا ہے۔

علامہ علاؤالدین حصکفی نے لکھا ہے کہ ہجرت کے ڈیڑھ سال اور تحویل قبلہ کے بعد دس شعبان کو روزہ فرض کیا گیا۔
(در المختار علی حاشیہ رد المختار ج ۲ ص ۸۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

روزے کا معنی رکنے کی دلیل لغت کا بیان

فَقُوْلِیْٓ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا۔ (مریم ۲۶)

تو کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے تو کہہ دینا میں نے آج رحمٰن کا روزہ مانا ہے تو آج ہرگز کسی آدمی سے بات نہ کروں گی۔

میں آج روزے سے ہوں یا تو مراد یہ ہے کہ ان کے روزے میں کلام ممنوع تھا یا یہ کہ میں نے بولنے سے ہی روزہ رکھا ہے۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس دو شخص آئے۔ ایک نے تو سلام کیا، دوسرے نے نہ کیا آپ نے پوچھا اس کی کیا وجہ؟ لوگوں نے کہا اس نے قسم کھائی ہے کہ آج یہ کسی سے بات نہ کرے گا آپ نے فرمایا اسے توڑ دے سلام کلام شروع کر یہ تو صرف حضرت مریم علیہا السلام کے لئے ہی تھا کیونکہ اللہ کو آپ کی صداقت و کرامت ثابت کرنا منظور تھی اس لئے اسے عذر بنا دیا تھا حضرت عبدالرحمن بن زید کہتے ہیں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ گھبرائیں نہیں تو آپ نے کہا میں کیسے نہ گھبراؤں خاوند والی میں نہیں، کسی کی ملکیت کی لونڈی باندی میں نہیں مجھے دنیا نہ کہے گی کہ یہ بچہ کیسے ہوا؟
میں لوگوں کے سامنے کیا جواب دے سکوں گی؟ کون سا عذر پیش کر سکوں گی؟ ہائے کاش کہ میں اس سے پہلے ہی مر گئی ہوتی کاش کہ میں نسیا منسیا ہو گئی ہوتی۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اماں آپ کو کسی سے بولنے کی ضرورت نہیں میں آپ ان سب سے نبٹ لوں گا آپ تو انہیں صرف یہ سمجھا دینا کہ آج سے آپ نے چپ رہنے کی نذر مان لی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، مریم ۲۶)
علامہ قرطبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ روزے کی تعریف یہ ہے کہ **الامساک عن المفطرات مع اقتران النیة به من طلوع الفجر الی غروب الشمس۔** (القرطبی)

روزے کی نیت کے ساتھ طلوع فجر سے غروب آفتاب تک ہر قسم کے مفطرات سے رک جانا روزہ ہے۔

روزے کی فرضیت کی تاریخ واہمیت کا بیان

ماہ رمضان کے روزے ہجرت کے اٹھارہ ماہ بعد شعبان کے مہینے میں تحویل قبلہ کے دس روز بعد فرض کیے گئے بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس سے قبل کوئی روزہ فرض نہیں تھا جب کہ بعض حضرات کا قول ہے کہ اس سے قبل بھی کچھ ایام کے روزے فرض تھے جو اس ماہ رمضان کے روزے کی فرضیت کے بعد منسوخ ہو گئے۔ چنانچہ بعض حضرات کے نزدیک تو عاشورا محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ فرض تھا اور بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ ایام بیض (قمری مہینے کی تیرہویں، چودھویں اور پندرہویں راتوں کے دن) کے روزے فرض تھے۔ رمضان کے روزے کی فرضیت کے ابتدائی دنوں میں بعض احکام بہت سخت تھے مثلاً غروب آفتاب کے بعد سونے سے پہلے کھانے پینے کی اجازت تھی مگر سونے کے بعد کچھ بھی کھانے پینے کی اجازت نہیں تھی۔ چاہے کوئی شخص بغیر کھائے پیئے ہی کیوں نہ سو گیا ہو، اسی طرح جماع کسی بھی وقت اور کسی بھی حالت میں جائز نہ تھا۔ مگر جب یہ احکام مسلمانوں پر بہت شاق

گزرے اوران احکام کی وجہ سے کئی واقعات بھی پیش آئے تو یہ احکام منسوخ کر دیئے گئے اور کوئی سختی باقی نہ رہی۔

اسلام کے جو پانچ بنیادی ارکان ہیں ان میں روزے کا تیسرا درجہ ہے گویا روزہ اسلام کا تیسرا رکن ہے اس اہم رکن کی جو تاکید اور بیش از بیش اہمیت ہے اسے ماہرین شریعت ہی بخوبی جان سکتے ہیں روزے کا انکار کرنے والا کافر اور اس کا تارک فاسق اور اشد گنہگار ہوتا ہے چنانچہ درمختار کے باب مایفسد الصوم میں یہ مسئلہ اور حکم نقل کیا گیا ہے کہ ولو اکل عمداً اشهرة بلا عذر یقتل، جو شخص رمضان میں بلا عذر علی الاعلان کھاتا پیتا نظر آئے اسے قتل کر دیا جائے۔

روزہ کی فضیلت کے بارے میں صرف اسی قدر کہہ دینا کافی ہے کہ بعض علماء نے اس اہم ترین اور باعظمت رکن کے بے انتہا فضائل دیکھ کر اس کو نماز جیسی عظیم الشان عبادت پر ترجیح اور فضیلت دی ہے اگر چہ یہ بعض ہی علماء کا قول ہے جب کہ اکثر علماء کا مسلک یہی ہے کہ نماز تمام اعمال سے افضل ہے اور اسے روزہ پر بھی ترجیح وفضیلت حاصل ہے مگر بتانا تو صرف یہ ہے کہ جب اس بات میں علماء کے ہاں اختلاف ہے کہ نماز افضل ہے یا روزہ؟ تو اب ظاہر ہے کہ نماز کے علاوہ اور کوئی بھی دوسرا عمل اور دوسرا رکن روزے کی ہمسری نہیں کرسکتا۔

قرآن کے مطابق روزے کی فرضیت کا بیان

(۱) يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرہ)
اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے۔

(۲) فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔ تم میں سے جو اس ماہ کو پائے وہ ضرور اس کے روزے رکھے۔

تفاسیر وآثار صحابہ کے مطابق فرضیت روزے کا بیان

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما عطاء قتادہ ضحاک کا فرمان ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے ہر مہینہ میں تین روزوں کا حکم تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے بدلا اور ان پر اس مبارک مہینہ کے روزے فرض ہوئے۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ اگلی امتوں پر بھی ایک مہینہ کامل کے روزے فرض تھے۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ رمضان کے روزے تم سے پہلے کی امتوں پر بھی فرض تھے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ پہلی امتوں کو یہ حکم تھا کہ جب وہ عشاء کی نماز ادا کرلیں اور سو جائیں تو ان پر کھانا پینا عورتوں سے مباشرت کرنا حرام ہو جاتا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اگلے لوگوں سے مراد اہل کتاب ہیں۔ پھر بیان ہو رہا ہے کہ تم میں سے جو شخص ماہ رمضان میں بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اس حالت میں روزے چھوڑ دے مشقت نہ اٹھائے اور اس کے بعد اور دنوں میں جبکہ یہ عذر ہٹ جائیں قضا کرلیں، ہاں ابتداء اسلام میں جو شخص تندرست ہو اور مسافر بھی نہ ہو اسے بھی اختیار تھا خواہ روزہ رکھے خواہ نہ رکھے مگر فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلا دے اگر ایک سے زیادہ کو کھلائے تو افضل تھا گو روزہ رکھنا فدیہ دینے سے زیادہ بہتر تھا۔

ابن مسعود ابن عباس مجاہد طاؤس مقاتل وغیرہ یہی فرماتے ہیں مسند احمد میں ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

نماز کی اور روزے کی تین حالتیں بدلی گئیں پہلے تو سولہ سترہ مہینہ تک مدینہ میں آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف نماز ادا کی پھر "قد نری" والی آیت آئی اور مکہ شریف کی طرف آپ نے منہ پھیرا۔ دوسری تبدیلی یہ ہوئی کہ نماز کے لئے ایک دوسرے کو پکارتا تھا اور جمع ہو جاتے تھے لیکن اس سے آخر عاجز آ گئے پھر ایک انصاری حضرت عبداللہ بن زید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے خواب میں دیکھا لیکن وہ خواب گویا بیداری کی سی حالت میں تھا کہ ایک شخص سبز رنگ کا حلہ پہنے ہوئے ہے اور قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر کہہ رہا ہے آیت اللہ اکبر اللہ اکبر اشھدان لا الہ الا اللہ دوبارہ یونہی اذان پوری کی پھر تھوڑی دیر کے بعد اس نے تکبیر کہی جس میں آیت قد قامت الصلوٰۃ بھی دو مرتبہ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ سکھا دو وہ اذان کہیں گے چنانچہ سب سے پہلے حضرت بلال نے اذان کہی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے بھی آکر اپنا یہی خواب بیان کیا تھا لیکن ان سے پہلے حضرت زید آ چکے تھے۔ تیسری تبدیلی یہ ہوئی کہ پہلے یہ دستور تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے ہیں کوئی آیا کچھ رکعتیں ہو چکی ہیں تو وہ کسی سے دریافت کرتا کہ کتنی رکعتیں ہو چکی ہیں وہ جواب دیتا کہ اتنی رکعتیں پڑھ لی ہیں وہ اتنی رکعتیں ادا کرتا پھر حضور کے ساتھ مل جاتا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ آئے اور کہنے لگے کہ میں حضور کو جس حال میں پاؤں گا اسی میں مل جاؤں گا اور جو نماز چھوٹ گئی ہے اسے حضور کے سلام پھیرنے کے بعد ادا کروں گا چنانچہ انہوں نے یہی کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی رہی ہوئی رکعتیں ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر فرمایا معاذ نے تمہارے لئے یہ اچھا طریقہ نکالا ہے تم بھی اب یونہی کیا کرو، یہ تین تبدیلیاں تو نماز کی ہوئیں، روزوں کی تبدیلیاں سنئے۔

اول جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے تو ہر مہینہ میں تین روزے رکھتے تھے اور عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے آیت (کتب علیکم الصیام) الخ نازل فرما کر رمضان کے روزے فرض کئے۔

دوسرا ابتدائی یہ حکم تھا کہ جو چاہے روزہ رکھے جو چاہے نہ رکھے اور فدیہ دے دے پھر یہ آیت (فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ) تم میں سے جو شخص رمضان کے مہینے میں قیام کی حالت میں ہو وہ روزہ رکھا کرے پس جو شخص مقیم ہو مسافر نہ ہو تندرست ہو بیمار نہ ہو اس پر روزہ رکھنا ضروری ہو گیا ہاں بیمار اور مسافر کے لئے رخصت ملی اور ایسا بوڑھا انتہائی جو روزے کی طاقت ہی نہ رکھتا ہو اسے بھی رخصت دی گئی۔ تیسری حالت یہ ہے کہ ابتداء میں کھانا پینا عورتوں کے پاس آنا سونے سے پہلے پہلے جائز تھا سو گیا تو پھر گو رات کو ہی جاگے لیکن کھانا پینا اور جماع اس کے لئے منع تھا پھر صرمہ نامی ایک انصاری صحابی دن بھر کام کاج کر کے رات کو تھکے ہارے گھر آئے عشاء کی نماز ادا کی اور نیند آ گئی دوسرے دن کچھ کھائے پئے بغیر روزہ رکھا لیکن حالت بہت نازک ہو گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کیا بات؟ تو انہوں نے سارا واقعہ کہہ دیا، ادھر یہ واقعہ تو ان کے ساتھ ہوا ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سو جانے کے بعد اپنی بیوی صاحبہ سے مجامعت کر لی اور حضور کے پاس آکر حسرت و افسوس کے ساتھ اپنے اس قصور کا اقرار کیا جس پر آیت (احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم) سے (ثم اتموا الصیام الی الیل) تک نازل ہوئی اور مغرب کے بعد سے لے کر صبح صادق کے طلوع ہونے تک رمضان کی راتوں میں کھانے پینے اور مجامعت کرنے کی رخصت دے دی گئی،

بخاری مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ پہلے عاشورہ کا روزہ رکھا جاتا جب رمضان کی فرضیت نازل ہوئی تو اب ضروری نہ رہا جو چاہتا رکھ لیتا جو نہ چاہتا نہ رکھتا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہ مروی ہے۔ آیت (وعلی الذین یطیقونہ) کا مطلب حضرت معاذ بیان فرماتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں جو چاہتا روزہ رکھتا جو چاہتا نہ رکھتا اور ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا۔

حضرت سلمہ بن اکوع سے بھی صحیح بخاری میں ایک روایت آئی ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے وقت جو شخص چاہتا افطار کرتا اور فدیہ دے دیتا یہاں تک کہ اس کے بعد کی آیت اتری اور یہ منسوخ ہوئی، حضرت ابن عمر بھی اسے منسوخ کہتے ہیں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یہ منسوخ نہیں مراد اس سے بوڑھا مرد اور بڑھیا عورت ہے جسے روزے کی طاقت نہ ہو۔

ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں عطار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رمضان میں گیا دیکھا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں مجھے دیکھ کر فرمانے لگے کہ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ اس آیت نے پہلی آیت کا حکم منسوخ کر دیا، اب یہ حکم صرف بہت زیادہ بیطاقت بوڑھے بڑے کے لئے ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ جو شخص مقیم ہو اور تندرست ہو اس کے لئے یہ حکم نہیں بلکہ اسے روزہ ہی رکھنا ہوگا ہاں ایسے بوڑھے، بڑے معمر اور کمزور آدمی جنہیں روزے کی طاقت ہی نہ ہو روزہ نہ رکھیں اور نہ ان پر قضا ضروری ہے لیکن اگر وہ مالدار ہوں تو آیا انہیں کفارہ بھی دینا پڑے گا یا نہیں ہمیں اختلاف ہے۔

امام شافعی کا ایک قول تو یہ ہے کہ چونکہ اس میں روزے کی طاقت نہیں لہٰذا یہ بھی مثل بچے کے ہے نہ اس پر کفارہ ہے نہ اس پر قضا کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، دوسرا قول حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ اس کے ذمہ کفارہ ہے، اکثر علماء کرام کا بھی یہی فیصلہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کی تفسیروں سے بھی یہی ثابت ہوا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا پسندیدہ مسئلہ بھی یہی ہے وہ فرماتے ہیں کہ بہت بڑی عمر والا بوڑھا جسے روزے کی طاقت نہ ہو تو فدیہ دے دے جیسے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی بڑی عمر میں بڑھاپے کے آخری دنوں میں سال دو سال تک روزہ نہ رکھا اور ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو روٹی گوشت کھلا دیا کرے، مسند ابو یعلیٰ میں ہے کہ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ روزہ رکھنے سے عاجز ہو گئے تو گوشت روٹی تیار کر کے تیس مسکینوں کو بلا کر کھلا دیا کرتے، اسی طرح حمل والی اور دودھ پلانے والی عورت کے بارے میں جب انہیں اپنی جان کا یا اپنے بچے کی جان کا خوف ہو علماء میں سخت اختلاف ہے، بعض تو کہتے ہیں کہ وہ روزہ نہ رکھیں فدیہ دے دیں اور جب خوف ہٹ جائے قضا بھی کر لیں بعض کہتے ہیں صرف فدیہ ہے قضا نہ کریں، بعض کہتے ہیں قضا کر لیں فدیہ نہیں اور بعض کا قول ہے کہ نہ روزہ رکھیں نہ فدیہ نہ قضا کریں۔ (تفسیر جامع البیان، ابن کثیر، بیروت)

احادیث کے مطابق فرضیت صوم کا بیان

امام بخاری و مسلم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اور نماز

پڑھنا، اور زکوۃ دینا، اور بیت اللہ کا حج کرنا، اور رمضان کے روزے رکھنا۔ (صحیح بخاری ومسلم، سنن اربعہ)

مذاہب اربعہ کے مطابق فرضیت صوم کا بیان

ائمہ اربعہ کے نزدیک بہ اجماع روزہ فرض ہے۔ اور اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔ یہاں تک فقہی مذاہب کے علاوہ اگر اسلام کے سوا دوسرے مذاہب کا جائزہ لیں تو ان کے نزدیک بھی روزے کی مختلف کیفیات ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں۔

روزے کا تصور کم وبیش ہر مذہب اور ہر قوم میں موجود رہا ہے اور اب بھی ہے مگر اسلام میں روزے کا تصور یکسر جداگانہ، منفرد اور مختلف ہے جبکہ دوسرے مذاہب روزے کی اصل مقصدیت سے صرف نظر کرتے ہوئے روزے کو اپنے مخصوص مفادات کے لیے محدود کر لیتے تھے مگر اسلام نے اس میدان میں بھی انسانیت کو روزے کے ذریعے ایک نظام تربیت دیا۔ دنیا کا ہر مذہب کسی نہ کسی صورت میں تزکیہ نفس اور روحانی طہارت کی اہمیت کو اُجاگر کرتا رہا ہے مگر ان کے ہاں اس کے مختلف انداز اور طریقے ہیں مثلاً ہندوؤں کے ہاں پوجا کا تصور ہے، عیسائیوں کے ہاں رہبانیت کا رجحان ہے تو یونانی ترک دنیا کے قائل ہیں اور بدھ مت جملہ خواہشات کو قطعاً فنا کر دینے کے خواہاں ہیں لیکن اسلام ایک ایسا سادہ اور آسان دین ہے جو ان تمام خرافات اور افراط وتفریط سے پاک ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تقویٰ اور تزکیہ نفس کے لیے ارکان اسلام کی صورت میں ایک ایسا پانچ نکاتی لائحہ عمل عطا کر دیا جو فطرتاً انسان سے ہم آہنگ ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت سادہ، آسان اور قابل عمل بھی ہے۔

علاوہ ازیں مختلف مذاہب میں روزہ رکھنے کے مکلف بھی مختلف طبقات میں موجود ہیں مثلاً پارسیوں کے ہاں صرف مذہبی پیشوا، ہندوؤں میں برہمن اور یونانیوں کے ہاں صرف عورتیں روزے رکھنے کی پابند ہیں جبکہ ان کے اوقات روزہ میں بھی اختلاف اور افراط وتفریط پائی جاتی ہے۔

روزے کی فرضیت کی حکمتوں کا بیان

کسی بھی عبادت اور کسی بھی عمل کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت کی خوشنودی حاصل ہو جائے اور پروردگار کی رحمت کاملہ اس عمل اور عبادت کرنے والے کو دین اور دنیا دونوں جگہ اپنی آغوش میں چھپا لے ظاہر ہے کہ اس اعتبار سے روزہ کا فائدہ بھی بڑا ہی عظیم الشان ہوگا مگر اس کے علاوہ روزے کے کچھ اور بھی روحانی اور دینی فوائد ہیں جو اپنی اہمیت وعظمت کے اعتبار سے قابل ذکر ہیں لہٰذا ان میں سے کچھ فائدے بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) روزے کی وجہ سے خاطر جمعی اور قلبی سکون حاصل ہوتا ہے نفس امارہ کی تیزی وتندی جاتی رہتی ہے، اعضاء جسمانی اور بطور خاص وہ اعضاء جن کا نیکی اور بدی سے براہ راست تعلق ہوتا ہے جیسے ہاتھ، آنکھ، زبان، کان اور ستر وغیرہ ست ہو جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے گناہ کی خواہش کم ہو جاتی ہے اور معصیت کی طرف رجحان ہلکا پڑ جاتا ہے۔ چنانچہ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جب نفس بھوکا ہوتا ہے تو تمام اعضاء سیر ہوتے ہیں یعنی انہیں اپنے کام کی رغبت نہیں ہوتی اور جب نفس سیر ہوتا ہے تو تمام اعضاء بھوکے ہوتے ہیں انہیں اپنے کام کی طرف رغبت ہوتی ہے اس قول کو وضاحت کے ساتھ یوں سمجھ لیجئے کہ جسم کے جتنے اعضاء ہیں قدرت نے انہیں اپنے مخصوص کاموں کے لئے پیدا کیا ہے مثلاً آنکھ کی تخلیق دیکھنے کے لیے ہوئی ہے گویا آنکھ کا کام دیکھنا ہے لہٰذا بھوک کی

حالت میں کسی بھی چیز کو دیکھنے کی طرف راغب نہیں ہوتی ہاں جب پیٹ بھرا ہوا ہوتا ہے تو آنکھ اپنا کام بڑی رغبت کے ساتھ کرتی ہے اور ہر جائز و ناجائز چیز کو دیکھنے کی خواہش کرتی ہے اسی پر بقیہ اعضاء کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے۔

(۲) روزہ کی وجہ سے دل کدورتوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے کیونکہ دل کی کدورت آنکھ، زبان اور دوسرے اعضاء کے فضول کاموں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یعنی زبان کا ضرورت وحاجت سے زیادہ کلام کرنا، آنکھوں کا بلا ضرورت دیکھنا، اسی طرح دوسرے اعضاء کا ضرورت سے زیادہ اپنے کام میں مشغول رہنا افسردگی دل اور رنجش قلب کا باعث ہے اور ظاہر ہے کہ روزہ دار فضول گوئی اور فضول کاموں سے بچا رہتا ہے بدیں وجہ اس کا دل صاف اور مطمئن رہتا ہے اس طرح پاکیزگی دل اور اطمینان قلب اچھے و نیک کاموں کی طرف میلان و رغبت اور درجات عالیہ کے حصول کا ذریعہ بنتا ہے۔

(۳) روزہ مساکین و غرباء کے ساتھ حسن سلوک اور ترحم کا سبب ہوتا ہے کیونکہ جو شخص کسی وقت بھوک کا غم جھیل چکا ہوتا ہے اسے اکثر و بیشتر وہ کربناک حالت یاد آتی ہے چنانچہ وہ جب کسی شخص کو بھوکا دیکھتا ہے تو اسے خود اپنی بھوک کی وہ حالت یاد آ جاتی ہے جس کی وجہ سے اس کا جذبہ ترحم امنڈ آتا ہے۔

(۴) روزہ دار اپنے روزہ کی حالت میں گویا فقراء مساکین کی حالت بھوک کی مطابقت کرتا ہے بایں طور کہ جس اذیت اور تکلیف میں وہ مبتلا ہوتے ہیں۔ اسی تکلیف اور مشقت کو روزہ دار بھی برداشت کرتا ہے اس وجہ سے اللہ کے نزدیک اس کا مرتبہ بہت بلند ہوتا ہے جیسا کہ ایک بزرگ بشر حافی کے بارے میں منقول ہے کہ ایک شخص ان کی خدمت میں جاڑے کے موسم میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ بیٹھے ہوئے کانپ رہے ہیں حالانکہ ان کے پاس اتنے کپڑے موجود تھے جو ان کو سردی سے بچا سکتے تھے۔

مگر وہ کپڑے الگ رکھے ہوئے تھے۔ اس شخص نے یہ صورت حال دیکھ کر ان سے بڑے تعجب سے پوچھا کہ آپ نے سردی کی اس حالت میں اپنے کپڑے الگ رکھ چھوڑے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ میرے بھائی فقراء و مساکین کی تعداد بہت زیادہ ہے مجھ میں اتنی استطاعت نہیں ہے کہ میں ان کے کپڑوں کا انتظام کروں لہٰذا (جو چیز میرے اختیار میں ہے اسی کو غنیمت جانتا ہوں کہ) جس طرح وہ لوگ سردی کی تکلیف برداشت کر رہے ہیں اس طرح میں بھی سردی کی تکلیف برداشت کر رہا ہوں اس طرح میں بھی ان کی مطابقت کر رہا ہوں۔

یہی جذبہ ہمیں ان اولیاء عارفین کی زندگیوں میں بھی ملتا ہے جن کے بارے میں منقول ہے کہ وہ کھانے کے وقت ہر ہر لقمہ پر یہ دعائیہ کلمات کہا کرتے تھے۔ اللھم لا تواخذنی بحق الجائعین۔ اے اللہ مجھ سے بھوکوں کے حق کے بارے میں مواخذہ نہ کیجئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں منقول ہے کہ جب قحط سالی نے پورے ملک کو اپنے مہیب سایہ میں لے لیا باوجودیکہ خود ان کے پاس بے انتہا غلہ کا ذخیرہ تھا مگر وہ صرف اس لیے پیٹ بھر کر نہیں کھاتے تھے کہ کہیں بھوکوں کا خیال دل سے اتر نہ جائے نیز یہ انہیں اس طرح بھوکوں اور قحط زدہ عوام کی تکلیف ومصیبت سے مشابہت اور مطابقت حاصل رہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب ماہ رمضان شروع ہوتا ہے تو

آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کئے جاتے ہیں نیز شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔ ایک اور روایت کے الفاظ آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں کی بجائے یہ ہیں کہ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں سے اس بات کی طرف کنایہ مقصود ہے کہ اس ماہ مقدس کے شروع ہوتے ہی باری تعالیٰ کی پے درپے رحمتوں کا نزول شروع ہو جاتا ہے اور بندوں کے اعمال بغیر کسی مانع اور رکاوٹ کے صعود کرتے ہیں نیز باب قبولیت واجب ہو جاتا ہے کہ بندہ جو دعا مانگتا ہے بارگاہ الوہیت میں شرف قبولیت سے سرفراز ہوتی ہے۔

جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں سے اس طرف کنایہ مقصود ہے کہ بندہ کو ان نیک اور اچھے کاموں کی توفیق عطا فرمائی جاتی ہے جو دخول جنت کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں سے اس بات کی طرف کنایہ مقصود ہے کہ روزہ دار ایسے کاموں سے بچا رہتا ہے جو دوزخ میں داخل ہونے کا باعث ہوتے ہیں اور یہ ظاہر ہی ہے روزہ دار کبیرہ گناہوں سے سے محفوظ و مامون رہتا ہے اور جو صغیرہ گناہ ہوتے ہیں وہ اس کے روزے کی برکت سے بخش دیئے جاتے ہیں۔

شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے کا مطلب یہ ہے کہ ان شیاطین کو جو سرکش وسرغنہ ہوتے ہیں زنجیروں میں باندھ دیا جاتا ہے اور ان کی وہ قوت سلب کر لی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ بندوں کو بہکانے پر قادر ہوتے ہیں۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ جملہ دراصل اس بات کی طرف کنایہ ہے کہ ماہ رمضان میں شیاطین لوگوں کو بہکانے سے باز رہتے ہیں اور بندے نہ صرف یہ کہ ان کے وسوسوں اور ان کے اوہام کو قبول نہیں کرتے بلکہ ان کے مکر وفریب کے جال میں پھنستے بھی نہیں اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ روزہ کی وجہ سے انسان کی قوت حیوانیہ مغلوب ہو جاتی ہے جو غیظ وغضب اور شہوت کی جڑ ہے اور طرح طرح کے گناہوں کا باعث ہوتی ہے اس کے برخلاف قوت عقلیہ غالب اور قوی ہو جاتی ہے جو طاعات اور نیکی کا باعث ہوتی ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ رمضان میں دوسرے مہینوں کی بہ نسبت گناہ کم صادر ہوتے ہیں اور عبادات واطاعات میں زیادتی ہوتی ہے۔

جنت میں داخل ہونے کے لیے روزہ داروں کا مخصوص دروازہ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان رکھا گیا اور اس دروازے سے صرف روزہ داروں کا داخلہ ہی ہو سکے گا۔ (بخاری ومسلم)

روزے کے بعض فضائل کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایمان کے ساتھ (یعنی شریعت کو سچ جانتے ہوئے اور فرضیت رمضان کا اعتقاد رکھتے ہوئے) اور طلب ثواب کی خاطر (یعنی کسی خوف یا ریاء کے طور پر نہیں بلکہ خالصۃ للہ) رمضان کا روزہ رکھا تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نے پہلے کئے تھے نیز جو شخص ایمان کے ساتھ اور

طلب ثواب کی خاطر رمضان میں کھڑا ہوا تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نے پہلے کئے تھے اسی طرح جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ (یعنی شب قدر کی حقیقت کا ایمان واعتقاد رکھتے ہوئے) اور طلب ثواب کی خاطر کھڑا ہوا تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نے پہلے کئے تھے۔ (بخاری ومسلم)

رمضان میں کھڑا ہونے، سے مراد یہ ہے کہ رمضان کی راتوں میں تراویح پڑھے، تلاوت قرآن کریم اور ذکر اللہ وغیرہ میں مشغول رہے نیز اگر حرم شریف میں ہو تو طواف وعمرہ کرے یا اسی طرح کی دوسری عبادات میں اپنے آپ کو مصروف رکھے۔

شب قدر میں کھڑا ہونے، کا مطلب یہ ہے کہ شب قدر عبادت خداوندی اور ذکر اللہ میں مشغول رہے خواہ اس رات کے شب قدر ہونے کا اسے علم ہو یا نہ ہو۔

غفر له ماتقدم من ذنبه. تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو اس نے پہلے کئے تھے۔ کے بارے میں علامہ نووی فرماتے ہیں کہ مکفرات (یعنی وہ اعمال جو گناہوں کو ختم کرنے والے ہوتے ہیں) صغیرہ گناہوں کو تو مٹا ڈالتے ہیں اور کبیرہ گناہوں کو ہلکا کر دیتے ہیں اگر کسی خوش نصیب کے نامہ اعمال میں گناہ کا وجود نہیں ہوتا تو پھر مکفرات کی وجہ سے جنت میں اس کے درجات بلند کر دیئے جاتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بنی آدم کے ہر نیک عمل کا ثواب زیادہ کیا جاتا ہے بایں طور کہ ایک نیکی کا ثواب دس سے سات سو گنا تک ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مگر روزہ کہ وہ میرے ہی لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا (یعنی روزہ کی جو جزا ہے اسے میں ہی جانتا ہوں اور وہ روزہ دار کو میں خود ہی دوں اس بارے میں کوئی دوسرا یعنی فرشتہ بھی واسطہ نہیں ہوگا کیونکہ روزہ دار) اپنی خواہش اور اپنا کھانا صرف میرے لیے ہی چھوڑتا ہے (یعنی وہ میرے حکم کی بجا آوری میری رضا وخوشنودی کی خاطر اور میرے ثواب کی طلب کے لیے روزہ رکھتا ہے) روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی تو روزہ کھولنے کے وقت اور دوسری خوشی (ثواب ملنے کی وجہ سے) اپنے پروردگار سے ملاقات کے وقت، یاد رکھو روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ لطف اور پسندیدہ ہے اور روزہ سپر ہے (کہ اس کی وجہ سے بندہ دنیا میں شیطان کے شر وفریب سے اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے محفوظ رہتا ہے) لہٰذا جب تم میں سے کوئی شخص روزہ دار ہو تو وہ نہ فحش باتیں کرے اور نہ بے ہودگی کے ساتھ اپنی آواز بلند کرے اور اگر کوئی (نادان جاہل) اسے برا کہے یا اس سے لڑنے جھگڑنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہئے کہ وہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔ (بخاری ومسلم)

نیک عمل کے اجر کے سلسلے میں ادنیٰ درجہ دس ہے کہ نیکی تو ایک ہو مگر ثواب اس کا دس گناہ ملے، پھر اس کے بعد نیک عمل کرنے والے کے صدق خلوص پر انحصار ہوتا ہے کہ اس کی ریاضت ومجاہدہ اور اس کے خلوص وصدق نیت میں جتنی پختگی اور کمال بڑھتا رہتا ہے اسی طرح اس کے ثواب میں اضافہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ بعض حالات میں ایک نیکی پر سات سو گناہ ثواب ملتا ہے گویا یہ آخری درجہ ہے لیکن بعض مقامات واوقات ایسے بھی ہیں جہاں کی جانے والی ایک نیکی اس سے بھی زیادہ اجر وثواب سے نوازی جاتی ہے چنانچہ منقول ہے کہ مکہ میں ایک نیک عمل کے بدلے میں ایک لاکھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ الا الصوم (مگر روزہ) سے ثواب کی اہمیت وفضیلت کی طرف اشارہ ہے کہ روزہ کا ثواب بے انتہاء اور لامحدود ہے جس کی مقدار سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

بَابُ مَبْدَإِ فَرْضِ الصِّيَامِ

باب: روزوں کی فرضیت کا آغاز

2313 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ شَبُّوَيْهِ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ) (البقرة: 183)، فَكَانَ النَّاسُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّوُا الْعَتَمَةَ حَرُمَ عَلَيْهِمُ الطَّعَامُ وَالشَّرَابُ وَالنِّسَاءُ، وَصَامُوا إِلَى الْقَابِلَةِ، فَاخْتَانَ رَجُلٌ نَفْسَهُ فَجَامَعَ امْرَأَتَهُ وَقَدْ صَلَّى الْعِشَاءَ، وَلَمْ يُفْطِرْ، فَأَرَادَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَجْعَلَ ذَلِكَ يُسْرًا لِمَنْ بَقِيَ وَرُخْصَةً وَمَنْفَعَةً، فَقَالَ سُبْحَانَهُ: (عَلِمَ اللهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ) (البقرة: 187) الْآيَةَ، وَكَانَ هَذَا مِمَّا نَفَعَ اللهُ بِهِ النَّاسَ وَرَخَّصَ لَهُمْ وَيَسَّرَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

"اے ایمان والو! تم پر روزہ رکھنا فرض قرار دیا گیا ہے، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض قرار دیا گیا تھا"

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں جب لوگ عشاء کی نماز ادا کر لیتے تھے، تو ان کے لیے کھانا پینا اور بیوی کے ساتھ صحبت کرنا حرام ہو جاتا تھا، اور وہ اگلے دن شام تک کے لیے روزہ دار ہو جاتے تھے، ایک مرتبہ ایک شخص نے اپنے آپ کے ساتھ خیانت کی اور اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کر لی، جبکہ وہ عشاء کی نماز ادا کر چکا تھا، اس نے ابھی کچھ کھایا پیا بھی نہیں تھا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اس حوالے سے لوگوں کے لیے آسانی، رخصت اور فائدہ بنا دے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اللہ تعالیٰ یہ بات جانتا ہے کہ تم نے اپنے آپ کے ساتھ خیانت کی ہے"

تو یہ وہ چیز ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو نفع عطا کیا، انہیں رخصت عطا کی انہیں آسانی فراہم کی۔

رمضان اور روزوں کے فضائل کے متعلق احادیث کا بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ ڈھال ہے' روزہ دار نہ جماع کرے' نہ جہالت کی باتیں کرے' اگر کوئی شخص اس سے لڑے یا اس کو گالی دے تو وہ دو مرتبہ یہ کہے میں روزہ دار ہوں' اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وہ

2313- حديث صحيح، وهذا اسناد حسن. علي بن حسين بن واقد حسن الحديث. يزيد النحوي: هو يزيد بن ابي سعيد، وعكرمة: هو مولى ابن عباس. واخرجه البيهقي في "الكبرى" 2014/4 من طريق ابي داود، بهذا الاسناد.

اپنے کھانے، پینے اور نفس کی خواہش کو میری وجہ سے ترک کرتا ہے، روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا' اور (باقی) نیکیوں کا اجر دس گنا ہے۔ (صحیح بخاری ج۱ ص۲۵۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک دروازہ ہے' جس کا نام ریان ہے' اس دروازہ سے قیامت کے دن روزہ دار داخل ہوں گے' ان کے علاوہ اور کوئی اس دروازہ سے داخل نہیں ہوگا' کہا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہیں؟ پھر روزہ دار کھڑے ہو جائیں گے' ان کے علاوہ اور کوئی اس دروازہ سے داخل نہیں ہوگا' کہا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہیں؟ پھر روزہ دار کھڑے ہو جائیں گے' ان کے علاوہ اور کوئی اس دروازہ سے داخل نہیں ہوگا' ان کے داخل ہونے کے بعد اس دروازہ کو بند کر دیا جائے گا' پھر اس میں کوئی داخل نہیں ہوگا۔ (صحیح بخاری ج۱ ص۲۵۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان داخل ہوتا ہے تو آسمان کے دروازہ کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں جنت کے دروازوں کا ذکر کیا ہے اور دوسری روایت میں رحمت کے دروازوں کا ذکر کیا ہے۔ (صحیح مسلم ج۱ ص۳۴۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے حالت ایمان میں ثواب کی نیت سے لیلۃ القدر میں قیام کیا اس کے پہلے (صغیرہ) گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جس نے حالت ایمان میں ثواب کی نیت سے روزہ رکھا اس کے پہلے (صغیرہ) گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جس نے جھوٹی بات اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑا تو اللہ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی حاجت نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: روزے کے سوا ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہوتا ہے' روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا' روزہ ڈھال ہے اور جب تم میں سے کوئی شخص روزہ سے ہو تو وہ نہ جماع کی باتیں کرے نہ شور و شغب کرے' اگر کوئی شخص اس کو گالی دے یا اس سے لڑے تو وہ یہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں' اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے' روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں' ایک خوشی افطار کے وقت' ایک خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت ہوگی' اس وقت وہ اپنے روزہ سے خوش ہوگا۔ (صحیح بخاری ج۱ ص۲۵۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے روزے رکھے تو صحابہ نے بھی وصال کے روزے رکھے' ان پر یہ روزے دشوار ہوئے آپ نے ان کو منع فرمایا' صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ بھی تو وصال کے روزے رکھتے ہیں' آپ نے فرمایا: تم میں میری مثل کون ہے؟ مجھے تو کھلایا جاتا ہے اور پلایا جاتا ہے۔

(صحیح بخاری ج۱ ص۲۶۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے رمضان کا ایک روزہ بھی بغیر عذر یا بغیر مرض کے چھوڑا تو اگر وہ تمام دہر بھی روزے رکھے تو اس کا بدل نہیں ہو سکتا۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۹ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ایک دن اللہ کی راہ میں روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ کو جہنم سے ستر سال کی مسافت دور کر دیتا ہے۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۶۴ 'مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

حافظ منذری لکھتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ نمازیں ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ اور ایک رمضان سے دوسرا رمضان ان کے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہیں جب کہ گناہ کبیرہ سے بچا جائے۔ (صحیح مسلم)

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے' جب آپ نے پہلی سیڑھی پر پیر رکھا تو فرمایا: آمین! جب دوسری سیڑھی پر پیر رکھا تو فرمایا: آمین! پھر جب تیسری سیڑھی پر پیر رکھا تو فرمایا: آمین! پھر آپ نے فرمایا: میرے پاس جبرائیل (علیہ السلام) آئے اور کہا: اے محمد! جس نے رمضان کو پایا اور اس کی بخشش نہیں کی گئی اللہ اس کو (اپنی رحمت سے) دور کر دے' میں نے کہا: آمین! اور کہا: جس نے اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کو پایا اس کے باوجود دوزخ میں داخل ہو گیا' اللہ اس کو اپنی رحمت سے دور کر دے' میں نے کہا: آمین! اور کہا: جس کے سامنے آپ کا ذکر کیا گیا اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے اللہ اس کو (اپنی رحمت سے) دور کر دے' میں نے کہا: آمین! (صحیح ابن حبان)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری دن خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تمہارے پاس ایک عظیم اور مبارک مہینہ آ پہنچا ہے' اس مہینہ میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے' اللہ نے اس مہینہ میں روزہ کو فرض کر دیا ہے اور اس کی رات میں قیام کو نفل کر دیا ہے' جو شخص اس مہینہ میں فرض ادا کرے تو وہ ایسا ہے جیسے دوسرے مہینہ میں ستر فرض ادا کیے' یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے' یہ غمگساری کرنے کا مہینہ ہے' یہ وہ مہینہ ہے جس میں مومن کے رزق میں زیادتی کی جاتی ہے' اس مہینہ میں جو کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اس کے لیے گناہوں کی مغفرت ہے اور اس کی گردن کے لیے دوزخ سے آزادی ہے' اور اس کو بھی روزہ دار کی مثل اجر ملے گا اور اس روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی' صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص کی یہ استطاعت نہیں ہے کہ وہ روزہ دار کو افطار کرا سکے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی عطا فرمائے گا جو روزہ دار کو ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی یا ایک گھونٹ دودھ سے روزہ افطار کرائے' یہ وہ مہینہ ہے جس کا اول رحمت ہے' جس کا اوسط مغفرت ہے اور جس کا آخر جہنم سے آزادی ہے' جس شخص نے اس مہینہ میں اپنے خادم سے کام لینے میں تخفیف کی اللہ اس کی مغفرت کر دے گا اور اس کو دوزخ سے آزاد کر دے گا۔ اس مہینہ میں چار خصلتوں کو جمع کرو' دو خصلتوں سے تم اپنے رب کو راضی کرو اور دو خصلتوں کے بغیر تمہارے لیے کوئی چارہ کار نہیں ہے' جن دو خصلتوں سے تم اپنے رب کو

راضی کرو گے وہ کلمہ شہادت پڑھنا ہے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا ہے اور جن دو خصلتوں کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے وہ یہ ہیں کہ تم اللہ سے جنت کا سوال کرو اور اس سے دوزخ سے پناہ طلب کرو اور جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے گا' اللہ تعالیٰ اس کو میرے حوض سے پلائے گا' اسے پھر کبھی پیاس نہیں لگے گی حتیٰ کہ وہ جنت میں چلا جائے گا۔ (صحیح ابن خزیمہ' بیہقی' صحیح ابن حبان)

امام ابن حبان نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جس شخص نے رمضان کے مہینہ میں اپنی حلال کمائی سے کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرایا تو رمضان کی تمام راتوں میں فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے ہیں اور لیلۃ القدر میں جبریل (علیہ السلام) اس سے مصافحہ کرتے ہیں اور جس سے جبریل (علیہ السلام) مصافحہ کرتے ہیں اس کے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے اور اس کے بہت آنسو نکلتے ہیں۔ حضرت سلمان نے کہا: یارسول اللہ! یہ فرمایئے اگر اس کے پاس روٹی کا ایک لقمہ بھی نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: وہ ایک مٹھی طعام دے دے' میں نے کہا: یہ فرمایئے اگر اس کے پاس روٹی کا ایک لقمہ بھی نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: وہ ایک گھونٹ دودھ دے دے' میں نے عرض کیا: اگر اس کے پاس وہ بھی نہ ہو؟ فرمایا: ایک گھونٹ پانی دے دے۔ (امام ابن خزیمہ اور بیہقی نے بھی اس کو روایت کیا ہے)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب رمضان آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے پاس رمضان آ گیا ہے' یہ برکت کا مہینہ ہے' اللہ تعالیٰ تم کو اس میں ڈھانپ لیتا ہے اس میں رحمت نازل ہوتی ہے اور گناہ جھڑ جاتے ہیں اور اس میں دعا قبول ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ اس مہینہ میں تمہاری رغبت کو دیکھتا ہے سو تم اللہ کو اس مہینہ میں نیک کام کر کے دکھاؤ کیونکہ وہ شخص بدبخت ہے جو اس مہینہ میں اللہ عزوجل کی رحمت سے محروم رہا (اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں' البتہ اس کے ایک راوی محمد بن قیس کے متعلق مجھے کوئی جرح یا تعدیل مستحضر نہیں ہے)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب ماہ رمضان کی پہلی رات آتی ہے' تو جنتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور پھر پورے ماہ ان میں سے ایک دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا' اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور پھر پورے ماہ ان میں سے کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا' اور سرکش جنوں کے گلوں میں طوق ڈال دیا جاتا ہے اور ہر رات صبح تک ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہے: اے نیکی کے طلب کرنے والے! نیکی کا قصد کر اور زیادہ نیکی کر' اور اے برائی کے طلب کرنے والے! برائی میں کمی کر اور آخرت میں غور و فکر کر' کوئی مغفرت طلب کرنے والا ہے تو اس کی مغفرت کر دی جائے اور کوئی توبہ کرنے کا والا ہے تو اس کی توبہ قبول کی جائے اور کوئی دعا کرنے والا ہے تو اس کی دعا قبول کی جائے اور کوئی سوال کرنے والا ہے تو اس کا سوال پورا کیا جائے اور اللہ تعالیٰ ماہ رمضان کی ہر رات میں ساٹھ ہزار لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے' اور رمضان کی ہر رات میں جتنے لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے عید کے دن اس سے تیس گنا زیادہ لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے (اس حدیث کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث حسن ہے)

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کا ذکر کیا اور تمام مہینوں پر اس کی فضیلت بیان کی' پس فرمایا: جس نے رمضان میں ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے قیام کیا وہ گناہوں سے اس طرح پاک

۔ہو جائے گا جس طرح آج ہی اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہو (اس حدیث کو امام نسائی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے)

حضرت عمرہ بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتایئے اگر میں اللہ کے وحدہ لاشریک ہونے اور آپ کے رسول اللہ ہونے کی گواہی دوں' اور پانچوں نمازیں پڑھوں اور زکوٰۃ ادا کروں اور رمضان کے روزے رکھوں اور قیام کروں تو میرا کن لوگوں میں شمار ہوگا؟ آپ نے فرمایا: صدیقین اور شہداء میں۔(مسند بزار' صحیح ابن خزیمہ' صحیح ابن حبان) (الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۱۰۶۔۹۲ ملتقطاً مطبوعہ دار الحدیث' قاہرہ)

بعض نفلی روزوں کی فضیلت کا بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبد اللہ! کیا مجھے یہ خبر نہیں دی گئی کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات کو قیام کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا: کیوں نہیں' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا: نہ کرو' روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو (بغیر روزہ کے رہو) قیام بھی کرو اور سوؤ بھی' کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے' اور تمہارے مہمان کا بھی تم پر حق ہے' اور تمہارے لیے یہ کافی ہے تم ہر مہینہ کے تین دن روزے رکھو' اور تمہیں نیکی کا دس گنا اجر ملے گا اور یہ تمہارے پورے دہر کے روزے ہو جائیں گے' میں نے شدت کی اور کہا: یا رسول اللہ! میں قوت پاتا ہوں تو آپ نے فرمایا: اللہ کے نبی داؤد کے روزے کس طرح تھے؟ آپ نے فرمایا: نصف دہر (ایک دن روزہ ایک دن افطار)۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

ابن ملحان قیسی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایام بیض کے روزے رکھنے کا حکم دیتے تھے تیرھویں' چودھویں اور پندرھویں تاریخ کے روزے کا اور فرماتے: ان روزوں سے پورے دہر کے روزوں کا اجر ملے۔

(سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۳۳۲ مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور' ۱۴۰۵ھ)

تین روزوں کا دس گنا اجر ملے گا جیسا کہ "صحیح بخاری" کی روایت میں ہے تو ہر ماہ تین روزے رکھنے سے پورے ماہ کے روزوں کا اجر ملے گا اور جو شخص ہمیشہ یہ روزے رکھے گا اس کو تمام دہر کے روزوں کا اجر ملے گا۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس نے شوال کے چھ روزے رکھے تو اس کو تمام دہر کے روزوں کا اجر ملے گا۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۶۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

ہر نیکی کا دس گنا اجر ہوتا ہے تو چھتیس روزوں کا اجر ۳۶۰ روزوں کے برابر ہوا' گویا وہ پورا سال روزہ دار رہا۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوم عرفہ کا روزہ رکھنے سے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہ مٹادے گا اور دس محرم کا روزہ رکھنے سے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ایک سال پہلے کے گناہ مٹادے گا۔ (صحیح مسلم ج۱ ص ۳۶۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۷۵ھ)

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

قدامہ بن مظعون بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ وادی القریٰ میں اپنے مال کی طلب میں گئے' حضرت اسامہ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے' قدامہ نے کہا: آپ بوڑھے آدمی ہیں' آپ پیر اور جمعرات کا روزہ کیوں رکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے' آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا پیر اور جمعرات کو بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ (سنن ابوداؤد ج۱ ص ۳۳۰ مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱۴۰۵ھ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مسلسل) روزے رکھتے حتیٰ کہ ہم کہتے کہ اب آپ افطار (روزہ ترک کرنا) نہیں کریں گے' اور آپ روزے نہ رکھتے حتیٰ کہ ہم کہتے: اب آپ روزے نہیں رکھیں گے اور میں نے رمضان کے علاوہ آپ کو کسی ماہ کے مکمل روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ شعبان کے مہینہ سے زیادہ کسی اور مہینہ میں روزے رکھتے ہوئے دیکھا۔ (سنن ابوداؤد ج۱ ص ۳۳۱۔ ۳۳۲ مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱۴۰۵ھ)

بعض ایام میں روزہ رکھنے کی ممانعت کا بیان

امام ابوداؤد بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا: عیدالاضحیٰ کے دن کیونکہ اس دن تم اپنی قربانی کا گوشت کھاتے ہو اور عیدالفطر کے دن کیونکہ اس دن تم اپنے روزوں سے افطار کرتے ہو۔ (سنن ابوداؤد ج۱ ص ۳۲۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱۴۰۵ھ)

حضرت عقبہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: یوم عرفہ یوم نحر اور ایام تشریق ہم اہل اسلام کی عید ہیں اور یہ کھانے پینے کے ایام ہیں۔ (سنن ابوداؤد ج۱ ص ۳۲۹۔ ۳۲۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱۴۰۵ھ)

میدان عرفات میں یوم عرفہ کا روزہ رکھنا منع ہے اور دوسری جگہوں میں اس دن روزہ رکھنا کار ثواب ہے اور عیدین میں روزہ رکھنا ممنوع ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان عرفات میں یوم عرفہ کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ (سنن ابوداؤد ج۱ ص ۳۳۱ مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱۴۰۵ھ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص (صرف) جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھے' الا یہ کہ اس سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد میں روزہ رکھے۔

(سنن ابوداؤد ج۱ ص ۳۲۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱۴۰۵ھ)

ابوداؤد نے کہا: یہ حدیث منسوخ ہے۔ (سنن ابوداؤد ج۱ ص ۳۲۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی' پاکستان' لاہور ۱۴۰۵ھ)

یہود ہفتہ کے دن کی تعظیم کی وجہ سے اس دن کا روزہ رکھتے تھے ان کی مشابہت کی وجہ سے اس دن کے روزہ سے منع فرمایا:

روزہ کے اسرار و رموز کا بیان

(۱) روزہ رکھنے سے کھانے پینے اور شہوانی لذات میں کمی ہوتی ہے اس سے حیوانی قوت کم ہوتی ہے اور روحانی قوت زیادہ ہوتی ہے۔

(۲) کھانے پینے اور شہوانی عمل کو ترک کر کے انسان بعض اوقات میں اللہ عزوجل کی صفت صمدیہ سے متصف ہو جاتا ہے اور بہ قدر امکان ملائکہ مقربین کے مشابہ ہو جاتا ہے۔

(۳) بھوک اور پیاس پر صبر کرنے سے انسان کو مشکلات اور مصائب پر صبر کرنے کی عادت پڑتی ہے اور مشقت برداشت کرنے کی مشق ہوتی ہے۔

(۴) خود بھوکا اور پیاسا رہنے سے انسان کو دوسروں کی بھوک اور پیاس کا احساس ہوتا ہے اور پھر اس کا دل غرباء کی مدد کی طرف مائل ہوتا ہے۔

(۵) بھوک پیاس کی وجہ سے انسان گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ رہتا ہے۔

(۶) بھوکا پیاسا رہنے سے انسان کا تکبر ٹوٹتا ہے اور اسے احساس ہوتا ہے کہ وہ کھانے پینے کی معمولی مقدار کا کس قدر محتاج ہے۔

(۷) بھوکا رہنے سے ذہن تیز ہوتا ہے اور بصیرت کام کرتی ہے حدیث میں ہے: جس کا پیٹ بھوکا ہو اس کی فکر تیز ہوتی ہے۔
(احیاء العلوم ج ۳ ص ۲۱۸)

اور پیٹ (بھر کر کھانا) بیماری کی جڑ ہے اور پرہیز علاج کی بنیاد ہے۔ (احیاء العلوم ج ۳ ص ۲۲۱) اور لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی: اے بیٹے! جب معدہ بھر جاتا ہے تو فکر سو جاتی ہے اور حکمت گونگی ہو جاتی ہے اور عبادت کرنے کے لیے اعضاء سست پڑ جاتے ہیں دل کی صفائی میں کمی آ جاتی ہے اور مناجات کی لذت اور ذکر میں رقت نہیں رہتی۔

(۸) روزہ کسی کام کے نہ کرنے کا نام ہے یہ کسی ایسے عمل کا نام نہیں ہے جو دکھائی دے اور اس کا مشاہدہ کیا جائے یہ ایک مخفی عبادت ہے اس کے علاوہ باقی تمام عبادات کسی کام کے کرنے کا نام ہیں وہ دکھائی دیتی ہیں اور ان کا مشاہدہ کیا جائے یہ ایک مخفی عبادت ہے اس کے علاوہ باقی تمام عبادات کسی کام کے کرنے کا نام ہیں وہ دکھائی دیتی ہیں اور ان کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور روزہ کو اللہ کے سوا کوئی نہیں دیکھتا' باقی تمام عبادات کسی کام کے کرنے کا نام ہیں وہ دکھائی دیتی ہیں اور ان کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور روزہ کو اللہ کے سوا کوئی نہیں دیکھتا' باقی تمام عبادات میں ریا ہو سکتا ہے روزہ میں نہیں ہو سکتا' یہ اخلاص کے سوا اور کچھ نہیں۔

(۹) شیطان انسان کی رگوں میں دوڑتا ہے اور بھوک پیاس سے شیطان کے راستے تنگ ہو جاتے ہیں اسی طرح روزہ سے شیطان پر ضرب پڑتی ہے۔

(۱۰) روزہ امیر اور غریب' شریف اور خسیس سب فرض ہے اس سے اسلام کی مساوات مؤکد ہو جاتی ہے۔

(۱۱) روزانہ ایک وقت پر سحری اور افطار کرنے سے انسان کو نظام الاوقات کی پابندی کرنے کی مشق ہوتی ہے۔

(۱۲) فربہی، تبخیر اور بسیار خوری ایسے امراض میں روزہ رکھنا صحت کے لیے بہت مفید ہے۔

2314 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ نَصْرٍ الْجَهْضَمِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: كَانَ الرَّجُلُ إِذَا صَامَ، فَنَامَ لَمْ يَأْكُلْ إِلَى مِثْلِهَا، وَإِنَّ صِرْمَةَ بْنَ قَيْسٍ الْأَنْصَارِيَّ أَتَى امْرَأَتَهُ وَكَانَ صَائِمًا، فَقَالَ: عِنْدَكِ شَيْءٌ؟ قَالَتْ: لَا، لَعَلِّي أَذْهَبُ فَأَطْلُبُ لَكَ شَيْئًا، فَذَهَبَتْ وَغَلَبَتْهُ عَيْنُهُ فَجَاءَتْ، فَقَالَتْ: خَيْبَةً لَكَ فَلَمْ يَنْتَصِفِ النَّهَارُ حَتَّى غُشِيَ عَلَيْهِ، وَكَانَ يَعْمَلُ يَوْمَهُ فِي أَرْضِهِ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَزَلَتْ: (أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ) (البقرة: 187) قَرَأَ إِلَى قَوْلِهِ: (مِنَ الْفَجْرِ) (البقرة: 187)

⊛⊛ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: پہلے جب کوئی شخص روزہ رکھتا اور سو جاتا، تو وہ اگلے دن شام تک کچھ کھا پی نہیں سکتا تھا، ایک مرتبہ حضرت صرمہ بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ کے پاس آئے، انہوں نے روزہ رکھا ہوا تھا، انہوں نے دریافت کیا: کیا تمہارے پاس (کھانے پینے کے لیے) کچھ ہے، اس خاتون نے جواب دیا: جی نہیں! میں جاتی ہوں اور آپ کے لیے کچھ لے کر آتی ہوں وہ خاتون چلی گئی تو ان صاحب کی آنکھ لگ گئی جب وہ خاتون آئی اور انہیں (سوتے ہوئے پایا) تو بولی: آپ کے لیے خرابی ہے، دوسرے دن دوپہر تک ان پر غشی طاری ہونے لگی، وہ دن کے وقت اپنی زمین پر کام کاج کرتے رہے تھے، اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

"تمہارے لیے روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں کے ساتھ صحبت کرنا حلال قرار دیا گیا ہے"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت ان الفاظ تک تلاوت کی

"فجر (یعنی صبح صادق) میں سے"

شرح

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (اور کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صاف نظر آنے لگے تمہیں صبح کی سفید دھاری کالی دھاری سے) خیط ابیض سے دن کی روشنی اور خیط اسود سے رات کی سیاہی مراد ہے اور خیط (دھاگا) اس لیے فرمایا کہ جب صبح ابتداً ظاہر ہوتی ہے تو جنوب سے شمال کو مثل دھاگے کے کھنچ جاتی ہے اور

2314- اسناده صحيح. قال الحافظ في "الفتح" 351:1/ وسماع اسرائيل من ابي اسحاق - وهو عمرو بن عبد الله السبيعي - في غاية الاتقان للزومه اياه، لانه جده، وكان خصيصاً به. ابو احمد: هو محمد بن عبد الله بن الزبير الزبيري، واسرائيل: هو ابن يونس السبيعي، وصرمة بن قيس، كذا في الاصول وهو الصواب، ووقع عند البخاري: قيس بن صرمة، وقد جزم الداوودي والسهيلي وغيرهما بانه وقع مقلوباً في رواية البخاري. وقد فاتنا ان ننبه عليه في "صحيح ابن حبان" (3460) فليستدرك من هنا. واخرجه البخاري (1915)، و (4508) بنحوه، والترمذي (3206) من طريق عبيد الله بن موسى، عن اسرائيل، بهذا الاسناد. وقال الترمذي: حسن صحيح. واخرجه البخاري (4508) بنحوه، والنسائي في "الكبرى" (2489) و (10956) من طريقين عن ابي اسحاق، به. وهو في "مسند احمد" (18611)، و "صحيح ابن حبان" (3460) و (3461).

من الفجر من الخیط الابیض سے حال اور اس کا بیان ہے اور خیط اسود کا بیان اس لیے نہیں لائے کہ جب خیط ابیض سے مراد فجر ہوئی تو خیط اسود سے رات مراد ہونا خود ہی سمجھ میں آجائے گا اور من الفجر میں من یا تو تبعیض کے لیے ہے اس تقدیر پر تو یہ معنی ہوں گے کہ اس حال میں کہ وہ خیط ابیض خود فجر کا حصہ ہو اور صراحتاً حتی یتبین الفجر (یہاں تک کہ صبح صاف ظاہر ہو جائے) اس لیے نہیں فرمایا تا کہ معلوم ہو جائے کہ ادنیٰ حصہ بھی ظاہر ہوتے ہی کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔

اور بغیر ذکر من الخیط الاسود کے اس طرح بھی نہ فرمایا: حتیٰ یتبین لکم الخیط الابیض من الفجر (یہاں تک کہ سفید دھاری صبح کی تم کو صاف ظاہر ہو جائے۔) اس واسطے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ فجر سے مراد صبح صادق ہے کیونکہ صبح صادق ایک سفید دھاری جنوب سے شمال کو پھیلی ہوئی ہوتی ہے اور اس کے متصل ہی اس سے قبل ایک سیاہ دھاری ہوتی ہے جو غربی جانب پھیلی ہوئی ہوتی ہے اور وہ رات کی سیاہی کا ایک حصہ ہوتی ہے بخلاف فجر کاذب کے کہ وہ بھی ایک سفید دھاری لیکن لمبی شرق و غرب کو ہوتی ہے کہ اس کے بعد تاریکی تمام اطراف کا احاطہ کر لیتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ من الفجر الخیط الاسود اور الخیط الابیض دونوں کا بیان ہو کیونکہ فجر میں دونوں باتیں ہوتی ہیں تاریکی بھی ہوتی ہے اور روشنی بھی اور یہ ترکیب اولیٰ ہے کیونکہ اس صورت میں حال اور ذوالحال میں اجنبی سے فصل لازم نہ آئے گا۔

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ اے لوگو! بلال کی اذان اور فجر طویل (یعنی صبح کاذب) کے سبب سے تم سحری کھانے سے مت رکا کرو بلکہ اس فجر سے رکا کرو جو افق میں پھیل جاتی ہے۔ (یعنی صبح صادق) اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ (اے لوگو) بلال رات سے ہی اذان دیتے ہیں تو تم ابن ام مکتوم کے اذان دینے تک کھاتے پیتے رہا کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اندھے آدمی تھے اور اذان اس وقت دیتے تھے کہ جب ان سے کئی مرتبہ کہا جاتا تھا کہ صبح ہوگی۔

اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ انہوں نے صبح کی نماز پڑھ کر فرمایا کہ اب سفید دھاری کالی دھاری سے متمیز ہوئی ہے اس روایت کو ابن منذر نے روایت کیا ہے اور اسی طرح ابن منذر نے بسند صحیح حضرت ابو بکر صدیق سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اگر کھانے کی رغبت اور حرص نہ ہوتی تو میں صبح کی نماز پڑھ کر سحری کھایا کرتا اور ابن منذر اور ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے امر فرمایا کہ دروازہ فجر کے دکھائی دینے تک بند رہے۔ پس یہ سب آثار اس پر صاف دال ہیں کہ صبح کے پھیل جانے کے بعد کھانا جائز ہے۔ اب ان اقوال کی کیا توجیہ ہوگی۔

میں کہتا ہوں کہ غیب کی خبر تو اللہ جانے بظاہر ان اقوال کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ابو بکر اور علی رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا ہوگا کہ من الفجر میں من سببیہ ہے اور خیط سے حقیقی معنی (دھاگا) مراد ہیں حالانکہ حدیث سے ثابت ہے کہ من الفجر میں من بیانیہ ہے اور خیط ابیض سے مراد صبح ہے اور اسی پر اجماع ہے۔

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت: حتیٰ یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود نازل ہوئی تو میں نے ایک سیاہ دھاگا اور ایک سپید لیا اور ان کو اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لیا اور رات کو ان کو دیکھا تو مجھ کو دونوں

میں کچھ فرق نہ معلوم ہوا صبح کو میں جناب رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کا ذکر کیا آپ نے فرمایا کہ اس سے تورات کی سیاہی اور دن کی سپیدی مراد ہے اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ پھر آپ نے فرمایا کہ تو عریض القفا (کم عقل) ہے یہ تو دن کی سپیدی اور رات کی سیاہی ہے۔

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب: **کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود** نازل ہوئی اور اس وقت تک من الفجر نازل نہ ہوا تھا تو بہت سے آدمی یہ کرتے تھے کہ جب روزہ رکھنے کا ارادہ کرتے تو اپنے دونوں پاؤں میں سپید اور سیاہ دھاگا باندھ لیتے اور کھاتے رہتے جب وہ دونوں صاف نظر آنے لگتے اس وقت کھانے پینے سے رکتے جب اللہ تعالیٰ نے من الفجر نازل فرمایا تو انہوں نے جانا کہ خیط ابیض اور خیط اسود سے دن اور رات مراد ہیں۔ اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے اگر کوئی یہ کہے کہ سہل بن سعد کی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ من الفجر آیت سے ایک زمانہ کے بعد نازل ہوئی ہے اگر یہ صحیح ہے تو یہ اشکال لازم آتا ہے کہ بیان اپنے مبین سے وقت حاجت سے مؤخر ہوا اور یہ جائز نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ خیط ابیض اور اسود کا استعمال دن کی روشنی اور رات کی تاریکی میں شائع وذائع تھا بیان کرنے کی حاجت نہ تھی اور اگر بالفرض بعض لوگوں پر تامل وتدبر نہ کرنے کی وجہ سے پوشیدہ بھی ہو تو پھر بھی یہ مجمل کی قسم سے نہ ہوگا بلکہ اس کو مشکل کہا جائے گا اور مشکل (اصطلاح میں) اس لفظ کو کہتے ہیں کہ متکلم کو جو کچھ اس سے مقصود ہے اس میں صیغہ کی رو سے یا استعمال مجاز سے خفا آجائے اور وہ خفا ایسا ہو کہ تامل اور طلب سے زائل ہو جاتا ہے اب اس تقدیر پر لفظ من الفجر صرف اس لیے نازل فرمایا تاکہ اور زیادہ وضوح ہو جائے اور جو لوگ کوتاہ فہم ہیں وہ محفوظ کرلیں۔

اور ان کو طلب وتامل کی ضرورت نہ رہے اور باب مجمل سے نہ ہوگا کہ جس کے معنی بغیر شارع کے بتائے سمجھ میں نہ آئیں۔ اس لفظ کے نزول میں دیر ہونے سے کسی قسم کا اشکال نہ رہا اور اگر بالفرض اس کا مجمل ہونا تسلیم بھی کرلیا جائے تو کیا عجب ہے کہ اس کا بیان شارع کی طرف سے وحی غیر تلاوت شدہ میں آچکا ہو اور حدیث سے ثابت ہو (چنانچہ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی حدیث اس پر دال ہے اور اس کے بعد تائید اور تاکید کے طور پر من الفجر نازل ہوا ہو۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ خیط اسود اور خیط ابیض سے ان کے ظاہری معنی مراد ہیں اور من الفجر اس کا ناسخ ہے۔

اور طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ذیل تائید کرتی ہے فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ کے ساتھ بالکل دن نکلے سحری کھائی اتنی بات تھی کہ سورج نکلا نہ تھا۔ ورنہ بالکل روشنی تھی اس حدیث کو سعید بن منصور نے روایت کیا ہے پس کیا بعید ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جناب سرور کائنات ﷺ کے ساتھ من الفجر کے نزول سے پہلے سحری کھائی ہو۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ لفظ من الفجر مستقل کلام نہیں۔ اور ناسخ کلام مستقل ہوتا ہے تو من الفجر کیسے ناسخ بن سکتا ہے اور اگر اس کو نزول میں متاخر مانا جائے تو پھر کلام سابق کا مخصص بھی نہیں بن سکتا کیونکہ قصر اور تخصیص کے لیے یہ ضروری ہے کہ ماقبل سے متصل ہو تو جب نہ ناسخ بن سکتا ہے اور نہ مخصص تو اس کی کیا توجیہ ہے۔ اس اشکال کا جواب میرے نزدیک یہ ہے کہ اول پوری آیت بغیر لفظ من الفجر کے نازل ہوئی پھر ایک مدت کے بعد یہی آیت دوسری مرتبہ قید من الفجر کے ساتھ اتری اس لیے پہلی آیت کی

باعتبار حکم اور تلاوت کے ناسخ بن گئی۔ (تفسیر مظہری، سورہ بقرہ، لاہور)

فائدہ: عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا قصہ من الفجر کے نازل ہونے کے بعد ہوا ہے کیونکہ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ ۹ھ میں اسلام لائے ہیں اور روزہ کی آیت ۲ھ میں نازل ہوئی ہے اور لفظ من الفجر اس کے تقریباً ایک سال بعد نازل ہوا تھا۔ پس عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے جو دو دھاگے تکیہ کے نیچے رکھ لیے تھے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے من الفجر میں من کو بیانیہ کے لیے سمجھا تھا واللہ اعلم۔

فائدہ: جماع کو فجر تک جائز رکھنے سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ جنبی کو صبح کے بعد بھی غسل کرنا جائز ہے اور نیز یہ کہ کوئی اگر صبح تک جناب کی حالت میں رہا تو اس کا روزہ بالاتفاق صحیح ہے۔

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ (پھر پورا کرو روزہ کو رات تک) یہ آیت روزہ کے آخر وقت کا بیان ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ جب رات کی سیاہی اس طرف چھا جائے اور دن اس طرف منہ پھیرے اور آفتاب غروب ہو جائے تو یہ وقت افطار کا ہے اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے اس آیت سے معلوم ہوا کہ روزہ کی حقیقت کھانے پینے اور جماع سے صبح صادق سے غروب آفتاب تک نیت کے ساتھ رکنا ہے اور نیت کا وجوب لفظ ثم اتموا سے صاف ظاہر ہے کیونکہ اتمام (پورا کرنا) فعل اختیاری ہے یا یہ کہا جائے کہ روزہ جب عبادت ہے تو اس کے لیے نیت بھی ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لیعبدوا اللہ مخلصین له الدین یعنی اور ان کو یہی حکم دیا گیا کہ اللہ کی عبادت کریں خالص اسی کی عبادت سمجھ کر اور رسول اللہ فرماتے ہیں کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے اور آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس کی نیت ہے اس لیے جس شخص کی نیت اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرنے کی ہے اس کو اسی کا ثمرہ ملے گا اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہے کہ دنیا ملے یا کسی عورت سے نکاح کرے تو اس کو اس کا پھل ملے گا۔ اس حدیث کو تمام محدثین نے سوائے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے روایت کیا ہے لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بخاری نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث معنی کے اعتبار سے متواتر ہے اور تمام امت محمدیہ نے اس کو قبول کیا ہے اور اس پر سب علماء کا اتفاق ہے کہ ہر عبادت مقصودہ بغیر نیت کے صحیح نہیں اس قاعدہ کا مقتضی یہ تھا کہ نیت پوری عبادت میں شرط ہے لیکن حرج اور تنگی کی وجہ سے یہ تمام اوقات میں ساقط ہو گئی نماز میں تو نیت اوّل جزو یعنی تکبیر تحریمہ کے مقارن ہونا شرط ہو گئی اور دیگر اجزاء میں حکماً اعتبار کر لی جائے گی اور روزہ کے جزو اوّل میں بھی یہ شرط نہیں کیونکہ روزہ کا جزو اوّل طلوع فجر کے وقت ہے اور یہی وقت اکثر غفلت اور سونے کا ہے اس لیے روزہ میں شروع سے پہلے کی نیت بھی کافی ہے اور باقی وقت میں جب تک اس نیت کو توڑے نہیں اعتبار کر لی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تمہارے لیے روزہ کی رات میں اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا۔ (البقرہ: ۱۸۷)

روزہ کی رات میں سونے کے بعد کھانے پینے اور عمل زوجیت کی اجازت

امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں: مسلمان ابتداء میں ہر ماہ میں تین دن روزے رکھتے تھے، پھر رمضان کے روزے فرض ہو گئے، جب کوئی شخص افطار کے وقت کھانا کھائے بغیر سو جاتا تو پھر

اگلے روز افطار تک کھانا نہیں کھا سکتا تھا' اور اگر وہ سو جاتا یا اس کی بیوی سو جاتی تو پھر وہ بیوی سے عملِ زوجیت نہیں کر سکتا تھا' انصار میں سے صرمہ بن مالک نام کا ایک بوڑھا شخص تھا اس نے افطار کے وقت اپنی بیوی سے کہا: کھانا لاؤ' بیوی نے کہا: میں گرم کر کے لاتی ہوں اتنی دیر میں اس کی آنکھ لگ گئی اور وہ سو گیا (اور اگلے دن بھوک سے اس کی حالت غیر ہو گئی) دوسرا واقعہ یہ ہوا کہ حضرت عمر نے اپنی بیوی کو عمل زوجیت کے لیے بلایا' انہوں نے کہا: میں سو چکی ہوں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ گمان کیا کہ وہ بہانے کر رہی ہیں اور ان سے اپنی خواہش پوری کر لی اور دونوں نے رات گزار لی تو اللہ نے یہ آیت نازل کی: اللہ کو علم ہے کہ اپنے نفسوں میں خیانت کرتے تھے' سو اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی اور تمہیں معاف کر دیا' سو اب (چاہو تو) تم ان سے عمل زوجیت کرو' اور جو اللہ نے تمہارے لیے مقدر کر دیا ہے اس کو طلب کرو' اور کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ فجر کا سفید دھاگا (رات کے) سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے' پھر روزہ کو رات آنے تک پورا کرو۔ (جامع البیان ج ۲ ص ۹۰' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے مسلمان سونے سے پہلے کھاتے پیتے رہتے تھے اور جماع کرتے تھے' اور سونے کے بعد کھانے پینے اور جماع کو ترک کر دیتے تھے' ابو صرمہ نام کا ایک انصاری شخص زمین میں کھیتی باڑی کرتا تھا' افطار کے وقت وہ سو گیا اور پھر صبح روزہ کے ساتھ کی' وہ بھوک پیاس سے بے حال ہو گیا' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ کر پوچھا: کیا ہوا؟ تو اس نے واقعہ بیان کیا' ادھر دوسرے شخص نے خیانت کی اور بیوی سے اس کے سونے کے بعد جماع کر لیا تو یہ آیت نازل ہوئی (جامع البیان ج ۲ ص ۹۰' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

سفید دھاگے اور کالے دھاگے کا بیان اور طلوع فجر کے بعد سحری کھانے کی ممانعت

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ نے مجھے اسلام کی تعلیم دی' اور ہر نماز کے وقت میں نماز پڑھنا سکھایا' پھر فرمایا: جب رمضان آئے تو کھاتے پیتے رہنا حتیٰ کہ فجر کا سفید دھاگہ رات کے سیاہ دھاگے سے ممتاز ہو جائے' پھر رات تک روزہ پورا کرنا' حضرت عدی بن حاتم کہتے ہیں: میں نہیں سمجھ سکا کہ کالے اور سفید دھاگے سے کیا مراد ہے' میں فجر تک ان دونوں دھاگوں کو دیکھتا رہا اور وہ مجھے ایک جیسے دکھائی دیئے پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا' پھر میں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وہ چیز جس کی آپ نے مجھے وصیت کی تھی مجھے یاد ہے' البتہ سفید دھاگے اور کالے دھاگے کا مطلب مجھے یاد نہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے گویا کہ آپ کو معلوم ہو گیا کہ میں نے کیا کیا تھا' میں نے کہا: میں نے ان دونوں دھاگوں کو بٹ لیا اور رات بھر انہیں دیکھتا رہا' مجھے یہ ایک جیسے دکھائی دیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں دکھائی دیں' پھر آپ نے فرمایا: کیا میں نے تم سے فجر کا لفظ نہیں کہا تھا' اس سے مراد رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے۔

(جامع البیان ج ۲ ص ۱۰۰' مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

اصل حدیث یہ ہے' امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال رات کو اذان دیتے ہیں تو تم کھاتے پیتے رہو حتیٰ کہ ابن ام مکتوم اذان دیں (صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۷-۸۶' مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ) رمضان میں حضرت بلال رات کے وقت اذان دیتے تھے تاکہ سحری کرنے والے جاگ اٹھیں

اور جس نے تہجد پڑھنی ہو وہ اٹھ کر تہجد پڑھ لے اور حضرت ابن ام مکتوم طلوع فجر کے وقت صبح کی اذان دیتے تھے رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن ام مکتوم کی اذان کو سحر کی انتہاء قرار دیا ہے اس سے طلوع فجر کے بعد کھانے پینے کی اجازت کہاں نکلتی ہے۔ (تبیان القرآن، سورہ بقرہ، لاہور)

بَابُ نَسْخِ قَوْلِهِ تَعَالَى: (وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيقُوْنَهُ فِدْيَةٌ)

باب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا منسوخ ہونا ''اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ان پر فدیہ لازم ہے''

2315 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا بَكْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ يَزِيدَ، مَوْلَى سَلَمَةَ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: (وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيقُوْنَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ) (البقرة: 184)، كَانَ مَنْ أَرَادَ مِنَّا أَنْ يُفْطِرَ وَيَفْتَدِيَ فَعَلَ حَتَّى نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ الَّتِي بَعْدَهَا فَنَسَخَتْهَا

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی۔

''اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہیں ان پر ایک مسکین کا کھانا فدیہ کے طور پر لازم ہے''۔

(حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں) ہم میں سے جو شخص روزہ نہ رکھ کر، فدیہ دینا چاہتا ہو وہ ایسا کر لیتا تھا، یہاں تک کہ اس کے بعد والی آیت نازل ہوئی اور اس نے اسے منسوخ کر دیا۔

آیت فدیہ روزہ سے متعلق حکم کا بیان

علامہ محمد حسین بغوی فرماتے ہیں کہ اس آیت کی تاویل اور حکم میں علماء نے اختلاف کیا ہے اکثر علماء تو یہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ ابن عمر اور سلمہ بن اکوع اور دیگر صحابہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ شان نزول اس کی یہ ہوئی کہ ابتداء اسلام میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اختیار دیا تھا کہ اگر ہمت ہو تو روزے رکھے ورنہ افطار کریں اور فدیہ دیں اور یہ اس واسطے تھا کہ لوگوں کو روزہ رکھنے کی عادت نہ تھی۔ اگر ابتداً روزے ہی کا حکم ہو جاتا تو شاق ہوتا پھر اس کے بعد یہ اختیار منسوخ ہو گیا اور فمن شھد منکم الشھر ۃ۔۔۔ سے روزے ہی کا حکم قطعی ہو گیا۔

میں کہتا ہوں کہ اس تقدیر پر مریض اور مسافر کو تین باتوں کا اختیار ہو گا۔ روزہ۔ افطار۔ نیت قضاء۔ فدیہ۔ پھر جب فدیہ منسوخ ہو گیا تو روزہ رکھنے اور قضا میں اختیار ہو گا اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص بہت بوڑھا ہو اور روزہ رکھنے کی طاقت تو ہو لیکن اس کو روزہ رکھنا بوجہ بڑھاپے کے شاق ہو تو اس کو اس آیت کی وجہ سے اول روزہ افطار کرنے اور فدیہ دینے کی اجازت تھی پھر یہ اجازت منسوخ ہو گئی اور حسن فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس مریض کے بارے میں ہے کہ جو روزہ کی طاقت رکھتا ہو اس کو اختیار ہے یا

2315- اسناده صحيح. عمرو بن الحارث: هو ابن يعقوب الانصاري، وبكير: هو ابن عبد الله بن الاشج. واخرجه البخاري (4507)، ومسلم (1145)، والترمذي (809)، والنسائي في "الكبرى" (2637) و (10950) عن قتيبة بن سعيد بهذا الاسناد. وقال الترمذي: حديث حسن صحيح غريب. واخرجه مسلم (1145) من طريق عبد الله بن وهب، عن عمرو بن الحارث، به. وهو في "صحيح ابن حبان" (3478) و (3624).

تو روزہ رکھے اور یا افطار کرے اور فدیہ دے پھر یہ اختیار منسوخ ہو گیا ان سب اقوال کے موافق قرآن کریم سے ایسے بوڑھے کا حال معلوم نہ ہوا جو بسبب ضعف کے روزہ کی طاقت نہیں رکھتا اسی واسطے امام مالک فرماتے ہیں اور شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے کہ شیخ فانی کو افطار کرنا جائز ہے کیونکہ وہ عاجز ہے اور اللہ تعالیٰ کسی کو اس کے وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اور اس پر فدیہ واجب نہیں کیونکہ فدیہ کے واجب ہونے کے لیے کوئی دلیل چاہئے کیونکہ فدیہ روزہ کا مثل غیر معقول ہے اور مثل غیر معقول رائے اور عقل سے ثابت نہیں ہوتی اور ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں اور معنی اس کے یہ ہیں کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی جوانی میں طاقت رکھتے ہیں اور پھر بعد بڑھاپے کے عاجز ہو گئے ان پر بجائے روزے کے فدیہ واجب ہے لیکن نظم کلام اس تاویل سے انکار کر رہی ہے۔ شیخ اجل جلال الدین اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یطیقون پر ایک لا مقدر ہے اور معنی یہ ہیں کہ جو لوگ روزہ کی طاقت نہیں رکھتے ان کے ذمہ پر فدیہ ہے جیسے آیت: يُبَيِّنُ اللهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا میں اَنْ تَضِلُّوْا پر لا مقدر مانا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ لا کا مقدر ماننا بھی بعید ہے۔ کیونکہ ظاہر عبارت کی بالکل ضد ہے پہلے ایجاب مفہوم ہوتا تھا اور اس تقدیر پر سلب سمجھا جائے گا۔

اگر کوئی یہ کہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور احمد اور شافعی اور سعید بن جبیر کا مذہب یہ ہے کہ شیخ فانی پر بجائے روزے کے فدیہ واجب ہے اور مبنی ان مذاہب کا اس آیت کے سوا اور کچھ نہیں اور اس آیت کی اگر یہ تاویل بعید نہ کی جائے تو شیخ فانی پر اور اس مریض پر جس کی صحت یابی کی امید نہیں کس دلیل سے فدیہ واجب ہو گا تو میں کہتا ہوں کہ عمدہ اور سالم تاویل اوّل ہے اور حاصل اس کا یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں قوی لوگوں کو روزہ اور فدیہ میں اختیار دیا گیا تھا اور جو لوگ طاقت نہ رکھتے تھے وہ تو دلالت النص سے بطریق اولیٰ مختار تھے کیونکہ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قوت والوں کو اپنے فضل سے ان کی آسانی وسہولت کے لیے اختیار دے دیا تو جو کمزور اور ضعیف تھے وہ تو اس رخصت کے پہلے سے بھی مستحق تھے اور اسی بناء پر ہم نے اوّل ذکر کیا ہے کہ مریض اور مسافر کو تین باتوں کا اختیار دیا گیا تھا پھر جب آیت: فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ الخ نازل ہوئی تو جو لوگ روزہ کی قوت رکھتے تھے ان کے حق میں فی الفور اور جو لوگ اب بسبب کسی عذر کے روزہ نہیں رکھ سکتے تھے جیسے وہ مریض اور مسافر کہ بعد سفر یا مرض ختم ہونے کے قضا رکھ سکتے ہیں انکے حق میں مآل کار حکم فدیہ کا منسوخ ہو گیا اور جو لوگ نہ اب روزہ رکھ سکتے ہیں اور نہ آئندہ کو بسبب بڑھاپے یا بیاری کے رکھنے کی توقع ہے ان کے لیے فدیہ کے جائز ہونے کا حکم بدلالت النص اسی طرح رہا جیسا کہ تھا کیونکہ وہ فَمَنْ شَهِدَ منكم الشهر الخ (جو تم میں سے ماہ رمضان میں حاضر ہو) میں داخل ہی نہیں ہوئے کیونکہ من شھد سے مراد تندرست مقیم ہے اور فمن کان منکم مریضا میں مریض سے مراد وہ مریض ہے جو شفاء کی توقع رکھتا ہو کیونکہ جو ایسا بیمار ہے کہ اچھے ہونے کی امید نہیں ہے اس کو قضا کی تکلیف دینا۔ تکلیف مالا یطاق ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جو حکم عبارت النص سے ثابت ہو چکا ہے اس کا منسوخ ہونا اس حکم کے منسوخ ہونے کو مقتضی نہیں جو دلالت النص سے ثابت ہو۔ (تفسیر مظہری، سورہ بقرہ، لاہور)

2316 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: (وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ) (البقرة: 184)، فَكَانَ مَنْ شَاءَ مِنْهُمْ اَنْ يَفْتَدِيَ بِطَعَامِ

مِسْكِينٍ افْتَدَى وَتَمَّ لَهُ صَوْمُهُ فَقَالَ: (فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ) (البقرة: 184)، وَقَالَ: (فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ) (البقرة: 185)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے:)

''اور جو اس کی طاقت رکھتے ہیں ان پر فدیہ دینا لازم ہے جو ایک مسکین کا کھانا ہوگا''

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں) تو ان میں سے جو شخص ایک مسکین کا کھانا فدیے کے طور پر دینا چاہتا وہ فدیہ دے دیتا اور اس کا روزہ مکمل ہو جاتا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا:

''جو شخص خوشی سے اچھائی کرے گا، تو یہ اس کے لیے بہتر ہے اور اگر تم لوگ روزہ رکھو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے''

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''تم میں سے جو شخص رمضان کے مہینے کو پائے وہ روزہ رکھے اور جو شخص بیمار ہو یا سفر پر ہو، تو وہ ان کی گنتی دوسرے دنوں میں پوری کرے''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا مسافر ہو (اور وہ روزے نہ رکھے) تو دوسرے دنوں میں عدد (پورا کرنا لازم ہے)۔ (البقرہ: ۱۸۴)

مریض کے روزہ قضا کرنے کے متعلق مذاہب اربعہ کا بیان

علامہ ابواسحاق شیرازی شافعی لکھتے لکھتے ہیں:

جو شخص مرض کی وجہ سے روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو روزہ رکھنے کی وجہ سے اس کو مرض کے بڑھنے کا خدشہ ہو اور اس مرض کے زائل ہونے کی توقع ہو تو اس پر روزہ رکھنا واجب نہیں ہے اور جب مرض زائل ہو جائے تو اس پر روزہ رکھنا واجب نہیں ہے اور جب مرض زائل ہو جائے تو اس پر ان روزوں کی قضا کرنا واجب ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ (آیت) ''**فمن کان منکم مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر**''۔ (البقرہ: ۱۸۴) اور اگر کسی شخص نے صبح کو تندرستی کی حالت میں روزہ رکھا پھر بیمار ہو گیا تو وہ روزہ توڑ دے کیونکہ ضرورت کی وجہ سے اس کے لیے روزہ توڑنا جائز ہے اور ضرورت متحقق ہے لہٰذا روزہ توڑنا جائز ہے۔

(المہذب مع شرح المہذب ج۶ ص ۲۰۸۔۲۰۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ نووی شافعی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو شخص کسی ایسے مرض کی وجہ سے روزہ رکھنے سے عاجز ہو جس کا زائل ہونا متوقع ہو اس پر اس وقت روزہ رکھنا لازم نہیں ہے اور اس پر قضا لازم ہے یہ اس وقت جب اس کو روزہ رکھنے سے مشقت ہو اور اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ اس کا مرض اس حالت کو پہنچ جائے کہ اس کے لیے روزہ رکھنا ممکن ہی نہ ہو بلکہ ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ افطار کے مباح ہونے کی شرط یہ ہے کہ روزہ

2316-ضعیف، وقد روی عن ابن عباس باسانید اصح من هذا واوثق رجالاً بانه کان یذهب الی ان هذه الآیة محکمة ولیست بمنسوخة، کما سیاتی عند المصنف برقم (2318). واخرجه الطبری فی "تفسیره" /1332 عن محمد بن حمید الرازی، عن یحیی ابن واضح ابی تمیلة، عن الحسین بن واقد، عن یزید النحوی، عن عکرمة والحسن البصری به مرسلاً. ومحمد بن حمید الرازی متروک، ثم ان روایته هما مرسلة

رکھنے سے اس کو مشقت ہو اگر اس کو پورے وقت بخار رہتا ہو تو وہ رات کو روزے کی نیت نہ کرے اور اگر کسی وقت بخار ہو اور کسی وقت نہ ہو اگر روزہ کے شروع کے وقت میں بخار ہو تو روزہ کی نیت نہ کرے اور اگر بخار نہ ہو تو روزہ کی نیت کرے پھر اگر بعد میں بخار ہو جائے اور روزہ توڑنے کی ضرورت ہو تو روزہ توڑ دے۔ اسی طرح اگر تندرست آدمی صبح روزہ رکھے اور بعد میں بیمار ہو جائے تو اس کے لیے بغیر کسی اختلاف کے روزہ توڑنا جائز ہے۔ (شرح المہذب ج ۶ ص ۲۵۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ مریض کے لیے روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور اس کی دلیل سورۂ بقرہ کی یہ آیت (۱۸۴) ہے۔ جس مرض کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا جائز ہے یہ وہ مرض ہے جو روزہ رکھنے سے زیادہ یا روزہ رکھنے کی وجہ سے دیر میں صحیح ہو امام احمد سے کہا گیا کہ مریض کب روزہ نہ رکھے کہا: جب روزہ کی طاقت نہ رکھے پوچھا گیا: مثلاً بخار تو کہا: بخار سے بڑھ کر اور کون سا مرض ہوگا؟ (المغنی ج ۳ ص ۴۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ)

نیز علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

جو شخص تندرست ہو اور روزہ رکھنے کی وجہ سے اس کو بیمار پڑنے کا خدشہ ہو وہ اس مریض کی طرح ہے جس کو روزہ رکھنے کی وجہ سے مرض کے بڑھنے کا خدشہ ہو۔ (المغنی ج ۳ ص ۴۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ)

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

مریض کی دو حالتیں ہیں: ایک حالت یہ ہے کہ اس میں روزہ رکھنے کی مطلقاً طاقت نہ ہو اس حالت میں اس پر روزہ نہ رکھنا واجب ہے دوسری حالت یہ ہے کہ وہ تکلیف اور مشقت برداشت کر کے روزہ رکھ سکتا ہو اس حالت میں اس کے لیے روزہ نہ رکھنا مستحب ہے اور اس صورت میں صرف جاہل ہی روزہ رکھے گا۔ (الی قولہ) جمہور علماء نے یہ کہا ہے کہ جب روزہ رکھنے سے کسی شخص کو درد ہو یا تکلیف پہنچے یا روزہ رکھنے کی وجہ سے مرض کا طول پکڑنے یا زیادہ ہونے کا خدشہ ہو تو اس کے لیے روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔ امام مالک کے مذہب کے ماہرین کا یہی مذہب ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن ج ۲ ص ۲۷۶ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ)

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ امام ابویوسف اور امام محمد نے کہا: جب یہ خوف ہو کہ اس کی آنکھ میں درد زیادہ ہوگا یا بخار زیادہ ہو جائے گا تو روزہ نہ رکھے۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۱۷۴ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۰۰ھ)

علامہ علاء الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

سفر شرعی کرنے والے مسافر حاملہ اور دودھ پلانے والی کو غلبہ ظن سے اپنی جان یا اپنے بچے کی جان کا خوف ہو یا مرض بڑھنے کا خوف ہو یا تندرست آدمی کو غلبہ ظن تجربہ علامات یا طبیب کے بتانے سے مرض پیدا ہونے کا خوف ہو یا خادمہ کو ضـ ـ کا خوف ہو تو ان کے لیے روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور بعد میں ان ایام کی قضاء کریں۔

(درمختار علی هامش رد المحتار ج ۲ ص ۱۱۷-۱۰۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

جس شخص کے گردہ میں پتھری ہو یا جس کو درد گردہ کا عارضہ ہو اس کو دن میں بیس پچیس گلاس پانی پینے ہوتے ہیں یا جو شخص ہسپتال کے انتہائی نگہداشت کے شعبہ میں داخل ہو یہ لوگ اس بیماری کے دوران روزے نہ رکھیں اور بیمار زائل ہونے کے بعد ان روزوں کی قضا کریں۔

مسافر کے روزہ قضا کرنے کے متعلق مذاہب اربعہ

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں بھیڑ دیکھی اور دیکھا کہ ایک شخص پر سایہ کیا گیا ہے آپ نے پوچھا: اس کو کیا ہوا؟ عرض کیا: یہ روزہ دار ہے فرمایا: سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔

(صحیح بخاری ج۱ ص ۲۶۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے روزہ دار روزہ نہ رکھنے والے کی مذمت کرتا تھا نہ روزہ نہ رکھنے والا روزہ دار کی مذمت کرتا تھا۔ (صحیح بخاری ج۱ ص ۲۶۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے مکہ گئے جب آپ عسفان پر پہنچے تو آپ نے پانی منگایا اور اس کو اپنے ہاتھ سے اوپر اٹھایا تا کہ اس کو لوگ دیکھ لیں پھر آپ نے روزہ کھول لیا (اس کے بعد آپ نے روزے نہیں رکھے) حتی کے مکہ پہنچ گئے۔ (صحیح بخاری ج۱ ص ۲۶۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ)

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

مسافر کے لیے روزہ رکھنا اور روزہ نہ رکھنا دونوں جائز ہیں اگر اس کو روزہ رکھنے سے ضرر نہ ہو تو روزہ رکھنا افضل ہے اور اگر ضرر ہو تو روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔ (روضۃ الطالبین ج۲ ص ۲۳۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۵ھ)

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

مسافر کے لیے روزہ نہ رکھنا جائز ہے اگر اس نے روزہ رکھ لیا تو یہ مکروہ ہے لیکن روزہ ہو جائے گا۔

(المغنی ج۳ ص ۴۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ)

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

علماء کا اختلاف ہے کہ کس سفر پر روزہ نہ رکھنے اور نماز قصر کرنے کی رخصت ہے۔ حج جہاد یا دیگر عبادات کے لیے سفر ہو تو اس میں اس رخصت پر اجماع ہے۔ رشتہ داروں سے ملاقات اور طلب معاش کے لیے سفر بھی اس کے ساتھ لاحق ہے تجارات اور مباح سفر (مثلاً سیر و سیاحت) میں اختلاف ہے لیکن ان میں بھی رخصت کا ہونا زیادہ راجح ہے اور جو سفر معصیت ہو (مثلاً چوری یا ڈاکے لیے سفر کرے) اس میں اختلاف ہے اور اس میں رخصت کا ممنوع ہونا راجح ہے اور سفر کی مسافت کی مقدار امام مالک کے نزدیک وہی ہے جتنی مسافت میں قصر جائز ہوتی ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن ج۲ ص ۲۷۷ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

سفر شرعی میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے جو تین دن تین راتوں کی مسافت پر مشتمل ہو خواہ یہ سفر معصیت ہو۔

(ردالمحتار ج ۲ ص ۱۱۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جن لوگوں پر روزہ رکھنا دشوار ہو (ان پر ایک روزہ کا) فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے۔ (البقرہ: ۱۸۴)

(آیت) ''الذین یطیقونه'' کے معنی کی تحقیق میں احادیث اور آثار

اس آیت کے معنی میں اختلاف ہے' آیا اس کا معنی ہے: جو لوگ روزہ کی طاقت رکھتے ہیں وہ روزہ نہ رکھیں اور ایک مسکین کا کھانا فدیہ میں دیں' اور پھر یہ آیت اس دوسری آیت سے منسوخ ہوگئی۔

(آیت) ''فمن شهد منكم الشهر فليصمه''۔ (البقرہ: ۱۸۵)

ترجمہ: تم میں جو شخص اس مہینہ میں موجود ہو وہ ضرور اس ماہ میں روزہ رکھے۔

یا اس آیت میں ''یطیقونه'' ''یطوقونه'' کے معنی میں ہے: یعنی جن لوگوں پر روزہ رکھنا سخت دشوار ہو وہ روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیں اور یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔

اول الذکر معنی کی تائید میں یہ حدیث ہے' امام بخاری روایت کرتے ہیں:

(آیت) ''وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين''۔ (البقرہ: ۱۸۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت سلمہ بن اکوع نے کہا: اس کو اس آیت نے منسوخ کر دیا''۔ (آیت) ''شهر رمضان الذى انزل فيه القرآن هدى للناس وبينت من الهدى والفرقان فمن شهد منكم الشهر فليصمه''۔ (البقرہ: ۱۸۵)

ابن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب بیان کرتے ہیں کہ رمضان نازل ہوا اور صحابہ پر روزہ رکھنا دشوار ہوا تو بعض صحابہ جو روزہ کی طاقت رکھتے تھے وہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتے اور روزہ ترک کر دیتے' انہیں اس کی رخصت دی گئی تھی' پھر اس رخصت کو اس آیت نے منسوخ کر دیا۔ (آیت) ''وان تصوموا خير لكم''۔ (البقرہ: ۱۸۴) روزہ رکھنا تمہارے لیے بہتر ہے'' تو انہیں روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا۔ نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے (آیت) ''فدية طعام مسكين''۔ (البقرہ: ۱۸۴) کو پڑھا اور فرمایا: یہ منسوخ ہے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع' کراچی' ۱۳۸۱ھ)

اور ثانی الذکر معنی کی تائید میں یہ حدیث ہے' امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب بوڑھا شخص روزہ رکھنے سے عاجز ہو تو وہ ایک مد (ایک کلو) طعام کھلا دے' اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۰۴ مطبوعہ نشر السنۃ' ملتان)

امام دارقطنی نے ایک اور سند سے روایت کیا:

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے (آیت) ''وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين''۔

(البقرہ:۱۸٤) کی تفسیر میں فرمایا: ایک مسکین کو کھانا کھلائے اور (آیت) "فمن تطوع خيرا" (البقرہ:۱۸٤) کی تفسیر میں فرمایا: اگر ایک سے زیادہ مسکین کو کھلائے تو زیادہ بہتر ہے اور فرمایا: یہ آیت منسوخ نہیں ہے البتہ اس میں بوڑھے شخص کو رخصت دی گئی ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا اور اس کو طعام کھلانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس حدیث کی سند ثابت اور صحیح ہے۔

امام دار قطنی نے ایک اور سند سے اس حدیث کو عطاء سے روایت کیا ہے اس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: (آیت) "يطيقونه" کا معنی ہے: "يكلفونه" یعنی جو سخت دشواری سے روزہ رکھیں وہ اس کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلائیں اور جو ایک سے زیادہ مسکین کو کھلائے تو یہ اس کے حق میں زیادہ بہتر ہے اور یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور تمہارا روزہ رکھنا بہتر ہے یہ رخصت صرف اس بوڑھے شخص کے لیے ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا یا اس مریض کے لیے ہے جس کو بیماری سے شفا کی توقع نہیں ہے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

امام دار قطنی نے ایک اور سند کے ساتھ مجاہد اور عطاء سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ذکر کی ہے اور کہا: اس کی سند صحیح ہے۔

امام دار قطنی نے ایک اور سند کے ساتھ عکرمہ سے روایت کیا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بوڑھے شخص کو یہ رخصت دی گئی ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے اور ہر روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھلائے اور اس پر قضاء نہیں ہے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

امام دار قطنی نے چودہ صحیح سندوں کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔

(سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۰۷-۲۰۵ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

نیز امام دار قطنی روایت کرتے ہیں:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر سے ایک حاملہ عورت نے سوال کیا تو انہوں نے کہا: تم روزہ نہ رکھو اور ہر روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلاؤ اور قضاء نہ کرو۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کی بیٹی ایک قرشی کے نکاح میں تھیں وہ حاملہ تھیں ان کو رمضان میں پیاس لگی تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا وہ روزہ نہ رکھے اور ہر روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔

ایوب بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک ایک کمزوری کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکے تو انہوں نے ایک تھال میں ثرید (گوشت کے سالن میں روٹی کے ٹکڑے ڈال دیئے جائیں) بنایا اور تین مسکینوں کو سیر کر کے کھلایا۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ موت سے پہلے حضرت انس کمزور ہو گئے تو انہوں نے روزے نہ رکھے اور گھر والوں سے کہا: ہر روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلائیں' تو انہوں نے تیس مسکینوں کو کھلایا۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ قیس بن سائب نے کہا: رمضان کے مہینہ میں ہر شخص روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھلاتا ہے تم میری طرف سے دو مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص کو بڑھاپا آ جائے اور وہ روزہ نہ رکھ سکے اس پر لازم ہے کہ ہر روزہ کے بدلہ میں ایک کلو گندم دے۔ (سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۰۸-۲۰۷ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

ان تمام آثار صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور جو کسی دائمی مرض یا بڑھاپے کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے وہ فدیہ دے اور اس کے بعد جو (آیت) "وان تصوموا خیرلکم" ہے اس کا معنی ہے: مسافر اور مریض کا روزہ رکھنا بہتر ہے یہ آیت فدیہ کی ناسخ نہیں ہے۔ امام مالک کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت انس بن مالک بوڑھے ہو گئے حتیٰ کہ وہ روزہ رکھنے پر قادر نہ رہے تو وہ فدیہ دیتے تھے۔ (موطا امام مالک ص ۲۵۰ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور)

امام مالک کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر سے سوال کیا گیا کہ حاملہ عورت کو جب اپنے بچہ کی جان کا خوف ہو اور اس پر روزہ دشوار ہو تو کیا کرے؟ فرمایا: وہ روزہ نہ رکھے اور ہر روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو ایک کلو گندم کھلائے۔

(موطا امام مالک ص ۲۵۱ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور)

امام نسائی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جن لوگوں پر روزہ سخت دشوار ہو وہ ایک روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلائیں' یہ رخصت صرف اس بوڑھے کے لیے ہے جو روزہ نہ رکھ سکے یا اس مریض کے لیے جس کو شفا کی امید نہ ہو۔ (سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۱۳-۱۱۲ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)

امام طبرانی روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ جب موت سے ایک سال پہلے کمزور ہو گئے تو انہوں نے روزے نہیں رکھے اور فدیہ دیا۔ (المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۳۶۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۶۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

امام طبرانی روایت کرتے ہیں کہ حضرت قیس بن سائب نے کہا: رمضان کے مہینہ میں انسان ہر روزہ کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلاتا ہے تم میری طرف سے ایک مسکین کو ہر روز ایک صاع (چار کلو) طعام دو۔

(المعجم الکبیر ج ۱۸ ص ۳۶۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

امام بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جب روزہ نہ رکھ سکیں تو فدیہ دیں' اور حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حامل عورت کے متعلق فدیہ دینے کی روایت ذکر کی ہے۔

(سنن کبریٰ ج ۴ ص ۲۳۰ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

امام بغوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کا معنی ہے: جو بہت مشکل سے روزہ رکھیں ان کے لیے روزہ کی جگہ فدیہ دینا جائز ہے اور بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت روزہ نہ رکھیں اور فدیہ دیں' اور حضرت انس جب کمزور ہو گئے تو انہوں نے فدیہ دیا۔ (شرح السنۃ ج ۳ ص ۴۰۵-۴۰۴ مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت ۱۴۱۲ھ)

امام دار قطنی' امام مالک' امام نسائی' امام طبرانی' امام بیہقی اور امام بغوی نے متعدد اسانید صحیحہ کے ساتھ یہ آثار نقل کیے ہیں۔ بوڑھا شخص اور دائمی مریض جن پر روزہ رکھنا دشوار ہے وہ روزہ کے بدلہ میں فدیہ دیں۔

(آیت) "الذین یطیقونه" کے معنی کی تحقیق میں مفسرین کی آراء

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری نے (آیت) "الذین یطیقونه" کے معنی اور اس کے منسوخ ہونے یا نہ ہونے کے متعلق متعدد آثار اور اقوال نقل کیے ہیں اور اخیر میں لکھا ہے:

عکرمہ نے (آیت) "الذین یطیقونه" کی تفسیر میں کہا ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس سے مراد بوڑھا شخص ہے۔

سعید بن جبیر نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: (آیت) "الذین یطیقونه" اس کا معنی ہے: جو مشقت اور تکلیف سے روزہ رکھیں۔ عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ (آیت) "الذین یطیقونه" کا معنی ہے: جو لوگ مشقت سے روزہ رکھیں وہ ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیں یہ رخصت صرف اس بوڑھے شخص کے لیے ہے جو روزہ نہ رکھ سکے یا اس بیمار کے لیے ہے جس کو شفا کی امید نہ ہو' مجاہد نے بھی اس اسی طرح روایت کیا ہے۔

(جامع البیان ج ۲ ص ۸۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت' ۱۴۰۹ھ)

علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں:

جو صحابہ اور فقہاء تابعین یہ کہتے ہیں کہ (آیت) "الذین یطیقونه" سے مراد بوڑھے اور عاجز لوگ ہیں ان کے نزدیک یہ آیت منسوخ نہیں ہے' بلکہ محکم ہے' اور اس میں اختلاف ہے کہ یہ آیت حاملہ اور دودھ پلانے والی کو شامل ہے یا نہیں۔

(البحر المحیط ج ۲ ص ۱۹۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت' ۱۴۱۲ھ)

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی مختار ہے' اور نسخ کا قول بھی صحیح ہے' البتہ یہ احتمال ہے کہ نسخ بمعنی تخصیص ہو (الی قولہ) اس پر اجماع ہے کہ جو بوڑھے روزے کی طاقت نہیں رکھتے یا جو بہت مشقت سے طاقت رکھتے ہو وہ روزہ نہ رکھیں اور فدیہ کے وجوب میں اختلاف ہے' ربیعہ اور امام مالک کے نزدیک ان پر فدیہ واجب نہیں۔ (الجامع الاحکام القرآن ج ۲ ص ۲۸۹۔۲۸۸ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران' ۱۳۸۷ھ)

علامہ ابوالحسن ماوردی شافعی لکھتے ہیں:

(آیت) "الذین یطیقونه" اس آیت کی تاویل یہ ہے کہ جو لوگ تکلیف اور مشقت سے روزہ رکھیں جیسے بوڑھے' حاملہ اور دودھ پلانے والی' یہ لوگ روزہ نہ رکھیں اور ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیں' ان پر قضا نہیں ہیں۔

(النکت والعیون ج ۱ ص ۲۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ' بیروت)

علامہ ابن جوزی حنبلی لکھتے ہیں:

عکرمہ سے مروی ہے کہ یہ آیت حاملہ اور دودھ پلانے والی کے متعلق نازل ہوئی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس نے اس آیت میں یہ قرأت کی (آیت) "الذین یطوقونه" (جو مشکل سے روزہ رکھیں) اس سے بوڑھے لوگ مراد

ہیں۔(زاد المسیر ج ۱ ص ۱۸۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابوبکر رازی جصاص حنفی لکھتے ہیں:

صحابہ اور تابعین میں سے اکثر یہ کہتے ہیں کہ ابتداء میں روزہ رکھنے کا اختیار تھا' جو شخص روزہ کی طاقت رکھتا ہو خواہ وہ روزے رکھے خواہ فدیہ دے' بعد میں روزہ کی طاقت رکھنے والوں سے یہ اختیار (آیت) "فمن شهد منكم الشهر فليصمه" سے منسوخ ہو گیا (الی قولہ) اس آیت کا ایک اور معنی یہ ہے کہ جو لوگ مشقت اور صعوبت سے روزہ رکھتے ہیں وہ روزہ رکھنے کی طاقت رکھنے والے نہیں ہیں' وہ بھی روزے کے مکلف ہیں لیکن ان پر روزہ کے قائم مقام فدیہ ہے' کیا تم نہیں دیکھتے کہ جو شخص پانی سے طہارت حاصل کرنے پر قادر نہ ہو وہ بھی پانی سے طہارت حاصل کرنے کا مکلف ہے لیکن اس کے لیے مٹی کو پانی کے قائم مقام بنا دیا گیا ہے۔(احکام القرآن ج ۱ ص ۱۷۷۔۱۷۶ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۴۰۰ھ)

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

اکثر صحابہ اور فقہاء تابعین کے نزدیک پہلے روزہ کی طاقت رکھنے والوں کے لیے روزہ رکھنے اور روزہ نہ رکھ کر فدیہ دینے کا اختیار تھا بعد میں یہ منسوخ ہو گیا' اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس آیت کو "يطوقونه" پڑھا' یعنی جو مشکل سے روزہ رکھیں وہ فدیہ دے دیں اور کہا: یہ آیت منسوخ نہیں ہے اور بعض علماء نے اس آیت کو (آیت) "الذين يطيقونه" قرأت متواترہ کے مطابق پڑھا اور کہا: یہ آیت منسوخ نہیں ہے کیونکہ وسعت اور طاقت میں فرق ہے' وسعت کا معنی ہے: کسی چیز پر سہولت سے قدرت ہونا اور طاقت کا معنی ہے: کسی چیز پر مشقت سے قدرت ہونا' تو آیت کا معنی ہے: جو لوگ مشقت سے روزہ رکھیں وہ فدیہ دیں یا اس میں ہمزہ سلب ماخذ کے لیے ہے یعنی جو لوگ روزہ کی طاقت نہ رکھیں وہ فدیہ دیں۔(روح المعانی ج ۲ ص ۵۹۔۵۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

بڑھاپے یا دائمی مرض کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے کے متعلق مذاہب اربعہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

جب بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت پر روزہ رکھنا سخت دشوار ہو تو ان کے لیے جائز ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں اور ہر روزہ کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلائیں' حضرت علی' حضرت ابن عباس' حضرت ابوہریرہ' حضرت انس' رضی اللہ عنہ اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ طاؤس' ثوری اور اوزاعی کا یہی قول ہے۔اس قول کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ آیت بوڑھے شخص کی رخصت کے لیے نازل ہوئی ہے' اور اس لیے کہ روزہ رکھنا واجب ہے اور جب عذر کی وجہ سے اس سے روزہ ساقط ہو گا تو اس کے بدلہ میں قضا کی طرح کفارہ لازم آئے گا۔

نیز وہ مریض جس کے مرض کے زائل ہونے کی توقع نہیں ہے' وہ بھی روزہ نہیں رکھے گا اور یہ روزہ کے بدلہ میں ایک مریض کو کھانا کھلائے گا کیونکہ وہ بھی بوڑھے شخص کے حکم میں ہے۔(المغنی ج ۳ ص ۳۸' مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ)

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

امام شافعی اور ان کے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ وہ بوڑھا شخص جس کو روزہ رکھنے میں شدید مشقت ہو اور وہ مریض جس کے مرض کے زوال کی توقع نہ ہو اس پر بالاجماع روزہ فرض نہیں ہے اور اس پر وجوب فدیہ کے متعلق دو قول ہیں' زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس پر فدیہ واجب ہے۔ (شرح المہذب ج ۶ ص ۲۵۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت)

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

اس پر اجماع ہے کہ جو بوڑھے روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے یا سخت مشقت سے روزے رکھتے ہیں' ان کے لیے روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ ان پر کیا واجب ہے؟ ربیعہ اور امام مالک نے کہا: ان پر کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ البتہ امام مالک نے کہا: اگر وہ ہر روزے کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلائیں تو یہ مستحب ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن ج ۲ ص ۲۸۹ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

جو شخص بہت بوڑھا اور روزہ رکھنے سے عاجز ہو' اسی طرح جس مریض کے مرض کے زوال کی توقع نہ ہو وہ ہر روزہ کے لیے فدیہ دیں۔ (درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۲ ص ۱۱۹ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

ایک روزہ کے لیے نصف صاع یعنی دو کلو گندم یا اس کی قیمت فدیہ دے' روزہ کے فدیہ میں فقراء کا تعدد شرط نہیں ہے اور ایک فقیر کو متعدد ایام کا فدیہ دے سکتا ہے اور مہینہ کی ابتداء میں بھی دے سکتا ہے۔

(درمختار علی ہامش ردالمحتار ج ۲ ص ۱۱۹ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

بَابُ مَنْ قَالَ: هِيَ مُثْبَتَةٌ لِلشَّيْخِ وَالْحُبْلَى

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں: یہ آیت بوڑھے شخص اور حاملہ عورت کے حق میں ثابت شدہ ہے۔

2317 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّ عِكْرِمَةَ حَدَّثَهُ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: أُثْبِتَتْ لِلْحُبْلَى وَالْمُرْضِعِ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت کے حق میں یہ ثابت شدہ ہے۔

2318 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَزْرَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: (وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ) (البقرة: 184)، قَالَ: كَانَتْ رُخْصَةً لِلشَّيْخِ الْكَبِيرِ، وَالْمَرْأَةِ الْكَبِيرَةِ، وَهُمَا يُطِيقَانِ الصِّيَامَ أَنْ يُفْطِرَا، وَيُطْعِمَا مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِينًا، وَالْحُبْلَى وَالْمُرْضِعُ إِذَا خَافَتَا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يَعْنِي عَلَى أَوْلَادِهِمَا أَفْطَرَتَا وَأَطْعَمَتَا

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

2317- اسنادہ صحیح. قتادة: هو ابن دعامة، وأبان: هو ابن يزيد العطار. واخرجه الطبری فی "تفسیره" 2/139

''جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہیں ان پر فدیہ دینا لازم ہے جو ایک مسکین کا کھانا ہے''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: یہ رخصت عمر رسیدہ بوڑھے، عمر رسیدہ عورت کے لیے تھی، جبکہ وہ دونوں روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں (رخصت یہ تھی) کہ وہ روزہ ترک کر دیں، اور ہر ایک دن کے عوض میں ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں، حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت کو جب یہ اندیشہ ہو (تو وہ بھی ایسا کر سکتی ہیں)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس سے مراد یہ ہے: انہیں اپنی اولاد کے بارے میں اندیشہ ہو، تو وہ روزہ ترک کر کے کھانا کھلا سکتی ہیں۔

روزہ اور اس کے فدیہ سے متعلق احکام شرعیہ کا بیان

(۱) امام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا۔ رمضان کے روزے رکھنا اور حج کرنا۔

(۲) امام احمد، ابوداؤد، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے سنن میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نماز تین احوال میں پھیری گئی اور روزہ تین احوال میں پھیرا گیا۔ نماز کے تین احوال یہ ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لئے تو آپ نے سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل فرمایا۔ لفظ آیت ''قد نری تقلب وجھك فی السماء فلنولینك قبلة ترضھا'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رخ مکہ کی طرف کر لیا یہ تبدیلی تھی۔ حضرت معاذ نے (پھر) فرمایا نماز کے لئے پہلے لوگ جمع ہوتے تھے اور ایک دوسرے کو نماز کی اطلاع کرتے تھے یہاں تک کہ وہ اس طریقے کو اچھا نہ سمجھنے لگے پھر انصار میں سے ایک آدمی جس کو عبداللہ بن زید کہا جاتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر کہنے لگا یا رسول اللہ! میں نے دیکھا ہے اس بارے میں جو نیند کرنے والا دیکھ رہا ہے اور اگر میں کہوں کہ میں نیند میں نہیں تھا تو بھی میں سچا ہوں گا۔ میں نیند اور جاگنے کی درمیانی حالت میں تھا جب میں نے ایک شخص کو دیکھا جو دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھا اس نے قبلہ رخ ہو کر یوں کہا لفظ آیت ''اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الہ الا اللہ'' دو مرتبہ یہاں تک کہ اذان سے فارغ ہو گیا پھر وہ تھوڑی دیر ٹھہرا رہا پھر اس نے اسی طرح کہا اور اس میں ''قد قامت الصلوٰۃ'' کو زیادہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ (کلمات) سکھا دو تا کہ وہ ان الفاظ کے ساتھ اذان دیں حضرت بلال پہلے شخص تھے جنہوں نے ان کلمات کے ساتھ اذان دی راوی کہتے ہیں کہ (اتنے میں) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس بھی اس قسم کا آدمی آیا تھا لیکن یہ مجھ سے (آپ کے پاس پہلے آئے ہیں) سبقت لے گیا یہ دوسری تبدیلی ہے۔

پہلے صحابہ اکرام نماز کی طرف آتے تھے (اور) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نماز پہلے پڑھ چکے ہوتے تھے ایک آدمی (دوسرے نماز پڑھنے والے) کے پاس جاتا اور (نماز کی حالت میں اس سے پوچھ لیتا تھا) کتنی رکعتیں پڑھی جا چکی ہیں۔ وہ کہتا تھا کہ ایک یا دو

رکعتیں (پڑھ لی ہیں) پھر وہ ان دونوں رکعتوں کو پہلے پڑھ لیتا پھر جماعت میں شریک ہوتا۔ حضرت معاذ تشریف لائے اور فرمایا میں آپ کو ہمیشہ اس حال میں نہیں پایا مگر اس حالت میں آپ کے پاس شریک ہو جاتا تھا (کہ میری ایک دو رکعت رہ جاتی تھی) پھر میں بعد میں قضا کر لیتا تھا (اس رکعت کو) جو مجھ سے رہ جاتی تھی۔ (ایک دفعہ) میں آیا تو نبی اکرم ﷺ آگے جا چکے تھے ایک دو رکعت پڑھ چکے تھے تو میں آپ کے ساتھ (نماز میں) کھڑا ہو گیا جب رسول اللہ ﷺ نے نماز کو پورا فرمایا تو میں نے کھڑے ہو کر بقیہ نماز کو پورا کر لیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے (صحابہ سے) فرمایا کہ تمہارے لئے معاذ رضی اللہ عنہ نے سنت قائم کر دی ہے۔ تم بھی اسی طرح کیا کرو یہ تیسری تبدیلی ہوئی۔

اور روزے کے احوال یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ہر مہینہ کے تین دن کے روزے اور عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے روزے آپ پر فرض فرما دیئے اور اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) نازل فرمائی لفظ آیت ”یایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم“۔

الی قولہ: وعلی الذین یطیقونہ فی فدیۃ طعام مسکین:

پس جو شخص چاہے روزے رکھے اور جو شخص چاہے مسکین کا کھانا کھلائے یہ اس کا قائم مقام ہوگا پھر اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت نازل فرمائی لفظ آیت ”شھر رمضان الذی انزل فیہ القران ھدی للناس“ الی قولہ ”فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ“ (اس طرح) اللہ تعالیٰ نے مقیم اور تندرست پر روزہ فرض فرما دیا اور مریض اور مسافر کے لئے رخصت عطا فرما دی اور بوڑھے آدمی کے لئے کھانا کھلانے کو ثابت فرما دیا جو روزوں کی طاقت نہیں رکھتا تو یہ دو حالتیں ہوئیں۔

اور فرمایا لوگ کھاتے پیتے رہتے تھے اور اپنی عورتوں کے پاس آتے تھے جب تک کہ سوتے نہ تھے جب سو جاتے تھے تو (پھر کھانے پینے اور عورتوں کے پاس آنے سے) منع کر دیئے جاتے تھے انصار میں سے ایک آدمی جس کو صرمہ کہا جاتا تھا روزہ کی حالت میں شام تک کام کرتا تھا (شام کے وقت) وہ اپنی بیوی کے پاس آیا، عشا کی نماز پڑھی اور سو گیا صبح تک اس نے نہ کھایا نہ پیا صبح کو پھر روزہ رکھ لیا نبی اکرم ﷺ نے اس کو سخت تکلیف میں دیکھا اور فرمایا میں تجھ کو انتہائی تکلیف اور مشقت میں دیکھ رہا ہوں؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں کل سارا دن کام کرتا رہا (روزے کی حالت میں) تو میں لیٹ گیا اور میں سو گیا پھر میں نے (بغیر کھائے پیئے) صبح کا روزہ رکھ لیا (کیونکہ سو جانے کے بعد کھانا پینا جائز نہیں تھا) (پھر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (کچھ دیر) نیند کرنے کے بعد اپنی بیوی سے ہم بستری کی (کیونکہ نیند کرنے کے بعد عورتوں سے ملنا جائز نہ تھا) نبی اکرم ﷺ کے پاس آ کر اپنا واقعہ بیان فرمایا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) نازل فرمائی ”احل لکم لیلۃ الصیام الرفث“ الی قولہ ”ثم اتموا الصیام الی الیل“۔

(۳) ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”کما کتب علی الذین من قبلکم“ یعنی اس سے اہل کتاب مراد ہیں۔

(۴) ابن جریر نے شعبی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ نصاریٰ پر رمضان کا مہینہ فرض کیا گیا جیسے ہم پر فرض کیا گیا ان کے

روزے موسم گرما میں آتے تو وہ انہیں دوسرے موسم کی طرف پھیر دیتے تھے (کفارے کے طور پر) ان میں اضافہ کردیتے تھے یہاں تک کہ پچاس دن ہو گئے پس اس آیت کا یہی مطلب ہے لفظ آیت ”کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم“۔

(۵) ابن جریر نے سدی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”کما کتب علی الذین من قبلکم“ سے مراد وہ نصاریٰ ہیں جو ہم سے پہلے تھے ان پر رمضان (کے روزے) فرض کئے گئے اور ان پر (یہ بھی) فرض کیا گیا کہ نیند کے بعد کھاؤ اور پیو اور نہ رمضان کے مہینہ میں نکاح کرو رمضان کے روزے نصاریٰ پر بھاری پڑ گئے۔ وہ اکٹھے ہوئے اور روزوں کو دوسرے موسم گرمی اور سردی کے درمیان کر دیا اور کہنے لگے کہ ہم بیس دن زیادہ کر دیں گے یہ ہمارے اس تبدیلی کا کفارہ ہوگا جو کچھ ہم نے (اللہ کے حکم کے خلاف) کیا (اور بعد میں) مسلمان بھی وہی کرتے رہے (یعنی نیند کے بعد کھانا پینا چھوڑ دیتے تھے) یہاں تک کہ ابو قیس بن صرمہ اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا وہ واقعہ پیش آیا (جو پہلی روایت میں گذر چکا ہے) تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے کھانا پینا اور جماع کو طلوع فجر سے پہلے تک حلال فرمادیا۔

(۶) ابن حنظلہ نے اپنی تاریخ میں النحاس نے ناسخ میں اور طبرانی نے معقل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ نصاریٰ پر رمضان کے روزے (فرض) تھے۔ ان کا بادشاہ بیمار ہوا تو انہوں نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا دے دی تو ہم دس (روزے) زیادہ کردیں گے پھر دوسرا بادشاہ ہوا اس نے گوشت کھایا تو وہ منہ کے درد میں مبتلا ہو گیا کہنے لگے اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا عطا فرمادی تو ہم سات (روزے) اور زیادہ کردیں گے پھر ان کا ایک اور بادشاہ تھا تو کہنے لگے ہم بقیہ تین روزوں کو نہیں چھوڑیں گے ہم دس روزے پورے کریں گے اور ہم اپنے روزوں کو موسم ربیع میں کردیں گے انہوں نے ایسا ہی کیا اور اس طرح ان کے پچاس روزے ہو گئے۔

(۷) ابن جریر نے ربیع رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم“ سے مراد ہے کہ ان پر روزے فرض کئے گئے ایک عشاء سے دوسری عشاء تک۔

(۸) ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”کتب علی الذین من قبلکم“ سے مراد اہل کتاب۔

(۹) ابن جریر نے سدی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”لعلکم تتقون“ تاکہ تم پہلے لوگوں کی طرح کھانے پینے اور عورتوں سے بچتے رہو۔

(۱۰) ابن جریر اور ابی حاتم نے عطار رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ”ایاما معدودات“ سے مراد ہے کہ ہر مہینے کے تین دن روزے تھے اور پورے مہینہ کو ”ایاما معدودات“ کا نام نہیں دیا گیا۔ (اور) فرمایا کہ اس سے پہلے لوگوں کے یہی تین روزے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر رمضان کے مہینے کو فرض فرمادیا۔

(۱۱) سعید بن منصور نے ابو جعفر رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ رمضان کے مہینے نے سب روزے منسوخ کردیئے۔

(۱۲) ابن ابی حاتم نے مقاتل رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "ایاما معدودات" سے مراد رمضان کے تیس دن کے روزے ہیں۔

(۱۳) ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت "کتب علیکم الصیام" سے مراد ہے کہ ہر ماہ تین دن کے روزے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزوں کے بارے میں (حکم) نازل فرما کر ان کو منسوخ فرما دیا سو یہ پہلا روزہ عشاء سے شروع ہوتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس میں ایک مسکین کو کھانا کھلانے کا فدیہ بھی رکھا تھا پس جو مسافر چاہتا ایک مسکین کو کھانا کھلا کر روزہ افطار کر لیتا اور جوان کے لئے رخصت تھی پھر اللہ تعالیٰ نے لفظ آیت "فعدۃ من ایام اخر" کا حکم نازل فرمایا اور اس دوسرے حکم میں مسکین کے کھانے کے دفیہ کا ذکر نہیں فرمایا تو فدیہ منسوخ ہو گیا اور دوسرے دنوں میں روزہ رکھنا ثابت ہو گیا (اور) فرمایا لفظ آیت "یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر" اور افطار کرنا ہے سفر اجازت ہے اور پھر اس کی قضا دوسرے دنوں میں کرتے۔

(۱٤) عبد بن حمید نے قتادہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم" سے مراد وہ رمضان کے روزے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے فرض کیا تھا ان لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے اور پہلے وہ لوگ ہر ماہ تین دن کے روزے رکھتے تھے اور دو رکعت صبح کو اور دو رکعت شام کو پڑھتے تھے یہاں تک کہ ان پر (اللہ تعالیٰ) نے رمضان کا مہینہ فرض کر دیا۔

(۱۵) ابن ابی حاتم نے ضحاک رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ پہلا روزہ وہ تھا جس کو نوح (علیہ السلام) نے اور ان کے بعد والوں نے رکھا یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب نے بھی اسی طرح روزہ رکھا۔

(۱٦) ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان کے روزے اللہ نے تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض فرمائے تھے۔

(۱۷) ابن ابی حاتم نے حسن رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ہر امت پر پورے رمضان کے روزے فرض کئے گئے تھے جو پہلے گزر چکی۔ جیسا کہ ہم پر پورے ماہ کے روزے فرض ہیں۔

(۱۸) عبد بن حمید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نصاریٰ پر اس طرح روزے فرض کئے گئے جیسا کہ تم پر فرض کئے گئے اور اس کی تصدیق اللہ کی کتاب میں ہے یعنی لفظ آیت "کتب علیکم" پھر فرمایا کہ نصاریٰ کا معاملہ یہ ہوا کہ ایک دن انہوں نے پہلے روزہ رکھا کہنے لگے ہم نہیں چوکیں گے پھر انہوں نے ایک دن بڑھایا اور ایک دن پیچھے کر دیا۔ اور کہنے لگے کہ ہم نہیں چوکیں گے پھر ان کا آخری معاملہ یہ ہو گیا انہوں نے کہا کہ ہم دس (روزے) آگے کریں گے اور دس پیچھے کریں گے یہاں تک کہ ہم نہیں چوکیں گے پس وہ لوگ روزوں کا مہینہ ہی گم کر بیٹھے۔

(۱۹) ابن ابی حاتم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت "کتب علیکم الصیام" سے مراد ہے کہ ان پر (روزے) اس طرح فرض کئے گئے جب ان میں سے کوئی عشاء کی نماز پڑھ کر سو جاتا تھا تو اس پر کھانا اور پینا اور عورتوں کے

پاس جانا حرام ہو جاتا تھا۔

(۲۰) عبد بن حمید نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "کتب علیکم الصیام" سے مراد ہے کہ پہلے لوگوں پر روزہ اس طرح فرض تھا کہ جب ان میں سے کوئی کچھ کھانے سے پہلے سو جاتا تھا تو پھر اس کے لئے آئندہ رات تک کھانا حلال نہیں ہوتا تھا اور روزہ کی رات عورتیں ان پر حرام تھیں اور یہ حکم ان پر ثابت رہا لیکن تم کو اس کی رخصت دی گئی ہے۔

(۲۱) امام بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ عاشوراء کا دن روزہ رکھا جاتا تھا جب رمضان کا حکم نازل ہوا تو پھر جو شخص چاہتا (عاشوراء کا روزہ) رکھتا اور جو چاہتا نہ رکھتا۔

(۲۲) امام سعید اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت "یایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام" (الآیہ) یعنی اس سے اہل کتاب مراد ہیں اور اس کا حکم محمد ﷺ کے اصحاب پر بھی تھا کہ ایک شخص عشاء کی نماز یا سونے سے پہلے کھا پی سکتا تھا اور جماع کر سکتا تھا۔ جب وہ عشاء کی نماز پڑھ لیتا یا سو جاتا تو یہ تمام کام آنے والی رات تک منع ہو جاتے تو اس آیت "احل لکم لیلۃ الصیام" نے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔

وأما قوله تعالیٰ: وعلی الذین یطیقونه فدیة:

(۲۳) عبد بن حمید نے ابن سیرین رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خطبہ دیتے ہوئے اس آیت "وعلی الذین یطیقونه فدیة" پڑھا اور فرمایا کہ یہ آیت منسوخ کر دی گئی۔

روزے کا فدیہ دینے کا حکم

(۲۴) ابن ابی حاتم، نحاس نے الناسخ میں اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ یہ آیت "وعلی الذین یطیقونه فدیة" نازل ہوئی تو جو چاہتا روزہ رکھ لیتا اور جو چاہتا روزہ نہ رکھتا اور مسکین کو کھانا کھلا دیتا پھر یہ آیت "فمن شهد منکم الشهر فلیصمه" نازل ہوئی تو پہلا حکم منسوخ ہو گیا مگر بہت بوڑھے کے لئے باقی رہ گیا کہ اگر وہ چاہے تو ہر دن کے روزہ کے بدلہ کسی مسکین کا کھانا کھلا دے اور روزہ نہ رکھے۔

(۲۵) ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت "وعلی الذین یطیقونه فدیة" سے مراد ہے کہ ان میں سے جو چاہے (روزہ کے بدلہ میں) ایک مسکین کے کھانے کا فدیہ دے اور اپنے روزہ کو پورا کرے پھر فرمایا لفظ آیت "فمن تطوع خیرا فهو خیرله. وان تصوموا خیرلکم" اور فرمایا لفظ آیت "فمن شهد منکم الشهر فلیصمه"۔

(۲۶) سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابوداؤد، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ بہت بوڑھا آدمی اور بوڑھی عورت کے لئے اجازت تھی جبکہ وہ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے ہوں اور ہر دن کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں پھر یہ حکم منسوخ کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا لفظ آیت "فمن شهد منکم الشهر فلیصمه" جو تم میں سے اس مہینہ کو پائے روزہ رکھے اور ایسے بوڑھے شخص کے لئے افطار

کی رخصت کو باقی رکھا کہ اگر روزے کی طاقت نہ رکھیں تو افطار کرلیں اور مسکین کو کھانا کھلا دیں اور (اس طرح) حمل والی عورت اور بچے کو دودھ پلانے والی عورت جب بچے کی ہلاکت کا خوف ہو تو روزہ نہ رکھیں اور مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں ہر دن کے بدلہ اور ان پر روزہ کی قضا بھی نہیں ہے۔

(۲۷) امام دارمی، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن جریر، ابن خزیمہ، ابوعداوہ، ابن ابی حاتم، نحاس، ابن حبان، طبرانی، حاکم اور بیہقی نے اپنی سنن میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب یہ آیت لفظ آیت "وعلی الذین یطیقونه فدیة" (الآیہ) طعام مسکین نازل ہوئی تو ہم میں سے جو چاہتا روزہ رکھ لیتا اور جو چاہتا اس کے بدلہ میں فدیہ دے دیتا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی جو اس کے بعد ہے اور اس آیت لفظ آیت "فمن شهد منکم الشهر فلیصمه" سے سابقہ آیت منسوخ ہو گئی۔

(۲۸) ابن حبان نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم رسول کے زمانہ میں مرضی سے روزے رکھتے تھے تو جو چاہتا روزہ رکھ لیتا اور جو چاہتا روزہ نہ رکھتا اور فدیہ دے دیتا یہاں تک کہ یہ آیت لفظ آیت "فمن شهد منکم الشهر فلیصمه" نازل ہوئی۔

(۲۹) امام بخاری نے ابویعلی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ہم میں سے کچھ ساتھیوں نے ہم کو خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ پر جب رمضان کے بارے میں حکم نازل ہوا تو ان پر یہ حکم مشکل ہوا جو شخص ہر دن مسکین کو کھانا کھلا دیتا تھا وہ رمضان کے روزے چھوڑ دیتا تھا لیکن جو شخص روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا تھا اس کو روزہ چھوڑنا بھاری لگتا تھا اور ان کو رخصت دی گئی تھی پھر اس آیت لفظ آیت "وان تصوموا خیر لکم" نے اس حکم کو منسوخ کر دیا اور روزے رکھنے کا حکم دیا گیا۔

ابتداء اسلام میں ہر ماہ تین روزے کا حکم تھا

(۳۰) ابن جریر نے ابویعلی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ہم کو محمد ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے ان کو ہر ماہ تین دن کے روزوں کا حکم دیا جو نفلی تھے فرض نہ تھے پھر رمضان کے روزوں کا حکم نازل ہوا اور لوگ روزہ رکھنے کے عادی نہ تھے (یہ حکم) ان پر بھاری ہوا اور جو شخص روزہ نہ رکھتا تھا مسکین کو کھانا کھلا دیتا تھا پھر یہ آیت لفظ آیت "فمن شهد منکم الشهر فلیصمه ومن کان مریضا او علی سفر فعدة من ایام اخر" نازل ہوئی تو مریض اور مسافر کے لئے رخصت ہوئی اور ہم کو روزہ کا حکم ہوا۔

(۳۱) عبد بن حمید، ابن المنذر نے عامر شعبی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ جب یہ آیت لفظ آیت "وعلی الذین یطیقونه فدیة" نازل ہوئی تو مالدار لوگ روزہ نہ رکھتے تھے اور (مساکین کو) کھانا کھلا دیتے تھے اور فقراء پر روزہ کر دیا گیا پھر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت "فمن شهد منکم الشهر فلیصمه" تو سب لوگوں نے روزہ رکھا۔

(۳۲) امام وکیع اور عبد بن حمید نے ابویعلی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ علیہ کے پاس رمضان کے مہینے میں آیا تو وہ کھا رہے تھے میں نے ان سے کہا کیا آپ کھا رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا روزہ کے بارے میں جو حکم

اول نازل ہوا کہ جو شخص چاہیے روزہ رکھے اور جو شخص چاہے روزہ نہ رکھے اور ہر دن مسکین کو کھانا کھلا دے جب یہ آیت لفظ آیت "فمن تطوع خیرا فهو خیرله" نازل ہوئی تو مسکینوں کو کھانا کھلانا مستحب تھا پھر جب یہ آیت لفظ آیت "فمن شهد منکم الشهر فلیصمه" نازل ہوئی تو ہر مسلمان پر روزہ فرض ہوگیا مگر مریض یا مسافر یا میری طرح بہت بوڑھے آدمی پر فرض نہیں ہوا بے شک وہ افطار کرے اور ہر دن مسکین کو کھانا کھلا دے۔

(۳۳) امام وکیع، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ نے المصنف میں، بخاری، ابن جریر، ابن المنذر اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ وہ لفظ آیت "فدیة طعام مسکین" پڑھتے تھے اور فرماتے تھے یہ منسوخ ہے اس آیت کو اس کے بعد والی آیت لفظ آیت "فمن شهد منکم الشهر فلیصمه" نے منسوخ کر دیا۔

(۳۴) امام وکیع، سفیان، عبدالرزاق، الفریابی، بخاری، ابوداؤد نے الناسخ میں، ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن الانباری نے مصاحف میں، طبرانی، دارقطنی، بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت "وعلی الذین یطیقونه فدیة" پڑھتے تھے (تشدید کے ساتھ) مطلب یہ ہے کہ وہ مشقت اور تکلیف کے ساتھ روزہ رکھتے ہیں اور فرماتے تھے کہ (یہ آیت) منسوخ نہیں ہے۔ اس سے مراد بوڑھا آدمی اور بوڑھی عورت ہے (جو روزہ کی طاقت نہیں رکھتے) وہ ہر دن کے لئے مسکین کو کھانا کھلائیں اور روزے قضا بھی نہ کریں۔

(۳۵) ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، دارقطنی، حاکم (ان دونوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت "وعلی الذین یطیقونه فدیة" سے مراد ہے کہ وہ تکلیف کے ساتھ روزے رکھتے ہو تو ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیں، لفظ آیت "فمن تطوع خیرا" یعنی اور جو ایک مسکین سے زائد دیں لفظ آیت "فهو خیرله" تو یہ اس کے لئے بہتر ہے لفظ آیت "وان تصوموا" اور تمہارے لئے روزہ رکھنا بہتر ہے فرماتے ہیں کہ آیت منسوخ نہیں ہے اور اس میں اس بوڑھے کے لئے رخصت دی گئی ہے جو روزہ کی طاقت نہیں رکھتا ہو یا اس مرض کے لئے جو جانتا ہو کہ اب اسے شفایاب ہونا مشکل ہے۔

(۳۶) ابن جریر، بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ وہ "یطیقونه" پڑھتی تھیں۔

(۳۷) ابن ابی داؤد نے المصاحف میں سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ وہ لفظ آیت "وعلی الذین یطیقونه" پڑھتے تھے۔

(۳۸) امام وکیع، عبد بن حمید، ابن الانباری نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ لفظ آیت "وعلی الذین یطیقونه" پڑھتے تھے پھر فرمایا یہ آیت منسوخ نہیں ہے جو لوگ بڑی مشکل سے روزہ رکھ سکتے ہیں جیسے بہت بوڑھا شخص تو ان پر فدیہ ہے۔

(۳۹) ابن جریر، ابن الانباری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ وہ لفظ آیت "وعلی الذین یطیقونه" (یعنی جو لوگ طاقت رکھتے ہیں) ان کو مشقت میں ڈالا گیا اور ان کو مکلف بنایا گیا پڑھتے تھے اسکا معنی مشکل سے

روزہ رکھنا۔

(٤٠) سعید بن منصور، ابوداؤد نے الناسخ میں اور ابن جریر نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ لفظ آیت "وعلی الذین یطیقونہ" پڑھتے تھے اور فرمایا اگر وہ روزے کی طاقت نہیں رکھیں تو وہ روزہ نہ رکھیں۔

(٤١) ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت "وعلی الذین یطیقونہ" بہت بوڑھے آدمی کے لئے نازل ہوئی جو روزہ کی طاقت نہیں رکھتا اس کو اجازت دی گئی ہے کہ وہ اس کے بدلہ میں ہر دن مسکین کا کھانا کھلا دیا کرے۔

(٤٢) عبد بن حمید، ابوداؤد نے الناسخ میں، ابن جریر، ابن ابی حاتم، دارقطنی اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت "وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ" منسوخ نہیں ہے اس سے مراد وہ بہت بوڑھا آدمی ہے جو روزہ کی طاقت نہیں رکھتا ہو تو وہ روزہ نہ رکھے اور ہر دن آدھا صاع گیہوں میں سے ایک مُد اس کے کھانے کے لئے اور ایک مد اس کے سالن کے لئے صدقہ کر دیں۔

(٤٣) ابن سعد نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ یہ آیت مولی قیس بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ یعنی لفظ آیت "وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین" کہ وہ روزہ نہ رکھیں اور ہر دن کے لئے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔

(٤٤) ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لفظ آیت "وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ" سے مراد ہے کہ جو شخص مشقت کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے اور ہر دن مسکین کو کھانا کھلا دیا کرے اور اسی طرح حاملہ عورت، دودھ پلانے والی، بہت بوڑھا آدمی اور جو شخص ہمیشہ بیمار رہے (روزہ کے بدلہ میں صدقہ دے دے)۔

(٤٥) ابن جریر نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے لفظ آیت "وعلی الذین یطیقونہ" کے بارے میں روایت کیا کہ اس سے مراد بہت بوڑھا آدمی ہے جو روزہ کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ اس کے بدلہ میں ہر دن مسکین کو کھانا کھلا دیا کرے۔

(٤٦) ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر، دارقطنی اور بیہقی نے حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ اپنی موت سے ایک سال پہلے کمزور ہو گئے (روزہ نہ رکھ سکے) تو انہوں نے ایک بڑے پیالہ میں ثرید بنا لیا اور تیس مسکین کو بلا کر کھانا کھلا دیا۔

(٤٧) امام طبرانی نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انسان روزہ رکھنے سے ضعیف ہو جائے اپنی موت سے ایک سال پہلے تو وہ روزہ نہ رکھے اور ہر دن مسکین کو کھانا کھلائے۔

حاملہ اور مرضعہ کے لئے روزے کی رخصت

(٤٨) عبد بن حمید، ابن جریر، دارقطنی (انہوں نے اسے صحیح بھی کہا ہے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ

انہوں نے اپنی ام ولد سے فرمایا جو حاملہ تھی یا مرضعہ بچے کو دودھ پلانے والی تھی کہ تو ان لوگوں کی طرح ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے تجھ پر مسکین کو کھانا کھلانا ہے اور تجھ پر قضا نہیں ہے۔

(۴۹) عبد بن حمید، ابن ابی حاتم، دارقطنی نے نافع رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی بیٹیوں میں ایک بیٹی کو حضرت ابن عمر کے پاس حمل کی حالت میں رمضان کے روزے کے بارے میں پوچھنے کے لئے بھیجا انہوں نے فرمایا نہ رکھے اور ہر دن ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔

(۵۰) عبدالرزاق اور عبد بن حمید نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حامل عورت اس ماہ روزہ نہ رکھے اور اسی طرح دودھ پلانے والی جو اپنے بچے پر خوف کرے تو وہ روزہ نہ رکھے اور دونوں ہر دن مسکین کو کھانا کھلاتی رہیں اور ان پر قضا بھی نہیں ہے۔

(۵۱) عبد بن حمید نے عثمان بن اسود رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ہے کہ میں نے مجاہد رحمہ اللہ علیہ سے اس عورت کے بارے میں پوچھا جو حاملہ ہو اور اس پر روزہ رکھنا دشوار ہو انہوں نے فرمایا کہ اس کو حکم کر دو کہ روزہ رکھے اور ہر دن ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کرو جن صحت مند ہو جائے تو اسے چاہئے کہ قضا کر لے۔

(۵۲) عبد بن حمید نے حسن رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ دودھ پلانے والی کو جب خوف ہو تو روزہ نہ رکھے اور مسکین کو کھانا کھلا دے اور حاملہ عورت کو جب اپنی جان پر خوف ہو تو وہ بھی روزہ نہ رکھے اور (بعد میں) قضا کر لے یہ عورت مریض کی طرح ہے۔

(۵۳) عبدالرزاق، عبد بن حمید نے حسن رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (حاملہ اور مرضعہ) دونوں روزہ نہ رکھیں اور (بعد میں) قضا کر لیں۔

(۵۴) عبد بن حمید نے ابراہیم رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حاملہ اور مرضعہ جب دونوں کو خوف ہو تو روزہ نہ رکھیں اور (بعد میں) قضا کر لیں۔

(۵۵) عبد بن حمید نے ابراہیم رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ جب رمضان میں انسان کو اپنی جان پر خوف ہو (کہ روزہ رکھوں گا تو مر جاؤں گا) تو اس کو چاہئے کہ روزہ نہ رکھے۔

وما قوله تعالىٰ: طعام مسكين:

(۵۶) سعید بن منصور نے ابن سیرین رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سورۃ بقرہ ممبر پر پڑھی جب آیت پر آئے تو پڑھا لفظ آیت "طعام مسکین"۔

(۵۷) عبد بن حمید نے مجاہد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے لفظ آیت "**فدية طعام مسكين**" کے بارے میں کہ اس سے مراد ہے ایک مسکین۔

(۵۸) امام وکیع نے عطار حمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "**فدية عام مسكين**" سے اہل مکہ کا مد مراد ہے۔

(۵۹) عبدالرزاق، عبد بن حمید نے عکرمہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے طاؤس رحمہ اللہ علیہ سے اپنی والدہ کے بارے میں پوچھا جن کو پیاس تھی اور روزہ نہیں رکھ سکتی تھیں تو انہوں نے فرمایا کہ روزہ رکھے اور ہر دن (مسکین کو) گیہوں کا ایک مد کھلائیں میں نے کہا کون سا مد؟ فرمایا تیری زمین (یعنی تیرے علاقے) والا مد۔

(۶۰) دارقطنی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جس کو بڑھاپا پہنچ جائے اور رمضان کا پہلا روزہ نہ رکھ سکے تو ہر روز ایک مد گندم کھلائے۔

(۶۱) عبدالرزاق، عبد بن حمید نے سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ صدقات اور کفارات کا اندازہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مد کے ساتھ ہوگا۔

وما قوله تعالیٰ: فمن تطوع خیرا فھو خیر لہ:

(۶۲) امام وکیع نے مجاہد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "فمن تطوع خیرا" سے مراد ہے کہ مسکین کو ایک صاع کھانا کھلائے

(۶۳) عبد بن حمید نے عکرمہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "فمن تطوع خیرا" سے مراد ہے کہ دو مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

(۶۴) عبد بن حمید نے طاؤس رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "فمن تطوع خیرا" سے مراد ہے کئی مساکین کو کھانا کھلادے

(۶۵) امام وکیع، عبد بن حمید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ رمضان میں روزے نہ رکھتے تھے کیونکہ وہ بوڑھے ہو چکے تھے اور ہر دن چار مسکینوں کو کھانا کھاتے تھے۔

(۶۶) دارقطنی نے سنن میں مجاہد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے قیس بن سائب کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رمضان کا مہینہ کا انسان فدیہ دے تو ہر دن کے لئے مسکین کو کھانا کھلائے۔ سو تم لوگ مری طرف سے ہر روز دو مسکینوں کو کھانا کھلادو۔

قوله تعالیٰ: وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون:

(۶۷) ابن جریر نے ابن شہاب رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت "وان تصوموا خیر لکم" یعنی روزہ بہتر ہے تمہارے لئے فدیہ سے۔

(۶۸) امام مالک، ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حزیمہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم کے ہر عمل دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے اللہ عزوجل نے فرمایا کہ خبردار روزہ میرے لئے ہے اور میں اس کا بدلہ دوں گا وہ میری وجہ سے اپنا کھانا، اپنا پینا اور اپنی خواہش کو چھوڑتا ہے روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی افطار کے وقت اور ایک خوشی (قیامت کے دن) اپنے رب سے ملاقات کے وقت اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔

(۶۹) ابن ابی شیبہ، مسلم، نسائی، بیہقی نے ابوہریرہ وابوسعید رضی اللہ عنہ دونوں سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا اور روزہ دار کے لئے خوشیاں ہیں ایک خوشی جب افطار کرے اور دوسری خوشی جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا اور وہ اس کو جزا دے گا خوش ہوگا اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔

روزہ ڈھال ہے

(۷۰) امام احمد اور بیہقی نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے رب نے فرمایا روزہ ڈھال ہے بندہ اس کی ذریعہ آگ بچاؤ کرتا ہے اور وہ (روزہ) میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا راوی نے کہا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ روزہ آگ سے بچانے والی مضبوط ڈھال ہے۔

(۷۱) امام بیہقی نے ایوب بن حسان واسطی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے ایک آدمی کو سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ سے سوال کرتے ہوئے سنا کہ اے ابومحمد (یہ ان کی کنیت تھی) ان احادیث میں ہے جن میں نبی اکرم ﷺ نے اپنے رب سے روایت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابن آدم کا ہر عمل اسی کے لئے ہے مگر روزہ کہ وہ میرے لئے اور میں اس کا بدلہ دوں گا (یہ حدیث کیسی ہے) ابن عیینہ نے فرمایا یہ حدیث عمدہ اور محکم احادیث میں سے ہے جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کا حساب فرمائیں گے اور اس کے مظالم کی وجہ سے اس کے سارے اعمال دوسرے لوگوں کو دیئے جائیں گے یہاں تک کہ صرف روزہ اس کے لئے باقی رہ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے باقی مظالم کو اٹھالیں گے اور اس کو روزہ کے بدلہ میں جنت میں داخل فرمادیں گے۔

(۷۲) امام مالک، ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم، نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ جل شانہ فرماتے ہیں ابن آدم کا ہر عمل اس کے اپنے لئے ہے سوائے روزہ کے کہ وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ اور روزہ ڈھال ہے جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو فحش گوئی نہ کرے اور نہ شور مچائے اگر کوئی اس کو برا کہے یا گالی دے تو اس کو کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی جب افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔ اور دوسری خوشی جب اپنے رب سے ملاقات کرے گا۔

(۷۳) ابن ابی شیبہ، احمد، بخاری، مسلم، نسائی، ابن خزیمہ، بیہقی نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت کے آٹھ دروازے ہیں اس میں سے ایک دروازہ جس کا نام ریان ہے قیامت کے دن اس میں روزہ دار داخل ہوں گے ان کے علاوہ کوئی بھی ان کے ساتھ داخل نہ ہوگا کہا جائے گا کہاں ہیں روزہ دار؟ تو وہ لوگ اس سے داخل ہوں گے جب ان میں آخری آدمی داخل ہو جائے گا تو دروازہ بند کر دیا جائے گا پھر ان میں سے داخل نہ ہوگا۔

ابن خزیمہ رحمہ اللہ علیہ نے زیادہ کہا کہ جو آدمی اس میں سے داخل ہوگا وہ پیئے گا اور جو شخص پیئے گا وہ پیاسا نہ ہوگا۔

(۷۴) امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا روزہ میں کوئی ریا کاری نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں اس کی جزا دوں گا میری وجہ سے اپنے کھانے اور پینے کو چھوڑتا ہے۔

(۷۵) ابن ابی شیبہ، بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے ایمان کی حالت میں اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے رمضان کے روزے رکھے اس کے پہلے گناہ سب معاف کردیئے جائیں گے۔

(۷۶) امام نسائی اور بیہقی نے عمرو بن سعید رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا اور انہوں نے اپنے باپ دادا سے روایت کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا افطار کے وقت روزہ دار کی دعا قبول ہوتی ہے۔

(۷۷) امام بیہقی نے عبداللہ بن رونی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا روزہ دار کی نیند عبادت ہے اس کا خاموش رہنا تسبیح ہے اس کا عمل دوگنا ہے۔ اس کی دعا قبول کی جاتی ہے اور اس کے گناہ معاف ہے۔

(۷۸) ابن عدی نے، ابوالحسن، محمد بن جمیع الغسانی، ابوسعید بن الاعرابی اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کوئی بندہ جب روزہ کی حالت میں صبح کرتا ہے تو اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اس کے اعضاء تسبیح کرتے ہیں اور اس کے لئے آسمان کے رہنے والے استغفار کرتے ہیں یہاں تک کہ سورج پردے میں چھپ جاتا ہے اگر وہ ایک رکعت یا دو رکعت نماز پڑھتا ہے تو اس کے لئے آسمان نور سے روشن ہوجاتے ہیں اور حورعین میں سے اس کی بیویاں کہتی ہیں کہ اے اللہ اس کو ہماری طرف بھیج دے ہم اس کو دیکھنے کی مشتاق ہیں اور اگر وہ لا الہ الا اللہ کہتا ہے یا تسبیح بیان کرتا ہے یا تکبیر کہتا ہے تو اس سے ستر ہزار فرشتے ملاقات کرتے ہیں اور اس کے اس ذکر کا ثواب سورج غروب ہونے تک لکھتے رہتے ہیں۔

روزے دار کے لئے جنت کی بشارت

(۷۹) بیہقی نے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص کو روزہ نے کھانے اور پینے سے روکے رکھا جس کی اس کو خواہش تھی تو اللہ تعالیٰ اس کی خواہش کے مطابق جنت کے پھل کھلاتے ہیں اور اس کو جنت میں سے پلائے گا۔

(۸۰) امام بیہقی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اسرائیل میں سے ایک نبی کے پاس یہ وحی بھیجی کہ اپنی قوم کو یہ بتادیجئے جب کوئی بندہ کسی دن اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے روزہ رکھے گا تو میں اس کے جسم کو صحت عطا کروں گا اور اس کے اجر کو بڑا کردوں گا۔

(۸۱) ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم سمندری جنگ میں جارہے تھے کہ ایک آواز دینے والے نے آواز دی اے کشتی والوں اپنی خبردو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے کہا کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ ہوا ہمارے لئے اچھی ہے (یعنی ساز گار ہے) لنگر ہمارے لئے اٹھائے گئے ہیں کشتی ہمارے لیے سمندر کی گہرائی میں چل رہی ہے؟ تو اس آواز

دینے والے نے کہا کیا میں تم کو اس فیصلہ کے متعلق نہ بتاؤں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر لازم رکھا ہے؟ میں نے کہا کیوں نہیں ضرور بتاؤ۔ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر یہ فیصلہ فرمالیا ہے کہ جو بندہ دنیا میں اللہ کی رضا کے لئے اپنے آپ کو ایک دن پیاسا رکھے گا (یعنی روزہ رکھے گا) تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ اس کو قیامت کے دن سیراب فرمائیں گے۔

(۸۲) امام احمد، نسائی، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو میں آپ سے حاصل کرلوں اور اللہ تعالیٰ اس سے مجھے نفع عطا فرمادیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ کو لازم پکڑنے کہ اس کی مثل کوئی (عمل) نہیں۔

(۸۳) امام بیہقی نے عبداللہ بن ابی رباح رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ قیامت کے دن روزے داروں کے لئے دستر خوان رکھے جائیں گے وہ کھا رہے ہوں گے اور لوگ حساب دینے کی مشقت میں ہوں گے۔

(۸٤) بیہقی نے کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ قیامت کے دن ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ ہر کاشتکار کو اپنی کھیتی کا بدل دیا جاتا ہے اور زیادہ دیا جاتا ہے۔ لیکن اہل قرآن اور روزوں کو بغیر حساب کے اجر دیا جائے گا۔

(۸۵) ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نیک عمل کرنے والوں کے لئے جنت کے دروازوں میں سے ایک مخصوص دروازہ ہوگا جس سے وہ بلائے جائیں گے اور روزہ والوں کے لئے ایک دروازہ ہے جس کو ریان کہا جاتا ہے۔

(۸٦) امام مالک نے مؤطا میں، ابن ابی شیبہ، بخاری، مسلم، نسائی اور بیہقی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ ڈھال ہے (آگ سے)

(۸۷) امام بیہقی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل سے یہ روایت فرمایا کرتے تھے کہ تمہارے رب نے فرمایا روزہ ڈھال ہے میرا بندہ اس کے ذریعہ آگ سے بچاؤ حاصل کرتا ہے۔

(۸۸) امام احمد اور بیہقی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا روزہ ڈھال ہے اور آگ سے بچاؤ کا مضبوط قلعہ ہے۔

(۸۹) ابن ابی شیبہ، نسائی اور ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور بیہقی نے عثمان بن ابی عاصم ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ روزہ آگ سے ڈھال ہے جیسے تم میں سے کسی کے لئے ڈھال ہوتی ہے لڑائی سے (بچاؤ کے لئے)۔

(۹۰) ابن ابی شیبہ، نسائی، ابن خزیمہ، اور بیہقی نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ روزہ ڈھال ہے جب تک کہ اس کو نہ پھاڑ دیا جائے۔

(۹۱) امام طبرانی نے الاوسط میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ ڈھال ہے جب تک اس کو پھاڑا نہ جائے پوچھا گیا یہ کس طرح پھٹتا ہے؟ آپ نے فرمایا جھوٹ اور غیبت سے۔

(۹۲) امام ترمذی اور بیہقی نے بنوسلیم کے ایک آدمی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا سبحان اللہ نصف میزان ہے اور الحمد للہ میزان کو بھر دیتا ہے اور اللہ اکبر زمین و آسمان کے درمیان کو بھر دیتا ہے اور وضو (بھی) نصف ایمان ہے۔ اور روزہ آدھا صبر ہے۔

(۹۳) ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ اور بیہقی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزہ آدھا صبر ہے اور ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔

(۹۴) ابن عدی اور بیہقی نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔

روزہ دار کے سامنے کھانا

(۹۵) ابن سعد، ابن ابی شیبہ، ترمذی (انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے) نسائی، ابن ماجہ اور بیہقی نے ام عمارہ بنت کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے میں نے آپ کو کھانا پیش کیا آپ نے فرمایا تم بھی کھاؤ میں نے عرض کیا میں روزہ سے ہوں آپ ﷺ نے فرمایا جب روزہ دار کے پاس کھانا کھایا جاتا ہے تو اس کے لئے ہر فرشتے دعا کرتے ہیں یہاں تک کہ دوسرے لوگ کھانے سے فارغ ہو جاتے ہیں یا کھانا ختم کر دیتے ہیں۔

(۹۶) ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جب آپ کا کھانا تناول فرما رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے بلال کھانے میں حاضر ہو جاؤ انہوں نے عرض کیا میں روزہ سے ہوں یا رسول اللہ! اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم اپنا رزق کھا رہے ہیں اور بلال کا رزق جنت میں باقی ہے کیا تم جانتے ہو اے بلال! بلاشبہ روزہ دار کی ہڈیاں تسبیح پڑھتی ہیں اور فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے ہیں جب تک اس کے پاس کھانا کھایا جائے۔

(۹۷) ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ روزہ دار کے پاس جب کھایا جاتا ہے تو فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں۔

(۹۸) ابن ابی شیبہ نے مجاہد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ روزہ دار کے پاس جب کھایا جاتا ہے تو فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں۔

(۹۹) ابن ابی شیبہ نے مجاہد رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ روزہ دار کے پاس جب کھایا جاتا ہے تو اس کے مفاصل تسبیح بیان کرتے رہتے ہیں۔

(۱۰۰) ابو یعلی، طبرانی، بیہقی نے امام ابن ابی شیبہ نے یزید بن خلیل رحمہ اللہ علیہ سے اسی طرح روایت ہے سلمہ بن قیصر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے (صرف) ایک دن کا روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ سے اتنی دور کر دے گا جتنی دور تک کو بچپن سے مرنے تک اڑنا شروع کرے۔ یہاں تک کہ بوڑھا ہو کر مر جائے۔

(۱۰۱) البزار اور بیہقی نے احمد اور بزار نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کیا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین دعائیں قبول ہوتی ہیں روزہ دار کی دعا، مسافر کی دعا اور مظلوم کی دعا۔

(۱۰۲) بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ مسجد کی طرف تشریف لائے اور اس میں اپنے اصحاب کی ایک جماعت سے فرمایا جس کے پاس طاقت ہو اس کو چاہئے کہ نکاح کرے ورنہ اس پر روزہ لازم ہیں کیونکہ وہ شہوت کو کم کر دیتا ہے اور ہڈیوں کو مضبوط کرتا ہے۔

(۱۰۳) ترمذی، ابن ماجہ نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو ریان کہا جاتا ہے اس سے روزہ داروں کو بلایا جائے گا۔ جو شخص روزہ داروں میں سے ہوگا اس سے داخل ہوگا اور جو شخص اس (دروازہ) سے داخل ہوگا اس کو کبھی پیاس نہ لگے گی۔

(۱۰٤) ابن ماجہ حاکم بیہقی نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ افطار کے وقت روزہ دار کی دعا رد نہیں کی جاتی۔

(۱۰۵) البزار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزہ داروں کے لئے ایک حوض ہوگا کہ غیر روزہ دار اس پر نہیں آئیں گے۔

(۱۰٦) ابن ابی الدنیا اور البزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو سمندر کی ایک لڑائی میں بھیجا اس درمیان کہ وہ اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے اور اندھیری رات میں (کشتیوں کے) بادبان اٹھا دیئے گئے تھے ان کے اوپر سے غیب سے ایک آواز آئی کہ اے کشتی والو ٹھہر جاؤ میں تم کو اپنے فیصلہ کی خبر دیتا ہوں جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر یہ فیصلہ لازم کر رکھا ہے۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اگر تو خبر دینے والا ہے تو ہم کو خبر دے اس نے کہا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر یہ فیصلہ لازم کر رکھا ہے کہ جو گرمی کے دن میں اپنے آپ کو اللہ کی رضا کے لئے پیاسا رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کو پیاس کے دن (یعنی قیامت کے دن) پلائے گا۔

حضرت یحییٰ (علیہ السلام) کو پانچ کلمات کا حکم

(۱۰۷) ابن سعد، ترمذی (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) نسائی۔ ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم (انہوں نے اسے صحیح کہا ہے) اور بیہقی نے الدعوات میں الحرث الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمای اللہ تعالیٰ نے یحییٰ بن زکریا (علیہ السلام) کو پانچ کلمات پہ عمل کرنے کا حکم فرمایا اور بنی اسرائیل کو بھی عمل کرنے کا حکم فرمایا اور ہوسکتا ہے کہ وہ تھوری سی دیر تاخیر کریں عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ کلمات پر عمل کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور بنی اسرائیل کو بھی عمل کرنے کا حکم فرمائیں یا تو آپ انہیں ان باتوں کا حکم دیں ورنہ میں ان کو حکم دیتا ہوں یحییٰ (علیہ السلام) نے فرمایا میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اگر آپ ان کلمات کے ساتھ مجھ سے سبقت لے گئے تو مجھے دھنسا دیا جائے یا عذاب دیا جائے (اگر میں نے ان کاموں کا حکم نہ کیا) (پھر) تمام لوگ بیت المقدس میں جمع ہوئے اور وہ ہجوم سے بھر گیا اور آپ ایک اونچی جگہ پر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ

نے مجھ کو پانچ کلمات کا حکم فرمایا ہے کہ میں ان پر عمل کروں اور تم کو بھی ان پر عمل کرنے کا حکم کروں، ان میں سے پہلی بات یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کرو مثال اس شخص کی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرتا ہے اس آدمی کی مثال ہے جس نے خالص سونے اور چاندی سے ایک غلام خریدا اور اس سے کہا یہ میرا گھر ہے اور یہ میرا کام ہے سو تو کام کر اور اس کا صلہ مجھے پہنچا وہ کام کرتا ہے مگر اس کا صلہ اپنے مالک کے علاوہ دوسرے کو پہنچاتا ہے کون تم میں سے اس بات کو پسند کرتا ہے اس کا غلام اس طرح کا ہو اور اللہ تعالیٰ نے تم کو نماز کا حکم دیا ہے جب تم نماز پڑھو تو ادھر ادھر توجہ نہ کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بندہ کے سامنے ہوتا ہے جب تک بندہ اپنی نماز میں ادھر ادھر متوجہ نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ نے تم کو روزہ کا حکم فرمایا اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو جماعت کے ساتھ ہے اور اس کے پاس ایک تھیلی ہو جس میں مشک ہو اور جماعت کا ہر آدمی اس کی خوشبو کو پسند کرتا ہو اور بلاشبہ روزہ دار کی بو اللہ کے نزدیک اس مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو صدقہ کا حکم فرمایا ہے اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس کو دشمن قید کرلے اور اس کے ہاتھ کو اس کی گردن کے ساتھ باندھ دیئے ہوں اور وہ سب لوگ اس کی گردن مارنے کے لئے آگے بڑھیں تو وہ کہے کہ میں اپنی جان کا قلیل و کثیر کے ساتھ فدیہ دیتا ہوں۔ تو (اس طرح) اس نے اس کو اپنی جان کا فدیہ دے دیا (اور اپنی جان کو چھڑا لیا) اور اللہ تعالیٰ تم کو حکم فرماتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے کہ اس کا دشمن (اس کو مارنے کے لئے اس کے نشانات قدم پر تیزی سے نکلا یہاں تک کہ ایک مضبوط قلعہ کی طرف آگیا اور اپنی جان کو دشمن سے بچا لیا اسی طرح بندہ اپنی جان کو شیطان سے نہیں بچا سکتا مگر اللہ کے ذکر سے۔

(۱۰۸) امام طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جہاد کرو غنیمت (کا مال) پاؤ گے روزے رکھو صحت مند ہو جاؤ گے۔ اور سفر کرو مالدار ہو جاؤ گے۔

(۱۰۹) امام احمد، ابن ابی الدنیا نے کتاب الجوع اور حاکم نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزہ اور قرآن دونوں قیامت کے دن بندہ کے لئے شفاعت کریں گے۔ روزہ کہے گا اے میرے رب! میں نے اس کو کھانے سے اور شہوت کے پورا کرنے سے روکے رکھا اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرمایئے قرآن کہے گا میں نے اس کو رات کو سونے سے روکے رکھا اس لئے میری سفارش اس کے متعلق فرمایئے پھر فرمایا کہ دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی۔

(۱۱۰) ابویعلی اور طبرانی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر ایک آدمی کسی دن نفلی روزہ رکھے پھر اس کو زمین بھر سونا دے دیا جائے تو حساب کے دن سے پہلے اس کا ثواب مکمل نہ ہوگا۔

(۱۱۱) امام طبرانی نے الاوسط میں اور الصغیر میں ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ کے راستے میں ایک دن کا روزہ رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے اور آگ کے درمیان (اتنی بڑی) خندق بنا دیں گے جتنا آسمان و زمین کے درمیان (فاصلہ) ہے۔

(۱۱۲) طبرانی نے عمرو بن عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ کے راستے میں ایک دن کا روزہ رکھے گا جہنم اس سے ایک سو سال کی مسافت تک دور کردی جائے گی۔

(۱۱۴) ترمذی، نسائی، ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے راستہ میں ایک دن کا روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس دن (کے روزہ) کی وجہ سے اس کے چہرے کو جہنم سے ستر سال دور فرمادیں گے۔

(۱۱۵) ترمذی نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے راستے میں ایک دن کا روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان (اتنی بڑی) خندق بنادیں گے جتنا زمین وآسمان کے درمیان (فاصلہ) ہے۔

(۱۱۶) امام احمد، ترمذی (انہوں نے اسے حسن کہا ہے) ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین آدمیوں کی دعا رد نہیں کی جاتی روزہ دار کی یہاں تک کہ وہ افطار کرے، عادل بادشاہ کی، مظلوم کی دعا، اللہ تعالیٰ بادل کو اوپر اٹھا لیتے ہیں اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور رب تعالیٰ فرماتے ہیں۔ میری عزت کی قسم میں تیری ضرور مدد کروں گا اگرچہ عرصہ کے بعد ہو۔

(۱۱۷) ابن ابی الدنیا نے کتاب الجوع میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزہ داروں کے منہ سے مشک کی خوشبو پھوٹتی ہوگی اور قیامت کے دن عرش کے نیچے ان کے لئے دسترخوان بچھایا جائے گا وہ اس میں سے کھائیں گے اور لوگ (قیامت کے دن کی) سختی میں ہوں گے۔

(۱۱۸) الطبرانی نے الاوسط میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایک ایسا دسترخوان لگائیں گے کہ کسی آنکھ نے ایسا نہیں دیکھا، کسی کان نے ایسا نہیں سنا کسی آدمی کے دل میں اس کا خیال بھی نہیں آیا (اور) اس (دسترخوان) پر صرف روزہ دار بیٹھیں گے۔

(۱۱۹) ابوالشیخ بن حسان نے الثواب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا اور روزہ دار اپنی قبروں سے نکلیں گے اپنے روزے کی خوشبو سے وہ پہچانے جائیں گے ان کے مونہوں سے مشک سے زیادہ خوشبو ہوگی ان کے لئے دسترخوان اور لوٹے رکھے جائیں گے جن پر مشک کی مہر لگی ہوگی ان سے کہا جائے گا کھاؤ تم (دنیا میں) بھوکے رہے اور پیو تم (دنیا میں) پیاسے رہے لوگوں کو چھوڑ دو اور تم آرام کرلو اس کے لئے کہ تم نے اس وقت تھکاوٹ برداشت کی جب کہ لوگ آرام میں ہوتے تھے اور کھاتے پیتے تھے وہ آرام کریں گے جبکہ لوگ مشقت میں ہوں گے اور پیاسے ہوں گے۔

(۱۲۰) ابن ابی الدنیا نے کتاب الاھوال میں مغیب بن سمی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ سورج کے سروں کے اوپر ایک ہاتھ کی بلندی پر ہوگا اور جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے، آگ کی لپیٹ اور گرم لو ان پر چلے گی اور دوزخ کے شعلے ان پر نکل رہے ہوں گے یہاں تک کہ زمین پر لوگوں کے پسینے سے ایسی بدبو اٹھے گی جیسے مردار کی بدبو ہوتی ہے اور روزہ دار اس وقت عرش کے سایہ کے نیچے ہوں گے۔

(۱۲۱) الاصبہانی نے الترغیب میں، احمد بن ابی الحوری کے طریق سے روایت کیا ہے کہ ابوسلیمان رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے پاس ابوعلی اصم ایک عمدہ حدیث لے کر تشریف لائے کہ میں نے اس حدیث کو دنیا میں ان سے سنی تھی کہ روزہ داروں کے

لئے دستر خوان لگایا جائے گا جس سے وہ کھائیں گے اور لوگ حساب (کی سختی میں) مبتلا ہوں گے عرض کریں گے اے ہمارے رب ہم تو حساب دے رہے ہیں اور یہ لوگ کھانا کھا رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائیں گے انہوں نے برابر روزے رکھے اور تم نے نہیں رکھے اور یہ راتوں کو قیام میں ہوتے تھے۔ اور تم سوئے ہوئے ہوتے تھے۔

جنت کا اعلیٰ مقام

(۱۲۲) امام بیہقی نے شعب الایمان میں ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں ایک ایسا کمرہ ہے کہ اس کا باہر اس کے اندر سے دکھائی دیتا ہے اور اس کا اندر اس کے باہر سے دکھائی دیتا ہے۔ یہ اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ نے تیار فرما رکھا ہے جو نرم بات بات والا (بھوکوں کو) کھانا کھلاتا ہے، لگاتار روزے رکھتا ہے اور رات کو نماز پڑھتا ہے جبکہ لوگ سو رہے ہوتے ہیں۔

(۱۲۳) بیہقی نے نافع رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ ہر مومن کی دعا افطار کے وقت ہوتی ہے یا تو دنیا میں اس کو جلدی دے دیا جاتا ہے یا اس کی دعا آخرت میں ذخیرہ کر لی جاتی ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما افطار کے وقت فرمایا کرتے تھے لفظ آیت "واسع المغفرۃ اغفرلی" (اے وسیع رحمت والے مجھ کو بخش دیجئے)۔

(۱۲۴) احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اپنے اصحاب سے فرمایا (آج) تم میں سے کون جنازہ میں حاضر ہوا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "میں" پھر پوچھا آج کس نے مریض کی عیادت کی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے۔ پھر پوچھا (آج) کس نے صدقہ کیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے۔ پھر پوچھا آج کس نے روزہ رکھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا (جنت) واجب ہوگئی، واجب ہوگئی۔

(۱۲۵) ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن رباح رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا ہم معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف نکلے تو ایک راہب کے پاس سے گزرے تو اس نے کہا (قیامت کے دن) دستر خوان لگائے جائیں گے تو سب سے پہلے اس میں سے روزہ دار کھائیں گے۔

(۱۲۶) ابن ابی شیبہ، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، دارقطنی، بیہقی نے شعب الایمان میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے رمضان کا ایک روزہ بغیر رخصت اور بغیر فرض کے چھوڑ دیا تو ساری عمر کے روزے بھی اس کی قضا نہ کریں گے اگرچہ وہ روزے رکھ بھی لے۔

(۱۲۷) دارقطنی نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بغیر عذر کے رمضان کے ایک دن کا روزہ نہ رکھے تو (بطور قضا کے) اس پر ایک ماہ کے روزے ہیں۔

(۱۲۸) دارقطنی نے رجاء بن جمیل رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ربیعہ بن ابی عبدالرحمن رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص رمضان کے ایک دن کا روزہ نہ رکھے تو وہ پھر (بطور قضا کے) بارہ دن کے روزے رکھے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بارہ مہینوں میں سے ایک مہینہ پر راضی ہو۔

(۱۲۹) ابن ابی شیبہ نے سعید بن مسیب رحمہ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں نے رمضان کے روزے کا ایک دن کا روزہ بھی نہیں رکھا آپ ﷺ نے فرمایا تو صدقہ کر اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کر اور روزہ کی جگہ ایک دن کا روزہ رکھ۔

(۱۳۰) ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جس شخص نے جان بوجھ کو بغیر سفر اور مرض کے رمضان کا روزہ رکھا تو کبھی اس کی ادائیگی نہ ہوگی۔ اگرچہ ساری عمر کے روزے رکھے۔

(۱۳۱) ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جو شخص جان بوجھ کر رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دے وہ ساری عمر اس کو پورا کر سکے گا۔ (تفسیر در منثور، سورہ بقرہ، بیروت)

بَابُ الشَّهْرِ يَكُونُ تِسْعًا وَعِشْرِينَ

باب: مہینہ کبھی 29 دن کا بھی ہوتا ہے

2319 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَمْرٍو يَعْنِي ابْنَ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّا أُمَّةٌ أُمِّيَّةٌ لَا نَكْتُبُ، وَلَا نَحْسُبُ، الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا، وَخَنَسَ سُلَيْمَانُ أُصْبُعَهُ فِي الثَّالِثَةِ، يَعْنِي تِسْعًا وَعِشْرِينَ وَثَلَاثِينَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"ہم امی لوگ ہیں، ہم تحریر نہیں کرتے اور حساب نہیں کرتے ہیں، مہینہ اس طرح، اس طرح اور اس طرح ہوتا ہے۔

سلیمان نامی راوی نے تیسری مرتبہ ایک انگلی کو نیچے کر لیا یعنی مہینہ کبھی 29 دن کا ہوتا ہے، اور کبھی 30 دن کا بھی ہوتا ہے۔

شرح

انتیس یا تیس دن جو کہ قمری مہینہ کی کم سے کم یا زیادہ سے زیادہ مدت ہے۔ شریعت نے قمری مہینہ کی تعین کو ستاروں کے علم یا آلات رویت کے حساب سے معلق نہیں کیا بلکہ اس کی بنیاد رویت ہلال پر رکھی ہے یعنی چاند کو دیکھ کر ہی روزے رکھنا شروع کرو اور چاند (شوال کا) دیکھ کر ہی روزے رکھنا ختم کرو۔ اب رویت ہلال مختلف ممالک میں مختلف اوقات اور مختلف تاریخوں پر ہونا عین ممکن ہے اور یہ بھی عین ممکن ہے کہ ماہ رمضان کے دوران مختلف ممالک کا سفر کرنے والوں میں سے کسی کے روزوں کی تعداد ۲۸ رہ جائے اور کسی کے ۳۱ ہو جائے۔ ایسی صورت میں جس شخص کے روزے ۲۸ بن رہے ہوں وہ بعد میں ایک روزہ کی قضا دے گا اور جس کے ۳۱ بن رہے ہوں وہ اسے نفلی تصور کر کے روزہ رکھ سکتا ہے۔

2319- واخرجه البخاري (1913)، ومسلم (1080)، والنسائي في "الكبرى" (2462) و (2463) و (2464) مختصراً و (5853) من طريق شعبة، ومسلم (1080)، والنسائي (2461) من طريق سفيان الثوري، كلاهما عن الاسود بن قيس، بهذا الاسناد. واخرجه مختصراً وتاماً البخاري (1908) و (5302)، ومسلم (1080)، والنسائي (2460) من طرق عن عبد الله بن عمر، به. وهو في "مسند احمد" (4611) و (4815) و (5017)، و "صحيح ابن حبان" (3449) و (3454) و (3455).

2320 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ، فَلَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوْهُ، وَلَا تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا لَهُ ثَلَاثِينَ، قَالَ: فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ، إِذَا كَانَ شَعْبَانُ تِسْعًا وَعِشْرِينَ نَظَرَ لَهُ، فَإِنْ رُئِيَ فَذَاكَ، وَإِنْ لَمْ يُرَ، وَلَمْ يَحُلْ دُونَ مَنْظَرِهِ سَحَابٌ، وَلَا قَتَرَةٌ أَصْبَحَ مُفْطِرًا، فَإِنْ حَالَ دُونَ مَنْظَرِهِ سَحَابٌ، أَوْ قَتَرَةٌ أَصْبَحَ صَائِمًا، قَالَ فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ، يُفْطِرُ مَعَ النَّاسِ، وَلَا يَأْخُذُ بِهَذَا الْحِسَابِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''مہینہ (کبھی) 29 دن کا ہوتا ہے، تو چاند کو دیکھے بغیر روزے رکھنا شروع نہ کرو، اور چاند کو دیکھے بغیر روزے رکھنا ختم نہ کرو، اگر بادلوں کی وجہ سے وہ نظر نہ آسکے تو 30 دن کی گنتی پوری کرلو۔''

راوی بیان کرتے ہیں: جب شعبان کی 29 تاریخ ہوتو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے لیے چاند کا جائزہ لیا جاتا تھا، اگر وہ نظر آجاتا تو ٹھیک تھا اگر دکھائی نہیں دیتا تھا اور اس کے نظر نہ آنے میں کوئی بادل یا غبار رکاوٹ نہ ہوتا تو وہ روزہ رکھ لیتے تھے۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما لوگوں کے ساتھ ہی روزہ ختم کرتے تھے وہ اس حساب کو اختیار نہیں کرتے تھے۔

2321 - حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنِي أَيُّوبُ، قَالَ: كَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى أَهْلِ الْبَصْرَةِ بَلَغَنَا، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَادَ، وَإِنَّ أَحْسَنَ مَا يُقْدَرُ لَهُ أَنَّا إِذَا رَأَيْنَا هِلَالَ شَعْبَانَ لِكَذَا وَكَذَا، فَالصَّوْمُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ لِكَذَا وَكَذَا، إِلَّا أَنْ تَرَوُا الْهِلَالَ قَبْلَ ذَلِكَ

ایوب بیان کرتے ہیں: عمر بن عبدالعزیز نے اہل بصرہ کی طرف خط لکھا کہ ہم تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پہنچی ہے اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے نقل کردہ روایت کی مانند روایت ہے، جس میں یہ الفاظ زائد ہیں ''جو بھی حساب لگایا جاتا ہے، اس میں سب سے بہترین یہ ہے کہ اگر ہم نے شعبان کا چاند فلاں، فلاں دن دیکھا تھا، تو اگر اللہ نے چاہا، تو روزہ فلاں دن ہوگا، البتہ اگر لوگ اس سے پہلے، پہلی کا چاند دیکھ لیں، تو حکم مختلف ہوگا۔''

2322 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ عِيسَى بْنِ دِينَارٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ بْنِ أَبِي ضِرَارٍ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: لَمَا صُمْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعًا وَعِشْرِينَ أَكْثَرُ مِمَّا صُمْنَا مَعَهُ ثَلَاثِينَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جتنی مرتبہ 30 روزے رکھے ہیں، آپ کے ساتھ اس سے زیادہ مرتبہ 29 روزے رکھیں ہے۔

2320-واخرجه البخاری (1906)، ومسلم (1080)، والنسائی فی "الکبری" (2442) و (2443) من طرق عن نافع، به.

2323 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، اَنَّ يَزِيدَ بْنَ زُرَيْعٍ، حَدَّثَهُمْ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي بَكْرَةَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: شَهْرَا عِيدٍ لَا يَنْقُصَانِ رَمَضَانُ، وَذُو الْحِجَّةِ

❀❀ عبدالرحمن بن ابوبکرا پنے والد سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''عید کے دو مہینے کم نہیں ہوتے رمضان اور ذوالحج''

بَابُ اِذَا اَخْطَاَ الْقَوْمُ الْهِلَالَ

باب: جب لوگوں کو پہلی کا چاند دیکھنے میں غلطی ہو جائے

2324 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ فِي حَدِيثِ اَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ قَالَ: وَفِطْرُكُمْ يَوْمَ تُفْطِرُونَ، وَاَضْحَاكُمْ يَوْمَ تُضَحُّونَ، وَكُلُّ عَرَفَةَ مَوْقِفٌ، وَكُلُّ مِنًى مَنْحَرٌ، وَكُلُّ فِجَاجِ مَكَّةَ مَنْحَرٌ، وَكُلُّ جَمْعٍ مَوْقِفٌ

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''تمہارا عید الفطر کا دن اس دن ہوگا جب تم روزے رکھنا ختم کردو گے، اور قربانی کا دن اس دن ہوگا جس دن تم قربانی کرو گے عرفہ سارے کا سارا وقوف کی جگہ ہے، منیٰ سارے کا سارا قربانی کی جگہ ہے اور مکہ کا ہر راستہ قربانی کی جگہ ہے اور مزدلفہ سارا وقوف کی جگہ ہے۔''

بَابُ اِذَا اُغْمِيَ الشَّهْرُ

باب: جب مہینہ ڈھانپا گیا ہو (یعنی پہلی کے چاند کے دن مطلع ابر آلود ہو)

2325 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ اَبِي قَيْسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَفَّظُ مِنْ شَعْبَانَ مَا لَا يَتَحَفَّظُ مِنْ غَيْرِهِ ثُمَّ يَصُومُ لِرُؤْيَةِ رَمَضَانَ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْهِ عَدَّ ثَلَاثِينَ يَوْمًا ثُمَّ صَامَ

2323- اسناده صحيح. مسدد: هو ابن مسرهد الاسدي، وخالد الحذاء: هو ابن مهران البصري. واخرجه البخاري (1912)، ومسلم (1089)، وابن ماجه (1659)، والترمذي (701) من طرق عن خالد بهذا الاسناد. وقال الترمذي: حديث حسن. واخرجه البخاري (1912)، ومسلم (1089) من طريق اسحاق بن سويد، عن عبدالرحمن بن ابي بكرة، به. وهو في "مسند احمد" (20399)، و"صحيح ابن حبان" (325).

2325- اسناده صحيح. معاوية بن صالح: هو ابن حُدَير الحضرمي الحمصي. واخرجه اسحاق بن راهويه في "مسنده" (1675)، واحمد (25161)، وابن خزيمة في "صحيحه" (1910)، وابن حبان (3444)، والطبراني في "مسند الشاميين" (1921)، والدارقطني في "سننه" (2149) وابن عبد البر في "التمهيد" 35314/ من طرق عن عبدالرحمن بن مهدي، بهذا الاسناد. وقال الدارقطني: هذا اسناد حسن صحيح. واخرجه ابن الجارود في "المنتقى" (377) مطولاً من طريق اسد بن موسى، والحاكم في "المستدرك" 4231/، والبيهقي 2064/

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کا جتنا زیادہ اہتمام کرتے تھے اتنا کسی مہینے کا نہیں کرتے تھے، پھر آپ رمضان کا چاند دیکھ کر روزے رکھنا شروع کرتے تھے، اگر آپ پر بادل چھایا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد پوری کرتے تھے، اور پھر روزے رکھنے شروع کرتے تھے۔

2326 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ الضَّبِّيُّ، عَنْ مَنْصُورِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُقَدِّمُوا الشَّهْرَ حَتَّى تَرَوُا الْهِلَالَ، أَوْ تُكْمِلُوا الْعِدَّةَ، ثُمَّ صُومُوا حَتَّى تَرَوُا الْهِلَالَ، أَوْ تُكْمِلُوا الْعِدَّةَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ سُفْيَانُ وَغَيْرُهُ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُسَمِّ حُذَيْفَةَ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''(رمضان) کا مہینہ شروع ہونے سے پہلے روزے رکھنا شروع نہ کرو جب تک تم پہلی کا چاند دیکھ نہیں لیتے یا تم گنتی پوری نہیں کر لیتے تم روزے رکھتے رہو، یہاں تک کہ جب تم (شوال کا) پہلی چاند دیکھ لو یا گنتی پوری کر لو پھر عید الفطر کرو۔''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت سفیان اور دیگر راویوں نے اپنی سند کے ساتھ ایک صحابی کے حوالے سے نقل کی ہے، ان راویوں نے صحابی کا نام حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا۔

بَابُ مَنْ قَالَ: فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَصُومُوا ثَلَاثِينَ

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں: اگر تم پر بادل چھائے ہوئے ہوں، تو تم 30 روزے رکھو

2327 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ، عَنْ زَائِدَةَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُقَدِّمُوا الشَّهْرَ بِصِيَامِ يَوْمٍ، وَلَا يَوْمَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ شَيْءٌ يَصُومُهُ أَحَدُكُمْ، وَلَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوْهُ، ثُمَّ صُومُوا حَتَّى تَرَوْهُ، فَإِنْ حَالَ دُونَهُ غَمَامَةٌ، فَأَتِمُّوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِينَ، ثُمَّ أَفْطِرُوا وَالشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ حَاتِمُ بْنُ أَبِي صَغِيرَةَ، وَشُعْبَةُ، وَالْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ سِمَاكٍ بِمَعْنَاهُ لَمْ يَقُولُوا: ثُمَّ أَفْطِرُوا،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ حَاتِمُ بْنُ مُسْلِمٍ ابْنُ أَبِي صَغِيرَةَ، وَأَبُو صَغِيرَةَ زَوْجُ أُمِّهِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''(رمضان کے) مہینے سے پہلے ایک یا دو دن پہلے روزے رکھنا شروع نہ کرو، ماسوائے اس صورت کے کوئی شخص (کسی

2327-واخرجه الترمذي (696)، والنسائي في "الكبرى" (2450) و (2451) و (2510) من طرق عن سماك، بهذا الاسناد. وقال الترمذي: حديث حسن صحيح.

دوسرے معمول کے مطابق) روزے رکھتا ہو (تو وہ اس دن روزہ رکھ سکتا ہے)

چاند دیکھ کر روزے رکھنا شروع کرو، اور اس وقت تک رکھتے رہو، (جب تک شوال کا پہلی کا) چاند دیکھ نہیں لیتے اور اگر اسے دیکھنے میں کوئی بادل (وغیرہ) رکاوٹ ہو، تو تم 30 کی گنتی پوری کرلو اور پھر روزے رکھنا ختم کرو، اور مہینہ (کبھی) 29 دن کا بھی ہوتا ہے۔"

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں "پھر تم روزے رکھنا ختم کرو"

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) راوی کا نام حاتم بن مسلم بن ابوصغیرہ ہے، ابوصغیرہ اس کی والدہ کا شوہر (اس کا سوتیلا باپ) تھا۔

بَابٌ فِي التَّقَدُّمِ

باب: تقدم کا بیان

2328 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، وَسَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ: هَلْ صُمْتَ مِنْ شَهْرِ شَعْبَانَ شَيْئًا، قَالَ: لَا. قَالَ: فَإِذَا أَفْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمًا. وَقَالَ: أَحَدُهُمَا يَوْمَيْنِ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے دریافت کیا: کیا تم نے شعبان کے آخری دنوں میں روزہ رکھا ہے، اس نے جواب دیا جی نہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم روزے رکھنا ختم کرو، تو ایک دن روزہ رکھ لینا۔"

کسی ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں "دو دن"

2329 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْعَلَاءِ الزُّبَيْدِيُّ، مِنْ كِتَابِهِ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِي الْأَزْهَرِ الْمُغِيرَةِ بْنِ فَرْوَةَ قَالَ: قَامَ مُعَاوِيَةُ فِي النَّاسِ بِدَيْرِ مِسْحَلٍ الَّذِي عَلَى بَابِ حِمْصَ، فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا قَدْ رَأَيْنَا الْهِلَالَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا، وَأَنَا مُتَقَدِّمٌ، فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَفْعَلَهُ فَلْيَفْعَلْهُ، قَالَ: فَقَامَ إِلَيْهِ مَالِكُ بْنُ هُبَيْرَةَ السَّبَئِيُّ، فَقَالَ: يَا مُعَاوِيَةُ، أَشَيْءٌ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْ شَيْءٌ مِنْ رَأْيِكَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: صُومُوا الشَّهْرَ وَسِرَّهُ.

2328- واخرجه البخاري (1983)، ومسلم (1161)، والنسائي في "الكبرى" (2881-2884) من طرق عن مطرف، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (19839)، و"صحيح ابن حبان" (3587) و (3588).

2329- واخرجه الطبراني في "الكبير" 19/ (901)، و"مسند الشاميين" (795)، والبيهقي في "الكبرى" 4/ 210 من طريق الوليد بن مسلم، بهذا الاسناد.

مغیرہ بن فروہ بیان کرتے ہیں: دیر بن مسحل میں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے، یہ حمص دروازے کے پاس ایک جگہ ہے انہوں نے فرمایا: اے لوگو! ہم نے (شعبان کا) چاند فلاں، فلاں دن دیکھ تھا، اور (رمضان) کا چاند نظر آنے سے پہلے روزہ رکھنا شروع کر دیا ہے، جو شخص ایسا کرنا چاہیے تو وہ بھی یہ کر لے، تو مالک بن ہبیرہ ان کے سامنے کھڑا ہوا اور بولا: اے حضرت معاویہ! آپ نے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی کچھ سنا ہوا ہے، یا آپ اپنی رائے کے ساتھ ایسا کر رہے ہیں؟ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''پورا مہینہ روزے رکھو اور اس کے آغاز میں بھی''

2330 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدِّمَشْقِيُّ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ قَالَ: قَالَ الْوَلِيدُ سَمِعْتُ اَبَا عَمْرٍو يَعْنِي الْاَوْزَاعِيَّ يَقُولُ: سِرُّهُ اَوَّلُهُ

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: اس سے مراد مہینے کا ابتدائی حصہ ہے۔

2331 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا اَبُو مُسْهِرٍ قَالَ: كَانَ سَعِيدٌ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَقُولُ: سِرُّهُ اَوَّلُهُ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ بَعْضُهُمْ: سِرُّهُ وَسَطُهُ وَقَالُوا: آخِرُهُ

سعید بن عبدالعزیز فرماتے ہیں: لفظ ''سرہ'' سے مراد اس کا ابتدائی حصہ ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ ''سرہ'' سے مراد اس کا درمیان ہے، بعض نے کہا اس کا آخری حصہ مراد ہے۔

بَابُ اِذَا رُئِيَ الْهِلَالُ فِي بَلَدٍ قَبْلَ الْاٰخَرِينَ بِلَيْلَةٍ

باب: جب کسی ایک شہر میں، دوسرے علاقوں سے ایک رات پہلے، پہلی کا چاند نظر آ جائے

2332 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ اَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ اَبِي حَرْمَلَةَ اَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ اَنَّ اُمَّ الْفَضْلِ ابْنَةَ الْحَارِثِ بَعَثَتْهُ اِلَى مُعَاوِيَةَ بِالشَّامِ قَالَ: فَقَدِمْتُ الشَّامَ فَقَضَيْتُ حَاجَتَهَا فَاسْتَهَلَّ رَمَضَانُ وَاَنَا بِالشَّامِ فَرَاَيْنَا الْهِلَالَ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فِي آخِرِ الشَّهْرِ فَسَاَلَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ ثُمَّ ذَكَرَ الْهِلَالَ فَقَالَ: مَتَى رَاَيْتُمُ الْهِلَالَ؟ قُلْتُ: رَاَيْتُهُ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ قَالَ: اَنْتَ رَاَيْتَهُ؟ قُلْتُ: نَعَمْ وَرَآهُ النَّاسُ وَصَامُوا وَصَامَ مُعَاوِيَةُ قَالَ: لٰكِنَّا رَاَيْنَاهُ لَيْلَةَ السَّبْتِ فَلَا نَزَالُ نَصُومُهُ حَتّٰى نُكْمِلَ الثَّلَاثِينَ اَوْ نَرَاهُ فَقُلْتُ: اَفَلَا تَكْتَفِي بِرُؤْيَةِ مُعَاوِيَةَ وَصِيَامِهِ قَالَ: لَا هٰكَذَا اَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

2332- واخرجه مسلم (1087)، والترمذی (702)، والنسائی فی "الکبری" (2432) من طرق عن اسماعیل بن جعفر، بهذا الاسناد. وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح غریب. وهو فی "مسند احمد" (2789)

❁❁ کریب بیان کرتے ہیں: سیدہ ام فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا نے انہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں شام بھیجا، وہ بیان کرتے ہیں: میں شام آیا، وہاں سیدہ ام فضل رضی اللہ عنہا کا کام پورا کیا، ابھی میں شام میں ہی موجود تھا کہ اسی دوران رمضان کے چاند کا اعلان ہو گیا، ہم نے جمعہ کی رات میں پہلی کا چاند دیکھ لیا، پھر جب مہینے کے آخر میں مدینہ منورہ آیا، تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے حال احوال دریافت کیا، انہوں نے پہلی کے چاند کا ذکر کیا، اور دریافت کیا: تم لوگوں نے پہلی کا چاند کب دیکھا؟ میں نے جواب دیا: میں نے تو اسے شب جمعہ میں دیکھا تھا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے دریافت کیا: کیا تم نے خود اسے دیکھا تھا؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں! اور لوگوں نے بھی اسے دیکھا تھا، اور لوگوں نے روزہ بھی رکھا تھا، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی روزہ رکھا تھا، تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: لیکن ہم نے تو ہفتے کی رات اسے دیکھا ہے، ہم تو اس وقت تک روزہ رکھتے رہیں گے جب تک ہم 30 کی تعداد پوری نہیں کر لیتے یا پہلی کے چاند کو نہیں دیکھ لیتے۔

میں نے دریافت کیا: کیا آپ کے لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا چاند کو دیکھنا اور روزہ رکھنا کافی نہیں ہے، انہوں نے جواب دیا: جی نہیں! اللہ کے رسول نے ہمیں یہی حکم دیا ہے۔

2333 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا الْأَشْعَثُ عَنِ الْحَسَنِ فِي رَجُلٍ كَانَ بِمِصْرٍ مِنَ الْأَمْصَارِ فَصَامَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَشَهِدَ رَجُلَانِ أَنَّهُمَا رَأَيَا الْهِلَالَ لَيْلَةَ الْأَحَدِ فَقَالَ: لَا يَقْضِي ذَلِكَ الْيَوْمَ الرَّجُلُ وَلَا أَهْلُ مِصْرِهِ إِلَّا أَنْ يَعْلَمُوا أَنَّ أَهْلَ مِصْرٍ مِنْ أَمْصَارِ الْمُسْلِمِينَ قَدْ صَامُوا يَوْمَ الْأَحَدِ فَيَقْضُونَهُ

❁❁ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایسے شخص کے بارے میں بارے میں فرماتے ہیں: جو کسی شہر میں موجود ہو، اور اس نے پیر کے دن روزہ رکھا ہوا ہو، اور پھر دو آدمی یہ گواہی دیں، انہوں نے اتوار کی رات (یعنی ہفتے اور اتوار کی درمیانی رات) میں چاند دیکھ لیا تھا، حسن فرماتے ہیں: یہ شخص اور اس کے شہر کے رہنے والے لوگ اس دن کا روزہ قضا نہیں کریں گے، البتہ اگر انہیں اس بات کا علم ہو کہ مسلمانوں کے کسی شہر کے رہنے والے تمام لوگوں نے ہفتے کے دن روزہ رکھا تھا، تو پھر وہ اس کی قضاء کریں گے۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ صَوْمِ يَوْمِ الشَّكِّ

باب: شک والے دن میں روزہ رکھنے کا ناپسندیدہ ہونا

2334 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ صِلَةَ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عَمَّارٍ فِي الْيَوْمِ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ فَأَتَى بِشَاةٍ فَتَنَحَّى بَعْضُ الْقَوْمِ فَقَالَ عَمَّارٌ: مَنْ صَامَ هَذَا الْيَوْمَ فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❁❁ صلہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ ایک ایسے دن میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے، جس کے بارے میں شک

2334- اسنادہ قوی من اجل ابی خالد الاحمر - واسمہ سلیمان بن حیان - فھو صدوق لا باس بہ. وقد صحح اسنادہ الدارقطنی (2150)، والحاکم/1/423-424، وسکت عنہ الذھبی. ابو اسحاق: ھو عمرو بن عبد اللہ السبیعی. واخرجہ ابن ماجہ (1645)، والترمذی (694)، والنسائی فی "الکبری" (2509)

تھا (کہ آج روزہ ہے یا نہیں ہے؟) ایک بکری لائی گئی تو حاضرین میں سے ایک شخص پیچھے ہٹ گیا حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص آج کے دن روزہ رکھے گا، اس نے حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

یوم شک کے روزے کا بیان

شعبان کی تیسویں شب یعنی انتیس تاریخ کو ابر وغیرہ کی وجہ سے چاند نہیں دیکھا گیا مگر ایک شخص نے چاند دیکھنے کی شہادت دی اور اس کی شہادت قبول نہیں کی گئی اسی طرح دو فاسق لوگوں نے چاند دیکھنے کی گواہی دی اور ان کی گواہی قبول نہیں کی گئی اس کی صبح کو جو دن ہوگا یعنی تیس تاریخ کو یوم الشک (شک کا دن) کہلائے گا کیونکہ اس دن کے بارے میں یہ بھی احتمال ہوتا ہے کہ رمضان شروع ہو گیا ہو اور یہ بھی احتمال ہوتا ہے کہ رمضان شروع نہ ہوا ہو لہٰذا اس غیر یقینی صورت کی وجہ سے اسے شک کا دن کہا جاتا ہے ہاں اگر انتیس تاریخ کو ابر وغیرہ نہ ہو اور کوئی بھی شخص چاند نہ دیکھے تو تیس تاریخ کو یوم الشک نہ کہیں گے۔ اس حدیث میں اسی دن کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ یوم الشک کو رمضان یا کسی واجب کی نیت سے روزہ رکھنا مکروہ ہے البتہ اس دن نفل روزہ رکھنے کے بارے میں کچھ تفصیل ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص شعبان کی پہلی ہی تاریخ سے نفل روزہ رکھتا چلا آ رہا ہو یا تیس تاریخ اتفاق سے اس دن ہو جائے کہ جس میں کوئی شخص روزہ رکھنے کا عادی ہو جس کی وضاحت پہلے کی جا چکی ہے تو اس کے لئے اس دن روزہ رکھنا افضل ہوگا۔ اسی طرح یوم الشک کو روزہ رکھنا اس شخص کے لئے بھی افضل ہے جو شعبان کے آخری تین دنوں میں روزے رکھتا ہو اور اگر یہ صورتیں نہ ہوں تو پھر یوم الشک کا مسئلہ یہ ہے کہ خواص تو اس دن نفل کی نیت کے ساتھ روزہ رکھ لیں اور عوام دوپہر تک کچھ کھائے پیے بغیر انتظار کریں اگر چاند کی کوئی قابل قبول شہادت نہ آئے تو دوپہر کے بعد افطار کر لیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ کا یہ معمول نقل کیا جاتا ہے کہ یہ حضرات شعبان کی انتیس تاریخ کو چاند تلاش کرتے اگر چاند دیکھ لیتے یا معتبر شہادت کے ذریعے رویت ہلال کا ثبوت ہو جاتا تو اگلے روز روزہ رکھتے ورنہ بصورت دیگر ابر وغبار وغیرہ سے مطلع صاف ہونے کی صورت میں روزہ نہ رکھتے ہاں اگر مطلع صاف نہ ہوتا تو روزہ رکھ لیتے تھے اور علماء فرماتے ہیں کہ اس صورت میں ان کا یہ روزہ نفل ہوتا تھا۔

خواص سے مراد وہ لوگ ہیں جو شک کے دن کے روزے کی نیت کرنا جانتے ہوں اور جو لوگ اس دن کے روزے کی نیت کرنا نہ جانتے ہوں انہیں عوام کہا جاتا ہے چنانچہ اس دن روزہ کی نیت یہ ہے کہ جو شخص اس دن کہ جس میں رمضان کے بارے میں شک واقع ہو رہا ہے روزہ رکھنے کا عادی نہ ہو وہ یہ نیت کرے کہ میں آج کے دن نفل روزے کی نیت کرتا ہوں اور اس کے دل میں یہ خیال پیدا نہ ہو کہ اگر آج رمضان کا دن ہو تو یہ روزہ رمضان کا بھی ہے اس طرح نیت کرنی مکروہ ہے۔ کہ اگر کل رمضان کا دن ہو تو یہ روزہ رمضان میں محسوب ہو اور اگر رمضان کا دن نہ ہو تو نفل یا کسی اور واجب میں محسوب ہو۔ تاہم اگر کسی نے اس طرح کر لیا اور اس دن رمضان کا ہونا ثابت ہو گیا تو وہ روزہ رمضان ہی میں محسوب ہوگا۔ اس کے برخلاف اگر کوئی شخص اس نیت کے ساتھ روزہ رکھے کہ اگر آج رمضان کا دن ہوگا تو میرا بھی روزہ ہوگا اور اگر رمضان کا دن نہیں ہوگا تو میرا روزہ بھی نہیں ہوگا۔ تو اس طرح نہ نفل کا روزہ ہوگا اور نہ رمضان کا ہوگا چاہے اس دن رمضان کا ہونا ہی ثابت کیوں نہ ہو جائے۔

بَابٌ فِيمَنْ يَصِلُ شَعْبَانَ بِرَمَضَانَ

باب: جو شخص شعبان کو رمضان کے ساتھ ملا دے (یعنی مسلسل روزے رکھے)

2335 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تُقَدِّمُوا صَوْمَ رَمَضَانَ بِيَوْمٍ، وَلَا يَوْمَيْنِ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ صَوْمٌ يَصُومُهُ رَجُلٌ، فَلْيَصُمْ ذٰلِكَ الصَّوْمَ

❁❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''رمضان کے روزے سے ایک دن پہلے یا دو دن پہلے روزے رکھنے شروع نہ کرو، البتہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے (معمول کے مطابق) روزے رکھتا ہو تو وہ یہ روزہ رکھ سکتا ہے۔''

2336 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ تَوْبَةَ الْعَنْبَرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يَصُومُ مِنَ السَّنَةِ شَهْرًا تَامًّا إِلَّا شَعْبَانَ يَصِلُهُ بِرَمَضَانَ

❁❁ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتی ہیں: آپ سال میں کسی بھی مہینے میں پورا مہینہ روزہ نہیں رکھتے تھے، صرف شعبان میں ایسا کرتے تھے، آپ اسے رمضان کے ساتھ ملا دیتے تھے۔

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ ذٰلِكَ

باب: اس کا مکروہ ہونا

2337 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: قَدِمَ عَبَّادُ بْنُ كَثِيرٍ الْمَدِينَةَ، فَمَالَ إِلَى مَجْلِسِ الْعَلَاءِ، فَأَخَذَ بِيَدِهِ فَأَقَامَهُ، ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ إِنَّ هٰذَا يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا انْتَصَفَ شَعْبَانُ فَلَا تَصُومُوا، فَقَالَ الْعَلَاءُ: اللّٰهُمَّ إِنَّ أَبِي حَدَّثَنِي، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الثَّوْرِيُّ، وَشِبْلُ بْنُ الْعَلَاءِ، وَأَبُو عُمَيْسٍ، وَزُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ الْعَلَاءِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ لَا يُحَدِّثُ بِهِ، قُلْتُ لِأَحْمَدَ: لِمَ قَالَ: لِأَنَّهُ كَانَ عِنْدَهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصِلُ شَعْبَانَ بِرَمَضَانَ، وَقَالَ: عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِلَافَهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَلَيْسَ هٰذَا عِنْدِي خِلَافَهُ، وَلَمْ يَجِئْ بِهِ غَيْرُ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ

❁❁ عبدالعزیز بن محمد بیان کرتے ہیں: عباد بن کثیر مدینہ منورہ آئے وہ علاء کی محفل میں آئے تو علاء نے ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں کھڑا کیا اور بولے: اے (اللہ تو جانتا ہے) یہ شخص اپنے والد کے حوالے سے حضرت ابو ہر

یرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث بیان کرتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

''جب نصف شعبان گزر جائے تو روزہ نہ رکھو''

تو عباد نے کہا: اے اللہ! (تو یہ بات جانتا ہے) کہ میرے والد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول یہ حدیث مجھے بیان کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) دیگر راویوں نے یہ روایت علاء کے حوالے سے نقل کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عبدالرحمن نامی راوی اس حدیث کو بیان نہیں کرتے تھے، میں نے امام احمد سے دریافت کیا اس کی وجہ کیا ہے: تو انہوں نے فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس یہ روایت موجود تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کو رمضان کے ساتھ ملا دیتے تھے تو وہ یہ کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اس کے برخلاف منقول ہوگا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میرے نزدیک یہ اس کے برخلاف نہیں ہے اور اس روایت کو صرف علاء نے اپنے والد کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

بَابُ شَهَادَةِ رَجُلَيْنِ عَلَى رُؤْيَةِ هِلَالِ شَوَّالٍ

باب: دو آدمیوں کا شوال کا چاند دیکھنے کی گواہی دینا

2338 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ اَبُو يَحْيَى الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا عَبَّادٌ، عَنْ اَبِي مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ الْحَارِثِ الْجَدَلِيُّ، مِنْ جَدِيلَةَ قَيْسٍ، اَنَّ اَمِيرَ مَكَّةَ خَطَبَ، ثُمَّ قَالَ: عَهِدَ اِلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَنْسُكَ لِلرُّؤْيَةِ، فَاِنْ لَمْ نَرَهُ، وَشَهِدَ شَاهِدَا عَدْلٍ نَسَكْنَا بِشَهَادَتِهِمَا، فَسَاَلْتُ الْحُسَيْنَ بْنَ الْحَارِثِ مَنْ اَمِيرُ مَكَّةَ، قَالَ: لَا اَدْرِي، ثُمَّ لَقِيَنِي بَعْدُ، فَقَالَ: هُوَ الْحَارِثُ بْنُ حَاطِبٍ اَخُو مُحَمَّدِ بْنِ حَاطِبٍ، ثُمَّ قَالَ الْاَمِيرُ: اِنَّ فِيكُمْ مَنْ هُوَ اَعْلَمُ بِاللهِ وَرَسُولِهِ مِنِّي، وَشَهِدَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَوْمَاَ بِيَدِهِ اِلَى رَجُلٍ، قَالَ الْحُسَيْنُ: فَقُلْتُ لِشَيْخٍ اِلَى جَنْبِي مَنْ هَذَا الَّذِي اَوْمَاَ اِلَيْهِ الْاَمِيرُ؟ قَالَ: هَذَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، وَصَدَقَ كَانَ اَعْلَمَ بِاللهِ مِنْهُ فَقَالَ: بِذَلِكَ اَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حسین بن حارث جدلی بیان کرتے ہیں: مکہ کے گورنر نے خطبہ دیتے ہوئے کہا: اللہ کے رسول نے ہم سے یہ عہد لیا تھا کہ ہم پہلی کا چاند دیکھ کر (اس کے حساب سے) حج کریں، اگر ہم خود اسے نہیں دیکھتے اور دو عادل گواہ اس کی گواہی دے دیتے ہیں، تو ہم ان کی گواہی کی بنیاد پر حج کرلیں۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے حسین بن حارث سے دریافت کیا: مکہ کا امیر کون تھا، اس نے جواب دیا مجھے نہیں معلوم اس کے بعد میری اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے بتایا: وہ حارث بن حاطب تھے، جو محمد بن حاطب کے بھائی ہیں، پھر اس کے بعد

امیر نے کہا: تمہارے درمیان وہ شخصیت موجود ہیں، جو اللہ اور اس کے رسول کے بارے میں مجھ سے زیادہ علم رکھتے ہیں اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اس بات کی گواہی دی ہے (کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے) پھر اس نے اپنے ہاتھ کے ذریعے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا۔

حسین بن حارث کہتے ہیں: میں نے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے ایک بزرگ سے دریافت کیا: یہ صاحب کون ہیں؟ جن کی طرف امیر نے اشارہ کیا ہے تو انہوں نے کہا: یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں اور امیر نے ٹھیک کہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے (احکام) کے بارے میں اس سے زیادہ علم رکھتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں اسی بات کا حکم دیا تھا۔

2339 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ الْمُقْرِءُ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اخْتَلَفَ النَّاسُ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ فَقَدِمَ أَعْرَابِيَّانِ، فَشَهِدَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللهِ لَأَهَلَّا الْهِلَالَ أَمْسِ عَشِيَّةً، فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ أَنْ يُفْطِرُوا. زَادَ خَلَفٌ فِي حَدِيثِهِ: وَأَنْ يَغْدُوا إِلَى مُصَلَّاهُمْ.

❀❀ ربعی بن حراش ایک صحابی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: رمضان کے آخری دن کے بارے میں لوگوں میں اختلاف ہو گیا، تو دو دیہاتی آئے انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے اللہ کے نام کی (قسم اٹھا کر) گواہی دی کہ ہم نے گزشتہ رات پہلی کا چاند دیکھ لیا ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو یہ حکم دیا کہ وہ روزہ ختم کر دیں۔

خلف نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: (اور اس بات کا حکم دیا) کہ وہ اگلے دن صبح عیدگاہ میں آ گئیں۔

بَابٌ فِي شَهَادَةِ الْوَاحِدِ عَلَى رُؤْيَةِ هِلَالِ رَمَضَانَ

باب: رمضان کے چاند کو دیکھنے کی ایک آدمی کی گواہی (کا، کافی ہونا)

2340 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارِ بْنِ الرَّيَّانِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ يَعْنِي ابْنَ أَبِي ثَوْرٍ، ح وحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ يَعْنِي الْجُعْفِيَّ، عَنْ زَائِدَةَ الْمَعْنَى، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ الْهِلَالَ. قَالَ الْحَسَنُ فِي حَدِيثِهِ يَعْنِي رَمَضَانَ، فَقَالَ: أَتَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ. قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: أَتَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ. قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: يَا بِلَالُ، أَذِّنْ فِي النَّاسِ فَلْيَصُومُوا غَدًا.

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک دیہاتی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: میں نے چاند دیکھ لیا ہے۔

حسن نامی راوی نے اپنی روایت یہ الفاظ نقل کیے ہیں: یعنی رمضان کے چاند کے بارے میں یہ بات کہی، تو نبی اکرم ﷺ

نے فرمایا: کیا تم اس بات کو گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اس نے جواب دیا: جی ہاں! نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں! تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے بلال! لوگوں میں یہ اعلان کردو، کہ وہ کل روزہ رکھیں۔

2341 - حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّهُمْ شَكُّوا فِي هِلَالِ رَمَضَانَ مَرَّةً، فَأَرَادُوا أَنْ لَا يَقُومُوا، وَلَا يَصُومُوا، فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ مِنَ الْحَرَّةِ، فَشَهِدَ أَنَّهُ رَأَى الْهِلَالَ، فَأُتِيَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَتَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنِّي رَسُولُ اللهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَشَهِدَ أَنَّهُ رَأَى الْهِلَالَ، فَأَمَرَ بِلَالًا فَنَادَى فِي النَّاسِ أَنْ يَقُومُوا وَأَنْ يَصُومُوا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ جَمَاعَةٌ عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، مُرْسَلًا وَلَمْ يَذْكُرِ الْقِيَامَ أَحَدٌ إِلَّا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ

عکرمہ بیان کرتے ہیں: لوگوں کے درمیان رمضان کے چاند کے بارے میں اختلاف ہو گیا انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ نہ تو نماز تراویح پڑھیں گے اور نہ ہی (اگلے دن) روزہ رکھیں گے، اسی دوران حرہ کی طرف سے ایک دیہاتی آیا اس نے گواہی دی کہ اس نے چاند دیکھا ہے، اسے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لایا گیا، تو آپ نے دریافت کیا: کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے، اور میں اللہ کے رسول ہوں، اس نے عرض کی: جی ہاں، اس نے اس بات کی بھی گواہی دی کہ اس نے چاند دیکھا ہے، تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا انہوں نے لوگوں میں یہ اعلان کیا کہ وہ نماز تراویح پڑھیں اور (اگلے دن) روزہ بھی رکھیں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) بہت سے لوگوں نے یہ روایت عکرمہ کے حوالے سے مرسل روایت کے طور پر نقل کی ہے، انہوں نے اس میں تراویح ادا کرنے کا ذکر نہیں کیا، صرف حماد بن سلمہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔

2342 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ السَّمَرْقَنْدِيُّ، وَأَنَا لِحَدِيثِهِ أَتْقَنُ قَالَا: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ هُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَالِمٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: تَرَاءَى النَّاسُ الْهِلَالَ، فَأَخْبَرْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنِّي رَأَيْتُهُ فَصَامَهُ، وَأَمَرَ النَّاسَ بِصِيَامِهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: لوگوں نے پہلی کا چاند دیکھنے کی کوشش کی میں نے نبی اکرم ﷺ کو بتایا کہ میں نے اسے دیکھ لیا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا کہا۔

اکیلے شخص کی گواہی کے عدم قبولیت میں صورت میں اسے روزے کا حکم

اور اگر کسی شخص نے اکیلے رمضان کا چاند دیکھا تو یہ شخص خود روزہ رکھے۔ خواہ امام نے اس کی گواہی قبول نہ کیا ہو۔ تو وہ آدمی خود روزہ رکھے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ افطار کرو۔ حالانکہ وہ شخص ظاہری حالت کے ساتھ چاند کو دیکھ چکا ہے۔ اگر اس شخص نے روزہ نہ رکھا تو اس پر اس روزے کی قضاء واجب ہوگی اس پر کفارہ نہ ہو

گا۔ جبکہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ اس پر کفارہ بھی واجب ہوگا۔ جبکہ اس نے افطار جماع کے ساتھ کیا ہو۔ کیونکہ جماع کے ساتھ اس کا روزہ توڑنا یہ اسی طرح ہے جس طرح اس نے رمضان میں حقیقی معنوں میں روزے کو توڑا ہے۔ کیونکہ حقیقت میں اسے رمضان کا یقین ہے اور حکمی طور بھی کیونکہ اس پر روزے کی قضاء واجب ہے۔ جبکہ ہماری دلیل کے مطابق قاضی نے اس شخص کی دلیل کو شرعی دلیل کے مطابق رد کیا ہے اور شرعی دلیل اس کے لئے غلطی کی تہمت ہے۔ لہذا اس طرح ایک شبہ پیدا ہوا جس کی وجہ سے کفارہ ساقط ہو گیا کیونکہ کفارات شبہات کی وجہ سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ (قاعدہ فقہیہ) اور اگر اس نے امام کی تردید سے پہلے روزے کو توڑ دیا تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ اگر اس آدمی نے تیس روزے مکمل کیے ہیں تو افطار نہ کرے ہاں البتہ جب وہ امام کے ساتھ ہو۔ کیونکہ پہلے روزے کا وجوب اس پر صرف احتیاط کی دلیل پر مبنی تھا۔ اور اس کے بعد جو احتیاط ہے وہ تاخیر افطار کی وجہ سے ہے۔ اور اگر اس نے افطار کیا تو اس پر کفارہ واجب نہ ہوگا۔ اسی حقیقت پر قیاس کرتے ہوئے جو اس کے ہاں ثابت ہے۔ (ہدایہ، کتاب صوم، لاہور)

رؤیت ہلال میں ایک مستور الحال کی گواہی کی قبولیت کا بیان

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کافی حاکم جس میں امام محمد کا تمام کلام، کتب ظاہر الروایۃ کا جمع فرمادیا ہے یوں ہے کہ رمضان میں ایک مسلمان مرد یا عورت عادل یا مستور الحال کی گواہی مقبول ہے جبکہ یہ گواہی دے کہ اس نے جنگل میں دیکھا یا شہر میں دیکھا اور کوئی سبب ایسا تھا جس کے باعث اوروں کو نظر نہ آیا۔

اور ان دونوں روایتوں میں منافات نہیں اس لیے کہ جماعت عظیم کی شرط وہاں ہے کہ گواہ شہر میں غیر مکان بلند پر ہو تو یہ پچھلی روایت اُس پہلی کے اطلاق کی قید بتاتی ہے اور اس پر دلیل یہ کہ پہلی میں ایک کی گواہی نہ ماننے کی وجہ یہ فرمائی کہ تنہا اُس کا دیکھنا غلطی میں ظاہر ہے اور اُس پچھلی صورت یعنی جبکہ وُہ جنگل میں یا بلند مکان پر تھا وہ رَد کی وجہ نہ پائی گئی اس لیے محیط میں فرمایا کہ اس حالت میں تنہا اُس کا دیکھنا خلاف ظاہر نہ ہوگا۔ (ردالمحتار، ج ۲، ص ۱۰۱، مصطفی البابی مصر)

بحر الرائق میں فرمایا کہ جب لوگ چاند دیکھنے میں کاہلی کریں تو اس روایت پر عمل چاہئے کہ دو گواہ کافی ہیں کہ اب وُہ وجہ نہ رہی کہ سب چاند دیکھنے میں مصروف تھے اور مطلع صاف تھا تو فقط انہی دو کو نظر آنا بعید از قیاس ہے، اور ولوالجیہ وظہیریہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ظاہر الروایۃ میں صرف تعدد گواہان کی شرط ہے اور تعدد دو سے بھی ہو گیا۔ اور ہمارے زمانے میں لوگوں کا کسل آنکھوں دیکھا ہے تو دو کی گواہی کو یہ نہ کہیں گے کہ جمہور کے خلاف انہی کو کیسے نظر آ گیا جس سے گواہ کی غلطی ظاہر ہو تو ظاہر الروایۃ کی وجہ نہ رہی تو اس دوسری روایت پر فتویٰ دینا لازم ہُوا۔ (ردالمحتار، ج ۲، ص ۱۰۱، مصطفی البابی مصر)

عادل، مستور اور فاسق کی تعریفات وفقہی احکام

لوگ تین قسم ہیں: (۱) عادل (۲) مستور (۳) فاسق عادل وُہ مرتکب کبیرہ عمداً یا خفیف عمد الحرکات نہ ہو۔

قلت مرتکب کبیرہ نہ ہوا تو اول ارتکاب کبیرہ میں اصرار صغیرہ بھی آ گیا کہ صغیرہ اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے۔ (رہا علماء کا یہ قول کہ کبائر کا ترک اور صغائر پر اصرار ارائج تو اس سے مراد وضاحت ہے نہ کہ تکمیل تعریف، جیسا کہ مخفی نہیں۔ قلت خفیف الحرکات نہ ہو

جیسے بازار میں کھاتے پھرنا یا شارعِ عام چلتے پر راہ میں پیشاب کو بیٹھنا اور مستور پر پوشیدہ حال جس کی کوئی بات مسقطِ شہادت معلوم نہیں۔ اور فاسق جو ظاہر اُبد افعال ہے۔

عادل کی گواہی ہر جگہ مقبول ہے اور مستور کی ہلالِ رمضان میں، اور فاسق کی کہیں نہیں۔ پر بعض روایات کے بعض الفاظ بظاہر اس طرف جاتے ہیں کہ رمضان میں فاسق کی شہادت بھی سُن لیں۔ ممکن ہے کہ اُس شہر کا حاکمِ شرع یہی خیال رکھتا ہو، اگر چہ محققین نے اِسے رَد کر دیا۔ تو جس فاسق کو معلوم ہو کہ یہاں کے حاکم کا یہ مسلک ہے اس پر بیشک گواہی دینی واجب ہوگی ورنہ نہیں، اور رمضان میں جبکہ عادل و مستور کا ایک حکم ہے، تو اس وجوب میں بھی یکساں رہیں گے۔ رہا عادل، جب وُہ دائم المقبول ہے تو اُس پر وجوب بھی مطلقا ہے یعنی رمضان ہو خواہ عید الفطر خواہ عید الاضحیٰ۔

عادل پر لازم ہے کہ اس نے جس رات چاند دیکھا ہے اسی رات حاکم کے پاس گواہی دے تا کہ لوگ صبح کو بے روزہ نہ اُٹھیں، اور یہ گواہی فرض عین ہے۔ (مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، ۵۸۰ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

کفارات شبہات کی وجہ سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ (قاعدہ فقہیہ)

اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ جب کسی حکم کے کفارے کے ثبوت میں دلیل پیش کی جائے تو اس میں شک پیدا ہو جائے تو وہ کفارہ ساقط ہو جائے گا۔ اور یہ قاعدہ اس مسئلہ میں حدود کی طرح ہے یعنی جس طرح حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں اسی طرح کفارے بھی شبہات سے ساقط ہو جاتے ہیں۔

ایک عورت نفاس میں مبتلا ہو گئی تو اس کے ذمہ سے کفارہ ساقط ہو جائے گا، اسی طرح اگر کوئی شخص اس دن کسی ایسے مرض اور ایسی تکلیف میں مبتلا ہو گیا جس میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور یہ کہ وہ مرض و تکلیف قدرتی ہو تو کفارہ ساقط ہو جائے گا۔ قدرتی کی قید اس لیے ہے کہ فرض کیجئے کسی شخص نے قصداً روزہ توڑ ڈالا اور پھر اپنے آپ کو اس طرح زخمی کر لیا کہ اس حالت میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے یا اپنے آپ کو چھت یا پہاڑ سے گرا لیا تو ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں وہ تکلیف اور مرض اس کا خود اپنا پیدا کیا ہوا ہوگا۔

ایسی صورت میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں بعض حضرات تو کہتے ہیں کہ اس صورت میں کفارہ ساقط ہو جائے گا جب کہ دوسرے حضرات کا قول ہے کہ کفارہ ساقط نہیں ہوگا اور کمال کے قول کے مطابق مختار اور زیادہ صحیح یہی ہے کہ کفارہ ساقط نہیں ہوتا۔ جمع العلوم میں منقول ہے کہ اگر کسی شخص نے زیادہ چلنے یا کوئی کام کرنے کی وجہ سے اپنے آپ کو تکلیف و مشقت میں مبتلا کیا یہاں تک کہ اسے بہت زیادہ اور شدید پیاس لگی اور اس نے روزہ توڑ ڈالا تو اس پر کفارہ لازم ہوگا لیکن بعض حضرات کہتے ہیں کہ کفارہ لازم نہیں ہوگا اور اسی قول کو بقائی رحمہ اللہ نے بھی اختیار کیا ہے جیسا کہ تاتارخانیہ میں منقول ہے۔

مطلع کے عدم صاف ہونے میں شہادت وحدہ میں فقہ حنفی کا بیان

امام احمد رضا بریلوی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ خود شہادت رؤیت یعنی چاند دیکھنے والے کی گواہی، ہلال رمضان مبارک کے لیے ایک ہی مسلمان عاقل، بالغ، غیر فاسق کا مجرد بیان کافی ہے کہ میں نے اس رمضان شریف کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اگر چہ کنیز ہو اگر چہ مستور الحال ہو، جس کی عدالت باطنی معلوم نہیں، ظاہر حال پابندِ شرع ہے اگر چہ اس کا یہ بیان مجلسِ قضاء میں نہ ہو، اگر

کہ گواہی دیتا ہوں نہ کہے، نہ دیکھنے کی کیفیت بیان کرے کہ کہاں سے دیکھا کدھر کو تھا کتنا اونچا تھا وغیر ذٰلک۔ یہ اس صورت میں ہے کہ شعبان کو مطلع صاف نہ ہو، چاند کی جگہ ابر یا غبار ہو، اور بحال صفائی مطلع اگر ویسا ایک شخص جنگل سے آیا یا بلند مکان پر تھا تو بھی ایک ہی کا بیان کافی ہوجائے گا۔

ورنہ دیکھیں گے کہ وہاں کے مسلمان چاند دیکھنے میں کوشش رکھتے ہیں، بکثرت لوگ متوجہ ہوتے ہیں یا کاہل ہیں دیکھنے کی پروا نہیں، بے پروائی کی صورت میں کم سے کم دو درکار ہوں گے اگرچہ مستور الحال ہوں، ورنہ ایک جماعتِ عظیم چاہئے کہ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرے جس کے بیان سے خوب غلبہ ظن حاصل ہوجائے کہ ضرور چاند ہُوا اگرچہ غلام یا کھلے فساق ہوں، اوراگر کثرت حدِ تواتر کو پہنچ جائے کہ عقل اتنے شخصوں کا غلط خبر پر اتفاق محال جانے تو ایسی خبر مسلم و کافر سب کی متقبول ہے۔ باقی گیارہ ہلالوں کے واسطے مطلقاً ہر حال میں ضرور ہے کہ دو مرد عادل یا ایک مرد دو عورتیں عادل آزاد جن کا ظاہری و باطنی حال تحقیق ہو کہ پابند شرع ہیں، قاضی شرع کے حضور لفظ اشھد گواہی دیں یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اس مہینے کا ہلال فلاں دن کی شام کو دیکھا اور جہاں قاضی شرع نہ ہو تو مفتی اسلام اس کا قائم مقام ہے جبکہ تمام اہل شہر سے علم فقہ میں زائد ہو اُس کے حضور گواہی دیں اور اگر کہیں قاضی و مفتی کوئی نہ ہو تو مجبوری کو اور مسلمانوں کے سامنے ایسے عادل دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کا بیان بے لفظ اشھد بھی کافی سمجھا جائے گا، ان گیارہ ہلالوں میں ہمیشہ یہی حکم ہے مگر عیدین میں اگر مطلع صاف ہو اور مسلمان رویت ہلال میں کاہلی نہ کرتے ہوں اور وہ دو گواہ جنگل یا بلندی سے نہ آئے ہوں تو اس صورت میں وہی جماعتِ عظیم درکار ہے۔

اسی طرح جہاں اور کسی چاند مثلاً ہلال محرم کا عام مسلمان پورا اہتمام کرتے ہوں تو بحالتِ صفائی مطلع جبکہ شاہدین جنگل یا بلندی سے نہ آئیں تو ظاہراً جماعت عظیم ہی چاہئے کہ جس وجہ سے اُس کا ایجاب رمضان و عیدین میں کیا گیا تھا یہاں بھی حاصل ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۰، ص، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

ہلال رمضان کے نصابِ شہادت میں فقہی بیان

جمہور ائمہ کا قول ہے کہ رمضان کے بارے میں ایک عادل مسلمان کی شہادت کافی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی شہادت پر روزہ رکھا اور دوسروں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ نیز ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ فأخبرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم أنی رأیته فصام و أمر الناس بصیامه (ابوداؤد)

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے تو آپ نے روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ اس حدیث کو ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر بیان کیا کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا: کیا تو کلمہ توحید اور رسالت کی شہادت دیتا ہے۔ اس نے اعتراف کیا، آپ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ وہ اعلان کرے کہ لوگ روزہ رکھیں۔ (بیہقی)

اس حدیث کو ابن حبان اور ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے۔ ہر دو احادیث سے ظاہر ہے کہ رمضان کے بارے میں ایک مسلمان

عادل کی شہادت کافی ہے۔امام نووی نے بھی اس کی صحت کا اعتراف کیا ہے۔

ہلال عید کی شہادت میں مذاہب اربعہ

ہلال عید کی شہادت کے لئے کم از کم دو گواہوں کی ضرورت ہے۔ چنانچہ آخر رمضان میں ہلال عید کے متعلق جھگڑا ہوا۔ دو اعرابی آئے اور انہوں نے شہادت دی کہ بخدا ہم نے کل عید کا چاند دیکھا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ روزہ افطار کرلیں اور صبح عیدگاہ کی طرف نکلیں۔

عید کے بارے میں کوئی ایسی صحیح حدیث نہیں جس میں ایک شہادت کا ذکر ہو۔نصاب شہادت رمضان کے بارے میں اعتراض: امام مالک ،لیث ،اوزاعی ،ثوری اور امام شافعی سے مروی (ایک قول میں) ہے کہ ہلال رمضان کے لئے ایک شہادت کافی نہیں بلکہ دو کی شہادت کا اعتبار ہوگا۔ان ائمہ نے اپنے موقف کے بارے میں جو احادیث بیان کی ہیں، ان میں سے ایک وہ حدیث ہے جو عبدالرحمن بن زید سے مروی ہے۔الفاظ یہ ہیں۔

فان شهد شاهدان مسلمان فصوموا وافطروا (مسند احمد) اگر دو مسلمان شہادت دیں تو روزہ رکھو اور افطار کرو دوسری حدیث وہ ہے جو امیر مکہ حارث بن حاطب سے مروی ہے۔اس کے الفاظ حسب ذیل ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

فان لم نره وشهد شاهدا عدل نسكنا بشهادتهما (ابو داود)

اگر ہم چاند نہ دیکھ پائیں اور دو عادل گواہ شہادت دے دیں تو ان کی شہادت پر شرعی احکام یعنی روزہ رعید ادا کریں گے اور دار قطنی نے روایت کرکے اس کی سند کو متصل صحیح کہا۔ (منتقی)

بظاہر ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہلال رمضان کے لئے بھی کم از کم دو گواہ ہوں۔جن احادیث میں ایک گواہ کا ذکر ہے، ان میں دوسرے گواہ کی نفی نہیں ہے۔اس بات کا احتمال ہے کہ اس سے پہلے کسی دوسرے شخص سے بھی رویت ہلال کا علم ہوگیا ہو۔

اس اعتراض کا ابن مبارک اور امام احمد بن حنبل نے یہ جواب دیا ہے کہ جن احادیث میں دو گواہوں کی تصریح ہے، ان سے زیادہ سے زیادہ ایک شہادت سے ممانعت بالمفہوم ثابت ہوتی ہے۔مگر ابن عمر اور ابن عباس ہر دو کی احادیث میں ایک شہادت کی قبولیت کا بالمنطوق بیان ہے اور مسلمہ اصول ہے کہ دلالت مفہوم سے دلالت منطوق راجح ہے۔اس لئے یہی قول درست ہے کہ رویت ہلال کے بارے میں ایک مسلمان عادل کی شہادت کافی ہے۔

پھر یہ احتمال پیدا کرنا کہ کسی دوسرے شخص سے رویت ہلال کا علم ہوگیا ہو، شریعت کے بیشتر احکام کو معطل کر دینے کے مترادف ہے۔البتہ عبدالرحمن اور امیر مکہ کی احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہلال عید کے لئے بہر حال کم از کم دو گواہوں کی ضرورت ہے۔

صاف مطلع کی صورت شہادت جماعت میں احناف کا موقف

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔کہ جب ابر و غبار کی حالت میں ہلال رمضان کے لیے ایک عادل یا مستور

الحال کی خبر کافی ہے اگرچہ غلام یا عورت ہو رؤیت کی کیفیت بیان کرے خواہ نہ کرے، دعوٰی یا لفظ اشہد یا حکم یا مجلس قاضی کسی کی شرط نہیں مگر فاسق کا بیان بالاتفاق مردود ہے اور عید کے لیے بحال ناصافی مطلع عدالت کے ساتھ دومرد یا ایک مرد دوعورت کی گواہی بلفظ اشہد ضرور ہے اور اگر ایسے شہر میں ہوں جہاں کوئی حاکم اسلام نہیں تو بوجہ ضرورت بحال ابروغبار ایک ثقہ شخص کے بیان پر روزہ رکھیں اور دو عادلوں کی خبر پر عید کرلیں، اور جب ابروغبار نہ ہو تو ایسی بڑی جماعت کی خبر مقبول ہوگی جس سے ظنِ غالب حاصل ہوجائے اور امام سے مروی ہوا کہ دو گواہ کافی ہیں اور اسی کو بحر الرائق میں اختیار کیا، اور کتاب الاقضیہ میں فرمایا صحیح یہ ہے کہ ایک بھی کافی ہے اگر جنگل سے آئے یا بلند مکان پر تھا اور اسی کو امام ظہیر الدین نے اختیار فرمایا اور ذی الحجہ اور باقی نو مہینوں کے چاند کا وہی حکم ہے جو ہلالِ عید الفطر کا۔ (درمختار، ج۲، ص۱۴۸، مطبع مجتبائی دہلی)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ جب آسمان صاف ہو تو ہلالِ روزہ وعید کے قبول کو جماعتِ عظیم کی خبر شرط ہے اس لیے کہ بڑی جماعت کہ وہ بھی چاند دیکھنے میں مصروف تھی اُس میں صرف دو ایک شخص کو نظر آنا حالانکہ مطلع صاف ہے ان دو ایک کی خطا میں ظاہر ہے، ایسا ہی بحر الرائق میں ہے اور جماعت عظیم میں عدالت شرط نہیں، ایسا ہی امداد الفتاح میں ہے، نہ آزادی شرط ہے ایسا ہی قہستانی میں ہے۔ (ردالمحتار، ج۲، ص۱۰۰، مطبوعہ مصر)

بَابٌ فِي تَوْكِيدِ السُّحُورِ

باب: سحری کرنے کی تاکید

2343 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مُوسَى بْنِ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي قَيْسٍ مَوْلَى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ فَصْلَ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَكْلَةُ السَّحَرِ

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"ہمارے روزہ رکھنے (کے طریقے) اور اہل کتاب کے روزہ رکھنے میں فرق، سحری کھانا ہے"

بَابُ مَنْ سَمَّى السَّحُورَ الْغَدَاءَ

باب: جس نے سحری کو "ناشتہ" کا نام دیا

2344 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ النَّاقِدُ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ الْخَيَّاطُ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ سَيْفٍ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي رُهْمٍ، عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ: دَعَانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى السَّحُورِ فِي رَمَضَانَ فَقَالَ: هَلُمَّ إِلَى الْغَدَاءِ الْمُبَارَكِ

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رمضان میں سحری کھانے کے لیے بلایا اور فرمایا: مبارک ناشتے کی طرف آجاؤ۔

2345 - حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْوَزِيرِ أَبُو الْمُطَرِّفِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى، عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: نِعْمَ سَحُورُ الْمُؤْمِنِ التَّمْرُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''مومن کی بہترین سحری، کھجور ہے''

بَابُ وَقْتِ السُّحُورِ

باب: سحری کا وقت

2346 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَوَادَةَ الْقُشَيْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، سَمِعْتُ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ يَخْطُبُ، وَهُوَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَمْنَعَنَّ مِنْ سُحُورِكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ، وَلَا بَيَاضُ الْأُفُقِ الَّذِي هَكَذَا حَتَّى يَسْتَطِيرَ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے یہ بات بیان کی: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''بلال کی اذان اور افق میں اس طرح پھیلنے والی سفیدی، تمہیں سحری سے نہ روکے، جب تک وہ چوڑائی کی سمت میں پھیلنے نہیں لگتی''

2347 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ التَّيْمِيِّ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدَكُمْ أَذَانُ بِلَالٍ مِنْ سُحُورِهِ، فَإِنَّهُ يُؤَذِّنُ - أَوْ قَالَ: يُنَادِي - لِيَرْجِعَ قَائِمُكُمْ، وَيَنْتَبِهَ نَائِمُكُمْ، وَلَيْسَ الْفَجْرُ أَنْ يَقُولَ هَكَذَا قَالَ مُسَدَّدٌ وَجَمَعَ يَحْيَى كَفَّيْهِ حَتَّى يَقُولَ هَكَذَا، وَمَدَّ يَحْيَى بِأُصْبُعَيْهِ السَّبَّابَتَيْنِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''بلال کی اذان کسی شخص کو سحری کرنے سے نہ روکے، کیونکہ وہ اس لیے اذان دیتا ہے تاکہ نوافل ادا کرنے والا (گھر) واپس چلا جائے اور سویا ہوا شخص بیدار ہو جائے، صبح صادق اس طرح نہیں ہوتی''

مسدد نامی راوی کہتے ہیں: یحییٰ نامی راوی نے اپنی ہتھیلی کو ملایا (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) جب تک وہ اس طرح نہیں ہو جاتی۔

(راوی کہتے ہیں) پھر یحییٰ نے اپنی انگلیوں کو پھیلایا (اور کر کے دکھایا کہ یوں ہوتی ہے)

2348 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا مُلَازِمُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ النُّعْمَانِ، حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ طَلْقٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُوا وَاشْرَبُوا، وَلَا يَهِيدَنَّكُمُ السَّاطِعُ الْمُصْعِدُ، فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَعْتَرِضَ لَكُمُ الْأَحْمَرُ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: هٰذَا مِمَّا تَفَرَّدَ بِهٖ اَهْلُ الْيَمَامَةِ

❀❀ قیس بن طلق اپنے والد کا یہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"تم (سحری کے وقت) کھاتے پیتے رہو اور اوپر کی طرف جانے والی سفیدی تمہیں نہ روکے، تم اس وقت تک کھاتے پیتے رہو، جب تک سرخی چوڑائی کی سمت میں نہیں پھیلنے لگتی"

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس روایت کو نقل کرنے میں اہل یمامہ منفرد ہیں۔

2349 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ، ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ اِدْرِيسَ الْمَعْنَى، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ: (حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ) (البقرة: 187) مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ قَالَ: اَخَذْتُ عِقَالًا اَبْيَضَ وَعِقَالًا اَسْوَدَ فَوَضَعْتُهُمَا تَحْتَ وِسَادَتِي فَنَظَرْتُ فَلَمْ اَتَبَيَّنْ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَضَحِكَ فَقَالَ: اِنَّ وِسَادَكَ لَعَرِيضٌ طَوِيلٌ، اِنَّمَا هُوَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ، وَقَالَ عُثْمَانُ: اِنَّمَا هُوَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ

❀❀ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی۔

"جب تک سفید دھاگہ، سیاہ دھاگے کے مقابلے میں تمہارے سامنے واضح نہیں ہو جاتا"

حضرت عدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے ایک سفید دھاگہ لیا اور ایک سیاہ دھاگہ لیا، میں نے ان دونوں کو اپنے تکیے کے نیچے رکھ لیا، میں نے ان کا جائزہ لیا، تو وہ میرے سامنے واضح نہیں ہوئے (اگلے دن) میں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ مسکرا دیے اور ارشاد فرمایا: پھر تو تمہارا تکیہ بڑا لمبا اور چوڑا ہے، اس سے مراد رات اور دن ہے"

عثمان نامی راوی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: (اس سے مراد) رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے۔

سحری کے وقت سفیدی کے ظاہر ہونے میں فقہی مذاہب

حافظ عماد الدین ابن کثیر لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب من الفجر کا لفظ نہیں اترا تھا تو چند لوگوں نے اپنے پاؤں میں سفید اور سیاہ دھاگے باندھ لئے اور جب تک ان کی سفیدی اور سیاہی میں تمیز نہ ہوئی کھاتے پیتے رہے اس کے بعد یہ لفظ اترا اور معلوم ہو گیا کہ اس سے مراد رات سے دن ہے۔

مسند احمد میں ہے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دو دھاگے (سیاہ اور سفید) اپنے تکیے تلے رکھ لئے اور جب تک ان کے رنگ میں تمیز نہ ہوئی تب تک کھاتا پیتا رہا صبح کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تیرا تکیہ بڑا لمبا چوڑا نکلا اس سے مراد تو صبح کی سفیدی کا رات کی سیاہی سے ظاہر ہونا ہے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے، مطلب حضور

2349- اسنادہ صحیح۔ مسدد: ھو ابن مسرھد الاسدی، وابن ادریس: ھو عبد اللہ الاودی، وحصین: ھو ابن عبد الرحمن السلمی، والشعبی: ھو عامر بن شراحیل۔ واخرجہ البخاری (1916) و (4509)، ومسلم (1090)، والترمذی (3208) من طرق عن حصین، بھذا الاسناد۔ واخرجہ البخاری (4510)، والترمذی (3209) و (3210)، والنسائی فی "الکبری" (2490) و (10954) من طریقین عن الشعبی، بہ۔ وھو فی "مسند احمد" (19370)، و "صحیح ابن حبان" (3462) و (3463).

صلی اللہ علیہ وسلم کے امر قول کا یہ ہے کہ آیت میں تو دھاگوں سے مراد دن کی سفیدی اور رات کی تاریکی ہے اگر تیرے تکیہ تلے یہ دونوں آ جاتی ہوں تو گویا اس کی لمبائی مشرق و مغرب تک کی ہے،

صحیح بخاری میں یہ تفسیر بھی روایتاً موجود ہے، بعض روایتوں میں یہ لفظ بھی ہے کہ پھر تو تو بڑی لمبی چوڑی گردن والا ہے، بعض لوگوں نے اس کے معنی بیان کئے ہیں کہ کند ذہن ہے لیکن یہ معنی غلط ہیں، بلکہ مطلب دونوں جملوں کا ایک ہی ہے کیونکہ جب تکیہ اتنا بڑا ہے تو گردن بھی اتنی بڑی ہی ہوگی واللہ اعلم۔

بخاری شریف میں حضرت عدی کا اسی طرح کا سوال اور آپ کا اسی طرح کا جواب تفصیل وار یہی ہے، آیت کے ان الفاظ سے سحری کھانے کا مستحب ہونا بھی ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ اللہ کی رخصتوں پر عمل کرنا اسے پسند ہے، حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ سحری کھایا کرو اس میں برکت ہے۔ (بخاری ومسلم)

ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کھانے ہی کا فرق ہے۔ (مسلم) سحری کا کھانا برکت ہے اسے نہ چھوڑو اگر کچھ نہ ملے تو پانی کا گھونٹ ہی سہی اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔ (مسند احمد)

اسی طرح کی اور بھی بہت سے حدیثیں ہیں سحری کو دیر کر کے کھانا چاہئے ایسے وقت کہ فراغت کے کچھ ہی دیر بعد صبح صادق ہو جائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سحری کھاتے ہی نماز کے لئے کھڑے ہو جایا کرتے تھے اذان اور سحری کے درمیان اتنا ہی فرق ہوتا تھا کہ پچاس آیتیں پڑھ لی جائیں۔ (بخاری ومسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تک میری امت افطار میں جلدی کرے اور سحری میں تاخیر کرے تب تک بھلائی میں رہے گی۔ (مسند احمد)

یہ بھی حدیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام غذائے مبارک رکھا ہے، مسند احمد وغیرہ کی حدیث میں ہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی ایسے وقت کہ گویا سورج طلوع ہونے والا ہی تھا لیکن اس میں ایک راوی عاصم بن ابو نجود منفرد ہیں اور مراد اس سے دن کی نزدیکی ہے جیسے فرمان باری تعالیٰ فاذا بلغن اجلھن الخ یعنی جب وہ عورتیں اپنے وقتوں کو پہنچ جائیں مراد یہ ہے کہ جب عدت کا زمانہ ختم ہو جانے کے قریب ہو یہی مراد یہاں اس حدیث سے بھی ہے کہ انہوں نے سحری کھائی اور صبح صادق ہو جانے کا یقین نہ تھا بلکہ ایسا وقت تھا کہ کوئی کہتا تھا ہوگئی کوئی کہتا تھا نہیں ہوئی کہ اکثر اصحاب رسول اللہ کا دیر سے سحری کھانا اور آخری وقت تک کھاتے رہنا ثابت ہے۔

جیسے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، ابن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت ابو ہریرہ حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین کی بھی ایک بہت بڑی جماعت سے صبح صادق طلوع ہونے کے بالکل قریب تک ہی سحری کھانا مروی ہے، جیسے محمد بن علی بن حسین، ابومجلز، ابراہیم نخعی، ابوالضحیٰ، ابووائل وغیرہ، شاگردان ابن مسعود، عطا، حسن، حاکم بن عیینہ، مجاہد، عروہ بن زبیر، ابوالشعثاء، جابر بن زیاد، اعمش اور جابر بن رشد کا ہے۔

ابن جریر نے اپنی تفسیر میں بعض لوگوں سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ سورج کے طلوع ہونے تک کھانا پینا جائز ہے جیسے غروب ہوتے ہی افطار کرنا، لیکن یہ قول کوئی اہل علم قبول نہیں کر سکتا کیونکہ نص قرآن کے خلاف ہے قرآن میں خیط کا لفظ موجود ہے، بخاری

وسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سن کر تم سحری سے نہ رک جایا کرو وہ رات باقی ہوتی ہے اذان دے دیا کرتے ہیں تم کھاتے پیتے رہو جب تک حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی اذان نہ سن لو وہ اذان نہیں کہتے جب تک فجر طلوع نہ ہو جائے۔

مسند احمد میں حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ فجر نہیں جو آسمان کے کناروں میں لمبی پھیلتی ہے بلکہ وہ جو سرخی والی اور کنارے کنارے ظاہر ہونے والی ہوتی ہے ترمذی میں بھی یہ روایت ہے اس میں ہے کہ اس پہلی فجر کو جو طلوع ہو کر اوپر کو چڑھتی ہے دیکھ کر کھانے پینے سے نہ رکو بلکہ کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ سرخ دھاری پیش ہو جائے،

ایک اور حدیث میں صبح کاذب اور اذان بلال کو ایک ساتھ بھی بیان فرمایا ہے ایک اور روایت میں صبح کاذب کو صبح کی سفیدی کے ستون کی مانند بتایا ہے، دوسری روایت میں اس پہلی اذان کو جس کے موذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے یہ وجہ بیان کی ہے کہ وہ سوتوں کو جگانے اور نماز تہجد پڑھنے والوں اور قضا لوٹانے کے لئے ہوتی، فجر اس طرح نہیں ہے جب تک اس طرح نہ ہو (یعنی آسمان میں اونچی چڑھنے والی نہیں بلکہ کناروں میں دھاری کی طرح ظاہر ہونے والی۔ ایک مرسل حدیث میں ہے کہ فجر دو ہیں ایک تو بھیڑیے کی دم کی طرح ہے اس سے روزے دار پر کوئی چیز حرام نہیں ہوتی ہاں وہ فجر جو کناروں میں ظاہر ہو وہ صبح کی نماز اور روزے دار کا کھانا موقوف کرنے کا وقت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جو سفیدی آسمان کے نیچے سے اوپر کو چڑھتی ہے اسے نماز کی حلت اور روزے کی حرمت سے کوئی سروکار نہیں لیکن فجر جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر چمکنے لگتی ہے وہ کھانا پینا حرام کرتی ہے۔ حضرت عطا سے مروی ہے کہ آسمان میں لمبی لمبی چڑھنے والی روشنی نہ تو روزہ رکھنے والے پر کھانا پینا حرام کرتی ہے نہ اس سے نماز کا وقت آیا ہوا معلوم ہو سکتا ہے نہ حج فوت ہوتا ہے لیکن جو صبح پہاڑوں کی چوٹیوں پر پھیل جاتی ہے یہ وہ صبح ہے روزہ دار کے لئے سب چیزیں حرام کر دیتی ہے اور نمازی کو نماز حلال کر دیتی ہے اور حج فوت ہو جاتا ہے ان دونوں روایتوں کی سند صحیح ہے اور بہت سے سلف سے منقول ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ (تفسیر ابن کثیر، البقرۃ، ۱۸۷)

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَسْمَعُ النِّدَاءَ وَالْإِنَاءُ عَلَى يَدِهِ

باب: آدمی کا (سحری کے وقت) اذان کی آواز سننا، جبکہ (کھانے کا) برتن اس کے ہاتھ میں ہو۔

2350 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا سَمِعَ أَحَدُكُمُ النِّدَاءَ وَالْإِنَاءُ عَلَى يَدِهِ، فَلَا يَضَعْهُ حَتَّى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ مِنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کوئی شخص اذان کی آواز سنے اور برتن اس وقت اس کے ہاتھ میں ہو، تو وہ اسے رکھے نہیں، جب تک وہ اس سے اپنی ضرورت کو پورا نہیں کر لیتا''

بَابُ وَقْتِ فِطْرِ الصَّائِمِ

باب: روزہ دار کا افطاری کرنے کا وقت

2351 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ هِشَامٍ الْمَعْنَى، قَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا جَاءَ اللَّيْلُ مِنْ هَاهُنَا، وَذَهَبَ النَّهَارُ مِنْ هَاهُنَا. - زَادَ مُسَدَّدٌ - وَغَابَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ

❀❀ عاصم اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب رات اس طرف سے آ جائے اور دن اس طرف سے رخصت ہو جائے''

یہاں مسدد نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں

''سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار افطاری کر لے''

2352 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى يَقُولُ: سِرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ صَائِمٌ، فَلَمَّا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، قَالَ: يَا بِلَالُ، انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ أَمْسَيْتَ، قَالَ: انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ عَلَيْكَ نَهَارًا، قَالَ: انْزِلْ فَاجْدَحْ لَنَا، فَنَزَلَ فَجَدَحَ، فَشَرِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ هَاهُنَا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ، وَأَشَارَ بِأُصْبُعِهِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ

❀❀ حضرت عبداللہ بن ابواوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر کر رہے تھے، آپ نے روزہ رکھا ہوا تھا، جب سورج غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا: اے بلال! اترو اور ہمارے لیے ستو گھول دو، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر آپ شام ہو لینے دیں (تو یہ مناسب ہوگا) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اترو اور ہمارے لیے ستو گھول دو۔ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ابھی دن باقی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اترو اور ہمارے لیے ستو گھول دو، وہ اترے اور انہوں نے ستو گھول دیئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پی لیا اور ارشاد فرمایا:

''جب تم رات کو دیکھو کہ وہ اس طرف سے آ گئی ہے، تو روزہ دار روزہ کھول لے''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی کے ذریعے مشرق کی طرف اشارہ کر کے (یہ بات ارشاد فرمائی)

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنْ تَعْجِيلِ الْفِطْرِ

باب: جلدی افطاری کرنے کا مستحب ہونا

2353 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَزَالُ الدِّينُ ظَاهِرًا مَا عَجَّلَ النَّاسُ الْفِطْرَ، لِأَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى يُؤَخِّرُونَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''دین اس وقت تک غالب رہے گا، جب تک لوگ جلد افطاری کرتے رہیں گے، کیونکہ یہودی اور عیسائی اس میں تاخیر کرتے ہیں''

2354 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي عَطِيَّةَ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَا وَمَسْرُوقٌ، فَقُلْنَا: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، رَجُلَانِ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَحَدُهُمَا يُعَجِّلُ الْإِفْطَارَ، وَيُعَجِّلُ الصَّلَاةَ، وَالْآخَرُ يُؤَخِّرُ الْإِفْطَارَ، وَيُؤَخِّرُ الصَّلَاةَ، قَالَتْ: أَيُّهُمَا يُعَجِّلُ الْإِفْطَارَ، وَيُعَجِّلُ الصَّلَاةَ؟ قُلْنَا: عَبْدُ اللهِ، قَالَتْ: كَذَلِكَ كَانَ يَصْنَعُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابوعطیہ بیان کرتے ہیں: میں اور مسروق سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہم نے عرض کی اے ام المومنین! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے دو افراد ہیں، ان میں سے ایک صاحب افطاری جلد کر لیتے ہیں (اور مغرب) کی نماز بھی جلد ادا کر لیتے ہیں، جبکہ دوسرے صاحب افطاری ذرا تاخیر سے کرتے ہیں اور (مغرب کی) نماز بھی ذرا تاخیر سے ادا کرتے ہیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا: ان میں سے کون افطاری جلدی کرتا ہے اور نماز جلدی ادا کرتا ہے، انہوں نے عرض کی: حضرت عبداللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

بَابُ مَا يُفْطَرُ عَلَيْهِ

باب: کس چیز کے ذریعے افطاری کی جائے؟

2355 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ، عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ، عَنِ الرَّبَابِ، عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ، عَمِّهَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ صَائِمًا، فَلْيُفْطِرْ عَلَى التَّمْرِ، فَإِنْ لَمْ يَجِدِ التَّمْرَ، فَعَلَى الْمَاءِ فَإِنَّ الْمَاءَ طَهُورٌ

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کسی شخص کا روزہ ہو، تو اسے کھجور کے ذریعے افطاری کرنی چاہیے، اگر اسے کھجور نہیں ملتی، تو پانی کے ذریعے کر لے، کیونکہ پانی پاک کرنے والا ہے''

2356 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ عَلَى رُطَبَاتٍ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ، فَعَلَى تَمَرَاتٍ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَاءٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کرنے سے پہلے تازہ کھجوروں کے ذریعے

افطاری کرتے تھے، تازہ کھجوریں نہیں ہوتی تھیں تو آپ خشک کھجوروں کے ذریعے افطاری کر لیتے تھے، اگر وہ بھی نہیں ہوتی تھیں تو آپ ﷺ پانی کے چند گھونٹ بھر لیتے تھے۔

بَابُ الْقَوْلِ عِنْدَ الْإِفْطَارِ

باب: افطاری کے وقت پڑھی جانے والی دعا

2357 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى أَبُو مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ، أَخْبَرَنِي الْحُسَيْنُ بْنُ وَاقِدٍ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ يَعْنِي ابْنَ سَالِمٍ الْمُقَفَّعَ، قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقْبِضُ عَلَى لِحْيَتِهِ، فَيَقْطَعُ مَا زَادَ عَلَى الْكَفِّ وَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَفْطَرَ قَالَ: ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ، وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللهُ

❁❁ مروان بن سالم مقفع بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا، انہوں نے اپنی داڑھی کو مٹھی میں لیا اور جو بال مٹھی سے زائد تھے انہیں کاٹ دیا، انہوں نے یہ بات بیان کی نبی اکرم ﷺ جب افطاری کرتے تھے، تو یہ پڑھتے تھے:

"پیاس ختم ہوگئی، رگیں تر ہوگئیں، اور اگر اللہ نے چاہا، تو اجر ثابت ہوگیا"

2358 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ زُهْرَةَ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَفْطَرَ قَالَ: اللَّهُمَّ لَكَ صُمْتُ، وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ

❁❁ معاذ بن زہرہ بیان کرتے ہیں: ان تک یہ روایت پہنچی ہے، نبی اکرم ﷺ جب افطاری کرتے تھے تو یہ پڑھتے تھے:

"اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے رزق کے ذریعے افطاری کر رہا ہوں"

بَابُ الْفِطْرِ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ

باب: سورج غروب ہونے سے پہلے افطاری کر لینا

2359 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ: أَفْطَرْنَا يَوْمًا فِي رَمَضَانَ فِي غَيْمٍ، فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ، قَالَ أَبُو أُسَامَةَ: قُلْتُ لِهِشَامٍ: أُمِرُوا بِالْقَضَاءِ، قَالَ: وَبُدٌّ مِنْ ذَلِكَ

❁❁ سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ایک مرتبہ ہم نے بادل والے دن میں افطاری کر لی، پھر سورج نکل آیا۔

ابواسامہ راوی کہتے ہیں: میں نے ہشام سے دریافت کیا، کیا ان لوگوں کو قضاء کرنے کا حکم دیا گیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: یہ ضروری تھا۔

بَابٌ فِي الْوِصَالِ

باب: صوم وصال (کا حکم؟)

2360 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْوِصَالِ، قَالُوْا: فَاِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ: اِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ اِنِّي اُطْعَمُ وَاُسْقٰى

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال رکھنے سے منع کیا تو لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی صوم وصال رکھتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہاری طرح نہیں ہوں، مجھے کھلا بھی دیا جاتا ہے اور پلا بھی دیا جاتا ہے۔

2361 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ اَنَّ بَكْرَ بْنَ مُضَرَ حَدَّثَهُمْ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ اَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا تُوَاصِلُوْا، فَاَيُّكُمْ اَرَادَ اَنْ يُوَاصِلَ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرَ قَالُوْا: فَاِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ: اِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ، اِنَّ لِي مُطْعِمًا يُطْعِمُنِي وَسَاقِيًا يَسْقِيْنِي

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: تم لوگ صوم وصال نہ رکھو، تم میں سے جو شخص صوم وصال رکھنا چاہتا ہو، وہ سحری تک صوم وصال رکھ لے، لوگوں نے عرض کی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو صوم وصال رکھتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہاری طرح نہیں ہوں، مجھے کھلانے والا ہے، جو کھلا دیتا ہے اور پلانے والا ہے، جو پلا دیتا ہے۔

بَابُ الْغِيْبَةِ لِلصَّائِمِ

باب: روزہ دار کا غیبت کرنا

2362 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي ذِئْبٍ عَنِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ اَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَقَالَ اَحْمَدُ: فَهِمْتُ اِسْنَادَهُ مِنِ ابْنِ اَبِي ذِئْبٍ وَاَفْهَمَنِي الْحَدِيْثَ رَجُلٌ اِلٰى جَنْبِهِ اُرَاهُ ابْنَ اَخِيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص جھوٹی بات کہنا اور اس پر عمل کرنا ترک نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے''

احمد بن یونس نامی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے اس کی سند تو ابن ابوذئب سے سمجھی ہے، لیکن یہ حدیث مجھے ایک شخص نے سمجھائی تھی، جوان کے پہلو میں موجود تھا، جس کے بارے میں میرا خیال ہے، کہ وہ ان کا بھتیجا تھا۔

غیبت کے معنی ومفہوم کا بیان

غیبت" کے معنی ہیں پیٹھ پیچھے بدگوئی کرنا، یعنی کسی شخص کی عدم موجودگی میں اس کے متعلق ایسی باتیں کرنا کہ جس کو اگر وہ سنے تو ناپسند کرے۔"شتم" کے معنی ہیں گالی دینا یعنی کسی کو کوئی فحش بات کہنا بدزبانی کرنا برا بھلا کہنا اور کسی کو ایسے الفاظ کے ذریعہ یاد و مخاطب کرنا جو شریعت واخلاق اور تہذیب وشائستگی کے خلاف ہوں۔ بہرحال اس باب میں وہ احادیث نقل کی جائیں گی جن سے یہ واضح ہوگا کہ زبان کو ایسے الفاظ وکلام سے بچانا چاہیے جن کو زبان پر لانا شرعی، اخلاقی اور معاشرتی طور پر ناروا ہے، خصوصاً غیبت، گالم گلوچ اور بدزبانی وبدکلامی، نیز ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ ان چیزوں میں شرعی طور پر کیا برائی ہے اور ان کا ارتکاب کرنے والا شریعت واخلاق کی نظر میں کس کی نظر میں کس قدر ناپسندیدہ ہے۔

حفاظت زبان کا بیان

حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ اپنی اس چیز کی حفاظت کرے گا، جو اس کے دو کلوں کے درمیان ہے یعنی زبان اور دانت اور جو اس کے دونوں پاؤں کے درمیان ہے یعنی شرم گاہ تو میں اس کی جنت کی ضمانت لیتا ہوں۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 749)

زبان کی حفاظت کا مطلب تو یہ ہے کہ وہ اپنی زبان پر قابو حاصل کرے بایں طور کہ اس کو بے فائدہ الفاظ وکلام اور فحش گوئی وسخت کلامی سے محفوظ رکھے اور دانت کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ اس کو حرام چیزوں کے کھانے پینے میں ملوث نہ کرے اس طرح شرمگاہ کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ زنا جیسی برائی سے اجتناب کرے۔ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص مجھ سے اس بات کا عہد کرے اور عمل کے ذریعہ اس عہد کو پورا کرے گا وہ اپنی زبان کو فحش گوئی وبدکلامی سے محفوظ رکھے گا اپنے منہ کو حرام وناجائز کھانے پینے سے بچانے اور اپنی شرم گاہ کو حرام کاری سے محفوظ رکھنے پر پوری طرح عامل وکاربند رہے گا تو اس کے تئیں اس بات کا ضامن بنتا ہوں کہ وہ شروع میں ہی نجات یافتہ لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل کردیا جائے گا۔ اور وہاں کے درجات عالیہ کا مستحق قرار پائے گا۔ واضح رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دراصل حق تعالیٰ کی طرف سے ضمانت ہے کہ جس طرح وہ محض اپنے فضل سے بندوں کے رزق کا ضامن ہوا ہے اسی طرح اس نے پاکیزہ زندگی اختیار کرنے اور اعمال صالحہ پر جزاء دینے اور اپنے انعامات سے نوازنے کا بھی قوی وعدہ کیا ہے اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نائب ہیں اس کی طرف سے مذکورہ ضمانت لی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ جب بندہ اپنی زبان سے کوئی ایسی بات نکالتا ہے جس میں حق تعالیٰ کی خوشنودی ہوتی ہے تو اگرچہ بندہ اس بات کی اہمیت کو نہیں جانتا لیکن اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے اس کے درجات بلند کردیتا ہے یعنی اگرچہ وہ بندہ اپنی اس بات کی قدر واہمیت سے واقف نہیں ہوتا اور اس کو ایک نہایت سہل اور معمولی درجہ کی بات سمجھتا ہے مگر حق تعالیٰ کے نزدیک وہ بات بہت بلند پایہ اور بڑے مرتبہ کی ہوتی ہے اسی طرح جب بندہ

کوئی ایسی بات زبان سے نکالتا ہے جو حق تعالیٰ کی ناخوشی کا ذریعہ بن جاتی ہے تو اگرچہ وہ بندہ اس بات کی اہمیت کو نہیں جانتا یعنی وہ اس بات کو بہت معمولی سمجھتا ہے اور اس کو زبان سے نکالنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا لیکن حقیقت میں وہ بات نتیجے کے اعتبار سے اتنی ہیبت ناک ہوتی ہے کہ وہ بندہ اس کے سبب سے دوزخ میں گر پڑتا ہے۔ (بخاری) اور بخاری ومسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ اس کے سبب سے دوزخ میں اتنی دور سے گرتا ہے جو مشرق ومغرب کے درمیانی فاصلہ سے بھی زیادہ ہے یعنی وہ جہاں سے دوزخ میں گرے گا وہ دوزخ جس جگہ جا کر گریگا ان دونوں کے درمیان اتنا طویل فاصلہ ہے جتنا مشرق ومغرب کے درمیان بھی نہیں ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 750)

اس ارشاد گرامی کا حاصل اس بات پر متنبہ کرتا ہے کہ زبان پر ہر وقت قابو رکھو اور اس کے معاملہ کو کم اہم نہ سمجھو نیز اس حقیقت کو کسی بھی لمحہ نظر انداز نہ کرو اگر زبان پر احتیاط کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور یہ چھوٹی سی چیز تمہارے قابو سے باہر ہو گئی تو پھر تمہاری خیر نہیں چنانچہ اس حقیقت کو فرمایا گیا کہ بسا اوقات بندہ اپنی زبان سے کوئی بات نکالتا ہے اور اس کو اپنے نزدیک بہت معمولی درجہ کی بات سمجھتا ہے مگر درحقیقت ونتیجہ کے اعتبار سے اس بات کی اہمیت ہوتی کیا ہے؟ اس کو یوں سمجھو کہ اگر وہ بات حق ہوتی ہے اور اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ بنتی ہے تو وہی ذرا سی بات جنت میں اس کی بلندی کا سبب بن جاتی ہے اور اگر وہ بات کہیں ایسی ہوئی جو بری ہونے کی وجہ سے اللہ کی ناراضگی کا سبب بن گئی ہو تو بندے کے نزدیک وہی معمولی بات اس کو دوزخ میں گرا دینے کا ذریعہ بن جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کو برا کہنا فسق ہے اور کسی مسلمان کو مار ڈالنا کفر ہے۔ (بخاری ومسلم مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 751)

مسلمان کے قتل کو کفر کہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی مسلمان اگر کسی مسلمان کو قتل کردے تو وہ کافر ہو جاتا ہے بلکہ اس ارشاد کا مقصد اس بات کو نہایت سختی وشدت کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ مسلمان کا ناحق خون بہانا انتہائی سنگین جرم ہے اور جو مسلمان اپنے بھائی مسلمان کو قتل کرتا ہے وہ اپنے اسلام کے کامل ہونے کی نفی کرتا ہے گویا یہاں کفر سے مراد کمال اسلام کی نفی ہے جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ المسلم من سلم المسلمون۔ یعنی کامل مسلمان وہی ہے جس سے مسلمان محفوظ و مامون رہے اور اگر کفر سے اس کے حقیقی معنی مراد ہوں تو اس صورت میں کہا جائے گا کہ وہ مسلمان یقینا کافر ہو جائے گا جو کسی مسلمان کو اس لئے قتل کردے کہ وہ مسلمان ہو اور اس کے اسلام کے سبب سے اس قتل کرنے کو حلال ومباح جانے کیوں کہ کسی مسلمان کو محض اس کے اسلام کی وجہ سے قتل کرنا اور اس قتل کو حلال ومباح جاننا بلاشبہ کفر ہے۔

2363 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الصِّيَامُ جُنَّةٌ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ صَائِمًا فَلَا يَرْفُثْ، وَلَا يَجْهَلْ، فَإِنِ امْرُؤٌ قَاتَلَهُ أَوْ شَاتَمَهُ، فَلْيَقُلْ: إِنِّي صَائِمٌ، إِنِّي صَائِمٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب کسی شخص روزہ رکھا ہوا ہو تو اسے فحش گفتگو نہیں کرنی چاہیے، جہالت کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے اگر کوئی شخص اس سے جھگڑا کرنے کی کوشش کرتا ہے یا اسے برا بھلا کہتا ہے تو اسے یہ بتادینا چاہیے کہ میں نے روزہ رکھا ہوا ہے، میں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔

بَابُ السِّوَاكِ لِلصَّائِمِ

باب: روزہ دار کا مسواک کرنا

2364 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَسْتَاكُ وَهُوَ صَائِمٌ. زَادَ مُسَدَّدٌ مَا لَا أَعُدُّ وَلَا أُحْصِي

❀❀ عبداللہ بن عامر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو مسواک کرتے ہوئے دیکھا، آپ ﷺ نے اس وقت روزہ رکھا ہوا تھا۔

مسدد نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: میں نے بے حد وشمار مرتبہ ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

حالت روزہ میں مسواک کرنے میں مذاہب اربعہ

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا موقف یہ ہے۔ شام کے وقت مسواک کرنا مکروہ ہے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ فرض روزے میں مسواک کرنا مکروہ ہے نفلی روزے میں مسواک کرنا مکروہ نہیں ہے۔ بلکہ ان سے ایک روایت کے مطابق مستحب ہے۔ اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے تر مسواک شام کے وقت مکروہ ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک تمام احوال میں مسواک کرنا جائز ہے۔ امام احمد کے نزدیک فرض میں زوال کے بعد کرنا مکروہ ہے اور نفل میں مکروہ نہیں ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ج۴، ص۲۲۶، حقانیہ ملتان)

بَابُ الصَّائِمِ يَصُبُّ عَلَيْهِ الْمَاءَ مِنَ الْعَطَشِ وَيُبَالِغُ فِي الِاسْتِنْشَاقِ

باب: روزہ دار کا پیاس کی وجہ سے اپنے اوپر پانی ڈالنا اور ناک میں پانی ڈالتے ہوئے مبالغہ کرنا

2365 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ النَّاسَ فِي سَفَرِهِ عَامَ الْفَتْحِ بِالْفِطْرِ، وَقَالَ: تَقَوَّوْا لِعَدُوِّكُمْ. وَصَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: قَالَ: الَّذِي حَدَّثَنِي لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَرْجِ يَصُبُّ عَلَى رَأْسِهِ الْمَاءَ، وَهُوَ صَائِمٌ مِنَ الْعَطَشِ، أَوْ مِنَ الْحَرِّ

❀❀ ابوبکر بن عبدالرحمن، ایک صحابی کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ فتح

مکہ کے سال آپ ﷺ نے سفر کے دوران لوگوں کو روزہ ختم کرنے کا حکم دیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اپنے دشمن کے لیے قوت حاصل کرو، نبی اکرم ﷺ نے روزہ رکھا ہوا تھا۔

ابوبکر نامی راوی بیان کرتے ہیں: جن صاحب نے مجھے یہ حدیث بیان کی انہوں نے یہ بتایا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو "عرج" کے مقام پر دیکھا آپ نے اپنے سر پر پانی انڈیلا، آپ نے اس وقت روزہ رکھا ہوا تھا، ایسا آپ نے پیاس کی وجہ سے یا گرمی کی شدت کی وجہ سے کیا تھا۔

2366 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيطِ بْنِ صَبِرَةَ عَنْ أَبِيهِ لَقِيطِ بْنِ صَبِرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَالِغْ فِي الِاسْتِنْشَاقِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا

حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
"ناک میں پانی ڈالتے ہوئے مبالغہ کرو، البتہ اگر تم روزے کی حالت میں ہو (تو حکم مختلف ہے)"

بَابٌ فِي الصَّائِمِ يَحْتَجِمُ

باب: روزہ دار کا پچھنے لگوانا

2367 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ، ح وحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ يَعْنِي الرَّحَبِيَّ، عَنْ ثَوْبَانَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ. قَالَ شَيْبَانُ: أَخْبَرَنِي أَبُو قِلَابَةَ، أَنَّ أَبَا أَسْمَاءَ الرَّحَبِيَّ، حَدَّثَهُ أَنَّ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
"پچھنے لگانے والا اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے"
یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔

2368 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو قِلَابَةَ الْجَرْمِيُّ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ شَدَّادَ بْنَ أَوْسٍ، بَيْنَمَا هُوَ يَمْشِي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ

ابوقلابہ جرمی بیان کرتے ہیں: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی: ایک مرتبہ وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے، (اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث بیان کی ہے۔)

2369 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ، عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى عَلَى رَجُلٍ بِالْبَقِيعِ، وَهُوَ يَحْتَجِمُ، وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِي لِثَمَانِ عَشْرَةَ خَلَتْ مِنْ رَمَضَانَ فَقَالَ: أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَرَوَى خَالِدُ الْحَذَّاءُ، عَنْ اَبِي قِلَابَةَ بِإِسْنَادِ اَيُّوبَ مِثْلَهُ

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بقیع میں ایک شخص کے پاس تشریف لائے، جو پچھنے لگوا رہا تھا، یہ اٹھارہ رمضان کی بات ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا ہوا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا۔"

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) پہلی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

2370 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ اِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي مَكْحُولٌ، اَنَّ شَيْخًا مِنَ الْحَيِّ قَالَ عُثْمَانُ: فِي حَدِيثِهِ مُصَدَّقٌ، اَخْبَرَهُ، اَنَّ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا"

2371 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ، حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ، اَخْبَرَنَا الْعَلَاءُ بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ اَبِي اَسْمَاءَ الرَّحَبِيِّ، عَنْ ثَوْبَانَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ،

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ ابْنُ ثَوْبَانَ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ مَكْحُولٍ بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا"

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

سینگی، قے اور احتلام سے روزہ نہیں ٹوٹتا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں روزہ دار کے روزہ کو نہیں توڑتیں سینگی، قے (جو از خود آئے) اور احتلام، امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث محفوظ نہیں ہے، اس کے ایک راوی عبدالرحمن بن زید روایت حدیث کے سلسلہ میں ضعیف شمار کئے جاتے ہیں۔

اس روایت کو دار قطنی بیہقی اور ابوداؤد نے بھی نقل کیا ہے نیز ابوداؤد کی روایت کے بارے میں محدثین نے لکھا ہے کہ وہ اشبہ بالصواب (یعنی صحت کے زیادہ قریب) ہے۔

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں روزہ دار کے سینگی کو مکروہ سمجھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں علاوہ خوف کی صورت کے۔ (بخاری)

یعنی اس اعتبار سے سینگی کو مکروہ سمجھتے تھے کہ اس سے ضعف و ناتوانی لاحق ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے روزہ پر اثر پڑ سکتا ہے نہ

کہ اس اعتبار سے کہ اس کی وجہ سے روزہ جاتا رہتا ہو۔

حضرت امام بخاری بطریق تعلیق نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پہلے تو روزہ کی حالت میں سینگی لگوالیا کرتے تھے مگر بعد میں انہوں نے اسے ترک کر دیا البتہ رات میں سینگی لگوا لیتے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دن میں بحالت روزہ سینگی لگوانا یا تو احتیاط کے پیش نظر ترک کر دیا تھا یا پھر یہ کہ ضعف کے خوف سے اجتناب کرنے لگے تھے۔

امام بخاری نے بعض احادیث کو سند کے بغیر ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ یہ مذکورہ بالا حدیث ہے چنانچہ بغیر سند روایت کے نقل کرنے کو بطریق تعلیق نقل کرنا کہا جاتا ہے مذکورہ بالا روایت کے نقل کے سلسلہ میں مناسب یہ تھا کہ مصنف مشکوٰۃ حسب قاعدہ معمول پہلے تو کہتے عن ابن عمر الخ پھر بعد میں رواہ البخاری تعلیقا کے الفاظ نقل کرتے۔

اسی طرح ایک حدیث ہے افطر الحاجم والمحجوم (پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے) اس حدیث کی بھی یہ تاویل کی گئی ہے کہ پچھنے لگوانے سے چونکہ روزہ دار کو کمزوری لاحق ہو جاتی ہے اور زیادہ خون نکلنے کی صورت میں روزہ توڑ دینے کا خوف ہو سکتا ہے اسی طرح پچھنے لگانے والے کے بارے میں بھی یہ امکان ہوتا ہے کہ خون کا کوئی قطرہ اس کے پیٹ میں پہنچ جائے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احتیاط کے پیش نظر یہ فرمایا کہ روزہ جاتا رہتا ہے ورنہ حقیقت میں پچھنے لگانے یا لگوانے سے روزہ ٹوٹتا نہیں۔

روزے کی حالت میں پچھنا لگوانے میں فقہاء اربعہ کا موقف

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رمضان کی اٹھارہ تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے قبرستان جنت البقیع میں ایک ایسے شخص کے پاس تشریف لائے جو بھری ہوئی سینگی کھنچوا رہا تھا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سینگی کھینچنے اور کھنچوانے والے نے اپنا روزہ توڑ ڈالا (ابوداود، ابن ماجہ، دارمی) امام محی السنہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ جو علماء روزہ کی حالت میں سینگی کھینچنے اور کھنچوانے کی اجازت دیتے ہیں انہوں نے اس حدیث کی تاویل کی ہے یعنی یہ کہ ارشاد گرامی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ سینگی کھنچوانے والا تو ضعف کی وجہ سے روزہ توڑنے کے قریب ہو جاتا ہے اور سینگی کھینچنے والا اس سبب سے افطار کے قریب ہو جاتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ سینگی کھینچنے کے عمل سے خون کا کوئی حصہ اس کے پیٹ میں پہنچ گیا ہو۔

بعض من رخص میں بعض سے مراد جمہور یعنی اکثر علماء ہیں۔ چنانچہ اکثر علماء کا یہی مسلک ہے کہ روزہ کی حالت میں پچھنے لگوانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی صحیح روایت منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام اور روزہ کی حالت میں بھری ہوئی سینگی کھنچوائی۔

حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہا اللہ کا بھی یہی مسلک ہے ان حضرت کی طرف سے حدیث کی وہی مراد بیان کی جاتی ہے جو امام محی السنہ نے نقل کی ہے کہ روزہ توڑنے کے قریب ہو جاتا ہے یعنی بھری ہوئی سینگی کھنچوانے

والے کا خون چونکہ زیادہ نکل جاتا ہے جس کی وجہ سے ضعف وسستی اور ناتوانی اتنی زیادہ لاحق ہوجاتی ہے کہ اس کے بارے میں یہ خوف پیدا ہوجاتا ہے کہ کہیں وہ اپنی جان بچانے کے لیے روزہ نہ توڑ ڈالے اور سینگی کھینچنے والے کے بارے میں یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ سینگی چونکہ منہ سے کھینچنی پڑتی ہے اس لیے ہوسکتا ہے کہ اس عمل کے وقت خون کا کوئی قطرہ اس کے پیٹ میں چلا گیا ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں بھری ہوئی سینگی کھنچوائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی حالت میں (بھی) بھری ہوئی سینگی کھنچوائی ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت شیخ جزری فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مراد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم احرام کی حالت میں روزے سے تھے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھری ہوئی سینگی کھنچوائی اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ مراد ابوداؤد کی ایک روایت کی روشنی میں اخذ کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ۔ حدیث (انه صلى الله عليه و سلم احتجم و هو صائما محرما)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت بھری ہوئی سینگی کھنچوائی جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالت احرام میں روزہ سے تھے۔ بہرحال حضرت مظہر فرماتے ہیں کہ احرام کی حالت میں سینگی کھنچوائی جائز ہے بشرطیکہ کوئی بال نہ ٹوٹے۔

اسی طرح حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہم اللہ کا متفقہ طور پر مسلک یہ ہے کہ روزہ دار کو سینگی کھنچوانا بلا کراہت جائز ہے لیکن حضرت امام احمد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ بھری ہوئی سینگی کھینچنے اور کھنچوانے والا دونوں کا روزہ باطل ہوجاتا ہے مگر کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

بَابٌ فِي الرُّخْصَةِ فِي ذٰلِكَ

باب: اس بارے میں رخصت کا بیان

2372- حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، بِإِسْنَادِهِ مِثْلَهُ وَجَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ، وَهِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مِثْلَهُ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کی حالت میں پچھنے لگوائے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے منقول ہے۔

2372- اسناده صحيح. عبد الوارث: هو ابن سعيد العنبري، وايوب: هو ابن ابي تميمة السختياني، وعكرمة: هو مولى ابن عباس. واخرجه البخاري (1939) و (5694)، والترمذي (785)، والنسائي في "الكبرى" (3204) من طريق عبد الوارث، بهذا الاسناد. واخرجه البخاري (1938)، والنسائي في "الكبرى" (3205) و (3206) من طريقين عن ايوب، به. واخرجه الترمذي (786) من طريق ميمون بن مهران، والنسائي في "الكبرى" (3202) من طريق عكرمة، كلاهما عن ابن عباس، به. وقال الترمذي: حسن غريب. وهو في "صحيح ابن حبان" (3531).

2373 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ مُحْرِمٌ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے روزے کی حالت میں احرام باندھے ہوئے پچھنے لگوائے تھے۔

2374 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَابِسٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، حَدَّثَنِي رَجُلٌ، مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْحِجَامَةِ وَالْمُوَاصَلَةِ وَلَمْ يُحَرِّمْهُمَا إِبْقَاءً عَلَى أَصْحَابِهِ فَقِيلَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ تُوَاصِلُ إِلَى السَّحَرِ، فَقَالَ: إِنِّي أُوَاصِلُ إِلَى السَّحَرِ، وَرَبِّي يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِي

عبدالرحمن بن ابولیلیٰ بیان کرتے ہیں: ایک صحابی نے مجھے یہ بات بتائی، نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب پر شفقت کرتے ہوئے، انہیں (روزے کے دوران) پچھنے لگوانے اور صوم وصال رکھنے سے منع کیا تھا، آپ نے ان دونوں کو ان کے لیے حرام قرار نہیں دیا تھا، آپ کی خدمت میں عرض کی گئی، یا رسول اللہ! آپ خود بھی تو سحری تک صوم وصال رکھتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں سحری تک صوم وصال رکھتا ہوں، میرا پروردگار مجھے کھلا دیتا ہے اور پلا دیتا ہے۔

2375 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ، قَالَ: قَالَ أَنَسٌ: مَا كُنَّا نَدَعُ الْحِجَامَةَ لِلصَّائِمِ إِلَّا كَرَاهِيَةَ الْجَهْدِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم روزہ دار کے لیے پچھنے لگوانے کو صرف اس لیے ترک کرتے تھے، کیونکہ مشقت کا شکار ہونے کو ناپسند کرتے تھے۔

بَابٌ فِي الصَّائِمِ يَحْتَلِمُ نَهَارًا فِي شَهْرِ رَمَضَانَ

باب: روزہ دار کو رمضان میں، دن کے وقت احتلام ہو جانا

2376 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُفْطِرُ مَنْ قَاءَ، وَلَا مَنِ احْتَلَمَ، وَلَا مَنِ احْتَجَمَ

زید بن اسلم اپنی سند کے ساتھ ایک صحابی کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص قے کر دیتا ہے یا احتلام کا شکار ہو جاتا ہے، یا پچھنے لگوا لیتا ہے اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا ہے''

احتلام سے روزے کے عدم فساد کا بیان

اگر روزے دار سویا اور اس کو احتلام ہو گیا تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ تین چیزیں

روزے کوتوڑنے والی نہیں ہیں۔(۱) قے (۲) پچھنا لگوانا (۳) احتلام۔اس دلیل کی وجہ سے کہ یہ صورتاً ومعناً کسی طرح بھی جماع نہیں ہے۔جبکہ جماع کا معنی یہ ہے کہ شہوت کے ساتھ مباشرت کر کے انزال کا ہونا ہے۔اوراسی طرح جب اس نے کسی عورت کو دیکھا تواس کی منی خارج ہوگئی۔اس کی دلیل بھی وہی ہے جس ہم بیان کر چکے ہیں۔اور یہ اسی طرح ہوگیا جس طرح تصور کرنے والا ہوتا ہے۔جبکہ اس کی منی خارج ہوگئی تو وہ ہاتھ منی نکالنے والے کی طرح ہوگیا۔مشائخ کا قول بھی یہی ہے۔

اگر روزے دار تیل لگایا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔کیونکہ روزے کوتوڑنے والا نہیں پایا گیا۔اوراسی طرح جب اس نے پچھنا لگوایا یہ بھی اسی دلیل کے مطابق ہے۔اوراسی حدیث کی وجہ سے جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔

اوراگراس نے سرمہ لگایا تو بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔کیونکہ آنکھ اور دماغ کے درمیان کوئی راستہ نہیں ہے۔آنسو پسینے کی طرح بہتے ہیں۔اور مساموں میں داخل ہونے والی چیز روزے سے روکنے والی نہیں ہے۔جس طرح اگر کسی نے ٹھنڈے پانی سے غسل کر لیا ہے۔

اوراگراس نے عورت کا بوسہ لیا تو روزے دار کا روزہ فاسد نہ ہوگا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ جب انزال نہ ہوا ہو۔کیونکہ صورتاً روزے کا کوئی منافی نہیں پایا گیا۔اور نہ ہی معنوی طور پر کوئی مانع پایا گیا ہے۔بہ خلاف رجعت ومصاہرت کے کیونکہ رجعت ومصاہرت میں حکم کا دارومدار سبب پر ہے۔(ہدایہ،کتاب صوم،لاہور)

احتلام سے عدم فساد صوم میں مذاہب اربعہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔احتلام سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔اس کے دلائل میں کسی قسم کا شبہ تک نہیں ہے اوراس مسئلہ میں ائمہ اربعہ کا اجماع ہے۔کہ اس طرح روزہ فاسد نہیں ہوتا۔خواہ اس کو انزال ہو یا نہ ہو۔(بنایہ،ج ۴،ص ۲۸۳،ملتان)

بَابٌ فِي الْكُحْلِ عِنْدَ النَّوْمِ لِلصَّائِمِ

باب: روزہ دار کا سوتے وقت سرمہ لگانا

2377 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ ثَابِتٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ النُّعْمَانِ بْنِ مَعْبَدِ بْنِ هَوْذَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَمَرَ بِالْإِثْمِدِ الْمُرَوَّحِ عِنْدَ النَّوْمِ. وَقَالَ: لِيَتَّقِهِ الصَّائِمُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ لِي يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ هُوَ حَدِيثٌ مُنْكَرٌ يَعْنِي حَدِيثَ الْكُحْلِ

❁❁ عبدالرحمن بن نعمان اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ ﷺ نے سوتے وقت کستوری ملا ہوا سرمہ استعمال کرنے کی ہدایت کی ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہے: روزہ دار کو اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

(امام ابوداؤد عِشِیَّۃ فرماتے ہیں:) یحییٰ بن معین نے مجھ سے کہا: یہ روایت منکر ہے، یعنی سرمے والی روایت

2378 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ عُتْبَةَ أَبِي مُعَاذٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ

أَنَسٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ كَانَ يَكْتَحِلُ وَهُوَ صَائِمٌ

❀❀ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے: وہ روزے کے دوران سرمہ لگا لیتے تھے۔

2379 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْمُخَرِّمِيُّ وَيَحْيَى بْنُ مُوسَى الْبَلْخِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عِيسَى، عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِنَا يَكْرَهُ الْكُحْلَ لِلصَّائِمِ . وَكَانَ إِبْرَاهِيمُ يُرَخِّصُ أَنْ يَكْتَحِلَ الصَّائِمُ بِالصَّبِرِ

❀❀ اعمش بیان کرتے ہیں: میں نے اپنے اصحاب (یعنی اساتذہ ومشائخ) میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس نے روزہ دار کے لیے سرمہ لگانے کو مکروہ قرار دیا ہو۔

ابراہیم نے یہ اجازت دی ہے: روزہ دار "صبر" کو سرمے کے طور پر لگا سکتا ہے۔

روزہ میں سرمہ لگانے کے جواز وعدم جواز میں فقہاء اربعہ کا مذہب

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میری آنکھیں دکھتی ہیں کیا میں روزہ کی حالت سرمہ لگا سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے اور اس کے ایک راوی ابوعاتکہ ضعیف شمار کیے جاتے ہیں۔

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ روزہ کی حالت میں سرمہ لگانا بغیر کسی کراہت کے جائز ہے چنانچہ اکثر علماء کا یہی مسلک ہے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رحمہا اللہ فرماتے ہیں کہ روزہ کی حالت میں سرمہ لگانا مکروہ نہیں ہے اگرچہ اس کا مزہ حلق میں محسوس ہو جب کہ حضرت امام احمد، اسحٰق اور سفیان رحمہا اللہ کے نزدیک مکروہ ہے امام مالک سے بعض لوگوں نے کراہت کا قول نقل کیا ہے اور بعض لوگوں نے عدم کراہت کا۔ یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس بارے میں چونکہ اور بھی احادیث منقول ہیں اس لیے یہ سب مل کر قابل استناد واستدلال ہو جاتی ہیں۔

سرمہ لگانے میں عصر حاضر کے فقہاء کا اختلاف

علامہ مفتی منیب الرحمن نعیمی صاحب لکھتے ہیں کہ ہمارے قدیم فقہاء کرام نے ظن غالب کی بناء پر بعض امور کے مفسد صوم ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں رائے قائم کر کے حکم صادر کیا تھا۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ کان میں دوا یا تیل ٹپکانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ ان کی رائے یہ تھی کہ کان سے معدے کی طرف حلق کے راستے ایک منفذ نالی یا سوراخ ہے۔ اب جدید طبی تحقیق نے عین الیقین سے بتا دیا کہ کان سے معدے کی طرف کوئی سوراخ نہیں ہے، لہٰذا اب اس پر فقہاء عصر کا اجماع ہوتا جا رہا ہے کہ کان میں دوا یا تیل ٹپکانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ الحمد للہ ہم لوگ اور حضرت مفتی محمد ابراہیم قادری اس مسئلے کی نشاندہی میں سبقت کا شرف رکھتے ہیں۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے قدیم فقہاء کرام کی رائے یہ تھی کہ چونکہ آنکھ میں حلق کی جانب کوئی سوراخ یا منفذ نہیں ہے، اس لئے آنکھ میں دوا ٹپکانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ہمارے معاصر فقہاء میں سے غالب اکثریت ابھی تک اسی رائے پر قائم ہے۔ اب

چونکہ طبی طور پر عین الیقین کی حد تک یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آنکھ میں حلق کی طرف سوراخ یا نالی موجود ہے، اس لئے اب اہل فتویٰ کو یہ فتویٰ دینا چاہئے کہ آنکھ میں دوا ٹپکانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

ہمارے اجلہ فقہاء عصر علامہ غلام رسول سعیدی اور علامہ مفتی محمد ابراہیم قادری کی یہی رائے ہے اور انہی کی تحقیقات سے استفادہ کر کے ہم نے تین سال قبل قومی اخبارات و جرائد میں ان مسائل کی جانب فقہاء عصر کو متوجہ کیا تھا اور ان سے جدید تحقیق کی روشنی میں اس مسئلے کے بارے میں اپنی قدیم رائے پر نظر ثانی کی درخواست کی تھی۔ ان مسائل جدیدہ میں سے کان میں دوا یا تیل ٹپکانے سے روزہ ٹوٹ جانے کی بابت علماء دیوبند میں سے دارالعلوم کراچی کے مفتیانِ کرام کا نظر ثانی شدہ فتویٰ باقاعدہ دستخطوں کے ساتھ آ چکا ہے، جس کی ہم نے مجلس فقہ اسلامی کی جانب سے تحسین کی ہے اور انہیں بعض دیگر مسائل پر نظر ثانی کرنے اور غور و فکر کی دعوت دی ہے۔

ہم نے آنکھ میں دوا ٹپکانے کے مسئلے میں لکھا تھا کہ سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روزے کی حالت میں سرمہ لگانے کی اجازت دی ہے، لہٰذا خلاف قیاس استحساناً سرمہ لگانے کو مفسد صوم نہیں قرار دیا جائے گا۔ اس پر کوئی محترم اشرف صاحب ہیں، جنہوں نے حضرت مفتی محمد رفیق حسنی صاحب نائب رئیس مجلس فقہ اسلامی کی خدمت میں ہمارا اور حضرت مفتی محمد ابراہیم قادری صاحب کا موقف ارسال کر کے سرمے کے مفسد صوم ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں ان سے محاکمہ کرنے کی درخواست کی ہے، مفتی صاحب نے اپنا موقف واضح کرنے کے لئے یہ مسئلہ مجھے ارسال فرمایا ہے۔ اس مسئلے پر اپنے تفصیلی معروضات پیش کرنے سے پہلے یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ ہمارے اور حضرت مفتی محمد ابراہیم قادری صاحب کے درمیان اصل متفق علیہ ہے، لہٰذا اختلاف رائے اصول میں نہیں ہے بلکہ اس کے اطلاق میں ہے، جو اصل ہمارے درمیان متفق علیہ ہے، وہ یہ ہے کہ آنکھ اور حلق کے درمیان منفذ ہے، حضرت مفتی محمد ابراہیم قادری ہمارے معاصر علماء و فقہاء کرام اور اہل فتویٰ میں سے دقتِ نظر کے حامل ہیں، جزئیات پر اصول کے اطلاق و انطباق میں ان کی نظر عمیق ہے۔

جزئیات کے استنباط و استخراج، مماثل جزئیات میں علتِ مشترکہ کی بناء پر ایک حکم دوسری کے لئے ثابت کرنے اور جدید دور میں پیش آمدہ مسائل کا فقہی و شرعی حل تلاش کرنے میں مجتہدانہ بصیرت کے حامل ہیں۔ موجودہ دور میں ایسے وسیع المطالعہ، متصلب فی الدین اور روشن خیال علماء کا وجود اہلسنت کے لئے غنیمت اور وقیع علمی سرمایہ ہے۔ ہم اسے علمی دیانت کا لازمی تقاضا سمجھتے ہیں کہ زیرِ بحث مسئلے پر حضرت مفتی محمد ابراہیم قادری صاحب کا موقف ان کے تفصیلی دلائل کے ساتھ پیش کر دیا جائے تاکہ اہل علم کو محاکمہ کرنے میں آسانی ہو۔

چنانچہ مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں: اختتام بحث سے قبل اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روزہ کی حالت میں سرمہ ڈالنا یا اس کا حکم فرمانا ثابت نہیں اور اس سلسلے میں مروی تمام احادیث ضعیف ہیں۔ اس قسم کی متعدد احادیث اور ان کی اسناد پر مفصل جزم کے لئے فتح القدیر ص 72، ج 2، مطبوعہ مصر اور مرقات شرح مشکوٰۃ، ص 505، ص 506، ج 4، مطبوعہ المکتبۃ التجاریہ، مکہ مکرمہ ملاحظہ ہو۔ یہاں صرف ایک حدیث اور پھر اس کی فنی حیثیت پر امام ابو عیسیٰ ترمذی علیہ الرحمۃ کا کلام نقل کیا جاتا ہے۔

ترمذی شریف باب ماجاء فی الکحل للصائم میں حضرت انس بن مالک سے روایت ہے۔ جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اشتکت عینی افا کتحل وانا صائم قال نعم وفی الباب عن ابی رافع قال ابو عیسیٰ حدیث انس حدیث اسنادہ لیس بالقوی ولا یصح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذا الباب شیء وابو عاتکة یضعف واختلف اھل العلم فی الکحل للصائم فکرھه بعضھم وھو قول سفیان وابن المبارک واحمد واسحٰق ورخص بعض اھل العلم فی الکحل للصائم۔

ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا میری آنکھیں دکھتی ہیں کیا میں روزہ رکھتے ہوئے سرمہ لگا سکتا ہوں فرمایا ہاں (امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں) اس باب میں ابورافع سے بھی روایت ہے اور حدیث انس (جس کا ابھی ذکر ہوا) کی سند قوی نہیں اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث صحت کے ساتھ ثابت نہیں اور ابو عاتکہ (جو حدیث انس کے راوی ہیں) کو ضعیف مانا جاتا ہے اور اہل علم نے روزہ کی حالت میں سرمہ لگانے میں اختلاف کیا ہے بعض اسے مکروہ کہتے ہیں حضرت سفیان ثوری، ابن المبارک، امام احمد اور اسحٰق کا یہی قول ہے اور بعض اہل علم نے روزہ دار کو سرمہ لگانے میں رخصت دی ہے۔

الغرض اکتحال فی الصوم کے جواز میں وارد احادیث ضعیف ہیں۔ بلکہ روزہ کی حالت میں سرمہ ڈالنے کی ممانعت پر بھی بعض ضعیف احادیث موجود ہیں، چنانچہ سنن ابی داؤد میں حضرت معبد بن ہوذہ سے روایت ہے کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے وقت مشک ملے ہوئے اثمد (سرمہ کی ایک قسم) لگانے کا حکم فرمایا اور یہ بھی ارشاد فرمایا لیتقه الصائم یعنی روزہ دار اس سے بچے۔

اسی حدیث سے قاضی ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ (یہ دونوں تابعی ہیں اور حضرت امام اعظم کے معاصر ہیں) نے یہ استدلال کیا ہے کہ سرمہ لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ چنانچہ عون المعبود شرح سنن ابی داؤد میں ہے: وقد استدل لھذا الحدیث ابن شبرمة وابن ابی لیلی وقالا ان الکحل یفسد الصوم۔ (ص283، ج2 طبع بیروت)

البتہ یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ روزہ میں سرمہ لگانے کی احادیث اگرچہ ضعیف ہیں مگر احادیث ضعیفہ کا مجموعہ قابل استدلال ہوتا ہے جیسا کہ امام ابن الہمام اور علامہ علی قاری نے اس کی تصریح فرمائی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مجموعہ کی قوت مسلم ہے مگر یہ حدیث صحیح الفطر مما دخل کے معارض ہیں اور احناف تعارض کے وقت محرم کو مبیح پر ترجیح دیتے ہیں چونکہ الفطر مما دخل سے روزہ کی حالت میں سرمہ لگانے کی حرمت ظاہر ہوتی ہے اور اکتحال فی الصوم کی احادیث سے سرمہ ڈالنے کا جواز نکلتا ہے لہٰذا الفطر مما دخل کی روایات اکتحال فی الصوم کی روایات پر راجح قرار پائیں گی۔

نیز الفطر مما دخل کی روایت ضابطہ کلیہ بیان کر رہی ہے اور اکتحال فی الصوم کی روایات اس ضابطہ کلیہ کے خلاف ایک امر جزئی (آنکھ میں سرمہ ڈالنا) بیان کر رہی ہیں اور احناف ایسی صورت میں اس روایت کو قبول کرتے ہیں جو ضابطہ کلیہ بیان کر رہی ہو۔

(خلاصہ تذکرۃ المحدثین بحوالہ عمدۃ القاری، ص79)

پھر الفطر مما دخل کی روایت موید بالقیاس ہے اور اکتحال فی الصوم کی روایات موید بالقیاس نہیں بلکہ مخالف قیاس ہیں اس لئے بھی الفطر مما دخل کی حدیث راجح ہونی چاہئے۔

مفتی محمد ابراہیم قادری صاحب کا یہ کہنا صحیح ہے کہ جب دو حدیثوں میں تعارض ہو تو مُحَرِّم کو مُبِیح پر ترجیح دی جاتی ہے، لیکن ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ

اَلْاِفْطَارُ مِمَّا دَخَلَ یا اَلصَّوْمُ مِمَّا دَخَلَ والی حدیث کو، ترمذی کی روزے میں سرمہ لگانے کی اجازت والی حدیث پر، ترجیح حاصل ہے۔ کیونکہ اَلْاِفْطَارُ مِمَّا دَخَلَ والی حدیث، جوانہوں نے فتح القدیر ص 72، ج 2 کے حوالے سے لکھی ہے، یہ مسند ابو یعلی کی حدیث نمبر 4602 ہے اور فتح القدیر میں بھی یہ مسند ابو یعلی ہی کے حوالے سے لکھی گئی ہے اور امام کمال الدین ابن ہمام نے اس حدیث کو درج کرنے کے بعد یہ لکھ دیا ہے کہ: وَلِجَهَالَةِ الْمَوْلَاةِ لَمْ يُثْبِتْهُ بَعْضُ أَهْلِ الْحَدِيثِ یعنی باندی کے مجہول ہونے کی وجہ سے بعض ماہرین علم حدیث کے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ اس جملے کو حضرت مفتی محمد ابراہیم نے نقل نہیں فرمایا کہ یہ حدیث غیر ثابت ہے اور لائق استدلال نہیں۔

نیز مسند ابو یعلی کے شارح اور محقق نے اس حدیث کی سند پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے: سلمٰی کے مجہول ہونے کی وجہ سے اس کی سند ضعیف ہے۔ (حاشیہ مسند ابو یعلی ج 8 ص 76) اور حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو درج کر کے لکھا ہے: وَفِيهِ مَنْ لَمْ أَعْرِفْ یعنی اس میں ایک راوی ایسا ہے جسے میں نہیں جانتا۔ (مجمع الزوائد ج 3 ص 167)

ان تمام حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور دیگر اسانید سے اس کو روایت کر کے اس کی تقویت بھی نہیں کی گئی، لہٰذا اس حدیث میں یہ صلاحیت نہیں ہے کہ یہ جامع ترمذی کی اس حدیث سے معارض ہو سکے جو دیگر اسانید سے تقویت یافتہ ہے۔

یہ اصل جو بیان کیا گیا ہے کہ مُبِیح اور مُحَرِّم میں تعارض کے وقت مُحَرِّم کو مُبِیح پر ترجیح ہوتی ہے، یہ اس وقت ہے جب دونوں حدیثیں ایک ہی درجہ کی ہوں، لیکن پر جو حدیث مُبِیح ہے، وہ صحاح ستہ کی ہے اور دیگر متعدد اسانید سے اس کی تائید و تقویت ہے، اور جو حدیث محرم ہے، وہ غیر صحاح ستہ کی ہے اور اس کی ضعیف سند کی کسی دوسری سند سے تائید بھی نہیں ہے، لہٰذا ان دونوں میں تعارض ہی نہیں ہے، چہ جائے کہ ایک دوسری پر راجح ہو۔ نیز مفتی صاحب کا اسے حدیث صحیح قرار دینا فنی اعتبار سے بھی صحیح نہیں ہے۔

مفتی صاحب نے اَلْاِفْطَارُ مِمَّا دَخَلَ (یعنی روزہ ان چیزوں سے ٹوٹتا ہے جو بدن کے اندر داخل ہوں) والی جو حدیث پیش کی ہے، وہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عکرمہ (جو تابعی ہیں) کے اقوال ہیں اور ان کی فنی حیثیت یہ ہے کہ ان کو امام بخاری نے تعلیقاً بغیر سند کے درج کیا ہے۔ (صحیح البخاری ج 1 ص 260) جیسا کہ علامہ عینی نے لکھا ہے: هٰذَانِ أَثَرَانِ مُعَلَّقَانِ۔ (عمدۃ القاری ج 11 ص 37)

اور اہل علم سے مخفی نہیں کہ امام بخاری کی تعلیقات میں ہر قسم کی روایات ہیں اور صحیح بخاری میں درج ہونے سے وہ لازماً صحیح نہیں قرار پاتیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ روزے میں سرمہ لگانے کی اجازت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، اور

الصَّوْمُ مِمَّا دَخَلَ یہ صحابی اور تابعی کے اقوال ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بہر حال صحابی اور تابعی کے اقوال پر راجح ہے۔ لہٰذا یہ بھی ایک درجے کی احادیث نہیں ہیں اور ان میں بھی تعارض نہیں ہے، اس لئے یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ ان میں سے مُحَرِّم، مُبِیح پر راجح ہے، کیونکہ ترجیح اس وقت دی جاتی ہے جب دونوں ایک ہی درجے کی احادیث ہوں۔

مفتی صاحب نے سنن ابی داؤد کی حدیث نمبر 2377 کا حوالہ دیا ہے جو یہ ہے:

عن عبد الرحمن بن النعمان بن معبد بن هوذة عن ابيه عن جده عن النبی صلی الله علیه وسلم انه امر بالاثمد المروح عند النوم وقال: لیتقه الصائم۔

حضرت معبد بن ھوذہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے وقت مشک ملا ہوا سرمہ لگانے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا کہ روزے دار اس سے بچے۔

اس حدیث کے تحت امام ابوداؤد نے لکھا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے، واضح رہے کہ حدیث منکر اسے کہتے ہیں جو حدیث معروف کے مقابلے میں ہو اور معروف حدیث یہ ہے:

عن انس بن مالك قال: جاء رجل الى النبی صلی الله علیه وسلم فقال: اشتكت عينی، افا كتحل وانا صائم؟ قال: نعم۔

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری آنکھیں دکھ رہی ہیں، کیا میں سرمہ لگا سکتا ہوں جبکہ میں روزے سے ہوں، آپ نے فرمایا: ہاں۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث: 726)

لہٰذا یہ جامع ترمذی کی حدیث معروف کے معارض نہیں ہوسکتی۔ حضرت مفتی محمد ابراہیم قادری نے الْإِفْطَارُ مِمَّا دَخَلَ کو ضابطہ کلیہ قرار دیا ہے، حالانکہ یہ عام مخصوص عنہ البعض ہے، کیونکہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ناک میں پانی ڈالنے اور کلی کرنے کی اجازت دی ہے اور وہ بھی مِمَّا دَخَلَ کے عموم میں شامل ہے۔

اور جوفِ معدہ یا جوفِ دماغ تک پہنچنے کے مفطر ہونے کا ذکر کسی حدیث میں نہیں ہے، یہ ہمارے فقہاء کرام کی تصریح ہے۔ اور عام مخصوص عنہ البعض ظنی ہوتا ہے اور اس سے کسی کلیہ پر استدلال کرنا یا اس کو ضابطہ کلیہ قرار دینا صحیح نہیں ہے، علاوہ ازیں یہ ایک صحابی یا تابعی کا قول ہے اور وہ حدیث رسول سے متصادم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا، اور برسبیلِ تنزل اگر اسے ضابطہ کلیہ مان بھی لیا جائے، تب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرمہ لگانے کی اجازت اس ضابطہ کلیہ سے مستثنیٰ ہے، کیونکہ آپ شارع ہیں۔ علاوہ ازیں جس طرح ایک صحابی اور ایک تابعی حضرت ابن عباس اور حضرت عکرمہ سے اَلصَّوْمُ مِمَّا دَخَلَ منقول ہے، جس کی بنیاد پر حضرت مفتی صاحب نے روزے میں سرمہ لگانے کو مفطر (روزہ ٹوٹنے کا سبب) قرار دیا ہے، اسی طرح سے ایک صحابی اور ایک تابعی حضرت انس اور حضرت اعمش سے عبارۃ النص سے روزے میں سرمہ لگانے کے غیر مفطر ہونے کی تصریح ہے، وہ روایات درج ذیل ہیں:

(1) عن انس بن مالك انه كان يكتحل وهو صائم۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ وہ روزے کی حالت میں سرمہ لگایا کرتے تھے۔(سنن ابی داؤد رقم الحدیث:237)

(2) عن الاعمش قال: ما رایت احدا من اصحابنا یکرہ الکحل للصائم و کان ابراھیم یرخص ان یکتحل الصائم بالمصبر۔

حضرت اعمش نے فرمایا کہ میں نے اپنے اصحاب میں سے کسی کو نہیں دیکھا جو روزے دار کے لئے سرمہ لگانے کو مکروہ سمجھتا ہو اور ابراہیم روزے دار کو مصبر کا سرمہ لگانے کی اجازت دیا کرتے تھے۔(سنن ابی داؤد رقم الحدیث:2379)

حضرت ابن عباس اور عکرمہ کے اقوال سے اشارۃ النص کے طور پر روزے میں سرمہ لگانے کی ممانعت ثابت ہے اور اس کے مقابلے میں حضرت انس اور اعمش سے روزے میں سرمہ لگانے کے غیر مفطر ہونے کی تصریح ہے۔ اگر ان اقوال کو آپس میں متعارض بھی قرار دیا جائے تو جامع ترمذی میں جو روزے میں سرمہ لگانے کی اجازت کا ذکر ہے، وہ تعارض سے خالی ہے اور اس کا کوئی مزاحم نہیں ہے۔

امید ہے حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم قادری صاحب ان سطور کا مطالعہ فرمانے کے بعد اپنے موقف پر یا تو نظر ثانی فرمائیں گے اور یا ہماری ان گزارشات کی توجیہہ فرمائیں گے۔(از مفتی اعظم، پروفیسر مفتی منیب الرحمن نعیمی صاحب)

بَابُ الصَّائِمِ يَسْتَقِيءُ عَامِدًا

باب: روزہ دار کا جان بوجھ کر قے کرنا

2380 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ ذَرَعَهُ قَيْءٌ، وَهُوَ صَائِمٌ، فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ، وَإِنِ اسْتَقَاءَ فَلْيَقْضِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ أَيْضًا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ هِشَامٍ مِثْلَهُ

❁❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جس شخص کو روزے کے دوران خود بخود قے آ جائے، اس پر قضا لازم نہیں ہوگی، اور جو جان بوجھ کر قے کر دے، وہ قضا کرے گا"

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

2381 - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ، عَنْ يَحْيَى، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَمْرٍو الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ يَعِيشَ بْنِ الْوَلِيدِ بْنِ هِشَامٍ، أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ، حَدَّثَنِي مَعْدَانُ بْنُ طَلْحَةَ، أَنَّ أَبَا الدَّرْدَاءِ حَدَّثَهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاءَ فَأَفْطَرَ، فَلَقِيتُ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسْجِدِ دِمَشْقَ، فَقُلْتُ إِنَّ أَبَا الدَّرْدَاءِ حَدَّثَنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاءَ فَأَفْطَرَ، قَالَ: صَدَقَ، وَأَنَا صَبَبْتُ لَهُ وَضُوءَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کی، تو آپ نے روزے کو ختم کر دیا۔
راوی بیان کرتے ہیں: میری ملاقات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے دمشق کی مسجد میں ہوئی تو میں نے کہا: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ مجھے یہ حدیث بیان کی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کی اور آپ نے روزہ ختم کر دیا، تو حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہوں نے سچ بیان کیا ہے میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وضو کا پانی انڈیلا تھا۔

قئے سے فساد صوم میں مذاہب اربعہ کا بیان

حدیث کے آخری الفاظ وانا صببت له وضوءه سے حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد وغیرہ نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ قے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے حضرت امام شافعی اور دیگر علماء جو قے سے وضو ٹوٹنے کے قائل نہیں ہیں فرماتے ہیں کہ یہاں سے وضو کرنے سے مراد کلی کرنا اور منہ دھونا مراد ہے۔

اگر قے بے اختیار ہو جائے تو اس سے نہ روزہ ٹوٹے گا اور نہ قضاء لازم آئے گی اگرچہ قے منہ بھر ہو۔ لیکن اگر کوئی شخص قصداً قے کرے اور قے منہ بھر ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس روزہ کی قضاء لازم آئے گی۔ فتاویٰ عالمگیری ج 1 ص 203/4 مایوجب القضاء دون الکفارۃ کے بیان میں ہے۔

اذا قاء او استقاء ملا الفم او دونه عاد بنفسه او اعاد او خرج فلا فطر علی الاصح الا فی الاعادة والاستقاء بشرط ملا الفم ھکذا فی النھر الفائق۔

بَابُ الْقُبْلَةِ لِلصَّائِمِ

باب: روزہ دار شخص کا (بیوی کا) بوسہ لینا

2382 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، وَعَلْقَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ، وَلٰكِنَّهُ كَانَ أَمْلَكَ لِإِرْبِهِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں بوسہ لے لیتے تھے، اور روزے کی حالت میں مباشرت کر لیتے تھے، لیکن آپ اپنی خواہش پر سب سے زیادہ قابو رکھتے تھے۔

2383 - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ فِي شَهْرِ الصَّوْمِ

2382- واخرجه البخاری (1927)، ومسلم (1106)، وابن ماجه (1687)، والنسائی فی "الکبری" (3073) و (3074) و (3078) و (3079) و (3082) و (3083) و (3087) و (3089-3096) من طرق عن ابراهیم به. وبعضهم لا یذکر علقمة فی اسناده. واخرجه البخاری (1928)، ومسلم (1106)، وابن ماجه (1684) و (1687)، والترمذی (737)، والنسائی فی "الکبری" (3074) و (3078-3081) و (3084-3086) و (3089) و (3090) و (3092-3094) من طرق عن عائشة به. وهو فی "مسند احمد" (24110) و (24154)، و "صحیح ابن حبان" (3537) و (3539-3541) و (3543).

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ رمضان کے مہینے میں (اپنی ازواج کا) بوسہ لے لیتے تھے۔

2384 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ الْقُرَشِيِّ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُنِي وَهُوَ صَائِمٌ، وَأَنَا صَائِمَةٌ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ میرا بوسہ لے لیتے تھے، حالانکہ اس وقت آپ بھی روزے کی حالت میں ہوتے تھے، اور میں بھی روزے کی حالت میں ہوتی تھی۔

2385 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، ح وحَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: هَشَشْتُ، فَقَبَّلْتُ وَأَنَا صَائِمٌ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ صَنَعْتُ الْيَوْمَ أَمْرًا عَظِيمًا قَبَّلْتُ وَأَنَا صَائِمٌ، قَالَ: أَرَأَيْتَ لَوْ مَضْمَضْتَ مِنَ الْمَاءِ، وَأَنْتَ صَائِمٌ، - قَالَ عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ فِي حَدِيثِهِ - قُلْتُ: لَا بَأْسَ بِهِ، ثُمَّ اتَّفَقَا، قَالَ: فَمَهْ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی، ایک مرتبہ میرے مزاج میں شوخی آئی اور میں نے روزے کی حالت میں (اپنی بیوی) کا بوسہ لے لیا، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے آج ایک بہت بڑا جرم کیا ہے، روزے کی حالت میں (اپنی بیوی کا)

بوسہ لے لیا ہے، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تمہارا کیا خیال ہے، اگر تم روزے کی حالت میں پانی سے کلی کرلو (تو کیا ہوگا؟)

عیسیٰ بن حماد نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: میں نے عرض کی: اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اس کے بعد دونوں راوی یہ الفاظ نقل کرنے میں متفق ہیں: تو کیا ہوا؟

عورت کی طرف دیکھنے سے خروج منی کی صورت میں فقہاء اربعہ کی تصریحات

مالکی حضرات روزہ باطل قرار دیتے ہیں، لیکن جمہور علماء کرام اس کے روزے کو باطل قرار نہیں دیتے، ظاہر یہی ہوتا ہے کہ جمہور علماء کرام اس کا روزہ اس لیے باطل نہیں کیا کیونکہ بندے کا اس میں کوئی ارادہ شامل نہیں، اور سوچ ایک ایسی چیز ہے جو خیالات اور ذہن میں آتی ہے اور اسے دور کرنا ممکن نہیں۔

رہا عمداً سوچنا اور پھر اس سوچ سے انزال مقصود ہو تو اس صورت میں انزال کی بنا پر دیکھنے اور سوچنے میں کوئی فرق نہیں، جمہور علماء کرام انزال تک عمداً دیکھنے سے روزے کو باطل قرار دیتے ہیں۔

الموسوعة الفقهية میں درج ہے: احناف اور شافعی حضرات کے ہاں دیکھنے اور سوچنے سے منی یا مذی خارج ہونے کی بنا پر روزہ باطل نہیں ہوتا، لیکن اس کے مقابلہ میں شافعی حضرات کے ہاں صحیح یہی ہے کہ جب دیکھنے کی بنا پر انزال کی عادت ہوجائے یا پھر بار بار دیکھے اور انزال ہوجائے تو روزہ فاسد ہوجائے گا۔

لیکن مالکی اور حنابلہ کے ہاں مستقل دیکھنے سے منی خارج ہو جانے پر روزہ فاسد ہو جائے گا؛ کیونکہ یہ ایسا فعل کے ساتھ انزال ہے جس سے لذت حاصل کر رہا ہے اور اس فعل سے اجتناب ممکن ہے۔

لیکن صرف سوچ کی بنا پر انزال ہو جانے سے مالکی حضرات کے ہاں روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور حنابلہ کیہاں فاسد نہیں ہوگا؛ کیونکہ اس سے اجتناب ممکن نہیں" (الموسوعة الفقهية (267/26)

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

اگر سوچنے سے انزال ہو گیا اگرچہ وہ سوچ طویل تھی یا نسیانا جماع شروع کیا تھا، روزہ یاد آنے پر فوراً چھوڑ دیا، اسی طرح حکم ہے اگر اس نے طلوع فجر ہوتے ہی جماع چھوڑ دیا، اگر چھوڑنے کے بعد منی کا خروج ہوا اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ یہ احتلام کی طرح ہے۔ (درمختار، ج ا، ص ۱۵۰، مجتبائی دہلی)

اگر بوسے سے انزال ہوا تو وجوب قضاء کا حکم

اگر روزے دار کو بوسہ لینے یا مس کرنے سے انزال ہوا تو اس پر قضاء واجب ہے۔ کفارہ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ معنوی طور پر جماع پایا گیا ہے اور بطور صورت و معنی روزے کو روکنے والے کا پایا جانا بطور احتیاط قضاء کو واجب کرنے میں کافی ہے۔ جبکہ کفارہ مکمل جنایت پر موقوف ہے۔ لہٰذا کفارات شبہات کی وجہ سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ جس طرح حدود شبہات کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہیں۔ (قاعدہ فقہیہ)

اور جب اسے اپنے نفس پر اطمینان ہو تو بوسہ لینے میں کوئی حرج نہیں۔ یعنی جماع و انزال سے مأمون ہو۔ اور اگر مطمئن نہ ہو تو مکروہ ہے۔ اگرچہ بوسہ بالذات روزے کو توڑنے والا نہیں ہے لیکن عام طور یہ بھی اپنے انجام کے طور پر مفطر صائم بن جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص مطمئن ہے تو بوسے کے عین کا اعتبار کریں گے۔ اور روزے دار کے لئے مباح ہے۔ اور اگر مطمئن نہ ہو تو اس کے انجام (آخر) کا اعتبار ہوگا لہٰذا اس کو روزہ دار کے لئے مباح قرار نہیں دیا جائے گا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک دونوں صورتوں میں علی الاطلاق مباح ہے۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے خلاف دلیل وہی ہے جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور ظاہر الروایت کے مطابق مباشرت فاحشہ بوسہ لینے کی طرح ہے۔

امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ مباشرت فاحشہ مکروہ ہے۔ کیونکہ مباشرت فاحشہ فتنے سے خالی نہیں ہوتی۔ البتہ کہیں تھوڑی سی کم ہو (تو اس کا اعتبار بطور دلیل نہیں کیا جا سکتا)۔

روزہ میں بوسہ اور مساس وغیرہ میں فقہ حنفی کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روزہ کی حالت میں (اپنی ازواج کا) بوسہ لیتے تھے اور (انہیں) اپنے بدن سے لپٹاتے تھے (کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حاجت پر تم سے زیادہ قابو یافتہ تھے)

(بخاری ومسلم)

حاجت سے مراد شہوت ہے مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں کی بہ نسبت اپنی خواہشات اور شہوت پر

بہت زیادہ قابو یافتہ تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ اپنی ازواج مطہرات کا بوسہ لیتے تھے اور ان کو اپنے بدن مبارک سے لپٹاتے تھے مگر صحبت سے بچے رہتے تھے ظاہر ہے کہ دوسرے لوگوں کا ایسی صورت میں اپنی شہوت پر قابو یافتہ ہونا بہت مشکل ہے۔

مذکورہ بالا مسئلہ میں اہل علم کے ہاں اختلاف ہے، حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ بوسہ لینا، مساس کرنا اور عورت کے بدن کو اپنے سے لپٹانا روزہ دار کے لیے مکروہ ہے جب کہ ایسی صورت میں جماع میں مشغول ہو جانے یا انزال ہو جانے کا خوف ہو اگر یہ خوف نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے۔

روزہ میں بوسہ اور مساس وغیرہ میں فقہ حنبلی کا بیان

علامہ مصطفی الرحیبانی حنبلی رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ اگر کسی کو یہ گمان ہو کہ اسے انزال ہو جائے گا تو بغیر کسی اختلاف کے اس کے لیے بوسہ لینا، اور معانقہ کرنا بغل گیر ہونا اور بار بار بیوی کو دیکھنا حرام ہے" (مطالب اولی النہی (204/2)

چنانچہ اگر آپ نے اپنی بیوی سے اس صورت میں دل بہلایا کہ آپ کو روزہ ٹوٹنے کا کوئی خدشہ نہ تھا تو پھر آپ پر کوئی گناہ نہیں، چاہے روزہ ٹوٹ بھی گیا۔

لیکن اگر آپ کو یہ گمان تھا کہ ایسا کام کرنے سے آپ کو انزال ہو جائے گا تو آپ کو بیوی سے دل بہلانے میں گناہ ہوا ہے اور آپ کو اس سے توبہ و استغفار کرنی چاہیے۔

لیکن روزہ دونوں حالتوں میں ہی فاسد ہو جائے گا، کیونکہ آپ کا انزال ہو گیا تھا، چاہے آپ نے روزہ توڑنے کی نیت کی تھی یا نہیں۔

روزہ میں بوسہ اور مساس وغیرہ میں فقہ شافعی کا بیان

علامہ نووی شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"جب بغیر جماع کے کسی نے روزہ توڑا ہو یعنی کھاپی کر یا پھر مشت زنی کر کے، اور انزل تک لے جانے والی مباشرت تو اس پر کوئی کفارہ نہیں؛ کیونکہ نص میں تو جماع کا آیا ہے اور یہ اشیاء اس معنی میں نہیں" (المجموع (377/6)

روزہ میں بوسہ اور مساس وغیرہ میں فقہ مالکی کا بیان

امام مالک علیہ الرحمہ مؤطا میں لکھتے ہیں۔ "عطا بن یسار سے روایت ہے کہ ایک شخص نے بوسہ دیا اپنی عورت کو اور وہ روزہ دار تھا رمضان میں سو اس کو بڑا رنج ہوا اور اس نے اپنی عورت کو بھیجا ام المومنین ام سلمہ کے پاس کہ پوچھے ان سے اس مسئلہ کو تو آئی وہ عورت ام سلمہ کے پاس اور بیان کیا ان سے، ام سلمہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ لیتے ہیں روزے میں تب وہ اپنے خاوند کے پاس گئی اور اس کو خبر دی پس اور زیادہ رنج ہوا اس کے خاوند کو اور کہا اس نے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سے نہیں ہیں اللہ اپنے رسول کے لئے جو چاہتا ہے حلال کر دیتا ہے پھر آئی اس کی عورت ام سلمہ کے پاس اور دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہیں موجود ہیں سو پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہوا اس عورت کو تو بیان کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ام سلمہ نے سو فرمایا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں نہ کہہ دیا اس سے کہ میں بھی یہ کام کرتا ہوں ام سلمہ نے کہا میں نے کہہ دیا لیکن وہ گئی اپنے خاوند کے پاس اور اس کو خبر کی سو اس کو اور زیادہ رنج ہوا اور وہ بولا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سے نہیں ہیں حلال کرتا ہے اللہ جل جلالہ جو چاہتا ہے اپنے رسول کے لئے غصہ ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم خدا کی تم سب سے زیادہ ڈرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے اور تم سب سے زیادہ پہچانتا ہوں اس کی حدوں کو۔"

حضرت ام المومنین عائشہ کہتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ دیتے تھے اپنی بعض بیبیوں کو اور وہ روزہ دار ہوتے تھے پھر ہنستی تھیں۔

حضرت یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ عاتکہ بیوی حضرت عمر کی بوسہ دیتی تھیں سر کو حضرت عمر کے اور حضرت عمر روزہ دار ہوتے تھے لیکن ان کو منع نہیں کرتے تھے۔

حضرت عائشہ بن طلحہ سے روایت ہے کہ وہ ام المومنین عائشہ کے پاس بیٹھی تھیں اتنے میں ان کے خاوند عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق آئے اور وہ روزہ دار تھے تو کہا ان سے حضرت عائشہ نے تم کیوں نہیں جاتے اپنی بی بی کے پاس بوسہ لو ان کا اور کھیلو ان سے تو کہا عبداللہ نے بوسہ لوں میں ان کا اور میں روزہ دار ہوں حضرت عائشہ نے کہا ہاں۔

حضرت زید بن اسلم سے روایت ہے کہ ابو ہریرہ اور سعد بن ابی وقاص روزہ دار کو اجازت دیتے تھے بوسہ کیا۔ حضرت امام مالک کو پہنچا کہ ام المومنین جب بیان کرتیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ لیتے تھے روزہ میں تو فرماتیں کہ تم میں سے کون زیادہ قادر ہے اپنے نفس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے سوال ہوا روزہ دار کو بوسہ لینا کیسا ہے تو اجازت دی بوڑھے کو اور مکروہ رکھا جوان کے لئے۔ حضرت نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر منع کرتے تھے روزہ دار کو بوسہ اور مباشرت سے۔ (موطا امام مالک، کتاب الصوم)

بَابُ الصَّائِمِ يَبْلَعُ الرِّيقَ

باب: روزہ دار کا لعاب نگل لینا

2386 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دِينَارٍ، حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ أَوْسٍ الْعَبْدِيُّ، عَنْ مِصْدَعٍ أَبِي يَحْيَى، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقَبِّلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ، وَيَمُصُّ لِسَانَهَا. قَالَ ابْنُ الْأَعْرَابِيِّ: هَذَا الْإِسْنَادُ لَيْسَ بِصَحِيحٍ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں ان کا بوسہ لے لیتے تھے، اور ان کی زبان کو چوستے تھے۔

ابن اعرابی کہتے ہیں: مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ ابن داؤد یہ فرماتے ہیں: اس کی سند صحیح نہیں ہے۔

دانتوں کے درمیان پائے جانے ریشے کو نگلنے والے کے روزے کا حکم

اگر کوئی شخص دانتوں کے درمیان گوشت کے ریشے کو کھا گیا۔ اگر وہ تھوڑا ہے تو روزہ فاسد نہ ہوگا اور اگر وہ زیادہ ہے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔

حضرت امام زفر علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ دونوں صورتوں میں روزہ ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ منہ کے لئے ظاہری حکم یہی ہے۔ ہاں البتہ کلی کرنے سے اس کا روزہ فاسد نہ ہوگا۔

جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ قلیل اس کے دانتوں کے تابع ہو کر روزے کو توڑنے والا نہیں ہے۔ بہ خلاف کثیر کے کیونکہ وہ دانتوں کے درمیان باقی نہیں رہتا۔ اور ان کے درمیان فیصلہ کرنے کی مقدار چنے کی مقدار ہے۔ جو اس سے کم ہو وہ قلیل ہے۔

اور اگر اس نے اس چیز کو نکال کر ہاتھ میں لیا پھر اس کا کھالیا تو مناسبت اسی حکم سے ہے کہ اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا۔

حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے اسی طرح روایت ہے۔ کہ روزے دار جب تل کا دانہ دانتوں کے درمیان سے نگلے تو اس کا روزہ فاسد نہ ہوگا۔ اور اگر اس نے تل ابتدائی وقت میں کھایا تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ ملوث ہو ختم ہو جائے گا اور چنے کی مقدار سے فاسد ہونے والے روزے میں اس پر قضاء واجب ہے کفارہ واجب نہیں ہے۔

حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام زفر علیہما الرحمہ کے نزدیک اس پر کفارہ بھی واجب ہے۔ کیونکہ یہ کھانا ہی ملا ہوا ہے اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ طبیعت اس کو مکروہ جانتی ہے۔ (ہدایہ، کتاب صوم، لاہور)

بات کرنے میں تھوک سے ہونٹ تر ہو گئے اور اسے پی گئی یا منہ سے رال ٹپکی مگر تار ٹوٹا نہ تھا کہ اسے چڑھا کر پی گئی۔ یا ناک میں رینٹھ آ گئی بلکہ ناک سے باہر ہو گئی مگر الگ نہ ہوئی تھی کہ اسے چڑھا کر پی گئی یا کھنکار منہ میں آئی اور اسے کھا گئی، اگرچہ کتنی ہی ہو، روزہ نہ جائے گا۔ لیکن یہ چونکہ نفرت لانے والی چیزیں ہیں، اور ان سے دوسروں کو بھی گھن آتی ہے، اس لیے ان سے احتیاط چاہیے۔ (عالمگیری)

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں کہ ابن منذر نے کہا اس پر اجماع ہے کہ اگر روزہ دار اپنے تھوک کے ساتھ دانتوں کے درمیان جو رہ جاتا ہے جس کو نکال نہیں سکتا نگل جائے تو روزہ نہ ٹوٹے گا، اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر روزہ دار کے دانتوں میں گوشت رہ گیا ہو اس کو چبا کر قصداً کھا جائے تو اس پر قضاء نہیں۔

اور جمہور کہتے ہیں قضاء لازم ہوگی، اور انہوں نے روزے میں مصطگی چبانے کی اجازت دی اگر اس کے اجزاء نہ نکلیں، اگر نکلیں اور نگل جائے تو جمہور علماء کے نزدیک روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (فتح الباری 4/190)

کلی کی تری اور تھوک نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

حضرت عطاء (تابعی) کہتے ہیں کہ اگر روزہ دار کلی کرے اور پھر پانی کو منہ سے بالکل نکال دے تو اس کے روزہ کو اس بات سے نقصان نہیں پہنچے گا کہ وہ اپنا تھوک اور وہ چیز جو منہ کے اندر باقی ہے نگل جائے اور روزہ دار مصطگی نہ چبائے اور اگر روزہ دار مصطگی کا تھوک نگل جائے تو میں یہ تو نہیں کہتا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا لیکن اس سے منع کیا جاتا ہے۔ یہ روایت بخاری کے ترجمۃ الباب میں نقل کی گئی ہے۔

لفظ ما بقی میں حرف ما موصولہ ہے اور اس کا عطف لفظ ریقہ پر ہے اس پورے جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی روزہ دار کلی کرنے کے بعد اپنا تھوک یا پانی کی وہ تری جو کلی کے بعد منہ میں باقی رہ گئی ہے نگل لے تو اس کے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا کیونکہ اس سے اجتناب قطعاً ممکن نہیں ہے۔ مصطگی۔ علک کا ترجمہ یہ گوند کی قسم سے ایک دوا ہے جو دانت کے امراض میں اور دانتوں کی تقویت کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے پہلے زمانہ میں بھی لوگ اسے دانت کی تقویت کے لیے منہ میں رکھ لیا کرتے تھے اور چباتے تھے چنانچہ روزہ کی حالت میں اسے چبانے سے منع فرمایا گیا ہے۔

البتہ مذکورہ بالا حدیث میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ مصطگی کو چباتے ہوئے جو تھوک منہ میں جمع ہو جائے اس کو نگلنے سے روزہ نہیں جاتا کیونکہ وہ تو منہ میں چپک کر رہ جاتی ہے اس کا کوئی جز علیحدہ نہیں ہوتا کہ وہ حلق میں اتر جائے اور اس سے روزہ ٹوٹ جائے تاہم بطور احتیاط اس کے تھوک کو بھی نگلنے سے منع فرمایا گیا ہے لہٰذا حدیث کے الفاظ ولکن ینھی عنہ میں مذکورہ نہی تنزیہی ہے کیونکہ علماء فرماتے ہے کہ کسی بھی چیز کو چبانا خواہ وہ مصطگی ہو یا کوئی اور چیز مکروہ ہے ہاں ضرورت کے وقت کسی بچہ کے منہ میں دینے کے لیے اس کا کوئی ٹکڑا چبانا جائز ہے۔ لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ یہ مصطگی وغیرہ چبانے کی کراہت اس صورت میں ہے جب کہ یہ یقین ہو کہ اس کا کوئی جز حلق کے نیچے نہیں اترا ہے اور اگر حلق کے نیچے اتر جانے کا یقین ہو تو پھر روزہ ٹوٹ جائے گا۔

اگر کوئی درزی یا کوئی بھی شخص رنگا ہوا ڈورمنہ میں لے اور اس کا تھوک ڈورے کے رنگ جیسا ہو جائے اور پھر وہ اس کی تھوک کو نگل جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور اگر تھوک پر رنگ غالب نہ آئے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

حلق میں مکھی کے دخول سے عدم افطار کا حکم

اگر روزے دار کے حلق میں مکھی داخل ہو گئی اور اسے روزہ بھی یاد تھا تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ روزے کو توڑنے والی چیز جوف (معدہ) تک پہنچ گئی ہے۔ اگر چہ اس سے غذا حاصل نہیں کی جاتی جس طرح مٹی اور کنکری کا حکم ہے۔ اور استحسان کی دلیل یہ ہے کہ مکھی سے بچنا ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا یہ غبار اور دھوئیں کے مشابہ ہو گیا اور مشائخ فقہاء نے بارش اور برف میں اختلاف کیا ہے اور سب سے زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ روزہ فاسد ہو جائے گا۔ کیونکہ ان سے بچنا ممکن ہے۔ جبکہ روزے دار کے لئے کوئی چھت یا خیمہ میسر ہو۔ (ہدایہ، کتاب صوم، لاہور)

کسی شخص کے حلق میں غبار یا چکی پیستے ہوئے آٹا یا مکھی جائے یا دوائیں کوٹتے ہوئے یا ان کی پڑیا باندھتے ہوئے اس میں سے کچھ اڑ کر حلق میں چلا جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا کیونکہ ان چیزوں سے بچنا ناممکن ہے۔

جوف معدہ تک پہنچنے والی اشیاء سے روزے کے ٹوٹنے کا بیان

کسی شخص نے پیٹ کے زخم میں دوا ڈالی اور وہ پیٹ میں پہنچ گئی یا سر کے زخم میں دوا ڈالی اور وہ دماغ میں پہنچ گئی یا حلق میں بارش کا پانی یا برف چلا گیا اور اسے قصداً نہیں نگلا بلکہ از خود حلق سے نیچے اتر گیا یا چوک میں روزہ جاتا رہا مثلاً کلی کرتے ہوئے پانی حلق کے نیچے اتر گیا یا ناک میں پانی دیتے ہوئے دماغ کو چڑھ گیا، یا کسی نے زبردستی روزہ تڑوا دیا خواہ جماع ہی کے سبب سے یعنی خاوند نے زبردستی بیوی سے جماع کیا یا بیوی نے زبردستی خاوند سے جماع کرایا تو ان سب صورتوں میں بھی کفارہ لازم نہیں ہوگا بلکہ

صرف قضا لازم ہوگی ہاں جماع کے سلسلہ میں زبردستی کرنے والے پر کفارہ بھی لازم ہوگا اور جس کے ساتھ زبردستی کی گئی اس پر صرف قضا واجب ہوگی۔

روزے کی حالت میں ان ہیلر کا استعمال

ڈاکٹر صاحبان سے ہم نے اس سلسلے میں جو معلومات حاصل کی ہیں، ان کے مطابق سانس کے مریض کے پھیپھڑے سکڑ جاتے ہیں جس کی وجہ سے انہیں سانس لینے میں تکلیف اور دشواری محسوس ہوتی ہے۔ ان ہیلر کے ذریعے ایسے کیمیکلو گیس یا مائع بوندوں کی شکل میں ان کے پھیپھڑوں میں پہنچتے ہیں جن کی بناء پر ان کے پھیپھڑے (LUNGS) کھل جاتے ہیں اور وہ دوبارہ آسانی سے سانس لینے لگتا ہے، تو چونکہ مریض کے بدن کے اندر ایک مادی چیز جاتی ہے لہٰذا استعمال کے بغیر مریض کے لئے اگر مرض اس درجے کا ہے کہ پورے روزے کا وقت ان ہیلر کے استعمال کے بغیر مریض کے لئے گزارنا مشکل ہے تو پھر وہ معذور ہے، بر بنائے عذر و بیماری روزہ نہ رکھے اور فدیہ ادا کرے۔

ہوائی جہاز میں افطار کس وقت کے لحاظ سے کیا جائے؟

روزہ دار اگر جہاز میں سفر کر رہا ہو اور بلندی پر ہونے کی وجہ سیاسے سورج نظر آرہا ہو حالانکہ اسی وقت اسی جگہ کی زمین پر سورج غروب ہو چکا ہو اور وہاں کے لوگ، افطار کر چکے ہوں تب بھی یہ مسافر افطار نہیں کر سکتا جب تک کہ سورج کو غروب ہوتا ہوا نہ دیکھ لے۔ (آپ کے مسائل)

دوائی کھا کر ایام روکنے والی عورت کا روزہ رکھنا؟

ایام روکنے والی دوائی کھا کر رمضان المبارک کے پورے روزے رکھ لینا صحیح ہوگا، رہا یہ کہ یہ روکنا صحیح ہے یا نہیں؟ تو شرعاً روکنے پر کوئی پابندی نہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ اگر یہ فعل عورت کی صحت کے لئے مضر ہو تو جائز نہیں۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل)

روزے کی حالت میں سگریٹ یا حقہ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

روزہ کی حالت میں حقہ یا سگریٹ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اگر یہ عمل جان بوجھ کر کیا ہو تو قضا و کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔

روزہ کی حالت میں منجن اور ٹوتھ پیسٹ کا استعمال

منجن اور ٹوتھ پیسٹ کا استعمال روزہ کی حالت میں مکروہ ہے۔ تاہم اگر حلق میں نہ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (جدید فقہی مسائل)

پائیلٹ کے لئے روزہ چھوڑنا کیسا ہے؟

ڈاکٹروں کی بعض ہدایات تو محض بر بنائے احتیاط ہوتی ہیں جن کی خلاف ورزی سے کوئی واقعی نقصان عموماً نہیں ہوتا ایسی ہدایت کی بناء پر تو روزہ چھوڑنا درست نہیں؛ لیکن اگر یہ ہدایات واقعتاً ایسی ہیں کہ ان کی خلاف ورزی سے نقصان کا گمانِ غالب ہے تو ایسی صورت میں پائیلٹ کے لئے روزہ چھوڑ کر دوسرے دنوں میں قضاء کرنا جائز ہوگا۔ (فتاویٰ عثمانی)

روزہ کی حالت میں اگربتی، دوا، عطر، اور پرفیوم سونگھنا

محض کسی خوشبو یا بدبو کے بے اختیار ناک میں جانے یا قصداً سونگھنے سے۔خواہ علاجاً ہو یا تنشیطاً۔ روزہ فاسد نہیں ہوتا؛ اگربتی، دوا، عطر، سینٹ اور پرفیوم سب کا حکم ایک ہے: البتہ اگربتی وغیرہ سلگا کر اس کا دھواں ناک میں پہونچانا مفسدِ صوم ہے۔

بَابُ كَرَاهِيَتِهِ لِلشَّابِّ

باب: جوان آدمی کے لیے، اس (بوس وکنار) کا مکروہ ہونا

2387 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ يَعْنِي الزُّبَيْرِيَّ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي الْعَنْبَسِ، عَنِ الْأَغَرِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ، فَرَخَّصَ لَهُ، وَأَتَاهُ آخَرُ، فَسَأَلَهُ، فَنَهَاهُ، فَإِذَا الَّذِي رَخَّصَ لَهُ شَيْخٌ، وَالَّذِي نَهَاهُ شَابٌّ

❁❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ دار کے مباشرت کرنے کے بارے میں دریافت کیا: تو آپ نے اسے اجازت دے دی۔ ایک اور شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے اس بارے میں دریافت کیا تو آپ نے اسے منع کر دیا، آپ نے جس کو منع کیا تھا، وہ نوجوان تھا۔

بَابُ فِيمَنْ أَصْبَحَ جُنُبًا فِي شَهْرِ رَمَضَانَ

باب: جو شخص، رمضان میں، صبح صادق کے وقت، جنابت کی حالت میں ہو

2388 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ الْأَذْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، عَنْ عَائِشَةَ، وَأُمِّ سَلَمَةَ زَوْجَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمَا قَالَتَا: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْبِحُ جُنُبًا - قَالَ عَبْدُ اللهِ الْأَذْرَمِيُّ فِي حَدِيثِهِ - فِي رَمَضَانَ مِنْ جِمَاعٍ غَيْرِ احْتِلَامٍ، ثُمَّ يَصُومُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَمَا أَقَلَّ مَنْ يَقُولُ: هَذِهِ الْكَلِمَةَ يَعْنِي يُصْبِحُ جُنُبًا فِي رَمَضَانَ، وَإِنَّمَا الْحَدِيثُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصْبِحُ جُنُبًا وَهُوَ صَائِمٌ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج ہیں، وہ دونوں بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح صادق کے وقت جنابت کی حالت میں ہوتے تھے یہاں ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں "رمضان میں" (اس کے بعد روایت میں یہ الفاظ ہیں) یہ جنابت صحبت کی وجہ سے ہوتی تھی، احتلام کی وجہ سے نہیں ہوتی تھی، پھر آپ روزہ رکھ لیتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) بہت کم راویوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں کہ آپ رمضان کے مہینے میں صبح صادق کے وقت جنابت کی حالت میں ہوتے تھے، روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

''نبی اکرم ﷺ صبح صادق کے وقت جنابت کی حالت میں ہوتے تھے اور آپ روزہ رکھے ہوئے ہوتے تھے۔''

2389 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ يَعْنِي الْقَعْنَبِيَّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَعْمَرٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِي يُونُسَ، مَوْلَى عَائِشَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى الْبَابِ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أُصْبِحُ جُنُبًا، وَأَنَا أُرِيدُ الصِّيَامَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَأَنَا أُصْبِحُ جُنُبًا، وَأَنَا أُرِيدُ الصِّيَامَ، فَأَغْتَسِلُ وَأَصُومُ. فَقَالَ الرَّجُلُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّكَ لَسْتَ مِثْلَنَا قَدْ غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ. فَغَضِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: وَاللهِ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ، وَأَعْلَمَكُمْ بِمَا أَتَّبِعُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے کہا، جبکہ آپ دروازے پر کھڑے ہوئے تھے، یا رسول اللہ! میں صبح صادق کے وقت جنابت کی حالت میں ہوتا ہوں اور روزہ بھی رکھنا چاہتا ہوں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (بعض اوقات) میں بھی صبح صادق کے وقت جنابت کی حالت میں ہوتا ہوں اور میں نے روزہ بھی رکھنا ہوتا ہے تو میں غسل کر کے روزہ رکھ لیتا ہوں، اس شخص نے کہا، یا رسول اللہ! آپ ہماری مانند نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کے گذشتہ اور آئندہ ذنب کی مغفرت کر دی ہے، تو نبی اکرم ﷺ غضبناک ہو گئے آپ نے فرمایا: خدا کی قسم! مجھے یہ امید ہے کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور اس چیز کے بارے میں تم سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں، جس کی پیروی کی جانی چاہیے۔

بَابُ كَفَّارَةِ مَنْ أَتَى أَهْلَهُ فِي رَمَضَانَ

باب: جو شخص رمضان میں (روزے کے دوران) اپنی بیوی سے صحبت کر لے اس کا کفارہ

2390 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أَتَى رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: هَلَكْتُ، فَقَالَ: مَا شَأْنُكَ؟، قَالَ: وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي فِي رَمَضَانَ، قَالَ: فَهَلْ تَجِدُ مَا تُعْتِقُ رَقَبَةً؟، قَالَ: لَا. قَالَ: فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟، قَالَ: لَا. قَالَ: فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تُطْعِمَ سِتِّينَ مِسْكِينًا؟، قَالَ: لَا. قَالَ: اجْلِسْ. فَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ، فَقَالَ: تَصَدَّقْ بِهِ. فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَهْلُ بَيْتٍ أَفْقَرُ مِنَّا. فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ ثَنَايَاهُ، قَالَ: فَأَطْعِمْهُ إِيَّاهُمْ. وَقَالَ مُسَدَّدٌ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ أَنْيَابُهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے کہا: میں

2390- واخرجه البخاری (1936) و (1937) و (5368) و (6087) و (6164) و (6709) و (6711) و (6821)، ومسلم (1111)، وابن ماجه (1671)، والترمذی (733)، والنسائی فی "الکبری" (3101-3106) من طرق عن الزهری، بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (7290)، و "صحیح ابن حبان" (3524).

ہلاکت کا شکار ہو گیا ہوں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ اس نے عرض کی: میں نے رمضان میں (روزے کے دوران) اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کر لی ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس آزاد کرنے کے لیے غلام ہے؟ اس نے عرض کی: جی نہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم مسلسل دو ماہ روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے عرض کی: جی نہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم 60 مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو، اس نے عرض کی: جی نہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم بیٹھ جاؤ، پھر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک ٹوکرا لایا گیا جس میں کھجوریں موجود تھیں، آپ نے فرمایا: تم انہیں صدقہ کر دو، اس شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! پورے شہر میں ہمارے گھرانے سے زیادہ غریب اور کوئی نہیں ہے

راوی بیان کرتے ہیں: تو نبی اکرم ﷺ مسکرا دیئے یہاں تک کہ آپ کے سامنے کے دانت نمایاں ہو گئے آپ نے فرمایا: پھر تم یہ انہیں ہی کھلا دو۔

مسدد نامی راوی نے دوسرے مقام پر یہ الفاظ نقل کیے ہیں: آپ کے اطراف کے دانت نظر آئے۔

2391- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْحَدِيثِ بِمَعْنَاهُ زَادَ الزُّهْرِيُّ، وَإِنَّمَا كَانَ هَذَا رُخْصَةً لَهُ خَاصَّةً. فَلَوْ أَنَّ رَجُلًا فَعَلَ ذَلِكَ الْيَوْمَ لَمْ يَكُنْ لَهُ بُدٌّ مِنَ التَّكْفِيرِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَالْأَوْزَاعِيُّ، وَمَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَمِرِ، وَعِرَاكُ بْنُ مَالِكٍ، عَلَى مَعْنَى ابْنِ عُيَيْنَةَ زَادَ فِيهِ الْأَوْزَاعِيُّ، وَاسْتَغْفِرِ اللَّهَ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ زہری کے حوالے سے منقول ہے، زہری نے یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں، یہ رخصت صرف اسی شخص کے لیے بطور خاص تھی اگر کوئی شخص آج یہ حرکت کرتا ہے تو اس کے لیے کفارہ دینا لازمی ہوگا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت دیگر راویوں نے بھی اپنی سند کے ساتھ نقل کی ہے، تاہم امام اوزاعی نے اس میں یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: "تم اللہ سے مغفرت طلب کرو"

2392 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَجُلًا أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ يُعْتِقَ رَقَبَةً، أَوْ يَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ، أَوْ يُطْعِمَ سِتِّينَ مِسْكِينًا، قَالَ: لَا أَجِدُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اجْلِسْ، فَأُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ، فَقَالَ: خُذْ هَذَا فَتَصَدَّقْ بِهِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا أَحَدٌ أَحْوَجُ مِنِّي، فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ، وَقَالَ لَهُ: كُلْهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ جُرَيْجٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَلَى لَفْظِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلًا أَفْطَرَ وَقَالَ فِيهِ: أَوْ تُعْتِقَ رَقَبَةً، أَوْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ، أَوْ تُطْعِمَ سِتِّينَ مِسْكِينًا.

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے رمضان کا روزہ توڑ دیا، نبی اکرم ﷺ نے اسے یہ حکم دیا کہ وہ ایک غلام کو آزاد کرے یا مسلسل 2 ماہ کے روزے رکھے یا 60 مسکینوں کو کھانا کھلائے، تو اس نے عرض کی: میں یہ نہیں کر سکتا،

تو نبی اکرم ﷺ نے اسے فرمایا: تم بیٹھ جاؤ، نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک ٹوکرا لایا گیا جس میں کھجوریں موجود تھیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم یہ لو اور صدقہ کر دو، اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! مجھ سے زیادہ ضرورت مند اور کوئی نہیں ہے، نبی اکرم ﷺ مسکرا دیے یہاں تک کہ آپ کے اطراف کے دانت نظر آنے لگے، نبی اکرم ﷺ نے اسے فرمایا: تم اسے کھالو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ابن جریج نے زہری کے حوالے سے اسی طرح نقل کی ہے جس طرح امام مالک نے نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: ایک شخص نے روزہ توڑ دیا، اور اس روایت میں یہ الفاظ ہیں:

''یا تم ایک غلام آزاد کرو، یا دو ماہ کے روزے رکھ لو، یا 60 مسکینوں کو کھانا کھلا دو''۔

2393 - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: فَأُتِيَ بِعَرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ قَدْرُ خَمْسَةَ عَشَرَ صَاعًا، وَقَالَ فِيهِ: كُلْهُ أَنْتَ، وَأَهْلُ بَيْتِكَ، وَصُمْ يَوْمًا، وَاسْتَغْفِرِ اللهَ

✿✿ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے رمضان میں روزہ توڑ دیا تھا، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

''نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک ٹوکرا لایا گیا، جس میں 15 صاع کے قریب کھجوریں تھیں، اس روایت میں یہ الفاظ ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اور تمہارے اہل خانہ اسے کھالیں تم ایک دن روزہ رکھ لو اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو۔

2394 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الْقَاسِمِ، حَدَّثَهُ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ، أَنَّ عَبَّادَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ: أَتَى رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فِي رَمَضَانَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، احْتَرَقْتُ، فَسَأَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا شَأْنُهُ، قَالَ: أَصَبْتُ أَهْلِي، قَالَ: تَصَدَّقْ، قَالَ: وَاللهِ مَا لِي شَيْءٌ، وَلَا أَقْدِرُ عَلَيْهِ، قَالَ: اجْلِسْ فَجَلَسَ، فَبَيْنَمَا هُوَ عَلَى ذٰلِكَ أَقْبَلَ رَجُلٌ يَسُوقُ حِمَارًا عَلَيْهِ طَعَامٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيْنَ الْمُحْتَرِقُ آنِفًا، فَقَامَ الرَّجُلُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَصَدَّقْ بِهٰذَا، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَعَلَى غَيْرِنَا، فَوَاللهِ إِنَّا لَجِيَاعٌ مَا لَنَا شَيْءٌ، قَالَ: كُلُوهُ.

✿✿ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: رمضان کے مہینے میں ایک شخص مسجد میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں جل گیا ہوں، نبی اکرم ﷺ نے اس سے دریافت کیا: کیا معاملہ ہے؟ اس نے عرض کی: میں نے (روزے کے دوران) اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کر لی ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم صدقہ کرو، اس نے عرض کی: اللہ کی قسم! میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے اور میں اس کی قدرت نہیں رکھتا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم بیٹھ جاؤ، وہ بیٹھ گیا، ابھی وہ

شخص وہی موجود تھا کہ ایک شخص اپنے گدھے پر نکلا ہوا آیا، جس پر اناج موجود تھا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ابھی جلنے والا شخص کہاں ہے؟ وہ شخص کھڑا ہوا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اسے صدقہ کر دو، تو اس نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا اپنے علاوہ کسی اور پر؟ اللہ کی قسم! ہم بھوکے ہیں، ہمارے پاس کوئی چیز نہیں ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم لوگ اسے کھالو۔

2395 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَائِشَةَ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: فَأُتِيَ بِعَرَقٍ فِيهِ عِشْرُونَ صَاعًا

❀❀ یہ واقعہ سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ کے حوالے سے ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں: ایک ٹوکرا آیا جس میں 20 صاع (کھجوریں) تھیں۔

روزے کا کفارہ ظہار کے کفارے کی طرح ہے

روزے کا کفارہ ظہار کے کفارے کی طرح ہے۔ اسی روایت کی وجہ سے جس کو ہم روایت کر چکے ہیں کہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں ہلاک ہوگیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تجھے کس چیز نے ہلاک کیا؟ اس نے کہا کہ میں رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو ایک غلام یا لونڈی آزاد کر سکتا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو مہینے کے روزے لگاتار رکھ سکتا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) پھر وہ بیٹھا رہا یہاں تک کہ نبی ﷺ کے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرا آیا روایت کیا گیا ہے کہ اس ٹوکرے میں پندرہ صاع کھجوریں تھیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جا اسے مسکینوں کو صدقہ دے دے۔

اس نے کہا کہ مدینہ کے دونوں کنکریلی کالے پتھروں والی زمینوں کے درمیان میں مجھ سے بڑھ کر کوئی مسکین ہے؟ بلکہ اس علاقہ میں کوئی گھر والا مجھ سے بڑھ کر محتاج نہیں تو نبی ﷺ ہنس پڑے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے مبارک دانت ظاہر ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو لے اور اپنے گھر والوں کو کھلا۔ (صحیح مسلم، رقم ۵۸۹) یہ حدیث امام شافعی علیہ الرحمہ پر تخییر کی صورت میں حجت ہے۔ (ہدایہ، کتاب صوم، لاہور)

جو شخص رمضان کا روزہ رمضان ہی کے مہینہ میں قصداً توڑ دے خواہ کچھ کھا پی کر یا جماع میں مشغول ہو کر تو اس پر کفارہ واجب ہوتا ہے اور کفارہ کی ترتیب وہی ہے جو حدیث بالا میں ذکر کی گئی ہے یعنی ایک غلام آزاد کرے اگر یہ نہ ہو سکے تو دو مہینہ کے روزے پے در پے رکھے اور اگر یہ بھی بس سے باہر ہو تو پھر آخری درجہ یہ ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اس میں اختیار ہے چاہے تو ہر مسکین کو کچا اناج دے دے اس صورت میں ہر مسکین کو پونے دو سیر گیہوں یا ساڑھے تین سیر جو دیا جائے گا اور چاہے کھانا پکا کر دے۔ اس صورت میں ان ساٹھ مسکینوں کو ایک دن دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلایا جائے گا۔

اپنے اہل و عیال کو کفارہ دینے سے کفارہ ادا نہیں ہوتا خواہ اصول میں سے یعنی باپ دادا وغیرہ ہوں یا فروع میں سے یعنی بیٹا

یا پوتا وغیرہ ہوں جہاں تک حدیث بالا کا تعلق ہے کہ اس سے اپنے اہل وعیال کو کفارہ دینے کا جواز ثابت ہوتا ہے تو اس کے بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ آیا اس شخص کے ذمہ سے کفارہ ادا ہو گیا تھا یا نہیں؟ چنانچہ اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ کفارہ ادا ہو گیا تھا اور یہ حکم صرف اسی کے ساتھ مخصوص تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور خاص اس کو اجازت عطا فرمادی تھی کہ وہ کھجوریں جو کفارہ کے طور پر اس کی طرف سے دی جاتی تھیں اپنے اہل وعیال کو کھلانے پر صرف کر دے۔ اور چونکہ یہ ایک مخصوص معاملہ تھا اس لیے کسی دوسرے کے لیے یہ جائز نہیں ہے۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اس وقت اس کے ذمہ سے کفارہ ادا نہیں ہوا تھا بلکہ اس کے ذمہ باقی رہا تھا اور وجہ اس کی یہ بیان کرتے ہیں کہ کفارہ کی ادائیگی بالفعل وقتی طور پر اس وقت ضروری ہوتی ہے جب کہ کفارہ دینے والے کے پاس اس کے اور اس کے اہل وعیال کے کھانے سے بچ کر اتنا مال موجود ہو جو وہ بطور کفارہ دے سکے ورنہ بصورت دیگر وہ کفارہ اس کے ذمہ باقی رہتا ہے کہ جب بھی اس میں استطاعت ہو کفارہ ادا کر دے لہٰذا سلمہ بن صخر الانصاری البیاضی بہت زیادہ محتاج تھے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت عطا فرمائی کہ اس وقت تو یہ کھجوریں اپنے اہل وعیال کو کھلاؤ مگر جب بعد میں استطاعت ہو تو کفارہ ادا کر دینا۔

کچھ حضرات کا کہنا یہ ہے کہ پہلے یہ حکم تھا کہ کفارہ اپنے اہل وعیال کو دیا جا سکتا ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ ان کھجوروں کو اپنے اہل وعیال پر خرچ کر دیں مگر بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا اس لیے اب مسئلہ یہی ہے کہ کسی بھی طرح کفارہ اپنے اہل وعیال کو نہ دیا جائے۔

روزہ اور کفارے کا بیان

ایک روزے کے کفارے میں ایک غلام آزاد کرنا چاہیے خواہ وہ غلام کافر ہی کیوں نہ ہو۔ اگر عدم استطاعت کے سبب غلام آزاد کرنا ممکن نہ ہو یا کسی جگہ غلام نہ ملتا ہو تو پھر دو مہینے یعنی پورے ساٹھ دن پے در پے روزے رکھنا واجب ہے، ان روزوں کا علی الاتصال اور ایسے دنوں میں رکھنا ضروری ہے جن میں عیدین کے دن اور ایام تشریق (ذی الحجہ کی گیارہ، بارہ، تیرہ تاریخیں) واقع نہ ہوں کیونکہ ان دنوں میں کسی بھی طرح کے روزے رکھنا منع ہیں، اگر درمیان میں کسی عذر کی وجہ سے یا بلا عذر کسی دن کا روزہ فوت ہو جائے تو پھر نئے سرے سے شروع کرنا ہو گا ناغہ سے پہلے جس قدر روزے ہو چکے ہوں گے ان کا کوئی حساب نہیں ہو گا ہاں اگر کسی عورت کو حیض آ جائے اور اس سبب سے درمیان کے روزے ناغہ ہو جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں مگر نفاس کی وجہ سے ناغہ ہو جانے کی صورت میں نئے سرے سے روزے شروع کئے جائیں گے۔

اور اگر مرض یا بڑھاپے کی وجہ سے ساٹھ روزے رکھنے کی بھی قدرت نہ ہو تو پھر ساٹھ محتاجوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانا واجب ہے اس طرح کہ چاہے تو انہیں ایک ہی دن دو وقت یعنی صبح وشام کھلا دے چاہے دو دن صبح کے وقت یا دو دن شام کے وقت یا عشاء وسحر کے وقت کھلا دے مگر شرط یہ ہے کہ اول وقت جن محتاجوں کو کھانا کھلایا جائے تو دوسرے وقت بھی انہیں محتاجوں کو کھانا کھلانا ہو گا۔ چنانچہ اگر کسی نے ایک وقت ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلا دیا اور پھر دوسرے وقت ان کے علاوہ دوسرے ساٹھ محتاجوں کو

کھلایا تو یہ کافی نہیں بلکہ کفارہ اسی وقت ادا ہوگا جب کہ ان دونوں جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت کو پھر دوبارہ ایک وقت کا کھانا کھلائے ہاں اگر کوئی شخص ایک ہی محتاج کو مسلسل ساٹھ روز تک کھانا کھلائے یا مسلسل ساٹھ روز تک ہر روز نئے محتاج کو کھلائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اس طرح کفارہ ادا ہو جائے گا۔

ایک بات اور اگر کوئی شخص ایک ہی روز ساٹھ یا ان سے کچھ کم محتاجوں کے کھانے کے بقدر صدقہ کسی ایک محتاج کو دے دے گا تو وہ سب کے لئے ادا نہیں ہوگا بلکہ ایک ہی محتاج کے لئے ادا ہوگا۔ ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلانے کے سلسلہ میں گیہوں کی روٹی بغیر سالن کے کافی ہو جاتی ہے یعنی اگر ساٹھ محتاجوں کو صرف گیہوں کی روٹی ہی بغیر سالن کے پیٹ بھر کر کھلا دی جائے تو حکم پورا ہو جائے گا، بخلاف جو کی روٹی کے کہ اس کے ساتھ سالن ضروری ہے کیونکہ جو کی روٹی سخت ہونے کی وجہ سے عادۃً بغیر سالن کے پیٹ بھر کر نہیں کھائی جا سکتی جبکہ گیہوں کی روٹی بغیر سالن کے بھی پیٹ بھر کر کھائی جا سکتی ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ گیہوں کی روٹی اپنی سالن خود اپنے اندر رکھتی ہے۔ لہٰذا جس شخص نے گیہوں کی روٹی کے ساتھ سالن مانگا وہ بھوکا نہیں ہے۔

ایک شرط یہ بھی ہے کہ جن ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلایا جائے وہ سب بھوکے ہوں ان میں سے کوئی پیٹ بھرا نہ ہو اگر کوئی پیٹ بھرا ہوگا اور بھوکے کی مانند نہیں کھائے گا تو اس کی بجائے کسی دوسرے بھوکے کو کھانا کھلانا ضروری ہوگا۔ بہر کیف یا تو مندرجہ بالا طریقے اور شرائط کے مطابق محتاجوں کو کھانا کھلایا جائے یا پھر یہ کہ چاہے تو ہر محتاج کو نصف صاع یعنی ایک کلو گرام ۶۳۳ گرام گیہوں یا اس کا آٹا یا اس کا ستو دے دیا جائے چاہے ایک صاع یعنی تین کلو ۲۶۶ گرام جو یا انگور یا کھجور یا اس کی قیمت دی جائے اور چاہے اس طرح تمام محتاجوں کو ایک ہی وقت میں دے دیا جائے اور چاہے مختلف اوقات میں دے دیا جائے۔

اگر کسی شخص نے قصداً جماع کر کے یا قصداً کھا کر کئی روزے توڑے تو ان سب کے لئے ایک ہی کفارہ کافی ہوگا بشرطیکہ ان کے درمیان کفارہ ادا نہ کیا ہو مثلاً کسی شخص نے دس روزے توڑے اور ان کے درمیان کفارہ ادا نہ کیا تو ان دس روزوں کے لئے ایک کفارہ کافی ہو جائے گا اگر درمیان میں کوئی کفارہ ادا کیا تو پھر بعد کے روزوں کے لئے دوسرا کفارہ ضروری ہوگا پھر یہ کہ وہ توڑے ہوئے روزے چاہے ایک رمضان کے ہوں اور چاہے دو رمضان کے ہوں اس بارے میں صحیح مسئلہ بھی یہی ہے جیسا کہ درمختار میں مذکور ہے مگر بعض حضرات کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا حکم اس صورت کے لئے ہے جب کہ وہ روزے ایک ہی رمضان کے ہوں اگر وہ روزے کئی رمضان کے ہوں گے تو ہر رمضان کے لئے علیحدہ علیحدہ کفارہ ضروری ہوگا چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں اسی قول کو اختیار کیا گیا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ کتاب صوم، بیروت)

روزے کی قضاء اور عدم کفارے کا بیان

اس بارہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر کسی ایسی چیز سے روزہ فاسد ہو جو غذا کی قسم سے نہ ہو یا اگر ہو تو کسی شرعی عذر کی بنا پر اسے پیٹ یا دماغ میں پہنچایا گیا ہو یا کوئی ایسی چیز ہو جس سے شرمگاہ کی شہوت پوری طرح ختم نہ ہوتی ہو جیسے جلق وغیرہ تو ایسی چیزوں سے کفارہ لازم نہیں ہوتا بلکہ صرف قضا ضروری ہے لہٰذا اگر روزہ دار رمضان میں کچے چاول اور خشک یا گوندھا ہوا آٹا کھائے تو روزہ جاتا رہتا ہے اور قضا واجب ہوتی ہے اور اگر کوئی جو یا گیہوں کا آٹا پانی میں گوندھ کر اور اس میں شکر ملا کر کھائے گا تو اس صورت میں

کفارہ لازم ہو جائے گا۔

اگر کوئی شخص یکبارگی بہت زیادہ نمک کھائے یا گل ارمنی کے علاوہ کوئی ایسی مٹی کھائے جس کو عادۃً کھایا نہیں جاتا یا گٹھلی یا روئی یا اپنا تھوک نگل لے جو ریشم و کپڑے وغیرہ کے رنگ مثلاً زرد، سبز وغیرہ سے متغیر تھا اور اسے اپنا روزہ بھی یاد تھا یا کاغذ یا اس کے مانند ایسی کوئی چیز کھائی جو عادۃً نہیں کھائی جاتی یا کچی بہی یا اس کے مانند ایسا کوئی پھل کھائے جو پکنے سے پہلے عادۃً کھائے نہیں جاتے اور انہیں پکا کر یا نمک ملا کر نہیں کھایا، یا ایسا تازہ اخروٹ کھایا جس میں مغز نہ ہو یا کنکر، لوہا، تانبا، سونا چاندی اور یا پتھر خواہ وہ زمرد وغیرہ ہی ہو نگل گیا تو ان صورتوں میں کفارہ واجب نہیں ہوگا، صرف قضا لازم ہوگی اسی طرح اگر کسی نے حقنہ کرایا، یا ناک میں دوا ڈالی یا منہ میں دوا رکھی اور اس میں سے کچھ حلق میں اتر گئی اور یا کانوں میں تیل ڈالا تو ان صورتوں میں بھی صرف قضا لازم آئے گی کفارہ واجب نہیں ہوگا۔

کان میں قصداً پانی ڈالنے کے بارہ میں مختلف اقوال ہیں ہدایہ ملتقی، درمختار، شرح وقایہ اور اکثر متون میں مذکور ہے کہ اس صورت میں روزہ نہیں ٹوٹتا مگر قاضی خان اور فتح القدیر میں لکھا ہے کہ اس بارہ میں صحیح مسئلہ یہ ہے کہ روزہ جاتا رہتا ہے اور قضا لازم آتی ہے۔ کسی شخص نے پیٹ کے زخم میں دوا ڈالی اور وہ پیٹ میں پہنچ گئی یا سر کے زخم میں دوا ڈالی اور وہ دماغ میں پہنچ گئی یا حلق میں بارش کا پانی یا برف چلا گیا اور اسے قصداً نہیں نگلا بلکہ از خود حلق سے نیچے اتر گیا یا چوک میں روزہ جاتا رہا مثلاً کلی کرتے ہوئے پانی حلق کے نیچے اتر گیا یا ناک میں پانی دیتے ہوئے دماغ کو چڑھ گیا، یا کسی نے زبردستی روزہ تڑوا دیا خواہ جماع ہی کے سبب سے یعنی خاوند نے زبردستی بیوی سے جماع کیا یا بیوی نے زبردستی خاوند سے جماع کرایا تو ان سب صورتوں میں بھی کفارہ لازم نہیں ہوگا بلکہ صرف قضا لازم ہوگی ہاں جماع کے سلسلہ میں زبردستی کرنے والے پر کفارہ بھی لازم ہوگا اور جس کے ساتھ زبردستی کی گئی اس پر صرف قضا واجب ہوگی۔

اگر کوئی عورت جو لونڈی ہو (خواہ حرم یا منکوحہ) خدمت و کام کاج کی وجہ سے بیمار ہو جانے کے خوف سے روزہ توڑ ڈالے تو اس پر قضا لازم ہوگی، اسی طرح اگر لونڈی اس صورت میں روزہ توڑ ڈالے جب کہ کام کاج مثلاً کھانا پکانا یا کپڑا وغیرہ دھونے کی وجہ سے ضعف و توانائی لاحق ہوگئی تو اس صورت میں بھی قضا واجب ہوگی اس ضمن میں یہ مسئلہ ذہن میں رہنا چاہئے کہ اگر کسی لونڈی کو اس کا آقا کسی ایسے کام کے لئے کہے جو ادائے فرض سے مانع ہو تو اس کا کہنا ماننے سے انکار کر دینا چاہئے کسی شخص نے روزہ دار کے منہ میں سونے کی حالت میں پانی ڈال دیا یا خود روزہ دار نے سونے کی حالتؒ میں پانی پی لیا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

اور اس پر قضا واجب ہوگی اس مسئلہ کو بھول کر کھا پی لینے کی صورت پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ اگر سونے یا وہ شخص کہ جس کی عقل جاتی رہی ہو کوئی جانور ذبح کرے تو اس کا مذبوحہ کھانا حلال نہیں ہے اس کے برخلاف اگر کوئی ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو اس کا ذبح کیا ہوا جانور کھانا جائز ہے اسی طرح یہاں بھی مسئلہ یہ ہے کہ بھول کی حالت میں کھانے پینے والے کا روزہ نہیں ٹوٹے گا، ہاں کوئی شخص سونے کی حالت میں کھا پی لے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ ایک شخص نے بھول کر روزے میں کچھ کھا لیا پھر اس کے بعد قصداً کھایا، یا بھول کر جماع کر لیا اور اس کے بعد پھر قصداً جماع کیا یا دن میں روزہ کی نیت کی پھر قصداً کھا

پی لیا یا جماع کیا، یا رات ہی سے روزہ کی نیت کی پھر صبح ہو کر سفر کیا۔

اور پھر اس کے بعد اقامت کی نیت کر لی اور کچھ کھا پی لیا اگر چہ اس صورت میں اس کے لئے روزہ توڑنا جائز نہیں تھا، یا رات سے روزہ کی نیت کی، صبح کو مقیم تھا، پھر سفر کیا اور مسافر ہو گیا اور حالت سفر میں قصداً کھایا یا جماع کیا، اگر چہ اس صورت میں اس کے لئے روزہ توڑنا جائز نہیں تھا تو ان تمام صورتوں میں صرف قضا لازم ہوگی کفارہ واجب نہیں ہوگا مسئلہ مذکورہ میں حالت سفر میں کھانے کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص سفر شروع کر دینے کے بعد پھر اپنی کوئی بھولی ہوئی چیز لینے کے لئے واپس اپنے گھر میں آئے اور اپنے مکان میں یا اپنے شہر وا پنی آبادی سے جدا ہونے سے پہلے قصداً کھائے تو اس صورت میں قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔ اگر کوئی شخص تمام دن کھانے پینے اور دوسری ممنوعات روزہ سے رکا رہا مگر نہ تو اس نے روزہ کی نیت کی اور نہ افطار کیا، یا کسی شخص نے سحری کھائی یا جماع کیا اس حالت میں کہ طلوع فجر کے بارہ میں اسے شک تھا حالانکہ اس وقت فجر طلوع ہو چکی تھی، یا کسی شخص نے غروب آفتاب کے ظن غالب کے ساتھ افطار کیا حالانکہ اس وقت تک سورج غروب نہیں ہوا تھا تو ان صورتوں میں صرف قضا واجب ہوگی کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

اور اگر غروب آفتاب میں شک ہونے کی صورت میں افطار کیا اور حالانکہ اس وقت تک سورج غروب نہیں ہوا تھا تو اس صورت میں کفارہ لازم ہونے کے بارہ میں دو قول ہیں جس میں سے فقیہ ابوجعفر رحمہ اللہ کا مختار قول یہ ہے کہ غروب آفتاب کے شک کی صورت میں کفارہ لازم ہوگا اس طرح اگر کسی شخص کا ظن غالب یہ ہو کہ آفتاب غروب نہیں ہوا ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ روزہ افطار کرے اور حقیقت میں بھی سورج غروب نہ ہوا تو اس پر کفارہ لازم ہوگا۔

کسی شخص کو جانور کے ساتھ یا میت کے ساتھ فعل بد کرنے کے سبب انزال ہو گیا یا کسی کی ران یا ناف یا ہاتھ کی رگڑ سے منی گرائی یا کسی کو چھونے یا اس کا بوسہ لینے کی وجہ سے انزال ہو گیا یا غیر ادائے رمضان کا روزہ توڑا تو ان سب صورتوں میں کفارہ واجب نہیں ہوگا بلکہ قضا لازم ہوگی، اسی طرح اگر کسی نے روزہ دار عورت کے ساتھ اس کے سونے کی حالت میں جماع کیا تو اس عورت کا روزہ جاتا رہے گا اور اس پر صرف قضا لازم ہوگی کفارہ واجب نہیں ہوگا، یا کسی عورت نے رات سے روزہ کی نیت کی اور جب دن ہوا تو دیوانی ہو گئی اور اس کی دیوانگی کی حالت میں کسی نے اس سے جماع کیا تو اس صورت میں اس عورت پر اس روزہ کی قضا لازم ہوگی۔

اگر کسی عورت نے اپنی شرمگاہ میں پانی یا دوائی ٹپکائی یا کسی نے تیل یا پانی سے بھیگی ہوئی انگلی اپنے مقعد میں داخل کی یا کسی نے اس طرح استنجاء کیا کہ پانی حقنہ کی جگہ تک پہنچ گیا اگر چہ ایسا کم ہوتا ہے یا استنجاء کرنے میں زیادتی و مبالغہ کی وجہ سے پانی فرج داخل تک پہنچ گیا تو قضا واجب ہوگی۔ کسی شخص کو بواسیر ہو اور اس کے مسے باہر نکل آئیں اور وہ ان کو دھوئے تو اگر ان مسوں کو اوپر اٹھنے سے پہلے خشک کر لیا جائے گا تو ان کے اوپر چڑھ جانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

کیونکہ اس طرح پانی بدن کے ایک ظاہر حصہ پر پہنچا تھا اور پھر بدن کے اندرونی حصہ میں پہنچنے سے پہلے زائل ہو گیا ہاں اگر مسے اوپر چڑھنے سے پہلے خشک نہ ہوں گے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ اگر کوئی عورت تیل یا پانی سے تر کی ہوئی انگلی اپنی شرم گاہ کے

اندرونی حصے میں داخل کرے گی یا کوئی شخص روئی یا کپڑا یا پتھر اپنی دبر میں داخل کرے گا یا کوئی عورت ان چیزوں کو اپنی شرمگاہ کے اندرونی حصہ میں داخل کرے گی اور یہ چیزیں اندر غائب ہو جائیں گی تو روزہ جاتا رہے گا اور قضا لازم ہوگی ہاں اگر لکڑی وغیرہ کا ایک سرا ہاتھ میں رہے یا یہ چیزیں عورت کی شرمگاہ کے بیرونی حصہ ہی تک پہنچیں تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

اسی طرح اگر کسی شخص نے ڈورا نگل لیا بایں طور کہ اس کا ایک سرا اس کے ہاتھ میں ہو اور پھر وہ اس ڈورے کو باہر نکالے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا اور اگر اس کا ایک سرا ہاتھ میں نہ ہو بلکہ سب نگل جائے تو یہ روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا لازم ہوگی۔ جو شخص قصداً اپنے نفل سے کسی چیز کا دھواں اپنے دماغ یا اپنے پیٹ میں داخل کرے گا تو بعید نہیں کہ کفارہ بھی لازم ہو جائے کیونکہ ان کا دھواں نہ صرف یہ کہ قابل انتفاع ہے بلکہ اکثر دواء بھی استعمال ہوتا ہے اسی طرح سگریٹ بیڑی اور حقہ کا دھواں داخل کرنے کی صورت میں بھی کفارہ لازم ہوسکتا ہے۔

اگر کسی شخص نے قصداً قے کی خواہ وہ منہ بھر کر نہ آئی ہو تو اس کا روزہ جاتا رہے گا اور قضا لازم آئے گی اس بارہ میں روایت یہی ہے لیکن حضرت امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ قصداً قے کرنے کی صورت میں روزہ اسی وقت فاسد ہوگا اور قضا لازم ہوگی جب کہ قے منہ بھر کر آئی ہو اگر منہ بھر کر نہ آئی ہوگی تو نہ روزہ فاسد ہوگا اور نہ قضاء لازم ہوگی۔ چنانچہ زیادہ صحیح اور مختار قول یہی ہے۔ کسی شخص کو از خود منہ بھر کر قے آئی اور وہ اسے نگل گیا، یا کسی شخص نے دانتوں میں اٹکی ہوئی کوئی چیز جو ایک چنے کے بقدر یا اس سے زیادہ تھی کھالی یا کسی شخص نے رات سے نیت نہیں کی، دن میں بھی اس نے نیت نہیں کی تھی کہ بھول کر کچھ کھا لیا پی لیا اور اس کے بعد اس نے روزہ کی نیت کی تو ان سب صورتوں میں روزہ نہیں ہوگا اور قضا لازم ہوگی، یا اسی طرح کوئی روزہ دار بے ہوش ہو جائے اور خواہ وہ مہینہ بھر تک بے ہوش رہے تو اس پر قضا لازم ہوگی ہاں اس دن کے روزہ کی قضا لازم نہیں ہوگی۔

جس دن میں یا جس کی رات سے بیہوشی شروع ہوئی ہو کیونکہ مسلمان کے بارہ میں نیک گمان ہی کرنا چاہئے اس لئے ہوسکتا ہے اس نے رات میں نیت کر لی ہو اور اس طرح اس کا روزہ پورا ہو جائے گا اب اس کے بعد جتنے دنوں بیہوش رہے گا ان کی قضا کرے گا۔ بے ہوشی شروع ہونے والے دن کے بارہ میں بھی اگر یہ یقین ہو کہ نیت کی تھی تو اس دن کے روزہ کی قضا بھی ضروری ہو گی۔ بیہوشی کے دنوں کے روزوں کی قضا اس لئے ضروری ہوگی کہ اگرچہ اس نے کچھ کھایا پیا نہیں مگر چونکہ روزہ کی نیت نہیں پائی گئی اس لئے بیہوشی کی حالت میں اس کا بغیر نیت کچھ نہ کھانا پینا اور تمام چیزوں سے رکے رہنا کافی و کارآمد نہیں ہوگا۔

اگر کسی شخص پر رمضان کے پورے مہینہ میں دیوانگی طاری رہی تو اس پر قضا واجب نہیں ہوگی ہاں مگر پورے مہینہ دیوانگی طاری نہ رہی تو پھر قضا ضروری ہوگی اور اگر کسی شخص پر پورے مہینے بایں طور دیوانگی طاری رہی کہ دن میں یا رات میں نیت کا وقت ختم ہو جانے کے بعد اچھا ہو جاتا تو جب بھی قضا ضروری نہیں ہوگی بلکہ یہ پورے مہینہ دیوانگی طاری رہنے کے حکم میں ہوگا۔ اگر کسی شخص نے رمضان میں روزے کی نیت نہیں کی اور پھر اس نے دن میں کھایا پیا تو امام اعظم ابوحنیفہ کے قول کے مطابق اس صورت میں کفارہ واجب نہیں ہوگا صرف قضا لازم ہوگی مگر صاحبین کا قول یہ ہے کہ کفارہ واجب ہوگا۔

کسی شخص کا روزہ ٹوٹ گیا خواہ وہ کسی عذر ہی کی بناء پر ٹوٹا ہو پھر وہ عذر بھی ختم ہو گیا ہو تو اب اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ دن کے بقیہ حصہ میں رمضان کے احترام کے طور پر کھانے پینے میں ممنوع دوسری چیزوں سے اجتناب کرے، اسی طرح اس عورت کو بھی دن کے بقیہ حصہ میں روزہ میں ممنوع چیزوں سے اجتناب ضروری ہے جو حیض یا نفاس میں مبتلا تھی اور طلوع فجر کے بعد پاک ہو گئی نیز مسافر جو دن میں کسی وقت مقیم ہو گیا ہو یا بیمار جو اچھا ہو گیا ہو دیوانہ شخص جس کی دیوانگی جاتی رہی ہو۔

لڑکا جو بالغ ہوا اور کافر جو اسلام قبول کر لے ان سب لوگوں کو بھی دن کے بقیہ حصہ میں کھانے پینے اور دوسری ممنوع چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیے ان سب پر اس دن کے روزہ کی قضا لازم ہو گی البتہ موخر الذکر دونوں پر قضا لازم نہیں ہو گی۔ جو عورت حیض و نفاس میں مبتلا ہو یا جو شخص بیماری کی حالت میں ہو، یا جو شخص حالت سفر میں ہو ان کے لئے کھانے پینے سے اجتناب ضروری نہیں ہے تاہم ان کے لئے بھی یہ حکم ہے کہ عام نگاہوں سے بچ کر پوشیدہ طور پر کھائیں پئیں۔

(فتاویٰ ہندیہ، کتاب صوم، بیروت)

بَابُ التَّغْلِيظِ فِي مَنْ أَفْطَرَ عَمْدًا

باب: جو شخص جان بوجھ کر روزہ توڑے اس کی شدید مذمت

2396 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنِ ابْنِ مُطَوِّسٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ ابْنُ كَثِيرٍ: عَنْ أَبِي الْمُطَوِّسِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ فِي غَيْرِ رُخْصَةٍ رَخَّصَهَا اللَّهُ لَهُ لَمْ يَقْضِ عَنْهُ صِيَامُ الدَّهْرِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جو شخص اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ کسی رخصت کے بغیر، رمضان کا ایک روزہ توڑ دے، تو ساری زندگی روزے رکھنا بھی اس کی تلافی نہیں ہو سکتا''

2397 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي حَبِيبٌ، عَنْ عُمَارَةَ، عَنِ ابْنِ الْمُطَوِّسِ، قَالَ: فَلَقِيتُ ابْنَ الْمُطَوِّسِ، فَحَدَّثَنِي عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ حَدِيثِ ابْنِ كَثِيرٍ، وَسُلَيْمَانَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَاخْتُلِفَ عَلَى سُفْيَانَ، وَشُعْبَةَ، عَنْهُمَا ابْنُ الْمُطَوِّسِ، وَأَبُو الْمُطَوِّسِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سفیان اور شعبہ نامی راوی سے یہ روایت نقل کرنے والوں نے یہ اختلاف کیا ہے کہ راوی کا نام ابن مطوس ہے یا ابو مطوس ہے۔

بَابُ مَنْ أَكَلَ نَاسِيًا

باب: جو شخص (روزے کے دوران) بھول کر کچھ کھالے

2398 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ، وَحَبِيبٍ، وَهِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أَكَلْتُ وَشَرِبْتُ نَاسِيًا، وَأَنَا صَائِمٌ، فَقَالَ: اللهُ أَطْعَمَكَ وَسَقَاكَ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے روزے کے دوران بھول کر کھا اور پی لیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں کھلایا اور پلایا ہے۔

بَابُ تَأْخِيرِ قَضَاءِ رَمَضَانَ

باب: رمضان کی قضاء میں تاخیر کرنا

2399 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا تَقُولُ: إِنْ كَانَ لَيَكُونُ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقْضِيَهُ حَتَّى يَأْتِيَ شَعْبَانُ

❁❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مجھ پر رمضان کے کچھ روزے لازم ہوتے تھے، تو میں ان کی قضاء نہیں کر پاتی تھی، یہاں تک کہ شعبان آ جاتا تھا۔

بَابٌ فِيمَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ

باب: جو شخص انتقال کر جائے اور اس کے ذمہ روزے لازم ہوں

2400 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هٰذَا فِي النَّذْرِ، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ

2399-اسناده صحيح. مالك: هو ابن انس، ويحيى بن سعيد: هو الانصاري، وابو سلمة بن عبد الرحمن: هو عبد الله. وهو عند مالك في "الموطا" 1/ 308. واخرجه البخاري (1950)، ومسلم (1146)، وابن ماجه (1669)، والنسائي في "الكبرى" (2640) من طرق عن يحيى بن سعيد، به. وقرن ابن ماجه بيحيى عمرو ابن دينار. واخرجه بنحوه مسلم (1146)، والنسائي في "الكبرى" (2499) من طريق محمد ابن ابراهيم، عن ابي سلمة، به. واخرجه الترمذي (793) من طريق عبد الله البهي، عن عائشة. وقال: حديث حسن صحيح. وهو في "مسند احمد" (24928)، و"صحيح ابن حبان" (3516)

⊛⊛ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

''جو شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے روزے لازم ہوں، تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے گا''۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حکم نذر کے بارے میں ہے، اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی قول ہے۔

2401 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: إِذَا مَرِضَ الرَّجُلُ فِي رَمَضَانَ ثُمَّ مَاتَ وَلَمْ يَصُمْ أُطْعِمَ عَنْهُ، وَلَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ قَضَاءٌ، وَإِنْ كَانَ عَلَيْهِ نَذْرٌ قَضَى عَنْهُ وَلِيُّهُ

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب کوئی شخص رمضان میں بیمار ہو کر فوت ہو جائے، وہ تندرست نہ ہو پائے، تو اس کی طرف سے کھانا کھلایا جائے گا، اس پر قضاء لازم نہیں ہوگی، اور اگر اس نے نذر مانی تھی، تو اس کا ولی، اس کی طرف سے قضاء کرے گا۔

شیخ فانی عدم قدرت علی الصیام کے لئے حکم فدیہ

اور وہ بوڑھا فانی شخص جو روزہ رکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ وہ روزہ نہ رکھے اور ہر دن ایک فقیر کو کھانا کھلائے جس طرح کفارات میں کھلایا جاتا ہے۔ اور اس میں قانون اللہ تعالیٰ کا فرمان ''''' ہے کہا گیا ہے کہ اس کا معنی ہے جو اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ اور اگر وہ روزے پر قادر ہو گیا تو اس کے لئے فدیے کا حکم ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ خلیفہ کی عجز میں دوام کی وجہ سے تھی۔ (جس کے ختم ہوتے ہی حکم اصل یعنی روزے رکھنے کی طرف لوٹ آئے گا)۔

شیخ فانی اور بڑھیا فانیہ کے لیے بھی جائز ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں شیخ فانی اور بڑھیا فانیہ اس مرد اور عورت کو کہتے ہیں جو زندگی کے آخری سٹیج پر پہنچ چکے ہوں، ادائیگی فرض سے قطعاً مجبور اور عاجز ہوں اور جسمانی طاقت وقت روز بروز گھٹتی چلی جا رہی ہو یہاں تک کہ ضعف و ناتوانی کے سبب انہیں یہ قطعاً امید نہ ہو کہ آئندہ بھی کبھی روزہ رکھ سکیں گے۔

فدیہ کی فقہی مقدار کا بیان

مذکورہ بالا اعذار میں صرف شیخ فانی اور بڑھیا فانیہ کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے روزوں کا فدیہ ادا کریں ہاں اس شخص کے لیے فدیہ دینا جائز ہے جس نے ہمیشہ روزے رکھنے کی نذر مانی ہو مگر اس سے عاجز ہو یعنی کوئی شخص یہ نذر مانے کہ میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا مگر بعد میں وہ اسباب معیشت کے حصول یا کسی اور عذر کی وجہ سے اپنی نذر کو پورا نہ کر سکتے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ روزے نہ رکھے البتہ ہر دن فدیہ دے دیا کرے ان کے علاوہ اور تمام اعذار کا مسئلہ یہ ہے کہ عذر زائل ہو جانے کے بعد روزوں کی قضا ضروری ہے فدیہ دینا درست نہیں یعنی فدیہ دینے سے روزہ معاف نہیں ہوگا اسی لیے اگر کوئی معذور اپنے عذر کی حالت میں مر جائے۔ تو اس پر ان روزوں کے فدیہ کی وصیت کر جانا واجب نہیں ہے جو اس کے عذر کی وجہ سے فوت ہوئے ہوں اور نہ اس کے وارثوں پر یہ واجب ہوگا کہ وہ فدیہ ادا کریں خواہ عذر بیماری کا ہو یا سفر کا، یا مذکورہ بالا اعذار میں سے کوئی اور عذر۔ ہاں اگر کوئی شخص اس حالت میں انتقال کرے کہ اس کا عذر زائل ہو چکا تھا اور وہ قضا روزے رکھ سکتا تھا مگر اس نے قضا روزے نہیں رکھے تو اس کے لیے ضروری

ہے کہ وہ ان ایام کے روزوں کے فدیہ کی وصیت کر جائے جن میں مرض سے نجات پا کر صحت مند رہا تھا یا سفر پورا کر کے مقیم تھا اور یا جو بھی عذر رہا ہو وہ زائل ہو چکا تھا۔

اگر کوئی شیخ فانی سفر کی حالت میں انتقال کر جائے تو اس کی طرف سے ان ایام کے روزوں کا فدیہ دینا ضروری نہیں ہوگا۔ جن میں وہ مسافر رہا کیونکہ جس طرح اگر کوئی دوسرا شخص سفر کی حالت میں مر جائے تو اس کے لیے ایام سفر کے روزے معاف ہوتے ہیں اسی طرح اس کے لیے بھی ان ایام کے روزے معاف ہوں گے۔

جس شخص پر فدیہ لازم ہو اور وہ فدیہ دینے پر قادر نہ ہو تو پھر آخری صورت یہی ہے کہ وہ اللہ رب العزت سے استغفار کرے عجب نہیں کہ ارحم الراحمین اسے معاف کر دے۔

روزے کی وصیت کو صدقہ فطر کی مقدار کے مطابق مکمل کیا جائے

اور جو شخص فوت ہوا جبکہ اس پر رمضان کی قضاء تھی پس اس نے وصیت کی تھی تو اس کا ولی ہر ان ایک مسکین کو اس کی طرف سے ایک نصف صاع گندم یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو دے گا۔ کیونکہ وہ شخص اپنی عمر کے آخر میں روزہ ادا کرنے سے عاجز تھا۔ لہٰذا وہ شیخ فانی کی طرح ہو گیا۔ اور ہمارے نزدیک اس کے لئے وصیت کرنا واجب ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔ اور مسئلہ زکوٰۃ بھی اسی اختلاف پر ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمہ بندوں کے قرضوں پر اس قرض کو قیاس کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ تمام مالی حقوق ہیں جن کے اندر نیابت جاری ہوتی ہے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ فدیہ دینا ایک عبادت ہے اور اس پر اختیار ضروری ہے۔ اور یہ حق وصیت کی صورت میں حاصل ہو جاتا ہے لیکن وراثت میں حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ وراثت میں زبردستی ہے۔ اور وصیت کرنا ابتدائی طور پر تقویٰ ہے۔ لہٰذا وہ تہائی مال تک معتبر ہوگی۔ اور مشائخ فقہاء کے مطابق بطور استحسان نماز روزے کی طرح ہے۔ لہٰذا ہر نماز کو ہر ان کے روزے پر قیاس کیا جائے گا یہی سب سے زیادہ صحیح روایت ہے۔ اور میت کی طرف سے اس کے لئے ولی کے لئے اجازت نہیں ہے کہ وہ اس کے لئے روزہ رکھے یا نماز پڑھے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے روزہ رکھے اور نہ ہی نماز پڑھے۔

میت کے ذمہ روزوں کے فدیہ میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کی طرف سے اس کے ورثاء روزہ رکھیں (یعنی فدیہ دیں) (بخاری و مسلم)

جس شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کے ذمہ روزے واجب ہوں تو اس کے بارے میں بھی علماء کے اختلافی مسلک ہیں چنانچہ اکثر علماء کہ جن میں حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ بھی شامل ہیں یہ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کی طرف سے کوئی دوسرا روزہ نہ رکھے بلکہ اس کے ورثاء اس کے ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو فدیہ دیں چنانچہ ان حضرات کی طرف سے اس حدیث کی یہی تاویل کی جاتی ہے کہ یہاں روزہ رکھنے سے مراد فدیہ دینا ہے کیونکہ فدیہ دینا بھی بمنزلہ روزہ رکھنے کے ہے اور اگلی حدیث اس توجیہ و تاویل کی بنیاد ہے۔

میت کی طرف سے روزہ رکھنے سے اس لیے منع کیا جاتا ہے کہ ایک حدیث میں جو اس باب کے آخر میں آ رہی ہے صراحت کے ساتھ اس کی ممانعت فرمائی گئی حضرت امام احمد حدیث کے ظاہری مفہوم پر عمل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میت کی طرف سے اس کا وارث روزے رکھے۔

مذکورہ بالا مسئلہ کے سلسلہ میں حنفیہ کا یہ مسلک بھی ہے کہ اگر مرنے والے فدیہ کے بارے میں وصیت کر جائے تو وارث پر میت کی طرف سے فدیہ مذکور ادا کرنا واجب ہے۔ جب کہ وہ فدیہ میت کی تہائی مال میں سے نکل سکتا ہو لہٰذا اگر فدیہ مقدار اس کے تہائی مال کے مقدار سے زائد ہو گی تو وارث پر فدیہ کی اس مقدار کی ادائیگی واجب نہیں جو تہائی مال سے زائد ہو۔ ہاں اگر وارث اس زائد مقدار کو بھی ادا کر دے گا تو نہ صرف یہ کہ وارث کا یہ عمل جائز شمار ہو گا بلکہ میت پر اس کا احسان بھی ہو گا لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ یہ پورا مسئلہ اس صورت سے متعلق ہے جب کہ مرنے والے کے ذمہ وہ روزے ہوں جن کی قضا اس کے مرنے سے پہلے ممکن رہی ہو۔ مثلاً رمضان کا مہینہ گزر جانے کے بعد کسی ایسے مہینہ میں اس کا انتقال ہو جس میں وہ مرنے سے پہلے رمضان کے وہ روزے جو بیماری وغیرہ کی وجہ سے رکھنے سے رہ گئے تھے ان کی وہ قضا کر سکتا تھا، اور اگر رمضان کے کچھ روزے فوت ہو گئے ہوں (مثلاً رمضان ہی کے مہینہ میں اس کا انتقال ہوا ہو اور انتقال سے پہلے کچھ روزے رکھنے سے رہ گئے کہ جن کی قضا ممکن نہ ہو تو پھر ان کا تدارک یعنی ان روزوں کے بدلہ فدیہ دینا لازم ہے اور نہ مرنے والے پر فوت شدہ روزوں کا کوئی گناہ ہو گا چنانچہ تمام علماء کا یہی مسلک ہے البتہ طاؤس اور قتادہ کہتے ہیں کہ ان روزوں کا تدارک اور فدیہ بھی لازم ہو گا جن کی قضا کے ممکن ہونے سے پہلے ہی اس کا انتقال ہو گیا ہو گا۔

امام شافعی کا مسلک یہ ہے مرنے والا وصیت کرے یا نہ کرے۔ اس کے فوت شدہ روزوں کے بدلے اس کے کل مال میں سے فدیہ ادا کرنا ضروری ہے مذکورہ بالا مسئلہ میں حضرت امام احمد کا جو مسلک ہے وہ پہلی حدیث کی تشریح میں بیان کیا جا چکا ہے۔

حضرت نافع (تابعی) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کے ذمہ رمضان کے روزے ہوں تو اس کی طرف سے ہر روزہ کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا چاہئے۔ امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے یعنی یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نہیں ہے بلکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

ہر روزہ کے بدلہ مسکین کو کھلانے کا مطلب یہ ہے کہ ہر روزہ کے بدلہ میں پونے دو سیر گیہوں یا ساڑھے تین سیر جو۔ یا اتنی ہی مقدار کی قیمت ادا کی جائے اور یہی مقدار نماز کے فدیہ کی بھی ہے کہ ہر نماز کے بدلہ اسی قدر فدیہ ادا کیا جائے۔ یہ حدیث جمہور علماء کی دلیل ہے جن کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی مرنے والے کے ذمہ رمضان کے روزے ہوں تو اس کی طرف سے کوئی دوسرا شخص روزہ نہ رکھے بلکہ ورثاء اس کے بدلہ فدیہ ادا کریں اس سے پہلے جو حدیث گزری ہے غالب امکان ہے کہ وہ منسوخ ہو اور یہ حدیث ناسخ ہو، لیکن جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے اس حدیث کو منسوخ نہ قرار دے کر اس کی جو تاویل کی جاتی ہے اس کی بنیاد یہی حدیث ہے۔

یہ روایت اگرچہ موقوف ہے جیسا کہ امام ترمذی نے فرمایا لیکن حکم میں مرفوع (ارشاد رسول) ہی کے ہے کیونکہ اس قسم کے

تشریعی امور کوئی بھی صحابی اپنی عقل سے بیان نہیں کر سکتا لہٰذا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ضرور سنا ہوگا جب ہی انہوں نے اسے نقل کیا۔

فدیہ کی مقدار کا بیان

ہر دن کے روزے کے بدلے فدیہ کی مقدار نصف صاع یعنی ایک کلو ۳۳۳ گرام گیہوں یا اس کی مقدار ہے فدیہ اور کفارہ میں جس طرح تملیک جائز ہے اسی طرح اباحت طعام بھی جائز ہے یعنی چاہے تو ہر دن کے بدلے مذکورہ بالا مقدار کسی محتاج کو دے دی جائے اور چاہے ہر دن دونوں وقت بھوکے کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیا جائے دونوں صورتیں جائز ہیں۔ صدقہ فطر کے برخلاف کہ اس میں زکوٰۃ کی طرح تملیک ہی ضروری ہے اس بارے میں یہ اصول سمجھ لیجئے کہ جو صدقہ لفظ اطعام یا طعام (کھلانے) کے ساتھ مشروع ہے اس میں تملیک اور اباحت دونوں جائز ہیں اور جو صدقہ لفظ ایتاء یا ادا کے ساتھ مشروع ہے اس میں تملیک شرط اور ضروری ہے اباحت قطعاً جائز نہیں ہے۔

دوسروں کی طرف سے نماز پڑھنے یا روزہ رکھنے میں مذاہب اربعہ

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ کے بارے میں مروی ہے کہ ان تک یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا جاتا تھا کہ کیا کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے نماز پڑھ سکتا ہے یا کسی دوسرے کی طرف سے روزہ رکھ سکتا ہے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کے جواب میں فرمایا کرتے تھے کہ نہ تو کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے نماز پڑھے اور نہ کسی دوسرے کی طرف سے روزے رکھے۔ (مؤطا امام مالک، کتاب الصوم)

حضرت امام مالک، ابو حنیفہ اور حضرت امام شافعی کا مسلک یہی ہے کہ نماز روزہ کسی کی طرف سے کرنا تاکہ وہ بری الذمہ ہو جائے درست نہیں ہے ہاں احناف کے نزدیک یہ جائز ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی بھی عمل کا ثواب خواہ وہ نماز ہو یا روزہ وغیرہ کسی دوسرے کو بخش سکتا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو گیا حالانکہ اس نے روزوں کی منت مانی تھی تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے گا۔ اور اگر کوئی شخص فوت ہوا جس پر رمضان کے روزے تھے تو ولی اس کی طرف سے روزہ نہ رکھے بلکہ اس پر واجب ہے کہ اس کے مال سے فدیہ ادا کر دے۔ (اکمال اکمال المعلم، ج ۳، ص ۲۶۲، بیروت)

آیت فدیہ کے منسوخ ہونے میں اختلاف کا بیان

آیت (وعلی الذین یطیقونہ) کا مطلب حضرت معاذ بیان فرماتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں جو چاہتا روزہ رکھتا جو چاہتا نہ رکھتا اور ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا۔ حضرت سلمہ بن اکوع سے بھی صحیح بخاری میں ایک روایت آئی ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے وقت جو شخص چاہتا افطار کرتا اور فدیہ دے دیتا یہاں تک کہ اس کے بعد کی آیت اتری اور یہ منسوخ ہوئی، حضرت ابن عمر بھی اسے منسوخ کہتے ہیں۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یہ منسوخ نہیں مراد اس سے بوڑھا مرد اور بڑھیا عورت ہے جسے روزے کی طاقت نہ ہو، ابن ابی لیلی، کہتے ہیں عطار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رمضان میں گیا دیکھا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں مجھے دیکھ کر فرمانے لگے کہ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ اس آیت نے پہلی آیت کا حکم منسوخ کر دیا، اب یہ حکم صرف بہت زیادہ بیطاقت بوڑھے بڑے کے لئے ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ جو شخص مقیم ہو اور تندرست ہو اس کے لئے یہ حکم نہیں بلکہ اسے روزہ ہی رکھنا ہوگا ہاں ایسے بوڑھے، بڑے معمر اور کمزور آدمی جنہیں روزے کی طاقت ہی نہ ہو روزہ نہ رکھیں اور نہ ان پر قضا ضروری ہے لیکن اگر وہ مالدار ہوں تو آیا انہیں کفارہ بھی دینا پڑے گا یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔

امام شافعی کا ایک قول تو یہ ہے کہ چونکہ اس میں روزے کی طاقت نہیں لہٰذا یہ بھی مثل بچے کے ہے نہ اس پر کفارہ ہے نہ اس پر قضا کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، دوسرا قول حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ کہ اس کے ذمہ کفارہ ہے، اکثر علماء کرام کا بھی یہی فیصلہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کی تفسیروں سے بھی یہی ثابت ہوا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا پسندیدہ مسئلہ بھی یہی ہے وہ فرماتے ہیں کہ بہت بڑی عمر والا بوڑھا جسے روزے کی طاقت نہ ہو تو فدیہ دے دے جیسے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی بڑی عمر میں بڑھاپے کے آخری دنوں میں سال دو سال تک روزہ نہ رکھا اور ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو روٹی گوشت کھلا دیا کرے۔

مسند ابویعلیٰ میں ہے کہ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ روزہ رکھنے سے عاجز ہو گئے تو گوشت روٹی تیار کر کے تیس مسکینوں کو بلا کر کھلا دیا کرتے، اسی طرح حمل والی اور دودھ پلانے والی عورت کے بارے میں جب انہیں اپنی جان کا یا اپنے بچے کی جان کا خوف ہو خلماء میں سخت اختلاف ہے، بعض تو کہتے ہیں کہ وہ روزہ نہ رکھیں فدیہ دے دیں اور جب خوف ہٹ جائے قضا بھی کر لیں بعض کہتے ہیں صرف فدیہ ہے قضا نہ کریں، بعض کہتے ہیں قضا کر لیں فدیہ نہیں اور بعض کا قول ہے کہ نہ روزہ رکھیں نہ فدیہ نہ قضا کریں۔

بَابُ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ

باب: سفر کے دوران روزہ رکھنا

2402 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُسَدَّدٌ قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ حَمْزَةَ الْأَسْلَمِيَّ، سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي رَجُلٌ أَسْرُدُ الصَّوْمَ أَفَأَصُومُ فِي السَّفَرِ؟ قَالَ: صُمْ إِنْ شِئْتَ، وَأَفْطِرْ إِنْ شِئْتَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت حمزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں ایک ایسا شخص ہوں، جو مسلسل روزے رکھتا ہوں، تو کیا میں سفر کے دوران روزہ رکھ لیا کروں؟، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم چاہو تو روزہ رکھ لو، اگر چاہو تو روزہ نہ رکھو۔

2403 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ الْمَدَنِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ حَمْزَةَ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ حَمْزَةَ الْأَسْلَمِيَّ، يَذْكُرُ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنِّي صَاحِبُ ظَهْرٍ أُعَالِجُهُ أُسَافِرُ عَلَيْهِ، وَأُكْرِيهِ، وَإِنَّهُ رُبَّمَا صَادَفَنِي هٰذَا الشَّهْرُ يَعْنِي رَمَضَانَ، وَأَنَا أَجِدُ الْقُوَّةَ وَأَنَا شَابٌّ، وَأَجِدُ بِأَنْ أَصُومَ، يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ أَنْ أُؤَخِّرَهُ فَيَكُونُ دَيْنًا، أَفَأَصُومُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَعْظَمُ لِأَجْرِي، أَوْ أُفْطِرُ؟ قَالَ: أَيُّ ذٰلِكَ شِئْتَ يَا حَمْزَةُ

حمزہ بن محمد بن حمزہ اسلمی ذکر کرتے ہیں: ان کے والد نے ان کے دادا کے حوالے سے یہ بات بیان کی ہے: (ان کے دادا بیان کرتے ہیں:) میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں جانوروں والا شخص ہوں میں لوگوں کو جانوروں پر سفر کرواتا ہوں، اور جانور کرائے پر دیتا ہوں، بعض اوقات یہ مہینہ (رمضان کا مہینہ) آجاتا ہے میں (اپنے اندر) قوت بھی پاتا ہوں اور میں جوان بھی ہوں، یارسول اللہ! میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میرا روزہ رکھ لینا میرے لیے اس سے زیادہ آسان ہے کہ میں انہیں موخر کردوں اور یہ میرے ذمے قرض ہو جائیں، یارسول اللہ! کیا میرا روزہ رکھنا زیادہ اجر کا باعث ہوگا یا روزہ نہ رکھنا؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے حمزہ! تم جو چاہو کرلو۔

2404 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ حَتَّى بَلَغَ عُسْفَانَ، ثُمَّ دَعَا بِإِنَاءٍ، فَرَفَعَهُ إِلَى فِيهِ لِيُرِيَهُ النَّاسَ، وَذٰلِكَ فِي رَمَضَانَ، فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ: قَدْ صَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَفْطَرَ، فَمَنْ شَاءَ صَامَ، وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف جانے کے لیے روانہ ہوئے، جب آپ عسفان کے مقام پر پہنچے تو آپ نے برتن منگوایا اسے اپنے منہ کی طرف بلند کیا تاکہ لوگوں کو یہ دکھادیں، یہ رمضان کے مہینے کی بات ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے (سفر کے دوران) روزہ رکھا بھی ہے اور روزہ ترک بھی کیا ہے، جو شخص چاہیے وہ (سفر کے دوران) روزہ رکھ لے اور جو شخص چاہے وہ روزہ نہ رکھے۔

2405 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: سَافَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ، فَصَامَ بَعْضُنَا، وَأَفْطَرَ بَعْضُنَا، فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ، وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے رمضان کے مہینے میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفر کیا، ہم میں سے بعض لوگوں نے روزہ رکھا ہوا تھا، اور بعض لوگوں نے روزہ نہیں رکھا ہوا تھا، اور روزہ رکھنے والے نے، روزہ نہ رکھنے والے پر اعتراض نہیں کیا اور روزہ نہ رکھنے والے نے، روزہ رکھنے والے پر اعتراض نہیں کیا۔

2406 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ وَوَهْبُ بْنُ بَيَانٍ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ قَزَعَةَ، قَالَ: أَتَيْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ وَهُوَ يُفْتِي النَّاسَ، وَهُمْ مُكِبُّونَ عَلَيْهِ، فَانْتَظَرْتُ خَلْوَتَهُ، فَلَمَّا خَلَا سَأَلْتُهُ عَنْ صِيَامِ رَمَضَانَ فِي السَّفَرِ، فَقَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ عَامَ الْفَتْحِ، فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ، وَنَصُومُ حَتَّى بَلَغَ مَنْزِلًا مِنَ الْمَنَازِلِ، فَقَالَ: إِنَّكُمْ قَدْ دَنَوْتُمْ مِنْ عَدُوِّكُمْ، وَالْفِطْرُ أَقْوَى لَكُمْ، فَأَصْبَحْنَا مِنَّا الصَّائِمُ وَمِنَّا الْمُفْطِرُ، قَالَ: ثُمَّ سِرْنَا فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا، فَقَالَ: إِنَّكُمْ تُصَبِّحُونَ عَدُوَّكُمْ، وَالْفِطْرُ أَقْوَى لَكُمْ فَأَفْطِرُوا، فَكَانَتْ عَزِيمَةً مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: ثُمَّ لَقَدْ رَأَيْتُنِي أَصُومُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ ذَلِكَ، وَبَعْدَ ذَلِكَ

❁❁ قزعہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ اس وقت لوگوں کے سوالات کے جوابات دے رہے تھے اور لوگوں نے انہیں گھیرا ہوا تھا، میں نے بھیڑ کے کم ہونے کا انتظار کیا، جب وہ اکیلے رہ گئے تو میں نے سفر کے دوران رمضان کے روزے رکھنے کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا: فتح مکہ کے سال ہم رمضان کے مہینے میں، ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روانہ ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا ہوا تھا اور ہم نے بھی روزہ رکھا ہوا تھا، یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک پڑاؤ کی جگہ پر پہنچ گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا: تم دشمن کے قریب ہو گئے ہو، تو روزہ نہ رکھنا تمہارے لیے قوت کا باعث ہوگا، اگلے دن ہم میں سے بعض لوگوں نے روزہ رکھا ہوا تھا، اور بعض لوگوں نے نہیں رکھا ہوا تھا، راوی بیان کرتے ہیں: پھر ہم چلتے رہے یہاں تک کہ ہم نے ایک جگہ پڑاؤ کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کل تم اپنے دشمنوں کے مدمقابل آ جاؤ گے، تو روزہ نہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ قوت کا باعث ہوگا تو تم لوگ روزہ ختم کر دو۔

(راوی بیان کرتے ہیں) تو یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لازمی حکم تھا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے اپنے بارے میں یہ بات یاد ہے کہ میں نے اس سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ (سفر کے دوران) روزہ رکھا ہے۔

بَابُ اخْتِيَارِ الْفِطْرِ

باب: (سفر کے دوران) روزہ نہ رکھنے کو اختیار کرنا

2407 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ سَعْدِ بْنِ زُرَارَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَسَنٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَأَى رَجُلًا يُظَلَّلُ عَلَيْهِ، وَالزِّحَامُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّيَامُ فِي السَّفَرِ

❁❁ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جس پر سایہ کیا گیا تھا اور اس

کے اردگرد لوگوں کا ہجوم تھا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "سفر کے دوران روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے"

2408 - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا أَبُو هِلَالٍ الرَّاسِبِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ سَوَادَةَ الْقُشَيْرِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ إِخْوَةِ بَنِي قُشَيْرٍ قَالَ: أَغَارَتْ عَلَيْنَا خَيْلٌ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْتَهَيْتُ أَوْ قَالَ: فَانْطَلَقْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَأْكُلُ فَقَالَ: اجْلِسْ فَأَصِبْ مِنْ طَعَامِنَا هَذَا. فَقُلْتُ: إِنِّي صَائِمٌ. قَالَ: اجْلِسْ أُحَدِّثْكَ عَنِ الصَّلَاةِ وَعَنِ الصِّيَامِ، إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى وَضَعَ شَطْرَ الصَّلَاةِ أَوْ نِصْفَ الصَّلَاةِ وَالصَّوْمَ عَنِ الْمُسَافِرِ وَعَنِ الْمُرْضِعِ أَوِ الْحُبْلَى. وَاللَّهِ لَقَدْ قَالَهُمَا جَمِيعًا أَوْ أَحَدَهُمَا. قَالَ: فَتَلَهَّفَتْ نَفْسِي أَنْ لَا أَكُونَ أَكَلْتُ مِنْ طَعَامِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

⊛⊛ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جن کا تعلق، بنو عبداللہ بن کعب سے ہے، جو بنو قشیر کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے سواروں نے ہم پر حملہ کر دیا، میں چل کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اس وقت کھانا کھا رہے تھے، میں نے عرض کی: میں نے روزہ رکھا ہوا ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم بیٹھو! میں تمہیں نماز اور روزے کے بارے میں بتاتا ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ نے مسافر سے نصف نماز (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے) اور روزے کو معاف کر دیا ہے اور دودھ پلانے والی عورت اور حاملہ عورت سے (روزے کو) معاف کر دیا ہے۔

راوی کہتے ہیں: اللہ کی قسم! نبی اکرم ﷺ نے یہ دونوں جملے ارشاد فرمائے تھے، اور ان میں سے کوئی ایک فرمایا تھا۔

راوی کہتے ہیں: بعد میں، میں نے اپنے آپ کو ملامت کی کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے کھانے میں سے کیوں نہیں کھایا۔

بَابُ مَنِ اخْتَارَ الصِّيَامَ

باب: جس نے (سفر کے دوران) روزہ رکھنے کو اختیار کیا

2409 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ حَدَّثَتْنِي أُمُّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ غَزَوَاتِهِ فِي حَرٍّ شَدِيدٍ، حَتَّى إِنَّ أَحَدَنَا لَيَضَعُ يَدَهُ عَلَى رَأْسِهِ أَوْ كَفَّهُ عَلَى رَأْسِهِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ، مَا فِينَا صَائِمٌ إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ

⊛⊛ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم ایک مرتبہ شدید گرمی کے موسم میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک غزوہ میں شرکت کے لیے روانہ ہوئے یہاں تک کہ ہم سے کوئی ایک شخص گرمی کی شدت کی وجہ سے اپنا ہاتھ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) اپنی ہتھیلی اپنے سر پر رکھ لیتا تھا، ہمارے درمیان صرف نبی اکرم ﷺ نے اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے روزہ

2408- واخرجه ابن ماجه (1667) ومختصراً (3299)، والترمذی (724) من طريق ابی هلال الراسبی، به. وقال الترمذی: حدیث حسن. واخرجه النسائی فی "الكبری" (2636) من طريق وهيب بن خالد، عن عبد الله ابن سوادة، عن ابيه، عن انس بن مالك وهذا اسناد حسن. وهو فی "مسند احمد" (19048)

رکھا ہوا تھا۔ اور کسی نے روزہ نہیں رکھا ہوا تھا۔

2410 - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ ح وحَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ، حَدَّثَنَا أَبُو قُتَيْبَةَ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ حَبِيبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَزْدِيُّ، حَدَّثَنِي حَبِيبُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: سَمِعْتُ سِنَانَ بْنَ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبِّقِ الْهُذَلِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ حَمُولَةٌ تَأْوِي إِلَى شِبَعٍ فَلْيَصُمْ رَمَضَانَ حَيْثُ أَدْرَكَهُ

❁❁ سنان بن سلمہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جس شخص کے پاس سواری ہو اور اسے پیٹ بھر کر کھانا مل جائے، تو اسے چاہیے کہ وہ جہاں بھی رمضان کو پائے تو رمضان کے روزے رکھے"

2411 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ الْمُهَاجِرِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ حَبِيبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ سِنَانِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبِّقِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَدْرَكَهُ رَمَضَانُ فِي السَّفَرِ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ

❁❁ حضرت سلمہ بن محبق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"جو شخص سفر کے دوران رمضان کو پالے" اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

بَابُ مَتَى يُفْطِرُ الْمُسَافِرُ إِذَا خَرَجَ

باب: مسافر جب (سفر پر) نکلے، تو وہ کب روزہ ختم کرے گا؟

2412 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ ح وحَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَحْيَى، الْمَعْنَى حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ، وَزَادَ جَعْفَرٌ، وَاللَّيْثُ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، أَنَّ كُلَيْبَ بْنَ ذُهْلٍ الْحَضْرَمِيَّ أَخْبَرَهُ، عَنْ عُبَيْدٍ قَالَ: جَعْفَرٌ ابْنُ جَبْرٍ قَالَ: كُنْتُ مَعَ أَبِي بَصْرَةَ الْغِفَارِيِّ صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفِينَةٍ مِنَ الْفُسْطَاطِ فِي رَمَضَانَ فَرُفِعَ ثُمَّ قُرِّبَ غَدَاهُ قَالَ جَعْفَرٌ فِي حَدِيثِهِ: فَلَمْ يُجَاوِزِ الْبُيُوتَ حَتَّى دَعَا بِالسُّفْرَةِ قَالَ: اقْتَرِبْ قُلْتُ: أَلَسْتَ تَرَى الْبُيُوتَ قَالَ أَبُو بَصْرَةَ أَتَرْغَبُ عَنْ سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ جَعْفَرٌ فِي حَدِيثِهِ: فَأَكَلَ

❁❁ جعفر بن جبر بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے صحابی حضرت ابوبصرہ غفاری رضی اللہ عنہ کے ہمراہ فسطاط سے ایک کشتی میں سوار ہوا، یہ رمضان کے مہینے کی بات ہے، جب لنگر اٹھالیا گیا، تو ان کا ناشتہ پیش کیا گیا، ایک راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ابھی ہم گھروں کے آگے سے نہیں گزرے تھے کہ انہوں نے دسترخوان منگوا لیا، اور

بولے: قریب ہو جاؤ، میں نے کہا: آپ گھروں کو دیکھ نہیں رہے ہیں؟ تو حضرت ابوبصرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم اللہ کے رسول کی سنت سے منہ موڑ رہے ہو؟

جعفر نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: تو انہوں نے کھانا کھالیا۔

مسافر کے روزے کے حکم شرعی کا بیان

اگر مسافر کو روزہ رکھنے میں تکلیف نہ ہو تو اس کے لئے افضل یہی ہے کہ وہ روزہ رکھے۔ اور اگر اس نے نہ رکھا تو بھی جائز ہے۔ اس لئے سفر مشقت سے خالی نہیں ہے۔ کیونکہ نفس سفر کو عذر قرار دیا گیا ہے۔ بہ خلاف مرض کے۔ اس لئے کہ روزہ کبھی سفر میں ہلکا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے حرج کی طرف پہنچنے کی شرط لگائی گئی ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ افطار افضل ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ رمضان رمضان دونوں اوقات سے افضل ہے لہذا اس میں ادا کرنا افضل ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ کی بیان کردہ حدیث کو مشقت پر محمول کیا جائے گا۔ اور اگر مسافر و مریض دونوں فوت ہو جائیں جبکہ وہ اسی حالت میں ہوں تو ان پر قضاء ضروری نہیں ہے کیونکہ نے دوسرے دنوں سے قضاء کرنے مقدار وقت ہی نہیں پایا۔

اگر بیمار تندرست ہو گیا اور مسافر مقیم ہو گیا پھر دونوں فوت ہوئے ہیں۔ تو ان پر تندرستی کی مقدار اور اقامت کی مقدار قضاء ضروری ہے۔ کیونکہ دوسرے ایام اتنی مقدار میں پائے گئے ہیں۔ اور مفاد یہ ہوگا کہ فدیہ طعام دینے میں وصیت ضروری ہے۔

(ہدایہ، کتاب صوم، لاہور)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں سفر کی حالت میں روزہ رکھوں؟ (یعنی اگر میں رمضان میں سفر کروں تو روزہ رکھوں یا نہ رکھوں اس بارے میں کیا حکم ہے؟) اور حمزہ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ روزے رکھا کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے چاہو رکھو اور چاہے نہ رکھو۔ (بخاری و مسلم)

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سفر کی حالت میں روزہ رکھنا اور نہ رکھنا دونوں جائز ہیں خواہ سفر صعوبت و مشقت کے ساتھ ہو یا راحت و آرام کے ساتھ تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ اگر سفر میں کوئی صعوبت و مشقت نہ ہو تو روزہ رکھنا ہی بہتر ہے اور صعوبت و مشقت نہ ہو تو پھر نہ رکھنا بہتر ہوگا، نیز حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے یہاں یہ مسئلہ ہر سفر کے لیے خواہ مباح اور جائز امور کے لیے سفر ہو یا معصیت و برائی کے لئے، جب کہ حضرت امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ روزہ نہ رکھنے کی اجازت کا تعلق صرف مباح اور جائز سفر سے ہے اگر معصیت و برائی کے لئے سفر ہوگا تو اس صورت میں رمضان کا روزہ نہ رکھنا جائز نہیں ہوگا۔

حالت سفر میں عزیمت در خصت پر عمل کرنے کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کے لئے روانہ ہوئے تو رمضان کی سولہویں تاریخ تھی ہم میں سے کچھ لوگوں نے (جو قوی تھے) روزہ رکھا اور کچھ لوگوں نے (جو ضعیف تھے یا یہ کہ

[illegible] نے خدمت کا [illegible] روزہ نہ رکھا چنانچہ نہ تو روزہ داروں نے روزہ نہ رکھنے والوں کو معیوب جانا کیونکہ انہوں نے رخصت بھی [illegible] پر عمل [illegible] اور نہ روزہ نہ رکھنے والوں نے روزہ داروں کو معیوب سمجھا (کیونکہ انہوں نے عزیمت پر عمل کیا تھا)۔

(مسلم)

ضعف اور مشقت کی حالت میں روزہ نہ رکھنا ہی بہتر ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حالت سفر میں تھے کہ ایک جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع دیکھا اور ایک شخص کو دیکھا جس پر دھوپ سے بچاؤ کے لئے سایہ کیا گیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ شخص روزہ دار ہے جو ضعف کی وجہ سے گر پڑا ہے آپ نے فرمایا سفر کی حالت میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔

(بخاری و مسلم)

حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ اگر روزہ رکھنے کی صورت میں ضعف و ناتوانی کی وجہ سے روزہ دار کی اتنی خستہ حالت ہو جائے تو اس کے لیے سفر میں روزہ رکھنا کوئی زیادہ بہتر بات نہیں ہے۔ بلکہ افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر میں تھے ہم میں سے کچھ لوگ تو روزہ دار تھے اور کچھ لوگ بغیر روزہ کے تھے، جب ہم ایک منزل پر اترے تو گرمی کا دن تھا جو لوگ روزہ سے تھے وہ تو گر پڑے (یعنی ضعف و ناتوانی کی وجہ سے کسی کام کے لائق نہیں رہے) اور جو لوگ روزہ سے نہیں تھے وہ مستعد رہے (یعنی اپنے کام کاج میں مشغول ہو گئے) چنانچہ انہوں نے خیمے کھڑے کئے اور اونٹوں کو پانی پلایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ روزہ نہ رکھنے والوں نے آج ثواب کا میدان جیت لیا۔ (بخاری و مسلم)

یعنی جن لوگوں نے آج روزہ نہیں رکھا زیادہ کامل ثواب انہیں لوگوں کے حصہ میں آیا کیونکہ ایسے وقت میں ان کے لیے روزہ نہ رکھنا ہی بہتر تھا۔

لفظ الیوم سے اس طرف اشارہ ہے کہ روزہ نہ رکھنے کی یہ فضیلت روزہ داروں کی خدمت گاری کی وجہ سے حاصل ہوئی نہ کہ مطلقاً نیز یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ خدا کے نیک و صالح بندوں کی خدمت نوافل سے افضل ہے۔

سفر میں روزہ توڑنے کی اجازت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر میں روزہ رکھا یہاں تک کہ جب عسفان (جو مکہ سے دو منزل کے فاصلہ پر ایک جگہ کا نام ہے) پہنچے تو پانی منگوایا پہلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پانی کو ہاتھ میں (لے کر بہت اونچا) اٹھایا (تا کہ لوگ دیکھ لیں) اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ توڑ ڈالا اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے اور یہ سفر رمضان میں ہوا تھا، چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (سفر کی حالت میں) روزہ رکھا بھی اور نہیں بھی رکھا لہذا جو چاہے (سفر کی حالت میں) روزہ رکھے اور جو نہ چاہے نہ رکھے (بخاری و مسلم) اور مسلم کی ایک اور روایت جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ

سے منقول ہے یہ الفاظ بھی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد پانی پیا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ میں لے کر یا اونچا اس لیے اٹھایا تا کہ لوگ جان لیں کہ سفر کی حالت میں روزہ توڑنا جائز ہے یا پھر یہ مقصد تھا کہ دوسرے لوگ بھی آپ کی متابعت میں اپنا اپنا روزہ افطار کر لیں۔

سفر کے روزے میں شوافع کی فقہی تصریحات

علامہ نووی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔(سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں) یعنی سفر میں روزہ رکھنا اطاعت اور عبادت میں سے نہیں۔اس کا معنی یہ ہے کہ : جب تم پر روزہ مشقت بنے اور تم ضرر کا خدشہ محسوس کرو تو روزہ رکھنا نیکی نہیں۔
اور حدیث کا سیاق بھی اسی چیز کا متقاضی ہے۔لھذا یہ حدیث اس شخص کے لیے ہوگی جو روزے کی وجہ سے ضرر اور تکلیف محسوس کرے۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی یہی معنی سمجھا ہے، اسی لیے انہوں نے یہ کہتے ہوئے باب باندھا ہے : باب ہے اس سایہ کیے ہوئے شخص کے بارے میں جس کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں۔حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں : امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس باب سے یہ اشارہ کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں، اس شخص کو مشقت پہنچنے کی وجہ سے فرمایا۔
ابن قیم تہذیب السنن میں کہتے ہیں : اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول) : سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں) یہ ایک معین شخص کے بارہ میں کہا گیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا کہ اس پر مشقت کی وجہ سے سایہ کیا گیا ہے تو اس وقت یہ فرمایا کہ انسان کو سفر میں اتنی مشقت نہیں اٹھانی چاہیے کہ اس حد تک پہنچ جائے کہ کوئی نیکی نہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسے روزہ چھوڑنے کی رخصت دے رکھی ہے۔
سوم : اس حدیث کو عموم پر محمول کرنا ممکن نہیں، کہ کسی بھی سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں روزہ رکھا کرتے تھے۔
اسی لیے علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے۔یہ سب صرف سبب کی وجہ سے کہا گیا ہے جو صرف اس شخص کے بارہ میں ہے جس کی حالت بھی اس شخص کی طرح ہو جائے جس کے بارہ میں یہ کہا گیا کہ سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں۔
یعنی جب مسافر کو روزہ اس حالت تک اذیت دے تو روزہ رکھنا نیکی نہیں، جس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال سفر میں روزہ رکھا تھا۔(عون المعبود)

فقہ حنفی کے مطابق سفری روزے کے استحباب کا بیان

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔وہ مسافر جس کا سفر شرعی (مقدار کے برابر) ہو خواہ گناہ کی خاطر ہو روزہ چھوڑ سکتا ہے اور اگر اسے روزہ تکلیف نہ دے تو روزہ رکھنا مستحب ہے، اور اگر روزہ مشکل ہو یا اس کے ساتھی پر مشکل ہو تو پھر جماعت کی موافقت میں افطار افضل ہے۔مقیم پر اس روزہ رمضان کا اتمام لازم ہے جس دن اس نے سفر شروع کیا۔(درمختار، ج ۱، ص ۱۵۲، مطبع مجتبائی دہلی)

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مبسوط میں نہایت نفیس جزئیہ ہے کہ اگر اہل حرب میں سے کچھ لوگوں نے کسی ایسے علاقے پر حملہ کر دیا جس میں کسی مسلمان نے پناہ لے رکھی تھی تو اس مسلمان کے لیے ان کفار کے ساتھ لڑائی کرنا جائز نہ ہوگا، اس صورت میں جب اسے اپنی جان کا خوف ہو، کیونکہ قتال میں اپنے آپ کو ہلاکت پر پیش کرنا ہوتا ہے اور یہ جائز نہیں مگر اس صورت میں جب اپنی جان کا خوف ہو یا کلمۃ اللہ تعالیٰ کی سربلندی کے لیے ہو، اور جب اسے اپنے نفس کا خوف نہیں تو اب اس کا قتال سوائے کفر کی بلندی کے کچھ نہ ہوگا (ہاں جب یہ لوگ سفر میں ہوں تو بوجہ سفر اجازت ہوگی اگرچہ وہ سفر جانب معصیت ہو)۔ (فتح القدیر، ج ۵، ص ۲۶۷، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

سفر کا روزہ رکھنے یا رکھنے میں فقہاء اربعہ کا موقف

اس مسئلہ میں سلف کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا سفر میں اگر روزہ رکھے گا تو اس سے فرض روزہ ادا نہ ہوگا پھر قضا کرنا چاہیے اور جمہور علماء جیسے امام مالک اور امام شافعی اور ابوحنیفہ علیہم الرحمہ یہ کہتے ہیں کہ روزہ رکھنا سفر میں افضل ہے اگر طاقت ہو، اور کوئی تکلیف نہ ہو، اور امام احمد بن حنبل اور اوزاعی اور اسحاق اور اہل حدیث (غیر مقلدین) یہ کہتے ہیں کہ سفر میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے بعضوں نے کہا دونوں برابر ہیں روزہ رکھے یا افطار کرے بعضوں نے کہا جو زیادہ آسان ہو وہی افضل ہے۔

امام طحاوی کا بیان کردہ نذر کے مسئلے میں احناف کا اختلاف

حضرت امام طحاوی حنفی علیہ الرحمہ نے اس مسئلہ میں شیخین اور حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے درمیان اختلاف بیان کیا ہے۔ کہ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اختلاف نذر والے مسئلہ میں ہے۔ اور شیخین کے مطابق فرق یہ ہے کہ نذر سبب ہے لہٰذا خلیفہ کے حق میں اس کا وجوب ظاہر ہوگا۔ اور اس مسئلہ میں ادراک علت سبب ہے۔ لہٰذا جتنی مقدار میں دوسرے ایام پائے گئے اتنی مقدار میں وجوب قضاء ضروری ہوگا۔

امام طحاوی کا فدیہ طعام میں نقل کردہ اختلاف کے صحیح یا غیر صحیح ہونے کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ فدیہ طعام کے وجوب میں امام طحاوی علیہ الرحمہ نے احناف کا اختلاف ذکر کیا ہے۔ شیخین کے نزدیک جب وہ ایک دن صحیح رہا تو تمام دنوں کا قضاء لازم ہوگئی خواہ اس نے جن کے بارے میں نصیحت نہ کی ہو۔

جبکہ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ کے مطابق جن میں وہ صحیح تھا ان کی قضاء لازم ہوئی اور جن میں وہ صحیح نہ تھا ان کی قضاء لازم نہ ہوئی۔ جس پر وہ قادر ہوا تو قضاء پر بہ اتفاق فدیہ طعام ہے۔ اور ائمہ کا یہ اختلاف صحیح نہیں ہے۔

علامہ ابوبکر جصاص رازی حنفی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ جس طرح امام ابوجعفر طحاوی نے اختلاف ذکر کیا ہے اس طرح ہمیں معلوم نہیں ہے۔ بلکہ فقہاء کا مشہور قول یہ ہے صرف اسی روزے کی قضاء ہے جس کا اس نے ادراک کیا ہے۔

صاحب تحفہ نے کہا ہے کہ امام طحاوی نے یہ اختلاف ذکر کیا ہے اور پھر کہا ہے کہ یہ غلط ہے۔ اور صاحب ایضاح نے کہا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہاں اختلاف نہیں ہے۔ اور مصنف نے کہا ہے اختلاف صحیح نہیں ہے۔ بلکہ اختلاف نذر میں ہے۔

(البنایہ شرح الہدایہ، ج ۴، ص ۳۳۴، حقانیہ ملتان)

بَابُ قَدْرِ مَسِيرَةِ مَا يُفْطِرُ فِيهِ

باب: اس مسافت کی مقدار، جس میں روزہ ترک کیا جاسکتا ہے

2413 - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنْ مَنْصُورٍ الْكَلْبِيِّ، أَنَّ دِحْيَةَ بْنَ خَلِيفَةَ خَرَجَ مِنْ قَرْيَةٍ مِنْ دِمَشْقَ مَرَّةً إِلَى قَدْرِ قَرْيَةِ عُقْبَةَ، مِنَ الْفُسْطَاطِ، وَذَلِكَ ثَلَاثَةُ أَمْيَالٍ فِي رَمَضَانَ، ثُمَّ إِنَّهُ أَفْطَرَ وَأَفْطَرَ مَعَهُ نَاسٌ، وَكَرِهَ آخَرُونَ أَنْ يُفْطِرُوا، فَلَمَّا رَجَعَ إِلَى قَرْيَتِهِ، قَالَ: وَاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُ الْيَوْمَ أَمْرًا مَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنِّي أَرَاهُ، إِنَّ قَوْمًا رَغِبُوا عَنْ هَدْيِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ، يَقُولُ: ذَلِكَ لِلَّذِينَ صَامُوا، ثُمَّ قَالَ عِنْدَ ذَلِكَ: اللَّهُمَّ اقْبِضْنِي إِلَيْكَ

❁❁ منصور کلبی بیان کرتے ہیں: حضرت دحیہ بن خلیفہ ایک مرتبہ دمشق کے ایک گاؤں سے نکل کر اتنے فاصلے پر موجود ایک گاؤں میں گئے، جتنی دور فسطاط سے عقبہ ہے، اور یہ 3 میل کا فاصلہ ہے، یہ رمضان کے مہینے کی بات ہے، انہوں نے روزہ ختم کر دیا ان کے ساتھ کچھ لوگوں نے روزہ ختم کر دیا، جبکہ کچھ نے روزہ ختم نہیں کیا، انہوں نے روزہ ختم کرنے کو ناپسند کیا، جب وہ اپنی بستی واپس آئے تو بولے: اللہ کی قسم! میں نے آج ایک ایسی چیز دیکھی ہے، جس کے بارے میں مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ مجھے یہ بھی دیکھنا پڑے گی، لوگوں نے نبی اکرم ﷺ اور ان کے اصحاب کے طریقے سے اعراض کیا ہے انہوں نے یہ بات ان لوگوں کے بارے میں فرمائی، جنہوں نے روزہ رکھا ہوا تھا، اس وقت انہوں نے یہ دعا کی، اے اللہ! مجھے اپنی طرف بلالے۔

2414 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ، كَانَ يَخْرُجُ إِلَى الْغَابَةِ فَلَا يُفْطِرُ وَلَا يَقْصِرُ

❁❁ نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ "غابہ" کی طرف تشریف لے جاتے، تو روزہ ختم نہیں کرتے تھے اور نماز قصر نہیں کرتے تھے۔

بَابُ مَنْ يَقُولُ: صُمْتُ رَمَضَانَ كُلَّهُ

باب: جو شخص یہ کہے: میں نے پورا رمضان روزے رکھے

2415 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ الْمُهَلَّبِ بْنِ أَبِي حَبِيبَةَ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ إِنِّي صُمْتُ رَمَضَانَ كُلَّهُ، وَقُمْتُهُ كُلَّهُ. فَلَا أَدْرِي أَكَرِهَ التَّزْكِيَةَ، أَوْ قَالَ: لَا بُدَّ مِنْ نَوْمَةٍ أَوْ رَقْدَةٍ

2413- حسن لغيره، وهذا اسناد ضعيف لجهالة منصور الكلبي - وهو ابن سعيد بن الاصبغ - ابو الخير: هو مرثد بن عبد الله اليزني. واخرجه احمد في "مسنده" (27231)، وابن خزيمة في "صحيحه" (2041)، والطحاوي في "شرح معاني الآثار" /702، والطبراني في "الكبير" (4197)، والبيهقي في "الكبرى" /2414 من طرق عن الليث بن سعد بهذا الاسناد. وشاهده حديث ابي بصرة الغفاري الذي سلف قبله. واخرج الترمذي (810) و (811) عن محمد بن كعب

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''کوئی شخص ہرگز یہ نہ کہے کہ میں نے پورا رمضان روزے رکھے اور یہ پورا مہینہ نفل پڑھتا رہا''
راوی کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عبادت کے اظہار کو ناپسندیدہ قرار دیا، یا آپ نے یہ فرمایا کہ (نوافل پڑھتے وقت) سونا لازم ہے۔

بَابٌ فِي صَوْمِ الْعِيدَيْنِ

باب: عیدین (کے دن) روزہ رکھنا

2416 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَهَذَا حَدِيثُهُ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ: شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ عُمَرَ، فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ صِيَامِ هَذَيْنِ الْيَوْمَيْنِ، أَمَّا يَوْمُ الْأَضْحَى فَتَأْكُلُونَ مِنْ لَحْمِ نُسُكِكُمْ، وَأَمَّا يَوْمُ الْفِطْرِ فَفِطْرُكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ

ابوعبید بیان کرتے ہیں: میں عید کے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود تھا، انہوں نے خطبہ دینے سے پہلے نماز ادا کی، اور یہ بات بیان کی: بے شک اللہ کے رسول نے ان دو دنوں میں روزہ رکھنے سے منع کیا ہے، جہاں تک قربانی کے دن کا تعلق ہے، تو اس دن تم اپنی قربانی کا گوشت کھاتے ہو اور جہاں تک عیدالفطر کے دن کا تعلق ہے، تو اس دن تم لوگ روزے رکھنا ختم کرتے ہو۔

2417 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِ يَوْمَيْنِ يَوْمِ الْفِطْرِ، وَيَوْمِ الْأَضْحَى، وَعَنْ لِبْسَتَيْنِ الصَّمَّاءِ، وَأَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ، وَعَنِ الصَّلَاةِ فِي سَاعَتَيْنِ بَعْدَ الصُّبْحِ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دنوں کے روزے رکھنے سے منع کیا ہے، عیدالفطر کا دن اور عیدالاضحیٰ کا دن اور آپ نے دو طرح کا لباس پہننے سے منع کیا ہے، صماء اور یہ کہ آدمی احتباء کے طور پر ایک کپڑے کو لپیٹ لے اور آپ نے دو اوقات میں نماز ادا کرنے سے منع کیا ہے، صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد۔

بَابُ صِيَامِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ

باب: ایام تشریق میں روزے رکھنا

2418 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْهَادِ، عَنْ أَبِي مُرَّةَ، مَوْلَى أُمِّ هَانِئٍ، أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، عَلَى أَبِيهِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، فَقَرَّبَ إِلَيْهِمَا طَعَامًا، فَقَالَ: كُلْ، فَقَالَ: إِنِّي صَائِمٌ، فَقَالَ عَمْرٌو: كُلْ فَهَذِهِ الْأَيَّامُ الَّتِي كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا بِإِفْطَارِهَا، وَيَنْهَانَا عَنْ

صِيَامِهَا، قَالَ مَالِكٌ: وَهِيَ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ

ابومرہ بیان کرتے ہیں: وہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ان کے والد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو انہوں نے ان دونوں کے سامنے کھانا رکھا اور بولے: تم کھاؤ! تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے روزہ رکھا ہوا ہے، تو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم کھاؤ یہ وہ دن ہیں، جن کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں روزہ نہ رکھنے کا حکم دیا تھا اور اس دن روزہ رکھنے سے منع کیا تھا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ ایام تشریق کے دن ہیں۔

2419 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا وَهْبٌ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَلِيٍّ ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ مُوسَى بْنِ عَلِيٍّ، وَالْإِخْبَارُ فِي حَدِيثِ وَهْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي أَنَّهُ، سَمِعَ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَوْمُ عَرَفَةَ، وَيَوْمُ النَّحْرِ، وَأَيَّامُ التَّشْرِيقِ عِيدُنَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ، وَهِيَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''عرفہ کا دن، قربانی کا دن اور ایام تشریق، ہماری یعنی مسلمانوں کی عید ہے اور یہ کھانے پینے کے دن ہیں۔''

ایام تشریق کے روزوں کی ممانعت میں احادیث

حضرت ابوعبید مولی ابن ازہر سے روایت ہے کہ میں عید میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا، آپ آئے اور نماز پڑھی۔ پھر فارغ ہوئے اور لوگوں پر خطبہ پڑھا اور کہا کہ یہ دونوں دن ایسے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (دونوں دنوں) میں روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔ ایک دن رمضان کے بعد تمہارے افطار کا ہے اور دوسرا وہ دن جس میں اپنی قربانیوں کا گوشت کھاتے ہو۔ (صحیح مسلم، 622)

حضرت سیدنا نبیشہ ھذلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایام تشریق (گیارہ بارہ تیرہ ذوالحجہ کے دن) کھانے پینے کے دن ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اور اللہ تعالیٰ کو (گوشت) سے یاد کرنے کے۔ (صحیح مسلم، 623)

غیر مقلدین کے نزدیک ایام تشریق کی تعداد

ایام تشریق ذی الحجہ کی گیارہ، بارہ، تیرہ، (11-12-13) تاریخ کے دن ہیں جن کی فضیلت میں کء ایک آیات واحادیث وارد ہیں:

1 اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فرمان کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے: (گنے چنے چند ایام میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو) اکثر علماء اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول یہی ہے کہ اس سے مراد ایام تشریق ہی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایام تشریق کے بارہ میں فرمان ہے: (یہ سب کے سب کھانے پینے اور اللہ تعالیٰ کی یاد کے دن ہیں)۔ ایام تشریق میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے حکم میں کئی قسم کی انواع شامل ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

ہر فرضی نماز کے بعد جمہور علماء کے ہاں ایام تشریق کے اختتام تک تکبیریں کہہ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا مشروع ہیں۔

2- قربانی ذبح کرتے وقت بسم اللہ اور تکبیر کہنا بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، اور قربانی ذبح کرنے کا وقت ایام تشریق کے آخر تک چلتا ہے۔

3- کھانے پینے پر بسم اللہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، اس لیے کہ کھانے پینے سے پہلے بسم اللہ اور کھانے سے فارغ ہونے الحمد للہ کہنا مشروع ہے۔

حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: (بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے راضی ہوتا ہے جو کھانے سے فارغ ہو کر الحمد للہ اور پینے کے بعد بھی الحمد للہ کہے) صحیح مسلم حدیث نمبر (2734)

ایام تشریق میں رمی جمرات (حج کے دوران منی میں جمرات کو کنکریاں مارنا) کے وقت اللہ اکبر کے ساتھ اللہ کا ذکر کرنا، اور یہ صرف حجاج کے ساتھ خاص ہے۔ مطلقا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔ اس لیے کہ ایام تشریق میں کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر مشروع ہے، عمر رضی اللہ عنہ منی میں اپنے خیمہ کے اندر تکبیریں کہتے تو لوگ بھی سن کر تکبیریں کہتے تو منی تکبروں سے گونج اٹھتا تھا۔

اور پھر اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے:

(اور پھر جب تم مناسک حج ادا کر چکو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو جس طرح تم اپنے آباء اجداد کا ذکر کیا کرتے تھے، بلکہ اس سے بھی زیادہ، بعض لوگ وہ بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دے، ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

اور بعض لوگ وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلاء عطا فرما اور ہمیں عذاب جہنم نجات دے)

اکثر سلف نے ایام تشریق میں یہ دعا کثرت سے مانگنا مستحب قرار دی ہے) : (ربنا آتنا في الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار)

علامہ ابن رجب حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: ایام تشریق کھانے پینے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے دن ہیں: اس فرمان میں اس طرف اشارہ ہے کہ ایام عید میں کھانے پینے کے لیے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی اطاعت سے تعاون لیا جائے جو کہ نعمت کا شکر ادا کرنے اور اتمام نعمت سے تعلق رکھتا ہے اسی لیے اس کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ پاکیزہ چیزیں کھائیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائیں، تو جو شخص اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی کے لیے استعمال کرتا ہے اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کر کے اسے کفر میں بدل دیا تو اس لیے اس نعمت کو اس سے چھن جانا ہی بہتر ہے جیسا کہ شاعر کہتا ہے:

جب تو نعمت میں ہو تو اس کا خیال رکھ اور حفاظت کر اس لیے کہ معاصی و گناہ نعمتوں کو ختم کر دیتی ہیں، اور ہر وقت اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرتے رہو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ناراضگی کو ختم کر دیتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق میں روزہ رکھنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا: (ان دنوں کے روزے نہ رکھو اس لیے

کہ یہ کھانے پینے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے ایام ہیں۔ (مسند احمد حدیث نمبر 10286) (لطائف المعارف لابن رجب حنبلی ص (500)

ایام تشریق کی تعداد میں صاحبین کے قول پر فتویٰ

یوم عرفہ (نویں ذوالحجہ) کی نماز فجر سے ایام تشریق کے آخری دن (تیرھویں ذوالحجہ) کی عصر تک فرض نمازوں کے بعد تکبیرات پڑھی جائیں گی۔ اس حوالے سے احناف میں دو موقف ہیں۔

ا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق یوم عرفہ کی نماز فجر سے یوم نحر (دس ذوالحجہ) کی نماز عصر تک تکبیرات پڑھی جائیں گی۔

ii۔ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث کے مطابق یوم عرفہ کی نماز فجر سے ایام تشریق کے آخری دن نماز عصر تک تکبیرات پڑھی جائیں گی۔ (دارقطنی، السنن، ۲: ۴۹، کتاب العیدین)

امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اکثر کے قول کو اختیار کرنا بہتر ہے کیونکہ عبادت میں احتیاط کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔

(زیلعی، نصب الرایہ، ج ۲، ص ۲۲۲)

یہی وجہ ہے کہ تکبیرات کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بجائے ان کے نامور شاگردوں کے مؤقف پر فتویٰ ہے۔ اور آجکل اس پر عمل ہو رہا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرفہ کے دن نماز فجر کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اپنی جگہ پر بیٹھے رہو پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلمات ادا فرمائے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ، واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔ سو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوم عرفہ کی فجر سے ایام تشریق کے آخری دن کی نماز عصر تک یہ تکبیرات پڑھیں۔

(دارقطنی، السنن، ۲: ۵۰، زیلعی، نصب الرایہ، ۲: ۲۲۴)

ایام تشریق کے روزے رکھنے سے متعلق فقہی تصریحات

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک راجح یہی ہے کہ متمتع کو ایام تشریق میں روزہ رکھنا جائز ہے اور ابن منذر نے زبیر اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے مطلقاً جواز نقل کیا ہے اور حضرت علی اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مطلقاً منع منقول ہے اور امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کا بھی قول ہے اور ایک قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ اس متمتع کے لیے درست ہے جس کو قربان کی مقدور نہ ہو۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔

ابوعبداللہ امام بخاری فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے یحییٰ بن سعید نے بیان کیا، ان سے ہشام نے بیان کیا کہ مجھے میرے باپ عروہ نے خبر دی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایام منیٰ (ایام تشریق) کے روزے رکھتی تھیں اور ہشام کے باپ (عروہ) بھی ان دنوں میں روزہ رکھتے تھے۔ حدیث نمبر: 1996

منیٰ میں رہنے کے دن وہی ہیں جن کو ایام تشریق کہتے ہیں یعنی 13,12,11 ذی الحجہ کے ایام۔ حدیث نمبر: 1997-1998

ہم سے محمد بن بشار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے غندر نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن عیسیٰ سے سنا، انہوں نے زہری سے، انہوں نے عروہ سے، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے (نیز زہری نے اس حدیث کو) سالم سے بھی سنا، اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا (عائشہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہم) دونوں نے بیان کیا کہ کسی کو ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں مگر اس کے لیے جسے قربانی کا مقدور نہ ہو۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: ایام التشریق ای الایام التی بعد یوم النحر و قد اختلف فی کونها یومین او ثلاثة و سمیت ایام التشریق لان لحوم الاضاحی تشرق فیها ای تنشر فی الشمس اخ یعنی ایام تشریق یوم النحر

دس ذی الحجہ کے بعد والے دنوں کو کہتے ہیں جو دو ہیں یا تین اس بارے میں اختلاف ہے (مگر تین ہونے کو ترجیح حاصل ہے) اور ان کا نام ایام تشریق اس لیے رکھا گیا کہ ان میں قربانیوں کا گوشت سکھانے کے لیے دھوپ میں پھیلا دیا جاتا تھا۔

والراجح عند البخاری جوازه للمتمتع فانه ذکر فی الباب حدیث عائشه و ابن عمر فی جواز ذلک ولم یورد غیره یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حج تمتع والے کے لیے (جس کو قربانی کا مقدور نہ ہو) ان ایام میں روزہ رکھنا جائز ہے آپ نے باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی احادیث ذکر کی ہیں اور کوئی ان کے غیر حدیث نہیں لائے جن احادیث میں ممانعت آئی ہے وہ غیر متمتع کے حق میں قرار دی جا سکتی ہیں۔ اور جواز والی احادیث متمتع کے حق میں جو قربانی کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ اس طرح ہر دو احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ یہ ہے یترجح القول بالجواز والی هذا جنح البخاری (فتح) یعنی حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جواز کے قائل ہیں اور اسی قول کو ترجیح حاصل ہے۔

ابراہیم بن سعد عن ابن شہاب کے اثر کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے وصل کیا قال اخبرنی ابراهیم بن سعد عن ابن شهاب عن عروة عن عائشة فی المتمتع اذا لم یجد هدیا ولم یصم قبل عرفة فلیصم ایام منی یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ متمتع ایام تشریق میں روزہ رکھے جس کو قربانی کا مقدور نہ ہو۔

و حمل المطلق علی المقید واجب و کذا بناء العام علی الخاص قال الشوکانی و هذا اقوی المذاهب و اما القائل بالجواز مطلقاً فاحادیث جمیعها ترد علیه (تحفۃ الاحوذی) یعنی مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب ہے اور اسی طرح عام کو خاص پر بنا کرنا۔ امام شوکانی فرماتے ہیں اور یہ قوی تر مذہب ہے اور جو لوگ مطلق جواز کے قائل ہیں پس جملہ احادیث ان کی تردید کرتی ہیں۔ حدیث نمبر:1999

سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جو حاجی حج اور عمرہ کے درمیان تمتع کرے اسے یوم عرفہ تک روزہ رکھنے کی اجازت ہے لیکن اگر قربانی کا مقدور نہ ہو اور اس نے روزہ بھی نہ رکھا ہو تو ایام تشریق میں بھی روزہ رکھے۔ اور ابن شہاب نے عروہ سے اور انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت کی ہے۔ عبدالرحمن بن شہاب کے ساتھ اس حدیث کو ابراہیم بن سعد نے بھی ابن شہاب سے روایت کیا۔

ایام تشریق میں مانی ہوئی نذر کے صورت میں روزے کا بیان

صحیح مسلم وسنن ابی داود وترمذی ونسائی وابن ماجہ میں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے اللہ (عزوجل) پر گمان ہے، کہ عرفہ کا روزہ ایک سال قبل اور ایک سال بعد کے گناہ مٹا دیتا ہے۔ اور اس کے مثل سہل بن سعد وابو سعید خدری وعبداللہ بن عمر وزید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے۔

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیہقی وطبرانی روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ کے روزہ کو ہزار دن کے برابر بتاتے۔

مگر حج کرنے والے پر جو عرفات میں ہے، اُسے عرفہ کے دن کا روزہ مکروہ ہے۔ کہ ابوداود ونسائی وابن خزیمہ وابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی، حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عرفہ کے دن عرفہ میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ (صحیح مسلم، کتاب الصوم)

بَابُ النَّهْيِ أَنْ يُخَصَّ يَوْمُ الْجُمُعَةِ بِصَوْمٍ

باب: جمعہ کے دن کو روزہ رکھنے کے لیے مخصوص کرنے کی ممانعت

2420 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَصُمْ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، إِلَّا أَنْ يَصُومَ قَبْلَهُ بِيَوْمٍ أَوْ بَعْدَهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''کوئی شخص جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے ماسوائے اس صورت کے کہ اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھے''

بَابُ النَّهْيِ أَنْ يُخَصَّ يَوْمُ السَّبْتِ بِصَوْمٍ

باب: اس بات کی ممانعت کہ ہفتے کے دن کو روزہ رکھنے کے لیے مخصوص کر لیا جائے

2421 - حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حَبِيبٍ ح وحَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ قُبَيْسٍ، مِنْ أَهْلِ جَبَلَةَ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ جَمِيعًا، عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُسْرٍ السُّلَمِيِّ، عَنْ أُخْتِهِ- وَقَالَ يَزِيدُ: الصَّمَّاءِ - أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَصُومُوا يَوْمَ السَّبْتِ إِلَّا فِي مَا افْتُرِضَ عَلَيْكُمْ، وَإِنْ لَمْ يَجِدْ أَحَدُكُمْ إِلَّا لِحَاءَ عِنَبَةٍ، أَوْ عُودَ شَجَرَةٍ فَلْيَمْضَغْهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا حَدِيثٌ مَنْسُوخٌ

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ اپنی بہن کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

2421- رجاله ثقات الا ان غير واحد من الائمة الذين يرجع اليهم في النقد اعلوه بالاضطراب والمعارضة، وانظر كلامنا عليه في "المسند" (17686). الوليد: هو ابن مسلم. واخرجه ابن ماجه (1726م)، والترمذي (754)، والنسائي في "الكبرى" (2776) من طريق حميد بن مسعدة بهذا الاسناد. وقال الترمذي: حديث حسن. واخرجه النسائي في "الكبرى" (2775) و (2777) من طريق ثور بن يزيد، به. وهو في "مسند احمد" (27075).

''ہفتے کے دن روزہ نہ رکھو، سوائے ان روزوں کے جو تم پر فرض کیے گئے ہیں، ہفتے کے دن اگر تمہیں انگور کی شاخ کا چھلکا میسر ہوتا ہے، یا کسی درخت کی لکڑی ملتی ہے تو اسے ہی چبالو''۔ (امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت منسوخ ہے۔

بَابُ الرُّخْصَةِ فِي ذٰلِكَ

باب: اس بارے میں رخصت کا بیان

2422 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ ح وحَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ - قَالَ: حَفْصٌ الْعَتَكِيُّ - عَنْ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَهِيَ صَائِمَةٌ فَقَالَ: أَصُمْتِ أَمْسِ؟ قَالَتْ: لَا، قَالَ: تُرِيدِينَ أَنْ تَصُومِي غَدًا، قَالَتْ: لَا. قَالَ: فَأَفْطِرِي

سیدہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن ان کے ہاں تشریف لائے، اس خاتون نے اس وقت روزہ رکھا ہوا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم نے گذشتہ کل روزہ رکھا تھا؟ انہوں نے عرض کی: جی نہیں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم آئندہ کل روزہ رکھوگی؟ انہوں نے عرض کی: جی نہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم روزہ ختم کردو۔

2423 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ اللَّيْثَ، يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّهُ كَانَ إِذَا ذُكِرَ لَهُ أَنَّهُ نَهَى عَنْ صِيَامِ يَوْمِ السَّبْتِ يَقُولُ ابْنُ شِهَابٍ: هٰذَا حَدِيثٌ حِمْصِيٌّ

ابن شہاب کے بارے میں یہ بات منقول ہے: ان کے سامنے جب یہ بات ذکر کی جاتی کہ ہفتہ کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے، تو ابن شہاب کہتے: یہ حمص کے رہنے والے شخص کی نقل کردہ حدیث ہے۔

2424 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، قَالَ: مَا زِلْتُ لَهُ كَاتِمًا حَتَّى رَأَيْتُهُ انْتَشَرَ يَعْنِي حَدِيثَ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُسْرٍ هٰذَا فِي صَوْمِ يَوْمِ السَّبْتِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مَالِكٌ: هٰذَا كَذِبٌ

امام اوزاعی بیان کرتے ہیں: میں نے ایک عرصے تک اس روایت کو چھپا کر رکھا، یہاں تک کہ میں نے دیکھا یہ پھیل گئی ہے یعنی حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت جو ہفتہ کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ روایت جھوٹی ہے۔

بَابٌ فِي صَوْمِ الدَّهْرِ تَطَوُّعًا

باب: ہمیشہ نفلی روزے رکھنا

2425 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ غَيْلَانَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ

بْنِ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيِّ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ رَجُلًا، أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ تَصُومُ؟ فَغَضِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَوْلِهِ، فَلَمَّا رَأَى ذٰلِكَ عُمَرُ قَالَ: رَضِينَا بِاللهِ رَبًّا، وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا، وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا، نَعُوذُ بِاللهِ مِنْ غَضَبِ اللهِ وَمِنْ غَضَبِ رَسُولِهِ، فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَدِّدُهَا حَتّٰى سَكَنَ غَضَبُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَيْفَ بِمَنْ يَصُومُ الدَّهْرَ كُلَّهُ؟ قَالَ: لَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ، قَالَ مُسَدَّدٌ: لَمْ يَصُمْ وَلَمْ يُفْطِرْ، أَوْ مَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ - شَكَّ غَيْلَانُ - قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَيْفَ بِمَنْ يَصُومُ يَوْمَيْنِ وَيُفْطِرُ يَوْمًا؟ قَالَ: أَوَ يُطِيقُ ذٰلِكَ أَحَدٌ؟ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَكَيْفَ بِمَنْ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا؟ قَالَ: ذٰلِكَ صَوْمُ دَاوُدَ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَكَيْفَ بِمَنْ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمَيْنِ؟ قَالَ: وَدِدْتُ أَنِّي طُوِّقْتُ ذٰلِكَ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ، فَهٰذَا صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهِ، وَصِيَامُ عَرَفَةَ إِنِّي أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ، وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ، وَصَوْمُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ إِنِّي أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ.

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح (نفلی) روزے رکھتے ہیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی بات پر غصہ آ گیا، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ صورت حال دیکھی تو انہوں نے عرض کی: ہم اللہ تعالیٰ کی پروردگار ہونے، اسلام کے دین ہونے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے سے راضی ہیں، ہم اللہ کے غضب سے اور اس کے رسول کے غضب سے، اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلسل یہ الفاظ دہراتے رہے، یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ زائل ہو گیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ایسے شخص کا کیا عالم ہو گا، جو مسلسل (نفلی) روزے رکھتا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے (درحقیقت) نہ تو روزہ رکھا، نہ ہی روزہ ترک کیا، یہاں مسدد نامی راوی نے الفاظ مختلف نقل کیے ہیں: (لیکن ان کا مفہوم ایک ہی ہے) انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ایسے شخص کا کیا حکم ہو گا، جو دو دن روزے رکھتا ہے اور ایک دن روزہ نہیں رکھتا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا کوئی شخص اس کی طاقت رکھتا ہے؟ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ایسے شخص کا کیا حکم ہو گا، جو ایک دن روزہ رکھتا ہے اور ایک دن روزہ نہیں رکھتا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزے رکھنے کا طریقہ ہے، انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ایسے شخص کا کیا حکم ہو گا؟ جو ایک دن روزہ رکھتا ہے اور دو دن روزے نہیں رکھتا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری یہ خواہش ہے کہ مجھے یہ طاقت دے دی جائے، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”ہر مہینے کے تین روزے رکھنا اور پورا رمضان روزے رکھنا، یہ پورا سال روزہ رکھنے کے مترادف ہے اور عرفہ کے دن روزہ

2425-اسنادہ صحیح. مسدد: ہو ابن مسرہد الاسدی. واخرجہ مطولاً ومختصراً مسلم (1162)، وابن ماجہ (1713) و (1730) و (1738)، والترمذی (759) و (762) و (777)، والنسائی فی "الکبریٰ" (2708) من طرق عن حماد بن زید، بھذا الاسناد. واخرجہ النسائی (2698) و (2826) من طریق شعبۃ، عن غیلان، بہ. مختصراً. وھو فی "مسند احمد" (22517) و (22537)، و "صحیح ابن حبان" (3639).

رکھنے کے بارے میں، مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے یہ امید ہے کہ یہ اس سے ایک سال پہلے کے اور ایک سال بعد کے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں اور عاشورہ کے دن کے روزہ کے بارے میں مجھے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں امید ہے کہ یہ اس سے پہلے کے ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔

2426 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا مَهْدِيٌّ حَدَّثَنَا غَيْلَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيِّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ بِهَذَا الْحَدِيثِ. زَادَ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ صَوْمَ يَوْمِ الاِثْنَيْنِ، وَيَوْمِ الْخَمِيسِ قَالَ فِيهِ: وُلِدْتُ وَفِيهِ أُنْزِلَ عَلَيَّ الْقُرْآنُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں:

"انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا رائے ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس دن میں پیدا ہوا، اس دن مجھ پر قرآن نازل ہوا"

2427 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: لَقِيَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَلَمْ أُحَدَّثْ أَنَّكَ تَقُولُ: لَأَقُومَنَّ اللَّيْلَ وَلَأَصُومَنَّ النَّهَارَ، قَالَ: أَحْسَبُهُ قَالَ: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ قُلْتُ ذَاكَ. قَالَ: قُمْ وَنَمْ، وَصُمْ وَأَفْطِرْ، وَصُمْ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، وَذَاكَ مِثْلُ صِيَامِ الدَّهْرِ. قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ. قَالَ: فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمَيْنِ. قَالَ: فَقُلْتُ: إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ. قَالَ: فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمًا، وَهُوَ أَعْدَلُ الصِّيَامِ، وَهُوَ صِيَامُ دَاوُدَ. قُلْتُ: إِنِّي أُطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھ سے ملاقات ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: مجھے پتہ چلا ہے تم یہ کہتے ہو: میں رات بھر نفل پڑھتا رہوں گا اور دن کے وقت روزہ رکھوں گا، انہوں نے عرض کی: جی ہاں، یارسول اللہ! میں نے یہ بات کہی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (تم رات کے وقت) نوافل بھی پڑھا کرو اور سو بھی جایا کرو، اور (دن کے وقت) نفلی روزہ رکھ بھی لیا کرو اور چھوڑ بھی دیا کرو، تم ہر مہینے میں تین نفلی روزے رکھ لیا کرو، یہ (سال بھر) روزہ رکھنے کے برابر ہوگا، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ایک دن روزہ رکھ لیا کرو اور دو دن روزہ نہ رکھا کرو، میں نے عرض کی: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ایک دن روزہ رکھ لیا کرو اور ایک دن روزہ نہ رکھا کرو، یہ روزہ رکھنے کا سب سے مناسب طریقہ ہے اور یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھنے کا طریقہ ہے، میں نے عرض کی: میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے بڑھ کر اور کوئی طریقہ نہیں ہے۔

بَابٌ فِي صَوْمِ أَشْهُرِ الْحُرُمِ

باب: حرمت والے مہینوں میں روزہ رکھنا

2428 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي السَّلِيلِ، عَنْ مُجِيبَةَ الْبَاهِلِيَّةِ، عَنْ أَبِيهَا، أَوْ عَمِّهَا، أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ انْطَلَقَ فَأَتَاهُ بَعْدَ سَنَةٍ، وَقَدْ تَغَيَّرَتْ حَالُهُ وَهَيْئَتُهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَمَا تَعْرِفُنِي، قَالَ: وَمَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: أَنَا الْبَاهِلِيُّ، الَّذِي جِئْتُكَ عَامَ الْأَوَّلِ، قَالَ: فَمَا غَيَّرَكَ، وَقَدْ كُنْتَ حَسَنَ الْهَيْئَةِ؟، قَالَ: مَا أَكَلْتُ طَعَامًا إِلَّا بِلَيْلٍ مُنْذُ فَارَقْتُكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَ عَذَّبْتَ نَفْسَكَ، ثُمَّ قَالَ: صُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ، وَيَوْمًا مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، قَالَ: زِدْنِي فَإِنَّ بِي قُوَّةً، قَالَ: صُمْ يَوْمَيْنِ، قَالَ: زِدْنِي، قَالَ: صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، قَالَ: زِدْنِي، قَالَ: صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ، صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ، صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ، وَقَالَ: بِأَصَابِعِهِ الثَّلَاثَةِ فَضَمَّهَا ثُمَّ أَرْسَلَهَا

❁❁ مجیبہ باہلیہ اپنے والد یا شاید اپنے چچا کا یہ بیان نقل کرتی ہیں: وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، پھر وہ چلے گئے پھر ایک سال بعد وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو ان کی حالت اور شکل وصورت تبدیل ہو چکی تھی، انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا آپ نے مجھے پہچانا نہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تم کون ہو؟ انہوں نے عرض کی: میں وہ باہلی ہوں، جو گزشتہ سال آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تمہاری حالت کیوں متغیر ہوگئی ہے؟ جبکہ پہلے تو تم اچھے بھلے تھے، میں نے عرض کی: جب سے میں آپ سے جدا ہوا ہوں، اس کے بعد سے لے کر اب تک، میں نے صرف رات کے وقت ہی کھانا کھایا ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نے اپنے آپ کو عذاب کا شکار کیوں کیا؟ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم صبر کے مہینے (رمضان) میں روزے رکھا کرو، اور ہر مہینے میں ایک دن روزہ رکھا کرو، انہوں نے عرض کی: آپ مجھے مزید کی اجازت دیجیے! کیونکہ میرے اندر قوت موجود ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (تم ہر مہینے میں) دو دن روزے رکھ لیا کرو،، انہوں نے عرض کی: آپ مزید کی اجازت دیجیے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم (ہر مہینے) میں تین دن روزے رکھ لیا کرو، انہوں نے عرض کی: آپ مجھے مزید اجازت دیجیے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم حرمت والے مہینوں میں روزے رکھ بھی لیا کرو، اور چھوڑ بھی دیا کرو، تم حرمت والے مہینوں میں روزے رکھ بھی لیا کرو اور چھوڑ بھی دیا کرو، تم حرمت والے مہینوں میں روزے رکھ بھی لیا کرو اور چھوڑ بھی دیا کرو، انہوں نے اپنی تین انگلیوں کے ذریعے اشارہ کر کے یہ بات ارشاد فرمائی، انہیں ملایا، پھر انہیں کھول دیا۔

بَابٌ فِي صَوْمِ الْمُحَرَّمِ

باب: محرم میں روزہ رکھنا

2429 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ شَهْرُ

اللهِ الْمُحَرَّمُ، وَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْمَفْرُوضَةِ صَلَاةٌ مِنَ اللَّيْلِ لَمْ يَقُلْ قُتَيْبَةُ: شَهْرُ، قَالَ رَمَضَانُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"رمضان کے مہینے کے بعد، سب سے زیادہ فضیلت والے روزے، اللہ کے مہینے محرم کے ہیں اور فرض نماز کے بعد ادا کی جانے والی، سب سے افضل نماز، رات کے وقت ادا کیے جانے والے نوافل ہیں۔"

قتیبہ نامی راوی نے لفظ "مہینہ" نقل نہیں کیا صرف لفظ "رمضان" نقل کیا ہے۔

2430 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا عِيسَى، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ يَعْنِي ابْنَ حَكِيمٍ، قَالَ: سَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ، عَنْ صِيَامِ رَجَبٍ، فَقَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ لَا يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ لَا يَصُومُ

عثمان بن حکیم بیان کرتے ہیں: میں نے سعید بن جبیر سے رجب کے روزوں کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھے یہ بتایا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (کسی مہینے میں مسلسل نفلی) روزے رکھا کرتے تھے، یہاں تک کہ ہم یہ سوچتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اب کوئی روزہ ترک نہیں کریں گے، اور کبھی کسی مہینے میں نفلی روزے ترک کر دیا کرتے تھے، یہاں تک کہ ہم یہ سوچتے تھے آپ اب کوئی روزہ نہیں رکھیں گے۔

بَابٌ فِي صَوْمِ شَعْبَانَ

باب: شعبان کے روزے رکھنا

2431 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ، سَمِعَ عَائِشَةَ تَقُولُ: كَانَ أَحَبَّ الشُّهُورِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَصُومَهُ: شَعْبَانُ ثُمَّ يَصِلُهُ بِرَمَضَانَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا، روزے رکھنے کے لیے، سب سے پسندیدہ مہینہ شعبان تھا، آپ تقریباً اسے رمضان کے ساتھ ملا دیتے تھے۔

بَابٌ فِي صَوْمِ شَوَّالٍ

باب: شوال میں روزے رکھنا

2432 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعِجْلِيُّ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ يَعْنِي ابْنَ مُوسَى، عَنْ هَارُونَ بْنِ سَلْمَانَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ مُسْلِمٍ الْقُرَشِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَأَلْتُ أَوْ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِ الدَّهْرِ فَقَالَ: إِنَّ لِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، صُمْ رَمَضَانَ وَالَّذِي يَلِيهِ، وَكُلَّ أَرْبِعَاءَ وَخَمِيسٍ، فَإِذَا أَنْتَ قَدْ صُمْتَ الدَّهْرَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَافَقَهُ زَيْدٌ الْعُكْلِيُّ، وَخَالَفَهُ أَبُو نُعَيْمٍ، قَالَ مُسْلِمُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ

❁❁ عبیداللہ بن مسلم قرشی اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے سوال کیا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) نبی اکرم ﷺ سے ہمیشہ (نفلی) روزے رکھنے کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا: تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے، تم رمضان میں روزے رکھو اور اس کے بعد والے (مہینے شوال میں روزے رکھو) ہر بدھ اور جمعرات والے دن روزہ رکھ لو، تو گویا تم نے (پورا سال) روزے رکھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) زید عکلی نامی راوی نے اس کی متابعت کی ہے، جبکہ ابونعیم نے اس کے برخلاف نقل کیا ہے انہوں نے راوی کا نام مسلم بن عبداللہ ذکر کیا ہے۔

بَابٌ فِي صَوْمِ سِتَّةِ أَيَّامٍ مِنْ شَوَّالٍ

باب: شوال میں چھ روزے رکھنا

2433- حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، وَسَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، صَاحِبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، ثُمَّ أَتْبَعَهُ بِسِتٍّ مِنْ شَوَّالٍ، فَكَأَنَّمَا صَامَ الدَّهْرَ

❁❁ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جو شخص رمضان کے روزے رکھے اور پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھ لے، تو گویا اس نے (پورا سال) روزے رکھے۔"

بَابُ كَيْفَ كَانَ يَصُومُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: نبی اکرم ﷺ کس طرح روزے رکھتے تھے؟

2434- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ: لَا يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ: لَا يَصُومُ، وَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ قَطُّ إِلَّا رَمَضَانَ، وَمَا رَأَيْتُهُ فِي شَهْرٍ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِي شَعْبَانَ.

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ (نفلی روزے) رکھنا شروع کرتے تھے، یہاں تک کہ

2434- اسنادہ صحیح. مالک: ھو ابن انس. وابو النضر: ھو سالم بن ابی امیۃ التیمی. وابو سلمۃ: ھو عبد اللہ الزھری. وھو عند مالک فی "الموطا" 1/309، ومن طریقہ اخرجہ البخاری (1969)، ومسلم (1156)، والنسائی فی "الکبری" (2672). وقرن النسائی بمالک عمرو بن الحارث المصری، وقال: وذکر آخر قبلھما. واخرجہ مختصراً البخاری (1970)، ومسلم (1156) من طریق یحیی بن ابی کثیر، ومسلم (1156)، وابن ماجہ (1710) من طریق ابن ابی لبید، والنسائی (2498) و (2499) من طریق محمد بن ابراھیم، ثلاثتھم عن ابی سلمۃ بہ.

ہم یہ سوچتے تھے، کہ اب آپ کوئی روزہ نہیں چھوڑیں گے، پھر آپ (نفلی) روزے چھوڑ دیتے تھے یہاں تک کہ ہم یہ سوچتے تھے کہ آپ اب روزہ نہیں رکھیں گے۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کو رمضان کے علاوہ اور کسی بھی مہینے میں، پورا مہینہ روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا، اور میں نے نبی اکرم ﷺ کو کسی بھی مہینے میں شعبان سے زیادہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

2435 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ زَادَ كَانَ يَصُومُهُ إِلَّا قَلِيلًا بَلْ كَانَ يَصُومُهُ كُلَّهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے، جس میں یہ الفاظ زائد ہیں: "نبی اکرم ﷺ صرف تھوڑے دنوں کے علاوہ (شعبان کے پورے مہینے میں) روزے رکھتے تھے، بلکہ آپ یہ پورا مہینہ ہی روزے رکھتے تھے۔"

بَابٌ فِي صَوْمِ الِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ

باب: پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھنا

2436 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبَانُ حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ عَنْ مَوْلَى قُدَامَةَ بْنِ مَظْعُونٍ، عَنْ مَوْلَى أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، أَنَّهُ انْطَلَقَ مَعَ أُسَامَةَ إِلَى وَادِي الْقُرَى فِي طَلَبِ مَالٍ لَهُ فَكَانَ يَصُومُ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، فَقَالَ لَهُ مَوْلَاهُ: لِمَ تَصُومُ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، وَأَنْتَ شَيْخٌ كَبِيرٌ؟ فَقَالَ: إِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُومُ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، وَسُئِلَ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: إِنَّ أَعْمَالَ الْعِبَادِ تُعْرَضُ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَذَا قَالَ هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ عَنْ يَحْيَى، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي الْحَكَمِ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے غلام بیان کرتے ہیں: وہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ان کا مال لینے کے لیے وادی قریٰ کی طرف گئے، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھتے تھے، ان کے غلام نے ان سے دریافت کیا: آپ (بطور خاص) پیر اور جمعرات کے دن روزہ کیوں رکھتے ہیں، جبکہ آپ بوڑھے اور عمر رسیدہ شخص ہیں، تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ بھی پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھا کرتے تھے، آپ ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا، تو آپ نے فرمایا:

"بندوں کے اعمال پیر اور جمعرات کے دن (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں) پیش کیے جاتے ہیں"

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

بَابٌ فِي صَوْمِ الْعَشْرِ

باب: (ذوالحج کے پہلے) عشرے میں روزے رکھنا

2437 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنِ الْحُرِّ بْنِ الصَّيَّاحِ عَنْ هُنَيْدَةَ بْنِ خَالِدٍ عَنِ امْرَأَتِهِ، عَنْ

بَعْضِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ تِسْعَ ذِي الْحِجَّةِ، وَيَوْمَ عَاشُورَاءَ، وَثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، أَوَّلَ اثْنَيْنِ مِنَ الشَّهْرِ وَالْخَمِيسَ

ھنیدہ بن خالد اپنی بیوی کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کی ایک زوجہ محترمہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

نبی اکرم ﷺ ذوالحج کے (پہلے عشرے کے) نو دن، عاشورہ کے دن، اور ہر مہینے میں 3 دن، ہر مہینے کی پہلی پیر اور پہلی جمعرات کے دن روزہ رکھا کرتے تھے۔

2438 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، وَمُجَاهِدٍ، وَمُسْلِمٍ الْبَطِينِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيهَا أَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ يَعْنِي أَيَّامَ الْعَشْرِ. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ؟ قَالَ: وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ، فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذَلِكَ بِشَيْءٍ

حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''کوئی بھی دن ایسا نہیں ہے جس دن میں نیک عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان ایام سے زیادہ محبوب ہو، (راوی کہتے ہیں:) یعنی ذوالحج کا پہلا عشرے کے ایام، لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ماسوائے اس شخص کے، جو اپنی جان اور مال کو لے کر نکلتا ہے، اور ان میں سے کوئی بھی چیز لے کر واپس نہیں آتا۔

عشرہ ذوالحج سے متعلق احادیث و آثار کا بیان

۱۷۔ البخاری و مسلم والبیہقی نے ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کی صبح کو انصار کی ان بستیوں کی طرف پیغام بھیجا۔ جو مدینہ کے اردگرد تھیں۔ جس نے روزہ کی حالت میں صبح کی تو اس کو چاہیے کہ روزہ کو پورا کرے۔ اور جس نے بغیر روزہ کے صبح کو تو اس کو چاہیے کہ وہ باقی دن کا روزہ رکھ لے۔ ربیع رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے بعد ہم اس دن کا روزہ رکھتے تھے اور ہم اپنے چھوٹے بچوں کو بھی روزہ رکھاتے تھے اور ہم ان کو مسجد کی طرف لے جاتے تھے۔ اور ہم ان کے لیے اون میں سے ایک کھیل بناتے تھے پس جب ان میں سے کوئی رونے لگتا کھانے کی خواہش پر تو ہم اسے وہ دے دیتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ افطار کے وقت تک کھیلتا رہتا۔

۱۸۔ ابن ابی شیبہ والبخاری و مسلم والبیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ کس دن کو دوسروں پر فضیلت دیتے ہوئے اس کے روزوں کا اہتمام کرتے ہوں سوائے اس دن کے یعنی عاشوراء کے دن اور رمضان کے مہینہ کے۔

۱۹۔ ابن ابی الدنیا والبیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی دن کے لیے کس دن پر روزی کے اعتبار سے فضیلت حاصل نہیں ہے۔ سوائے رمضان کے مہینے اور عاشوراء کے دن کے۔

۲۰۔ ابن ابی الدنیا، والبیہقی نے اسود بن یزید رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ حضرت علی اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اور دیگر رسول اللہ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہ میں سے کسی ایک کو نہیں دیکھا جو کوفہ میں تھے کہ اس نے عاشوراء کے دن کے روزے کا حکم دیا ہو۔

۲۱۔ ابن ابی شیبہ ومسلم والبیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے عاشوراء کے دن کا روزہ رکھا اور اس کے روزے کا حکم فرمایا تو صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس دن کی تو یہود تعظیم کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب آئندہ سال یہ دن آئے گا تو ان شاء اللہ ہم نویں کے دن کا روزہ بھی رکھیں گے۔ لیکن آئندہ سال ابھی نہیں آیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے۔

۲۲۔ ابن عدی والبیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عاشوراء کے دن روزہ رکھو۔ اور اس میں یہودیوں کی مخالفت کرو کہ تم اس سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد روزہ رکھو۔

۲۳۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں زندہ ہوا تو میں ضرور عاشوراء کے دن سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد روزہ رکھنے کا حکم دوں گا۔

۲۴۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ یہودیوں کی مخالفت کرو اور نویں اور دسویں کے دن روزہ رکھو۔

۲۵۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو جبلہ رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ میں ابن شہاب رحمہ اللہ کے ساتھ ایک سفر میں تھا تو انہوں نے عاشوراء کے دن روزہ رکھا۔ ان سے کہا گیا کہ آپ عاشوراء کے دن سفر میں روزہ رکھتے ہیں حالانکہ آپ رمضان کا نہیں رکھتے؟ تو فرمایا بلاشبہ رمضان شریف کا روزہ دوسرے دن تک موخر ہو سکتا ہے اور عاشوراء کا روزہ فوت ہو جاتا ہے۔ موخر نہیں ہو سکتا۔

۲۶۔ ابن ابی شیبہ نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ عاشوراء کا وہ دن ہے جس کی یہودی تعظیم کرتے ہیں اور اس دن کو عید بناتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم بھی اس دن روزہ رکھو۔

۲۷۔ ابن ابی شیبہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عاشوراء کا وہ دن ہے جس میں انبیاء روزہ رکھتے تھے تم بھی اس دن روزہ رکھو۔

۲۸۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے میں وسعت کی عاشوراء کے دن۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے سال بھر وسعت فرمائیں گے۔

۲۹۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس نے عاشوراء کے دن اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے میں وسعت کی اللہ تعالیٰ اس پر سارا سال وسعت فرمائیں گے۔

۳۰۔ ابن ابی الدنیا والبیہقی نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے میں وسعت کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر سارا سال وسعت فرمائیں گے۔

۳۱۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے اہل وعیال پر عاشوراء کے دن وسعت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر سارا سال وسعت فرمائیں گے۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کی اسانید اگرچہ ضعیف ہیں لیکن ان کے ایک دوسرے کے ساتھ ملنے کے سبب یہ قوی ہوگئی ہے۔

۳۲۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم بن محمد بن المنتشر رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ کہا جاتا ہے کہ جو شخص عاشوراء کے دن اپنے اہل وعیال پر وسعت کرے گا تو سارا سال ان کے رزق میں برابر وسعت رہے گی۔

۳۳۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے وضعفہ عروہ سے روایت کیا اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص عاشوراء کے دن اثمد سرمے سے اپنی آنکھوں میں سرمہ ڈالے گا تو کبھی اس کی آنکھ نہیں دکھے گی۔

۳٤۔ احمد والنسائی والبزاز وابن جریر وابن المنذر وابن مردویہ والحاکم وصححہ اور بیہقی نے شعب میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا آیت والفجر ولیال عشر والشفع والوتر میں دس راتوں سے مراد ہے ذی الحجہ کے دس راتیں وار الوتر سے مراد ہے عرفہ کا دن اور الشفع سے مراد ہے یوم النحر۔

۳۵۔ الفریابی وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والحاکم وصححہ وابن مردویہ والبیہقی نے شعب میں طرق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آیت ولیال عشر سے مراد اضحیٰ کی دس راتیں اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ یہ ماہ ذی الحجہ کی پہلی دس راتیں ہیں۔

عشرہ ذی الحجہ میں عبادت کرنا

۳٦۔ عبدالرزاق وابن سعد وابن جریر وابن ابی حاتم نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ولیا عشر سے مراد ہے ذی الحجہ کی پہلی رات سے لے کر یوم نحر یعنی دسویں ذی الحجہ تک ہیں۔

۳۷۔ عبدالرزاق والفریابی وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم اور بیہقی نے شعب میں مسروق رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت ولیال عشر سے مراد ہے ذوالحجہ کی دس راتیں اور یہ سال کے دنوں میں افضل دن ہیں۔

۳۸۔ عبدالرزاق والفریابی وعبد بن حمید نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ ولیال شعر سے مراد ہے ذی الحجہ کی دس راتیں۔

۳۹۔ عبدالرزاق وعبد بن حمید نے قتادہ رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت کیا۔

٤۰۔ عبد بن حمید نے عکرمہ رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت کیا۔

٤۱۔ الفریابی وعبد بن حمید نے ضحاک بن مزاحم رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت ولیال عشر سے مراد ہے اضحیٰ کی دس راتیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی قسم کھائی ہے ان کی فضیلت کی وجہ سے سارے دنوں پر۔

٤۲۔ عبد بن حمید نے مسروق رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت ولیال عشر سے مراد ہے اضحیٰ کی دس راتیں اور یہ وہی ہیں جس کا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) سے وعدہ فرمایا تھا آیت **واتممنٰھا بعشر** (الاعراف آیت ١٤٢) اور ان کو اور دس سے پورا کیا)

٤۳۔ عبد بن حمید نے طلحہ بن عبیداللہ رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ وہ اور ابوسلمہ بن عبدالرحمن، ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس

آئے، ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو عرفہ کے دن صبح کے کھانے پر دعوت دی۔ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا یہ دس راتیں وہی ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کون سی چیز تجھے بتاتی ہے؟ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں شک نہیں کرتا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کیوں نہیں میں تجھے شک میں ڈال رہا ہوں۔

٤٤۔ ابن مردویہ نے عطیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت والفجر یعنی اس کے بارے میں تم جانتے ہو آیت **ولیال عشر** یعنی ذوالحجہ کی دس راتیں آیت **والشفع** تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آیت **وخلقکم ازواجا** (النباء آیت ۸) اور ہم نے تم کو جوڑے جوڑے پیدا کیا آیت **والوتر** فرمایا اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات مراد ہے۔ اور پوچھا گیا کیا تو اس کو روایت کرتا ہے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے کسی ایک صحابی کی طرف سے۔ کہا ہاں۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

٤٥۔ بخاری و بیہقی نے شعب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی دن ایسے نہیں ہیں کہ ان میں کوئی عمل اللہ عزوجل کے نزدیک زیادہ محبوب ہو اور زیادہ فضیلت والا ہو ان دس دنوں سے پوچھا گیا یا رسول اللہ! اللہ کے راستے میں جہاد بھی فضیلت والا نہیں ہے؟ فرمایا اور اللہ کے راستے میں جہاد بھی فضیلت نہیں رکھتا۔ سوائے اس آدمی کے جس نے اللہ کے راستے میں اپنے مال اور اپنی جان کے ساتھ جہاد کی اور اس میں سے کسی چیز کو لے کر واپس نہیں لوٹا یعنی سب کچھ اللہ کے راستے میں قربان کر دیتا ہے وہ زیادہ فضیلت والا ہے۔

تکبیرات تشریق پڑھنا

٤٦۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان دس دنوں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی افضل ایام نہیں اور ان دس دنوں میں کئے جانے والے عمل سے بڑھ کر کسی دن کیا جانے والا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ نہیں پس تم ان دنوں میں لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر اور الحمد للہ کی کثرت کرو۔

٤٧۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اوزاعی رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ ان دس دنوں میں سے کسی دن میں کوئی نیک عمل کرنا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کی مانند ہے جو اس کے دن میں روزہ رکھتا ہے اور اس کی رات میں چوکیداری کرتا ہے سوائے اس کے جو شہادت کے ساتھ خاص ہو جائے تو وہ فضیلت میں بڑھ جائے گا۔ اوزاعی رحمہ اللہ نے فرمایا یہ حدیث مجھے قبیلہ بنو مخزوم کے آدمی نے نبی ﷺ سے بیان کی۔

٤٨۔ بیہقی نے ہنیدہ بن خالد کے طریق سے نبی مکرم ﷺ کی ازواج میں سے کسی زوجہ محترمہ سے روایت کیا کہ نبی مکرم ﷺ نو ذوالحجہ کو اور عاشوراء کے دن اور ہر ماہ میں سے تین دن کے روزے رکھتے تھے اور ان تین دنوں سے مراد مہینے کا پہلا پیر کا دن اور دو جمعراتیں ہیں۔

٤٩۔ بیہقی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا کے دنوں میں سے کوئی دن بھی نہیں کہ جس میں کوئی عمل اللہ کے نزدیک اس عبادت سے زیادہ ہو جو اس کے لیے ان دس دنوں میں کی جاتی ہے ان میں سے ہر دن کا روزہ

ایک سال کے روزوں کے برابر ہوتا ہے۔ اور ہر رات کا قیام کرنا لیلۃ القدر کے قیام کے برابر ہوتا ہے۔

۵۰۔ بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی دن ان دس دنوں میں سے اللہ کے نزدیک افضل نہیں ہیں اور کسی دن کا عمل اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ نہیں۔ سو تم ان میں لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کی کثرت کرو بے شک یہ دن لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہنے اور اللہ کے ذکر کے ہیں۔ اور اس میں سے ایک دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔ اور ان میں ایک عمل کا ثواب سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔

۵۱۔ ابن المنذر وابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ آیت ولیال عشر سے مراد ہے رمضان کے آخری دس راتیں۔

۵۲۔ محمد بن نصر نے کتاب الصدق میں ابوعثمان رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ تین دس ایام کی تعظیم کرتے تھے۔ محرم کے پہلے دس دن، ذی الحجہ کے پہلے دس دن اور رمضان کے آخری دس دن۔

۵۳۔ احمد وعبد بن حمید والترمذی وابن جریر وابن ابی حاتم والحاکم وصححہ وابن مردویہ نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شفع اور وتر کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا اس سے نمازیں مراد ہیں ان میں کچھ شفع اور کچھ وتر ہیں۔

۵۴۔ عبدالرزاق وعبد بن حمید وابن جریر نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آیت **والشفع والوتر** سے فرض نماز مراد ہے اور ان میں سے کچھ شفع اور کچھ وتر ہیں۔

۵۵۔ عبد بن حمید نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت **والشفع والوتر** اور جت اور طاق یعنی نمازوں میں کچھ شفع اور کچھ وتر ہیں۔ حسن رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ عدد مراد ہے اس میں جفت بھی ہے اور اس میں طاق بھی ہے۔

۵۶۔ عبد بن حمید وابن ابی حاتم نے ابوالعالیہ رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت **والشفع والوتر** سے مغرب کی نماز مراد ہے کہ شفع دو رکعتیں اور وتر ایک رکعت ہے۔

۵۷۔ ابن ابی حاتم نے ربیع بن انس رحمہ اللہ سے اسی طرح روایت کیا۔

۵۸۔ عبد بن حمید نے حسن رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت **والشفع والوتر** سے ہمارے رب نے کل عدد کے ساتھ قسم کھائی ہے اس میں جفت بھی ہے اور طاق بھی ہے۔

۵۹۔ سعید بن منصور وعبد بن حمید وابن المنذر نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت والشفع سے مراد ہے جوڑا اور والوتر سے مراد ہے اکیلا۔

۶۰۔ عبد بن حمید نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت **والشفع والوتر** کے بارے میں روایت کیا کہ ہر چیز کے شفع سے مراد ہے دو ہونا اور وتر سے مراد ہے ایک ہونا۔

۶۱۔ عبدالرزاق نے مجاہد رحمہ اللہ سے آیت **والشفع والوتر** کے بارے میں سے روایت کیا کہ ساری مخلوق جفت اور طاق

ہے اور اللہ تعالی نے ساری مخلوق کی قسم کھائی ہے۔

۶۲۔ ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت والشفع والوتر کے بارے میں روایت کیا کہ اللہ تعالی وتر ہیں اور تم شفع ہو۔

۶۳۔ الفریابی وسعید بن جبیر وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے مجاہد رحمہ اللہ سے آیت والشفع والوتر کے بارے میں روایت کیا کہ اللہ کی ساری مخلوق شفع ہے آسمان، زمین، خشکی، تری، انسان، جن، سورج اور چاند اور اس طرح کی سب مخلوق شفع ہے اور وتر اکیلے اللہ تعالی ہیں۔

۶۴۔ عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے مجاہد رحمہ اللہ سے آیت والشفع والوتر کے بارے میں روایت کیا کہ اللہ تعالی وتر ہیں اور اس کی مخلوق شفع ہے یعنی مذکر اور مونث۔

۶۵۔ عبد بن حمید نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ شفع آدم اور حوا علیہما السلام ہیں اور وتر اللہ تعالی ہی۔

۶۶۔ عبد بن حمید نے اسماعیل کے طریق سے ابو صالح رحمہ اللہ سے آیت والشفع والوتر کے بارے میں روایت کیا کہ اللہ تعالی نے ہر مخلوق میں جوڑا جوڑا یعنی دو، دو پیدا فرمائے اور اللہ تعالی کی اپنی ذات واحد اور صمد ہے۔ اسماعیل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے اس کا ذکر شعبی رحمہ اللہ سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مسروق رحمہ اللہ اسی طرح کہا کرتے تھے۔

۶۷۔ ابن ابی شیبہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ جس کسی نے ہر نماز کے پیچھے اور جب بستر پر آئے یہ کلمات تین بار کہے:

الله اکبر الله اکبر عدد الشفع والوتر، وعدد کلمات الله التامات الطیبات المبارکات ثلاثاً ولا اله الا الله مثل ذلک

ترجمہ: اللہ اکبر، اللہ اکبر جفت اور طاق کے عدد کے برابر اور اللہ تعالی کے پورے پاکیزہ اور مبارک کلمات کے برابر اور لا الہ الا اللہ بھی اسی طرح تین مرتبہ کہے تو اس کے لیے اس کی قبر میں نور ہوگا۔ اور پل پر نور ہوگا اور صراط پر نور ہوگا یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

یوم عرفہ اور یوم النحر کی فضیلت

۶۸۔ الطبرانی وابن مردویہ نے ضعف سند کے ساتھ ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شفع اور وتر کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا اس سے مراد دو دن اور ایک رات ہے اور وہ یوم عرفہ اور یوم نحر ہیں اور وتر سے مراد نحر کی رات ہے یعنی دسویں ذی الحجہ کی رات اور یہی لیلۃ الجمع ہے۔

۶۹۔ عبد بن حمید وابن ابی حاتم نے عطاء رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت والشفع والوتر سے مراد قربانی کے ایام ہیں یعنی یوم عرفہ اور یوم الضحیٰ یہ دونوں شفع ہیں اور قربانی کی رات وتر ہے۔

۷۰۔ ابن جریر نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آیت والشفع سے مراد ہے پہلے دو دن اور

وتر سے مراد ہے تیسرا دن۔

۷۱۔ عبدالرزاق وسعید بن منصور وابن سعد وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ان سے شفع اور وتر کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا شفع سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کا یہ قول آیت **فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیه** (البقرہ آیت ۲۰۲) پھر جس نے دو دن کے اندر کوچ کرنے میں جلدی کی تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اور وتر سے مراد ہے تیسرا دن اور ایک روایت میں الفاظ یوں ہے کہ شفع سے مراد ہے ایام تشریق کا درمیان اور وتر سے مراد ہے ایام تشریق میں سے آخری دن۔

۷۲۔ عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویہ والبیہقی نے شعب الایمان میں کئی طرق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت **والشفع والوتر** کے بارے میں روایت کیا کہ شفع سے مراد ہے یوم النحر اور وتر سے مراد ہے یوم عرفہ۔

۷۳۔ عبدالرزاق وعبد بن حمید وابن ابی حاتم نے عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت کیا عرفہ، وتر ہے اور یوم النحر شفع ہے کہ عرفہ نویں ذوالحجہ کا دن ہے اور نحر دسویں کا دن ہے۔

۷۴۔ عبد بن حمید نے ضحاک رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ شفع یوم النحر ہے اور وتر یوم عرفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی قسم کھائی دس دنوں پر ان دونوں کی فضیلت کی وجہ سے۔ (تفسیر در منثور، سورہ الفجر، بیروت)

بَابٌ فِي فِطْرِ الْعَشْرِ

باب: (ذوالحج کے پہلے) عشرے میں روزے نہ رکھنا

2439 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَائِمًا الْعَشْرَ قَطُّ

❀❀ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو (ذوالحج کے پہلے) عشرے میں کبھی روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

بَابٌ فِي صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ

باب: عرفہ کے دن عرفات میں روزہ رکھنا

2440 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَوْشَبُ بْنُ عُقَيْلٍ، عَنْ مَهْدِيٍّ الْهَجَرِيِّ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي بَيْتِهِ فَحَدَّثَنَا، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ

❀❀ عکرمہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے گھر میں موجود تھے، انہوں نے ہمیں یہ بات بتائی: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن عرفات میں روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔

2441 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ

بِنْتِ الْحَارِثِ، اَنَّ نَاسًا، تَمَارَوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: هُوَ صَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَيْسَ بِصَائِمٍ، فَاَرْسَلَتْ اِلَيْهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ، وَهُوَ وَاقِفٌ عَلٰى بَعِيْرِهِ بِعَرَفَةَ فَشَرِبَ

❀❀ سیدہ ام فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: عرفہ کے دن لوگوں نے ان کے سامنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ رکھنے کے بارے میں بحث شروع کردی، کچھ لوگوں نے یہ کہا: نبی اکرم نے روزہ رکھا ہوا ہے، کچھ لوگوں نے یہ کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ نہیں رکھا ہوا ہے، وہ خاتون بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا پیالہ بھجوایا، آپ اس وقت عرفہ میں اپنے اونٹ پر وقوف کیے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پی لیا۔

بَابٌ فِي صَوْمِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ

باب: عاشورہ کے دن روزہ رکھنا

2442 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ يَوْمًا تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ وَاَمَرَ بِصِيَامِهِ، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ كَانَ هُوَ الْفَرِيْضَةُ، وَتُرِكَ عَاشُوْرَاءُ، فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ، وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ.

❀❀ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: عاشورہ کا دن وہ دن ہے، جس دن میں قریش زمانہ جاہلیت میں روزہ رکھا کرتے تھے، زمانہ جاہلیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس دن روزہ رکھا کرتے تھے، جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے اس دن روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا، جب رمضان کو فرض قرار دیا گیا تو یہ فرض ہوگیا، اور عاشورہ کے روزے کو ترک کردیا گیا، تو جو شخص چاہتا تھا، وہ اس دن روزہ رکھ لیتا تھا، اور جو چاہتا تھا، وہ نہیں رکھتا تھا۔

2443 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، قَالَ: اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ عَاشُوْرَاءُ يَوْمًا نَصُوْمُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هٰذَا يَوْمٌ مِنْ اَيَّامِ اللّٰهِ، فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ، وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: عاشورہ ایک ایسا دن تھا، جس دن میں ہم زمانہ جاہلیت میں روزہ رکھا کرتے تھے، جب رمضان کا حکم نازل ہوا تو اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"یہ اللہ تعالیٰ کے دنوں میں سے ایک دن ہے، جو شخص چاہے، وہ اس دن روزہ رکھ لے اور جو چاہے وہ ترک کردے"

2444 - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ اَيُّوْبَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، حَدَّثَنَا اَبُوْ بِشْرٍ، عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَجَدَ الْيَهُوْدَ يَصُوْمُوْنَ عَاشُوْرَاءَ، فَسُئِلُوْا عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالُوْا: هٰذَا الْيَوْمُ الَّذِيْ اَظْهَرَ اللّٰهُ فِيْهِ مُوْسٰى عَلٰى فِرْعَوْنَ وَنَحْنُ نَصُوْمُهُ تَعْظِيْمًا لَهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَحْنُ أَوْلَى بِمُوسَى مِنْكُمْ، وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے، تو آپ نے یہودیوں کو عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہوئے پایا، ان سے اس بارے میں دریافت کیا گیا، تو انہوں نے بتایا: یہ وہ دن ہے، جس دن میں، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون پر غلبہ عطا کیا، تو ہم اس دن کی تعظیم کرتے ہوئے اس دن روزہ رکھتے ہیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری بہ نسبت ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ قریب ہیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

بَابُ مَا رُوِيَ أَنَّ عَاشُورَاءَ الْيَوْمُ التَّاسِعُ

باب: یہ جو روایت ہے: عاشورہ کے دن سے مراد (محرم کی) 9 تاریخ ہے

2445 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، أَنَّ إِسْمَاعِيلَ بْنَ أُمَيَّةَ الْقُرَشِيَّ حَدَّثَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا غَطَفَانَ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ: حِينَ صَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَأَمَرَنَا بِصِيَامِهِ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ يَوْمٌ تُعَظِّمُهُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَإِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ صُمْنَا يَوْمَ التَّاسِعِ، فَلَمْ يَأْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ حَتَّى تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے دن کا روزہ رکھا اور ہمیں بھی اس کا روزہ رکھنے کا حکم دیا، تو لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ ایک ایسا دن ہے کہ یہودی اور عیسائی اس کی تعظیم کرتے ہیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگلے سال ہم 9 تاریخ کو روزہ رکھ لیں گے، لیکن اگلا سال آنے سے پہلے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

2446 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ غَلَّابٍ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، أَخْبَرَنِي حَاجِبُ بْنُ عُمَرَ، جَمِيعًا الْمَعْنَى عَنِ الْحَكَمِ بْنِ الْأَعْرَجِ، قَالَ: أَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ رِدَاءَهُ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، فَسَأَلْتُهُ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ، فَقَالَ: إِذَا رَأَيْتَ هِلَالَ الْمُحَرَّمِ، فَاعْدُدْ فَإِذَا كَانَ يَوْمُ التَّاسِعِ، فَأَصْبِحْ صَائِمًا، فَقُلْتُ: كَذَا كَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ، فَقَالَ: كَذَلِكَ كَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ

❁❁ حکم بن اعرج بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا، وہ اس وقت مسجد حرام میں اپنی چادر کا تکیہ بنائے ہوئے تھے، میں نے ان سے عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے فرمایا: جب تم محرم کا چاند دیکھ لو، تو گنتی شروع کر دو اور جب نواں دن آئے تو روزہ رکھ لو، میں نے دریافت کیا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح روزہ

2446-واخرجه مسلم (1133)، والنسائي في "الكبرى" (2872) من طريق يحيى بن سعيد، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (1133)، والترمذي (764) من طريق وكيع بن الجراح، عن حاجب بن عمر، به. وهو في "مسند احمد" (2135)، و"صحيح ابن حبان" (3633)

رکھتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! حضرت محمد ﷺ اسی طرح (یعنی اس دن) روزہ رکھتے تھے۔

یوم عاشوراء کا روزہ

ماہ محرم کے اکثر دنوں میں روزہ رکھنے کی بڑی فضیلت ہے، چنانچہ حدیث ہے:

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أفضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم، وأفضل الصلاة بعد الفريضة صلاة الليل (صحیح مسلم: ۸۲۱/۱)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کے روزوں کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والے روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والی نماز رات کی نماز ہے۔

اور اس ماہ کی دسویں تاریخ کو بطور خاص روزہ رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ بخاری کی حدیث ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهُ عَلَى غَيْرِهِ إِلَّا هَذَا الْيَوْمَ، يَوْمَ عَاشُورَاءَ، وَهَذَا الشَّهْرَ يَعْنِي شَهْرَ رَمَضَانَ (صحیح البخاری: ۴۴/۳)

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوم عاشوراء اور اس ماہ یعنی ماہ رمضان کے سوا کسی دن کو دوسرے دنوں سے افضل جان کر روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔

فضیلت

یوم عاشوراء کے روزے کی بڑی فضیلت ہے، اس سے ایک سال قبل کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں:

عن ابي قتادة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ثلاث من كل شهر، ورمضان إلى رمضان، فهذا صيام الدهر كله، صيام يوم عرفة أحتسب على الله أن يكفر السنة التي قبله، والسنة التي بعده وصيام يوم عاشوراء، أحتسب على الله أن يكفر السنة التي قبله (صحیح مسلم: ۸۱۸/۲)

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مہینے تین دن روزے رکھنا اور ایک رمضان کے بعد دوسرے رمضان کے روزے رکھنا پورے ایک زمانہ کے روزے کے برابر ہے اور عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے میں اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید کرتا ہوں کہ یہ ایک سال پہلے کے اور ایک سال بعد کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا اور عاشورہ کے دن روزہ رکھنے سے بھی اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید کرتا ہوں کہ یہ ایک روزہ اس کے ایک سال پہلے کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔

پس منظر

عاشوراء کا روزہ قریش اور آپ ﷺ شروع سے رکھتے تھے، جیسا کہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانُوا يَصُومُونَ عَاشُورَاءَ قَبْلَ أَنْ يُفْرَضَ رَمَضَانُ، وَكَانَ يَوْمًا تُسْتَرُ فِيهِ الْكَعْبَةُ، فَلَمَّا فَرَضَ اللهُ رَمَضَانَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ شَاءَ أَنْ يَصُومَهُ فَلْيَصُمْهُ، وَمَنْ شَاءَ أَنْ يَتْرُكَهُ فَلْيَتْرُكْهُ (صحیح البخاری: ۱۴۸/۲)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ رمضان (کے روزے) فرض ہونے سے پہلے مسلمان عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے۔ عاشوراء ہی کے دن (جاہلیت میں) کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے رمضان فرض کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا کہ اب جس کا جی چاہے عاشوراء کا روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے چھوڑ دے۔

بعد میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا کہ یہ ایک تاریخی دن ہے، اس دن تو موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے خلاف فتح نصیب ہوئی تھی اور یہود اس مناسبت سے روزہ رکھتے تھے یہ جان کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا باقاعدہ حکم دے دیا:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ المَدِينَةَ فَرَأَى اليَهُودَ تَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَقَالَ: مَا هَذَا؟، قَالُوا: هَذَا يَوْمٌ صَالِحٌ هَذَا يَوْمٌ نَجَّى اللهُ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ عَدُوِّهِمْ، فَصَامَهُ مُوسَى عليه السلام، قَالَ: فَأَنَا أَحَقُّ بِمُوسَى عليه السلام مِنْكُمْ، فَصَامَهُ، وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ (صحیح البخاری: ۳/۴۴)

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے۔ (دوسرے سال) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشوراء کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس کا سبب معلوم فرمایا تو انہوں نے بتایا کہ یہ ایک اچھا دن ہے۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن (فرعون) سے نجات دلائی تھی۔ اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے اس دن کا روزہ رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا پھر موسیٰ علیہ السلام کے (شریک مسرت ہونے میں) ہم تم سے زیادہ مستحق ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن روزہ رکھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس کا حکم دیا۔

یوم عاشوراء کا روزہ رکھنے کا طریقہ کیا ہے، اس سلسلے میں درج ذیل اقوال ہیں:

☆ صرف نو محرم کا روزہ رکھا جائے۔

☆ صرف دس محرم کا روزہ رکھا جائے۔

☆ نو اور دس دونوں تاریخ کا روزہ رکھا جائے۔

☆ دس اور گیارہ کا روزہ رکھا جائے۔

☆ نو، دس، اور گیارہ تینوں تاریخ کا روزہ رکھا جائے۔

ان اقوال میں راجح قول یہ ہے کہ ۱۰ محرم کے ساتھ اس سے ایک دن پہلے ۹ محرم کا روزہ بھی رکھ لینا چاہیے۔

عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: حِينَ صَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهُ يَوْمٌ تُعَظِّمُهُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَإِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ إِنْ شَاءَ اللهُ صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ قَالَ: فَلَمْ يَأْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ، حَتَّى تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحیح مسلم: ۲/۷۹۷)

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کے دن روزہ رکھا اور اس کے

روزے کا حکم فرمایا تو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اس دن تو یہودی اور نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آئندہ سال آئے گا تو ہم نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھیں گے راوی نے کہا کہ ابھی آئندہ سال نہیں آیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے۔

اور جس روایت میں ہے کہ عاشوراء کے ساتھ اس کے ایک دن پہلے یعنی نو اور دس یا اس کے ایک دن بعد یعنی دس اور گیارہ تاریخ کو روزہ رکھ کر یہود کی مخالفت کرو، یہ مسند احمد اور بیہقی وغیرہ کی روایت ہے، لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔

بَابٌ فِي فَضْلِ صَوْمِهِ

باب: اس (عاشورہ کے) دن روزہ رکھنے کی فضیلت

2447 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمِنْهَالِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَسْلَمَةَ، عَنْ عَمِّهِ، أَنَّ أَسْلَمَ، أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: صُمْتُمْ يَوْمَكُمْ هَذَا؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: فَأَتِمُّوا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ وَاقْضُوهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يَعْنِي يَوْمَ عَاشُورَاءَ

⊛⊛ عبدالرحمن بن مسلمہ اپنے چچا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: اسلم قبیلے کے لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تم لوگوں نے آج روزہ رکھا ہوا ہے؟ ان لوگوں نے عرض کی: جی نہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم باقی دن میں اسے مکمل کرو، اور اس کی قضاء کرنا۔

(امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس سے مراد عاشورہ کا دن ہے۔

شرح

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ﴾ (سورۃ التوبۃ)

بے شک شریعت میں مہینوں کی تعداد ابتداء آفرینش سے ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں بارہ ہے۔ ان میں چار حرمت کے مہینے ہیں۔ یہی مستقل ضابطہ ہے تو ان مہینوں میں (ناحق قتل) سے اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو"

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق میں مقام منیٰ میں حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: لوگو! زمانہ گھوم پھر کر آج پھر اسی نقطہ پر آ گیا ہے جیسا کہ اس دن تھا جب کہ اللہ نے زمین و آسمان کی تخلیق فرمائی تھی۔ سن لو، سال میں بارہ مہینے ہیں جن میں چار حرمت والے ہیں، وہ ہیں: ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب۔"

حضرت قتادہ نے فرمایا: "ان مہینوں میں عمل صالح بہت ثواب رکھتا ہے اور ان مہینوں میں ظلم و زیادتی بہت بڑا گناہ ہے۔"

ماہ محرم میں روزوں کی فضیلت کے متعلق اگرچہ عمومی طور پر صحیح احادیث وارد ہیں لیکن خصوصی طور پر یوم عاشوراء یعنی دس محرم

کے روزے کے متعلق کثرت سے احادیث آئی ہیں جن سے اس دن کے روزہ کی فضیلت واضح ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں وارد احادیث ملاحظہ فرمائیں:

ابوقتادہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عاشوراء کے روزہ کی فضیلت کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ "اس سے ایک سال گذشتہ کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔" (مسلم، ج ا، ص ۳۶۸)

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو قوم یہود کو عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کون سا دن ہے جس کا تم روزہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ یہ بڑا عظیم دن ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ان کی قوم کو نجات دی تھی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا تھا۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام اس دن شکر کا روزہ رکھا پس ہم بھی ان کی اتباع میں اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم تمہاری نسبت حضرت موسیٰ کے زیادہ قریب اور حقدار ہیں۔ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود روزہ رکھا اور صحابہ کو روزہ رکھنے کا حکم فرمایا"۔ (مشکوۃ المصابیح، ص: ۱۸۰)

ایک روایت میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "یہود دس محرم کا روزہ رکھتے ہیں۔ تم ان کی مخالفت کرو اور اس کے ساتھ نو تاریخ کا روزہ بھی رکھو"۔

یوم عاشورہ یعنی دس محرم کے حوالے سے بہت سی باتیں مشہور ہیں مثلاً

یہی وہ دن ہے جس میں اللہ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ قبول کی۔

یہی وہ دن ہے جس میں اللہ نے حضرت ادریس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلند درجات عطا فرمائے۔

یہی وہ دن ہے جس میں اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آتش نمرود سے نجات دی۔

یہی وہ دن ہے جس میں اللہ نے حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کشتی پر سے اتارا۔

یہی وہ دن ہے جس میں اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تورات نازل کی۔

یہی وہ دن ہے جس میں اللہ نے اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ذبح کرنے کی بجائے دنبے کا فدیہ دیا تھا۔

اس دن اللہ نے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جیل سے چھٹکارا دلایا تھا۔

اسی دن اللہ نے حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی قوت بینائی واپس کی تھی۔

اس دن اللہ نے حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مصیبتیں اور پریشانیاں دور کی تھیں۔

اسی دن اللہ نے حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مچھلی کے پیٹ سے نکالا تھا۔

اسی دن اللہ نے دریا کو چیر کر بنی اسرائیل کے لیے راستہ بنایا تھا۔

اسی دن حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریائے نیل عبور کیا تھا۔

اسی دن حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کو توبہ کرنے کی توفیق ہوئی تھی۔

لیکن یہ سب باتیں کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں سوائے اس کے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اوران کی قوم کو فرعون کے ظلم و ستم سے نجات ملی۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اس حوالے سے خوش قسمت ہیں کہ ان کو شہادت کے لئے ایک ایسا دن نصیب ہوا جو تاریخ عالم میں پہلے ہی سے مقدس اور بابرکت گردانا جاتا تھا۔

بَابٌ فِي صَوْمِ يَوْمٍ، وَفِطْرِ يَوْمٍ

باب: ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن روزہ نہ رکھنا

2448 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، وَمُسَدَّدٌ وَالْإِخْبَارُ فِي حَدِيثِ أَحْمَدَ، قَالُوا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ: سَمِعْتُ عَمْرًا قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ أَوْسٍ، سَمِعَهُ مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللهِ تَعَالَى صِيَامُ دَاوُدَ، وَأَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللهِ تَعَالَى صَلَاةُ دَاوُدَ كَانَ يَنَامُ نِصْفَهُ، وَيَقُومُ ثُلُثَهُ، وَيَنَامُ سُدُسَهُ، وَكَانَ يُفْطِرُ يَوْمًا، وَيَصُومُ يَوْمًا

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزہ رکھنے کا سب سے پسندیدہ طریقہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھنے کا طریقہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نماز، حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے، وہ نصف رات سوتے تھے، پھر ایک تہائی رات میں نوافل ادا کرتے تھے، پھر آپ رات کا چھٹا حصہ سو جاتے تھے، وہ ایک دن نفلی روزہ ترک کر دیتے تھے اور ایک دن نفلی روزہ رکھ لیتے تھے۔

بَابٌ فِي صَوْمِ الثَّلَاثِ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ

باب: ہر مہینے میں 3 روزے رکھنا

2449 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، عَنْ أَنَسٍ، أَخِي مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ مِلْحَانَ الْقَيْسِيِّ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا أَنْ نَصُومَ الْبِيضَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ، وَأَرْبَعَ عَشْرَةَ، وَخَمْسَ عَشْرَةَ. قَالَ: وَقَالَ هُنَّ كَهَيْئَةِ الدَّهْرِ.

❀❀ ابن ملحان قیسی اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ حکم دیتے تھے، کہ ہم ایام بیض میں، یعنی 15,14,13 تاریخ کو روزہ رکھیں۔

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہیں: یہ پورا سال روزے رکھنے کے مترادف ہے۔

2448- واخرجه البخاری (1131) و (3420)، ومسلم (1159)، وابن ماجه (1712)، والنسائی فی "الکبری" (1329) و (2665) من طرق عن سفیان بن عیینة، ومسلم (1159) من طریق ابن جریج، کلاهما عن عمرو بن دینار بهذا الاسناد. واخرجه البخاری (1153) و (1974 - 1980) و (3418-3420) و (5052) و (6134) و (6277)، ومسلم (1159)، والترمذی (780)، والنسائی (2709-2724) من طرق عن عبدالله بن عمرو بن العاص

2450 - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا شَيْبَانُ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرٍّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ يَعْنِي مِنْ غُرَّةِ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ

❀❀ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ تین دنوں میں روزہ رکھتے تھے، یعنی ہر مہینے کے تین روشن دنوں میں۔

بَابُ مَنْ قَالَ الِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيسَ

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں: (ہر مہینے میں یہ تین روزے) پیر اور جمعرات کے دن رکھنے چاہییں

2451 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ، عَنْ سَوَاءٍ الْخُزَاعِيِّ، عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنَ الشَّهْرِ الِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيسَ، وَالِاثْنَيْنِ مِنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى

❀❀ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ ہر مہینے میں تین دن روزے رکھا کرتے تھے، پیر اور جمعرات کے دن، اور اس سے اگلے ہفتے میں پیر کے دن۔

2452 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ هُنَيْدَةَ الْخُزَاعِيِّ، عَنْ أُمِّهِ، قَالَتْ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَسَأَلْتُهَا عَنِ الصِّيَامِ، فَقَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنِي أَنْ أَصُومَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، أَوَّلُهَا الِاثْنَيْنِ وَالْخَمِيسَ

❀❀ ہنیدہ خزاعی اپنی والدہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی، میں نے ان سے روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ مجھے یہ حکم دیتے تھے کہ میں ہر مہینے میں تین روزے رکھوں، ان میں پہلا (روزہ ہر مہینے کی پہلی) پیر یا جمعرات کا دن ہو۔

بَابُ مَنْ قَالَ: لَا يُبَالِي مِنْ أَيِّ الشَّهْرِ

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں: آدمی اس کی پرواہ نہ کرے کہ مہینے کا کون سا حصہ ہے؟

2453 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ يَزِيدَ الرِّشْكِ، عَنْ مُعَاذَةَ قَالَتْ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: أَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، قَالَتْ: نَعَمْ، قُلْتُ: مِنْ أَيِّ شَهْرٍ كَانَ يَصُومُ، قَالَتْ: مَا كَانَ يُبَالِي مِنْ أَيِّ أَيَّامِ الشَّهْرِ كَانَ يَصُومُ۔

❀❀ معاذہ نامی خاتون بیان کرتی ہیں: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: کیا نبی اکرم ﷺ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! میں نے دریافت کیا: مہینے کے کون سے حصے میں آپ روزہ رکھتے تھے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: نبی اکرم ﷺ اس بات کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ مہینے کا کونسا حصہ ہے؟ آپ روزہ رکھ لیتے تھے۔

بَابُ النِّيَّةِ فِي الصِّيَامِ

باب: روزہ کی نیت کرنا

2454 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي ابْنُ لَهِيعَةَ، وَيَحْيَى بْنُ اَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ لَمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ، فَلَا صِيَامَ لَهُ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ اللَّيْثُ، وَاِسْحَاقُ بْنُ حَازِمٍ، اَيْضًا جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي بَكْرٍ، مِثْلَهُ، وَوَقَفَهُ عَلَى حَفْصَةَ مَعْمَرٌ، وَالزُّبَيْدِيُّ، وَابْنُ عُيَيْنَةَ، وَيُونُسُ الْاَيْلِيُّ، كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''جو شخص صبح صادق ہونے سے پہلے روزے کی نیت نہیں کرتا، اس کا روزہ نہیں ہوتا''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت بعض دیگر راویوں نے اسی طرح نقل کی ہے۔ جبکہ بعض اور راویوں نے اسے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا پر موقوف روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

روزے کی نیت سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

اس میں اختلاف ہے کہ آیا بعد طلوع فجر کے اگر نیت کرے تو روزہ ہو جائے گا یا نہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو یہ فرماتے ہیں کہ اگر شرعی دن کے نصف سے پہلے پہلے نیت کرلے تو رمضان اور نذر معین اور نفل کے روزے صحیح ہو جائیں گے اور امام شافعی اور احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر زوال سے پہلے نیت کرلے تو نفل روزہ صرف صحیح ہے اور روزے صحیح نہ ہوں گے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوئی روزہ دن کی نیت سے صحیح نہ ہوگا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ کی حدیث امام مالک رضی اللہ عنہ کی مؤید ہے وہ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص طلوع فجر سے پہلے روزے کا عزم نہ کرے اس کا روزہ نہیں۔ اس حدیث کو امام احمد اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن خزیمہ اور ابن ماجہ اور دار قطنی اور دارمی نے روایت کیا ہے اور ایک روایت میں یہ مضمون ہے کہ جس شخص نے رات سے روزہ کا قطعی ارادہ نہ کیا اس کا روزہ نہیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے اپنا روزہ فجر سے پہلے نہ ثابت کرلیا اس کا روزہ نہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ اس حدیث کی نسبت ابوداؤد نے کہا ہے کہ اس حدیث کو مرفوع ہونا صحیح نہیں اور ترمذی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا موقوف ہونا صحیح تر ہے تو ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ ابن جریج اور عبداللہ بن ابی بکر نے اس کو مرفوع کہا ہے یہ دونوں اس حدیث کو زہری سے اور زہری سالم سے اور سالم اپنے باپ سے اور وہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ سے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں اور ابن جریج اور عبداللہ بن ابی بکر دونوں ثقہ ہیں اور مرفوع کہنا اس حدیث کا زیادتی ہے اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہوا کرتی ہے اور محدثین کی عادت ہے کہ موقوف اور مرسل دونوں کو موقوف کہتے ہیں اور موقوف کا اصح ہونا مرفوع کے صحیح ہونے کے منافی نہیں اور حاکم نے اس حدیث

کے مرفوع ہونے کی صورت میں کہا ہے کہ یہ حدیث شرط شیخین پر صحیح ہے اور مستدرک میں کہا ہے کہ شرط بخاری پر صحیح ہے اور بیہقی اور دارقطنی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے راوی سب ثقہ ہیں۔

بَابٌ فِي الرُّخْصَةِ فِي ذٰلِكَ

باب: اس بارے میں رخصت کا بیان

2455 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، جَمِيعًا عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ عَلَيَّ قَالَ: هَلْ عِنْدَكُمْ طَعَامٌ؟ فَإِذَا قُلْنَا: لَا، قَالَ: إِنِّي صَائِمٌ. زَادَ وَكِيعٌ. فَدَخَلَ عَلَيْنَا يَوْمًا آخَرَ، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ أُهْدِيَ لَنَا حَيْسٌ، فَحَبَسْنَاهُ لَكَ. فَقَالَ: أَدْنِيهِ. قَالَ طَلْحَةُ: فَأَصْبَحَ صَائِمًا وَأَفْطَرَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات میرے پاس تشریف لاتے اور فرماتے: کیا تمہارے پاس کھانے کے لیے کچھ ہے، اگر ہم یہ کہہ دیتے: جی نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے: پھر میں روزہ رکھ لیتا ہوں۔ وکیع نامی راوی نے یہ بات زائد نقل کی ہے: ایک مرتبہ آپ دوسری مرتبہ ہماری ہاں تشریف لائے، ہم نے عرض کی: ہمیں حیس تحفے کے طور پر دیا گیا ہے، وہ ہم نے آپ کے لیے سنبھال کر رکھ لیا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ پیش کرو۔

طلحہ نامی راوی کہتے ہیں: حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے روزہ رکھا ہوا تھا، لیکن پھر آپ نے روزہ ختم کر دیا۔

2456 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أُمِّ هَانِئٍ، قَالَتْ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْفَتْحِ فَتْحِ مَكَّةَ، جَاءَتْ فَاطِمَةُ، فَجَلَسَتْ عَنْ يَسَارِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُمُّ هَانِئٍ عَنْ يَمِينِهِ، قَالَتْ: فَجَاءَتِ الْوَلِيدَةُ بِإِنَاءٍ فِيهِ شَرَابٌ، فَنَاوَلَتْهُ فَشَرِبَ مِنْهُ، ثُمَّ نَاوَلَهُ أُمَّ هَانِئٍ، فَشَرِبَتْ مِنْهُ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ لَقَدْ أَفْطَرْتُ، وَكُنْتُ صَائِمَةً، فَقَالَ لَهَا: أَكُنْتِ تَقْضِينَ شَيْئًا؟، قَالَتْ: لَا، قَالَ: فَلَا يَضُرُّكِ إِنْ كَانَ تَطَوُّعًا

سیدہ اُم ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: فتح مکہ کے دن سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف بیٹھ گئیں، جبکہ سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف بیٹھی ہوئی تھیں، وہ خاتون بیان کرتی ہیں: ایک لڑکی آئی، وہ ایک برتن لے کر آئی، جس میں مشروب موجود تھا، اس نے وہ برتن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھایا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پی لیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ برتن سیدہ اُم ہانی رضی اللہ عنہا کی طرف بڑھایا، انہوں نے بھی اسے پی لیا انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے روزہ رکھا ہوا تھا، لیکن اب میں نے روزہ ختم کر دیا ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے کسی چیز کی قضاء کرنی تھی؟ انہوں نے عرض کی: جی نہیں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ نفلی ہے، تو پھر تمہیں کوئی حرج نہیں ہے۔

بَابُ مَنْ رَأَى عَلَيْهِ الْقَضَاءَ

باب: جو اس بات کا قائل ہے (جس نے روزہ توڑ دیا) اس پر قضاء لازم ہوگی

2457 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ عَنِ ابْنِ الْهَادِ، عَنْ زُمَيْلٍ، مَوْلَى عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أُهْدِيَ لِي وَلِحَفْصَةَ طَعَامٌ، وَكُنَّا صَائِمَتَيْنِ فَأَفْطَرْنَا، ثُمَّ دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْنَا لَهُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّا أُهْدِيَتْ لَنَا هَدِيَّةٌ، فَاشْتَهَيْنَاهَا فَأَفْطَرْنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا عَلَيْكُمَا صُومَا مَكَانَهُ يَوْمًا آخَرَ

۞۞ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: مجھے اور حفصہ کو کوئی کھانا تحفے کے طور پر پیش کیا گیا ہم دونوں نے روزہ رکھا ہوا تھا، تو ہم نے روزہ ختم کر دیا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ہم نے آپ کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ! ہمیں ایک چیز تحفے کے طور پر دی گئی ہمیں اس کی خواہش محسوس ہوئی، تو ہم نے روزہ ختم کر دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے، تم اس کی جگہ کسی اور دن روزہ رکھ لینا۔

بَابُ الْمَرْأَةِ تَصُومُ بِغَيْرِ إِذْنِ زَوْجِهَا

باب: عورت کا اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ رکھنا

2458 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَصُومُ الْمَرْأَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ غَيْرَ رَمَضَانَ، وَلَا تَأْذَنُ فِي بَيْتِهِ وَهُوَ شَاهِدٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ

۞۞ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''کوئی عورت اپنے شوہر کی موجودگی میں، اس کی اجازت کے بغیر، رمضان کے علاوہ اور کوئی روزہ نہ رکھے اور اس کی موجودگی میں، اس کی اجازت کے بغیر، اس کے گھر میں کسی کو نہ آنے دے''۔

2459 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَحْنُ عِنْدَهُ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ زَوْجِي صَفْوَانَ بْنَ الْمُعَطَّلِ يَضْرِبُنِي إِذَا صَلَّيْتُ، وَيُفَطِّرُنِي إِذَا صُمْتُ، وَلَا يُصَلِّي صَلَاةَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، قَالَ وَصَفْوَانُ عِنْدَهُ، قَالَ: فَسَأَلَهُ عَمَّا قَالَتْ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَمَّا قَوْلُهَا يَضْرِبُنِي إِذَا صَلَّيْتُ، فَإِنَّهَا تَقْرَأُ بِسُورَتَيْنِ وَقَدْ نَهَيْتُهَا، قَالَ: فَقَالَ: لَوْ كَانَتْ سُورَةً وَاحِدَةً لَكَفَتِ النَّاسَ، وَأَمَّا قَوْلُهَا: يُفَطِّرُنِي، فَإِنَّهَا تَنْطَلِقُ فَتَصُومُ، وَأَنَا

2459- واخرجه الطحاوی فی "شرح مشکل الآثار" (2044)، والحاکم فی "المستدرک" 1/436، والبیهقی فی "السنن" 4/303 من طریق عثمان، بهذا الاسناد. وصححه الحاکم علی شرط الشیخین وسکت عنه الذهبی. واخرجه ابو یعلی (1037)، وابن حبان (1488) من طریقین، عن جریر

رَجُلٌ شَابٌّ، فَلاَ أَصْبِرُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ: لَا تَصُومُ امْرَأَةٌ إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا. وَأَمَّا قَوْلُهَا: إِنِّي لَا أُصَلِّي حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، فَإِنَّا أَهْلُ بَيْتٍ قَدْ عُرِفَ لَنَا ذَاكَ. لَا نَكَادُ نَسْتَيْقِظُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، قَالَ: فَإِذَا اسْتَيْقَظْتَ فَصَلِّ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ حُمَيْدٍ، أَوْ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ

❁❁ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، ہم اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میرا شوہر صفوان بن معطل، اگر میں نماز پڑھوں تو وہ مجھے مارتا ہے، اور اگر روزہ رکھوں، تو اسے تڑوا دیتا ہے، اور خود فجر کی نماز اس وقت تک نہیں پڑھتا، جب تک سورج نکل نہیں آتا، راوی بیان کرتے ہیں: صفوان بھی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے، اس عورت کے بیان کے بارے میں دریافت کیا، تو اس نے عرض کی: یارسول اللہ! جہاں تک اس کے اس قول کا تعلق ہے، کہ جب میں نماز پڑھوں تو وہ مجھے مارتا ہے، تو یہ عورت (ایک رکعت میں) دو سورتیں پڑھتی ہے، تو میں اسے (طویل قرأت کرنے) سے منع کرتا ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ایک سورت ہو، تو یہ بھی لوگوں کے لیے کافی ہے، جہاں تک اس عورت کے اس بیان کا تعلق ہے کہ میں اس کا روزہ تڑوا دیتا ہوں، تو یہ (مسلسل نفلی) روزے رکھتی ہے، میں نوجوان شخص ہوں مجھ سے صبر نہیں ہوتا، اس دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کوئی عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے''

اس شخص نے کہا: جہاں تک اس عورت کے اس قول کا تعلق ہے، میں اس وقت نماز پڑھتا ہوں جب سورج نکل چکا ہوتا ہے، تو ہمارے گھرانے کے تمام افراد کے بارے میں یہ بات معروف ہے کہ ہم سے سورج نکلنے سے پہلے اٹھا نہیں جاتا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم بیدار ہو، (اس وقت) نماز پڑھ لیا کرو''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

بَابٌ فِي الصَّائِمِ يُدْعَى إِلَى وَلِيمَةٍ

باب: جب (نفلی) روزہ دار کو ولیمہ کی دعوت دی جائے

2460 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ عَنْ هِشَامٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ، فَإِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيَطْعَمْ، وَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيُصَلِّ، قَالَ هِشَامٌ: وَالصَّلَاةُ: الدُّعَاءُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، أَيْضًا عَنْ هِشَامٍ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب کسی شخص کو کھانے کی دعوت دے جائے، تو اسے (وہ دعوت) قبول کرنی چاہیے، اگر اس کا روزہ نہ ہو، تو کھانا کھا لے،

اور اگر وہ روزہ دار ہو تو (میزبان کے لیے) دعا کردے"۔ ہشام کہتے ہیں: یہاں "صلوٰۃ" سے "دعا" مراد ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حفص بن غیاث نے بھی یہ روایت ہشام سے نقل کی ہے۔

بَابُ مَا يَقُوْلُ الصَّائِمُ إِذَا دُعِيَ إِلَى الطَّعَامِ

باب: (نفلی) روزہ دار کو جب کھانے کی دعوت دی جائے تو وہ کیا کہے؟

2461 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى طَعَامٍ وَهُوَ صَائِمٌ فَلْيَقُلْ: إِنِّي صَائِمٌ

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب کسی شخص کو کھانے کی دعوت دی جائے اور وہ روزہ دار ہو تو اسے بتادینا چاہیے: میں روزہ دار ہوں"

بَابُ الْاِعْتِكَافِ

اعتکاف کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو تو (کسی وقت بھی) اپنی بیویوں سے عمل زوجیت نہ کرو۔ (البقرہ: ۱۸۷)

اعتکاف کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور اس کی اقسام

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں: اعتکاف کا لغت میں معنی ہے: ٹھہرنا اور اصطلاح شرع میں اس کا معنی ہے: مسجد میں رہنا' روزہ سے رہنا' جماع کو بالکل ترک کرنا اور اللہ عزوجل سے تقرب کی نیت کرنا' اور جب تک یہ معانی پائے نہ جائیں شرعاً اعتکاف متحقق نہیں ہوگا' لیکن مسجد میں رہنے کی شرط صرف مردوں کے اعتبار سے ہے' عورتوں کے لیے یہ شرط نہیں ہے' ہر مسجد میں اعتکاف ہوسکتا ہے' البتہ بعض فقہاء نے جامع مسجد کی شرط لگائی ہے۔ (احکام القرآن ج ۱ ص ۲۴۲ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور' ۱۴۰۰ھ)

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں' واجب: یہ وہ اعتکاف ہے جس کی نذر مانی جائے' سنت مؤکدہ: رمضان کے آخری دس دنوں کا اعتکاف' نفل: جو اعتکاف سنت مؤکدہ ہے۔ اس کی بھی وہی شرائط ہیں جو اعتکاف واجب کی ہیں۔

اعتکاف کی شرائط کا بیان

(۱) اعتکاف کی نیت کرنا شرط ہے۔

(۲) جس مسجد میں اذان اور اقامت ہو اور باجماعت نماز ہو اُس میں اعتکاف کیا جائے۔

(۳) اعتکاف واجب میں روزہ شرط ہے' اعتکاف نفل میں روزہ شرط نہیں اور نہ اس میں وقت کی تحدید ہے۔

(۴) اسلام۔ (۵) عقل۔

(۶) جنابت' حیض اور نفاس سے پاک ہونا ضروری ہے' بالغ ہونا اعتکاف کے لیے شرط نہیں ہے اور نہ اور آزاد ہونا اور مرد ہونا

شرط ہے۔ عورتیں گھر میں نماز کی جگہ کو اعتکاف کے لیے مخصوص کرلیں اور اس جگہ بیٹھیں۔

اعتکاف کے آداب کا بیان

معتکف اچھی بات کے سوا اور کوئی بات نہ کرے' رمضان کے دس دن اعتکاف کرے' سب سے افضل مسجد میں اعتکاف کرے' مثلاً مسجد حرام' مسجد نبوی اور جامع مسجد' قرآن اور حدیث کی تلاوت اور فقہ کی کتابیں پڑھنے میں مشغول رہے' نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرت اور حکایات صالحین کے پڑھنے میں منہمک رہے' اللہ عزوجل کا ذکر کرے' استغفار کرے' درود شریف پڑھے' زندگی کی قضا نمازیں اور نوافل پڑھے' جن باتوں میں گناہ نہ ہو ان باتوں کے کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے' اعتکاف کرنے والا خود کو دنیا کے مشاغل سے الگ کر کے بالکلیہ عبادت الٰہی کے سپرد کر دیتا ہے اور اعتکاف کے ایام میں بندہ فرشتوں کے مشابہ ہو جاتا ہے' جو اللہ کی بالکل معصیت نہیں کرتے' اللہ کے احکام پر عمل کرتے ہیں اور دن رات اس کی تسبیح کرنے میں مشغول رہتے ہیں' نمازیں نماز پڑھ کر مسجد میں چلے جاتے ہیں لیکن معتکف اللہ کے گھر کو نہیں چھوڑتا اور دھرنا مار کر بیٹھا رہتا ہے سو اس کے لیے اللہ کی عطا اور نوال زیادہ متوقع ہے۔

اعتکاف کے مفسدات کا بیان

بلا عذر شرعی مسجد سے نکلنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے' بول و براز کے لیے جانا اور جمعہ پڑھنے کے لیے جانا عذر شرعی ہیں' وضو کے لیے جانا بھی عذر شرعی ہے' کھانے' پینے اور سونے کے لیے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں ہے' جان اور مال کو بچانے کے لیے مسجد سے جانا جائز ہے' مریض کی عیادت کے لیے نہ جائے' نماز جنازہ پڑھنے کے لیے مسجد سے باہر گیا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا' مسجد سے سر باہر نکالنا تاکہ اس کے گھر والے سر دھو دیں جائز ہے' (ٹھنڈک حاصل کرنے یا صفائی حاصل کرنے کے لیے مسجد سے غسل کرنے کے لیے جانا جائز نہیں ہے البتہ غسل جنابت کیلیے جانا جائز ہے) جماع کرنا' بوسہ دینا' لمس اور معانقہ کرنا یہ تمام اور نا جائز ہیں اور اعتکاف کیلیے مفسد ہیں' بے ہوش ہونے یا جنون سے بھی اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے۔

اعتکاف کے بعض ضروری مسائل کا بیان

اعتکاف میں عبادت سمجھ کر خاموش رہنا منع ہے لیکن زبان کے گناہوں سے بچنے کے لیے خاموش رہنا عظیم عبادت ہے' جو چیز اعتکاف کی وجہ سے منع ہے مثلاً جماع اور مسجد سے نکلنا اس میں عمد اور نسیان میں فرق نہیں ہے اور جو چیز اعتکاف میں روزے کی وجہ سے منع ہے' مثلاً کھانا پینا ان میں عمداً ارتکاب کی وجہ سے اعتکاف فاسد ہوگا اور نسیاناً نہیں' اعتکاف میں خوشبو لگا سکتا ہے اور سر میں تیل ڈال سکتا ہے' اگر اعتکاف واجب فاسد ہو جائے تو اس کی قضا واجب ہے' جب اعتکاف کی نذر مانے تو اس کو زبان سے کہنا ضروری ہے' اگر مثلاً تین دن یا دو دن اعتکاف کی نذر مانے تو اس میں راتیں شامل ہیں اور اگر مثلاً تین یا دو رات اعتکاف کی نذر مانی تو اس میں دن شامل ہیں اور اگر صرف دن یا صرف ایک رات کے اعتکاف کی نذر مانی تو یہ بھی جائز ہے' اور اگر ایک دن اعتکاف کی نذر مانی تو اس میں رات شامل نہیں ہے' فرض روزہ بلا عذر توڑنے میں قضا اور کفارہ واجب ہے اور نفل روزہ عمداً توڑنے میں صرف قضا واجب ہے۔ رمضان' کفارہ قتل' کفارہ ظہار' کفارہ قسم' کفارہ افطار رمضان اور نذر کے روزوں کو مسلسل رکھنا واجب

ہے۔(عالم گیری ج۱ ص۲۱۰،۲۱۱ مطبوعہ مطبع امیریہ کبری بولاق مصر مصر،۱۳۱۰ھ)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف ہر چند کہ نفل ہے لیکن شروع کرنے سے لازم ہو جاتا ہے اگر کسی شخص نے ایک دن کا اعتکاف فاسد کر دیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک اس پر پورے دس دن کی قضا لازم ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد کے نزدیک اس پر صرف اسی دن کی قضا لازم ہے اس کے برعکس نفل میں اگر کچھ دیر مسجد میں بیٹھ کر باہر نکل گیا تو اس پر قضا نہیں کیونکہ اس کے باہر نکلنے سے وہ اعتکاف ختم ہو گیا۔(ردالمحتار ج۲ ص۱۳۱ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

2462 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى قَبَضَهُ اللهُ، ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وصال تک، رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی ازواج بھی اعتکاف کرتی ہیں۔

2463 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ، فَلَمْ يَعْتَكِفْ عَامًا، فَلَمَّا كَانَ فِي الْعَامِ الْمُقْبِلِ اعْتَكَفَ عِشْرِينَ لَيْلَةً

❁❁ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے تھے، ایک سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف نہیں کیا، تو اگلے سال آپ نے بیس دن اعتکاف کیا۔

2464 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، وَيَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ، ثُمَّ دَخَلَ مُعْتَكَفَهُ قَالَتْ: وَإِنَّهُ أَرَادَ مَرَّةً أَنْ يَعْتَكِفَ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، قَالَتْ: فَأَمَرَ بِبِنَائِهِ فَضُرِبَ، فَلَمَّا رَأَيْتُ ذَلِكَ أَمَرْتُ بِبِنَائِي فَضُرِبَ، قَالَتْ: وَأَمَرَ غَيْرِي مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِبِنَائِهِ فَضُرِبَ، فَلَمَّا صَلَّى الْفَجْرَ نَظَرَ إِلَى الْأَبْنِيَةِ، فَقَالَ: مَا هَذِهِ؟ آلْبِرَّ تُرِدْنَ؟ قَالَتْ: فَأَمَرَ بِبِنَائِهِ فَقُوِّضَ، وَأَمَرَ أَزْوَاجُهُ بِأَبْنِيَتِهِنَّ فَقُوِّضَتْ، ثُمَّ أَخَّرَ الِاعْتِكَافَ إِلَى الْعَشْرِ الْأُوَلِ يَعْنِي مِنْ شَوَّالٍ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ إِسْحَاقَ، وَالْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ نَحْوَهُ، وَرَوَاهُ مَالِكٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: اعْتَكَفَ عِشْرِينَ مِنْ شَوَّالٍ

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کا ارادہ کرتے، تو آپ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو جاتے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کا ارادہ کیا، آپ کے حکم تحت ایک خیمہ لگا دیا گیا، جب میں نے یہ بات دیکھی، تو میں نے اپنے لیے خیمہ لگانے کا حکم

دیا، وہ لگادیا گیا، میرے علاوہ دیگر ازواج مطہرات نے (بھی اپنے لیے) خیمے لگانے کا حکم دیا تو وہ بھی لگادیے گئے، نبی اکرم ﷺ نے فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد ان خیموں کی طرف دیکھا اور دریافت کیا: یہ کیوں ہیں؟ کیا ان (خواتین) نے نیکی کا ارادہ کیا تھا؟ تو نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت آپ کا خیمہ ختم کردیا گیا، نبی اکرم ﷺ کی ازواج کے حکم کے تحت ان کے خیمے بھی ختم کردیے گئے، پھر نبی اکرم ﷺ نے اعتکاف کو پہلے عشرے تک موخر کردیا۔

(سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مراد یہ تھی:) شوال کے (پہلے عشرے تک موخر کیا)

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ یحییٰ بن سعید سے منقول ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں:

نبی اکرم ﷺ نے شوال میں بیس دن کا اعتکاف کیا۔

بَابُ اَيْنَ يَكُونُ الْاِعْتِكَافُ؟

اعتکاف کہاں ہوگا؟

2465 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، اَنَّ نَافِعًا، اَخْبَرَهُ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ. قَالَ نَافِعٌ: وَقَدْ اَرَانِي عَبْدُ اللهِ الْمَكَانَ الَّذِي كَانَ يَعْتَكِفُ فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَسْجِدِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔

نافع رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مجھے مسجد کا وہ حصہ دکھایا، جہاں نبی اکرم ﷺ اعتکاف کرتے تھے۔

2466 - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، عَنْ اَبِي بَكْرٍ، عَنْ اَبِي حَصِينٍ، عَنْ اَبِي صَالِحٍ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ كُلَّ رَمَضَانَ عَشَرَةَ اَيَّامٍ، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ اعْتَكَفَ عِشْرِينَ يَوْمًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ہر رمضان میں دس دن اعتکاف کرتے تھے، جس (سے اگلے) سال آپ ﷺ کا وصال ہوا، آپ ﷺ نے اس کے رمضان میں بیس دن اعتکاف کیا۔

بَابُ الْمُعْتَكِفِ يَدْخُلُ الْبَيْتَ لِحَاجَتِهِ

معتکف کا قضائے حاجت کے لیے اپنے گھر میں داخل ہونا

2467 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ

2465-اسناده صحیح. ابن زهب: هو عبدالله القرشي، ويونس: هو ابن يزيد الايلي، ونافع: هو مولى ابن عمر. واخرجه البخاري (2025)، ومسلم (1171)، وابن ماجه (1773) من طريق ابن وهب، بهذا الاسناد. ورواية البخاري ليس فيها قول نافع. واخرجه مسلم كذلك دون قول نافع (1171) من طريق موسى بن عقبة، عن نافع، به. وهو في "مسند احمد" (6172).

2466-اسناده صحيح. هناد: هو ابن السري، وابو بكر: هو ابن عياش، وابو حصين: هو عثمان بن عاصم الاسدي، وابو صالح: هو ذكوان السمان. واخرجه البخاري (2044) و (4998)، وابن ماجه (1769)، والنسائي في "الكبرى" (3329) و (7938) من طريق ابي بكر، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (8435).

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اعْتَكَفَ يُدْنِي اِلَيَّ رَاْسَهُ فَاُرَجِّلُهُ وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ اِلَّا لِحَاجَةِ الْاِنْسَانِ.

٭٭ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کے دوران اپنا سر میری طرف بڑھا دیتے تھے، تو میں اس میں کنگھی کر دیتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف قضائے حاجت کے لیے ہی گھر میں داخل ہوتے تھے۔

2468 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَا: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، وَعَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ يُوْنُسُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَلَمْ يُتَابِعْ اَحَدٌ مَالِكًا عَلٰى عُرْوَةَ، عَنْ عَمْرَةَ، وَرَوَاهُ مَعْمَرٌ، وَزِيَادُ بْنُ سَعْدٍ، وَغَيْرُهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ

٭٭ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت بعض دیگر اسناد سے بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، (تاہم اس کی سند میں کچھ اختلاف ہے)

2469 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ مُعْتَكِفًا فِي الْمَسْجِدِ، فَيُنَاوِلُنِي رَاْسَهُ مِنْ خَلَلِ الْحُجْرَةِ، فَاَغْسِلُ رَاْسَهُ، وَقَالَ مُسَدَّدٌ: فَاُرَجِّلُهُ وَاَنَا حَائِضٌ

٭٭ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں معتکف ہوتے، آپ حجرے کی کھڑکی میں سے، اپنا سر میری طرف بڑھا دیتے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر دھو دیتی تھی۔

مسدد نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنگھی کر دیتی، جبکہ میں حیض کی حالت میں تھی۔

2470 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ شَبُّوْيَهِ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّزَّاقِ، اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنْ صَفِيَّةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَكِفًا فَاَتَيْتُهُ اَزُوْرُهُ لَيْلًا فَحَدَّثْتُهُ، ثُمَّ قُمْتُ فَانْقَلَبْتُ فَقَامَ مَعِي لِيَقْلِبَنِي، وَكَانَ مَسْكَنُهَا فِي دَارِ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْاَنْصَارِ، فَلَمَّا رَاَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْرَعَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلٰى رِسْلِكُمَا، اِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ، قَالَا: سُبْحَانَ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ: اِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ، فَخَشِيْتُ اَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوْبِكُمَا شَيْئًا، اَوْ قَالَ: شَرًّا.

٭٭ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ، سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معتکف تھے، میں رات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بات چیت کرتی رہی، پھر میں واپس جانے کے لیے کھڑی ہوئی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ کھڑے ہو گئے، تا کہ مجھے (مسجد کے دروازے تک) پہنچا

آئیں، (راوی بیان کرتے ہیں) سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی رہائش حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ والے گھر میں تھی، دو انصاری شخص وہاں سے گزرے، جب انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو تیزی سے گزرنے لگے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں ٹھہرو! یہ (میری زوجہ) صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا ہے، ان دونوں نے کہا: سبحان اللہ! یارسول اللہ! (کیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق کوئی منفی بات سوچ سکتے ہیں؟) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''شیطان، انسان کی رگوں میں گردش کرتا ہے، مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ تمہارے دل میں کچھ نہ ڈال دے، (یا شاید یہ فرمایا:) ''برائی (نہ ڈال دے)''

2471 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِإِسْنَادِهِ بِهٰذَا، قَالَتْ: حَتّٰى إِذَا كَانَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ الَّذِي عِنْدَ بَابِ أُمِّ سَلَمَةَ مَرَّ بِهِمَا رَجُلَانِ، وَسَاقَ مَعْنَاهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ ابن شہاب زہری سے منقول ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:

''یہاں تک کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے دروازے پر پہنچے، جو سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے قریب ہے، تو ان دونوں کے پاس سے، دو اشخاص گزرے، (اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے)

بَابُ الْمُعْتَكِفِ يَعُودُ الْمَرِيضَ

معتکف کا بیمار کی عیادت کرنا

2472 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ بْنُ أَبِي سُلَيْمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ - قَالَ النُّفَيْلِيُّ - قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُرُّ بِالْمَرِيضِ، وَهُوَ مُعْتَكِفٌ، فَيَمُرُّ كَمَا هُوَ، وَلَا يُعَرِّجُ يَسْأَلُ عَنْهُ، وَقَالَ ابْنُ عِيسٰى: قَالَتْ: إِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُ الْمَرِيضَ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، اعتکاف کے دوران، بیمار کے پاس سے گزرتے، تو عام صورتحال کی طرح گزر جاتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی مزاج پرسی کے لیے ٹھہرتے نہیں تھے۔

ابن عیسیٰ نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کے دوران، بیمار کی عیادت کر لیتے تھے۔

2473 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: السُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ: أَنْ لَا يَعُودَ مَرِيضًا، وَلَا يَشْهَدَ جَنَازَةً، وَلَا يَمَسَّ امْرَأَةً، وَلَا يُبَاشِرَهَا، وَلَا يَخْرُجَ لِحَاجَةٍ، إِلَّا لِمَا لَا بُدَّ مِنْهُ، وَلَا اعْتِكَافَ إِلَّا بِصَوْمٍ، وَلَا اعْتِكَافَ إِلَّا فِي مَسْجِدٍ جَامِعٍ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: غَيْرُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لَا يَقُولُ فِيهِ: قَالَتْ: السُّنَّةُ.

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: جَعَلَهٗ قَوْلَ عَائِشَةَ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: معتکف کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ (اعتکاف کے دوران) بیمار کی عیادت نہ کرے، جنازے میں شریک نہ ہو، عورت کو چھوئے نہیں، اس کے ساتھ مباشرت نہ کرے، ضروری حاجت (یعنی قضائے حاجت) کے علاوہ (مسجد سے) باہر نہ نکلے، روزے کے بغیر اعتکاف نہیں ہوتا اور جامع مسجد کے علاوہ اعتکاف نہیں ہوتا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عبدالرحمان کے علاوہ دیگر راویوں نے "سنت یہ ہے" کے الفاظ نقل نہیں کیے، انہوں نے اسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کے طور پر نقل کیا ہے۔

2474 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ. حَدَّثَنَا اَبُو دَاوُدَ. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُدَيْلٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ جَعَلَ عَلَيْهِ اَنْ يَعْتَكِفَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ لَيْلَةً، اَوْ يَوْمًا عِنْدَ الْكَعْبَةِ. فَسَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اعْتَكِفْ وَصُمْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں یہ نذر مانی کہ وہ خانہ کعبہ کے پاس ایک دن کا اعتکاف کریں گے، انہوں نے (اس بارے میں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اعتکاف کرلو اور روزہ (بھی) رکھنا"

2475 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ اَبَانَ بْنِ صَالِحٍ الْقُرَشِيُّ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ يَعْنِي الْعَنْقَزِيَّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُدَيْلٍ بِاِسْنَادِهٖ نَحْوَهٗ. قَالَ: فَبَيْنَمَا هُوَ مُعْتَكِفٌ اِذْ كَبَّرَ النَّاسُ. فَقَالَ: مَا هٰذَا يَا عَبْدَ اللّٰهِ. قَالَ: سَبْيُ هَوَازِنَ اَعْتَقَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: وَتِلْكَ الْجَارِيَةُ. فَاَرْسَلَهَا مَعَهُمْ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے، (اس میں یہ الفاظ ہیں)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اعتکاف کے دوران لوگوں کے اللہ اکبر کہنے کی آواز سنائی دی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: اے عبداللہ! یہ کس وجہ سے ہے؟ تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوازن کے قیدیوں کو آزاد کر دیا ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کنیز کو بھی ان کے ساتھ چھوڑ دو۔

بَابٌ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ تَعْتَكِفُ

باب: مستحاضہ عورت کا اعتکاف کرنا

2476 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَا: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: اعْتَكَفَتْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَاَةٌ مِنْ اَزْوَاجِهٖ. فَكَانَتْ تَرٰى

2475-اسناده صحيح. عبد الرزاق: هو ابن همام الصنعاني، ومعمر: هو ابن راشد، والزهري: هو محمد بن مسلم ابن شهاب، وعلي بن الحسين: هو ابن علي بن ابي طالب زين العابدين. وهو عند عبد الرزاق في "مصنفه" (8065)، ومن طريقه اخرجه البخاري (3281)، ومسلم (2175)، والنسائي في "الكبرى" (3343). واخرجه البخاري (2038) و (2039) و (3101) و (6219) و (7171)، وابن ماجه (1779)، والنسائي (3342) من طرق عن الزهري، به. وهو في "مسند احمد" (26863)، و"صحيح ابن حبان" (3671).

الصُّفْرَةَ وَالْحُمْرَةَ، فَرُبَّمَا وَضَعْنَا الطَّسْتَ تَحْتَهَا، وَهِيَ تُصَلِّي

❁❁ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کے ساتھ آپ کی ایک زوجہ محترمہ نے بھی اعتکاف کیا، اس خاتون کا (استحاضہ کی وجہ سے) زرد اور سرخ مواد خارج ہوتا تھا، بعض اوقات (مواد زیادہ خارج ہونے کی وجہ سے) ہم ان کے نیچے تھال رکھ دیتے تھے، تاہم وہ نماز ادا کیا کرتی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆

2476- اسنادہ صحیح. محمد بن عیسی: ہو ابن نجیح البغدادی، ویزید: ہو ابن زریع، وخالد: ہو ابن مہران الحذاء، وعکرمۃ: ہو مولی ابن عباس. واخرجہ البخاری (310) و (2037) عن قتیبۃ بن سعید، بہذا الاسناد. واخرجہ ابن ماجہ (1780)، والنسائی فی "الکبری" (3332) من طرق عن یزید ابن زریع، بہ. واخرجہ البخاری (309) و (311) من طریقین عن خالد الحذاء، بہ. وروایۃ البخاری الثانیہ مختصرۃ. وہو فی "مسند احمد" (24998).

كِتَابُ الْجِهَادِ
یہ کتاب جہاد کے بیان میں ہے

جہاد کے معنی ومفہوم کا بیان

جہاد جہد بالضم یا جہد بالفتح سے مشتق ہے جس کا معنی خوب محنت ومشقت کے ہیں۔لغت کی کتابوں میں جہاد کا لغوی معنی کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔بذل اقصی مایستطیعہ الانسان من طاقۃ لنیل محبوب او لدفع مکروہ۔

انسان کا اپنی کسی مرغوب چیز کو حاصل کرنے یا ناپسندیدہ چیز سے بچنے کے لئے انتہائی درجے کی بھرپور کوشش کرنا۔

جہاد کے شرعی معنی کا بیان

تمام فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ جہاد شریعت میں قتال فی سبیل اللہ اور اس کی معاونت کو کہتے ہیں اس کی مکمل وضاحت کے لئے مذاہب اربعہ کی مستند کتابوں کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیے۔

جہاد کی تعریف فقہ حنفی میں

الجہاد بذل الوسع والطاقۃ بالقتال فی سبیل اللہ عزوجل بالنفس والمال واللسان وغیر ذالک۔

اللہ رب العزت کے راستے میں قتال کرنے میں اپنی جان، مال اور زبان اور دوسری چیزوں سے بھرپور کوشش کرنے کو جہاد کہتے ہیں۔(البدائع والصنائع)

الجہاد دعوۃ الکفار الی الدین الحق وقتالہم ان لم یقبلوا۔

جہاد کے معنی کافروں کو دین حق کی طرف دعوت دینا اور ان سے قتال کرنا اگر وہ دین حق کو قبول نہ کریں۔(فتح القدیر)

جہاد کی تعریف فقہ مالکی میں

قتال المسلم کافرا ذی عہد لاعلاء لکلمۃ اللہ

جہاد کے معنی مسلمانوں کا ذمی عہد کافروں سے اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے قتال کرنا۔(حاشیۃ العدوی۔الشرح الصغیر)

جہاد کی تعریف فقہ شافعی میں

وشرعا بذل الجہد فی قتال الکفار

اور جہاد کے شرعی معنی اپنی پوری کوشش کافروں سے قتال کرنے میں صرف کرنا۔(فتح الباری)

جہاد کی تعریف فقہ حنبلی میں

الجہاد قتال الکفار۔

جہاد کافروں سے لڑنے کو کہتے ہیں۔ (مطالب اولی النہی) یہ تو تھی جہاد کی شرعی تعریف اب آیئے جہاد کے حکم کی طرف۔

جہاد کا حکم

امام سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ جہاد ایک محکم فریضہ اور اللہ پاک کا قطعی فیصلہ ہے۔ جہاد کا منکر کافر ہوگا اور جہاد سے ضد رکھنے والا گمراہ ہوگا۔ (فتح القدیر ص191، ج5)

صاحب الاختیار فرماتے ہیں۔ جہاد ایک محکم اور قطعی فریضہ ہے جس کا منکر کافر ہے اور یہ فریضہ قرآن وحدیث اور امت کے اجماع سے ثابت ہے۔ (فتح القدیر ص191، ج5)

جہاد کی اقسام

کافروں سے جہاد کرنے کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) اقدامی جہاد (۲) دفاعی جہاد

اقدامی جہاد: یعنی مسلمانوں کا کافروں کے خلاف خود اقدام جہاد کرنا، اگر یہ اقدام ان کافروں پر ہے جن تک دین کی دعوت پہنچ چکی ہے تو ایسے کافروں کو حملے سے پہلے دعوت دینا مستحب ہے اور اگر دعوت نہیں پہنچی تو پہلے دعوت دی جائے گی اگر نہ مانیں تو جزیہ کا مطالبہ کیا جائے گا اور یہ بھی نہ مانیں تو ان سے قتال کیا جائے گا۔

اقدامی جہاد: کی بدولت وہ کافر جو مسلمانوں کے خلاف کارروائی کا ارادہ رکھتے ہوں دب جاتے ہیں اور ان کے دشمن خوف زدہ اور مرعوب ہو کر اسلام کے خلاف سازشیں نہیں کرتے اس لئے کافروں کو مرعوب رکھنے اور انہیں اپنے غلط عزائم کی تکمیل سے روکنے اور دعوت اسلام کو دنیا کے ایک ایک چپے تک پہنچانے اور دعوت کے راستے سے رکاوٹیں ہٹانے کے لئے اقدامی جہاد فرض کفایہ ہے۔ اگر کچھ مسلمان یہ عمل کرتے ہیں تو سب کی طرف سے کافی ہے لیکن اگر کوئی بھی نہ کرے تو سب گناہ گار ہوں گے۔

فتاویٰ شامی میں ہے مسلمانوں کے امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ دار الحرب کی طرف ہر سال ایک یا دو مرتبہ لشکر بھیجے اور عوام پر ضروری ہے کہ وہ اس میں اپنے امام کی مدد کریں اگر امام لشکر نہیں بھیجے گا تو گناہ گار ہوگا۔ (فتاویٰ شامی)

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا اکثر جہاد اقدامی تھا۔ قرآن مجید نے مسلمانوں کو اقدامی جہاد کی تلقین فرمائی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر اقدامی جہاد ہوتا رہے تو دفاعی کی ضرورت ہی پیش نہ آئے لیکن جب مسلمان اقدامی جہاد کے فریضے غفلت کرتے ہیں تو انہیں دفاعی جہاد پر مجبور ہونا پڑتا ہے جیسا کہ اس دور میں ہو رہا ہے۔

دفاعی جہاد: یعنی اپنے ملک پر حملہ کرنے والے کفار سے دفاعی جنگ لڑنا یہ اہم ترین فریضہ ہے۔ حضرات فقہاء کرام کی عبارت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ ذیل صورتوں میں جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔

(1) جب کفار مسلمانوں کے کسی شہر یا بستی پر حملہ آور ہو جائیں یا قابض ہو جائیں۔

(2) جب کفار مسلمانوں کے کچھ افراد کو گرفتار کر لیں۔

(3) ایک مسلمان عورت گرفتار ہوجائے تو اسے کافروں سے نجات دلانا تمام مسلمانان عالم پر فرض ہوجاتا ہے۔

(4) جب امام پوری قوم یا کچھ افراد کو جہاد کے لئے نکلنے کا حکم دے۔

(5) جب مسلمانوں اور کافروں کی جماعتیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے آجائیں اور جنگ شروع ہوجائے۔

فائدہ: فرض عین کا معنی یہ ہے کہ اس جہاد میں سب نکلیں گے یہاں تک کہ بیٹا والدین کی اجازت کے بغیر، بیوی اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر، مقروض اپنے قرض خواہ کی اجازت کے بغیر نکلیں گے۔

ابتدائی طور پر یہ جہاد اس علاقے کے مسلمانوں پر فرض ہوتا ہے جن پر حملہ ہوا ہو لیکن اگر وہ کافروں کے مقابلے میں کافی نہ ہوں یا سستی کریں تو ان کے ساتھ والوں پر فرض ہوجاتا ہے۔ اگر وہ بھی کافی نہ ہوں یا سستی کریں تو ان کے ساتھ والوں پر۔ اس طرح سے مشرق سے لے کر مغرب تک تمام مسلمانوں پر فرض ہوجاتا ہے۔

دفاعی جہاد کے متعلق حکم یہ ہے کہ دفاعی جہاد یعنی اپنے دین اور حرمت کے دفاع کے لئے لڑنا یہ اجتماعی طور پر اہم ترین فریضہ ہے۔ وہ دشمن جو مسلمانوں کے دین اور دنیا کو تباہ کرنے کے لئے حملہ آور ہوا ہے ایمان کے بعد اس کے ساتھ لڑنے سے بڑا فریضہ اور کوئی نہیں۔ اس دفاعی جہاد کے لئے کوئی چیز شرط نہیں یعنی توشہ اور سواری تک شرط نہیں بلکہ ہر ایک حتی الامکان دشمن کا مقابلہ کرے۔

فقہاء کرام کی تصریحات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دفاعی جہاد صرف اسی وقت فرض نہیں ہوتا جس وقت کافر حملہ کردیں بلکہ جب کافر مسلمانوں سے "مسافت سفر کی دوری پر ہوں تو اسی وقت اس شہر کے مسلمانوں پر جہاد فرض ہوجاتا ہے۔ (نھایۃ المحتاج)

جہاد کی اقسام

جہاد کو مسلسل عمل سے تعبیر کیا گیا ہے۔ شریعتِ اسلامیہ کی رو سے اس کی درج ذیل اقسام ہیں۔ جہاد بالعلم جہاد بالمال جہاد بالعمل جہاد بالنفس جہاد بالقتال

جہاد بالعلم

یہ وہ جہاد ہے جس کے ذریعے قرآن وسنت پر مبنی احکامات کا علم پھیلایا جاتا ہے تاکہ کفر و جہالت کے اندھیرے ختم ہوں اور دنیا رشد و ہدایت کے نور سے معمور ہوجائے۔

جہاد بالعمل

جہاد بالعمل کا تعلق ہماری زندگی سے ہے۔ اس جہاد میں قول کے بجائے عمل اور گفتار کی بجائے کردار کی قوت سے معاشرے میں انقلاب برپا کرنا مقصود ہے۔ جہاد بالعمل ایک مسلمان کے لئے احکامِ الٰہیہ پر عمل پیرا ہوتے اور اپنی زندگی کو ان احکام کے مطابق بسر کرنے کا نام ہے۔

جہاد بالمال

اپنے مال کو دین کی سربلندی کی خاطر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو جہاد بالمال کہتے ہیں۔

جہاد بالنفس

جہاد بالنفس بندۂ مومن کے لئے نفسانی خواہشات سے مسلسل اور صبر آزما جنگ کا نام ہے۔ یہ وہ مسلسل عمل ہے جو انسان کی پوری زندگی کے ایک ایک لمحے پر محیط ہے۔ شیطان براہ راست انسان پر حملہ آور ہوتا ہے۔ اگر نفس کو مطیع کر لیا جائے اور اس کا تزکیہ ہو جائے تو انسان شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

جہاد بالقتال

یہ جہاد میدان جنگ میں کافروں اور دین کے دشمنوں کے خلاف اس وقت صف آراء ہونے کا نام ہے جب دشمن سے آپ کی جان مال یا آپ کے ملک کی سرحدیں خطرے میں ہوں۔ اگر کوئی کفر کے خلاف جنگ کرتا ہوا شہید ہو جائے تو قرآن کے فرمان کے مطابق اسے مردہ نہ کہا جائے بلکہ حقیقت میں وہ زندہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِن لَّا تَشْعُرُونَ.

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مت کہا کرو کہ یہ مردہ ہیں، (وہ مردہ نہیں) بلکہ زندہ ہیں لیکن تمہیں (ان کی زندگی کا) شعور نہیں۔

جہاد کے احکام کا بیان

تمام علماء کرام کا اتفاق ہے کہ جب تک کافر اپنے ملکوں میں ہوں تو ان سے جہاد کرنا اور ان کے ملکوں پر چڑھائی کرنا فرض کفایہ ہے۔

حضرت سعید ابن المسیب اور علامہ ابن شبرمہ (جیسے حضرات تابعین) کے نزدیک ہر حال میں جہاد فرض عین ہے۔ کیونکہ جو شخص بغیر جہاد کئے مر جائے اور اس نے جہاد کی نیت بھی نہ کی ہو تو وہ منافقت کے ایک حصے پہ مرتا ہے چونکہ نفاق سے بچنا اور ایمان لانا فرض عین ہے اسی لئے جہاد بھی فرض عین ہے یہ دونوں حضرات اور ان کے ہم خیال اکابر اس طرح کے اور بھی دلائل جہاد کے ہر حال میں فرض عین ہونے پر پیش فرماتے ہیں۔

فرض کفایہ کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اگر اتنے لوگ جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوں جو اس کام کے لئے کافی ہو رہے ہوں تو باقی لوگوں سے جہاد کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے اور ان پر جہاد چھوڑنے کا گناہ بھی نہیں رہتا لیکن اگر سارے مسلمان جہاد چھوڑ کر بیٹھ جائیں تو صحیح قول کے مطابق جتنے بھی لوگ شرعی معذور نہیں ہیں وہ سب گنہگار ہو جائیں گے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس صورت میں سب لوگ گنہگار ہوں گے معذور بھی اور غیر معذور بھی۔

فرض کفایہ کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ سال میں ایک مرتبہ ضرور کافروں کے کسی ملک یا علاقے پر حملہ کیا جائے اور اس سے زیادہ بار حملہ کرنا بغیر کسی اختلاف کے افضل ہے اور مسلمانوں کے لئے یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ وہ کوئی سال ایسا گزاریں جس میں انہوں نے کافروں پر حملہ نہ کیا ہو البتہ مندرجہ ذیل مجبوریوں کی وجہ سے ایسا کرنا جائز ہے، مسلمانوں کی کمزوری دشمن کی بہت زیادہ کثرت، مسلمانوں کی مکمل شکست اور مکمل خاتمے کا خطرہ، سامان کی کمی، جانوروں کے چارے کی کمی وغیرہ (یعنی ان ضروریات "

عذر کی وجہ سے فرض کفایہ جہاد کو موخر کیا جا سکتا ہے تاکہ مسلمان اچھی طرح تیاری کر سکیں لیکن اگر جہاد فرض عین ہو چکا ہو تو پھر موخر کرنے کی گنجائش نہیں رہتی جیسا کہ آگے اس کا ذکر آئے گا) لیکن اگر تاخیر کے لئے کوئی ضرورت یا عذر نہ ہو تو پھر ایک سال تک جہاد کا نہ کرنا جائز نہیں ہے اس بات کو امام شافعی رحمہ اللہ نے مکمل وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ (کتاب الام)

امام الحرمین رحمہ اللہ (المتوفی) ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس بارے میں زیادہ بہتر قول حضرات اصولیین کا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جہاد ایک تھری دعوت ہے (یعنی اسلام ایک ایسی دعوت ہے جس کے پیچھے طاقت کارفرما ہوتی ہے) اس لئے جس قدر ممکن ہو سکے ادا کرنا چاہئے تاکہ دنیا میں یا تو مسلمان باقی رہیں یا ذمی (یعنی وہ کافر کو مسلمانوں کو جزیہ دیتے ہوں) چنانچہ (فرض کفایہ کی ادائیگی کے لئے) سال میں ایک مرتبہ جہاد کی تخصیص نہیں کرنی چاہئے بلکہ اگر ایک سے زیادہ مرتبہ حملہ کرنے کا امکان ہو تو اس سے دریغ نہ کیا جائے، حضرات فقہاء کرام نے سال میں ایک مرتبہ جہاد کی جو بات فرمائی ہے تو اس کا تعلق اس سے ہے کہ عام طور پر ہر سال میں ایک ہی بار یہ ممکن ہوتا ہے کہ اسلامی لشکر کی تیاری کے لئے افراد و اموال کو جمع کیا جا سکے۔ (روضۃ الطالبین)

حنابلہ میں سے صاحب المغنی (علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو سال میں کم از کم ایک بار جہاد کرنا (یعنی خود کافروں کے ملک پر حملہ کرنا) فرض ہے۔ اور اگر ایک مرتبہ سے زائد کی ضرورت پڑے تو وہ بھی فرض ہوگا کیونکہ جہاد فرض کفایہ ہے (تو جب تک کفایت نہ ہو اس کی فرضیت باقی رہے گی) اس لئے جتنی مرتبہ کی ضرورت ہوگی اتنی مرتبہ فرض ہوگا۔ (المغنی)

امام قرطبی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کے امام پر سال میں ایک مرتبہ دشمنان اسلام کی طرف لشکر بھیجنا فرض ہے امام یا خود اس لشکر کے ساتھ نکلے گا یا پھر اپنے کسی معتمد کو بھیجے گا۔ پھر یہ امام یا اس کا نائب دشمنان اسلام کے پاس پہنچ کر انہیں اسلام کی دعوت دیں گے اور (دعوت قبول نہ کرنے کی صورت میں) ان کی طاقت کو توڑیں گے اور اللہ کے دین کو غالب کریں گے اور یہاں تک (ان سے لڑیں گے) کہ یا تو وہ مسلمان ہو جائیں یا جزیہ دینا منظور کر لیں۔ (الجامع لاحکام القرآن)

جہاد فرض نہیں ہے بچے، پاگل، عورت اور اس شخص پر جو کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو جس کی وجہ سے وہ جہاد نہ کر سکے۔ لیکن ایک آنکھ سے معذوری، سر درد، داڑھ کے درد اور ہلکے بخار کی وجہ سے جہاد کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی اسی طرح اس شخص پر بھی جہاد فرض ہے جو معمولی لنگڑا ہو یہ امام احمد رحمہ اللہ کا مسلک ہے اور میرے خیال میں کسی (فقیہ) کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(المغنی لابن قدامہ)

علماء کرام کا اتفاق ہے کہ (فرض کفایہ) جہاد مسلمان والدین کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے ماں باپ کی غیر موجودگی میں دادا دادی کا بھی یہی حکم ہے بلکہ صحیح قول کے مطابق والدین کے ہوتے ہوئے بھی دادا دادی سے اجازت ضروری ہے۔

(المغنی لابن قدامہ)

اگر کسی کو اس کے والدین نے جہاد کی اجازت دے دی مگر پھر انہوں نے اجازت واپس لے لی اب اگر اجازت کی واپسی اس کے لڑنے کے محاذ جنگ پر پہنچنے سے پہلے ہوئی ہے تو لڑکے پر لازم ہے کہ واپس آ جائے مگر یہ کہ واپسی میں اسے جان و مال کا یا ... سے مجاہدین کے دل ٹوٹنے کا خطرہ ہو (اگر ایسا ہو تو وہ واپس نہ آئے) اگر اسے راستے میں ماں باپ کی طرف سے اجازت واپس لینے کی اطلاع ملی مگر وہ واپس آنے میں خطرہ محسوس کرتا ہے تو اگر اسے راستے میں کہیں قیام کی جگہ مل جائے تو وہاں رکا

رہے اور جب لشکر واپس آئے تو ان کے ساتھ یہ بھی لوٹ آئے لیکن اگر والدین نے جنگ شروع ہونے کے بعد اپنی اجازت واپس لے لی تو ایسے وقت میں اس کے لئے واپس آنا حرام ہے۔ کیونکہ جب دونوں لشکر آمنے سامنے آ جائیں تو جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اور فرض عین میں والدین کی اجازت ضروری نہیں ہوتی۔ (المغنی لابن قدامہ)

جہاد اگر فرض کفایہ ہو تو اس آدمی کے نکلنے کا کیا حکم ہے جس پر قرضہ ہو۔ اس بارے میں فقہاء کرام کے مختلف اقوال میں امام ابوبکر ابن المنذر نے کتاب الاشراف میں لکھا ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے تو ایسے مقروض شخص کو جہاد میں جانے کی اجازت دی ہے جس کے پاس قرض کی ادائیگی کے لئے کچھ نہ ہو۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ نے بھی مقروض شخص کو بغیر قرض خواہ کی اجازت کے نکلنے کی رخصت دی ہے امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مقروض آدمی کے لئے جہاد میں نکلنے کی اجازت تب ہے جب وہ اپنے قرض خواہوں سے پوچھ لے خواہ قرض خواہ مسلمان ہوں یا کافر۔ (کتاب الام)

ابن المنذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ احد کی لڑائی میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد جہاد میں نکلے تھے حالانکہ ان پر قرض تھا۔ (صحیح بخاری)

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے مقروض ہونے کا علم تھا مگر کسی نے انہیں جہاد میں نکلنے سے نہیں روکا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مقروض آدمی کے لئے جہاد منع نہیں ہے بشرطیکہ اس نے ایسا ترکہ چھوڑا ہو جس سے قرض کی ادائیگی ہو سکتی ہو۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے اور انہوں نے ابن المنذر کی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عبداللہ بن حرام کے واقعے سے دلیل پکڑی ہے۔ (المغنی لابن قدامہ)

امام ابوزکریا نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر مقروض تنگ دست ہو تو اسے جہاد سے نہیں روکا جائے گا کیونکہ اس سے فوری ادائیگی کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا اور اگر مقروض تنگ دست نہ ہو تو اگر وہ قرضے کی ادائیگی کے لئے اپنا کوئی ایسا نائب بنا جائے جو اس کے موجودہ مال میں سے قرض ادا کر سکے تو ایسے مقروض کو جہاد میں نکلنے کی اجازت ہے لیکن اگر وہ اپنے نائب کو کسی غیر موجود مال میں سے قرض ادا کرنے کا کہے تو پھر اس کے لئے نکلنا جائز نہیں ہوگا۔ اور اگر قرضے کی ادائیگی کے لئے کوئی وقت مقرر ہے تو پھر (اس وقت سے پہلے) مقروض کو جہاد میں نکلنے سے نہیں روکا جائے گا یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ (روضۃ الطالبین، ج ۱۰، ص ۲۱۰، بیروت)

جہاد فرض عین کے احکام کا بیان

ہمارے کسی شہر (یا علاقے) میں داخل ہو جائیں یا اس پر چڑھائی کر دیں یا شہر کے دروازے کے باہر آ کر حملے کی نیت سے پڑاؤ ڈال دیں اور ان کی تعداد اس علاقے کے مسلمانوں سے دگنی یا اس سے کم ہو تو جہاد اس وقت فرض عین ہو جاتا ہے۔ ایسے وقت میں غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکلے گا اور عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر نکلے گی۔ بشرطیکہ اس میں دفاع کی طاقت ہو۔ یہی قول زیادہ صحیح ہے اور ہر شخص اپنے والدین کی اجازت کے بغیر اور مقروض قرض خواہ کی اجازت کے بغیر نکلے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے اور اگر کافر مسلمانوں پر اچانک حملہ کردیں اور مسلمانوں کو لڑائی کے لئے تیار ہونے اور اکٹھے ہونے کا موقع نہ ملے تو ہر اس شخص پر تنہا لڑنا اور اپنا دفاع کرنا فرض ہے۔ جسے معلوم ہو کہ اگر اس نے ہتھیار ڈال دیئے تو وہ مارا جائے گا یہ مسئلہ ہر مسلمان کے لئے ہے خواہ وہ آزاد ہو یا غلام، عورت ہو یا اندھا، لنگڑا ہو یا بیمار، اور اگر امکان ہو کہ ہتھیار ڈالنے کے بعد قتل بھی ہو سکتے ہیں اور (بچ کر) گرفتار بھی تو ایسے وقت میں لڑنا افضل ہے اور ہتھیار ڈالنا جائز۔ اور اگر عورت کو علم ہو کہ اگر میں نے ہتھیار ڈال دیئے تو (غلیظ) ہاتھ میری طرف بڑھیں گے تو اس پر اپنے دفاع میں لڑنا فرض ہے اگر چہ اس میں اس کی جان بھی چلی جائے کیونکہ جان بچانے کے لئے عزت کو داؤ پر لگانا جائز نہیں ہے۔

علامہ اذرعی اپنی کتاب غنیۃ المحتاج میں فرماتے ہیں کہ خوبصورت بے ریش لڑکے کو اگر علم ہو کہ اس کے ساتھ کافر ابھی یا آئندہ بے حیائی کا ارتکاب کر سکتے ہیں تو اس کا حکم بھی عورت کی طرح ہے بلکہ عورت سے بھی بڑھ کر (اسے اپنے دفاع کی کوشش کرنی چاہئے اور عصمت کی حفاظت کے لئے جان کی قربانی دینی چاہئے) اور اگر جس علاقے پر کافروں نے حملہ کیا ہے وہاں مسلمانوں کی کثرت ہو اور اتنے لوگ کافروں کے مقابلے پر نکل چکے ہوں جو مقابلے کے لئے کافی ہوں تب بھی باقی مسلمانوں پر زیادہ صحیح قول کے مطابق ان مجاہدین کی مدد کرنا فرض ہے۔ اور جو شخص ایسی جگہ پر ہو جہاں سے حملہ آور دشمن مسافت سفر (یعنی اڑتالیس میل کی مسافت) پر ہوں تو اس شخص پر اسی طرح جہاد فرض عین ہو جائے گا جیسا کہ اس علاقے والوں پر فرض ہے جہاں دشمن نے حملہ کیا ہے۔

علامہ ماوردی فرماتے ہیں کہ یہ اس وجہ سے ہے کہ کافروں کے حملے کے بعد اب یہ جہاد دفاعی ہو چکا ہے۔ اقدامی نہیں رہا اس وجہ سے یہ ہر اس شخص پر فرض ہوگا جو اس کی طاقت رکھتا ہو (تاکہ مسلمانوں کے علاقے اور ان کی جان و مال کا دفاع کیا جا سکے جو کہ فرض عین ہے۔) اور جو شخص اس شہر سے جس پر کافروں کا حملہ ہوا ہے مسافت سفر (اڑتالیس میل) کی دوری پر ہو تو اس پر فرض ہے کہ وہ فوراً اس شہر کی طرف جہاد کے لئے روانہ ہو اگر چہ وہ خود اس شہر یا اس کے آس پاس کا رہنے والا نہ ہو اور اگر اتنے لوگ وہاں جا چکے ہوں جو دشمن کے لئے کافی ہوں تو پھر باقی لوگوں سے فرضیت تو ساقط ہو جائے گی لیکن وہ نہ جانے کی صورت میں اجر عظیم اور بے انتہا ثواب سے محروم ہو جائیں گے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ مسافت سفر کے اندر والوں پر سے فرضیت ساقط نہیں ہوگی اگر چہ کافی مقدار میں لوگ دشمن کے مقابلے پر جا چکے ہوں بلکہ ان پر مجاہدین کی مدد کرنا اور خود میدان جنگ کی طرف سبقت کرنا فرض ہوگا۔

وہ مسلمان جو اس شہر سے جس پر کافروں نے حملہ کیا ہے مسافت سفر (اڑتالیس میل) سے زیادہ دور رہتے ہوں تو ان کا کیا حکم ہے؟ زیادہ صحیح قول تو یہ ہے کہ اگر مسافت سفر کے اندر کے لوگ دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے کافی ہو رہے ہوں تو پھر ان لوگوں پر جہاد فرض عین نہیں ہوتا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جہاد الاقرب فالاقرب کی ترتیب سے فرض ہوتا چلا جاتا ہے اس میں کسی مسافت وغیرہ کی قید نہیں ہے بلکہ قریب والوں پر پھر ان کے بعد والوں پر پھر ان کے بعد والوں پر جہاد فرض ہوتا چلا جائے گا۔ یہاں تک کہ یہ خبر آجائے کہ کافروں

کو شکست ہوگئی اور وہ مسلمانوں کا علاقہ چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔

جو شخص لڑائی والے شہر سے مسافت سفر کے اندر ہوگا اس پر جہاد کی فرضیت کے لئے سواری کی کوئی شرط نہیں ہے البتہ اگر مسافت سفر سے دور ہو تو بعض حضرات سواری کو شرط قرار دیتے ہیں جبکہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ایسے سخت حالات میں سواری کی کوئی شرط نہیں ہے البتہ توشے کا ہونا جہاد کی فرضیت کے لئے شرط ہے کوئی قریب ہو یا دور۔

اگر کافر مسلمانوں کے ملک میں ان کے شہروں اور آبادیوں سے دور ویرانوں میں یا پہاڑوں میں داخل ہو جائیں تو ان کا کیا حکم ہے؟ امام الحرمین نقل فرماتے ہیں کہ دارالاسلام کے کسی بھی حصے میں داخل ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی شہر میں داخل ہونا۔ اس لئے ان کو نکالنے کے لئے جہاد فرض عین ہوگا۔ لیکن خود امام الحرمین کا رجحان اس طرف ہے کہ جن علاقوں میں کوئی آبادی نہیں ہے ان کے لئے لڑائی کرنا اور خود کو تکلیف میں ڈالنا مناسب نہیں ہے۔

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام الحرمین کا یہ رجحان قطعاً درست نہیں ہے بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ مسلمان دفاع کی قوت رکھتے ہوئے بھی کافروں کو دارالاسلام کے کسی حصے پر قبضہ کرنے کی اجازت دے دیں۔ (روضۃ الطالبین)

علامہ قرطبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اگر کافر دارالاسلام میں داخل نہ ہوئے ہوں مگر اس کے قریب آچکے ہوں تب بھی مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ کافروں کے مقابلے کے لئے باہر نکلیں اور (اور لڑتے رہیں) یہاں تک کہ اللہ کا دین غالب ہو اور مرکز اسلام محفوظ، سرحدیں بے خطر اور دشمن ذلیل و خوار ہو جائے۔ (الجامع لاحکام القرآن)

اور یہی مطلب ہے علامہ بغوی کے اس قول کا کہ اگر کافر دارالاسلام میں داخل ہو جائیں تو قریبی لوگوں پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اور دور والوں پر فرض کفایہ رہتا ہے۔ بشرطیکہ قریب والے مقابلہ کر رہے ہوں اور کافی ہو رہے ہوں۔ (شرح السنۃ)

آپ نے جہاد کے فرض عین اور فرض کفایہ ہونے کی بحث پڑھ لی ہے یہی وہ بحث ہے جسے آڑ بنا کر آج بہت سارے مسلمان خود بھی جہاد چھوڑ بیٹھے ہیں اور دوسروں کو بھی اس بحث میں الجھا کر جہاد سے دور کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں حالانکہ آپ نے خود پڑھ لیا کہ جہاد اس وقت فرض کفایہ ہوتا ہے جب مسلمان کافروں کی طرف سے امن میں ہوں۔ ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیے کہ کیا آج مسلمان امن میں ہیں؟ یقیناً آپ کو ہر طرف مسلمانوں کی چیخ و پکار اور ان کی برہنہ لاشیں اور عقوبت خانوں میں سسکتی جوانیاں چیخ چیخ کر بتائیں گی کہ مسلمان ہرگز امن میں نہیں ہیں بلکہ ان پر تو وہ ظلم ڈھائے جا رہے ہیں جو سفاک درندے بھی کمزور جانوروں پر نہیں ڈھاتے۔ جہاد تو اس وقت فرض کفایہ ہوتا ہے جب کافر اپنے ملکوں میں ہوں اور ان کی فوجیں ان کی سرحدوں کے اندر ہوں۔ مگر آج ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ امریکی فوجیں ہوں یا ہندوستانی، برطانوی لشکر ہوں یا فرانسیسی، سربیائی درندے ہوں یا اسرائیلی، ایتھوپیا کے کالے کافر ہوں یا اقوام متحدہ کی وردی پہنے گورے کافر، یہ سب کے سب ہماری سرحدوں کے اندر گھس کر ہمارے علاقوں پر قبضہ جمائے بیٹھے ہیں۔

اور انہوں نے پوری دنیا میں مسلمانوں کا جینا دوبھر کر رکھا ہے تو کیا اب بھی جہاد فرض کفایہ ہے۔ امریکی راکٹ اسلامی امارت پر گر رہے ہیں برطانوی جہازوں کی گھن گرج حدود حرم میں سنائی دے رہی ہے اور ترکی کی خلافت کا خون آلود چہرہ ہماری نظروں

کے سامنے بار بار آتا ہے اور ہمیں برے انجام سے ڈراتا ہے۔ کیا ان حالات میں بھی جہاد فرض کفایہ ہی رہے گا اگر جہاد اب بھی فرض کفایہ ہے تو پھر فرض عین کب ہوگا؟ کیا اس وقت جب امت کے مردہ جسم تک کو بیچ دیا جائے گا کیا اس وقت جب اسرائیل کے یہودی خیبر کے بعد نعوذ باللہ مدینہ منورہ میں جشن منا رہے ہوں گے کیا اس وقت جب ہمارا گوشت ریسٹورنٹوں میں پکا کر کھایا جائے گا۔

شاید اب تک یہی کچھ نہیں ہوا، ورنہ تو سب کچھ ہو چکا ہے ہماری زندہ مسلمان بہنوں کے ساتھ ساتھ شہید ہونے والیوں تک کو نہیں بخشا گیا۔ ہمارے بچوں کے سروں سے فٹ بال تک کھیلی جا چکی ہے۔ شعائر اسلام کو دنیا میں ذلیل و رسوا کیا جا رہا ہے۔ چلئے تھوڑی دیر کے لئے آنکھیں بند کر کے اور دل تھام کر یہ مان لیتے ہیں کہ جہاد فرض کفایہ ہے تو ذرا بتایئے کہ یہ کفایہ آج کون ادا کر رہا ہے فرض کفایہ جہاد کا مطلب تو یہ ہے کہ مسلمان خود جا کر کافروں کے ملک پر حملہ کریں یہ حملہ آج دنیا میں کہاں ہو رہا ہے فرض کفایہ میں تو مسلمانوں کے لشکر حملہ کرتے ہیں مگر آج خود ہم پر حملے کئے جا رہے ہیں۔

فرض کفایہ جہاد میں تو مسلمانوں کے مسلح لشکر کافروں کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں مگر آج تو ہمارے ملکوں میں ہماری نسلوں کو مرتد کیا جا رہا ہے فرض کفایہ جہاد میں تو مسلمان کافروں سے جا کر کہتے ہیں کہ اگر اسلام قبول نہیں کرتے ہو تو پھر ہمارے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرو اور ہمیں جزیہ دے کر امن سے رہو۔ مگر آج تو ہم خود کافروں کو جزیہ دیتے ہیں اور اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی شکل میں ان کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور پھر بھی ہمیں امن کی بھیک نہیں ملتی۔ معلوم ہوا کہ فرض کفایہ بھی ادا نہیں ہو رہا جس کی وجہ سے آج پوری امت ذلت و پستی کا شکار ہے اور کافر قومیں اسے نوچ نوچ کر کھا رہی ہیں۔

اے مسلمانو! اب اس بحث کا وقت نہیں رہا کہ جہاد فرض عین ہے یا فرض کفایہ بلکہ اب تو جہاد ہر فرض سے بڑا فرض ہے اور ایسا فرض ہے جس پر ہماری زندگی، ہمارا ایمان اور ہماری نسلوں کا ایمان موقوف ہے۔ تم اسے فرض عین سمجھو یا فرض کفایہ تمہارے دشمنوں نے تمہیں مٹانا اپنے اوپر فرض کر رکھا ہے وہ اپنی فوجیں لے کر میدان میں اتر آئے ہیں۔

اے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے سپاہیو! آج اسلام کی عزت کا مسئلہ ہے تمہاری غیرت کس طرح سے یہ بات گوارا کرتی ہے کہ جن علاقوں کو تمہارے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاک خون اور پسینے بہا کر آزاد کرایا تھا اب وہ پھر یہودیوں کی دسترس میں ہیں فضول لفظی بحثیں چھوڑ و زمین پر دیکھو کفر تمہیں چیلنج کر رہا ہے اور آسمان کی طرف دیکھو رب کے فرشتے تمہارے ساتھ اتر کر لڑنے کے منتظر ہیں۔

اسلام کا فلسفہ جہاد اور غلط فہمیوں کا ازالہ

اسلامی فلسفہ جہاد میں جہاد کا مقصد نہ تو مال غنیمت سمیٹنا ہے اور نہ ہی کشور کشائی ہے۔ جس طرح توسیع پسندانہ عزائم اور ہوس ملک گیری کا کوئی تعلق اسلام کے فلسفہ جہاد سے نہیں ہے اسی طرح جہاد کے نام پر دہشت گردی کا بھی جہاد سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس وقت جہاں ایک طرف غیر مسلم مفکرین اور ذرائع ابلاغ نے اسلامی تصور جہاد کو بری طرح مجروح کیا، وہاں دوسری طرف بعض دہشت گرد اور انتہا پسند گروہوں نے بھی لفظ جہاد کو اپنی دہشت گردی اور قتل و غارت گری کا عنوان بنا کر اسلام کو دنیا بھر میں بدنام

اس تعریف کی روشنی میں جہاد کا مفہوم یہ ہوگا کہ کسی بھی امرِ خیر کی جدوجہد جس میں انتہائی طاقت اور قوت صرف کی جائے اور حصولِ مقصد کے لئے ہر قسم کی تکلیف اور مشقت برداشت کی جائے، جہاد کہلاتی ہے۔

اسلام میں جہادی تصور کی وسعت

اسلام نے اصلاحِ احوال اور دفاعی جنگ کے لئے جہاد کی اصطلاح کیوں استعمال کی؟

عربی لغت کے مطابق سرزمین عرب میں جنگ کے لئے جو سینکڑوں تراکیب محاورے، علامتیں، استعارے اور اصطلاحات استعمال ہوتی تھیں اِن سب سے بلاشبہ وحشیانہ پن اور دہشت گردی کا تاثر اُبھرتا تھا۔ عسکری لڑیچر کی اصلاح کے لئے اسلام نے ان تمام الفاظ اور محاوروں کو ترک کر کے اصلاحِ احوال کی جدوجہد کی طرح دفاعی جنگ کو بھی جہاد کا عنوان دیا۔ یعنی اسلامی نکتۂ نظر سے لفظِ جہاد کا اِطلاق اَعلیٰ واَرفع مقاصد کے حصول، قیامِ امن، فتنہ فساد کے خاتمہ اور ظلم وستم، جبر وتشدد اور وحشت وبربریت کو مٹانے کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لانے پر ہوتا ہے۔

ایک مسلمان ساری زندگی جھوٹ، منافقت، دجل، فریب اور جہالت کے خاتمہ کے لئے اِبلیسی قوتوں سے مصروف جہاد رہتا ہے۔ لفظِ جہاد کے حقیقی معنی سے لوٹ مار، غیظ وغضب، قتل وغارتگری کی بو تک نہیں آتی بلکہ اس کا معنی پاکیزہ، اعلیٰ وارفع مقاصد کے حصول کی کاوشوں پر دلالت کرتا ہے۔ ایک مہذب، شائستہ اور بلند عزائم رکھنے والی صلح جو اور امن پسند قوم کی انقلابی جدوجہد اور مسلسل کاوشوں کے مفہوم کی تعبیر کے لئے لفظِ جہاد سے بہتر کوئی دوسرا لفظ نہیں ہوسکتا۔ جہاد اپنے وسیع تر معانی میں وقتی یا ہنگامی عمل نہیں بلکہ مہد سے لے کر لحد تک مردِ مومن کی پوری زندگی پر محیط ایک جامع تصور ہے۔ لہٰذا وہ لمحہ جو احترامِ آدمیت اور خدمتِ انسانیت کے اس جذبہ سے خالی ہے، اسلام کے لئے قابلِ قبول نہیں۔

ائمہ لغت اور مفسرین کی آراء کی روشنی میں جہاد کی شرعی تعریف

شرعی اِصطلاح میں جہاد کا معنی اپنی تمام تر جسمانی، ذہنی، مالی اور جانی صلاحیتوں کو اللہ کی رضا کی خاطر وقف کر دینا ہے۔ گویا بندے کا اپنی تمام ظاہری وباطنی صلاحیتوں اور قابلیتوں کو اَعلیٰ واَرفع مقاصد کے حصول کے لیے اللہ کی راہ میں صرف کرنے کو جہاد کہا جاتا ہے۔ تصور کی وضاحت کے لیے اس حوالے سے چند ائمہ کی مزید تصریحات ملاحظہ ہوں۔

امام جرجانی (740-816) کے نزدیک جہاد کی تعریف درج ذیل ہے۔

هو الدعاء إلى الدين الحق. (جرجانی، کتاب التعریفات: 112)

جہاد دینِ حق کی طرف دعوت دینے سے عبارت ہے۔

امام محمود آلوسی البغدادی (1270ھ) تفسیر روح المعانی میں لفظِ جہاد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔

إِنَّ الْجِهَادَ بَذْلُ الْجُهْدِ فِي دَفْعِ مَا لَا يُرْضَى. (آلوسی، روح المعانی، 10:137)

کسی ناپسندیدہ (ضرر رساں) شے کو دور کرنے کے لئے کوشش کرنے کا نام جہاد ہے۔

جہاد کا ترجمہ جنگ وجدال یا holy war کرنا درست نہیں۔

لفظ جہاد کا ترجمہ جنگ وجدال اور لڑائی وغیرہ کرنا درست نہیں ہے کیونکہ جنگ کے لئے قرآن وحدیث میں لفظ جہاد نہیں بلکہ لفظ حرب اور قتال استعمال ہوتا ہے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں لفظِ جہاد کے معنی ومفہوم اور اس کے اِطلاقات کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ لفظِ جہاد کا ترجمہ محض جنگ وجدال اور war یا holy war کرنا درست نہیں ہے۔ لفظِ جہاد کا اطلاق مسیحی اور بعض مسلمان محققین نے کفار کے ساتھ خصومت، لڑائی یا جنگ وجدل کے لئے کیا ہے۔ حالانکہ لڑائی، قتال، خصومت یا جنگ کے یہ معنی نہ تو قدیم عربی زبان میں پائے جاتے ہیں، نہ علمائے ادب کے نزدیک درست ہیں اور نہ ہی قرآن میں کبھی اس مفہوم پر اس کا اطلاق ہوا ہے۔ کیونکہ عربی لغت میں جنگ وجدل کے لئے حرب وقتال کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ جنگ وجدال کے لئے لفظِ حرب قرآن مجید میں درج ذیل مقامات پر بیان ہوا:

(البقرہ، 279:2، المائدہ، 64:5، الانفال، 57:8، محمد، 4:47)

اسی طرح لفظِ قتال درج ذیل مقامات پر جنگ وجدال کے لئے استعمال ہوا ہے

(التوبۃ، 5:9، البقرۃ، 217:2، النساء، 77:4)

مغرب میں لفظ جہاد کا غلط انطباق

لفظ جہاد کو جنگ اور قتال کے معنی میں عام کرنے میں انگریزی لغات کا کردار۔

جہاد کے اس غلط مفہوم کو عام کرنے میں انگریزی لغات کا بہت عمل دخل ہے۔ لفظِ جہاد کے لغوی معنی میں، اس کے اصطلاحی مفہوم میں اور قرآن وحدیث میں کہیں بھی اس کے اندر war یا holy war کا معنی نہیں پایا جاتا۔ تاریخی حقائق البتہ اس امر پر شاہد ہیں کہ خود یورپ کے بادشاہوں نے عوام کے مذہبی جذبات کو اشتعال دینے اور چرچ کو جنگ میں شریک کرنے کے لیے holy war کی اصطلاح استعمال کرنا شروع کی اور بعد کے لٹریچر میں یہی معنی بغیر کسی تحقیق وتفتیش کے جہاد کے ترجمہ کے طور پر مروج ہوگیا۔ اس اصطلاح کو اختراع کرنے کا مقصد مذہبی طبقات کے جذبات کو مہمیز دے کر انہیں جنگ میں شریک کرنا تھا۔

دہشت گرد اسلامی اصطلاحات کو ان کے سیاق وسباق سے کاٹ کر غلط معانی میں استعمال کرتے ہیں۔

انتہاپسندوں اور دہشت گردوں نے قرآن وحدیث کے بعض الفاظ اور اصطلاحات کو بدل رکھا ہے۔ وہ قرآن کریم کی چند آیات اور بعض احادیث مبارکہ کو ان کے شانِ نزول اور سیاق وسباق سے کاٹ کر انتہاپسندانہ اور دہشت گردانہ تشریح وتعبیر اور غلط انطباق کرتے ہیں۔ یہ لوگ جہالت اور خود غرضی کے پیش نظر جہاد، شہادت، خلافت، دار الحرب اور دار الاسلام جیسی اصطلاحات کو بے محل استعمال کر کے عام مسلمانوں اور خصوصاً نوجوانوں کو گمراہ کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ قرآن وحدیث میں ہے۔ حالانکہ یہ اسلام پر بہت بڑا الزام ہے۔ اُن کے اِس خطرناک نظریے کا قرآن، حدیث اور اسلام کی بنیادی تعلیمات اور مستند ومعتبر تشریحات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

بعض مذہبی سیاسی جماعتوں کا یہ مزاج بن چکا ہے کہ وہ اپنے خاص مقاصد کے حصول کے لیے اسلام، دین، جہاد، شہادت اور

نفاذ شریعت جیسی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں۔ ان مذہبی سیاسی جماعتوں کے پاس عوام کو متاثر کرنے کے لیے کوئی باقاعدہ پروگرام نہیں ہوتا لہٰذا وہ قرآن، حدیث، اسلام اور شریعت جیسی اصطلاحات استعمال کر کے عوام کے جذبات سے کھیلتے ہیں اور اپنے خود ساختہ مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مکی آیاتِ جہاد سے مفہومِ جہاد کی وضاحت

اگر لفظ جہاد کا معنی جنگ اور قتال ہی ہوتا تو پھر مکہ میں نازل ہونے والی آیات جہاد کے نزول کے بعد صحابہ نے مشرکین کے خلاف مسلح جدوجہد کیوں نہیں کی؟

جہاد کے اس جامع اور وسیع مفہوم کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ قرآن حکیم میں جہاد کا حکم سب سے پہلے شہر مکہ میں اس وقت نازل ہوا جب کہ ابھی جہاد بالسیف کی اجازت بھی نہیں ملی تھی۔ صحابہ پر جبر وتشدد کے پہاڑ ڈھائے جاتے مگر انہیں اپنے دفاع اور اپنی جان بچانے کے لیے بھی ہتھیار اٹھانے کی اجازت نہیں تھی۔ انہیں اس وقت تک صبر کرنے کی تلقین کی گئی جب تک اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے نجات کی سبیل پیدا نہ فرما دی۔ اس ممانعت کے باوجود جہاد کے متعلق پانچ آیات مکہ میں نازل ہوئیں۔

وہ لوگ جنہیں اس بارے میں فکری واضحیت نہیں اور وہ ذہنی الجھن کا شکار ہیں، مسلمان ہوں یا غیر مسلم، مغربی دنیا کے رہنے والے ہوں یا مشرقی ممالک کے، ان سب کو سمجھ لینا چاہیے کہ اگر جہاد کا معنی قتال اور مسلح تصادم ہی ہوتا تو مکہ میں نازل ہونے والی درج ذیل آیات کی کیا توجیہ ہوگی جن میں وَ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا فرما کر صراحتاً جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ آیات ہجرت سے پہلے مکی دور میں نازل ہوئیں جب اپنے دفاع میں ہتھیار اٹھانے کی سختی سے ممانعت تھی اور کسی لڑائی یا مزاحمت کی اجازت نہ تھی اور نہ اس دور میں مسلمانوں نے عملاً کوئی جنگ لڑی۔ اگر جہاد کا معنی لڑنا ہی ہوتا تو صحابہ کرام یقیناً ہتھیار اٹھاتے اور اپنی حفاظت اور دفاع میں کفار و مشرکین مکہ کے خلاف مسلح جنگ لڑتے۔ لیکن ان میں سے کسی کو اس کی اجازت نہ تھی جبکہ جہاد کے لئے پانچ آیات بھی نازل ہو چکی تھیں۔

اس کا درست جواب یہ ہے کہ قرآن کی رو سے جہاد کے لیے مسلح تصادم اور کشمکش کا ہونا ضروری نہیں ہے کیوں کہ اگر ہر حکم جہاد کے لیے مسلح تصادم ناگزیر ہوتا تو مکہ میں لفظ جہاد پر مشتمل پانچ آیات کے نزول کے بعد دفاعی مسلح جنگ کی اجازت مل چکی ہوتی حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لفظ جہاد کے مسلح لڑائی کے علاوہ کئی اور معانی و مفاہیم بھی ہیں جو کہ مکہ میں نازل ہونے والی درج ذیل آیات سے واضح ہوتے ہیں۔

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا۔ (الفرقان، 25:52)

پس (اے مردِ مومن) تو کافروں کا کہنا نہ مان اور تو اس (قرآن کی دعوت اور دلائل) کے ذریعے ان کے ساتھ بڑا جہاد کر اس آیت میں بڑے جہاد سے مراد علم وشعور کے پھیلاؤ میں جدوجہد ہے۔

وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (العنکبوت، 29:6)

جو شخص (راہِ حق میں) جدوجہد کرتا ہے وہ اپنے ہی (نفع کے) لیے تگ و دو کرتا ہے، بے شک اللہ تمام جہانوں (کی

طاعتوں، کوششوں اور مجاہدوں) سے بے نیاز ہے۔

یہاں پر جہاد سے مراد روحانی ترقی ہے۔

وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا. (العنکبوت، 29:8)

اور اگر وہ تجھ پر (یہ) کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس کا تجھے کچھ بھی علم نہیں تو ان کی اطاعت مت کر۔

سورہ عنکبوت کی اس آیت میں جہاد سے مراد کسی بھی قسم کی دانشورانہ اور مدبرانہ جدوجہد ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ. (العنکبوت، 29:69)

اور جو لوگ ہمارے حق میں جہاد (اور مجاہدہ) کرتے ہیں تو ہم یقیناً انہیں اپنی (طرف سَیر اور وصول کی) راہیں دکھا دیتے ہیں، اور بے شک اللہ صاحبانِ احسان کو اپنی معیّت سے نوازتا ہے۔

مکہ میں نازل ہونے والی اس آیت مبارکہ سے مراد اخلاقی و روحانی اقدار کے احیاء اور تحفظ کے لیے جدوجہد ہے۔

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا.

اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کی کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس (کی حقیقت) کا تجھے کچھ علم نہیں ہے تو ان کی اطاعت نہ کرنا۔ (لقمان، 31: 15)

مذکورہ پانچوں آیات ہجرت سے قبل مکہ میں نازل ہوئیں مگر حکمِ جہاد کے باوجود صحابہ کو اپنے دفاع میں بھی اسلحہ اٹھانے کی اجازت نہیں تھی۔ اگر جہاد کا معنی مسلح جنگ یا آہنی اسلحہ کے ساتھ قتال ہی ہوتا تو مذکورہ آیات کے نزول کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جہاد بالسیف کا حکم فرما دیتے اور صحابہ کرام جہاد بالسیف کرتے، حالانکہ اِس اَمر پر سب کا اتفاق ہے کہ جہاد بالقتال کی اجازت ہجرت کے بعد مدینہ میں جا کر ملی۔ کیوں؟ اس کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ جہاد کا ہرگز معنی صرف قتال، جنگ یا لڑائی نہیں ہے۔ ہم پیچھے ذکر کر چکے ہیں کہ یہ تو انتہا پسندوں اور دہشت گردوں نے اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے قرآن وحدیث کے بعض الفاظ اور اصطلاحات کے معانی کو بدل رکھا ہے اور وہ قتل وغارت گری، دہشت گردی اور عسکریت پسندی کو جہاد کا نام دیتے ہیں۔

مکی دور میں جن پانچ آیات میں جہاد کی تلقین کی گئی ہے، اگر آپ ان کے شانِ نزول، تاریخی پس منظر اور سیاق وسباق پر غور کریں تو آپ کو پتا چلے گا کہ جہاد کا معنی محض یہ نہیں ہے کہ تلوار پکڑ کر لڑائی اور جنگ شروع کر دی جائے بلکہ جہاد کے کئی دیگر تقاضے بھی ہیں۔ ان تمام آیات میں جہاد کا معنی علم کی ترویج، روحانی ارتقاء، فکری جدوجہد اور اِنفاق وخیرات ہے۔ ہاں البتہ جب جارحیت کی جنگ آپ پر مسلط کر دی جائے تب آپ کو اجازت ہے کہ آپ اپنی حفاظت اور دفاع کی جنگ لڑیں۔ دفاعی جنگ وہ لڑائی ہے جس کی UN اور بین الاقوامی قانون بھی اجازت دیتا ہے اور اس کا حق دنیا کی ہر قوم اور ہر ملک کو حاصل ہے۔

عصرِ حاضر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی حکمتِ عملی سے راہنمائی

اسلام کا مقصود تکریم انسانی اور امن و آشتی کی بحالی ہے، مسلح تصادم نہیں۔ اسلام حتی الوسع صلح جوئی سے کام لیتا ہے۔ کن حالات اور احوال وظروف میں مسلح اقدام کرنا ہے اور کن میں نہیں؟

مکہ میں صحابہ کو تمام تر جبر و تشدد، وحشت و بربریت اور ظلم و زیادتی کے باوجود بھی اپنے دفاع میں ہتھیار اٹھانے کی اجازت نہیں تھی۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ مسلمانان مکہ اس پوزیشن میں نہیں تھے کہ مسلح تصادم کے ذریعے اپنا دفاع کر سکتے۔ بلکہ اگر وہ مسلح تصادم کا راستہ اختیار کرتے تو چند لوگوں کو کفار مکہ کے لیے شہادت سے ہمکنار کرنا کیا مشکل تھا مگر اسلام کی وہ عالمگیر دعوت جسے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوتے تھے اور جسے پوری دنیا میں پھیلنا تھا اس کے امکانات خاصی حد تک معدوم ہو جاتے۔ اس لیے کمزور مسلمانوں کو تاکید کے ساتھ طاقتور دشمن کے خلاف ہتھیار اٹھانے سے روک دیا گیا۔

فوجی قوت کے استعمال اور عدمِ استعمال کا شرعی پیمانہ

بعض اوقات ہم سوچتے ہیں کہ فوجی قوت و طاقت اور عسکری حوالے سے ہم کس مقام پر ہیں یعنی ہم اپنا دفاع کرنے میں کی دور کے زیادہ قریب ہیں یا مدنی دور کے۔ اس حوالے سے یاد رکھیں کہ شرعی قوانین کا اطلاق ہماری موجودہ حالت کی مماثلت کے اعتبار سے ہوگا کہ وہ عہد نبوی کے کی دور کے زیادہ قریب ہے یا کہ مدنی دور کے۔ پس اگر ہماری عسکری قوت مکی دور کی طرح کی ہے تو ہمیں کبھی بھی مدنی دور کی طرح کا اقدام نہیں کرنا چاہیے۔ کیوں کہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ قتال کی مشروط اجازت مدینہ میں جا کر ملی ہے نہ کہ مکہ میں۔ دوسری بات یہ ہے کہ مکہ میں جہاد کی اجازت تو تھی مگر قتال کی نہیں، یہی وجہ ہے کہ مکہ میں جہاد کی آیات تو نازل ہوئیں مگر قتال کی نہیں۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی دور کی عسکری حکمت عملی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کوئی اسلامی ریاست اپنے کسی دشمن کا بھرپور عسکری مقابلہ کرنے کی پوزیشن میں نہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ لڑائی چھیڑ کر اپنا نقصان نہ کرے۔ وہ مکی دور کی حکمت و مصالح سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دشمن کے مقابلہ میں اپنے آپ کو سیاسی، اقتصادی، فوجی اور اسلحہ الغرض ہر حوالے سے مضبوط کرے۔ مکہ میں اگرچہ پانچ آیات جہاد نازل ہو چکی تھیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کا اطلاق حرب و قتال اور جہاد بالسیف کی بجائے جہد مسلسل، ریاضت و مجاہدہ اور تعلیم و تعلم پر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی افرادی قوتوں اور صلاحیتوں کو مسلح تصادم میں جھونکنے کی بجائے انہیں اور مضبوط کیا اور ایک عظیم مقصد کے لیے محفوظ کیا۔ اس نبوی حکمت عملی کا فائدہ یہ ہوا کہ ریاست مدینہ کے قیام کے بعد جب مسلمانوں کا ریاست مکہ کے ساتھ پہلا ٹکراؤ ہوا تو مکہ میں محفوظ کی گئی افرادی اور جذباتی صلاحیتوں کو مسلمانوں نے بھرپور استعمال کیا اور شاندار فتح حاصل کی۔

تصادم سے بچنے اور امن کی تلاش کے لیے ہجرت

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد بعثت رشد و ہدایت تھا، گردن زنی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب مشرکین مکہ نے ظلم و ستم کی انتہا کر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مسلح اقدام کی بجائے اعراض کا راستہ اختیار کیا اور ٹکراؤ کی بجائے امن کی تلاش میں پہلے حبشہ اور پھر مدینہ ہجرت فرما گئے۔

اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکی دور کے سماجی و معاشرتی رویوں پر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم و جارحیت کے مقابلے میں عفو و درگزر کی پالیسی اختیار کی۔ جب مسلمانانِ مکہ پر وحشت و بربریت اور ظلم و ستم کی انتہا ہو گئی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اقدام کی بجائے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دے دیا۔

عہد نبوی کے قبائلی اور جنگی کلچر میں جب ہر قبیلہ ہمہ وقت جنگ کرنے کے لیے تیار رہتا تھا، ہجرت مدینہ کے بعد تادمِ وصال حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو مجموعی طور پر تقریباً 60 تا 80 چھوٹی بڑی جنگوں کا سامنا کرنا پڑا، مگر دلچسپ بات یہ ہے کہ ان تمام جنگوں میں ایک جنگ بھی جارحیت، حملہ آوری اور آگے بڑھ کر دشمن پر حملہ کرنے کی صورت میں نہیں ہوئی۔ یہ تمام کی تمام جنگیں مدافعانہ تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری سالوں میں ایک یا دو جنگیں لڑیں، ایک اُس وقت جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بادثوق ذرائع سے پختہ یقین ہو گیا کہ خیبر کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہونے والے ہیں اور دوسری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری سال جب آپ کو اطلاع دی گئی کہ شامی افواج مدینہ کی سرحد پر جمع ہو رہی ہیں، ان دو مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش بندی کے طور پر مدافعانہ حکمت عملی اختیار کی۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری حیات طیبہ میں ہمیشہ دفاعی حکمت عملی اپنائی اور کبھی کسی پر پہلے حملہ نہیں کیا۔

جس طرح پہلے ذکر کیا گیا کہ جہاد جیسے اہم ایشو کا تعلق احوال و ظروف، معروضی حالات اور سیاسی و معاشرتی تغیر و تبدلات کے ساتھ بہت گہرا ہے۔ اسے کوئی دانا و بینا اور مدبر و حکیم شخص ہی سمجھ سکتا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْهِجْرَةِ وَسُكْنَى الْبَدْوِ

باب: ہجرت کرنے اور ویرانے میں رہائش اختیار کرنے کے بارے میں، جو کچھ منقول ہے

2477 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ أَعْرَابِيًّا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْهِجْرَةِ، فَقَالَ: وَيْحَكَ إِنَّ شَأْنَ الْهِجْرَةِ شَدِيدٌ، فَهَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَهَلْ تُؤَدِّي صَدَقَتَهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَاعْمَلْ مِنْ وَرَاءِ الْبِحَارِ، فَإِنَّ اللهَ لَنْ يَتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا

❁❁ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دیہاتی نے نبی اکرم ﷺ سے ہجرت کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا ستیاناس ہو، ہجرت کا معاملہ بہت سخت ہے، کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں! نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتے ہو؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم ﷺ نے

2477- اسناده صحيح. وقد صرح الوليد بن مسلم بسماعه في كل طبقات الاسناد عند مسلم وغيره. واخرجه البخاري (1452)، ومسلم (1865)، والنسائي في "الكبرى" (7739)، و (8646) من طريق الوليد بن مسلم، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (11105)، و"صحيح ابن حبان" (3249).

ارشاد فرمایا: پھر تم سمندروں کے پار بھی جو عمل کرو گے، تو اللہ تعالیٰ تمہارے عمل میں سے کسی بھی چیز کو (اجر و ثواب کے بغیر) ترک نہیں کرے گا۔

2478 - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ، وَعُثْمَانُ ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ قَالَا: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، عَنِ الْبَدَاوَةِ فَقَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْدُو إِلَى هٰذِهِ التِّلَاعِ، وَإِنَّهُ أَرَادَ الْبَدَاوَةَ مَرَّةً فَأَرْسَلَ إِلَيَّ نَاقَةً مُحَرَّمَةً مِنْ إِبِلِ الصَّدَقَةِ، فَقَالَ لِي: يَا عَائِشَةُ، ارْفُقِي فَإِنَّ الرِّفْقَ لَمْ يَكُنْ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا نُزِعَ مِنْ شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا شَانَهُ

مقدام بن شریح اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ویرانے میں رہائش اختیار کرنے کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے ارشاد فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان ٹیلوں تک تشریف لے جاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ویرانے میں رہائش اختیار کرنے کا ارادہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف ایک اونٹنی بھیجی، جو صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک تھی، اس پر سواری نہیں کی گئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے عائشہ! نرمی سے کام لینا، کیونکہ نرمی جس بھی چیز میں ہوگی، اسے آراستہ کر دے گی اور جس چیز سے الگ ہوگی، اسے عیب دار کر دے گی۔

بَابٌ فِي الْهِجْرَةِ هَلِ انْقَطَعَتْ؟

باب: کیا ہجرت منقطع ہو چکی ہے؟

2479 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيسَى، عَنْ حَرِيزِ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عَوْفٍ، عَنْ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا تَنْقَطِعُ الْهِجْرَةُ حَتَّى تَنْقَطِعَ التَّوْبَةُ، وَلَا تَنْقَطِعُ التَّوْبَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
''ہجرت اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی، جب تک توبہ منقطع نہیں ہوتی اور توبہ اس وقت تک منقطع نہیں ہوگی، جب تک سورج مغرب سے طلوع نہیں ہوتا''

2480 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَتْحِ مَكَّةَ: لَا هِجْرَةَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ، وَإِذَا

2478- حديث صحيح، وهذا اسناد حسن في المتابعات، شريك -وهو ابن عبد الله النخعي- وان كان سيء الحفظ، قد توبع. واخرجه بنحوه مسلم (2594) من طريق شعبة بن الحجاج عن المقدام بن شريح، به، لكن ليس فيه ذكر البداوة. وهو في "مسند احمد" (24307) و(24808)، و"صحيح ابن حبان" (550)

2479- حديث حسن، وهذا اسناد ضعيف لجهالة ابي هند -وهو البجلي- ولكنه متابع. عيسى: هو ابن يونس بن ابي اسحاق السبيعي. واخرجه النسائي في "الكبرى" (8658) من طريق حريز بن عثمان، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (16906).

اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوا

⊛⊛ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے دن نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اب ہجرت باقی نہیں رہی، البتہ جہاد اور نیت ہیں، جب تم سے (جہاد کے لیے) نکلنے کے لیے کہا جائے، تو تم نکل پڑو''

2481 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ حَدَّثَنَا عَامِرٌ قَالَ: أَتَى رَجُلٌ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو، وَعِنْدَهُ الْقَوْمُ حَتَّى جَلَسَ عِنْدَهُ فَقَالَ: أَخْبِرْنِي بِشَيْءٍ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللهُ عَنْهُ

⊛⊛ عامر بیان کرتے ہیں: ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، ان کے پاس پہلے سے کچھ لوگ موجود تھے وہ بھی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گیا اور بولا! آپ مجھے کسی ایسی چیز کے بارے میں بتایئے جو آپ نے نبی اکرم ﷺ کی زبانی سنی ہو، تو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''مسلمان وہ ہے، جس کے ہاتھ اور زبان سے، دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، اور مہاجر وہ ہے، جو ان چیزوں کو ترک کر دے، جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے''

حکم ہجرت کے منسوخ ہو جانے کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا اب فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت باقی ہے لہٰذا جب تم کو جہاد کے لئے بلایا جائے تو تم سب فوراً چلے جاؤ۔ کیونکہ نفیر عام کے موقع پر جہاد میں جانا فرض ہے اور اس فرض کی ادائیگی ہر ایک پر ضروری ہے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 937)

ہجرت نہیں ہے: کا مطلب یہ ہے کہ فتح مکہ سے پہلے تو مکہ سے بلکہ ہر دار الکفر سے مدینہ کو ہجرت کرنی فرض عین تھی کیونکہ مدینہ میں دین کے نام لیواؤں کی تعداد بہت کم تھی اور وہ ہر اعتبار سے بہت کمزور وضعیف تھے لہٰذا ہجرت کو فرض قرار دیا گیا تا کہ ہر طرف سے مسلمان مدینہ پہنچ کر وہاں کے مسلمانوں کی مدد واعانت کریں اور اس طرح مشرکوں اور اللہ کے باغیوں کی طاقت زائل و مفلوج ہو پھر جب اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ کے ذریعہ مسلمانوں کو عام غلبہ عطا فرمایا اور ان کی شوکت بڑھائی تو وہ علت یعنی مدینہ کے مسلمانوں کا کمزور اور قلیل المقدار ہونا" زائل ہو گی اور اس وقت سے ہجرت کی فرضیت ختم ہو گی لیکن کچھ صورتوں میں ہجرت کا استحباب باقی ہے جیسے جہاد کے لئے اپنے وطن سے نکلنا حصول علم کی خاطر کسی دوسری جگہ چلے جانا اور دار الکفر ودار الفتنہ سے یا کسی ملک وشہر سے نکل بھاگنا جہاں بھلائیاں متروک ہو چکی ہوں اور برائیاں مروج ہو گئی ہوں۔

2480-اسناده صحيح. جرير: هو ابن عبد الحميد الضبي، ومنصور: هو ابن المعتمر، ومجاهد: هو ابن جبر المكي، وطاووس: هو ابن كيسان اليماني. واخرجه البخاري (1834)، ومسلم (1353)، وبإثر الحديث (1863)، والترمذي (1590)، والنسائي (4170) من طريق منصور بن المعتمر، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (1991)، وابن حبان (3720). واخرج ابن ماجه (2773) من طريق ابي صالح السمان

لیکن جہاد اور نیت باقی ہے کا مطلب یہ ہے کہ دین کے دشمنوں اور اللہ کے باغیوں کا دعویٰ سرنگوں کرنے کے لئے جہاد کی نیت رکھنے اور اخلاص عمل پیدا کرنے کا حکم باقی ہے حاصل یہ کہ ہجرت یعنی اپنا وطن چھوڑ کر مدینہ چلے جانا مسلمان پر فرض تھا پھر یہ حکم ختم ہو گیا لیکن جہاد کے سبب سے یا نیت صالحہ کی بنا پر کفار کے یا اور جاہل کفار کے یا اور جاہل و بدعت اور فتنوں کے گڑھ سے نکل بھاگنے یا طلب علم کے لئے اپنا وطن چھوڑ دینا باقی رہا اور اس کا حکم منسوخ نہیں ہوا۔

بَابٌ فِي سُكْنَى الشَّامِ

باب: شام میں رہائش اختیار کرنا

2482 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: سَتَكُونُ هِجْرَةٌ بَعْدَ هِجْرَةٍ فَخِيَارُ أَهْلِ الْأَرْضِ أَلْزَمُهُمْ مُهَاجَرَ إِبْرَاهِيمَ، وَيَبْقَى فِي الْأَرْضِ شِرَارُ أَهْلِهَا تَلْفِظُهُمْ أَرَضُوهُمْ، تَقْذَرُهُمْ نَفْسُ اللَّهِ وَتَحْشُرُهُمُ النَّارُ مَعَ الْقِرَدَةِ وَالْخَنَازِيرِ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ''عنقریب ہجرت کے بعد ہجرت ہوگی، اس وقت روئے زمین کے سب سے بہتر وہ لوگ ہوں گے، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کی جگہ میں رہائش اختیار کریں گے اور پوری زمین میں صرف برے لوگ رہ جائیں گے، ان کے علاقے انہیں باہر نکال دیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ مرضی نہیں ہوگی کہ وہ نکلیں، تو آگ ان کا حشر بندروں اور خنزیروں کے ساتھ کرے گی''۔

شرح

ہجرت کے بعد ہجرت ہوگی'' یعنی ایک ہجرت تو یہ ہے کہ لوگ اپنے وطن کو چھوڑ کر مدینہ آ گئے ہیں اور پھر آخر زمانہ میں ایک ہجرت اس وقت ہوگی جب لوگ اپنے اپنے دین کی حفاظت اور اللہ کی رحمت حاصل کرنے کے لئے ملک شام کو ہجرت کریں گے اور بعض حضرات نے یہ مطلب لکھا ہے کہ مدینہ کی یہ ہجرت کوئی آخری ہجرت نہیں ہے، ہجرتیں بار بار ہوں گی اور بہت ہوں گی، حدیث کے الفاظ وسباق کی روشنی میں یہ مطلب زیادہ موزوں اور نہایت صحیح معلوم ہوتا ہے گویا اس زمانہ کی طرف اشارہ مقصود ہے جب قیامت بالکل قریب ہوگی، ہر سو فتنوں اور شرور کا دور دورہ ہوگا، شہروں اور آبادیوں میں اہل کفر وفسق کا غلبہ ہو جائے گا، اسلامی ممالک میں بھی دین کے حامی نیکی کے حامل اور خدائی احکام وہدایات پر قائم رہنے والے بہت کم رہ جائیں گے، یہاں تک کہ شام کے شہر وقریہ ایک محفوظ و مامون قلعہ کی مانند باقی بچیں گے جن کی حفاظت پر اسلام کے لشکر مامون ہوں گے۔

جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ حق کو غالب کرے گا اور حق کو مدد پہنچائے گا اور آخر کار اسی لشکر کے لوگ دجال کا مقابلہ کر کے اس کو نیست ونابود کر دیں گے پس اس زمانہ میں جو شخص اپنے دین وایمان کو محفوظ رکھنا چاہے گا وہ ملک شام کو ہجرت کر کے اس کے کسی شہر یا قریہ میں جا بسے گا۔

پس بہترین شخص وہ ہوگا۔ یہ گویا ماسبق جملہ میں جو اجمال تھا اس کی تفصیل ہے، مطلب یہ کہ دین وایمان کی حفاظت کے لئے ملک شام کو ہجرت کا سلسلہ شروع ہوگا تو جن علاقوں اور شہروں میں اہل کفر وفسق کا غلبہ وتسلط ہو چکا ہوگا، وہاں کے اللہ ترس دین پسند اور اپنے ایمان کو ہر حالت میں محفوظ رکھنے والے بہترین لوگ اپنا اپنا وطن چھوڑ کر ہجرت کر جائیں گے، ہاں جن لوگوں کے ایمان میں ضعف ہوگا اور جو دین کے اعتبار سے ناکارہ وکمزور ہوں گے وہ اپنے گھر بار اپنی جائداد و دولت وغیرہ کی محبت وطمع میں اور اسلام دشمن طاقتوں کے خلاف لڑائی سے اپنی جان بچانے کے لئے اپنے وطن ہی میں پڑے رہیں گے اور ہجرت کر کے چلے جانے والوں کے وارث وجانشین بن جائیں گے پس وہ اپنی طبیعتوں اور نفسوں کی خست اور اپنے دین کی کمزوری کے سبب نہ صرف پاکیزہ نفسوں کے نزدیک ایک گھناؤنی وذلیل چیز کی مانند ہوں گے، بلکہ ان کی زمینیں ان کا ملک اور ان کا وطن تک ان سے بیزار ہو جائے گا کہ انہیں کسی جگہ سکون وقرار نہیں ملے گا ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر مارے مارے پھریں گے۔

ان کی سب سے بڑی بدبختی یہ ہوگی کہ خود حق تعالیٰ تو ان کو نہایت ناپسند رکھے گا ان کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا اپنے محل کرامت سے ان کا تعلق منقطع کر دے گا اور ان کے ساتھ وہی سلوک کرے گا جو کوئی شخص کسی ایسی چیز کے ساتھ کرتا ہے جس سے وہ گھن کھاتا ہے اور جس سے اس کی طبیعت نفرت کرتی ہو اور یہ اسی کا نتیجہ ہوگا کہ ان لوگوں کو ہجرت کی توفیق نصیب نہیں ہوگی اور اللہ ان کو انہی کے ملکوں اور شہروں میں دشمنان دین (کفار) کے ساتھ پڑا رہنے دے گا گویا حق تعالیٰ کی طرف سے ان کے ساتھ ایسا ہی معاملہ ہوگا جو قرآن کریم کی اس آیت میں فرمایا گیا ہے۔ **ولكن كره الله انبعاثهم فثبطهم وقيل اقعدوا مع القعدين**: لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے جانے کو پسند نہیں کیا اس لئے ان کو توفیق نہیں دی اور (بحکم تکوینی) یوں کہہ دیا گیا کہ اپاہج لوگوں کے ساتھ تم بھی یہاں ہی دھرے رہو۔" "اللہ تعالیٰ کی ذات ان کو پلید سمجھے گی اور آگ۔۔۔۔" ان کے معنی ملا علی قاری نے تو یہ لکھے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ان کو سخت ناپسند رکھے گی اور آگ کو ان پر مسلط کر دے گی جو دن رات ان کے ساتھ رہے گی اور ان کو کافروں کے ساتھ کہ اپنے بڑھاپے کے اعتبار سے سوروں اور بندروں کی مانند ہوں گے جمع کرے گی اور ہانک کر چلے گی۔

اور حضرت شیخ نے یہ لکھا ہے: ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ سخت ناپسند رکھے گا اور فتنے کی آگ کہ جو ان کے اعمال بد کا نتیجہ ہوگی یا آگ کہ جو اس وقت بندروں اور سوروں کے ساتھ پیدا ہوگی ان سب کو ناپسند کرے گی اور ہانک کر لے چلے گی، نیز "سوروں اور بندروں" سے یا تو ان کی حقیقت اور صورت مراد ہے یا ان کی سیرت وخصلت اور ان کے عادات واطوار کا اختیار کرنا مراد ہے اور زیادہ بدخو بدکردار اور کفار مراد ہیں جو بندر اور سور کی مانند ہیں۔" اور ان کے ساتھ قیلولہ کرے گی۔" "قیلولہ" دوپہر کے سونے کو کہتے ہیں، حاصل یہ ہے کہ وہ آگ شب وروز ان کے ساتھ رہے گی اور کسی بھی وقت ان سے جدا نہیں ہوگی خواہ وہ کسی حالت میں ہوں۔

2483 - حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحَضْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنِي بَحِيرٌ، عَنْ خَالِدٍ يَعْنِي ابْنَ مَعْدَانَ، عَنِ ابْنِ أَبِي قُتَيْلَةَ، عَنِ ابْنِ حَوَالَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَيَصِيرُ الْأَمْرُ إِلَى أَنْ تَكُونُوا جُنُودًا مُجَنَّدَةً جُنْدٌ بِالشَّامِ، وَجُنْدٌ بِالْيَمَنِ، وَجُنْدٌ بِالْعِرَاقِ، قَالَ ابْنُ حَوَالَةَ: خِرْ لِي يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ أَدْرَكْتُ ذَلِكَ. فَقَالَ: عَلَيْكَ بِالشَّامِ، فَإِنَّهَا خِيرَةُ اللهِ مِنْ أَرْضِهِ، يَجْتَبِي إِلَيْهَا خِيرَتَهُ مِنْ عِبَادِهِ، فَأَمَّا إِنْ أَبَيْتُمْ، فَعَلَيْكُمْ

بِيَمَنِكُمْ، وَاسْقُوا مِنْ غُدُرِكُمْ، فَإِنَّ اللهَ تَوَكَّلَ لِي بِالشَّامِ وَأَهْلِهِ

حضرت ابن حوالہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''عنقریب یہ صورت حال ہوگی کہ کئی لشکر اکٹھے ہوں گے ان میں سے ایک لشکر شام میں ہوگا، ایک لشکر یمن میں ہوگا اور ایک لشکر عراق میں ہوگا''۔

حضرت ابن حوالہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے (کسی ایک جگہ کو) منتخب کریں، اگر میں اس صورتِ حال کو پاؤں (تو میں اس جگہ پر رہائش اختیار کروں) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم پر شام کو اختیار کرنا لازم ہے، کیونکہ یہ اللہ کی زمین کا بہترین حصہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے بہترین لوگوں کو اس کے لیے منتخب کرے گا اور اگر تم اصرار کرتے ہو، تو پھر تم یمن میں رہنا اور اپنے حوض سے پانی پینا، بے شک اللہ تعالیٰ نے شام اور اہل شام کے لیے مجھے ضمانت دی ہے''۔

شرح

جنود اجندۃ (جدا جدا کئی لشکر) کے الفاظ میں اس طرف اشارہ ہے کہ مسلمانوں کے وہ تمام لشکر کلمہ اسلام کی بنیاد پر تو باہم متحد و متفق ہوں گے لیکن دینی اور ملی احکام و مسائل کی ترجمانی اور ان کے اختیار کرنے میں جدا جدا نقطہ نظر کے حامل ہوں گے۔ "عراق" سے مراد یا تو اس کا وہ عرب علاقہ ہے جس میں بصرہ اور کوفہ وغیرہ شامل ہیں یا اس کا وہ غیر عرب علاقہ مراد ہے جس میں خراسان اور ماوراالنہر کو چھوڑ کر باقی دوسرے عجمی حصے شامل تھے۔ "تو اپنے یمن کو اختیار کرنا" اس میں یمن کی اضافت ان (حضرت ابن حولہ کے واسطہ سے عرب سامعین) کی طرف اس بنا پر کی کہ اس وقت اس ارشاد رسالت کے براہ راست مخاطب عرب تھے اور یمن کا جغرافیائی اور علاقائی تعلق ملک عرب ہی سے تھا۔

واضح ہو کہ **فاما ان ابیتم** (پھر اگر تم شام کو اختیار کرنا قبول نہ کرو تو اپنے یمن کو اختیار کرنا) کے الفاظ جملہ معترضہ کے طور پر ہیں جو اس ارشاد رسالت کے ایک ہی سلسلہ کے دو حکم یعنی **علیك بالشام** (شام کو اختیار کرنا) اور **واسقوا من غدرکم** (اپنے ہی حوضوں سے پانی پلانا) کے درمیان واقع ہوا ہے، گویا اصل عبارتی تسلسل یوں تھا کہ: تم شام کو اختیار کرنا کیونکہ شام کی سرزمین اللہ کی زمینوں میں سے برگزیدہ سرزمین ہے اور دیکھنا تم (جب شام میں جاؤ تو) اپنے ہی حوضوں سے پانی پلانا، اس عبارت کے درمیان آپ نے جملہ معترضہ کے طور پر یہ بھی فرمایا کہ اگر کسی وجہ سے شام کو اختیار کرنا قبول نہ کرو تو پھر اپنے یمن ہی کو اختیار کرنا، اپنے ہی حوضوں سے پانی پلانا" غدر (اصل میں غدیر کی جمع ہے جس کے معنی حوض کے ہیں اس حکم کا مطلب یہ تھا کہ شام میں پہنچ کر اس بات کا دھیان رکھنا کہ وہاں کے ملکی و ملی امن و انتظام میں تمہاری وجہ سے کوئی خرابی پیدا نہ ہو، لڑائی جھگڑے اور فتنہ و فساد سے اجتناب کرنا، مثلاً پانی کی فراہمی کے سلسلہ میں جو ذریعہ تمہارے لئے مخصوص ہو اسی سے اپنے لئے پانی حاصل کرنا کسی دوسرے کے حصہ میں سے پانی لے کر دوسروں سے مزاحمت اور معارضہ کی صورت ہرگز پیدا نہ ہو خصوصا ان لوگوں سے جو دشمنان دین سے اسلامی مملکت کو محفوظ رکھنے کے لئے اسلامی سرحد پر مامور و متعین ہوں تا کہ تم آپس میں نزع و اختلاف اور فتنہ انگیزی کا

سبب نہ بن جاؤ۔

شام ویمن والوں کے لیے دعا کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ (ایک دن) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا فرمائی: خدایا! ہمیں ہمارے (ملک) شام میں برکت عطا فرما اور خدایا! ہمیں ہمارے (ملک) یمن میں برکت عطا فرما۔ یہ سن کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نجد کے بارے میں بھی (دعا فرمائیے تاکہ ہمیں اس علاقہ کی طرف سے بھی برکت حاصل ہو) لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہی دعا فرمائی: خدایا! ہمیں ہمارے شام میں برکت عطا فرما اور خدایا ہمیں ہمارے یمن میں برکت عطا فرما، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے (دوبارہ) عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نجد کے بارے میں بھی (یہی دعا فرمائیے) راوی کہتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ تیسری بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (پھر انہی الفاظ میں دعا کی اور نجد کے بارے میں) فرمایا وہاں زلزلے ہوں گے فتنے ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا سینگ ظاہر ہوتا ہے۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 967)

دعا میں شام کے ذکر کو یمن کے ذکر پر مقدم رکھنا شاید اس بنا پر تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد الذی بارکنا حولہ کے بموجب شام کی سرزمین جہاں فلسطین واقع ہے اپنی اصل کے اعتبار سے بابرکت ہے اور چونکہ یہی سرزمین بہت زیادہ انبیاء کرام کی آخری آرام گاہ ہے اس نسبت سے اس کا ذکر پہلے ہونا ضروری تھا، واضح ہو کہ "شام میں برکت" سے مراد یا تو وہاں کی برکتوں میں اضافہ ہے یا ایسی برکت کہ جو اہل مدینہ اور تمام مؤمنین کو بالخصوص حاصل ہو۔

اسی طرح "یمن میں برکت" سے ظاہری اور معنوی دونوں طرح کی برکتیں مراد ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس ملک کو ظاہر میں بھی خوشحال، پرامن اور فائدہ مند بنائے اور دینی و روحانی طور پر بھی وہاں کے لوگ دیندار اور صالح رہیں، چنانچہ یمن کو اللہ تعالیٰ نے نہ صرف یہ کہ مادی طور پر خوشحال اور زرخیز ملک بنایا بلکہ وہاں کی سرزمین نے بہت زیادہ اولیاء اور علماء بھی پیدا کئے۔ ایک قول کے مطابق ان دونوں ملکوں کے لئے برکت کی دعا کا ظاہری داعیہ یہ بھی ہے کہ اہل مدینہ کے لئے غلہ اور دوسری غذائی اشیاء انہی دونوں ملکوں سے آتی تھیں اور ایک شارح نے یوں لکھا ہے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن اور شام کے لئے برکت کی دعا اس بناء پر فرمائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اور ظہور رسالت کی جگہ مکہ مکرمہ ہے۔

اور مکہ مکرمہ یمن سے قرابت رکھتا ہے جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن اور مدفن مدینہ منورہ ہے اور مدینہ منورہ شام سے قرابت رکھتا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہی چیز یعنی یمن کی قربت مکہ سے اور شام کی قربت مدینہ سے ان دونوں کی فضیلت کے لئے کافی ہے اور اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں ملکوں کی اضافت اپنی طرف کر کے "ہمارا شام" اور "ہمارا یمن" فرمایا اور ان کی شان بڑھانے کے لئے ضمیر جمع استعمال فرمائی، نیز ان کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار برکت کی دعا فرمائی۔

وہاں زلزلے ہوں گے۔ میں وہاں کا مطلب نجد کی سمت ہے اور نجد کی سمت سے مراد وہی حجاز کی مشرقی سمت ہے جس کا ذکر

پیچھے حدیث میں نحو المشرق کے الفاظ میں آیا ہے "زلزلے" سے مراد ظاہری زلزلہ بھی ہے اور معنوی زلزلہ بھی، معنوی زلزلہ کا مطلب ہے وہاں کے لوگوں کے دلوں کا اتھل پتھل ہونا، بے قرار ہونا اور روحانی چین وسکون کا ختم ہو جانا "فتنوں" سے مراد وہ آفات اور مصائب ہیں جن سے دین میں ضعف وکمزوری اور نیکی ودیانت میں کمی ہو جائے۔" اور وہیں سے شیطان کا سینگ ظاہر ہوتا ہے" کا مطلب یہ تھا کہ مجد ہماری اس سمت میں واقع ہے جدھر کفر اور فتنوں کا زور ہے اور گویا مجد اس علاقہ میں ہے جہاں شیطان کی جماعت اور اس کے مددگاروں کا ظہور زیادہ ہے، لہٰذا ایسے علاقہ کے بارے میں برکت کی دعا کرنا موزوں نہیں ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ خوش بختی ہو اہل شام سے، ہم نے پوچھا کہ وہ کس وجہ سے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وجہ سے کہ رحمن کے فرشتے شام کی سرزمین اور اس کے رہنے والوں پر بازو پھیلائے ہوئے ہیں۔ تاکہ وہ سرزمین اور اس کے لوگ کفر سے محفوظ رہیں۔

(ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 969)

رحمن کے فرشتے" کی لفظی ترکیب اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ یہاں "فرشتوں" سے مراد رحمت کے فرشتے ہیں اور حضرت شیخ عبدالحق نے یہ لکھا ہے کہ یہ جملہ "فرشتے اپنے بازو پھیلائے ہوئے ہیں" اس بات سے کنایہ ہے کہ مخصوص اہل شام یعنی اس ملک میں رہنے والے ابدال پر یا تمام اہل شام پر اللہ تعالیٰ کی رحمت وراحت چھائی ہوئی ہے۔ واضح رہے کہ "فرشتوں کے بازو" سے مراد صفات وقوائے ملکیہ ہیں ان کے بازوؤں کو اس دنیا کے پرندوں کے بازوؤں پر قیاس نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ کسی پرندے کے تین چار سے زائد بازو نہیں ہوتے چہ جائیکہ چھ سو بازو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے دیکھے تھے حاصل یہ ہے کہ یہ تو ماننا اور ثابت کرنا چاہئے کہ فرشتوں کے بازو ہوتے ہیں لیکن ان بازوؤں کی ماہیت وحقیقت اور کیفیت کی بحث اور بیان میں نہ پڑنا چاہئے۔

شام میں ابدال ہونے کا بیان

حضرت شریح بن عبید تابعی رحمہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ (ایک موقعہ پر) سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے اہل شام کا ذکر کیا گیا اور ان سے کہا گیا کہ اے امیر المؤمنین! شام والوں پر لعنت کیجئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا: نہیں (میں اہل شام پر لعنت نہیں کر سکتا) حقیقت تو یہ ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے ابدال شام میں ہوتے ہیں اور وہ چالیس مرد ہیں، جب ان میں سے کوئی شخص مرجاتا ہے تو اللہ اس کی جگہ دوسرے شخص کو مقرر کر دیتا ہے ان (ابدال) کے وجود و برکت سے بارش ہوتی ہے، ان کی مدد سے دشمنان دین سے بدلہ لیا جاتا ہے اور انہیں کی برکت سے اہل شام سے (سخت) عذاب کو دفع کیا جاتا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 973)

اہل شام کا ذکر کیا گیا ہے، میں "اہل شام" سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مخالفین یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور شام والوں میں سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حامی ومددگار ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ملک شام کے حاکم (گورنر) مقرر ہوئے تھے اور آخر تک وہ شام پر حکومت کرتے رہے، انہوں نے حضرت علی

کرم اللہ وجہہ کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا تھا اور شام میں خود مختیار حکومت کے مالک ہو گئے تھے، انہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے شامی حامیوں کا ذکر برائی کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے کیا ہوگا اور کہا کہ آپ اپنے ان مخالفین اہل شام پر لعنت کیجئے۔ "ابدال" شام میں ہوتے ہیں" حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ بھلا میں اہل شام پر لعنت کیسے کر سکتا ہوں شام تو وہ سرزمین ہے جہاں ابدال ہوتے ہیں۔

اگر میں نے اہل شام پر لعنت کی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ ان اہل شام کے ضمن میں ابدال بھی آجائیں علماء اہل سنت کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا درحقیقت محاذ آرائی سے بچنے کے لئے اس وقت اہل شام پر لعنت کرنے سے گریز کرنا تھا تاہم اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ابدال کو مستثنیٰ کر کے باقی اہل شام پر لعنت کرنے کو حضرت علی رضی اللہ عنہ جائز سمجھتے تھے جیسا کہ ان کے مذکورہ الفاظ سے ابتداء مفہوم ہوتا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تو ایسا تصور بھی نہیں ہونا چاہئے کیونکہ خود انہی امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ: یہ (اہل شام) تو ہمارے بھائی ہیں جو ہم سے منحرف ہو گئے ہیں، اسی طرح ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر والے اپنے مخالفین یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر والوں میں سے ایک شخص کو پکڑ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لائے تو اس کو دیکھ کر وہاں موجود ایک شخص بولا کتنی عجیب بات ہے (کہ یہ شخص مخالفین علی کے لشکر میں شامل ہے) میں تو اس آدمی کو اچھا مسلمان سمجھتا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو فرمایا یہ تم کیا کہہ رہے ہو، اب بھی تو یہ شخص مسلمان ہی ہے، ان کے علاوہ اور بھی ایسے آثار و اخبار منقول ہیں جن سے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی نظر میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے حامی اہل شام کا مسلمان ہونا ثابت ہے۔" اور انہی کی برکت سے اہل شام سے عذاب کو دفع کیا جاتا ہے" یہاں اہل شام کی تخصیص اس بناء پر ہے کہ ان ابدال کا جسمانی وجود اہل شام کے درمیان ہوتا ہے اور اس سبب سے اہل شام ان کی قربت اور ان کے ارتباط میں سب سے زیادہ رہتے ہیں ورنہ عمومی طور پر تو ان ابدال کی برکت و نصرت تمام عالم کو ہوتی ہے۔ واضح ہو کہ ابدال کے وجود کا ذکر اس حدیث میں بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حوالہ سے مذکور ہے۔

شیخ ابن حجر رحمہ اللہ علیہ نے ان حدیثوں کو نقل کیا ہے اور پھر ایک حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے نقل کی ہے جس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خیار امۃ یعنی امت کے نیک ترین لوگ جو اس امت میں ہمیشہ موجود رہتے ہیں ان کی تعداد پانچ سو ہے اور ابدال چالیس کی تعداد میں رہتے ہیں، نہ پانچ سو کی تعداد کم ہوتی ہے اور نہ چالیس کی، جب کوئی ابدال مر جاتا ہے تو اس کی جگہ اللہ تعالیٰ ان پانچ سو خیار امت میں سے کسی ایک کو مقرر کر دیتا ہے (یہ سن کر) صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں ان کے اعمال کے بارے میں بھی بتا دیجئے (کہ آخر وہ کیا عمل کرتے ہیں جس کے سبب ان کو یہ مرتبہ و مقام ملتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اس شخص کو معاف کر دیتے ہیں جو ان پر ظلم کرتا ہے، اس شخص کے ساتھ بھی نیک سلوک کرتے ہیں جو ان کے ساتھ برا سلوک کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو جو کچھ بھی دیتا ہے اس کے ذریعہ وہ فقراء و مساکین کی خبر گیری کرتے ہیں اور اس کی تصدیق قرآن کریم کی اس آیت سے حاصل

کی جا سکتی ہے۔ الکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین۔ (اعلیٰ درجہ کے اہل ایمان لوگ تو وہ ہیں) جو غصہ کے ضبط کرنے والے اور لوگوں (کی تقصیرات) سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کو محبوب رکھتا ہے۔

اور روایت ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے نقل کیا ہے اس میں عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی طرف سے چالیس ایسے آدمی مقرر ہوتے ہیں۔

جن کے قلوب حضرت آدم علیہ السلام کے قلب پر ہیں اور اس کی طرف سے سات ایسے آدمی مقرر ہوتے ہیں۔

جن کے قلوب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ہیں اور اس کی طرف سے پانچ ایسے آدمی مقرر ہوتے ہیں جن کے قلوب حضرت جبرائیل علیہ السلام کے قلب پر ہیں اور اس کی طرف سے تین ایسے لوگ مقرر ہوتے ہیں۔

جن کے قلب میکائیل کے قلب پر ہیں اور اس کی طرف سے ایک ایسا آدمی مقرر ہوتا ہے جس کا قلب اسرافیل کے قلب پر ہے پس جب وہ آدمی مرجاتا ہے تو اس کی جگہ پر اللہ تعالیٰ ان پانچ آدمیوں سے کسی کو مقرر کر دیتا ہے اور جب ان پانچ آدمیوں میں سے کوئی مرجاتا ہے تو اس کی جگہ پر اللہ تعالیٰ ان سات آدمیوں سے کسی ایک کو مقرر کر دیتا ہے۔

اور جب ان سات آدمیوں میں سے کوئی مرجاتا ہے تو اس کی جگہ پر اللہ تعالیٰ ان چالیس آدمیوں سے کسی ایک کو مقرر کر دیتا ہے اور جب ان چالیس آدمیوں سے کوئی مرجاتا ہے تو اس جگہ پر اللہ تعالیٰ ان تین سو آدمیوں میں سے کسی ایک کو مقرر کر دیتا ہے اور جب ان تین سو آدمیوں میں سے کوئی مرجاتا ہے تو اس کی جگہ پر اللہ تعالیٰ عوام میں سے کسی ایک آدمی کو مقرر کر دیتا ہے اور ان سب آدمیوں کے وجود کے سبب سے ہر بلا وآفت دفع کی جاتی ہے۔

اس حدیث کے ضمن میں بعض عارفین نے لکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ذکر نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسا آدمی بھی مقرر ہوتا ہے جس کا قلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر ہو اس کی وجہ سے زیادہ عزیز، زیادہ باشرف اور زیادہ لطیف و پاکیزہ ہو، لہٰذا اللہ کے برگزیدہ ترین بندوں میں سے کسی کا قلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کے برابر و مقابل نہیں ہے، خواہ وہ ابدال ہوں یا اقطاب۔

بَابٌ فِي دَوَامِ الْجِهَادِ

باب: جہاد کا ہمیشہ جاری رہنا

2484 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ عَلَى مَنْ نَاوَأَهُمْ، حَتَّى يُقَاتِلَ آخِرُهُمُ الْمَسِيحَ الدَّجَّالَ

❁❁ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''میری امت کا ایک گروہ حق کے لیے جنگ کرتا رہے گا اور وہ اپنے دشمنوں پر غالب رہے گا، یہاں تک کہ اس گروہ کا آخری

حصہ، دجال کے ساتھ جنگ کرے گا"

شرح

اس ارشادِ گرامی سے جہاں یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ امت کسی بھی زمانے میں ایسے سرفروشوں اور جانبازوں سے خالی نہیں رہے گی جو دین کی سربلندی حق کی حمایت وحفاظت اور ملت کے تحفظ کے لئے جان ومال کی قربانی پیش کریں گے اور دشمنانِ اسلام کا دعویٰ سرنگوں کریں گے وہیں یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ مجاہدینِ اسلام کے مقابلہ پر آنے والے کو آخر کار ہزیمت اور شکست کی رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا خواہ وہ کوئی فرد ہو یا کوئی جماعتی طاقت ہو سکتا ہے کہ وقت نزاکت اور حالات کی رفتار کسی مرحلہ پر مسلمانوں کے لئے بظاہر کسی پسپائی کا موقعہ پیدا کر دے لیکن آخر کار فتح وکامرانی مسلمانوں کا ہی نصیب بنے گی۔ اس امت کے آخری لوگ سے: حضرت امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے تابعین کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو قربِ قیامت میں دجال کے ذریات سے جنگ کریں گے۔

اور آخر کار حضرت عیسیٰ اس کو فنا کے گھاٹ اتاریں گے، دجال کے قتل کے بعد پھر کوئی جہاد نہیں ہوگا۔ کیونکہ یاجوج ماجوج کے خلاف تو جہاد اس لئے نہیں ہوگا کہ ان سے جنگ کرنے کی طاقت کسی کو حاصل نہیں ہوگی اور جب اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر دے گا تو پھر جب تک عیسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں موجود رہیں گے روئے زمین پر کوئی کافر باقی نہیں رہے گا آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد بعض لوگ کافر ہو جائیں گے اور اس وقت تمام مسلمان ایک پاکیزہ ہوا کے ذریعہ وفات پا جائیں گے اور دنیا میں صرف کافر ہی رہ جائیں گے اس طرح جب قیامت آئے گی تو اس وقت روئے زمین پر کوئی بھی اللہ کا نام لیوا باقی موجود نہیں ہوگا۔

اس اعتبار سے بعض احادیث میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ (لاتزال طائفہ من امتی ظاہرین علی الحق حتی تقوم الساعۃ) یعنی میری امت کی کوئی نہ کوئی جماعت ہمیشہ حق کی حمایت وحفاظت کرتی رہے گی یہاں تک کہ قیامت قائم ہو تو یہ قربِ قیامت پر محمول ہے کہ قربِ قیامت تک اس روئے زمین پر حق کی حفاظت کرنے والی کوئی نہ کوئی جماعت موجود رہے گی چنانچہ حق کی حمایت میں حق والوں کا آخری معرکہ دجال سے ہوگا اور دجال کا خروج علاماتِ قیامت میں سے ہے۔

بَابٌ فِي ثَوَابِ الْجِهَادِ

باب: جہاد کا ثواب

2485 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سُئِلَ: أَيُّ الْمُؤْمِنِينَ أَكْمَلُ إِيمَانًا؟ قَالَ: رَجُلٌ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللهِ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ، وَرَجُلٌ يَعْبُدُ اللهَ فِي شِعْبٍ مِنَ الشِّعَابِ قَدْ كُفِيَ النَّاسُ شَرَّهُ

✿✿ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ نقل کرتے ہیں: آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا: مومنوں میں سب سے زیادہ کامل ایمان کس کا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کا، جو اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کرتا ہے اور اس شخص کا جو کسی گھاٹی میں رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اور لوگوں کو اپنے شر سے بچا کر رکھتا ہے"۔

بہترین زندگی کا بیان

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انسانی زندگی میں بہترین زندگی اس شخص کی ہے جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ لے اور جب کسی کی خوفزدہ آواز یا کسی کے فریاد کرنے کی آواز سنے تو عجلت کے ساتھ گھوڑے کی پشت پر سوار ہو جائے اور (اس خوفزدہ یا فریاد رس کی آواز کی طرف دوڑتا ہوا چلا جائے اور اپنی موت کو یا اس جگہ کو تلاش کرتا پھرے جہاں موت کا گمان ہو (یعنی جب وہ کسی کی خوفزدہ چیخ وپکار یا فریاد و مدد چاہنے والے کی آواز سنے تو عجلت کے ساتھ چل پڑے اور اس آواز کو تلاش کرتا پھرے تا کہ موقع پر پہنچ کر فریاد کرنے والے کی مدد کرے۔

اور اس بات سے نہ ڈرے کہ کہیں میری جان پر نہ بن جائے اور مجھے اپنی سی زندگی سے ہاتھ نہ دھونا پڑے یا بہترین زندگی اس شخص کی ہے جو کچھ بکریوں کے ساتھ ان پہاڑوں میں سے کسی ایک پہاڑ کی چوٹی پر یا ان وادیوں میں سے کسی ایک وادی میں اقامت گزین ہے اور نماز پڑھتا ہے اور" اگر وہ بکریاں حد نصاب کو پہنچتی ہیں تو ان کی زکوۃ ادا کرتا ہے اور پروردگار کی عبادت و بندگی میں مشغول رہتا ہے یہاں تک کہ اس کی موت آجائے اور یہ شخص انسانوں کا شریک نہیں ہے بلکہ صرف بھلائی کے درمیان زندگی بسر کرتا ہے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 916)

حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص دنیا والوں سے الگ تھلگ رہ کر ان کی برائیوں اور ان کے فتنہ وشر سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتا ہے اور اپنے فتنہ وشر سے دنیا والوں کو بچاتا ہے۔ اس حدیث کا حاصل دراصل دشمنان دین کے مقابلہ پر جہاد اپنے نفس وشیطان سے مجاہدہ اور دنیا کی فانی لذتوں اور نفس کی باطل خواہشات وشہوات سے اجتناب کی طرف راغب کرتا ہے نیز اس بات کی آگاہی دیتا ہے کہ اگر دین کی تائید اور شریعت کی تقویت کے لئے لوگوں کے درمیان رہن سہن اختیار کرے تو بہتر ہے ورنہ (اگر دنیا والوں کے درمیان رہنے سہنے سے دین وشریعت کو نقصان پہنچنے اور ایمان کے کمزور ہو جانے کا خوف ہو) تو گوشہ عافیت اختیار کرے۔

حضرت معاذ ابن جبل سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد میں اونٹنی کے فواق کے بقدر یعنی تھوڑی دیر کے لئے بھی لڑا اس کے لئے ابتداء ہی جنت واجب ہو گئی جو شخص اللہ کی راہ میں (جہاد) میں دشمنوں کے ہتھیاروں سے زخمی ہوا یا وہ کسی زخم کی تکلیف میں مبتلا ہوا تو وہ زخم قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا جیسا کہ وہ دنیا میں تھا (یعنی وہ شخص قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا وہ زخم زیادہ تازہ حالت میں ہوگا اور اس زخم رنگ زعفران جیسا اور اس کی بو مشک جیسی ہوگی اور جس شخص کے بدن میں اللہ کی راہ (جہاد) میں پھوڑا نکلا تو قیامت کے دن اس پھوڑے پر یا پھوڑے والے پر شہیدوں کی مہر ہوگی یعنی اس شخص کی ساتھ شہیدوں کی علامت ہوگی تا کہ جانا جائے کہ اس شخص نے دین کی سربلندی وحفاظت کے لئے جدوجہد کی تھی چنانچہ اس کو وہی اجر وانعام دیا جائے گا جو مجاہدین اسلام کو ملے گا۔

(مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 941)

فواق اس وقفہ کو کہتے ہیں جو اونٹنی کے دودھ دوہنے کے درمیان ہوتا ہے یعنی پہلے ایک مرتبہ اونٹنی کا دودھ دوہا اس کے بعد پھر

تھوڑی دیر میں پھر دوہا ان دونوں مرتبہ دودھ دوہنے کے درمیان جو وقفہ ہوتا ہے اس کو عربی میں فواق کہتے ہیں یہاں حدیث میں "فواق" سے مراد تھوڑی دیر ہے۔

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ السِّيَاحَةِ

باب: سیاحت کی ممانعت

2486 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ التَّنُوخِيُّ أَبُو الْجَمَاهِرِ، حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ، أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ بْنُ الْحَارِثِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، ائْذَنْ لِي فِي السِّيَاحَةِ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ سِيَاحَةَ أُمَّتِي الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ تَعَالَى.

❀❀ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے سیاحت کی اجازت دیجئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی سیاحت، اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔

بَابٌ فِي فَضْلِ الْقَفْلِ فِي سَبِيلِ اللهِ تَعَالَى

باب: جنگ سے واپس آنے کی فضیلت

2487 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا حَيْوَةُ، عَنِ ابْنِ شُفَيٍّ، عَنْ شُفَيِّ بْنِ مَاتِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ هُوَ ابْنُ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَفْلَةٌ كَغَزْوَةٍ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"(جہاد سے) واپسی، جنگ میں حصہ لینے کی طرح ہے"

بَابُ فَضْلِ قِتَالِ الرُّومِ عَلَى غَيْرِهِمْ مِنَ الْأُمَمِ

باب: دیگر لوگوں کی بہ نسبت، رومیوں سے جنگ کرنے کی فضیلت

2488 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَلَّامٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ فَرَجِ بْنِ فَضَالَةَ، عَنْ عَبْدِ الْخَبِيرِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهَا أُمُّ خَلَّادٍ وَهِيَ مُنْتَقِبَةٌ، تَسْأَلُ عَنِ ابْنِهَا، وَهُوَ مَقْتُولٌ، فَقَالَ لَهَا بَعْضُ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: جِئْتِ تَسْأَلِينَ عَنِ ابْنِكِ وَأَنْتِ مُنْتَقِبَةٌ؛ فَقَالَتْ: إِنْ أُرْزَأَ ابْنِي فَلَنْ أُرْزَأَ حَيَائِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ابْنُكِ لَهُ أَجْرُ شَهِيدَيْنِ، قَالَتْ: وَلِمَ ذَاكَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: لِأَنَّهُ قَتَلَهُ أَهْلُ الْكِتَابِ

2487- حديث صحيح. وهذا اسناد حسن من اجل محمد بن المصفى - وهو الحمصي - ولكنه متابع. ابن شُفي: اسمه حسين، وحيوة: هو ابن شريح. واخرجه احمد (6625)، وابن الجارود (1039) والحاكم /732، وابو نعيم في "الحلية" /1695، والبيهقي في "السنن الكبرى" /289، وفي "شعب الايمان" (4275)، والبغوي في "شرح السنة" (2671) من طرق عن الليث بن سعد بهذا الاسناد

عبدالخبیر بن ثابت اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک خاتون نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس کو اُم خلاد کہا جاتا تھا، اس نے نقاب کیا ہوا تھا، اس نے اپنے بیٹے کے بارے میں دریافت کیا جو (کسی جنگ میں) قتل ہو گیا تھا، نبی اکرم ﷺ کے بعض اصحاب نے اس خاتون سے کہا: تم اپنے بیٹے کے بارے میں دریافت کرنے کے لیے آئی ہو؟ تم نے نقاب کیے ہوا ہے، اس نے کہا: اگرچہ میرے بیٹے کو حادثہ پیش آیا ہے لیکن میری حیاء کو حادثہ پیش نہیں آیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے بیٹے کو دو شہیدوں کا اجر ملے گا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ کیوں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیوں کہ اسے اہل کتاب نے قتل کیا ہے۔

بَابٌ فِي رُكُوبِ الْبَحْرِ فِي الْغَزْوِ

باب: جنگ کے لیے سمندر میں سفر کرنا

2489 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّا، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ بِشْرٍ أَبِي عَبْدِ اللهِ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَرْكَبُ الْبَحْرَ إِلَّا حَاجٌّ أَوْ مُعْتَمِرٌ، أَوْ غَازٍ فِي سَبِيلِ اللهِ فَإِنَّ تَحْتَ الْبَحْرِ نَارًا، وَتَحْتَ النَّارِ بَحْرًا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''سمندر کے سفر پر صرف حج کرنے والا، یا عمرہ کرنے والا، یا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا جائیں، کیونکہ سمندر کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے پھر سمندر ہے''

بَابُ فَضْلِ الْغَزْوِ فِي الْبَحْرِ

باب: سمندری جنگ کی فضیلت

2490 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: حَدَّثَتْنِي أُمُّ حَرَامٍ بِنْتُ مِلْحَانَ، أُخْتُ أُمِّ سُلَيْمٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عِنْدَهُمْ، فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا أَضْحَكَكَ؟ قَالَ: رَأَيْتُ قَوْمًا مِمَّنْ يَرْكَبُ ظَهْرَ هَذَا الْبَحْرِ كَالْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، قَالَ: فَإِنَّكِ مِنْهُمْ، قَالَتْ: ثُمَّ نَامَ فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا أَضْحَكَكَ؟ فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ، قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ ادْعُ اللهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ، قَالَ: أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ، قَالَ: فَتَزَوَّجَهَا عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ، فَغَزَا فِي الْبَحْرِ فَحَمَلَهَا مَعَهُ، فَلَمَّا رَجَعَ قُرِّبَتْ لَهَا بَغْلَةٌ لِتَرْكَبَهَا، فَصَرَعَتْهَا

2490- اسناده صحيح. يحيى بن سعيد: هو ابن قيس الانصاري. واخرجه البخاري (2799) و (2800) و (2894) و (2895)، ومسلم (1912) (161) و (162)، وابن ماجه (2776)، والنسائي (3172) من طريق يحيى بن سعيد الانصاري، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (27032) و (27377)، و "صحيح ابن حبان" (4608) وانظر تمام تخريجه في "المسند".

وَانْدَقَّتْ عُنُقُهَا فَمَاتَتْ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: سیدہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا جو سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں، انہوں نے مجھے یہ بتایا: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں (سو گئے) جب آپ بیدار ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں مسکرا رہے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا، جو اس سمندر پر یوں سفر کر رہے تھے، جس طرح بادشاہ اپنے تخت پر ہوتے ہیں، وہ خاتون بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں شامل کر دے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان میں سے ایک ہو، وہ خاتون بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پھر سو گئے جب آپ بیدار ہوئے تو پھر مسکرا رہے تھے، اس خاتون نے یہ بات بیان کی ہے: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں مسکرا رہے ہیں؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے والی بات ارشاد فرمائی، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان میں شامل کر دے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پہلے والوں میں ہو۔

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے اس خاتون کے ساتھ شادی کی، وہ سمندری جنگ میں شرکت کے لیے روانہ ہوئے، تو وہ اس خاتون کو بھی ساتھ لے گئے، جب وہ خاتون واپس آئی، تو اس کے سامنے خچر پیش کیا گیا، تاکہ وہ اس پر وار ہوں، تو وہ اس سے گر گئیں، جس سے ان کی گردن ٹوٹ گئی اور ان کا انتقال ہو گیا۔

2491 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَهَبَ إِلَى قُبَاءَ يَدْخُلُ عَلَى أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ، وَكَانَتْ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، فَدَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمًا فَأَطْعَمَتْهُ وَجَلَسَتْ تَفْلِي رَأْسَهُ، وَسَاقَ هَذَا الْحَدِيثَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَمَاتَتْ بِنْتُ مِلْحَانَ بِقُبْرُصَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قبا تشریف لے جاتے تھے تو سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا کے ہاں بھی جاتے تھے، وہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں، ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے گئے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانا کھلایا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں سے جوئیں نکالنے لگیں، اس کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سیدہ بنت ملحان رضی اللہ عنہا کا انتقال قبرص میں ہوا۔

2492 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أُخْتِ أُمِّ سُلَيْمٍ الرُّمَيْصَاءِ قَالَتْ: نَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَيْقَظَ وَكَانَتْ تَغْسِلُ

2491- اسنادہ صحیح. القعنبی: هو عبدالله مسلمة. وهو في "الموطا" 2/464-465، ومن طريقه اخرجه البخاري (2788) و (6282) و (7001)، ومسلم (1912) (160) والترمذي (1740)، والنسائي (3171). وهو في "مسند احمد" (13520) مختصرا، و "صحيح ابن حبان" (6667).

رَأْسَهَا فَاسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ أَتَضْحَكُ مِنْ رَأْسِي؟ قَالَ: لَا وَسَاقَ هٰذَا الْخَبَرَ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الرُّمَيْصَاءُ أُخْتُ أُمِّ سُلَيْمٍ مِنَ الرَّضَاعَةِ

عطا ابن یسار، سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کی بہن سیدہ رمصیاء رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو وہ خاتون اس وقت اپنا سر دھو چکی تھیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو آپ مسکرا رہے تھے، اس خاتون نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سر کی وجہ سے مسکرا رہے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی نہیں! اس کے بعد راوی نے پوری روایت نقل کی ہے، جس میں الفاظ میں کمی وبیشی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) رمیصاء نامی راوی خاتون سیدہ اُم سلیم کی رضاعی بہن تھیں۔

2493 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارٍ الْعَيْشِيُّ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ، ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ الْجَوْبَرِيُّ الدِّمَشْقِيُّ الْمَعْنَى، قَالَ: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ، أَخْبَرَنَا هِلَالُ بْنُ مَيْمُونٍ الرَّمْلِيُّ، عَنْ يَعْلَى بْنِ شَدَّادٍ، عَنْ أُمِّ حَرَامٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: الْمَائِدُ فِي الْبَحْرِ الَّذِي يُصِيبُهُ الْقَيْءُ لَهُ أَجْرُ شَهِيدٍ، وَالْغَرِقُ لَهُ أَجْرُ شَهِيدَيْنِ

سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

''سمندر میں سفر کرنے والے جس شخص کو تے آنے کی شکایت ہو، اسے شہید کا اجر ملے گا اور جو شخص سمندری جنگ میں ڈوب جائے، اسے دو شہیدوں کا اجر ملے گا''

2494 - حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ عَتِيقٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ يَعْنِي ابْنَ سَمَاعَةَ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلَاثَةٌ كُلُّهُمْ ضَامِنٌ عَلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: رَجُلٌ خَرَجَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللهِ، فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللهِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُ فَيُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، أَوْ يَرُدَّهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ وَغَنِيمَةٍ، وَرَجُلٌ رَاحَ إِلَى الْمَسْجِدِ، فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللهِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُ فَيُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ، أَوْ يَرُدَّهُ بِمَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ وَغَنِيمَةٍ، وَرَجُلٌ دَخَلَ بَيْتَهُ بِسَلَامٍ فَهُوَ ضَامِنٌ عَلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''تین لوگ اللہ تعالیٰ کی ضمانت میں ہیں، وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے نکلتا ہے، وہ شخص اللہ تعالیٰ کی ضمانت میں ہے، اللہ تعالیٰ یا تو اسے شہادت عطا کر کے جنت میں داخل کر دے گا، یا پھر اجر اور غنیمت کے ہمراہ واپس لے آئے گا، جو شخص مسجد کی طرف جاتا ہے، وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ضمانت میں ہوتا ہے کہ یا تو اسے موت آ جائے گی اور اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کر دے گا، یا وہ اجر اور غنیمت کے ہمراہ واپس آئے گا اور جو شخص گھر میں سلام

کر کے داخل ہوتا ہے، وہ شخص اللہ تعالیٰ کی ضمانت میں ہے"

بَابٌ فِي فَضْلِ مَنْ قَتَلَ كَافِرًا

باب: کافر کو قتل کرنے والے کی فضیلت

2495- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ، عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَجْتَمِعُ فِي النَّارِ كَافِرٌ وَقَاتِلُهُ أَبَدًا

❁❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جہنم میں کافر اور اس کا قاتل کبھی اکٹھے نہیں ہوں گے"

بَابٌ فِي حُرْمَةِ نِسَاءِ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ

باب: مجاہدین کی خواتین کی، جہاد میں حصہ نہ لینے والوں کے لیے حرمت

2496- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ قَعْنَبٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: حُرْمَةُ نِسَاءِ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ كَحُرْمَةِ أُمَّهَاتِهِمْ، وَمَا مِنْ رَجُلٍ مِنَ الْقَاعِدِينَ يَخْلُفُ رَجُلًا مِنَ الْمُجَاهِدِينَ فِي أَهْلِهِ إِلَّا نُصِبَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُقَالُ لَهُ: هَذَا قَدْ خَلَفَكَ فِي أَهْلِكَ، فَخُذْ مِنْ حَسَنَاتِهِ مَا شِئْتَ. فَالْتَفَتَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا ظَنُّكُمْ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَانَ قَعْنَبٌ رَجُلًا صَالِحًا، وَكَانَ ابْنُ أَبِي لَيْلَى، أَرَادَ قَعْنَبًا عَلَى الْقَضَاءِ فَأَبَى عَلَيْهِ، وَقَالَ: أَنَا أُرِيدُ الْحَاجَةَ بِدِرْهَمٍ فَأَسْتَعِينُ عَلَيْهَا بِرَجُلٍ، قَالَ: وَأَيُّنَا لَا يَسْتَعِينُ فِي حَاجَتِهِ، قَالَ: أَخْرِجُونِي حَتَّى أَنْظُرَ فَأُخْرِجَ فَتَوَارَى، قَالَ سُفْيَانُ: بَيْنَمَا هُوَ مُتَوَارٍ إِذْ وَقَعَ عَلَيْهِ الْبَيْتُ، فَمَاتَ

❁❁ ابن بریدہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"مجاہدین کی خواتین، جہاد میں حصہ نہ لینے والوں کے لیے اسی طرح قابل احترام ہیں، جس طرح ان کی مائیں قابل احترام ہیں، جہاد میں حصہ نہ لینے والوں میں سے جو شخص کسی مجاہد کی اہلیہ کے بارے میں اس کے ساتھ خیانت کرے گا، تو اسے قیامت کے دن مجاہد کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا اور مجاہد سے کہا جائے گا: اس نے تمہاری اہلیہ کے بارے میں خیانت کی تھی تم اس کی نیکیوں میں سے جتنی چاہو نیکیاں حاصل کر لو (راوی بیان کرتے ہیں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تمہارا کیا خیال ہے؟

بَابٌ فِي السَّرِيَّةِ تَخْفِقُ

باب: ایسی مہم جسے غنیمت حاصل نہ ہو

2497 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا حَيْوَةُ، وَابْنُ لَهِيعَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو هَانِئٍ الْخَوْلَانِيُّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبُلِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ غَازِيَةٍ تَغْزُو فِي سَبِيلِ اللهِ فَيُصِيبُونَ غَنِيمَةً إِلَّا تَعَجَّلُوا ثُلُثَيْ أَجْرِهِمْ مِنَ الْآخِرَةِ وَيَبْقَى لَهُمُ الثُّلُثُ فَإِنْ لَمْ يُصِيبُوا غَنِيمَةً تَمَّ لَهُمْ أَجْرُهُمْ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جو بھی مہم اللہ کی راہ میں جنگ میں حصہ لیتی ہے اور انہیں غنیمت حاصل ہوتی ہے، تو ان لوگوں کے اجر میں سے دو تہائی اجر انہیں آخرت کے مقابلے میں دنیا میں ہی حاصل ہو جاتا ہے اور ان کا ایک تہائی اجر باقی رہ جاتا ہے اور اگر انہیں غنیمت حاصل نہیں ہوتی، تو ان کا پورا اجر (ان کو آخرت میں ملے گا)

بَابٌ فِي تَضْعِيفِ الذِّكْرِ فِي سَبِيلِ اللهِ تَعَالَى

باب: اللہ کی راہ میں (جہاد کے دوران) ذکر کرنے کا دگنا (اجر و ثواب ہونا)

2498 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ، وَسَعِيدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ زَبَّانَ بْنِ فَائِدٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الصَّلَاةَ وَالصِّيَامَ وَالذِّكْرَ تُضَاعَفُ عَلَى النَّفَقَةِ فِي سَبِيلِ اللهِ بِسَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ

❁❁ سہل بن معاذ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”بے شک اللہ کی راہ میں (جہاد کے دوران) نماز پڑھنے، روزہ رکھنے اور ذکر کرنے کو، خرچ کرنے کے مقابلے میں سات سو گنا فضیلت حاصل ہوتی ہے“

بَابٌ فِيمَنْ مَاتَ غَازِيًا

باب: جو شخص جہاد کے لیے جاتے ہوئے فوت ہو جائے

2499 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنِ ابْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ أَبِيهِ، يَرُدُّ إِلَى مَكْحُولٍ إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنْمٍ الْأَشْعَرِيِّ أَنَّ أَبَا مَالِكٍ الْأَشْعَرِيَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ فَصَلَ فِي سَبِيلِ اللهِ فَمَاتَ، أَوْ قُتِلَ فَهُوَ شَهِيدٌ أَوْ وَقَصَهُ فَرَسُهُ، أَوْ بَعِيرُهُ أَوْ لَدَغَتْهُ هَامَّةٌ، أَوْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ، أَوْ بِأَيِّ حَتْفٍ شَاءَ اللهُ فَإِنَّهُ شَهِيدٌ وَإِنَّ لَهُ الْجَنَّةَ

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
"جو شخص اللہ کی راہ میں نکلے اور انتقال کر جائے، یا مارا جائے، وہ شہید ہے جس کا گھوڑا یا اونٹ اسے گرا کے (ماردیں) یا جسے کوئی کیڑا مکوڑا ڈس لے، یا جو شخص اپنے بستر پر مر جائے، یا جو شخص اس طرح مرے، جو اللہ کو منظور ہو، تو وہ (اللہ کی راہ میں جہاد کی وجہ سے) شہید شمار ہوتا ہے اور اسے جنت ملے گی۔

بَابٌ فِي فَضْلِ الرِّبَاطِ

باب: سرحدوں پر پہرہ دینے کی فضیلت

2500- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي أَبُو هَانِئٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَالِكٍ، عَنْ فَضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّ الْمَيِّتِ يُخْتَمُ عَلَى عَمَلِهِ إِلَّا الْمُرَابِطَ، فَإِنَّهُ يَنْمُو لَهُ عَمَلُهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَيُؤَمَّنُ مِنْ فَتَّانِ الْقَبْرِ

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
"میت کے ہر عمل پر مہر لگا دی جاتی ہے (یعنی اس میں اضافہ نہیں ہوتا) سوائے سرحد پر (پہرہ داری کرنے والے کے) کیونکہ اس کا عمل قیامت کے دن تک بڑھتا رہتا ہے اور اسے قبر کی آزمائش سے محفوظ رکھا جاتا ہے"

بَابٌ فِي فَضْلِ الْحَرَسِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَعَالَى

باب: اللہ کی راہ میں (جہاد کے دوران) پہرہ دینے کی فضیلت

2501- حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ، عَنْ زَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَّامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي السَّلُولِيُّ أَبُو كَبْشَةَ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ سَهْلُ ابْنُ الْحَنْظَلِيَّةِ، أَنَّهُمْ سَارُوا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَأَطْنَبُوا السَّيْرَ، حَتَّى كَانَتْ عَشِيَّةً فَحَضَرْتُ الصَّلَاةَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ رَجُلٌ فَارِسٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي انْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ حَتَّى طَلَعْتُ جَبَلَ كَذَا وَكَذَا، فَإِذَا أَنَا بِهَوَازِنَ عَلَى بَكْرَةِ آبَائِهِمْ بِظُعُنِهِمْ، وَنَعَمِهِمْ، وَشَائِهِمْ، اجْتَمَعُوا إِلَى حُنَيْنٍ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: تِلْكَ غَنِيمَةُ الْمُسْلِمِينَ غَدًا إِنْ شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ، قَالَ: مَنْ يَحْرُسُنَا اللَّيْلَةَ، قَالَ أَنَسُ بْنُ أَبِي مَرْثَدٍ الْغَنَوِيُّ: أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: فَارْكَبْ، فَرَكِبَ فَرَسًا لَهُ فَجَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اسْتَقْبِلْ هَذَا الشِّعْبَ حَتَّى تَكُونَ فِي أَعْلَاهُ، وَلَا نُغَرَّنَّ مِنْ قِبَلِكَ اللَّيْلَةَ، فَلَمَّا أَصْبَحْنَا، خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مُصَلَّاهُ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: هَلْ

2500- اسناده صحيح. ابو هانء: هو حميد بن هانء الخولاني. وهو في "سنن سعيد بن منصور" (2414). واخرجه الترمذي (1715) من طريق حيوة بن شريح، عن ابي هانء الخولاني، به. وقال: حديث حسن صحيح. وهو في "مسند احمد" (23951)، و"صحيح ابن حبان" (4624)، و"شرح مشكل الآثار" (2316).

اَحْسَسْتُمْ فَارِسَكُمْ. قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا اَحْسَسْنَاهُ فَثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي، وَهُوَ يَلْتَفِتُ اِلَى الشِّعْبِ حَتّٰى اِذَا قَضٰى صَلَاتَهُ وَسَلَّمَ قَالَ: اَبْشِرُوْا فَقَدْ جَآءَكُمْ فَارِسُكُمْ. فَجَعَلْنَا نَنْظُرُ اِلٰى خِلَالِ الشَّجَرِ فِي الشِّعْبِ، فَاِذَا هُوَ قَدْ جَآءَ حَتّٰى وَقَفَ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَلَّمَ فَقَالَ: اِنِّي انْطَلَقْتُ حَتّٰى كُنْتُ فِي اَعْلٰى هٰذَا الشِّعْبِ حَيْثُ اَمَرَنِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا اَصْبَحْتُ اطَّلَعْتُ الشِّعْبَيْنِ كِلَيْهِمَا فَنَظَرْتُ، فَلَمْ اَرَ اَحَدًا. فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ نَزَلْتَ اللَّيْلَةَ؟ قَالَ: لَا، اِلَّا مُصَلِّيًا اَوْ قَاضِيًا حَاجَةً. فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ اَوْجَبْتَ فَلَا عَلَيْكَ اَنْ لَا تَعْمَلَ بَعْدَهَا

❁❁ حضرت سہل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ حنین کے موقع پر سفر کر رہے تھے وہ لوگ تیزی سے سفر کرتے رہے، یہاں تک کہ شام کا وقت ہوا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نوافل ادا کرنے کے لیے رک گئے، اسی دوران ایک گھڑسوار وہاں آیا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میں آپ کے آگے چلتا ہوا جا رہا تھا جب میں فلاں، فلاں پہاڑ پر پہنچا، تو وہاں ہوازن قبیلے کے لوگ، ان کی عورتیں، ان کے جانور، ان کی بکریاں جمع ہیں، وہ لوگ حنین کی طرف اکٹھے ہو رہے ہیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا: اگر اللہ نے چاہا تو کل یہ غنیمت کے طور پر مسلمانوں کو مل جائیں گے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج رات کون ہماری پہرہ داری کرے گا؟ تو حضرت انس بن ابومرثد غنوی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سوار ہو جاؤ، تو وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے، پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اس گھاٹی کی طرف جاؤ اور اس کے اوپر پہنچ جاؤ! آج رات تمہاری طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہونی چاہیے جب صبح ہوئی، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جائے نماز کی طرف جانے کے لیے نکلے، آپ نے دو رکعات نماز ادا کی پھر آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے گھڑسواروں کی آہٹ محسوس کی؟ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم نے تو اسے محسوس نہیں کیا، پھر نماز کے لیے اقامت کی گئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کرنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس علاقے کی طرف توجہ دیتے جا رہے تھے جب ہم نے نماز مکمل کی اور سلام پھیر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے لیے خوشخبری ہے تمہارا گھڑسوار آ گیا ہے، ہم نے گھاٹی میں موجود درخت کی طرف دیکھنا شروع کیا تو وہ شخص آیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹھہر گیا، اس نے سلام کیا اس نے عرض کی، میں چلا گیا یہاں تک کہ گھاٹی کے اوپر والے حصے تک پہنچ گیا جس کے بارے میں اللہ کے رسول نے مجھے حکم دیا تھا، جب صبح ہوئی اور میں نے دو گھاٹیوں کے درمیان جھانک کر دیکھا تو مجھے کوئی نظر نہیں آیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت کیا: کیا تم گزشتہ رات اوپر سے نیچے اترے تھے؟ اس نے عرض کی: جی نہیں! صرف نماز ادا کرنے کے لیے یا رفع حاجت کے لیے اترا تھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے (اپنے لیے جنت) واجب کر لی ہے، اب اگر تم اس کے بعد کوئی (نفلی عمل) نہیں بھی کرتے، تو تمہیں کوئی حرج نہیں ہوگا۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ تَرْكِ الْغَزْوِ

باب: جہاد کو ترک کرنے کا ناپسندیدہ ہونا

2502 - حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمَرْوَزِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا وُهَيْبٌ - قَالَ عَبْدَةُ: يَعْنِي ابْنَ الْوَرْدِ - أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ سُمَيٍّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ، وَلَمْ يُحَدِّثْ نَفْسَهُ بِالْغَزْوِ مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ

⊛⊛ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص ایسی حالت میں انتقال کر جائے، کہ اُس نے کسی جنگ میں حصہ نہ لیا ہو اور اس کے ذہن میں جنگ میں حصہ لینے کا خیال بھی نہ آیا ہو، تو وہ نفاق کے ایک شعبے پر مرتا ہے''۔

2503 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ وَقَرَأْتُهُ عَلَى يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ رَبِّهِ الْجُرْجُسِيِّ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ الْقَاسِمِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ لَمْ يَغْزُ أَوْ يُجَهِّزْ غَازِيًا، أَوْ يَخْلُفْ غَازِيًا فِي أَهْلِهِ بِخَيْرٍ أَصَابَهُ اللهُ بِقَارِعَةٍ. قَالَ: يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ رَبِّهِ فِي حَدِيثِهِ: قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ

⊛⊛ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو شخص جنگ میں حصہ نہ لے، کسی غازی کو سامان فراہم نہ کرے، کسی مجاہد کی غیر موجودگی میں، اس کے اہل خانہ کا بھلائی کے ساتھ خیال نہ رکھے، تو اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کرنے والی صورت حال میں مبتلا کرے گا''

ایک راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''قیامت کے دن سے پہلے''۔

2504 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ

⊛⊛ حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''مشرکین کے ساتھ اپنے مال، جان اور زبانوں کے ذریعے جہاد کرو''۔

بَابٌ فِي نَسْخِ نَفِيرِ الْعَامَّةِ بِالْخَاصَّةِ

باب: صرف خاص لوگوں کے (جہاد کے لیے) نکلنے کے ذریعے، عام نکلنے کا منسوخ ہونا

2505 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ، عَنْ أَبِيهِ عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: (إِلَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا) (التوبة: 39) وَ (مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ) (التوبة: 120) إِلَى قَوْلِهِ: (يَعْمَلُونَ) (التوبة: 121) نَسَخَتْهَا الْآيَةُ الَّتِي تَلِيهَا: (وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً) (التوبة: 122)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:
(ارشاد باری تعالیٰ ہے:) "اگر تم نہیں نکلو گے تو تمہیں دردناک عذاب دے گا"
ارشاد باری تعالیٰ ہے:
"اہل مدینہ کے لیے یہ جائز نہیں ہے" یہ آیت یہاں تک ہے "جو وہ عمل کرتے ہیں"
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: اس کے بعد والی آیت نے اسے منسوخ کر دیا ہے (وہ آیت یہ ہے:)
"مومنوں کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ سب کے سب روانہ ہو جائیں"
شرح
اس آیت میں چھ مسائل ہیں:
مسئلہ نمبر: (۱) قولہ تعالیٰ: (آیت) "ماکان لاھل المدینة ومن حولھم من الاعراب ان یتخلفوا عن رسول اللہ"۔ یہ کلام ظاہر کے اعتبار سے خبر ہے لیکن اس کا معنی ہے، جیسا کہ یہ ارشاد گرامی ہے: (آیت) "وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ"۔ (الاحزاب: ۵۳) (اور تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ تم اذیت پہنچاؤ اللہ کے رسول کو) اور یہ پہلے گزر چکا ہے۔
(آیت) "ان یتخلفوا"۔ یہ محل رفع میں کان کا اسم ہے، اور یہ عتاب اور جھڑک ہے ان مومنین کے لیے جو اہل یثرب میں سے تھے اور اس کے پڑوس میں رہنے والے عرب قبائل سے تھے، جیسا کہ مزینہ، جہینہ، اشجع، غفار اور اسلم جو غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے بیٹھے رہے تھے، اور اس کا معنی ہے: ان مذکورہ لوگوں کے لیے مناسب نہیں تھا کہ وہ پیچھے بیٹھے رہتے، کیونکہ جنگ کے لیے کوچ ان میں ہوا، بخلاف ان کے علاوہ کے کیونکہ انہیں جنگ کے لیے جمع کیا ہی نہیں گیا، یہ ان میں سے بعض کے قول کے مطابق ہے، اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ جنگ کے لیے کوچ کرنے کا مطالبہ ہر مسلم کے لیے ہو اور ان کے قرب وجوار میں ہونے کی وجہ سے انہیں عتاب کے ساتھ خاص کیا گیا اور یہ کہ وہ دوسروں کے مقابلے میں اس کا زیادہ حق رکھتے ہیں۔
مسئلہ نمبر: (۲) قولہ تعالیٰ: (آیت) "ولا یرغبوا بانفسھم عن نفسه"۔ یعنی نہ یہ کہ وہ راضی ہوئے اپنے نفسوں کے لیے آسودگی اور راحت کے ساتھ اس حال میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشقت میں ہوں، کہا جاتا ہے: رغبت عن کذا یعنی میں نے اسے اپنی برتری جتائی۔
مسئلہ نمبر: (۳) قولہ تعالیٰ: (آیت) "ذلك بانھم لا یصیبھم ظلما"۔ یہ اس لیے کہ نہیں پہنچتی انہیں کوئی پیاس (اس میں ظما کا معنی پیاس ہے) عبید ابن عمیر نے ظماء مد کے ساتھ قرات کی ہے اور یہ دونوں لغتیں ہیں مثلاً خطا و خطاء ولا نصب یہ ماقبل پر معطوف ہے، یعنی تکلیف، تھکاوٹ اور اس میں لا تاکید کے لیے زائدہ ہے، اور اسی طرح ولا مخمصة اور نہ بھوک، اس کا اصل معنی بطن کی کمزوری ہے۔ اور اسی سے رجل خمیص اور امراۃ خمصانة (نحیف مرد اور نحیف عورت) ہے اور پہلے گزر چکا ہے۔ (آیت) "فی سبیل اللہ"۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں (آیت) "ولا یطؤن موطئا"۔ یعنی وہ کسی زمین کو طے نہیں کرتے (آیت) "یغیظ الکفار" یعنی ان کے اسے طے کرنے کے ساتھ کافروں کو غصہ آئے، اور یہ محل نصب میں ہے، کیونکہ یہ موطئا

کی صفت ہے بمعنی غائظا، (آیت) ''ولا ینالون من عدو نیلا''۔ اور نہیں حاصل کرتے وہ دشمن سے کچھ یعنی قتل یا ہزیمت۔ اس کی اصل نلت الشیء اناال سے ہے یعنی میں نے اسے پالیا۔ کسائی نے کہا ہے: یہ ان کے اس قول سے ہے امر منیل منہ (وہ امر جو اس سے پایا گیا) یہ التناول سے نہیں ہے، کیونکہ التناول نلتہ العطیہ (میں نے اسے عطیہ دیا) سے ہے، کسی دوسرے نے کہا ہے: نلت انول من العطیۃ (میں نے عطیہ پایا) یہ وادی ہے اور النیل یہ یائی ہے، تو کہتا ہے: نلتہ فانا نائل: یعنی میں نے اسے پالیا (ای ادرکتہ) (آیت) ''ولا یقطعون وادیا''۔ عرب کہتے ہیں: واد واد یہ یہ خطاب قیاس ہے، نحاس نے کہا ہے: جو میں جانتا ہوں اس میں اس کے سوا فاعل اور افعلۃ معروف نہیں، اور قیاس یہ ہے کہ جمع وداوی بنائی جاتی، پس انہوں نے دو واؤوں کے اجتماع کو ثقیل سمجھا حالانکہ وہ کبھی ایک واؤ کو بھی ثقیل جانتے ہیں، یہاں تک کہ انہوں نے وقتت میں اقتت کہا ہے، اور خلیل اور سیبویہ نے واصل جو کہ آدمی کا نام ہے کی تصغیر میں اویصل بیان کیا ہے اور وہ اس کے سوا میں یہ نہیں کہتے اور فراء نے وادی کی جمع اوداہ بیان کی ہے۔

میں مفسر کہتا ہوں: کبھی جمع اوداہ بنائی جاتی ہے جیسا کہ جریر نے کہا ہے:

عرفت ببرقۃ الا اوداہ رسما محیلا طال عہدک من رسوم:

(آیت) ''الا کتب لھم بہ عمل صالح''۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہر خوف اور ڈر کے عوض ستر ہزار نیکیاں حاصل ہوتی ہیں۔ اور صحیح روایت میں ہے: ''گھوڑے تین قسم کے ہیں۔۔۔۔۔ اس روایت میں ہے :۔۔۔۔۔ رہا وہ گھوڑا جو اس کے لیے اجر ہے کہ آدمی نے اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اہل اسلام کے لیے چراگاہ یا باغ میں باندھ رکھا ہو پس اس نے اس چراگاہ یا باغ میں سے جو بھی کھایا اس کی تعداد کے مطابق اس کی نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کی لید اور بول کی تعداد کے بدلے بھی اس کے لیے نیکیاں لکھی جائیں گی''۔ الحدیث۔ یہ تو وہ ہے جو ان کے لیے اپنی جگہوں میں ہے تو پھر کیا حالت ہوگی جب وہ اس کے دشمن کی زمین میں داخل ہوگا۔

مسئلہ نمبر: (۴) بعض علماء نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ مال غنیمت میں استحقاق دشمن کی زمین میں داخل ہونے اور ان کے شہروں میں پہنچنے سے ثابت ہو جاتا ہے، پس اگر وہ اس کے بعد فوت بھی ہو جائے تب بھی اس کے لیے مال غنیمت میں سے حصہ ہوگا، یہ قول اشہب اور عبد الملک کا ہے، اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دو قولوں میں سے ایک یہی ہے، اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اس کے لیے کوئی شے نہ ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اجر کا ذکر کیا ہے اور سہم (مال غنیمت کا حصہ) کا ذکر نہیں کیا۔

میں مفسر کہتا ہوں: پہلا قول زیادہ صحیح ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے علاقوں کو روندنے، ان کے اموال پانے اور انہیں ان کے گھروں سے نکالنے کے لیے اس کو اجر و ثواب قرار دیا ہے اور یہی چیز انہیں غصہ دلاتی ہے اور ان پر ذلت و رسوائی داخل کرتی ہے، پس یہی مال غنیمت پانے اور قتل کرنے اور قیدی بنانے کے قائم مقام ہوا، اور جب معاملہ اس طرح ہے تو پھر غنیمت کا استحقاق ان کی زمین میں داخل ہونے سے ثابت ہو جاتا ہے نہ کہ فقط اونٹ ہانکنے سے، اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو قوم بھی اپنے گھروں کے درمیان روند دی گئی وہ ذلیل و رسوا ہو گئے۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ نمبر: (۵) یہ آیت اس قول باری تعالیٰ کے ساتھ منسوخ ہے: (آیت) "وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ"۔ (اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مومن نکل کھڑے ہوں سارے ہوں سارے کے سارے) اور یہ کہ اس کا حکم اس وقت تھا جب مسلمان قلیل تھے، جب زیادہ ہو گئے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے جو پیچھے رہنا چاہے اس کے لیے اسے مباح قرار دیا، یہ ابن زید نے کہا ہے۔ اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: حضور نبی مکرم و معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت دیہاتیوں کی طرف بھیجی تا کہ وہ لوگوں کو تعلیم دیں پس جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ ڈر گئے اور واپس لوٹ آئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (آیت) "وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ"۔ اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: یہ حضور نبی مکرم و معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے، جب آپ بذات خود جنگ کے لیے تشریف لے جائیں تو پھر کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ بغیر عذر کے آپ سے پیچھے بیٹھا رہے۔ اور رہے آپ کے سوا دیگر ائمہ اور حکمران! تو جو چاہے مسلمانوں میں سے اس سے پیچھے رہ جائے بشرطیکہ اسے لوگوں کی اشد حاجت اور ضرورت نہ ہو۔

اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ آیت محکم ہے۔ ولید بن مسلم نے کہا ہے: میں نے اوزاعی، ابن مبارک، فزاری، سبیعی اور سعید بن عبدالعزیز کو اس آیت کے بارے یہ کہتے ہوئے سنا ہے: بے شک یہ آیت اس امت کے پہلوں کے لیے بھی ہے اور آخر کے لیے بھی۔ میں مفسر کہتا ہوں: قتادہ کا قول اچھا ہے اور اس کی دلیل تبوک کے غزاۃ ہیں۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ نمبر: (۶) ابو داؤد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تحقیق تم نے مدینہ طیبہ میں ایسی اقوام چھوڑی ہیں جو کہ تم کچھ بھی نہیں چلے اور نہ تم نے کچھ خرچ کیا ہے اور نہ تم نے کوئی وادی طے کی ہے مگر وہ اس میں تمہارے ساتھ رہے"۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیسے ہمارے ساتھ ہو سکتے ہیں حالانکہ وہ مدینہ طیبہ میں ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انہیں عذر نے روک لیا ہے"۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، جلد ۱، صفحہ ۳۴۰)

مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی ہے کہ انہوں نے کہا: ہم غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو آپ نے فرمایا: "بے شک مدینہ طیبہ میں ایسے لوگ ہیں کہ تم کچھ بھی نہیں چلے اور نہ تم نے کسی وادی کو طے کیا مگر وہ تمہارے ساتھ تھے (کیونکہ) انہیں مرض نے روک لیا ہے"۔ (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۱۴۱)

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معذور کو اسی کی مثل اجر عطا کیا جتنا آپ نے طاقتور عمل کرنے والے کو اجر عطا فرمایا۔ اور بعض لوگوں نے کہا: بے شک معذور کے لیے اجر دوگنا کیے بغیر ہوتا ہے اور بذات خود کام کرنے والے کے لیے اجر دوگنا کر دیا جاتا ہے۔ علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ تو اللہ تعالیٰ پر اپنی مرضی اور رائے کو ٹھونسنا ہے اور اس کی رحمت کی وسعت کو تنگ کرنا ہے اور بعض لوگوں نے اسے عیب قرار دیا ہے اور کہا ہے: بے شک انہیں قطعی طور پر دوگنا ثواب دیا جائے گا اور ہم کسی بھی جگہ دوگنا ہونے کے بارے قطعیت کا قول نہیں کرتے، کیونکہ اس کا دارومدار نیتوں کی مقدار پر ہے اور یہ ایک مخفی اور پوشیدہ امر ہے اور وہ جس کے ساتھ یقین کیا جا سکتا ہے وہ یہ کہ وہاں تضعیف ہے اور تیرا رب اس کے بارے خوب جانتا ہے جو اس کا مستحق ہوتا ہے۔

(احکام القرآن لابن العربی، صفحہ ۱۰۲۹)

میں مفسر کہتا ہوں: احادیث اور آیات میں سے ظاہر یہ ہے کہ اجر میں مساوات اور یکسانیت ہے۔ ان میں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد ہے: ''جس نے خیر اور نیکی پر راہنمائی کی تو اس کے لیے نیکی کرنے والے کے اجر کی مثل اجر ہوگا''۔

(صحیح مسلم، کتاب الامارہ، جلد ۲، صفحہ ۱۳۷)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جس نے وضو کیا اور نماز کی طرف نکلا پھر اس نے لوگوں کو پایا کہ وہ نماز پڑھ چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے اس کی مثل اجر عطا فرمائے گا جس نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھی اور اس میں حاضر ہوا''۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ جلد ۱، صفحہ ۸۳، ایضاً حدیث نمبر ۴۶۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

اور یہی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ظاہر ہے: (آیت) ''**ومن یخرج من بیتہ مہاجرا الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ**''۔ (النساء: ۱۰۰) (اور جو شخص نکلے اپنے گھر سے ہجرت کر کے اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف پھر آلے اس کو (راہ میں) موت تو ثابت ہو گیا اس کا اجر اللہ کے ذمہ)

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ بچی نیت ہی اصل اعمال ہے، پس جب فعل طاعت میں نیت صحیح ہوئی اور پھر کسی مانع کے سبب اسے کرنے والا اس سے عاجز آ گیا تو اس عاجز کے اجر اور قدرت رکھنے والے فاعل کے اجر کے مساوی اور برابر ہونے میں کوئی بعد اور دوری نہیں ہے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: ''مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔

(تفسیر قرطبی، سورہ توبہ، بیروت)

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت کا بیان

ولا ینفقون نفقۃ صغیرۃ ولا کبیرۃ اور نیز جو کچھ چھوٹا بڑا (راہ خدا میں) انہوں نے صرف کیا۔ جیسے حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عبدالرحمن بن عوف نے جیش عسرت کی تیاری کے موقع پر مال صرف کیا۔

ولا یقطعون وادیاً الا کتب لھم اور جتنے میدان ان کو طے کرنا پڑے' یہ سب بھی ان کے نام نیکیوں میں لکھے گئے۔ یعنی آتے جاتے جس وادی کو بھی وہ قطع کرتے ہیں' اس کو لکھ لیا جاتا ہے۔ وادی نالہ جس میں سیلاب کا پانی (پہاڑ سے آ کر) بہتا ہے۔ وادی اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ وَدِیَ (ماضی) جاری ہو گیا' بہہ گیا۔ مجازاً اس سے زمین مراد ہوتی ہے' اس معنی میں استعمال عام ہے۔

لیجزیھم اللہ احسن ما کانوا یعملون تا کہ اللہ ان کو ان کے نیک کاموں کا اچھے سے اچھا بدلہ دے۔

یعنی ان کے اچھے اعمال کی جزاء اچھے عمل سے' مراد ہے جہاد۔ یا ان کے اعمال کی اچھی جزاء۔ حضرت ابو مسعود انصاری کی روایت ہے کہ ایک آدمی نکیل پڑی اونٹنی لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا: یہ اللہ کی راہ میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اس کے عوض تجھے سات سو نکیل پڑی اونٹنیاں ملیں گی۔ (رواہ مسلم)

حضرت زید بن خالد راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے لئے سامان تیار کر کے دیا' اس نے بھی جہاد کیا اور جس نے مجاہد کے بیوی بچوں کی اس کے بعد خبر گیری کی' اس نے بھی جہاد کیا۔ (رواہ البخاری ومسلم فی

مجہد، ہو واللہ اعلم

کلبی نے ذکر کیا ہے کہ قبائل بنی اسد بن خزیمہ قحط سالی میں مبتلا ہو کر (گھروں کو چھوڑ کر) بچوں کو لے کر مدینہ میں آ پڑے۔ ان کی وجہ سے مدینہ کے راستے گندے ہو گئے اور چیزوں کے نرخ گراں ہو گئے۔

جہاد کے فرض کفایہ ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور یہ تو نہیں ہو سکتا کہ (اللہ کی راہ میں) تمام مسلمان روانہ ہو جائیں تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت روانہ ہوتی تا کہ وہ لوگ دین کی سمجھ حاصل کرتے اور جب وہ اپنی قوم کی طرف لوٹتے تو ان کو (اللہ کے عذاب سے) ڈراتے تا کہ وہ گناہوں سے بچتے۔ (التوبہ:۱۲۲)

تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کا فرض کفایہ ہونا اس آیت کے شان نزول کے متعلق دو روایتیں ہیں، پہلی روایت یہ ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ کی طرف جاتے تھے تو آپ کے ساتھ نہ جانے والوں میں منافق ہوتے تھے یا معذور لوگ اور جب اللہ سبحانہ نے غزوہ تبوک میں آپ کے ساتھ نہ جانے والے منافقین کی سخت مذمت فرمائی تو مسلمانوں نے کہا اللہ کی قسم! آئندہ ہم کسی غزوہ سے پیچھے رہیں گے نہ کسی سریہ سے، پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے اور آپ نے کفار کی طرف لشکر بھیجے تو تمام مسلمان لڑنے کے لیے روانہ ہو گئے اور مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا رہ گئے، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس کا معنی یہ ہے کہ مسلمانوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ سب کے سب جہاد کے لیے روانہ ہو جائیں بلکہ ان پر واجب ہے کہ ان کی دو جماعتیں ہو جائیں: ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے اور جو احکام نازل ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ارشادات فرمائیں ان کو محفوظ اور منضبط کرتے رہیں اور جب پہلی جماعت جہاد سے واپس آئے تو ان کو احکام سکھائیں اور دوسری جماعت جہاد کے لیے روانہ ہو جائے، احکام شرعیہ تدریجاً نازل ہو رہے تھے، اس لیے ان احکام کو حاصل کرنے کے لیے مدینہ میں آپ کے پاس رہنا بھی ضروری تھا اور اسلام کی نشر و اشاعت اور تبلیغ دین کے لیے جہاد کرنا بھی ضروری تھا۔ (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۷۰، مطبوعہ بیروت ۱۴۱۵ھ، جامع البیان ج ۱۱ ص ۸۹، دار الفکر بیروت ۱۴۱۵ھ)

حصول علم دین کا فرض کفایہ ہونا اس آیت کے شان نزول کے متعلق دوسری روایت یہ ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عرب کے قبائل میں سے ہر قبیلہ سے مسلمانوں کی ایک جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسائل دین اور احکام شرعیہ سیکھتی تھی اور ان کو اپنے پیش آمدہ مسائل میں جس شرعی رہنمائی کی ضرورت ہوتی تھی آپ سے وہ رہنمائی حاصل کرتی تھی، پھر جب وہ قوم اپنے قبیلہ میں واپس جاتی تو وہ ان کو نماز، زکوٰۃ اور اسلام کے دیگر احکام کی تعلیم دیتی اور اسلام کی تبلیغ کرتی اور اللہ کے عذاب سے ڈراتی اور یہ کہتی کہ جو اسلام لے آیا وہ ہم میں سے ہے حتیٰ کہ ایک شخص اپنے ماں باپ سے جدا ہو جاتا۔ (تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۶ ص ۱۹۱۱، رقم الحدیث: ۱۰۱۲۲، مطبوعہ مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ) یہ آیت طلب علم کے وجوب میں اصل ہے اور یہ کہ کتاب اور سنت کا علم اور اس کی فقہ (سمجھ) حاصل کرنا فرض ہے اور یہ فرض عین نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر یہ واجب نہیں کیا کہ وہ علم دین کے حصول کے لیے سفر کریں بلکہ مسلمانوں کی ایک جماعت پر یہ فرض کیا ہے اس لیے یہ فرض کفایہ ہے۔ طلب علم پر یہ آیت بھی

دلالت کرتی ہے: فسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون. اگر تم کو علم نہ ہو تو علم والوں سے پوچھو۔

حصول علم دین کے فرض عین ہونے کا محمل طلب علم کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم فرض عین ہے، اس کا سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے، مثلاً نماز ہر شخص پر فرض ہے تو نماز کے احکام اور مسائل کا سیکھنا ہر شخص پر فرض ہے، اسی طرح روزہ بھی ہر مسلمان پر فرض ہے تو اس کے مسائل کا علم حاصل کرنا بھی ہر شخص پر فرض ہے اور جو شخص مالدار ہو اس پر زکوۃ کے مسائل کا سیکھنا فرض ہے اور جو حج کے لیے روانہ ہو اس پر حج کے ارکان، فرائض، واجبات اور موانع کا علم حاصل کرنا فرض ہے اور جو شخص نکاح کرے اس پر لازم ہے کہ وہ نکاح، طلاق اور حقوق زوجین کے جملہ مسائل کا پہلے علم حاصل کرے اور اس کی فرضیت پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور نا اہل کو علم سکھانا ایسا ہے جیسے خنزیروں کو جوہر، موتی اور سونے کے ہار ڈال دیئے جائیں۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۴، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۴۳۹، تہذیب تاریخ دمشق ج ۶ ص ۲۷۸، حلیۃ الاولیاء ج ۸ ص ۳۲۳، تاریخ بغداد ج ۱ ص ۳۷۰، مشکوۃ رقم الحدیث: ۲۱۸، المطالب العالیہ رقم الحدیث: ۳۰۶۵، الترغیب والترہیب ج ۱ ص ۹۶، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۱۹، کنز العمال رقم الحدیث: ۲۸۶۵۱)

حصول علم دین کے فرض کفایہ ہونے کا محمل طلب علم کی دوسری قسم فرض کفایہ ہے یعنی تمام احکام شرعیہ اور مسائل دینیہ کا ان کے دلائل کے ساتھ علم حاصل کرنا حتیٰ کہ جس کسی عام شخص کو زندگی میں جو بھی عملی یا اقتصادی مسئلہ در پیش ہو تو وہ عالم دین اس مسئلہ کا حل پیش کر سکے، اس میں عبادات، معاملات، حدود و تعزیرات، قصاص اور حدیث اور تفسیر کا علم شامل ہے۔ اس علم کا حامل رتبہ اجتہاد پر فائز ہوتا ہے اور اس اجتہاد سے مراد مسائل عصریہ میں اجتہاد ہے جیسے اس زمانہ میں ٹیلی فون پر نکاح، ریڈیو اور ٹیلی وژن پر رمضان اور عید اور سحر اور افطار کا اعلان، خاندانی منصوبہ بندی، اسقاط حمل، ٹیسٹ ٹیوب بے بی، ریل اور ہوائی جہاز میں نماز، الکوحل آمیز دوائیاں، انتقال خون اور ایسے دیگر مسائل میں شرعی حکم بیان کرنا۔ اس آیت میں مسلمانوں کی ایک جماعت کو علم دین کے حصول کے لیے نکلنے کا حکم دیا گیا ہے، اس سے یہی علم مراد ہے اور جب یہ لوگ اس علم کو حاصل کر کے آئیں اور اپنے علاقہ کے لوگوں کو احکام شرعیہ بتائیں تو ان پر ان کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کرنا فرض ہے اور یہی تقلید ہے کیونکہ ہر شخص اتنا وسیع علم حاصل نہیں کر سکتا جو تمام احکام شرعیہ اور پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے متکفل ہو اس لیے وہ ان مسائل میں علماء کی طرف رجوع کرے گا اور ان کی تقلید کرے گا۔

علم دین کے فضائل حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص کسی راستہ پر علم کی تلاش میں نکلتا ہے اللہ اس کو جنت کے راستہ کی طرف لے جاتا ہے اور فرشتے طالب علم کی رضا کے لیے پر جھکاتے ہیں اور بے شک جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں اور جو مچھلیاں پانی کی گہرائی میں ہیں یہ سب عالم کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور بے شک انبیاء دینار اور درہم کے وارث نہیں بناتے، وہ صرف علم کے وارث بناتے ہیں، سو جس شخص نے علم کو حاصل کیا اس نے بہت بڑے حصہ کو حاصل کیا۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۸۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۳۶۴۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۳، سنن الدارمی رقم الحدیث: ۳۴۲، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۸۸، مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۶، مسند الشامیین رقم

الحدیث: ۱۲۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک فقیہ شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے زیادہ شدید ہوتا ہے۔
(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۶۸۱، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۲۲، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۱۰۹۹، مسند الشامیین رقم الحدیث: ۱۱۰۹۰، الکامل لابن عدی ج ۴ ص ۱۰۰۴، تاریخ بغداد ج ۶ ص ۲۲۴)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ جس شخص کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی فقہ (سمجھ) عطا فرماتا ہے، میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے اور یہ امت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی اور کسی کی مخالفت ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گی حتیٰ کہ قیامت آجائے گی۔
(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۱، ۷۳۱۲، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۰۳۷، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۸۹، مسند احمد ج ۴ ص ۱۰۱، المعجم الکبیر ج ۱۹ ص ۳۲۹، رقم الحدیث: ۷۷۵، شرح السنۃ ج ۱ ص ۲۸۴، رقم الحدیث: ۱۳۱)

فقہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی اس آیت میں ایک لفظ ہے **لیتفقهوا فی الدین** اور اس کا مادہ فقہ ہے، فقہ کے لغوی اور اصطلاحی معنی حسب ذیل ہیں: علامہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ نے لکھا ہے فقہ کا لغوی معنی ہے علم حاضر سے علم غائب تک پہنچنا اور اس کا اصطلاحی معنی ہے احکام شرعیہ کا علم۔ (المفردات ج ۲ ص ۴۹۶)

میر سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ ھ نے لکھا ہے، فقہ کا لغوی معنی ہے متکلم کے کلام سے اس کی غرض کو سمجھنا اور اس کا اصطلاحی معنی ہے: احکام شرعیہ عملیہ کا علم جو ان کے دلائل تفصیلیہ سے حاصل ہو ایک قول یہ ہے کہ فقہ اس مخفی معنی پر واقف ہونے کو کہتے ہیں جس کے ساتھ حکم متعلق ہے اور یہ وہ علم ہے جو رائے اور اجتہاد سے مستنبط ہوتا ہے اس میں غور و فکر کی ضرورت پڑتی ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کو فقیہ نہیں کہا جاتا کیونکہ اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ (التعریفات ص ۱۱۹، مطبوعہ بیروت)

اور امام اعظم ابوحنیفہ سے یہ تعریف منقول ہے **الفقہ معرفۃ النفس مالها وما علیها** (التوضیح مع التلویح ص ۲۲، مطبوعہ کراچی) ''نفس کا اپنے نفع اور نقصان کی چیزوں کو جان لینا۔''

تقلید شخصی پر دلائل سورۃ توبہ کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور یہ تو نہیں ہو سکتا کہ (اللہ کی راہ میں) تمام لوگ روانہ ہو جائیں تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت روانہ ہوتی تا کہ وہ لوگ دین کی سمجھ حاصل کرتے اور جب وہ اپنی قوم کی طرف لوٹتے تو ان کو (اللہ کے عذاب سے) ڈراتے تا کہ وہ گناہوں سے بچتے۔ (التوبہ: ۱۲۲) اس آیت کی رو سے جب یہ لوگ واپس آکر اپنے علاقہ کے لوگوں کو احکام شرعیہ بتائیں تو ان کے علاقہ والے لوگوں پر ان کے بیان کیے ہوئے احکام پر عمل کرنا فرض ہے اور یہی تقلید ہے کہ عام آدمی جو دلائل شرعیہ کو نہیں جانتا اور قرآن اور حدیث سے براہ راست احکام حاصل نہیں کر سکتا وہ عالم دین کے بتائے ہوئے حکم شرعی پر عمل کرے اور اس کے لیے دلائل شرعیہ کو جاننا ضروری نہیں ہے۔ تقلید پر دوسری دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے: اگر تم کو علم نہ ہو تو علم والوں سے پوچھو۔ (النحل: ۴۳) نیز حدیث شریف میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کو حیض آگیا انہوں نے اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا آپ نے فرمایا: کیا یہ ہم کو (واپسی سے) روک لیں گی (انہوں نے طواف وداع نہیں کیا تھا) صحابہ نے بتایا کہ وہ طواف زیارت کر چکی ہیں، آپ نے فرمایا: پھر کوئی حرج نہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۷۵۷، مطبوعہ بیروت)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس عورت کے متعلق سوال کیا جو طواف زیارت کر چکی تھی پھر اس کو حیض آ گیا۔ آیا وہ طواف وداع کیے بغیر اپنے وطن واپس جا سکتی ہے؟) حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہاں وہ جا سکتی ہے۔ (حضرت زید بن ثابت یہ کہتے تھے کہ وہ طواف وداع کیے بغیر نہیں جا سکتی) انہوں نے کہا ہم آپ کے قول پر عمل کر کے حضرت زید کے قول نہیں چھوڑیں گے، حضرت ابن عباس نے فرمایا: جب تم مدینہ جاؤ تو اس مسئلہ کو معلوم کر لینا، انہوں نے مدینہ پہنچ کر اس مسئلہ کو معلوم کیا انہوں نے حضرت ام سلیم سے پوچھا، حضرت ام سلیم نے حضرت صفیہ کی حدیث (مذکور الصدر) بیان کی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۱۷۵۸، مطبوعہ دار ارقم بیروت)

حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے سنن ابوداؤد طیالسی کے حوالے سے لکھا ہے کہ انصار نے کہا اے ابن عباس! جب آپ زید کی مخالفت کریں گے تو ہم آپ کی اتباع نہیں کریں گے اور سنن نسائی کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب حضرت زید بن ثابت کو حضرت صفیہ کی حدیث کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۵۸۸، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ اہل مدینہ پیش آمدہ مسائل میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تقلید کرتے تھے اور حضرت زید بن ثابت کے قول کے خلاف جب حضرت ابن عباس نے فتویٰ دیا تو انہوں نے حضرت ابن عباس کے قول پر عمل نہیں کیا اور یہی تقلید شخصی ہے۔ امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ مسئلہ تقلید پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں: عام آدمی کے لیے عالم دین کی تقلید پر دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام کا اس پر اجماع ہے کہ عام آدمی احکام شرعیہ کا مکلف ہے اور اگر ہر آدمی درجہ اجتہاد کا علم حاصل کرنے کا مکلف ہو تو زراعت، صنعت وحرفت اور تجارت بلکہ دنیا کے تمام کاروبار معطل ہو جائیں گے کیونکہ ہر شخص مجتہد بننے کے لیے دن رات علم کے حصول میں لگا رہے گا اور نہ کسی کے لیے کچھ کھانے کو ہوگا نہ پہننے کو اور دنیا کا نظام برباد ہو جائے گا اور حرج عظیم واقع ہوگا اور یہ بداہتاً باطل ہے اور یہ بطلان اس بات کے ماننے سے لازم آیا کہ عام آدمی درجہ اجتہاد کا مکلف ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ عام آدمی درجہ اجتہاد کا مکلف نہیں ہے اور عام آدمی پر مجتہدین کی تقلید لازم ہے۔ (المستصفیٰ ج ۲ ص ۳۸۹، مطبوعہ مصر)

امام غزالی کی اس تقریر سے یہ اور واضح ہو گیا کہ سورۂ توبہ: ۱۲۲ میں اللہ تعالیٰ نے تفقہ فی الدین صرف ایک جماعت میں لازم کیا ہے اور تمام مسلمانوں تفقہ فی الدین حاصل کرنا ان کی ذمہ داری ہے باقی تمام عام لوگوں پر صرف ان کی تقلید لازم ہے۔ شیخ احمد بن تیمیہ حنبلی متوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے اور یہ چیز تمام ائمہ مسلمین کے درمیان اتفاقی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، اللہ اور اس کے رسول کے حلال کردہ کو حلال قرار دینا اور اس کے رسول کے حرام کردہ کو حرام قرار دینا اور جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول نے واجب قرار دیا ہے اس کو واجب ماننا تمام جن وانس پر واجب ہے اور یہ ہر شخص پر ہر حال میں واجب ہے، ظاہر ہو یا باطن، لیکن چونکہ بہت سے احکام ایسے ہیں جن کو عام لوگ نہیں جانتے اس وجہ سے عام لوگ ان احکام میں ان علماء کی طرف رجوع کرتے ہیں جو ان کو یہ احکام بتلا سکیں کیونکہ علماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا زیادہ علم رکھتے ہیں، پس مسلمان جن ائمہ کی اتباع کرتے ہیں وہ عام لوگوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان وسیلہ، راستہ اور رہ نما ہیں۔ وہ عام لوگوں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پہنچاتے ہیں اور اپنے اجتہاد

سے بقدر استطاعت احادیث کا مفہوم اور مراد بیان کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان علماء کو ایسا علم اور ایسا فہم عطا فرماتا ہے جو دوسروں کو نہیں دیتا اور بسا اوقات یہ علماء کسی مسئلہ کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح دوسرے اس مسئلہ کو نہیں جانتے۔

(مجموعہ الفتاوٰی ج ۲۰ ص ۲۲۴۔۲۲۳، مطبوعہ سعودی عربیہ)

نیز شیخ ابن تیمیہ حنبلی لکھتے ہیں: جس شخص نے کسی مذہب معین کا التزام کرلیا اور پھر بغیر کسی شرعی عذر یا بغیر کسی دلیل مرجح کے کسی اور عالم کے فتویٰ پر عمل کیا تو وہ شخص اپنی خواہش کا پیروکار ہے۔ وہ مجتہد ہے نہ مقلد اور وہ بغیر عذر شرعی کے حرام کام کا ارتکاب کر رہا ہے اور یہ چیز لائق مذمت ہے۔ شیخ نجم الدین کے کلام کا یہی خلاصہ ہے۔ نیز امام احمد اور دیگر ائمہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ پہلے کوئی شخص کسی چیز کو حرام یا واجب اعتقاد کرے اور پھر اس کو غیر حرام یا غیر واجب اعتقاد کرے تو یہ اصلاً جائز نہیں ہے مثلاً پہلے کوئی شخص پڑوس کی بناء پر شفعہ کا مطالبہ کرے (جیسا کہ حنفی مذہب میں ہے) اور جب اس پر پڑوس کی وجہ سے شفعہ ہو تو کہے یہ ثابت نہیں ہے (جیسا کہ شافعی مذہب میں ہے) اسی طرح نبیذ پینے، شطرنج کھیلنے، یا بھائی کے ساتھ دادا کی میراث کے تقسیم کرنے کے اختلافی مسائل میں کبھی ایک پہلو اختیار کرے اور کبھی محض اپنی خواہش سے دوسرا پہلو اختیار کرے یہ شخص محض اپنی خواہش کا پیروکار ہے اور امام احمد اور دیگر ائمہ نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے (اور یہی تقلید شخصی ہے) (مجموعہ الفتاوٰی ج ۲۰ ص ۲۲۱۔۲۲۰، مطبوعہ سعودی عربیہ)

مسائل فقہیہ میں ائمہ مجتہدین کے اختلاف کے اسباب علامہ عبدالوہاب الشعرانی المتوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں: تمام ائمہ مجتہدین اپنے اصحاب کو اس پر برانگیختہ کرتے تھے کہ وہ کتاب اور سنت کے ظاہر پر عمل کریں اور وہ یہ کہتے تھے کہ جب تم ہمارے کلام کو ظاہر کتاب اور سنت کے خلاف دیکھو تو تم ظاہر کتاب اور سنت پر عمل کرو اور ہمارے کلام کو دیوار پر مار دو ان کا یہ کہنا احتیاط پر مبنی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادب کا تقاضا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ شریعت میں کسی چیز کا اضافہ کر دیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو اور جس سے آپ راضی نہ ہوں۔ (میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۶۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۸ھ)

بعض فقہی مسائل میں ائمہ مجتہدین کا باہم اختلاف ہوتا ہے اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اصول اجتہاد میں اختلاف ہوتا ہے اور اس اختلاف کے اور بھی اسباب ہیں، ہم ان میں سے بعض کا یہاں ذکر کر رہے ہیں: بعض اوقات مجتہد کو وہ حدیث نہیں ملتی اور جس کو ایک حدیث نہیں پہنچی وہ اس کا مکلف نہیں ہے کہ وہ اس کے مقتضیٰ پر عمل کرے اور ایسی صورت میں وہ کسی ظاہر آیت پر عمل کرتا ہے یا کسی اور حدیث پر یا استصحاب حال کے موافق اجتہاد کرتا ہے اور بعض اوقات اس کا یہ اجتہاد اس حدیث کے موافق ہوتا ہے یا مخالف اور یہی سبب غالب ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام احادیث کا احاطہ امت کے کسی شخص نے نہیں کیا حتیٰ کہ خلفاء راشدین نے بھی اس کا احاطہ نہیں کیا تھا جو امت میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کی سنن کو جاننے والے تھے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث سے ظاہر ہوتا ہے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ میں انصار کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا، ہمارے پاس حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ خوف زدہ حالت میں آئے، ہم نے پوچھا کیا ہوا؟ انہوں نے کہا کہ حضرت عمر نے مجھے بلوایا تھا، میں ان کے دروازے پر گیا، میں نے ان کو تین مرتبہ سلام کیا، انہوں نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا تو میں لوٹ آیا۔ حضرت عمر نے پوچھا تم ہمارے پاس کیوں نہیں آئے تھے؟ میں نے کہا میں آیا تھا اور میں نے

دروازہ پر کھڑے ہو کر تین مرتبہ سلام کیا، کسی نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا تو میں لوٹ آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص تین مرتبہ سلام کرے پھر اس کو اجازت نہ دی جائے تو وہ واپس چلا جائے۔ حضرت عمر نے کہا تم اس حدیث پر گواہ پیش کرو، ورنہ میں تم کو سزا دوں گا۔ حضرت ابی بن کعب نے کہا اس حدیث کی گواہی قوم کا سب سے کم عمر دے گا۔ حضرت ابوسعید نے کہا میں سب سے کم سن ہوں۔ انہوں نے کہا تم ان کے ساتھ جاؤ۔ دوسری روایت (مسلم: ۵۵۲۲) میں ہے حضرت ابوسعید نے کہا پھر میں گیا اور میں نے حضرت عمر کے سامنے گواہی دی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۲۴۵، صحیح مسلم، الادب: ۳۳ (۲۱۵۳) ۵۵۲۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۵۱۸۰)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چند زندیقوں کو لایا گیا۔ حضرت علی نے ان کو جلا ڈالا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا اگر میں وہاں ہوتا تو ان کو نہ جلاتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو شخص اپنا دین بدلے اس کو قتل کر دو۔ امام ابوداؤد کی روایت میں ہے جب حضرت علی تک حضرت ابن عباس کی حدیث پہنچی تو انہوں نے حضرت ابن عباس کی تعریف فرمائی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۹۲۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۴۳۵۱، سنن الترمذی رقم الحدیث: ۱۴۵۸، سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۰۷۰، سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۵۳۵، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۵۶۰۶، مسند احمد ج ۱ ص ۲۸۲، مسند ابو یعلیٰ رقم الحدیث: ۲۵۳۲)

اور بہت احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ متعدد کبار صحابہ کو بعض احادیث کا علم نہیں تھا اور جب ان پر وہ احادیث پیش کی گئیں تو انہوں نے اس حدیث کی موافقت کی۔ اس کی ایک مثال اس مسئلہ میں گزر چکی ہے کہ طواف زیارت کے بعد اگر عورت کو حیض آ جائے تو وہ طواف وداع کے بغیر اپنے گھر کے لیے روانہ ہو سکتی ہے۔ (۲) دوسرا سبب یہ ہے کہ ایک حدیث کی دو سندیں ہوتی ہیں: ایک سند صحیح ہوتی ہے اور دوسری غیر صحیح۔ ایک مجتہد کے علم میں وہ حدیث سند غیر صحیح کے ساتھ ہوتی ہے اس لیے وہ اس کو ترک کر دیتا ہے اور دوسرے مجتہد کے علم میں وہ حدیث سند صحیح کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ اس حدیث پر عمل کرتا ہے۔ اس کی مثال ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی حضرت علی سے منقول حدیث ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۷۵۶)

امام ابوحنیفہ اور امام احمد نے اس پر عمل کیا ہے اور امام شافعی کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے۔ (۳) حدیث کی ایک ہی سند ہوتی ہے لیکن ایک مجتہد کے نزدیک اس حدیث کے متن یا اس کی سند میں کلام ہوتا ہے اس لیے وہ اس کو ترک کر دیتا ہے اور دوسرے مجتہد کے نزدیک اس میں کوئی کلام نہیں ہوتا اس لیے وہ حدیث پر عمل کرتا ہے۔ اس کی مثال حدیث مصراۃ (جس جانور کے تھنوں میں دودھ روک لیا جائے اس کو ایک صاع کھجور دے کر واپس کرنا) ہے ائمہ ثلاثہ اس حدیث پر عمل کرتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ حدیث مضطرب اور معلل ہے اور صریح قرآن کے خلاف ہے اس لیے وہ اس حدیث پر عمل نہیں کرتے۔ (۴) ایک مجتہد کے نزدیک خبر واحد عموم قرآن کو منسوخ کر سکتی ہے اور دوسرے کے نزدیک نہیں کر سکتی، مثلاً حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوگی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۵۶، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۹۴)

ائمہ ثلاثہ اس حدیث کے موافق یہ کہتے ہیں کہ نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ حدیث

قرآن مجید کی اس آیت کے عموم کے خلاف ہے: فاقرءوا ما تیسر من القرآن۔ (المزمل:۲۰) سو قرآن سے جس قدر آسان لگے اتنا پڑھو۔ اس لیے امام ابوحنیفہ نے نماز میں سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کو اس آیت کے بموجب فرض نہیں کہا اور اس حدیث کے مقتضیٰ سے واجب کہا ہے۔ (۵) ایک مجتہد کے نزدیک وہ حدیث منسوخ ہے اور دوسرے کے نزدیک معمول ہے۔ اس کی مثال رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کی حدیث ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ حدیث معمول ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ اس حدیث کے راوی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما خود رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ مجاہد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر کو تکبیر افتتاح کے علاوہ رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص ۲۳۷، طبع کراچی، الحاوی فی بیان آثار الطحاوی ج۱ ص ۵۳۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۹ھ)

2506 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، عَنْ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ بْنِ خَالِدٍ الْحَنَفِيِّ، حَدَّثَنِي نَجْدَةُ بْنُ نُفَيْعٍ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ هَذِهِ الْآيَةِ: (إِلَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا) (التوبة: 39) قَالَ: فَأُمْسِكَ عَنْهُمُ الْمَطَرُ وَكَانَ عَذَابَهُمْ

نجدہ بن نفیع بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے، اس آیت کے بارے میں دریافت کیا:

"اگر تم لوگ نہیں روانہ ہوگے، تو وہ تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کرے گا"

راوی بیان کرتے ہیں: اس کے بعد ان پر بارش رک گئی، تو یہ ان کے لیے عذاب تھا۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اگر تم (اللہ کی راہ میں) نہیں نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ دوسری قوم لے آئے گا اور تم اس کو بالکل نقصان نہیں پہنچا سکو گے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (التوبہ:۳۹)

جہاد کے لیے نکلنے کا وجوب: اس آیت سے مسلمانوں کو یہ تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ دشمنانِ اسلام کی سرکوبی کرنے اور ان سے جنگ کرنے والوں کی مدد کرنے کے لیے خود کافی ہے، اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طلب کرنے پر جہاد کے لیے جانے میں سستی کی تو اللہ تعالیٰ کو کوئی کمی نہیں ہے وہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لیے کوئی اور قوم لے آئے گا، اس لیے وہ یہ گمان نہ کریں کہ دین کا غلبہ صرف ان ہی سے ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تم اللہ کو بالکل نقصان نہیں پہنچا سکو گے، اس سے مراد یہ ہے کہ تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکو گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو نقصان پہنچانا تو متصور ہی نہیں ہے۔ اس آیت میں فرمایا ہے: اگر تم جہاد کے لیے نہیں نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا، اس سے معلوم ہوا کہ جہاد کرنا واجب ہے، نیز اس سے پہلی آیت میں ان مسلمانوں کا امیر مسلمانوں کو جہاد کے لیے بلائے تو ان پر واجب ہے کہ وہ اس کی دعوت پر لبیک کہیں، نیز اس آیت میں جہاد نہ کرنے پر عذاب کی وعید سنائی ہے اور جس طرح جہاد فرض ہے اسی طرح نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج بھی فرض ہیں اور جب جہاد نہ کرنے پر عذاب کی وعید ہے تو باقی فرائض کے ادا نہ کرنے پر بھی عذاب ہوگا، کیونکہ بہ حیثیت فرض

ان عبادات میں کوئی فرق نہیں ہے۔

بَابٌ فِي الرُّخْصَةِ فِي الْقُعُودِ مِنَ الْعُذْرِ

باب: عذر کی وجہ سے جہاد میں شریک نہ ہونے کی رخصت

2507 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: كُنْتُ إِلَى جَنْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَشِيَتْهُ السَّكِينَةُ، فَوَقَعَتْ فَخِذُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى فَخِذِي، فَمَا وَجَدْتُ ثِقَلَ شَيْءٍ أَثْقَلَ مِنْ فَخِذِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ، فَقَالَ: اكْتُبْ فَكَتَبْتُ فِي كَتِفٍ: (لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ) (النساء: 95) (وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ) (النساء: 95) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ، فَقَامَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ، وَكَانَ رَجُلًا أَعْمَى لَمَّا سَمِعَ فَضِيلَةَ الْمُجَاهِدِينَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ فَكَيْفَ بِمَنْ لَا يَسْتَطِيعُ الْجِهَادَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، فَلَمَّا قَضَى كَلَامَهُ غَشِيَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّكِينَةُ فَوَقَعَتْ فَخِذُهُ عَلَى فَخِذِي وَوَجَدْتُ مِنْ ثِقَلِهَا فِي الْمَرَّةِ الثَّانِيَةِ، كَمَا وَجَدْتُ فِي الْمَرَّةِ الْأُولَى، ثُمَّ سُرِّيَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اقْرَأْ يَا زَيْدُ فَقَرَأْتُ: (لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ) (النساء: 95)، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ) (النساء: 95) الْآيَةَ كُلَّهَا، قَالَ زَيْدٌ: فَأَنْزَلَهَا اللَّهُ وَحْدَهَا، فَأَلْحَقْتُهَا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى مُلْحَقِهَا عِنْدَ صَدْعٍ فِي كَتِفٍ

❀❀ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اسے دوران آپ پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی، نبی اکرم ﷺ کا زانوں مبارک اس وقت میرے زانوں پر تھا، تو میں نے کبھی بھی نبی اکرم ﷺ کے زانوں سے زیادہ وزنی کوئی چیز نہیں پائی تھی (یعنی اس وقت آپ کے زانوں کا وزن انتہائی زیادہ ہوگیا) جب آپ ﷺ کی یہ کیفیت ختم ہوئی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم لکھو! تو میں نے کسی (جانور کے) کندھے کی ہڈی پر لکھا

''مومنوں میں سے جہاد میں حصہ نہ لینے والے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے لوگ برابر نہیں ہیں''۔

اسے آیت کے آخر تک تحریر کیا، حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، وہ ایک نابینا شخص تھے، جب انہوں نے مجاہدین کی فضیلت سنی، تو انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! مومنوں میں سے جو لوگ جہاد کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے ان کا کیا ہوگا؟

2507- حديث صحيح. وهذا اسناد حسن في المتابعات والشواهد. عبد الرحمن بن ابي الزناد ضعيف يعتبر به، وقد توبع. ابو الزناد: هو عبد الله بن ذكوان المدني وخارجة بن زيد: هو ابن ثابت. وهو في "سنن سعيد بن منصور" (2314)، وفي قسم التفسير منه (681). واخرجه بنحوه البخاري (2832) و (4592)، والترمذي (3282)، والنسائي (3099) و (3100) من طريق مروان بن الحكم الاموي، عن زيد بن ثابت. وهو في "مسند احمد" (21602) من طريق مروان بن الحكم. وهو في "مسند احمد" ايضاً (21601)، و "صحيح ابن حبان" (4713) من طريق قبيصة بن ذؤيب، عن زيد بن ثابت. واسناده صحيح، وانظر تمام تخريجه عندهما. واخرجه البخاري (2831)، ومسلم (1898)، والترمذي (1765) و (3280) والنسائي (3101) و (3102) من حديث البراء بن عازب

جب ان کی بات ختم ہوئی، تو نبی اکرم ﷺ پر وہی کیفیت طاری ہوئی، آپ ﷺ کا زانوں میرے زانوں پر تھا، میں نے دوسری مرتبہ آپ ﷺ کے زانوں کا وزن محسوس کیا، جس طرح پہلی مرتبہ محسوس کیا تھا، جب آپ کی کیفیت ختم ہوئی، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''مومنین میں سے بیٹھے رہنے والے (یعنی جہاد میں حصہ نہ لینے والے) برابر نہیں ہیں''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''وہ لوگ جنہیں کوئی ضرر لاحق نہ ہو''

اس کے بعد پوری آیت ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ الگ، الگ نازل کیے تھے، میں نے پھر انہیں ایک دوسرے کے ساتھ شامل کر دیا، اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں گویا اس وقت بھی اس کندھے کی ہڈی کے اندر سوراخ کی جگہ دیکھ رہا ہوں۔

2500 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَقَدْ تَرَكْتُمْ بِالْمَدِينَةِ أَقْوَامًا مَا سِرْتُمْ مَسِيرًا، وَلَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ، وَلَا قَطَعْتُمْ مِنْ وَادٍ إِلَّا وَهُمْ مَعَكُمْ فِيهِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَكَيْفَ يَكُونُونَ مَعَنَا، وَهُمْ بِالْمَدِينَةِ، فَقَالَ: حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ

⊛⊛ موسیٰ بن انس اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

(ایک جہاد کے دوران) نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا: ''تم لوگوں نے مدینہ منورہ میں کچھ ایسے لوگوں کو چھوڑا ہے کہ تم نے جو بھی سفر کیا، یا تم نے جو بھی خرچ کیا اور جس بھی وادی سے گزرے، تو وہ اس دوران تمہارے ساتھ تھے، لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! وہ ہمارے ساتھ کیسے ہو سکتے ہیں؟ وہ تو مدینہ منورہ میں ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وہ معذور ہونے کی وجہ سے نہیں آ سکے''

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: بلا عذر اور بلا ضرر (جہاد سے) بیٹھ رہنے والے مسلمان اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے (کافروں کے خلاف) جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں، اپنے جان اور مال سے جہاد کرنے والے مجاہدوں کو اللہ نے بیٹھنے والوں پر درجے میں فضیلت دی ہے اور سب سے اللہ نے اچھی عاقبت کا وعدہ کیا ہے اور اللہ نے مجاہدوں کو بیٹھنے والوں پر اجر عظیم کی فضیلت دی ہے، اللہ کی طرف سے درجات ہیں اور بخشش اور رحمت اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

بلا عذر جہاد میں شریک نہ ہونے والے مجاہدین کے برابر نہیں ہیں

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرتے ہیں سفر میں سختیاں اور بھوک اور پیاس کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں اور اللہ کے دشمنوں سے مقابلہ میں زخم کھاتے ہیں ان کے برابر وہ لوگ نہیں ہو سکتے جو بغیر کسی

جسمانی عذر کے جہاد کے لیے نہیں جاتے اور اپنی جان اور مال کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (آیت) "لا یستوی القاعدون من المؤمنین" ۔الآیہ تو حضرت عبداللہ بن عمرو ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے وہ نابینا تھے انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نابینا ہوں۔ آپ مجھے جہاد کے متعلق کیا حکم دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (آیت) "غیر اولی الضرر"۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (چوڑی) ہڈی اور دوات لاؤ یا فرمایا لوح اور دوات لاؤ۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۰۴۲، صحیح بخاری رقم الحدیث: ۴۵۹۴، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۸۹۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (آیت) "غیر اولی الضرر"۔ سے مراد وہ مسلمان ہیں جو بغیر کسی ضرر یا عذر کے جنگ بدر میں شامل نہیں ہوئے تھے اور جہاد کرنے والوں سے مراد وہ مسلمان ہیں جو جنگ بدر میں جہاد کے لیے گئے تھے۔ جب غزوہ بدر میں شریک ہونے کا حکم آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت عبداللہ بن جحش اور حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نابینا ہیں کیا ہمارے لیے رخصت ہے تو پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

(سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۰۴۳، سنن کبریٰ للنسائی ج ۶ رقم الحدیث: ۱۱۱۱۷)

عذر کی وجہ سے جہاد نہ کرنے والے مجاہدین کے برابر ہیں

اس آیت سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ جو مسلمان جہاد میں شامل ہونے کی نیت رکھتے ہوں لیکن جسمانی عذر کی وجہ سے شریک نہ ہوسکیں وہ اجر و ثواب میں مجاہدین کے برابر ہیں' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بلاعذر جہاد میں شرکت نہ کرنے والوں کے متعلق فرمایا ہے وہ مجاہدوں کے برابر نہیں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عذر والے مجاہدین کے برابر ہیں' اس کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے۔

امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ میں فرمایا ہم مدینہ میں کچھ مسلمانوں کو چھوڑ آئے ہیں اور ہم نے جب بھی کسی گھاٹی یا وادی کو عبور کیا تو مدینہ کے کچھ مسلمان تمہارے ساتھ ہوتے تھے' صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ تو مدینہ میں ہیں' آپ نے فرمایا: وہ مدینہ میں ہیں' آپ نے فرمایا: وہ مدینہ میں ہیں لیکن عذر کی وجہ سے نہیں جاسکے۔ (امام مسلم نے یہ حدیث اختصار کے ساتھ حضرت جابر سے روایت کی ہے)

(سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۲۷۶۵، ۲۷۶٤' صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۹۰۹' مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۰' ۱۸۲)

غنی شاکر افضل ہے یا فقیر صابر

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی بھی فضیلت بیان کی ہے' اس سے معلوم ہوا کہ جو مال دار لوگ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دیگر فرائض اور واجبات کو بجالاتے ہیں اور جن کاموں سے شریعت میں منع کیا گیا ہے ان سے باز رہتے ہیں ان کو نفلی عبادت کرنے والوں پر فضیلت حاصل ہے' کیونکہ وہ اپنے مال کو جہاد' اسلام کی ترویج

واشاعت اور دیگر نیکی کے کاموں میں صرف کرتے ہیں۔

اس مسئلہ میں بحث کی گئی ہے کہ غنی شاکر افضل ہوتا ہے یا فقیر صابر افضل ہوتا ہے' بعض علماء نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ غنی شاکر افضل ہوتا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں ان کو فضیلت اور درجہ حاصل ہے' نیز غنی کو قدرت حاصل ہوتی ہے اور فقیر عاجز ہوتا ہے اور قدرت عجز سے افضل ہے' اور بعض نے کہا فقیر صابر افضل ہوتا ہے' کیونکہ غنی شاکر کو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے جو اجر ملتا ہے وہ دس گنا ہے' سات سو گنا ہے یا چودہ سو گنا ہے اور بہر حال حد اور حساب سے ہے اور صبر کرنے والوں کو اللہ بے حساب اجر عطا فرماتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

(آیت) "انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب"۔ (الزمر:۱۰)

ترجمہ: صرف صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ غنی شاکر سے صابر افضل ہے' نیز غنی دنیا کی طلب میں رہتا ہے جب کہ فقیر دنیا کو ترک کرتا ہے اور دنیا کو طلب کرنے سے دنیا کو ترک کرنا افضل ہے' اس سے بھی معلوم ہوا کہ فقیر صبر غنی شاکر سے افضل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی یہ بحث رہتی تھی کہ فقیر صابر افضل ہے یا غنی شاکر افضل ہے اور ہر ایک اجر و ثواب میں دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتا تھا۔

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فقراء مہاجرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا مالدار لوگ تو بڑے بڑے درجات اور جنت کی نعمتیں لے گئے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کیسے؟ انہوں نے عرض کیا جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں وہ نماز پڑھتے ہیں اور جس طرح ہم روزے رکھتے ہیں وہ روزے رکھتے ہیں اور وہ صدقہ کرتے ہیں اور ہم صدقہ نہیں کر سکتے' وہ غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم آزاد نہیں کر سکتے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز کی تعلیم نہ دوں جس سے تم ان سے بڑھ جاؤ گے جو تم پر سبقت کرتے ہیں اور تم اپنے بعد والوں سے بھی بڑھ جاؤ گے؟ اور تم سے کوئی شخص افضل نہیں ہو سکے گا مگر وہ جو تمہاری طرح اس کام کو کرے' فقراء مہاجرین نے کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تم ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس بار سبحان اللہ' اللہ اکبر اور الحمد للہ کہو' (دوسری روایت میں ہے سبحان اللہ' الحمد للہ اور اللہ اکبر پڑھو) فقراء مہاجرین دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی اس کام کو سن لیا اور وہ بھی اس طرح کرنے لگے' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے عطا فرمائے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث:۵۹۵)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فقیر صابر سے غنی شاکر افضل ہے کیونکہ اس کو اپنی عبادات انجام دینے کا موقع ملتا ہے جو فقراء کی پہنچ میں نہیں ہوتیں' یہ بھی واضح رہے کہ فقیر صابر سے مراد آج کل کے گداگر نہیں ہیں اور نہ غنی شاکر سے مراد آج کل کے سرمایہ دار ہیں بلکہ فقراء سے مراد ایسے فقراء ہیں جیسے فقراء مہاجرین تھے مثلاً حضرت بلال' حضرت سلمان فارسی اور حضرت صہیب

رومی وغیرہ اور اغنیاء سے مراد ایسے اغنیاء ہیں جیسے حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمن بن عوف وغیرہ تھے اور فقیر صابر سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ شاکر نہ ہو اور غنی شاکر سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ صابر نہ ہو بلکہ ہر دو کو جب کوئی نعمت ملے تو وہ اس پر اللہ کا شکر ادا کریں اور جب کوئی مصیبت آئے تو وہ اس پر صبر کریں لیکن غنی کا غالب حال یہ ہے کہ اس شکر کرنے کے مواقع زیادہ ملتے ہیں اس لیے اس کو غنی شاکر سے تعبیر کرتے ہیں اور فقیر کا غالب اور شکر کرنا بھی عبادت ہے تاہم اگر اغنیاء کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ ان کو ایسی عبادت کرنے کے زیادہ مواقع ملتے ہی جو فقراء کی دسترس میں نہیں ہیں تو فقراء کے لیے یہ فضیلت کچھ نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو زندگی گزاری ہے وہ عیش، نعمت اور اغنیاء کی زندگی نہیں ہے وہ فقراء کی زندگی ہے اگر اغنیاء کو عبادت میں سبقت کی فضیلت حاصل ہے تو فقراء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اپنانے کی فضیلت حاصل ہے۔

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ عزوجل فرمائے گا' اے ابن آدم میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی! وہ کہے گا اے میرے رب میں تیری کیسے عیادت کرتا تو رب العلمین ہے' تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھ کو علم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا تو نے اس کی عیادت نہیں کی اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا' پھر فرمائے گا اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے کھانا نہیں دیا' وہ کہے گا: اے میرے رب! میں تجھے کیسے کھلاتا تو رب العلمین ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو نے اس کو کھانا نہیں کھلایا اگر تو اس کو کھانا کھلاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا' پھر فرمائے گا اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا! وہ کہے گا اے میرے رب! میں تجھے کیسے پانی پلاتا تو رب العالمین ہے' اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے فلاں بندہ نے تجھ سے پانی مانگا تو نے اس کو پانی نہیں پلایا اگر تو اس کو پانی پلاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۵۶۹)

فقراء کے لیے یہ کچھ کم اعزاز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی بیماری کو اپنی بیماری اور ان کی بھوک اور پیاس کو اپنی بھوک اور پیاس فرماتا ہے' اگر اغنیاء کو کثرت عبادت کی فضیلت حاصل ہے تو فقراء کے لیے یہ کم فضیلت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے حال کو اپنا حال فرماتا ہے' ان کی بیماری کو اپنی بیماری اور ان کی بھوک اور پیاس کو اپنی بھوک اور پیاس فرماتا ہے۔

عذر و غیر عذر سے متعلق احادیث و آثار کا بیان

(۱) ابن سعد و عبد بن حمید و بخاری و ترمذی و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابن الانباری نے مصاحف میں والبغوی نے اپنی معجم میں والبیہقی نے اپنی سنن میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب یہ آیت ''لا یستوی القعدون من المؤمنین'' نازل ہوئی تو نبی نے فرمایا فلان کو بلاؤ اور دوسرے لفظ میں یوں ہے زید کو بلاؤ وہ آئے اور ان کے ساتھ ایک دوات ایک تختی اور ایک کندھا تھا آپ نے فرمایا لفظ آیت ''لا یستوی القعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجهدون فی سبیل اللہ'' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ام کلثوم کو اپنا نائب بنایا انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نابینا ہوں تو اس کی جگہ یہ آیت نازل ہوئی۔ لفظ آیت ''لا یستوی القعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجهدون فی

سبیل اللہ"۔

معذورین پر جہاد فرض نہیں

(۲) ابن سعد واحمد وعبد بن حمید وبخاری ابوداؤد وترمذی وابن جریر وابن المنذر وابونعیم نے دلائل میں والبیہقی نے ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے فرمایا کہ مجھ کو سہل بن سعد ساعدی نے بیان کیا کہ مروان بن حکم نے ان کو بتایا کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو یہ لکھوایا لفظ آیت "لا یستوی القعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجھدون فی سبیل اللہ" ابن ام کلثوم آئے اور آپ مجھ لکھوا رہے تھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اگر جہاد کی طاقت رکھتا تو ضرور جہاد کرتا اور وہ نابینا تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ پر وحی فرمائی اور آپ کی ران میری ران پر تھی اور مجھ پر اتنا بوجھ پڑا یہاں تک کہ مجھے خوف ہوا کہ میری ران ٹوٹ نہ جائے پھر آپ سے یہ کیفیت دور ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے (یہ آیت) اتاری "لا یستوی القعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجھدون فی سبیل اللہ" آخری آیت تک۔ ابن ام کلثوم نے فرمایا اور وہ نابینا آدمی تھے جب انہوں نے مجاہدین کی فضیلت کو سنا تو کہا یا رسول اللہ صلی کس طرح ہوگا جو مومنین میں سے جہاد کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ جب اس کی بات ختم ہوئی تو رسول اللہ ﷺ پر (دوبارہ) سکینہ چھا گیا آپ کی ران میری ران پر واقع ہوگئی دوسری مرتبہ بھی میں نے اس کا بوجھ پہلی مرتبہ کی طرح پایا پھر یہ کیفیت رسول اللہ ﷺ سے جاتی رہی تو آپ نے فرمایا: اے زید پڑھو تو میں نے پڑھا لفظ آیت "لا یستوی القعدون من المؤمنین" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ بھی لکھو "غیر اولی الضرر" اور زید نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کو الگ نازل فرمایا میں نے اس آیت کے ساتھ ملا دیا اور قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے گویا میں اس کے الحاق کو مونڈھے کی ہڈی پر جہاں شگاف تھا دیکھ رہا ہوں۔

(٤) ابن فہر نے کتاب فضائل مالک میں وابن عساکر نے عبداللہ بن رافع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ہارون الرشید مدینہ منورہ میں آئے تو برکی کو امام مالک کی طرف بھیجا اور ان سے (خلیفہ ہارون الرشید کی طرف سے پیغام دیتے ہوئے) کہا کہ میرے پاس وہ کتاب لے آئے جو آپ نے تصنیف کی ہے یہاں تک کہ آپ سے اس کو سن لوں امام ابن مالک نے برکی سے کہا میرا ان کو سلام کہہ دیجئے اور ان سے کہہ دیجئے کہ علم کی زیارت کی جاتی ہے علم زیارت کے لئے نہیں آتا اور علم کے پاس آیا جاتا ہے وہ خود چل نہیں آتا برکی ہارون کے پاس واپس گئے اور ان سے کہا اے امیر المومنین اہل عراق کو یہ بات پہنچے گی کہ آپ نے مالک کو پیغام بھیجا مگر اس نے آپ کی مخالفت کی اس پر سختی کیجئے تا کہ وہ آپ کے پاس آجائے اچانک امام مالک (امیر المومنین کے پاس) داخل ہوئے اور ان کے ساتھ کتاب نہیں تھی اور آپ سلام کرنے کے لئے تشریف لائے تھے اور فرمایا اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ مقام آپ کے علم کی وجہ سے عطا فرمایا ہے آپ ان لوگوں میں سے پہلے فرد نہ بنیں جو کہ علم کو گرائے جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ بھی آپ کو گرا دے میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو حسب ونسب سے تعلق نہیں رکھتے وہ علم کی تعظیم کرتے ہیں تم اس کے زیادہ مستحق ہو کہ تم حضور ﷺ کے عطا کردہ غلام کی عزت کرو امام مالک لگاتار ایسی باتیں کرتے رہے اور یہاں تک کہ ہارون رو پڑے پھر فرمایا فرمایا مجھے زہری نے خبر دی خارجہ ابن زید کی طرف سے کہ زید بن ثابت نے فرمایا میں نبی ﷺ کے سامنے ہڈی

پر آیت لکھ رہا تھا۔ لفظ آیت ”لا یستوی القعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجھدون“ وابن ام مکتوم جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے جہاد کی فضیلت میں نازل فرمایا اور میں نابینا آدمی ہوں کیا میرے لئے رخصت ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نہیں جانتا زید بن ثابت نے فرمایا میرا قلم (ابھی) خشک نہیں ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غشی طاری ہوگئی اور آپ کی ران میری ران پر واقع ہوئی یہاں تک کہ قریب تھا کہ وحی کے بوجھ سے ٹوٹ جاتی پھر یہ کیفیت دور ہوئی تو آپ نے مجھ سے فرمایا اے زید لکھو لفظ آیت ”غیر اولی الضرر“ پس اے امیر المومنین! اس ایک حرف کے لئے جبرئیل اور فرشتے پچاس ہزار سال کے سفر سے بھیجے گئے تاکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اسے پہنچائیں کیا مجھے یہ لائق نہیں کہ میں اس کی تعظیم کروں؟

(۵) ترمذی (نے اس کو حسن کہا) ونسائی وابن جریر وابن المنذر والبیہقی نے اپنی سنن میں مقسم کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ (یہ آیت) ”لا یستوی القعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر“ غزوہ بدر میں شریک نہ ہونے والوں اور شریک ہونے والوں کے بارے میں نازل ہوئی جب غزوہ بدر ہوا تو عبد اللہ بن جحش اور ابن مکتوم رضی اللہ عنہ دونوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! ہم دونوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم دونوں نابینا ہیں کیا ہمارے لئے رخصت ہے؟ تو (یہ آیت) نازل ہوئی لفظ آیت ”لا یستوی القعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر“ اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو قاعدین پر ایک درجہ فضیلت عطا فرمائی۔ اور بیٹھنے والے بغیر عذر والے تھے (پھر فرمایا) لفظ آیت ”وفضل اللہ المجھدین علی القعدین اجرا عظیما“ یعنی مجاہدوں نے معذوروں کے علاوہ گھر میں بیٹھے رہنے والوں پر کئی درجے فضیلت دی ہے۔

(۶) عبد الرزاق وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم مقسم کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ”لا یستوی القعدون من المؤمنین“ کہ یہ آیت غزوہ بدر میں شریک ہونے والوں اور شریک نہ ہونے والوں میں نازل ہوئی۔

(۷) ابن جریر وطبرانی نے الکبیر میں اپنی سند کے ساتھ جس کے رجال ثقہ ہیں زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب (یہ آیت) ”لا یستوی القعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجھدون فی سبیل اللہ“ نازل ہوئی تو ابن ام مکتوم آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میرے لئے رخصت ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں انہوں نے کہا اے اللہ! میں نابینا ہوں میرے لئے رخصت فرمایئے؟ تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ”غیر اولی الضرر“ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو لکھنے کا حکم فرمایا۔

(۸) عبد بن حمید والبزار وابو یعلی وابن حبان وطبرانی نے فلتان بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے کہ ان پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور جب آپ پر وحی نازل ہوئی تو آپ کی نظر ایک جگہ ٹھہر جاتی اور آنکھیں کھلی ہوئیں اور آپ کے کان اور آپ کا دل (اس کے سننے کے لئے) خالی ہو جاتے جب یہ امر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا تو ہم آپ سے پہچان لیتے (کہ آپ کے پاس وحی آرہی ہے) تو آپ نے کاتب سے فرمایا کہ لفظ آیت ”لا یستوی القعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجھدون فی سبیل اللہ“ تو ایک نابینا کھڑا ہو گیا اور کہا یا رسول اللہ! ہمارا کیا گناہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے

پھر وحی فرمائی۔ اور ہم نے نابینا سے کہا کہ نبی ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ وہ ڈرا کہ میرے معاملے میں پتہ نہیں کون سی چیز نازل ہوگی وہ کھڑا رہا اور کہتا رہا میں پناہ مانگتا ہوں رسول اللہ ﷺ کے غضب سے آپ نے کاتب سے فرمایا لکھو" غیر اولی الضرر "۔

(۹) ابن جریر نے عوفی کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ (جب یہ آیت نازل ہوئی) " لا یستوی القعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجهدون فی سبیل اللہ " تو عبداللہ بن ام مکتوم نابینا نے اس کو سنا تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے جہاد کے بارے میں نازل فرمایا میں نے جان لیا اور میں نابینا آدمی ہوں جہاد نہیں کر سکتا میرے لئے اللہ کی طرف سے رخصت ہے اگر میں جہاد میں شرکت نہ کروں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تیرے بارے میں مجھے کوئی حکم نہیں ملا۔ میں نہیں جانتا کہ تیرے اور تیرے ساتھیوں کے بارے میں رخصت ہوگی یا نہیں ابن ام مکتوم نے کہا اے اللہ! میں آپ کو اپنی آنکھ کا واسطہ دیتا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت " لا یستوی القعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر "۔

(۱۰) عبد بن حمید و طبرانی و بیہقی نے ابونضرہ کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ یہ ان لوگوں کے بارے میں ہوئی کہ جن کو امراج اور دوردوں نے جہاد سے روک دیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے عذر کو آسمان سے نازل فرمایا۔

(۱۱) سعید بن منصور و عبد بن حمید نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ یہ آیت ابن ام مکتوم کے بارے میں نازل ہوئی یعنی " غیر اولی الضرر " اور میں مسلمانوں کو بعض جگہوں میں دیکھا کہ ان کے اس جھنڈا ہوتا تھا۔

(۱۲) سعید بن منصور و عبد بن حمید و ابن جریر نے عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب یہ آیت " لا یستوی القعدون من المؤمنین " نازل ہوئی تو ابن ام مکتوم نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں نابینا ہوں جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے " غیر اولی الضرر " کو نازل فرمایا۔

(۱۳) عبد بن حمید نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ہم کو یہ بات ذکر کی گئی کہ یہ آیت جب نازل ہوئی تو عبداللہ بن ام مکتوم نے کہا اے اللہ کے نبی! میرا عذر ہے (اس کا کیا بنے گا) اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لفظ آیت " غیر اولی الضرر "۔

(۱۴) ابن جریر نے سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ یہ آیت " لا یستوی القعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجهدون فی سبیل اللہ " نازل ہوئی تو نابینا آدمی نے کہا اے اللہ کے نبی! میں جہاد کو محبوب رکھتا ہوں لیکن میں جہاد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو یہ نازل ہوا " غیر اولی الضرر "۔

(۱۵) ابن جریر نے سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابن ام مکتوم نے فرمایا یا رسول اللہ میں نابینا ہوں جہاد کی طاقت نہیں رکھتا تو اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا " غیر اولی الضرر "۔

(۱۶) ابن سعد و عبد بن حمید و ابن جریر نے زیاد بن فیاض کے طریق سے ابو عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ جب یہ

آیت ''لا یستوی القعدون'' نازل ہوئی تو عبداللہ بن ام مکتوم نے فرمایا اے میرے رب! میں تو آزمائش میں ڈالا گیا ہوں اب میں کیا کروں؟ تو یہ نازل ہوا''

''غیر اولی الضرر''۔

(۱۷) ابن سعد وابن المنذر نے ثابت کے طریق سے عبدالرحمن بن ابی لیلی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ جب یہ آیت ''لا یستوی القعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجھدون فی سبیل اللہ'' نازل ہوئی تو ابن ام مکتوم نے کہا اے میرے رب میرا اعذر اے میرے رب میرے عذر کا کیا بنے گا تو یہ آیت نازل ہوئی ''''غیر اولی الضرر'' تو ان کو درمیان میں رکھ دیا گیا اس کے بعد وہ جنت میں شریک ہوئے تھے اور کہتے تھے کہ مجھ کو جھنڈا دے دو اور مجھ کو کھڑا کر دو صفوں کے درمیان میں ہرگز نہیں بھاگوں گا۔

(۱۸) ابن المنذر نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ چار آیات ابن مکتوم کے بارے میں نازل ہوئی یعنی لفظ آیت ''لا یستوی القعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر'' اور ان کے بارے میں نازل ہوا ''لیس علی الاعمی حرج'' (النور آیت ۶۱) ان کے بارے میں نازل ہوا ''فانھا لا تعمی الابصار'' (الحج آیت ۱۶) اور ان کے بارے میں نازل ہوا ''عبس وتولی'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا اور ان کو اپنے قریب کر کے فرمایا کہ تو وہ ہے کہ تیرے بارے میں مجھے میرے رب نے عتاب فرمایا۔

(۱۹) ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ گھر میں بیٹھنے والا دشمن کے مقابلہ میں مجاہد کے درجہ کے برابر نہیں ''وکلا'' اور سب یعنی المجاہد اور قاعد معذور (اور) فرمایا ''وفضل اللہ المجھدین علی القعدین'' کہ وہ لوگ جن کا کوئی عذر نہیں تھا ''اجرا عظیما (۹۵) درجت'' یعنی فضائل میں ''وکان اللہ غفورا رحیما'' یعنی ستر درجوں کی فضیلت۔

(۲۰) ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے علی کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ''غیر اولی الضرر'' سے عذر والے مراد ہیں۔

(۲۱) ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ''فضل اللہ المجھدین باموالھم وانفسھم علی القعدین درجۃ'' یعنی عذر والوں پر مجاہدین کو فضیلت عطا فرمائی۔

(۲۲) عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر نے قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ ''وکلا وعد اللہ الحسنی'' یعنی جنت اور اللہ تعالیٰ ہر فضل والے کو اپنا فضل عطا فرماتے ہیں۔

(۲۳) ابن جریر نے ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ''وفضل اللہ المجھدین علی القعدین اجرا عظیما۔ درجت منہ ومغفرۃ ورحمۃ'' یعنی اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو ان مومنوں پر فضیلت دی ہے جو گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں لفظ آیت ''غیر اولی الضرر'' یعنی جو معذور نہ ہوں۔

(۲۴) ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے "درجت منه ومغفرة ورحمة" کے بارے میں روایت کیا کہ کہا جاتا ہے اسلام ایک درجہ ہے اور ہجرت ایک درجہ ہے اسلام میں اور جہاد ہجرت میں ایک درجہ ہے اور جہاد میں (دشمن کو) قتل کرنا ایک درجہ ہے۔

(۲۵) ابن جریر نے ابن وھب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے ابن زید رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول "وفضل الله المجهدين على القعدين اجرا عظيما (۹۵) درجت منه" کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا درجات سات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ براۃ میں ذکر فرمایا یعنی "ما كان لاهل المدينة ومن حولهم من الاعراب ان يتخلفوا عن رسول الله ولا يرغبوا بانفسهم عن نفسه ذلك بانهم لا يصيبهم ظما ولا نصب" اس کو انہوں نے پڑھا اور یہاں تک کہ پہنچے "احسن ما كانوا يعملون" پوچھا کیا یہ سات درجات ہیں؟ یہ پہلی چیز تھی جہاد کا درجہ مجمل تھا وہ شخص جس نے جہاد کیا اپنے مال کے ساتھ اس کا اس آیت میں ذکر ہے۔ جب یہ درجات فضیلت کے ساتھ آئے تو ان سے اسے خارج کر دیا گیا ان میں سے اس کا حصہ نفقہ رہ گیا پھر اس آیت میں ذکر ہے۔ جب یہ درجات فضیلت کے ساتھ آئے تو ان سے اسے خارج کر دیا گیا ان میں سے اس کا حصہ نفقہ رہ گیا پھر یہ آیت تلاوت کی "لا يصيبهم ظما ولا نصب" اور فرمایا کہ صاحب نفقہ کے لئے نہیں ہے پھر یہ پڑھا "وما انفقتم من نفقة" اور فرمایا یہ قائد کا نفقہ ہے۔

(۲۶) عبد بن حمید، وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم نے ابن محیریز رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول "وفضل الله المجهدين على القعدين اجرا عظيما (۹۵) درجت" کے بارے میں روایت کیا کہ درجات میں ستر درجے ہیں اور دو درجوں کے درمیان گھوڑے کے ستر سال کے دوڑنے کا فاصلہ ہے۔

(۲۷) عبد الرزاق نے مصنف میں ابو مجلز رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول "وفضل الله المجهدين على القعدين اجرا عظيما (۹۵) درجت" کے بارے میں روایت کیا کہ درجات میں ستر درجے ہیں اور دو درجوں کے درمیان گھوڑے کے ستر سال کے دوڑنے کا فاصلہ ہے۔

شہید کے لئے چھ بھلائیاں ہیں

(۲۸) ابن المنذر نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ "درجت منه ومغفرة ورحمة" کے بارے میں روایت کیا کہ ہم کو یہ ذکر کیا گیا کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کے راستے میں مقتول کے لئے چھ بھلائیاں ہیں خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس کے تمام گناہوں کو مٹا دیا جاتا ہے اور اس کو ایمان کا جوڑا پہنایا جاتا ہے۔ پھر عذاب سے محفوظ کیا جاتا ہے پھر بڑی گھبراہٹ سے امن دیا جاتا ہے پھر جنت میں ٹھہرایا جاتا ہے پھر حور عین سے اس کی شادی کی جاتی ہے۔

(۲۹) بخاری وبیہقی نے الاسماء والصفات میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں سو درجے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لئے تیار فرمایا ہے دو درجوں کے درمیان آسمان و زمین کا فاصلہ ہے جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو اس سے جنت الفردوس کا سوال کرو کیونکہ وہ سب سے بہترین اور اونچی جنت ہے اور اس کے اوپر رحمن کا

عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔

(۳۰) عبد بن حمید و ابن ابی حاتم نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں سو درجے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ان مجاہدین کے لئے تیار کیا ہے جو اس کے راستے میں جہاد کرتے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان آسمان زمین کا فاصلہ ہے۔

(۳۱) مسلم، ابوداؤد و نسائی اور حاکم نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص راضی ہو اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر اس کے لئے جنت واجب ہوگئی ابوسعید نے تعجب فرمایا اور عرض کیا یارسول اللہ! مجھ کو دوبارہ بتایئے تو آپ نے ان کو دوبارہ بتایا پھر فرمایا ایک اور عمل بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ بندہ کے سو درجے جنت کے بلند کردے گا اور دو درجوں کے درمیان آسمان وزمین کا فاصلہ ہے انہوں نے پوچھا یارسول اللہ! وہ کیا ہے آپ نے فرمایا اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔

(۳۲) ابن ابی حاتم وابن مردویہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کو ایک تیر اللہ کے راستہ میں پہنچا اس کے لئے درجہ ہے ایک آدمی نے کہا یارسول اللہ! درجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا خبردار یہ تیری ماں کی چوکھٹ نہیں ہے بلکہ دو درجوں کے درمیان سو سال کا سفر ہے۔

(۳۳) ابن ابی حاتم وابن مردویہ نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان آسمان وزمین کا فاصلہ ہے۔

(۳۴) ابن ابی حاتم نے یزید بن ابومالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ کہا جاتا تھا جنت میں دو سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان کا فاصلہ ہے اس میں یاقوت ہیں، گھوڑے ہیں، ہر درجہ میں ایک امیر ہوگا وہ دیکھتے ہیں جس کی فضیلت اور سرداری کو لوگ دیکھیں گے۔ (تفسیر درمنثور، سورہ نساء، بیروت)

بَابُ مَا يُجْزِئُ مِنَ الْغَزْوِ

باب: کیا چیز، جہاد میں حصہ لینے کی جگہ، کفایت کر جاتی ہے

2509- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ أَبِي الْحَجَّاجِ أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ، حَدَّثَنِي يَحْيَى، حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ، حَدَّثَنِي بُسْرُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ خَالِدٍ الْجُهَنِيُّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللهِ فَقَدْ غَزَا، وَمَنْ خَلَفَهُ فِي أَهْلِهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا

2509- اسناده صحيح. عبدالوارث: هو ابن سعيد البصري، والحسين: هو ابن ذكوان المعلم، ويحيى: هو ابن ابي كثير، وابو سلمة: هو ابن عبدالرحمن بن عوف. واخرجه البخاري (2843)، ومسلم (1895)، والترمذي (1722) و (1725)، والنسائي (3181) من طريق يحيى بن ابي كثير، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم (1895)، والنسائي (3180) من طريق بكير ابن الاشج، عن بسر بن سعيد، به. واخرجه الترمذي (1723) من طريق عطاء بن ابي رباح، عن زيد بن خالد. وعطاء لم يسمع من زيد، وهو في "مسند احمد" (17039)، و "صحيح ابن حبان" (4631). واخرج الترمذي (1724)، وابن ماجه (2759)

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جو کوئی جہاد میں حصہ لینے والے کو سامان فراہم کرتا ہے، گویا وہ خود بھی جہاد میں حصہ لیتا ہے اور جو شخص مجاہد کی غیر موجودگی میں اس کے اہل خانہ کا بھلائی کے ساتھ خیال رکھتا ہے، گویا وہ بھی جہاد میں حصہ لیتا ہے''

2510 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، مَوْلَى الْمَهْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ إِلَى بَنِي لَحْيَانَ وَقَالَ: لِيَخْرُجْ مِنْ كُلِّ رَجُلَيْنِ رَجُلٌ، ثُمَّ قَالَ لِلْقَاعِدِ: أَيُّكُمْ خَلَفَ الْخَارِجَ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ بِخَيْرٍ، كَانَ لَهُ مِثْلُ نِصْفِ أَجْرِ الْخَارِجِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے بنولحیان کی طرف (پیغام بھیجا) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہر دو میں سے ایک آدمی (جہاد کے لیے) نکلے، پھر آپ ﷺ نے جہاد میں حصہ نہ لینے والوں کے بارے میں ارشاد فرمایا: جو شخص جہاد میں حصہ لینے والوں کے اہل خانہ اور ان کے مال کے بارے میں بھلائی کے ساتھ، ان کا خیال رکھے گا، اسے جہاد کے لیے نکلنے والے کا نصف اجر ملے گا''۔

بَابٌ فِي الْجُرْأَةِ وَالْجُبْنِ

باب: جرأت اور بزدلی

2511 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْجَرَّاحِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ مُوسَى بْنِ عَلِيِّ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مَرْوَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: شَرُّ مَا فِي رَجُلٍ شُحٌّ هَالِعٌ وَجُبْنٌ خَالِعٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''آدمی میں سب سے بری چیز ایسی کنجوسی ہے، جو کچھ خرچ کرنے نہ دے اور ایسی بزدلی ہے، جو اسے ختم کر دے''۔

بخل اور بزدلی کے سبب کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بچہ لایا گیا آپ نے اس کا بوسہ لیا اور فرمایا کہ جان لو یہ اولاد بخل کا باعث اور بزدلی کا سبب ہے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اولاد اللہ کی عطا کردہ نعمت اور رزق بھی ہے۔ (شرح السنہ، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 628)

اولاد کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا اس سے اس حقیقت کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ اولاد ہی ہے جو انسان سے سب کچھ کراتی ہے ایک باپ اپنے بچوں کے لئے نہ صرف مختلف ذرائع و وسائل اختیار کر کے روپیہ پیسہ کماتا ہے اور مال و اسباب فراہم کرتا ہے بلکہ بچوں کا مستقبل اس کو اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ اس نے جو کچھ کمایا ہے اس کو پیسہ پیسہ جوڑ کر

رکھے، یہاں تک کہ اولاد کی فکر اس کو بخیل بنا دیتی ہے کہ وہ اپنے روپے پیسے اور مال واسباب کو نہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے نہ بھلائی وانسانی ہمدردی کے کام میں مدد دیتا ہے اور پھر یہ کہ آل واولاد کی محبت ہی ہوتی ہے جو انسان کو اس حد تک بزدل و نامرد بنا دیتی ہے کہ وہ اعلاء کلمۃ الحق اور دین وحق کی سربلندی کے اپنے فرض کو بھی فراموش کر دیتا ہے چنانچہ جہاد کرنے سے کتراتا ہے اور لڑائی میں جانے سے دل چراتا ہے اس کو یہ خوف، شجاعت وبہادری دکھانے سے باز رکھتا ہے کہ اگر میں میدان جنگ میں مارا گیا یا مجھے پکڑ لیا گیا تو میرے بچے کا کیا حال ہوگا ان کی دیکھ بھال اور پرورش کیسے ہوگی اور میرے بچے باپ کے سایہ سے محروم ہو کر کس کس طرح تکلیف ومشقت برداشت کریں گے۔ پہلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا اولاد کے بارے میں اس طرح کی برائی بیان کی اور پھر بعد میں اولاد کی ایک خوبی اور اس کی تعریف بھی بیان فرمائی۔

چنانچہ آپ نے فرمایا کہ یہ بچے ریحان ہیں ریحان کے معنی روزی اور نعمت کے بھی ہیں اور ریحان ہر اس پودے اور گھاس کو بھی کہتے ہیں جو خوشبودار ہو، دونوں ہی صورتوں میں اولاد کی مدح ظاہر ہوتی ہے اور اس میں کوئی شک بھی نہیں ہے کہ بچے ماں باپ کے حق رزق کا درجہ رکھتے ہیں کہ اگر والدین کی گود اولاد سے خالی ہو تو ان کی ماں تا اور ان کے جذبات اسی طرح مضطرب و پریشان رہتے ہیں جس طرح کوئی بھوکا روزی نہ ملنے کی صورت میں مضطرب رہتا ہے اسی طرح بچے دراصل اللہ کی طرف سے ماں باپ کو ایک عظیم نعمت کے طور پر عطا ہوتے ہیں، ایسی نعمت جو ان کی زندگی کا سہارا بھی ہوتی ہے اور ان کے گھر کا چراغ بھی۔ اور اگر ریحان سے خوشبودار پودا مراد لیا جائے تو بلا شک وشبہ بچے اپنے ماں باپ اور اہل خاندان کی نظر میں پھول کا درجہ رکھتے ہیں کہ جس طرح کوئی شخص خوشبودار پھول کو دیکھ کر سرور حاصل کرتا ہے اور سونگھ کر مشام جان کو معطر کرتا ہے اسی طرح بچوں کو دیکھ کر خوشی محسوس ہوتی ہے ان کو پیار کر کے، ان کو چوم کر اور ان کے ساتھ خوش طبعی کر کے سرور حاصل کیا جاتا ہے۔

بَابٌ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: (وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ) (البقرة:195)

باب: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ”اور تم اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو“

2512 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ، وَابْنِ لَهِيعَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَسْلَمَ أَبِي عِمْرَانَ قَالَ غَزَوْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ نُرِيدُ الْقُسْطَنْطِينِيَّةَ، وَعَلَى الْجَمَاعَةِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ وَالرُّومُ مُلْصِقُو ظُهُورِهِمْ بِحَائِطِ الْمَدِينَةِ، فَحَمَلَ رَجُلٌ عَلَى الْعَدُوِّ، فَقَالَ النَّاسُ: مَهْ مَهْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، يُلْقِي بِيَدَيْهِ إِلَى التَّهْلُكَةِ، فَقَالَ أَبُو أَيُّوبَ: إِنَّمَا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِينَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ لَمَّا نَصَرَ اللهُ نَبِيَّهُ، وَأَظْهَرَ الْإِسْلَامَ قُلْنَا: هَلُمَّ نُقِيمُ فِي أَمْوَالِنَا وَنُصْلِحُهَا . فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى: (وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ) (البقرة: 195) فَالْإِلْقَاءُ بِالْأَيْدِي إِلَى التَّهْلُكَةِ أَنْ نُقِيمَ فِي أَمْوَالِنَا وَنُصْلِحَهَا وَنَدَعَ الْجِهَادَ. قَالَ أَبُو عِمْرَانَ: فَلَمْ يَزَلْ أَبُو أَيُّوبَ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللهِ حَتَّى دُفِنَ بِالْقُسْطَنْطِينِيَّةِ

ابوعمران اسلم بیان کرتے ہیں: ہم لوگ مدینہ منورہ سے جہاد کے لیے روانہ ہوئے ہمارا قسطنطنیہ جانے کا ارادہ تھا لوگوں کے امیر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبدالرحمن تھے، رومیوں نے اپنی پیٹھ شام کی دیوار کے ساتھ لگائی ہوئی تھی، ایک شخص نے دشمن پر حملہ کیا، لوگوں نے اس سے کہا: رک جاؤ، رک جاؤ! اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں ہے، اس شخص نے اپنے دونوں ہاتھ ہلاکت کی طرف بڑھائے ہیں، حضرت ابوایوب انصاری نے فرمایا: یہ آیت ہمارے یعنی انصار کے بارے میں نازل ہوئی تھی، جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کردی اور اسلام کو غلبہ عطا کردیا تو ہم نے کہا: اب ہمیں اپنی زمینوں کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور ان کی دیکھ بھال کرنی چاہیے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

''تم لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھ ہلاکت کی طرف نہ لے جاؤ''

ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف لے جانے سے مراد یہ ہے: ہم اپنی زمینوں کی دیکھ بھال کرنے لگیں اور انہیں ٹھیک کریں اور جہاد کو ترک کردیں۔

ابوعمران نامی راوی کہتے ہیں: اس کے بعد حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ مسلسل جہاد میں حصہ لیتے رہے، یہاں تک کہ انہیں قسطنطنیہ میں دفن کیا گیا۔

شرح

مسئلہ نمبر 1: بخاری نے حذیفہ سے روایت کیا ہے: وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔ کا ارشاد خرچ کے بارے میں نازل ہوا۔ یزید بن ابی حبیب نے اسلم ابوعمران سے روایت کیا ہے، فرمایا: ہم نے قسطنطنیہ کی جنگ لڑی اور مسلمانوں کی جماعت کے جرنیل عبدالرحمن بن ولید تھے اور رومیوں نے اپنی پیٹھیں شہر کی دیوار سے لگائی ہوئی تھیں۔ ایک شخص نے دشمن پر حملہ کیا تو لوگوں نے کہا: رک جا رک جا لا الہ الا اللہ، یہ خود کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے۔ حضرت ابوایوب انصاری نے کہا: سبحان اللہ۔ یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی تھی جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد فرمائی تھی اور دین کو غالب کیا تھا تو ہم نے کہا: آؤ اب ہم اپنے اموال کی دیکھ بھال کریں اور ان کی اصلاح کریں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وانفقوا فی سبیل اللہ۔ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے اموال کی طرف متوجہ ہوں ان کی اصلاح کریں اور جہاد کو چھوڑ دیں۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اللہ کے راستہ میں ہمیشہ جہاد کرتے رہے حتیٰ کہ قسطنطنیہ میں دفن ہوئے ان کی قبر مبارک بھی وہاں ہے۔ حضرت ابوایوب نے کہا: القاء بالید الی التھلکۃ کا مطلب اللہ کے راستہ میں جہاد کو ترک کرنا ہے۔ آیت اس کے متعلق نازل ہوئی۔ اس کی مثل حضرات حذیفہ، حسن، قتادہ، مجاہد اور ضحاک سے مروی ہے۔

میں کہتا ہوں: ترمذی نے یزید بن ابی حبیب سے انہوں نے اسلم ابوعمران سے یہ خبر اس کے ہم معنی روایت کی ہے۔ فرمایا: ہم روم کے شہر میں تھے، رومیوں نے ہماری طرف ایک بڑا لشکر نکالا مسلمانوں میں سے ان کے مقابلہ میں اتنے ہی لوگ نکلے یا ان سے بھی زیادہ تھے۔ اور اہل مصر پر عقبہ بن عامر امیر تھے اور جماعت پر فضالہ بن عبید۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے رومیوں کے لشکر پر حملہ کردیا حتیٰ کہ وہ ان کے اندر داخل ہوگیا۔ لوگ چیخنے اور کہا: سبحان اللہ۔ اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری کھڑے ہوئے اور کہا: اے لوگو! تم اس آیت کی یہ تاویل کررہے ہو، یہ آیت تو ہم انصار کے گروہ کے بارے نازل ہوئی تھی ، جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت بخشی اور اس کے مددگار زیادہ ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ کو بتائے بغیر ایک دوسرے سے آہستہ آہستہ کہنے لگے ہمارے مال ضائع ہو گئے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت بخشی ہے اور اس کے مددگار زیادہ ہو گئے ہیں۔ اگر اب ہم اپنے اموال کی دیکھ بھال کریں اور جو ضائع ہو چکا ہے اس کی اصلاح کریں تو بہتر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ پر ہماری بات کا رد نازل فرمایا۔ وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔ آیت میں التھلکۃ سے مراد اموال کی دیکھ بھال کرنا اور ان کی اصلاح کرنا اور جہاد کو ترک کرنا ہے۔ حضرت ابوایوب اللہ کے راستہ میں لڑتے رہے حتیٰ کہ روم کی زمین میں دفن ہوئے۔ ابوعیسیٰ نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت ابن عباس، عکرمہ، عطاء، مجاہد اور جمہور لوگوں کا قول ہے کہ اس آیت کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کو ترک دینا اور اہل وعیال کا خوف کرنا۔ ایک شخص کہتا: میرے پاس تو کوئی ایسی چیز ہی نہیں ہے جسے میں خرچ کروں۔ اس معنی کی طرف امام بخاری گئے ہیں جبکہ کسی دوسرے نے ذکر نہیں کیا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: تم اللہ کے راستہ میں خرچ کرو اگرچہ تمہارے پاس تیر وغیرہ نہ بھی ہو، تم میں سے کوئی یہ نہ کہے: میں تو کوئی چیز نہیں پاتا۔ سدی سے اسی طرح مروی ہے تم خرچ کرو اگرچہ رسی ہی ہو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اور تم کہو کہ میرے پاس کچھ ہے۔ تیسرا قول حضرت ابن عباس کا ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب لوگوں کو جہاد کی طرف نکلنے کا حکم دیا تو مدینہ طیبہ کے کچھ بدو لوگ ٹھہر گئے۔ انہوں نے کہا: ہم کیا تیاری کریں؟ اللہ کی قسم! ہمارے پاس تو نہ زادراہ ہے اور نہ ہمیں کوئی کھلائے گا تو یہ ارشاد نازل ہوا: وانفقوا فی سبیل اللہ۔ یعنی اے خوشحال لوگو! اللہ کے راستہ میں یعنی اللہ کی اطاعت میں خرچ کرو۔ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ یعنی اپنے ہاتھوں کو صدقہ سے نہ روکو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

اسی طرح مقاتل نے کہا: حضرت ابن عباس کے قول کا معنی یہ ہے کہ صدقہ سے نہ رکو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے یعنی کمزور لوگوں پر خرچ کرنے سے نہ رکو۔ کیونکہ جب وہ تم سے پیچھے رہ جائیں گے تو دشمن تم پر غالب آجائے گا اور تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ حضرت براء بن عازب سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا کیا اس مراد وہ شخص ہے جو لشکر پر تنہا حملہ کرتا ہے؟ حضرت براء نے کہا: نہیں بلکہ ایک شخص گناہ کرتا تھا پھر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتا تھا۔ وہ کہتا تھا: میں گناہوں میں حد کو پہنچ چکا ہوں توبہ کا کوئی فائدہ نہیں وہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جاتا تھا اور اس کے بعد وہ گناہوں میں مستغرق ہو جاتا تھا۔ یہاں ہلاکت سے مراد اللہ تعالیٰ سے مایوس ہونا ہے۔ یہ عبیدہ سلمانی کا قول ہے۔ حضرت زید بن اسلم نے کہا: اس کا معنی ہے جہاد میں بغیر زادراہ کے سفر نہ کرو۔ کچھ لوگوں نے ایسا کیا تھا تو اس عمل نے انہیں راستہ میں کاٹ دیا تھا یا وہ لوگوں پر بوجھ بن گئے تھے۔ یہ پانچ اقوال ہیں:

سبیل اللہ سے یہاں جہاد مراد ہے اور لفظ راستوں کو شامل ہے۔ بایدیکم میں زائدہ ہے۔ تقدیر عبارت تلقوا ایدیکم ہے۔ اس کی مثال الم یعلم بان اللہ یری اللہ یری اس میں با زائدہ ہے۔ مبرد نے کہا: بایدیکم سے مراد نفوس ہیں۔ بعض سے کل مراد لیا ہے۔ جیسے ارشاد ہے: فبما کسبت ایدیکم (الشوریٰ:30) بما قدمت یداک (الحج:10) ان

آیات میں ایدی اور ید سے مراد پوری ذات ہے۔ بعض علماء نے فرمایا: یہ ضرب المثل ہے تو کہتا ہے: فلان القی بیدہ فی امر کذا۔ جب کوئی امر کو تسلیم کرے۔ قتال میں شکست تسلیم کرنے والا اپنے ہتھیار اپنے ہاتھ سے پھینک دیتا ہے۔ اسی طرح ہر عاجز کرتا ہے خواہ وہ کسی فعل میں عاجز ہو۔ اسی سے عبدالمطلب کا قول ہے: واللہ ان القاء نا بایدینا للموت لعجز۔ اللہ کی قسم! موت کے لئے ہمارا اپنے آپ کو ڈال دینا عجز ہے۔ بعض علماء نے کہا: تقدیر عبارت اس طرح ہے: لاتلقوا انفسکم بایدیکم جیسے تو کہتا ہے: لاتفسد حالک برایک۔ اپنے حال کو اپنی رائے کے ساتھ خراب نہ کر۔ التھلکۃ لام کے ضمہ کے ساتھ۔ یہ ھلك یھلك ھلاکا وھلکا وتھلکۃ کا مصدر ہے۔ یعنی اس عمل میں نہ پڑو جو تمہیں ہلاک کردے۔ یہ زجاج وغیرہ کا قول ہے یعنی اگر تم خرچ نہیں کرو گے تو تم اللہ کی نافرنی کرو گے اور تم ہلاک ہو جاؤ گے۔

بعض علماء نے فرمایا: آیت کا معنی ہے اپنے اموال کو نہ روکو کہ تم سے تمہارے علاوہ اس کے وارث بنیں ورنہ تم اپنے اموال کی منفعت سے محرومی کے ساتھ ہو جاؤ گے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ خرچ سے باز نہ آؤ ورنہ دنیا میں البدل اور آخرت میں ثواب چلا جائے گا۔ کہا جاتا ہے لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ یعنی حرام مال سے خرچ نہ کرو، وہ تم پر لوٹا دیا جائے گا اور تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ اسی طرح حضرت عکرمہ سے مروی ہے، فرمایا: ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔ فرمایا ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون، اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو (یعنی) اس سے خبیث مال خرچ کرنے کا ارادہ نہ کرو۔ طبری نے کہا: ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ عام ہے، ہر صورت جو ذکر کی گئی

ہے اس کو ذکر کی گئی ہے اس کو شامل ہے کیونکہ لفظ اس کا احتمال رکھتا ہے۔

مسئلہ نمبر 2: علماء کا اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جو جنگ میں گھس جاتا ہے اور اکیلا دشمن پر حملہ کر دیتا ہے، قاسم مخیمرہ، قاسم بن محمد اور عبدالملک (جو ہمارے علماء سے ہیں) نے فرمایا: تنہا ایک شخص کا بڑے لشکر پر حملہ کرنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ اس میں طاقت ہو اور نیت خالص اللہ کے لئے ہو، اگر قوت نہ ہو تو یہ تہلکۃ (ہلاکت) سے ہوگا۔ بعض علماء نے فرمایا: جب اسے شہادت مطلوب ہو اور نیت خالص ہو تو اسے حملہ کرنا چاہئے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا یہی مقصود ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بیان میں فرمایا: ومن الناس من یشری نفسہ ابتغآء مرضات اللہ (البقرہ:207) (لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو بیچ ڈالتا ہے اپنی جان (عزیز) بھی اللہ کی خوشنودیاں حاصل کرنے کے لئے)۔

ابن خویز منداد نے کہا: جو تنہا سو آدمیوں پر یا ایک لشکر پر یا چوروں کے گروہ پر یا محاربین پر یا خوارج پہ حملہ کرتا ہے اس کی دو حالتیں ہیں: اگر اسے غالب گمان ہے کہ جس پر وہ حملہ کرے گا اسے قتل کر دے گا اور خود نجات پائے گا تو یہ بہتر ہے اسی طرح اگر اسے غالب گمان ہو کہ وہ شہید ہو جائے گا لیکن وہ دشمن نقصان پہنچائے گا یا وہ انہیں آزمائش میں ڈال دے گا یا وہ کوئی ایسا اثر چھوڑے گا جس سے مسلمان نفع پائیں گے تو یہ بھی جائز ہے۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ مسلمانوں کے لشکر کا جب ایرانیوں سے مقابلہ ہوا تو مسلمانوں کے گھوڑے ایرانیوں کے ہاتھیوں سے ڈر گئے۔ تو مسلمانوں میں سے ایک شخص نے مٹی کا ایک ہاتھی بنایا اور اس نے اپنے گھوڑے کو مانوس کیا حتیٰ کہ وہ اس سے مانوس ہو گیا۔ جب صبح ہوئی تو اسکا گھوڑا ہاتھی سے نہ بھاگا، اسنے اس ہاتھی پر حملہ کر دیا جو

آگے آگے تھا۔ اس کو کہا گیا: یہ تجھے قتل کر دے گا، اس مسلمان نے کہا: میرا قتل ہونا کوئی نقصان نہیں جبکہ مسلمانوں کو فتح مل جائے۔ اسی طرح جنگ یمامہ میں ہوا۔ جب بنوحنیفہ ایک باغ میں محفوظ ہو گئے تو مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کہا: تم مجھے چمڑے کی ڈھال میں رکھو اور مجھے دشمنوں کے پاس پھینکو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اسنے تنہا انسے جہاد کیا اور انکے قلعہ کا دروازہ کھول دیا

میں کہتا ہوں: اسی قسم سے ہے جو روایت کیا گیا ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی: آپ کی کیا رائے ہے کہ اگر میں صبر کرتے ہوئے اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے اللہ کے راستہ میں شہید ہو جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیرے لئے جنت ہے۔ وہ دشمن کی صفوں میں گھس گیا حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنگ احد میں سات انصاریوں اور دو قریش میں تنہا تھے۔ جب دشمن قریب آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: جوان کو ہم سے دور کرے گا اس کے لئے جنت ہے یا فرمایا: وہ جنت میں میرا ساتھی ہوگا۔ ایک انصاری آگے بڑھا اس نے جہاد کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گیا پھر دشمن قریب آئے تو فرمایا: جوان کو ہم سے دور کرے گا اس کے لئے جنت ہے فرمایا: وہ جنت میں میرا ساتھی ہے پھر ایک انصاری آگے بڑھا جہاد کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہو گیا۔ آپ اسی طرح فرماتے رہے حتیٰ ساتوں آدمی شہید ہو گئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **ما انصفنا اصحابنا** (ہم نے اپنے ساتھیوں کی قتال پہ رہنمائی نہیں کی حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے) (**انصفنا اصحابنا**) میں ایک روایت فا کے سکون اور اصحابنا با کے فتحہ کے ساتھ ہے اور دوسری روایت میں فا کے فتحہ اور با کے رفع کے ساتھ ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ روایت لوٹ جائے گی اس کی طرف جو آپ کے ساتھیوں میں سے بھاگ گیا تھا۔ محمد بن حسن نے کہا: اگر ایک مسلمان شخص ہزار مشرکوں پر حملہ کرے تو اس میں حرج نہیں جبکہ اسے نجات کی غالب امید ہو یا دشمن کو قتل کرنے کی امید ہو۔ اگر ایسی صورت نہ ہو تو یہ عمل مکروہ ہے کیونکہ اس نے اپنے آپ کو ضائع کرنے کے لئے پیش کیا جبکہ اس میں مسلمانوں کا کوئی نفع نہیں ہے اور اگر اس کا مقصد مسلمانوں کو کفار پر اجرأت دلانا ہے تاکہ وہ بھی اس کی طرح عمل کریں تو اس کا جواز بعید نہیں کیونکہ اس میں بعض وجوہ کے اعتبار سے مسلمانوں کا فائدہ ہے۔ اگر اس کا قصد دشمن کو ڈرانا ہے تاکہ وہ مسلمانوں کے دین میں صلابت کو جان لیں۔ پس اس کا جواز بھی بعید نہیں ہے اور جب اس میں مسلمانوں کا نفع ہو اور وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے دین کے اعزاز کے لئے اور کفر کی توہین کے لئے اپنی جان دیتا ہے تو یہ وہ مقام ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے مومنین کی مدح کی ہے۔ فرمایا: **ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم الآیۃ** (توبہ: 111) یہ آیت اور دوسری آیات جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی جان قربان کرنے والوں کی مدح فرمائی ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی اسی بنیاد پر ہونا چاہئے جب اسے دین کے نفع کی امید ہو وہ اس میں جان دے دے حتیٰ کہ وہ شہید کر دیا جائے تو وہ شہداء کے اعلیٰ درجات میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وامر بالمعروف وانہ عن المنکر واصبر علیٰ ما اصابک ان ذٰلک من عزم الامور۔** (لقمان) (حکم دو نیکی کا اور منع کرو برائی سے اور صبر کیا کرو ہر مصیبت پر جو تمہیں پہنچے یہ بڑی ہمت کے کام ہیں)۔ عکرمہ نے حضرت ابن عباس سے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے، فرمایا: شہداء میں سے افضل حمزہ بن عبدالمطلب ہے اور وہ شخص ہے جس نے ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق ادا کیا اور اس نے اسے

شہید کر دیا۔ مزید تفصیل ان شاء اللہ سورۃ آل عمران میں آئے گی۔

مسئلہ نمبر 3: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: واحسنوا طاعت میں خرچ کرنے میں اور اللہ تعالیٰ کے متعلق بہتر بدل عطا کرنے میں اچھا گمان کرو بعض علماء نے فرمایا: طاعات کی پیروی کرنے کے ساتھ اپنے اعمال میں اچھائی کرو یہ مفہوم بعض صحابہ سے مروی ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ بقرہ، بیروت)

بَابٌ فِي الرَّمْيِ

باب: تیر اندازی کرنا

2513 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ، حَدَّثَنِي أَبُو سَلَّامٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ ثَلَاثَةَ نَفَرٍ الْجَنَّةَ. صَانِعَهُ يَحْتَسِبُ فِي صَنْعَتِهِ الْخَيْرَ. وَالرَّامِيَ بِهِ، وَمُنْبِلَهُ. وَارْمُوا، وَارْكَبُوا، وَأَنْ تَرْمُوا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ تَرْكَبُوا. لَيْسَ مِنَ اللَّهْوِ إِلَّا ثَلَاثٌ: تَأْدِيبُ الرَّجُلِ فَرَسَهُ، وَمُلَاعَبَتُهُ أَهْلَهُ، وَرَمْيُهُ بِقَوْسِهِ وَنَبْلِهِ، وَمَنْ تَرَكَ الرَّمْيَ بَعْدَ مَا عَلِمَهُ رَغْبَةً عَنْهُ، فَإِنَّهَا نِعْمَةٌ تَرَكَهَا. أَوْ قَالَ كَفَرَهَا

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: "بے شک اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے، تین لوگوں کو جنت میں داخل کرے گا، ایک اسے بنانے والے، جو اسے بناتے ہوئے، اجر و ثواب کے حصول کا طلب گار ہوتا ہے، ایک اسے چھینکنے والا اور ایک اسے پکڑانے والا تم لوگ تیر اندازی کرو اور گھڑ سواری کرو، تمہارا تیر اندازی کرنا، میرے نزدیک تمہارے گھڑ سواری کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: کھیل کود میں صرف تین باتیں جائز ہیں، کسی شخص کا اپنے گھوڑے کو سدھانا، اپنی بیوی کے ساتھ کھیل کود کرنا، یا کمان کے ذریعے تیر اندازی کرنا، جو شخص تیر اندازی سیکھ لینے کے بعد، اسے ترک کر دیگا، وہ ایک نعمت کو ترک کرے گا (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) اس نے اس کی ناشکری کی۔

2514 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي عَلِيٍّ ثُمَامَةَ بْنِ شُفَيٍّ الْهَمْدَانِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ الْجُهَنِيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ: (وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ) (الأنفال: 60)، أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ، أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ، أَلَا

2514- اسناده صحيح. واخرجه مسلم (1917)، وابن ماجه (2813) من طريق عبد الله بن وهب، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (17432)، و"صحيح ابن حبان" (4709). واخرج مسلم (1918) من طريق ابن وهب، عن عمرو بن الحارث، عن ابي علي ثمامة بن شفي، عن عقبة بن عامر، قال: سمعت رسول الله -صلى الله عليه وسلم- يقول: "ستفتح عليكم ارضون ويكفيكم الله، فلا يعجز احدكم ان يلهو بسهمه." وهو في "مسند احمد" (17433)، و"صحيح ابن حبان" (4697).

اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ

⊙⊙ حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ (آیت) پڑھتے ہوئے سنا:

''تم ان کے مقابلے کے لیے، جہاں تک ہو سکے قوت تیار کرو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار! قوت سے مراد تیر اندازی ہے، خبردار! قوت سے مراد، تیر اندازی ہے، خبردار! قوت سے مراد تیر اندازی ہے''۔

جہاد میں پوری قوت سے تیار ہونے کا بیان

۱۔ احمد مسلم وابوداؤد وابن ماجہ وابن جریر وابن منذر وابن ابی حاتم وابوالشیخ وابن مردویہ وابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم قراب نے فی کتاب فضل الداری اور بیہقی نے شعب میں عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا اور آپ منبر پر تشریف فرماتے کہ (آیت) ''واعدوا لهم ما استطعتم من قوة'' یعنی خبردار قوت تیر اندازی میں ہے خبردار قوت تیر اندازوں میں ہے اس کو آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔

تیر اندازی سیکھنے کا حکم

۲:۔ ابن منذر نے عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ (آیت) ''واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل'' یعنی خبردار کہ قوت تیر اندازی میں ہے اس کو تین مرتبہ فرمایا یہ زمین عنقریب تمہارے لئے فتح ہوگی اور تم سے مشقت اور تکلیف اٹھائی جائے گی۔ پس تم میں سے کوئی اس بات سے عاجز نہیں ہو جائے کہ اپنے تیروں کے ساتھ کھیلے۔

۳:۔ بیہقی نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے یہ (آیت) ''واعدوا لهم ما استطعتم من قوة'' تلاوت کرتے ہوئے فرمایا کہ خبردار بے شک قوت تو تیر اندازی میں ہے۔

۴:۔ ابن منذر نے مکحول رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ان دو ہدفوں (یعنی نشانوں) کے درمیان ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے ہے تم لوگ تیر اندازی سیکھو کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا (آیت) ''واعدوا لهم ما استطعتم من قوة'' پھر فرمایا پس تیر اندازی ایک قوت ہے۔

۵:۔ ابوالشیخ وابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے (آیت) ''واعدوا لهم ما استطعتم من قوة'' کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد تیر، تلواریں اور ہتھیار ہیں۔

۶:۔ ابن اسحاق وابن ابی حاتم نے عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے (آیت) ''واعدوا لهم ما استطعتم من قوة'' کے بارے میں فرمایا کہ ان گھوڑے تیار کرنے کا حکم فرمایا۔

۷:۔ ابوالشیخ والبیہقی نے شعب الایمان میں عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) ''واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل'' میں قوۃ سے مراد ہے مادہ نر گھوڑے ہیں اور رباط سے مراد مادہ گھوڑے ہیں۔

۸:۔ ابن ابی حاتم نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) "واعدوالهم ما استطعتم من قوة" میں قوت سے مراد ہے نر گھوڑے اور رباط سے مراد ہے مادہ گھوڑے یا گھوڑیاں۔

۹:۔ ابن ابی شیبہ وابن ابی حاتم نے سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ قوت سے مراد ہے گھوڑے سے لے کر تیر تک اور جو اس کے علاوہ دیگر ہتھیار ہیں۔

۱۰:۔ ان ابی شیبہ وابن منذر وابن ابی حاتم، وابوالشیخ نے عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے (آیت) "ترهبون به عدوالله وعدو كم" کے بارے میں فرمایا کہ تم اس جنگی سامان کے ساتھ اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو خوف زدہ اور رسوا کرتے ہو۔

۱۱:۔ حاکم نے اور اس نے اس کو صحیح کہا اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے پاس سے گذرے اور وہ تیرے کر رہے تھے آپ نے فرمایا اسماعیل کی اولاد تیر اندازی کرو اور تمہارا باپ بھی تیر اندازی کے بڑے ماہر تھے۔

ایک تیر کے ذریعہ تین آدمی جنت میں

۱۲:۔ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ والحاکم (اور اس نے اس کی تصحیح بھی کی ہے) والبیہقی نے عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ ایک تیر کے ذریعہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائیں گے اس کے بنانے والا جو اس کے بنانے میں خیر کی امید رکھتا ہو اور وہ شخص جو اسے تیار کرتا ہے۔ اللہ کے راستہ میں اور وہ شخص جو اس کے در پر اللہ کے راستہ میں تیر اندازی کرتا ہے اور آپ نے فرمایا تیر اندازی کرو اور سواری کرو اور تمہارا تیر اندازی کرنا سوار ہونے سے بہتر ہے۔ اور فرمایا ہر وہ چیز جس سے آدم کا بیٹا کھیلتا ہے وہ باطل ہے مگر تین کھیل باطل نہیں ہیں اپنی کمان سے تیر پھینکنا۔ اور اپنے گھوڑے کی اچھی تربیت کرنا اور تعلیم دینا اور اپنی بیوی کے ساتھ کھیل کود کرنا، کیونکہ وہ ان کے حقوق میں سے ہے اور جس شخص نے تیر اندازی کو سیکھا پھر اس کو چھوڑ دیا تو یہ ایک نعمت تھی جس کا اس نے انکار کیا۔

۱۳:۔ عبدالرزاق نے مصنف میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حرام بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ہم کو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ تمہارے پڑوس میں خنزیر نہ رہیں اور تمہارے درمیان صلیب کو اونچا نہ کیا جائے۔ اور ایسے دستر خوان پر نہ کھاؤ کہ جس پر شراب پی جاتی ہو اور گھوڑوں کو ادب سکھاؤ اور دو قوموں کے درمیان چلو۔

۱٤:۔ البزار اور حاکم نے اور اس نے اس کو صحیح کہا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور بنو سلم کی ایک جماعت تیر اندازی کر رہی تھی آپ نے فرمایا اے اسماعیل کی اولاد تیر اندازی کرو تمہارے باپ بڑے تیر انداز تھے تم لوگ تیر اندازی کرو اور میں ابن ادرع کے ساتھ ہوں قوم رک گئی اور آپ نے پوچھا تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کے ساتھ آپ ہیں وہی غالب ہے آپ نے فرمایا تیر اندازی کرو اور میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

۱۵:۔ احمد والبخاری نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو سلم کی ایک جماعت کے پاس

تشریف لے گئے۔ وہ بازار میں (کھڑے ہوئے آپس میں تیراندازی کا مقابلہ کر رہے تھے آپ نے (ان کو دیکھ کر) فرمایا اے اسماعیل کی اولاد تیراندازی کرو کیونکہ تمہارے باپ بھی بڑے تیرانداز تھے (خوب) تیراندازی کرو اور میں بنوفلاں کے ساتھ ہوں انہوں نے اپنے ہاتھوں کو روک لیا تو آپ نے فرمایا تیراندازی کرو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم کس طرح تیراندازی کریں حالانکہ آپ تو فلاں کے ساتھ ہیں آپ نے فرمایا تیراندازی کرو اور میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

تیراندازوں کی حوصلہ افزائی کرنا

۱۶:۔ حاکم نے اور اس نے اس کو صحیح کہا محمد بن ایاس بن سلمہ سے روایت کیا وہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جو تیراندازی کا آپس میں مقابلہ کر رہے تھے آپ نے فرمایا اے اللہ (اس کام کو) آراستہ کر دے دو یا تین مرتبہ پھر آپ نے فرمایا تیراندازی کرو اور میں ابن الادرع کے ساتھ ہوں (یہ سن کر) قوم رک گئی آپ نے فرمایا تیراندازی کرو میں تم سب کے ساتھ ہوں اور انہوں نے اپنے عام دنوں کی طرح تیراندازی کی پھر وہ واضح طور پر برابر برابر ہو گئے۔ تیراندازی میں کوئی کسی میں غالب نہ آیا۔

۱۷:۔ طبرانی نے اوسط میں اور حاکم اور القراب نے فضل الرمی میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا کے کھیل میں سے ہر چیز باطل ہے مگر تین کھیل باطل نہیں ہیں تیراندازی کرنا اپنی کمان کے ساتھ۔ اور تیرا ادب سکھانا اپنے گھوڑے کو اور تیرا کھیل کود کرنا اپنی بیوی کے ساتھ کیونکہ یہ سب حق ہے۔ اور آپ نے فرمایا تیراندازی کرو۔ اور سوار ہو گئے اور تمہارا تیراندازی کرنا یہ مجھے زیادہ محبوب ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائیں گے اس کو بنانے والا ثواب کی امید رکھتے ہوئے اور اس کے ساتھ مدد کرنے والا۔ اور اسے جو اللہ کا راستہ میں پھینکنے والا۔

۱۸۔ حاکم نے اس کو صحیح کہا اور قراب نے ابونجیح سلمی سے روایت کیا کہ طائف کے محل کا ہم نے محاصرہ کیا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص اللہ کے راستے میں تیر پھینکے گا تو اس کے لئے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہوگا راوی نے کہا کہ میں نے اس دن سولہ تیر پھینکے۔

۱۹:۔ ابن ماجہ والحاکم والقراب نے عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس شخص نے دشمن پر ایک تیر پھینکا اور اس کا تیر پہنچ گیا چاہے ٹھیک نشانہ پر لگا یا نہ لگا۔ تو ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہوگا۔

۲۰:۔ حاکم نے عباس بن سہل بن سعد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب بدر کا دن تھا تو ہم کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کافر تمہارے قریب آجائیں تو تیر پھینکو اور اپنے تیروں کو بچاؤ (ضائع ہونے سے)

۲۱:۔ حاکم نے اس کو صحیح کہا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن فرمایا میں سعد کو تیر دوا سے سعد تیر پھینک اللہ تعالیٰ تیرے لئے تیر پھینکا ہے۔ (اے سعد) میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔

۲۲:۔ حاکم نے اور اس نے اس کو صحیح کہا عائشہ بنت سعد رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ وہ اپنے والد سے یہ روایت کرتے

ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔

الا هن اتی رسول اللہ انی حمیت صحابتی بصدور نبلی

ترجمہ: خبردار رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور میں نے اپنے تیر پھینک کر اپنے ساتھیوں کی حفاظت کی۔

۲۳:۔ ثقفی نے اپنی فوائد میں ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی کھیل میں فرشتے حاضر نہیں ہوتے مگر تین کھیلوں میں مرد کا کھیلنا اپنی بیوی کے ساتھ اور گھوڑوں کا دوڑانا اور تیر اندازی کرنا۔

۲۴:۔ ابن عدی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے تین کاموں میں حاضر ہوتے ہیں تیر پھینکنا گھوڑ سواری کرنا اور مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ کھیل کود کرنا۔

۲۵:۔ ابو عبیدہ نے کتاب الخیل میں جابر بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تیر اندازی کرو اور گھوڑ سواری کیا کرو۔ اور تمہارا تیر اندازی کرنا میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے ہر کھیل جو مومن کھیلتا ہے وہ باطل ہے۔ مگر تین کام باطل نہیں ہیں تیر اندازی کرنا اپنی کمان سے اور تیرا سدھا اترنا اپنے گھوڑے کی اور تیرا کھیل کود کرنا اپنی بیوی سے کیونکہ وہ حق میں سے ہے۔

چار کھیل میں ثواب ملتا ہے

۲۶:۔ النسائی والبزار والبغوی والباوردی والطبرانی والقراب وابونعیم ولبیہقی والضیاء نے عطا ابن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ میں نے جابر بن عبداللہ اور جابر بن عمیر انصاری کو دیکھا کہ دونوں تیر اندازی کررہے ہیں ایک ان میں سے اکتایا اور بیٹھ گیا دوسرے نے کہا تو سست ہو گیا؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہر چیز جو اللہ کے ذکر میں سے نہ ہو وہ لغو ہے اور بھول ہے مگر چار کام (لغو نہیں ہیں) آدمی کا چلنا دو نشانوں کے درمیان اور اپنے گھوڑے کو سدھارنا اور اپنی بیوی کے ساتھ کھیل کود کرنا اور تیراکی کو سیکھنا۔

۲۷:۔ قراب نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائیں گے تیر پھینکنے والا اس کی مدد کرنے والا اور خیر کی نیت سے اس کو بنانے والا۔

۲۸:۔ قراب نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف دیکھا اے لوگو تیر اندازی کیا کرو اور سوار ہوا کرو اور تیر اندازی کرنا میرے نزدیک گھوڑ سواری سے زیادہ محبوب ہے۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے جنت میں اس شخص کو داخل فرمائیں گے جس نے اس کو بنایا اللہ کے راستے میں اور جس نے اس کے ذریعہ اللہ کے راستہ میں قوت حاصل کی۔

۲۹:۔ قراب نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مومن کا اچھا کھیل کود تیر پھینکنا ہے اور جس نے تیر پھینکنا چھوڑ دیا اس کے جاننے کے بعد تو وہ ایک نعمت تھی جس نے اس کو چھوڑ دیا۔

۳۰:۔ قراب نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں ہمیشہ کے لئے تیر اندازی کو نہ چھوڑوں گا اگرچہ میرا ہاتھ

کاٹ دیا جائے ایک چیز کے بعد میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس نے تیر پھینکنا سیکھا پھر اس کو چھوڑ دیا تو اس نے میری نافرمانی کی۔

تین کھیل کی اجازت

۳۱:۔ قراب نے مکحول رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ جس کو انہوں نے رسول اللہ ﷺ تک مرفوع قرار دیا ہے فرماتے ہیں ہر کھیل باطل ہے مگر گھوڑے کی سواری اور تیر پھینکنا اور آدمی کا اپنی بیوی کے ساتھ کھیل وکود کرنا۔ تم پر گھوڑے کی سواری کرنا اور تیر پھینکنا لازم ہے۔ اور تیر پھینکنا ان دونوں میں سے میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے۔

۳۲:۔ قراب نے مکحول کی سند سے ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کھیل کود تین چیزوں میں جائز ہے تیرا سدھارنا اپنے گھوڑے کو اور تیرا تیر اندازی کرنا اپنی کمان کے ساتھ اور تیرا کھیل کود کرنا اپنی بیوی کے ساتھ (اظہار محبت کے لئے)

۳۳:۔ قراب نے مکحول کی سند سے مکحول رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شام والوں کی طرف دیکھا کہ اپنی اولاد کو تیرا کی اور گھڑ سواری سکھاؤ۔

۳٤:۔ قراب نے سلیمان تیمی نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اس بات سے خوش ہوتے تھے کہ آدمی تیرنے والا اور تیر اندازی کرنے والا ہو۔

۳۵:۔ قراب نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے راستہ میں تیر پھینکا اس سے نشانے پر لگا یا خطا ہو گیا۔ اور نشانہ پر نہ لگا تو (اس کو اتنا ثواب ملے گا) گویا اس نے ایک غلام کو آزاد کیا اور یہ اس کے لئے آگ سے چھٹکارا ہو گا۔

۳٦:۔ قراب نے ابو نجیح سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ طائف کی فتح میں حاضر تھے میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس شخص نے اللہ کے راستے میں ایک تیر پھینکا (اگرچہ) وہ نشانہ پر نہ لگا یا نشانہ پر پہنچ گیا تو اس کے لئے ایک درجہ ہو گا جنت میں۔

۳۷:۔ قراب نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اہل صقع سے جنگ کرو جوان تک پہنچ گیا تو اس کے لئے جنت میں ایک درجہ ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ درجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا دو درجوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔

۳۸:۔ طبرانی اور قراب نے ابو عمرۃ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس شخص نے اللہ کے راستہ میں ایک تیر پھینکا وہ نشانہ پر پہنچا یا نشانہ پر نہ پہنچا تو یہ تیر قیامت کے دن نور ہو گا۔

۳۹:۔ ابن عدی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کو یہ کھیل پسند ہیں گھوڑے کو دوڑانا اور تیر پھینکنا اور تمہارا اپنی بیوی کے ساتھ کھیل کود کرنا۔

۴۰:۔ بزار اور طبرانی نے الاوسط میں سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ تیر اندازی کرنا تم پر لازم ہے کیونکہ یہ بہتر ہے یا فرمایا تمہارے کھیلوں میں سے بہتر اور اچھا ہے۔

۴۱:۔ ابوعوانہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا تیر اندازی سیکھو کیونکہ وہ تمہارے بہترین کھیلوں میں سے ہے۔

۴۲:۔ بزار نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ ایک قوم پر گزرے جو تیر اندازی کر رہے تھے آپ نے فرمایا اے اسماعیل کی اولاد تیر اندازی کرو کیونکہ تمہارا باپ بھی تیر انداز تھا۔

۴۳:۔ بزار نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے تیر پھینکنا سیکھا پھر اس کو بھول گیا تو اس نے (گویا) اس نعمت سے انکار کیا۔

۴۴:۔ بزار نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے کھیلوں میں فرشتے حاضر نہیں ہوتے مگر گھوڑے سواری اور تیر اندازوں میں مقابلہ کرنا (ان میں حاضر ہوتے ہیں)

۴۵:۔ بزار نے اپنی سند سے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے راستہ میں ایک دفعہ تیر پھینکا وہ نشانہ پر نہ لگا یا لگ گیا تو اس کو آج کے دن اسماعیل (علیہ السلام) کی اولاد میں سے چار آدمیوں (کے آزاد کرنے) کے برابر اجر ملے گا۔

۴۶:۔ بزار نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے راستہ میں ایک تیر پھینکا تو اس کے لئے قیامت کے دن ایک نور ہوگا۔

۴۷:۔ طبرانی نے اوسط میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر کھیل کو ناپسند کیا گیا ہے مگر آدمی کا اپنی بیوی کے ساتھ کھیل کود کرنا دو نشانوں کے درمیان چلنا (یعنی تیر اندازی کرنا) اور اس کا اپنے گھوڑے کو سکھانا (یعنی تربیت دینا)

۴۸:۔ ابن الدنیا نے کتاب الرمی میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابورفع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لڑکے کا حق والد پر یہ ہے کہ اس کو لکھنا سکھائے اور تیرا کی اور تیر اندازی سکھائے۔

۴۹:۔ ابن ابی الدنیا والدیلمی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تیر اندازی سیکھو اس لئے کہ دو نشانوں کے درمیان ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے۔

۵۰:۔ طبرانی نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص تیر اندازی کے مقابلہ میں دو نشانوں کے درمیان چلتا رہا اس کے لئے ہر قدم کے بدلے ایک نیکی ہے۔

۵۱:۔ طبرانی نے صغیر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کسی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ جب بے چینی اسے مجبور کردے کہ وہ اپنی کمان لے تو پھر اس کا ارادہ اس کا انکار کردے (یعنی کمان پہنچنے کے بعد

اس کا ارادہ ختم ہو جائے)

۵۲:۔ بیہقی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی اولاد کو تیرا کی اور تیراندازی سکھاؤ اور عورت کو چرخہ سکھاؤ۔

۵۳:۔ ابن منذر نے المعرفۃ میں بکر بن عبداللہ بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے بیٹوں کو تیرا کی اور تیراندازی سکھاؤ اور عورت کو چرخہ سکھاؤ۔

۵۴:۔ عبدالرزاق نے مصنف میں عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو نوجوان اسلام لایا اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا اور جس شخص نے ایک تیر اللہ کے راستہ میں پھینکا اس کے لئے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہوگا۔

تیراندازی کا اجر وثواب

۵۵:۔ عبدالرزاق نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو نوجوان اسلام میں بوڑھا ہو گیا اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔ اور جس شخص نے ایک تیر اللہ کے راستہ میں پھینکا چاہے وہ خطا ہو گیا یا ٹھیک نشانہ پر پہنچا تو اس کے لئے اسماعیل (علیہ السلام) کی اولاد میں سے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوگا۔

۵۶:۔ احمد نے مرہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے تیر کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اس کا ایک درجہ بلند فرما دیں گے (جبکہ) دو درجوں کے درمیان سو سال کا فاصلہ ہے اور جس نے ایک تیر اللہ کے راستہ میں پھینکا تو اس کے لئے ایک غلام کے آزاد کرنے کا ثواب ہوگا۔

۵۷:۔ خطیب نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایک تیر کے بدلہ میں تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائیں گے اس کو بنانے والا جبکہ اس کو بنانے میں خیر کی نیت کی ہو۔ اور اس کے ذریعہ تیراندازی کرنے والا اور اس کے ذریعہ (دشمن پر) قوت حاصل کرنے والا۔

۵۸:۔ واقدی نے مسلم بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سب سے پہلے گھوڑے پر سواری کرنے والے اسماعیل بن ابراہیم (علیہ السلام) ہیں بے شک یہ گھوڑا وحشی تھا کسی کو اس پر قدرت نہ تھی (اس پر سواری کرنے کی) یہاں تک کہ ان کے لئے (اللہ تعالیٰ نے) تابع کر دیا۔

۵۹:۔ زبیر بن بکار نے الانساب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ گھوڑا ایک جنگلی جانور تھا (اس پر سواری کی) قدرت نہیں تھی یہاں تک کہ اس کو (اسماعیل (علیہ السلام) کے لئے) تابع کر دیا گیا۔

۶۰:۔ زبیر بن بکار نے الانساب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ گھوڑا ایک ایک جنگلی جانور تھا (لوگوں سے بدکنے والا) اس پر سواری نہیں کی جاتی تھی سب سے پہلے حضرت اسماعیل (علیہ السلام) نے اس پر سواری کی۔ اسی وجہ سے اس کا نام محراب رکھا گیا۔

۶۱:۔ احمد بن سلیمان والنجاد نے اپنے مشہور جزء میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ گھوڑا جنگلی جانور تھا سارے جنگلی جانوروں کی طرح جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اور حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کو بیت اللہ کی بنیادیں اوپر اٹھانے کا حکم فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تم دونوں کو ایک خزانہ دینے والا ہوں اس کو تمہارے لئے ذخیرہ کر رکھا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اسماعیل (علیہ السلام) کی طرف وحی بھیجی تم باہر نکلو اور اس خزانے کو مانگو۔ حضرت اسماعیل (علیہ السلام) جیاد کی طرف نکلے اور وہیں ٹھہر گئے وہ نہیں جانتے تھے کہ دعا کیا ہے اور خزانہ کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو دعا الہام فرمائی تو زمین کے اوپر کوئی گھوڑا باقی نہ رہا کہ اس نے آپ کی پکار پر لبیک کہا تو اپنی پیشانی جھکا کر اپنے اوپر ان کو قدرت دے دی اور آپ نے ان کو اپنے لئے مطیع بنالیا (اب) تم اس پر سواری کرو اور اس کو (جنگ کے لئے) تیار کرو کیونکہ یہ برکتیں ہیں اور یہ تمہارے باپ اسماعیل (علیہ السلام) کی میراث ہے۔

۶۲:۔ ثعلبی نے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو جنوبی ہوا سے فرمایا میں تجھ سے ایک مخلوق پیدا کرنے والا ہوں تو اسے میرے دوستوں کے لئے عزت اور غلبہ کی باعث بنا دے اور میرے دشمنوں کے لئے ذلت اور رسوائی (کا باعث) بنا دے اور میری اطاعت کرنے والوں کے لئے حسن و جمال کا باعث بنا دے۔ ہوا نے کہا پیدا کر دیجئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسمیں سے ایک مٹھی بھری اور اس سے گھوڑا پیدا فرما دیا (پھر) اس سے فرمایا میں نے تجھ کو عربی پیدا کیا۔ اور میں نے خیر کو تیری پیشانی کے ساتھ باندھ دیا اور غنیمتوں کو تیری پیٹھ پر اکٹھا کر دیا۔ تیرے اوپر تیرے مالک کو میں نے مہربان کر دیا۔ اور میں نے تجھے بغیر پروں کے اڑنے والا بنا دیا۔ تو (کسی چیز کو) تلاش کرنے کے لئے اور دوڑنے کے لئے ہے اور عنقریب میں تیری پیٹھ پر آدمی کو سوار کر دوں گا جو میری پاکی بیان کرے گا میری حمد بیان کرے گا اور لا الٰہ الا اللہ کہے گا۔ تو بھی تسبیح بیان کرنا جب وہ تسبیح بیان کریں اور تم بھی لا الہ الا اللہ پڑھنا جب وہ لا الہ الا اللہ پڑھیں اور تو بھی تکبیر کہنا جب وہ تکبیر کہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اس کا مالک تسبیح یا تحمید یا تکبیر کہتا ہے اور (گھوڑا) اس کو سنتا ہے تو وہ مثل کہتا ہے۔ پھر فرمایا فرشتوں نے (جب) سنا گھوڑے کی بناوٹ کے بارے میں تو انہوں نے اس کی خلقت کو دیکھا انہوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم تیرے فرشتے ہیں ہم تیری تسبیح بیان کرتے ہیں اور تیری حمد بیان کرتے ہیں پھر ہمارے لئے کیا حکم ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے گھوڑے پیدا فرمائے کہ ان کی گردنیں سیاہ و سفید بختی اونٹ کی گردنوں کی طرح ہیں جب اللہ تعالیٰ نے گھوڑے کو زمین کی طرف بھیجا اور اس کے قدم زمین پر برابر رنگ گئے تو وہ ہنہنایا۔ کہا گیا (اللہ تعالیٰ نے تیرے ہنہنانے کی وجہ سے مشرکین کو ذلیل کر دیا) اور ان کی گردنوں کو جھکا دیا۔ اور اس کے ذریعہ ان کے کانوں کو بھر دیا اور اس کے ذریعہ ان کے دلوں کو مرعوب کر دیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آدم پر ہر چیز کو پیش فرمایا تو اس سے فرمایا میری مخلوق سے تو جو چاہے چن لے۔ انہوں نے گھوڑے کو چنا اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا تو نے اپنی عزت اور اپنی اولاد کی عزت کو اختیار کیا یہ ہمیشہ رہنے والی ہے جب تک وہ رہے اور وہ باقی رہنے والی ہے جب تک وہ باقی رہے میری رحمت اور برکت تجھ پر ہے اور ان پر بھی ہے میں نے کوئی مخلوق پیدا نہیں کی جو میرے نزدیک تجھ سے اور ان سے بڑھ کر زیادہ محبوب ہو۔

۶۳:۔ ابوالشیخ نے عظمہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت نقل کی ہے۔

۶۴:۔ مالک البخاری و مسلم اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑے تین قسم کے ہیں ایک گھوڑا آدمی کے لئے اجر کا باعث ہے۔ دوسرا جو آدمی کے لئے ڈھال ہے۔ تیسرا جو آدمی پر بوجھ ہے گھوڑا جو اس کے لئے اجر کا باعث ہے وہ آدمی جس نے اللہ کے راستہ میں (جہاد کے لئے) باندھ رکھا ہے اور اس نے اس کی رسی چراگاہ میں یا باغ میں لمبی کر رکھی ہو پھر اس باغ یا چراگاہ میں اپنی رسی لمبی ہونے کی وجہ سے جہاں تک وہ پہنچے گا تو اس کے مالک کے لئے سب نیکیاں ہوں گی اور اگر اس نے اپنی رسی کاٹ دی اور وہ دوڑنے لگا۔ ایک یا دو بلندیوں پر تو اس کے قدم کے نشانات اور اس کی لید اس کے لئے نیکیوں کا باعث ہوگا۔ اگر وہ کسی نہر کے پاس سے گزرا اور اس میں اس نے پانی پیا، یا اس نے اسے پلانے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ تو اس کے لئے نیکیاں ہوں گی اور اس طرح یہ گھوڑا مالک کے لئے اجر کا باعث ہوگا۔ اور وہ آدمی جس نے اسکو مالداروں کے لئے باندھا پر وہ حق اس کی گردن میں اور اس کی پیٹھ میں جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے اس کو نہ بھولا تو یہ گھوڑا اپنے مالک کے لئے شرعی پردہ کا باعث ہے۔ اور وہ آدمی جس نے اس کو فخر ریاکاری اور اہل اسلام کی دشمنی کے لئے باندھا تو یہ گھوڑا مالک کے لئے بوجھ ہے (یعنی گناہوں کا بوجھ ہے)

۶۵:۔ ابن ابی شیبہ و مسلم اور بیہقی نے الشعب میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑے کی پیشانی میں خیر باندھی ہوئی ہے قیامت کے دن تک اور گھوڑے تین قسم کے ہیں ایک گھوڑا باعث اجر ہے دوسرا گھوڑا بوجھ ہے اور تیسرا گھوڑا ستر ہے۔ جو گھوڑا ستر کا باعث ہے وہ یہ ہے کہ جس کو آدمی نے پاک دامنی عزت اور خوبصورتی کے لئے باندھا ہے اور وہ اس کے پیٹ اور اس کی پیٹھ کا حق نہیں بھولا اپنی تنگی میں اور اپنی کشادگی میں اور وہ گھوڑا جو باعث اجر ہے وہ یہ ہے کہ جس نے اس کو اللہ کے راستہ میں (لڑنے کے لئے) باندھا تو وہ گھوڑا جو اپنے پیٹ میں کوئی چیز ڈالتا ہے تو اس کے لئے اجر ہوگا یہاں تک کہ اس کی لید اور اس کے پیشاب کا ذکر کیا گیا (کہ وہ اس کے میزان میں ہوں گے) اور وہ گھوڑا جو مالک سے بوجھ ہے کہ جس نے اس کو باندھا لوگوں پر برتری ظاہر کرنے کے لئے جو چیز بھی اس کے لئے پیٹ میں جائے گی وہ اس کے مالک پر بوجھ ہے یہاں تک کہ اس کی لید اور اس کا پیشاب کا ذکر کیا گیا کہ وہ بھی مالک پر بوجھ ہوں گے وہ نہیں دوڑتا کسی وادی میں ایک چکر یا دو چکر تو یہ بھی اس کے مالک پر بوجھ ہوتے ہیں۔

۶۶:۔ مالک واحمد بن حنبل والطیالسی وابن شیبہ والبخاری و مسلم والنسائی وابن ماجہ وابن حبان نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گھوڑے کی پیشانی میں خیر باندھ دی گئی قیامت کے دن تک۔

۶۷:۔ ابن ابی شیبہ و بخاری مسلم الترمذی ونسائی وابن ماجہ نے عروہ بارقی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا گھوڑوں کی پیشانیوں میں اور بھلائی بندھی ہوئی قیامت کے دن تک پوچھا گیا یارسول اللہ! وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اجر اور غنیمت (یعنی جہاد کے لئے ان کو پالنے پر اجر بھی ملتا ہے اور دشمن سے مال غنیمت بھی حاصل ہوتا ہے)

گھوڑوں کی پیشانی پر خیر لکھ دی گئی ہے:

۶۸:۔ ابن ابی شیبہ و مسلم نے جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اپنے گھوڑے کی پیشانی پر اپنی انگلی پھیرتے ہوئے دیکھا اور آپ فرمار ہے تھے گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر اور بھلائی بندھی ہوئی ہے قیامت کے دن تک۔

۶۹:۔ النسائی اور ابو سلم الکشی نے سلمہ بن نفیل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر اور بھلائی بندھی ہوئی ہے قیامت کے دن تک پوچھا گیا یا رسول اللہ! وہ کیا ہے آپ نے فرمایا اجر اور غنیمت۔

۷۰:۔ طبرانی الاجری نے کتاب النسیحہ میں ابو کبشہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑوں کی پیشانیوں میں برکت اور بھلائی بندھی ہوئی ہے قیامت دن تک ان کے سبب ان کے مالکوں کی مدد کی جاتی ہے اور اس پر خرچ کرنے والا ایسے ہے جیسے اپنے ہاتھ کو صدقہ کے ساتھ پھیلانے والا۔

۷۱:۔ طبرانی نے سوادہ بن ربیع جرمی رضی اللہ عنہ سے بیان فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے مجھے واپس جانے کا حکم فرمایا تجھ پر گھوڑا (پالنا) لازم ہے کیونکہ گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر اور بھلائی بندھی ہوئی ہے قیامت کے دن تک۔

۷۲:۔ طبرانی نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر اور منافع رکھ دیئے گئے ہیں قیامت کے دن تک ان کی پیشانیاں ان کے کان ہیں اور ان کی دمیں لمبی ہیں۔

۷۳:۔ ابن سعد نے طبقات میں اور ابن مندہ نے صحابہ میں یزید بن عبداللہ بن غریب الملیکی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ وہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر اور عطا رکھ دی گئی ہے۔ قیامت کے دن تک اور اس کے مالک کی مدد کی جاتی ہے۔ گھوڑے کی وجہ سے اور اس پر خرچ کرنے والا ایسا ہے جیسے اپنی ہتھیلی کو پھیلانے والا صدقہ میں اور اس کے میں کہ اس کو بند نہیں کرتا اور اس کا پیشاب اور اس کی لید اللہ کے نزدیک قیامت کے دن مشک کی خوشبو کی طرح ہوگا۔

۷۴:۔ ابن ابی شیبہ واحمد نے اسماء بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گھوڑوں کے پیشانیوں میں خیر اور بھلائی بندھی ہوئی ہے ہمیشہ کے لئے قیامت کے دن تک جس نے اس کو باندھا اللہ کے راستے میں تیاری کے لئے اور اس پر خرچ کیا اللہ کے راستہ میں ثواب کی امید رکھتے ہوئے اس کا شکم سیر ہونا اور اس کا بھوکا ہونا اور اس کا چرنا اور اس کا پیاسا ہونا اور اس کا پیشاب اور اس کی لید کامیابی کے ذریعہ ہوگی۔ قیامت کے دن اس کے میزان میں اور جس نے اس کو باندھا ریاکاری کھاوے فخر اور تکبر کے لئے تو اس کا کھلانا اس کی بھوک اس کا چرنا اور اس کی پیاس اور اس کی لید اور اس کا پیشاب نقصان کا باعث ہوگا اس کے میزان میں قیامت کے دن۔

۷۵:۔ ابوبکر عاصم نے جہاد میں والقاضی عمر بن الحسن الاشافعی اپنی بعض تاریخ میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر اور بھلائی بندھی ہوئی ہے قیامت کے دن تک اور اس کے گھر والوں کی اس پر مدد کی جاتی ہے یہ تم اس کی پیشانیوں کو پکڑو اور برکت کی دعا کرو اور اس کی گردن پر پٹہ ڈالو اور ان کو پٹہ نہ ڈالو مگر تانت کا

(جو کمان کی تانت ہوتی ہے)

۷۶:۔ ابو عبیدہ نے کتاب الخیل میں زیادہ بن مسلم غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے گھوڑے تین قسم کے ہیں جس شخص نے اس کو اللہ کے راستے میں باندھا اور اس کو جہاد کے لئے تیار کیا تو اس کا پیٹ بھرنا اور اس کی بھوک اور اس کا چرانا اور اس کی پیاس اور اس کا پسینہ اور اس کی لید اور اس کا پیشاب اجر کا باعث ہوگا۔ اس کے میزان میں قیامت کے دن اور جس شخص نے اس کو باندھا حسن و جمال کے لئے تو اس کے لئے کوئی اجر نہ ہوگا مگر صرف حسن و جمال اور جس شخص نے اس کو باندھا فخر اور ریا کے لئے تو پہلی قسم میں بیان کردہ سب چیزیں قیامت کے دن اس کے میزان میں اس پر بوجھ ہوں گی (یعنی گناہ کا) باعث ہوں گی۔

گھوڑوں کی تین اقسام کا بیان

۷۷:۔ طبرانی اور آجری نے الشریعۃ والنصیحۃ میں خباب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑے تین قسم کے ہیں ایک گھوڑا رحمن کے لئے ہے ایک گھوڑا انسان کے لئے ہے اور ایک گھوڑا شیطان کے لئے ہے رحمن کا گھوڑا وہ ہے جو وہ اللہ کے راستہ میں (یعنی جہاد کے لئے) تیار کرتا ہے۔ اور اس پر (بیٹھ کر) اللہ کے دشمنوں سے قتال کیا جاتا ہے اور انسان کا گھوڑا وہ ہے جو اس کو داخل کرتا ہے اور اس پر بوجھ ڈالتا ہے اور شیطان کا گھوڑا وہ ہے کہ جس پر شرط لگائی جائے (یعنی جوا کھیلا جائے)

۷۸:۔ احمد نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑے تین قسم کے ہیں ایک گھوڑا رحمن کے لئے ہے ایک گھوڑا انسان کے لئے ہے ایک گھوڑا شیطان کے لئے ہے۔ جو گھوڑا رحمن کے لئے ہے وہ ہے جس کو اللہ کے راستے میں (یعنی جہاد کے لئے) باندھا جائے۔ تو اس کا چارہ اور اس کی لید اور اس کا پیشاب اور دیگر وہ سب چیزیں جو اللہ چاہے۔ سب اللہ کی راہ میں ہوتی ہیں اور شیطان کا گھوڑا وہ ہے جس پر شرط لگا کر (دوڑ کا مقابلہ) کیا جاتا ہے اور انسان کو گھوڑا وہ ہے جو انسان اس کو باندھتا ہے اور اس کے پیٹ کے لئے چارہ تلاش کرتا ہے۔ تو یہ گھوڑا غربت سے اس کے لئے پردہ ہوتا ہے۔

۷۹:۔ ابن ابی شیبہ واحمد نے ابو عمرو والشیبہ کی سند سے ابو عمرو الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے انصار میں سے ایک آدمی سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑے تین قسم کے ہیں وہ گھوڑا جو آدمی اللہ کے راستہ میں باندھتا ہے اس کی قیمت میں اجر ہے اس کی دیکھ بھال بھی اجر ہے اور اس کا چارہ بھی اجر (کا باعث) ہے۔ اور وہ گھوڑا جس کے ساتھ محبت کرتا ہے پھر شرط لگا کر دوڑ کا مقابلہ کرتا ہے تو اس کی قیمت بھی بوجھ ہے اور اس کا چارہ بھی بوجھ ہے اور ایک گھوڑا شکم سیری کے لئے ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو یہ گھوڑا فقر کو دور کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔

۸۰:۔ ابن ابی شیبہ والبخاری ومسلم والنسائی نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑے کی پیشانی میں برکت ہے۔

۸۱:۔ نسائی نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو عورتوں کے بعد گھوڑے سے بڑھ کر کوئی چیز زیادہ

محبوب نہ تھی۔

۸۲:۔ابن سعد او احمد نے زہد میں معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو گھوڑے سے بڑھ کر کوئی چیز زیادہ محبوب نہ تھی پھر آپ نے فرمایا اے اللہ تو معاف فرمادے سوائے عورتوں کے (یعنی عورتوں کے بعد گھوڑے سے زیادہ کوئی محبوب چیز نہیں)

۸۳:۔دمیاطی نے کتاب الخیل میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں گھوڑا باندھا تو وہ اس کے لئے جہنم کی آگ سے پردہ ہوگا (یعنی جہنم کی آگ سے بچاؤ کا سبب ہوگا)

۸۴:۔ابن ابی عاصم نے جہاد میں یزید بن عبداللہ بن غریب الملیکی سے روایت کیا کہ وہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گھوڑے کا پیشاب اور اس کی لید میں جنت کی خوشبو کی نعمت ہے۔

۸۵:۔ابن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑے پر خرچ کرنے والا ایسے ہے جیسے اپنے ہاتھ کو صدقہ کے ساتھ پھیلانے والا جو اس کو بند نہیں کرتا (یعنی صدقہ برابر کرتا رہتا ہے) اس کا پیشاب اور اس کی لید اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی طرح پاک ہوگی۔

۸۶:۔ابن ابی عاصم نے جہاد میں تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس نے اللہ کے راستے میں گھوڑا باندھا پھر اپنے ہاتھ سے اس کے چارے کا انتظام کیا تو اس کے لئے ہر دانہ کے بدلہ ایک نیکی ہے۔

۸۷:۔احمد ابن ابی عاصم نے تمیم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو مسلمان آدمی اپنے گھوڑے کے لئے خرچ کرتا ہے پھر اسے کھلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر دانہ کے بدلہ ایک نیکی لکھ دیں گے۔

۸۸:۔ابن ماجہ وابن ابی عاصم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے غلاموں اور نوکروں کے ساتھ برا سلوک کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا رسول اللہ ﷺ کہا آپ نے ہم کو نہیں بتایا تھا کہ یہ امت ساری امتوں سے زیادہ ہوگی غلاموں اور بیواؤں کے لحاظ سے آپ نے فرمایا ہاں کیوں نے اس کی عزت کروا پنی اولاد کی عزت کے سبب اور ان کو کھلاؤ ان چیزوں سے جو تم کھاتے ہو صحابہ نے عرض کیا کون سی چیز کہ دنیا میں ہم کو نفع دے گا فرمایا وہ گھوڑا جسے تو اس لئے باندھتا ہے کہ اس پر (سوار ہوکر) اللہ کے راستہ میں جہاد کرے گا اور ایسا غلام جو تجھ کو کافی ہوگا جب وہ تجھ کو کافی ہوگا تو وہ تیرا بھائی ہے۔

۸۹:۔ابو عبداللہ حسان بن اسماعیل الحاملی نے سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مسلمان آدمی پر یہ حق ہے کہ وہ گھوڑا (جہاد کے لئے) باندھے اگر وہ اس کی طاقت رکھتا ہے۔

۹۰:۔ابن ابی عاصم نے سوادہ بن ربیع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم گھوڑا رکھو کیونکہ گھوڑے کی پیشانی میں خیر اور بھلائی ہے۔

۹۱:۔ابن ابی عاصم نے ابن الحنظلیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس شخص نے اللہ کے راستہ میں گھوڑا باندھا اس پر خرچ کرنے والا ایسے ہے جیسے اپنے ہاتھ کو صدقہ کے ساتھ پھیلانے والا کہ وہ اسے کبھی بند نہیں کرتا۔

۹۲:۔ابو الطاہر المخلص نے ابن الحنظلیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: گھوڑے کی پیشانی میں قیامت کے دن تک خیر اور بھلائی باندھ دی گئی۔اس کا ساتھی اس پر مدد کرتا ہے اس پر خرچ کرنے والا اپنے ہاتھ کو صدقہ کے ساتھ پھیلانے والے کی طرح ہے جو اس کو بند نہیں کرتا۔

جنگی گھوڑے پر خرچ کرنے کا ثواب

۹۳:۔احمد وابوداؤد وابن ابی عاصم والحاکم نے ابن الحنظلیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کے راستہ میں گھوڑے پر خرچ کرنے والا اپنے ہاتھ کو صدقہ کے ساتھ پھیلانے والے کی طرح ہے جو اس کو بند نہیں کرتا۔

۹۴:۔بخاری والنسائی والحاکم آپ نے اسے صحیح کہا ہے والبیہقی نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اللہ کے راستہ میں گھوڑا باندھا اللہ پر ایمان لاتے ہوئے اور اللہ کے وعدہ کی تصدیق کرتے ہوئے تو اس کا پیٹ بھرنا اور اس کی لید اور اس کا پیشاب اس کے میزان میں سب پر قیامت کے دن نیکیاں ہوں گی۔

۹۵:۔احمد النسائی والحاکم آپ نے اسے صحیح کہا ہے۔ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی عربی گھوڑا ایسا نہیں ہے مگر اس کو ہر سحری کے وقت دو دعائیں القاء کی جاتی ہیں وہ دعا کرتا ہے اے اللہ جس طرح تو نے آدم کی اولاد میں سے یہ بندہ عطا فرمایا ہے تو مجھ کو اس کے مال اور اس کے گھر والوں کی طرف سب سے زیادہ محبوب بنا دیجئے۔

۹۶:۔ابوداؤد والحاکم نے اس کو صحیح کہا ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ گھوڑوں میں مؤنث کو فرس کہتے تھے۔

۹۷:۔طبرانی نے ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس نے کسی مسلمان کو گھوڑا جفتی کے لئے دیا اور اس نے اپنے لئے بچے گھوڑا بنالیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایسے ستر گھوڑوں کا اجر لکھ دیں گے جن پر اللہ کی راہ میں سامان لادا جاتا ہے اور اگر وہ اس کے لئے بچے گھوڑا نہ ہو تو پھر بھی اس کے لئے ایسے ستر گھوڑوں کا اجر ہے کہ جن پر اللہ کے راستے میں سامان لادا جاتا ہے۔

۹۸:۔طبرانی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ لوگ جفتی کے لئے نہ دینے سے افضل کچھ بھی آپس میں لین دین نہیں کرتے ایک آدمی اپنا گھوڑا جفتی کے لئے دیتا ہے تو اس کا اجر اس کے لئے لکھ دیا جاتا ہے اور ایک آدمی اپنا نر حوالے کرتا ہے تو اس کے لئے اس کا اجر لکھ دیا جاتا ہے۔اور ایک آدمی اپنا مینڈھا دیتا ہے تو اس کے لئے اس کا اجر لکھ دیا جاتا ہے۔

۹۹:۔ابوعبید نے کتاب الخیل میں معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب مصر فتح ہوا تو وہاں ہر قوم کے لئے ایک چراگاہ تھی جس میں وہ اپنے گھوڑوں کو چراتے تھے۔ایک دفعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس سے

گزرے اور وہ اپنے گھوڑے کو گھاس چرا رہے تھے انہوں نے ان کو اسلام کیا اور ٹھہر گئے پھر فرمایا اے ابوذر یہ گھوڑا کس کا ہے؟ انہوں نے کہا یہ میرا گھوڑا ہے میں اس کو دعا قبول ہونے والا دیکھتا ہوں معاویہ نے پوچھا کیا گھوڑا دعا کرتا ہے اور اس کی دعا قبول ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! کوئی رات ایسی نہیں ہوتی جس میں گھوڑا اپنے رب سے دعا نہ کرتا ہو۔ اور وہ کہتا ہے اے میرے رب! آپ نے مجھ کو آدم کے بیٹے کے تابع کیا ہے اور میرا رزق اس کے ہاتھ میں کر دیا ہے۔ اے اللہ! مجھ کو اس کی طرف محبوب بنا دیجئے اس کے گھر والوں اور اس کی اولاد سے بھی زیادہ ان گھوڑوں میں وہ بھی ہوتے ہیں جن کی دعا قبول ہوتی ہے اور وہ بھی ہوتے ہیں جن کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ اور میں نے اپنے اس گھوڑے کو دعا قبول ہونے والا دیکھا ہے۔

۱۰۰۔ ابوعبید نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس جدس کا ایک گھوڑا پہنچایا جو یمن کا ایک قبیلہ ہے تو آپ نے وہ گھوڑا انصار میں سے ایک آدمی کو دے دیا اور اس سے فرمایا جب تو اترے تو اسے میرے قریب ہی رکھنا کیونکہ میں اس کے ہنہنانے کو پسند کرتا ہوں ایک رات آپ نے اس کو گم پایا اور اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا یا رسول اللہ ہم نے اس کو خصی کر دیا آپ نے فرمایا تو نے اس کو مثلہ کر دیا ہے آپ نے اس کو تین مرتبہ فرمایا (اور فرمایا) گھوڑے کی پیشانی میں خیر اور بھلائی رکھ دی ہے قیامت کے دن تک ان کی کلغیاں ان کے شانوں کی جانب جھکی ہوئی ہیں اور اس کی زمین بڑھا دی گئی ہیں اس کی نسل کو تلاش کرو اور اس کے ہنہنانے سے مشرکین پر فخر کرو۔

۱۰۱۔ ابوعبیدہ نے مکحول رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑوں کی دمیں کاٹنے سے منع فرمایا اور ان کی کلغیاں اور پیشانیاں کاٹنے سے منع فرمایا اور فرمایا ان کی دمیں تو ان کا عیب ہیں اور ان کی کلغیاں ان کے شانوں کی طرف جھکی ہوئی ہیں اور ان کی پیشانیوں میں خیر ہے۔

گھوڑے کے بال کاٹنے کی ممانعت

۱۰۲:۔ ابونعیم نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا گھوڑوں کی دموں کو نہ جلاؤ اور ان کی کلغیاں اور ان کی پیشانیاں نہ کاٹو کیونکہ برکت ان کی پیشانیوں میں ہے اور ان کا گرمی حاصل کرنا ان کی کلغیوں میں ہے اور ان کی دمیں بڑھی ہوئی ہیں۔

۱۰۳:۔ ابوداؤد نے عتبہ بن عبداللہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ گھوڑوں کی پیشانیاں نہ کاٹو اور نہ ہی ان کی کلغیاں اور دمیں کاٹو۔ کیونکہ ان کی دمیں بڑھا دی گئیں اور ان کی کلغیاں ان کو گرمی پہنچاتی ہیں اور ان کی پیشانیوں میں خیر اور بھلائی رکھ دی ہے۔

۱۰۴:۔ ابن سعد نے ابو واقد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ ان کو یہ بات پہنچی کہ نبی کریم ﷺ اپنے گھوڑے کی طرف کھڑے ہوئے اور اس کے چہرے کو اپنی قمیص کی آستین کے ساتھ صاف کیا صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اپنی قمیص کے ساتھ آپ صاف کر رہے ہیں فرمایا کہ جبرائیل (علیہ السلام) نے مجھ کو گھوڑے کے بارے میں سرزنش فرمائی۔

۱۰۵:۔ ابوعبیدہ نے یحیی بن سعید کے راستے سے انصاری میں سے ایک شیخ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر کے کنارے سے اپنے گھوڑے کے چہرے کو پونچھا اور فرمایا مجھے آج کی رات گھوڑے کی اس ادنی حالت کے بارے میں سرزنش کی گئی۔

۱۰۶:۔ ابوعبیدہ نے عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کپڑے کے ساتھ اپنے گھوڑے کے چہرے کو پونچھا اور فرمایا کہ جبرائیل آج کی رات مجھے گھوڑے کی اس گھٹیا حالت کے بارے میں سرزنش کرتے رہے۔

۱۰۷:۔ ابوداؤد نے مراسیل میں وضین بن عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھوڑوں کو اس کے پیشانی کے بالوں سے نہ کھینچو کہ تم اس کو ذلیل کرو۔

۱۰۸:۔ ابوداؤد نے مراسیل میں مکحول رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھوڑوں کی عزت کرو ان کی تعظیم کرو۔

۱۰۹:۔ حسن بن عرفہ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انسان کو دیکھا کہ اس نے اپنے گھوڑے کے چہرے کو مارا اور اس کو لعن طعن کی آپ نے فرمایا اس (گھوڑے) کے ساتھ یہ (معاملہ) مگر یہ کہ تو اس پر اللہ کے راستہ میں جہاد کر تو اس آدمی نے اس پر جہاد کرنا شروع کر دیا اور وہ اس پر بوجھ لادتا رہا یہاں تک کہ وہ بوڑھا اور کمزور ہو گیا پھر وہ کہنے لگا گواہ رہو گواہ رہو (میں نے حکم کو پورا کر دیا)

۱۱۰:۔ ابونصر یوسف بن عمر القاضی نے اپنی سنن میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کی آنکھ (ضائع ہونے کی صورت میں) اس کی قیمت کے چوتھے حصہ کا فیصلہ فرمادیا۔

۱۱۱:۔ محمد بن یعقوب الخلی کے کتاب الفروسیۃ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہر رات آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوتا ہے اور نمازیوں کے جانوروں سے تھکن کو دور کرتا ہے سوائے اس جانور کے جس کی گردن میں گھنٹی ہو۔

۱۱۲:۔ ابن سعد ابوداؤد والنسائی نے ابووھب الجشمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھوڑوں کو (جہاد کے لئے) باندھو اور اس کی پیشانیوں اور اس کے پہلوؤں کو پونچھو اور ان کے پٹے پہناؤ مگر انہیں کمان کی تانت کا پٹہ نہ پہناؤ اور تم پر لازم ہے (ایسے گھوڑے پالو) جو سیاہی مائل سرخ سفید ماتھے اور سفید ٹانگوں والا ہو یا گھوڑے کا رنگ سرخ اور زرد ہو اور پیشانی اور پاؤں سفید ہوں یا رنگت مکمل سیاہ ہو اور اس کی پیشانی اور پاؤں سفید ہوں۔

۱۱۳:۔ ابوداؤد والترمذی آپ نے اس کو حسن فرمایا نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھوڑوں کی برکت ان کے سرخ اور زرد رنگ میں ہے۔

۱۱۴:۔ واقدی نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین گھوڑا سرخ اور زرد رنگ کا ہے اور پھر وہ گھوڑا بہترین ہے جس کا رنگ سیاہ اور اس کی پیشانی اور دائیں ہاتھ کے سوا تین پاؤں سفید ہوں۔

۱۱۵:۔ ابوعبیدہ نے شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے مرفوع حدیث میں روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی ضرورتوں کو اپنے

گھوڑے پر تلاش کرو۔ جو سیاہی مائل سرخ (یعنی کمیت) اور جس کی ناک اور دائیں ہاتھ کے سوا تین پاؤں بھی سفید ہوں۔

۱۱۶:۔ حسن بن عرفہ نے موسیٰ بن علی بن رباح لخمی سے روایت کیا کہ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میں گھوڑا خریدنے کا ارادہ رکھتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا تجھ پر لازم ہے (کہ ایسا گھوڑا خریدو) کہ گھوڑے کا رنگ سرخ وسیاہ ہو اور اس کی پیشانی اور ناک اور دائیں ہاتھ کے سوا تین پاؤں سفید ہوں۔

۱۱۷:۔ ابوعبیدہ وابن ابی شیبہ نے عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہترین گھوڑے سبزی مائل سیاہ اور سرخی مائل سیاہ رنگ کے ہوتے ہیں۔

۱۱۸۔ ابن عرفہ نے نافع بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر سیاہی مائل سرخ اور سیاہ سفید رنگ کے گھوڑے میں برکت ہے۔

۱۱۹:۔ ابن ابی شیبہ ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ گھوڑے میں شکال (یعنی تین پاؤں میں سفیدی اور ایک پاؤں کا رنگ مختلف) کو ناپسند فرماتے تھے۔

بہترین گھوڑے کے اوصاف

۱۲۰:۔ احمد والترمذی (آپ نے اس کو صحیح کہا ہے) وابن ماجہ والحاکم (آپ نے اس کو صحیح کہا) نے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بہترین گھوڑے وہ ہیں جن کا رنگ سیاہ ہو پیشانی اور ناک پر سفید نشان ہو اور دائیں ہاتھ کے سوا تینوں پاؤں سفید ہوں اگر سیاہ رنگ (یعنی ادھم) کا نہ ہو تو پھر کمیت (یعنی سرخ وسیاہ گھوڑا) جس میں مذکورہ اوصاف ہوں وہ بہترین گھوڑا ہے۔

۱۲۱:۔ طبرانی اور حاکم نے اس کو صحیح فرمایا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تو جہاد کرنے کا ارادہ کرے تو ایسا گھوڑا خریدے جو سیاہ رنگ کا ہو۔ ماتھا اس کا سفید ہو اور تین ٹانگیں بھی سفید ہوں اور داہنی اگلی ٹانگ پر سفیدی نہ ہو بلاشبہ تو غنیمت اور سلامتی کو پائے گا۔

۱۲۲:۔ سعد الجارب بن ابی السلمۃ وابویعلی وابن منذر وابن ابی حاتم، ابن قانع نے ابن معجم میں والطبرانی وابوالشیخ وابن منذر ورویانی نے اپنی سند میں وابن مردویہ وابن عساکر نے یزید بن عبداللہ بن عریب سے روایت کیا کہ وہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ (آیت) ”**واخرین من دونهم لا تعلمونهم الله يعلمهم**“ سے مراد جنات ہیں شیطان ایسے انسان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا جس کے گھر میں خوش نما گھوڑا ہو۔

۱۲۳:۔ ابوالشیخ نے ابوالمہدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ وہ اپنے کہ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور وہ اس آدمی سے بیان کرتے ہیں جنہوں نے ان کو بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول (آیت) ”**واخرین من دونهم لا تعلمونهم الله يعلمهم**“ کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد جنات ہیں جس شخص نے گھر میں گھوڑوں میں سے کوئی گھوڑا باندھ رکھا ہو تو اس کے گھر کو شیطان نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

١٢٤:۔ابن منذر نے سلیمان بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے (آیت) ''واخرین من دونھم لا تعلمونھم اللہ یعلمھم'' کے بارے میں فرمایا کہ شیطان ہرگز ایسے انسان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا جس کے گھر میں خوش نما گھوڑا ہو۔

١٢٥:۔ابوالشیخ وابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ (آیت) ''واخرین من دونہم''۔سے مراد ہے یعنی شیطان گھوڑے کی پیشانی کو (بگاڑ) نہیں سکتا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر اور بھلائی رکھ دی گئی ہے اور شیطان بھی اس کی استطاعت نہیں رکھتا۔

١٢٦:۔فریابی وابن ابی شیبہ وابن جریر وابن منذر وابن ابی حاتم وابوالشیخ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) ''واخرین من دونہم'' سے (یہودیوں کا قبیلہ) قریظہ مراد ہے۔

١٢٧:۔ابن ابی حاتم وابوالشیخ نے مقاتل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) ''واخرین من دونھم لا تعلمونھم سے مراد ہیں منافقین اور (آیت) ''اللہ یعلمھم'' سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ منافقین کے دلوں میں نفاق ہے جس کو وہ چھپاتے ہیں۔

١٢٨:۔ابن ابی حاتم نے ابن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ (آیت) ''واخرین من دونھم لا تعلمونھم اللہ یعلمھم'' سے مراد ہے کہ یہ منافقین جن کو آپ نہیں جانتے کیونکہ وہ تمہارے پاس یہ کہتے ہیں لا الہ الا اللہ اور تمہارے ساتھ جہاد بھی کرتے ہیں۔

١٢٩:۔ابن ابی حاتم نے سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) ''واخرین من دونھم'' سے فارس والے مراد ہیں۔

١٣٠:۔ابن ابی حاتم ابوالشیخ نے سفیان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ (آیت) ''واخرین من دونھم''۔کے بارے میں فرمایا کہ ابن الیمان رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا کہ اس سے مراد شیاطین ہیں جو گھروں میں ہوتے ہیں۔

(تفسیر درمنثور، سورہ انفال، بیروت)

بَابٌ فِي مَنْ يَغْزُو وَيَلْتَمِسُ الدُّنْيَا

باب: جو شخص دنیا (کے فائدہ) کی تلاش میں، جنگ میں حصہ لے

2515- حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحَضْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنِي بَحِيرٌ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ أَبِي بَحْرِيَّةَ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: الْغَزْوُ غَزْوَانِ: فَأَمَّا مَنِ ابْتَغَى وَجْهَ اللَّهِ، وَأَطَاعَ الْإِمَامَ، وَأَنْفَقَ الْكَرِيمَةَ، وَيَاسَرَ الشَّرِيكَ، وَاجْتَنَبَ الْفَسَادَ فَإِنَّ نَوْمَهُ وَنُبْهَهُ أَجْرٌ كُلُّهُ، وَأَمَّا مَنْ غَزَا فَخْرًا وَرِيَاءً وَسُمْعَةً، وَعَصَى الْإِمَامَ، وَأَفْسَدَ فِي الْأَرْضِ، فَإِنَّهُ لَمْ يَرْجِعْ بِالْكَفَافِ

✿✿ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جنگ میں حصہ لینا، دوطرح کا ہوتا ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے (جہاد میں حصہ لیتا ہے) حاکم کی اطاعت کرتا ہے، اچھی چیز خرچ کرتا ہے، اپنے ساتھیوں کا خیال رکھتا ہے اور فساد سے اجتناب کرتا ہے، تو اس کا سونا اور جاگنا سب اس کے لیے اجر کا باعث ہوگا اور جو شخص فخر کے لیے، دکھاوے کے لیے، ریاء کاری کے لیے اور شہرت کے لیے جنگ میں حصہ لیتا ہے، حاکم کی نافرمانی کرتا ہے، زمین میں فساد پیدا کرتا ہے، تو وہ برابری کے ساتھ واپس نہیں آتا"۔

2516 - حَدَّثَنَا اَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنِ ابْنِ اَبِي ذِئْبٍ، عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَشَجِّ عَنِ ابْنِ مِكْرَزٍ، رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ الشَّامِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، رَجُلٌ يُرِيدُ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، وَهُوَ يَبْتَغِي عَرَضًا مِنْ عَرَضِ الدُّنْيَا. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا اَجْرَ لَهُ . فَاَعْظَمَ ذٰلِكَ النَّاسُ، وَقَالُوا لِلرَّجُلِ: عُدْ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَعَلَّكَ لَمْ تُفَهِّمْهُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، رَجُلٌ يُرِيدُ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، وَهُوَ يَبْتَغِي عَرَضًا مِنْ عَرَضِ الدُّنْيَا. فَقَالَ: لَا اَجْرَ لَهُ. فَقَالُوا: لِلرَّجُلِ عُدْ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ لَهُ: الثَّالِثَةَ. فَقَالَ لَهُ: لَا اَجْرَ لَهُ

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ! ایک شخص دنیاوی فائدے کے حصول کے لئے اللہ کی راہ میں ہونے والے جہاد میں حصہ لیتا ہے' تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسے کوئی اجر نہیں ملے گا۔ لوگوں کو اس سے بڑی پریشانی ہوئی' ان لوگوں نے اس شخص سے کہا: تم نبی اکرم ﷺ سے دوبارہ یہ سوال کرو شاید تم اپنا مفہوم آپ کے سامنے واضح نہیں کر سکے ہو۔ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! ایک شخص کسی دنیاوی فائدے کے حصول کے لئے اللہ کی راہ میں ہونے والے جہاد میں حصہ لیتا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اُسے کوئی اجر نہیں ملے گا۔ لوگوں نے اس شخص سے کہا: تم پھر نبی اکرم ﷺ سے یہ سوال کرو۔ تیسری مرتبہ اُس نے نبی اکرم ﷺ سے پھر یہی سوال کیا تو آپ نے اسے یہی جواب دیا: اُسے کوئی اجر نہیں ملے گا۔

بَابُ مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا

باب: جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے جنگ میں حصہ لے

2517 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ اَبِي وَائِلٍ، عَنْ اَبِي مُوسٰى، اَنَّ اَعْرَابِيًّا جَاءَ اِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اِنَّ الرَّجُلَ يُقَاتِلُ لِلذِّكْرِ، وَيُقَاتِلُ لِيُحْمَدَ، وَيُقَاتِلُ لِيَغْنَمَ، وَيُقَاتِلُ لِيُرٰى مَكَانُهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَاتَلَ حَتّٰى تَكُونَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ اَعْلٰى، فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ایک دیہاتی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: ایک شخص شہرت کے لیے، ایک شخص تعریف کے لیے

اور ایک شخص مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے اور ایک شخص اپنی حیثیت یعنی (بہادری) دکھانے کے لیے جنگ میں حصہ لیتا ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اس لیے جنگ میں حصہ لیتا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ کا دین سربلند ہو، وہ اللہ کی راہ میں شمار ہوگا۔

2518 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرٍو قَالَ: سَمِعْتُ مِنْ أَبِي وَائِلٍ حَدِيثًا أَعْجَبَنِي فَذَكَرَ مَعْنَاهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

2519 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ حَاتِمٍ الْأَنْصَارِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْوَضَّاحِ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ حَنَانِ بْنِ خَارِجَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَخْبِرْنِي عَنِ الْجِهَادِ وَالْغَزْوِ، فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو إِنْ قَاتَلْتَ صَابِرًا مُحْتَسِبًا بَعَثَكَ اللَّهُ صَابِرًا مُحْتَسِبًا، وَإِنْ قَاتَلْتَ مُرَائِيًا مُكَاثِرًا بَعَثَكَ اللَّهُ مُرَائِيًا مُكَاثِرًا، يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو عَلَى أَيِّ حَالٍ قَاتَلْتَ، أَوْ قُتِلْتَ بَعَثَكَ اللَّهُ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ.

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ ﷺ مجھے جہاد اور جنگ میں حصہ لینے کے بارے میں بتائیے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عبداللہ بن عمرو! اگر تم صبر کرتے ہوئے اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے جنگ میں حصہ لیتے ہو، تو اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) تمہیں صبر کرنے والے اور ثواب کی امید رکھنے والے کے طور پر زندہ کرے گا اور اگر تم دکھاوے کے لیے، مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے جنگ میں حصہ لیتے ہو، تو اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) تمہیں دکھاوا کرنے والے اور مال غنیمت حاصل کرنے والے کے طور پر زندہ کرے گا، اے عبداللہ بن عمرو! تم جس بھی حال میں جنگ میں حصہ لیتے ہو (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) قتل ہوتے ہو، اللہ تعالیٰ تمہیں اسی حال میں زندہ کرے گا''

بَابٌ فِي فَضْلِ الشَّهَادَةِ

باب: شہادت کی فضیلت

2520 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمَّا أُصِيبَ إِخْوَانُكُمْ بِأُحُدٍ جَعَلَ اللَّهُ أَرْوَاحَهُمْ فِي جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ، تَرِدُ أَنْهَارَ الْجَنَّةِ، تَأْكُلُ مِنْ ثِمَارِهَا وَتَأْوِي إِلَى قَنَادِيلَ مِنْ ذَهَبٍ مُعَلَّقَةٍ فِي ظِلِّ الْعَرْشِ، فَلَمَّا وَجَدُوا طِيبَ مَأْكَلِهِمْ، وَمَشْرَبِهِمْ وَمَقِيلِهِمْ، قَالُوا: مَنْ يُبَلِّغُ إِخْوَانَنَا عَنَّا، أَنَّا أَحْيَاءٌ فِي الْجَنَّةِ نُرْزَقُ لِئَلَّا يَزْهَدُوا فِي الْجِهَادِ، وَلَا يَنْكُلُوا عِنْدَ الْحَرْبِ، فَقَالَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ: أَنَا أُبَلِّغُهُمْ عَنْكُمْ، قَالَ: فَأَنْزَلَ اللَّهُ: (وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ) (آل عمران: 169) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''جب تمہارے بھائی اُحد میں شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے پیٹ میں رکھا جو جنت کی نہروں پر آتے تھے اور وہاں کے پھلوں کو کھاتے تھے، وہ عرش کے سائے میں لٹکی ہوئی سونے کی قندیلوں کی طرف جا کر آرام کرتے تھے، جب انہوں نے عمدہ کھانا، پینا اور آرام گاہ دیکھی، تو یہ کہا: ہماری طرف سے کون ہمارے بھائیوں کی تک یہ پیغام پہنچائے گا کہ ہم جنت میں زندہ ہیں، ہمیں رزق دیا جاتا ہے تا کہ وہ لوگ جہاد سے بے رغبتی اختیار نہ کریں اور جنگ سے منہ نہ پھیریں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں تمہاری طرف سے ان لوگوں تک یہ بات پہنچا دوں گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہو جائیں تم انہیں مردہ ہرگز گمان نہ کرو''۔ یہ آیت کے آخر تک ہے۔

2521 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا عَوْفٌ، حَدَّثَتْنَا حَسْنَاءُ بِنْتُ مُعَاوِيَةَ الصَّرِيمِيَّةُ، قَالَتْ: حَدَّثَنَا عَمِّي، قَالَ: قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ فِي الْجَنَّةِ؛ قَالَ: النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجَنَّةِ، وَالشَّهِيدُ فِي الْجَنَّةِ، وَالْمَوْلُودُ فِي الْجَنَّةِ، وَالْوَئِيدُ فِي الْجَنَّةِ.

bb حسناء بنت معاویہ صریمیہ بیان کرتی ہیں: میرے چچا نے ہمیں یہ بات بیان کی، وہ کہتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت عرض کی: جنت میں کون ہوگا؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نبی جنت میں ہوگا، شہید جنت میں ہوگا، نومولود بچہ جنت میں ہوگا اور زندہ دفن کیا جانے والا جنت میں ہوگا۔

شہید کے معنی ومفہوم کا بیان

شہید کا معنی گواہ اور حاضر ہے۔ اللہ کی راہ میں مارے جانے والے کو شہید کہتے ہیں اس کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے لیے جنت کی شہادت دی گئی ہے ایک قول یہ ہے کہ اللہ کے فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں ایک قول یہ ہے کہ مرنے کے فورا بعد شہید کی روح جنت میں حاضر ہو جاتی ہے جب کہ دوسرے کی روحیں فورا جنت میں نہیں جاتی ایک قول یہ ہے کہ شہید راہ خدا میں جان دے کر اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اس نے خدا سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

(آیت) إِنَّ اللهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبہ:۱۱۱)

اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت بدلہ میں خرید لیا۔

اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ہی کو خوب علم ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہوتا ہے۔

علامہ قرطبی التذکرہ میں لکھتے ہیں: امام آجری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس! اگر ہو سکے تو تم ہمیشہ باوضو رہو کیونکہ ملک الموت جس بندہ کی روح قبض کرے اور وہ اس وقت باوضو ہو اس کے لیے شہادت لکھ دی جاتی ہے۔

امام شعبی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے چاشت کی نماز پڑھی ہر ماہ تین روزے رکھے اور سفر اور حضر میں وتر کو ترک نہیں کیا اس کے لیے شہادت کا اجر لکھ دیا جاتا ہے اس حدیث کو امام ابونعیم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

امام حکیم ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شخص کے پاس کوئی نہ کوئی ایسا پسندیدہ جانور ہوتا ہے جس کے ذبح کرنے وہ انکار کرتا ہے اور اللہ کی بھی ایک ایسی مخلوق ہے جس کو ذبح کرنے سے وہ انکار ہے کچھ لوگ بستروں پر مرتے ہیں ان کے لیے شہداء کا اجر تقسیم کیا جاتا ہے۔

(علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ التذکرہ ص ۱۸۲-۱۸۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ ۱۴۰۷ ھ)

افضل شہادت کا بیان

حضرت عبداللہ ابن حبشی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ نماز کے اعمال (ارکان) میں سے کونسا عمل (رکن) افضل ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طویل قیام کرنا پوچھا گیا کون سا صدقہ افضل ہے فرمایا مفلس ومحتاج اپنے فقر والافلاس کے باوجود محنت ومشقت کر کے نکالے پوچھا گیا کون سی ہجرت بہتر ہے فرمایا اس شخص کی ہجرت میں جو اس چیز کو چھوڑ دے جس کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے یعنی اگرچہ ہجرت کے معنی دار الکفر کو چھوڑ کر دار السلام میں چلے جانا ہیں لیکن حرام چیزوں کو چھوڑ کر حلال چیزوں کو اختیار کرنا بھی ہجرت ہی کہلاتا ہے بلکہ یہی ہجرت بہتر ہے پوچھا گیا کون سا جہاد بہتر ہے فرمایا اس شخص کا جہاد (جو اپنے مال اور اپنی جان کے ذریعہ مشرکین سے جہاد کرے پوچھا گیا جہاد میں کونسا مارا جانا بہتر ہے یعنی کون سا شہید افضل ہے فرمایا اس شخص کا مارا جانا جس کا خون بہایا جائے اور جس کے گھوڑے کی کونچیں کاٹی جائیں یعنی وہ شہید افضل ہے جو خود بھی مارا جائے اور اس کا گھوڑا بھی مارا جائے۔

ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں یوں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اعمال میں کون سا عمل افضل ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ایمان جس میں کسی قسم کا کوئی شک نہ ہو۔ وہ جہاد جس میں حاصل شدہ مال غنیمت کے بارے میں کسی طرح کی خیانت نہ کی گئی ہو اور حج مقبول پھر پوچھا گیا کہ نماز میں کون سی چیز افضل ہے؟ فرمایا قیام کو طویل کرنا اس کے بعد حدیث کے الفاظ ابوداؤد و نسائی نے یکساں نقل کیے ہیں۔ (مشکوۃ المصابیح: جلد سوم، رقم الحدیث 947)

جو اپنے جان اور مال کے ذریعہ الخ کا مطلب یہ ہے کہ وہی جہاد افضل ہے جس میں مجاہد نے اپنا مال واسباب اور اپنا روپیہ پیسہ بھی اپنے اور دوسرے مجاہدین کی ضروریات جہاد میں صرف کیا ہو اور میدان جنگ میں اپنی جان کو بھی پیش کیا ہو یہاں تک کہ زخمی ہوا اور مارا گیا افضل اعمال کے سلسلے میں یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ احادیث میں افضل اعمال کے تعین وبیان کے سلسلے میں مختلف ارشاد منقول ہیں کہیں عمل کو افضل فرمایا گیا ہے اور کہیں کسی عمل کو اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے افضل عمل کے بارے میں کیے جانے والے سوالات کے جوابات سائل کی حیثیت اور اس کے احوال کے مناسب ارشاد فرمائے۔

چنانچہ جس سائل میں تکبر ودرشتی کے آثار دیکھے اس کو جواب دیا کہ سب سے بہتر عمل تواضع ونرم خوئی ہے جیسے سلام کو ظاہر کرنا اور نرم کرنا جس سے سائل میں بخل اور خست کے آثار پائے اس سے فرمایا کہ سب سے بہتر عمل سخاوت ہے جیسے محتاجوں اور فقیروں کو کھانا کھلانا وغیرہ اسی طرح جس سائل میں عبادت کے معاملے میں سستی کے آثار پائے اس کو جواب دیا کہ سب سے بہتر عمل تہجد کی نماز ہے غرضیکہ جس سائل کو جس حالت میں پایا اس کا جواب اسی کے مناسب حال دیا، اس اعتبار اعمال کی افضلیت کی مراد گویا

درحقیقت سائل کے حق میں ہے کہ مثلاً جس سائل میں بخل وخست کی خصلتیں تھیں اس کے حق میں سب سے بہتر عمل سخاوت ہی تھا یا پھر یہ کہا جائے گا کہ جس موقع پر جس عمل کو سب سے بہتر عمل فرمایا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ یہ عمل افضل اعمال میں سے ایک افضل عمل ہے۔

جذبہ جہاد اور حصول شہادت کا بیان

حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم اور مجاہدین اسلام کو جنگ احد کے بعد ہتھیار اتارے ابھی ایک دن بھی نہ گزرا تھا کہ غزوہ حمراء الاسد پیش آ گیا. جب کفار مکہ میدان احد سے باھر نکلے تھے تو حضور نبی کریم ﷺ نے علی المرتضی کو ان کا تعاقب کرنے کا حکم دیا تا کہ یہ یقین کر لیا جائے کہ وہ واقعی مکہ معظمہ واپس جا رہے ہیں یا دوبارہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا کوئی ارادہ رکھتے ہیں علی المرتضی نے کافی دور تک ان کا تعاقب کیا اور واپس آ کر خبر دی کہ کفار نے مکہ کا ہی رخ کیا ہوا. لہٰذا اب خطرے کی کوئی بات نہیں ہے. لیکن شیطان نے ان کو ورغلایا کہ مسلمانوں کی اہم ہستیاں ابھی زندہ ہیں اور یہ لوگ دوبارہ مسلمانوں کو منظم کر کے مزید طاقتور لشکر لے کر دوبارہ مکہ پر حملہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں لیکن اس وقت مسلمان زخموں سے نڈھال ہیں ابھی ان میں لڑنے کی سکت نہیں ہے لہٰذا دوبارہ ان پر حملہ کر دینا چاہیے اس قسم کے بیہودہ خیالات نے انہیں دوبارہ حملہ کرنے پر آمادہ کیا لہٰذا دوسرے روز وہ مکہ کی جانب جانے کی بجائے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے. حضور نبی کریم کو اطلاع ملی تو آپ نے مسلمانوں کو فوری تیاری کا حکم دیا اور اعلان فرمایا کہ اس لشکر میں صرف وہی مجاہدین شامل ہوں گے جو کل غزوہ احد میں شریک ہوئے تھے جنگ احد کے اگلے دن مجاہدین نے دوبارہ اسلحہ اٹھایا اور جنگ کے لیے تیار ہو گئے ان میں اکثر مجاہدین زخمی تھے کسی کے جسم پر ستر زخم تھے تو کسی کے جسم پر اسی زخم تھے لیکن حضور اکرم ﷺ کے اشارے پر زخموں سے چور یہ لشکر دوبارہ جنگ کے لیے تیار ہو گیا۔

جابر بن عبداللہ ہتھیار لگائے بارگاہ رسالت میں پیش ہوئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! میں جنگ احد میں اس لیے شریک نہ ہو سکا کہ میرے والد صاحب نے مجھے کہا تھا کہ تم ابھی کم عمر ہو اور گھر میں تیری سات بہنیں ہیں تم ان کے پاس گھر میں رہو جہاد کے لئے میں جاتا ہوں چنانچہ میرے والد جنگ احد میں شہید ہو گئے اور اب آپ ﷺ مجھے اس غزوہ میں شرکت کی اجازت عنایت فرمائیں نبی کریم رؤف رحیم ﷺ نے جابر بن عبداللہ کو اجازت دے دی۔ جابر کے سوا اس لشکر میں شریک تمام مجاہدین وہی تھے جو جنگ احد میں شریک ہوئے تھے۔

حمراء الاسد مدینہ منورہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ایک بستی ہے جب لشکر اسلام یہاں پہنچا تو حضور نبی کریم ﷺ نے یہاں خیمہ زن ہونے کا حکم صادر فرمایا۔ اسی مقام پر قبیلہ بنو خزاعہ کا ایک رئیس شخص معبد نامی بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ معبد مسلمان ہونے کے بعد مکہ کی طرف جاتے ہوئے الروحاء کے مقام پر ابوسفیان سے ملا۔ ابوسفیان کو بتایا کہ مسلمان ایک لشکر جرار لے کر نہایت جوش وجذبہ اور غصہ کی حالت میں تمہارے پیچھے دوڑے آ رہے ہیں۔ جو مسلمان غزوہ احد میں شریک نہ ہو سکے تھے وہ سب اس لشکر میں شامل تھے۔ اس لیے تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ تم واپس مکہ چلے جاؤ ورنہ سخت نقصان اٹھاؤ گے۔ ابوسفیان نے اپنے لشکر کو حالات سے باخبر کیا اور وہ سب مکہ کی طرف روانہ ہو گئے آپ ﷺ کئی روز حمراء الاسد میں ٹھہرے

رہے اور کفار کے لشکر کا انتظار کرتے رہے۔ چند روز وہاں قیام کرنے کے بعد آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اور فتح وکامرانی کا پرچم لہراتے ہوئے واپس مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔

شہداء زندہ ہیں

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (سورہ البقرہ۔154)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں ان کے بارے میں یہ نہ کہو کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تمہیں خبر نہیں۔ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ (سورہ آل عمران۔169۔171)

جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ تو زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں کھاتے پیتے ہیں وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطاء فرمائی اور جو لوگ ان کے پاس نہیں پہنچے ان سے پیچھے رہ گئے ہیں ان کی بھی اس حالت پر وہ خوش ہوتے ہیں کہ ان پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے وہ خوش ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہداء جنت کے دروازے پر دریا کے کنارے ایک محل میں رہتے ہیں اور ان کے لیے صبح شام جنت سے رزق لایا جاتا ہے۔

(مسند احمد۔ مصنف ابن ابی شیبہ۔ المستدرک، امام حاکم، دار الکتب بیروت۔ صحیح علی شرط مسلم، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندے قیامت کے دن حساب کتاب کے لیے کھڑے ہوں گے تو کچھ لوگ اپنی تلواریں گردنوں پر اٹھائے ہوئے آئیں گے ان سے خون بہہ رہا ہوگا وہ جنت کے دروازوں پر چڑھ دوڑیں گے پوچھا جائے گا یہ کون ہیں۔ جواب ملے گا یہ شہداء ہیں جو زندہ تھے اور انہیں روزی ملتی تھی۔

(الطبرانی۔ مجموعہ الزوائد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم احد کے دن حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پر کھڑے ہوئے تھے اور حضرت مصعب زمین پر شہید پڑے تھے اس دن انہی کے ہاتھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا (الاحزاب 23)

ایمان والوں میں کچھ مرد ایسے ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اسے سچ کر دکھلایا پھر بعض تو ان میں سے وہ ہیں

جنہوں نے اپنا ذمہ پورا کر لیا اور بعض ان میں سے (اللہ کی راستے میں جان قربان کرنے کے لیے) راہ دیکھ رہے ہیں اور وہ ذرہ (برابر) نہیں بدلے۔

بے شک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لیے گواہی دیتے ہیں کہ تم قیامت کے دن اللہ کے سامنے شہداء میں سے ہو پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے لوگوں تم ان کے پاس آیا کرو ان کی زیارت کیا کرو ان کو سلام کیا کرو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے قیامت کے دن تک جو بھی انہیں سلام کہے گا یہ اسے جواب دیں گے۔

(کتاب الجہاد لابن المبارک مرسلا، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حضرت محمد بن قیس بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کیا کرتے تھے احد کے دن ان کو کسی نے بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو چکے ہیں تو انہوں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین پہنچا دیا چنانچہ اب تم سب (مسلمان) ان کے دین کے لیے جہاد کرو پھر وہ تین بار اٹھے اور ہر بار موت کے منہ تک پہنچے اور بالآخر تیسرے حملے میں شہید ہو گئے جب ان کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوئی اور اپنے (شہداء) ساتھی بھی ملے تو وہ وہاں کی نعمتیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے اے ہمارے پروردگار کیا کوئی قاصد نہیں ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری یہ حالت بتا سکے اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہارا قاصد ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو حکم دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر یہ آیات سنائیں ولاتحسبن سے آخر تک۔

(اخرجہ المنذری فی تفسیرہ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن مجھے دیکھا تو فرمایا اے جابر کیا بات ہے تم فکر مند نظر آتے ہو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے والد شہید ہو گئے ہیں اور اپنے اوپر قرضہ اور اہل وعیال چھوڑ گئے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی سے بات کی تو پردے کی پیچھے سے کی لیکن تمہارے والد سے آمنے سامنے بات فرمائی اور کہا مجھ سے جو مانگو میں دوں گا تمہارے والد نے کہا مجھے دنیا میں واپس بھیج دیجئے تاکہ دوبارہ شہید ہو سکوں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میری طرف سے پہلے ہی فیصلہ ہو چکا ہے کہ کسی کو واپس نہیں جانا تمہارے والد نے کہا اے میرے پروردگار پیچھے والوں کو ہماری حالت کی اطلاع دے دیجئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ولا تحسبن الذین سے آخر تک۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ۔ المستدرک، امام حاکم، دار الکتب بیروت)

حیات شہداء سے متعلق علماء کے اقوال

شہداء کی زندگی کے بارے میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں۔

(1) علامہ قرطبی اور اکثر علماء کرام فرماتے ہیں کہ شہداء کی حیات یقینی چیز ہے اور بلا شبہ وہ جنت میں زندہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے اور ان کی موت بھی ہو چکی ہے اور ان کے جسم مٹی میں ہیں اور ان کی روحیں دوسرے ایمان والوں کی ارواح کی طرح زندہ ہیں البتہ شہداء کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ ان کے لیے شہادت کے وقت سے جنت کی روزی جاری کر دی جاتی ہے تو گویا

کہ ان کے لیے ان کی دنیوی زندگی جاری ہے اور وہ ختم نہیں ہوئی۔

(2) علماء کی ایک جماعت کا فرمانا ہے کہ قبروں میں شہداء کرام کی ارواح ان کے جسموں میں لوٹا دی جاتی ہیں اور وہ عیش و آرام کے مزے کرتے ہیں جیسا کہ کافروں کو ان کی قبروں میں زندہ کر کے عذاب دیا جاتا ہے۔

(3) مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان کی روحیں سبز پرندوں میں ڈال دی جاتی ہیں اور وہ جنت میں رہتے ہیں اور وہ کھاتے پیتے اور عیش کرتے ہیں۔ قرطبی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قول قرار دیا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کے لیے ہر سال ایک جہاد کا اجر لکھا جاتا ہے اور وہ اپنے بعد قیامت کے دن تک کے جہاد میں شریک رہتے ہیں۔

(5) ایک قول یہ ہے کہ ان کی روحیں عرش کے نیچے قیامت تک رکوع سجدے میں مشغول رہتی ہیں جیسا کہ ان زندہ مسلمانوں کی روحیں جو باوضو سوتے ہیں۔

(6) ایک قول یہ ہے کہ ان کے جسم قبر میں خراب نہیں ہوتے اور انہیں زمین نہیں کھاتی یہی ان کی زندگی ہے۔

شہداء کی جسمانی زندگی کا مطلب

شہداء کی حیات کا مطلب یہ ہے کہ شہداء کو ایک طرح کی جسمانی زندگی بھی حاصل ہوتی ہے جو دوسرے مردوں کی زندگی سے زیادہ ممتاز ہوتی ہے اور ان کی ارواح کو بھی اللہ کے ہاں مختلف مقامات حاصل ہوتے ہیں یعنی ان کی روحوں کا تعلق ان کے جسموں سے بھی رہتا ہے اور ان کی ارواح کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی مختلف مقامات ملتے ہیں ان میں سے بعض کی ارواح سبز پرندوں میں ہوتی ہیں اور وہ جنت میں کھاتے پیتے ہیں اور عرش کے سائے میں بنی ہوئی قندیلوں میں بیٹھتے ہیں جیسا کہ صحیح احادیث کے حوالے سے ان شاء اللہ آگے آئے گا اور ان میں سے کچھ جنت کے دروازے کے پاس دریا کے کنارے والے محل میں ہوتے ہیں اور جنت سے صبح اور شام ان کی روزی آتی ہے جیسا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں گذر چکا ہے اور کچھ ان میں سے فرشتوں کے ساتھ جنت میں اور آسمانوں میں اڑتے پھرتے ہیں جیسا کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی روایت میں آئے گا اور کچھ ان میں سے جنت کی اونچی مسہریوں پر ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آئے گا ان کے مقامات کا یہ فرق دنیا میں ان کے ایمان اخلاص اور جان دینے کے جذبے کے فرق کی وجہ سے ہوگا شہادت سے پہلے جس کا ایمان و اسلام میں جتنا بلند مقام ہوگا شہادت کے بعد اللہ کے ہاں اس کا اتنا بلند مقام ہوگا آیئے اب شہداء کی جسمانی زندگی پر کچھ دلائل پڑھتے ہیں۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ دونوں انصاری صحابی تھے۔ سیلاب کی وجہ سے ان کی قبریں کھولی گئیں تا کہ ان کی جگہ بدلی جاسکے یہ دونوں حضرات ایک قبر میں تھے جب ان کی قبریں کھولی گئیں تو ان کے جسموں میں کوئی فرق نہیں آیا تھا گویا کہ انہیں کل دفن کیا گیا ہوں ان میں سے ایک کا ہاتھ شہادت کے وقت ان کے زخم پر تھا اور وہ اسی حالت میں دفن کئے گئے تھے دیکھا گیا کہ اب تک ان کا ہاتھ اسی طرح ہے لوگوں نے وہ ہاتھ وہاں سے ہٹایا مگر وہ ہاتھ واپس اسی طرح زخم پر چلا گیا غزوہ احد کے

دن یہ حضرات شہید ہوئے تھے اور قبریں کھودنے کا یہ واقعہ اس کے چھیالیس سال بعد کا ہے۔

(مؤطا امام مالک رحمہ اللہ۔ سیر اعلام النبلاء، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے براہ راست بھی آئی ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے کتاب الجہاد میں سند کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہر کظامہ جاری کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے اعلان کروایا کہ جس شخص کا کوئی شہید ہے۔ وہ پہنچ جائے پھر ان شہداء کے اجسام نکالے گئے تو وہ بالکل تر و تازہ تھے یہاں تک کہ کھودنے کے دوران ایک شہید کے پاؤں پر کدال لگ گئی تو خون جاری ہو گیا۔

(کتاب الجہاد لابن المبارک، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

عبدالصمد بن علی رحمہ اللہ (جو بنو عباس کے خاندان میں سے ہیں) کہتے ہیں کہ میں اپنے (رشتے کے) چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر آیا قریب تھا کہ سیلاب کا پانی ان کو ظاہر کر دیتا میں نے انہیں قبر سے نکالا تو وہ اپنی سابقہ حالت پر تھے اور ان پر وہ چادر تھی جس میں انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفنایا تھا اور ان کے قدموں پر اذخر (گھاس) تھی۔ میں نے ان کا سر اپنی گود میں رکھا تو وہ پتیل کی ہانڈی کی طرح (چمک رہا) تھا میں نے گہری قبر کھدوائی اور نیا کفن دے کر انہیں دفنا دیا۔

(ابن عساکر، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

قیس بن حازم فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو ان کے کسی رشتہ دار نے خواب میں دیکھا تو انہوں نے فرمایا تم لوگوں نے مجھے ایسی جگہ دفن کر دیا ہے جہاں پانی مجھے تکلیف پہنچاتا ہے میری جگہ یہاں سے تبدیل کرو۔ رشتے داروں نے قبر کھودی تو ان کا جسم نرم و نازک چمڑے کی طرح تھا اور داڑھی کے چند بالوں کے علاوہ جسم میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

(مصنف عبدالرزاق، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

ترمذی (حدیث کی کتاب) میں اصحاب الاخدود (خندقوں میں شہید کیے جانے والے جن کا تذکرہ قرآن مجید کی سورہ بروج میں ہے) کا واقعہ مذکور ہے اس میں یہ بھی ہے کہ لڑکا جسے بادشاہ نے شہید کر کے دفن کر دیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قبر سے نکالا گیا تو اس کی انگلی اس کی کنپٹی پر تھی (کیونکہ یہیں اس کو تیر لگا تھا)۔ (ترمذی، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیانی فترۃ والے زمانے کا ہے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ تمام اہل کوفہ یہ بات نقل کرتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی دیوار گر گئی اور یہ ولید بن عبدالملک کا دور حکومت تھا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اس وقت مدینہ منورہ کے گورنر تھے تو روضہ مبارک سے ایک پاؤں کھل گیا لوگ ڈر گئے کہ شاید یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں مبارک ہے چنانچہ لوگ سخت غمگین ہوئے اس وقت حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر نے آ کر وہ پاؤں دیکھا تو فرمایا یہ میرے دادا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں مبارک ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔ (التذکرہ للقرطبی، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

حضرت ثابت بن قیس بن شماس کا واقعہ بہت مشہور ہے اور یہ واقعہ کئی صحابہ کرام اور مفسرین نے ذکر فرمایا ہے۔ حضرت ثابت

کی بیٹی فرماتی ہیں کہ جب قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہوئی: ترجمہ (اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو۔(الحجرات۔2)

تو میرے والد گھر کے دروازے بند کر کے اندر بیٹھ گئے اور رونے لگے جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نہ پایا تو بلا کر گھر بیٹھ رہنے کی وجہ پوچھی انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میری آواز (طبعی طور پر) بلند ہے میں ڈرتا ہوں کہ میرے اعمال ضائع نہ ہو جائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ ان میں سے نہیں ہیں بلکہ آپ خیر والی زندگی جئیں گے اور خیر والی موت مریں گے ان کی بیٹی کہتی ہیں کہ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی: (کہ اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے خود پسند کو پسند نہیں کرتا۔(لقمان۔18)

تو میرے والد نے پھر دروازہ بند کر دیا گھر میں بیٹھ گئے اور روتے رہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں نہ پایا تو انہیں بلوایا اور وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تو خوبصورتی کو پسند کرتا ہوں اور اپنی قوم کی قیادت کو بھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ ان میں سے نہیں (جن کے بارے میں آیت نازل ہوئی ہے) بلکہ آپ تو بڑی پسندیدہ زندگی گزاریں گے اور شہادت کی موت پا کر جنت میں داخل ہوں گے۔ جنگ یمامہ کے دن جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسلمانوں نے مسیلمہ کذاب پر حملہ کیا تو ابتداء میں مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا اس وقت حضرت ثابت بن قیس اور حضرت سالم رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہم لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو اس طرح نہیں لڑتے تھے۔

پھر دونوں حضرات نے اپنے لیے ایک ایک گڑھا کھودا اور اس میں کھڑے ہو کر ڈٹ کر لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے اس دن حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک قیمتی زرہ پہن رکھی تھی ان کی شہادت کے بعد ایک مسلمان نے وہ زرہ اٹھا لی۔ اگلے دن ایک مسلمان نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ اسے فرما رہے ہیں میں تمہیں ایک وصیت کر رہا ہوں تم اسے خیال سمجھ کر ضائع نہ کر دینا میں جب کل شہید ہوا تو ایک مسلمان میرے پاس سے گزرا اور اس نے میری زرہ اٹھا لی وہ شخص لوگوں میں سب سے دور جگہ پر رہتا ہے اور اس کے خیمے کے پاس ایک گھوڑا رسی میں بندھا ہوا کود رہا ہے اور اس نے میری زرہ کے اوپر ایک بڑی ہانڈی رکھ دی ہے اور اس ہانڈی کے اوپر اونٹ کا کجاوہ رکھا ہوا ہے تم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ وہ کسی کو بھجوا کر میری زرہ اس شخص سے لے لیں پھر جب تم مدینہ منورہ جانا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) سے کہنا کہ میرے ذمے اتنا اتنا قرضہ ہے اور میرے فلاں فلاں غلام آزاد ہیں (پھر اس خواب دیکھنے والے کو فرمایا) اور تم اسے جھوٹا خواب سمجھ کر بھلا مت دینا۔

چنانچہ صبح وہ شخص حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان تک پیغام پہنچایا تو انہوں نے آدمی بھیج کر زرہ وصول فرمالی۔ پھر مدینہ پہنچ کر اس شخص نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پورا خواب سنایا تو انہوں نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی وصیت کو جاری فرما دیا۔ ہم کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے جس نے مرنے کے بعد وصیت کی ہو اور اس کی وصیت کو پورا کیا گیا ہو سوائے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے۔ (المستدرک، امام حاکم، دار الکتب بیروت)

جنت سے نکل کر دوبارہ شہید ہونے کی تمنا کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی شخص جنت میں داخل ہونے کے بعد یہ تمنا نہیں کرے گا کہ اسے دنیا میں لوٹایا جائے یا دنیا کی کوئی چیز دی جائے سوائے شہید کے کہ وہ تمنا کریگا کہ وہ دنیا میں لوٹایا جائے اور دس بار شہید کیا جائے یہ تمنا وہ اپنی (یعنی شہید کی) تعظیم (اور مقام) دیکھنے کی وجہ سے کرے گا۔

(بخاری، مسلم، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

شہید کے گناہوں کے کفارہ کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قرض کے سوا شہید کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں اللہ کے راستے میں قتل ہوجانا قرض کے سوا ہر گناہ کا کفارہ ہے۔ (مسلم شریف، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

لیکن علامہ ابن رشد فرماتے ہیں کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ شہید کے لیے قرض کا معاف نہ ہونا ابتداء اسلام میں تھا بعد میں یہ فرمادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس کا قرضہ اداء کردے گا۔ (مقدمات ابن رشد، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ جو قرضہ جنت میں جانے سے روکتا ہے وہ قرضہ ہے جو کسی نے لیا ہو اور اس کے پاس ادائیگی کی گنجائش بھی ہو مگر نہ وہ اسے اداء کرے اور نہ مرنے کے بعد اداء کرنے کی وصیت کرے یا وہ قرضہ ہے جو بے وقوفی اور اسراف کے کاموں کے لئے لیا ہو اور پھر بغیر اداء کیے مر گیا ہو لیکن اگر کسی نے کوئی حق واجب اداء کرنے کے لئے قرضہ لیا ہو مثلاً فاقے سے بچنے کے لئے یا زیادہ تنگ دستی کی وجہ سے قرضہ لیا اور اس نے ادائیگی کے لیے بھی کچھ نہ چھوڑا ہو تو امید ہے کہ انشاء اللہ یہ قرضہ اس کے لئے جنت سے روکنے کا باعث نہیں بنے گا وہ مقروض شہید ہو یا غیر شہید کیونکہ مسلمانوں کے حاکم کے ذمے اس طرح کے قرضے اجتماعی مال سے اداء کرنا لازم ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جس نے کوئی قرضہ یا حق چھوڑا وہ اللہ اور اس کے رسول کے ذمے ہے اور جس نے کوئی مال چھوڑا وہ اس کے ورثہ کے لیے ہے۔ (بخاری، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

اور اگر مسلمانوں کے حاکم نے یہ قرضے ادا نہ کئے تو اللہ تعالیٰ خود یہ قرضہ قیامت کے دن اداء فرمائے گا اور قرض خواہ کو اس کی طرف سے راضی کردے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جس نے لوگوں سے مال لیا اور وہ ادائیگی کی نیت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے اداء فرمادے گا اور جس نے مال لیا اور وہ اسے ضائع کرنے کی نیت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ضائع کردے گا۔

(بخاری، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے اس کے علاوہ بھی دلائل لکھے ہیں۔ (التذکرہ للقرطبی، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ کے اس فرمان کی تصدیق حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد کے واقعے سے بھی ہوتی ہے کیونکہ

جب وہ غزوہ احد کے دن نکلے تھے تو ان پر قرضہ تھا پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر کو پریشان دیکھا تو خوشخبری سنائی کہ تمھارے والد کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آمنے سامنے بغیر پردے کے بات کی ہے۔ اب اگر ہر قرضہ جنت سے روکنے کا باعث ہوتا ہے تو حضرت جابر بن عبداللہ کے مقروض والد کو اتنا بڑا مقام کیسے ملتا اسی طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی گزر چکا ہے کہ انہوں نے شہادت کے وقت بائیس لاکھ کا قرضہ چھوڑا تھا۔

فرشتوں کے پروں کا سائے کا بیان

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب میرے شہید والد کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا اور ان کے ناک کان مشرکوں نے کاٹ دیئے تھے تو میں نے ارادہ کیا کہ ان کے چہرے سے کپڑا ہٹادوں تو لوگوں نے مجھے منع کر دیا اسی دوران ایک چیخنے والی عورت کی آواز سنائی دی لوگوں نے کہا یہ عمرو کی بیٹی یا بہن ہے اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کیوں روتی ہو ابھی تک فرشتوں نے ان پر (یعنی شہید پر) اپنے پروں کا سایہ کیا ہوا ہے۔

شہید کے لئے جنت میں داخل ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبہ۔111)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے خرید لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ أَعْمَالَهُمْ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ۔ (محمد۔4۔5۔6)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں اللہ کے ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ ان کو مقصود تک پہنچائے گا اور ان کی حالت سنوارے گا جس کی ان کو پہچان کرادے گا۔ (یا وہ جنت ان کے لیے خوشبو سے مہکا دی گئی ہے)۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات کو میں نے دیکھا کہ دو آدمی آئے اور انہوں نے مجھے ایک درخت پر چڑھایا پھر مجھے ایک گھر میں داخل کیا جو بہت حسین اور بہت اعلیٰ تھا میں نے اس جیسا حسین محل پہلے نہیں دیکھا ان دونوں نے مجھے بتایا کہ یہ شہداء کا گھر ہے۔ (بخاری، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے سامنے ان تین آدمیوں کو پیش کیا گیا جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے (1) شہید (2) حرام سے اور شبہات سے بچنے والا (3) وہ غلام جس نے اچھی طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اپنے مالک کے ساتھ بھی خیر خواہی کی۔ (ترمذی، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ دو آدمیوں پر (خوشی سے) ہنستا ہے ان میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کیا اور دونوں جنت میں داخل ہو گئے صحابہ کرام نے پوچھا وہ کس طرح اے اللہ

کے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان میں سے ایک دوسرے کے ہاتھ سے قتل ہو کر جنت میں داخل ہو گیا پھر دوسرے کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور وہ مسلمان ہو گیا اور جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔ (بخاری۔ مسلم، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کی رضا جوئی میں مارا گیا اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہیں دیگا۔ (مجمع الزوائد، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جنت میں ایک محل ہے جس کا نام عدن ہے اس میں پانچ ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازے پر پانچ ہزار حوریں ہیں۔ اس محل میں نبی، صدیق اور شہید داخل ہوں گے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ موقوف رجالہ ثقات)

حضرت اسلم بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں کون جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نبی جنت میں جائیں گے شہید جنت میں جائیں گے وہ بچہ جسے زندہ در گور کر دیا گیا ہو وہ جنت میں جائے گا۔ (ابوداؤد، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ام ربیع بن براء رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا آپ مجھے (میرے بیٹے) حارثہ کے بارے میں نہیں بتائیں گے؟ وہ بدر کے دن ایک گمنام تیر سے مارے گئے تھے اگر وہ جنت میں ہیں تو میں صبر کر لوں گی اور اگر اس کے علاوہ کچھ ہے تو پھر میں ان پر خوب روؤں گی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حارثہ کی ماں جنت میں تو کئی باغات ہیں تیرا بیٹا تو فردوس اعلیٰ (یعنی جنت کے اعلیٰ ترین درجے) میں ہے۔ (بخاری، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک کالے شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ایک بدبودار جسم والا بدصورت کالا آدمی ہوں اور میرے پاس مال بھی نہیں ہے اگر میں ان (کافروں) سے لڑتا ہوا مارا جاؤں تو میں کہاں جاؤں گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں چنانچہ وہ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تو حضور اکرم صلی اللہ ان کے پاس آئے اور ارشاد فرمایا: اللہ نے تمہارے چہرے کو سفید جسم کو خوشبودار اور مال کو زیادہ فرما دیا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے یا کسی اور کے لیے فرمایا میں نے اس کی بیوی حور عین کو دیکھا کہ ان کے اونی جبے کو کھینچ رہی تھی اور ان کے اور جبے کے درمیان داخل ہو رہی تھی۔ (المستدرک، امام حاکم، دار الکتب بیروت۔ بیہقی، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کالے شخص کا نام جعال رضی اللہ عنہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جعفر رضی اللہ عنہ بن ابو طالب کو جنت میں دو پروں والا فرشتہ دیکھا جو جنت میں جہاں چاہیں اڑتے پھرتے ہیں اور ان کے پروں کے اگلے حصے پر خون لگا ہوا ہے۔

(الطبرانی۔ مجمع الزوائد، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

شہداء کی ارواح کا سبز پرندوں میں ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تمہارے

بھائی (احد کے دن) شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحیں سبز پرندوں میں داخل فرما دیں وہ جنت میں نہروں پر اترتے ہیں اور جنت کے میوے کھاتے ہیں اور وہ عرش کے سائے کے نیچے سونے کی قندیلوں پر بیٹھتے ہیں جب انہوں نے بہترین کھانا پینا اور آرام گاہ پالی تو انہوں نے کہا کون ہے جو ہمارے بھائیوں کو ہماری خبر دے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں اور کھا پی رہے ہیں تا کہ وہ جہاد کو نہ چھوڑیں اور لڑائی میں بزدلی نہ دکھائیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمھاری خبر ان تک پہنچا دیتا ہوں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتا۔ الی آخرہ۔ (ابوداؤد، مستدرک، امام حاکم، دار الکتب بیروت) صحیح مسلم شریف میں ایسی ہی روایت موجود ہے اور دوسری کتابوں میں اس مفہوم کی کئی احادیث موجود ہیں۔

قبر کے فتنے اور قیامت کے دن کی بے ہوشی سے نجات

احادیث صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اسلامی سرحدوں کی پہرے داری کرنے والا (مرابط) قبر کے فتنے سے محفوظ رہے گا جب اس کے لیے یہ نعمت ہے تو شہید اس نعمت کا بدرجہ اولی مستحق ہے۔ کیونکہ وہ مرابط سے افضل ہے، مرابط کو یہ نعمت اس وجہ سے ملتی ہے کہ وہ اپنی جان اللہ کے راستے میں قربانی کے لیے پیش کرتا ہے تو وہ شخص جس کی جان قبول کر لی گئی ہو وہ اس نعمت کا کس طرح سے مستحق نہیں ہوگا۔

راشد بن سعد کسی صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کو قبر کے فتنے کا سامنا ہوتا ہے سوائے شہید کے (کہ اسے قبر کے فتنے سے نجات مل جاتی ہے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے سر پر تلواروں کی چمک اسے ہر فتنے سے بچانے والی ہے۔ (نسائی، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

اس حدیث شریف کا معنی یہ ہے کہ قبر میں دو فرشتوں کا آدمی سے سوال کرنا قبر کا فتنہ ہے اور یہ اس لئے ہوتا ہے تا کہ مؤمن کے ایمان اور یقین کا امتحان لیا جا سکے لیکن وہ شخص جو میدان قتال میں نکلتا ہے اور وہ تلواروں کو چمکتا اور کاٹتا، نیزوں کو کودتا اور پھاڑتا تیروں کو چلتا اور جسموں سے پار ہوتا دیکھتا ہے اور اس کے سامنے سر جسموں سے اڑائے جاتے ہیں اور خون کے فوارے بہتے ہیں اور جسموں کے ٹکڑے بکھیرے جاتے ہیں اور ہر طرف مقتول اور زخمی پڑے ہوئے لوگ اسے نظر آتے ہیں مگر پھر بھی وہ میدان میں ڈٹا رہتا ہے اور پیٹھ پھیر کر بھاگنے کی بجائے اپنی جان اللہ کو سپرد کرنے کے لئے مکمل ایمان اور یقین کے ساتھ جما رہتا ہے تو یہی اس کے ایمان کے امتحان کے لیے کافی ہے کیونکہ اگر اس کے دل میں شک یا تردد ہوتا تو وہ میدان سے بھاگ جاتا اور ثابت قدمی سے محروم ہو جاتا اور منافقوں کی طرح شکوک میں پڑ جاتا مگر ایسا نہیں ہوا تو ثابت ہوا کہ اس کا ایمان مکمل اور یقین مضبوط ہے تو پھر ایسے شخص سے مزید کسی پوچھ تاچھ کی کیا ضرورت ہے۔

اسی طرح قبر میں فرشتے جو کچھ پوچھتے ہیں شہید تو انہیں چیزوں کی عظمت اور حفاظت کے لیے جان کی قربانی دیتا ہے اور توحید، رسالت اور دین اسلام کی خاطر مر مٹتا ہے جب اس کی یہ حالت ہے تو پھر اس سے قبر میں کسی طرح کی پوچھ تاچھ کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اس آیت کے

بارے میں پوچھا۔

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ (الزمر۔ ۶۸)

اور جب صور پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر وہ جس کو اللہ چاہے۔

کہ وہ لوگ کون ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ بے ہوشی سے بچائے گا جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا وہ شہداء ہوں گے۔

(المستدرک، امام حاکم، دار الکتب بیروت)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا (وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ) جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہ شہداء ہوں گے اللہ تعالیٰ انہیں اس طرح کھڑا فرمائے گا کہ وہ اپنی تلواریں لیئے اللہ کے عرش کے اردگرد ہوں گے فرشتے ان کے لیے یاقوت کے بنے ہوئے عمدہ گھوڑے لائیں گے جن کی لگام سفید موتی کی اور زین سونے کی ہوگی ان کی لگام کی رسی باریک اور موٹے ریشم کی ہوگی ان پر ریشم سے نرم کپڑے بچھے ہوں گے ان گھوڑوں کا قدم تا حد نظر پڑتا ہوگا شہداء ان گھوڑوں پر جنت میں گھومیں پھریں گے پھر لمبی تفریح کے بعد کہیں گے چلو دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کا کس طرح فیصلہ فرماتا ہے (جب وہ آئیں گے تو) اللہ تعالیٰ ان پر (خوشی سے) ہنسے گا اور حشر کے میدان میں اللہ تعالیٰ جس کے لیے ہنسے گا اس سے کوئی حساب نہیں ہوگا۔

(رواہ ابن ابی الدنیا۔ الجامع الصغیر للسیوطی، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

شہر بن حوشب بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) بادلوں میں فرشتوں کے ساتھ تشریف لائے گا پھر ایک پکارنے والا آواز لگائے گا تمام اہل محشر ابھی جان لیں گے کہ آج اللہ کا کرم کن پر ہونے والا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم میرے ان دوستوں کو لے آؤ جنہوں نے میری رضا کے لیے اپنا خون بہایا تھا پھر شہداء آئیں گے اور قریب ہو جائیں گے۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

شہید کا اپنے گھر والوں میں سے ستر کی شفاعت کرنے کا بیان

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہید اپنے گھر والوں میں سے ستر کی شفاعت کرے گا۔ (ابو داؤد۔ بیہقی، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہید کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں سات انعامات ہیں (1) خون کے پہلے قطرے کے ساتھ اس کی بخشش کر دی جاتی ہے اور اسے جنت میں اس کا مقام دکھا دیا جاتا ہے (2) اور اسے ایمان کا جوڑا پہنایا جاتا ہے (3) عذاب قبر سے اسے بچا دیا جاتا ہے (4) قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے اسے امن دے دیا جاتا ہے (5) اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جس کا ایک یاقوت دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ (6) بہتر حور عین سے اس کی شادی کر دی جاتی ہے (7) اور اپنے اقارب میں ستر آدمیوں کے بارے میں

اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ (مسند احمد، مطبوعہ دارالکتب، بیروت لبنان)

شہداء کا قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے نجات

حضرت مقداد بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہید کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں چھ خصوصی انعامات ہیں۔

(1) خون کے پہلے قطرے کے ساتھ اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور جنت میں اس کا مقام اس کو دکھلا دیا جاتا ہے (2) اسے عذاب قبر سے بچا لیا جاتا ہے (3) قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے وہ محفوظ رہتا ہے (4) اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جس کا ایک یاقوت دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے (5) بہتر (72) حورعین سے اس کا نکاح کرا دیا جاتا ہے (6) اور اس کے اقارب میں ستر (70) کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔

(ترمذی۔ مصنف عبدالرزاق۔ ابن ماجہ، مطبوعہ دارالکتب، بیروت لبنان)

خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی بخشش اور جنت کا مقام آنکھوں کے سامنے ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص اللہ کے راستے میں قتل کیا جاتا ہے تو زمین پر اس کے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس کی بخشش کر دی جاتی ہے پھر اس کی طرف جنت کا رومال بھیجا جاتا ہے جس میں اس کی روح کو ڈال کر ایک جنتی جسم میں داخل کر دیا جاتا ہے پھر وہ فرشتوں کے ساتھ اس طرح اوپر چڑھتا ہے گویا کہ وہ پیدا ہوتے وقت سے فرشتوں کے ساتھ رہتا ہو پھر اسے آسمانوں پر لے جایا جاتا ہے وہ آسمانوں کے جس دروازے سے گزرتا ہے وہ دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور جس فرشتے کے پاس سے گزرتا ہے وہ فرشتہ اس کے لیے رحمت کی دعاء اور استغفار کرتا ہے یہاں تک کہ اسے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جاتا ہے جہاں پہنچ کر وہ فرشتوں سے پہلے سجدہ کرتا ہے پھر اس کے بعد فرشتے سجدہ کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے بخشش اور پاکی عطاء فرمائی جاتی ہے پھر اسے دوسرے شہداء کے پاس لایا جاتا ہے۔

وہ ان شہداء کو ہرے بھرے باغات میں سبز کپڑے پہنے ہوئے دیکھتا ہے ان شہداء کے پاس ایک بیل اور مچھلی ہوتی ہے جس سے وہ کھیل رہے ہوتے ہیں اور انہیں ہر دن کھیلنے کے لیے نئی چیزیں دی جاتی ہیں دن کو مچھلی جنت کے نہروں میں تیرتی رہتی ہے شام کے وقت بیل اسے سینگ مار کر کاٹ دیتا ہے اور شہداء اس مچھلی کا گوشت کھاتے ہیں اور اس کے گوشت میں جنت کی تمام نہروں کا مزہ پاتے ہیں اور بیل رات کو جنت میں چرتا رہتا ہے اور وہاں کے پھل کھاتا ہے جب صبح ہوتی ہے تو مچھلی اسے اپنی دم سے ذبح کر دیتی ہے شہداء اس کا گوشت کھاتے ہیں اور جنت کے سب پھلوں کا مزہ اس میں پاتے ہیں وہ اپنے مقامات کو دیکھتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے قیامت قائم کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔ (الطبرانی۔ مجمع الزوائد، مطبوعہ دارالکتب، بیروت لبنان)

خون خشک ہونے سے پہلے حورعین کی زیارت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہداء کا تذکرہ کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین پر شہید کا خون خشک نہیں ہوا ہوتا کہ اس کی دونوں بیویاں (یعنی حوریں) اس طرح اس کی طرف دوڑتی

ہیں جس طرح دودھ پلانے والی اونٹنیاں کھلے میدان میں اپنے بچے کی طرف دوڑتی ہیں اوران میں سے ہرایک کے ہاتھ میں ایک ایسا جوڑا ہوتا ہے جو دنیا اوراس کی تمام چیزوں سے بہتر ہوتا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق۔مصنف ابن ابی شیبہ۔ابن ماجہ،مطبوعہ دارالکتب،بیروت جنان)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کون سا غلام آزاد کرنا افضل ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی قیمت زیادہ ہواور اپنے مالک کے ہاں پسندیدہ ہو۔ میں نے عرض کیا سب سے افضل جہاد کون سا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس میں مجاہد کا گھوڑا بھی مارا جائے اور خود اس کا خون بھی بہہ جائے (یعنی وہ شہید ہو جائے) (مسند احمد،مطبوعہ دارالکتب،بیروت لبنان)

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ان لوگوں کی بات غلط ثابت ہوگئی جو یہ کہتے ہیں کہ جہاد میں غالب رہنے والا شہید ہونے والے سے افضل ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرو بن العاص سے پوچھا گیا کہ آپ افضل ہیں یا حضرت ہشام ابن العاص؟ انہوں نے فرمایا ہم دونوں (بھائی) غزوہ یرموک میں شریک تھے رات کو میں بھی شہادت کی دعاء مانگتا رہا اور وہ بھی جب صبح ہوئی تو انہیں شہادت نصیب ہوگئی جبکہ میں محروم رہ گیا۔پس اسی سے تمہیں ان کی فضیلت معلوم ہو جانی چاہئے۔

(کتاب الجہاد لا بن المبارک،مطبوعہ دارالکتب،بیروت لبنان)

چیونٹی کے کاٹنے جیسا درد اور سکرات الموت سے حفاظت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہید کو قتل ہوتے وقت صرف اتنا درد ہوتا ہے جتنا تم میں سے کسی کو چیونٹی کے کاٹنے سے۔(ترمذی،نسائی،ابن ماجہ،ابن حبان،بیہقی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب لڑائی شروع ہو جاتی ہے اور صبر نازل ہوتا ہے تو مجاہد کے لیے قتل ہونا گرمی کے دن ٹھنڈا پانی پینے سے زیادہ آسان ہوتا ہے۔

(شفاء الصدور،مطبوعہ دارالکتب،بیروت لبنان)

عام موت اور شہید کی موت کا درد

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: موت کا درد تلوار کی دس لاکھ ضربوں سے زیادہ سخت اور فلاں پہاڑ کو سر پر اٹھانے سے زیادہ بھاری ہے اور یہ (موت) شہید پر اور مظلوم قتل کیے جانے والے پر مچھر کے کاٹنے کے درد سے بھی زیادہ آسان ہے اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہر رات سحری کے وقت آواز لگاتا ہے۔اے قبر والو! تم کس پر رشک کرتے ہو؟ وہ کہتے ہیں شہید پر اور شہید ہر روز دو بار اپنے رب عزوجل کی زیارت کرتا ہے اسے نہ دنیا کی رغبت ہوتی ہے اور نہ اس کے چھوٹنے کا غم۔(ابن عساکر،مطبوعہ دارالکتب،بیروت لبنان)

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ کے والد محترم کی طرف منسوب کتاب

مجموع اللطائف میں پڑھا ہے کہ ایک شخص یہ دعاء کیا کرتا تھا کہ یا اللہ میری روح جلدی سے قبض فرمایئے گا اور مجھے درد سے بچایئے گا ایک دن وہ شخص تفریح کے لیے نکلا اور ایک باغ میں جا کر سو گیا اچانک وہاں کافروں کا ایک گروہ آ گیا اور انہوں نے اس کا سر کاٹ دیا۔ اس شخص کے جاننے والوں میں سے کسی نے اسے خواب میں دیکھا تو اس کا حال پوچھا اس نے جواب دیا میں باغ میں سویا تھا جب میں نے آنکھ کھولی تو میں جنت میں تھا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے بھی اس حکایت کو کچھ تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

شہداء پر فرشتوں کا داخلہ اور سلام کا بیان

پہلے روایت گزر چکی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ شہداء کو بلا کر بغیر حساب کتاب جنت میں داخل فرمادے گا تو فرشتے آ کر اللہ تعالیٰ کو سجدہ کریں گے اور عرض کریں گے اے ہمارے پروردگار ہم رات دن آپ کی تسبیح و تقدیس میں لگے رہتے تھے یہ کون لوگ ہیں جنہیں آپ نے ہم پر ترجیح دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے میرے راستے میں قتال کیا اور انہیں میرے راستے میں تکلیفیں پہنچائی گئیں پھر (یہ سن کر) فرشتے ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے اور کہیں گے تم پر سلامتی ہو اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا پس آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے۔ (مسند احمد۔ المستدرک، امام حاکم، دار الکتب بیروت صحیح الاسناد)

مطلب بن حنطب فرماتے ہیں کہ شہید کے لیے جنت میں ایک بالا خانہ ہے جو صنعا (یمن) سے جابیہ (شام) کی مسافت جتنا ہے اس کے اوپر کا حصہ موتیوں اور یاقوت سے بنا ہوا ہے اور اس کے اندر مشک اور کافور ہے۔ فرشتے شہید کے پاس اللہ تعالیٰ کا ہدیہ لے کر آئیں گے اور ابھی یہ فرشتے وہاں سے نہیں نکلے ہوں گے کہ مزید فرشتے دوسرے دروازے سے اللہ تعالیٰ کا ہدیہ لے کر آ جائیں گے۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

اللہ کی ایسی رضا اور خوشنودی جس کے بعد ناراضگی نہیں ہوگی

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے ہمارے ساتھ ایسے آدمی بھیج دیجئے جو ہمیں قرآن و سنت کی تعلیم دیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ انصار میں سے ستر (70) حضرات جو قراء کہلاتے تھے بھیج دیئے ان میں میرے ماموں حضرت حرام رضی اللہ عنہ بھی تھے (مدینہ منورہ میں) یہ لوگ قرآن پڑھتے تھے اور راتوں کو قرآن مجید سیکھتے سکھاتے تھے اور صبح کے وقت مسجد میں آ کر پانی ڈالتے تھے پھر لکڑیاں کاٹ کر انہیں بیچتے اور اصحاب صفہ اور دوسرے فقراء کے لیے کھانا خریدتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کو ان لوگوں کے ساتھ روانہ فرما دیا راستے میں ان پر حملہ کر دیا گیا اور انہیں اپنے مقام پر پہنچنے سے پہلے شہید کر دیا گیا انہوں نے (شہادت کے بعد) عرض کیا اے ہمارے پروردگار ہماری خبر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیجئے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی ملاقات نصیب ہو چکی ہے اور ہم اس سے راضی ہیں اور وہ ہم سے راضی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ کافروں میں سے ایک شخص حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ماموں حضرت حرام رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور نیزہ ان کے جسم سے پار کر دیا حضرت حرام رضی اللہ عنہ نے فرمایا رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ کرام سے) فرمایا: تمہارے بھائی شہید کر دیئے گئے ہیں اور انہوں نے کہا ہے اے

ہمارے پروردگار ہماری خبر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیجئے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے ملاقات نصیب ہو چکی ہے اور ہم اس سے راضی ہیں اور وہ ہم سے راضی ہے۔ (بخاری۔مسلم،مطبوعہ دارالکتب،بیروت لبنان)

حضرت عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ جب بئر معونہ پر (ستر 70 قراء) حضرات شہید ہو گئے اور حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ گرفتار ہو گئے تو کافروں کے سردار عامر بن طفیل نے ان سے ایک شہید کی طرف اشارہ کر کے پوچھا یہ کون ہیں تو انہوں نے فرمایا یہ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس نے کہا میں نے انہیں قتل ہونے کے بعد دیکھا کہ انہیں آسمانوں کی طرف اٹھایا گیا۔ یہاں تک کہ مجھے آسمان ان کے اور زمین کے درمیان نظر آ رہا تھا۔ پھر انہیں واپس زمین پر رکھ دیا گیا۔

(بخاری،مطبوعہ دارالکتب،بیروت لبنان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بئر معونہ پر شہید ہونے والے (ستر 70) حضرات کے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی جو ہم پڑھا کرتے تھے۔

ترجمہ: ہماری قوم کو خبر دے دو کہ ہم اپنے رب سے ملاقات کا شرف پا چکے ہیں۔ اور وہ ہم سے راضی ہو چکا ہے اور ہم اس سے راضی ہو چکے ہیں۔ پھر یہ آیت منسوخ ہو گئی۔ (بخاری،مطبوعہ دارالکتب،بیروت لبنان)

شہادت کی قبولیت کا بیان

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص لوہے کی (جنگی) ٹوپی پہن کر آئے اور انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں قتال کروں یا اسلام لاؤں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام لاؤ پھر قتال کرو۔ چنانچہ انہوں نے اسلام قبول کیا پھر (اسی وقت) جہاد میں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے عمل تھوڑا کیا اور اجر زیادہ پا گیا۔ (بخاری،مطبوعہ دارالکتب،بیروت لبنان)

یہ وہ خوش قسمت شخص تھے جنہوں نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی اور جنت کے اعلیٰ مقامات کے مستحق بن گئے۔ رضی اللہ عنہ۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اس شخص نے اسلام قبول کرنے یعنی کلمہ پڑھنے کے بعد پوچھا کیا میرے لیے یہ بہتر ہے کہ میں لڑتا ہوا شہید ہو جاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا اگرچہ میں نے اللہ کے لیے نماز نہ پڑھی ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں پھر وہ لڑتے ہوئے شہید ہو گیا۔ (کتاب السنن لسعید بن منصور،مطبوعہ دارالکتب،بیروت لبنان)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار جہاد میں تشریف لے گئے مشرکوں کی طرف سے ایک آدمی نے مسلمانوں کو مقابلے کی دعوت دی ایک مسلمان اس کے مقابلے کے لیے نکلے تو مشرک نے انہیں شہید کر دیا۔ پھر دوسرے مسلمان شخص نکلے مشرک نے انہیں بھی شہید کر دیا پھر وہ مشرک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا آپ لوگ کس بات پر قتال کرتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا دین یہ ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک قتال کریں۔ جب تک وہ گواہی نہ دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ کے حقوق کو پورا کرتے ہیں اس شخص نے کہا بخدا یہ تو بہت اچھی بات ہے میں بھی اس پر ایمان لاتا

ہوں پھر وہ مسلمانوں کی طرف ہو گیا اور اس نے مشرکوں پر حملہ کر دیا اور لڑتے ہوئے شہید ہو گیا (شہادت کے بعد) اسے ان دو مسلمانوں کے ساتھ رکھا گیا جن کو اس نے شہید کیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تینوں جنت میں سب سے زیادہ آپس میں محبت کرنے والے ہوں گے۔ (مجمع الزوائد، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

کیونکہ مقتول یہ سمجھے گا کہ یہ قاتل اس کے لیے بلند مقامات اور عظیم نعمتیں حاصل کرنے کا ذریعہ بنا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ خیبر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ مسلمانوں کا ایک دستہ نکلا تو واپسی پر اپنے ساتھ ایک چرواہے کو لے آیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چرواہے سے اللہ نے جو چاہا بیان فرمایا تو وہ چرواہا کہنے لگا میں آپ پر اور آپ کے دین پر ایمان لاتا ہوں اب میں ان بکریوں کا کیا کروں یہ تو میرے پاس امانت ہیں اور ایک ایک دو دو بکریاں مختلف لوگوں کی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان کے چہروں پر کنکریاں مار دیہ اپنے مالکوں کے پاس چلی جائیں گی اس نے ایک مٹھی کنکریاں یا مٹی لی اور بکریوں کے منہ پر ماری وہ بکریاں دوڑتی ہوئی اپنے گھروں کو چلی گئیں۔

پھر وہ چرواہا میدان جہاد میں آیا جہاں اسے تیر لگا اور وہ شہید ہو گیا۔ اور اس نے اللہ تعالیٰ کو ایک سجدہ بھی نہیں کیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے خیمے میں لے آؤ چنانچہ اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے میں لایا گیا آپ اس کے پاس گئے اور پھر وہاں سے باہر نکل آئے اور ارشاد فرمایا: تمہارے ساتھی کا اسلام بہت خوب رہا ابھی جب میں اس کے پاس گیا تو اس کی دو بیویاں حور عین اس کے پاس تھیں۔ (المستدرک، امام حاکم، دار الکتب بیروت صحیح الاسناد)

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس شہید کا نام یسار تھا اور وہ عامر یہودی کا غلام تھا البتہ ابن اسحٰق نے اس کا نام اسلم بتایا ہے۔ (واللہ اعلم)

شہید کی فضیلت کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہداء تین طرح کے ہیں (1) وہ شخص جو اپنی جان و مال کے ساتھ اللہ کے راستے میں نکلا وہ نہ لڑنا چاہتا ہے اور نہ شہید ہونا وہ تو مسلمانوں کی تعداد بڑھانے کے لیے آیا ہے اگر وہ (دوران جہاد) انتقال کر گیا یا شہید کر دیا گیا تو اس کے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور اسے عذاب قبر سے بچا لیا جائے گا اور قیامت کے دن کی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا اور حور عین سے اس کی شادی کرائی جائے گی اور اعزاز و اکرام کا لباس اسے پہنایا جائے گا اور اس کے سر پر وقار کا تاج رکھ دیا جائے گا (2) دوسرا وہ شخص جو اپنی جان و مال کے ساتھ اجر کی نیت سے نکلا وہ چاہتا ہے کہ دشمنوں کو قتل کرے لیکن خود قتل نہ کیا جائے یہ شخص اگر (دوران جہاد) انتقال کر گیا یا شہید کر دیا گیا تو اس کا گھٹنہ اللہ کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہوگا۔ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ (قمر۔55) پاک مقام میں ہر طرح کی قدرت رکھنے والے بادشاہ کی بارگاہ میں۔

تیسرا وہ شخص جو اپنی جان و مال کے ساتھ اجر کی نیت سے نکلا وہ چاہتا ہے کہ دشمنوں کو قتل کرے اور خود بھی شہید ہو اگر (دوران جہاد) اس کا انتقال ہو گیا یا وہ شہید ہو گیا تو وہ قیامت کے دن اپنی کھلی تلوار اپنی گردن پر رکھے ہوئے آئے گا اور لوگ اس وقت

حصوں کے بل گرے پڑے ہوں گے۔ وہ کہیں گے ہمارے لیے راستہ کھول دو ہم وہ ہیں جنہوں نے اپنا خون اور مال اللہ کے لیے لٹا دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر وہ یہ بات حضرت ابراہیم خلیل اللہ یا کسی اور نبی سے کہیں گے تو وہ بھی ان کے حق کو لازم سمجھتے ہوئے ان کے لیے راستہ چھوڑ دیں گے یہاں تک کہ وہ شہید عرش کے نیچے نور کے منبروں پر آئیں گے اور ان پر بیٹھ کر دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان کس طرح فیصلہ فرماتے ہیں انہیں نہ موت کا غم ہوگا اور نہ برزخ کی تنگی، انہیں نہ صور کی آواز خوفزدہ کرے گی،

اور نہ انہیں حساب کتاب، میزان اور پل صراط کی فکر ہوگی وہ دیکھیں گے کہ لوگوں کے درمیان کس طرح سے فیصلہ کیا جاتا ہے وہ جو کچھ مانگیں گے انہیں دیا جائے گا اور جس چیز کی سفارش کریں گے وہ قبول کی جائے گی وہ جنت میں جو پسند کریں گے اسے پائیں گے اور جہاں رہنا چاہیں گے وہاں رہیں گے۔ (البزار، بیہقی۔ الترغیب والترہیب، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

حور عین سے شادی

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہید کے لئے جنت سے بہت حسین جسم لایا جاتا ہے اور اس کی روح کو اس جسم میں داخل ہونے کا حکم دیا جاتا ہے شہید اس جسم میں داخل ہو کر اپنے پرانے جسم کو دیکھتا ہے کہ اس کے ساتھ کیا اچھا کیا برا کیا جاتا ہے اور کون اس پر غمگین ہوتا ہے اور کون غمگین نہیں ہوتا اور وہ باتیں کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ لوگ اس کی بات سن رہے ہیں اور وہ ان کی طرف دیکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ بھی اسے دیکھ رہے ہیں پھر اس کی بیویاں حور عین آ جاتی ہیں اور اسے اپنے ساتھ لے جاتی ہیں۔ (شفاء الصدور، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

خوب اچھی طرح سے یاد رکھئے کہ کبھی کبھار حور عین جہاد میں زخمی ہونے والوں کو بھی بے ہوشی کی حالت میں نظر آ جاتی ہیں تاکہ اسے یہ بشارت دیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے شہادت کی خلعت فاخرہ تیار کر رکھی ہے۔ اس بارے میں کچھ سچے واقعات پہلے گزر چکے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الجہاد میں کئی واقعات اس بارے میں ذکر فرمائے ہیں ان میں سے ایک واقعہ ابوادریس نامی بزرگ کا ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار میرے ساتھ جہاد میں مدینہ منورہ کے دو مجاہد تھے ان میں سے ایک کا نام مزیاد تھا ایک دن محاصرے کے دوران انہیں منجنیق کے گولے کا ایک ٹکڑا گھٹنے پر لگا اور وہ بے ہوش ہو گئے اور پھر بے ہوشی میں کبھی ہنستے اور کبھی روتے تھے۔

جب انہیں ہوش آیا تو ہم نے ہنسنے اور رونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے جنت کا نقشہ اور حور عین کا حلیہ بیان کر کے بتایا کہ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے اس پر میں ہنسا پھر جب میں نے حور کا قرب پانے کی کوشش کی تو اس نے کہا ظہر تک انتظار کرو اس پر میں رو پڑا۔ ابوادریس کہتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ بیٹھا ہوا بات چیت کر رہا تھا کہ ظہر کی اذان ہوئی اور اس کی روح نکل گئی۔

(کتاب الجہاد لابن المبارک، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

بَابٌ فِي الشَّهِيدِ يُشَفَّعُ

باب: شہید (قیامت کے دن) شفاعت کرے گا

2522 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ رَبَاحٍ الذِّمَارِيُّ، حَدَّثَنِي عَمِّي نِمْرَانُ بْنُ عُتْبَةَ الذِّمَارِيُّ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى أُمِّ الدَّرْدَاءِ وَنَحْنُ أَيْتَامٌ، فَقَالَتْ: أَبْشِرُوا، فَإِنِّي سَمِعْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُشَفَّعُ الشَّهِيدُ فِي سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: صَوَابُهُ رَبَاحُ بْنُ الْوَلِيدِ

⊛⊛ عمران بن عتبہ ذماری بیان کرتے ہیں: ہم سیّدہ ام درداء رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہم کم سن لڑکے تھے، سیّدہ ام درداء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم لوگ خوشخبری قبول کرو! کیونکہ میں نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے سنا ہے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"شہید کے اہل خانہ میں سے 70 افراد کے بارے میں، شہید کی شفاعت کو قبول کیا جائے گا"

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) درست لفظ یہ ہے رباح بن ولید

بَابٌ فِي النُّورِ يُرَى عِنْدَ قَبْرِ الشَّهِيدِ

باب: اس نور کا بیان، جو شہید کی قبر پر دیکھا جاتا ہے

2523 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ رُومَانَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: لَمَّا مَاتَ النَّجَاشِيُّ كُنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّهُ لَا يَزَالُ يُرَى عَلَى قَبْرِهِ نُورٌ

⊛⊛ سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نجاشی کا انتقال ہوا، تو ہم یہ بات چیت کیا کرتے تھے کہ اس کی قبر پر مسلسل نور دکھائی دیتا رہا۔

2524 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ: سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ مَيْمُونٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رُبَيِّعَةَ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ خَالِدٍ السُّلَمِيِّ قَالَ: آخَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ، فَقُتِلَ أَحَدُهُمَا، وَمَاتَ الْآخَرُ بَعْدَهُ بِجُمُعَةٍ، أَوْ نَحْوِهَا، فَصَلَّيْنَا عَلَيْهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا قُلْتُمْ؟ فَقُلْنَا: دَعَوْنَا لَهُ، وَقُلْنَا: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَأَلْحِقْهُ بِصَاحِبِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَأَيْنَ صَلَاتُهُ بَعْدَ صَلَاتِهِ، وَصَوْمُهُ بَعْدَ صَوْمِهِ؟ - شَكَّ شُعْبَةُ - فِي صَوْمِهِ، وَعَمَلُهُ بَعْدَ عَمَلِهِ، إِنَّ بَيْنَهُمَا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ

⊛⊛ عبیداللہ بن خالد سلمی بیان کرتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا، ان میں سے ایک شہید ہو گیا اور دوسرا اس کے بعد ایک ہفتے

تک، یا اس کے آس پاس زندہ رہا، ہم نے اس کی نماز جنازہ ادا کر لی، تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تم نے کیا پڑھا ہے؟ ہم نے عرض کی: ہم نے اس کے لیے دعا کی ہے اور ہم نے یہ کہا ہے: اے اللہ! تو اس کی مغفرت کر دے اور اسے اُس کے ساتھی (شہید شخص) کے ساتھ ملا دے، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اُس (شہید) کی نماز کے بعد اِس کی نماز، اور اُس کے روزے کے بعد، اِس کے روزے، (یہاں روزے کے بارے میں شعبہ نامی راوی کو شک ہے۔) اور اُس کے عمل کے بعد اِس کے عمل کا کیا ہوگا، ان دونوں کے درمیان آسمان اور زمین جتنا فاصلہ ہے۔

بَابٌ فِي الْجَعَائِلِ فِي الْغَزْوِ

باب: جنگ میں حصہ لینے کا معاوضہ مقرر کرنا

2525 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا ح وحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ الْمَعْنَى، - وَأَنَا لِحَدِيثِهِ أَتْقَنُ - عَنْ أَبِي سَلَمَةَ سُلَيْمَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ جَابِرٍ الطَّائِيِّ، عَنِ ابْنِ أَخِي أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: سَتُفْتَحُ عَلَيْكُمُ الْأَمْصَارُ، وَسَتَكُونُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ، تُقْطَعُ عَلَيْكُمْ فِيهَا بُعُوثٌ فَيَكْرَهُ الرَّجُلُ مِنْكُمُ الْبَعْثَ فِيهَا، فَيَتَخَلَّصُ مِنْ قَوْمِهِ، ثُمَّ يَتَصَفَّحُ الْقَبَائِلَ يَعْرِضُ نَفْسَهُ عَلَيْهِمْ، يَقُولُ: مَنْ أَكْفِيهِ بَعْثَ كَذَا، مَنْ أَكْفِيهِ بَعْثَ كَذَا، أَلَا وَذَلِكَ الْأَجِيرُ إِلَى آخِرِ قَطْرَةٍ مِنْ دَمِهِ

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا:

”عنقریب تمہارے لیے بڑے، بڑے شہر فتح ہو جائیں گے اور لشکر اکٹھے کیے جائیں گے، ان میں سے کچھ لوگوں کو تم میں سے لیا جائے گا تو یوں ہوگا کہ تم میں سے کوئی شخص تنخواہ لیے بغیر اس لشکر میں شامل ہونا پسند نہیں کرے گا وہ اپنی قوم میں سے نکل کھڑا ہوگا اور مختلف جگہوں پر گھومتا ہوا، وہ اپنے آپ کو ان کے سامنے پیش کرتا رہے گا اور یہ کہے گا: کون ایسا شخص ہے؟ جو فلاں لشکر میں اپنی جگہ مجھے بھجوانا چاہتا ہے؟ کون ایسا شخص ہے کہ فلاں لشکر میں، اُس کی جگہ میں جاتا ہوں (اور مجھے اس کا معاوضہ دے دیا جائے)“

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:) خبردار! ایسا شخص صرف مزدور ہے، خواہ وہ اپنے خون کا آخری قطرہ بھی بہادے“۔

بَابُ الرُّخْصَةِ فِي أَخْذِ الْجَعَائِلِ

باب: معاوضہ لینے کی رخصت

2526 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ الْمِصِّيصِيُّ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، ح وحَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ

2526-اسناده صحيح. ابن شفي: هو حسين بن شفي بن ماتع الاصبحي، وابن وهب: هو عبد الله بن وهب. واخرجه احمد (6624)، وابن الجارود (1039)، والطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (3264)، والبيهقي في "السنن الكبرى" /289، وفي "شعب الايمان" (4275)، والبغوي في "شرح السنة" (2671) من طريق الليث بن سعد بهذا الاسناد.

بْنُ شُعَيْبٍ، وَحَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ عَنِ ابْنِ شُفَيٍّ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لِلْغَازِي اَجْرُهُ، وَلِلْجَاعِلِ اَجْرُهُ، وَاَجْرُ الْغَازِي

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جہاد میں حصہ لینے والے کو اس کا اجر ملتا ہے اور معاوضہ دینے والے کو اس کا اجر ملتا ہے اور جہاد میں حصہ لینے والے کا حصہ بھی ملتا ہے"

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَغْزُو بِاَجْرِ الْخِدْمَةِ

باب: محض مزدور کے طور پر جنگ میں شریک ہونا

2527 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِي عَاصِمُ بْنُ حَكِيْمٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِي عَمْرٍو السَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الدَّيْلَمِيِّ، اَنَّ يَعْلَى ابْنَ مُنْيَةَ، قَالَ: اَذَّنَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْغَزْوِ وَاَنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَيْسَ لِي خَادِمٌ فَالْتَمَسْتُ اَجِيْرًا يَكْفِيْنِي، وَاُجْرِي لَهُ سَهْمَهُ، فَوَجَدْتُ رَجُلًا، فَلَمَّا دَنَا الرَّحِيْلُ اَتَانِي، فَقَالَ: مَا اَدْرِي مَا السُّهْمَانُ، وَمَا يَبْلُغُ سَهْمِي، فَسَمِّ لِي شَيْئًا كَانَ السَّهْمُ اَوْ لَمْ يَكُنْ، فَسَمَّيْتُ لَهُ ثَلَاثَةَ دَنَانِيْرَ، فَلَمَّا حَضَرَتْ غَنِيْمَتُهُ اَرَدْتُ اَنْ اُجْرِيَ لَهُ سَهْمَهُ، فَذَكَرْتُ الدَّنَانِيْرَ، فَجِئْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرْتُ لَهُ اَمْرَهُ، فَقَالَ: مَا اَجِدُ لَهُ فِي غَزْوَتِهِ هٰذِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلَّا دَنَانِيْرَهُ الَّتِي سَمَّى

❀❀ حضرت یعلی بن منیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کا اعلان کروایا، میں اس وقت بوڑھا ہو چکا تھا، میرے پاس کوئی خادم بھی نہیں تھا، میں نے کسی ایسے ملازم کی تلاش شروع کی، جو میری جگہ جہاد میں حصہ لیتا اور میں اسے اس کا معاوضہ دے دیتا، مجھے ایک شخص ملا جب روانگی کا وقت آیا، تو وہ میرے پاس آیا اور بولا: مجھے نہیں معلوم کہ (جہاد کے نتیجے میں جو مال غنیمت حاصل ہوگا) اس کے کتنے حصے ہوں گے اور مجھے اس میں سے کتنا ملے گا؟ تو تم مجھے متعین طور پر بتا دو، خواہ مال غنیمت حاصل ہو یا نہ ہو (تم مجھے معاوضہ دے دینا) تو میں نے اسے تین دینار دینے کا وعدہ کر لیا، جب میں مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا اور میں نے یہ ارادہ کیا کہ اُسے اس کا حصہ دوں، تو مجھے یاد آیا کہ اس کے لیے تو متعین دینار مقرر کیے تھے، میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اس شخص کے لیے، اس جہاد میں، دنیا اور آخرت میں، ان دیناروں کے علاوہ اور کچھ نہیں پاتا، جو اس نے طے کیے تھے"۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَغْزُو، وَاَبَوَاهُ كَارِهَانِ

باب: آدمی کا جنگ میں حصہ لینا، جبکہ اس کے والدین کو یہ ناپسند ہو

2528 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ، اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ اَبِيْهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ

عَمْرٍو قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: جِئْتُ أُبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ، وَتَرَكْتُ أَبَوَيَّ يَبْكِيَانِ، فَقَالَ: ارْجِعْ عَلَيْهِمَا فَأَضْحِكْهُمَا كَمَا أَبْكَيْتَهُمَا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی: میں ہجرت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں، میں نے اپنے ماں باپ کو روتا ہوا چھوڑا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم واپس جاؤ، جس طرح تم نے انہیں رُلایا ہے، اُسی طرح انہیں ہنساؤ۔

2529 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أُجَاهِدُ، قَالَ: أَلَكَ أَبَوَانِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو الْعَبَّاسِ هَذَا الشَّاعِرُ: اسْمُهُ السَّائِبُ بْنُ فَرُّوخَ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میں جہاد میں حصہ لوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے ماں باپ ہیں؟ اس نے عرض کی، جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان دونوں کی اچھی طرح خدمت کرو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابوعباس نامی راوی شاعر ہے، اس کا نام سائب بن فروخ ہے۔

2530 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ دَرَّاجًا أَبَا السَّمْحِ حَدَّثَهُ، عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَجُلًا هَاجَرَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْيَمَنِ، فَقَالَ: هَلْ لَكَ أَحَدٌ بِالْيَمَنِ؟ قَالَ: أَبَوَايَ، قَالَ: أَذِنَا لَكَ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: ارْجِعْ إِلَيْهِمَا فَاسْتَأْذِنْهُمَا، فَإِنْ أَذِنَا لَكَ فَجَاهِدْ، وَإِلَّا فَبِرَّهُمَا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ایک شخص یمن سے ہجرت کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: یمن میں تمہارا کوئی رشتے دار ہے؟ اس نے عرض کی: میرے ماں باپ ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: ان دونوں نے تمہیں اجازت دی ہے؟ اس نے کہا، جی نہیں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان کی طرف واپس جاؤ اور ان سے اجازت مانگو، وہ دونوں تمہیں اجازت دیں تو تم جہاد میں حصہ لینا ورنہ ان کے ساتھ بھلائی کرنا۔

2528- اسناده صحیح. سفیان -وهو الثوری- سماعه من عطاء بن السائب قبل اختلاطه. والسائب والد عطاء: هو ابن مالك او ابن زيد الثقفي. واخرجه ابن ماجه (2782) من طريق عبد الرحمن بن محمد المحاربي، والنسائي (4163) من طريق حماد بن زيد، كلاهما عن عطاء بن السائب به. وجاء عند ابن ماجه: اني جئت اريد الجهاد، بدل: الهجرة. وهو في "مسند احمد" (6490)، و"صحيح ابن حبان" (419).

2530- اسناده ضعيف لضعف دراج ابي السمح وهو ابن سمعان- في روايته عن ابي الهيثم -وهو سليمان بن عمرو العتواري وهو في "سنن سعيد بن منصور" (2334). واخرجه احمد (11721)، وابن الجارود (1035)، وابو يعلى (1402)، وابن حبان (422)، والحاكم 2/ 103-104، وابو نعيم في "الحلية" 3/288، والبيهقي 9/269

بَابٌ فِي النِّسَاءِ يَغْزُونَ

باب: خواتین کا جہاد میں حصہ لینا

2531 - حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُو بِأُمِّ سُلَيْمٍ، وَنِسْوَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ لِيَسْقِينَ الْمَاءَ، وَيُدَاوِينَ الْجَرْحَى

❁❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ میں سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا اور دیگر انصاری خواتین کو ساتھ لے جاتے تھے، تاکہ وہ پانی پلائیں اور زخمیوں کی تیمارداری کریں۔

بَابٌ فِي الْغَزْوِ مَعَ أَئِمَّةِ الْجَوْرِ

باب: ظالم حکمرانوں کی قیادت میں جہاد کرنا

2532 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي نُشْبَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ مِنْ أَصْلِ الْإِيمَانِ: الْكَفُّ عَمَّنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَلَا نُكَفِّرُهُ بِذَنْبٍ، وَلَا نُخْرِجُهُ مِنَ الْإِسْلَامِ بِعَمَلٍ، وَالْجِهَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِي اللهُ إِلَى أَنْ يُقَاتِلَ آخِرُ أُمَّتِي الدَّجَّالَ لَا يُبْطِلُهُ جَوْرُ جَائِرٍ، وَلَا عَدْلُ عَادِلٍ، وَالْإِيمَانُ بِالْأَقْدَارِ

❁❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تین چیزیں ایمان کی بنیاد میں سے ہیں، جو شخص لا الہ الا اللہ پڑھ لے، اسے قتل کرنے سے رک جانا اور کسی گناہ کی وجہ سے تم اسے کافر قرار نہ دینا اور کسی عمل کی وجہ سے تم اسے اسلام سے خارج قرار نہ دینا، جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے اس وقت سے جہاد شروع ہوا ہے اور اس وقت تک رہے گا جب میری امت کے آخری لوگ دجال سے جنگ کریں گے، کسی ظالم کا ظلم اسے کالعدم قرار نہیں دے گا اور کسی عادل کا عدل اسے کالعدم قرار نہیں دے گا، اور تقدیر پر ایمان رکھنا۔

راوی بیان کرتے ہیں: تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیے گئے ہیں، تم انہیں مردہ ہرگز گمان نہ کرو'' یہ آیت کے آخر تک ہے۔

2533 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْجِهَادُ وَاجِبٌ عَلَيْكُمْ مَعَ كُلِّ أَمِيرٍ، بَرًّا كَانَ أَوْ فَاجِرًا، وَالصَّلَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَيْكُمْ خَلْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ أَوْ فَاجِرًا، وَإِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ، وَالصَّلَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ أَوْ فَاجِرًا، وَإِنْ عَمِلَ الْكَبَائِرَ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''ہر امیر کے ساتھ جہاد میں حصہ لینا تم پر لازم ہے، خواہ وہ نیک ہو یا گناہ گار ہو، ہر مسلمان کے پیچھے نماز ادا کرنا تم پر لازم

ہے،خواہ وہ نیک ہو، یا گناہ گار ہو،خواہ وہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہوتا ہو اور مسلمان کی نماز جنازہ ادا کرنا واجب ہے،خواہ وہ نیک ہو، یا گناہ گار ہو،اگرچہ وہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہوتا ہو"۔

بَابُ الرَّجُلِ يَتَحَمَّلُ بِمَالِ غَيْرِهِ يَغْزُو

باب: آدمی کا کسی دوسرے کی سواری پر بیٹھ کر، جنگ میں حصہ لینا

2534 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ نُبَيْحٍ الْعَنَزِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَهُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ أَرَادَ أَنْ يَغْزُوَ، فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، إِنَّ مِنْ إِخْوَانِكُمْ قَوْمًا لَيْسَ لَهُمْ مَالٌ وَلَا عَشِيرَةٌ، فَلْيَضُمَّ أَحَدُكُمْ إِلَيْهِ الرَّجُلَيْنِ أَوِ الثَّلَاثَةَ، فَمَا لِأَحَدِنَا مِنْ ظَهْرٍ يَحْمِلُهُ إِلَّا عُقْبَةٌ كَعُقْبَةِ، يَعْنِي أَحَدِهِمْ، قَالَ: فَضَمَمْتُ إِلَيَّ اثْنَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً، قَالَ: مَا لِي إِلَّا عُقْبَةٌ كَعُقْبَةِ أَحَدِهِمْ مِنْ جَمَلِي

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نقل کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جہاد میں جانے کا ارادہ کیا تو ارشاد فرمایا: اے مہاجرین اور انصار کے گروہ! تمہارے کچھ بھائی ایسے ہیں، جن کے پاس مال اور خاندان نہیں ہے، تو ہر شخص ان میں سے دو یا تین آدمیوں کو اپنے ساتھ شامل کر لے، کیونکہ ہم میں سے کسی کے پاس سواری نہیں ہے جس پر وہ سوار ہو سکے، صرف یہی ہو سکتا تھا کہ باری، باری اس پر سوار ہوا جائے۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے دو یا تین آدمیوں کو اپنے ساتھ شامل کر لیا، راوی بیان کرتے ہیں: میرا ایک اونٹ تھا، جس پر ہم باری، باری سوار ہوتے تھے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَغْزُو وَيَلْتَمِسُ الْأَجْرَ وَالْغَنِيمَةَ

باب: آدمی کا جنگ میں حصہ لینا، جبکہ وہ اجر اور غنیمت (دونوں) کا طلب گار ہو

2535 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا أَسَدُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنِي ضَمْرَةُ أَنَّ ابْنَ زُغْبٍ الْإِيَادِيَّ، حَدَّثَهُ قَالَ: نَزَلَ عَلَيَّ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حَوَالَةَ الْأَزْدِيُّ، فَقَالَ لِي: بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَغْنَمَ عَلَى أَقْدَامِنَا فَرَجَعْنَا، فَلَمْ نَغْنَمْ شَيْئًا، وَعَرَفَ الْجَهْدَ فِي وُجُوهِنَا فَقَامَ فِينَا، فَقَالَ: اللَّهُمَّ لَا تَكِلْهُمْ إِلَيَّ، فَأَضْعُفَ عَنْهُمْ، وَلَا تَكِلْهُمْ إِلَى أَنْفُسِهِمْ فَيَعْجِزُوا عَنْهَا، وَلَا تَكِلْهُمْ إِلَى النَّاسِ فَيَسْتَأْثِرُوا عَلَيْهِمْ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى رَأْسِي، أَوْ قَالَ: عَلَى هَامَتِي، ثُمَّ قَالَ: يَا ابْنَ حَوَالَةَ، إِذَا رَأَيْتَ الْخِلَافَةَ قَدْ نَزَلَتْ أَرْضَ الْمُقَدَّسَةِ فَقَدْ دَنَتِ الزَّلَازِلُ وَالْبَلَابِلُ وَالْأُمُورُ الْعِظَامُ، وَالسَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنَ النَّاسِ مِنْ يَدِي هَذِهِ مِنْ رَأْسِكَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حَوَالَةَ حِمْصِيٌّ

ابن زغب ایادی بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن حوالہ ازدی رضی اللہ عنہ میرے ہاں مہمان کے طور پر ٹھہرے تو انہوں نے مجھے بتایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں روانہ کیا، تا کہ ہم پیدل ہی غنیمت حاصل کر لیں، جب ہم واپس آئے تو ہمیں غنیمت میں کچھ بھی نہیں ملا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے چہرے سے ہمیں پیش آنے والی مشکل صورتِ حال کا اندازہ ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے اللہ! انہیں میرے سپرد نہ کر، کیونکہ میں ان کی کفالت سے عاجز ہوں اور انہیں ان کے سپرد بھی نہ کر، جو ان کے ساتھ ترجیحی سلوک کریں، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک میرے سر پر رکھا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) میرے ہاتھ پر رکھا، پھر ارشاد فرمایا: اے ابن حوالہ! جب تم دیکھو کہ خلافت، ارض مقدس پہنچ گئی ہے، تو پھر زلزلے، مصیبتیں اور بڑے، بڑے امور قریب آجائیں گے اور اس وقت قیامت لوگوں کے اس سے زیادہ قریب ہوگی، جتنا یہ ہاتھ تمہارے سر کے قریب ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت عبداللہ بن حوالہ حمص کے رہنے والے تھے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَشْرِي نَفْسَهُ

باب: آدمی کا اپنے آپ کو فروخت کردینا

2536 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَجِبَ رَبُّنَا عَزَّ وَجَلَّ مِنْ رَجُلٍ غَزَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَانْهَزَمَ - يَعْنِي أَصْحَابَهُ - فَعَلِمَ مَا عَلَيْهِ، فَرَجَعَ حَتَّى أُهَرِيقَ دَمُهُ فَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى لِمَلَائِكَتِهِ: انْظُرُوا إِلَى عَبْدِي رَجَعَ رَغْبَةً فِيمَا عِنْدِي، وَشَفَقَةً مِمَّا عِنْدِي حَتَّى أُهَرِيقَ دَمُهُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"پروردگار اس بندے سے خوش ہوتا ہے، جو اللہ کی راہ میں جہاد میں حصہ لیتے ہوئے پسپا ہوتا ہے، پھر اسے یہ خیال آتا ہے اس کا گناہ کتنا ہوگا؟ تو وہ واپس آتا ہے، یہاں تک کہ اس کا خون بہادیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے: میرے اس بندے کی طرف دیکھو، یہ اس چیز کی رغبت کرتے ہوئے واپس آیا ہے، جو چیز میرے پاس ہے اور اس چیز سے ڈرتے ہوئے واپس آیا ہے، جو میرے پاس ہے، یہاں تک کہ اس کا خون بہادیا گیا۔

بَابٌ فِيمَنْ يُسْلِمُ وَيُقْتَلُ مَكَانَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

باب: جو شخص اسلام قبول کرے اور اسی جگہ اللہ کی راہ میں شہید ہو جائے

2537 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ عَمْرَو بْنَ أُقَيْشٍ، كَانَ لَهُ رِبًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَكَرِهَ أَنْ يُسْلِمَ حَتَّى يَأْخُذَهُ، فَجَاءَ يَوْمُ أُحُدٍ، فَقَالَ: أَيْنَ بَنُو عَمِّي؟ قَالُوا بِأُحُدٍ، قَالَ: أَيْنَ فُلَانٌ؟ قَالُوا بِأُحُدٍ، قَالَ: فَأَيْنَ فُلَانٌ؟ قَالُوا: بِأُحُدٍ، فَلَبِسَ لَأْمَتَهُ وَرَكِبَ فَرَسَهُ، ثُمَّ تَوَجَّهَ

قِبَلَهُمْ. فَلَمَّا رَآهُ الْمُسْلِمُونَ، قَالُوا: إِلَيْكَ عَنَّا يَا عَمْرُو، قَالَ: إِنِّي قَدْ آمَنْتُ، فَقَاتَلَ حَتَّى جُرِحَ، فَحُمِلَ إِلَى أَهْلِهِ جَرِيحًا، فَجَاءَهُ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ فَقَالَ لِأُخْتِهِ: سَلِيهِ حَمِيَّةً لِقَوْمِكَ، أَوْ غَضَبًا لَهُمْ أَمْ غَضَبًا لِلَّهِ، فَقَالَ: بَلْ غَضَبًا لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ، فَمَاتَ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَا صَلَّى لِلَّهِ صَلَاةً

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمرو بن اُقیش رضی اللہ عنہ نامی صاحب زمانہ جاہلیت میں سود کا کام کرتے تھے انہیں اسلام قبول کرنا پسند نہیں تھا، یہاں تک کہ اُحد کے دن انہوں نے دریافت کیا: میرے چچازاد بھائی کہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا: وہ اُحد میں ہیں، اس نے دریافت کیا: فلاں کہاں ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: اُحد میں، اس نے دریافت کیا، فلاں کہاں ہے؟ لوگوں نے بتایا: وہ بھی احد میں ہے، تو اس نے اپنے ہتھیار پہنے، اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور ان لوگوں کی طرف چلا گیا، جب مسلمانوں نے اسے دیکھا تو انہوں نے کہا: اے عمرو! ہم سے دور رہو، اس نے کہا: تم لوگ یقین کرو کہ میں ایمان لا چکا ہوں، وہ جنگ میں حصہ لینے لگا یہاں تک کہ زخمی ہو گیا، اسے اسی حالت میں اس کے اہل خانہ کے پاس لایا گیا، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اس کے پاس تشریف لائے اور انہوں نے اس کی بہن سے کہا، اس سے دریافت کرو کہ اس نے اپنی قوم کی حمیت کی خاطر یا ان کے غضب ناک ہونے کی وجہ سے جنگ میں حصہ لیا ہے؟ یا اللہ تعالیٰ کے لیے، غصے کی وجہ سے ایسا کیا ہے؟ تو اس نے کہا: میں نے اللہ اور اس کے رسول کے لیے، غصے کی وجہ سے ایسا کیا ہے، پھر اس کا انتقال ہو گیا، تو وہ جنت میں داخل ہو گیا، حالانکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے ایک نماز بھی نہیں پڑھی تھی۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَمُوتُ بِسِلَاحِهِ

باب: جو شخص اپنا ہی ہتھیار لگنے سے فوت ہو جائے

2538 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: أَبُو دَاوُدَ: قَالَ أَحْمَدُ: كَذَا قَالَ: هُوَ يَعْنِي ابْنَ وَهْبٍ، وَعَنْبَسَةُ يَعْنِي ابْنَ خَالِدٍ، جَمِيعًا عَنْ يُونُسَ، قَالَ أَحْمَدُ وَالصَّوَابُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ سَلَمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ خَيْبَرَ قَاتَلَ أَخِي قِتَالًا شَدِيدًا، فَارْتَدَّ عَلَيْهِ سَيْفُهُ فَقَتَلَهُ، فَقَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ: وَشَكُّوا فِيهِ رَجُلٌ مَاتَ بِسِلَاحِهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَاتَ جَاهِدًا مُجَاهِدًا، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: ثُمَّ سَأَلْتُ ابْنًا لِسَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، فَحَدَّثَنِي عَنْ أَبِيهِ بِمِثْلِ ذَلِكَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَذَبُوا مَاتَ جَاهِدًا مُجَاهِدًا، فَلَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ

❁❁ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

غزوہ خیبر کے موقع پر میرے بھائی نے شدید لڑائی کی، ان کی تلوار مڑ کر انہیں لگی اور وہ انتقال کر گئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے اس بارے میں کچھ باتیں کیں اور ان کے شہید ہونے کے بارے میں شکوک و شبہات کا اظہار کیا کہ ایک شخص (جو اپنے

ہی ہتھیار سے مرا ہے، وہ کیسے شہید ہو سکتا ہے؟) تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ کوشش کرتے ہوئے اور جہاد میں حصہ لیتے ہوئے فوت ہوا ہے۔

ابن شہاب کہتے ہیں: میں نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سے سوال کیا، تو انہوں نے اپنے والد کے حوالے سے اس کی مانند حدیث مجھے بیان کی، البتہ انہوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ان لوگوں نے غلط کہا ہے، وہ کوشش کرنے والے مجاہد کے طور پر فوت ہوا، اور اسے دگنا اجر ملے گا''۔

2539 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سَلَّامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ أَبِي سَلَّامٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَغَرْنَا عَلَى حَيٍّ مِنْ جُهَيْنَةَ فَطَلَبَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ رَجُلًا مِنْهُمْ فَضَرَبَهُ، فَأَخْطَأَهُ وَأَصَابَ نَفْسَهُ بِالسَّيْفِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَخُوكُمْ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ فَابْتَدَرَهُ النَّاسُ فَوَجَدُوهُ قَدْ مَاتَ، فَلَفَّهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثِيَابِهِ وَدِمَائِهِ وَصَلَّى عَلَيْهِ وَدَفَنَهُ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَشَهِيدٌ هُوَ، قَالَ: نَعَمْ وَأَنَا لَهُ شَهِيدٌ

✿✿ معاویہ بن ابوسلام اپنے والد اور دادا کے حوالے سے ایک صحابی کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

ہم نے جہینہ قبیلے کی ایک شاخ پر حملہ کیا، مسلمانوں کا ایک شخص ان میں سے ایک شخص کے پیچھے گیا، اس نے اس پر وار کیا وہ نشانہ خطا گیا اور مسلمان کی تلوار خود اسے ہی لگ گئی تو نبی اکرم ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا:

اے مسلمانو! یہ تمہارا بھائی ہی ہے (یعنی اسے جا کر دیکھو) لوگ تیزی سے اس کی طرف لپکے، تو انہوں نے اسے پایا کہ وہ انتقال کر چکا تھا، نبی اکرم ﷺ نے اسے اس کے کپڑوں اور خون میں دفن کر دیا، اس کی نماز جنازہ ادا کی اور اسے دفنا دیا۔ لوگوں نے عرض کی:

یارسول اللہ! کیا یہ شہید ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا: جی ہاں۔ اور میں اس کا گواہ ہوں۔

بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ اللِّقَاءِ

باب: (دشمن کا) سامنا کرنے کے وقت دعا مانگنا

2540 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ يَعْقُوبَ الزَّمْعِيُّ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثِنْتَانِ لَا تُرَدَّانِ، أَوْ قَلَّمَا تُرَدَّانِ الدُّعَاءُ عِنْدَ النِّدَاءِ، وَعِنْدَ الْبَأْسِ حِينَ يُلْحِمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا. قَالَ مُوسَى، وَحَدَّثَنِي رِزْقُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَوَقْتَ الْمَطَرِ

✿✿ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''دو دعائیں ایسی ہیں کہ مسترد نہیں ہوتی ہیں (راوی کو شک ہے یا شاید یہ الفاظ ہیں) بہت کم مسترد ہوتی ہیں،

اذان کے وقت کی جانے والی دعا، لڑائی کے وقت کی جانے والی دعا، جب لوگ ایک دوسرے سے بھڑ جاتے ہیں۔
ایک اور سند کے ساتھ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی منقول ہے۔
"بارش کے وقت (کی جانے والی دعا)"

بَابٌ فِيمَنْ سَأَلَ اللهَ تَعَالَى الشَّهَادَةَ

باب: جو شخص اللہ تعالیٰ سے شہادت کا سوال کرے (یعنی دعا مانگے)

2541 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ خَالِدٍ أَبُو مَرْوَانَ وَابْنُ الْمُصَفَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنِ ابْنِ ثَوْبَانَ، عَنْ أَبِيهِ، يَرُدُّ إِلَى مَكْحُولٍ، إِلَى مَالِكِ بْنِ يُخَامِرَ، أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ حَدَّثَهُمْ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ قَاتَلَ فِي سَبِيلِ اللهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ فَقَدْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَمَنْ سَأَلَ اللهَ الْقَتْلَ مِنْ نَفْسِهِ صَادِقًا، ثُمَّ مَاتَ أَوْ قُتِلَ، فَإِنَّ لَهُ أَجْرَ شَهِيدٍ زَادَ ابْنُ الْمُصَفَّى مِنْ هُنَا: وَمَنْ جُرِحَ جُرْحًا فِي سَبِيلِ اللهِ، أَوْ نُكِبَ نَكْبَةً، فَإِنَّهَا تَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَغْزَرِ مَا كَانَتْ: لَوْنُهَا لَوْنُ الزَّعْفَرَانِ وَرِيحُهَا رِيحُ الْمِسْكِ، وَمَنْ خَرَجَ بِهِ خُرَاجٌ فِي سَبِيلِ اللهِ، فَإِنَّ عَلَيْهِ طَابَعَ الشُّهَدَاءِ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
"جو شخص اونٹنی کا دودھ دوہنے، جتنے وقت کے لیے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد میں حصہ لیتا ہے، اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے اور جو شخص سچے دل سے، اللہ تعالیٰ سے شہادت کی دعا مانگتا ہے، پھر وہ (بستر مرگ پر) مر جاتا ہے، یا قتل ہو جاتا ہے، تو اسے شہید کا اجر ملتا ہے"۔
یہاں ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:
"جو شخص اللہ کی راہ میں زخمی ہوتا ہے، یا اسے کوئی چوٹ لگتی ہے، تو جب وہ قیامت کے دن آئے گا، تو وہ زخم تازہ اور بڑا ہوگا، اس کا رنگ زعفران کے رنگ جیسا ہوگا، اس کی خوشبو مشک کی خوشبو کی طرح ہوگی اور جس شخص کو اللہ کی راہ میں پھوڑا نکل آتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس پر شہیدوں کی مہر لگا دیتا ہے"

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ جَزِّ نَوَاصِي الْخَيْلِ وَأَذْنَابِهَا

باب: گھوڑوں کی پیشانیوں اور دُموں کے بال کاٹنے کا پسندیدہ ہونا

2542 - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ، عَنِ الْهَيْثَمِ بْنِ حُمَيْدٍ ح وحَدَّثَنَا خُشَيْشُ بْنُ أَصْرَمَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، جَمِيعًا

2542- اسناده ضعيف لاضطرابه، فقد اختلف فيه على ثور بن يزيد كما سياتي. ابو عاصم: هو الضحاك بن مخلد النبيل، ونصر الكناني: هو ابن عبد الرحمن. واخرجه البيهقي 6/331 من طريق ابي عاصم النبيل، بهذا الاسناد. واخرجه احمد (17640) عن عبد الله بن الحارث المخزومي، عن ثور بن يزيد، عن نصر، عن رجل من بني سليم، عن عتبة بن عبد، فاطلق اسم نصر ولم ينسبه. واخرجه الطبراني في "الكبير" 17/(319)، وفي "الشاميين" (455)

عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ نَصْرٍ الْكِنَانِيِّ عَنْ رَجُلٍ وَقَالَ: أَبُو تَوْبَةَ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ شَيْخٍ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ، عَنْ عُتْبَةَ بْنِ عَبْدٍ السُّلَمِيِّ، وَهٰذَا لَفْظُهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا تَقُصُّوا نَوَاصِيَ الْخَيْلِ، وَلَا مَعَارِفَهَا، وَلَا أَذْنَابَهَا، فَإِنَّ أَذْنَابَهَا مَذَابُّهَا، وَمَعَارِفَهَا دِفَاؤُهَا، وَنَوَاصِيَهَا مَعْقُودٌ فِيهَا الْخَيْرُ

حضرت عتبہ بن عبد سلمی بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''گھوڑوں کی پیشانی، گردن اور دم کے بال نہ کاٹو، کیونکہ ان کی دم ان کے پنکھے ہیں اور گردن کے بالوں کے ذریعے، یہ اپنی سردی کو دور کرتے ہیں اور ان کی پیشانی میں بھلائی بندھی ہوئی ہے''

بَابٌ فِيمَا يُسْتَحَبُّ مِنْ أَلْوَانِ الْخَيْلِ

باب: گھوڑے کے کون سے رنگ پسندیدہ ہیں؟

2543 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعِيدٍ الطَّالْقَانِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُهَاجِرِ الْأَنْصَارِيُّ، حَدَّثَنِي عَقِيلُ بْنُ شَبِيبٍ، عَنْ أَبِي وَهْبٍ الْجُشَمِيِّ، وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَيْكُمْ بِكُلِّ كُمَيْتٍ أَغَرَّ مُحَجَّلٍ أَوْ أَشْقَرَ أَغَرَّ مُحَجَّلٍ أَوْ أَدْهَمَ أَغَرَّ مُحَجَّلٍ

حضرت ابو وہب جشمی رضی اللہ عنہ، جنہیں صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے، وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''تم کمیت اور پنج کلیان گھوڑے کو منتخب کرو، یا پھر اشقر پنج کلیان کو منتخب کرو، یا مشکی پنج کلیان کو (منتخب کرو)''۔

2544 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُهَاجِرٍ، حَدَّثَنَا عَقِيلُ بْنُ شَبِيبٍ، عَنْ أَبِي وَهْبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَيْكُمْ بِكُلِّ أَشْقَرَ أَغَرَّ مُحَجَّلٍ، أَوْ كُمَيْتٍ أَغَرَّ فَذَكَرَ نَحْوَهُ.

قَالَ مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ مُهَاجِرٍ: وَسَأَلْتُهُ لِمَ فُضِّلَ الْأَشْقَرُ؟ قَالَ: لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ سَرِيَّةً، فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ جَاءَ بِالْفَتْحِ صَاحِبُ أَشْقَرَ

حضرت ابو وہب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''ایسا گھوڑا منتخب کرو، جو اشقر پنج کلیان ہو، یا کمیت اور چمکیلی پیشانی والا ہو''

اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔

محمد بن مہاجر نامی راوی کہتے ہیں: میں نے اپنے استاد سے دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ نے اشقر نامی گھوڑے کو کیوں بہتر قرار دیا ہے؟ تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ نے ایک مہم روانہ کی تھی، فتح کی خوشخبری لانے والا پہلا شخص اشقر گھوڑے پر سوار تھا۔

هٰذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِي كَانَ بَلَغَنِي فَنَزَلَ الْبِئْرَ، فَمَلَأَ خُفَّهُ فَأَمْسَكَهُ بِفِيهِ، حَتَّى رَقِيَ فَسَقَى الْكَلْبَ، فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهُ فَغَفَرَ لَهُ. فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ لَأَجْرًا؛ فَقَالَ: فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ایک مرتبہ ایک شخص کسی راستے میں جا رہا تھا، اسے شدید پیاس محسوس ہوئی، اسے ایک کنواں ملا، وہ اس میں اترا، اس نے پانی پیا پھر باہر نکلا، تو وہاں ایک کتا موجود تھا، جو پیاس کے شدت کی وجہ سے گیلی مٹی کو چاٹ رہا تھا، اس شخص نے سوچا، اس کتے کو بھی اسی طرح پیاس لگی رہی ہے، جس طرح مجھے لگ رہی تھی، وہ کنویں میں اترا، اس نے اپنے موزے میں پانی بھرا اور پھر اس موزے کو منہ کے ذریعے پکڑ کر کنویں سے باہر آیا، اس نے کتے کو پانی پلایا، تو اللہ تعالیٰ نے اُس کے اِس عمل کو قبول کیا اور اس کی مغفرت کر دی، لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! جانوروں کے ساتھ بھلائی کرنے پر بھی ہمیں اجر ملے گا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر جاندار چیز کے ساتھ بھلائی کرنے کا اجر ملتا ہے''۔

بَابٌ فِي نُزُولِ الْمَنَازِلِ

باب: کسی جگہ پر پڑاؤ کرنے (کے آداب)

2551 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حَمْزَةَ الضَّبِّيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: كُنَّا إِذَا نَزَلْنَا مَنْزِلًا لَا نُسَبِّحُ حَتَّى تُحَلَّ الرِّحَالُ

❁❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''جب ہم کسی جگہ پڑاؤ کرتے تھے، تو اس وقت تک نوافل ادا نہیں کرتے تھے، جب تک سامان (سواریوں) سے اتار نہیں دیتے تھے''۔

بَابٌ فِي تَقْلِيدِ الْخَيْلِ بِالْأَوْتَارِ

باب: گھوڑے کے گلے میں تانت (کا ہار) ڈالنا

2552 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، أَنَّ أَبَا بَشِيرٍ الْأَنْصَارِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ، فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولًا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ: حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ وَالنَّاسُ فِي مَبِيتِهِمْ: لَا يَبْقَيَنَّ فِي رَقَبَةِ بَعِيرٍ قِلَادَةٌ مِنْ وَتَرٍ، وَلَا قِلَادَةٌ إِلَّا قُطِعَتْ

قَالَ مَالِكٌ: أَرَى أَنَّ ذٰلِكَ مِنْ أَجْلِ الْعَيْنِ

❁❁ حضرت ابوبشیر انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

وہ ایک سفر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پیغام رساں کو بھیجا۔

عبداللہ بن ابوبکر نامی راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے، راوی نے یہ بات بیان کی تھی: لوگ اس وقت آرام کر رہے تھے (اس پیغام رساں نے) یہ اعلان کیا: کسی بھی اونٹ کے گلے میں تانت کا بنا ہوا ہار باقی نہ رہے، ایسے ہر ہار کو کاٹ دیا جائے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میرا خیال ہے، وہ ہار اس لیے ڈالا جاتا ہے، تاکہ نظر لگنے سے بچا جائے۔

بَابُ إِكْرَامِ الْخَيْلِ وَارْتِبَاطِهَا وَالْمَسْحِ عَلَى أَكْفَالِهَا

باب: گھوڑے کی اچھی طرح دیکھ بھال کرنا، اسے باندھنا، اور اس کی پشت پر ہاتھ پھیرنا

2553 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعِيدٍ الطَّالَقَانِيُّ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُهَاجِرِ، حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ شَبِيبٍ، عَنْ أَبِي وَهْبٍ الْجُشَمِيِّ، وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ارْتَبِطُوا الْخَيْلَ، وَامْسَحُوا بِنَوَاصِيهَا وَأَعْجَازِهَا - أَوْ قَالَ: أَكْفَالِهَا - وَقَلِّدُوهَا وَلَا تُقَلِّدُوهَا الْأَوْتَارَ

❀❀ حضرت ابو وہب جشمی رضی اللہ عنہ، جنہیں صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''گھوڑوں کو باندھ کے رکھو، ان کی پیشانی اور پشت پر ہاتھ پھیرو''

راوی کہتے ہیں: شاید یہ الفاظ ہیں: ''ان کی پشت پر، اور ان کے گلے میں ہار ڈالو، لیکن ان کے گلے میں تانت کے ہار نہ ڈالو''

بَابٌ فِي تَعْلِيقِ الْأَجْرَاسِ

باب: (جانور کے گلے میں) گھنٹی لٹکانا

2554 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِي الْجَرَّاحِ مَوْلَى أُمِّ حَبِيبَةَ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رِفْقَةً فِيهَا جَرَسٌ

❀❀ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

''فرشتے ایسے سواروں کے ساتھ نہیں چلتے، جن میں گھنٹی موجود ہو''

2555 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رِفْقَةً فِيهَا كَلْبٌ أَوْ جَرَسٌ

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''فرشتے ایسے قافلے والوں کے ساتھ نہیں چلتے، جن میں کتا یا گھنٹی موجود ہو''

2555- اسناده صحيح. زهير: هو ابن معاوية بن خليج، واحمد بن يونس: هو ابن عبدالله بن يونس، فنسب الى جده هنا، وهو مشهور بنسبته الى جده. واخرجه مسلم (2113)، والترمذي (1798) من طريق سهيل بن ابي صالح، به. واخرجه النسائي في "الكبرى" (8759) من طريق زرارة بن اوفى، عن ابي هريرة. لكن ليس فيه ذكر الكلب. وهو في "مسند احمد" (7566)، و"صحيح ابن حبان" (4703).

2556 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أُوَيْسٍ، حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فِي الْجَرَسِ مِزْمَارُ الشَّيْطَانِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے گھنٹی کے بارے میں یہ فرمایا ہے: یہ شیطان کا باجہ ہے۔

بَابٌ فِي رُكُوبِ الْجَلَّالَةِ

باب: گندگی کھانے والے جانور پر سوار ہونا

2557 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: نُهِيَ عَنْ رُكُوبِ الْجَلَّالَةِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: گندگی کھانے والے جانور پر سواری کرنے سے منع کیا گیا ہے

2558 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي سُرَيْجٍ الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ الْجَهْمِ، حَدَّثَنَا عَمْرٌو وَيَعْنِي ابْنَ أَبِي قَيْسٍ، عَنْ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْجَلَّالَةِ فِي الْإِبِلِ أَنْ يُرْكَبَ عَلَيْهَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے گندگی کھانے والے اونٹ پر سواری کرنے سے منع کیا ہے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُسَمِّي دَابَّتَهُ

باب: آدمی کا اپنے جانور کا (کوئی) نام رکھنا

2559 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ مُعَاذٍ، قَالَ: كُنْتُ رِدْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حِمَارٍ يُقَالُ لَهُ عُفَيْرٌ

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں گدھے پر نبی اکرم ﷺ کے پیچھے سوار تھا، اس گدھے کا نام "عفیر" تھا۔

بَابٌ فِي النِّدَاءِ عِنْدَ النَّفِيرِ يَا خَيْلَ اللهِ ارْكَبِي

باب: (جہاد کے لئے) روانگی کے وقت یہ اعلان کرنا: اے اللہ کے شہسوارو! سوار ہو جاؤ!

2560 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى أَبُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِيهِ سُلَيْمَانَ بْنِ سَمُرَةَ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمَّى خَيْلَنَا خَيْلَ اللهِ إِذَا فَزِعْنَا، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا إِذَا فَزِعْنَا بِالْجَمَاعَةِ وَالصَّبْرِ وَالسَّكِينَةِ، وَإِذَا قَاتَلْنَا

❀❀ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے گھڑسواروں کو "اللہ کے گھڑسواروں" کا نام دیا تھا، جب ہم گھبراہٹ کا شکار ہوتے تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ حکم دیتے تھے کہ جب ہم گھبراہٹ کا شکار ہوں، تو اکٹھے ہو جائیں، صبر سے کام لیں، پرسکون رہیں، اس وقت جب ہم جنگ کر رہے ہوں۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ لَعْنِ الْبَهِيمَةِ

باب: جانور پر لعنت کرنے کی ممانعت

2561 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي سَفَرٍ فَسَمِعَ لَعْنَةً، فَقَالَ: مَا هٰذِهِ؟ قَالُوا: هٰذِهِ فُلَانَةُ لَعَنَتْ رَاحِلَتَهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ضَعُوا عَنْهَا فَإِنَّهَا مَلْعُونَةٌ فَوَضَعُوا عَنْهَا قَالَ عِمْرَانُ: فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهَا نَاقَةٌ وَرْقَاءُ

❀❀ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی لعنت کرنے کی آواز سنی، تو دریافت کیا: یہ کس وجہ سے ہے؟ تو لوگوں نے بتایا: فلاں عورت ہے، جس نے اپنی سواری کی اونٹنی پر لعنت کی ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس اونٹنی پر سے سامان اتار لو، کیونکہ اس پر لعنت کی گئی ہے تو لوگوں نے اس پر سے سامان اتار لیا۔

حضرت عمران رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: گویا اس وقت بھی اس اونٹنی کو دیکھ رہا ہوں، وہ ایک خاکستری اونٹنی تھی۔

بَابٌ فِي التَّحْرِيشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ

باب: جانوروں کو لڑانا

2562 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، عَنْ قُطْبَةَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ سِيَاهٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي يَحْيَى الْقَتَّاتِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّحْرِيشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے منع کیا ہے۔

بَابٌ فِي وَسْمِ الدَّوَابِّ

باب: جانوروں کو نشان لگانا

2563 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَخٍ لِي حِينَ وُلِدَ لِيُحَنِّكَهُ، فَإِذَا هُوَ فِي مِرْبَدٍ يَسِمُ غَنَمًا أَحْسِبُهُ قَالَ: فِي آذَانِهَا

زیدبن زید۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اپنے بھائی کی پیدائش کے وقت، اسے ساتھ لے کر، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے گھٹی دیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بکریوں کے باڑے میں موجود تھے اور بکریوں پر داغ لگا رہے تھے۔

راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے، روایت میں یہ الفاظ ہیں: ان کے کانوں پر داغ لگا رہے تھے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْوَسْمِ فِي الْوَجْهِ وَالضَّرْبِ فِي الْوَجْهِ

باب: (جانور کے) چہرے پر نشان لگانے یا چہرے پر مارنے کی ممانعت

2564 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرَّ عَلَيْهِ بِحِمَارٍ قَدْ وُسِمَ فِي وَجْهِهِ، فَقَالَ: أَمَا بَلَغَكُمْ أَنِّي قَدْ لَعَنْتُ مَنْ وَسَمَ الْبَهِيمَةَ فِي وَجْهِهَا أَوْ ضَرَبَهَا فِي وَجْهِهَا؛ فَنَهَى عَنْ ذٰلِكَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک گدھا گزرا، جس کے چہرے پر داغ لگایا گیا تھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم تک یہ بات نہیں پہنچی ہے؟ کہ میں نے اس شخص پر لعنت کی ہے جو جانور کے چہرے پر داغ لگاتا ہے، یا اس کے چہرے پر مارتا ہے۔

(راوی کہتے ہیں) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کر دیا۔

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ الْحُمُرِ تُنْزَى عَلَى الْخَيْلِ

باب: گھوڑیوں کی گدھوں سے جفتی کرانے کی ممانعت

2565 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ، عَنِ ابْنِ زُرَيْرٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أُهْدِيَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةٌ فَرَكِبَهَا، فَقَالَ عَلِيٌّ: لَوْ حَمَلْنَا الْحَمِيرَ عَلَى الْخَيْلِ فَكَانَتْ لَنَا مِثْلُ هٰذِهِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خچر تحفے کے طور پر پیش کیا گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اگر ہم گدھوں کے ذریعے گھوڑیوں کی جفتی کرائیں، تو ہمیں اس طرح کے جانور مل سکتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ کام وہ لوگ کر سکتے ہیں جنہیں علم نہ ہو۔

بَابٌ فِي رُكُوبِ ثَلَاثَةٍ عَلَى دَابَّةٍ

باب: تین آدمیوں کا ایک سواری پر سوار ہونا

2566 - حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ

مُوَرِّقٍ يَعْنِي الْعِجْلِيَّ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ اسْتُقْبِلَ بِنَا، فَأَيُّنَا اسْتُقْبِلَ أَوَّلًا جَعَلَهُ أَمَامَهُ، فَاسْتُقْبِلَ بِي فَحَمَلَنِي أَمَامَهُ، ثُمَّ اسْتُقْبِلَ بِحَسَنٍ أَوْ حُسَيْنٍ فَجَعَلَهُ خَلْفَهُ فَدَخَلْنَا الْمَدِينَةَ وَإِنَّا لَكَذَلِكَ

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے تھے تو ہم (بچے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرتے تھے، جو بچہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے آگے بیٹھا لیتے تھے، ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لیے میں سامنے آیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے آگے بٹھالیا، پھر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ یا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ (جو بچے تھے) وہ آئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے پیچھے بٹھالیا، ہم جب مدینہ منورہ میں داخل ہوئے، تو ہم اسی حالت میں تھے۔

بَابٌ فِي الْوُقُوفِ عَلَى الدَّابَّةِ

باب: جانور پر (بیٹھے رہتے ہوئے) ٹھہرنا

2567 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي عَمْرٍو السَّيْبَانِيِّ، عَنْ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِيَّاكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا ظُهُورَ دَوَابِّكُمْ مَنَابِرَ، فَإِنَّ اللهَ إِنَّمَا سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُبَلِّغَكُمْ إِلَى بَلَدٍ لَمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ، وَجَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فَعَلَيْهَا فَاقْضُوا حَاجَتَكُمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"تم اس بات سے بچو کہ اپنے جانوروں کی پشت کو منبر بنالو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہمارے لیے مسخر کیا ہے تاکہ تم اس شہر تک پہنچ جاؤ، جہاں تک تم اپنے آپ کو مشقت کا شکار کر کے ہی پہنچ سکتے تھے، اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے زمین بنائی ہے، تم اس پر اس اپنی حاجت پوری کرو۔ (یعنی جب رکنا ہو، تو زمین پر اتر جایا کرو)

بَابٌ فِي الْجَنَائِبِ

باب: بازو میں چلنے والی سواریاں

2568 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي يَحْيَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: تَكُونُ إِبِلٌ لِلشَّيَاطِينِ، وَبُيُوتٌ لِلشَّيَاطِينِ، فَأَمَّا إِبِلُ الشَّيَاطِينِ فَقَدْ رَأَيْتُهَا يَخْرُجُ أَحَدُكُمْ بِجُنَيْبَاتٍ مَعَهُ قَدْ أَسْمَنَهَا فَلَا يَعْلُو بَعِيرًا مِنْهَا، وَيَمُرُّ بِأَخِيهِ قَدِ

2566-اسناده صحيح. مورق العجلي: هو ابن مشمرج بن عبد الله، وابو اسحاق الفزاري: هو ابراهيم بن محمد بن الحارث صاحب "السير". واخرجه مسلم (2428)، وابن ماجه (3773)، والنسائي في "الكبرى" (4232) من طريق عاصم بن سليمان الاحول، به. وهو في "مسند احمد" (1743).

انْقَطَعَ بِهِ فَلَا يَحْمِلُهُ وَأَمَّا بُيُوتُ الشَّيَاطِينِ فَلَمْ أَرَهَا كَانَ سَعِيدٌ يَقُولُ: لَا أُرَاهَا إِلَّا هٰذِهِ الْأَقْفَاصُ الَّتِي يَسْتُرُ النَّاسُ بِالدِّيبَاجِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''شیطانوں کے اونٹ ہوتے ہیں، شیطان کے گھر ہوتے ہیں، جہاں تک شیطان کے اونٹوں کا تعلق ہے، تو میں نے انہیں دیکھا ہے جو شخص نکلتا ہے اور اس کے پاس اونٹنیاں ہوتی ہیں، جو خوب موٹی تازی ہوتی ہیں، وہ شخص اس پر سوار نہیں ہوتا، پھر وہ اپنے بھائی کے پاس سے گزرتا ہے، جو چلنے سے عاجز ہوتا ہے وہ اسے بھی اس پر سوار نہیں کرواتا (تو ایسے اونٹ شیطانوں کے اونٹ ہوتے ہیں) البتہ شیطانوں کے گھر میں نے نہیں دیکھے۔

سعید بن ابوہند نامی راوی کہتے ہیں: میرا یہ خیال ہے کہ شاید شیطانوں کے گھر وہ محلات ہوں گے، جنہیں لوگ ریشمی کپڑوں کے ذریعے ڈھانپ کر رکھتے ہیں۔

بَابٌ فِي سُرْعَةِ السَّيْرِ وَالنَّهْيِ عَنِ التَّعْرِيسِ فِي الطَّرِيقِ

باب: تیزی سے سفر کرنا، راستے میں، رات کے وقت پڑاؤ کرنے کی ممانعت

2569 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْخِصْبِ فَأَعْطُوا الْإِبِلَ حَقَّهَا، وَإِذَا سَافَرْتُمْ فِي الْجَدْبِ فَأَسْرِعُوا السَّيْرَ، فَإِذَا أَرَدْتُمُ التَّعْرِيسَ فَتَنَكَّبُوا عَنِ الطَّرِيقِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب تم شاداب علاقوں میں سفر کرو، تو اونٹوں کو ان کا حق دو اور جب تم خشک سالی کے علاقوں میں سفر کرو، تو تم تیزی سے سفر کرو اور جب تم رات کے وقت پڑاؤ کرنے کا ارادہ کرو، تو عام گزرگاہ سے کچھ ہٹ جاؤ''۔

2570 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَحْوَ هٰذَا قَالَ بَعْدَ قَوْلِهِ: حَقَّهَا، وَلَا تَعْدُوا الْمَنَازِلَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اس کی مانند روایت نقل کرتے ہیں، جس میں یہ الفاظ ہیں: ''تم منازل سے تجاوز نہ کرو''

بَابٌ فِي الدُّلْجَةِ

باب: رات کے پہلے پہر سفر کرنا

2571 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ الرَّازِيُّ، عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَيْكُمْ بِالدُّلْجَةِ، فَإِنَّ الْأَرْضَ تُطْوَى بِاللَّيْلِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
”رات کے پہلے پہر سفر کرو، چونکہ رات کے وقت زمین کو لپیٹ دیا جاتا ہے“

بَابُ رَبُّ الدَّابَّةِ اَحَقُّ بِصَدْرِهَا

باب: جانور کا مالک، آگے بیٹھنے کا زیادہ حقدار ہے

2572 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، حَدَّثَنِي اَبِي، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ بُرَيْدَةَ يَقُولُ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي جَاءَ رَجُلٌ وَمَعَهُ حِمَارٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، ارْكَبْ وَتَاَخَّرَ الرَّجُلُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا، اَنْتَ اَحَقُّ بِصَدْرِ دَابَّتِكَ مِنِّي اِلَّا اَنْ تَجْعَلَهُ لِي. قَالَ: فَاِنِّي قَدْ جَعَلْتُهُ لَكَ. فَرَكِبَ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:
ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چلتے ہوئے جا رہے تھے ایک شخص آیا، اس کے ساتھ گدھا تھا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو جائیے، وہ شخص پیچھے بیٹھنے لگا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی نہیں! تم اپنی سواری پر آگے بیٹھنے کے مجھ سے زیادہ حق دار ہو، البتہ اگر تم اسے میرے لیے دے دو، تو (حکم مختلف ہے) اس شخص نے عرض کی: اسے میں آپ کے لیے کرتا ہوں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو گئے۔

بَابٌ فِي الدَّابَّةِ تُعَرْقَبُ فِي الْحَرْبِ

باب: جنگ کے دوران، جانور کی کونچیں کاٹ دینا

2573 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّادٍ، عَنْ اَبِيهِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ-

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: هُوَ يَحْيَى بن عَبَّادٍ - حَدَّثَنِي اَبِي الَّذِي اَرْضَعَنِي وَهُوَ اَحَدُ بَنِي مُرَّةَ بْنِ عَوْفٍ وَكَانَ فِي تِلْكَ الْغَزَاةِ غَزَاةِ مُؤْتَةَ قَالَ: وَاللهِ لَكَاَنِّي اَنْظُرُ اِلَى جَعْفَرٍ حِينَ اقْتَحَمَ عَنْ فَرَسٍ لَهُ شَقْرَاءَ فَعَقَرَهَا. ثُمَّ قَاتَلَ الْقَوْمَ حَتَّى قُتِلَ

قَالَ اَبُو دَاوُدَ: هٰذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ

2571-صحيح لغيره، وهذا اسناد حسن في المتابعات والشواهد، ابو جعفر الرازي- واسمه عيسى بن ابي عيسى: عبد الله بن ماهان- ضعيف يعتبر به، وقد توبع. خالد ابن يزيد: هو الاردي العتكي صاحب اللؤلؤ. واخرجه البزار (1694- كشف الاستار)، والحاكم/1142، والبيهقي /2565، والضياء المقدسي في "المختارة" (2118) من طريق خالد بن يزيد، به. وجاء عند الحاكم وعنه البيهقي مقيداً بالعمري خطاً وخالد بن يزيد العمري متهم متروك، بينما جاء عند الضياء على الصواب مقيداً بصاحب اللؤلؤ. واخرجه الترمذي في "العلل الكبير" /8742، والبزار (1696- كشف الاستار)، وابو يعلى (3618)، وابن خزيمة باثر (2555)،

امام ابوداؤد یحییٰ بن عباد کہتے ہیں: میرے رضاعی والد نے مجھے یہ بات بتائی ہے: ان کا تعلق بنو مرہ بن عوف سے تھا اور وہ غزوہ موتہ میں شریک ہوئے تھے، وہ بیان کرتے ہیں: اللہ کی قسم! گویا کہ میں اس وقت بھی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنے سرخ گھوڑے سے نیچے اترے اور انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں اور پھر دشمن سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت قوی نہیں ہے۔

بَابٌ فِي السَّبَقِ

باب: (جانوروں کی دوڑ کا) مقابلہ کرنا

2574 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ نَافِعِ بْنِ أَبِي نَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا سَبَقَ إِلَّا فِي خُفٍّ أَوْ فِي حَافِرٍ أَوْ نَصْلٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"(دوڑ کا) مقابلہ صرف تین چیزوں میں ہو سکتا ہے اونٹ میں، گھوڑے میں یا تیر اندازی میں"

2575 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي قَدْ ضُمِّرَتْ مِنَ الْحَفْيَاءِ وَكَانَ أَمَدُهَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ، وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي لَمْ تُضَمَّرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ وَإِنَّ عَبْدَ اللَّهِ كَانَ مِمَّنْ سَابَقَ بِهَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تربیت یافتہ گھوڑوں کے درمیان دوڑ کا مقابلہ حفیہ سے کروایا تھا، ان کی آخری حد ثنیہ الوداع تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر تربیت یافتہ گھوڑوں کا مقابلہ ثنیہ سے لے کر بنو زریق کی مسجد تک کروایا تھا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی ان لوگوں میں شامل تھے، جنہوں نے اس مقابلے میں حصہ لیا تھا۔

2576 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُضَمِّرُ الْخَيْلَ يُسَابِقُ بِهَا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑوں کی تربیت کرواتے تھے اور پھر ان کا مقابلہ کرواتے تھے۔

2577 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَّقَ بَيْنَ الْخَيْلِ، وَفَضَّلَ الْقُرَّحَ فِي الْغَايَةِ

2575-اسناده صحيح. وهو في "موطا مالک" 2/467. واخرجه البخاری (420)، ومسلم (1870)، والترمذی (1794)، والنسائی (3583) و(3584) من طرق عن نافع، به. وهو في "مسند احمد" (4487)، و"صحيح ابن حبان" (4686).

2576-اسناده صحيح. عبيد الله: هو ابن عمر العمری، ومعتمر: هو ابن سليمان، ومسدد: هو ابن مسرهد بن مسربل. واخرجه البخاری (2868)، ومسلم (1870)، وابن ماجه (2877) من طريق عبيد الله بن عمر، به. وهو في "مسند احمد" (5348)، و"صحيح ابن حبان" (4687).

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کی دوڑ کا مقابلہ کروایا اور آپ نے ان گھوڑوں کا فاصلہ زیادہ رکھا، جو چار سال کے ہو کر پانچویں سال میں داخل ہو چکے تھے۔

بَابٌ فِي السَّبَقِ عَلَى الرِّجْلِ

باب: (آدمیوں کی) پیدل دوڑ کا مقابلہ کرنا

2578 - حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ الْأَنْطَاكِيُّ مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ يَعْنِي الْفَزَارِيَّ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ، وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا كَانَتْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ قَالَتْ: فَسَابَقْتُهُ فَسَبَقْتُهُ عَلَى رِجْلَيَّ، فَلَمَّا حَمَلْتُ اللَّحْمَ سَابَقْتُهُ فَسَبَقَنِي فَقَالَ: هَذِهِ بِتِلْكَ السَّبْقَةِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر کر رہی تھیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کیا، تو میں آگے نکل گئی، پھر جب میرا وزن زیادہ ہو گیا، تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے آگے نکل گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ اس آگے نکلنے کا بدلہ ہے۔

بَابٌ فِي الْمُحَلِّلِ

باب: "محلل" کا بیان

2579 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ، وحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ حُسَيْنٍ الْمَعْنَى، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَدْخَلَ فَرَسًا بَيْنَ فَرَسَيْنِ - يَعْنِي وَهُوَ لَا يُؤْمَنُ أَنْ يَسْبِقَ - فَلَيْسَ بِقِمَارٍ، وَمَنْ أَدْخَلَ فَرَسًا بَيْنَ فَرَسَيْنِ وَقَدْ أُمِنَ أَنْ يَسْبِقَ فَهُوَ قِمَارٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

جو شخص دو گھوڑوں کے درمیان گھوڑا داخل کرے اور اسے اس کے جیت جانے کا یقین نہ ہو، تو یہ جوا نہیں ہوگا اور جو شخص ان میں اپنا گھوڑا داخل کرے اور اسے یقین ہو، یہ جیت جائے گا تو یہ جوا شمار ہوگا۔

2580 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ بَشِيرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِإِسْنَادِ عَبَّادٍ وَمَعْنَاهُ، قال أبو داود: رَوَاهُ مَعْمَرٌ، وَشُعَيْبٌ، وَعَقِيلٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ رِجَالٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَهَذَا أَصَحُّ عِنْدَنَا

یہ روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ منقول ہے۔

بَابٌ فِي الْجَلَبِ عَلَى الْخَيْلِ فِي السِّبَاقِ

باب: دوڑ میں گھوڑے کی جلب کا بیان

2581 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، ح وحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، جَمِيعًا عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا جَلَبَ وَلَا جَنَبَ زَادَ يَحْيَى فِي حَدِيثِهِ: فِي الرِّهَانِ

❁❁ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جلب اور جب کی کوئی حقیقت نہیں ہے''

یحییٰ نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: ''مقابلے میں''

2582 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ: الْجَلَبُ وَالْجَنَبُ فِي الرِّهَانِ

❁❁ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: جلب اور جب مقابلے میں ہوتا ہے۔

بَابٌ فِي السَّيْفِ يُحَلَّى

باب: تلوار کو آراستہ کرنا

2583 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَتْ قَبِيعَةُ سَيْفِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِضَّةً

❁❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا قبضہ چاندی سے بنا ہوا تھا۔

2584 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ، قَالَ: كَانَتْ قَبِيعَةُ سَيْفِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِضَّةً قَالَ قَتَادَةُ: وَمَا عَلِمْتُ أَحَدًا تَابَعَهُ عَلَى ذَلِكَ

❁❁ سعید بن ابوالحسن بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا قبضہ چاندی سے بنا ہوا تھا۔

قتادہ کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ کسی نے اس کی متابعت کی ہو۔

2585 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ أَبُو غَسَّانَ الْعَنْبَرِيُّ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَتْ فَذَكَرَ مِثْلَهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَقْوَى هَذِهِ الْأَحَادِيثِ حَدِيثُ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ، وَالْبَاقِيَةُ ضِعَافٌ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ان میں سب سے زیادہ قوی حدیث سعید ابن ابوالحسن کی نقل کردہ ہے، باقی روایات

ضعیف ہیں۔

بَابٌ فِي النَّبْلِ يَدْخُلُ بِهِ الْمَسْجِدَ

باب: مسجد میں تیر لے کر آنا

2586 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَمَرَ رَجُلًا كَانَ يَتَصَدَّقُ بِالنَّبْلِ فِي الْمَسْجِدِ أَنْ لَا يَمُرَّ بِهَا إِلَّا وَهُوَ آخِذٌ بِنُصُولِهَا

❁❁ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو، جو مسجد میں تیر صدقہ کے طور پر بانٹ رہا تھا، اسے یہ حکم دیا کہ وہ جب انہیں لے کر گزرے، تو ان کے پھل کی طرف سے انہیں پکڑ رکھے۔

2587 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ بُرَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا مَرَّ أَحَدُكُمْ فِي مَسْجِدِنَا أَوْ فِي سُوقِنَا وَمَعَهُ نَبْلٌ فَلْيُمْسِكْ عَلَى نِصَالِهَا أَوْ قَالَ: فَلْيَقْبِضْ كَفَّهُ. أَوْ قَالَ: فَلْيَقْبِضْ بِكَفِّهِ أَنْ تُصِيبَ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ

❁❁ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''جب کوئی شخص ہماری مسجد سے گزرے، یا ہمارے بازار سے گزرے، اور اس کے پاس تیر ہوں، تو وہ ان کے پھل کی طرف سے انہیں پکڑ کے رکھے، (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) انہیں اپنی مٹھی میں پکڑ کے رکھے۔ (راوی کہتے ہیں شاید یہ الفاظ ہیں:) وہ انہیں اپنی ہتھیلی میں پکڑے تا کہ وہ کسی مسلمان کو نقصان نہ پہنچا دے۔

بَابٌ فِي النَّهْيِ أَنْ يُتَعَاطَى السَّيْفُ مَسْلُولًا

باب: ننگی تلوار لے کر (ہجوم سے گزرنے) کی ممانعت

2588 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُتَعَاطَى السَّيْفُ مَسْلُولًا

❁❁ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ تلوار کو میان کے بغیر (لے کر چلا جائے)

2587-اسنادہ صحیح. ابو بردۃ: ھو ابن ابی موسی الاشعری، وبرید: ھو ابن عبداللہ بن ابی بردۃ، وابو اسامۃ: ھو حماد بن اسامۃ، ومحمد بن العلاء: ھو الھمدانی ابو کریب مشھور بکنیتہ. واخرجہ البخاری (452)، ومسلم (2615)، وابن ماجہ (3778) من طریق

2588-اسنادہ صحیح، وابو الزبیر -وھو محمد بن مسلم بن تدرس المکی- قد صرح بالسماع عند احمد (14981)، وابن حبان (5943). حماد: ھو ابن سلمۃ. واخرجہ الترمذی (2302) من طریق حماد بن سلمۃ بہ. وقال: حدیث حسن غریب. وھو فی "مسند احمد" (14201)، و"صحیح ابن حبان" (5943).

بَابٌ فِي النَّهْيِ أَنْ يُقَدَّ السَّيْرُ بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ

باب: چمڑے کو دو انگلیوں کے درمیان رکھ کر کاٹنے کی ممانعت

2589 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا قُرَيْشُ بْنُ أَنَسٍ، حَدَّثَنَا أَشْعَثُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُقَدَّ السَّيْرُ بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ چمڑے کو دو انگلیوں کے درمیان رکھ کر کاٹا جائے۔

بَابٌ فِي لُبْسِ الدُّرُوعِ

باب: زرہیں پہننا

2590 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَسِبْتُ أَنِّي سَمِعْتُ يَزِيدَ بْنَ خُصَيْفَةَ يَذْكُرُ، عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ رَجُلٍ قَدْ سَمَّاهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَاهَرَ يَوْمَ أُحُدٍ بَيْنَ دِرْعَيْنِ، أَوْ لَبِسَ دِرْعَيْنِ

سائب بن یزید ایک شخص کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: جس کا نام بھی انہوں نے بیان کیا تھا (وہ صاحب بیان کرتے ہیں:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد کے موقع پر، اوپر نیچے دو زرہیں پہنی ہوئی تھیں (یہاں ایک راوی نے الفاظ مختلف نقل کیے ہیں)

بَابٌ فِي الرَّايَاتِ وَالْأَلْوِيَةِ

باب: بڑے اور چھوٹے جھنڈوں کا بیان

2591 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، أَخْبَرَنَا أَبُو يَعْقُوبَ الثَّقَفِيُّ، حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ عُبَيْدٍ مَوْلَى مُحَمَّدِ بْنِ الْقَاسِمِ، قَالَ: بَعَثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْقَاسِمِ إِلَى الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ يَسْأَلُهُ عَنْ رَايَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هِيَ؟ فَقَالَ: كَانَتْ سَوْدَاءَ مُرَبَّعَةً مِنْ نَمِرَةٍ

محمد بن قاسم کے بارے میں یہ بات منقول ہے: انہوں نے اپنے غلام عبید کو حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا، تا کہ وہ یہ دریافت کرے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا کیسا تھا؟ تو حضرت براء رضی اللہ عنہ نے بتایا: وہ اونی کپڑے سے بنا ہوا تھا، اور سیاہ رنگ کا تھا، وہ مربع یعنی (چوکور) تھا۔

2592 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمَرْوَزِيُّ وَهُوَ ابْنُ رَاهَوَيْهِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَمَّارٍ الدُّهْنِيِّ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، يَرْفَعُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ لِوَاؤُهُ يَوْمَ دَخَلَ مَكَّةَ

اَبْيَضَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک محفوظ حدیث کے طور پر یہ بات نقل کرتے ہیں: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تھے، تو اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخصوص جھنڈا سفید تھا۔

2593 - حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ، حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ الشَّعِيرِيُّ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ سِمَاكٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ قَوْمِهِ، عَنْ آخَرَ مِنْهُمْ قَالَ: رَأَيْتُ رَايَةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَفْرَاءَ

سماک اپنی قوم کے حوالے سے ایک فرد کے حوالے سے، ایک اور شخص کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زرد رنگ کا جھنڈا دیکھا ہے۔

بَابٌ فِي الِانْتِصَارِ بِرُذُلِ الْخَيْلِ وَالضَّعَفَةِ

باب: معمولی گھوڑوں کے ذریعے اور کمزور لوگوں کے وسیلے سے مدد حاصل کرنا

2594 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا ابْنُ جَابِرٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْطَاةَ الْفَزَارِيِّ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ الْحَضْرَمِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا الدَّرْدَاءِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ابْغُونِي الضُّعَفَاءَ، فَإِنَّمَا تُرْزَقُونَ وَتُنْصَرُونَ بِضُعَفَائِكُمْ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: زَيْدُ بْنُ أَرْطَاةَ أَخُو عَدِيِّ بْنِ أَرْطَاةَ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"کمزور لوگوں کو تلاش کر کے میرے پاس لاؤ، کیونکہ تمہارے کمزور لوگوں کی وجہ سے تمہیں رزق دیا جاتا ہے اور جنگ وغیرہ میں تمہاری مدد کی جاتی ہے"۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) زید بن ارطاۃ نامی راوی عدی بن ارطاۃ کا بھائی ہے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُنَادِي بِالشِّعَارِ

باب: آدمی کا مخصوص نعرے (کوڈ ورڈ) کے ذریعے پکارنا

2595 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ: كَانَ شِعَارُ الْمُهَاجِرِينَ عَبْدَ اللهِ، وَشِعَارُ الْأَنْصَارِ عَبْدَ الرَّحْمَنِ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (جنگ کے دوران) مہاجرین کا (کوڈ ورڈ) عبداللہ تھا اور انصار کا (کوڈ ورڈ) عبدالرحمن تھا۔

2596 - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ، عَنْ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ زَمَنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ شِعَارُنَا: أَمِتْ أَمِتْ

ایاس بن سلمہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں، میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امارت میں جنگ میں حصہ لیا، تو ہمارا مخصوص نعرہ یہ تھا "مارو، مارو"۔

2597 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْمُهَلَّبِ بْنِ أَبِي صُفْرَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنْ بُيِّتُّمْ فَلْيَكُنْ شِعَارُكُمْ حم لَا يُنْصَرُونَ

مہلب بن ابوصفرہ بیان کرتے ہیں: مجھے ان صاحب نے یہ بات بیان کی ہے، جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"اگر تم پر رات کے وقت حملہ کر دیا جائے، تو تمہارا مخصوص نعرہ حم لَا يُنْصَرُونَ ہوگا"

بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا سَافَرَ

باب: جب آدمی سفر پر جائے، تو کیا دعا پڑھے؟

2598 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ، حَدَّثَنِي سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَافَرَ قَالَ: اللّٰهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ، وَالْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ، اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ، وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ، وَسُوءِ الْمَنْظَرِ فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ، اللّٰهُمَّ اطْوِ لَنَا الْأَرْضَ، وَهَوِّنْ عَلَيْنَا السَّفَرَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب سفر پر روانہ ہوتے، تو یہ دعا پڑھتے تھے:

"اے اللہ! سفر میں تو ہی میرا ساتھی اور میری غیر موجودگی میں، میرے اہل خانہ کا نگران ہے، اے اللہ! میں سفر کی مشقت اور اس کی سختی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس بات سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں غم اور پریشانی کے ساتھ واپس آؤں، یا اپنے اہل خانہ یا مال کے بارے میں برا منظر دیکھوں، اے اللہ! ہمارے لیے زمین کی مسافت کو لپیٹ دے اور سفر کو ہمارے لیے آسان کر دے"۔

2599 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَلِيًّا الْأَزْدِيَّ أَخْبَرَهُ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ عَلَّمَهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اسْتَوَى عَلَى بَعِيرِهِ خَارِجًا إِلَى سَفَرٍ كَبَّرَ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: (سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هٰذَا، وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ، وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ) (الزخرف: 14)، اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِي سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوَى، وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضَى، اللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا،

2596- اسناده قوى من اجل عكرمة بن عمار. سلمة: هو ابن الاكوع، وابن المبارك: هو عبد الله، وهناد: هو ابن السرى. واخرجه النسائى فى "الكبرى" (8612) و (8811) من طريق عكرمة بن عمار، به. وهو فى "مسند احمد" (16498)، و "صحيح ابن حبان" (4744).

2597- اسناده صحيح. وابهام الصحابى لا يضر. ابو اسحاق: هو عمرو بن عبد الله السبيعى، وسفيان - وهو الثورى - اثبت الناس فى ابى اسحاق. واخرجه الترمذى (1777) من طريق سفيان الثورى والنسائى فى "الكبرى" (8810) من طريق شريك النخعى، كلاهما عن ابى اسحاق، به. وهو فى "مسند احمد" (16615)، واخرجه النسائى (10376).

اللّٰهُمَّ اطْوِ لَنَا الْبُعْدَ، اللّٰهُمَّ أَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ، وَالْخَلِيفَةُ فِي الْأَهْلِ وَالْمَالِ. وَإِذَا رَجَعَ قَالَهُنَّ وَزَادَ فِيهِنَّ: آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ. وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجُيُوشُهُ إِذَا عَلَوُا الثَّنَايَا كَبَّرُوا، وَإِذَا هَبَطُوا سَبَّحُوا، فَوُضِعَتِ الصَّلَاةُ عَلَى ذٰلِكَ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں علی ازدی نے یہ بات نقل کی ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں تعلیم دی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر پر روانہ ہونے کے وقت اونٹ پر سیدھے ہو کر بیٹھ جاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے:

"پاک ہے، وہ ذات، جس نے ہمارے لیے (سواری) کو مسخر کر دیا، ورنہ ہم اس پر قابو پانے والے نہ تھے، بے شک ہم نے، اپنے پروردگار کی طرف لوٹ جانا ہے، اے اللہ! میں اپنے اس سفر میں، تجھ سے نیکی پرہیزگاری اور ایسے عمل کا سوال کرتا ہوں، جس سے تو راضی ہو جائے، اے اللہ! ہمارے لیے، ہمارے اس سفر کو آسان کر دے، اے اللہ! ہمارے لیے مسافت کو لپیٹ دے، اے اللہ! سفر میں تو ہی ساتھی ہے اور غیر موجودگی میں تو ہی اہل خانہ اور مال کا نگران ہے"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب واپس تشریف لاتے، تو بھی یہ کلمات پڑھتے تھے اور ان میں، ان الفاظ کا اضافہ کرتے تھے۔

"(ہم) واپس آنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں، اپنے پروردگار کی حمد بیان کرنے والے ہیں"

(راوی بیان کرتے ہیں:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر جب کسی گھاٹی پر چڑھتے تھے، تو اللہ اکبر پڑھتے تھے اور جب نیچے کی طرف اترتے تھے، تو سبحان اللہ کہتے تھے (راوی کہتے ہیں:) تو نماز کو بھی اسی طریقے کے مطابق مقرر کیا گیا ہے۔

بَابٌ فِي الدُّعَاءِ عِنْدَ الْوَدَاعِ

باب: (مسافر کو) الوداع کہتے وقت کی دعا

2600 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ قَزَعَةَ، قَالَ: قَالَ لِي ابْنُ عُمَرَ هَلُمَّ أُوَدِّعْكَ كَمَا وَدَّعَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِينَكَ وَأَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيمَ عَمَلِكَ

❁❁ قزعہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھ سے فرمایا: آؤ! تاکہ میں تمہیں اسی طرح رخصت کروں، جس طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رخصت کیا تھا، (پھر انہوں نے یہ کلمات پڑھے:)

"میں تمہارے دین، تمہاری امانت اور تمہارے اختتامی عمل کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں"

2601 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ إِسْحَاقَ السَّيْلَحِينِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ

الْخَطْمِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ الْخَطْمِيِّ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَسْتَوْدِعَ الْجَيْشَ قَالَ: أَسْتَوْدِعُ اللهَ دِينَكُمْ وَأَمَانَتَكُمْ وَخَوَاتِيمَ أَعْمَالِكُمْ

حضرت عبداللہ خطمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی لشکر کو روانہ کرنے لگتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پڑھتے تھے:

"میں تم لوگوں کے دین، تم لوگوں کی امانتوں اور تمہارے اختتامی اعمال کو، اللہ کے سپرد کرتا ہوں"

بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا رَكِبَ

باب: آدمی جب (سواری پر) سوار ہو، تو کیا پڑھے؟

2602 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ، قَالَ: شَهِدْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَأُتِيَ بِدَابَّةٍ لِيَرْكَبَهَا، فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي الرِّكَابِ قَالَ: بِسْمِ اللهِ، فَلَمَّا اسْتَوَى عَلَى ظَهْرِهَا قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ، ثُمَّ قَالَ: (سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ) (الزخرف: 14)، ثُمَّ قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ - ثَلَاثَ مَرَّاتٍ - ثُمَّ قَالَ: اللهُ أَكْبَرُ - ثَلَاثَ مَرَّاتٍ - ثُمَّ قَالَ: سُبْحَانَكَ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي، فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ. ثُمَّ ضَحِكَ فَقِيلَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ؟ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ كَمَا فَعَلْتُ. ثُمَّ ضَحِكَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ؟ قَالَ: إِنَّ رَبَّكَ يَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهِ إِذَا قَالَ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ غَيْرِي

علی بن ربیعہ بیان کرتے ہیں: میں اس وقت حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا، جب ان کے سوار ہونے کے لیے سواری لائی گئی، جب انہوں نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا تو یہ پڑھا:

"اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے"۔

جب وہ جانور کی پشت پر سیدھے ہو کر بیٹھے، تو انہوں نے یہ پڑھا:

"ہر طرح کی حمد، اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے" پھر یہ پڑھا "پاک ہے وہ ذات جس نے اسے ہمارے لیے مسخر کیا، ورنہ ہم تو اس پر قابو پانے والے نہیں تھے، بے شک ہم نے اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے" پھر انہوں نے تین مرتبہ الحمدللہ کہا، پھر تین مرتبہ اللہ اکبر کہا، پھر یہ پڑھا:

"(اے اللہ!) تو ہر عیب سے پاک ہے، بے شک میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے، تو میری مغفرت کر دے، گناہوں کی مغفرت صرف تو ہی کر سکتا ہے"۔

(راوی بیان کرتے ہیں) پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ مسکرا دیئے، ان سے دریافت کیا گیا: اے امیر المومنین! آپ کس بات پر مسکرائے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا، جس طرح میں نے کیا ہے، پھر

آپ ﷺ مسکرادیئے، تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ ﷺ کس بات پر مسکرائے ہیں؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بے شک تمہارا پروردگار اس بندے سے خوش ہوتا ہے، جب بندہ یہ کہتا ہے: تو میرے گناہوں کی مغفرت کردے، (پروردگار فرماتا ہے:) یہ بندہ یہ بات جانتا ہے کہ میرے علاوہ اور کوئی گناہوں کی مغفرت نہیں کرسکتا''

بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا نَزَلَ الْمَنْزِلَ

باب: آدمی جب کسی جگہ پڑاؤ کرے، تو کیا پڑھے؟

2603 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنِي صَفْوَانُ، حَدَّثَنِي شُرَيْحُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْوَلِيدِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَافَرَ فَأَقْبَلَ اللَّيْلُ قَالَ: يَا أَرْضُ رَبِّي وَرَبُّكِ اللهُ، أَعُوذُ بِاللهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيكِ، وَشَرِّ مَا خُلِقَ فِيكِ، وَمِنْ شَرِّ مَا يَدِبُّ عَلَيْكِ، وَأَعُوذُ بِاللهِ مِنْ أَسَدٍ وَأَسْوَدَ، وَمِنَ الْحَيَّةِ وَالْعَقْرَبِ، وَمِنْ سَاكِنِ الْبَلَدِ، وَمِنْ وَالِدٍ وَمَا وَلَدَ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب سفر پر روانہ ہوتے اور رات ہو جاتی تھی تو آپ ﷺ یہ کہتے تھے:

''اے زمین! میرا اور تمہارا پروردگار، اللہ تعالیٰ ہے، میں تمہارے شر اور تمہارے اندر جو بھی چیز موجود ہے، اس کے شر اور جس چیز کو تمہارے اندر پیدا کیا گیا ہے، اس کے شر اور جو کچھ تمہارے اوپر چلتا ہے، اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، اور میں شیر، ناگ، سانپ، بچھو، شہر کے رہنے والوں اور پیدا کرنے والے اور جو پیدا ہوا ہے، ان سب سے (اللہ تعالیٰ کی) پناہ مانگتا ہوں''۔

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ السَّيْرِ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ

باب: رات کے ابتدائی حصے میں سفر کرنے کا ناپسندیدہ ہونا

2604 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُرْسِلُوا فَوَاشِيَكُمْ إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ حَتَّى تَذْهَبَ فَحْمَةُ الْعِشَاءِ، فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ تَعِيثُ إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ حَتَّى تَذْهَبَ فَحْمَةُ الْعِشَاءِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْفَوَاشِي: مَا يَفْشُو مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

❁❁ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

2604- اسناده صحيح. ابو الزبير - وهو محمد بن مسلم بن تدرس المكي - قد صرح بالسماع عند الحميدي (1273) فانتفت شبهة تدليسه ثم انه متابع. زهير: هو ابن معاوية. واخرجه مسلم (2013) من طريق زهير بن معاوية، به. وهو في "مسند احمد" (14342)، و"صحيح ابن حبان" (1275). واخرجه البخاري (3280)، ومسلم (2012) من طريق عطاء بن ابي رباح، والبخاري (3304)، ومسلم بإثر (2012)

''تم لوگ سورج غروب ہونے کے بعد اپنے جانوروں کو کھلا نہ چھوڑو، یہاں تک کہ جب اچھی طرح اندھیرا ہو جائے، (تو اس وقت کھول سکتے ہو) کیونکہ جب سورج غروب ہوتا ہے، تو شیاطین خرابیاں پیدا کرتے ہیں، یہاں تک کہ جب اچھی طرح اندھیرا ہو جاتا ہے، تو (وہ باز آجاتے ہیں)''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مواشی سے مراد ہر وہ چیز ہے جو زمین پر پھیل جاتی ہے۔

بَابٌ فِي أَيِّ يَوْمٍ يُسْتَحَبُّ السَّفَرُ

باب: کون سے دن سفر (پر روانہ ہونا) مستحب ہے

2605 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَلَّمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ فِي سَفَرٍ إِلَّا يَوْمَ الْخَمِيسِ

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات جمعرات کے دن سفر پر روانہ ہوتے ہیں۔

بَابٌ فِي الْاِبْتِكَارِ فِي السَّفَرِ

باب: صبح کے وقت سفر پر روانہ ہونا

2606 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عَطَاءٍ، حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ حَدِيدٍ، عَنْ صَخْرٍ الْغَامِدِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اللّٰهُمَّ بَارِكْ لِأُمَّتِي فِي بُكُورِهَا. وَكَانَ إِذَا بَعَثَ سَرِيَّةً أَوْ جَيْشًا بَعَثَهُمْ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ وَكَانَ صَخْرٌ رَجُلًا تَاجِرًا، وَكَانَ يَبْعَثُ تِجَارَتَهُ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ فَأَثْرَى وَكَثُرَ مَالُهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ صَخْرُ بْنُ وَدَاعَةَ

حضرت صخر غامدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے اللہ! میری امت کے صبح کے کاموں میں، ان کے لیے برکت پیدا کر دے''

(راوی بیان کرتے ہیں:) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی کوئی مہم یا لشکر روانہ کرنا ہوتا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دن کے ابتدائی حصے میں روانہ کرتے تھے، (راوی بیان کرتے ہیں) حضرت صخر رضی اللہ عنہ ایک تاجر تھے، وہ اپنی تجارت کا سامان دن کے ابتدائی حصے میں ہی بھجوا دیتے تھے، تو وہ مالدار ہو گئے اور ان کا مال زیادہ ہو گیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ حضرت صخر بن وداعہ ہیں۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُسَافِرُ وَحْدَهُ

باب: آدمی کا تنہا سفر کرنا

2607 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَرْمَلَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الرَّاكِبُ شَيْطَانٌ، وَالرَّاكِبَانِ شَيْطَانَانِ، وَالثَّلَاثَةُ رَكْبٌ

❁❁ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"اکیلا سوار شیطان ہوتا ہے، دو سوار، دو شیطان ہوتے ہیں اور تین سوار قافلہ ہوتے ہیں"

بَابٌ فِي الْقَوْمِ يُسَافِرُونَ يُؤَمِّرُونَ أَحَدَهُمْ

باب: جب کچھ لوگ سفر کر رہے ہوں، تو ان کا اپنے میں سے کسی ایک کو امیر بنالینا

2608 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرِ بْنِ بَرِّيٍّ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا خَرَجَ ثَلَاثَةٌ فِي سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوا أَحَدَهُمْ

❁❁ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب تین لوگ سفر پر نکلیں، تو وہ اپنے میں سے کسی کو امیر مقرر کرلیں"

2609 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا كَانَ ثَلَاثَةٌ فِي سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوا أَحَدَهُمْ قَالَ نَافِعٌ: فَقُلْنَا لِأَبِي سَلَمَةَ: فَأَنْتَ أَمِيرُنَا

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"جب تین لوگ سفر پر جائیں، تو وہ اپنے میں سے کسی ایک کو امیر بنالیں"

نافع کہتے ہیں: ہم نے ابوسلمہ سے کہا: آپ ہمارے امیر ہیں۔

بَابٌ فِي الْمُصْحَفِ يُسَافَرُ بِهِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ

قرآن مجید ساتھ لے کر، دشمن کے علاقے کی طرف سفر کرنا

2610 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ: نَهَى رَسُولُ

اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُسَافَرَ بِالْقُرْآنِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ قَالَ مَالِكٌ: أُرَاهُ مَخَافَةَ أَنْ يَنَالَهُ الْعَدُوُّ

✿✿ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ قرآن کو لے کر دشمن کی سرزمین کی طرف سفر کیا جائے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرا خیال ہے، ایسا اس اندیشے کے تحت کیا گیا کہ کہیں دشمن اسے حاصل کر کے، اس کی بے حرمتی نہ کرے۔

بَابٌ فِيمَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْجُيُوشِ وَالرُّفَقَاءِ وَالسَّرَايَا

باب: کون سے لشکر، رفقاءِ سفر اور چھوٹی مہمات مستحب ہیں؟

2611 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ أَبُو خَيْثَمَةَ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: سَمِعْتُ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَيْرُ الصَّحَابَةِ أَرْبَعَةٌ، وَخَيْرُ السَّرَايَا أَرْبَعُ مِائَةٍ، وَخَيْرُ الْجُيُوشِ أَرْبَعَةُ آلَافٍ، وَلَنْ يُغْلَبَ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا مِنْ قِلَّةٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ مُرْسَلٌ

✿✿ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''بہترین ساتھی چار لوگ ہیں اور بہترین چھوٹی مہم چار سو لوگوں کی ہوتی ہے، بہترین لشکر چار ہزار لوگوں کا ہوتا ہے اور بارہ ہزار لوگ اپنی قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوتے''۔

بَابٌ فِي دُعَاءِ الْمُشْرِكِينَ

باب: (جنگ سے پہلے) مشرکین کو (اسلام کی) دعوت دینا

2612 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَعَثَ أَمِيرًا عَلَى سَرِيَّةٍ أَوْ جَيْشٍ أَوْصَاهُ بِتَقْوَى اللهِ فِي خَاصَّةِ نَفْسِهِ، وَبِمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا، وَقَالَ: إِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَادْعُهُمْ إِلَى إِحْدَى ثَلَاثِ خِصَالٍ، أَوْ خِلَالٍ فَأَيَّتُهَا أَجَابُوكَ إِلَيْهَا فَاقْبَلْ مِنْهُمْ، وَكُفَّ عَنْهُمْ: ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَإِنْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ، ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِينَ،

2610- اسنادہ صحیح. وهو فی "موطا مالک" 4462/، ومن طریقه اخرجه البخاری (2990) ومسلم (1869)، وابن ماجه (2879). لکن ابن ماجه جعل قول مالک الذی فی آخر الحدیث تتمة للمرفوع. ولم یذکره البخاری ولا مسلم اصلاً. واخرجه مسلم (1869)، وابن ماجه (2880)، والنسائی فی "الکبری" (8006) و (8738) من طریق اللیث بن سعد، ومسلم (1869) من طریق ایوب السختیانی، و (1869) من طریق الضحاک بن عثمان، ثلاثتهم عن نافع، عن ابن عمر. وجعل اللیث والضحاک ما قاله مالک تتمة للمرفوع. ورواية ایوب: "لا تسافروا بالقرآن، فانی لا آمن ان ینالہ العدو" جعله من قوله -صلی الله علیه وسلم- جمیعاً. وهو فی "مسند احمد" (4507)، و"صحیح ابن حبان" (4715).

وَأَعْلِمْهُمْ أَنَّهُمْ إِنْ فَعَلُوا ذٰلِكَ أَنَّ لَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِينَ وَأَنَّ عَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِينَ. فَإِنْ أَبَوْا وَاخْتَارُوا دَارَهُمْ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّهُمْ يَكُونُونَ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِينَ يُجْرَى عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللهِ الَّذِي يَجْرِي عَلَى الْمُؤْمِنِينَ، وَلَا يَكُونُ لَهُمْ فِي الْفَيْءِ وَالْغَنِيمَةِ نَصِيبٌ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدُوا مَعَ الْمُسْلِمِينَ. فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَادْعُهُمْ إِلَى إِعْطَاءِ الْجِزْيَةِ. فَإِنْ أَجَابُوا فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ. فَإِنْ أَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللهِ تَعَالَى وَقَاتِلْهُمْ. وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوكَ أَنْ تُنْزِلَهُمْ عَلَى حُكْمِ اللهِ تَعَالَى فَلَا تُنْزِلْهُمْ فَإِنَّكُمْ لَا تَدْرُونَ مَا يَحْكُمُ اللهُ فِيهِمْ. وَلٰكِنْ أَنْزِلُوهُمْ عَلَى حُكْمِكُمْ. ثُمَّ اقْضُوا فِيهِمْ بَعْدُ مَا شِئْتُمْ قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ: قَالَ عَلْقَمَةُ: فَذَكَرْتُ هٰذَا الْحَدِيثَ لِمُقَاتِلِ بْنِ حَيَّانَ فَقَالَ: حَدَّثَنِي مُسْلِمٌ قَالَ:

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هُوَ ابْنُ هَيْصَمٍ. عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ مُقَرِّنٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ حَدِيثِ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ

❁❁ سلیمان بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب کسی مہم یا لشکر کے کسی امیر کو بھجواتے تھے، تو اسے بطور خاص اپنی ذات کے بارے میں اور اپنے ساتھ والے مسلمانوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے اور بھلائی کرنے کی ہدایت کرتے تھے، آپ یہ فرماتے تھے:

"جب تمہارا اپنے مشرک دشمنوں سے سامنا ہو، تو تم انہیں تین میں سے کوئی ایک بات قبول کرنے کی دعوت دو (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے) ان میں سے وہ جو بھی بات قبول کر لیں، تو تم ان کے طرف سے اسے قبول کر لو اور ان سے (لڑائی کرنے سے) رک جاؤ، انہیں تم سلام کی دعوت دو، اگر وہ یہ مان لیتے ہیں، تو ان سے اسے قبول کر لو اور ان کے ساتھ لڑنے سے رک جاؤ، یا پھر انہیں اپنے علاقے کو چھوڑ کر مہاجرین کے علاقے کی طرف منتقل ہونے کی دعوت دو اور انہیں یہ بتادو کہ اگر وہ ایسا کر لیتے ہیں، تو انہیں وہ تمام فوائد حاصل ہوں گے، جو مہاجرین کو حاصل ہوتے ہیں اور ان کے ذمے وہ تمام چیزیں لازم ہوں گی، جو مہاجرین پر لازم ہوتی ہیں، اگر وہ اس بات کو نہیں مانتے اور اپنے علاقے میں رہنا چاہتے ہیں، تو پھر تم انہیں بتادو کہ ان کی مثال دیہاتی مسلمانوں کی طرح ہوگی اور ان پر اللہ تعالیٰ کا وہی حکم جارے ہوگا، جو دیگر اہل ایمان پر جاری ہوتا ہے، البتہ انہیں مال فے یا مال غنیمت میں سے کوئی بھی حصہ نہیں ملے گا، البتہ وہ اگر مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں حصہ لیں (تو پھر انہیں اس میں سے حصہ ملے گا) اگر وہ تمہاری یہ بات بھی نہیں مانتے، تو پھر تم انہیں دعوت دو کہ وہ جزیہ ادا کریں، اگر وہ یہ بات مان جاتے ہیں، تو تم ان کی طرف سے اسے قبول کرو اور ان کے ساتھ لڑنے سے باز آجاؤ، اگر وہ نہیں مانتے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد حاصل کرتے ہوئے، ان کے ساتھ لڑائی شروع کردو اور جب تم کسی قلعے والوں کا محاصرہ کرو اور وہ تمہارے ساتھ یہ ارادہ کریں کہ تمہیں اللہ کے فیصلے پر ثالث کے طور پر ماننے کو کہیں، تو تم اس بات کو قبول نہ کرو، کیونکہ تم نہیں جانتے ہو کہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ کیا ہوگا؟ تم انہیں اپنے فیصلے، جو ثالث کے طور پر ہو، کو قبول کرنے پر آمادہ کرو اور پھر تم

جو چاہو، ان کے بارے میں فیصلہ کرو"۔

سفیان بن عیینہ نے علقمہ کا یہ بیان نقل کیا ہے: میں نے یہ روایت مقاتل بن حیان کو سنائی، تو انہوں نے بتایا مسلم نے یہ حدیث مجھے بیان کی تھی۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مسلم سے مراد مسلم بن ہیصم ہے، انہوں نے حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سلیمان بن بریدہ کی نقل کردہ روایت کی مانند روایت نقل کی ہے۔

2613 - حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ الْأَنْطَاكِيُّ مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اغْزُوا بِاسْمِ اللهِ، وَفِي سَبِيلِ اللهِ، وَقَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللهِ، اغْزُوا وَلَا تَغْدِرُوا، وَلَا تَغُلُّوا، وَلَا تُمَثِّلُوا، وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا.

❁❁ سلیمان بن بریدہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے، اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور ان لوگوں کے ساتھ لڑائی کرو، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا، تم لوگ لڑائی کرو اور وعدے کی خلاف ورزی نہ کرنا (مال غنیمت) میں خیانت نہ کرنا، مثلہ نہ کرنا اور کسی نابالغ بچے کو قتل نہ کرنا"

2614 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، عَنْ حَسَنِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ الْفِزْرِ، حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: انْطَلِقُوا بِاسْمِ اللهِ وَبِاللهِ وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اللهِ، وَلَا تَقْتُلُوا شَيْخًا فَانِيًا وَلَا طِفْلًا وَلَا صَغِيرًا وَلَا امْرَأَةً، وَلَا تَغُلُّوا، وَضُمُّوا غَنَائِمَكُمْ، وَأَصْلِحُوا وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ

❁❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے روانہ ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کے دین پر (گامزن رہتے ہوئے روانہ ہو جاؤ) اور کسی بوڑھے عمر رسیدہ شخص کو اور کسی چھوٹے بچے کو، کسی نابالغ بچے کو، کسی عورت کو قتل نہ کرنا اور (مال غنیمت میں) خیانت نہ کرنا اور اپنے مال غنیمت کو ایک جگہ اکٹھا کر لینا، بہتری رکھنا، اچھائی کرنا، بے شک اللہ تعالیٰ اچھائی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے"

بَابٌ فِي الْحَرْقِ فِي بِلَادِ الْعَدُوِّ

باب: دشمن کے علاقے میں (چیزوں کو) آگ لگا دینا

2615 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ وَقَطَعَ وَهِيَ الْبُوَيْرَةُ، فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: (مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا)

(الحشر: 5)

⊙⊙ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کے کھجوروں کے باغات جلوا دیئے تھے اور ان کے درختوں کو کٹوا دیا تھا، یہ باغات "بویرہ" کے مقام پر موجود تھے، تو اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: "جن درختوں کو تم نے کاٹ دیا، یا چھوڑ دیا"

2616 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ صَالِحِ بْنِ أَبِي الْأَخْضَرِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ عُرْوَةُ فَحَدَّثَنِي أُسَامَةُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَهِدَ إِلَيْهِ، فَقَالَ: أَغِرْ عَلَى أُبْنَى صَبَاحًا وَحَرِّقْ

⊙⊙ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ ہدایت کی: کہ "اُبنیٰ" کے مقام پر صبح کے وقت حملہ کر دینا اور انہیں جلا دینا۔

2617 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو الْغَزِّيُّ سَمِعْتُ أَبَا مُسْهِرٍ قِيلَ لَهُ أُبْنَى، قَالَ: نَحْنُ أَعْلَمُ هِيَ: يُبْنَى فِلَسْطِينَ

⊙⊙ ابومسہر کے بارے میں یہ بات منقول ہے، ان سے دریافت کیا گیا: اُبنیٰ کہاں ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہم اس کے بارے میں زیادہ بہتر جانتے ہیں، اس سے مراد فلسطین کا علاقہ "یُبنیٰ" ہے۔

بَابٌ فِي بَعْثِ الْعُيُونِ

باب: جاسوس بھیجنا

2618 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: بَعَثَ - يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - بُسْبَسَةَ عَيْنًا يَنْظُرُ مَا صَنَعَتْ عِيرُ أَبِي سُفْيَانَ

⊙⊙ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "بسبسہ" کو جاسوسی کرنے کے لیے بھجوایا، تاکہ وہ اس بات کا جائزہ لے کے آئے، کہ ابوسفیان کے قافلے کا کیا بنا۔

بَابٌ فِي ابْنِ السَّبِيلِ يَأْكُلُ مِنَ التَّمْرِ، وَيَشْرَبُ مِنَ اللَّبَنِ إِذَا مَرَّ بِهِ

باب: مسافر، جب کھجور کے پاس سے گزرے، تو اسے کھالے اور جب دودھ کے پاس سے گزرے، تو اسے پی لے

2619 - حَدَّثَنَا عَيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ الرَّقَّامُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ عَلَى مَاشِيَةٍ فَإِنْ كَانَ فِيهَا صَاحِبُهَا فَلْيَسْتَأْذِنْهُ، فَإِنْ أَذِنَ لَهُ فَلْيَحْتَلِبْ وَلْيَشْرَبْ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهَا فَلْيُصَوِّتْ ثَلَاثًا، فَإِنْ أَجَابَهُ فَلْيَسْتَأْذِنْهُ وَإِلَّا فَلْيَحْتَلِبْ وَلْيَشْرَبْ وَلَا يَحْمِلْ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جب کوئی شخص (سفر کے دوران) کسی جانور کے پاس سے گزرے، تو اگر وہاں اس جانور کا مالک موجود ہو، تو آدمی کو اس سے اجازت لینی چاہیے، اگر وہ اسے اجازت دے دے، تو اس کا دودھ دوہ کر پی لینا چاہیے، اگر وہاں اس کا مالک موجود نہ ہو، تو اسے تین مرتبہ آواز لگانی چاہیے، اگر وہ اسے جواب دے دے، تو اس سے اجازت لے، ورنہ دودھ دوہ کر پی لے لیکن اُٹھا کر ساتھ نہ لے جائے''۔

2620 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ شُرَحْبِيلَ قَالَ: أَصَابَتْنِي سَنَةٌ فَدَخَلْتُ حَائِطًا مِنْ حِيطَانِ الْمَدِينَةِ فَفَرَكْتُ سُنْبُلًا فَأَكَلْتُ، وَحَمَلْتُ فِي ثَوْبِي، فَجَاءَ صَاحِبُهُ فَضَرَبَنِي وَأَخَذَ ثَوْبِي، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ: مَا عَلَّمْتَ إِذْ كَانَ جَاهِلًا، وَلَا أَطْعَمْتَ إِذْ كَانَ جَائِعًا - أَوْ قَالَ: سَاغِبًا - وَأَمَرَهُ فَرَدَّ عَلَيَّ ثَوْبِي وَأَعْطَانِي وَسْقًا أَوْ نِصْفَ وَسْقٍ مِنْ طَعَامٍ

عباد بن شرحبیل بیان کرتے ہیں: مجھے بھوک نے مجبور کیا، تو میں مدینہ کے ایک باغ کے اندر داخل ہو گیا، میں نے وہاں سے ایک بالی لی، اسے مسلا اور اسے کھا لیا، کچھ میں نے اپنے کپڑے میں بھی باندھ لیں اس دوران باغ کا مالک وہاں آ گیا، اس نے میری پٹائی کی اور میرا کپڑا بھی مجھ سے چھین لیا، میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو نبی اکرم ﷺ نے (باغ کے مالک سے) فرمایا: اگر یہ ناواقف تھا، تو تم نے اسے بتایا کیوں نہیں؟ اور اگر یہ بھوکا تھا، تو تم نے اسے کھلایا کیوں نہیں؟ (یہاں پر ایک راوی نے، ایک لفظ مختلف نقل کیا ہے) پھر نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کو یہ ہدایت کی تو اس نے میرا کپڑا مجھے واپس کر دیا اور مجھے اناج کا ایک وسق (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں) نصف وسق عطا کیا۔

2621 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبَّادَ بْنَ شُرَحْبِيلَ رَجُلًا مِنَّا مِنْ بَنِي غُبَرَ بِمَعْنَاهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے۔

بَابُ مَنْ قَالَ إِنَّهُ يَأْكُلُ مِمَّا سَقَطَ

باب: جو اس بات کا قائل ہے: وہ صرف گری ہوئی (کھجوریں) کھا سکتا ہے

2622 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ، وَأَبُو بَكْرٍ ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ، وَهَذَا لَفْظُ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ مُعْتَمِرِ بْنِ سُلَيْمَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي حَكَمٍ الْغِفَارِيَّ، يَقُولُ: حَدَّثَتْنِي جَدَّتِي، عَنْ عَمِّ أَبِي رَافِعِ بْنِ عَمْرٍو الْغِفَارِيِّ قَالَ: كُنْتُ غُلَامًا أَرْمِي

2622-حديث محتمل للتحسين. وهذا اسناد ضعيف لجهالة ابن ابى الحكم وجدته، وله اسناد آخر سياتى تخريجه، وفيه ضعف ايضاً.
واخرجه ابن ماجه (2299) من طريق معتمر بن سليمان، بهذا الاسناد. واخرجه الترمذى (1335) من طريق صالح بن ابى جبير، عن ابيه، عن رافع بن عمرو. وقال: حديث حسن غريب صحيح. وهو فى "مسند احمد" (20343).

نَخْلَ الْأَنْصَارِ، فَأُتِيَ بِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا غُلَامُ، لِمَ تَرْمِي النَّخْلَ؟ قَالَ: آكُلُ، قَالَ: فَلَا تَرْمِ النَّخْلَ، وَكُلْ مِمَّا يَسْقُطُ فِي أَسْفَلِهَا، ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ فَقَالَ: اللَّهُمَّ أَشْبِعْ بَطْنَهُ

❀❀ حضرت رافع بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں لڑکپن میں انصار کی کھجوروں کو پتھر مار کر (حاصل کرلیا کرتا تھا) مجھے (ایک دفعہ پکڑ کر) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: اے لڑکے! تم کھجوروں کو پتھر کیوں مارتے ہو؟ میں نے عرض کی: پھل کھانے کے لیے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کوئی چیز مارا نہ کرو، جو کھجور نیچے گری ہوئی ہو، اسے کھالیا کرو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر دستِ مبارک پھیرا اور دعا کی:

''اے اللہ! اس کے پیٹ کو سیر کردے''

بَابٌ فِيمَنْ قَالَ: لَا يَحْلِبُ

باب: جو اس بات کا قائل ہے: وہ (مسافر) دودھ نہیں دوہ سکتا

2623 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَحْلِبَنَّ أَحَدٌ مَاشِيَةَ أَحَدٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِ، أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تُؤْتَى مَشْرُبَتُهُ، فَتُكْسَرَ خِزَانَتُهُ، فَيُنْتَقَلَ طَعَامُهُ؟ فَإِنَّمَا تَخْزُنُ لَهُمْ ضُرُوعُ مَوَاشِيهِمْ أَطْعِمَتَهُمْ فَلَا يَحْلِبَنَّ أَحَدٌ مَاشِيَةَ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِهِ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''کوئی شخص کسی کے جانور کا دودھ اس کی اجازت کے بغیر ہرگز نہ دوہے، کیا کوئی شخص یہ بات پسند کرتا ہے؟ کہ کوئی اس کے گودام میں آکر اسے توڑ کر اس کا اناج نکال کرلے جائے، ان جانوروں کے تھن ان کے مالکان کے لیے دودھ جمع کرنے کے جگہ ہیں، تو کوئی شخص کسی جانور کا دودھ، اس کے مالک کی اجازت کے بغیر ہرگز نہ دوہے''۔

بَابٌ فِي الطَّاعَةِ

باب: فرمانبرداری کرنا

2624 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ) (النساء: 59) فِي عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسِ بْنِ عَدِيٍّ بَعَثَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ أَخْبَرَنِيهِ يَعْلَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

❀❀ ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: (ارشاد باری تعالیٰ ہے)

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو اولی الامر ہیں، ان کی اطاعت کرو''۔

یہ آیت حضرت عبداللہ بن قیس بن عدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک مہم میں بھیجا تھا۔

ابن جریج کہتے ہیں: مجھے یہ بات یعلیٰ نے سعید بن جبیر کے حوالے سے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بتائی ہے۔

2625 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ زُبَيْدٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ جَيْشًا وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَسْمَعُوا لَهُ وَيُطِيعُوا، فَأَجَّجَ نَارًا وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَقْتَحِمُوا فِيهَا، فَأَبَى قَوْمٌ أَنْ يَدْخُلُوهَا وَقَالُوا: إِنَّمَا فَرَرْنَا مِنَ النَّارِ، وَأَرَادَ قَوْمٌ أَنْ يَدْخُلُوهَا، فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَوْ دَخَلُوهَا أَوْ دَخَلُوا فِيهَا لَمْ يَزَالُوا فِيهَا، وَقَالَ: لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ کیا آپ نے ایک شخص کو ان کا امیر مقرر کیا اور ان لشکر والوں کو یہ ہدایت کی کہ وہ اپنے امیر کی بات مانیں اور اس کی اطاعت کریں، ایک دن امیر نے آگ جلائی اور ان لوگوں کو یہ حکم دیا کہ وہ اس میں کود جائیں، تو کچھ لوگوں نے ان کی یہ بات ماننے سے انکار کر دیا اور بولے: ہم تو آگ سے بچنے کے لیے (مسلمان ہوئے تھے) جبکہ دوسرے لوگوں نے آگ میں چھلانگ لگانے کا ارادہ کر لیا، بعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی اطلاع ملی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے بارے میں (کسی حاکم یا امیر کی) کوئی فرمانبرداری نہیں ہوگی، چونکہ فرمانبرداری صرف نیکی کے کاموں میں ہوتی ہے"۔

2626 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"مسلمان شخص پر (حاکم وقت کی) اطاعت اور فرمانبرداری لازم ہے، ہر اس چیز میں، جسے وہ پسند کرے اور جسے وہ ناپسند کرے، جب تک اسے کسی گناہ کے کام کا حکم نہیں دیا جاتا، اگر اسے کسی گناہ کے کام کا حکم دیا جائے، تو پھر کوئی اطاعت و فرمانبرداری نہیں ہوگی"۔

2627 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ، حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ، عَنْ بِشْرِ بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ مَالِكٍ مِنْ رَهْطِهِ، قَالَ: بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً فَسَلَحْتُ رَجُلًا مِنْهُمْ سَيْفًا، فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ: لَوْ رَأَيْتَ مَا لَامَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَعَجَزْتُمْ إِذْ بَعَثْتُ رَجُلًا مِنْكُمْ فَلَمْ يَمْضِ لِأَمْرِي، أَنْ تَجْعَلُوا مَكَانَهُ مَنْ يَمْضِي لِأَمْرِي؟

حضرت عقبہ بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہم روانہ کی، میں نے ان میں سے ایک شخص کو ایک تلوار دی، جب وہ شخص واپس آیا، تو اس نے کہا: کاش آپ وہ صورت حال دیکھتے، جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ملامت کی

تھی، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کیا تم لوگ اس بات سے عاجز آ گئے تھے کہ جب میں نے ایک شخص کو بھیجا اور اس نے میرے حکم کو جاری نہیں کیا، تو تم اس کی جگہ ایسے شخص کو (اپنا امیر بنا لیتے) جو میرے حکم کو نافذ کرتا''

بَابُ مَا يُؤْمَرُ مِنِ انْضِمَامِ الْعَسْكَرِ وَسَعَتِهِ

باب: اہل لشکر کے ایک دوسرے سے مل کر رہنے اور وسعت (اختیار کرنے) کے بارے میں جو حکم ہے

2628 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ الْحِمْصِيُّ، وَيَزِيدُ بْنُ قُبَيْسٍ - مِنْ أَهْلِ جَبَلَةَ سَاحِلِ حِمْصَ، وَهَذَا لَفْظُ يَزِيدَ - قَالَا: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْعَلَاءِ، أَنَّهُ سَمِعَ مُسْلِمَ بْنَ مِشْكَمٍ أَبَا عُبَيْدِ اللَّهِ يَقُولُ: حَدَّثَنَا أَبُو ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيُّ، قَالَ: كَانَ النَّاسُ إِذَا نَزَلُوا مَنْزِلًا - قَالَ عَمْرٌو: كَانَ النَّاسُ إِذَا نَزَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْزِلًا - تَفَرَّقُوا فِي الشِّعَابِ وَالْأَوْدِيَةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ تَفَرُّقَكُمْ فِي هَذِهِ الشِّعَابِ وَالْأَوْدِيَةِ، إِنَّمَا ذَلِكُمْ مِنَ الشَّيْطَانِ. فَلَمْ يَنْزِلْ بَعْدَ ذَلِكَ مَنْزِلًا إِلَّا انْضَمَّ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ، حَتَّى يُقَالَ: لَوْ بُسِطَ عَلَيْهِمْ ثَوْبٌ لَعَمَّهُمْ

❁❁ حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگ جب کسی جگہ پڑاؤ کرتے تھے (ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں) نبی اکرم ﷺ نے ایک جگہ پڑاؤ کیا تو لوگ مختلف جگہوں پر بکھر گئے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا اس وادی اور گھاٹی میں بکھر جانا شیطان کی طرف سے ہے'' اس کے بعد نبی اکرم ﷺ جب بھی کسی جگہ پڑاؤ کرتے تھے تو صحابہ کرام ایک دوسرے کے قریب رہا کرتے تھے یہاں تک کہ یہ کہا جاتا تھا، اگر ایک کپڑا تان لیا جائے تو وہ ان سب پر پورا آ جائے گا۔

2629 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ أَسِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْخَثْعَمِيِّ، عَنْ فَرْوَةَ بْنِ مُجَاهِدٍ اللَّخْمِيِّ، عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ أَنَسٍ الْجُهَنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ كَذَا وَكَذَا، فَضَيَّقَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ وَقَطَعُوا الطَّرِيقَ، فَبَعَثَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيًا يُنَادِي فِي النَّاسِ أَنَّ مَنْ ضَيَّقَ مَنْزِلًا أَوْ قَطَعَ طَرِيقًا فَلَا جِهَادَ لَهُ

❁❁ سہل بن معاذ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ فلاں، فلاں غزوہ میں شرکت کی ہے ایک مرتبہ لوگوں کے لیے پڑاؤ کرنے کی جگہ تنگ ہو گئی یہاں تک کہ انہوں نے راستے پر بھی پڑاؤ کر لیا، تو نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو بھیجا، جس نے لوگوں میں یہ اعلان کیا:

''جو شخص پڑاؤ کی جگہ کو تنگ کرے گا، یا راستے میں پڑاؤ کرے گا، تو اس کا جہاد نہیں ہوگا''

2629-اسناده حسن من اجل سهل بن معاذ بن انس، واسماعيل بن عياش ثقة في روايته عن اهل بلده، وقد رواه هنا عن اسيد بن عبد الرحمن، وهو من اهل بلده. وهو في "سنن سعيد بن منصور" (2468). واخرجه احمد (15648)، وابو يعلى (1483)، والطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (45)، والطبراني في "الكبير" 20/(434)، والبيهقي 1529/ من طريق اسماعيل بن عياش، بهذا الاسناد.

2630 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ أَسِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ فَرْوَةَ بْنِ مُجَاهِدٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ

ترجمہ: سہل بن معاذ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک جنگ میں شرکت کی، اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے۔

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ تَمَنِّي لِقَاءِ الْعَدُوِّ

باب: دشمن کا سامنا کرنے کی آرزو کرنے کا، ناپسندیدہ ہونا

2631 - حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ، عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ يَعْنِي ابْنَ مَعْمَرٍ وَكَانَ كَاتِبًا لَهُ، قَالَ: كَتَبَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى حِينَ خَرَجَ إِلَى الْحَرُورِيَّةِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَيَّامِهِ الَّتِي لَقِيَ فِيهَا الْعَدُوَّ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ، وَسَلُوا اللهَ تَعَالَى الْعَافِيَةَ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ. ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَمُجْرِيَ السَّحَابِ وَهَازِمَ الْأَحْزَابِ اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابواوفی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے، جب وہ خوارج کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے روانہ ہونے لگے، تو انہوں نے عمر بن عبیداللہ کو خط لکھا کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک جنگ کے دوران، جس میں آپ ﷺ نے دشمن کا سامنا کیا، یہ ارشاد فرمایا تھا:

"اے لوگو! دشمن کا سامنا کرنے کی آرزو نہ کرو، اور اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو، اور اگر تم ان کا سامنا کرو، تو صبر سے کام لو اور یہ بات یاد رکھنا کہ جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے"۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "اے اللہ! اے کتاب کو نازل کرنے والے، بادلوں کو چلانے والے، (دشمن کے) لشکروں کو پسپا کرنے والے تو ان کو پسپا کردے اور ان کے خلاف ہماری مدد کر"

بَابُ مَا يُدْعَى عِنْدَ اللِّقَاءِ

باب: دشمن کا سامنا ہونے کے وقت کیا دعا کی جائے؟

2632 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْمُثَنَّى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا غَزَا قَالَ: اللّٰهُمَّ أَنْتَ عَضُدِي وَنَصِيرِي، بِكَ أَحُولُ، وَبِكَ أَصُولُ، وَبِكَ أُقَاتِلُ

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب جنگ میں حصہ لیتے تھے، تو یہ دعا کرتے تھے:

''اے اللہ! تو میرا بازو اور میرا مددگار ہے، میں تیری مدد سے چلتا پھرتا ہوں، تیری مدد سے حملہ کرتا ہوں اور تیری مدد سے لڑائی کرتا ہوں''۔

بَابٌ فِي دُعَاءِ الْمُشْرِكِينَ

باب: (جنگ سے پہلے) مشرکین کو (اسلام کی) دعوت دینا

2633 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْنٍ، قَالَ: كَتَبْتُ إِلَى نَافِعٍ أَسْأَلُهُ عَنْ دُعَاءِ الْمُشْرِكِينَ عِنْدَ الْقِتَالِ، فَكَتَبَ إِلَيَّ أَنَّ ذَلِكَ كَانَ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ، وَقَدْ أَغَارَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَنِي الْمُصْطَلِقِ وَهُمْ غَارُّونَ وَأَنْعَامُهُمْ تُسْقَى عَلَى الْمَاءِ، فَقَتَلَ مُقَاتِلَتَهُمْ وَسَبَى سَبْيَهُمْ، وَأَصَابَ يَوْمَئِذٍ جُوَيْرِيَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ، حَدَّثَنِي بِذَلِكَ عَبْدُ اللَّهِ وَكَانَ فِي ذَلِكَ الْجَيْشِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا حَدِيثٌ نَبِيلٌ، رَوَاهُ ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ نَافِعٍ، وَلَمْ يُشْرِكْهُ فِيهِ أَحَدٌ

ابن عون بیان کرتے ہیں: میں نے نافع کو خط لکھ کر ان سے یہ دریافت کیا کہ جنگ کے وقت مشرکین کو کس بات کی دعوت دینی چاہیے؟ تو انہوں نے مجھے جواب میں لکھا: یہ ابتدائی اسلام میں ہوا کرتا تھا، نبی اکرم ﷺ نے بنومصطلق پر حملہ کیا، وہ لوگ اس وقت غفلت کا شکار تھے اور ان کے جانوروں کو پانی پلایا جارہا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے ان کے جنگجو افراد کو قتل کروادیا اور ان کے قیدیوں کو قیدی کرلیا، اس موقع پر سیدہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا (قیدیوں میں شامل ہوکر) آئیں تھیں۔

نافع نے یہ بات بیان کی: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ بات بتائی تھی کہ وہ اس لشکر میں شامل تھے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ روایت عمدہ ہے، اس روایت کو ابن عون نے نافع کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اس میں کوئی ان کا حصہ دار نہیں ہے۔

2634 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُغِيرُ عِنْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ، وَكَانَ يَتَسَمَّعُ، فَإِذَا سَمِعَ أَذَانًا أَمْسَكَ وَإِلَّا أَغَارَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ صبح کی نماز کے وقت حملہ کرتے تھے، آپ ﷺ پہلے سننے کی کوشش کرتے تھے، اگر آپ ﷺ کو اذان کی آواز آجاتی، تو آپ ﷺ رک جاتے، ورنہ آپ ﷺ حملہ کردیتے تھے۔

2635 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ نَوْفَلِ بْنِ مُسَاحِقٍ، عَنِ ابْنِ عِصَامٍ الْمُزَنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ فَقَالَ: إِذَا رَأَيْتُمْ مَسْجِدًا أَوْ سَمِعْتُمْ مُؤَذِّنًا فَلَا تَقْتُلُوا أَحَدًا

عصام مزنی بیان کرتے ہیں: اللہ کے رسول نے ہمیں ایک مہم پر روانہ کیا اور ارشاد فرمایا: جب تم کوئی مسجد دیکھو، یا مؤذن (کو اذان دیتے ہوئے) سنو، تو پھر (وہاں) کسی کو قتل نہ کرنا۔

بَابُ الْمَكْرِ فِي الْحَرْبِ

باب: جنگ میں (دشمن کو دھوکہ دینے کے لیے) کوئی چال چلنا

2636 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْحَرْبُ خُدْعَةٌ

⊙⊙ حضرت جابر رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ''جنگ، دھوکہ دہی کا نام ہے''

2637 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ ثَوْرٍ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ غَزْوَةً وَرَّى غَيْرَهَا وَكَانَ يَقُولُ: الْحَرْبُ خُدْعَةٌ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَمْ يَجِئْ بِهِ إِلَّا مَعْمَرٌ يُرِيدُ قَوْلَهُ: الْحَرْبُ خُدْعَةٌ بِهَذَا الْإِسْنَادِ، إِنَّمَا يُرْوَى مِنْ حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرٍ، وَمِنْ حَدِيثِ مَعْمَرٍ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

⊙⊙ عبدالرحمن بن کعب اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جنگ میں شرکت کا ارادہ کرتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری طرف جانے کا اظہار کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے: جنگ دھوکہ دہی کا نام ہے،

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت صرف معمر نے اس سند کے ساتھ نقل کی ہے: یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ''جنگ، دھوکہ دہی کا نام ہے'' یہ روایت عمرو بن دینار کے حوالے سے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، جبکہ معمر کے حوالے سے ہمام بن منبہ کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

بَابٌ فِي الْبَيَاتِ

باب: شب خون مارنا

2638 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، وَأَبُو عَامِرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَمَّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَغَزَوْنَا نَاسًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَبَيَّتْنَاهُمْ نَقْتُلُهُمْ، وَكَانَ شِعَارُنَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ أَمِتْ أَمِتْ قَالَ سَلَمَةُ: فَقَتَلْتُ بِيَدِي تِلْكَ اللَّيْلَةَ سَبْعَةَ أَهْلِ أَبْيَاتٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ

⊙⊙ ایاس بن سلمہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر مقرر کیا، ہم نے کچھ مشرکین سے جنگ لڑائی، ہم نے ان پر حملہ کیا، تو اس رات ہمارا مخصوص نعرہ یہ تھا: مارو! مارو۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اس رات میں نے اپنے ہاتھ سے سات گھرانوں کے مشرکین کو قتل کیا۔

2637- اسنادہ صحیح، عمرو: ہو ابن دینار المکی، وسفیان: ہو ابن عیینۃ، وہو فی "سنن سعید بن منصور" (2889)، واخرجہ البخاری (3030)، ومسلم (1739)، والترمذی (1770)، والنسائی فی "الکبری" (8589) من طریق سفیان بن عیینۃ بہ، وہو فی "مسند احمد" (14177)، و"صحیح ابن حبان" (4763).

بَابٌ فِي لُزُومِ السَّاقَةِ

باب: "ساقہ" کے ساتھ رہنا

2639 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ شَوْكَرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ، حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَهُمْ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّفُ فِي الْمَسِيرِ فَيُزْجِي الضَّعِيفَ، وَيُرْدِفُ وَيَدْعُو لَهُمْ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے دوران پیچھے رہا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کمزور شخص کی سواری کو ہانک کرلے جاتے تھے، اسے اپنے پیچھے بٹھالیتے تھے اور ایسے لوگوں کے لیے دعائے رحمت کیا کرتے تھے۔

بَابٌ عَلَى مَا يُقَاتَلُ الْمُشْرِكُونَ

باب: کس بنیاد پر، مشرکین کے ساتھ جنگ کی جائے؟

2640 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَإِذَا قَالُوهَا مَنَعُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللهِ تَعَالَى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ اس وقت تک لڑائی کروں، جب تک وہ یہ اعتراف نہیں کر لیتے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے، جب وہ یہ اقرار کرلیں، تو وہ اپنی جانوں اور مالوں کو مجھ سے محفوظ کرلیں گے، البتہ ان کے حق کا معاملہ مختلف ہے اور ان لوگوں کا حساب اللہ کے ذمہ ہوگا"

2641 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَعْقُوبَ الطَّالْقَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَأَنْ يَسْتَقْبِلُوا قِبْلَتَنَا، وَأَنْ يَأْكُلُوا ذَبِيحَتَنَا، وَأَنْ يُصَلُّوا صَلَاتَنَا، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ حَرُمَتْ عَلَيْنَا دِمَاؤُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا لَهُمْ مَا لِلْمُسْلِمِينَ وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُسْلِمِينَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ اس وقت تک لڑائی کروں، جب تک وہ اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور وہ لوگ ہمارے قبلہ کی طرف رخ نہیں کرتے، اور ہمارا ذبیحہ نہیں کھاتے، اور ہماری نماز ادا نہیں کرتے، جب وہ ایسا کرلیں گے، ... کی جانیں اور ان

کے مال ہمارے لیے قابل احترام ہو جائیں گے، البتہ ان کے حق کا معاملہ مختلف ہے، انہیں وہ ملے گا جو مسلمانوں کو ملتا ہے اور ان پر وہ چیزیں لازم ہوں گی جو مسلمانوں پر لازم ہوتی ہیں۔

2642 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ الْمُشْرِكِينَ بِمَعْنَاهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

”مجھے مشرکین کے ساتھ لڑائی کرنے کا حکم دیا گیا“ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

2643 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي ظَبْيَانَ، حَدَّثَنَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ، قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً إِلَى الْحُرُقَاتِ فَنَذِرُوا بِنَا فَهَرَبُوا فَأَدْرَكْنَا رَجُلًا، فَلَمَّا غَشِينَاهُ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَضَرَبْنَاهُ حَتَّى قَتَلْنَاهُ فَذَكَرْتُهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَنْ لَكَ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّمَا قَالَهَا مَخَافَةَ السِّلَاحِ، قَالَ: أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ حَتَّى تَعْلَمَ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ قَالَهَا أَمْ لَا؟ مَنْ لَكَ بِلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟، فَمَا زَالَ يَقُولُهَا حَتَّى وَدِدْتُ أَنِّي لَمْ أُسْلِمْ إِلَّا يَوْمَئِذٍ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک مہم پر ”حرقات“ کی طرف روانہ کیا انہیں ہمارے بارے میں اطلاع مل گئی، تو وہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے، ہم نے ان میں سے ایک آدمی کو پکڑ لیا جب ہم اس پر غالب آ گئے تو اس نے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا، لیکن ہم نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا، میں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن لا الہ الا اللہ کے مقابلے میں کون تمہارا ساتھ دے گا؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! اس نے ہتھیار کے خوف کی وجہ سے یہ کلمہ پڑھا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے اس کا دل چیر کے دیکھا تھا کہ تمہیں پتا چل جاتا کہ اس نے اس وجہ سے یہ کلمہ پڑھا ہے یا نہیں؟ قیامت کے دن لا الہ الا اللہ کے مقابلے میں کون تمہارا ساتھ دے گا؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل یہی بات ارشاد فرما رہے تھے، یہاں تک کہ میں نے یہ آرزو کی، کاش میں نے اس دن سے پہلے اسلام قبول نہ کیا ہوتا۔

2644 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنِ اللَّيْثِ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ الْخِيَارِ، عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ، أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ لَقِيتُ رَجُلًا مِنَ الْكُفَّارِ، فَقَاتَلَنِي فَضَرَبَ إِحْدَى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ، ثُمَّ لَاذَ مِنِّي بِشَجَرَةٍ فَقَالَ: أَسْلَمْتُ لِلَّهِ أَفَأَقْتُلُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقْتُلْهُ. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ قَطَعَ يَدِي. قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقْتُلْهُ، فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ، وَأَنْتَ بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ كَلِمَتَهُ الَّتِي قَالَ

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ ﷺ کی کیا رائے ہے: میرا کفار سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کے ساتھ (کسی جنگ کے دوران) سامنا ہوتا ہے، وہ میرے ساتھ لڑائی کرتے ہوئے، میرے ایک ہاتھ پر تلوار مارتا ہے اور (جب میں اس پر وار کرتا ہوں) تو وہ درخت کے پیچھے چھپ جاتا ہے، اور یہ کہتا ہے: میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اسلام قبول کرلیا، یارسول اللہ! اس کے یہ بات کہنے کے بعد میں اسے قتل کردوں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اسے قتل نہ کرو، میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اس نے میرا ہاتھ کاٹ دیا تھا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اسے قتل نہ کرو، اگر تم نے اسے قتل کردیا تو وہ تمہاری اس جگہ پر آجائے گا، جس جگہ پر تم اسے قتل کرنے سے پہلے تھے اور تم اس جگہ پر آجاؤ گے، جو اس کے کلمہ پڑھنے سے پہلے اس کی تھی۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ قَتْلِ مَنِ اعْتَصَمَ بِالسُّجُودِ

باب: جو شخص سجدے میں جاکر، پناہ حاصل کرنے کی کوشش کرے، اس کو قتل کرنے کی ممانعت

2645 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً إِلَى خَثْعَمٍ فَاعْتَصَمَ نَاسٌ مِنْهُمْ بِالسُّجُودِ فَأَسْرَعَ فِيهِمُ الْقَتْلَ قَالَ: فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ لَهُمْ بِنِصْفِ الْعَقْلِ وَقَالَ: أَنَا بَرِيءٌ مِنْ كُلِّ مُسْلِمٍ يُقِيمُ بَيْنَ أَظْهُرِ الْمُشْرِكِينَ. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ لِمَ، قَالَ: لَا تَرَايَا نَارَاهُمَا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ هُشَيْمٌ. وَمَعْمَرٌ. وَخَالِدٌ الْوَاسِطِيُّ. وَجَمَاعَةٌ لَمْ يَذْكُرُوا جَرِيرًا

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے خثعم قبیلے کی طرف ایک مہم روانہ کی، ان میں سے کچھ لوگ سجدے میں چلے گئے اور انہوں نے اس طریقے سے جان بچانے کی کوشش کی، لیکن لڑائی کرتے ہوئے انہیں جلدی سے قتل کردیا گیا، جب نبی اکرم ﷺ کو اس بات کی اطلاع ملی، تو آپ ﷺ نے ان لوگوں کو نصف دیت ادا کرنے کا حکم دیا، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"میں ایسے ہر مسلمان سے بری ذمہ ہوں، جو مشرکین کے درمیان مقیم ہو، لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! اس کی حد کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (انہیں مشرکین سے اتنی دور رہنا چاہیے) کہ دونوں کو ایک دوسرے کی آگ نظر نہ آئے۔

2645-اسناده صحيح. وقد اختلف في وصله وارساله، فوصله ابو معاوية- وهو محمد بن خازم الضرير، وحفص بن غياث والحجاج بن ارطاة، وارسله آخرون، وقد صحح الوصل ابن القطان الفاسي في "بيان الوهم والايهام" /4215، وابن دقيق العيد في "الامام" فيما نقله عنه ابن الملقن في "البدر المنير" /1649، وصحح الارسال البخاري كما في "العلل الكبير" للترمذي /6862، والترمذي عقب الرواية (1697) من "جامعه"، وابو حاتم الرازي كما في "العلل" لابنه /3141، والدارقطني في "العلل" /ورقة 88. اسماعيل: هو ابن ابي خالد، وقيس: هو ابن ابي حازم، وهو تابعي كبير مخضرم. واخرجه الترمذي في "جامعه" (1696)، وفي "العلل الكبير" /2 686، والطبراني في "الكبير" (2264)، وابن حزم في "المحلى" /10 369 و /11 199، والبيهقي في "السنن الكبرى" /8 131 و /9 142، وفي "شعب الايمان" (8929) من طريق ابي معاوية الضرير، بهذا الاسناد. واخرجه ابن ابي عاصم في "الديات" ص 91، والطحاوي في "شرح مشكل الآثار" (3233)، والطبراني ... البيهقي في "الكبرى" /1318

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے تاہم اس میں حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے۔

بَابٌ فِي التَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ

باب: لڑائی کے وقت پیٹھ پھیر لینا

2646 - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ خِرِّيتٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: نَزَلَتْ (إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ) فَشَقَّ ذَلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ حِينَ فَرَضَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ أَنْ لَا يَفِرَّ وَاحِدٌ مِنْ عَشَرَةٍ، ثُمَّ إِنَّهُ جَاءَ تَخْفِيفٌ فَقَالَ: (الْآنَ خَفَّفَ اللَّهُ عَنْكُمْ) (الأنفال: 66)، قَرَأَ أَبُو تَوْبَةَ إِلَى قَوْلِهِ (يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ) . قَالَ: فَلَمَّا خَفَّفَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ مِنَ الْعِدَّةِ نَقَصَ مِنَ الصَّبْرِ بِقَدْرِ مَا خَفَّفَ عَنْهُمْ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی

''اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں، تو وہ دو سو پر غالب آ جائیں گے''

تو یہ بات مسلمانوں کے لیے بڑی پریشانی کا باعث بنی، جب اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ فرض کیا کہ ایک شخص دس آدمیوں کے مقابلے میں فرار نہیں ہو سکتا، پھر تخفیف کا حکم آ گیا اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اب اللہ تعالیٰ نے تم پر تخفیف کر دی ہے'' ابوتوبہ نامی راوی نے یہ آیت ان الفاظ تک نقل کی:

''وہ، دو سو، پر غالب آ جائیں گے'' راوی بیان کرتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے تعداد میں ان کیلئے تخفیف کر دی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے جتنی تخفیف کی تھی، اسی حساب سے صبر میں بھی کمی کر دی گئی۔

2647 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي زِيَادٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى حَدَّثَهُ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ حَدَّثَهُ، أَنَّهُ كَانَ فِي سَرِيَّةٍ مِنْ سَرَايَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَحَاصَ النَّاسُ حَيْصَةً، فَكُنْتُ فِيمَنْ حَاصَ قَالَ: فَلَمَّا بَرَزْنَا قُلْنَا: كَيْفَ نَصْنَعُ وَقَدْ فَرَرْنَا مِنَ الزَّحْفِ وَبُؤْنَا بِالْغَضَبِ؟ فَقُلْنَا: نَدْخُلُ الْمَدِينَةَ فَنَتَثَبَّتُ فِيهَا وَنَذْهَبُ وَلَا يَرَانَا أَحَدٌ. قَالَ: فَدَخَلْنَا فَقُلْنَا: لَوْ عَرَضْنَا أَنْفُسَنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنْ كَانَتْ لَنَا تَوْبَةٌ أَقَمْنَا، وَإِنْ كَانَ غَيْرَ ذَلِكَ ذَهَبْنَا. قَالَ: فَجَلَسْنَا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَلَمَّا خَرَجَ قُمْنَا إِلَيْهِ فَقُلْنَا: نَحْنُ الْفَرَّارُونَ فَأَقْبَلَ إِلَيْنَا فَقَالَ: لَا. بَلْ أَنْتُمُ الْعَكَّارُونَ. قَالَ: فَدَنَوْنَا فَقَبَّلْنَا يَدَهُ فَقَالَ: إِنَّا فِئَةُ الْمُسْلِمِينَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھیجی ہوئی ایک مہم میں شریک ہوئے، راوی بیان کرتے ہیں: کچھ لوگ اس مقابلے سے مفرور ہو گئے، میں بھی ان میں شامل تھا، جب ہم دشمن سے دور آ گئے، تو ہم نے کہا: اب ہم کیا کریں؟ ہم تو جہاد سے بھاگ گئے ہیں اور ہم (اللہ تعالیٰ) کے عذاب کو لے کر واپس جائیں گے، پھر ہم نے سوچا کہ ہم مدینہ

منورہ جاتے ہیں، وہاں ٹھہرے رہیں گے، پھر (کسی اگلی مہم میں) شریک ہوں گے، تو ہمیں کوئی نہیں دیکھے گا، راوی کہتے ہیں (جب ہم مدینہ منورہ میں) آگئے، تو ہم نے سوچا کہ ہمیں اپنے آپ کو نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش کر دینا چاہیے، اگر ہمارے لیے توبہ کی گنجائش ہوئی، تو ہم یہاں مقیم رہیں گے اور اگر اس کے علاوہ صورتِ حال ہوئی، تو ہم (جہاد کرنے کے لیے) چلے جائیں گے۔

راوی کہتے ہیں: ہم فجر کی نماز سے پہلے، نبی اکرم ﷺ کے انتظار میں بیٹھ گئے، جب آپ ﷺ (گھر سے باہر) تشریف لائے، تو ہم اٹھ کر آپ ﷺ کے سامنے آئے، ہم نے عرض کی: ہم راہ فرار اختیار کر کے آنے والے لوگ ہیں، تو نبی اکرم ﷺ نے ہماری طرف توجہ کی اور ارشاد فرمایا: نہیں! بلکہ تم پلٹ کر حملہ کرنے والے ہو، راوی کہتے ہیں: ہم آگے ہوئے، ہم نے نبی اکرم ﷺ کی دست بوسی کی، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں مسلمانوں کی جائے پناہ ہوں"

2648 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هِشَامٍ الْمِصْرِيُّ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: نَزَلَتْ فِي يَوْمِ بَدْرٍ (وَمَنْ يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ) (الأنفال: 16)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہ آیت غزوہ بدر کے بارے میں نازل ہوئی:

"جو شخص اس دن پیٹھ پھیر لیتا ہے"

بَابٌ فِي الْأَسِيرِ يُكْرَهُ عَلَى الْكُفْرِ

باب: جس (مسلمان) قیدی کو کفر کہنے پر مجبور کر دیا جائے

2649 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، وَخَالِدٌ عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ خَبَّابٍ، قَالَ: أَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُتَوَسِّدٌ بُرْدَةً فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ فَشَكَوْنَا إِلَيْهِ فَقُلْنَا: أَلَا تَسْتَنْصِرُ لَنَا، أَلَا تَدْعُو اللهَ لَنَا، فَجَلَسَ مُحْمَرًّا وَجْهُهُ فَقَالَ: قَدْ كَانَ مَنْ قَبْلَكُمْ يُؤْخَذُ الرَّجُلُ فَيُحْفَرُ لَهُ فِي الْأَرْضِ، ثُمَّ يُؤْتَى بِالْمِنْشَارِ فَيُجْعَلُ عَلَى رَأْسِهِ، فَيُجْعَلُ فِرْقَتَيْنِ مَا يَصْرِفُهُ ذَلِكَ عَنْ دِينِهِ، وَيُمْشَطُ بِأَمْشَاطِ الْحَدِيدِ مَا دُونَ عَظْمِهِ مِنْ لَحْمٍ وَعَصَبٍ مَا يَصْرِفُهُ ذَلِكَ عَنْ دِينِهِ، وَاللهِ لَيُتِمَّنَّ اللهُ هَذَا الْأَمْرَ حَتَّى يَسِيرَ الرَّاكِبُ مَا بَيْنَ صَنْعَاءَ وَحَضْرَمَوْتَ مَا يَخَافُ إِلَّا اللهَ تَعَالَى، وَالذِّئْبَ عَلَى غَنَمِهِ وَلَكِنَّكُمْ تَعْجَلُونَ

حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ اس وقت خانہ کعبہ کے سائے میں چادر کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، ہم نے آپ ﷺ سے شکایت کرتے ہوئے عرض کی: آپ ﷺ ہمارے لیے مدد کی دعا نہیں کریں گے، کیا اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے دعا نہیں کریں گے؟ تو نبی اکرم ﷺ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے، آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم سے پہلے کے لوگوں میں سے کسی شخص کو پکڑ کر اس کے

2648-اسناده صحيح. ابو نضرة: هو المنذر بن مالك بن قطعة, وداود: هو ابن ابى هند. واخرجه النسائى فى "الكبرى" (8600) و (11139) و (11140), والطبرى فى "تفسيره" /2019 و 201-202 و 202, والحاكم /3272 من طرق عن داود بن ابى هند به.

لیے گڑھا کھودا جاتا تھا، پھر آرہ لا کر اس کے سر پر رکھ کر اس کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا، لیکن یہ چیز بھی اسے اس کے دین سے پھیر نہیں سکتی تھی، اور کسی شخص کے گوشت اور پٹھوں میں لوہے کی کنگھی پھیری جاتی تھی اور یہ چیز بھی اسے اس کے دین سے نہیں پھیر سکتی تھی، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اپنے اس دین کو پورا کر دے گا، یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے روانہ ہوگا اور حضر موت تک آئے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کسی کا خوف نہیں ہوگا، صرف اپنی بکریوں کے بارے میں یہ اندیشہ ہوگا کہ بھیڑیا ان پر حملہ نہ کر دے، لیکن تم لوگ جلدی (نتیجہ) چاہتے ہو۔

بَابٌ فِي حُكْمِ الْجَاسُوسِ إِذَا كَانَ مُسْلِمًا

باب: جاسوس کا حکم، اگر وہ مسلمان ہو (اور مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرے)

2650 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرٍو، حَدَّثَهُ الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، أَخْبَرَهُ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي رَافِعٍ، وَكَانَ كَاتِبًا لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَالزُّبَيْرُ، وَالْمِقْدَادُ، فَقَالَ: انْطَلِقُوا حَتَّى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاخٍ فَإِنَّ بِهَا ظَعِينَةً مَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوهُ مِنْهَا. فَانْطَلَقْنَا تَتَعَادَى بِنَا خَيْلُنَا حَتَّى أَتَيْنَا الرَّوْضَةَ فَإِذَا نَحْنُ بِالظَّعِينَةِ فَقُلْنَا: هَلُمِّي الْكِتَابَ. قَالَتْ: مَا عِنْدِي مِنْ كِتَابٍ. فَقُلْتُ: لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَنُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ. فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا، فَأَتَيْنَا بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ مِنْ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَى نَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا هَذَا يَا حَاطِبُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ فَإِنِّي كُنْتُ امْرَأً مُلْصَقًا فِي قُرَيْشٍ، وَلَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهَا، وَإِنَّ قُرَيْشًا لَهُمْ بِهَا قَرَابَاتٌ يَحْمُونَ بِهَا أَهْلِيهِمْ بِمَكَّةَ. فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِي ذَلِكَ أَنْ أَتَّخِذَ فِيهِمْ يَدًا يَحْمُونَ قَرَابَتِي بِهَا، وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا كَانَ بِي مِنْ كُفْرٍ وَلَا ارْتِدَادٍ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَدَقَكُمْ. فَقَالَ عُمَرُ: دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَ هَذَا الْمُنَافِقِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ اللَّهَ اطَّلَعَ عَلَى أَهْلِ بَدْرٍ، فَقَالَ: اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ

❀❀ عبید اللہ بن ابو رافع، جو حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے معتمد تھے، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے، زبیر اور مقداد کو روانہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم جاؤ اور خاخ کے باغ تک پہنچو، وہاں ایک عورت ہوگی، اس کے پاس ایک خط ہوگا تم وہ اس سے حاصل کر لینا، ہم اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے، اس باغ تک آئے، وہاں ایک عورت موجود تھی، ہم نے کہا: وہ خط نکالو تو اس نے کہا: میرے پاس کوئی خط نہیں ہے، میں نے کہا: یا تو تم خط نکال دو یا ہم تمہاری جامہ تلاشی لیں گے، تو اس نے اپنے تہبند کے ڈب میں سے وہ خط نکالا، ہم وہ خط لے کر، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ خط حضرت حاطب بن ابو بلتعہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کچھ مشرکین کے نام تھا، جس میں ان کو نبی

اکرم ﷺ کے جنگی ارادوں کے بارے میں اطلاع دی گئی تھی، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: اے حاطب! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی:

یارسول اللہ! آپ ﷺ میرے بارے میں جلدی نہ کیجئے، میں ایک ایسا شخص ہوں، جو قریش کے ساتھ رہتا ہوں لیکن میں ان کا حصہ نہیں ہوں، قریش کے ساتھ (دیگر مہاجرین کی) رشتہ داریاں ہیں، جس کی وجہ سے ان کے اہل خانہ مکہ میں محفوظ ہیں، (لیکن میری چونکہ ان کے ساتھ رشتے داری نہیں ہے) تو میں نے یہ چاہا کیونکہ میرے پاس یہ صورت حال نہیں ہے، تو میں ان پر کوئی احسان کردوں، جس کی وجہ سے وہ میرے رشتے داروں کی حفاظت کریں، اللہ کی قسم! یارسول اللہ! میں نے کفر کی وجہ سے، یا مرتد ہونے کی وجہ سے، یہ حرکت نہیں کی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس نے تمہارے ساتھ سچ بیان کیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: آپ ﷺ مجھے موقع دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن اڑادوں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ بدر میں شریک ہوا ہے، تمہیں کیا پتہ شاید اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف توجہ کرکے ارشاد فرمایا ہو: تم جو چاہو عمل کرو، میں نے تمہاری مغفرت کردی ہے۔

2651 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ، عَنْ عَلِيٍّ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: انْطَلَقَ حَاطِبٌ فَكَتَبَ إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ سَارَ إِلَيْكُمْ، وَقَالَ فِيهِ: قَالَتْ: مَا مَعِي كِتَابٌ فَانْتَحَيْنَاهَا فَمَا وَجَدْنَا مَعَهَا كِتَابًا. فَقَالَ عَلِيٌّ: وَالَّذِي يُحْلَفُ بِهِ لَأَقْتُلَنَّكِ أَوْ لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ

❁❁ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے، ایک اور سند کے ساتھ یہ واقعہ منقول ہے، جس میں یہ مذکور ہے: حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ کو خط لکھا کہ حضرت محمد ﷺ تمہاری طرف روانہ ہونے والے ہیں، اس راوی نے اس میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: اس عورت نے کہا: میرے پاس کوئی خط نہیں ہے، تو ہم نے اس کی اونٹنی کو بٹھالیا، ہمیں اس کے پاس کوئی خط نہیں ملا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اس ذات کی قسم! جس کے نام کی قسم اٹھائی جاتی ہے، یا تو میں تمہیں قتل کردوں گا، یا پھر تم وہ خط نکال دوگی، اس کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے۔

بَابٌ فِي الْجَاسُوسِ الذِّمِّيِّ

باب: ذمی جاسوس کا حکم

2652 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُحَبَّبٍ أَبُو هَمَّامٍ الدَّلَّالُ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ

2652-اسناده صحيح. سفيان بن سعيد: هو الثوري. واخرجه عبد الرزاق في "مصنفه" (9396)، واحمد في "مسنده" (18965) والبخاري في "التاريخ الكبير" /1287، وابن ابي عاصم في "الآحاد والمثاني" (1662)، وعبدالله بن احمد في زياداته على "المسند" لابيه (18965)، وابن الجارود (1058)، وابن قانع في "معجم الصحابة" /2324-325، والطبراني في "الكبير" /18 (831)، والحاكم /2 115 و/3664، وابو نعيم في "الحلية" /182، والبيهقي /1978 و/1479، وابن الاثير في "اسد الغابة" /3524، والمزي في ترجمة فرات بن حيان من "تهذيب الكمال"

أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ، عَنْ فُرَاتِ بْنِ حَيَّانَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِهِ وَكَانَ عَيْنًا لِأَبِي سُفْيَانَ، وَكَانَ حَلِيفًا لِرَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَمَرَّ بِحَلْقَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: إِنِّي مُسْلِمٌ. فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّهُ يَقُولُ: إِنِّي مُسْلِمٌ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْكُمْ رِجَالًا نَكِلُهُمْ إِلَى إِيمَانِهِمْ، مِنْهُمْ فُرَاتُ بْنُ حَيَّانَ

❁❁ حضرت فرات بن حیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قتل کرنے کا حکم دیا کیونکہ وہ ابوسفیان کی طرف سے جاسوسی کرنے کے لیے آئے تھے، وہ ایک انصاری کے حلیف تھے، ان کا گزر کچھ انصاریوں کے پاس سے ہوا، تو انہوں نے کہا: میں مسلمان ہوں، ایک انصاری نے کہا: یارسول اللہ! یہ تو یہ کہہ رہا ہے کہ میں مسلمان ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ ہم انہیں ان کے ایمان کے حوالے کر دیتے ہیں، اور ان میں سے ایک شخص فرات بن حیان ہے۔

بَابٌ فِي الْجَاسُوسِ الْمُسْتَأْمَنِ

باب: مستامن جاسوس کا حکم

2653 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا قَالَ أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عُمَيْسٍ، عَنِ ابْنِ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَيْنٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَهُوَ فِي سَفَرٍ، فَجَلَسَ عِنْدَ أَصْحَابِهِ، ثُمَّ انْسَلَّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اطْلُبُوهُ فَاقْتُلُوهُ. قَالَ: فَسَبَقْتُهُمْ إِلَيْهِ فَقَتَلْتُهُ وَأَخَذْتُ سَلَبَهُ، فَنَفَّلَنِي إِيَّاهُ

❁❁ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مشرکین کا ایک جاسوس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سفر کر رہے تھے، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے پاس بیٹھا رہا پھر وہ کھسک گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسے تلاش کر کے اسے قتل کر دو، راوی کہتے ہیں: تو میں اس تک پہنچ گیا میں نے اسے قتل کر دیا اور اس کا سامان حاصل کر لیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سامان مجھے انعام کے طور پر دے دیا۔

2654 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ هَاشِمَ بْنَ الْقَاسِمِ وَهِشَامًا حَدَّثَاهُمْ، قَالَا: حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَوَازِنَ، قَالَ: فَبَيْنَمَا نَحْنُ نَتَضَحَّى وَعَامَّتُنَا مُشَاةٌ وَفِينَا ضَعَفَةٌ، إِذْ جَاءَ رَجُلٌ عَلَى جَمَلٍ أَحْمَرَ فَانْتَزَعَ طَلَقًا مِنْ حَقْوِ الْبَعِيرِ فَقَيَّدَ بِهِ جَمَلَهُ، ثُمَّ جَاءَ يَتَغَدَّى مَعَ الْقَوْمِ، فَلَمَّا رَأَى ضَعَفَتَهُمْ وَرِقَّةَ ظَهْرِهِمْ خَرَجَ يَعْدُو إِلَى جَمَلِهِ فَأَطْلَقَهُ، ثُمَّ أَنَاخَهُ فَقَعَدَ عَلَيْهِ ثُمَّ خَرَجَ يَرْكُضُهُ، وَاتَّبَعَهُ رَجُلٌ مِنْ أَسْلَمَ عَلَى نَاقَةٍ وَرْقَاءَ هِيَ أَمْثَلُ ظَهْرِ الْقَوْمِ، قَالَ: فَخَرَجْتُ أَعْدُو، فَأَدْرَكْتُهُ وَرَأْسُ النَّاقَةِ عِنْدَ وَرِكِ الْجَمَلِ، وَكُنْتُ عِنْدَ وَرِكِ النَّاقَةِ، ثُمَّ تَقَدَّمْتُ حَتَّى كُنْتُ عِنْدَ وَرِكِ الْجَمَلِ، ثُمَّ تَقَدَّمْتُ حَتَّى أَخَذْتُ بِخِطَامِ الْجَمَلِ فَأَنَخْتُهُ، فَلَمَّا وَضَعَ رُكْبَتَهُ بِالْأَرْضِ اخْتَرَطْتُ سَيْفِي فَأَضْرِبُ رَأْسَهُ فَنَدَرَ، فَجِئْتُ بِرَاحِلَتِهِ وَمَا عَلَيْهَا أَقُودُهَا، فَاسْتَقْبَلَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي

النَّاسِ مُقْبِلًا فَقَالَ: مَنْ قَتَلَ الرَّجُلَ، فَقَالُوا: سَلَمَةُ بْنُ الْأَكْوَعِ. فَقَالَ: لَهُ سَلَبُهُ أَجْمَعُ قَالَ هَارُونُ: هٰذَا لَفْظُ هَاشِمٍ

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ، ہوازن کے ساتھ جنگ میں حصہ لیا، ایک مرتبہ ہم چاشت کے وقت کھانا کھا رہے تھے، زیادہ مجاہدین پیدل تھے کچھ لوگ کمزور تھے، اس دوران ایک شخص سرخ اونٹ پر سوار ہو کر آیا، اس نے اونٹ کی کمر سے رسی نکالی، اسی کے ذریعے اس کو باندھا اور آ کر لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے لگا، جب اس نے دیکھا کہ مجاہدین میں کچھ کمزور لوگ ہیں اور ان کے پاس سواریاں بھی کم ہیں، تو وہ وہاں سے نکل اور بھاگتا ہوا، اپنے اونٹ کو دوڑاتے ہوئے وہاں سے چلا گیا اسلم قبیلے سے تعلق رکھنے والا ایک شخص اپنی خاکستری اونٹنی پر اس کے پیچھے گیا، وہ اونٹنی ہماری تمام سواریوں میں سب سے بہترین سواری تھی، حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں پیدل ہی بھاگتا ہوا اس کے پیچھے گیا اور جا کر اس کو پکڑ لیا، جب کہ اونٹنی کا سر اس کے اونٹ کی ران کے قریب تھا، یہاں تک کہ میں اونٹنی کی پچھلی ٹانگوں کے ساتھ تھا، پھر میں آگے بڑھا، یہاں تک کہ میں اونٹ کی پچھلی ٹانگوں کے پاس پہنچ گیا، میں اور آگے بڑھا یہاں تک کہ میں نے اونٹ کی نکیل پکڑ لی، پھر میں نے اسے بٹھا لیا، جب اس نے اپنا گھٹنا زمین پر رکھا، تو میں نے اپنی تلوار نکالی اور اس کے ذریعے اونٹ کے سوار کے سر پر حملہ کیا تو وہ کٹ کر دور جا گرا، میں اس کے اونٹ کو اور اس پر جو کچھ موجود تھا، ان سب کو لے کر آیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے آگے ہو کر میرا استقبال کیا اور دریافت کیا: اسے کس نے قتل کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کی سلمہ بن اکوع نے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کا سارا سامان اسے ملے گا۔

ہارون نامی راوی کہتے ہیں: روایت کے یہ الفاظ ہاشم نامی راوی کے نقل کردہ ہیں۔

بَابٌ فِي أَيِّ وَقْتٍ يُسْتَحَبُّ اللِّقَاءُ

باب: کون سے وقت میں (دشمن کا) سامنا کرنا مستحب ہے؟

2655 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيِّ عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ النُّعْمَانَ يَعْنِي ابْنَ مُقَرِّنٍ قَالَ: شَهِدْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَمْ يُقَاتِلْ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ أَخَّرَ الْقِتَالَ حَتَّى تَزُولَ الشَّمْسُ، وَتَهُبَّ الرِّيَاحُ، وَيَنْزِلَ النَّصْرُ

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے یہ بات نقل کی ہے: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دن کے ابتدائی حصے میں اگر لڑائی نہ کرنی ہوتی تو اسے اتنا موخر کرتے تھے کہ سورج ڈھل جاتا اور ہوائیں چلنے لگتی اور نصرت نازل ہو جاتی۔

2655- اسناده صحيح. ابو عمران الجوني: اسمه عبد الملك بن حبيب، مشهور بكنيته وحماد: هو ابن سلمة. واخرجه الترمذي (1705)، والنسائي في "الكبرى" (8583) من طريق حماد بن سلمة، بهذا الاسناد. وقال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح. وهو في "مسند احمد" (23744)، و"صحيح ابن حبان" (4757).

بَابٌ فِيمَا يُؤْمَرُ بِهِ مِنَ الصَّمْتِ عِنْدَ اللِّقَاءِ

باب: (دشمن کا) سامنا کرنے کے وقت، خاموش رہنے کا حکم ہونا

2656 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، ح وحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادٍ، قَالَ: كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُونَ الصَّوْتَ عِنْدَ الْقِتَالِ

حضرت قیس بن عباد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جنگ کے وقت آوازیں نکالنے کو ناپسند کرتے تھے۔

2657 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، عَنْ هَمَّامٍ، حَدَّثَنِي مَطَرٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِمِثْلِ ذٰلِكَ

ابو بردہ اپنے والد (حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند روایت نقل کرتے ہیں)

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَتَرَجَّلُ عِنْدَ اللِّقَاءِ

باب: آدمی کا لڑائی کے وقت پیدل ہونا

2658 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: لَمَّا لَقِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ حُنَيْنٍ فَانْكَشَفُوا نَزَلَ عَنْ بَغْلَتِهِ فَتَرَجَّلَ

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ حنین کے موقع پر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشرکین سے سامنا ہوا اور لوگ بھاگ کھڑے ہوئے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر سے نیچے اتر آئے اور پیدل ہو گئے۔

بَابٌ فِي الْخُيَلَاءِ فِي الْحَرْبِ

باب: جنگ کے دوران (دشمن کے سامنے) بڑائی کا اظہار کرنا

2659 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَمُوسٰى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، الْمَعْنَى وَاحِدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيٰى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ جَابِرِ بْنِ عَتِيكٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَتِيكٍ، أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: مِنَ الْغَيْرَةِ مَا يُحِبُّ اللهُ وَمِنْهَا مَا يُبْغِضُ اللهُ، فَأَمَّا الَّتِي يُحِبُّهَا اللهُ فَالْغَيْرَةُ فِي الرِّيبَةِ، وَأَمَّا

2658- اسناده صحيح. ابو اسحاق: هو عمرو بن عبد الله السبيعي، واسرائيل: هو ابن يونس بن ابي اسحاق السبيعي، وهو من اثبت الناس في جده للزومه اياه. ووكيع: هو ابن الجراح الرؤاسي. واخرجه البخاري (2930) و (3042)، ومسلم (1776)، والنسائي في "الكبرى" (8575) و (10366) من طرق عن ابي اسحاق، به. وهو في "صحيح ابن حبان" (4775).

الْغَيْرَةُ الَّتِي يُبْغِضُهَا اللهُ فَالْغَيْرَةُ فِي غَيْرِ رِيبَةٍ. وَإِنَّ مِنَ الْخُيَلَاءِ مَا يُبْغِضُ اللهُ، وَمِنْهَا مَا يُحِبُّ اللهُ. فَأَمَّا الْخُيَلَاءُ الَّتِي يُحِبُّ اللهُ فَاخْتِيَالُ الرَّجُلِ نَفْسَهُ عِنْدَ الْقِتَالِ، وَاخْتِيَالُهُ عِنْدَ الصَّدَقَةِ، وَأَمَّا الَّتِي يُبْغِضُ اللهُ فَاخْتِيَالُهُ فِي الْبَغْيِ قَالَ مُوسَى: وَالْفَخْرِ

حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''کچھ قسم کی غیرت وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور کچھ وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے جہاں تک اس کا تعلق ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے تو اس سے مراد وہ غیرت ہے جو کسی شبہ کی بنیاد پر ہو، جہاں تک اس غیرت کا تعلق ہے جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے تو اس سے مراد وہ جو شبہ کے بغیر ہو، اور تکبر کی ایک ایسی قسم ہے، جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے اور کچھ وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے، جہاں تک اس تکبر کا تعلق ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے تو اس سے مراد آدمی کا لڑائی کے وقت اپنی بڑائی کا اظہار کرنا اور صدقہ کرنے کے وقت اپنی بڑائی کا اظہار کرنا ہے، جہاں تک اس بڑائی کا تعلق ہے، جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے، تو اس سے مراد سرکشی میں بڑائی کرنا ہے، موسیٰ نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: اور فخر کرتا ہے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُسْتَأْسَرُ

باب: آدمی سے قید ہونے کا مطالبہ کیا جانا

2660 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ جَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ حَلِيفُ بَنِي زُهْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشَرَةً عَيْنًا، وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَاصِمَ بْنَ ثَابِتٍ فَنَفَرُوا لَهُمْ هُذَيْلٌ بِقَرِيبٍ مِنْ مِائَةِ رَجُلٍ رَامٍ، فَلَمَّا أَحَسَّ بِهِمْ عَاصِمٌ لَجَئُوا إِلَى قَرْدَدٍ فَقَالُوا لَهُمْ: انْزِلُوا فَأَعْطُوا بِأَيْدِيكُمْ وَلَكُمُ الْعَهْدُ وَالْمِيثَاقُ أَنْ لَا نَقْتُلَ مِنْكُمْ أَحَدًا. فَقَالَ عَاصِمٌ: أَمَّا أَنَا فَلَا أَنْزِلُ فِي ذِمَّةِ كَافِرٍ، فَرَمَوْهُمْ بِالنَّبْلِ فَقَتَلُوا عَاصِمًا فِي سَبْعَةِ نَفَرٍ، وَنَزَلَ إِلَيْهِمْ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ عَلَى الْعَهْدِ وَالْمِيثَاقِ: مِنْهُمْ خُبَيْبٌ، وَزَيْدُ بْنُ الدَّثِنَةِ، وَرَجُلٌ آخَرُ، فَلَمَّا اسْتَمْكَنُوا مِنْهُمْ أَطْلَقُوا أَوْتَارَ قِسِيِّهِمْ فَرَبَطُوهُمْ بِهَا، فَقَالَ الرَّجُلُ الثَّالِثُ: هَذَا أَوَّلُ الْغَدْرِ، وَاللهِ لَا أَصْحَبُكُمْ إِنَّ لِي بِهَؤُلَاءِ لَأُسْوَةً. فَجَرُّوهُ فَأَبَى أَنْ يَصْحَبَهُمْ فَقَتَلُوهُ. فَلَبِثَ خُبَيْبٌ أَسِيرًا حَتَّى أَجْمَعُوا قَتْلَهُ، فَاسْتَعَارَ مُوسَى يَسْتَحِدُّ بِهَا، فَلَمَّا خَرَجُوا بِهِ لِيَقْتُلُوهُ قَالَ لَهُمْ خُبَيْبٌ: دَعُونِي أَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: وَاللهِ لَوْلَا أَنْ تَحْسَبُوا مَا بِي جَزَعًا لَزِدْتُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمیوں کو جاسوسی کے لیے روانہ کیا اور حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا، ہذیل قبیلے کے ایک سو تیر انداز ان کے مقابلے پر آ گئے، حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے جب انہیں دیکھا تو یہ سب لوگ ٹیلے کی اوٹ میں ہو گئے لیکن ان لوگوں نے ان کو گھیر لیا اور بولے: تم لوگ اپنے ہتھیار پھینک دو، اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو، ہم تمہارے ساتھ یہ عہد کرتے ہیں اور پکا وعدہ

کرتے ہیں کہ تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے، اس پر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا: میں کسی کافر شخص کے کیے ہوئے معاہدے میں نہیں آؤں گا، پھر ان لوگوں نے مجاہدین کو تیر مارنے شروع کیے، یہاں تک کہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ سمیت سات افراد شہید ہو گئے، جب کہ تین افراد نے خود کو ان کے حوالے کر دیا، وہ حضرات یہ تھے، حضرت خبیب، حضرت زید بن دثنہ اور ایک اور صاحب تھے، جب ان کافروں نے ان لوگوں کو پکڑ لیا تو ان کی کمانوں کی تانتیں کھول کر ان کے ذریعے ان حضرات کا باندھ دیا، تو وہ تیسرا آدمی بولا: یہ پہلی وعدہ خلافی ہے، اللہ کی قسم! میں تمہارے ساتھ نہیں چلوں گا، میرے لیے میرے ساتھی نمونہ ہیں (جنہیں شہید کیا گیا ہے) انہوں نے اس شخص کو گھسیٹنے کی کوشش کی، لیکن اس نے ان کے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا، تو ان لوگوں نے اسے بھی شہید کر دیا۔

پھر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو قیدی بنا لیا گیا، یہاں تک کہ انہوں نے ان لوگوں کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا، تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے استرا منگوایا، تاکہ اس کے ذریعے زیرِ ناف بال صاف کر لیں، جب وہ لوگ انہیں قتل کرنے کے لیے ساتھ لے کر چلے، تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے کچھ موقع دو، تاکہ میں دو رکعت نماز ادا کر لوں (دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد) انہوں نے فرمایا: اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم یہ سمجھو گے کہ میں موت کے خوف کی وجہ سے نماز پڑھ رہا ہوں، تو میں یہ نماز طویل ادا کرتا۔

2661 - حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْفٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ أَبِي سُفْيَانَ بْنِ أَسِيدِ بْنِ جَارِيَةَ الثَّقَفِيُّ، وَهُوَ حَلِيفٌ لِبَنِي زُهْرَةَ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي هُرَيْرَةَ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ

❀❀ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے حوالے سے بھی منقول ہے۔

بَابٌ فِي الْكُمَنَاءِ

باب: کمین گاہ میں (بیٹھنے والے لوگ)

2662 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يُحَدِّثُ قَالَ: جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرُّمَاةِ يَوْمَ أُحُدٍ وَكَانُوا خَمْسِينَ رَجُلًا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ جُبَيْرٍ، وَقَالَ: إِنْ رَأَيْتُمُونَا تَخْطَفُنَا الطَّيْرُ، فَلَا تَبْرَحُوا مِنْ مَكَانِكُمْ هَذَا حَتَّى أُرْسِلَ لَكُمْ، وَإِنْ رَأَيْتُمُونَا هَزَمْنَا الْقَوْمَ وَأَوْطَأْنَاهُمْ فَلَا تَبْرَحُوا حَتَّى أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ. قَالَ: فَهَزَمَهُمُ اللَّهُ. قَالَ: فَأَنَا وَاللَّهِ رَأَيْتُ النِّسَاءَ يُسْنِدْنَ عَلَى الْجَبَلِ، فَقَالَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جُبَيْرٍ الْغَنِيمَةَ - أَيْ قَوْمِ الْغَنِيمَةَ -: ظَهَرَ أَصْحَابُكُمْ فَمَا تَنْتَظِرُونَ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جُبَيْرٍ: أَنَسِيتُمْ مَا قَالَ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: وَاللَّهِ لَنَأْتِيَنَّ النَّاسَ فَلَنُصِيبَنَّ مِنَ الْغَنِيمَةِ. فَأَتَوْهُمْ فَصُرِفَتْ وُجُوهُهُمْ وَأَقْبَلُوا مُنْهَزِمِينَ

❀❀ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوۂ احد کے موقع پر، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیراندازوں کے دستے پر حضرت عبداللہ بن جبیر کو امیر مقرر کیا، ان لوگوں کی تعداد پچاس تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ ہدایت کی کہ اگر تم یہ دیکھو کہ پرندے ہمارے جسم اُچک رہے ہیں، پھر بھی تم اپنی جگہ کو اس وقت تک نہ چھوڑنا، جب تک میں تمہیں پیغام نہیں دیتا اور اگر تم یہ دیکھو کہ ہم

نے کافروں کو شکست دے دی ہے اور ہم انہیں روند رہے ہیں، اس وقت بھی تم اپنی جگہ پر رہنا، جب تک میں تمہیں بلوا نہیں لیتا، راوی بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے کافروں کو شکست سے دوچار کیا، اللہ کی قسم! میں نے دیکھا کہ ان کی عورتیں (بچنے کے لیے) پہاڑ پر چڑھ رہی ہیں اس وقت حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے کہا: مال غنیمت حاصل کرلو، اے لوگو! مال غنیمت حاصل کرلو، تمہارے ساتھی غالب آ گئے ہیں، کیا تم دیکھ نہیں رہے (کہ مسلمان جیت چکے ہیں) تو حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم یہ بات بھول گئے ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کیا ارشاد فرمایا تھا، تو ان لوگوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم تو ان لوگوں کے ساتھ مل کر مال غنیمت کو اکٹھا کریں گے، تو وہ لوگ آگے چلے گئے، پھر اس کے نتیجے میں ان کے منہ پھیر دیئے گئے اور وہ شکست سے دوچار ہوئے۔

بَابٌ فِي الصُّفُوفِ

باب: صف بندی کا بیان

2663 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْغَسِيلِ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ اصْطَفَفْنَا يَوْمَ بَدْرٍ: إِذَا أَكْثَبُوكُمْ - يَعْنِي: إِذَا غَشُوكُمْ - فَارْمُوهُمْ بِالنَّبْلِ وَاسْتَبْقُوا نَبْلَكُمْ.

⊛⊛ حمزہ بن ابواُسید اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: غزوہ بدر کے موقع پر جب ہم نے صفیں قائم کرلیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب وہ تمہاری زد پر آ جائیں، تو تم انہیں تیر مارنا اور اپنے تیر احتیاط سے استعمال کرنا (یعنی غیر ضروری تیر اندازی نہ کرنا)"

بَابٌ فِي سَلِّ السُّيُوفِ عِنْدَ اللِّقَاءِ

باب: لڑائی کے وقت تلواریں سونت لینا

2664 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسٰى، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَجِيحٍ - وَلَيْسَ بِالْمَلْطِيِّ - عَنْ مَالِكِ بْنِ حَمْزَةَ بْنِ أَبِي أُسَيْدٍ السَّاعِدِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ: إِذَا أَكْثَبُوكُمْ فَارْمُوهُمْ بِالنَّبْلِ، وَلَا تَسُلُّوا السُّيُوفَ حَتّٰى يَغْشَوْكُمْ

⊛⊛ مالک بن حمزہ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: غزوہ بدر کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جب وہ تمہاری زد پر آ جائیں، تو تم انہیں تیر مارنا اور تلوار کے ذریعے تم اس وقت حملہ کرنا، جب وہ تمہاری تلوار کی زد تک پہنچ جائیں"

بَابٌ فِي الْمُبَارَزَةِ

باب: (لڑائی کے وقت) مقابلے کے لیے للکارنا

2665 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: تَقَدَّمَ - يَعْنِي عُتْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ - وَتَبِعَهُ ابْنُهُ وَأَخُوهُ فَنَادَى مَنْ يُبَارِزُ؛ فَانْتَدَبَ لَهُ شَبَابٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: مَنْ أَنْتُمْ؛ فَأَخْبَرُوهُ فَقَالَ: لَا حَاجَةَ لَنَا فِيكُمْ إِنَّمَا أَرَدْنَا بَنِي عَمِّنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُمْ يَا حَمْزَةُ قُمْ يَا عَلِيُّ قُمْ يَا عُبَيْدَةُ بْنَ الْحَارِثِ. فَأَقْبَلَ حَمْزَةُ إِلَى عُتْبَةَ، وَأَقْبَلْتُ إِلَى شَيْبَةَ، وَاخْتُلِفَ بَيْنَ عُبَيْدَةَ وَالْوَلِيدِ ضَرْبَتَانِ فَأَثْخَنَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ، ثُمَّ مِلْنَا عَلَى الْوَلِيدِ فَقَتَلْنَاهُ، وَاحْتَمَلْنَا عُبَيْدَةَ

❁❁ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ آگے آیا (یعنی غزوہ بدر کے دن مشرکین کا سردار عتبہ بن ربیعہ آگے آیا) اس کے پیچھے اس کا بیٹا اور اس کا بھائی بھی آگئے، اس نے پکار کر کہا: کون مقابلہ کرے گا؟ تو کچھ انصاری نوجوان اس کے سامنے آگئے، اس نے دریافت کیا: تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے اسے بتایا، تو وہ بولا: ہمارا تم سے کوئی واسطہ نہیں ہے، ہم اپنے چچازاد افراد کے ساتھ (مقابلہ کرنا چاہتے ہیں) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے حمزہ! تم اٹھو، اے علی! تم اٹھو، اے عبیدہ بن حارث! تم اٹھو، تو حضرت حمزہ، عتبہ کی طرف گئے، میں، شیبہ کی طرف گیا اور عبیدہ اور ولید کے درمیان مقابلہ ہوا، انہوں نے ایک دوسرے پر حملے کیے، پھر میں نے اور عبیدہ بن حارث نے ولید پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا، پھر ہم عبیدہ کو اٹھا کر (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس) لے آئے۔

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ الْمُثْلَةِ

باب: مثلہ کرنے کی ممانعت

2666 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، وَزِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، قَالَا: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا مُغِيرَةُ، عَنْ شِبَاكٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هُنَيِّ بْنِ نُوَيْرَةَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعَفُّ النَّاسِ قِتْلَةً أَهْلُ الْإِيمَانِ

❁❁ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

''لوگوں میں سے اہل ایمان قتل کرنے میں سب سے بہتر ہوتے ہیں (یعنی وہ لاش کی بے حرمتی نہیں کرتے)''

2667 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ الْهَيَّاجِ

2665- اسناده صحيح، ابو اسحاق: هو عمرو بن عبدالله السبيعي. واسرائيل: هو ابن يونس بن ابي اسحاق، وعثمان بن عمر: هو ابن فارس العبدي. واخرجه ابن ابي شيبة /14/362-364، واحمد (948)، والبزار في "مسنده" (719)، والطبري في "تاريخه" /2/424-426، والحاكم /1943، والبيهقي /2763 و1319

بْنِ عِمْرَانَ، أَنَّ عِمْرَانَ أَبَقَ لَهُ غُلَامٌ، فَجَعَلَ لِلَّهِ عَلَيْهِ لَئِنْ قَدَرَ عَلَيْهِ لَيَقْطَعَنَّ يَدَهُ، فَأَرْسَلَنِي لِأَسْأَلَ لَهُ فَأَتَيْتُ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: كَانَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحُثُّنَا عَلَى الصَّدَقَةِ، وَيَنْهَانَا عَنِ الْمُثْلَةِ. فَأَتَيْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحُثُّنَا عَلَى الصَّدَقَةِ وَيَنْهَانَا عَنِ الْمُثْلَةِ

ہیاج بن عمران بیان کرتے ہیں: عمران کا ایک غلام مفرور ہو گیا، تو انہوں نے یہ قسم اٹھائی کہ اگر وہ مجھے مل گیا تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں گا، پھر انہوں نے مجھے یہ مسئلہ دریافت کرنے کے لیے بھیجا میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے اس بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں صدقہ کرنے کی ترغیب دیتے تھے اور مثلہ کرنے سے منع کرتے تھے۔ (راوی کہتے ہیں) میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے یہ مسئلہ دریافت کیا، تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں صدقہ کرنے کی ترغیب دیتے تھے اور مثلہ کرنے سے منع کرتے تھے۔

بَابٌ فِي قَتْلِ النِّسَاءِ

باب: عورتوں کو قتل کرنا

2668 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ، وَقُتَيْبَةُ يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ امْرَأَةً وُجِدَتْ فِي بَعْضِ مَغَازِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْتُولَةً، فَأَنْكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی، ایک جنگ میں، ایک عورت مقتول پائی گئی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے کو ناپسندیدہ قرار دیا۔

2669 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ الْمُرَقَّعِ بْنِ صَيْفِيِّ بْنِ رَبَاحٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ جَدِّهِ رَبَاحِ بْنِ رَبِيعٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ فَرَأَى النَّاسَ مُجْتَمِعِينَ عَلَى شَيْءٍ فَبَعَثَ رَجُلًا، فَقَالَ: انْظُرْ عَلَامَ اجْتَمَعَ هَؤُلَاءِ؟ فَجَاءَ فَقَالَ: عَلَى امْرَأَةٍ قَتِيلٍ. فَقَالَ: مَا كَانَتْ هَذِهِ لِتُقَاتِلَ قَالَ: وَعَلَى الْمُقَدِّمَةِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فَبَعَثَ رَجُلًا، فَقَالَ: قُلْ لِخَالِدٍ لَا يَقْتُلَنَّ امْرَأَةً وَلَا عَسِيفًا

حضرت رباح بن ربیع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنگ میں شریک ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ لوگ کسی چیز کے آس پاس اکٹھے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا کہ وہ دیکھ کر آئے کہ لوگ کیوں جمع

2669- اسناده صحيح. ابو الوليد الطيالسي: هو هشام بن عبد الملك. واخرجه النسائي في "الكبرى" (8571) من طريق عمر بن مرقع، به. واخرجه ابن ماجه (2842/م)، والنسائي في "الكبرى" (8572) من طريق المغيرة بن عبد الرحمن الحزامي، عن المرقع، به. وهو في "مسند احمد" (15992)، و"صحيح ابن حبان" (4789). واخرجه ابن ماجه (2842)، والنسائي (8573) من طريق سفيان الثوري، عن ابي الزناد، عن المرقع، عن حنظلة بن الربيع الكاتب وهو اخو رباح بن الربيع ونقل ابن ماجه عن ابن ابي شيبة قوله: يخطء الثوري فيه. وهو في "مسند احمد" (17610)، و"صحيح ابن حبان" (4791).

بارے میں دریافت کیا، جہاں رات کے وقت حملہ کیا جاتا ہے اور اس حملے میں ان کے بچے اور عورتیں مارے جاتے ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ اُن کا حصہ ہیں۔

عمرو بن دینار نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ''وہ اپنے آباؤ اجداد کا حصہ ہیں'' زہری نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: پھر اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے (جنگ کے دوران) عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع کر دیا۔

بَابٌ فِي كَرَاهِيَةِ حَرْقِ الْعَدُوِّ بِالنَّارِ

باب: دشمن کو آگ میں جلانے کا ناپسندیدہ ہونا

2673 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا مُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحِزَامِيُّ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَمْزَةَ الْأَسْلَمِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّرَهُ عَلَى سَرِيَّةٍ قَالَ: فَخَرَجْتُ فِيهَا، وَقَالَ: إِنْ وَجَدْتُمْ فُلَانًا فَأَحْرِقُوهُ بِالنَّارِ. فَوَلَّيْتُ فَنَادَانِي فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ: إِنْ وَجَدْتُمْ فُلَانًا فَاقْتُلُوهُ وَلَا تُحْرِقُوهُ، فَإِنَّهُ لَا يُعَذِّبُ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ

❀❀ محمد بن حمزہ اسلمی اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے انہیں ایک مہم کا امیر مقرر کیا، راوی کہتے ہیں:

جب میں روانہ ہونے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تمہیں فلاں شخص مل جائے، تو اسے آگ میں جلا دینا میں وہاں سے مڑ کر چل پڑا، پھر آپ ﷺ نے مجھے پیچھے سے بلوایا، میں آپ ﷺ کے پاس واپس آیا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم فلاں شخص کو پاؤ، تو اسے قتل کر دینا، اسے جلانا نہیں، کیونکہ آگ کا عذاب، صرف آگ کا پروردگار دے سکتا ہے''

2674 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ، وَقُتَيْبَةُ، أَنَّ اللَّيْثَ بْنَ سَعْدٍ حَدَّثَهُمْ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْثٍ فَقَالَ: إِنْ وَجَدْتُمْ فُلَانًا وَفُلَانًا. فَذَكَرَ مَعْنَاهُ

❀❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ہمیں ایک مہم پر روانہ کیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم فلاں اور فلاں کو پاؤ، تو (اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے)

2675 - حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ، عَنِ ابْنِ سَعْدٍ - قَالَ: غَيْرُ أَبِي صَالِحٍ - عَنِ الْحَسَنِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهِ فَرَأَيْنَا حُمَرَةً مَعَهَا فَرْخَانِ فَأَخَذْنَا فَرْخَيْهَا، فَجَاءَتِ

2673-حديث صحيح، وهذا اسناد حسن من اجل محمد بن حمزة الاسلمي والمغيرة بن عبد الرحمن الحزامي، فهما صدوقان حسنا الحديث، وقد روي باسناد آخر صحيح عن حمزة بن عمرو الاسلمي. وهو عند سعيد بن منصور (2643). واخرجه احمد بن حنبل (16034)، والبخاري في "تاريخه" 1/591، وابن ابي عاصم في "الآحاد والمثاني" (2376)، وابو يعلى (1536)، وابن قانع في "معجم الصحابة" 1/1671، والطبراني في "الكبير" (2990)، وابن حزم في "المحلى" 37610/و 38311/، والبيهقي 729/ من طريق المغيرة بن عبد الرحمن، بهذا الاسناد. واخرجه عبد الرزاق (9418)، واحمد (16036)، والبيهقي 729/

الْحُمَّرَةُ فَجَعَلَتْ تَفْرِشُ، فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَنْ فَجَعَ هَذِهِ بِوَلَدِهَا؟ رُدُّوا وَلَدَهَا إِلَيْهَا. وَرَأَى قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا فَقَالَ: مَنْ حَرَّقَ هَذِهِ؟ قُلْنَا: نَحْنُ. قَالَ: إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُعَذِّبَ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ

عبدالرحمٰن بن عبداللہ اپنے والد (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر کر رہے تھے آپ ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے ہم نے ایک چڑیا دیکھی جس کے ساتھ اس کے دو بچے بھی تھے ہم نے اس کے دونوں بچے پکڑ لیے وہ چڑیا آئی اور ان کے گرد منڈلانے لگی نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دریافت کیا: کس نے اسے اس کی اولاد کے حوالے سے تکلیف پہنچائی ہے؟ اس کے بچے اسے واپس کرو۔ (ایک اور موقع کی بات ہے) نبی اکرم ﷺ نے ملاحظہ فرمایا ہے، چیونٹیوں کے ایک بڑے بل کو ہم نے جلا دیا ہے، تو آپ ﷺ نے دریافت کیا: اس کو کس نے آگ لگائی ہے؟ ہم نے عرض کی، ہم نے لگائی ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آگ کے ذریعے عذاب دینا صرف آگ کے پروردگار کے لیے مناسب ہے۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يُكْرِي دَابَّتَهُ عَلَى النِّصْفِ أَوِ السَّهْمِ

باب: آدمی کا نصف یا پورے حصے کے عوض میں، اپنے جانور کو (جہاد کے لیے) کرائے پر دینا

2676 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ أَبُو النَّضْرِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو زُرْعَةَ يَحْيَى بْنُ أَبِي عَمْرٍو السَّيْبَانِيُّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ، قَالَ: نَادَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَخَرَجْتُ إِلَى أَهْلِي فَأَقْبَلْتُ، وَقَدْ خَرَجَ أَوَّلُ صَحَابَةِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فَطَفِقْتُ فِي الْمَدِينَةِ أُنَادِي أَلَا مَنْ يَحْمِلُ رَجُلًا لَهُ سَهْمُهُ، فَنَادَى شَيْخٌ مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ: لَنَا سَهْمُهُ عَلَى أَنْ نَحْمِلَهُ عَقَبَةً وَطَعَامُهُ مَعَنَا. قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: فَسِرْ عَلَى بَرَكَةِ اللهِ تَعَالَى. قَالَ: فَخَرَجْتُ مَعَ خَيْرِ صَاحِبٍ حَتَّى أَفَاءَ اللهُ عَلَيْنَا. فَأَصَابَنِي قَلَائِصُ فَسُقْتُهُنَّ حَتَّى أَتَيْتُهُ. فَخَرَجَ فَقَعَدَ عَلَى حَقِيبَةٍ مِنْ حَقَائِبِ إِبِلِهِ، ثُمَّ قَالَ: سُقْهُنَّ مُدْبِرَاتٍ. ثُمَّ قَالَ: سُقْهُنَّ مُقْبِلَاتٍ فَقَالَ: مَا أَرَى قَلَائِصَكَ إِلَّا كِرَامًا. قَالَ: إِنَّمَا هِيَ غَنِيمَتُكَ الَّتِي شَرَطْتُ لَكَ. قَالَ: خُذْ قَلَائِصَكَ يَا ابْنَ أَخِي فَغَيْرَ سَهْمِكَ أَرَدْنَا

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ تبوک کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے اعلان کروایا، تو میں اپنے گھر گیا میں واپس آیا تو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب کا پہلا قافلہ روانہ ہو چکا تھا، میں مدینہ منورہ میں گھوم پھر کر یہ اعلان کرنے لگا: کوئی ہے جو ایک شخص کو (یعنی مجھے) اپنے ساتھ سواری پر سوار کرلے، تو اس کے بدلے میں مال غنیمت کے حصے میں سے اسے بھی حصہ ملے گا، تو انصار سے تعلق رکھنے والے ایک عمر رسیدہ شخص نے کہا: اس کی غنیمت کا حصہ ہمارا ہوگا اور ہم اسے اس کی باری پر اسے سوار کریں گے اور وہ کھانا بھی ہمارے ساتھ کھائے گا، میں نے کہا: ٹھیک ہے، اس نے کہا: تو اللہ تعالیٰ کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے چل پڑو، راوی کہتے ہیں: تو میں ایک بہترین ساتھی کے ساتھ روانہ ہو گیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مال غنیمت

عطا کیا جس میں مجھے کچھ اونٹنیاں ملیں، میں ان اونٹنیوں کو لے کر اپنے ساتھی کے پاس آیا، وہ اس وقت اپنے اونٹ کے پالان کے پیچھے والے حصے پر بیٹھا ہوا تھا، اس نے کہا: تم انہیں چلاؤ، تاکہ میں پیچھے کی طرف سے انہیں دیکھوں، پھر اس نے کہا: تم انہیں چلاؤ، تاکہ میں انہیں آگے کی طرف سے دیکھوں، پھر وہ بولا: تمہاری اونٹنیاں بڑی بہترین ہیں، میں نے کہا: یہ مال غنیمت میں سے آپ کا وہ حصہ ہے، جس کے بارے میں، میں نے آپ کے ساتھ طے کیا تھا تو اس نے کہا: اے میرے بھتیجے! اپنی اونٹنیاں لے جاؤ، ہم نے تمہارے دوسرے حصے کو مراد لیا تھا، یعنی (اجر و ثواب مراد لیا تھا)

بَابٌ فِي الْأَسِيرِ يُوثَقُ

باب: قیدی کو باندھ دینا

2677 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: عَجِبَ رَبُّنَا عَزَّ وَجَلَّ مِنْ قَوْمٍ يُقَادُونَ إِلَى الْجَنَّةِ فِي السَّلَاسِلِ

❁❁ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:
"ہمارا پروردگار ان لوگوں کو پسند کرتا ہے، جنہیں زنجیروں میں جکڑ کر جنت کی طرف لے جایا جائے گا"

2678 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ أَبِي الْحَجَّاجِ أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ جُنْدُبِ بْنِ مَكِيثٍ، قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللهِ بْنَ غَالِبٍ اللَّيْثِيَّ فِي سَرِيَّةٍ وَكُنْتُ فِيهِمْ، وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَشُنُّوا الْغَارَةَ عَلَى بَنِي الْمُلَوِّحِ بِالْكَدِيدِ، فَخَرَجْنَا حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْكَدِيدِ لَقِينَا الْحَارِثَ بْنَ الْبَرْصَاءِ اللَّيْثِيَّ، فَأَخَذْنَاهُ فَقَالَ: إِنَّمَا جِئْتُ أُرِيدُ الْإِسْلَامَ، وَإِنَّمَا خَرَجْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا: إِنْ تَكُنْ مُسْلِمًا لَمْ يَضُرَّكَ رِبَاطُنَا يَوْمًا وَلَيْلَةً، وَإِنْ تَكُنْ غَيْرَ ذَلِكَ نَسْتَوْثِقُ مِنْكَ، فَشَدَدْنَاهُ وِثَاقًا

❁❁ حضرت جندب بن مکیث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن غالب لیثی کو ایک مہم پر روانہ کیا میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو یہ ہدایت کی کہ وہ "کدید" کے مقام پر موجود بنوملوح پر چاروں طرف سے حملہ کر دیں ہم روانہ ہوئے یہاں تک کہ ہم کدید پہنچ گئے وہاں ہمیں حارث بن برصاء لیثی ملا، ہم نے اسے پکڑ لیا تو اس نے کہا: میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں، اور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی نیت سے ہی (اپنے علاقے سے) نکلا

2678- وهو في "السيرة النبوية" لابن هشام/2574-258. واخرجه مطولاً ومختصراً ابن سعد في "الطبقات الكبرى" /1242، واحمد (15844)، والبخاري في "تاريخه" /2212، والطبري في "تاريخه" /1442، والطحاوي في "شرح المعاني" /2083، وابن قانع في "معجم الصحابة" /1451-146، والطبراني في "الكبير" (1726)، والحاكم/1242، والبيهقي/889 من طريق محمد بن اسحاق، بهذا الاسناد، وصححه الحاكم ووافقه الذهبي.

ہوں، ہم نے اس سے کہا: اگر تم واقعی مسلمان ہونا چاہتے ہو، تو پھر اگر ہم تمہیں ایک دن اور ایک رات کے لیے باندھ لیتے ہیں، تو اس سے تمہیں کوئی نقصان نہیں ہوگا، اس طرح ہم تمہاری طرف سے بے فکر ہو جائیں گے اور اگر اس کے علاوہ صورتِ حال ہوئی، تو ہم تمہاری تحقیق کرلیں گے، تو ہم نے اسے مضبوطی سے باندھ دیا۔

2679 - حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ وَقُتَيْبَةُ - قَالَ قُتَيْبَةُ: - حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ، فَجَاءَتْ بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ: ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ سَيِّدُ أَهْلِ الْيَمَامَةِ فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، فَخَرَجَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَاذَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ، قَالَ: عِنْدِي يَا مُحَمَّدُ خَيْرٌ إِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَا دَمٍ، وَإِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ، وَإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْمَالَ فَسَلْ تُعْطَ مِنْهُ مَا شِئْتَ. فَتَرَكَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا كَانَ الْغَدُ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ، فَأَعَادَ مِثْلَ هَذَا الْكَلَامِ. فَتَرَكَهُ حَتَّى كَانَ بَعْدَ الْغَدِ، فَذَكَرَ مِثْلَ هَذَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَطْلِقُوا ثُمَامَةَ. فَانْطَلَقَ إِلَى نَخْلٍ قَرِيبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ فِيهِ، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ سَاقَ الْحَدِيثَ. قَالَ عِيسَى: أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ وَقَالَ: ذَا ذِمٍّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی سمت ایک مہم روانہ کی، وہ بنو حنیفہ سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کو پکڑ کر لائے، جس کا نام ثمامہ بن اُثال تھا، وہ اہل یمامہ کا سردار تھا، اسے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور دریافت کیا: ثمامہ تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس بھلائی ہے، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے قتل کر دیتے ہیں، تو ایک ایسے شخص کو قتل کریں گے جو کوئی حیثیت رکھتا ہے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم احسان کرتے ہیں تو ایک ایسے شخص پر احسان کریں گے، جو شکر گزار ہوتا ہے اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مال کی ضرورت ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بتائیں، آپ جتنا چاہیں گے اتنا مال مل جائے گا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس کے حال پر رہنے دیا، اگلے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس سے دریافت کیا: ثمامہ تمہارا کیا حال ہے اس نے پہلے والی بات دہرا دی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اسے اس کے حال پر رہنے دیا، اگلے دن بھی یہی مکالمہ ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ثمامہ کو آزاد کر دو، وہ وہاں سے گیا اور مسجد کے قریب ایک باغ میں آیا، وہاں اس نے غسل کیا پھر مسجد میں واپس آیا اور بولا:

''میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں''۔

عیسیٰ نامی راوی نے لیث کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں (یعنی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے قتل کرتے ہیں) تو ایک ایسے شخص کو قتل کریں گے، جس کو پناہ دی گئی ہو۔

2680 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا سَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ قَالَ:

حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَعْدِ بْنِ زُرَارَةَ قَالَ: قُدِمَ بِالْأُسَارَى حِينَ قُدِمَ بِهِمْ وَسَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ عِنْدَ آلِ عَفْرَاءَ فِي مُنَاخِهِمْ عَلَى عَوْفٍ، وَمُعَوِّذٍ ابْنَيْ عَفْرَاءَ - قَالَ: وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ يُضْرَبَ عَلَيْهِنَّ الْحِجَابُ - قَالَ: تَقُولُ سَوْدَةُ: وَاللهِ إِنِّي لَعِنْدَهُمْ إِذْ أَتَيْتُ فَقِيلَ: هٰؤُلَاءِ الْأُسَارَى قَدْ أُتِيَ بِهِمْ فَرَجَعْتُ إِلَى بَيْتِي وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ، وَإِذَا أَبُو يَزِيدَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو فِي نَاحِيَةِ الْحُجْرَةِ مَجْمُوعَةٌ يَدَاهُ إِلَى عُنُقِهِ بِحَبْلٍ. ثُمَّ ذَكَرَ الْحَدِيثَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُمَا قَتَلَا أَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ وَكَانَا انْتَدَبَا لَهُ وَلَمْ يَعْرِفَاهُ. وَقُتِلَا يَوْمَ بَدْرٍ.

❀❀ یحییٰ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: جب بدر کے قیدیوں کو لایا گیا، تو سیّدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا، افراء کے بچوں کے پاس تھیں، اس جگہ پر، جہاں انہوں نے اپنی سواریاں بٹھائی ہوئی تھیں، ان بچوں کا نام عوف اور معوذ تھا، یہ واقعہ امہات المومنین پر پردے کا حکم فرض ہونے سے پہلے کا ہے، سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اللہ تعالیٰ کی قسم! میں ان لوگوں کے ہاں موجود تھی، جب میں (وہاں سے) واپس آئی تو مجھے بتایا گیا کہ قیدی لائے گئے ہیں، میں اپنے گھر واپس آ گئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں موجود تھے، ابویزید سہل بن عمرو، حجرے کے کونے میں پڑا ہوا تھا ایک رسی اس کے ذریعے اس کے ہاتھوں کو اس کی گردن سے باندھ دیا گیا تھا (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث بیان کی ہے)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ دونوں صاحبان (یعنی افراء کے دونوں صاحبزادے) وہ ہیں، جنہوں نے ابوجہل بن ہشام کو قتل کیا تھا یہ دونوں اس کی تلاش میں تھے، لیکن اسے پہچانتے نہیں تھے، اور یہ دونوں غزوہ بدر کے موقع پر شہید بھی ہو گئے تھے۔

بَابٌ فِي الْأَسِيرِ يُنَالُ مِنْهُ وَيُضْرَبُ وَيُقَرَّرُ

باب: قیدی کو دھمکانا، مارنا اور اس سے اقرار کروانا

2681 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ. قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَدَبَ أَصْحَابَهُ فَانْطَلَقُوا إِلَى بَدْرٍ، فَإِذَا هُمْ بِرَوَايَا قُرَيْشٍ فِيهَا عَبْدٌ أَسْوَدُ لِبَنِي الْحَجَّاجِ. فَأَخَذَهُ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلُوا يَسْأَلُونَهُ أَيْنَ أَبُو سُفْيَانَ؟ فَيَقُولُ: وَاللهِ مَا لِي بِشَيْءٍ مِنْ أَمْرِهِ عِلْمٌ، وَلٰكِنْ هٰذِهِ قُرَيْشٌ قَدْ جَاءَتْ فِيهِمْ أَبُو جَهْلٍ، وَعُتْبَةُ، وَشَيْبَةُ ابْنَا رَبِيعَةَ. وَأُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ فَإِذَا قَالَ لَهُمْ ذٰلِكَ ضَرَبُوهُ. فَيَقُولُ: دَعُونِي، دَعُونِي أُخْبِرْكُمْ. فَإِذَا تَرَكُوهُ قَالَ: وَاللهِ مَا لِي بِأَبِي سُفْيَانَ مِنْ عِلْمٍ. وَلٰكِنْ هٰذِهِ قُرَيْشٌ قَدْ أَقْبَلَتْ فِيهِمْ أَبُو جَهْلٍ، وَعُتْبَةُ، وَشَيْبَةُ ابْنَا رَبِيعَةَ. وَأُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ قَدْ أَقْبَلُوا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ

2681- اسناده صحيح. ثابت: هو ابن اسلم البناني. وحماد: هو ابن سلمة. واخرجه ابن ابي شيبة/37814، واحمد (13296)، وابو عوانة (6767)، وابن حبان (4722)، والبيهقي /9 147 من طريق حماد بن سلمة، به. واخرج قصة تعيين مصارع المشركين يوم بدر احمد (182)، ومسلم (2873)، والنسائي (2074)

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَهُوَ يَسْمَعُ ذٰلِكَ. فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّكُمْ لَتَضْرِبُونَهُ إِذَا صَدَقَكُمْ وَتَدَعُونَهُ إِذَا كَذَبَكُمْ، هٰذِهِ قُرَيْشٌ قَدْ أَقْبَلَتْ لِتَمْنَعَ أَبَا سُفْيَانَ. قَالَ أَنَسٌ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا. وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ، وَهٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا. وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ، وَهٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا. وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ. فَقَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا جَاوَزَ أَحَدٌ مِنْهُمْ عَنْ مَوْضِعِ يَدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَمَرَ بِهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُخِذَ بِأَرْجُلِهِمْ فَسُحِبُوا فَأُلْقُوا فِي قَلِيبِ بَدْرٍ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو بلوایا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی طرف روانہ ہوئے وہاں انہوں نے قریش کے اونٹ دیکھے جو پانی لانے والے تھے، ان میں ایک سیاہ فام غلام بھی تھا جو بنوحجاج کا غلام تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے اسے پکڑلیا اور اس سے دریافت کیا: ابوسفیان کہاں ہے؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے اس بارے میں کوئی پتا نہیں ہے، البتہ قریش تم لوگوں سے لڑنے کے لیے آ رہے ہیں ان میں ابوجہل بھی ہے، عتبہ اور شیبہ بھی ہیں، یہ دونوں ربیعہ کے بیٹے ہیں، امیہ بن خلف بھی ہے، جب اس غلام نے ان لوگوں کو یہ جواب دیا، تو ان لوگوں نے اس کی پٹائی کرنا شروع کر دی، تو اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو مجھے چھوڑ دو میں تمہیں بتاتا ہوں جب ان حضرات نے اسے چھوڑ دیا، تو اس نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے ابوسفیان کے بارے میں کچھ پتا نہیں ہے، البتہ قریش آ رہے ہیں، جن میں ابوجہل ہے، عتبہ اور شیبہ ہیں، امیہ بن خلف ہے، وہ لوگ تقریباً آ چکے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نماز ادا کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ گفتگو سن بھی رہے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مکمل کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، جب یہ تمہارے ساتھ سچ بیان کرتا ہے، تو تم اس کی پٹائی کرتے ہو اور جب وہ تمہارے ساتھ غلط بیانی کرتا ہے، تو تم اسے چھوڑ دیتے ہو، یہ قریش آ گئے ہیں، تاکہ ابوسفیان کو بچالیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل یہ فلاں شخص کے قتل ہونے کی جگہ ہوگی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک زمین پر رکھ کر ارشاد فرمایا: کل یہ فلاں شخص کے قتل ہونے کی جگہ ہوگی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک زمین پر رکھ کر یہ ارشاد فرمایا: کل یہ فلاں شخص کے مرنے ہونے کی جگہ ہوگی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک (زمین پر رکھ کر یہ ارشاد فرمایا)

راوی بیان کرتے ہیں: اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اپنا دست مبارک رکھا تھا، ان میں سے کوئی بھی شخص وہاں سے ذرا بھی نہیں ہٹا، ان لوگوں کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، تو انہیں ٹانگوں سے پکڑ کر گھسیٹ کر بدر کے کنویں میں ڈال دیا گیا۔

بَابٌ فِي الْأَسِيرِ يُكْرَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ

باب: قیدی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنا

2682 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ الْمُقَدَّمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَشْعَثُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ يَعْنِي السِّجِسْتَانِيَّ، ح وحَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ - وَهَذَا لَفْظُهُ - ح وحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَتِ الْمَرْأَةُ تَكُونُ مِقْلَاتًا فَتَجْعَلُ عَلَى نَفْسِهَا إِنْ عَاشَ لَهَا وَلَدٌ أَنْ تُهَوِّدَهُ، فَلَمَّا أُجْلِيَتْ بَنُو النَّضِيرِ كَانَ فِيهِمْ مِنْ أَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ فَقَالُوا: لَا نَدَعُ أَبْنَاءَنَا، فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: (لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ) (البقرة: 256)

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْمِقْلَاتُ: الَّتِي لَا يَعِيشُ لَهَا وَلَدٌ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: جب کوئی ایسی عورت ہوتی کہ اس کے بچے زندہ نہ رہتے ہوں تو وہ یہ نذر مان لیا کرتی تھی کہ اگر اس کا کوئی بچہ زندہ رہ گیا تو وہ اسے یہودی بنادے گی، جب بنو نضیر کو مدینہ منورہ سے جلاوطن کیا گیا، تو ان کے درمیان کچھ ایسے بچے بھی رہ رہے تھے، جو درحقیقت انصاریوں کی اولاد تھے، انہوں نے کہا: ہم اپنے بچے کو نہیں چھوڑیں گے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے، گمراہی کے مقابلے میں ہدایت واضح ہو چکی ہے''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) مقلات اس عورت کو کہتے ہیں جس کا بچہ زندہ نہ رہتا ہو۔

بَابُ قَتْلِ الْأَسِيرِ وَلَا يُعْرَضُ عَلَيْهِ الْإِسْلَامُ

باب: قیدی کو اسلام کی دعوت دیے بغیر قتل کر دینا

2683 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ نَصْرٍ، قَالَ: زَعَمَ السُّدِّيُّ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ سَعْدٍ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ فَتْحِ مَكَّةَ أَمَّنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ إِلَّا أَرْبَعَةَ نَفَرٍ وَامْرَأَتَيْنِ وَسَمَّاهُمْ. - وَابْنُ أَبِي سَرْحٍ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ - قَالَ: وَأَمَّا ابْنُ أَبِي سَرْحٍ

2682- اسناده صحیح. ابو بشر: هو جعفر بن ایاس ابی وحشیة، وشعبة هو ابن الحجاج، والحسن بن علی: هو الحلال، وابن ابی عدی: هو محمد بن ابراهیم بن ابی عدی، وابن بشار: هو محمد بن بشار بندار. واخرجه النسائی فی "الکبری" (10982) و (10983) من طریق شعبة بهذا الاسناد. وهو فی "صحیح ابن حبان" (140).

2683- اسناده حسن. السُّدی - وهو اسماعیل بن عبد الرحمن بن ابی کریمة - واسباط بن نصر واحمد بن المفضل حدیثهم حسن لا یرتقی الی الصحة. واخرجه ابن ابی شیبة /14/ 491-492، والبزار (1151)، والنسائی (4067)، وابو یعلی (757)، والطحاوی فی "شرح معانی الآثار" /3/ 330، والهیثم بن کلیب الشاشی فی "مسنده" (73)، والدارقطنی (4345) و (4346)، والحاکم /2/ 54 و /3/ 45، والبیهقی /7/ 40 و /8/ 205 من طریق اسباط بن نصر بهذا الاسناد. وجاء عند بعضهم تعیین الذین امر النبی - صلی الله علیه وسلم - بقتلهم وهم: عکرمة بن ابی جهل وعبد الله بن خطل ومقیس بن صبابة وابن ابی السرح.

فَإِنَّهُ اخْتَبَأَ عِنْدَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَلَمَّا دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ إِلَى الْبَيْعَةِ جَاءَ بِهِ حَتَّى أَوْقَفَهُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ بَايِعْ عَبْدَ اللَّهِ. فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَنَظَرَ إِلَيْهِ ثَلَاثًا كُلُّ ذَلِكَ يَأْبَى فَبَايَعَهُ بَعْدَ ثَلَاثٍ. ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى أَصْحَابِهِ فَقَالَ: أَمَا كَانَ فِيكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ يَقُومُ إِلَى هَذَا حَيْثُ رَآنِي كَفَفْتُ يَدِي عَنْ بَيْعَتِهِ فَيَقْتُلُهُ؟ فَقَالُوا: مَا نَدْرِي يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا فِي نَفْسِكَ أَلَّا أَوْمَأْتَ إِلَيْنَا بِعَيْنِكَ. قَالَ: إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِنَبِيٍّ أَنْ تَكُونَ لَهُ خَائِنَةُ الْأَعْيُنِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَانَ عَبْدُ اللَّهِ أَخَا عُثْمَانَ مِنَ الرَّضَاعَةِ. وَكَانَ الْوَلِيدُ بْنُ عُقْبَةَ أَخَا عُثْمَانَ لِأُمِّهِ. وَضَرَبَهُ عُثْمَانُ الْحَدَّ إِذْ شَرِبَ الْخَمْرَ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: فتح مکہ کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام لوگوں کو امان دے دی صرف چار مردوں اور دو خواتین کو پناہ نہیں دی، راوی نے ان لوگوں کے نام بھی بیان کیے تھے، جن میں سے ایک کا نام ابن ابوسرح تھا، اس کی بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

"جہاں تک ابن ابوسرح کا تعلق ہے، تو وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاں چھپ گیا، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بیعت کے لیے بلایا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسے ساتھ لے آئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا، انہوں نے عرض کی: اے اللہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم! عبداللہ سے بیعت لے لیجیے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اٹھا کر اس کی طرف تین دفعہ دیکھا اور ہر مرتبہ ان کی بات نہیں مانی، پھر تین مرتبہ کے بعد آپ نے اس سے بیعت لے لی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا سمجھدار شخص نہیں تھا، جو اٹھ کر اس کی طرف آ کر (اسے قتل کر دیتا) جبکہ وہ یہ دیکھ رہا تھا کہ میں نے اس کی بیعت سے ہاتھ کھینچ لیا ہے، لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہمیں پتا نہیں تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں کیا ہے؟ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں آنکھ کے ذریعے اشارہ کر دیتے تو ہم (ہم ایسا کر لیتے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نبی کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ اس کی آنکھ خیانت کرنے والی ہو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عبداللہ نامی وہ شخص حضرت عثمان کا رضاعی بھائی تھا اور ولید بن عقبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ماں کی طرف سے شریک بھائی تھا، جب اس نے شراب پی تھی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس پر حد جاری کی تھی۔

2684 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ. قَالَ: أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ يَرْبُوعٍ الْمَخْزُومِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي جَدِّي، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ: أَرْبَعَةٌ لَا أُؤَمِّنُهُمْ فِي حِلٍّ وَلَا حَرَمٍ فَسَمَّاهُمْ. قَالَ: وَقَيْنَتَيْنِ كَانَتَا لِمِقْيَسٍ. فَقُتِلَتْ إِحْدَاهُمَا وَأُفْلِتَتِ الْأُخْرَى فَأَسْلَمَتْ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَمْ أَفْهَمْ إِسْنَادَهُ مِنِ ابْنِ الْعَلَاءِ كَمَا أُحِبُّ

عمرو بن عثمان اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: فتح مکہ کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا:

چار افراد ایسے ہیں: جنہیں حل اور حرم میں پناہ نہیں دی جائے گی، راوی نے ان کے نام بھی بیان کیے، جن میں یہ الفاظ ہیں: اور دو کنیزیں تھیں، جو مقیس کی ملکیت تھیں، ان میں سے ایک کو قتل کر دیا گیا اور دوسری بھاگ گئی، بعد میں اس نے اسلام قبول کر لیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں ابن علاء سے اس کی سند اس طرح نہیں سمجھ سکا جس طرح میں چاہتا تھا۔

2685 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ. فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ: اقْتُلُوهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: ابْنُ خَطَلٍ اسْمُهُ عَبْدُ اللهِ، وَكَانَ أَبُو بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيُّ قَتَلَهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر جب مکہ میں داخل ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر "خود" تھا، جب آپ نے اسے ہٹایا، تو ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کی: ابن خطل، کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے قتل کر دو۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابن خطل کا نام عبداللہ تھا، حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کیا تھا۔

بَابٌ فِي قَتْلِ الْأَسِيرِ صَبْرًا

باب: قیدی کو باندھ کر قتل کرنا

2686 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ الرَّقِّيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: أَرَادَ الضَّحَّاكُ بْنُ قَيْسٍ أَنْ يَسْتَعْمِلَ مَسْرُوقًا فَقَالَ لَهُ عُمَارَةُ بْنُ عُقْبَةَ: أَتَسْتَعْمِلُ رَجُلًا مِنْ بَقَايَا قَتَلَةِ عُثْمَانَ، فَقَالَ لَهُ مَسْرُوقٌ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ وَكَانَ فِي أَنْفُسِنَا مَوْثُوقَ الْحَدِيثِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَرَادَ قَتْلَ أَبِيكَ قَالَ: مَنْ لِلصِّبْيَةِ؟ قَالَ: النَّارُ. فَقَدْ رَضِيتُ لَكَ مَا رَضِيَ لَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابراہیم بیان کرتے ہیں: ضحاک بن قیس نے مسروق کو عامل مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو عمارہ بن عقبہ (بن ابومعیط) نے کہا: کیا تم ایک ایسے شخص کو عامل بنانا چاہ رہے ہو؟ جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں سے باقی رہ گیا ہے، اس پر مسروق نے اس (یعنی عمارہ) سے کہا: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہ حدیث بیان کی ہے، اور ہمارے نزدیک یہ قابل اعتماد حدیث ہے (وہ بیان کرتے ہیں) جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے والد (عقبہ بن ابومعیط) کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، تو اس نے دریافت

2685- اسناده صحيح. القعنبي: هو عبدالله بن مسلمة. وهو في "موطا مالك" 423/1، ومن طريقه اخرجه البخاري (1846)، ومسلم (1357)، والترمذي (1788)، والنسائي (2867). وهو في "مسند احمد" (12068)، و"صحيح ابن حبان" (3719)

کیا: بچوں کا کون ذمہ دار ہوگا؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آگ۔

پھر مسروق نے کہا: تو میں تمہارے لیے اسی چیز سے راضی ہوں، جس چیز کے بارے میں تمہارے لیے اللہ کے رسول راضی تھے۔

بَابٌ فِي قَتْلِ الْأَسِيرِ بِالنَّبْلِ

باب: قیدی کو تیر مار کر قتل کرنا

2687 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَشَجِّ، عَنِ ابْنِ تِعْلَى، قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، فَأُتِيَ بِأَرْبَعَةِ أَعْلَاجٍ مِنَ الْعَدُوِّ فَأَمَرَ بِهِمْ فَقُتِلُوا صَبْرًا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ لَنَا غَيْرُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، فِي هٰذَا الْحَدِيثِ قَالَ: بِالنَّبْلِ صَبْرًا، فَبَلَغَ ذٰلِكَ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْ قَتْلِ الصَّبْرِ، فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَوْ كَانَتْ دَجَاجَةٌ مَا صَبَرْتُهَا، فَبَلَغَ ذٰلِكَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ فَأَعْتَقَ أَرْبَعَ رِقَابٍ

❁❁ ابن تعلی بیان کرتے ہیں: ہم نے عبدالرحمن بن خالد بن ولید کی معیت میں جہاد میں حصہ لیا، ان کے سامنے دشمن کے چار افراد لائے گئے، جو عجمی تھے اور بڑے طاقتور تھے، ان کے حکم کے تحت انہیں بندھے ہوئے ہونے کے دوران قتل کر دیا گیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) سعید کے علاوہ دوسرے راویوں نے ابن وہب کے حوالے سے اس روایت میں ہمیں یہ بیان کیا ہے: جب وہ بندھے ہوئے تھے تو انہیں تیر مار کر قتل کر دیا، اس بات کی اطلاع حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو ملی تو انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو بندھے ہوئے شخص کو قتل کرنے سے منع کرتے ہوئے سنا ہے، اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، اگر ایک مرغی کو باندھ کر قتل کیا جائے، تو میں اسے بھی یہ نہ کرنے دوں، اس بات کی اطلاع عبدالرحمن بن خالد کو ملی، تو انہوں نے چار غلام آزاد کیے۔

بَابٌ فِي الْمَنِّ عَلَى الْأَسِيرِ بِغَيْرِ فِدَاءٍ

باب: فدیہ لیے بغیر، قیدی پر احسان کر کے (اسے رہا کر دینا)

2688 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ ثَمَانِينَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ هَبَطُوا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهٖ مِنْ جِبَالِ التَّنْعِيمِ عِنْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ

2688-اسناده صحيح. ثابت: هو ابن اسلم البناني، وحماد: هو ابن سلمة. واخرجه مسلم (1808)، والترمذي (3547)، والنسائي في "الكبرى" (8614) و (11446) من طريق حماد بن سلمة، به. وهو في "مسند احمد" (12227).

لِيَقْتُلُوهُمْ، فَأَخَذَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِلْمًا، فَأَعْتَقَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ (وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ) (الفتح: 24) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ

❁❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (حدیبیہ کے موقع پر) اہل مکہ کے 80 افراد فجر کی نماز کے وقت تنعیم کے پہاڑوں سے نیچے اترے تاکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو قتل کر دیں، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پکڑ لیا انہوں نے خود کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں انہیں رہا کر دیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل کی:

''وہی وہ ذات ہے، جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا، اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک دیا، ایسا مکہ کے نشیبی حصے میں ہوا''۔

2689 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأُسَارَى بَدْرٍ: لَوْ كَانَ مُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا، ثُمَّ كَلَّمَنِي فِي هَؤُلَاءِ النَّتْنَى لَأَطْلَقْتُهُمْ لَهُ

❁❁ محمد بن جبیر اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں سے فرمایا:
اگر آج مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور ان لوگوں کے بارے میں مجھ سے سفارش کرتا تو میں ان لوگوں کو اُس کی وجہ سے آزاد کر دیتا۔

بَابٌ فِي فِدَاءِ الْأَسِيرِ بِالْمَالِ

باب: قیدی سے مال کا فدیہ لینا

2690 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو نُوحٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سِمَاكٌ الْحَنَفِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، قَالَ: لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ فَأَخَذَ - يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - الْفِدَاءَ أَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: (مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ) (الأنفال: 67) إِلَى قَوْلِهِ: (لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ) (الأنفال: 68) مِنَ الْفِدَاءِ، ثُمَّ أَحَلَّ لَهُمُ اللهُ الْغَنَائِمَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يُسْأَلُ عَنِ اسْمِ أَبِي نُوحٍ، فَقَالَ: إِيشْ تَصْنَعُ بِاسْمِهِ؟ اسْمُهُ اسْمٌ شَنِيعٌ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: اسْمُ أَبِي نُوحٍ قُرَادٌ، وَالصَّحِيحُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ غَزْوَانَ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا: غزوہ بدر کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیہ لے لیا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ اس کے پاس قیدی ہوں (اور وہ ان سے فدیہ لے) جب تک وہ (دشمن کو)

زمین میں پوری طرح کچل نہیں دیتا"

یہ آیت یہاں تک ہے:

"تو تم نے جو کچھ وصول کیا ہے، اس کی وجہ سے تمہیں (عذاب لاحق ہوتا ہے)"

راوی کہتے ہیں: اس سے مراد فدیہ ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے مال غنیمت کو حلال قرار دے دیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے امام احمد بن حنبل کو سنا، ان سے ابونوح نامی راوی کے نام کے بارے میں دریافت کیا گیا، تو

انہوں نے فرمایا: تم نے اس کے نام کا کیا کرنا ہے؟ اس کا نام ناپسندیدہ ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس کا نام قراد ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کا نام عبدالرحمٰن بن غزوان ہے۔

2691 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْمُبَارَكِ الْعَيْشِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ حَبِيبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي الْعَنْبَسِ، عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ فِدَاءَ أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ يَوْمَ بَدْرٍ أَرْبَعَ مِائَةٍ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: غزوہ بدر کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جاہلیت (مشرکین) کا فدیہ چار سو درہم (فی کس مقرر کیا تھا)۔

2692 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادٍ، عَنْ أَبِيهِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: لَمَّا بَعَثَ أَهْلُ مَكَّةَ فِي فِدَاءِ أَسْرَاهُمْ بَعَثَتْ زَيْنَبُ فِي فِدَاءِ أَبِي الْعَاصِ بِمَالٍ، وَبَعَثَتْ فِيهِ بِقِلَادَةٍ لَهَا كَانَتْ عِنْدَ خَدِيجَةَ أَدْخَلَتْهَا بِهَا عَلَى أَبِي الْعَاصِ قَالَتْ: فَلَمَّا رَآهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَقَّ لَهَا رِقَّةً شَدِيدَةً وَقَالَ: إِنْ رَأَيْتُمْ أَنْ تُطْلِقُوا لَهَا أَسِيرَهَا، وَتَرُدُّوا عَلَيْهَا الَّذِي لَهَا. فَقَالُوا: نَعَمْ. وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ عَلَيْهِ أَوْ وَعَدَهُ أَنْ يُخَلِّيَ سَبِيلَ زَيْنَبَ إِلَيْهِ، وَبَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ وَرَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: كُونَا بِبَطْنِ يَأْجَجَ حَتَّى تَمُرَّ بِكُمَا زَيْنَبُ فَتَصْحَبَاهَا حَتَّى تَأْتِيَا بِهَا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کا فدیہ بھجوایا، تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے (شوہر حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے لیے) فدیہ میں کچھ مال بھجوایا، انہوں نے اس مال میں، اپنا ایک ہار بھی بھجوایا، جو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی شادی کے موقع پر انہیں دیا تھا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

2691- اسناده ضعيف لجهالة ابي العنبس - وهو الاكبر- فلم يرو عنه غير شعبة ومسعر ولا يعرف اسمه: وسكت عنه عبد الحق الاشبيلي مصححا له، فاعترض عليه ابن القطان في "بيان الوهم" 417/4، واخرجه النسائي في "الكبرى" (8607)، والحاكم 252/1، والبيهقي 321/6 و 68/9، وابن الجوزي في "التحقيق" (1883)، والضياء المقدسي في "المختارة" 9/ (502) من طريق شعبة، بهذا الاسناد والصحيح في مقدار ما اخذ من الفداء من اسرى بدر ما اخرجه عبد الرزاق في "مصنفه" (9394) ومن طريقه الطبراني في "الكبير" (12154)

وہ ہار ملاحظہ فرمایا، تو آپ ﷺ پر انتہائی رقت طاری ہوگئی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم مناسب سمجھو، تو اس کے قیدی کو آزاد کر دو اور اس کا ہار اسے واپس بھجوا دو، لوگوں نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے یہ عہد لیا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) ان سے وعدہ لیا کہ وہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو نبی اکرم ﷺ کے پاس آنے دیں گے (کچھ عرصے بعد) نبی اکرم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری کو بھیجا اور فرمایا: تم دونوں وادی یاجج کے نشیبی حصے میں رہنا، جب زینب تمہارے پاس آ جائے تو اسے ساتھ لے کر آ جانا۔

2693 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، حَدَّثَنَا عَمِّي يَعْنِي سَعِيدَ بْنَ الْحَكَمِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: وَذَكَرَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ مَرْوَانَ، وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَاهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حِينَ جَاءَهُ وَفْدُ هَوَازِنَ مُسْلِمِينَ، فَسَأَلُوهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَعِي مَنْ تَرَوْنَ، وَأَحَبُّ الْحَدِيثِ إِلَيَّ أَصْدَقُهُ، فَاخْتَارُوا إِمَّا السَّبْيَ، وَإِمَّا الْمَالَ. فَقَالُوا: نَخْتَارُ سَبْيَنَا، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَثْنَى عَلَى اللهِ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ إِخْوَانَكُمْ هَؤُلَاءِ جَاءُوا تَائِبِينَ، وَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّ إِلَيْهِمْ سَبْيَهُمْ، فَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يُطَيِّبَ ذَلِكَ فَلْيَفْعَلْ، وَمَنْ أَحَبَّ مِنْكُمْ أَنْ يَكُونَ عَلَى حَظِّهِ حَتَّى نُعْطِيَهُ إِيَّاهُ مِنْ أَوَّلِ مَا يُفِيءُ اللهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ. فَقَالَ النَّاسُ: قَدْ طَيَّبْنَا ذَلِكَ لَهُمْ يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّا لَا نَدْرِي مَنْ أَذِنَ مِنْكُمْ مِمَّنْ لَمْ يَأْذَنْ، فَارْجِعُوا حَتَّى يَرْفَعَ إِلَيْنَا عُرَفَاؤُكُمْ أَمْرَكُمْ. فَرَجَعَ النَّاسُ وَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ، فَأَخْبَرُوهُمْ أَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوا وَأَذِنُوا

عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں: مروان اور حضرت مسور بن مخرمہ نے اسے یہ بتایا: جب ہوازن قبیلے کا وفد مسلمان ہو کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو ان لوگوں نے آپ ﷺ سے یہ درخواست کی کہ آپ ﷺ ان کے اموال انہیں واپس کر دیں، نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: میرے ساتھ جو لوگ ہیں، انہیں تم دیکھ رہے ہو، میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ بات وہ ہے، جو سب سے زیادہ سچی ہو، تم لوگ قیدیوں اور مال میں سے کسی ایک چیز کو اختیار کر لو، انہوں نے عرض کی: ہم اپنے قیدیوں کو اختیار کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ (خطبہ دینے کے لیے) کھڑے ہوئے، آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

"امابعد! تمہارے یہ بھائی توبہ کرتے ہوئے آئے ہیں اور میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ میں ان کے قیدی انہیں واپس کر دوں، تم میں سے جو شخص اپنی خوشی کے ساتھ ایسا کرنا چاہے، وہ ایسا کرے اور جو شخص اس بات کا خواہش مند ہو کہ اسے اس کا حصہ ملنا چاہیے، تو اللہ تعالیٰ ہمیں سب سے پہلا مال غنیمت جو بھی عطا کرے گا، اس میں سے ہم اسے ادائیگی کر دیں گے، لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم اپنی خوشی سے ایسا کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: ہمیں یہ پتا نہیں چل سکا کہ تم میں سے کس نے اجازت دی ہے اور کس نے اجازت نہیں دی ہے؟ تم لوگ واپس جاؤ، پھر تمہارے (قبائل کے امیر یا سردار) ہمارے پاس آئیں

اور تمہارے معاملے کے بارے میں بتائیں، تو لوگ واپس چلے گئے، ان کے بڑوں نے ان کے ساتھ بات چیت کی، پھر ان لوگوں نے یہ بتایا کہ ان لوگوں نے اپنی خوشی کے ساتھ اس بات کی اجازت دی ہے"

2694 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ فِي هَذِهِ الْقِصَّةِ، قَالَ: فَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رُدُّوا عَلَيْهِمْ نِسَاءَهُمْ وَأَبْنَاءَهُمْ، فَمَنْ مَسَكَ بِشَيْءٍ مِنْ هَذَا الْفَيْءِ، فَإِنَّ لَهُ بِهِ عَلَيْنَا سِتَّ فَرَائِضَ مِنْ أَوَّلِ شَيْءٍ يُفِيئُهُ اللهُ عَلَيْنَا. ثُمَّ دَنَا - يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مِنْ بَعِيرٍ، فَأَخَذَ وَبَرَةً مِنْ سَنَامِهِ، ثُمَّ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّهُ لَيْسَ لِي مِنْ هَذَا الْفَيْءِ شَيْءٌ، وَلَا هَذَا - وَرَفَعَ أُصْبُعَيْهِ - إِلَّا الْخُمُسَ، وَالْخُمُسُ مَرْدُودٌ عَلَيْكُمْ، فَأَدُّوا الْخِيَاطَ وَالْمِخْيَطَ. فَقَامَ رَجُلٌ فِي يَدِهِ كُبَّةٌ مِنْ شَعْرٍ فَقَالَ: أَخَذْتُ هَذِهِ لِأُصْلِحَ بِهَا بَرْذَعَةً لِي. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا مَا كَانَ لِي وَلِبَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَهُوَ لَكَ. فَقَالَ: أَمَّا إِذْ بَلَغَتْ مَا أَرَى فَلَا أَرَبَ لِي فِيهَا وَنَبَذَهَا

⊛⊛ عمرو بن شعیب نے اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ واقعہ نقل کیا ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ان کی خواتین اور ان کے بچے انہیں واپس کر دو اور جو شخص کسی عوض کے بغیر واپس نہ کرنا چاہتا ہو، تو مال غنیمت میں سے جو کچھ ہمیں سب سے پہلے ملے گا، اس میں سے اس کے حصے کی ادائیگی ہمارے ذمے ہے اس میں سے چھ اونٹ اسے دیئے جائیں گے، پھر نبی اکرم ﷺ اپنے اونٹ کے قریب ہوئے آپ ﷺ نے اس کی کوہان سے کچھ بال لیے اور ارشاد فرمایا: اے لوگو! مال غنیمت میں سے میرے لیے خمس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے، جتنے یہ بال ہیں اتنا حصہ بھی نہیں ہے، نبی اکرم ﷺ نے اپنی انگلی بلند کر کے اشارہ کرتے ہوئے یہ بات ارشاد فرمائی: اور وہ خمس بھی تم لوگوں کے درمیان تقسیم ہوگا، اس لیے تم لوگ سوئی اور دھاگہ تک (تقسیم ہونے کے لیے) جمع کروا دو، تو ایک شخص کھڑا ہوا اس کے پاس بالوں کا ایک گچھا تھا وہ بولا: میں نے یہ بال اپنے پاس رکھ لیے تھے، تاکہ پالان کے نیچے کی گدی کو درست کر لوں، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاں تک میرے اور بنو عبدالمطلب کے مخصوص حصے کا تعلق ہے تو وہ تمہیں ملے گا، اس شخص نے عرض کی: اگر یہ اتنا بڑا گناہ ہے، جو مجھے محسوس ہو رہا ہے تو پھر مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، پھر اس نے وہ گچھا لا کے رکھ دیا۔

بَابٌ فِي الْإِمَامِ يُقِيمُ عِنْدَ الظُّهُورِ عَلَى الْعَدُوِّ بِعَرْصَتِهِمْ

باب: دشمن پر غلبہ حاصل کر لینے کے بعد، امام کا اس علاقے میں مقیم ہونا

2695 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ ح وحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، عَنْ أَبِي طَلْحَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا غَلَبَ عَلَى قَوْمٍ أَقَامَ بِالْعَرْصَةِ ثَلَاثًا قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: إِذَا غَلَبَ قَوْمًا أَحَبَّ أَنْ يُقِيمَ بِعَرْصَتِهِمْ ثَلَاثًا.

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ: كَانَ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ يَطْعَنُ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ لِاَنَّهٗ لَيْسَ مِنْ قَدِيْمِ حَدِيْثِ سَعِيْدٍ لِاَنَّهٗ تَغَيَّرَ سَنَةَ خَمْسٍ وَّاَرْبَعِيْنَ وَلَمْ يُخْرِجْ هٰذَا الْحَدِيْثَ اِلَّا بِاٰخِرَةٍ

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ: يُقَالُ اِنَّ وَكِيْعًا حَمَلَ عَنْهُ فِيْ تَغَيُّرِهٖ

حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم پر غالب آ جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے علاقے میں تین دن تک قیام کرتے تھے

ابن مثنیٰ نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم پر غالب آ جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو پسند کرتے تھے کہ ان کے علاقے میں تین دن قیام کریں۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یحییٰ بن سعید اس حدیث پر اعتراض کرتے تھے کیونکہ یہ سعد نامی راوی کی قدیم روایات میں سے نہیں ہے کیونکہ 45 ہجری میں ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور انہوں نے یہ روایت اپنی عمر کے آخری حصے میں بیان کی تھی

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ بات بھی بیان کی گئی ہے: وکیع نامی راوی نے ان سے روایات اس زمانے میں نقل کی ہیں، جب ان کا حافظہ متغیر ہو چکا تھا۔

بَابٌ فِي التَّفْرِيقِ بَيْنَ السَّبْيِ

باب: قیدیوں کو الگ، الگ کرنا

2696 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ يَزِيْدَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ اَبِيْ شَبِيْبٍ، عَنْ عَلِيٍّ اَنَّهٗ فَرَّقَ بَيْنَ جَارِيَةٍ وَّوَلَدِهَا فَنَهَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ وَرَدَّ الْبَيْعَ

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ: وَمَيْمُوْنٌ لَمْ يُدْرِكْ عَلِيًّا قُتِلَ بِالْجَمَاجِمِ وَالْجَمَاجِمُ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَّثَمَانِيْنَ

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ: وَالْحَرَّةُ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَّسِتِّيْنَ وَقُتِلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے، انہوں (فروخت کرتے ہوئے) ایک کنیز اور اس کے بچے کو جدا کر دیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سودے کو کالعدم قرار دے دیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) میمون نامی راوی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نہیں پایا، کیونکہ وہ جماجم میں قتل ہوئے تھے اور جماجم کا واقعہ 83 ہجری میں پیش آیا تھا، (امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) واقعہ حرہ 63 ہجری میں پیش آیا تھا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما 73 ہجری میں شہید کیے گئے تھے۔

2696-حسن لغیرہ, وھذا اسناد ضعیف لانقطاعہ, میمون بن ابی شبیب لم یدرک علیاً کما قال المصنف باثر الحدیث, ولیس ھو بذاک. الحکم: ھو ابن عتیبۃ, ویزید بن عبدالرحمن: ھو الدالانی ابو خالد, وقد اختلف فی اسنادہ کما بینہ الدارقطنی فی "العلل" /2723.-275. و خرجہ الدارقطنی (3042), والحاکم /552و125, والبیھقی /1269 من طریق یزید بن عبدالرحمن, بھذا الاسناد.

بَابُ الرُّخْصَةِ فِي الْمُدْرِكِينَ يُفَرَّقُ بَيْنَهُمْ

باب: جوان قیدیوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کی رخصت

2697 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، قَالَ: حَدَّثَنِي إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ أَبِي بَكْرٍ، وَأَمَّرَهُ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَغَزَوْنَا فَزَارَةَ فَشَنَنَّا الْغَارَةَ، ثُمَّ نَظَرْتُ إِلَى عُنُقٍ مِنَ النَّاسِ فِيهِ الذُّرِّيَّةُ وَالنِّسَاءُ، فَرَمَيْتُ بِسَهْمٍ فَوَقَعَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْجَبَلِ فَقَامُوا، فَجِئْتُ بِهِمْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فِيهِمُ امْرَأَةٌ مِنْ فَزَارَةَ، وَعَلَيْهَا قِشْعٌ مِنْ أَدَمٍ مَعَهَا بِنْتٌ لَهَا مِنْ أَحْسَنِ الْعَرَبِ، فَنَفَّلَنِي أَبُو بَكْرٍ ابْنَتَهَا فَقَدِمْتُ الْمَدِينَةَ، فَلَقِيَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي: يَا سَلَمَةُ، هَبْ لِي الْمَرْأَةَ. فَقُلْتُ: وَاللهِ لَقَدْ أَعْجَبَتْنِي وَمَا كَشَفْتُ لَهَا ثَوْبًا، فَسَكَتَ حَتَّى إِذَا كَانَ مِنَ الْغَدِ لَقِيَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السُّوقِ فَقَالَ: يَا سَلَمَةُ هَبْ لِي الْمَرْأَةَ لِلَّهِ أَبُوكَ. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ وَاللهِ مَا كَشَفْتُ لَهَا ثَوْبًا وَهِيَ لَكَ. فَبَعَثَ بِهَا إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ وَفِي أَيْدِيهِمْ أَسْرَى فَفَادَاهُمْ بِتِلْكَ الْمَرْأَةِ

⊛⊛ ایاس بن سلمہ بیان کرتے ہیں: میرے والد نے مجھے یہ بات بتائی ہم لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ روانہ ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہمارا امیر مقرر کیا تھا، ہم نے فزارہ قبیلے کے ساتھ جنگ کی، ہم نے چاروں طرف سے ان پر حملہ کر دیا، میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن میں بچے اور عورتیں بھی شامل تھے، میں نے ایک تیر مارا جوان کے اور پہاڑ کے درمیان جا کر گر گیا، تو وہ کھڑے ہو گئے، میں انہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا ان میں فزارہ قبیلے کی ایک عورت تھی، جس نے پرانی کھال اوڑھی ہوئی تھی، اس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی جو عرب کی حسین ترین لڑکی تھی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ لڑکی مال غنیمت میں سے انعام کے طور پر مجھے دے دی جب میں مدینہ منورہ آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھ سے ملاقات ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے سلمہ وہ لڑکی مجھے ہبہ کر دو، میں نے عرض کی: اللہ کی قسم! وہ مجھے بہت اچھی لگی ہے اور میں نے ابھی اس کا کپڑا بھی نہیں ہٹایا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے، اگلے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بازار میں مجھ سے ملاقات ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سلمہ وہ لڑکی مجھے ہبہ کر دو، تمہارے باپ کی بھلائی ہو، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے تو اس کا کپڑا بھی نہیں ہٹایا، لیکن بہرحال وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوئی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی کو اہل مکہ کی طرف بھیج دیا اس وقت کچھ مسلمان قیدی جوان کے قبضے میں تھے، آپ نے ان کے فدیے کے طور پر اس عورت کو بھیجا۔

بَابٌ فِي الْمَالِ يُصِيبُهُ الْعَدُوُّ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، ثُمَّ يُدْرِكُهُ صَاحِبُهُ فِي الْغَنِيمَةِ

باب: جب دشمن کسی مسلمان کا مال حاصل کر لے اور پھر وہ شخص اس مال کو مال غنیمت میں پائے

2698 - حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ سُهَيْلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

اَنَّ غُلَامًا لِابْنِ عُمَرَ اَبَقَ اِلَى الْعَدُوِّ، فَظَهَرَ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ، فَرَدَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى ابْنِ عُمَرَ وَلَمْ يُقْسَمْ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَقَالَ غَيْرُهُ رَدَّهُ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ

نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک غلام مفرور ہو کر دشمن کی طرف چلا گیا، جب مسلمانوں نے ان کے علاقے پر غلبہ پایا (تو اس غلام کو بھی پکڑ لیا) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ غلام حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو واپس کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تقسیم کے لیے (مال غنیمت میں شامل نہیں کیا)

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) دیگر راویوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہیں وہ غلام واپس کیا تھا۔

2699 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْاَنْبَارِيُّ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: ذَهَبَ فَرَسٌ لَهُ فَاَخَذَهَا الْعَدُوُّ، فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُوْنَ فَرُدَّ عَلَيْهِ فِي زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاَبَقَ عَبْدٌ لَهُ فَلَحِقَ بِاَرْضِ الرُّوْمِ، فَظَهَرَ عَلَيْهِمُ الْمُسْلِمُوْنَ فَرَدَّهُ عَلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہے: ان کا ایک گھوڑا بھاگ گیا، دشمن نے اسے پکڑ لیا، مسمان ان لوگوں پر غالب آئے تو وہ گھوڑا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو واپس کر دیا گیا، یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس کی بات ہے پھران کا ایک غلام مفرور ہو گیا اور روم کی سرزمین میں پہنچ گیا، جب مسلمان اس علاقے پر غالب آئے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس کے بعد، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا غلام انہیں واپس کر دیا۔

بَابٌ فِيْ عَبِيْدِ الْمُشْرِكِيْنَ يَلْحَقُوْنَ بِالْمُسْلِمِيْنَ فَيُسْلِمُوْنَ

باب: مشرکین کے غلام جب مسلمانوں سے آملیں اور مسلمان ہو جائیں

2700 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ عَنْ اَبَانَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ مَنْصُوْرِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ، قَالَ: خَرَجَ عِبْدَانٌ اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَعْنِيْ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ قَبْلَ الصُّلْحِ - فَكَتَبَ اِلَيْهِ مَوَالِيْهِمْ فَقَالُوْا يَا مُحَمَّدُ وَاللّٰهِ مَا خَرَجُوْا اِلَيْكَ رَغْبَةً فِيْ دِيْنِكَ، وَاِنَّمَا خَرَجُوْا هَرَبًا مِنَ الرِّقِّ، فَقَالَ نَاسٌ: صَدَقُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رُدَّهُمْ اِلَيْهِمْ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَقَالَ: مَا اُرَاكُمْ تَنْتَهُوْنَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ حَتّٰى يَبْعَثَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ مَنْ يَضْرِبُ رِقَابَكُمْ عَلٰى هٰذَا. وَاَبٰى اَنْ يَرُدَّهُمْ وَقَالَ: هُمْ عُتَقَاءُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حدیبیہ کے دن صلح سے پہلے کچھ غلام بھاگ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے

پاس آ گئے تو ان کے مالکان نے نبی اکرم ﷺ کو خط میں لکھا، اے حضرت محمد ﷺ! اللہ کی قسم! یہ لوگ آپ ﷺ کے دین کی طرف رغبت کرتے ہوئے، آپ ﷺ کے پاس نہیں آئے ہیں، بلکہ غلامی کی وجہ سے بھاگ کے آئے ہیں، کچھ لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ! انہوں نے سچ کہا ہے، آپ ﷺ ان لوگوں کو انہیں واپس کر دیں تو نبی اکرم ﷺ غصے میں آ گئے، آپ نے ارشاد فرمایا: اے قریش کے گروہ! میں یہ سمجھتا ہوں کہ تم لوگ اس وقت تک باز نہیں آؤ گے جب تک اللہ تعالیٰ تم پر کسی ایسے شخص کو مسلط نہیں کرتا، جو تمہاری اس طرح کی حرکتوں پر تمہاری گردنیں نہیں اڑاتا، تو نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں کو وہ غلام واپس کرنے سے انکار کر دیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزاد کردہ لوگ ہیں۔

بَابٌ فِي إِبَاحَةِ الطَّعَامِ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ

باب: دشمن کی سرزمین پر ملنے والے کھانے کا مباح ہونا

2701 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ الزُّبَيْرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ جَيْشًا غَنِمُوا فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا وَعَسَلًا فَلَمْ يُؤْخَذْ مِنْهُمُ الْخُمُسُ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ایک لشکر کو مال غنیمت میں اناج اور شہد حاصل ہوا، تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے خمس وصول نہیں کیا۔

2702 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَالْقَعْنَبِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ، عَنْ حُمَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ هِلَالٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: دُلِّيَ جِرَابٌ مِنْ شَحْمٍ يَوْمَ خَيْبَرَ قَالَ: فَأَتَيْتُهُ فَالْتَزَمْتُهُ قَالَ: ثُمَّ قُلْتُ: لَا أُعْطِي مِنْ هَذَا أَحَدًا الْيَوْمَ شَيْئًا. قَالَ: فَالْتَفَتُّ، فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَسَّمُ إِلَيَّ

❀❀ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ خیبر کے موقع پر چربی سے بھرا ہوا، ایک تھیلا (قلعے کی دیوار کے) اوپر سے نیچے پھینک دیا گیا، میں آگے بڑھا اور میں نے اسے پکڑ لیا، راوی بیان کرتے ہیں: میں نے کہا میں آج اس میں سے کسی کو کچھ نہیں دوں گا، جب میں نے مڑ کر دیکھا تو نبی اکرم ﷺ میری دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔

بَابٌ فِي النَّهْيِ عَنِ النُّهْبَى إِذَا كَانَ فِي الطَّعَامِ قِلَّةٌ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ

باب: جب دشمن کے علاقے میں کھانا کم ہو، تو لوٹ مار کرنے کی ممانعت

2703 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ يَعْنِي ابْنَ حَازِمٍ، عَنْ يَعْلَى بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِي لَبِيدٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَمُرَةَ بِكَابُلَ فَأَصَابَ النَّاسُ غَنِيمَةً فَانْتَهَبُوهَا فَقَامَ خَطِيبًا فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنِ النُّهْبَى فَرَدُّوا مَا أَخَذُوا فَقَسَمَهُ بَيْنَهُمْ

❀❀ حضرت ابولبید بیان کرتے ہیں: ہم حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کابل میں موجود تھے لوگوں کو مال غنیمت حاصل ہوا، تو انہوں نے اسے لوٹ لیا تو حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے انہوں نے فرمایا:

میں نے نبی اکرم ﷺ کو لوٹ مار سے منع کرتے ہوئے سنا ہے، تو لوگوں نے جو کچھ حاصل کیا تھا، اسے واپس کر دیا، پھر حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے (مالِ غنیمت) لوگوں کے درمیان تقسیم کیا۔

2704 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي مُجَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: قُلْتُ: هَلْ كُنْتُمْ تُخَمِّسُونَ - يَعْنِي الطَّعَامَ - فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَصَبْنَا طَعَامًا يَوْمَ خَيْبَرَ، فَكَانَ الرَّجُلُ يَجِيءُ فَيَأْخُذُ مِنْهُ مِقْدَارَ مَا يَكْفِيهِ، ثُمَّ يَنْصَرِفُ

محمد بن ابومجالد بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن ابواوفی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا لوگ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں اناج کا خمس ادا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: غزوہ خیبر کے موقع پر ہمیں کچھ اناج حاصل ہوا تھا، تو کوئی شخص آتا اور اس میں سے اتنی مقدار حاصل کر لیتا، جو اس کے لیے کافی ہوتی اور پھر چلا جاتا۔

2705 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، عَنْ عَاصِمٍ يَعْنِي ابْنَ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَأَصَابَ النَّاسَ حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ وَجَهْدٌ، وَأَصَابُوا غَنَمًا فَانْتَهَبُوهَا، فَإِنَّ قُدُورَنَا لَتَغْلِي إِذْ جَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي عَلَى قَوْسِهِ، فَأَكْفَأَ قُدُورَنَا بِقَوْسِهِ، ثُمَّ جَعَلَ يُرَمِّلُ اللَّحْمَ بِالتُّرَابِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ النُّهْبَةَ لَيْسَتْ بِأَحَلَّ مِنَ الْمَيْتَةِ أَوْ إِنَّ الْمَيْتَةَ لَيْسَتْ بِأَحَلَّ مِنَ النُّهْبَةِ الشَّكُّ مِنْ هَنَّادٍ

عاصم بن کلیب اپنے والد کے حوالے سے ایک انصاری کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

ہم نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک سفر پر روانہ ہوئے تو لوگوں کو شدید بھوک اور مشقت لاحق ہوئی انہیں کچھ بکریاں ملیں، جو انہوں نے پکڑیں (اور تقسیم کرنے سے پہلے ہی) پکانا شروع کر دیں، ہنڈیاؤں میں ان کا گوشت پک رہا تھا کہ اس دوران نبی اکرم ﷺ اپنی قوس کے ساتھ ٹیک لگا کر چلتے ہوئے تشریف لائے آپ ﷺ نے اپنی قوس (یعنی کمان) کے ذریعے ان دیگچیوں کو الٹ دیا اور اس گوشت کو مٹی میں ملانے لگے پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''لوٹ مار کیا ہوا مال، مردار سے زیادہ حلال نہیں ہوتا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں)

''مردار، لوٹ مار کے مال سے زیادہ حلال نہیں ہوتا'' یہ شک ہناد نامی راوی کو ہے۔

بَابٌ فِي حَمْلِ الطَّعَامِ مِنْ أَرْضِ الْعَدُوِّ

باب: دشمن کے علاقے سے، کھانے کی چیزیں ساتھ لے آنا

2706 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، أَنَّ ابْنَ حَرْشَفٍ الْأَزْدِيَّ حَدَّثَهُ، عَنِ الْقَاسِمِ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُنَّا نَأْكُلُ الْجَزَرَ فِي الْغَزْوِ وَلَا نَقْسِمُهُ حَتَّى إِنْ كُنَّا لَنَرْجِعُ إِلَى رِحَالِنَا، وَأَخْرِجَتُنَا مِنْهُ مُمْلَاةٌ

قاسم، نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابی کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: ہم لوگ جنگ کے دوران اونٹ ذبح کر کے کھاتے تھے ہم اسے تقسیم نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ جب ہم اپنی رہائش کی جگہ پر واپس آتے تو ہمارے تھیلے گوشت سے بھرے ہوئے ہوتے تھے۔

بَابٌ فِي بَيْعِ الطَّعَامِ إِذَا فَضَلَ عَنِ النَّاسِ فِي أَرْضِ الْعَدُوِّ

باب: دشمن کے علاقے میں، جب کھانا لوگوں کی ضرورت سے زائد ہو، تو اسے فروخت کرنا

2707 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُصَفَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ حَمْزَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الْعَزِيزِ شَيْخٌ مِنْ أَهْلِ الْأُرْدُنِّ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيٍّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنْمٍ، قَالَ: رَابَطْنَا مَدِينَةَ قِنَّسْرِينَ مَعَ شُرَحْبِيلَ بْنِ السِّمْطِ، فَلَمَّا فَتَحَهَا أَصَابَ فِيهَا غَنَمًا وَبَقَرًا، فَقَسَمَ فِينَا طَائِفَةً مِنْهَا وَجَعَلَ بَقِيَّتَهَا فِي الْمَغْنَمِ، فَلَقِيتُ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ فَحَدَّثْتُهُ، فَقَالَ مُعَاذٌ: غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ فَأَصَبْنَا فِيهَا غَنَمًا، فَقَسَمَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَائِفَةً، وَجَعَلَ بَقِيَّتَهَا فِي الْمَغْنَمِ

عبدالرحمن بن غنم بیان کرتے ہیں: ہم نے شرحبیل بن سمط کے ساتھ قنسرین شہر کا محاصرہ کیا، جب لوگوں نے شہر کو فتح کر لیا، تو وہاں انہیں بکریاں اور گائیں ملیں، انہوں نے ان میں سے ایک حصہ ہمارے درمیان تقسیم کر دیا اور باقی کو غنیمت کے طور پر جمع کر لیا، پھر میری ملاقات حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ہوئی میں نے انہیں اس چیز کے بارے میں بتایا، تو انہوں نے فرمایا: ہم نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ غزوہ خیبر میں شرکت کی تھی ہمیں وہاں کچھ بکریاں ملیں، تو نبی اکرم ﷺ نے کچھ کو ہمارے درمیان تقسیم کر دیا (یعنی تاکہ ہم انہیں پکا کے کھالیں) اور باقیوں کو مال غنیمت میں شامل کر دیا تھا۔

بَابٌ فِي الرَّجُلِ يَنْتَفِعُ مِنَ الْغَنِيمَةِ بِالشَّيْءِ

باب: آدمی کا غنیمت کی کسی چیز سے نفع حاصل کرنا

2708 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْمَعْنَى -

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَأَنَا لِحَدِيثِهِ أَتْقَنُ - قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي مَرْزُوقٍ مَوْلَى تُجِيبَ، عَنْ حَنَشٍ الصَّنْعَانِيِّ، عَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَرْكَبْ دَابَّةً مِنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى إِذَا أَعْجَفَهَا رَدَّهَا فِيهِ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يَلْبَسْ ثَوْبًا مِنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى إِذَا أَخْلَقَهُ رَدَّهُ فِيهِ

حضرت رویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، وہ مسلمانوں کے مال غنیمت میں سے کسی سواری پر سوار نہ ہو، یوں کہ جب وہ اسے تھکا دے تو اسے واپس کر دے، یا مال غنیمت میں سے کوئی کپڑا پہن لے اور جب وہ پرانا ہو جائے، تو اسے واپس

کر دے۔

بَابٌ فِي الرُّخْصَةِ فِي السِّلَاحِ يُقَاتَلُ بِهِ فِي الْمَعْرَكَةِ

باب: ایسا اسلحہ حاصل کرنے کی رخصت، جس کے ذریعے لڑائی میں حصہ لیا جا سکے

2709 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي ابْنَ يُوسُفَ، قَالَ:-

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هُوَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ السَّبِيعِيُّ - عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ السَّبِيعِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو عُبَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: مَرَرْتُ فَإِذَا أَبُو جَهْلٍ صَرِيعٌ قَدْ ضُرِبَتْ رِجْلُهُ فَقُلْتُ: يَا عَدُوَّ اللَّهِ، يَا أَبَا جَهْلٍ قَدْ أَخْزَى اللَّهُ الْآخِرَ . قَالَ: وَلَا أَهَابُهُ عِنْدَ ذَلِكَ فَقَالَ: أَبْعَدُ مِنْ رَجُلٍ قَتَلَهُ قَوْمُهُ، فَضَرَبْتُهُ بِسَيْفٍ غَيْرِ طَائِلٍ، فَلَمْ يُغْنِ شَيْئًا حَتَّى سَقَطَ سَيْفُهُ مِنْ يَدِهِ، فَضَرَبْتُهُ بِهِ حَتَّى بَرَدَ

❁❁ ابو عبیدہ اپنے والد (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: میرا گزر ابوجہل کے پاس سے ہوا، وہ زخمی حالت میں پڑا تھا اس کی ٹانگ پر زخم آیا تھا، میں نے کہا: اے اللہ کے دشمن! اے ابوجہل، اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلیل کر دیا، راوی کہتے ہیں: مجھے اس وقت اس سے کوئی خوف محسوس نہیں ہو رہا تھا تو اس نے کہا: ایسے شخص پر افسوس ہے، جسے اس کی اپنی قوم نے قتل کر دیا ہو، پھر میں نے اس پر اس تلوار کے ذریعے وار کیا، جو تیز دھار والی نہیں تھی اور اس کے نتیجے میں اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی، پھر میں نے اس پر وار کیا، یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا (یعنی وہ مر گیا)

بَابٌ فِي تَعْظِيمِ الْغُلُولِ

باب: مالِ غنیمت میں خیانت کا شدید (گناہ ہونا)

2710 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، أَنَّ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ، وَبِشْرَ بْنَ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَاهُمْ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ يَوْمَ خَيْبَرَ، فَذَكَرُوا ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ . فَتَغَيَّرَتْ وُجُوهُ النَّاسِ لِذَلِكَ، فَقَالَ: إِنَّ صَاحِبَكُمْ غَلَّ فِي سَبِيلِ اللَّهِ . فَفَتَّشْنَا مَتَاعَهُ فَوَجَدْنَا خَرَزًا مِنْ خَرَزِ يَهُودَ لَا يُسَاوِي دِرْهَمَيْنِ

❁❁ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک صاحب کا غزوہ خیبر کے موقع پر انتقال ہو گیا، لوگوں نے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اپنے ساتھی کی

2709- اسناده ضعيف لانقطاعه، فان اباعبيدة -وهو ابن عبدالله بن مسعود- لم يسمع من ابيه، وابراهيم بن يوسف -وان كان ضعيفاً- متابع، لكن وردت قصة مقتل ابي جهل في "سيرة ابن اسحاق" من وجه آخر كما سياتي. واخرجه ابن ابي شيبة 14/ 373، واحمد (3824) و (4246)، وابو يعلى (5232)، والشاشي (932)، والطبراني في "الكبير" (8468-8471)، والبيهقي في "السنن" 9/ 62، وفي "دلائل النبوة" 3/ 87 و88 من طريق ابي عبيدة، عن ابيه.

نماز جنازہ ادا کرلو، اس سے لوگ پریشان ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے اس ساتھی نے اللہ کی راہ میں (جہاد کے دوران) خیانت کی ہے۔

(راوی بیان کرتے ہیں) ہم نے اس کے سامان کی تلاشی لی، تو ہمیں اس میں سے ایسے ہار ملے، جسے یہودی استعمال کرتے تھے اور اس کی قیمت دو درہم بھی نہیں تھی۔

2711 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ الدِّيلِيِّ، عَنْ أَبِي الْغَيْثِ مَوْلَى ابْنِ مُطِيعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّهُ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ فَلَمْ نَغْنَمْ ذَهَبًا وَلَا وَرِقًا إِلَّا الثِّيَابَ وَالْمَتَاعَ وَالْأَمْوَالَ قَالَ: فَوَجَّهَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ وَادِي الْقُرَى وَقَدْ أُهْدِيَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدٌ أَسْوَدُ يُقَالُ لَهُ مِدْعَمٌ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِوَادِي الْقُرَى، فَبَيْنَا مِدْعَمٌ يَحُطُّ رَحْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ سَهْمٌ فَقَتَلَهُ فَقَالَ النَّاسُ: هَنِيئًا لَهُ الْجَنَّةُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَلَّا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِي أَخَذَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا، فَلَمَّا سَمِعُوا ذَلِكَ جَاءَ رَجُلٌ بِشِرَاكٍ أَوْ شِرَاكَيْنِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: شِرَاكٌ مِنْ نَارٍ أَوْ قَالَ: شِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ خیبر کے موقع پر ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے، ہمیں اس جنگ میں سونے چاندی کی بجائے، عام استعمال کے کپڑے اور دیگر ساز و سامان حاصل ہوا، پھر نبی اکرم ﷺ وادی القریٰ کے طرف روانہ ہوئے، نبی اکرم ﷺ کو ایک غلام تحفے کے طور پر دیا گیا تھا، جس کا نام مدعم تھا، جب ہم وادی القریٰ میں پہنچے اور وہاں "مدعم" نبی اکرم ﷺ کے اونٹ سے پالان اتار رہا تھا، تو اسی دوران اسے ایک تیر آ کر لگا، جس کے نتیجے میں وہ مر گیا، لوگوں نے کہا: اسے جنت کی مبارک ہو، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہرگز نہیں! اس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، غزوہ خیبر کے موقع پر اس نے تقسیم سے پہلے جو چادر مالِ غنیمت میں حاصل کر لی تھی، وہ آگ کی بن کر اس پر بھڑک رہی ہے، لوگوں نے جب یہ بات سنی تو ایک شخص ایک تسمہ (راوی کو شک ہے، شاید یہ الفاظ ہیں) دو تسمے لے کر نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تسمہ آگ سے بنا ہوا ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں) یہ دو تسمے آگ سے بنے ہوئے ہیں۔

بَابٌ فِي الْغُلُولِ إِذَا كَانَ يَسِيرًا يَتْرُكُهُ الْإِمَامُ وَلَا يُحَرِّقُ رَحْلَهُ

باب: مالِ غنیمت میں خیانت کا مال اگر تھوڑا ہو، تو امام (مجرم) کو چھوڑ دے اور اس کے سامان کو نہ جلائے

2712 - حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَوْذَبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَامِرٌ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الْوَاحِدِ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَصَابَ غَنِيمَةً أَمَرَ بِلَالًا فَنَادَى فِي النَّاسِ فَيَجِيئُونَ بِغَنَائِمِهِمْ فَيُخَمِّسُهُ وَيُقَسِّمُهُ، فَجَاءَ رَجُلٌ بَعْدَ ذٰلِكَ بِزِمَامٍ مِنْ شَعَرٍ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ هٰذَا فِيمَا كُنَّا أَصَبْنَاهُ مِنَ الْغَنِيمَةِ. فَقَالَ: أَسَمِعْتَ بِلَالًا يُنَادِي ثَلَاثًا، قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَمَا مَنَعَكَ أَنْ تَجِيءَ بِهِ؟ فَاعْتَذَرَ إِلَيْهِ فَقَالَ: كُنْ أَنْتَ تَجِيءُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَلَنْ أَقْبَلَهُ عَنْكَ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب مال غنیمت حاصل ہوتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ہدایت کرتے وہ لوگوں میں اعلان کر دیتے، تو وہ مال غنیمت میں ملنے والا مال لے کر آ جاتے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے خمس الگ کرتے اور باقی لوگوں میں تقسیم کر دیتے، (ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ مال غنیمت کی تقسیم کے بعد) ایک شخص بالوں سے بنی ہوئی لگام لے کے آیا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ ان چیزوں میں شامل ہے جو ہمیں مال غنیمت کے طور پر ملی تھیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: تم نے بلال کو اعلان کرتے ہوئے سنا تھا جب اس نے تین مرتبہ اعلان کیا تھا؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم اس وقت اسے کیوں نہیں لے کے آئے؟ اس شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں معذرت پیش کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اب تم اسے قیامت کے دن لے کے آنا، میں اسے تم سے قبول نہیں کروں گا۔

بَابٌ فِي عُقُوبَةِ الْغَالِّ

باب: مال غنیمت میں خیانت کرنے والے کی سزا

2713 - حَدَّثَنَا النُّفَيْلِيُّ، وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: النُّفَيْلِيُّ الْأَنْدَرَاوَرْدِيُّ، عَنْ صَالِحِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ زَائِدَةَ-

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَصَالِحٌ هٰذَا أَبُو وَاقِدٍ- قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ مَسْلَمَةَ أَرْضَ الرُّومِ فَأُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ غَلَّ فَسَأَلَ سَالِمًا عَنْهُ فَقَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا وَجَدْتُمُ الرَّجُلَ قَدْ غَلَّ فَأَحْرِقُوا مَتَاعَهُ وَاضْرِبُوهُ قَالَ: فَوَجَدْنَا فِي مَتَاعِهِ مُصْحَفًا. فَسَأَلَ سَالِمًا عَنْهُ فَقَالَ: بِعْهُ وَتَصَدَّقْ بِثَمَنِهِ

❁❁ صالح بن محمد بیان کرتے ہیں: امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ وضاحت کی ہے، صالح سے مراد حضرت ابوواقد ہیں، وہ بیان کرتے ہیں: میں مسلمہ کے ہمراہ روم کی سرزمین پر داخل ہوا، وہاں ایک شخص کو لایا گیا، جس نے مال غنیمت میں خیانت کی تھی انہوں نے سالم سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا میں نے اپنے والد کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہوئے سنا ہے:

''جب تم کسی ایسے شخص کو پاؤ، جس نے مال غنیمت میں خیانت کی ہو، تو اس کے سامان کو جلا دو اور اس کی پٹائی کرو''

راوی کہتے ہیں: ہم نے اس کے سامان میں قرآن مجید بھی پایا تھا، امیر نے سالم سے اس بارے میں دریافت کیا، تو انہوں

نے فرمایا: اسے فروخت کر کے اس کی قیمت کو صدقہ کر دو۔

2714 - حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ مَحْبُوبُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْطَاكِيُّ قَالَ: اَخْبَرَنَا اَبُوْ اِسْحَاقَ عَنْ صَالِحِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: غَزَوْنَا مَعَ الْوَلِيْدِ بْنِ هِشَامٍ وَمَعَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ، فَغَلَّ رَجُلٌ مَتَاعًا فَاَمَرَ الْوَلِيْدُ بِمَتَاعِهٖ فَاُحْرِقَ وَطِيْفَ بِهٖ وَلَمْ يُعْطِهٖ سَهْمَهٗ.

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَهٰذَا اَصَحُّ الْحَدِيْثَيْنِ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ اَنَّ: الْوَلِيْدَ بْنَ هِشَامٍ اَحْرَقَ رَحْلَ زِيَادِ بْنِ سَعْدٍ، وَكَانَ قَدْ غَلَّ وَضَرَبَهٗ.

❁❁ صالح بن محمد بیان کرتے ہیں: ہم ولید بن ہشام کے ہمراہ جنگ کر رہے تھے، ہمارے ہمراہ سالم بن عبداللہ بن عمر تھے اور عمر بن عبدالعزیز تھے، ایک شخص نے مال غنیمت میں کچھ خیانت کر لی، جب ولید نے اس کے اسباب کے بارے میں حکم دیا تو اس کے سامان کو جلا دیا گیا اور اسے پورے لشکر میں گھمایا گیا اور مال غنیمت میں سے، حصے سے بھی محروم کر دیا گیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ دونوں روایات میں سے زیادہ مستند ہے، کئی راویوں نے یہ بات نقل کی ہے ولید بن ہشام نے زیاد بن سعد کا پالان جلا دیا تھا، کیونکہ اس نے مال غنیمت میں خیانت کی تھی اور ولید نے اس کی پٹائی بھی کروائی تھی۔

2715 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اَيُّوْبَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ حَرَّقُوْا مَتَاعَ الْغَالِّ وَضَرَبُوْهُ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَزَادَ فِيْهِ عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ عَنِ الْوَلِيْدِ وَلَمْ اَسْمَعْهُ مِنْهُ وَمَنَعُوْهُ سَهْمَهٗ

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: وَحَدَّثَنَا بِهِ الْوَلِيْدُ بْنُ عُتْبَةَ وَعَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ قَالَا: حَدَّثَنَا الْوَلِيْدُ عَنْ زُهَيْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ قَوْلَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ الْحَوْطِيُّ مَنْعَ سَهْمِهٖ

❁❁ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ (مال غنیمت میں) خیانت کرنے والے شخص کا سامان جلوا دیتے تھے اور اس کی پٹائی کرواتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ایک اور روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں: یہ حضرات مال غنیمت میں سے اس کے حصے کو روک لیتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ایک سند کے ہمراہ عمرو بن شعیب کے حوالے سے ان کے اپنے قول کے طور منقول ہے اور عبدالوہاب نامی راوی نے یہ الفاظ نقل نہیں کیے: اس حصے کو روک لیا جاتا تھا۔

بَابُ النَّهْيِ عَنِ السَّتْرِ عَلٰى مَنْ غَلَّ

باب: جس نے مال غنیمت میں خیانت کی ہو، اس کی پردہ پوشی کی ممانعت

2716 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوْسٰى

أَبُو دَاوُدَ. قَالَ: حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِيهِ سُلَيْمَانَ بْنِ سَمُرَةَ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، قَالَ: أَمَّا بَعْدُ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ كَتَمَ غَالًّا فَإِنَّهُ مِثْلُهُ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: امابعد! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے:
''جو شخص مال غنیمت میں خیانت کرنے والے کی پردہ داری کرتا ہے وہ اس کی مانند ہوگا''۔

بَابٌ فِي السَّلَبِ يُعْطَى الْقَاتِلَ

باب: (کافر مقتول کا) سامان، قاتل کو دیدینا

2717 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ كَثِيرِ بْنِ أَفْلَحَ، عَنْ أَبِي مُحَمَّدٍ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَامِ حُنَيْنٍ، فَلَمَّا الْتَقَيْنَا كَانَتْ لِلْمُسْلِمِينَ جَوْلَةٌ قَالَ: فَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ قَدْ عَلَا رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ قَالَ: فَاسْتَدَرْتُ لَهُ حَتَّى أَتَيْتُهُ مِنْ وَرَائِهِ فَضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ عَلَى حَبْلِ عَاتِقِهِ، فَأَقْبَلَ عَلَيَّ فَضَمَّنِي ضَمَّةً وَجَدْتُ مِنْهَا رِيحَ الْمَوْتِ، ثُمَّ أَدْرَكَهُ الْمَوْتُ، فَأَرْسَلَنِي فَلَحِقْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقُلْتُ لَهُ: مَا بَالُ النَّاسِ؟ قَالَ: أَمْرُ اللهِ، ثُمَّ إِنَّ النَّاسَ رَجَعُوا وَجَلَسَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ. قَالَ: فَقُمْتُ، ثُمَّ قُلْتُ: مَنْ يَشْهَدُ لِي؟ ثُمَّ جَلَسْتُ، ثُمَّ قَالَ ذَلِكَ الثَّانِيَةَ: مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا لَهُ عَلَيْهِ بَيِّنَةٌ فَلَهُ سَلَبُهُ. قَالَ: فَقُمْتُ، ثُمَّ قُلْتُ: مَنْ يَشْهَدُ لِي؟ ثُمَّ جَلَسْتُ، ثُمَّ قَالَ: ذَلِكَ الثَّالِثَةَ، فَقُمْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا لَكَ يَا أَبَا قَتَادَةَ؟ قَالَ: فَاقْتَصَصْتُ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: صَدَقَ يَا رَسُولَ اللهِ، وَسَلَبُ ذَلِكَ الْقَتِيلِ عِنْدِي فَأَرْضِهِ مِنْهُ. فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ: لَاهَا اللهِ إِذًا يَعْمِدُ إِلَى أَسَدٍ مِنْ أُسْدِ اللهِ يُقَاتِلُ عَنِ اللهِ وَعَنْ رَسُولِهِ فَيُعْطِيكَ سَلَبَهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَدَقَ فَأَعْطِهِ إِيَّاهُ فَقَالَ أَبُو قَتَادَةَ: فَأَعْطَانِيهِ فَبِعْتُ الدِّرْعَ فَابْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِي بَنِي سَلِمَةَ، فَإِنَّهُ لَأَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الْإِسْلَامِ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ حنین کے موقع پر ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے جب ہمارا اور دشمن کا آمنا سامنا ہوا تو مسلمانوں کے اندر بھگدڑ مچ گئی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے ایک مشرک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک مسلمان پر غالب آچکا تھا، راوی کہتے ہیں: میں گھوم کر اس کے پاس آیا اور پیچھے کی طرف سے آکر تلوار کے ذریعے اس کی گردن پر حملہ کیا وہ میری طرف مڑا اور اس نے مجھے یوں بھینچا کہ مجھے موت کی بو محسوس ہوئی پھر وہ شخص مر گیا تو اس نے مجھے چھوڑ دیا، پھر میری ملاقات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہوئی میں نے اس سے دریافت کیا: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ کا حکم ہے، پھر لوگ (میدان جنگ کی طرف) واپس آئے (یا جنگ سے فارغ ہو کر آگئے، تو) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے

آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے کسی کو قتل کیا ہو اور اس کے پاس اس قتل کا ثبوت ہو تو مقتول کا سامان اسے ملے گا''

راوی کہتے ہیں: میں کھڑا ہوا پھر میں نے سوچا کون میرے حق میں گواہی دے گا؟ پھر میں بیٹھ گیا، پھر نبی اکرم ﷺ نے دوسری مرتبہ ارشاد فرمایا:

''جس نے کسی کو قتل کیا ہو اور اس کے پاس اس کا ثبوت بھی ہو تو اس کا سامان اسے ملے گا''

راوی کہتے ہیں: میں پھر کھڑا ہوا پھر میں نے سوچا میرے حق میں کون گواہی دے گا؟ میں پھر بیٹھ گیا پھر نبی اکرم ﷺ نے تیسری مرتبہ یہ ارشاد فرمایا: تو میں پھر کھڑا ہو گیا، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: اے ابوقتادہ! تمہارا کیا معاملہ ہے؟ میں نے آپ ﷺ کو پورا واقعہ سنایا، تو حاضرین میں سے ایک صاحب بولے: یا رسول اللہ! یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں، اس مقتول کا سامان میرے پاس ہے، آپ ﷺ انہیں میری طرف سے راضی کر دیجئے، یعنی (انہیں اس سامان کی بجائے کوئی اور چیز دے دیجئے) تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں! ہرگز نہیں! یہ شخص اللہ تعالیٰ کے ایک ایسے شیر کے بارے میں ارادہ کرتا ہے، جس نے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ میں حصہ لیا اور یہ چاہتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اُس کا سامان اِسے دے دیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس نے ٹھیک کہا ہے، اس کا سامان یعنی (حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے حصے کا سامان) اسے دے دو۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے وہ سامان مجھے دے دیا میں نے زرہ کو فروخت کر کے اس کے عوض میں بنوسلمہ کے محلے میں ایک باغ خریدا، یہ وہ پہلی زمین تھی، جسے اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے خریدا تھا۔

2718 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ يَعْنِي يَوْمَ حُنَيْنٍ: مَنْ قَتَلَ كَافِرًا فَلَهُ سَلَبُهُ. فَقَتَلَ أَبُو طَلْحَةَ يَوْمَئِذٍ عِشْرِينَ رَجُلًا وَأَخَذَ أَسْلَابَهُمْ. وَلَقِيَ أَبُو طَلْحَةَ أُمَّ سُلَيْمٍ وَمَعَهَا خِنْجَرٌ فَقَالَ: يَا أُمَّ سُلَيْمٍ مَا هَذَا مَعَكِ؟ قَالَتْ: أَرَدْتُ وَاللَّهِ إِنْ دَنَا مِنِّي بَعْضُهُمْ أَبْعَجُ بِهِ بَطْنَهُ. فَأَخْبَرَ بِذَلِكَ أَبُو طَلْحَةَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَرَدْنَا بِهَذَا الْخِنْجَرَ وَكَانَ سِلَاحَ الْعَجَمِ يَوْمَئِذٍ الْخِنْجَرُ

❁❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس دن، یعنی غزوہ حنین کے موقع پر، یہ ارشاد فرمایا:

''جس نے کسی کافر کو قتل کیا ہو تو اس کافر کا سامان اسے ملے گا''

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس دن بیس آدمیوں کا قتل کیا اور ان کا سامان حاصل کیا، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی ملاقات سیدہ ام

2718- اسنادہ صحیح۔ حماد: ھو ابن سلمۃ۔ واخرجہ مسلم (1809) من طریق حماد بن سلمۃ بہ۔ واخرجہ مسلم ایضاً (1809) من طریق حماد بن سلمۃ، عن ثابت، عن انس فیکون لحماد بن سلمۃ فی ھذا الحدیث شیخان ھما ثابت واسحاق۔ وھو فی "مسند احمد" (12058) و (12977)، و"صحیح ابن حبان" (4838).

سلیم رضی اللہ عنہا سے ہوئی، جن کے پاس ایک خنجر تھا انہوں نے دریافت کیا: اے ام سلیم! یہ تمہارے پاس کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اللہ کی قسم! میرا یہ ارادہ تھا کہ اگر دشمنوں میں سے کوئی شخص میرے قریب آیا تو میں یہ خنجر اس کے پیٹ میں گھونپ دوں گی، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں بتایا:

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت حسن ہے: (امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ہم نے اس خنجر کے ذریعے یہ ارادہ کیا ہے (کہ قارئین کو بتائیں) کہ اس وقت عجمیوں کا مخصوص ہتھیار خنجر ہوتا تھا۔

بَابٌ فِي الْإِمَامِ يَمْنَعُ الْقَاتِلَ السَّلَبَ إِنْ رَأَى وَالْفَرَسُ وَالسِّلَاحُ مِنَ السَّلَبِ

باب: اگر امام مناسب سمجھے تو (کافر کے) قاتل کو، اس کا کچھ سامان نہ دے، نیز گھوڑا اور ہتھیار، سامان میں شامل ہوں گے

2719 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ، قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ فِي غَزْوَةِ مُؤْتَةَ فَرَافَقَنِي مَدَدِيٌّ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ لَيْسَ مَعَهُ غَيْرُ سَيْفِهِ، فَنَحَرَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ جَزُورًا فَسَأَلَهُ الْمَدَدِيُّ طَائِفَةً مِنْ جِلْدِهِ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ فَاتَّخَذَهُ كَهَيْئَةِ الدَّرَقِ وَمَضَيْنَا فَلَقِينَا جُمُوعَ الرُّومِ وَفِيهِمْ رَجُلٌ عَلَى فَرَسٍ لَهُ أَشْقَرَ عَلَيْهِ سَرْجٌ مُذْهَبٌ وَسِلَاحٌ مُذْهَبٌ، فَجَعَلَ الرُّومِيُّ يُغْرِي بِالْمُسْلِمِينَ، فَقَعَدَ لَهُ الْمَدَدِيُّ خَلْفَ صَخْرَةٍ فَمَرَّ بِهِ الرُّومِيُّ فَعَرْقَبَ فَرَسَهُ فَخَرَّ وَعَلَاهُ فَقَتَلَهُ وَحَازَ فَرَسَهُ وَسِلَاحَهُ، فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِلْمُسْلِمِينَ بَعَثَ إِلَيْهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فَأَخَذَ مِنَ السَّلَبِ، قَالَ عَوْفٌ: فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: يَا خَالِدُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بِالسَّلَبِ لِلْقَاتِلِ؟ قَالَ: بَلَى، وَلَكِنِّي اسْتَكْثَرْتُهُ، قُلْتُ: لَتَرُدَّنَّهُ عَلَيْهِ أَوْ لَأُعَرِّفَنَّكَهَا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَبَى أَنْ يَرُدَّ عَلَيْهِ، قَالَ عَوْفٌ: فَاجْتَمَعْنَا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَصَصْتُ عَلَيْهِ قِصَّةَ الْمَدَدِيِّ وَمَا فَعَلَ خَالِدٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا خَالِدُ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ؟ قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَقَدِ اسْتَكْثَرْتُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا خَالِدُ رُدَّ عَلَيْهِ مَا أَخَذْتَ مِنْهُ، قَالَ عَوْفٌ: فَقُلْتُ لَهُ: دُونَكَ يَا خَالِدُ، أَلَمْ أَفِ لَكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَمَا ذَلِكَ؟ فَأَخْبَرْتُهُ قَالَ: فَغَضِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا خَالِدُ لَا تَرُدَّ عَلَيْهِ، هَلْ أَنْتُمْ تَارِكُونَ لِي أُمَرَائِي؟ لَكُمْ صَفْوَةُ أَمْرِهِمْ وَعَلَيْهِمْ كَدَرُهُ

❁❁ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ غزوہ موتہ میں شرکت کے لیے روانہ ہوا، اہل یمن سے تعلق رکھنے والا ایک مددی (یعنی مدد قبیلے کا ایک شخص) میرے ساتھ ہو لیا، اس کے ساتھ ایک تلوار تھی، مسلمانوں میں سے ایک شخص نے اونٹ ذبح کیا تو اس شخص نے ذبح کرنے والے سے کھال کا ایک حصہ مانگ کیا جو

اس نے اس کو دے دیا تو اس شخص نے اسے ڈھال کی طرح بنالیا پھر ہم روانہ ہوئے ہمارا رومیوں کے لشکروں سے مقابلہ ہوا ان میں سے ایک شخص سرخ گھوڑے پر سوار تھا اس کی زین اور ہتھیار سنہری تھے وہ رومی شخص مسلمانوں پر بڑے سخت حملے کر رہا تھا تو یمن سے تعلق رکھنے والا وہ مددی ایک چٹان کی اوٹ میں اس رومی کی تاک میں بیٹھ گیا، جب وہ رومی اس کے پاس سے گزرا، تو یمنی نے اس کے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دیں، جس کے نتیجے میں وہ رومی گر پڑا، یہ یمنی شخص اس کے اوپر چڑھا اور اسے قتل کر دیا، پھر اس کا گھوڑا اور اس کا اسلحہ حاصل کر لیا جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کر دی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس یمنی کو بلایا اور اس کے سامان میں سے کچھ حاصل کر لیا، حضرت عوف بیان کرتے ہیں: میں ان کے پاس گیا اور میں نے کہا: اے خالد! آپ کو یہ پتا نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ دیا ہے: (مقتول کا) ساز و سامان قاتل کو ملتا ہے، انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! لیکن (اس یمنی شخص کو ملنے والے) سامان کو میں زیادہ سمجھتا ہوں، تو میں نے کہا: یا تو آپ اسے واپس کر دیں، ورنہ پھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتاؤں گا، تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے وہ سامان دینے سے انکار کر دیا، بعد میں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے اس یمنی کا واقعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے طرز عمل کے بارے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خالد تم نے جو کیا اس کی وجہ کیا تھی؟ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے اس سامان کو زیادہ سمجھا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تم نے اس سے جو کچھ لیا تھا وہ اسے واپس کر دو۔

حضرت عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا! لیں خالد صاحب میں نے جو آپ سے کہا تھا، اسے پورا کر دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: وہ کیا بات تھی؟ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ بات بتائی، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں آ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خالد وہ سامان اسے واپس نہ کرو، کیا تم لوگ میری خاطر میری طرف سے مقرر کیے گئے امیروں سے رعایت نہیں کر سکتے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان کے معاملے کی بھلائی تمہیں ملے اور خرابی کے ذمے دار وہ لوگ ہوں۔

2720 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَنْبَلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ: سَأَلْتُ ثَوْرًا عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ، فَحَدَّثَنِي عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ، نَحْوَهُ

۞۞ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے۔

بَابٌ فِي السَّلَبِ لَا يُخَمَّسُ

باب: (کافر مقتول کے) سامان میں سے "خمس" وصول نہیں کیا جائے گا

2721 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ، وَخَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضٰى بِالسَّلَبِ لِلْقَاتِلِ، وَلَمْ يُخَمِّسِ السَّلَبَ

۞۞ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ دیا کہ (جنگ کے دوران مقتول کافر کا) سامان، قاتل کو ملے گا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سامان میں سے خمس وصول نہیں کیا۔

بَابُ مَنْ أَجَازَ عَلَى جَرِيحٍ مُثْخَنٍ يُنَفَّلُ مِنْ سَلَبِهِ

باب: جس نے شدید زخمی ہونے والے (کافر) کے سامان میں سے کوئی چیز (زخمی کرنے والے کو) انعام کے طور پر دینے کو جائز قرار دیا ہے

2722 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبَّادٍ الْأَزْدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: نَفَّلَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ سَيْفَ أَبِي جَهْلٍ كَانَ قَتَلَهُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ بدر کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کی تلوار مجھے انعام کے طور پر عطا کی تھی، (راوی کہتے ہیں) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کیا تھا۔

بَابٌ فِيمَنْ جَاءَ بَعْدَ الْغَنِيمَةِ لَا سَهْمَ لَهُ

باب: جو شخص غنیمت (کی تقسیم) کے بعد آئے گا، اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا

2723 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْوَلِيدِ الزُّبَيْدِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَنَّ عَنْبَسَةَ بْنَ سَعِيدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ، سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ أَبَانَ بْنَ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ عَلَى سَرِيَّةٍ مِنَ الْمَدِينَةِ قِبَلَ نَجْدٍ، فَقَدِمَ أَبَانُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَصْحَابُهُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَيْبَرَ بَعْدَ أَنْ فَتَحَهَا، وَإِنَّ حُزُمَ خَيْلِهِمْ لِيفٌ، فَقَالَ أَبَانُ: اقْسِمْ لَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: فَقُلْتُ: لَا تَقْسِمْ لَهُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ أَبَانُ: أَنْتَ بِهَا يَا وَبْرُ تَحَدَّرَ عَلَيْنَا مِنْ رَأْسِ ضَالٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اجْلِسْ يَا أَبَانُ، وَلَمْ يَقْسِمْ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عنبسہ بن سعید بیان کرتے ہیں: انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو سعید بن العاص کو یہ روایت بیان کرتے ہوئے سنا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابان بن سعید اور ان کے ساتھیوں کو مدینہ منورہ سے نجد کی طرف ایک جنگی مہم پر روانہ کیا، جب ابان بن سعید اور ان کے ساتھی خیبر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوئے اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کو فتح کر چکے تھے، ابان بن سعید اور ان کے ساتھیوں کے گھوڑوں کی زین کو کسنے والے تسمے کھجور کی چھال کے بنے ہوئے تھے

ابان نے عرض کی: یارسول اللہ! ہمیں بھی (مال غنیمت میں سے کچھ) عنایت کیجئے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کچھ بھی نہ دیجئے گا تو ابان بولے: اے بلے تم یہ بات کہہ رہے ہو جو ایک پہاڑ کی چوٹی سے اتر کے ہم پر آیا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابان! تم بیٹھ جاؤ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مال غنیمت میں سے کچھ بھی نہیں دیا۔

2724 - حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ يَحْيَى الْبَلْخِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ، وَسَأَلَهُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ

أُمَيَّةَ حَدَّثَنَاهُ الزُّهْرِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَ عَنْبَسَةَ بْنَ سَعِيدٍ الْقُرَشِيَّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَيْبَرَ حِينَ افْتَتَحَهَا فَسَأَلْتُهُ أَنْ يُسْهِمَ لِي، فَتَكَلَّمَ بَعْضُ وُلْدِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ، فَقَالَ: لَا تُسْهِمْ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: فَقُلْتُ: هَذَا قَاتِلُ ابْنِ قَوْقَلٍ، فَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْعَاصِ: يَا عَجَبًا لِوَبْرٍ قَدْ تَدَلَّى عَلَيْنَا مِنْ قَدُومِ ضَالٍ يُعَيِّرُنِي بِقَتْلِ امْرِءٍ مُسْلِمٍ أَكْرَمَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى يَدَيَّ، وَلَمْ يُهِنِّي عَلَى يَدَيْهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَؤُلَاءِ كَانُوا نَحْوَ عَشَرَةٍ فَقُتِلَ مِنْهُمْ سِتَّةٌ وَرَجَعَ مَنْ بَقِيَ

عنبسہ بن سعید حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: جب میں مدینہ منورہ آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خیبر میں موجود تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خیبر کو فتح کر چکے تھے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزارش کی کہ آپ مال غنیمت میں سے مجھے بھی حصہ دیں تو سعید بن العاص کے ایک بیٹے نے اس بارے میں کوئی بات کی انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے کوئی حصہ نہ دیجئے، میں نے کہا: یہ تو ابن قوقل کا قاتل ہے، تو سعید بن العاص نے کہا: اس پہاڑی بلے پر حیرت ہوتی ہے جو پہاڑ کی چوٹی سے اتر کے ہمارے پاس آ گیا ہے اور مجھے ایک مسلمان کو قتل کرنے کا طعنہ دے رہا ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں عزت عطا کی (یعنی اسے میرے ہاتھوں شہادت نصیب ہوئی) اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے ہاتھوں ذلیل نہیں کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ لوگ تقریباً دس آدمی تھے جن میں سے چھ شہید ہو گئے تھے اور باقی واپس آ گئے تھے۔

2725 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، حَدَّثَنَا بُرَيْدٌ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: قَدِمْنَا فَوَافَقْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ افْتَتَحَ خَيْبَرَ فَأَسْهَمَ لَنَا - أَوْ قَالَ: فَأَعْطَانَا مِنْهَا - وَمَا قَسَمَ لِأَحَدٍ غَابَ عَنْ فَتْحِ خَيْبَرَ مِنْهَا شَيْئًا إِلَّا لِمَنْ شَهِدَ مَعَهُ إِلَّا أَصْحَابَ سَفِينَتِنَا جَعْفَرٌ وَأَصْحَابُهُ فَأَسْهَمَ لَهُمْ مَعَهُمْ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ حبشہ سے واپس آئے اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کو فتح کر چکے تھے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بھی اس میں سے حصہ دیا (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے) حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر میں شریک نہ ہونے والوں میں سے کسی کو بھی کچھ نہیں دیا تھا صرف ان لوگوں کو عطا کیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے لیکن ہم لوگ جو کشتی میں سوار ہو کر حبشہ سے آئے تھے انہیں حصہ عطا کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو (یعنی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو) دوسرے لوگوں کے ساتھ حصہ دیا۔

2726 - حَدَّثَنَا مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى أَبُو صَالِحٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ كُلَيْبِ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ هَانِئِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ - يَعْنِي يَوْمَ بَدْرٍ - فَقَالَ: إِنَّ عُثْمَانَ انْطَلَقَ فِي حَاجَةِ اللَّهِ وَحَاجَةِ رَسُولِ اللَّهِ وَإِنِّي أُبَايِعُ لَهُ. فَضَرَبَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَهْمٍ، وَلَمْ يَضْرِبْ لِأَحَدٍ غَابَ غَيْرَهُ

۞ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ غزوہ بدر کے موقع پر کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عثمان، اللہ اور اس کے رسول کے کام میں مصروف تھا تو میں اس کی طرف سے بیعت لے رہا ہوں، پھر نبی اکرم ﷺ نے انہیں مال غنیمت میں سے حصہ بھی دیا، حالانکہ آپ ﷺ نے ایسے کسی شخص کو مال غنیمت میں سے حصہ نہیں دیا جو اس جنگ میں شریک نہیں ہوا تھا۔

مال غنیمت کی تقسیم سے متعلق احکام کا بیان

قوله تعالیٰ: آیت: واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه وللرسول ولذی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل ان کنتم امنتم بالله

اس میں چھبیس مسائل ہیں۔

مسئلہ نمبر:۱

قوله تعالیٰ: آیت: واعلموا انما غنمتم من شیء لغت میں غنیمت سے مراد وہ (مال) ہے جسے آدمی یا جماعت محنت اور کوشش کے ساتھ حاصل کرے۔ اسی معنی میں شاعر کا قول ہے:

وقد طوفت فی الآفاق حتی رضیت من الغنیمة بالایاب (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۵۲۸)

اور دوسرے شاعر نے کہا:

ومطعم الغنم یوم الغنم مطعمه انی توجه والمحروم محروم (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۵۲۸)

مغنم اور غنیمت دونوں ہم معنی ہیں: کہا جاتا ہے: غنم القوم غنما (قوم کو مال غنیمت عطا کیا گیا) جاننا چاہیے کہ اس پر اتفاق ہو چکا ہے کہ قول باری تعالیٰ: آیت: **غنمتم من شیء** سے مراد کفار کا وہ مال ہے جسے مسلمانوں نے غلبہ اور جنگ کے ساتھ حاصل کیا ہو۔ لغت اس تخصیص کا تقاضا نہیں کرتی جیسا کہ ہم نے اسے بیان کر دیا ہے۔ البتہ عرف شرع نے لفظ کو اس نوع کے ساتھ مقید کیا ہے۔ کفار کی جانب سے ہمیں جو اموال حاصل ہوتے ہیں شریعت نے انہیں دو نام دیئے ہیں: ایک غنیمت اور دوسرا فئی۔ پس وہ مال جسے مسلمان اپنے دشمن سے جدوجہد اور گھوڑوں، اونٹوں کو جنگ میں استعمال کر کے حاصل کرتے ہیں اسے مال غنیمت کہا جاتا ہے۔ اور یہ اسم اس معنی کے ساتھ لازم ہو چکا ہے حتیٰ کہ یہ عرف بن گیا ہے۔ اور فئی، فاء یفیء سے ماخوذ ہے جب کوئی لوٹ آئے، رجوع کر لے اور اس سے مراد ہر وہ مال ہے جو مسلمانوں کو بغیر جنگ کے اور گھوڑوں، اونٹوں کو کام میں لائے بغیر حاصل ہو جائے، جیسا کہ زمینوں کا خراج، لوگوں پر عائد ہونے والا جزیہ اور غنائم کا خمس۔ (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۵۲۸)

اسی طرح سفیان ثوری اور عطاء بن سائب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی قسم کا مال ہیں اور ان دونوں میں خمس (پانچواں حصہ) ہے، یہ حضرت قتادہ نے کہا ہے۔ (المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۵۲۸) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ فئی ہر اس مال سے عبارت ہے جو مسلمانوں کو بغیر جنگ کے حاصل ہوا ہو۔ دونوں معنی ایک دوسرے کے بالکل قریب ہیں۔

مسئلہ نمبر:۲

جمہور کے نزدیک یہ آیت سورت کی پہلی آیت کے لیے ناسخ ہے۔ اور ابن عبدالبر نے اس پر اجماع ہونے کا دعویٰ کیا ہے کہ یہ آیت قول باری تعالیٰ: آیت: یسئلونک عن الانفال کے بعد نازل ہوئی ہے اور یہ کہ مال غنیمت کے چار خمس لشکریوں کے درمیان تقسیم کیے جائیں گے، جیسا کہ اس کا بیان آگے آئے گا۔ اور ارشاد باری تعالیٰ: آیت: یسئلونك عن الانفال اس وقت نازل ہوئی جب غنائم بدر کے بارے میں اہل بدر کے درمیان اختلاف رونما ہوا، جیسا کہ سورت کی ابتداء میں گزر چکا ہے۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: جو کچھ اسماعیل بن اسحاق نے ذکر کیا ہے وہ اس کی صحت پر دلالت کرتا ہے انہوں نے کہا: محمد بن کثیر نے ہمیں بیان کیا، انہوں نے کہا ہمیں سفیان نے بیان کیا، انہوں نے کہا مجھے محمد بن سائب نے ابوصالح کے واسطہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا: جب غزوہ بدر کا دن تھا تو حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اعلان فرمایا: ''جس نے کسی آدمی کو قتل کیا تو اس کے لیے اتنا ہوگا اور جس نے کسی کو قیدی بنایا تو اس کے لیے اتنا ہوگا''۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۲۰)۔ پس انہوں نے ستر آدمیوں کو قتل کیا اور ستر کو قیدی بنایا۔

ابوالیسر بن عمرو دو قیدیوں کو لے کر آیا اور عرض کی: یارسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) بے شک آپ نے ہم سے وعدہ فرمایا کہ جس نے کسی کو قتل کیا تو اس کے لیے اتنا ہوگا، تحقیق میں دو قیدیوں کو لایا ہوں۔ تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کی: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم)، بے شک ہمیں نہ تو اجر میں زیادتی کی خواہش نے روکا اور نہ دشمن کے سامنے بزدلی کے اظہار نے ہمیں روکا بلکہ ہم تو اس مقام پر اس خوف سے کھڑے رہے کہ کہیں مشرکین ادھر نہ مڑ آئیں، بلاشبہ آپ اگر انہیں عطا فرمائیں گے تو پھر آپ کے اصحاب کے لیے کوئی شے باقی نہ رہے گی۔ راوی فرماتے ہیں: وہ کچھ کہتے رہے اور وہ کچھ کہتے رہے پس یہ آیت نازل ہوئی: آیت: یسئلونك عن الانفال قل الانفال لله والرسول فاتقوا الله واصلحوا ذات بینکم پس انہوں نے مال غنیمت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حوالے کر دیا، بعد ازاں یہ آیت نازل ہوئی آیت: واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه الآیہ۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، حدیث نمبر ۲۳۶۰، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت محکم ہے، غیر منسوخ ہے اور یہ کہ مال غنیمت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے ہے اور یہ لشکریوں کے درمیان تقسیم شدہ نہیں ہے اور اسی طرح آپ کے بعد آنے والے ائمہ کے لیے حکم ہے۔ اسی طرح، زری نے ہمارے بہت سے اصحاب رحمۃ اللہ علیہم سے بیان کیا ہے: اور یہ کہ امام وقت کے لیے جائز ہے کہ وہ اسے ان سے نکال لے۔ اور انہوں نے فتح مکہ اور قصہ حنین سے استدلال کیا ہے۔

ابوعبید کہتے ہیں: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مکہ مکرمہ بزور شمشیر فتح کیا اور وہاں کے باسیوں پر احسان فرمایا اور اسے انہیں پر واپس لوٹا دیا اور اسے تقسیم نہ کیا اور نہ اسے ان کے لیے فئی قرار دیا۔ اور بعض لوگوں نے یہ خیال کیا ہے کہ آپ کے بعد ائمہ کے لیے بھی یہ جائز ہے۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: اس بنا پر قول باری تعالیٰ: آیت: واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه کا معنی یہ ہوگا چار خمس امام کے لیے ہوں گے، اگر چاہے تو انہیں روک لے اور اگر چاہے تو انہیں لشکریوں کے درمیان تقسیم کر دے۔ اور یہ کوئی

ئے نہیں ہے، جیسا کہ ہم نے اسے ذکر کر دیا ہے۔ اور اس لیے بھی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مال غنیمت کی اضافت لشکریوں کی طرف کی ہے اور فرمایا ہے: آیت: واعلموا انما غنمتم من شئی پھر خمس کو اس کے لیے معین کر دیا جس کا ذکر اپنی کتاب میں کیا اور چار خمس سے سکوت اختیار فرمایا، اس میں تو بالاتفاق باپ کے لیے دو ثلث ہیں۔ اسی طرح چار خمس بالاجماع لشکریوں کے لیے ہوں گے، جیسا کہ ابن منذر، ابن عبدالبر، داؤدی، مازری، قاضی عیاض اور علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ذکر کیا ہے۔

اور اس معنی کے ساتھ خبر دینا بالکل ظاہر ہے اور اس کا کچھ بیان عنقریب آئے گا۔ اور قول باری تعالیٰ: یسئلونك عن الانفال الآیہ کا معنی ہوگا۔ وہ مال جس کی امام وقت جس کے لیے چاہے مصلحت کے پیش نظر تقسیم سے پہلے تنفیل کر سکتا ہے۔

حضرت عطا اور حسن رضی اللہ عنہما نے کہا ہے: یہ اس مال کے ساتھ مخصوص ہے جو مشرکوں سے مسلمانوں کی طرف بھاگ کر آئے چاہے وہ غلام ہو یا لونڈی یا کوئی جانور۔ امام وقت اس کے بارے جو پسند کرے فیصلہ کر سکتا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد انفال السرایا یعنی اس کے غنائم ہیں، اگر چاہے تو امام اس سے خمس نکالے اور اگر چاہے تو سارے کا سارا بطور تنفیل ادا کر دے۔

ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے الامام یبعث السریہ فیصیبون المغنم میں بیان کیا ہے: اگر چاہے تو امام سارے مال کو نفل بنا دے اور اگر چاہے تو اس کا خمس نکالے۔ اور اسے ابو عمر نے مکحول اور عطا سے بیان کیا ہے۔ حضرت علی بن ثابت نے کہا ہے: میں نے مکحول اور عطا سے امام کے بارے پوچھا جو قوم کو اس مال کی تنفیل کرتا ہے جو انہوں نے حاصل کیا، تو فرمایا: وہ ان کے لیے ہے۔

ابو عمر نے کہا ہے: جو اس طرف گئے ہیں انہوں نے قول باری تعالیٰ آیت: یسئلونك عن الانفال قل الانفال لله والرسول کی تاویل کی ہے کہ وہ مال حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے ہے آپ جہاں چاہیں اسے خرچ کر سکتے ہیں۔ اور یہ نظریہ نہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے اس ارشاد کے ساتھ: آیت: واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه اور یہ بھی کہا گیا ہے: یہ اس کے سوا ہے جو ہم نے اس کے بارے کتاب القبس فی شرح موطا مالک بن انس میں بیان کیا ہے۔

اور علماء میں سے کسی ایک نے اس بارے میں کوئی قول نہیں کیا جو میں جانتا ہوں کہ قول باری تعالیٰ: یسئلونك عن الانفال الآیہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: آیت: واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه کے۔ لیے ناسخ ہے، بلکہ جمہور نے کہا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کر دیا ہے: بے شک قول باری تعالیٰ: ما غنمتم ناسخ ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں کتاب اللہ میں تحریف وتبدیلی کا التزام جائز نہیں ہے۔

رہا فتح مکہ کا واقعہ تو اس میں کوئی دلیل نہیں، کیونکہ اس کی فتح میں علماء کا اختلاف ہے۔ ابو عبید نے کہا ہے: ہم مکہ مکرمہ کے بارے نہیں جانتے کہ شہروں میں سے کسی کو اس کے ساتھ دو اعتبار سے مشابہت حاصل ہو: ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انفال وغنائم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے خاص فرمائے ہیں جب تک اس نے کسی دوسرے کے لیے انہیں مقرر نہیں کیا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے ہے: آیت: یسئلونك عن الانفال الآیہ۔ پس ہم دیکھتے ہیں کہ یہ آپ کے لیے خاص ہے۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ نے مکہ مکرمہ کے لیے ایسا طریقہ مقرر کیا جو دوسرے شہروں میں سے کسی کے لیے نہیں۔ اور جہاں تک حنین کے واقعہ کا تعلق ہے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انصار کو عوض عطا فرمایا جب انہوں نے کہا: آپ غنائم قریش کو عطا فرما رہے ہیں اور ہمیں چھوڑ رہے ہیں، حالانکہ ہماری تلواروں سے ان کے خون ٹپک رہے ہیں۔ تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں فرمایا: اماترضون ان یرجع الناس بالدنیا و ترجعون برسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) الی بیوتکم (صحیح بخاری، کتاب مناقب، جلد، صفحہ ۵۳۳) (کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ دنیا ساتھ لے کر لوٹیں اور تم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ساتھ لے کر اپنے گھروں کو واپس جاؤ) اسے مسلم وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ کسی غیر کے لیے ایسا قول کرنا جائز نہیں، یہ فقط آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ خاص ہے، جیسا کہ ہمارے بعض علماء نے کہا ہے۔ واللہ اعلم

مسئلہ نمبر: ۳

علماء کے مابین کوئی اختلاف نہیں کہ قول باری تعالیٰ: واعلموا انما غنمتم من شیء اپنے عموم پر نہیں ہے، بلکہ خصوص اس میں داخل ہوسکتا ہے۔ پس انہوں نے اسے اجماع کے ساتھ خاص کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ قاتل کے لیے مقتول کا سامان چھیننا اور سلب کرنا جائز ہے جب امام وقت اس کے بارے اعلان کرے اور اسی طرح قیدیوں کا بھی حکم ہے، اس بارے میں اختیار بلا اختلاف امام کے پاس ہے، جیسا کہ اس کا بیان آگے آرہا ہے۔ اور اس سے زمین کو بھی خاص کیا گیا ہے۔ اور معنی یہ ہے: جو مال غنیمت سونے، چاندی، تمام ساز و سامان اور قیدیوں میں سے تمہیں حاصل ہو۔ اور رہی زمین تو وہ اس آیت کے عموم میں داخل نہیں ہے، کیونکہ ابوداود نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: اگر دوسرے لوگ نہ ہوتے تو میں جس شہر کو بھی فتح کرتا اسے تقسیم کر دیتا، جیسا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خیبر کو تقسیم فرمایا۔ اور جو دلیل اس مذہب کو صحیح قرار دیتی ہے وہ وہ روایت ہے جسے صحیح نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور انہوں نے حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ''عراق نے اپنا قفیز اور اپنا درہم روک لیا ہے اور شام نے اپنا مد اور اپنا دینار روک لیا ہے''

(سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، جلد ۲، صفحہ ۷۴) الحدیث۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حدیث طیبہ میں منعت بمعنی ستمنع ہے (یعنی عنقریب روک لیں گے) تو یہ اس پر دلیل ہے کہ یہ لشکریوں کے لیے نہیں ہوں گے، کیونکہ لشکری جس سامان کے مالک ہیں اس میں قفیز اور درہم نہیں ہوتے۔ اور اگر زمین بھی تقسیم کر دی جاتی تو غانمین کے بعد آنے والوں کے لیے کوئی شے نہ بچتی۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: آیت: والذین جاء و من بعدھم (الحشر: ۱۰)

اس کا عطف اس قول پر ہے۔ آیت: للفقراء المھجرین (الحشر: ۸) فرمایا: بے شک وہ سامان تقسیم کیا جائے گا جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: دار الحرب والوں سے مال غنیمت میں سے جو بھی حاصل ہوگا چاہے وہ قلیل ہو یا کثیر گھر ہو یا زمین، ساز و سامان ہو یا اس کے علاوہ کچھ، سب تقسیم کر دیا جائے گا، سوائے بالغ مردوں کے کیونکہ ان کے بارے میں امام کو اختیار دیا گیا ہے کہ چاہے تو وہ انہیں بطور احسان آزاد کر دے یا قتل کر دے یا قیدی بنا لے۔ اور جو بھی ان سے لیا گیا اور قیدی بنایا گیا اس (کی تقسیم کا) طریقہ وہی ہے جو مال غنیمت کا طریقہ ہے۔ اور انہوں نے آیت کے عموم

سے استدلال کیا ہے۔ فرمایا: زمین بھی بالیقین مال غنیمت میں شامل ہے، لہٰذا واجب ہے کہ اسے بھی دیگر تمام غنائم کی مثل تقسیم کیا جائے۔ تحقیق رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خیبر کا جو حصہ طاقت کے ساتھ فتح کیا تھا اسے تقسیم فرما دیا۔ انہوں نے کہا ہے: اگر زمین میں خصوص کا دعوی کرنا جائز ہے تو پھر زمین کے علاوہ میں بھی یہ دعوی جائز ہوگا نتیجۃً آیت کا حکم باطل ہو جائے گا۔

اور جہاں تک سورۃ الحشر کی آیت کا تعلق ہے تو اس میں کوئی حجت نہیں کیونکہ وہ تو مال فئی کے بارے میں ہے نہ کہ مال غنیمت کے بارے میں۔ اور قول باری تعالیٰ: آیت: والذین جاء و من بعدھم (الحشر:۱۰) یہ نیا کلام ہے جو ان لوگوں کے لیے دعا کے متعلق ہے جو ایمان میں سبقت لے گئے یہ کسی اور معنی کے لیے نہیں۔ انہوں نے کہا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فعل زمین سے متعلق آپ کے توقف کے بارے دو وجہوں میں سے ایک سے خالی نہیں ہے: یا تو وہ غنیمت ہے آپ نے اس کے رہنے والوں کو اچھا پایا اور وہ زمین اس بارے میں موزوں تھی تو آپ نے اسے وقف کر دیا اور اس طرح جریر نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے باسیوں میں سے اچھوں کو چن لیا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بنی ہوازن کے قیدیوں میں اسی طرح کیا، جب وہ آپ کے پاس آئے تو آپ نے اپنے اصحاب میں سے اعلیٰ افراد کو ان چیزوں کے بارے چن لیا جو ان کے ہاتھوں میں تھیں یا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو زمین وقف کی وہ مال فئی تھی پس اس صورت میں آپ کو کسی اور کی رضامندی کی ضرورت بھی نہ تھی۔

کوفیوں نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ زمین کی تقسیم یا اسے قائم رکھنے اور اس پر خراج مقرر کرنے کا اختیار امام وقت کو ہے۔ اور یہ زمین اسی طرح ان کی ملکیت ہو جاتی ہے جیسے صلح سے حاصل کی ہوئی زمین۔

ہمارے شیخ ابو العباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: گویا یہ دو دلیلوں کو جمع کرنا اور دو مذہبوں کے درمیان ایک درمیانی رائے ہے اور یہی وہ ہے جسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ بالیقین سمجھے، اسی لیے آپ نے فرمایا: اگر دوسرے لوگ نہ ہوتے، پس آپ نے حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فعل کے منسوخ ہونے کی کوئی خبر نہ دی اور نہ ہی ان کے ساتھ ان کی تخصیص کی خبر دی ہے، مگر کوفیوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل پر کچھ اضافہ کیا ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی مصالح پر اسے وقف کیا اور اہل صلح کو اس کا مالک بنا دیا اور انہوں (کوفیوں) نہ یہ کہا ہے کہ وہ اہل صلح کو اس کا مالک بنا دے۔

مسئلہ نمبر ۴۔

امام مالک، امام ابو حنیفہ اور ثوری رحمۃ اللہ علیہم نے موقف اختیار کیا ہے کہ مقتول سے چھینا ہوا مال قاتل کے لیے نہیں ہے اور اس کا حکم مال غنیمت کے حکم کی مثل ہے، مگر یہ کہ امیر کہے: جس نے کسی کو قتل کیا تو اس سے چھینا ہوا سامان اس کے لیے ہوگا، تو اس صورت میں وہ سامان اسی کے لیے ہوگا۔

لیث، امام اوزاعی، امام شافعی، اسحاق، ابو ثور، ابو عبید، طبری اور ابن منذر رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے: ہر حال میں چھینا ہوا مال قاتل کے لیے ہوگا، چاہے امام نے وہ اعلان کیا ہو یا نہ کیا ہو، مگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے: بلاشبہ چھینا ہوا مال قاتل کے لیے ہوگا بشرطیکہ اس نے اسے سامنے سے آتے ہوئے قتل کیا ہو۔ اور جب اس نے اسے پیٹھ پھیر کر جاتے ہوئے پیچھے سے جا کر قتل

کیا تو سلب کیا ہوا مال اس کے لیے نہیں ہوگا۔ اصحاب شافعی میں سے ابوالعباس بن سریج نے کہا ہے: یہ حدیث **من قتل قتیلا فله سلبه** (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۸۷) اپنے عموم پر نہیں ہے، کیونکہ اس پر علماء کا اجماع ہے کہ جس نے کسی قیدی یا عورت یا بوڑھے کو قتل کیا تو ان میں سے کسی سے چھینا ہوا مال اس کا نہ ہوگا۔ اور اسی طرح جس نے کسی زخمی کو مار دیا اور اسے قتل کر دیا جس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹے ہوئے تھے (تو ان کا سامان قاتل کے لیے نہ ہوگا) فرمایا: اس شکست خوردہ کا حکم بھی اسی طرح ہے، جس کے شکست کھانے میں اور پسپا ہونے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو، تو وہ بندھے ہوئے آدمی کی مثل ہے۔ فرمایا: پس اس سے معلوم ہو گیا کہ سلب شدہ مال کو جو قاتل کے لیے بنایا گیا ہے تو وہ کسی زائد معنی کی وجہ سے ہے یا پھر اس کے لیے ہے جس کے قتل میں فضیلت ہو اور وہ قاتل کے سامنے ہونا ہے، کیونکہ اس صورت میں (مقابلے کی) مشقت ہوتی ہے۔ اور رہا وہ جس کے لیے زخموں کے سبب مقابلہ کرنا یا بھاگنا دوڑنا مشکل ہو جائے تو اسے قتل کرنے میں سامان قاتل کے لیے نہ ہوگا۔ اور علامہ طبری نے کہا ہے: چھینا ہوا مال قاتل کے لیے ہوگا، چاہے وہ اسے سامنے سے آتے ہوئے قتل کرے یا پیٹھ کے پیچھے سے، بھاگتے ہوئے یا مقابلہ کرتے ہوئے بشرطیکہ وہ میدان جنگ میں ہو۔

اس کا رد اس روایت میں ہوتا ہے جس کا ذکر عبدالرزاق اور محمد بن بکر نے ابن جریج سے کیا ہے انہوں نے کہا میں نے نافع مولی ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: ہم مسلسل یہ سنتے رہے ہیں کہ جب مسلمان اور کفار میدان جنگ میں ایک دوسرے کے مقابل ہوں اور مسلمانوں میں سے کوئی آدمی کفار میں سے کسی آدمی کو قتل کر دے تو بلاشبہ اس کا چھینا ہوا مال اس کے لیے ہوگا، مگر یہ کہ وہ انتہائی زوردار جنگ کے دوران قتل ہو، کیونکہ اس وقت یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کس نے اسے قتل کیا ہے۔ پس اس قول کا ظاہر طبری کے اس قول کا رد کرتا ہے کہ انہوں نے چھینے ہوئے مال میں یہ شرط لگائی ہے کہ قتل میدان جنگ میں ہو۔ اور ابوثور اور ابن منذر نے بیان کیا ہے کہ چھینا ہوا مال قاتل کے لیے ہوگا چاہے وہ میدان جنگ میں ہو یا باہر، سامنے کی جانب ہو یا پیچھے کی جانب، بھاگتے ہوئے یا مقابلے کے لیے شوخی کا اظہار کرتے ہوئے ہو، تمام حالتوں میں (چھینا ہوا مال قاتل کے لیے ہوگا) کیونکہ حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ ارشاد عام ہے: **من قتل قتیلا فله سلبه** (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۸۷) (جس کسی نے کسی مقتول کو قتل کیا تو اس سے چھینا ہوا مال اس کے لیے ہوگا)

میں (مفسر) کہتا ہوں: امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے انہوں نے فرمایا: ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی معیت میں بنی ہوازن کی جنگ میں شریک تھے پس اس اثناء میں کہ ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی معیت میں دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے کہ اچانک سرخ اونٹ پر ایک آدمی آیا، اس نے اپنا اونٹ بٹھایا، پھر اونٹ کے تنگ سے رسی کھولی اور اس کے ساتھ اونٹ کو باندھ دیا، پھر آگے بڑھا اور قوم کے ساتھ مل کر کھانا کھانے لگا اور غور سے دیکھنے لگا۔ اور ہم میں کمزور لوگ بھی تھے ان کی سواریاں بھی نحیف اور لاغر تھیں اور بعض ہم میں پیدل تھے، جب کہ وہ تیزی کے ساتھ نکلا، اپنی سواری کے پاس آیا۔ اس کی رسی (ڈھنگا) کو کھولا پھر اسے بٹھایا اور اس پر بیٹھ گیا اور اسے تیز چلا دیا اور اونٹ اسے لے کر خوب تیزی سے چلنے لگا، تو ایک آدمی نے خاکستری رنگ کی اونٹنی پر اس کا پیچھا کیا۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میں انتہائی تیزی کے ساتھ نکلا اور میں اونٹنی کی سرین کے قریب ہوگیا، پھر میں مزید آگے بڑھا یہاں تک کہ میں اونٹ کی سرین کے قریب ہوگیا، پھر مزید آگے بڑھا یہاں تک کہ اونٹ کی مہار کو پکڑ لیا اور اسے بٹھایا، پس جب اس نے اپنا گھٹنا زمین پر رکھا میں نے اپنی تلوار سونتی اور اس آدمی کے سر پر ماری تو وہ گر پڑا (یعنی مرگیا) پھر میں اس اونٹ کو پکڑ کر لے آیا، اس پر اس کا کجاوہ (مع سازوسامان) اور اس کے ہتھیار بھی تھے۔ پس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میرا استقبال کیا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ اور لوگ بھی تھے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ''کس نے اس آدمی کو قتل کیا''؟ لوگوں نے عرض کی: ابن اکوع نے۔ تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: لہ سلبہ اجمع (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۸۹۔۸۸) اس سے چھینا ہوا مال اس کے لیے ہے۔ پس یہ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے اسے بھاگتے ہوئے قتل کیا نہ کہ سامنے سے آتے ہوئے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس سے چھینا ہوا مال اسے عطا فرمادیا۔ اس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے لیے حجت ہے کہ امام کی اجازت کے بغیر قاتل سلب شدہ مال کا مستحق نہیں ہوتا، کیونکہ اگر نفس قتل کے ساتھ ہی وہ اس کے لیے ثابت ہوجاتا تو آپ کو یہ قول مکرر لانے کی ضرورت نہ ہوتی۔ اور آپ کی حجت وہ روایت بھی ہے جسے ابوبکر بن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے انہوں نے بیان کیا: ابوالاحوص نے اسود بن قیس سے انہوں نے بشر بن علقمہ سے ہمیں روایت بیان کی ہے کہ جنگ قادسیہ کے دن میں نے ایک آدمی کو دعوت مبارزت دی اور میں نے اسے قتل کردیا اور اس کا مال لے لیا، پھر میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو خطاب کیا پھر فرمایا: یہ بشر بن علقمہ کا چھینا ہوا مال ہے اور یہ بارہ ہزار درہم سے بہتر (اور زیادہ) ہے۔ اور ہم نے یہ اسے بطور تنفیل (انعام) دے دیا۔ پس اگر چھینا ہوا مال قاتل کے لیے ہوتا اور محض حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قضا سے ہوتا تو پھر اس چیز کی ضرورت نہ ہوتی کہ وہ اپنے اجتہاد کے ساتھ امر کی نسبت اپنی ذاتوں کی طرف کریں اور یقیناً قاتل ان کے امر کے بغیر اس سامان کو لے سکتا۔ واللہ اعلم۔

اور صحیح میں ہے کہ حضرت معاذ بن عمرو بن جموح اور معاذ بن عفرا رضی اللہ عنہما نے اپنی تلواروں کے ساتھ ابوجہل پر حملہ کیا، یہاں تک کہ اسے قتل کردیا، پھر وہ دونوں حضور نبی رحمت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا: ''تم دونوں میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے''؟ تو ان دونوں میں سے ہر ایک نے عرض کی: میں نے اسے قتل کیا ہے۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دونوں تلواروں کو غور سے دیکھا اور فرمایا: ''تم دونوں نے ہی اسے قتل کیا ہے'' (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۸۸)۔ اور پھر اس سے چھینے ہوئے مال کا فیصلہ حضرت معاذ بن عمرو بن جموح کے حق میں فرمایا۔ تو یہ اس پر نص ہے کہ سلب کیا ہوا مال قاتل کے لیے نہیں، کیونکہ اگر اس کے لیے ہوتا تو حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) اسے ان دونوں کے درمیان تقسیم فرمادیتے۔

اور صحیح میں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے انہوں نے کہا: میں ان کے ساتھ نکلا جو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں غزوہ موتہ کے لیے نکلے تھے۔ اور یمن سے آنے والے معاونین اور مددگاروں میں سے ایک آدمی نے میرے مرافقت اور سنگت اختیار کی۔ آگے حدیث بیان کی۔ اس میں ہے کہ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: اے خالد! کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سلب کیے ہوئے مال کا فیصلہ قاتل کے لیے کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، لیکن

میں اسے کثیر سمجھتا ہوں (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۸۸)۔ ابوبکر برقانی نے اپنی اس اسناد کے ساتھ اسے روایت کیا ہے جس کے ساتھ مسلم نے اسے روایت کیا اور اس میں یہ زائد ذکر کیا کہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: بے شک رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سلب کیے ہوئے مال کا خمس نہیں نکالا اور بے شک وہ معاون و مددگار غزوہ موتہ میں ان کا ساتھی تھا جو شام کی طرف سے آیا ہوا تھا، اس نے کہا: ان میں سے ایک رومی بڑی شدت کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کرنے لگا اور وہ اشقر (سرخ و زرد رنگ) گھوڑے پر سوار تھا۔ زین سنہری تھی، کمر کا کپڑا لتھڑا ہوا تھا اور تلوار سونے کے ساتھ آراستہ کی ہوئی تھی۔ راوی نے بیان کیا: وہ انہیں انکسار رہا تھا، فرمایا: پس میرا معاون ان کے لیے مہربان ہوا (یعنی اس نے اپنا رخ اس کی طرف پھیرا) یہاں تک کہ اس کے پاس سے گزرا اور اس کے گھوڑے کی کونچوں پر وار کیا اور وہ گر پڑا اور اس نے اسے تلوار کیساتھ اٹھایا اور اسے قتل کر دیا اور اس کا اسلحہ لے لیا۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے وہ اسے دیا اور اس میں سے کچھ روک لیا۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پس میں نے انہیں کہا: یہ سارے کا سارا اسے عطا فرما دو۔ کیا آپ نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا ہے: السلب للقاتل (سلب کیا ہوا مال قاتل کے لیے ہے) انہوں نے فرمایا: ہاں، لیکن میں اسے زیادہ خیال کرتا ہوں۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: میرے اور ان کے درمیان گفتگو ہوئی، تو میں نے انہیں کہا: میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ضرور آگاہ کروں گا۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: پس جب ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جمع ہوئے تو حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے اس کا ذکر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کیا تو آپ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "تم نے اسے کیوں نہیں دیا"؟ تو انہوں نے عرض کی: میں نے اسے بہت زیادہ سمجھا۔ آپ نے فرمایا: "پس تم اسے وہ سب دے دو" تو میں نے انہیں کہا: کیا میں نے آپ کے لیے وہ وعدہ پورا نہیں کر دیا جو میں نے تمہارے ساتھ کیا تھا؟ راوی کہتے ہیں: پس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) غصے میں ہو گئے اور فرمایا: "اے خالد تو اسے نہ دینا کیا تم میرے لیے میرے امراء (افسر) کو چھوڑ رہے ہو" (صحیح مسلم، کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۸۸)۔ تو یہ اس پر واضح دلیل ہے کہ قاتل سلب کیے ہوئے مال کا نفس قتل سے مستحق نہیں ہوتا، بلکہ امام کی رائے اور اس کی نظر سے اس کا مستحق ہوتا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: سوائے خاص مقابلہ کے سلب کیا ہوا مال قاتل کے لیے نہیں ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۵۔

چھینے ہوئے مال سے خمس نکالنے کے بارے علماء کا اختلاف ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اس سے خمس نہیں نکالا جائے گا۔ اور ابو اسحاق نے کہا ہے: اگر چھینا ہوا مال تھوڑا ہو تو وہ قاتل کے لیے ہوگا اور اگر زیادہ ہو تو پھر اس سے خمس لیا جائے گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا ہی کیا جس وقت وہ مرزبان کے مقابل ہوئے اور اسے قتل کر دیا، تو اس کے کمر بند اور اس کے کنگنوں کی قیمت تیس ہزار تھی تو آپ نے اس کا خمس نکالا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے مشرکین کے سو آدمی قتل کیے مگر مقابلہ ایک آدمی کے ساتھ ہوا۔ انہوں نے جب زارہ (بحرین کا ایک گاؤں) پر حملہ کیا تو الزارہ کے دہقان نکل آئے اور انہوں نے

کہا: ایک ایک آدمی ایک دوسرے کے مقابل تھا، پس حضرت براء رضی اللہ عنہ نے اس (مرزبان) سے مقابلہ کیا دونوں کی ایک دوسرے کے خلاف تلواریں چلیں، پھر دونوں نے ایک دوسرے کا گلا پکڑ لیا اور حضرت براء نے اسے سرین کے بل گرا دیا اور اس کے سینے پر بیٹھ گئے، پھر تلوار پکڑی اور اسے ذبح کر دیا۔ اس کے ہتھیار اور اس کا کمر بند اٹھا لیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے، تو آپ نے ہتھیار انہیں بطور انعام (نفل) عطا فرما دیئے اور کمر بند کی تیس ہزار قیمت لگائی پھر اس سے خمس نکالا اور فرمایا: بے شک یہ مال ہے۔ اور امام اوزاعی اور مکحول رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے: چھینا ہوا مال، مال غنیمت ہے اور اس میں خمس بھی ہے۔ اور اسی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی حجت وہ روایت ہے جسے ابوداؤد نے عوف بن مالک اشجعی اور حضرت خالب بن ولید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مقتول سے چھینے ہوئے مال کا قاتل کے لیے فیصلہ فرمایا اور اس چھینے ہوئے مال سے خمس نہیں لیا۔

مسئلہ نمبر ۶

جمہور علماء نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ سلب کیا ہوا مال قاتل کو نہیں دیا جائے گا مگر اس صورت میں کہ وہ اس قتل کرنے پر گواہ پیش کرے۔ ان میں سے اکثر نے کہا ہے: ایک شاہد کی شہادت کافی ہوگی۔ ان کی بنیاد حضرت ابوقتادہ کی حدیث پر ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دو گواہ ہوں یا پھر ایک شاہد ہو اور ساتھ قسم بھی ہو۔ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: قاتل کو چھینا ہوا مال صرف دعویٰ کے ساتھ دے دیا جائے گا، اس کے استحقاق کے لیے بینہ شرط نہیں ہے، بلکہ اگر وہ اس پر متفق ہو جائے تو پھر تنازعہ ختم کرنے لیے بینہ لانا اولیٰ ہے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو مقتول سے چھینا ہوا مال بغیر کسی شہادت اور قسم کے عطا فرمایا۔ اور ایک آدمی کی شہادت کافی نہیں ہوگی اور نہ صرف اس کیساتھ کوئی فیصلہ کیا جائے گا۔ لیث بن سعد نے یہی کہا ہے۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: میں نے اپنے شیخ الحافظ المنذری الشافعی ابو محمد عبد العظیم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسود بن خزاعی اور عبد اللہ بن انیس کی شہادت کے ساتھ انہیں مقتول کا مال عطا فرمایا۔ اس بنا پر تو نزاع ختم ہو جاتا ہے اور اشکال زائل ہو جاتا ہے اور حکم جاری رہے گا۔ اور رہے مالکیہ! تو وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ امام وقت کو اس بارے میں بینہ کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ وہ ابتداء امام کی طرف سے عطیہ ہے، پس اگر وہ شہادتیں شرط قرار دے تو اسے یہ اختیار ہے اور اگر شرط نہ قرار دے تو یہ جائز ہے کہ وہ اسے بغیر شہادت کے عطا کر دے۔

مسئلہ نمبر: ۷

سلب کے بارے میں علماء کے مابین اختلاف ہے کہ وہ کیا ہے؟ بس ہتھیار اور وہ تمام چیزیں جو جنگ کے لیے ضرورت ہوتی ہے اس کے سلب ہونے میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے اور گھوڑا بھی اس میں داخل ہے اگر اس نے اس پر قتال کیا ہو اور اس سے اسے گرایا گیا ہو۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے گھوڑے کے بارے کہا ہے کہ وہ سلب میں شامل نہیں ہے۔ اور اس مال کے بارے اختلاف ہے جس کے ساتھ وہ جنگ کے لیے مزین اور آراستہ ہوتا ہے، پس امام اوزاعی نے کہا ہے: وہ سارے کا سارا مال سلب میں سے

ہے۔اور ایک جماعت نے کہا ہے: وہ سلب میں سے نہیں ہے۔اور یہ حضرت سحنون رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے، سوائے کمر بند کے کیونکہ ان کے نزدیک وہ سلب میں سے ہے۔اور ابن حبیب نے "الواضحہ" میں کہا ہے: کنگن مال سلب میں سے ہیں۔

(المحرر الوجیز، زیر آیت)۔

مسئلہ نمبر: ۸

قولہ تعالیٰ: آیت: فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ ابوعبید نے کہا ہے: یہ اس سورت کی پہلی آیت قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ کے لیے ناسخ ہے۔اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غنائم بدر میں سے خمس نہیں نکالا تھا، پس اس آیت کے ساتھ خمس نہ نکالنے کے بارے میں آپ کا فیصلہ منسوخ ہو گیا، مگر صحیح مسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول سے یہ ظاہر ہوتا ہے: کہ "بدر کے دن مال غنیمت میں سے میرے حصے میں دو سال کی اونٹنی تھی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس دن خمس سے دو سال کی اونٹنی مجھے عطا فرمائی"۔ (سنن ابی داود، کتاب الخراج، جلد ۲، صفحہ ۶۳) الحدیث۔ کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خمس نکالا، پس اگر معاملہ اس طرح ہے تو پھر ابوعبید کا قول مردود ہے۔ابن عطیہ نے کہا ہے: یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ وہ خمس جس کا ذکر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا ہے وہ ان غزوات میں سے کسی کا ہو جو بدر اور احد کے درمیان وقوع پذیر ہوئے۔اور وہ غزوہ بنی سلیم، غزوہ بنی مصطلق، غزوہ ذی امر اور غزوہ بحران ہیں۔ان میں کوئی یادگار جنگ تو نہیں ہوئی، لیکن یہ ممکن ہے کہ مال غنیمت حاصل کیا گیا ہو۔(المحرر الوجیز، جلد ۲، صفحہ ۵۲۹)۔ واللہ اعلم

میں (مفسر) کہتا ہوں: اس تاویل کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول میں یومئذ کے الفاظ رد کرتے ہیں، کیونکہ اشارہ اس دن کی طرف ہے جس میں بدر کے غنائم کو تقسیم کیا گیا، مگر یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ وہ خمس سے ہو اگرچہ بدر کے غنائم سے خمس نہ بھی نکالا گیا ہو، (وہ) سریہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے خمس میں سے ہو، کیونکہ وہی پہلا مال غنیمت ہے جو اسلام میں حاصل ہوا اور پہلا خمس ہے جو اسلام میں نکالا گیا تھا۔ بعد ازاں قرآن کریم میں آیت: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ ارشاد نازل ہوا۔اور یہ پہلی تاویل سے اولی اور بہتر ہے۔ واللہ اعلم

مسئلہ نمبر ۹

قول باری تعالیٰ: آیت: مَا غَنِمْتُمْ میں ما بمعنی الذی ہے اور اس میں حا ضمیر محذوف ہے۔ (اصل میں) الذی غنمتموہ ہے۔اور اس میں (یعنی فان فیہ) فا داخل کی گئی ہے کیونکہ کلام میں مجازات کے معنی ہیں اور دوسرا ان پہلے کے لیے تاکید ہے۔اور اس پر کسرہ پڑھنا بھی جائز ہے۔اور یہ ابوعمرو سے مروی ہے۔حسن نے کہا ہے: یہ مفتاح کلام ہے۔ دنیا اور آخرت اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے، اسے نسائی نے ذکر کیا ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے فئی اور خمس کے بارے کلام کا آغاز اپنی ذات کے ذکر سے کیا ہے، کیونکہ یہ دونوں انتہائی اشرف و اعلیٰ کسب (کمائی) ہیں اور صدقہ کو اپنی طرف منسوب نہیں کیا ہے، کیونکہ وہ لوگوں کی میل ہے۔

مسئلہ نمبر: ۱۰

خمس کی تقسیم کی کیفیت میں علماء کے مابین اختلاف ہے اس بارے چھ اقوال ہیں:

(۱) ایک جماعت نے کہا ہے: خمس کو چھ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، پس چھٹا حصہ کعبہ معظمہ کے لیے رکھا جائے گا اور یہی وہ حصہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ اور دوسرا حصہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے ہوگا۔ تیسرا حصہ ذوی القربیٰ کے لیے۔ چوتھا یتامیٰ کے لیے۔ پانچواں حصہ مساکین کے لیے۔ اور چھٹا حصہ ابن سبیل کے لیے ہوگا۔ یہ قول کرنے والوں میں سے بعض نے کہا ہے: وہ حصہ جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے وہ حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

(۲) ابوالعالیہ اور ربیع نے کہا ہے: مال غنیمت پانچ حصوں پر تقسیم کیا جائے گا، پھر ان میں سے ایک حصہ الگ کر لیا جائے گا اور بقیہ چار حصے لوگوں میں تقسیم کر دیے جائیں گے، پھر اس جدا کیے گئے حصہ پر اپنا ہاتھ مارا جائے گا پس اس میں سے جس شی پر قبضہ کر لیا گیا اسے کعبہ معظمہ کے لیے مقرر کر دیا جائے، پھر اس باقی ماندہ حصہ کو پانچ حصوں پر تقسیم کر دیا جائے گا، ایک حصہ حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے ہوگا، ایک حصہ ذوی القربیٰ کے لیے، ایک یتامیٰ کے لیے، ایک حصہ مساکین کے لیے اور ایک حصہ ابن سبیل کے لیے ہوگا۔

(۳) منہال بن عمرو نے کہا ہے: میں نے عبداللہ بن محمد بن علی اور علی بن حسین سے خمس کے بارے پوچھا تو انہوں نے کہا: وہ ہمارے لیے ہے۔ میں نے علی کو کہا: بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: آیت: والیتمٰی والمسکین وابن السبیل تو انہوں نے فرمایا: مراد ہمارے یتیم اور ہمارے مساکین ہیں۔

(٤) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اسے پانچ حصوں پر تقسیم کیا جائے گا۔ اور آپ نے اللہ تعالیٰ اور رسول مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حصہ کو ایک قرار دیا ہے اور یہ کہ اسے مومنین کے مصالح میں خرچ کیا جائے گا۔ اور بقیہ چار حصے آیت میں مذکور چار صنفوں پر خرچ کیے جائیں گے۔

(٥) امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اسے تین حصوں پر تقسیم کیا جائے گا: یتامیٰ، مساکین اور ابن سبیل پر۔ اور آپ کے نزدیک رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قرابت داروں کا حکم آپ کے وصال کے ساتھ ختم ہو چکا ہے، جیسا کہ آپ کے اپنے حصہ کا حکم ختم ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے: خمس کو پلوں کی اصلاح، مساجد کی تعمیر، قضاۃ اور لشکریوں کی تنخواہ وغیرہ کے لیے خرچ کیا جائے گا۔ اسی طرح کا حکم امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مروی ہے۔

(٦) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اسے امام کی رائے اور اجتہاد کے سپرد کر دیا جائے گا۔ پس وہ اس سے بغیر اندازے کے لے سکتا ہے اور اس سے اجتہاد کے ساتھ رشتہ داروں کو دے سکتا ہے اور باقی ماندہ مسلمانوں کے مصالح کے لیے خرچ کرے گا۔ اسی طرح خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہے اور اسی کے مطابق عمل کیا ہے۔ اور اس پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ ارشاد بھی دلالت کرتا ہے: مالی مما افاء اللہ علیکم الا الخمس والخمس مردود علیکم (السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الصدقات، جلد ۷، صفحہ ۱۷) ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو مال غنیمت عطا فرمایا ہے میرے لیے اس میں سے سوائے خمس کے کچھ نہیں اور خمس بھی تم پر لوٹا دیا جائے گا''۔ کیونکہ آپ نے اسے پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے اور نہ تین حصوں میں اور آیت میں جو ذکر کیا گیا ہے وہ محض ان پر تنبیہ کے لیے ذکر کر دیا گیا، کیونکہ وہ ان میں سے زیادہ اہم ہیں جنہیں وہ دیا جا سکتا ہے۔ زجاج نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کیلیے

حصت بیان کرتے ہوئے کہا ہے: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: آیت: واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه وللرسول ولذی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل "آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ آپ فرمایئے: جو کچھ خرچ کرو (اپنے) مال سے تو اس کے مستحق تمہارے ماں باپ ہیں اور قریبی رشتہ دار ہیں اور یتیم ہیں اور مسکین ہیں اور مسافر ہیں"۔

اور آدمی کے لیے بالاجماع ان اصناف کے علاوہ کہیں اور خرچ کرنا جائز ہے جب وہ اسے زیادہ مستحق سمجھے۔ اور نسائی نے حضرت عطاء سے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کا خمس اور اس کے رسول معظم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خمس ایک ہی ہے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سے لیتے تھے اور اس سے عطا بھی فرماتے تھے اور اسے جہاں چاہتے خرچ کرتے اور اس سے جو چاہتے بناتے۔

مسئلہ نمبر ۱۱

قولہ تعالیٰ: آیت: ولذی القربی اس میں لام بیان استحقاق اور ملکیت کے لیے نہیں ہے، بلکہ یہ مصرف اور محل بیان کرنے کے لیے ہے اور اس پر دلیل وہ روایت ہے جسے مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ فضل بن عباس اور ربیعہ ابن عبد المطلب دونوں حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے، ان میں سے ایک نے گفتگو کی اور کہا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ تمام لوگوں سے زیادہ نیک ہیں (صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، جلد ۱، صفحہ ۳۴۴) اور عام لوگوں سے بڑھ کر آپ لوگوں کو ملانے والے ہیں۔ تحقیق ہم نکاح کی عمر کو پہنچ چکے ہیں ہم آپ کے پاس حاضر ہیں تاکہ آپ ہمیں ان بعض صدقات پر امارت عطا فرما دیجئے، تو ہم آپ کو اسی طرح ادا کریں گے جیسے لوگ ادا کرتے ہیں اور ہم اسی طرح حصہ دیں گے جیسے لوگ دیتے ہیں۔ پس آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) طویل وقت تک خاموش رہے یہاں تک کہ ہم نے آپ سے کلام کرنے کا ارادہ کیا۔ وہ فرماتے ہیں: حضرت زینب رضی اللہ عنہ پردے کے پیچھے سے ہمیں اشارہ فرما رہی تھیں کہ تم آپ سے کلام نہ کرنا۔ راوی کا بیان ہے: پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: "بے شک صدقہ آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے حلال نہیں بلاشبہ وہ لوگوں کی میل ہے، تم دونوں محمیہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ وہ خمس پر مامور تھے۔ اور نوفل بن حارث بن عبد المطلب کو بلا کر لاؤ"۔ بیان فرمایا: پھر وہ دونوں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے محمیہ کو فرمایا: "تو اس بچے یعنی فضل بن عباس کا نکاح اپنی بچی سے کردے"۔ تو اس نے ان کا نکاح کردیا اور نوفل بن حارث کو فرمایا: "تو اس بچے یعنی ربیعہ بن عبد المطلب کا نکاح اپنی بیٹی سے کردے" اور پھر محمیہ کو فرمایا: "تو ان دونوں کی طرف سے خمس میں اتنا اتنا صدقہ کردے"۔ اور وہ خمس بھی تم پر لوٹا دیا گیا ہے"۔ تحقیق آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مذکورہ تمام اصناف کو عطا کیا اور بعض کو بھی اور آپ نے اس میں سے مولفۃ قلوب کو بھی دیا۔ اور یہ ان میں سے نہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے تقسیم میں فرمایا ہے۔ پس یہ اس پر دلیل ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق بخشنے والا ہے۔

مسئلہ نمبر: ۱۲

علماء نے ذوی القربی کے بارے میں اختلاف کیا ہے اور اس بارے میں تین اقوال ہیں:

(۱) تمام کے تمام قریش، یہ قول بعض سلف نے کہا ہے، کیونکہ حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) جب صفا پہاڑی پر چڑھے اور آپ بلند آواز سے پکارنے لگے: ''اے بنی فلاں، اے بنی عبد مناف، اے بنی عبدالمطلب، اے بنی کعب، اے بنی مرہ، اے بنی عبدشمس اپنے آپ کو آتش جہنم سے بچالو'' (الحدیث) عنقریب اس کا بیان سورۃ الشعراء میں آئے گا۔

(۲) امام شافعی، امام احمد، ابوثور، مجاہد، قتادہ، ابن جریج اور مسلم بن خالد رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے: وہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں، کیونکہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جب ذوی القربیٰ کا حصہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے درمیان تقسیم فرمایا تو فرمایا: ''بلاشبہ انہوں نے مجھے جدا نہیں کیا نہ زمانہ جاہلیت میں اور نہ زمانہ اسلام میں بے شک بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب (مسند امام احمد بن حنبل، جلد ۴، صفحہ ۸۱) ایک ہی شے ہیں''۔ اور اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کر کے جال بنایا، اسے نسائی اور بخاری نے روایت کیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: لیث نے بیان کیا کہ مجھے یونس نے بتایا اور یہ زائد بیان کیا: حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بنی عبدشمس اور بنی نوفل کے لیے کوئی شے تقسیم نہیں کی۔

ابن اسحاق نے بیان کیا ہے: عبدشمس، ہاشم، مطلب یہ سب ماں کی جانب سے بھائی ہیں اور ان کی ماں عاتکہ بنت مرہ تھی اور نوفل ان کے باپ کی جانب سے ان کا بھائی تھا۔ امام نسائی نے کہا ہے: حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ذوی القربیٰ کو حصہ دیا اور وہ (ذوی القربیٰ) بنو ہاشم اور بنو مطلب ہیں، ان میں غنی بھی ہیں اور فقیر بھی۔

اور یہ بھی کہا گیا: بے شک ان میں سے فقیر کے لیے تو حصہ ہے لیکن غنی کے لیے نہیں، جیسا کہ یتامیٰ اور ابن سبیل کے لیے ہے۔ اور میرے نزدیک راہ صواب کے زیادہ قریب دونوں قولوں میں سے یہی ہے۔ واللہ اعلم۔ اس میں صغیر و کبیر اور مونث و مذکر سبھی برابر ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ان کے لیے قرار دیا ہے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان میں اسے تقسیم فرمایا ہے۔ اور حدیث میں یہ نہیں ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہو۔

(۳) ذوی القربیٰ سے مراد صرف بنو ہاشم ہیں۔ اسے مجاہد اور علی بن حسین نے بیان کیا ہے۔ اور یہی امام مالک، ثوری اور اوزاعی وغیرہم کا قول ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۳:

جب اللہ تعالیٰ نے خمس کا بیان فرمایا ہے اور بقیہ چار حصوں سے سکوت فرمایا ہے، تو یہ اس پر دلیل ہے کہ وہ لشکریوں کی ملکیت ہیں۔ اور حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسے اپنے اس ارشاد کے ساتھ بیان کیا ہے: ''جس بستی کے رہنے والوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کی تو بلاشبہ اس بستی کا خمس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے ہے پھر وہ تمہارے لیے ہے'' (سنن ابی داؤد، کتاب الخراج، صفحہ ۷۴)۔ اور یہ وہ ہے جس میں نہ امت کے درمیان اختلاف ہے اور نہ ہی ائمہ کے درمیان، جیسا کہ علامہ ابن عربی نے احکام وغیرہ میں بیان کیا ہے۔ مگر یہ کہ اگر امام قیدیوں کو رہا کر کے ان پر احسان کرنا چاہے تو وہ کر لے۔ اور ان میں غانمین کے حقوق باطل ہو جائیں گے، جیسا کہ حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ثمامہ بن اثال وغیرہ کے ساتھ کیا اور فرمایا: ''اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا پھر وہ ان قیدیوں (مراد بدر کے قیدی ہیں) کے بارے گفتگو کرتا

تو میں اس کے لیے انہیں چھوڑ دیتا" (مصنف عبدالرزاق، کتاب الجہاد، جلد ۵، صفحہ ۲۰۹)۔ اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے در حقیقت قریش مکہ کے معاہدہ کو توڑنے میں اس نے جو کردار ادا کیا تھا اس کے بدلہ کے لیے آپ نے یہ فرمایا: اور امام کو اختیار ہے کہ وہ تمام قیدیوں کو قتل کر دے۔ تحقیق رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عقبہ بن ابی معیط کو قیدیوں کے درمیان سے پکڑ کر قتل کر دیا اور اسی طرح نضر بن حارث کو صفراء کے مقام پر پکڑ کر قتل کیا اور یہ وہ حکم ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے دوسرے لشکریوں کے حصہ کی طرح حصہ ہوتا تھا چاہے آپ جنگ میں حاضر ہوتے یا وہاں سے غائب ہوتے۔ اور صفی کا حصہ بھی ہوتا، آپ تلوار، تیر یا خادم یا کوئی جانور چن سکتے تھے۔ حضرت صفیہ بن حیی خیبر کے غنائم میں سے چنی ہی گئی تھیں (سنن ابی داود، کتاب الخراج، حدیث نمبر ۲۶۰۰، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)۔ اور اسی طرح ذوالفقار (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تلوار کا نام ہے) بھی صفی میں سے تھی (جامع ترمذی، حدیث نمبر ۱۴۸۵، سنن ابن ماجہ، کتاب الجہاد، حدیث نمبر ۲۷۹۷، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)۔ اور یہ حصہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وصال کے ساتھ ختم ہو گیا۔ مگر ابو ثور کے نزدیک اب بھی امام وقت کے لیے یہ حصہ باقی ہے وہ اسے حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حصے کے استعمال کی جگہ استعمال کر سکتا ہے۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ اہل جاہلیت اپنے سردار کے لیے مال غنیمت کا چوتھائی حصہ رکھتے تھے۔ ان کے شاعر نے کہا ہے:

لك المرباع منها والصفايا وحكمك والنشيطة والفضول

اور دوسرے شاعر نے کہا ہے:

منا الذی ربع الجیوش لصلبه عشرون وهو یعد فی الاحیاء

کہا جاتا ہے: ربع الجیش یربعہ رباعۃ جب وہ مال غنیمت کا چوتھائی حصہ لے لے۔ اصمعی نے کہا ہے: جاہلیت میں چوتھائی حصہ تھا اور اسلام میں پانچواں حصہ ہے۔ پس اس وقت سردار بغیر کسی شریعت اور دین کے مال غنیمت سے چوتھائی حصہ لیتا تھا اور اس سے جو چاہتا چن لیتا تھا، پھر صفی کے بعد جس شی کے بارے چاہتا اسی کے مطابق وہ فیصلہ کر دیتا اور گھریلو سامان اور دیگر ساز و سامان میں سے کوئی شی جو اس سے الگ ہوتی اور اس سے بچتی وہ اس کے لیے ہوتی، پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے اس ارشاد کے ساتھ اس کے لیے دین کا حکم نافذ فرمایا: آیت: واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسه اور اپنے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے صفی (چناؤ) کا حصہ باقی رکھا اور زمانہ جاہلیت کا حکم ساقط کر دیا۔

اور عامر شعبی نے کہا ہے: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے ایک حصہ تھا وہ صفی کہلاتا تھا اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی غلام یا کنیز یا گھوڑے میں سے چاہتے تو آپ اسے خمس نکالنے سے پہلے چن سکتے تھے، اسے ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے انہوں نے بیان کیا: پس کسی غلام سے ملتے اور کہتے: "اے فلاں! کیا میں نے تجھے عزت عطا نہیں کی اور تجھے سردار نہیں بنایا اور تیری شادی نہیں کروائی اور تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ کو مسخر نہیں کیا اور تجھے چھوڑ نہیں دیا تو سردار بن جا اور چوتھائی لے" (صحیح مسلم، کتاب الزہد، جلد ۲، صفحہ ۴۰۹) الحدیث۔

اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث میں تربع کا معنی ہے تاخذ المرباع یعنی تیری قوم کو غنائم اور دیگر کمائی میں سے

جو مال حاصل ہوتا ہے اس سے چوتھائی لے۔ بعض اصحاب شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس طرف گئے ہیں کہ خمس کا خمس حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے تھا آپ اسے اپنی اولاد اور اپنی ازواج مطہرات کی حاجات پورا کرنے کے لیے خرچ کرتے تھے اور اپنے سال بھر کی خوراک اس سے ذخیرہ کر لیتے تھے۔ اور باقی ماندہ گھوڑوں اور اسلحہ وغیرہ میں خرچ کرتے تھے۔ اسے وہ روایت رد کرتی ہے جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: بنی نضیر کے اموال ان میں سے تھے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول معظم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو عطا فرمائے لیکن اس پر مسلمانوں نے گھوڑوں اور اونٹوں کے ساتھ کوئی سعی نہیں کی، پس وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے خاص تھے، آپ اس میں سے اپنی ذات پر سال بھر کی خوراک خرچ کرتے تھے اور مابقی فی سبیل اللہ گھوڑوں اور اسلحہ کی تیاری میں خرچ کر دیا کرتے تھے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور فرمایا: والخمس مردود علیکم ''اور خمس بھی تم پر لوٹا دیا گیا''۔

مسئلہ نمبر ۱۴

کتاب اللہ میں گھوڑ سوار کو پیدل پر فضیلت دینے کے بارے کچھ نہیں ہے، بلکہ اس میں یہ ہے کہ وہ سب برابر ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خمس کے بعد بقیہ چار حصے ان کے لیے رکھے ہیں اور اس میں پیدل کو گھوڑ سوار سے خاص نہیں کیا۔ اگر حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اخبار وارد نہ ہوتیں تو یقیناً گھوڑ سوار پیدل کی طرح ہوتا، غلام آزاد کی مثل ہوتا اور بچہ بالغ کے برابر ہوتا۔

علماء نے چار حصوں کی تقسیم میں اختلاف کیا ہے، پس وہ موقف جو اس بارے میں عام اہل علم نے اپنایا ہے اسے ابن منذر نے ذکر کیا ہے کہ گھوڑ سوار کو دو حصے دیئے جائیں گے اور پیدل کو ایک حصہ۔ اور جنہوں نے یہ کہا ہے ان میں امام مالک بن انس ہیں اور اہل مدینہ میں سے جو ان کے متبعین ہیں۔ اسی طرح امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے اور اہل شام میں سے وہ جنہوں نے ان سے موافقت کی ہے۔ اور اسی طرح ثوری اور اہل عراق میں جو ان کے ہم خیال ہیں نے کہا ہے اور یہی لیث بن سعد کا قول ہے اور ان اہل مصر میں سے جنہوں نے ان کی اتباع کی ہے۔ اور اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب نے کہا ہے۔ اسی کے مطابق امام احمد بن حنبل، اسحاق، ابوثور، یعقوب اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے۔ ابن منذر نے کہا ہے: ہم کسی کو نہیں جانتے سوائے حضرت نعمان (امام ابوحنیفہ) کے جس نے اس میں اختلاف کیا ہو، کیونکہ آپ نے اس میں سنن اور جس نظریہ پر قدیم وجدید عظیم اہل علم ہیں سے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے: گھوڑ سوار کو بھی صرف ایک حصہ دیا جائے گا۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: شاید اس پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے شبہ واقع ہوا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے گھوڑ سوار کے لیے دو حصے رکھے اور پیدل کے لیے ایک حصہ۔ اسے دار قطنی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے: رمادی نے کہا ہے اسی طرح ابن نمیر کہتے ہیں کہ ہمیں نیشاپوری نے بتایا: یہ میرے نزدیک ابن ابی شیبہ یا رمادی کی جانب سے وہم ہے۔ کیونکہ امام احمد بن حنبل اور عبدالرحمن بن بشر وغیرہما نے اسے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کے خلاف روایت کیا ہے۔ اور وہ یہ کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آدمی اور اس کے گھوڑے کے لیے تین حصے مقرر کیے، ایک حصہ آدمی کے لیے اور دو حصے اس کے گھوڑے کے لیے (مسند امام احمد بن حنبل، جلد ۲، صفحہ ۴۱)۔ اسی طرح اسے عبدالرحمن ابن بشر نے عبداللہ بن نمیر سے انہوں نے عبید اللہ

بن عمر سے انہوں نے نافع سے اور انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ اور پوری حدیث ذکر کی ہے۔

اور صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے گھوڑے کے لیے دو حصے اور اس کے مالک کے لیے ایک حصہ مقرر کیا (صحیح بخاری، کتاب الجہاد، جلد ۱، صفحہ ۴۰۱)۔ اور یہ نص ہے۔ اور تحقیق دار قطنی نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بدر کے دن مجھے چار حصے عطا فرمائے، دو حصے میرے گھوڑے کے لیے، ایک حصہ میرے لیے اور ایک حصہ ذوی القرابہ میں سے میرے ماں کے لیے۔ اور ایک روایت میں ہے: اور ایک حصہ ان کی ماں کے لیے تھا وہ ذوی القربیٰ کا حصہ تھا۔ اور انہوں نے بشر بن عمرو بن محصن سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میرے گھوڑے کے لیے چار حصے عطا فرمائے اور میرے لیے ایک حصہ، پس میں نے پانچ حصے لیے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے: بے شک یہ امام کے اجتہاد کی طرف راجع ہے (یعنی ان کے سپرد ہے) جو اس کی رائے ہوگی وہ نافذ ہو جائے گی۔ واللہ اعلم

مسئلہ نمبر: ۱۵

گھڑسوار اور پیدل کے درمیان ایک سے زیادہ گھوڑوں کے ساتھ فرق نہیں کیا جائے گا (یعنی گھڑسوار کے لی صرف ایک گھوڑے کا اعتبار ہوگا اس سے زائد گھوڑوں کا اعتبار نہ ہوگا۔) یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: ایک سے زیادہ گھوڑوں کا حصہ بھی دیا جائے گا، کیونکہ اس کی مشقت زیادہ ہے اور منفعت عظیم ہے۔ اس کے مطابق ہمارے اصحاب میں سے ابن الجہم نے بیان کیا ہے اور اسے سحنون نے ابن وہب سے روایت کیا ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مروی اس روایت کو رد نہیں کیا جا سکتا کہ آپ نے ایک گھوڑے سے زیادہ کو حصہ عطا فرمایا اور اسی طرح آپ کے بعد ائمہ بھی ہیں، کیونکہ دشمن کے لیے قتال کرنا ممکن نہیں ہے مگر صرف ایک گھوڑے پر اور جو اس سے زائد ہوں گے وہ محض تیاری میں زیادتی اور سہولت و آسانی کے لیے ہوں گے۔ اور وہ حصوں کی زیادتی میں موثر نہیں ہوں گے۔ تو یہ اس کی طرح ہے جس کے پاس زیادہ تلواریں یا نیزے ہوں اور اس میں قیاس تیسرے اور چوتھے نمبر کا ہے۔ اور سلیمان بن موسیٰ سے روایت ہے: اس کے لیے حصہ نکالا جائے گا جس کے پاس گھوڑے ہوں۔ ہر گھوڑے کے لیے ایک حصہ ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۱۶

صرف عربی گھوڑوں کا حصہ دیا جائے گا، کیونکہ ان میں کر و فر ہے اور رومی گھوڑے اس معاملہ میں ان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ اور جو اس طرح نہیں ان کے لیے کوئی حصہ نہ ہوگا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے: اگر امام وقت ان کی اجازت دے دے تو پھر ان کے لی حصہ بھی نکالے، کیونکہ گھوڑوں کے ساتھ نفع حاصل کرنا جگہ کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔ پس رومی گھوڑے کٹھن اور مشکل جگہوں میں کام کی زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں مثلاً گھاٹیاں اور پہاڑ وغیرہ اور عربی گھوڑے ایسی جگہوں میں زیادہ کام آتے ہیں جن میں کر و فر (بار بار پلٹ کر حملہ کرنا) ہوتا ہے، پس یہ امام کی رائے کے متعلق ہوگا۔ کتاب میں العتاق سے مراد عربی گھوڑے ہیں اور الھجن والبراذین سے مراد رومی گھوڑے ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۷

ہمارے علماء نے ضعیف اور کمزور گھوڑے کے بارے اختلاف کیا ہے۔ پس اشہب اور ابن نافع نے کہا ہے: اس کے لیے کوئی حصہ نہ نکالا جائے گا، کیونکہ ایسے گھوڑے پر جنگ کرنا ممکن نہیں ہوتی پس وہ ٹوٹے ہوئے (کسیر) کے مشابہ ہو جائے گا۔ اب رہا مریض! تو اگر اسے ہلکی سی بیماری ہو مثلاً رہیص (گھوڑے کے کھر کے اندر زخم اور درد ہونا) اور اسی طرح کی کوئی ایسی بیماری جو اس سے مطلوبہ منفعت کے حصول میں مانع نہ ہو تو اس کے لیے حصہ نکالا جائے گا۔ اور ادھار لیے ہوئے اور اجرت پر لیے ہوئے گھوڑے کو حصہ دیا جائے گا۔ اور اسی طرح مغصوبہ گھوڑے کا حصہ بھی دیا جائے گا۔ اور اس کا حصہ اس کے مالک کے لیے ہوگا۔ اور وہ گھوڑے کے لیے حصہ کا مستحق ہو جاتا ہے اگر چہ وہ کشتیوں میں ہوں اور غنیمت سمندر میں حاصل ہو، کیونکہ وہ خشکی کی طرف اترنے کے لیے تیار کیے گئے ہیں۔

مسئلہ نمبر: ۱۸

فالتو اور رذیل لوگوں کے لیے غنائم میں کوئی حق نہیں جیسا کہ مزدور اور وہ کاریگر جو کاروبار کے لیے لشکر کے ساتھ ہو جاتے ہیں، کیونکہ نہ وہ جنگ کا قصد کرتے ہیں اور نہ مجاہدین بن کر نکلتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے: ان کو حصہ دیا جائے گا، کیونکہ حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد گرامی ہے: الغنیمة لمن شهد الواقعة (صحیح بخاری، کتاب الجہاد، جلد ۲، صفحہ ۴۴) (جو جنگ میں حاضر ہوا اس کے لیے غنیمت ہے) اسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ اس میں اس بارے کوئی حجت نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث اس کے بیان اور وضاحت کے لیے ہے جو عملاً جنگ میں شریک ہوا اور اس کی طرف نکلا اور جنگجو اور اہل معاش (تجار) مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا بیان کافی ہے اس حدیث سے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دو الگ الگ فرقے قرار دیا ہے، ہر ایک کے لیے حکم اس کی حالت کے مطابق ہے، پس ارشاد فرمایا: آیت: علم ان سيكون منكم مرضى واخرون يضربون في الارض يبتغون من فضل الله واخرون يقاتلون في سبيل الله (المزمل: ۲۰) ''وہ یہ بھی جانتا ہے کہ تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ سفر کرتے ہوں گے زمین میں تلاش کر رہے ہوں گے اللہ کے فضل (رزق حلال) کو اور کچھ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہوں گے''۔

مگر یہ کہ جب یہ لوگ (تجار) جنگ میں شریک ہوں پھر ان کا اپنے کاروبار میں مشغول ہونا ان کے لیے ضرر رساں نہیں، کیونکہ اب مال غنیمت میں استحقاق کا سبب ان کی جانب سے پایا گیا ہے۔ اور اشہب نے کہا ہے: ان میں سے کوئی اس کا مستحق نہیں ہو سکتا اگر چہ وہ قتال بھی کرے، اسی طرح ابن قصار نے اجیر (مزدور) کے بارے کہا ہے کہ اس کے لیے کوئی حصہ نہیں ہوگا اگر چہ وہ عملاً جنگ میں شریک ہو۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کا رد کرتی ہے انہوں نے فرمایا: میں طلحہ بن عبید اللہ کے تابع تھا میں اس کے گھوڑے کو پانی پلاتا تھا اور اس پر کھریرا مارتا تھا اور اس کی خدمت کیا کرتا تھا اور اس کے کھانے میں سے کھا لیتا تھا، الحدیث۔ اس میں ہے: پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے دو حصے عطا فرمائے، ایک گھوڑ سوار کا حصہ اور ایک پیدل کا حصہ، پس آپ نے دونوں کو میرے لیے جمع کر دیا۔ اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ ابن قصار اور جس نے اس کے قول

کے مطابق قول کیا ہے اس نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ اسے عبدالرزاق نے ذکر کیا ہے، اور اس میں ہے: پس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو فرمایا: "یہ تین دینار اس کی دنیا اور آخرت کے معاملہ میں اس کی جنگ میں سے حصہ اور نصیب ہیں"

(مصنف عبدالرزاق، کتاب الجہاد، جلد ۵، صفحہ ۲۲۹، سنن ابی داود، کتاب الجہاد، حدیث نمبر ۲۱۶۵، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

مسئلہ نمبر: ۱۹

رہے غلام اور عورتیں! تو صاحب کتب کا مذہب یہ ہے کہ نہ ان کے لیے کوئی حصہ نکالا جائے گا اور نہ انہیں بچا کھچا سامان دیا جائے گا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہیں بچا کچھا تھوڑا تھوڑا مال دے دیا جائے گا۔ اور جمہور علماء نے یہی کہا ہے۔ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اگر عورت نے عملاً قتال کیا تو اس کے لیے حصہ نکالا جائے گا۔ اور ان کا گمان یہ ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خیبر کے دن عورتوں کو حصص عطا فرمائے۔ انہوں نے کہا: ہمارے نزدیک مسلمانوں نے اسی سے اخذ کیا ہے۔ اور ہمارے اصحاب میں سے ابن حبیب بھی اسی قول کی طرف مائل ہیں۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے نجدہ کی طرف اپنے خط میں لکھا: تو مجھ سے سوال کرتا ہے کیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) عورتوں کو جنگ میں ساتھ لے جاتے تھے؟ تحقیق آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) انہیں غزوہ میں ساتھ لے جاتے اور وہ زخمیوں کی مرہم پٹی علاج وغیرہ کرتی اور انہیں مال غنیمت میں سے کچھ عطیہ دیا جاتا تھا اور رہا سہم (حصہ) تو ہو آپ نے انہیں نہیں دیا۔ اور جہاں تک بچوں کا تعلق ہے پس اگر وہ جنگ لڑنے کی طاقت رکھتے ہوں تو ہمارے نزدیک اس بارے میں تین اقوال ہیں: سہم مقرر کرنا اور سہم کی نفی یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے (بالغ ہونے سے پہلے اس کے لیے مال غنیمت سے سہم نہیں ہے) اس کی وجہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما نے یہی کہا ہے۔ ان کے درمیان فرق کرنا اس طرح کہ اگر وہ (بچہ) عملاً جنگ میں شریک ہو تو اس کے لیے حصہ نکالا جائے گا اور اگر اس نے قتال نہیں کیا تو پھر اس کے لیے حصہ نہیں ہوگا۔ صحیح پہلا قول ہے، کیونکہ بنی قریظہ کے بارے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ حکم ارشاد فرمایا تھا کہ ان میں سے ان بچوں کو قتل کر دیا جائے جن کے بال چھوٹے ہوئے ہیں اور انہیں چھوڑ دیا جائے جن کے بال ابھی تک نہیں نکلے۔ اور اس میں جنگ کی طاقت رکھنے کا لحاظ رکھا گیا نہ کہ بالغ ہونا کا (۱)۔ اور ابو عمر نے "الاستیعاب" میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے انہوں نے فرمایا: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس انصار کے بچوں کو پیش کیا جاتا تھا پس آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان میں سے صاحب ادراک کو (لشکر کے ساتھ) ملا دیتے۔ تو ایک سال مجھے آپ پر پیش کیا گیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک بچے کو ملحق کر لیا اور مجھے رد کر دیا۔ تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے اسے شامل کر لیا ہے اور مجھے واپس لوٹا دیا ہے، حالانکہ اگر وہ مجھ سے کشتی لڑے تو میں اسے پچھاڑ سکتا ہوں۔ راوی کا بیان ہے: پس ان سے مجھ سے کشتی لڑی تو میں نے اسے پچھاڑ دیا نتیجتاً آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے بھی ملا لیا (۲)۔ رہے غلام! تو ان کے لیے بھی نہ کوئی حصہ نکالا جائے گا اور انہیں حقیر سامان دیا جائے گا۔

مسئلہ نمبر 20۔ کافر جب امام وقت کی اجازت سے جنگ میں حاضر ہوا اور وہ عملاً قتال بھی کرے تو ہمارے نزدیک اس کو حصہ دینے کے بارے میں تین اقوال ہیں: سہم دینا اور اس کی نفی کرنا۔ اس کے مطابق امام مالک اور ابن قاسم نے کہا ہے۔ ابن حبیب نے یہ زائد کہا ہے کہ ان کے لئے کوئی حصہ نہ ہوگا۔ اور تیسرے میں تفریق کی جاتی ہے۔ اور وہ سحنون کا ہے۔ (فرق اس قدر ہے) کہ اگر مسلمان ذاتی اعتبار سے مستقبل اور طاقتور ہوں تو پھر کافر کو کوئی حصہ نہ دیا جائے گا۔ اور اگر وہ مستقل نہ ہوئے اور انہیں کافر کی مدد کی ضرورت اور حاجت ہوئی تو اسے حصہ نہ دیا جائے گا۔ اور اگر عملاً جنگ میں شریک نہ ہوا تو وہ کسی شے کا مستحق نہ ہوگا۔ اسی طرح آزاد آدمیوں کے ساتھ غلاموں کا حکم دیا جائے گا۔ امام ثوری اور اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: انہیں کوئی حصہ نہ دیا جائے، البتہ انہیں بچا کچھا حقیر سامال دے دیا جائے گا۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: امام وقت مطلق مال کے ساتھ انہیں اجرت پر لے سکتا ہے نہ کہ بعینہ تیرا مال اس کے لئے ہوگا۔ اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حصہ انہیں دے دے۔ اور دوسرے مقام پر کہا ہے: وہ مشرکین کو بچا کچھا تھوڑا سا مال دے سکتا ہے جب وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر قتال کریں۔ ابو عمر نے کہا ہے: تمام اس پر متفق ہیں کہ غلام ان افراد میں سے ہیں جن کی امان جائز ہوتی ہے، جب وہ قتال کریں۔ ابو عمر نے کہا ہے
: تمام اس پر متفق ہیں کہ غلام ان افراد میں سے ہیں جن کی امان جائز ہوتی ہے، جب وہ قتال کرے تو اس کے لیے سہم نہیں ہوگا بلکہ اسے بچا کچا تھوڑا، سامال دے دیا جائے گا، پس کافر کے لئے بدرجہ اولی یہ حکم ہوگا کہ اسے سہم نہیں دیا جائے گا۔

مسئلہ نمبر 21: اگر غلام اور اہل ذمہ چوری کرنے کے لیے نکلے اور وہ اہل حرب کا مال لے کر آ گئے تو وہ انہیں کا ہوگا، اس کا خمس نہیں نکالا جائے گا، کیونکہ ان میں سے کوئی آیت کے عموم میں داخل نہیں ہے: **واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ** اور نہ ہی کوئی عورت اس عموم میں داخل ہے۔ اور رہے کفار تو ان کا بغیر کسی اختلاف کے کوئی دخل نہیں ہے۔ اور سحنون نے کہا ہے: جو غلام کے قائم مقام ہوگا اس کا خمس نہیں نکالا جائے گا۔ اور ابن القاسم نے کہا ہے: خمس نکالا جائے گا، کیونکہ یہ جائز ہے کہ اس کا آقا اسے جنگ میں شریک ہونے کی اجازت دے اور وہ دین کی خاطر جنگ لڑے، بخلاف کفار کے۔ اشہب نے کتاب محمد میں کہا ہے: جب گلام اور ذمی لشکر سے نکلیں اور مال غنیمت لے آئیں تو وہ مال غنیمت ان کے سوا لشکر کے لیے بھی ہوگا۔

مسئلہ نمبر 22۔ سہم کے استحقاق کا سبب مسلمانوں کی مدد و نصرت کے لیے جنگ میں حاضر ہونا ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ پس اگر کوئی جنگ کے آخر میں بھی شریک ہوگا تو وہ اس کا مستحق ہوگا۔ اور اگر کوئی جنگ ختم ہونے کے بعد حاضر ہوا تو وہ مال غنیمت میں سے سہم (حصہ) کا مستحق نہ ہوگا اور اگر وہ شکست خوردہ ہو کر غائب ہو گیا تو اس کا حکم بھی اسی طرح ہے۔ اور اگر وہ جماعت کے ساتھ ملنے کے ارادہ سے نکلا (تاکہ قوت کے ساتھ پلٹ کر آئے) تو اس کا استحقاق ساقط نہ ہوگا۔ امام بخاری اور ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہما نے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ابان بن سعید کو ایک سریہ پر مدینہ طیبہ سے نجد کی جانب بھیجا۔ تو حضرت ابان بن سعید اور ان کے ساتھ اسے فتح کرنے کے بعد خیبر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ آ ملے اور ان کے گھوڑوں کے تنگ (کھجور کی) چھال کے تھے۔ تو حضرت ابان رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) انہیں تقسیم نہ کیجئے۔ تو حضرت ابان نے کہا: اے وبر (بلی کی مثل چھوٹا سا جانور) تو اس کے ساتھ بیری کے اوپر سے ہمارے اوپر نیچے

اترا ہے۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) انہیں نے فرمایا: اے ابان بیٹھ جا" (1) اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں تقسیم فرمایا۔

مسئلہ نمبر 23۔ علماء کا ان کے بارے میں اختلاف ہے جو کوئی جنگ میں شریک ہونے کے لئے نکلا پھر کسی عذر نے اسے اس سے روک دیا جیسا کہ بیماری وغیرہ، اس کے سہم کے ثابت ہونے اور اس کی نفی میں تین قول ہیں: تیسرے میں فرق کیا گیا ہے اور وہی مشہور ہے۔ پس سہم اس کے لئے ثابت ہوگا اور عذر کے سبب اس کا جنگ سے غائب ہونا جنگ شروع ہونے سے پہلے اور میدان جنگ میں داخل ہونے کے بعد ہو، اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ علامہ ابن عربی نے یہی کہا ہے۔ اور اگر اس کا غائب ہونا اس سے پہلے ہو تو وہ اس کے لیے سہم کی نفی کرتے ہیں۔ اور جیسا کہ وہ آدمی جسے امیر لشکر سے ایسے کام کے لیے بھیجا جو لشکر کے لیے نفع بخش تھا اور وہ جنگ میں شریک ہونے کی بجائے اس میں مشغول رہا تو اس کے لیے سہم ہوگا۔ یہ ابن المواز نے کہا ہے، اور اسے ابن وہب اور ابن نافع نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ اس کے لیے سہم نہیں ہوگا بلکہ اسے بچا کچھا تھوڑا سا مال دیا جائے گا، کیونکہ وہ سبب معدوم ہے جس کے ساتھ وہ سہم کا مستحق ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم اور اشہب نے کہا ہے: قیدی کا حصہ دیا جائے گا اگر چہ وہ پڑوس میں ہو۔ اور صحیح قول یہ ہے کہ اسے حصہ نہیں دیا جائے گا، کیونکہ اس کے لیے جنگ کے ساتھ حاصل ہونے والی ملک ضروری ہے۔ پس جا غائب ہوا یا حالت مرض میں حاضر ہوا تو وہ اس کی طرح ہے جو حاضر نہیں ہوا۔

مسئلہ نمبر 24۔ جو مطلق غائب ہوا اس کے لیے کوئی حصہ نہ ہوگا اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یوم خیبر کے سوا کبھی بھی کسی غائب کو حصہ نہیں دیا، کیونکہ اس دن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اہل حدیبیہ میں سے جو حاضر تھے اور جو غائب تھے سبھی کو ان کا حصہ دیا، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونھا (الفتح:20) "(اے غلامان مصطفیٰ!) اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا ہے جنہیں تم (اپنے وقت پر) حاصل کرو گے"۔ یہ موسیٰ بن عقبہ نے کہا ہے۔ اور سلب کی پوری جماعت سے یہ مروی ہے۔ اور بدر کے دن حضور نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عثمان، حضرت سعید بن زید اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو حصہ عطا فرمایا حالانکہ وہ غائب تھے، پس وہ ان کی طرح تھے جو وہاں حاضر تھے ان شاء اللہ تعالیٰ، چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی رفیقہ حیات بنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں ان کا حصہ اور اجر عطا فرمایا لہٰذا وہ ان کی طرح ہوئے جو وہاں حاضر تھے۔ اور رہے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ تو وہ تجارت کے لیے شام میں تھے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو بھی ان کا حصہ اور اجر عطا فرمایا۔ پس اس وجہ سے وہ دل بدر میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اور رہے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ تو وہ بھی شام میں غائب تھے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں بھی ان کا حصہ اور اجر عطا فرمایا اور بدری صحابہ کرام میں شمار ہوئے۔

علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: جہاں تک اہل حدیبیہ کا تعلق ہے تو ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے وعدہ تھا اس کے ساتھ وہی لوگ مختص ہیں اور اس میں ان کے علاوہ کوئی دوسرا ان کے ساتھ شریک نہیں۔

حضرت عثمان، سعید اور طلحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں احتمال ہو سکتا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو خمس سے حصص

عطافرمائے ہوں، کیوں کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ جو کوئی عذر کی وجہ سے پیچھے رہ گیا تو اس کے لیے سہم نہ ہوگا۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: ظاہر یہ ہے کہ وہ حضرت عثمان، طلحہ اور سعید رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخصوص ہے لہذا ان پر دوسروں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اور بلاشبہ ان کا حصہ اصل مال غنیمت سے تھا ان تمام افراد کے حصص کی طرح جو وہاں حاضر تھے وہ خمس میں سے نہ تھا۔ یہی احادیث سے ظاہر ہے، واللہ اعلم۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے انہوں نے فرمایا: جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بدر سے غائب ہوئے (اس کی وجہ یہ تھی) کیونکہ آپ کے نکاح میں حضور نبی رحمت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صاحبزادی تھی اور وہ بیمار تھیں، تو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں فرمایا: ''بے شک تمہارے لیے اس آدمی کا اجر اور حصہ ہے جو غزوہ بدر میں حاضر تھا''(1)۔

مسئلہ نمبر 25۔ قولہ تعالیٰ: ان کنتم امنتم باللہ زجاج نے ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ اس کا معنی ہے پس تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے اگر تم پر ایمان رکھتے ہو (فاعلموان اللہ ان کنتم) تو اس میں ان اس وعدہ کے ساتھ متعلق ہے۔ اور ایک جماعت نے کہا ہے: بے شک ان قول باری تعالیٰ واعلمو انما غنمتم کے متعلق ہے۔ ابن عطیہ نے کہا ہے: یہی صحیح ہے، کیونکہ قول تعالیٰ واعلموا امر غنائم کے بارے میں اللہ کے حکم کی پیروی کرنے اور اس کو تسلیم کرنے کے معنی کو متضمن ہے۔ پس اس معنی کی بنا پر ان، واعلمو کے ساتھ معلق ہوا، یعنی اگر تم اللہ کے ساتھ ایمان رکھتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی کرو اور اسے تسلیم کرو اس بارے میں جو مال غنیمت کے بارے میں، میں تمہیں آگاہ کر رہا ہوں۔

قولہ تعالیٰ: وما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان اس میں ما محل جر میں ہے اور اس کا عطف اسم اللہ پر ہے، یوم الفرقان سے مراد وہ دن ہے جس میں حق اور باطل کے درمیان فرق کردیا گیا اور غزوہ بدر کا دن ہے۔ یوم التقی الجمعٰن الفرقان سے مراد وہ دن ہے جس میں حق اور باطل کے درمیان فرق کردیا گیا اور وہ غزوہ بدر کا دن ہے۔ یوم التقی الجمعن اس جمعان سے مراد ایک اللہ تعالیٰ کا گروہ ہے اور دوسرا شیطان کا گروہ ہے۔ واللہ علی کل شیء قدیر (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے) (آیت 42) (تفسیر قرطبی، سورہ انفال، لاہور)

بَابٌ فِي الْمَرْأَةِ وَالْعَبْدِ يُحْذَيَانِ مِنَ الْغَنِيمَةِ

باب: عورت اور غلام کو، مال غنیمت میں سے کچھ دینا

2727 - حَدَّثَنَا مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى أَبُو صَالِحٍ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ زَائِدَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ صَيْفِيٍّ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ هُرْمُزَ، قَالَ: كَتَبَ نَجْدَةُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْأَلُهُ عَنْ كَذَا وَكَذَا، وَذَكَرَ أَشْيَاءَ وَعَنِ الْمَمْلُوكِ أَلَهُ فِي الْفَيْءِ شَيْءٌ؟ وَعَنِ النِّسَاءِ هَلْ كُنَّ يَخْرُجْنَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهَلْ لَهُنَّ نَصِيبٌ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَوْلَا أَنْ يَأْتِيَ أُحْمُوقَةً مَا كَتَبْتُ إِلَيْهِ، أَمَّا الْمَمْلُوكُ فَكَانَ يُحْذَى، وَأَمَّا النِّسَاءُ فَقَدْ كُنَّ يُدَاوِينَ الْجَرْحَى وَيَسْقِينَ الْمَاءَ

یزید بن ہرمز بیان کرتے ہیں: نجدہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو مختلف سوالات لکھ کر بھیجے اس نے ان سے غلام کے بارے میں دریافت کیا: کیا اسے مال غنیمت میں سے کچھ ملے گا؟ اور خواتین کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا وہ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں شریک ہونے کے لیے جایا کرتی تھیں اور انہیں (مال غنیمت میں سے) کچھ ملتا تھا؟ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر مجھے اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ یہ حماقتیں کرے گا، تو میں اسے جواب نہ دیتا: جہاں تک غلام کا تعلق ہے تو اسے ویسے ہی انعام دیا جاتا تھا (باقاعدہ حصہ نہیں دیا جاتا تھا) جہاں تک خواتین کا تعلق ہے، تو وہ زخمیوں کی دوا دارو کیا کرتی تھیں اور پانی پلایا کرتی تھیں۔

2728 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ يَعْنِي الْوَهْبِيَّ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ، وَالزُّهْرِيِّ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ هُرْمُزَ، قَالَ: كَتَبَ نَجْدَةُ الْحَرُورِيُّ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْأَلُهُ عَنِ النِّسَاءِ هَلْ كُنَّ يَشْهَدْنَ الْحَرْبَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ وَهَلْ كَانَ يَضْرِبُ لَهُنَّ بِسَهْمٍ؛ قَالَ: فَأَنَا كَتَبْتُ كِتَابَ ابْنِ عَبَّاسٍ إِلَى نَجْدَةَ: قَدْ كُنَّ يَحْضُرْنَ الْحَرْبَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَّا أَنْ يُضْرَبَ لَهُنَّ بِسَهْمٍ فَلَا، وَقَدْ كَانَ يُرْضَخُ لَهُنَّ

یزید بن ہرمز بیان کرتے ہیں: نجدہ حروری نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو خط لکھا اور ان سے خواتین کے بارے میں دریافت کیا: کیا وہ بھی جنگ میں شریک ہوا کرتی تھیں اور کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کوئی مخصوص حصہ دیا کرتے تھے؟

راوی بیان کرتے ہیں: تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نجدہ کو جو جوابی خط لکھا، اس کو میں نے تحریر کیا (جس میں یہ تحریر تھا)

خواتین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں شامل ہوا کرتی تھیں۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں حصہ دینے کا، جہاں تک تعلق ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں حصہ نہیں دیتے تھے آپ ویسے انہیں انعام دے دیا کرتے تھے۔

2729 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ وَغَيْرُهُ قَالَا: أَخْبَرَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَافِعُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ زِيَادٍ، حَدَّثَنِي حَشْرَجُ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ جَدَّتِهِ أُمِّ أَبِيهِ أَنَّهَا خَرَجَتْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ سَادِسَ سِتِّ نِسْوَةٍ، فَبَلَغَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَعَثَ إِلَيْنَا فَجِئْنَا فَرَأَيْنَا فِيهِ الْغَضَبَ فَقَالَ: مَعَ مَنْ خَرَجْتُنَّ؟ وَبِإِذْنِ مَنْ خَرَجْتُنَّ؟ فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ خَرَجْنَا نَغْزِلُ الشَّعَرَ وَنُعِينُ بِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَمَعَنَا دَوَاءُ الْجَرْحَى، وَنُنَاوِلُ السِّهَامَ وَنَسْقِي السَّوِيقَ، فَقَالَ: قُمْنَ. حَتَّى إِذَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ خَيْبَرَ أَسْهَمَ

2727- حديث صحيح. وهذا اسناد ضعيف لجهالة المختار بن صيفي فلم يرو عنه غير الاعمش، وليس له عند مسلم غير هذا الحديث متابعة.

زائدة: هو ابن قدامة. واخرجه مسلم (1812) من طريق زائدة، بهذا الاسناد. واخرجه مسلم ايضاً (1812)، والترمذي (1639) من طريق محمد بن على الباقر، ومسلم (1812)، والنسائي في "الكبرى" (8563) من طريق سعيد المقبري، ومسلم (1812) من طريق قيس بن سعد، ثلاثتهم عن يزيد بن هرمز. لكن اقتصر الترمذي على ذكر النساء، واما النسائي فلم يقل في روايته: يحذيان، واكتفى بقوله: واما العبد والمراة فليس لهما شيء، يعني سهماً في القسمة. وهو في "مسند احمد" (2335).

لَنَا كَمَا أَسْهَمَ لِلرِّجَالِ. قَالَ: قُلْتُ لَهَا: يَا جَدَّةُ وَمَا كَانَ ذَلِكَ؟ قَالَتْ: تَمْرًا

حشرج بن زیاد اپنی دادی کا یعنی اپنے والد کی والدہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

وہ غزوہ خیبر کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے والی چھ خواتین میں سے ایک تھیں وہ بیان کرتی ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں پتا چلا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بلوایا ہم خواتین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غصے کے آثار دیکھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم کس کے ساتھ آئی ہو اور کس کی اجازت سے آئی ہو؟ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم اس لیے آئی ہیں، تا کہ بال کاتتی رہیں اور اس کے ذریعے اللہ کی راہ میں (جہاد کرنے والوں) کی مدد کریں، ہمارے ساتھ زخمیوں کے لیے دوا بھی ہے اور ہم تیر بھی پکڑا سکتی ہیں اور ستو گھول کر بھی پلا سکتی ہیں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اٹھ جاؤ (یعنی تم جا سکتی ہو) یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خیبر کو فتح کر دیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم خواتین کو بھی اسی طرح حصہ دیا جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو حصہ دیا تھا۔

راوی کہتے ہیں: میں نے ان سے کہا: اے دادی جان! وہ حصہ کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: کھجوریں تھیں۔

2730 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ حَدَّثَنِي عُمَيْرٌ مَوْلَى آبِي اللَّحْمِ، قَالَ: شَهِدْتُ خَيْبَرَ مَعَ سَادَتِي، فَكَلَّمُوا فِيَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ بِي فَقُلِّدْتُ سَيْفًا، فَإِذَا أَنَا أَجُرُّهُ فَأُخْبِرَ أَنِّي مَمْلُوكٌ، فَأَمَرَ لِي بِشَيْءٍ مِنْ خُرْثِيِّ الْمَتَاعِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: مَعْنَاهُ أَنَّهُ لَمْ يُسْهِمْ لَهُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ أَبُو عُبَيْدٍ: كَانَ حَرَّمَ اللَّحْمَ عَلَى نَفْسِهِ فَسُمِّيَ آبِي اللَّحْمِ

عمیر جو حضرت آبی اللحم رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں، وہ بیان کرتے ہیں: میں اپنے آقاؤں کے ساتھ غزوہ خیبر میں شریک ہوا ان آقاؤں نے میرے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بات چیت کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت میرے گلے میں ایک تلوار لٹکا دی گئی جسے میں گھسیٹ کر چل رہا تھا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے بارے میں یہ بتا دیا گیا تھا کہ میں غلام ہوں، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر کے ساز و سامان میں سے مجھے کچھ دینے کا حکم دیا تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اس کا مطلب ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام کو باقاعدہ حصہ نہیں دیا تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) ابوعبید بیان کرتے ہیں: (عمیر نامی شخص کے آقا نے) اپنے لیے گوشت کو حرام قرار دیا تھا، اس لیے ان کا نام آبی اللحم (گوشت کا انکار کرنے والا) پڑ گیا۔

2731 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كُنْتُ أَمِيحُ أَصْحَابِي الْمَاءَ يَوْمَ بَدْرٍ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ بدر کے موقع پر، میں اپنے ساتھیوں کے لیے کنویں میں سے پانی نکالتا رہا تھا۔

بَابٌ فِي الْمُشْرِكِ يُسْهَمُ لَهُ

باب: (کیا) مشرک کو (مال غنیمت میں سے) باقاعدہ حصہ ملے گا؟

2732 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ وَيَحْيَى بْنُ مَعِينٍ قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الْفُضَيْلِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ نِيَارٍ، عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ - قَالَ يَحْيَى: - إِنَّ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ لَحِقَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُقَاتِلَ مَعَهُ فَقَالَ: ارْجِعْ. ثُمَّ اتَّفَقَا فَقَالَ: إِنَّا لَا نَسْتَعِينُ بِمُشْرِكٍ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک مشرک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آ کر ملا، تا کہ آپ کے ساتھ جنگ میں حصہ لے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم واپس چلے جاؤ، ہم کسی مشرک سے مدد حاصل نہیں کرتے۔

بَابٌ فِي سُهْمَانِ الْخَيْلِ

باب: گھوڑوں کے حصے

2733 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْهَمَ لِرَجُلٍ وَلِفَرَسِهِ ثَلَاثَةَ أَسْهُمٍ: سَهْمًا لَهُ وَسَهْمَيْنِ لِفَرَسِهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مال غنیمت میں) آدمی اور اس کے گھوڑے کے تین حصے مقرر کیے تھے، جن میں سے ایک حصہ آدمی کا تھا اور دو حصے اس کے گھوڑے کے تھے۔

2734 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنِي الْمَسْعُودِيُّ، حَدَّثَنِي أَبُو عَمْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَتَيْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَةَ نَفَرٍ، وَمَعَنَا فَرَسٌ فَأَعْطَى كُلَّ إِنْسَانٍ مِنَّا سَهْمًا، وَأَعْطَى لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ

ابوعمرہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم چار لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ہمارے ساتھ ایک گھوڑا تھا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں سے ہر شخص کو ایک حصہ عطا کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کو دو حصے عطا کیے۔

2735 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْمَسْعُودِيُّ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ آلِ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ أَبِي عَمْرَةَ بِمَعْنَاهُ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: ثَلَاثَةُ نَفَرٍ زَادَ فَكَانَ لِلْفَارِسِ ثَلَاثَةُ أَسْهُمٍ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ ابوعمرہ کے حوالے سے منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: وہ تین افراد تھے اور اس میں یہ الفاظ زائد ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھڑسوار کو تین حصے دیے تھے۔

2733- اسناده صحيح. نافع: هو مولى ابن عمر، وعبيد الله: هو ابن عمر العمري، وابو معاوية: هو محمد بن حازم الضرير. واخرجه البخاري (2863) و (4228)، ومسلم (1762)، وابن ماجه (2854)، والترمذي (1636) من طريق عبيد الله بن عمر العمري، به. وهو في "مسند احمد" (4448)، و "صحيح ابن حبان" (4810).

بَابٌ فِيمَنْ أَسْهَمَ لَهُ سَهْمًا

باب: ان کا ایک با قاعدہ حصہ ہونا

2736 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى، حَدَّثَنَا مُجَمِّعُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ مُجَمِّعِ بْنِ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يَعْقُوبَ بْنَ مُجَمِّعٍ، يَذْكُرُ عَنْ عَمِّهِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ عَمِّهِ مُجَمِّعِ بْنِ جَارِيَةَ الْأَنْصَارِيِّ، وَكَانَ أَحَدَ الْقُرَّاءِ الَّذِينَ قَرَءُوا الْقُرْآنَ، قَالَ: شَهِدْنَا الْحُدَيْبِيَةَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا انْصَرَفْنَا عَنْهَا إِذَا النَّاسُ يَهُزُّونَ الْأَبَاعِرَ، فَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لِبَعْضٍ: مَا لِلنَّاسِ؟ قَالُوا: أُوحِيَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَخَرَجْنَا مَعَ النَّاسِ نُوجِفُ، فَوَجَدْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفًا عَلَى رَاحِلَتِهِ عِنْدَ كُرَاعِ الْغَمِيمِ، فَلَمَّا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ قَرَأَ عَلَيْهِمْ: (إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا) (الفتح: ۱) فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَتْحٌ هُوَ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّهُ لَفَتْحٌ. فَقُسِمَتْ خَيْبَرُ عَلَى أَهْلِ الْحُدَيْبِيَةِ، فَقَسَمَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَهْمًا، وَكَانَ الْجَيْشُ أَلْفًا وَخَمْسَ مِائَةٍ فِيهِمْ ثَلَاثُ مِائَةِ فَارِسٍ، فَأَعْطَى الْفَارِسَ سَهْمَيْنِ، وَأَعْطَى الرَّاجِلَ سَهْمًا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حَدِيثُ أَبِي مُعَاوِيَةَ أَصَحُّ وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ، وَأَرَى الْوَهْمَ فِي حَدِيثِ مُجَمِّعٍ أَنَّهُ قَالَ: ثَلَاثَ مِائَةِ فَارِسٍ، وَكَانُوا مِائَتَيْ فَارِسٍ

حضرت مجمع بن جاریہ انصاری، رضی اللہ عنہ یہ وہ شخص ہیں، جنہیں پورا قرآن زبانی یاد تھا، وہ بیان کرتے ہیں: صلح حدیبیہ کے موقع پر ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، جب ہم وہاں سے واپس آئے تو لوگ اونٹوں کو تیزی سے بھگا رہے تھے انہوں نے ایک دوسرے سے دریافت کیا: کیا وجہ ہے؟ تو دوسرے نے جواب دیا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی ہے، تو ہم لوگ بھی اونٹوں کو دوڑاتے ہوئے روانہ ہوئے، جب کراع غمیم کے مقام پر پہنچے تو وہاں ہم نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر ٹھہرے ہوئے ہیں، جب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد اکٹھے ہو گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فتح کی یہ آیات تلاوت کیں:

''بے شک ہم نے تمہیں واضح فتح عطا کر دی''

ایک صاحب نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا یہ فتح ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، یہ فتح ہے۔

پھر غزوہ خیبر کا مال غنیمت اہل حدیبیہ کے درمیان تقسیم ہو گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اٹھارہ حصے بنائے اس وقت لشکر کی تعداد پندرہ سو تھی، ان میں تین سو گھڑ سوار تھے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھڑ سوار کو دو حصے دیے اور پیدل شخص کو ایک حصہ عطا کیا۔

فتح مکہ (رمضان ۸ھ مطابق جنوری ۶۳۰ء):

رمضان ۸ھ تاریخ نبوت کا نہایت ہی عظیم الشان عنوان ہے اور سیرت مقدسہ کا یہ وہ سنہرا باب ہے کہ جس کی آب وتاب سے

ہر مومن کا قلب قیامت تک مسرتوں کا آفتاب بنا رہے گا کیونکہ تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تاریخ سے آٹھ سال قبل انتہائی رنجیدگی کے عالم میں اپنے یار غار کو ساتھ لے کر رات کی تاریکی میں مکہ سے ہجرت فرما کر اپنے وطن عزیز کو خیر باد کہہ دیا تھا اور مکہ سے نکلتے وقت خدا کے مقدس گھر خانہ کعبہ پر ایک حسرت بھری نگاہ ڈال کر یہ فرماتے ہوئے مدینہ روانہ ہوئے تھے کہ "اے مکہ! خدا کی قسم! تو میری نگاہ محبت میں تمام دنیا کے شہروں سے زیادہ پیارا ہے اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں ہرگز تجھے نہ چھوڑتا۔" لیکن آٹھ برس کے بعد یہی وہ مسرت خیز تاریخ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فاتح اعظم کی شان و شوکت کے ساتھ اسی شہر مکہ میں نزول اجلال فرمایا اور کعبۃ اللہ میں داخل ہو کر اپنے سجدوں کے جمال و جلال سے خدا کے مقدس گھر کی عظمت کو سرفراز فرمایا۔

لیکن ناظرین کے ذہنوں میں یہ سوال سر اٹھاتا ہوگا کہ جب کہ حدیبیہ کے صلح نامہ میں یہ تحریر کیا جا چکا تھا کہ دس برس تک فریقین کے مابین کوئی جنگ نہ ہوگی تو پھر آخر وہ کونسا ایسا سبب نمودار ہو گیا کہ صلح نامہ کے فقط دو سال ہی بعد تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل مکہ کے سامنے ہتھیار اٹھانے کی ضرورت پیش آگئی اور آپ ایک عظیم لشکر کے ساتھ فاتحانہ حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے۔ تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس کا سبب کفار مکہ کی "عہد شکنی" اور حدیبیہ کے صلح نامہ سے غداری ہے۔

کفار قریش کی عہد شکنی :۔

صلح حدیبیہ کے بیان میں آپ پڑھ چکے کہ حدیبیہ کے صلح نامہ میں ایک یہ شرط بھی درج تھی کہ قبائل عرب میں سے جو قبیلہ قریش کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہے وہ قریش کے ساتھ معاہدہ کرے اور جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کرنا چاہے وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کرے۔

چنانچہ اسی بنا پر قبیلہ بنی بکر نے قریش سے باہمی امداد کا معاہدہ کر لیا اور قبیلہ بنی خزاعہ نے رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم سے امداد باہمی کا معاہدہ کر لیا۔ یہ دونوں قبیلے مکہ کے قریب ہی میں آباد تھے لیکن ان دونوں میں عرصہ دراز سے سخت عداوت اور مخالفت چلی آ رہی تھی۔

ایک مدت سے تو کفار قریش اور دوسرے قبائل عرب کے کفار مسلمانوں سے جنگ کرنے میں اپنا سارا زور صرف کر رہے تھے لیکن صلح حدیبیہ کی بدولت جب مسلمانوں کی جنگ سے کفار قریش اور دوسرے قبائل کفار کو اطمینان ملا تو قبیلہ بنی بکر نے قبیلہ بنی خزاعہ سے اپنی پرانی عداوت کا انتقام لینا چاہا اور اپنے حلیف کفار قریش سے مل کر بالکل اچانک طور پر قبیلہ بنی خزاعہ پر حملہ کر دیا اور اس حملہ میں کفار قریش کے تمام رؤسا یعنی عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ و سہیل بن عمرو وغیرہ بڑے بڑے سرداروں نے علانیہ بنی خزاعہ کو قتل کیا۔ بے چارے بنی خزاعہ اس خوفناک ظالمانہ حملہ کی تاب نہ لا سکے اور اپنی جان بچانے کے لئے حرم کعبہ میں پناہ لینے کے لئے بھاگے۔ بنی بکر کے عوام نے تو حرم میں تلوار چلانے سے ہاتھ روک لیا اور حرم الٰہی کا احترام کیا۔ لیکن بنی بکر کا سردار "نوفل" اس قدر جوش انتقام میں آپے سے باہر ہو چکا تھا کہ وہ حرم میں بھی بنی خزاعہ کو نہایت بے دردی کے ساتھ قتل کرتا رہا اور چلا چلا کر اپنی قوم کو للکارتا رہا کہ پھر یہ موقع کبھی ہاتھ نہیں آ سکتا۔ چنانچہ ان درندہ صفت خونخوار انسانوں نے حرم الٰہی کے احترام کو بھی خاک میں ملا دیا اور حرم کعبہ کی حدود میں نہایت ہی ظالمانہ طور پر بنی خزاعہ کا خون بہایا اور کفار قریش نے بھی اس قتل و غارت اور کشت و خون میں

خوب خوب حصہ لیا۔ (زرقانی ج۲ص۲۸۹)

ظاہر ہے کہ قریش نے اپنی اس حرکت سے حدیبیہ کے معاہدہ کو عملی طور پر توڑ ڈالا۔ کیونکہ بنی خزاعہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کر کے آپ کے حلیف بن چکے تھے، اس لئے بنی خزاعہ پر حملہ کرنا، یہ رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کے برابر تھا۔ اس حملہ میں بنی خزاعہ کے تیئیس (۲۳) آدمی قتل ہو گئے۔

اس حادثہ کے بعد قبیلۂ بنی خزاعہ کے سردار عمرو بن سالم خزاعی چالیس آدمیوں کا وفد لے کر فریاد کرنے اور امداد طلب کرنے کے لئے مدینہ بارگاہ رسالت میں پہنچے اور یہی فتح مکہ کی تمہید ہوئی۔

تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت:۔

حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کاشانۂ نبوت میں وضو فرما رہے تھے کہ ایک دم بالکل ناگہاں آپ نے بلند آواز سے تین مرتبہ یہ فرمایا کہ لبیک۔ لبیک۔ لبیک۔ (میں تمہارے لئے بار بار حاضر ہوں۔) پھر تین مرتبہ بلند آواز سے آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ نصرت۔ نصرت۔ نصرت (تمہیں مدد مل گئی) جب آپ وضو خانہ سے نکلے تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) آپ تنہائی میں کس سے گفتگو فرما رہے تھے؟ تو ارشاد فرمایا کہ اے میمونہ! رضی اللہ عنہا غضب ہو گیا۔ میرے حلیف بنی خزاعہ پر بنی بکر اور کفار قریش نے حملہ کر دیا ہے اور اس مصیبت و بے کسی کے وقت میں بنی خزاعہ نے وہاں سے چلا چلا کر مجھے مدد کے لئے پکارا ہے اور مجھ سے مدد طلب کی ہے اور میں نے ان کی پکار سن کر ان کی ڈھارس بندھانے کے لئے ان کو جواب دیا ہے۔ حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اس واقعہ کے تیسرے دن جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے اور نماز سے فارغ ہوئے تو دفعۃً بنی خزاعہ کے مظلومین نے رجز کے ان اشعار کو بلند آواز سے پڑھنا شروع کر دیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے ان کی اس پر درد اور رقت انگیز فریاد کو بغور سنا۔ آپ بھی اس رجز کے چند اشعار کو ملاحظہ فرمایئے:۔

يَا رَبِّ إِنِّي نَاشِدٌ مُحَمَّدًا ۔۔۔ حِلْفَ أَبِيْنَا وَأَبِيْهِ الْأَتْلَدَا

اے خدا! میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وہ معاہدہ یاد دلاتا ہوں جو ہمارے اور ان کے باپ داداؤں کے درمیان قدیم زمانے سے ہو چکا ہے۔

فَانْصُرْ هَدَاكَ اللّٰهُ نَصْرًا أَبَدًا ۔۔۔ وَادْعُ عِبَادَ اللّٰهِ يَأْتُوْا مَدَدًا

تو خدا آپ کو سیدھی راہ پر چلائے۔ آپ ہماری بھرپور مدد کیجئے اور خدا کے بندوں کو بلایئے۔ وہ سب امداد کے لئے آئیں گے۔

فِيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَدْ تَجَرَّدَا ۔۔۔ إِنْ سِيْمَ خَسْفًا وَجْهُهٗ تَرَبَّدَا

ان مدد کرنے والوں میں رسول اللہ (عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم) بھی غضب کی حالت میں ہوں کہ اگر انہیں ذلت کا داغ لگے تو ان کا تیور بدل جائے۔

هُمْ بَیَّتُوْنَا بِالْوَتِیْرِ هُجَّدًا وَقَتَلُوْنَا رُکَّعًا وَسُجَّدًا

ان لوگوں (بنی بکر و قریش) نے "مقام وتیر" میں ہم سوتے ہوؤں پر شب خون مارا اور رکوع و سجدہ کی حالت میں بھی ہم لوگوں کو بیدردی کے ساتھ قتل کر ڈالا۔

اِنَّ قُرَیْشًا اَخْلَفُوْكَ الْمَوْعِدَا وَنَقَضُوْا مِیْثَاقَكَ الْمُوَکَّدَا

یقیناً قریش نے آپ سے وعدہ خلافی کی ہے اور آپ سے مضبوط معاہدہ کر کے توڑ ڈالا ہے۔

ان اشعار کو سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو تسلی دی اور فرمایا کہ مت گھبراؤ میں تمہاری امداد کے لئے تیار ہوں۔ (زرقانی ج ۲ ص ۲۹۰)

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امن پسندی:۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے پاس قاصد بھیجا اور تین شرطیں پیش فرمائیں کہ ان میں سے کوئی ایک شرط قریش منظور کر لیں:۔

(۱) بنی خزاعہ کے مقتولوں کا خون بہا دیا جائے۔

(۲) قریش قبیلہ بنی بکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں۔

(۳) اعلان کر دیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد نے ان شرطوں کو قریش کے سامنے رکھا تو قرطہ بن عبد عمر نے قریش کا نمائندہ بن کر جواب دیا کہ "نہ ہم مقتولوں کے خون کا معاوضہ دیں گے نہ اپنے حلیف قبیلہ بنی بکر کی حمایت چھوڑیں گے۔ ہاں تیسری شرط ہمیں منظور ہے اور ہم اعلان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔" لیکن قاصد کے چلے جانے کے بعد قریش کو اپنے اس جواب پر ندامت ہوئی۔ چنانچہ چند رؤسائے قریش ابوسفیان کے پاس گئے اور یہ کہا کہ اگر یہ معاملہ نہ سلجھا تو پھر سمجھ لو کہ یقیناً محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم پر حملہ کر دیں گے۔ ابوسفیان نے کہا کہ میری بیوی ہند بنت عتبہ نے ایک خواب دیکھا ہے کہ مقام "حجون" سے مقام "خندمہ" تک ایک خون کی نہر بہتی ہوئی آئی ہے، پھر ناگہاں وہ خون غائب ہو گیا۔ قریش نے اس خواب کو بہت ہی منحوس سمجھا اور خوف و دہشت سے سہم گئے اور ابوسفیان پر بہت زیادہ دباؤ ڈالا کہ وہ فوراً مدینہ جا کر معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کرے۔ (زرقانی ج ۲ ص ۲۹۲)

ابوسفیان کی کوشش:۔

اس کے بعد بہت تیزی کے ساتھ ابوسفیان مدینہ گیا اور پہلے اپنی لڑکی حضرت اُم المومنین بی بی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر پہنچا اور بستر پر بیٹھنا ہی چاہتا تھا کہ حضرت بی بی اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جلدی سے بستر اٹھا لیا ابوسفیان نے حیران ہو کر پوچھا کہ بیٹی تم نے بستر کیوں اٹھا لیا؟ کیا بستر کو میرے قابل نہیں سمجھا یا مجھ کو بستر کے قابل نہیں سمجھا؟ اُم المومنین نے جواب دیا کہ یہ رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے اور تم مشرک اور نجس ہو۔ اس لئے میں نے یہ گوارا نہیں کیا کہ تم رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھو۔ یہ سن کر ابوسفیان کے دل پر چوٹ لگی اور وہ رنجیدہ ہو کر وہاں سے چلا آیا اور رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا مقصد بیان کیا۔ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر ابوسفیان حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ عنہم کے پاس گیا۔ ان سب حضرات نے جواب دیا کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جب ابو سفیان پہنچا تو وہاں حضرت بی بی فاطمہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ ابوسفیان نے بڑی لجاجت سے کہا کہ اے علی! تم قوم میں بہت ہی رحم دل ہو ہم ایک مقصد لے کر یہاں آئے ہیں کیا ہم یوں ہی ناکام چلے جائیں۔ ہم صرف یہی چاہتے ہیں کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہماری سفارش کر دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابوسفیان! ہم لوگوں کی یہ مجال نہیں ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ اور ان کی مرضی میں کوئی مداخلت کر سکیں۔ ہر طرف سے مایوس ہو کر ابوسفیان نے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اے فاطمہ! یہ تمہارا پانچ برس کا بچہ (امام حسن) ایک مرتبہ اپنی زبان سے اتنا کہہ دے کہ میں نے دونوں فریق میں صلح کرا دی تو آج سے یہ بچہ عرب کا سردار کہہ کر پکارا جائے گا۔ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ بچوں کو ان معاملات میں کیا دخل؟ بالآخر ابوسفیان نے کہا کہ اے علی! معاملہ بہت کٹھن نظر آتا ہے کوئی تدبیر بتاؤ؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس سلسلے میں تم کو کوئی مفید رائے تو نہیں دے سکتا، لیکن تم بنی کنانہ کے سردار ہو تم خود ہی لوگوں کے سامنے اعلان کر دو کہ میں نے حدیبیہ کے معاہدہ کی تجدید کر دی ابوسفیان نے کہا کہ کیا میرا یہ اعلان کچھ مفید ہو سکتا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یک طرفہ اعلان ظاہر ہے کہ کچھ مفید نہیں ہو سکتا۔ مگر اب تمہارے پاس اس کے سوا اور چارۂ کار ہی کیا ہے؟ ابو سفیان وہاں سے مسجد نبوی میں آیا اور بلند آواز سے مسجد میں اعلان کر دیا کہ میں نے معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کر دی مگر مسلمانوں میں سے کسی نے بھی کوئی جواب نہیں دیا۔

ابوسفیان یہ اعلان کر کے مکہ روانہ ہو گیا جب مکہ پہنچا تو قریش نے پوچھا کہ مدینہ میں کیا ہوا؟ ابوسفیان نے ساری داستان بیان کر دی۔ تو قریش نے سوال کیا کہ جب تم نے اپنی طرف سے معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کا اعلان کیا تو کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کو قبول کر لیا؟ ابوسفیان نے کہا کہ "نہیں" یہ سن کر قریش نے کہا کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔ یہ نہ تو صلح ہے کہ ہم اطمینان سے بیٹھیں نہ یہ جنگ ہے کہ لڑائی کا سامان کیا جائے۔ (زرقانی ج ۲ ص ۲۹۲ تا ص ۲۹۳)

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا اور حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی فرما دیا کہ جنگ کے ہتھیار درست کریں اور اپنے حلیف قبائل کو بھی جنگی تیاریوں کے لئے حکم نامہ بھیج دیا۔ مگر کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں بتایا کہ کس سے جنگ کا ارادہ ہے؟ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی آپ نے کچھ نہیں فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور دیکھا کہ وہ جنگی ہتھیاروں کو نکال رہی ہیں تو آپ نے دریافت کیا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے؟ عرض کیا: "جی ہاں" پھر آپ نے پوچھا کہ کیا تمہیں کچھ معلوم ہے کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ "واللہ! مجھے یہ معلوم نہیں۔" (زرقانی ج ۲ ص ۲۹۱)

غرض انتہائی خاموشی اور رازداری کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی تیاری فرمائی اور مقصد یہ تھا کہ اہل مکہ کو خبر نہ ہونے پائے اور اچانک ان پر حملہ کر دیا جائے۔

بَابٌ فِي النَّفَلِ

باب: اضافی ادائیگی (یعنی انعام کے طور پر کچھ دینا)

2737 - حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ قَالَ: أَخْبَرَنَا خَالِدٌ عَنْ دَاوُدَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ: مَنْ فَعَلَ كَذَا وَكَذَا فَلَهُ مِنَ النَّفَلِ كَذَا وَكَذَا . قَالَ: فَتَقَدَّمَ الْفِتْيَانُ وَلَزِمَ الْمَشْيَخَةُ الرَّايَاتِ فَلَمْ يَبْرَحُوهَا. فَلَمَّا فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِمْ قَالَ الْمَشْيَخَةُ: كُنَّا رِدْءًا لَكُمْ لَوِ انْهَزَمْتُمْ لَفِئْتُمْ إِلَيْنَا. فَلَا تَذْهَبُوا بِالْمَغْنَمِ وَنَبْقَى. فَأَبَى الْفِتْيَانُ وَقَالُوا: جَعَلَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَا. فَأَنْزَلَ اللهُ (يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ) (الأنفال: ۱) إِلَى قَوْلِهِ: (كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ) (الأنفال: ۵) يَقُولُ: فَكَانَ ذَلِكَ خَيْرًا لَهُمْ. فَكَذَلِكَ أَيْضًا فَأَطِيعُونِي فَإِنِّي أَعْلَمُ بِعَاقِبَةِ هَذَا مِنْكُمْ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: غزوہ بدر کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص یہ اور یہ کام کرے گا تو اسے یہ اور یہ انعام ملے گا'' تو نوجوان آگے بڑھ گئے اور بڑی عمر کے لوگ جھنڈے کے پاس ٹھہرے رہے جب اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عطا کر دی تو عمر رسیدہ لوگوں نے کہا: ہم تمہارا سہارا تھے، کیونکہ اگر تمہیں شکست ہو جاتی تو تم لوگوں نے لوٹ کے ہمارے پاس آنا تھا اس لیے تمام مال غنیمت تم سمیٹ کر نہ لے جاؤ کہ ہمیں کچھ بھی نہ ملے، تو ان نوجوانوں نے ان کی اس بات کو تسلیم نہیں کیا اور انہوں نے انہیں کہا: یہ وہ چیز ہے، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے مخصوص کی ہے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

''لوگ تم سے انفال کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، تم یہ فرما دو! انفال اللہ اور اس کے رسول کے لیے مخصوص ہے''

یہ آیت یہاں تک ہے

''جس طرح تمہارے پروردگار نے تمہیں حق کے ہمراہ گھر سے نکالا، حالانکہ اہل ایمان کا ایک گروہ اسے ناپسند کرتا تھا''۔

راوی کہتے ہیں: تو یہ چیز ان کے حق میں بہتر تھی، اسی طرح انہوں نے یہ بھی فرمایا: تم لوگ میری اطاعت کرو کیونکہ میں اس چیز کے انجام کے بارے میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔

2738 - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ بَدْرٍ: مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا فَلَهُ كَذَا وَكَذَا، وَمَنْ أَسَرَ أَسِيرًا فَلَهُ كَذَا وَكَذَا ثُمَّ سَاقَ نَحْوَهُ. وَحَدِيثُ خَالِدٍ أَتَمُّ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: غزوہ بدر کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی کو قتل کر دے گا تو اسے یہ، یہ انعام ملے گا اور جو کسی قیدی بنا لے گا' تو اسے یہ، یہ انعام ملے گا۔

اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث نقل کی ہے، تاہم خالد نامی راوی کی نقل کردہ روایت زیادہ مکمل ہے۔

2739 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ بَكَّارِ بْنِ بِلَالٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي دَاوُدُ: بِهَذَا الْحَدِيثِ بِإِسْنَادِهِ قَالَ: فَقَسَمَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالسَّوَاءِ. وَحَدِيثُ خَالِدٍ أَتَمُّ

اسی سند کے ساتھ یہ روایت بھی منقول ہے: نبی اکرم ﷺ نے مال غنیمت کو برابر، برابر تقسیم کیا تھا، تاہم خالد کی نقل کردہ روایت زیادہ مکمل ہے۔

2740 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: جِئْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ بِسَيْفٍ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ قَدْ شَفَى صَدْرِي الْيَوْمَ مِنَ الْعَدُوِّ، فَهَبْ لِي هَذَا السَّيْفَ. قَالَ: إِنَّ هَذَا السَّيْفَ لَيْسَ لِي وَلَا لَكَ. فَذَهَبْتُ وَأَنَا أَقُولُ يُعْطَاهُ الْيَوْمَ مَنْ لَمْ يُبْلِ بَلَائِي، فَبَيْنَمَا أَنَا إِذْ جَاءَنِي الرَّسُولُ فَقَالَ: أَجِبْ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ نَزَلَ فِيَّ شَيْءٌ بِكَلَامِي فَجِئْتُ. فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّكَ سَأَلْتَنِي هَذَا السَّيْفَ، وَلَيْسَ هُوَ لِي وَلَا لَكَ، وَإِنَّ اللَّهَ قَدْ جَعَلَهُ لِي فَهُوَ لَكَ. ثُمَّ قَرَأَ: (يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ) (الانفال:١) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قِرَاءَةُ ابْنِ مَسْعُودٍ: يَسْأَلُونَكَ النَّفَلَ

مصعب بن سعد اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: غزوہ بدر کے موقع پر میں تلوار کے ہمراہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آج دشمن کے مقابلے میں میرے سینے کو ٹھنڈا کر دیا ہے تو یہ تلوار آپ ﷺ مجھے عطا کر دیجئے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تلوار نہ میری ہے، نہ تمہاری ہے چنانچہ میں چلا گیا میں نے یہ سوچا کہ یہ تلوار آج ایک ایسے شخص کو دے دی جائے گی، جس نے میری طرح کی بہادری نہیں دکھائی ہوگی، میں ابھی اسی سوچ میں تھا کہ ایک بلانے والا میرے پاس آیا اور بولا: تم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ، میں نے یہ سوچا کہ شاید میں نے جو بات کہی ہے، اس وجہ سے میرے بارے میں کوئی وحی نازل ہو چکی ہوگی، جب میں آیا تو نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

''تم نے مجھ سے یہ تلوار مانگی تھی، حالانکہ یہ نہ میری تھی، نہ تمہاری تھی، اب اللہ تعالیٰ نے یہ مجھے عطا کر دی ہے تو اب یہ میں تمہیں دیتا ہوں'' پھر نبی اکرم ﷺ نے سورۂ انفال کی یہ آیات تلاوت کیں:

''لوگ تم سے انفال کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، تو تم یہ فرما دو! انفال اللہ اور اس کے رسول کی ملکیت ہے''

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں یہ الفاظ ہیں:

''لوگ تم سے نفل کے بارے میں دریافت کرتے ہیں''

انفال کے معنی ومفہوم کا بیان

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی 502ھ لکھتے ہیں: انفال نفل کی جمع ہے۔ نفل مال غنیمت کو کہتے ہیں۔ لیکن مختلف

اعتبارات کی وجہ سے اس کے معنی مختلف ہیں۔ جہاد میں فتح اور کامیابی کے اعتبار سے اس مال کو غنیمت کہتے ہیں، اور یہ لحاظ کیا جائے کہ بغیر وجوب کے ابتداءً یہ مال اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطیہ ہے اس کو نفل کہتے ہیں، اور بعض علماء نے غنیمت اور نفل میں عموم اور خصوص کے اعتبار سے فرق کیا ہے۔ سو جو مال مشقت کے، استحقاق یا بغیر مشقت یا بغیر استحقاق کے، جہاد میں کامیابی سے پہلے یا اس کے بعد حاصل ہو، اس کو مال غنیمت کہتے ہیں، اور مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے انسان کو جو مال حاصل ہو اس کو نفل کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ دشمن سے جنگ کے بغیر مسلمانوں کو جو مال فئے حاصل ہوتا ہے، اس کو نفل کہتے ہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ مال غنیمت کی تقسیم کے بعد سامان سے جو چیزیں الگ کر لی جاتی ہیں، ان کو نفل کہتے ہیں۔

"یسئلونک عن الانفال: لوگ آپ سے الانفال کے متعلق سوال کرتے ہیں" (الانفال: 1)۔ اس آیت میں الانفال کا یہی آخری معنی مراد ہے۔ (المفردات ج 2، ص 651، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ، 1418ھ)

علامہ ابوالسعادات المبارک بن محمد بن الاثیر الجزری المتوفی 606ھ لکھتے ہیں: نفل کا معنی ہے مال غنیمت (جب ن اور ف پر زبر ہو) اور اس کی جمع انفال ہے۔ اور جب (ف پر جزم ہو) نفل ہو تو اس کا معنی ہے زیادہ۔ امام ابوداؤد حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کان ینفل الربع بعد الخمس والثلث بعد الخمس اذا رجع: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خمس نکالنے کے بعد مال غنیمت کا چوتھائی حصہ تقسیم کرتے اور جہاد سے واپسی کے بعد خمس منہا کر کے تہائی حصہ تقسیم فرماتے"۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 2749۔ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 2851۔ مسند احمد ج 4، ص 160)۔

نیز امام ابوداؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیں نجد کی طرف ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا پھر چند مسلمانوں کو بہ طور کمک روانہ کیا۔ "فکان سھمان الجیش اثنی عشر بعیرا اثنی عشر بعیرا و نفل اھل السریۃ بعیرا بعیرا و کانت سھمانھم ثلثۃ عشر ثلثۃ عشر: اس لشکر کے حصہ میں بارہ بارہ اونٹ آئے۔ آپ نے بہ طور کمک آنے والے کو ایک ایک اونٹ زیادہ عطا کیا تو ان کا حصہ تیرہ تیرہ اونٹ ہو گئے"

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 2741، الموطا رقم الحدیث: 987۔ مسند احمد ج 2، ص 62)

احادیث میں نفل اور انفال کا ذکر بہت زیادہ آیا ہے اور بعض عبادات کا نام نوافل رکھا گیا ہے کیونکہ وہ فرائض پر زائد ہوتی ہیں۔ امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث قدسی روایت کی ہے اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لایزال العبد یتقرب الی بالنوافل: بندہ نوافل کے ذریعہ مسلسل میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: 6502۔ مسند احمد ج 2، ص 62)

الانفال کی وجہ تسمیہ کا بیان

نفل کا معنی مال غنیمت ہے اور کفار سے چھینے ہوئے سامان سے جو چیزیں الگ کر لی جاتی ہیں ان کو بھی نفل کہا جاتا ہے، اور اس سورت میں نفل کو اسی معنی میں استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہو گا۔ اس لیے اس سورت کا نام الانفال

رکھا گیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن میں ایک تلوار لے کر آیا، میں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ کو مشرکین سے ٹھنڈا کر دیا ہے آپ یہ تلوار مجھے عطا فرما دیں گے۔ جس نے میری طرح مشقت نہ اٹھائی ہوگی، پھر تھوڑی دیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلا کر فرمایا تم نے مجھ سے یہ تلوار مانگی تھی اس وقت یہ میری ملکیت میں نہیں تھی، اور اب یہ میری ملکیت میں آ چکی ہے سو اب یہ تمہاری ہے۔ اور تب یہ آیت نازل ہوئی یسئلونک عن الانفال. (الانفال:1) یہ (مسلمان) آپ سے مال غنیمت سے زائد چیزوں کے متعلق سوال کرتے ہیں۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث:3090۔ صحیح مسلم رقم الحدیث:2412۔ سنن ابوداؤد رقم الحدیث:2740)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن میرے بھائی عمیر کو قتل کر دیا گیا تھا اور میں نے سعید بن العاص کو قتل کیا تھا، میں نے اس کی تلوار پر قبضہ کر لیا، اس تلوار کا نام ذالکیفہ تھا۔ میں اس تلوار کو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے کر گیا، آپ نے فرمایا اس تلوار کو وہاں جا کر ڈال دو جہاں مال غنیمت کا سامان اکٹھا کر کے رکھا گیا ہے۔ میں واپس گیا اور اپنے بھائی کے قتل کیے جانے اور اس تلوار کے لیے جانے سے مجھے اس قدر رنج ہوا تھا جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ابھی میں تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ سورۃ الانفال نازل ہوگئی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جاؤ اپنی تلوار لے لو۔

(مسند احمد ج 1 ص 180۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج 12 ص 370، سنن سعید بن منصور رقم الحدیث:2689۔ سنن کبریٰ ج 6 ص 291، اسباب النزول للواحدی رقم الحدیث:468۔ الدر المنثور ج 4 ص 3)

سورۃ الانفال کا زمانہ نزول

امام نحاس، امام ابوالشیخ اور امام ابن مردویہ نے اپنی سندوں کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۃ الانفال مدینہ میں نازل ہوئی۔ امام ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن الزبیر اور حضرت زید بن ثابت سے بھی روایت کیا ہے کہ سورۃ الانفال مدینہ میں نازل ہوئی۔ (الدر المنثور ج 4 ص 3، مطبوعہ دار الفکر بیروت، 1414ھ)

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ سورۃ الانفال غزوہ بدر میں نازل ہوئی۔ امام ابن اسحاق نے کہا کہ پوری سورۃ انفال بدر کے معاملات میں نازل ہوئی ہے۔ غزوہ بدر ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد رمضان المبارک میں رونما ہوا اور یہ تحویل قبلہ کے دو ماہ بعد ہوا تھا، اور اس کے نزول کی ابتداء بدر سے واپسی سے پہلے ہوئی، کیونکہ اس کی پہلی آیت اس وقت نازل ہوئی جب مسلمان بدر میں تھے اور ابھی مال غنیمت کی تقسیم شروع نہیں ہوئی تھی جیسا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

اس کے نزول کا سبب جنگ بدر کے دن اہل بدر کا مال غنیمت اور انفال میں اختلاف تھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ بعض صحابہ نے آپ سے انفال کے متعلق سوال کیا تھا جیسا کہ اس کی پہلی آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔

غزوہ بدر کا خلاصہ

رجب کے مہینہ میں ایک کافر عمرو بن الحضرمی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوگیا تھا۔ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کا علم ہوا تو

آپ بہت ناراض ہوئے اور صحابہ نے بھی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ پر بہت برہمی کا اظہار کیا اور کہا تم نے وہ کام کیا جس کا تم کو حکم نہیں دیا گیا تھا۔ حضرمی کے قتل نے تمام کفار قریش کو جوش انتقام سے لبریز کر دیا تھا۔ اسی دوران ابوسفیان قافلہ تجارت کے ساتھ شام گیا ہوا تھا، ابوسفیان نے وہیں سے مکہ خبر بھیج دی۔ کفار قریش نے لڑائی کی تیاریاں شروع کر دیں اور مدینہ میں یہ خبر پہنچ گئی کہ کفار قریش ایک لشکر جرار کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے آرہے ہیں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مدینہ منورہ کے دفاع کا قصد کیا اور معرکہ بدر پیش آ گیا۔

جنگ کے خاتمہ پر معلوم ہوا کہ صحابہ کرام میں سے صرف چودہ نفوس قدسیہ شہید ہوئے ہیں۔ جن میں سے چھ مہاجر اور آٹھ انصار تھے لیکن دوسری طرف قریش کی کمر ٹوٹ گئی اور صنادید قریش میں سے جو لوگ بہادری اور مردانگی میں نام آور تھے سب ایک ایک کر کے مارے گئے۔ ان میں شیبہ، عتبہ، ابوجہل، ابوالبختری، زمعہ بن الاسود، عاص بن ہشام، امیہ بن خلف وغیرہم تھے۔ ستر کافر قتل کیے گئے اور ستر گرفتار ہوئے۔ اسیران جنگ کے ساتھ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بہت کریمانہ سلوک کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ ان تمام کافر قیدیوں کو قتل کر دیا جائے۔ اس کے برعکس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے تھی کہ ان سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا جائے۔ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوبکر کی رائے کو پسند کیا اور ان سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا۔ اس کی پوری بحث ان شاء اللہ متعلقہ آیات کی تفسیر میں آئے گی۔

غزوہ بدر کے متعلق احادیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ابوسفیان کے (قافلہ کے) آنے کی خبر پہنچی تو آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا، حضرت ابوبکر نے کوئی مشورہ دیا آپ نے ان سے اعراض کیا۔ پھر حضرت عمر نے کوئی مشورہ دیا آپ نے ان سے بھی اعراض کیا۔ پھر حضرت سعد بن عبادہ کھڑے ہو کر کہنے لگے یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر آپ ہمیں سمندر میں گھوڑے دوڑانے کا حکم دیں تو ہم سمندر میں گھوڑے دوڑا دیں گے، اگر آپ ہمیں برک الغماد تک گھوڑے دوڑانے کا حکم دیں تو ہم ایسا کریں گے۔ تب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لوگوں کو بلایا، لوگ آئے اور وادی بدر میں اترے۔ وہاں قریش کے پانی پلانے والے ملے۔ ان میں بنی حجاج کا ایک سیاہ فام غلام تھا صحابہ نے اس کو پکڑ لیا اور اس سے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں سوال کیا۔ اس نے کہا مجھے ابوسفیان کا کوئی پتا نہیں! لیکن یہاں ابوجہل، عتبہ، شیبہ اور امیہ بن خلف ہیں۔ جب اس نے یہ بتایا تو صحابہ نے اس کو پیٹنا شروع کیا۔ اس نے کہا اچھا میں تمہیں ابوسفیان کے متعلق بتاتا ہوں، جب انہوں نے اس کو چھوڑ کر ابوسفیان کے بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا مجھے ابوسفیان کا کوئی پتا نہیں لیکن یہاں لوگوں میں ابوجہل، عتبہ، شیبہ، اور امیہ بن خلف ہیں۔ جب اس نے یہ کہا تو انہوں نے پھر مارنا شروع کر دیا، اس وقت نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ نے یہ منظر دیکھا تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے جب یہ سچ بولتا ہے تو تم اس کو مارتے ہو اور جب یہ جھوٹ بولتا ہے تو تم اس کو چھوڑ دیتے ہو۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا یہ فلاں کافر کے گرنے کی جگہ ہے آپ زمین پر اس جگہ اور اس جگہ ہاتھ رکھتے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ رکھنے کی جگہ سے کوئی

کافر متجاوز نہیں ہوا۔ (یعنی جس جگہ آپ نے جس شخص کا نام لے کر ہاتھ رکھا تھا، وہ کافر اسی جگہ گر کر مرا)۔

(صحیح مسلم مغازی:83(1779)4541۔سنن ابوداود رقم الحدیث:2681۔جامع الاصول ،ج8، رقم الحدیث:6012)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خیمہ میں دعا کر رہے تھے اے اللہ! اپنے عدہ اور وعدہ کو پورا فرما۔ اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے بعد تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ حضرت ابوبکر نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہا یا رسول اللہ آپ کے لیے یہ دعا کافی ہے، آپ نے اپنے رب سے بہت گڑگڑا کر دعا کی ہے۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مسرور ہوتے ہوئے خیمہ سے نکلے درآنحالیکہ آپ اس آیت کی تلاوت کر رہے تھے (کافروں کا) یہ گروہ عنقریب شکست کھایا ہوا ہوگا اور یہ سب پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ بلکہ ان سے (اصل) وعدہ تو قیامت کا ہے اور قیامت بڑی آفت اور بہت کڑوی ہے۔ (القمر:45۔44)۔ صحیح البخاری، رقم الحدیث:3953۔ جامع الاصول ج8، رقم الحدیث:6017)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ باتیں کرتے تھے کہ اصحاب بدر کی تعداد طالوت کے اس لشکر کے برابر تھی جس نے ان کے ساتھ دریا پار کیا تھا اور صرف مومن نے ہی ان کے ساتھ دریا پار کیا تھا اور ان کی تعداد تین دس اور کچھ تھی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:3958۔ جامع الاصول ج8، رقم الحدیث:6019)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جنگ بدر کے دن کم سن قرار دیا گیا، اس دن مہاجرین کی تعداد ساٹھ اور کچھ تھی اور انصاری کی تعداد دو سو چالیس اور کچھ تھی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:3956، جامع الاصول، رقم الحدیث:6020)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن عتبہ بن ربیعہ اور اس کا بیٹا ولید بن عتبہ اور اس کا بھائی شیبہ بن ربیعہ اپنے لشکر سے نکل کر آگے بڑھے اور للکارا کہ کون ہم سے مقابلہ کرے گا۔ ان کے مقابلہ میں انصار کے نوجوان مسلمانوں کے لشکر سے نکلے۔ عتبہ نے پوچھا تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے اپنا حسب نسب بتایا۔ عتبہ وغیرہ نے کہا ہمیں تم سے مقابلہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اپنے عم زادوں سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ تب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اے حمزہ آپ کھڑے ہوں، اے علی تم کھڑے ہو، اے عبیدہ بن حارث تم کھڑے ہو۔ پھر حضرت حمزہ عتبہ کے مقابل آئے اور شیبہ کے سامنے میں (حضرت علی) آیا حضرت عبیدہ اور ولید گتھم گتھا ہو گئے اور ہر ایک نے دوسرے کو لہولہان کر دیا۔ پھر ہم ولید کی طرف متوجہ ہوئے اور ہم نے اس کو قتل کر دیا۔ اور ہم حضرت عبیدہ کو اٹھا کر لشکر اسلام میں لے آئے۔

(سنن ابوداود رقم الحدیث:2665۔ مسند احمد ج4، ص184۔ جامع الاصول ج8 رقم الحدیث:6030)

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امیہ بن خلف (وہ کافر جس کے پاس حضرت بلال رضی اللہ عنہ غلام تھے اور وہ ان پر بہت ظلم کرتا تھا تا آنکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بہت مہنگے داموں سے ان کو امید سے خرید کر آزاد کر دیا) سے یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ مکہ میں میرے مال و دولت کی حفاظت کرے، میں مدینہ میں اس کے مال و دولت کی حفاظت کروں گا جب میں نے معاہدہ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا تو اس نے کہا میں "رحمن" کے نام سے واقف نہیں

ہوں، تم وہی نام لکھو جو زمانہ جاہلیت میں لکھتے تھے۔ بہرحال میں نے اس سے معاہدہ کرلیا۔ جنگ بدر کے دن میں پہاڑ پر پہنچا تاکہ اس کو قتل ہونے سے بچا سکوں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھا، اوہ اس جگہ گئے جہاں انصار بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا اے انصار کے جوانو! وہ امیہ بن خلف ہے، اگر آج امیہ بچ گیا تو میری نجات نہیں ہوگی۔ پھر حضرت بلال نے انصار کی ایک جماعت کے ساتھ ہمارا پیچھا کیا۔ جب مجھے یہ خوف ہوا کہ وہ ہم تک پہنچ جائیں گے تو میں نے امیہ کا بیٹا ان کے سامنے کردیا تاکہ وہ اس کو قتل کرنے میں مشغول ہوجائیں۔ انہوں نے اس کو قتل کردیا۔ پھر انہوں نے ہمارا پیچھا کیا۔ امیہ ایک بھاری بھرکم آدمی تھا جب وہ ہم تک پہنچ گئے تو میں نے اس سے کہا تم اونٹ کی طرح بیٹھ جاؤ وہ اس طرح بیٹھ گیا۔ میں اپنا جسم اس کے اوپر ڈال دیا تاکہ اس کی حفاظت کروں۔ وہ میرے نیچے سے اس کو تلواریں مارنے لگے حتیٰ کہ اس کو قتل کردیا۔ ان میں سے ایک کی تلوار میری ٹانگ پر لگی۔ حضرت عبدالرحمن ہمیں اپنے پیر کی پشت پر اس زخم کا نشان دکھایا کرتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: 3971۔ جامع الاصول ج 8، رقم الحدیث: 6205)

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن میں صف میں کھڑا ہوا تھا، میں نے اپنی دائیں اور بائیں جانب دیکھا تو میرے دائیں بائیں انصار کے دو نوجوان کم سن لڑکے کھڑے ہوئے تھے۔ اس وقت میں نے یہ تمنا کی کہ کاش میرے اردگرد ان سے زیادہ طاقت ور لوگ ہوتے، اچانک ان میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا اے چچا! کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں! اے بھتیجے! تمہیں اس سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گالیاں دیتا ہے، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر میں نے اس کو دیکھ لیا تو میرا جسم اس کے جسم سے اس وقت تک الگ نہیں ہوگا حتیٰ کہ وہ مرجائے جس کی موت پہلے مقرر ہوچکی ہے۔ حضرت عبدالرحمن نے کہا مجھے اس کی بات پر تعجب ہوا۔ پھر دوسرے نے مجھ سے اسی طرح کہا۔ ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ میں نے دیکھا ابوجہل لوگوں کے درمیان پھر رہا ہے، میں نے کہا کیا تم نہیں دیکھ رہے یہ ہے وہ شخص جس کے متعلق تم مجھ سے سوال کررہے تھے۔ حضرت عبدالرحمن نے کہا وہ دونوں نوجوان تلواروں سے اس پر حملہ کرنے کے لیے باز کی طرح جھپٹے، اس پر حملہ کیا اور حتیٰ کہ اس کو قتل کردیا۔ پھر وہ دونوں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پہنچے اور آپ کو اس کے قتل کی خبر دی۔ آپ نے پوچھا تم میں سے کس نے اس کو قتل کیا ہے؟ ان میں سے ہر ایک نے کہا میں نے اس کو قتل کیا ہے۔ آپ نے پوچھا کیا تم نے اپنی تلواروں سے خون صاف کرلیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دونوں تلواروں پر نظر ڈالی پھر آپ نے فرمایا تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ فیصلہ کیا کہ اس کے جسم سے چھینا ہوا سامان معاذ بن عمرو بن الجموح کو دیا جائے اور ان نوجوانوں کا نام معاذ بن عمرو بن الجموح اور معاذ بن عفراء تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: 1314۔ صحیح مسلم الجہاد: 42، (1752) 88، 4۔ مسند احمد ج 1، ص 192 طبع قدیم، مسند احمد رقم الحدیث: 1673 طبع جدید، جامع الاصول، ج 8، رقم الحدیث: 6026)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غزوہ بدر کے دن فرمایا کون شخص ہمیں دیکھ کر یہ بتائے گا کہ ابوجہل کا کیا ہوا؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ گئے تو دیکھا اس کو عفراء کے دو بیٹے قتل کرچکے تھے، حتیٰ

کہ وہ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی داڑھی پکڑ لی اور کہا تو ابو جہل ہے؟ (ابھی اس میں کچھ رمق حیات تھی) اس نے کہا کیا تمہاری قوم نے مجھ سے بھی بڑے کسی شخص کو قتل کیا تھا؟ صحیح بخاری کی دوسری روایت میں ہے ابو جہل میں ابھی رمق حیات تھی، اس کی ٹانگ پر تلوار لگی تھی۔ حضرت ابن مسعود نے کہا میں نے اس سے کہا اے اللہ کے دشمن! تجھے اللہ نے ذلیل کر دیا اس نے کہا مجھے اس کی فکر نہیں۔ پھر اس نے کہا کیا تمہاری قوم نے مجھ سے بھی بڑے کسی آدم کو قتل کیا تھا یا کہا کاش مجھے کسانوں کے علاوہ کسی اور نے قتل کیا ہوتا۔ پھر میں نے اس کے اوپر اپنی تلوار ماری۔ اس کی تلوار اس کے ہاتھ میں تھی مگر وہ اس سے کچھ نہ کر سکا۔ اس نے میرے چہرے پر تھوک دیا۔ اس نے مجھ سے کہا تمہاری تلوار کند ہے، میری تلوار پکڑ لو اور جڑ سے میری گردن کاٹ دو۔ میں نے اس کی تلوار اس پر ماری۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے اس کی تلوار مال غنیمت کے حصہ زیادہ دی۔ عتبہ نے ابو جہل سے واپسی کے لیے کہا تھا تو ابو جہل نے کہا یہ خوف سے بزدل ہو چکا ہے۔ عتبہ نے کہا عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کس کا پاخانہ خطا ہوتا ہے اور ہم میں سے کون بزدل ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: 3961۔3962۔3963۔ صحیح مسلم الجہاد: 118(100)4581۔ جامع الاصول رقم الحدیث: 6031،6032)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے رمیان تھے، ہم چاند دیکھنے لگے اور میری نگاہ تیز تھی۔ لہٰذا میں نے چاند دیکھ لیا اور میرے سوا اور کسی کا یہ دعویٰ نہیں تھا کہ اس نے چاند دیکھا ہے۔ میں نے حضرت عمر سے کہا کیا آپ چاند نہیں دیکھ رہے؟ وہ چاند نہیں دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے کہا میں عنقریب چاند دیکھ لوں گا جب میں بستر پر لیٹا ہوا ہوں گا۔ پھر وہ ہمیں اہل بدر کے حالات بتانے لگے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں کفار کے گرنے کی جگہیں بتا رہے تھے اور فرما رہے تھے ان شاء اللہ یہ کل فلاں کے گرنے کی جگہ ہے، ان شاء اللہ یہ کل فلاں کے گرنے کی جگہ ہے۔ حضرت عمر نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، جس جس جگہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نشان لگایا تھا، کوئی کافر اس جگہ سے سر مو متجاوز نہیں ہوا۔ پھر ان تمام کفار کو ایک دوسرے کے اوپر ایک کنوئیں میں ڈال دیا گیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے پاس گئے اور فرمایا اے فلاں بن فلاں! اے فلاں بن فلاں! کیا تم نے اس کو برحق جان لیا جس کا تم سے اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ کیا تھا، کیونکہ میں نے اس چیز کو برحق پا لیا جس کا اللہ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! آپ بے روح اجسام سے کیسے کلام فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا تم میرے کلام کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو، البتہ یہ میری کسی بات کا جواب نہیں دے سکتے۔

(صحیح مسلم صف النار: 76(2873)7089۔ سنن النسائی رقم الحدیث: 2074۔ جامع الاصول، ج 8، رقم الحدیث: 6031)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جنگ بدر کے دن کم سن قرار دیا، اس دن مہاجرین کی تعداد ساٹھ اور کچھ تھی اور انصار کی تعداد دو سو چالیس اور کچھ تھی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: 3956، جامع الاصول، رقم الحدیث: 6020)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن عتبہ بن ربیعہ اور اس کا بیٹا ولید بن عتبہ اور اس کا

بھائی شیبہ بن ربیعہ اپنے لشکر سے نکل کر آگے بڑھے اور للکارا کہ کون ہم سے مقابلہ کرے گا۔ ان کے مقابلہ میں انصار کے نوجوان مسلمانوں کے لشکر سے نکلے۔ عتبہ نے پوچھا تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے اپنا حسب نسب بتایا۔ عتبہ وغیرہ نے کہا ہمیں تم سے مقابلہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، ہم اپنے عم زادوں سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ تب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اے حمزہ آپ کھڑے ہوں، اے علی تم کھڑے ہو، اے عبیدہ بن حارث تم کھڑے ہو۔ پھر حضرت حمزہ عتبہ کے مقابل آئے اور شیبہ کے سامنے میں (حضرت علی) آیا حضرت عبیدہ اور ولید گتھم گتھا ہو گئے اور ہر ایک نے دوسرے کو لہولہان کر دیا۔ پھر ہم ولید کی طرف متوجہ ہوئے اور ہم نے اس کو قتل کر دیا۔ اور ہم حضرت عبیدہ کو اٹھا کر لشکر اسلام میں لے آئے۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 2665۔ مسند احمد ج4، ص184۔ جامع الاصول، ج8، رقم الحدیث: 6030)

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امیہ بن خلف (وہ کافر جس کے پاس حضرت بلال رضی اللہ عنہ غلام تھے اور وہ ان پر بہت ظلم کرتا تھا تا آنکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بہت مہنگے داموں سے ان کو امیہ سے خرید کر آزاد کر دیا) جب میں نے معاہدہ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا تو اس نے کہا میں "رحمن" کے نام سے واقف نہیں ہوں، تم وہی نام لکھو جو زمانہ جاہلیت میں لکھتے تھے۔ بہر حال میں نے اس سے معاہدہ کر لیا۔ جنگ بدر کے دن میں پہاڑ پر پہنچا تا کہ اس کو قتل ہونے سے بچا سکوں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھ لیا، وہ اس جگہ گئے جہاں انصار بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا اے انصار کے جوانو! وہ امیہ بن خلف ہے، اگر آج امیہ بچ گیا تو میری نجات نہیں ہوگی۔ پھر حضرت بلال نے انصار کی ایک جماعت کے ساتھ ہمارا پیچھا کیا۔ جب مجھے یہ خوف ہوا کہ وہ ہم تک پہنچ جائیں گے تو میں نے امیہ کا بیٹا ان کے سامنے کر دیا تا کہ وہ اس کو قتل کرنے میں مشغول ہو جائیں۔ انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر انہوں نے ہمارا پیچھا کیا۔ امیہ ایک بھاری بھر کم آدمی تھا جب وہ ہم تک پہنچ کروں۔ وہ میرے نیچے سے اس کو تلواریں مارنے لگے حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا۔ ان میں سے ایک کی تلوار میری ٹانگ پر لگی۔ حضرت عبدالرحمن ہمیں اپنے پیر کی پشت پر اس زخم کا نشان دکھایا کرتے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: 3971۔ جامع الاصول ج8، رقم الحدیث: 6205)

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن میں صف میں کھڑا ہوا تھا، میں نے اپنی دائیں اور بائیں جانب دیکھا تو میرے دائیں بائیں انصار کے دو نوجوان کم سن لڑکے کھڑے ہوئے تھے۔ اس وقت میں نے یہ تمنا کی کہ کاش میرے ارد گرد ان سے زیادہ طاقت ور لوگ ہوتے، اچانک ان میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا اے چچا! کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں! اے بھتیجے! تمہیں اس سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گالیاں دیتا ہے، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے! اگر میں نے اس کو دیکھ لیا تو میرا جسم اس کے جسم سے اس وقت تک الگ نہیں ہوگا حتیٰ کہ وہ مر جائے جس کی موت پہلے مقرر ہو چکی ہے۔ حضرت عبدالرحمن نے کہا مجھے اس کی بات پر تعجب ہوا۔ پھر دوسرے نے مجھ سے اسی طرح کہا۔ ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ میں نے دیکھا ابوجہل لوگوں کے درمیان پھر رہا ہے، میں نے کہا کیا تم نہیں دیکھ رہے یہ ہے وہ شخص جس کے متعلق تم مجھ سے سوال کر رہے تھے۔ حضرت عبدالرحمن نے کہا وہ دونوں

نوجوان تلواروں سے اس پر حملہ کرنے کے لیے باز کی طرح جھپٹے، اس پر حملہ کیا اور حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا۔ پھر وہ دونوں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پہنچے اور آپ کو اس کے قتل کی خبر دی۔ آپ نے پوچھا تم میں سے کس نے اس کو قتل کیا ہے؟ ان میں سے ہر ایک نے کہا میں نے اس کو قتل کیا ہے۔ آپ نے پوچھا کیا تم نے اپنی تلواروں سے خون صاف کر لیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دونوں تلواروں پر نظر ڈالی پھر آپ نے فرمایا تم دونوں نے اس کو قتل کیا ہے۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ فیصلہ کیا کہ اس کے جسم سے چھینا ہوا سامان معاذ بن عمرو بن الجموع کو دیا جائے اور ان نوجوانوں کا نام معاذ بن عمرو بن الجموح اور معاذ بن عفراء تھا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث:3141۔ صحیح مسلم الجہاد:42(1752)4488۔ مسند احمد ج1 ص192 طبع قدیم۔ مسند احمد رقم الحدیث:1673، طبع جدید۔ جامع الاصول، ج8، رقم الحدیث:6026)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غزوہ بدر کے دن فرمایا کون شخص ہمیں دیکھ کر یہ بتائے گا کہ ابوجہل کا کیا ہوا؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ گئے تو دیکھا اس کو عفراء کے دو بیٹے قتل کر چکے تھے، حتیٰ کہ وہ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی داڑھی پکڑ لی اور کہا تو ابوجہل ہے؟ (ابھی اس میں کچھ رمق حیات تھی) اس نے کہا کیا تمہاری قوم نے مجھ سے بھی بڑے کسی شخص کو قتل کیا تھا؟ (صحیح بخاری کی دوسری روایت میں ہے ابوجہل میں ابھی رمق حیات تھی اس کی ٹانگ پر تلوار لگی تھی۔ حضرت ابن مسعود نے کہا میں نے اس سے کہا اے اللہ کے دشمن! تجھے اللہ نے ذلیل کر دیا۔ اس نے کہا مجھے اس کی فکر نہیں۔ پھر اس نے کہا کیا تمہاری قوم نے مجھ سے بھی بڑے کسی آدمی کو قتل کیا تھا یا کہا کاش مجھے کسانوں کے علاوہ کسی اور نے قتل کیا ہوتا۔ پھر میں نے اس کے اوپر اپنی تلوار ماری۔ اس کی تلوار اس کے ہاتھ میں تھی مگر وہ اس سے کچھ نہ کر سکا۔ اس نے میرے چہرے پر تھوک دیا۔ اس نے مجھ سے کہا تمہاری تلوار کند ہے، میری تلوار پکڑلو اور جڑ سے میری گردن کاٹ دو۔ میں نے اس کی تلوار اس پر ماری۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے اس کی تلوار مال غنیمت کے حصہ سے زیادہ دی۔ عتبہ نے ابوجہل سے واپسی کے لیے کہا تھا تو ابوجہل نے کہا یہ خوف سے بزدل ہو چکا ہے۔ عتبہ نے کہا عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کس کا پاخانہ خطا ہوتا ہے اور ہم میں سے کون بزدل ہے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث:3963،3962،3961۔ صحیح مسلم الجہاد:118(1800)4581۔ جامع الاصول رقم الحدیث:6032،6031)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان تھے، ہم چاند دیکھنے لگے اور میری نگاہ تیز تھی۔ لہٰذا میں نے چاند دیکھ لیا اور میرے سوا اور کسی کا یہ دعویٰ نہیں تھا کہ اس نے چاند دیکھا ہے۔ میں نے حضرت عمر سے کہا کیا آپ چاند نہیں دیکھ رہے؟ وہ چاند نہیں دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے کہا میں عنقریب چاند دیکھ لوں گا جب میں بستر پر لیٹا ہوا ہوں گا۔ پھر وہ ہمیں اہل بدر کے حالات بتانے لگے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں کفار کے گرنے کی جگہیں بتا رہے تھے اور فرما رہے تھے ان شاء اللہ یہ کل فلاں کے گرنے کی جگہ ہے، ان شاء اللہ یہ کل فلاں کے گرنے کی جگہ ہے۔ حضرت عمر نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، جس جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نشان لگایا تھا، کوئی کافر اس جگہ سے سر مو متجاوز نہیں ہوا۔ پھر ان تمام کفار کو ایک دوسرے کے اوپر ایک کنوئیں میں ڈال دیا گیا۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے پاس گئے اور فرمایا اے فلاں بن فلاں! اے فلاں بن فلاں! کیا تم اس کو برحق جان لیا جس کا تم سے اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ کیا تھا، کیونکہ میں نے اس چیز کو برحق پالیا جس کا اللہ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! آپ بے روح اجسام سے کیسے کلام فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا تم میرے کلام کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو، البتہ یہ میری کسی بات کا جواب نہیں دے سکتے۔

(صحیح مسلم صفت النار: 76(2873)7089۔ سنن النسائی رقم الحدیث: 2074۔ جامع الاصول ج 8، رقم الحدیث: 6031)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس دن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اہل جاہلیت کا فدیہ چار سو (درہم) مقرر فرمایا تھا۔ (سنن ابوداود رقم الحدیث: 2680۔ جامع الاصول، ج 8، رقم الحدیث: 6041)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اجازت طلب کی اور کہا ہمیں اجازت دیں کہ ہم اپنے بھانجے عباس کا فدیہ چھوڑ دیں، آپ نے فرمایا اس کا ایک درہم بھی نہ چھوڑنا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: 4018۔ جامع الاصول، ج 8، رقم الحدیث: 6042)

حجرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کو چھڑانے کے لیے فدیہ کی رقومات بھیجیں تو حضرت زینب رضی اللہ عنہ نے اپنے شوہر ابوالعاص بن الربیع کو چھڑانے کے لیے مال بھیجا اور انہوں نے وہ ہار بھی بھیج دیا جو ان کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ نے ابوالعاص کے ساتھ ان کی رخصتی کے وقت دیا تھا۔ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وہ ہار دیکھا تو آپ پر شدید رقت طاری ہوگئی اور آپ نے مسلمانوں سے فرمایا اگر تم مناسب سمجھو تو زینب کے قیدی کو رہا کردو اور اس کا وہ ہار بھی واپس کردو۔ مسلمانوں نے کہا بسروچشم۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ابوالعاص سے یہ عہد لیا کہ وہ زینب کو آپ کے پاس آنے کے لیے چھوڑ دے گا۔ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت زید بن حارثہ اور انصار کے ایک شخص کو بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ تم بطن یاجج (ایک جگہ کا نام) پر ٹھہرنا، حتیٰ کہ تمہارے پاس سے زینب گزریں، پھر تم ان کو ساتھ لے کر یہاں آجانا۔

(سنن ابوداود رقم الحدیث: 2692۔ جامع الاصول ج 8، رقم الحدیث: 6043)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا غزوہ بدر کے دن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ ایک ہزار تھے اور آپ کے ساتھ تین سو انیس مرد تھے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہاتھ اٹھا کر باآواز بلند اپنے رب سے یہ دعا کی! اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا فرما، اے اللہ! تو نے جس چیز کا مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ عطا فرما، اے اللہ اہل اسلام کی یہ جماعت اگر ہلاک ہوگئی تو پھر روئے زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ آپ ہاتھ پھیلا کر باآواز بلند مسلسل دعا کرتے رہے حتیٰ کہ آپ کے شانوں سے چادر گرگئی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور چادر پکڑ کر آپ کے کندھوں پر ڈالی اور پھر پیچھے سے آپ کے ساتھ چپٹ گئے اور کہنے لگے یا نبی اللہ! اللہ سے آپ کی یہ دعا کافی ہے، آپ کا رب آپ سے کیے ہوئے وعدہ کو عنقریب پورا فرمائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) جب تم اپنے رب سے مدد طلب کر رہے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول فرمائی، میں تمہاری لگاتار ایک ہزار فرشتوں سے مدد فرماؤں گا، پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے آپ کی مدد فرمائی۔

ابوزمیل نے کہا حضرت ابن عباس نے یہ حدیث بیان کی اس روز ایک مسلمان ایک مشرک کے پیچھے دوڑ رہا تھا جو اس سے آگے تھا، اتنے میں اس نے اپنے اوپر سے ایک کوڑے کی آواز سنی اور ایک گھوڑے سوار کی آواز آئی جو کہہ رہا تھا "اے حیزوم آگے بڑھ" (حیزوم اس فرشتے کے گھوڑے کا نام تھا) پھر اچانک اس نے دیکھا کہ وہ مشرک اس کے سامنے چت گر پڑا، اس مسلمان نے اس مشرک کی طرف دیکھا تو اس کی ناک پر چوٹ تھی اور اس کا چہرہ اس طرح پھٹ گیا تھا جیسے کوڑا لگا ہو اور اس کا پورا جسم نیلا پڑ گیا تھا۔ اس انصاری نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا یہ تیسرے آسمان سے مدد آئی تھی۔ اس دن مسلمانوں نے ستر مشرکوں کو قتل کیا اور ستر کو گرفتار کرلیا۔ ابوزمیل کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے کہا جب مسلمانوں نے قیدیوں کو گرفتار کرلیا تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے فرمایا تمہارا ان قیدیوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا یا نبی اللہ! یہ ہمارے عم زاد اور ہمارے قبیلہ کے لوگ ہیں، میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سے فدیہ لے لیں اس سے ہمیں کفار کے خلاف قوت حاصل ہوگی اور شاید اللہ تعالیٰ انہیں اسلام کی ہدایت دے دے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اے ابن الخطاب! تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا نہیں بخدا یا رسول اللہ! میری وہ رائے نہیں ہے جو حضرت ابوبکر کی رائے ہے، لیکن میری رائے یہ ہے کہ آپ انہیں ہمارے حوالے کیجیے تاکہ ہم ان کی گردنیں اتار دیں۔ آپ عقیل کو حضرت علی کے حوالے کیجئے کہ وہ اس کی گردن اتار دیں اور میرا فلاں رشتہ دار میرے حوالے کریں کہ میں اس کی گردن مار دوں۔ یہ لوگ کافروں کے بڑے اور ان کے سردار ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حضرت ابوبکر کی رائے پسند آئی اور میری رائے پسند نہیں آئی۔ دوسرے دن جب میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ابوبکر بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے بتلائیے کہ آپ اور آپ کا صاحب کس وجہ سے رو رہے ہیں، اگر مجھے بھی رونا آیا تو میں روؤں گا اور اگر مجھے رونا نہ آیا تو میں آپ دونوں کے رونے کی وجہ سے رونے ایسی صورت بنالوں گا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میں اس واقعہ کی وجہ سے رو رہا ہوں جو تمہارے ساتھیوں کے فدیہ لینے کی وجہ سے مجھ پر پیش آیا ہے، بلاشبہ مجھ پر ان لوگوں کا عذاب پیش کیا گیا جو اس درخت سے بھی زیادہ قریب تھا۔ وہ درخت نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قریب تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ) کسی نبی کی شان کے یہ لائق نہیں ہے کہ وہ کفار کا زمین پر خون بہانے سے پہلے ان کو قیدی بنالے۔۔۔ سو تم کو جو مال غنیمت حاصل ہے، اس کو کھاؤ درآنحالیکہ یہ حلال اور طیب ہے۔ پھر اللہ نے مسلمانوں کے لیے مال غنیمت حلال کردیا۔

(صحیح مسلم المغازی:58:(1763)4507۔ سنن ابوداؤد رقم الحدیث:2690۔ جامع الاصول ج8، رقم الحدیث:6914)

بَابٌ فِي نَفَلِ السَّرِيَّةِ تَخْرُجُ مِنَ الْعَسْكَرِ

باب: لشکر سے نکل جانے والے دستے کو انعام دینا

2741 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، ح وحَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَنْطَاكِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُبَشِّرٌ، ح وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ الطَّائِيُّ، أَنَّ الْحَكَمَ بْنَ نَافِعٍ، حَدَّثَهُمُ الْمَعْنَى، كُلُّهُمْ

عَنْ شُعَيْبِ بْنِ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَيْشٍ قِبَلَ نَجْدٍ وَانْبَعَثَتْ سَرِيَّةٌ مِنَ الْجَيْشِ. فَكَانَ سُهْمَانُ الْجَيْشِ اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا، اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا وَنَفَّلَ أَهْلَ السَّرِيَّةِ بَعِيرًا بَعِيرًا، فَكَانَتْ سُهْمَانُهُمْ ثَلَاثَةَ عَشَرَ، ثَلَاثَةَ عَشَرَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک لشکر میں نجد کی سمت روانہ کیا، اس میں سے ایک دستہ دشمن کے مقابلے میں گیا، ان لشکر والوں کو بارہ بارہ اونٹ ملے اور اس دستے میں شریک مجاہدین کو ایک ایک مزید اونٹ دیا گیا تو ان کے حصے میں تیرہ تیرہ اونٹ آئے۔

2742 - حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ الدِّمَشْقِيُّ قَالَ: قَالَ الْوَلِيدُ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ. حَدَّثْتُ ابْنَ الْمُبَارَكِ بِهَذَا الْحَدِيثِ. قُلْتُ: وَكَذَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فَرْوَةَ عَنْ نَافِعٍ. قَالَ: لَا تَعْدِلُ مَنْ سَمَّيْتَ بِمَالِكٍ. هَكَذَا، أَوْ نَحْوَهُ يَعْنِي مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ

ولید بن مسلم کہتے ہیں: میں نے عبداللہ بن مبارک کو یہ حدیث سنائی میں نے کہا: اس طرح کی حدیث ابن ابوفروہ نے نافع کے حوالے سے نقل کی ہے، تو عبداللہ بن مبارک نے کہا: تم نے جن کا نام لیا ہے وہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے برابر نہیں ہو سکتے (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے)۔

2743 - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدَةُ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ الْكِلَابِيَّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً إِلَى نَجْدٍ فَخَرَجْتُ مَعَهَا. فَأَصَبْنَا نَعَمًا كَثِيرًا، فَنَفَّلَنَا أَمِيرُنَا بَعِيرًا بَعِيرًا لِكُلِّ إِنْسَانٍ، ثُمَّ قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَسَمَ بَيْنَنَا غَنِيمَتَنَا. فَأَصَابَ كُلُّ رَجُلٍ مِنَّا اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيرًا بَعْدَ الْخُمُسِ وَمَا حَاسَبَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالَّذِي أَعْطَانَا صَاحِبُنَا. وَلَا عَابَ عَلَيْهِ بَعْدَ مَا صَنَعَ. فَكَانَ لِكُلِّ رَجُلٍ مِنَّا ثَلَاثَةَ عَشَرَ بَعِيرًا بِنَفْلِهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف ایک مہم روانہ کی، میں بھی اس مہم کے ساتھ روانہ ہوا، ہمیں بہت سے اونٹ ملے تو ہمارے امیر نے ہر شخص کو ایک ایک اونٹ انعام کے طور پر دیا جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان مال غنیمت تقسیم کیا تو خمس کے بعد ہم میں سے ہر شخص کو بارہ بارہ اونٹ ملے، ہمارے امیر نے ہمیں جو دیا تھا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں ہمارا محاسبہ نہیں کیا اور نہ ہی اس پر کوئی اعتراض کیا' یوں ہم میں سے ہر ایک شخص کو تیرہ اونٹ ملے' جو انعام کے ایک اونٹ سمیت تھے۔

2744 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، وَيَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ

2744-وهو في "الموطا" برواية يحيى بن يحيى 2/450، وفيه برواية ابي مصعب الزهري (953) ومن طريق مالك اخرجه البخاري (3134)، ومسلم (1749). وهو في "مسند احمد" (5288)، و"صحيح ابن حبان" (4833). واخرجه مسلم (1749) من طريق الليث بن سعد، به. واخرجه البخاري (4338)، ومسلم (1749) من طريق ايوب بن ابي تميمة السختياني، ومسلم (1749) من طريق عبد الله بن عون، و (1749) من طريق موسى ابن عقبة، ومن طريق اسامة بن زيد الليثي، اربعتهم عن نافع، به.

بْنِ مَوْهَبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ الْمَعْنَى، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ سَرِيَّةً فِيْهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ قِبَلَ نَجْدٍ فَغَنِمُوا اِبِلًا كَثِيْرَةً، فَكَانَتْ سُهْمَانُهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيْرًا، وَنُفِّلُوا بَعِيْرًا بَعِيْرًا زَادَ ابْنُ مَوْهَبٍ: فَلَمْ يُغَيِّرْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہم روانہ کی، جو نجد کی سمت گئی تھی اور اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی شریک تھے ان لوگوں کو بہت سے اونٹ مال غنیمت کے طور پر حاصل ہوئے تو ان کا حصہ بارہ، بارہ اونٹ تھے اور انہیں ایک، ایک اونٹ انعام کے طور پر دیا گیا۔

ابن موہب نامی راوی نے اس میں یہ الفاظ زائد نقل کیے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس تقسیم میں) کوئی تبدیلی نہیں کی۔

2745 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ: حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَبَلَغَتْ سُهْمَانُنَا اثْنَيْ عَشَرَ بَعِيْرًا، وَنَفَّلَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعِيْرًا بَعِيْرًا

قَالَ اَبُوْ دَاوُدَ: رَوَاهُ بُرْدُ بْنُ سِنَانٍ، عَنْ نَافِعٍ، مِثْلَ حَدِيْثِ عُبَيْدِ اللّٰهِ، وَرَوَاهُ اَيُّوْبُ، عَنْ نَافِعٍ مِثْلَهُ اِلَّا اَنَّهُ قَالَ: وَنُفِّلْنَا بَعِيْرًا بَعِيْرًا لَمْ يَذْكُرِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک مہم پر روانہ کیا تو ہمارا حصہ بارہ، بارہ اونٹ آئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک اونٹ ہمیں انعام کے طور پر عطا کیا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ بھی منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:
''ہمیں ایک ایک اونٹ انعام کے طور پر دیا گیا'' اس میں راوی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں کیا۔

2746 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ اَبِيْ، عَنْ جَدِّيْ، ح وحَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ اَبِيْ يَعْقُوْبَ، قَالَ: حَدَّثَنِيْ حُجَيْنٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ يُنَفِّلُ بَعْضَ مَنْ يَبْعَثُ مِنَ السَّرَايَا لِاَنْفُسِهِمْ خَاصَّةً النَّفْلِ سِوَى قَسْمِ عَامَّةِ الْجَيْشِ، وَالْخُمُسُ فِيْ ذٰلِكَ وَاجِبٌ كُلُّهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو چھوٹی مہمات روانہ کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عام لشکر میں تقسیم ہونے والے مال غنیمت کے علاوہ' ان دستوں کو اضافی انعام بھی دیا کرتے تھے اور خمس تمام مال غنیمت میں واجب ہوتا ہے۔

2747 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا حُيَيٌّ، عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ بَدْرٍ فِيْ ثَلَاثِ مِائَةٍ وَخَمْسَةَ عَشَرَ. فَقَالَ

2745- اسناده صحيح. عبد الله: هو ابن عمر العمري، ويحيى: هو ابن سعيد القطان، ومسدد: هو ابن مسرهد. واخرجه مسلم (1749) من طريق يحيى بن سعيد القطان، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (5519).

رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ إِنَّهُمْ حُفَاةٌ فَاحْمِلْهُمْ، اللَّهُمَّ إِنَّهُمْ عُرَاةٌ فَاكْسُهُمْ، اللَّهُمَّ إِنَّهُمْ جِيَاعٌ فَأَشْبِعْهُمْ. فَفَتَحَ اللهُ لَهُ يَوْمَ بَدْرٍ، فَانْقَلَبُوا حِينَ انْقَلَبُوا، وَمَا مِنْهُمْ رَجُلٌ إِلَّا وَقَدْ رَجَعَ بِجَمَلٍ أَوْ جَمَلَيْنِ وَاكْتَسَوْا وَشَبِعُوا

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: غزوہ بدر کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین سو پندرہ افراد کے ہمراہ روانہ ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی:

''اے اللہ! یہ لوگ پیدل ہیں انہیں سواریاں عطا کر دے اے اللہ! ان کے پاس مناسب لباس نہیں ہے انہیں مناسب لباس عطا کر دے اے اللہ! یہ بھوکے ہیں تو انہیں سیر کر دے' تو اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح عطا کی جب یہ لوگ واپس آئے' تو ہر شخص کے ساتھ ایک یا دو اونٹ تھے اور اسے لباس بھی حاصل ہو اتھا اور وہ سیر بھی ہو گیا تھا''۔

بَابٌ فِيمَنْ قَالَ الْخُمُسُ قَبْلَ النَّفَلِ

باب: جو اس بات کا قائل ہے: خمس، انعام سے پہلے ہوگا

2748 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ الشَّامِيِّ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ جَارِيَةَ التَّمِيمِيِّ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ مَسْلَمَةَ الْفِهْرِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَفِّلُ الثُّلُثَ بَعْدَ الْخُمُسِ

حضرت حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس کے بعد ایک تہائی حصہ انعام کے طور پر عطا کیا تھا۔

2749 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ الْجُشَمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنِ ابْنِ جَارِيَةَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ مَسْلَمَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُنَفِّلُ الرُّبُعَ بَعْدَ الْخُمُسِ، وَالثُّلُثَ بَعْدَ الْخُمُسِ إِذَا قَفَلَ

حضرت حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب واپس تشریف لاتے تھے تو خمس کے بعد چوتھا حصہ، یا خمس کے بعد تیسرا حصہ اضافی انعام کے طور پر عطا کرتے تھے۔

2750 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ بَشِيرِ بْنِ ذَكْوَانَ، وَمَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيَّانِ الْمَعْنَى قَالَا: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا وَهْبٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ مَكْحُولًا، يَقُولُ: كُنْتُ عَبْدًا بِمِصْرَ لِامْرَأَةٍ مِنْ بَنِي هُذَيْلٍ فَأَعْتَقَتْنِي، فَمَا خَرَجْتُ مِنْ مِصْرَ وَبِهَا عِلْمٌ إِلَّا حَوَيْتُ عَلَيْهِ فِيمَا أُرَى، ثُمَّ أَتَيْتُ الْحِجَازَ فَمَا خَرَجْتُ مِنْهَا وَبِهَا عِلْمٌ إِلَّا حَوَيْتُ عَلَيْهِ فِيمَا أُرَى، ثُمَّ أَتَيْتُ الْعِرَاقَ فَمَا خَرَجْتُ مِنْهَا وَبِهَا عِلْمٌ إِلَّا حَوَيْتُ عَلَيْهِ فِيمَا أُرَى، ثُمَّ أَتَيْتُ الشَّامَ فَغَرْبَلْتُهَا كُلُّ ذَلِكَ أَسْأَلُ عَنِ النَّفَلِ فَلَمْ أَجِدْ أَحَدًا

يُخْبِرُنِي فِيهِ بِشَيْءٍ، حَتَّى لَقِيتُ شَيْخًا يُقَالُ لَهُ زِيَادُ بْنُ جَارِيَةَ التَّمِيمِيُّ، فَقُلْتُ لَهُ: هَلْ سَمِعْتَ فِي النَّفَلِ شَيْئًا، قَالَ: نَعَمْ سَمِعْتُ حَبِيبَ بْنَ مَسْلَمَةَ الْفِهْرِيَّ يَقُولُ: شَهِدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفَّلَ الرُّبُعَ فِي الْبَدْأَةِ، وَالثُّلُثَ فِي الرَّجْعَةِ

مکحول شامی بیان کرتے ہیں: میں مصر میں، بنوہذیل سے تعلق رکھنے والی ایک عورت کا غلام تھا اس نے مجھے آزاد کر دیا؟ میں وہاں سے اس وقت تک نہیں نکلا، جب تک میں نے اپنے فہم کے مطابق وہاں کے علماء سے سارا علم حاصل نہیں کر لیا' پھر میں حجاز آ گیا اور وہاں سے میں اس وقت تک نہیں نکلا جب تک اپنی سوچ کے مطابق میں نے وہاں کا سارا علم حاصل نہیں کر لیا' پھر میں عراق آیا اور میں وہاں سے اس وقت تک نہیں نکلا جب تک اپنی سوچ کے مطابق میں نے وہاں کا تمام علم اکٹھا نہیں کر لیا' پھر میں شام آیا اور وہاں اچھی طرح تحقیق کی اور میں وہاں ہر ایک سے مال غنیمت میں سے اضافی انعام کے بارے میں سوال کرتا رہا لیکن مجھے کوئی ایسا شخص نہیں ملا، جو مجھے اس بارے میں بتاتا' یہاں تک کہ میری ملاقات ایک بزرگ سے ہوئی جن کا نام زیاد بن جاریہ تیمی تھا، میں ان سے اس بارے میں دریافت کیا کہ آپ نے اضافی انعام سے متعلق کوئی روایت سنی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! میں نے حضرت حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے، میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے آغاز میں چوتھا حصہ اور واپسی پر تیسرا حصہ اضافی انعام کے طور پر عطا کیا تھا۔

بَابٌ فِي السَّرِيَّةِ تَرُدُّ عَلَى أَهْلِ الْعَسْكَرِ

باب: دستہ، لشکر والوں کو (مال غنیمت) ادا کرے گا

2751 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ هُوَ مُحَمَّدٌ بِبَعْضِ هَذَا. ح وحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنِي هُشَيْمٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ جَمِيعًا عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمُسْلِمُونَ تَتَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ، يَسْعَى بِذِمَّتِهِمْ أَدْنَاهُمْ، وَيُجِيرُ عَلَيْهِمْ أَقْصَاهُمْ، وَهُمْ يَدٌ عَلَى مَنْ سِوَاهُمْ يَرُدُّ مُشِدُّهُمْ عَلَى مُضْعِفِهِمْ، وَمُتَسَرِّيهِمْ عَلَى قَاعِدِهِمْ لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ، وَلَا ذُو عَهْدٍ فِي عَهْدِهِ وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ إِسْحَاقَ: الْقَوَدَ وَالتَّكَافُؤَ

عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''تمام مسلمانوں کی جانیں برابر کی حیثیت رکھتی ہیں اور ان کی دی ہوئی امان کو پوری کرنے کی ہر شخص کوشش کرے گا اور ان کا عام ترین فرد بھی اس کا خیال رکھے گا، اپنے علاوہ سب لوگوں کے لیے یہ ایک ہاتھ کی مانند ہیں، ان کا طاقتور شخص ان کے کمزور کو ساتھ رکھے گا اور تیزی سے جانے والا، پیچھے رہ جانے والے شخص کا خیال رکھے گا اور کسی مومن کو کسی کافر کے بدلے میں قتل نہیں کیا جائے گا اور کسی ذمی کو اس کے ساتھ ذمہ کے معاہدے کے دوران قتل نہیں کیا جائے گا''۔

ابن اسحاق نامی راوی نے قصاص اور جان و مال کی حیثیت برابر ہونے کا ذکر نہیں کیا۔

2782 حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ حَدَّثَنِي إِيَاسُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: أَغَارَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عُيَيْنَةَ عَلَى إِبِلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَتَلَ رَاعِيَهَا، فَخَرَجَ يَطْرُدُهَا هُوَ وَأُنَاسٌ مَعَهُ فِي خَيْلٍ، فَجَعَلْتُ وَجْهِي قِبَلَ الْمَدِينَةِ، ثُمَّ نَادَيْتُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ يَا صَبَاحَاهُ، ثُمَّ اتَّبَعْتُ الْقَوْمَ فَجَعَلْتُ أَرْمِي وَأَعْقِرُهُمْ، فَإِذَا رَجَعَ إِلَيَّ فَارِسٌ جَلَسْتُ فِي أَصْلِ شَجَرَةٍ حَتَّى مَا خَلَقَ اللَّهُ شَيْئًا مِنْ ظَهْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا جَعَلْتُهُ وَرَاءَ ظَهْرِي، وَحَتَّى أَلْقَوْا أَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثِينَ رُمْحًا وَثَلَاثِينَ بُرْدَةً يَسْتَخِفُّونَ مِنْهَا، ثُمَّ أَتَاهُمْ عُيَيْنَةُ مَدَدًا، فَقَالَ: لِيَقُمْ إِلَيْهِ نَفَرٌ مِنْكُمْ، فَقَامَ إِلَيَّ أَرْبَعَةٌ مِنْهُمْ فَصَعِدُوا الْجَبَلَ، فَلَمَّا أَسْمَعْتُهُمْ قُلْتُ: أَتَعْرِفُونِي؟ قَالُوا: وَمَنْ أَنْتَ؟ قُلْتُ: أَنَا ابْنُ الْأَكْوَعِ، وَالَّذِي كَرَّمَ وَجْهَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَطْلُبُنِي رَجُلٌ مِنْكُمْ فَيُدْرِكُنِي، وَلَا أَطْلُبُهُ فَيَفُوتُنِي، فَمَا بَرِحْتُ حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى فَوَارِسِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّلُونَ الشَّجَرَ: أَوَّلُهُمُ الْأَخْرَمُ الْأَسَدِيُّ، فَيَلْحَقُ بِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُيَيْنَةَ، وَيَعْطِفُ عَلَيْهِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، فَاخْتَلَفَا طَعْنَتَيْنِ، فَعَقَرَ الْأَخْرَمُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ، وَطَعَنَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقَتَلَهُ، فَتَحَوَّلَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَلَى فَرَسِ الْأَخْرَمِ، فَيَلْحَقُ أَبُو قَتَادَةَ بِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ، فَاخْتَلَفَا طَعْنَتَيْنِ، فَعَقَرَ بِأَبِي قَتَادَةَ، وَقَتَلَهُ أَبُو قَتَادَةَ، فَتَحَوَّلَ أَبُو قَتَادَةَ عَلَى فَرَسِ الْأَخْرَمِ، ثُمَّ جِئْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمَاءِ الَّذِي جَلَّيْتُهُمْ عَنْهُ ذُو قَرَدٍ، فَإِذَا نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَمْسِ مِائَةٍ، فَأَعْطَانِي سَهْمَ الْفَارِسِ وَالرَّاجِلِ

ترجمہ: ایاس بن سلمہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: عبدالرحمن بن عیینہ نے نبی اکرم ﷺ کے اونٹوں کو لوٹ لیا اور ان کے چرواہے کو قتل کر دیا پھر وہ اور اس کے گھڑسوار ساتھی ان اونٹوں کو ہانکتے ہوئے وہاں سے بھاگ نکلے مجھے اس بات کی اطلاع ملی تو میں نے مدینہ منورہ کی طرف رخ کر کے تین مرتبہ بلند آواز میں یہ کہا: خطرہ ہے' پھر میں دوڑتا ہوا' ان لوگوں کے پیچھے روانہ ہو گیا' میں انہیں تیر مار کر ان کی سواریوں کو زخمی کرتا جا رہا تھا اگر ان میں سے کوئی گھڑسوار میری طرف واپس پلٹتا' تو میں کسی درخت کی اوٹ میں ہو جاتا' یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ کے تمام اونٹ' جنہیں انہوں نے اپنے قبضے میں لیا تھا' وہ میں نے چھڑ' لیے ان لوگوں نے اپنا وزن ہلکا کرنے کے لیے تیس سے زیادہ نیزے اور تیس چادریں بھی پھینک دیں' پھر عیینہ ان کی مدد کے لیے آ گیا' تو اس نے کہا: تم میں سے کچھ لوگ اس شخص کی طرف جائیں' تو ان میں سے چار آدمی میری طرف آئے' وہ پہاڑ پر چڑھ گئے' میں نے بلند آواز میں ان سے کہا: کیا تم مجھے جانتے ہو؟ انہوں نے دریافت کیا: تم کون ہو؟ میں نے کہا: میں اکوع کا بیٹا ہوں' اس ذات کی قسم! جس نے حضرت محمد ﷺ کو عزت عطا کی ہے' یہ نہیں ہو سکتا کہ تم میں سے کوئی شخص مجھے پکڑنا چاہے اور میں اس کے قابو میں آ جاؤں' یا جسے میں پکڑنا چاہوں اور وہ مجھ سے بھاگ نکلے' تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ کے گھڑسوار درختوں کے درمیان سے چلتے ہوئے آ رہے ہیں' ان میں سب سے آگے حضرت اخرم اسدی رضی اللہ عنہ تھے' وہ عبدالرحمن بن عیینہ کے مقابلے میں چلے گئے عبدالرحمن نے پلٹ کر ان پر حملہ کیا' ان دونوں نے ایک دوسرے پر نیزے چلائے حضرت اخرم اسدی رضی اللہ عنہ نے اس کے

گھوڑے کو زخمی کر دیا' تو عبدالرحمن نے حضرت اخرم رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا اور انہیں شہید کر دیا' پھر عبدالرحمن حضرت اخرم رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہو گیا' پھر حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ عبدالرحمن کے مقابلے میں آئے ان کے درمیان بھی نیزوں کے حملوں کا تبادلہ ہوا' تو اس نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کو زخمی کر دیا' لیکن پھر حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمن کو قتل کر دیا، پھر حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ، اخرم رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر سوار ہو گئے پھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم چشمے کے پاس تشریف لا چکے تھے' جہاں سے میں نے ان لوگوں کو بھگایا تھا' اس چشمے کا نام ذوقرد تھا' میں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پانچ سو سوار ہیں' تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر مجھے ایک گھڑسوار اور ایک پیدل شخص کا حصہ عطا کیا۔

بَابٌ فِي النَّفَلِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَمِنْ أَوَّلِ مَغْنَمٍ

باب: اضافی انعام' سونے چاندی کی شکل میں دینا، نیز مال غنیمت (کی تقسیم کے) آغاز میں دینا

2753 - حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ مَحْبُوبُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا أَبُو إِسْحَاقَ الْفَزَارِيُّ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، عَنْ أَبِي الْجُوَيْرِيَةِ الْجَرْمِيِّ، قَالَ: أَصَبْتُ بِأَرْضِ الرُّومِ جَرَّةً حَمْرَاءَ فِيهَا دَنَانِيرُ فِي إِمْرَةِ مُعَاوِيَةَ وَعَلَيْنَا رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ يُقَالُ لَهُ: مَعْنُ بْنُ يَزِيدَ فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَقَسَمَهَا بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ وَأَعْطَانِي مِنْهَا مِثْلَ مَا أَعْطَى رَجُلًا مِنْهُمْ، ثُمَّ قَالَ: لَوْلَا أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا نَفَلَ إِلَّا بَعْدَ الْخُمُسِ لَأَعْطَيْتُكَ. ثُمَّ أَخَذَ يَعْرِضُ عَلَيَّ مِنْ نَصِيبِهِ فَأَبَيْتُ

ابوجویریہ جرمی بیان کرتے ہیں: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مجھے رومیوں کے علاقے میں سرخ رنگ کا ایک گھڑا ملا، اس میں دینار تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے بنوسلیم سے تعلق رکھنے والے ایک شخص حضرت معن رضی اللہ عنہ ہمارے امیر تھے، میں اس گھڑے کو لے کر ان کے پاس آیا، تو انہوں نے وہ گھڑا مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا اور مجھے بھی اتنا ہی حصہ دیا، جتنا دوسرے تمام لوگوں کو دیا تھا پھر انہوں نے فرمایا: اگر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا:

''اضافی انعام خمس نکال لینے کے بعد ہی دیا جا سکتا ہے''۔

تو میں تمہیں دے دیتا، اس کے بعد وہ اپنا حصہ مجھے دینے کی کوشش کرتے رہے لیکن میں نے ان کی یہ بات نہیں مانی۔

2754 - حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ أَبِي عَوَانَةَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

بَابٌ فِي الْإِمَامِ يَسْتَأْثِرُ بِشَيْءٍ مِنَ الْفَيْءِ لِنَفْسِهِ

باب: مال غنیمت میں سے، امام کا اپنے لیے کوئی چیز مخصوص کر لینا

2755 - حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ عُتْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْعَلَاءِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَّامٍ

الْاَسْوَدِ قَالَ: سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ عَبَسَةَ قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى بَعِيْرٍ مِنَ الْمَغْنَمِ، فَلَمَّا سَلَّمَ اَخَذَ وَبَرَةً مِنْ جَنْبِ الْبَعِيْرِ، ثُمَّ قَالَ: وَلَا يَحِلُّ لِي مِنْ غَنَائِمِكُمْ مِثْلُ هٰذَا اِلَّا الْخُمُسُ، وَالْخُمُسُ مَرْدُوْدٌ فِيْكُمْ

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت کے ایک اونٹ کی طرف رخ کر کے ہمیں نماز پڑھائی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اونٹ کے پہلو میں سے کچھ بال لیے اور ارشاد فرمایا:

"تمہارے مال غنیمت میں سے، خمس کے علاوہ، میرے ان بالوں جتنا حصہ بھی حلال نہیں ہے، اور وہ خمس بھی تمہاری طرف لوٹا دیا جائے گا"۔

بَابٌ فِي الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ

باب: عہد کو پورا کرنا

2756 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِنَّ الْغَادِرَ يُنْصَبُ لَهُ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ: هٰذِهِ غَدْرَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"عہد شکنی کرنے والے کے لیے، قیامت کے دن ایک جھنڈا ہوگا اور یہ کہا جائے گا: یہ فلاں بن فلاں کی عہد شکنی ہے"۔

بَابٌ فِي الْاِمَامِ يُسْتَجَنُّ بِهِ فِي الْعُهُوْدِ

باب: امام کے طے کردہ معاہدے کو پورا کرنا (لازم ہے)

2757 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِي الزِّنَادِ، عَنْ اَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْاَعْرَجِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ بِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"امام ڈھال ہے، جس کی مدد سے لڑائی کی جاتی ہے"۔

2758 - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ، اَخْبَرَنِي عَمْرٌو، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْاَشَجِّ، عَنِ الْحَسَنِ

2755- اسناده صحيح. عبد الله بن العلاء: هو ابن زبر، والوليد: هو ابن مسلم الدمشقي، وقد صرح بالسماع في جميع طبقات الاسناد، فانتفت شبهة تدليسه، ثم هو متابع. واخرجه الطبراني في "مسند الشاميين" (805)، والبيهقي 3396/، وابن عبد البر في "التمهيد" 5025/-51 من طريق الوليد بن مسلم، والحاكم 6163/-617 من طريق محمد بن شعيب بن شابور، كلاهما عن عبد الله بن العلاء، به.

2756- اسناده صحيح. وهو في "الموطا" برواية محمد بن الحسن الشيباني (993). واخرجه البخاري (6178) و (6966)، ومسلم (1735)، والنسائي في "الكبرى" (8683) من طرق عن عبد الله بن دينار، عن عبد الله بن عمر. واخرجه البخاري (3188) و (6177) و (1735)، ومسلم (1735)، والترمذي (1672)، والنسائي في "الكبرى" (8684) من طريق نافع مولى ابن عمر، ومسلم (1735) من طريق حمزة وسالم ابني عبد الله بن عمر، ثلاثتهم عن ابن عمر. وهو في "مسند احمد" (4648)، و"صحيح ابن حبان" (7342) و (7343).

بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، أَنَّ أَبَا رَافِعٍ أَخْبَرَهُ قَالَ: بَعَثَتْنِي قُرَيْشٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُلْقِيَ فِي قَلْبِي الْإِسْلَامُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي وَاللهِ لَا أَرْجِعُ إِلَيْهِمْ أَبَدًا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي لَا أَخِيسُ بِالْعَهْدِ، وَلَا أَحْبِسُ الْبُرُدَ، وَلَكِنِ ارْجِعْ فَإِنْ كَانَ فِي نَفْسِكَ الَّذِي فِي نَفْسِكَ الْآنَ فَارْجِعْ. قَالَ: فَذَهَبْتُ، ثُمَّ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمْتُ. قَالَ: بُكَيْرٌ وَأَخْبَرَنِي: أَنَّ أَبَا رَافِعٍ كَانَ قِبْطِيًّا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا كَانَ فِي ذَلِكَ الزَّمَانِ، فَأَمَّا الْيَوْمَ فَلَا يَصْلُحُ

❀❀ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: قریش نے (صلح حدیبیہ کے موقع پر) مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا' جب میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا' تو میرے دل میں اسلام کی رغبت آ گئی' میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اللہ کی قسم! اب میں کبھی بھی ان لوگوں کی طرف واپس نہیں جاؤں گا' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں عہد کی خلاف ورزی نہیں کرتا اور قاصدوں کو قید نہیں کرتا' تمہیں چاہیے کہ تم واپس چلے جاؤ' اگر تمہارے ذہن میں وہی بات رہی' جو اس وقت ہے' تو تم واپس آ جانا' وہ روای بیان کرتے ہیں: میں واپس گیا اور میں پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آ گیا اور میں نے اسلام قبول کر لیا۔

بکیر نامی راوی یہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ ''قبطی'' تھے

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ اس زمانے کی بات ہے جب ابھی صلح کا معاہدہ نہیں ہوا تھا۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ اس زمانے میں ہو جایا کرتا تھا' لیکن آج ایسا کرنا درست نہیں ہے۔

بَابٌ فِي الْإِمَامِ يَكُونُ بَيْنَهُ، وَبَيْنَ الْعَدُوِّ عَهْدٌ فَيَسِيرُ إِلَيْهِ

باب: جب امام اور دشمن کے درمیان معاہدہ باقی ہو' تو اسی دوران امام کا دشمن کی سمت (جنگ کے لیے روانہ ہونا)

2759 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي الْفَيْضِ، عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ رَجُلٍ مِنْ حِمْيَرَ قَالَ: كَانَ بَيْنَ مُعَاوِيَةَ وَبَيْنَ الرُّومِ عَهْدٌ وَكَانَ يَسِيرُ نَحْوَ بِلَادِهِمْ حَتَّى إِذَا انْقَضَى الْعَهْدُ غَزَاهُمْ، فَجَاءَ رَجُلٌ عَلَى فَرَسٍ أَوْ بِرْذَوْنٍ وَهُوَ يَقُولُ: اللهُ أَكْبَرُ، اللهُ أَكْبَرُ وَفَاءٌ لَا غَدَرٌ، فَنَظَرُوا فَإِذَا عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ مُعَاوِيَةُ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَشُدُّ عُقْدَةً وَلَا يَحُلُّهَا حَتَّى يَنْقَضِيَ أَمَدُهَا أَوْ يَنْبِذَ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ فَرَجَعَ مُعَاوِيَةُ

❀❀ سلیم بن عامر حمیری بیان کرتے ہیں: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور رومیوں کے درمیان معاہدہ چل رہا تھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے علاقے کی طرف کچھ آگے بڑھے' تاکہ جیسے ہی معاہدے کی مدت ختم ہو' تو ان کے ساتھ لڑائی شروع کر دیں' تو ایک شخص گھوڑے پر یا ترکی گھوڑے پر سوار ہو کر آیا' وہ یہ کہہ رہا تھا: اللہ اکبر' اللہ اکبر معاہدہ پورا ہونا چاہیے' کوئی عہد شکنی نہیں ہونی چاہیے' جب لوگوں نے جائزہ لیا تو وہ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ تھے' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں پیغام دے کر بلوایا اور ان سے دریافت کیا' تو انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"جن لوگوں کا کسی دوسری قوم کے ساتھ کوئی معاہدہ چل رہا ہو تو وہ اس وقت تک کوئی نیا معاہدہ نہ کریں' جب تک پہلا معاہدہ ختم نہیں ہو جاتا' یا پھر وہ برابری کی بنیاد پر ان لوگوں کی طرف پھینک دے (یعنی جب وہ عہد شکنی کریں' تو جواب میں مسلمان عہد شکنی کریں) راوی کہتے ہیں: تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ واپس آ گئے۔

بَابٌ فِي الْوَفَاءِ لِلْمُعَاهِدِ وَحُرْمَةِ ذِمَّتِهِ

باب: "معاہد" سے کیے گئے معاہدے کو پورا کرنا، اور اس کے ذمہ کی حرمت

2760 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ عُيَيْنَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ اَبِيهِ، عَنْ اَبِي بَكْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا فِي غَيْرِ كُنْهِهِ حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ

حضرت ابوبکرہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جو شخص ناحق طور پر کسی معاہد کو قتل کر دے اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر دیتا ہے"۔

بَابٌ فِي الرُّسُلِ

باب: قاصدوں کا بیان

2761 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ يَعْنِي ابْنَ الْفَضْلِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ، قَالَ: كَانَ مُسَيْلِمَةُ كَتَبَ اِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَقَدْ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاقَ، عَنْ شَيْخٍ مِنْ اَشْجَعَ يُقَالُ لَهُ سَعْدُ بْنُ طَارِقٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ نُعَيْمِ بْنِ مَسْعُودٍ الْاَشْجَعِيِّ، عَنْ اَبِيهِ نُعَيْمٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَهُمَا حِينَ قَرَاَ كِتَابَ مُسَيْلِمَةَ: مَا تَقُولَانِ اَنْتُمَا، قَالَا: نَقُولُ كَمَا قَالَ. قَالَ: اَمَا وَاللهِ لَوْلَا اَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ لَضَرَبْتُ اَعْنَاقَكُمَا

محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں: مسیلمہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا' جبکہ ایک سند کے ساتھ بھی یہ بات منقول ہے، حضرت نعیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ کا خط پڑھنے کے بعد ان دونوں افراد (یعنی اس کے قاصدوں) سے دریافت کیا: کیا تم دونوں بھی اسی بات کے قائل ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہم بھی اسی بات کے قائل ہیں' جس کا وہ قائل ہے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! اگر یہ (دستور نہ ہوتا) کہ قاصدوں کو قتل نہیں کیا جاتا، تو میں تم دونوں کی گردنیں اڑا دیتا۔

2762 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ، عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ، اَنَّهُ اَتَى عَبْدَ اللهِ فَقَالَ: مَا بَيْنِي وَبَيْنَ اَحَدٍ مِنَ الْعَرَبِ حِنَةٌ. وَاِنِّي مَرَرْتُ بِمَسْجِدٍ لِبَنِي حَنِيفَةَ. فَاِذَا هُمْ يُؤْمِنُونَ بِمُسَيْلِمَةَ. فَاَرْسَلَ اِلَيْهِمْ عَبْدُ اللهِ فَجِيءَ بِهِمْ فَاسْتَتَابَهُمْ. غَيْرَ ابْنِ النَّوَّاحَةِ قَالَ لَهُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَوْلَا اَنَّكَ رَسُولٌ لَضَرَبْتُ عُنُقَكَ فَاَنْتَ الْيَوْمَ لَسْتَ بِرَسُولٍ. فَاَمَرَ قَرَظَةَ بْنَ كَعْبٍ فَضَرَبَ

عنقهُ فِي السُّوقِ. ثُمَّ قَالَ: مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى ابْنِ النَّوَّاحَةِ قَتِيلًا بِالسُّوقِ

حارثہ بن مضرب بیان کرتے ہیں: وہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا: میرے اور عربوں کے درمیان کوئی عداوت نہیں ہے' میں بنوحنیفہ کی ایک مسجد کے پاس سے گزرا تو وہ لوگ مسیلمہ پر ایمان رکھتے تھے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو پیغام بھیجا' ان لوگوں کو لایا گیا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان سے توبہ کروائی صرف ابن نواحہ نے توبہ نہیں کی' تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ الفاظ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

''اگر تم قاصد نہ ہوتے' تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا''

(حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:) آج تم قاصد نہیں ہو' تو انہوں نے قرظہ بن کعب کو حکم دیا اس نے بازار میں اس شخص کی گردن اڑا دی' پھر انہوں نے فرمایا: جو شخص ابن نواحہ کو مقتول دیکھنا چاہتا ہو' وہ بازار میں اسے دیکھ لے۔

بَابٌ فِي أَمَانِ الْمَرْأَةِ

باب: عورت کا امان دینا

2763 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عِيَاضُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي أُمُّ هَانِئٍ بِنْتُ أَبِي طَالِبٍ، أَنَّهَا أَجَارَتْ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لَهُ. فَقَالَ: قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ، وَأَمَّنَّا مَنْ أَمَّنْتِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: سیدہ ام ہانی بنت ابوطالب رضی اللہ عنہا نے مجھے بتایا: فتح مکہ کے موقع پر انہوں نے ایک مشرک شخص کو پناہ دے دی، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جسے تم نے پناہ دی، اسے ہم بھی پناہ دیتے ہیں اور جسے تم نے امان دی، اسے ہم بھی امان دیتے ہیں''۔

2764 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: إِنْ كَانَتِ الْمَرْأَةُ لَتُجِيرُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ فَيَجُوزُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''اگر کوئی عورت اہل ایمان کی طرف سے پناہ دے دے تو یہ جائز ہوگا''۔

بَابٌ فِي صُلْحِ الْعَدُوِّ

باب: دشمن سے صلح کر لینا

2765 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ ثَوْرٍ حَدَّثَهُمْ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ

عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ فِي بِضْعَ عَشْرَةَ مِائَةً مِنْ أَصْحَابِهِ حَتَّى إِذَا كَانُوا بِذِي الْحُلَيْفَةِ قَلَّدَ الْهَدْيَ وَأَشْعَرَهُ وَأَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ - وَسَاقَ الْحَدِيثَ - قَالَ: وَسَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِالثَّنِيَّةِ الَّتِي يَهْبِطُ عَلَيْهِمْ مِنْهَا بَرَكَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ. فَقَالَ النَّاسُ: حَلْ، حَلْ خَلَأَتِ الْقَصْوَاءُ، مَرَّتَيْنِ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا خَلَأَتْ، وَمَا ذَلِكَ لَهَا بِخُلُقٍ. وَلَكِنْ حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِيلِ. ثُمَّ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَسْأَلُونِي الْيَوْمَ خُطَّةً يُعَظِّمُونَ بِهَا حُرُمَاتِ اللهِ إِلَّا أَعْطَيْتُهُمْ إِيَّاهَا. ثُمَّ زَجَرَهَا فَوَثَبَتْ. فَعَدَلَ عَنْهُمْ حَتَّى نَزَلَ بِأَقْصَى الْحُدَيْبِيَةِ عَلَى ثَمَدٍ قَلِيلِ الْمَاءِ. فَجَاءَهُ بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ الْخُزَاعِيُّ. ثُمَّ أَتَاهُ - يَعْنِي عُرْوَةَ بْنَ مَسْعُودٍ - فَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَكُلَّمَا كَلَّمَهُ أَخَذَ بِلِحْيَتِهِ. وَالْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَائِمٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ السَّيْفُ وَعَلَيْهِ الْمِغْفَرُ. فَضَرَبَ يَدَهُ بِنَعْلِ السَّيْفِ، وَقَالَ: أَخِّرْ يَدَكَ عَنْ لِحْيَتِهِ. فَرَفَعَ عُرْوَةُ رَأْسَهُ. فَقَالَ: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ. فَقَالَ: أَيْ غُدَرُ أَوَلَسْتُ أَسْعَى فِي غَدْرَتِكَ. وَكَانَ الْمُغِيرَةُ صَحِبَ قَوْمًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَتَلَهُمْ وَأَخَذَ أَمْوَالَهُمْ، ثُمَّ جَاءَ فَأَسْلَمَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا الْإِسْلَامُ فَقَدْ قَبِلْنَا. وَأَمَّا الْمَالُ فَإِنَّهُ مَالُ غَدْرٍ لَا حَاجَةَ لَنَا فِيهِ - فَذَكَرَ الْحَدِيثَ - فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اكْتُبْ هَذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ ﷺ) وَقَصَّ الْخَبَرَ - فَقَالَ سُهَيْلٌ: وَعَلَى أَنَّهُ لَا يَأْتِيكَ مِنَّا رَجُلٌ وَإِنْ كَانَ عَلَى دِينِكَ إِلَّا رَدَدْتَهُ إِلَيْنَا. فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قَضِيَّةِ الْكِتَابِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ: قُومُوا فَانْحَرُوا، ثُمَّ احْلِقُوا. ثُمَّ جَاءَ نِسْوَةٌ مُؤْمِنَاتٌ مُهَاجِرَاتٌ - الْآيَةَ - فَنَهَاهُمُ اللهُ أَنْ يَرُدُّوهُنَّ وَأَمَرَهُمْ أَنْ يَرُدُّوا الصَّدَاقَ. ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الْمَدِينَةِ فَجَاءَهُ أَبُو بَصِيرٍ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ يَعْنِي. فَأَرْسَلُوا فِي طَلَبِهِ فَدَفَعَهُ إِلَى الرَّجُلَيْنِ. فَخَرَجَا بِهِ حَتَّى إِذْ بَلَغَا ذَا الْحُلَيْفَةِ نَزَلُوا يَأْكُلُونَ مِنْ تَمْرٍ لَهُمْ. فَقَالَ أَبُو بَصِيرٍ لِأَحَدِ الرَّجُلَيْنِ: وَاللهِ إِنِّي لَأَرَى سَيْفَكَ هَذَا يَا فُلَانُ جَيِّدًا. فَاسْتَلَّهُ الْآخَرُ فَقَالَ: أَجَلْ قَدْ جَرَّبْتُ بِهِ. فَقَالَ أَبُو بَصِيرٍ: أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْهِ فَأَمْكَنَهُ مِنْهُ. فَضَرَبَهُ حَتَّى بَرَدَ. وَفَرَّ الْآخَرُ حَتَّى أَتَى الْمَدِينَةَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ يَعْدُو فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ رَأَى هَذَا ذُعْرًا. فَقَالَ: قَدْ قُتِلَ وَاللهِ صَاحِبِي، وَإِنِّي لَمَقْتُولٌ. فَجَاءَ أَبُو بَصِيرٍ فَقَالَ: قَدْ أَوْفَى اللهُ ذِمَّتَكَ فَقَدْ رَدَدْتَنِي إِلَيْهِمْ. ثُمَّ نَجَّانِي اللهُ مِنْهُمْ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَيْلُ أُمِّهِ مِسْعَرَ حَرْبٍ لَوْ كَانَ لَهُ أَحَدٌ. فَلَمَّا سَمِعَ ذَلِكَ عَرَفَ أَنَّهُ سَيَرُدُّهُ إِلَيْهِمْ. فَخَرَجَ حَتَّى أَتَى سِيفَ الْبَحْرِ وَيَنْفَلِتُ أَبُو جَنْدَلٍ فَلَحِقَ بِأَبِي بَصِيرٍ حَتَّى اجْتَمَعَتْ مِنْهُمْ عِصَابَةٌ

❀❀ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ اپنے ایک ہزار سے زیادہ ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب آپ ﷺ ذوالحلیفہ پہنچے تو آپ ﷺ نے اپنے قربانی کے جانور کے گلے میں ہار ڈالا، اس پر نشان لگایا اور عمرے کا احرام باندھ لیا (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث نقل کی ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں) نبی

اکرم ﷺ روانہ ہوئے یہاں تک کہ آپ ﷺ اس گھاٹی تک پہنچے جس سے نیچے اترا جاتا ہے وہاں آپ ﷺ کی سواری بیٹھ گئی لوگوں نے دو مرتبہ یہ کہا: اٹھو اٹھو لیکن وہ اونٹنی اڑ گئی۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ اڑی نہیں ہے اور نہ ہی یہ اس کی عادت ہے لیکن اسے اس ذات نے روک لیا ہے، جس نے ہاتھیوں کو روک لیا تھا، پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کی دستِ قدرت میں میری جان ہے، آج وہ مجھ سے جس بھی ایسی شرط کا مطالبہ کریں گے، جس کے ذریعے وہ اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم کریں تو وہ چیز میں انہیں عطا کروں گا، پھر نبی اکرم ﷺ نے اس اونٹنی کو جھڑکا، تو وہ کھڑی ہوگئی آپ ﷺ نے ان لوگوں کا راستہ چھوڑ دیا اور حدیبیہ کے آخری کنارے کے پاس آ کر پڑاؤ کیا، وہاں ایک کنویں کے پاس پڑاؤ کیا جس میں پانی تھوڑا سا تھا، وہاں بدیل بن ورقاء آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، پھر وہ آیا، یعنی عروہ بن مسعود آیا، وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بات چیت کرنے لگا وہ جب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کوئی بات کرتا تھا تو نبی اکرم ﷺ کی داڑھی کو ہاتھ لگاتا، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اس وقت نبی اکرم ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے ان کے پاس تلوار تھی انہوں نے سر پر خود لیا ہوا تھا، انہوں نے اپنی تلوار کا دستہ اس کے ہاتھ پر مارا اور بولے: ان کی داڑھی سے اپنے ہاتھ کو پیچھے رکھو، عروہ نے اپنا سر اٹھا کر دیکھا اور دریافت کیا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا: مغیرہ بن شعبہ، عروہ نے کہا: اے وعدہ خلاف! کیا میں تمہاری وعدہ خلافی کی وجہ سے (فساد ختم کرنے کی) کوشش نہیں کرتا رہا۔ (راوی بیان کرتے ہیں) حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں کچھ لوگوں کے ساتھ تھے انہوں نے ان لوگوں کو قتل کر دیا اور ان کا مال حاصل کر لیا، پھر وہ آئے اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاں تک اسلام کا تعلق ہے تو ہم اسے قبول کر لیتے ہیں، جہاں تک مال کا تعلق ہے تو یہ دھوکے کا مال ہے ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ تحریر کرو، یہ وہ معاہدہ ہے، جو اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ نے کیا ہے، اس کے بعد راوی نے پورا واقعہ بیان کیا ہے، جس میں وہ بیان کرتے ہیں: سہیل نے عرض کی: یہ شرط ہے کہ ہم میں سے جو شخص بھی آپ ﷺ کے پاس آئے گا اگرچہ وہ آپ ﷺ کے دین کا ماننے والا ہو، آپ ﷺ اسے ہماری طرف لوٹا دیں گے جب وہ معاہدہ تحریر کر کے فارغ ہوئے تو راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اٹھو اور قربانی کر لو اور سر مونڈ لو، پھر کچھ مومن خواتین ہجرت کر کے آئیں، جس کا ذکر قرآن میں ہے:

''تو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس بات سے منع کیا کہ وہ ان خواتین کو واپس کریں اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو یہ حکم دیا کہ وہ مہر واپس کر دیں''۔

نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ واپس تشریف لائے، تو ابو بصیر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ قریش سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب تھے، پھر قریش نے ان کے پیچھے دو لوگوں کو بھیجا، تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں ان دو آدمیوں کے سپرد کر دیا (جو قریش کی طرف سے آئے تھے) حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ ان دونوں کو ساتھ لے کر نکلے یہاں تک کہ جب یہ دونوں ذوالحلیفہ پہنچے، تو وہاں انہوں نے پڑاؤ کیا اور اپنی کھجوریں کھانے لگے، حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک شخص سے کہا: اللہ کی قسم! اے

فلاں! میں تمہاری تلوار کو دیکھ رہا ہوں، یہ بہت عمدہ ہے، تو اس شخص نے میان سے اسے نکالا اور بولا: میں اسے کئی بار آزما چکا ہوں، حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ ذرا مجھے دکھانا، پھر حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا، جبکہ دوسرا شخص بھاگ کر مدینہ منورہ آ گیا وہ دوڑتا ہوا مسجد میں داخل ہوا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شخص گھبرایا ہوا لگ رہا ہے، اس شخص نے کہا، اللہ کی قسم! میرے ساتھی کو قتل کر دیا گیا ہے اور مجھے بھی قتل کر دیا جائے گا اسی دوران حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ آ گئے انہوں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ کو پورا کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ان کی طرف لوٹا دیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے نجات عطا کر دی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کی ماں برباد ہو، یہ جنگ کو بھڑکائے گا، کاش کوئی اس کے لیے ہوتا، جب انہوں نے یہ بات سنی تو انہیں اندازہ ہو گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ان لوگوں کی طرف واپس کریں گے تو وہ وہاں سے نکلے، یہاں تک کہ سمندر کے کنارے آ گئے، پھر (مکہ سے) حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ نکلے اور حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ سے جا ملے یہاں تک کہ ان کے پاس (مکہ سے بھاگ کر آنے والوں) کا ایک گروہ اکٹھا ہو گیا۔

2766 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ، وَمَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، أَنَّهُمُ اصْطَلَحُوا عَلَى وَضْعِ الْحَرْبِ عَشْرَ سِنِينَ، يَأْمَنُ فِيهِنَّ النَّاسُ وَعَلَى أَنَّ بَيْنَنَا عَيْبَةً مَكْفُوفَةً، وَأَنَّهُ لَا إِسْلَالَ وَلَا إِغْلَالَ

❁❁ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور مروان بن حکم بیان کرتے ہیں: اُن لوگوں نے اس شرط پر معاہدہ کیا کہ دس سال تک جنگ نہیں ہوگی، لوگ اس دوران امن کی حالت میں رہیں گے اور ہمارے درمیان کوئی ذہنی اختلاف نہیں ہوگا اور تلواریں نہیں نکالی جائیں گی اور زرہیں نہیں پہنی جائیں گی، یعنی جنگ نہیں ہوگی۔

2767 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ، قَالَ: مَالَ مَكْحُولٌ، وَابْنُ أَبِي زَكَرِيَّاءَ إِلَى خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، وَمِلْتُ مَعَهُمَا فَحَدَّثَنَا، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، قَالَ: قَالَ جُبَيْرٌ: انْطَلِقْ بِنَا إِلَى ذِي مِخْبَرٍ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْنَاهُ. فَسَأَلَهُ جُبَيْرٌ عَنِ الْهُدْنَةِ. فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: سَتُصَالِحُونَ الرُّومَ صُلْحًا آمِنًا. وَتَغْزُونَ أَنْتُمْ وَهُمْ عَدُوًّا مِنْ وَرَائِكُمْ

❁❁ خالد بن معدان بیان کرتے ہیں: جبیر بن نفیر نے کہا: تم ہمارے ساتھ حضرت ذی مخبر رضی اللہ عنہ کے پاس چلو، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی ہیں، راوی کہتے ہیں: ہم ان کے پاس آئے، تو جبیر نے ان سے صلح کے بارے میں دریافت کیا: انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

''عنقریب تم رومیوں کے ساتھ صلح کر لو گے، جو امن والی ہوگی، پھر تم اور وہ لوگ ایک دشمن کے ساتھ مقابلہ کریں گے

2767- اسناده صحيح. عيسى بن يونس: هو ابن ابى اسحاق السبيعى. واخرجه ابن ماجه (4089) من طريق عيسى بن يونس، بهذا الاسناد. واخرجه ايضاً (4089/م) من طريق الوليد بن مسلم، عن الاوزاعى، به. وهو فى "مسند احمد" (16825) عن روح بن عبادة، و"صحيح ابن حبان" (6708) و (6709) من طريق الوليد بن مسلم، كلاهما عن الاوزاعى.

جوان سے پرے ہوگا"۔

بَابٌ فِي الْعَدُوِّ يُؤْتَى عَلَى غِرَّةٍ وَيُتَشَبَّهُ بِهِمْ

باب: دشمن پر، اس کی غفلت میں، یکبارگی حملہ کرنا، اوران کی مشابہت اختیار کرنے والوں (کا حکم)

2768 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لِكَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ فَإِنَّهُ قَدْ آذَى اللهَ وَرَسُولَهُ، فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ فَقَالَ: أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ، أَتُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَهُ، قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: فَأْذَنْ لِي أَنْ أَقُولَ شَيْئًا قَالَ: نَعَمْ، قُلْ. فَأَتَاهُ فَقَالَ: إِنَّ هَذَا الرَّجُلَ قَدْ سَأَلَنَا الصَّدَقَةَ وَقَدْ عَنَّانَا قَالَ: وَأَيْضًا لَتَمَلُّنَّهُ قَالَ: اتَّبَعْنَاهُ فَنَحْنُ نَكْرَهُ أَنْ نَدَعَهُ حَتَّى نَنْظُرَ إِلَى أَيِّ شَيْءٍ يَصِيرُ أَمْرُهُ، وَقَدْ أَرَدْنَا أَنْ تُسْلِفَنَا وَسْقًا أَوْ وَسْقَيْنِ، قَالَ كَعْبٌ: أَيَّ شَيْءٍ تَرْهَنُونِي، قَالَ: وَمَا تُرِيدُ مِنَّا، قَالَ: نِسَائَكُمْ. قَالُوا: سُبْحَانَ اللهِ أَنْتَ أَجْمَلُ الْعَرَبِ نَرْهَنُكَ نِسَائَنَا فَيَكُونُ ذَلِكَ عَارًا عَلَيْنَا. قَالَ: فَتَرْهَنُونِي أَوْلَادَكُمْ. قَالُوا: سُبْحَانَ اللهِ يُسَبُّ ابْنُ أَحَدِنَا، فَيُقَالُ: رُهِنْتَ بِوَسْقٍ أَوْ وَسْقَيْنِ. قَالُوا: نَرْهَنُكَ لِلْأَمَةَ - يُرِيدُ السِّلَاحَ - قَالَ: نَعَمْ. فَلَمَّا أَتَاهُ نَادَاهُ فَخَرَجَ إِلَيْهِ وَهُوَ مُتَطَيِّبٌ يَنْضَحُ رَأْسُهُ. فَلَمَّا أَنْ جَلَسَ إِلَيْهِ وَقَدْ كَانَ جَاءَ مَعَهُ بِنَفَرٍ ثَلَاثَةٍ أَوْ أَرْبَعَةٍ فَذَكَرُوا لَهُ قَالَ: عِنْدِي فُلَانَةُ وَهِيَ أَعْطَرُ نِسَاءِ النَّاسِ. قَالَ: تَأْذَنُ لِي فَأَشُمَّ. قَالَ: نَعَمْ. فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِي رَأْسِهِ فَشَمَّهُ قَالَ: أَعُودُ، قَالَ: نَعَمْ. فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِي رَأْسِهِ. فَلَمَّا اسْتَمْكَنَ مِنْهُ قَالَ: دُونَكُمْ فَضَرَبُوهُ حَتَّى قَتَلُوهُ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کون کعب بن اشرف کو قتل کرے گا؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچائی ہے؟ تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے؟ انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پسند کرتے ہیں کہ میں اسے قتل کردوں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! انہوں نے عرض کی: پھر مجھے اجازت دیجئے کہ میں اسے اپنی طرف سے کوئی جھوٹی بات کہہ دوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے تم کہہ دینا، وہ کعب بن اشرف کے پاس آئے اور بولے: ان صاحب نے ہمیں صدقہ دینے کا حکم دیا ہے اور ہمیں بہت تنگ کیا ہوا ہے، تو کعب بن اشرف نے کہا: آگے چل کے تم ان سے اور بھی زیادہ اُکتا جاؤ گے، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیونکہ ہم ان کی پیروی زیادہ کر چکے ہیں، اس لیے انہیں فوراً چھوڑ دینا بھی مناسب نہیں ہے، جب تک ہم یہ نہیں دیکھ لیتے کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے؟ ہماری یہ خواہش ہے کہ تم چند ایک وسق اناج ہمیں دے دو، کعب نے دریافت کیا: تم رہن کے طور پر کیا چیز دو گے؟ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم کیا چاہتے ہو؟ کعب نے کہا: تم اپنی عورتیں دے دو، محمد بن مسلمہ نے کہا: سبحان اللہ! تم عرب کے حسین ترین شخص ہو، اگر ہم نے اپنی عورتیں تمہارے پاس رہن کے طور پر رکھوادیں، تو یہ چیز ہمارے لیے عار کا باعث ہوگی، کعب نے کہا: پھر تم اپنی اولاد کو میرے پاس رہن رکھوادو، انہوں نے کہا: سبحان اللہ! ہم میں سے کسی ایک کے بیٹے کو برا کہتے ہوئے یہ کہا جائے گا: اسے ایک یا دو وسق کے عوض میں رہن رکھ دیا گیا تھا، تو انہوں نے کہا کہ ہم اپنے ہتھیار تمہارے پاس رہن رکھوادیتے ہیں، کعب نے کہا: ٹھیک ہے، جب وہ اس کے

پاس آئے اور بلند آواز میں اسے پکارا تو وہ نکل کر ان کے پاس آیا، اس نے اس وقت خوشبو لگا رکھی تھی اور اس کے سر سے خوشبو پھوٹ رہی تھی، جب وہ ان کے پاس آکر بیٹھا تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تین چار ساتھی تھے ان حضرات نے اس کے سامنے اس (خوشبو) کا تذکرہ کیا تو وہ بولا: میرے گھر میں فلاں عورت ہے، (یعنی وہ عورت میری بیوی ہے) جو سب سے زیادہ بہترین خوشبو والی ہے، تو محمد بن مسلمہ نے کہا: تم مجھے اجازت دو گے کہ میں تمہاری خوشبو کو سونگھ لوں؟ اس نے کہا: جی ہاں! تو انہوں نے اپنا ہاتھ اس کے سر کی طرف بڑھایا اور جب اس پر قابو پالیا، تو بولے: اس پر حملہ کردو، ان لوگوں نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔

2769- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَزَابَةَ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ يَعْنِي ابْنَ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا أَسْبَاطٌ الْهَمْدَانِيُّ، عَنِ السُّدِّيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْإِيمَانُ قَيَّدَ الْفَتْكَ لَا يَفْتِكُ مُؤْمِنٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

''ایمان نے دھوکے سے قتل کرنے کو ختم کر دیا ہے، تو کوئی مومن دھوکے سے قتل نہ کرے''

بَابٌ فِي التَّكْبِيرِ عَلَى كُلِّ شَرَفٍ فِي الْمَسِيرِ

باب: سفر کے دوران، ہر بلندی پر چڑھتے ہوئے ''اللہ اکبر'' کہنا

2770- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَفَلَ مِنْ غَزْوٍ أَوْ حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ يُكَبِّرُ عَلَى كُلِّ شَرَفٍ مِنَ الْأَرْضِ ثَلَاثَ تَكْبِيرَاتٍ وَيَقُولُ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ آيِبُونَ تَائِبُونَ عَابِدُونَ سَاجِدُونَ لِرَبِّنَا حَامِدُونَ صَدَقَ اللهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جنگ، حج یا عمرے (کے سفر سے) واپس تشریف لاتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر بلندی پر چڑھتے ہوئے تین مرتبہ تکبیر کہتے تھے اور یہ پڑھتے تھے:

''اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے، وہی ایک معبود ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، بادشاہی اسی کے لیے مخصوص ہے، حمد اسی کے لیے مخصوص ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے ہم لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، سجدہ کرنے والے ہیں، اپنے پروردگار کی حمد بیان کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کو سچ کر دکھایا، اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور صرف اس نے (دشمن) کے لشکروں کو پسپا کر دیا''

بَابٌ فِي الْإِذْنِ فِي الْقُفُولِ بَعْدَ النَّهْيِ

باب: (پہلے کی) ممانعت کے بعد، اب واپسی کی اجازت

2771- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ ثَابِتٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ يَزِيدَ النَّحْوِيِّ، عَنْ

عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: (لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ) (التوبة: 44)، الْآيَةَ نَسَخَتْهَا الَّتِي فِي النُّورِ: (إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ) (النور: 62)، إِلَى قَوْلِهِ: (غَفُورٌ رَّحِيمٌ)

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس آیت ''وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ تم سے اجازت نہیں مانگیں گے''۔ اس آیت کو سورۂ نور میں موجود اس آیت نے منسوخ کر دیا ہے۔ ''بے شک ایمان والے وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں'' یہ آیت یہاں تک ہے ''مغفرت کرنے والا، رحم کرنے والا ہے''

بَابٌ فِي بِعْثَةِ الْبُشَرَاءِ

باب: خوشخبری سنانے والے کو بھیجنا

2772- حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا عِيسَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ جَرِيرٍ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ، فَأَتَاهَا فَحَرَّقَهَا، ثُمَّ بَعَثَ رَجُلًا مِنْ أَحْمَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَشِّرُهُ يُكْنَى أَبَا أَرْطَاةَ

❁❁ حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: کیا تم ذوخلصہ (نامی بتکدے) سے مجھے آرام نہیں پہنچاؤ گے؟ تو وہ وہاں گئے اور انہوں نے اسے جلایا، پھر انہوں نے احمس قبیلے کے ایک شخص کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تاکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری سنائے، اس شخص کی کنیت ابوارطاۃ تھی۔

بَابٌ فِي إِعْطَاءِ الْبَشِيرِ

باب: خوشخبری سنانے والے کو (انعام) دینا

2773- حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ، فَرَكَعَ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ جَلَسَ لِلنَّاسِ- وَقَصَّ ابْنُ السَّرْحِ الْحَدِيثَ- قَالَ: وَنَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمِينَ عَنْ كَلَامِنَا أَيُّهَا الثَّلَاثَةُ، حَتَّى إِذَا طَالَ عَلَيَّ تَسَوَّرْتُ جِدَارَ حَائِطِ أَبِي قَتَادَةَ وَهُوَ ابْنُ عَمِّي فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَوَاللّٰهِ مَا رَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ، ثُمَّ صَلَّيْتُ الصُّبْحَ صَبَاحَ خَمْسِينَ لَيْلَةً عَلَى ظَهْرِ بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِنَا فَسَمِعْتُ صَارِخًا يَا كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ أَبْشِرْ، فَلَمَّا جَاءَنِي الَّذِي سَمِعْتُ صَوْتَهُ يُبَشِّرُنِي نَزَعْتُ لَهُ ثَوْبَيَّ فَكَسَوْتُهُمَا إِيَّاهُ فَانْطَلَقْتُ حَتَّى إِذَا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا رَسُولُ اللّٰهِ

2773- اسناده صحیح، یونس: هو ابن یزید الایلی، وابن وهب: هو عبد الله، وابن السرح: هو احمد بن عمرو بن عبد الله بن عمرو بن السرح ابو الطاهر. واخرجه مطولاً البخاری (4418)، ومسلم (2769) من طریق ابن شهاب الزهری، بهذا الاسناد. واخرج قصة صلاة الرکعتین منه النسائی فی "المجتبی" (731) من طریق ابن شهاب الزهری، به. واخرج قصة البشارة وتهنئة طلحة بن عبید الله النسائی فی "الکبری" (11168) من طریق ابن شهاب، به. وهو فی "مسند احمد" (15789) و (27175)، وفی "صحیح ابن حبان" (3370)

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ، فَقَامَ إِلَيَّ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ يُهَرْوِلُ حَتَّى صَافَحَنِي وَهَنَّأَنِي

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے مسجد میں آتے تھے، وہاں دو رکعات ادا کرتے تھے پھر (لوگوں سے یعنی ان سے ملنے کے لیے) بیٹھ جاتے تھے، اس کے بعد ابن سرح نے پورا واقعہ بیان کیا ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہمارے ساتھ بات چیت کرنے سے منع کر دیا، یعنی جب تین آدمیوں کے ساتھ بات چیت کرنے سے منع کر دیا، یہاں تک کہ جب کافی دن گزر گئے، تو میں اپنے چچازاد حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار پر چڑھا، میں نے انہیں سلام کیا، اللہ کی قسم! انہوں نے مجھے سلام کا جواب نہیں دیا، پھر پچاسویں رات کی صبح میں اپنے گھر کی چھت پر فجر کی نماز ادا کر رہا تھا، اسی دوران میں نے ایک شخص کو بلند آواز میں یہ کہتے ہوئے سنا: اے کعب بن مالک! تمہارے لیے خوشخبری ہے، جب وہ میرے پاس آیا تو میں نے اس کی آواز کو سنا، وہ مجھے خوشخبری دے رہا ہے، تو میں نے اپنے کپڑے اتار کر وہ اسے پہنا دیے، پھر میں روانہ ہوا، یہاں تک کہ میں مسجد میں داخل ہوا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف فرما تھے، حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ اٹھ کر دوڑتے ہوئے میرے پاس آئے، انہوں نے میرے ساتھ مصافحہ کیا اور مجھے مبارک باد دی۔

بَابٌ فِي سُجُودِ الشُّكْرِ

باب: سجدہ شکر ادا کرنا

2774 - حَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ بَكَّارِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، أَخْبَرَنِي أَبِي عَبْدُ الْعَزِيزِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا جَاءَهُ أَمْرُ سُرُورٍ أَوْ بُشِّرَ بِهِ خَرَّ سَاجِدًا شَاكِرًا لِلَّهِ

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی خوشی کی خبر آتی تھی، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی خوشخبری سنائی جاتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدے میں چلے جاتے تھے۔

2775 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ يَعْقُوبَ، عَنِ ابْنِ عُثْمَانَ-

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ يَحْيَى بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عُثْمَانَ- عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ نُرِيدُ الْمَدِينَةَ، فَلَمَّا كُنَّا قَرِيبًا مِنْ عَزْوَرَا نَزَلَ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَدَعَا اللهَ سَاعَةً، ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَكَثَ طَوِيلًا، ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَدَعَا اللهَ سَاعَةً، ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا فَمَكَثَ طَوِيلًا، ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ سَاعَةً، ثُمَّ خَرَّ سَاجِدًا- ذَكَرَهُ أَحْمَدُ ثَلَاثًا- قَالَ: إِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي وَشَفَعْتُ لِأُمَّتِي، فَأَعْطَانِي ثُلُثَ أُمَّتِي فَخَرَرْتُ سَاجِدًا شُكْرًا لِرَبِّي، ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِي فَسَأَلْتُ رَبِّي لِأُمَّتِي فَأَعْطَانِي ثُلُثَ أُمَّتِي فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّي شُكْرًا، ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِي، فَسَأَلْتُ رَبِّي لِأُمَّتِي فَأَعْطَانِي الثُّلُثَ الْآخِرَ

فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّي
قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَشْعَثُ بْنُ إِسْحَاقَ أَسْقَطَهُ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حِينَ حَدَّثَنَا بِهِ، فَحَدَّثَنِي بِهِ عَنْهُ مُوسَى بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ

عامر بن سعد (اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:
ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مکہ سے روانہ ہوئے، ہم مدینہ منورہ جانا چاہ رہے تھے، جب ہم "عزورا" کے قریب پہنچے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے نیچے اترے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے، اللہ تعالیٰ سے کچھ دیر دعا مانگی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں چلے گئے اور کافی دیر سجدے میں رہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ بلند کیے، اللہ تعالیٰ سے کچھ دیر دعا مانگی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں چلے گئے اور کافی دیر سجدے میں رہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ کچھ دیر کے لیے بلند کیے پھر سجدے میں چلے گئے، احمد نامی راوی نے تین مرتبہ ایسا کرنے کا ذکر کیا ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (بعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا گیا) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے پروردگار سے دعا مانگی اور اپنی امت کے لیے شفاعت کی تو اس نے میری ایک تہائی امت کے بارے میں اجازت دے دی، تو میں اپنے پروردگار کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدے میں چلا گیا پھر میں نے اپنا سر اٹھایا اور اپنے پروردگار سے اپنی امت کے لیے دعا مانگی تو اس نے مجھے میری دو تہائی امت کے بارے میں اختیار دے دیا تو میں سجدے میں چلا گیا تا کہ اپنے پروردگار کا شکر ادا کروں پھر میں نے اپنا سر اٹھایا اور اپنے پروردگار سے اپنی امت کے بارے میں دعا مانگی تو اس نے مجھے باقی رہ جانے والا باقی ایک تہائی حصہ بھی عطا کر دیا، تو میں اپنے پروردگار کے حضور سجدے میں چلا گیا۔

بَابٌ فِي الطُّرُوقِ

باب: (طویل سفر سے واپسی پر) رات کے وقت گھر آنا

2776 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، وَمُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ أَنْ يَأْتِيَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ طُرُوقًا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص (طویل سفر سے واپسی پر) رات کے وقت اپنے گھر جائے۔

2777 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَحْسَنَ مَا دَخَلَ الرَّجُلُ عَلَى أَهْلِهِ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ أَوَّلَ اللَّيْلِ

2776-اسناده صحيح. واخرجه البخاري (1801) و (5243)، ومسلم باثر (1928)، والنسائي في "الكبرى" (9096) من طريق محارب بن دثار، به. واخرجه الترمذي (2909) من طريق نبيح العنزي، عن جابر بن عبد الله. وهو في "مسند احمد" (14191)، و"صحيح ابن حبان" (4182).

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"آدمی جب سفر سے واپس آئے تو گھر واپس جانے کا بہترین وقت رات کا ابتدائی حصہ ہے"

2778 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا سَيَّارٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَلَمَّا ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ قَالَ: أَمْهِلُوا حَتَّى نَدْخُلَ لَيْلًا لِكَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ الزُّهْرِيُّ: الطُّرُوقُ بَعْدَ الْعِشَاءِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ لَا بَأْسَ بِهِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفر کر رہے تھے، جب ہم نے (مدینہ منورہ میں) داخل ہونے کا ارادہ کیا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم ذرا ٹھہر جاؤ، تاکہ ہم رات کے وقت داخل ہوں، تاکہ بکھرے ہوئے بالوں والی عورت بال سنوار لے اور جس عورت کا شوہر (طویل عرصے سے گھر سے باہر تھا) وہ زیر ناف بال صاف کر لے

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) زہری کہتے ہیں: طروق سے مراد عشاء کے بعد آنا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) اگر کوئی مغرب کے بعد آ جائے، تو اس میں بھی حرج نہیں ہے۔

بَابٌ فِي التَّلَقِّي

باب: (طویل سفر سے واپس آنے والوں کا) استقبال کرنا

2779 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ تَلَقَّاهُ النَّاسُ فَلَقِيتُهُ مَعَ الصِّبْيَانِ عَلَى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ غزوہ تبوک سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو کچھ لوگ آپ ﷺ کے استقبال کے لیے آئے، دوسرے بچوں کے ساتھ، میں بھی آپ ﷺ سے ملا، ہم نے ثنیۃ الوداع پر (آپ ﷺ کا استقبال کیا)

بَابٌ فِيمَا يُسْتَحَبُّ مِنْ إِنْفَادِ الزَّادِ فِي الْغَزْوِ إِذَا قَفَلَ

باب: (جہاد سے) واپسی پر زادِ سفر کو ختم کر دینے کا مستحب ہونا

2780 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ فَتًى مِنْ

2780- اسنادہ صحیح. ثابت البنانی: ہو ابن اسلم، وحماد: ہو ابن سلمة. واخرجه مسلم (1894) من طریق حماد بن سلمة به. وهو فی "مسند احمد" (13160)، و"صحیح ابن حبان" (4730).

أَسْلَمَ قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي أُرِيدُ الْجِهَادَ وَلَيْسَ لِي مَالٌ أَتَجَهَّزُ بِهِ. قَالَ: اذْهَبْ إِلَى فُلَانٍ الْأَنْصَارِيِّ فَإِنَّهُ كَانَ قَدْ تَجَهَّزَ فَمَرِضَ. فَقُلْ لَهُ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ. وَقُلْ لَهُ ادْفَعْ إِلَيَّ مَا تَجَهَّزْتَ بِهِ. فَأَتَاهُ فَقَالَ لَهُ: ذَلِكَ فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ: يَا فُلَانَةُ، ادْفَعِي لَهُ مَا جَهَّزْتِنِي بِهِ وَلَا تَحْبِسِي مِنْهُ شَيْئًا. فَوَاللهِ لَا تَحْبِسِينَ مِنْهُ شَيْئًا فَيُبَارِكَ اللهُ فِيهِ

❁❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اسلم قبیلے کا ایک نوجوان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کی: یارسول اللہ! میں جہاد کرنا چاہتا ہوں، لیکن میرے پاس مال نہیں ہے، جس کے ذریعے میں اس کے لیے ساز و سامان حاصل کروں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم فلاں انصاری کے پاس جاؤ، اس نے جہاد کا ساز وسامان تیار کرلیا تھا، لیکن وہ بیمار ہو گیا ہے، اسے تم یہ کہو کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں سلام کہا ہے اور پھر تم اس سے یہ کہنا کہ تم نے جہاد کے لیے جو تیاری کی تھی، وہ ساز وسامان مجھے دے دو، وہ نوجوان اس انصاری کے پاس آیا اور اسے یہ بات کہی، تو اس نے اپنی بیوی سے کہا: اے فلاں عورت! تم نے میرے لیے جو ساز وسامان تیار کیا تھا، وہ اس شخص کو دے دو، تم اس میں سے کوئی بھی چیز روکنا نہیں، اللہ کی قسم! اگر تم نے اس میں کوئی بھی چیز روکی، تو اللہ تعالیٰ اس میں برکت نہیں رکھے گا۔

بَابٌ فِي الصَّلَاةِ عِنْدَ الْقُدُومِ مِنَ السَّفَرِ

باب: سفر سے واپسی پر (مسجد میں آ کر نفل) نماز ادا کرنا

2781 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْعَسْقَلَانِيُّ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ أَبِيهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ كَعْبٍ وَعَمِّهِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ كَعْبٍ، عَنْ أَبِيهِمَا كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ إِلَّا نَهَارًا - قَالَ الْحَسَنُ: فِي الضُّحَى - فَإِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ أَتَى الْمَسْجِدَ فَرَكَعَ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ جَلَسَ فِيهِ

❁❁ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپسی پر ہمیشہ دن کے وقت تشریف لاتے تھے۔ حسن نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں: چاشت کے وقت تشریف لاتے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس تشریف لاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے مسجد میں آتے تھے وہاں دو رکعات ادا کرتے تھے، پھر (لوگوں سے ملاقات کے لیے) تشریف فرما ہو جاتے تھے۔

2782 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ الطُّوسِيُّ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَقْبَلَ مِنْ حَجَّتِهِ دَخَلَ الْمَدِينَةَ فَأَنَاخَ عَلَى بَابِ مَسْجِدِهِ، ثُمَّ دَخَلَهُ فَرَكَعَ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ انْصَرَفَ إِلَى بَيْتِهِ قَالَ نَافِعٌ: فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ كَذَلِكَ يَصْنَعُ

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب اپنے حج سے واپس تشریف لائے اور مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے مسجد کے دروازے پر اپنی سواری کو بٹھایا، پھر آپ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے آپ ﷺ نے دو رکعت نماز ادا کی، پھر آپ ﷺ اپنے گھر تشریف لے گئے۔

نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

بَابٌ فِي كِرَاءِ الْمَقَاسِمِ

باب: تقسیم کرنے کا کرایہ وصول کرنا

2783 - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ التِّنِّيسِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، حَدَّثَنَا الزَّمْعِيُّ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُرَاقَةَ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ ثَوْبَانَ أَخْبَرَهُ، أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ أَخْبَرَهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِيَّاكُمْ وَالْقُسَامَةَ. قَالَ: فَقُلْنَا: وَمَا الْقُسَامَةُ؟ قَالَ: الشَّيْءُ يَكُونُ بَيْنَ النَّاسِ فَيَجِيءُ فَيَنْتَقِصُ مِنْهُ

❀❀ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم قسامہ سے بچو، راوی کہتے ہیں: ہم نے عرض کی: قسامہ سے مراد کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی ایسی چیز جو لوگوں کے درمیان مشترکہ ہو اور (کوئی شخص) اس میں سے (اپنے طور پر کچھ نکال لے)

2784 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ شَرِيكٍ يَعْنِي ابْنَ أَبِي نَمِرٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ قَالَ: الرَّجُلُ يَكُونُ عَلَى الْفِئَامِ مِنَ النَّاسِ فَيَأْخُذُ مِنْ حَظِّ هَذَا وَحَظِّ هَذَا

❀❀ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

"کوئی شخص کچھ لوگوں کا امیر ہو اور وہ اِس کا بھی حصہ حاصل کر لے اور اُس کا بھی حصہ حاصل کر لے"

بَابٌ فِي التِّجَارَةِ فِي الْغَزْوِ

باب: جہاد کے دوران تجارت کرنا

2785 - حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ، عَنْ زَيْدٍ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَّامٍ، يَقُولُ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَلْمَانَ، أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُ قَالَ: لَمَّا فَتَحْنَا خَيْبَرَ أَخْرَجُوا غَنَائِمَهُمْ مِنَ الْمَتَاعِ وَالسَّبْيِ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَتَبَايَعُونَ غَنَائِمَهُمْ، فَجَاءَ رَجُلٌ حِينَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقَدْ رَبِحْتُ رِبْحًا مَا رَبِحَ الْيَوْمَ مِثْلَهُ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ هَذَا الْوَادِي قَالَ: وَيْحَكَ، وَمَا رَبِحْتَ؟ قَالَ: مَا زِلْتُ أَبِيعُ وَأَبْتَاعُ حَتَّى رَبِحْتُ ثَلَاثَ مِائَةِ أُوقِيَّةٍ. فَقَالَ

رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَنَا اُنَبِّئُكَ بِخَيْرِ رَجُلٍ رِبْحًا. قَالَ: مَا هُوَ يَا رَسُوْلَ اللهِ، قَالَ: رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الصَّلَاةِ

عبیداللہ بن سلمان بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابی نے انہیں بتایا: جب ہم نے خیبر فتح کرلیا تو لوگوں نے اپنی اپنی غنیمت نکال لیں، یعنی سامان اور قیدی، اور پھر انہیں فروخت کرنے لگے، نبی اکرم ﷺ نماز پڑھ کے فارغ ہوئے تو ایک آدمی آیا اور بولا: یارسول اللہ! میں نے آج اتنا منافع حاصل کیا ہے کہ اس بستی کے رہنے والوں میں سے کسی نے بھی اتنا منافع حاصل نہیں کیا ہوگا، نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تمہارا ستیاناس ہو تم نے کیسے اتنا منافع حاصل کرلیا؟ اس نے کہا: میں مسلسل خرید و فروخت کرتا رہا، یہاں تک کہ مجھے تین سو اوقیہ کا منافع حاصل ہوا، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں منافع حاصل کرنے والے شخص کے بارے میں بتاتا ہوں، اس نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ کون سا شخص ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نماز کے بعد دو رکعات (ادا کرنے والا شخص)

بَابٌ فِي حَمْلِ السِّلَاحِ اِلٰى اَرْضِ الْعَدُوِّ

باب: دشمن کے علاقے کی طرف ہتھیار لے جانا

2786 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، اَخْبَرَنِي اَبِي عَنْ اَبِي اِسْحَاقَ عَنْ ذِي الْجَوْشَنِ رَجُلٍ مِنَ الضِّبَابِ، قَالَ: اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ اَنْ فَرَغَ مِنْ اَهْلِ بَدْرٍ بِابْنِ فَرَسٍ لِي يُقَالُ لَهَا: الْقَرْحَاءُ. فَقُلْتُ: يَا مُحَمَّدُ اِنِّي قَدْ جِئْتُكَ بِابْنِ الْقَرْحَاءِ لِتَتَّخِذَهُ. قَالَ: لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ، وَاِنْ شِئْتَ اَنْ اُقِيضَكَ بِهِ الْمُخْتَارَةَ مِنْ دُرُوعِ بَدْرٍ فَعَلْتُ. قُلْتُ: مَا كُنْتُ اُقِيضُهُ الْيَوْمَ بِغُرَّةٍ قَالَ: فَلَا حَاجَةَ لِي فِيهِ

حضرت ذوالجوشن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، یہ آپ ﷺ کے اہل بدر سے فارغ ہونے کے بعد کی بات ہے، میں اپنے گھوڑے کے بچے کو ساتھ لے کر آیا تھا، جس کا نام "قرحاء" تھا میں نے عرض کی: اے حضرت محمد ﷺ! میں آپ ﷺ کے پاس "قرحاء" لے کے آیا ہوں، تاکہ آپ ﷺ اسے حاصل کرلیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، اگر تم چاہو تو میں تمہیں بدر کی زرہوں میں سے کوئی چنی گئی زرہ دے دیتا ہوں، میں نے عرض کی: آج تو میں اس کے بدلے میں کوئی غلام بھی نہیں لوں گا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

بَابٌ فِي الْاِقَامَةِ بِاَرْضِ الشِّرْكِ

باب: اہل شرک کی سرزمین پر رہائش اختیار کرنا

2787 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ، اَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى اَبُو دَاوُدَ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ اَبِيهِ سُلَيْمَانَ بْنِ سَمُرَةَ، عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، اَمَّا بَعْدُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ جَامَعَ الْمُشْرِكَ وَسَكَنَ مَعَهُ فَاِنَّهُ مِثْلُهُ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے (خطبہ دیتے ہوئے) ارشاد فرمایا: "اما بعد!" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "جو شخص مشرکین کے ساتھ میل جول رکھے اور ان کے ساتھ رہائش رکھے وہ ان کی مانند شمار ہوگا"

مشرکین و یہود و نصاریٰ سے مشابہت کا بیان

(1): حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: بے شک ہم لوگ یہود سے کچھ ایسی باتیں سنتے ہیں، جو ہمیں اچھی لگتی ہیں، کیا آپ مناسب سمجھتے ہیں کہ ہم اُن میں سے کچھ لکھ لیا کریں؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ طورِ زجر وانکار فرمایا: کیا تم لوگ دینِ اسلام کے بارے میں حیرت میں ہو جیسا کہ یہود و نصاریٰ اس کیفیت میں مبتلا ہو گئے تھے، حالانکہ میں تمہارے پاس ایک پاکیزہ روشن دین وملت لے کر آیا ہوں اور اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کے لئے (بھی) میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا، (مسند احمد:3/387)"۔(2):

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مذاہبِ غیر کے ساتھ تشبّہ اختیار کیا وہ ہم میں سے نہیں، یہود و نصاریٰ سے مشابہت اختیار نہ کرو، کیونکہ یہود کا سلام انگلیوں سے اشارہ کرنا ہے اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلیوں سے اشارہ کرنا ہے، (سنن ترمذی:2695)"

(3): حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین میں کسی بات کی بابت اہلِ کتاب سے نہ پوچھو، کیونکہ وہ تمہیں ہدایت ہرگز نہیں دیں گے، جب کہ وہ خود گمراہ ہو چکے ہیں، کیونکہ (دین کے بارے میں اُن سے مشابہت کرکے) یا تو تم باطل کی تصدیق کرو گے یا حق کو جھٹلاؤ گے، کیونکہ اگر موسیٰ علیہ السلام (آج) تمہارے درمیان زندہ ہوتے، تو اُن پر بھی میری اتباع لازم ہوتی، (مسند احمد:14631)"۔ (4): مشرکین کی مخالفت کرو، (بخاری:5892)"۔(5): مجوس کی مخالفت کرو، (مسلم:260)"۔(6): اور جس نے کسی ملتِ باطلہ کے ساتھ مشابہت اختیار کی تو اس کا شمار اُنہی میں سے ہوگا۔

(سنن ابوداؤد:4028)

علامہ زین الدین ابن نُجیم حنفی لکھتے ہیں: یاد رکھو! کہ ہر بات میں اہلِ کتاب کے ساتھ تشبیہ مکروہ نہیں ہے، کیونکہ ہم بھی ان کی طرح کھاتے پیتے ہیں، صرف مذموم بات اور ایسی چیز میں جس میں تشبّہ حرام ہے ان کے مذہب کے ساتھ مشابہت کا ارادہ کیا جائے

(البحر الرائق، جلد:2، ص:18)

امام احمد رضا قادری، ملا علی قاری کے حوالے سے لکھتے ہیں: ہمیں کافروں اور منکر بدعات کے مرتکب لوگوں کے شعار میں مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے، وہ بدعت جو مباح کا درجہ رکھتی ہو اس سے نہیں روکا گیا، خواہ وہ اہلسنت کے افعال ہوں یا کفار اور اہلِ بدعت کے، لہٰذا حرمت کا مدار مذہبی شعار ہونے پر ہے۔ (منح الروض الازہر علی الفقہ الاکبر، ص:185)

نیز امام احمد رضا قادری لکھتے ہیں: تشبّہ دو وجہ سے ہوتی ہے، التزامی ولزومی۔ التزامی یہ ہے کہ کوئی شخص کسی قوم کی خاص وضع کو اس نیت سے اختیار کرے کہ ان کی سی صورت بنائے اور ان کے ساتھ مشابہت اختیار کرے، حقیقی تشبّہ اسی کا نام ہے۔ التزامی میں قصد کی تین صورتیں ہیں: اوّل: اس قوم کو پسندیدہ سمجھ کر ان سے مشابہت اختیار کرے، یہ بات اگر اہلِ بدعت کے ساتھ ہو تو بدعت اور معاذ اللہ! کفار کے ساتھ ہو تو کفر۔ دوم: کسی غرضِ مقبول (جیسے دشمن کی جاسوسی کرنا) کی ضرورت کے تحت اسے اختیار کرے، وہاں اس وضع کی شناعت (خرابیاں) اور اس غرض کی ضرورت کا موازنہ ہوگا، اگر ضرورت غالب ہو تو ضرورت کی حد تک

تشبہ، کفر تو دور کی بات، ممنوع بھی نہیں ہوگا۔ سوم: نہ تو انہیں اچھا جانتا ہے، نہ کوئی شرعی ضرورت اس کی داعی ہے، بلکہ کسی دنیوی نفع کے لئے یا یونہی بطور ہزل واستہزاء (یعنی غیر سنجیدہ انداز میں یا مذاق کے طور پر) اس کا مرتکب ہوا، تو حرام وممنوع ہونے میں شک نہیں۔ اور اگر وہ وضع ان کفار کا مذہبی ودینی شعار ہے، جیسے زُنار، قشقہ، چٹیا یا چلیپا اور گلے میں صلیب لٹکانا، تو علماء نے حکم کفر قرار دیا ہے۔ لزومی یہ کہ اس کا قصد تو مشابہت کا نہیں ہے، مگر وہ وضع غیر مسلم قوم کا شعار ہے کہ خواہی نخواہی مشابہت پیدا ہوگی، اس سے بچنا بھی واجب ہے۔ اسی وجہ سے علماء نے فساق کی وضع کے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے،

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، جلد: 24، ص: 530-532)"۔

شِعار کا واحد شَعِیرَہ یا شِعارَہ ہے، شِعارَہ اور مَشْعَرَہ کے معنی ہیں: خاص نشانی"۔ اسی معنی میں خاص علامت کے حامل قربانی کے جانوروں کو اور صفا ومروہ کو بھی قرآن میں شعائر اللہ" کہا گیا ہے اور شعائر اللہ کی تعظیم کو دلوں کا تقویٰ قرار دیا گیا ہے۔ اسی معنی میں بعض مقامات مثلاً کعبۃ اللہ، میدان عرفات، مزدلفہ، جمار ثلاثہ اور مقام ابراہیم ہمارے دینی شعائر ہیں، اسی طرح زمانے کے بعض مخصوص اوقات، جیسے رمضان، اشہر حرم، عید الفطر، عید الاضحیٰ، جمعہ، ایام تشریق وغیرہ ہمارے دینی شعائر ہیں۔ اور بعض افعال جیسے اذان، اقامت، نماز با جماعت، نماز جمعہ، نماز عیدین اور ختنہ وغیرہ بھی ہمارے دینی شعائر ہیں، (تفسیر فتح العزیز، ص: 369)'۔

الغرض یہود ونصاریٰ، ہنود اور دیگر باطل ملتوں کی وہ علامات جو اُن کا مذہبی شعار ہیں اور جن پر نظر پڑتے ہی اُن کے مذہب کا تصور ذہن میں آتا ہے، ایسے اُمور میں اُن مذاہب باطلہ کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا حرام وممنوع ہے اور بعض صورتوں میں کفر بھی ہے۔ اسی طرح وہ افعال جو غیر مسلم قوم بطور مذہب انجام نہ دیتے ہوں بلکہ وہ ان کی طرز معاشرت ہو اور اسی قوم کے ساتھ خاص ہوں تو ان کو شعار قومی کہا جاتا ہے اور ان سے بچنا بھی لازم ہے۔ اس کے علاوہ ایسے امور میں اہل باطل کے ساتھ مشابہت، جو ان کا مذہبی یا قومی شعار نہیں ہے، حرام وممنوع نہیں ہے۔

چنانچہ امام احمد رضا قادری سے پوچھا گیا کہ: ایک خاص انداز میں باندھی جانے والی دھوتی کو ایک صاحب ہندو کا شعار قرار دے کر اس پر حُرمت کا فتویٰ لگا رہے ہیں"۔ آپ لکھتے ہیں: دھوتی باندھنے والے مسلمانوں کا یہ قصد تو ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ کافروں کی سی صورت بنائیں اور فی نفسہٖ دھوتی کی حالت کو دیکھا جائے تو اس کی اپنی ذات میں کوئی حرج بھی نہیں، بلکہ یہ ایک ایسا لباس ہے کہ جس سے ستر عورت کا مقتضۂ شرعی پورا ہو رہا ہے، اصل سنت ولباس پاک عرب یعنی تہبند سے صرف لٹکتا چھوڑنے اور پیچھے گُھرس لینے (اُڑس لینے) کا فرق رکھتی ہے، اس میں کسی امر شرع کا خلاف نہیں، تو ممانعت کی دونوں وجہیں قطعاً نہیں پائی جاتیں۔ رہا خاص شعار کفار ہونا، وہ بھی باطل ہوگا۔ بنگالہ وغیرہ پورب (مشرقی ہند) کے عام شہروں میں ہند کے تمام رہنے والوں، مسلمانوں اور ہندوؤں کا یہی لباس ہے۔

اسی طرح سب اضلاع ہند کے دیہات میں مسلمان اور ہندو یہی وضع رکھتے ہیں، حتّٰی کہ شہروں میں بھی بعض اہل حرفت کام کے وقت یہی لباس پہنتے ہیں، ہاں یہاں کی معزز شہریوں میں اس کا رواج نہیں ہے، مگر وہ صرف اس غرض سے کہ اپنی تہذیب کے خلاف سمجھتے ہیں، نہ یہ کہ باندھنے والے کو کفر یا حرام کا مرتکب سمجھتے ہیں، تو زیادہ سے زیادہ باوقار اور معاشرے میں ذی وجاہت لوگوں کو گھر سے باہر اس کے پہننے سے احتراز کرنا چاہئے، (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، جلد 24، ص: 534-35)"

آج کل کوٹ، پینٹ اور ٹائی عام لباس کی صورت اختیار کر گئے ہیں، جسے مسلم اور غیر مسلم سب پہنتے ہیں اور کوئی بھی اسے عیسائیت یا یہودیت کا مذہبی اور قومی شعار نہیں سمجھتا، پس کفار کے ساتھ محض مشابہت ممنوع نہیں ہے، البتہ اگر کسی لباس سے ستر عورت کا شرعی مقصد پورا نہ ہوتا ہو، تو وہ اس اعتبار سے معیوب وممنوع سمجھا جائے گا۔ علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ کفار کے ساتھ تشبّہ ان اُمور میں ممنوع ہے، جو اُمور کفار کے عقائدِ فاسدہ اور اعمالِ باطلہ کے ساتھ مخصوص ہوں یا جو امور کتاب وسنت کی تصریحات کے خلاف ہوں۔ اور جو امور ہمارے اور کفار کے درمیان مشترک ہوں یا جنہیں اختیار کرنا نفع مند ہو، اُن میں اگر کفار کے ساتھ تشبّہ واقع ہو جائے تو اُس میں کوئی حرج نہیں، بلکہ احادیث میں اس قسم کے امور کو اختیار کرنے کی بکثرت مثالیں ہیں، جیسے شہر کے دفاع کے لئے خندق کھودنا کفارِ عجم کا طریقہ تھا، لیکن جب حضرت سلمان فارسی نے غزوۂ احزاب کے موقع پر مدینہ منورہ کے گرد خندق کھودنے کا مشورہ دیا تو نبی ﷺ نے اس مشورے کو قبول کر لیا، (تبیان القرآن، جلد 9، ص: 368)"

اسی طرح انگریزی دنوں اور مہینوں کے نام، جن کے پیچھے کوئی یونانی دیو مالائی تصورات ہیں، اب انگریزی زبان میں ان دنوں اور مہینوں کا نام لینے والے عام آدمی کے ذہن میں وہ پسِ منظر قطعاً نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ نام اس زمانے میں کسی باطل مذہب کا مذہبی یا قومی شعار ہیں، لہٰذا اُن پر بھی مشابہت صُوری یا ظاہری کے اعتبار سے حرمت کا فتویٰ لگانا درست نہیں ہے اور یہ دین میں بلاضرورت عُسر (تنگی) پیدا کرنا ہے، جو شارع علیہ السلام کو پسند نہیں ہے اور اس سے کوئی مقصدِ شرعی باطل نہیں ہوتا۔ کسی کی یاد منانے کے لیے موم بتی جلانا یہ مسلمانوں کا شعار نہیں ہے اور اِسراف ہونے کی وجہ سے ناپسندیدہ امر ہے۔

مشابہت کیا ہے

مسلمانوں کو کافر اور کمزورِ عقیدہ، کمزورِ عمل اہل اسلام کی نقالی اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اسی طرح مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت سے منع کیا گیا ہے۔ عام طور پر عوام الناس اس مشابہت کے مفہوم کو واضح طور پر نہیں سمجھتے، جس کی بنا پر بہت سی ان اشیاء کو بھی ممنوع سمجھ بیٹھتے ہیں جس کا مشابہت سے تعلق نہیں ہے جبکہ دوسری طرف بہت سے ان کاموں کو اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے جن کو اختیار کرنے پر قرآن وحدیث میں شدید وعیدیں اور سخت وبال آیا ہے۔

اس لیے پہلے مشابہت کے مفہوم اور اس کی اقسام کو سمجھ لینا چاہیے تاکہ با آسانی ہر مسلمان کو یہ معلوم ہو جائے کہ کون سے کاموں میں مشابہت ناجائز اور حرام ہے اور کن چیزوں کو اختیار کرنا مشابہت میں داخل نہیں ہے؟

مشابہت کا لغوی مفہوم:

مشابہت نام ہے مماثلت، نقل، تقلید اور پیروی کا۔ نیز مشابہت سے مراد وہ چیزیں ہیں جو آپس میں ملتی جلتی ہوں لہٰذا جب یہ کہا جائے کہ فلاں نے فلاں کی مشابہت اختیار کی تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کی نقل اور پیروی اختیار کر کے اس جیسا ہو گیا۔

قرآن کریم میں ممانعت:

اللہ رب العزت کی طرف سے اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار اور یہود اور نصاریٰ سے دور رکھنے کی متعدد مقامات پر تلقین کی گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَن تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ } آل عمران: 28

ترجمہ: مومن لوگ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا یار و مددگار نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں مگر یہ کہ تم ان کے (ظلم) سے بچنے کے لئے بچاؤ کا طریقہ اختیار کرو۔

احادیث میں ممانعت:

سنن أبي داود (4/44): عن ابن عمر، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ: جو کوئی جس قوم سے مشابہت اختیار کرے گا وہ اسی میں سے ہوگا۔ صحیح البخاری (7/160)

عن ابن عمر، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: خالفوا المشركين: وفروا اللحى، وأحفوا الشوارب۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ: مشرکین کی مخالفت کرو اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ۔ صحیح ابن حبان (5/561)

حدثنا أبو ثابت يعلى بن شداد بن أوس عن أبيه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خالفوا اليهود والنصارى، فإنهم لا يصلون في خفافهم، ولا في نعالهم

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود و نصاری کی مخالفت کرو وہ موزوں اور جوتوں کو پہن کر نماز نہیں پڑھتے۔ صحیح مسلم (1/222)

عن أبي هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «جزوا الشوارب، وأرخوا اللحى خالفوا المجوس»

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مونچھوں کو کٹاؤ اور ڈاڑھی کو بڑھاؤ، مجوسیوں کی مخالفت کرو۔ صحیح البخاری (7/159)

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: «لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء، والمتشبهات من النساء بالرجال

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ایسے مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ایسی عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔

سنن ترمذی میں ایک روایت ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ملتِ اسلامیہ کے علاوہ کسی اور امت کے ساتھ مشابہت اختیار کرے تو وہ ہم میں سے نہیں ارشاد فرمایا کہ: تم یہود اور نصاری کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو۔

(سنن الترمذی، کتاب الاستیذان، رقم الحدیث: ۲۶۹۵)

اس حدیث کی شرح میں صاحب تحفۃ الاحوذی لکھتے ہیں کہ

مراد یہ ہے کہ تم یہود ونصاریٰ کے ساتھ ان کے کسی بھی فعل میں مشابہت اختیار نہ کرو۔ (تحفۃ الاحوذی: ۷/ ۵۰۴)

سنن ابی داوٗد میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہی میں سے ہوگا۔ (سنن ابوداود، کتاب اللباس، رقم الحدیث: ۴۰۳۰)

مشابہت عام ہے، خیر کے کاموں میں ہو یا شر کے کاموں میں، انجام کار وہ ان کے ساتھ ہوگا، خیر یا شر میں۔

(بذل المجہود: ۴/ ۵۹)

"مَنْ تَشَبَّهَ" کی شرح میں ملا علی القاریؒ لکھتے ہیں جو شخص کفار کی، فساق کی، فجار کی یا پھر نیک وصلحاء کی، لباس وغیرہ میں ہو یا کسی اور صورت میں مشابہت اختیار کرے وہ گناہ اور خیر میں ان کے ہی ساتھ ہوگا۔ (مرقاۃ المفاتیح رقم الحدیث ۲۲۲/ ۷، ۴۳۴۷ رشیدیہ)

مشابہت کی اقسام اور ان کے احکام:

(۱) فطری امور میں مشابہت:

مثلاً کھانا، پینا، پہننا، صفائی رکھنا وغیرہ۔ ان کاموں کا مشابہت سے کوئی تعلق نہیں ہے، اسی طرح جن باتوں کا تعلق علوم وفنون یا خالص دنیاوی امور سے ہے جیسے صنعت وحرفت اور اسلحہ سازی وغیرہ۔ ان میں بھی مشابہت منع نہیں ہے۔

(۲) عادات میں مشابہت:

اس ہیئت پر کھانا، پینا، پہننا جس ہیئت وطریقہ کو کفار اور فاسق وفاجر لوگوں نے اپنایا ہوا ہے تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کی پہلے ہی سے کوئی خاص وضع ہو اور پھر کفار نے بھی اسی وضع کو اختیار کر لیا ہو تو یہ مشابہت اتفاقیہ ہے یہ ممنوع نہیں اس کے برعکس اگر مسلمانوں کی پہلے سے کوئی خاص وضع ہو اور وہ اس کو چھوڑ کر کفار وفساق کی وضع اختیار کر لیں تو یہ ناجائز ہوگا لہٰذا مسلمانوں کو عادات کے اندر ان کفار کے وضع کردہ طریقوں پر عمل پیرا ہونے سے بچنا لازم ہے۔ البتہ اگر اس طرح کی مشابہت اسلامی معاشرے میں اس قدر رائج ہو جائے کہ مشابہت کا پہلو بالکل ذہنوں سے نکل جائے تو اب وہ طریقہ غیر شرعی ہونے سے نکل کر جواز کی حدود میں داخل ہو جائے گا۔ جیسے کرسی ٹیبل پر کھانا، کالر والا لباس پہننا ٹراوزر پہننا۔ سالگرہ منانے کو بھی اس میں شامل کر سکتے ہیں جبکہ اسے ثواب اور عبادت نہ سمجھا جائے!

(۳) مذہبی شعار میں مشابہت:

ان امور میں مشابہت جو کفار کا مذہبی شعار، دینی رسوم یا قومی رواج ہو ان میں مشابہت کرنا بالکل حرام ہے بلکہ بعض صورتوں میں مشابہت کو فقہاء کرام نے کفر تک کہا ہے جیسے بتوں کے سامنے سجدہ کرنا بغیر کسی شرعی مجبوری کے زنار یا مجوسی ٹوپی پہننا وغیرہ کیونکہ ان چیزوں کا تعلق ان کے مذہبی شعار سے ہے اور ان چیزوں میں مشابہت درحقیقت ان کے مذہب کو اختیار کرنے اور اس پر رضامندی کے مترادف ہے اس لئے اس صورت میں مشابہت سے بچنا بے حد ضروری ہے۔

اس صورت میں کفار کے وہ تہوار اور ان کی وہ تقریبات بھی داخل ہوں گی جو ان کے مذہبی شعار ہیں جیسے کرسمس، ہولی وغیرہ

کہ ایک مسلمان کے لیے ان کامنانا اور ان کی تقریبات میں بھی شرکت کرنا بالکل حرام ہوگا۔

لباس سے متعلق شرعی احکام بیان

یہ مقالہ سید الانبیاء وسید البشر حضرت محمد مصطفی ﷺ کے لباس کے بیان میں ہے۔ اس مقالہ کو لکھنے کا اہم مقصد وغرض یہ ہے کہ ہم اپنے لباس میں حتی الامکان نبی اکرم ﷺ کے طریقہ کو اختیار کریں اور وہ لباس جس کی وضع وقطع اور پہننا غیر مسنون ہے اس سے پرہیز کریں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے طریقہ کو کل قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے نمونہ بنایا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا "لَقَدْ كَانَ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" سورۃ الاحزاب ۲۱ "تم سب کے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات بہترین نمونہ ہے"۔

لباس مصدر ہے بمعنی ملبوس (یعنی پوشاک) کے جیسا کہ کتاب بمعنی مکتوب۔ لباس کا لفظ عمامہ، ٹوپی، قمیص، جبہ، چادر، تہبند، پاجامہ اور جو کچھ پہننے میں آئے سب کو شامل ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے لباس کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد فرمایا "يٰبَنِيْ آدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ" سورۃ الاعراف ۲۶ "اے آدم علیہ السلام کی اولاد ہم نے تمہارے لئے لباس بنایا جو تمہاری شرم گاہوں کو بھی چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے"۔ لباس التقویٰ سے مراد وہ لباس ہے جس میں حیا ہو۔ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ" سورۃ النحل ۸۱ "اور تمہیں ایسی پوشاکیں بخشیں جو تمہیں گرمی سے بچاتی ہیں"۔

قرآن وسنت کی روشنی میں علماء کرام نے تحریر کیا ہے کہ انسان اپنے علاقہ کی عادات واطوار کے لحاظ سے چند شرائط کے ساتھ کوئی بھی لباس پہن سکتا ہے کیونکہ لباس میں اصل جواز ہے جیسا کہ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۳۲ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ لباس اور کھانے کی چیزوں میں وہی چیز حرام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔

شرعی لباس کی چند بنیادی شرائط

نبی اکرم ﷺ کے اقوال وافعال کی روشنی میں علماء کرام نے لباس کے بعض حسب ذیل شرائط تحریر کیے ہیں

مرد حضرات کے لئے ایسا لباس پہننا فرض ہے، جس سے ناف سے لے کر گھٹنے تک جسم چھپ جائے اور ایسا لباس پہننا سنت ہے جس سے ہاتھ، پیر اور چہرے کے علاوہ مکمل جسم چھپ جائے۔ عورتوں کے لئے ایسا لباس پہننا فرض ہے، جس سے ہاتھ، پیر اور چہرے کے علاوہ ان کا پورا جسم چھپ جائے۔ نوٹ: یہاں لباس کا بیان ہے نہ کہ پردے کا، غرضیکہ غیر محرم کے سامنے عورت کو چہرا ڈھانکنا ضروری ہے۔

لباس نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کے خلاف نہ ہو۔ (مثلاً مرد حضرات کے لئے ریشمی کپڑے اور خالص سرخ یا زرد رنگ کا لباس)

ایسا تنگ یا خفیف لباس نہ ہو جس سے جسم کے اعضاء نظر آئیں۔ مردوں کا لباس عورتوں کے مشابہ اور عورتوں کا لباس مردوں کے مشابہ نہ ہو۔ مردوں کا لباس زیادہ رنگین اور عورتوں کا لباس زیادہ خوشبو والا نہ ہو۔ مردوں کا لباس ٹخنوں سے اوپر جبکہ عورتوں کا

لباس ٹخنوں سے نیچے ہو۔

کفار و مشرکین کے مذہبی لباس سے مشابہت نہ ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ لباس "سفید پوشاک"

امت مسلمہ اس بات پر متفق ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفید کپڑوں کو بہت پسند فرماتے تھے۔ متعدد احادیث میں اس کا تذکرہ ملتا ہے، یہاں اختصار کی وجہ سے صرف ۲ حدیثیں ذکر کر رہا ہوں:

* حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کپڑوں میں سے سفید کو اختیار کیا کرو کیونکہ وہ تمہارے کپڑوں میں بہترین کپڑے ہیں اور سفید کپڑوں میں ہی اپنے مردوں کو کفن دیا کرو۔

(ترمذی "الجنائز ۹۹۴، ابوداؤد اللباس ۴۰۶۱، ابن ماجہ/ باب ماجاء فی الجنائز، مسند احمد ۱/ ۲۴۷، صحیح ابن حبان)

* حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سفید لباس پہنو کیونکہ وہ بہت پاکیزہ، بہت صاف اور بہت اچھا ہے اور اسی میں اپنے مردوں کو کفن دیا کرو۔ (النسائی۔ الامر بلبس البیض من الثیاب، ترمذی، ابن ماجہ)

زیادہ پاکیزہ اس لئے کہ وہ بہت جلدی میلے ہو جاتے ہیں اسی لئے زیادہ دھوئے جاتے ہیں برخلاف رنگین کپڑوں کے کیونکہ دیر سے دھوئے جانے کی وجہ سے ان میں زیادہ گندگی ہوتی ہے۔ اچھے اس لئے کہ طبیعت سلیمہ ان کی طرف میلان کرتی ہے۔ (اشعۃ اللمعات۔ کتاب اللباس) شیخ فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۷۳ھ) نے اپنی کتاب "بستان العارفین" میں اور فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب "رد المحتار" کے مصنف علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے کہ رنگوں میں پسندیدہ رنگ سفید ہے اور سفید لباس پہننا سنت ہے۔

رنگین لباس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات وعمل

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر سفید لباس پہنا کرتے تھے اگرچہ دوسرے رنگ کے کپڑے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال کئے ہیں۔ رنگین لباس چادر یا عبایہ یا جبہ کی شکل میں عموماً ہوا کرتا تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص اور تہبند عموماً سفید ہوا کرتی تھی۔

* حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خالص زرد رنگ کے کپڑوں میں ملبوس دیکھا تو فرمایا کہ یہ کافروں کا لباس ہے اس کو نہ پہنو۔ (مسلم ۲۰۷۷) ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو جلا ڈالو۔

* حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ تو میں ارغوانی گھوڑے پر سوار ہوں گا اور نہ پیلے رنگ کے کپڑے پہنوں گا جو ریشمی حاشیہ والے ہوں اور فرمایا کہ خبردار رہو کہ مردوں کی خوشبو وہ خوشبو ہے جس میں رنگ نہ ہو اور عورتوں کی خوشبو وہ خوشبو ہے جس میں خوشبو نہ ہو رنگ ہو۔ (مشکوۃ ص ۳۷۵) ارغوان ایک سرخ رنگ کا پھول ہے، اب ہر سرخ رنگ کو ارغوانی کہا جاتا ہے، وہی یہاں مراد ہے۔

* حضرت ابی رمثہ رفاعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو سبز کپڑوں میں ملبوس دیکھا۔

(ابوداؤد ۴۰۶۵، ترمذی ۲۸۱۳)

* حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قد درمیانی تھا۔ ایک مرتبہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ دھاریوں والی چادر میں ملبوس دیکھا۔ میں نے کبھی بھی اس سے زیادہ کوئی خوبصورت منظر نہیں دیکھا۔ (بخاری ۱۰/ ۲۵۸ و مسلم ۲۳۳۷)

* حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سرخ دھاریوں والی یمنی چادر کو بہت پسند فرماتے تھے۔

(بخاری و مسلم)

(وضاحت): بعض روایات میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ پوشاک استعمال کی ہے، جبکہ دیگر احادیث میں مردوں کو سرخ اور پیلے کپڑے پہننے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ اس بظاہر تضاد کی محدثین وعلماء نے یہ توجیہ بیان کی ہے کہ خالص سرخ یا خالص پیلے کپڑے نہیں پہننے چاہئے، البتہ سرخ یا پیلے رنگ کی دھاریوں والے (یعنی ڈیزائن والے) کپڑے پہنے جاسکتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص

* حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں میں قمیص زیادہ پسند تھی۔ (ترمذی ۱۷۶۲، ابوداؤد ۴۰۲۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص کے جو اوصاف احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں ان میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

* آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص کا رنگ عموماً سفید ہوا کرتا تھا۔ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، مسند احمد، صحیح ابن حبان وغیرہ
* آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص تقریباً نصف پنڈلی تک ہوا کرتی تھی۔ ابوداؤد، ابن ماجہ
* آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص کی آستین عموماً پہونچے تک ہوا کرتی تھی۔ ابوداؤد ج ۲ ص ۲۰۳، ترمذی کبھی کبھی انگلیوں کے سرے تک۔
* آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص اور قمیص کی آستین کشادہ ہوا کرتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ اکثر اوقات سفید ہی ہوا کرتا تھا اور کبھی سیاہ اور کبھی سبز۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ عموماً ۶۔۷ ذراع لمبا ہوا کرتا تھا۔

* حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو اسے دونوں کندھوں کے درمیان ڈالتے تھے۔ یعنی عمامہ شریف کا "شملہ" دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا رہتا تھا۔ مشکوٰۃ ص ۳۷۴

* حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سیاہ عمامہ تھا۔ (مسلم، ترمذی)

* حضرت جعفر بن عمرو بن حریث اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ دیکھا۔ ترمذی

نوٹ: شملہ لٹکانا مستحب ہے اور سنن زوائد میں سے ہے۔ شملہ کی کم از کم مقدار چار انگل ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک ہاتھ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹوپی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عموماً سفید ٹوپی اوڑھا کرتے تھے۔ وطن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر سے چپکی ہوئی ٹوپی اوڑھا کرتے تھے، البتہ

آپ ﷺ کے سفر کی ٹوپی اٹھی ہوئی ہوتی prayer-cap تھی۔ علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی بلند پایہ کتاب "زاد المعاد فی ہدی خیر العباد" میں تحریر کرتے ہیں کہ آپ ﷺ عمامہ باندھتے تھے اور اس کے نیچے ٹوپی بھی پہنتے تھے، آپ ﷺ عمامہ کے بغیر بھی ٹوپی پہنتے تھے اور آپ ﷺ ٹوپی پہنے بغیر بھی عمامہ باندھتے تھے۔ سعودی عرب کے تمام شیوخ کا فتویٰ بھی یہی ہے کہ ٹوپی نبی اکرم ﷺ کی سنت اور تمام محدثین ومفسرین وفقہاء وعلماء وصالحین کا طریقہ ہے نیز ٹوپی پہننا انسان کی زینت ہے اور قرآن کریم "سورہ الاعراف ۳۱" کی روشنی میں نماز میں زینت مطلوب ہے لہٰذا ہمیں نماز ٹوپی پہن کر ہی پڑھنی چاہئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے غلام نافع کو ننگے سر نماز پڑھتے دیکھا تو بہت غصہ ہوئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ زیادہ مستحق ہے کہ ہم اس کے سامنے زینت کے ساتھ حاضر ہوں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ننگے سر نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ موجودہ زمانہ کے محدث شیخ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب "تمام المنۃ" کے صفحہ ۱۶۴ پر تحریر کیا ہے کہ زیر بحث مسئلہ میں میری رائے یہ ہے کہ ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

آپ ﷺ کا جبہ

* حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک طیالسی کسروانیہ جبہ مبارک نکالا جس کا گریبان ریشم کا تھا اور اس کے دونوں دامن ریشم سے سلے ہوئے تھے، اور فرمایا کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ کا جبہ ہے جو ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا جب وہ وفات پا گئیں تو اسے میں نے لے لیا۔ نبی اکرم ﷺ اسے پہنا کرتے تھے۔ اب ہم اسے بیماریوں کے لئے دھوتے ہیں اور اس سے شفا حاصل کرتے ہیں۔ مشکوٰۃ ص ۳۷۴
* آپ ﷺ نے رومی اور شامی اونی جبوں کا بھی استعمال کیا ہے۔ بخاری ومسلم

آپ ﷺ کا ازار یعنی تہبند و پائجامہ وغیرہ

ازار اس لباس کو کہتے ہیں جو جسم کے نچلے حصہ میں پہنا جاتا ہے۔ عموماً نبی اکرم ﷺ تہبند کا استعمال فرماتے تھے، کبھی کبھی آپ ﷺ نے پائجامہ بھی استعمال کیا ہے۔ آپ ﷺ کا تہبند ناف کے اوپر سے نصف پنڈلی تک رہا کرتا تھا۔ صحابہ کرام بھی عموماً تہبند استعمال کرتے تھے اور آپ ﷺ کی اجازت سے پائجامہ بھی پہنتے تھے۔

* حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمان کا لباس آدھی پنڈلی تک رہنا چاہئے۔ نصف پنڈلی اور ٹخنوں کے درمیان اجازت ہے۔ لباس کا جتنا حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو وہ جہنم کی آگ میں ہے۔ ابوداود، ابن ماجہ
* حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص بطور تکبر اپنا کپڑا گھسیٹے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جانب نظر عنایت نہیں فرمائے گا۔ بخاری ۱۰/۲۱۷، مسلم ۲۰۸۵
* حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لباس کا جتنا حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو وہ جہنم کی آگ میں ہے۔ بخاری ۱۰/۲۱۸
* حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لٹکانا تہبند، قمیص اور عمامہ میں پایا

جاتا ہے، جس نے ان میں سے کسی لباس کو بطور تکبر ٹخنوں سے نیچے لٹکایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جانب نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ ابوداؤد ۴۰۹۴، نسائی ۸/۲۰۸

٭حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو حکم نبی اکرم ﷺ نے پائجامہ کے متعلق فرمایا وہی حکم قمیص کا بھی ہے۔ ابوداؤد

٭حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص بطور تکبر اپنا کپڑا گھسیٹے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی جانب نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ عورتیں اپنے دامن کا کیا کریں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ (نصف پنڈلی سے) ایک بالشت نیچے لٹکائیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ سوال کیا کہ اگر پھر بھی ان کے قدم کھلے رہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ (نصف پنڈلی سے) ایک ذراع (شرعی پیمانہ جو تقریباً ۳۰ سینٹی میٹر کا ہوتا ہے) نیچے لٹکالیں، لیکن اس سے زیادہ نہیں۔ ابوداؤد ۴۱۱۹، ترمذی ۱۷۳۶

آپ ﷺ کے لباس میں درمیانہ روی

رسول اکرم ﷺ نے اعلیٰ وعمدہ وقیمتی لباس بھی پہنے ہیں مگر ان کی عادت نہیں ڈالی۔ ہر قسم کا لباس بے تکلف پہن لیتے تھے۔

٭حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے دنیا میں شہرت کا کپڑا پہنا، بروز قیامت اللہ تعالیٰ اسے ذلت کا کپڑا پہنائے گا۔ ابوداؤد۔ باب فی لباس الشہرۃ

٭حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے سامنے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک پیوند لگی ہوئی چادر اور موٹا تہبند نکالا پھر فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کی روح مبارکہ ان دونوں میں قبض کی گئی۔ بخاری ج ۲ ص ۸۶۵، مسلم

٭ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھ سے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! اگر تم مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو تمہیں دنیا سے اتنا کافی ہو جیسے سوار مسافر کا توشہ اور امیروں کی مجلس سے اپنے آپ کو بچاؤ اور کسی کپڑے کو پرانا نہ سمجھو حتیٰ کہ اس کو پیوند لگالو۔ ترمذی ۱۷۸۰ یہ انتہائی قناعت کی تعلیم ہے کہ پیوند لگے کپڑے پہننے میں عار نہ ہو۔

٭حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اس کی نعمتوں کا اثر بندے پر ظاہر ہو۔ ترمذی ۲۸۲۰ یعنی اگر مال اللہ تعالیٰ نے دیا ہو تو اچھے کپڑے پہننے چاہئیں۔

٭حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے ڈر سے لباس میں فضول خرچی سے اپنے آپ کو بچایا حالانکہ وہ اس پر قادر تھا تو کل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کے سامنے اس کو بلائے گا اور جنت کے زیورات میں سے جو وہ چاہے گا اس کو پہنایا جائے گا۔ ترمذی ۲۴۸۱

٭حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں گندے کپڑے پہنے ہوئے حاضر خدمت ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اس شخص کو کوئی چیز نہیں ملی کہ یہ اپنے کپڑے دھو سکے؟ نسائی، مسند احمد

غرضیکہ حسب استطاعت فضول خرچی کے بغیر اچھے وصاف ستھرے لباس پہننے چاہئیں۔

لباس کے متعلق آپ ﷺ کی بعض سنتیں

دائیں طرف سے کپڑا پہننا سنت ہے:

* حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب قمیص زیب تن فرماتے تو دائیں طرف سے شروع فرماتے۔ترمذی ج اص ۳۰۲ اس طرح کہ پہلے دایاں ہاتھ دائیں آستین میں ڈالتے پھر بایاں ہاتھ بائیں آستین میں ڈالتے۔

نیا لباس پہننے کی دعا:

* حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب نیا کپڑا پہنتے تو اس کا نام رکھتے عمامہ یا قمیص یا چادر پھر یہ دعا پڑھتے: اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ كَسَوْتَنِيْهِ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِهٖ وَخَيْرِ مَا صُنِعَ لَهٗ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ اے میرے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے یہ پہنایا، میں اس کپڑے کی خیر اور جس کے لئے یہ بنایا گیا ہے اس کی خیر مانگتا ہوں اور اس کی اور جس کے لئے یہ بنایا گیا ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ابوداؤد، ترمذی

پائجامہ پہننے کا طریقہ:

* آپ ﷺ کی تعلیمات میں ہے کہ پائجامہ/شلوار بیٹھ کر پہنیں۔بعض احادیث ضعیفہ میں کھڑے ہو کر پائجامہ وغیرہ پہننے پر سخت وعید وارد ہوئی ہے مثلاً: جس نے بیٹھ کر عمامہ باندھا یا کھڑے ہو کر سراویل (پائجامہ یا شلوار) پہنی تو اللہ تعالیٰ اسے ایسی مصیبت میں مبتلا فرمائے گا جس کی کوئی دواء نہیں۔۔۔یہ حدیث شیخ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "کشف الالتباس فی استحباب اللباس" میں ذکر کی ہے۔ہمارے علماء کرام ہمیشہ احتیاط پر عمل کرتے ہیں، لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ ہم اپنا پائجامہ وغیرہ بیٹھ کر پہنیں اگرچہ کھڑے ہو کر پہننا بھی جائز ہے۔

بالوں کی چادر:

* حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب ایک مرتبہ صبح کو مکان سے تشریف لے گئے تو آپ ﷺ کے بدن پر سیاہ بالوں کی چادر تھی۔شمائل ترمذی

ریشمی لباس کے متعلق آپ ﷺ کے ارشادات

ریشمی لباس پہننا مردوں کے لئے حرام ہے، البتہ ۲ یا ۳ یا ۴ انگل ریشمی حاشیہ والے کپڑے مردوں کے لئے جائز ہیں۔نیز خارش اور کھجلی کے علاج کے لئے ریشمی لباس کا استعمال مردوں کے لئے جائز ہے۔

* حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس مرد نے دنیا میں ریشمی کپڑے پہنے وہ آخرت میں ریشمی کپڑوں سے محروم کر دیا جائے گا۔بخاری، مسلم

* حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا میں صرف وہی مرد ریشمی کپڑے پہن سکتا ہے جس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔بخاری، مسلم

• حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ریشمی کپڑے اور سونے کے زیورات میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔ (ترمذی ۱۷۲۰)

• حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ریشم کے پہننے سے منع فرمایا ہے مگر ایک یا دو یا تین یا چار انگلیوں کی مقدار۔ (بخاری/اللباس ۵۸۲۹، مسلم/اللباس والزینۃ ۲۰۶۹)

• حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو خارش کے علاج کے لئے ریشم کے کپڑے پہننے کی اجازت عطا فرمائی۔ (بخاری، مسلم)

لباس میں کفار ومشرکین سے مشابہت

نبی اکرم ﷺ نے عمومی طور پر (یعنی لباس اور غیر لباس میں) کفار ومشرکین سے مشابہت کرنے سے منع فرمایا ہے چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان احادیث کی کتابوں میں موجود ہے: جس نے جس قوم سے مشابہت اختیار کی وہ ان میں سے ہو جائے گا۔ (ابوداؤد ۴۰۳۱)

لباس میں مشابہت کرنے سے خاص طور پر منع فرمایا گیا ہے:

• حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کو خالص زرد رنگ کے کپڑوں میں ملبوس دیکھا تو فرمایا کہ یہ کافروں کا لباس ہے اس کو نہ پہنو۔ (مسلم ۲۰۷۷)

• خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آذربائیجان کے مسلمانوں کو پیغام بھیجا کہ عیش پرستی اور مشرکوں کے لباس سے بچو۔ (مسلم ۲۰۶۹)

مردوں اور عورتوں کے لباس میں مشابہت

• حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی لعنت ہو ان مردوں پر جو عورتوں سے "لباس یا کلام وغیرہ میں" مشابہت کرتے ہیں، اسی طرح لعنت ہو ان عورتوں پر جو مردوں کی (لباس یا کلام وغیرہ میں) مشابہت کرتی ہیں۔ بخاری

پینٹ وشرٹ اور کرتا و پائجامہ کا موازنہ

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ لباس میں اصل جواز ہے، انسان اپنے علاقہ کی عادات واطوار کے مطابق چند شرائط کے ساتھ کوئی بھی لباس پہن سکتا ہے، ان شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ کفار ومشرکین کا لباس نہ ہو۔ پینٹ وشرٹ یقیناً مسلمانوں کی ایجاد نہیں ہے لیکن اب یہ لباس عام ہو گیا ہے چنانچہ مسلم اور غیر مسلم سب اس کو استعمال کرتے ہیں۔ لہٰذا پینٹ وشرٹ مندرجہ بالا شرائط کے ساتھ استعمال کرنا بلا کراہیت جائز ہے، البتہ پینٹ وشرٹ کے مقابلے میں کرتا و پائجامہ کو چند اسباب کی وجہ سے فوقیت حاصل ہے۔

۱: کرتا و پائجامہ عموماً سفید یا سفید جیسے رنگوں پر مشتمل ہوتا ہے جبکہ پینٹ وشرٹ عموماً رنگین ہوتی ہیں۔ احادیث صحیحہ کی روشنی میں امت مسلمہ متفق ہے کہ اللہ جل شانہ کے حبیب نبی اکرم ﷺ سفید پوشاک زیادہ پسند فرماتے تھے، نیز عام طور پر آپ

ﷺ کا لباس سفید ہی ہوا کرتا تھا۔

:۲ قیامت تک آنے والے انسانوں کے نبی حضور اکرم ﷺ کو قمیص بہت پسند تھی۔ نبی اکرم ﷺ کی قمیص کے جو اوصاف احادیث میں ملتے ہیں وہ شرٹ کے بجائے موجودہ زمانے کے کرتے (ثوب/قمیص) میں زیادہ موجود ہیں۔

:۳ اگرچہ اس وقت پینٹ وشرٹ کا لباس مسلم وغیر مسلم سب میں رائج ہو چکا ہے لیکن ساری دنیا تسلیم کرتی ہے کہ پینٹ وشرٹ کی ابتداء مسلم کلچر کی دین نہیں جبکہ کرتہ و پائجامہ کی بنیادیں نبی اکرم ﷺ کے زمانے سے ہیں، کرتا یعنی نبی اکرم ﷺ کے قمیص کا ذکر کر چکا ہوں، جہاں تک پائجامہ کا تعلق ہے تو نبی اکرم ﷺ ہمیشہ تہبند کا استعمال فرماتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ پائجامہ استعمال کیا یا نہیں اس کے متعلق بعض محققین نے اختلاف کیا ہے لیکن تمام محققین ومحدثین وفقہاء وعلماء متفق ہیں کہ آپ ﷺ نے پائجامہ خریدا تھا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ ﷺ کی اجازت سے پائجامہ پہنتے تھے۔

:۴ کسی بھی زمانہ میں دنیا کے کسی بھی کونے میں علماء وفقہاء کی جماعت نے پینٹ وشرٹ کو اپنا لباس نہیں بنایا۔

موجودہ زمانہ کے پائجامہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے کے پائجامہ میں فرق ممکن ہے مگر دونوں کی بنیاد واساس ایک ہونے کی وجہ سے انشاء اللہ فضیلت حاصل ہوگی جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور موجودہ زمانہ کی مساجد میں ضرور فرق ملے گا مگر بنیاد ومقاصد ایک ہونے کی وجہ سے موجودہ زمانہ کی مساجد کو وہ فضیلت ضرور حاصل ہوگی جس کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے ہوا ہے۔

کسی معین شخص کے تنگ پائجامہ کا کسی معین شخص کی کشادہ پینٹ سے موازنہ کر کے فیصلہ کرنا صحیح نہیں ہوگا کیونکہ عموماً پینٹ پائجامہ کے مقابلہ میں تنگ ہوتی ہے اور جسم کی ساخت کے حساب سے بنائی جاتی ہے۔

شرح سنن ابوداؤد جلد پنجم کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمدللہ! شرح سنن ابوداؤد کی یہ جلد مکمل ہو چکی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری غلطیوں وکوتاہیوں کو معاف کر دے۔ اور میں یہ بھی دعا کرتا ہوں۔

اے اللہ! میرے دین کو سنوار دے جو کہ میری آخرت کے کام کا حافظ اور نگہبان ہے اور میری دنیا کو سنوار دے کہ جس میں میری روزی اور زندگی ہے۔ اور میری آخرت کو سنوار دے کہ جس میں میری واپسی ہے۔ اور میری زندگی کو میرے لئے ہر بھلائی میں زیادتی اور میری موت کو ہر شر سے میری راحت کا سبب بنا دے۔ یا اللہ مجھ پر حق واضح فرما اور مجھے اس کی اتباع نصیب فرما اور مجھ پر باطل واضح فرما اور مجھے باطل سے بچنے کی توفیق عطاء فرما دے۔ یا اللہ نبی کریم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے مجھے حق وایمان پر استقامت نصیب فرما۔ اور دنیا میں آنے فتنوں سے مجھے اور تمام مسلمانوں کو محفوظ فرما۔ آمین۔

محمد لیاقت علی رضوی